

مادنامہ المیزان بیہی

رضامحمد
حسین

مختصر تاریخی جائزہ

اور قائم رکھو وزن کو انصاف سے اور نہ گھٹاؤ میزان کو (قرآن مجید)

بیادگار: بخدوہ الملتے محدث اعظم ہند علیہ الرحمتہ والرمون

ماہنامہ المیزان مبینی

سرپرست: شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں
امیڈیٹ: سید محمد جیلانی محامد

راہِ حق

جلد ۷ - شمارہ ۷ - ۸ - ۹ - اپریل، مئی، جون - تاریخ اشاعت ۲۶ مارچ ۱۹۷۶ء - قیمت جیبی ۱۰ روپے

المیزان

ماہنامہ

مبئی

کا

امام احمد رضا نمبر

مجلس مشاہدہ

سید حسن مثنیٰ النور ایم۔ اے علیگ
سید عبدالکریم ہاشمی ایم۔ اے کارمارے
مولانا محمد احمد مصباحی مبارکپورے
ڈاکٹر سید وحید اشرف ایم۔ بی۔ ایچ ڈی
منظور حسین بہادری جے۔ اے علیگ

ذکر سالانہ ہندوستان سے بیس روپے
غیر مالک سے چار پاؤنڈ
قیمت عام شمارہ : دو روپے
امام احمد رضا نمبر : پچیس روپے
مطبوع : اردو پریس زیر نگرانی اردو ٹائمز ممبئی

منیجر سے

ماہنامہ "المیزان"

37/E سائیکلی اسٹریٹ، جوئی مسجد کھپاؤنڈ ممبئی ۸۰۰۰۰۴



ایڈیٹر سے

دارالعلوم دیوان شاہ، اشرف نگر

درگاہ روڈ - بھونڈی - کھٹانہ -

ضروری نوٹ :- امام احمد رضا نمبر کے مسامین شائع کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن تحریری اجازت لینا لازمی ہے۔ (منیجر،

پیما

پیامات

۱۱

حضور مفتی اعظم ہند - سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ کلاں
شیخ الاسلام سید محمد مدنی میان
چیف منسٹر آف راجستھان

تا

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی
سجادہ نشین اجمیر شریف
سید اوصاف علی
مولانا شاہ سید عزیز احمد ابوالعلائی
مولانا محمد صادق
خلیفہ ضیاء الدین
خواجہ سید پریم نطامی
سید شاہ عون احمد قادری
مولانا سید شاہ انوار الدین حسینی

۲۴

اداریہ

۲۷

سید محمد حبیلانی محامد
(ادارہ)

۵۵

دود و باتیں
امام احمد رضا ایک نظر میں

۵۷

امام احمد رضا کا شجرہ نسب

۶۰

امام احمد رضا کا شجرہ بیعت

۶۲

امام احمد رضا کا شجرہ بیعت بشکل درود

۶۷

امام احمد رضا کی کہانی تصویروں کی زبان

قرآن فہمی

۸۵	شیخ الاسلام علامہ سید محمد فی میاں	امام احمد رضا اور اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ
۱۱۴	ملک شیر محمد خاں اعوان آف کالا باغ	امام احمد رضا اور محاسن کنز الایمان
۱۲۵	علامہ اختر رضا خاں ازہری	امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن حقائق کی روشنی میں
۱۵۵	مولانا حکیم الرحمن رضوی (پاکستان)	امام احمد رضا اور ترجمہ قرآن کی خصوصیات
۱۵۷	مجدد اعظم اور محدث اعظم	کنز الایمان اور معارف القرآن

فقیہیات

۱۶۷	امام احمد رضا	امام احمد رضا کی پیاری پیاری باتیں
۱۷۸	ادارہ	امام احمد رضا اور سراج الفقہاء
۱۸۸	مفتی غلام معین الدین نعیمی	امام احمد رضا اور صدر الافاضل
۱۸۹	مولانا عبدالحکیم اختر شاہ بھہاں پوری	امام احمد رضا کی فقہیت
۱۹۷	مولانا غلام رسول سعیدی	امام احمد رضا کا فقہی مقام
۲۰۸	الحاج محمد علی رضا قادری ایم اے سی ٹی	امام احمد رضا اور سہولیات شرعیہ
۲۱۱	مولانا عبد القدوس مصباحی	امام احمد رضا فقیہ ہندوستان

روحانیات

۲۱۷	جناب اعجاز مدنی ایم اے ڈی لب بی لب	امام احمد رضا اور تعلیمات تصوف
۲۲۴	مولانا شبیم کمالی مظفر پوری	امام احمد رضا اور روحانی قدریں
۲۳۲	مولانا عبد الباقی نعمانی بنارس	امام احمد رضا کا حزم و اتقا
۲۳۵	صاحبزادہ سید الیاس رسول حسین	امام احمد رضا چشم و چراغ خاندان برکات
۲۳۶	صاحبزادہ سید محمد امین برکاتی	امام احمد رضا خاندان برکات کا روحانی نژاد

تجدید و احیاء دین

۲۴۱	مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند	امام احمد رضا مجدد اعظم
۲۴۹	حضرت سید حسن مثنیٰ انور ایم اے	امام احمد رضا ایک مظلوم اسلامی مفکر

۲۶۰	جناب منظور حسین بہادری بی اے	امام احمد رضا اور احیاء دین
۲۶۴	مولانا عبد الجبار رہبر اعظمی	امام احمد رضا ایک تاریخ ساز شخصیت
۲۷۲	مولانا صوفی سلیم اللہ بنارس	امام احمد رضا اور اصلاح عقائد
۲۷۳	صاحبزادہ سید محمد حسینی اشرفی	امام احمد رضا اور تجدید و احیاء دین
۲۸۰	مولانا عزیز احمد اشرفی بستوی	امام احمد رضا حدیث نبوی کی روشنی میں
۲۸۲	محترمہ خدیجہ نشاط اشرفی	امام احمد رضا اور دینی خدمات
۲۸۴	مولانا سید شمس الضحیٰ غازی پوری	امام احمد رضا اور شان تجدید
۲۸۶	مولوی خواجہ محمد اویس	امام احمد رضا مجدد ملت

علوم جدیدہ

۲۹۱	جناب ایم حسن امام ملک پوری	امام احمد رضا جدید سائنس کی روشنی میں
۲۹۸	مولانا شبیر حسن بستوی	امام احمد رضا بحیثیت منطقی و فلسفی

تالیفات

۳۰۵	ادارہ	امام احمد رضا کی تصنیفات
۳۲۵	ڈاکٹر محمد اسد	امام احمد رضا پر کتابیں

سوانحیات

۳۳۱	ڈاکٹر مختار الدین آرزو	امام احمد رضا ایک شخصیات کی جائزہ
۳۳۷	مقبول جہانگیر (لندن)	امام احمد رضا علوم و فنون کا ہمالہ
۳۴۱	خواجہ ابراہیم حسین باری دہلی	امام احمد رضا اور ان کی خصوصیات
۳۵۳	علامہ قتیبہ دانا پوری ایم اے	امام احمد رضا نائب رسول اعظم
۳۵۷	مولانا عبد الکریم نعیمی (بنگلہ دیش)	امام احمد رضا ایشیا کا عظیم محقق
۳۶۵	مولانا محمود احمد رضوی (پاکستان)	امام احمد رضا دین کا امام
۳۶۷	حافظ موسیٰ اسماعیل (برطانیہ)	امام احمد رضا سوانحی خاکہ
۳۶۹	مولانا حبیب اللہ خاں رضوی اعظمی	امام احمد رضا اور محبت سادات

سیاسیات

۳۷۵	علامہ سید الزماں حمدوی	امام احمد رضا کی دینی و سیاسی بصیرت
۳۸۷	علامہ سید محمد ہاشمی میاں	امام احمد رضا اور جنگ آزادی
۴۰۹	سید ایوب اشرف ایم اے ایل ایل بی	امام احمد رضا اور قومی و شرعی ایمر جنسی
۴۱۳	ایڈوکیٹ جیدر پٹھان	امام احمد رضا کا آفاقی پیغام

تنقیدات

۴۱۹	حکیم خلیل احمد جالسی	امام احمد رضا کی بارگاہ میں مولانا ندوی کا دوہرا کردار
۴۳۱	مولانا محمد احمد مصباحی	امام احمد رضا اور مسئلہ تکفیر
۴۳۵	مولانا شکیب ارسلان مصباحی	امام احمد رضا کی طرف منسوب تین اشعار
۴۳۷	مولانا مرغوب حسن قادری	امام احمد رضا ایک مظلوم مصلح

شعروادب

۴۴۵	ڈاکٹر حامد علی خاں	امام احمد رضا کی عربی شاعری
۴۵۵	ڈاکٹر وحید اشرف	امام احمد رضا کی اردو اور فارسی شاعری
۴۶۳	ڈاکٹر سلام سندیلوی	امام احمد رضا کی مذہبی شاعری میں صداقت کے عناصر
۴۶۷	ڈاکٹر امانت	امام احمد رضا کی مذہبی شاعری
۴۷۲	جناب عظیم الحق جنیدی	امام احمد رضا اور نعت رسول
۴۷۴	جناب کالید اس گپتا رضا	امام احمد رضا بحیثیت شاعر
۴۷۷	سید شمیم اشرف بی اے علیگ	دیوان رضا عرفان و وجدان کا قاموس
۴۷۹	ڈاکٹر ملک زادہ منظور	امام احمد رضا اور اصناف سخن
۴۸۰	ڈاکٹر طلحہ رضوی برق	امام احمد رضا و اصف شاہ ہمدانی
۴۸۵	پروفیسر فاروق احمد صدیقی	امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری پر ایک نظر
۴۹۱	جناب اشفاق احمد رضوی بی اے	امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری تحقیق کے آئینے میں
۵۰۵	جناب طارق سید بی اے	امام احمد رضا ایک مکمل شاعر

۵۰۷	مولانا شاہد رضا ایم اے	امام احمد رضا اور اردو ادب
۵۱۱	مولانا سید شمیم گوہر	امام احمد رضا کی نعت گوئی
۵۱۵	مولانا وارث جمال بستوی	امام احمد رضا امام شعر و سخن
۵۲۵	مولانا بذرا قادری مصباحی	امام احمد رضا کا ذوق سخن

تاثرات

۵۲۹	ڈاکٹر نسیم قریشی	امام احمد رضا قبلہ اہل دل
۵۵۰	مولانا سید عباس رضوی	امام احمد رضا عالم باعمل
۵۵۱	پروفیسر محی الدین الوائی	امام احمد رضا ایک فاضل اہل حدیث کی نظر میں
۵۵۷	ڈاکٹر محمد اسد امکھیڑوی	امام احمد رضا اپنوں اور بیگانوں کی نظر میں

ارشادات

۵۶۷	مولانا مصطفیٰ علی خاں مہتاب افتخاری	امام احمد رضا مکتوبات کے آئینے میں
۵۷۱	ملاقاتجہ بمبئی	امام احمد رضا ایک یادگار انٹرویو
۵۷۷	سید حسن مثنیٰ انور ایم اے	کلام الامام امام الکلام (تلخیص)

تحلیلات حرین

۵۸۹	سید عبدالکریم ہاشمی ایم اے	الامام احمد رضا اور مفتی الملکہ السید احمد زینی دحلان
۶۰۸	مولانا محمد یسین اختر ندوی	امام احمد رضا اور مفتی مکہ سید احمد زینی دحلان
۶۲۰		امام احمد رضا علمائے عرب و عجم کی نظر میں

ہمارے معاونین ایکے نظر میں

مرتبیت

جنہوں نے امام احمد رضا نمبر کی تدوین و ترتیب میں دن و رات وقف کر دے

منتظمین

جنہوں نے امام احمد رضا نمبر کی طباعت و اشاعت میں رضا کارانہ خدمات پیش کیں۔

کاتبین

جنہوں نے امام احمد رضا نمبر کی ستھری کتابت میں فن خوشنویسی کا شاندار مظاہرہ کیا۔

مولانا محمد احمد مصباحی مبارکپوری

شمس الکاتبین قادر رحمہ اللہ شمس الحق خان بلیاوی

مولانا سید شمس الضحیٰ غازی پوری

شمس الحق خان شمس بلیاوی

مولانا محمد ایوب رنوی جد شاہی بستوی

علیم اللہ خان بلیاوی

مولانا عبید اللہ خان رضوی اعظمی

محمد اسد خان بلیاوی

مولانا مصطفیٰ علی خان جہاں افتخاری

جلال الدین خان اعظمی

مولانا شاہد رضا ایم اے

سعید احمد انصاری آلہ آبادی

منظور حسین بہادری

شبیر احمد خان بتورامپوری

قاری جنید عالم اشرفی

سید مشتاق علی فتحپوری

دعید احمد انصاری

مولانا حفظ الرحمن خان دیوبندی

محمد خلیل اشرفی رامپوری

اخلاق احمد خان غازی پوری

محمد ہارون انصاری

افتخار احمد اثر اعظمی

تزمین کار:

ہندوستان کے مشہور آرٹسٹ

عالیجناب ظفر محمد خان بھوپالی



رشتہ خاں زادہ اعلیٰ حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خاں
سجادہ نشین آستانہ عالیہ رضویہ شاگردان بریلی شریف
تاریخ ۷ دسمبر ۱۹۷۵ء مطابق ۳ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

حضرت سید محمد حبیب اللہ صاحب ایڈیٹر ماہنامہ المیزان بمبئی
اور جناب محمد یونس انصاری رضوی جنرل سکرٹری آل انڈیا سنی لیگ
آستانہ عالیہ رضویہ پر شریف لائے اور المیزان کی خاص اشاعت "امام احمد رضا خان
کا ذکر کیا سنکر نہایت دلی مسرت ہوئی۔ بھیم طلب دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ بظہیر
بنی اہرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس اہم تاریخی تحقیقی اور علمی کام کو کامیاب
و کامران فرمائے اور ہر مسلمان کو فاضل بریلوی امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان
سے استفادہ کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین بجا د سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم و آلہ وصحبہ اجمعین۔ فقیر دعا گو ہے کہ المیزان کو مولائے کریم یومانیوما
ترقیوں کی منزل پر گامزن فرمائے۔ میری نیک تمنائیں اور بہر خصوص دعائیں
ماہنامہ المیزان اور آل انڈیا سنی لیگ و رفقاء اہلسنت کے لئے ہیں۔

شیر علی
۱۳ دسمبر ۱۹۷۵ء

ابوالمسود سید محمد مختار اشرف الاشراف الجیلانی
بجاء نشین کچھوچھو شریف ضلع فیض آباد

Abul Masud Syed Mohd. Mukhtar Ashraf Ashrafi-ul-Jilani

SAJJADA NASHEEN KICHHAUCHHA SHARIF, DIST. FAIZABAD. (U.P.)

Ref No. _____

Date _____

۷۸۶
۹۷

مخدہ و نعلی علی حبیبہ الکریم

مجدد مائتہ حاضرہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت یوں تو محتاج تعارف
ہیں لیکن انکی فکر و نظر کے فیضان سے ملت اسلامیہ کے تحفظ و بقا اور اسلامی شعور
کی صالحیت پر جو تاریخی اثرات مرتب ہوئے ہیں انکا تعارف ابھی تک نہیں ہو سکا
ہے۔ مجھے بخدمت سے کہ وقت کی اس اہم ترین دینی و ملی ضرورت
کو پورا کرنے کیلئے ماہنامہ "المیزان" بجائی "امام احمد رضا نمبر" شائع
کر رہا ہے۔

ماہنامہ المیزان "کی بہ عظیم پیشکش اور" آل انڈیا سٹی لیگ " کے زیر اہتمام
منعقد ہونے والی "امام احمد رضا کانفرنس" میں اسکی رسم اجراء ہماری جماعت
میں بیداری کی ایک نئی لہر کا اشارہ ہے۔ اور قومی سطح پر ہمارے جماعتی وجود
کی اہمیت کے احساس و اعتراف کی بنیاد کو استوار کرنے کی ایک زبردست
علامت ہے۔ مری بے شمار دعائیں اور نیک خواہشات ان تمام حضرات
کیا کہ ہیں جو اسی تاریخی و تحقیقی کارنامہ میں کسی بھی طرح حصہ لے رہے ہیں۔

سید محمد مختار اشرف سبب
کچھوچھو شریف ضلع فیض آباد
۳۱ صفر المظفر ۱۳۹۶ھ
۲۱ مئی ۱۹۷۶ء



SYED MOHAMMED MADNI

ASHRAFI JILANI

Patron:- AL MEEZAN

P. O. Kichhochba Sharif

Dist. FAIZABAD U.P

سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی

سریست المیزان
پست کچھوچھا شریف ضلع فیض آباد (یو۔ پی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میریں دیرینہ تمنا تھی کہ امام احمد رضا جیسی عبقری شخصیت پر ایک اہم
دستاویز منظر عام پر آئے جو نئی نسل کو امام احمد رضا کی ہزار پہلو شخصیت سے
حقیقی محنوں میں متعارف کرانے کا باعث ہو۔ ————— ماہنامہ المیزان کا
امام احمد رضا نمبر صرف یہی نہیں کہ میریں دیرینہ تمناؤں کا مظہر ہوگا بلکہ ملت اسلامیہ
کا ایک عظیم سرمایہ بھی ہوگا۔ ————— امام احمد رضا نمبر کی رشاعت پر میریں دلی
مبارک باد۔ ————— آل انڈیا سنی لیگ کی جانب سے ۲۶/۲۷/۲۸ مارچ ۱۹۷۶ء
مجبٹ میں منعقد ہونے والی عظیم الشان امام احمد رضا کانفرنس امام احمد رضا
کے تجدیدی، تحقیقی، علمی اور دینی کارناموں کی رشاعت کیلئے ایک
اہم مستحسن اقدام ہے۔ میں نے امام احمد رضا کانفرنس میں شرکت
کیلئے اپنے سفر برطانیہ پر روزنگی کی تاریخ کو ریکہ ہفتہ کیلئے بڑھادیا ہے
انشاء المولى تعالى ہيں زسں کانفرنس ہيں شرکت کی سعادت حاصل کر گئے۔

در سلام

محمد مدنی
اشرفی جیلانی غفرلہ
یکم مارچ ۱۹۷۶ء

80 NO 1357/60.

GOVERNOR, ORISSA.

اکبر علی خان



گورنر اڑیسہ

RAJ BHAVAN
BHUBANESWAR

14 February 1976

Dear Syed Mohamed Jilani Muhamid Sahib,

I have received your letter intimating to me that you propose to have a Special Number in the name of Janab Hazrat Ahmed Reza Khan Sahib (May his soul rest in peace!), depicting different aspects of his contribution to Islamic literature. I have had the privilege of meeting him in my student days when I was staying at Aligarh from 1917 to 1920. Let me confess - I do not know much about many books that he has written. I would like your Special Number to highlight the essential ^{of his work} ~~prices~~ which would unite not only all sections of the Muslim community, but also all sections of Indian society and even the whole world. The great saying of our Holy Prophet that "The whole human race, ~~which~~ is a family, irrespective of different caste, creed, religion and country ~~and it~~ should be fully respected in thought and in deed. Any community will be judged not by theological processes but by the conduct of the people professing that religion in relation to their services to humanity. I join with you in paying my respects to the great personality ^{of Janab A. Reza Sahib} who has also been in the fore-front of Independence struggle, ^{as} indicated in your letter. I would end this letter with a couplet of Maulana Rumi -

وخی آمد سوسنی از خدا = بندہ کار را ز ما کردی خدا
تو سرے وصل کردن آدمی = سرے فصل کردن آدمی

With best wishes, and my profound respects for the great soul
Yours Sincerely,

Akbar Ali Khan
(Akbar Ali Khan)

Janab Syed Mohamed Jilani Muhamid,
Editor, The Almeszan Monthly,
57-E, Sankli Street, Juni Masjid Compound,
BOMBAY-400 008 (Maharashtra)

Press Secretary
to the Chief Minister

وزیر اعلیٰ راجستھان

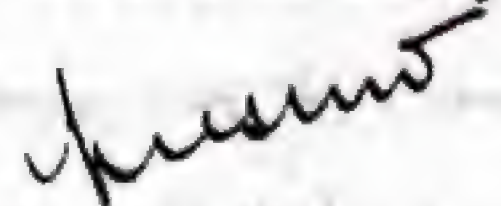
February 19, 1976

Dear Shri Muhamid,

Thank you for your circular letter of February 12, 1976, addressed to the Hon. Chief Minister, Shri Harideo Joshi.

The Hon. Chief Minister sends his good wishes to "Almeezan" on the occasion of publication of a souvenir in the memory of Imam Ahmedreza Khan Saheb.

Yours sincerely,



(L. M. Eshwar)

Syed Mohamed Jilani Muhamid,
Editor,
ALMEEZAN,
57-E, Sankli Street,
Juni Masjid Compound,
BOMBAY.

امام احمد رضا کے متعلق

مودودی صاحب کی رائے!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نمبر ۵۲۵۰۷

حوالہ ۳۸۲

سورخہ ۲۶ فروری ۱۹۷۲ء

ابوالاعلیٰ مودودی

اے ذہلدار ہارت - اجہرہ
لاہور - ۱۲ (پاکستان)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

محترمی و مکرمی

آپ کا خط نامہ ملا - مجھے ٹھیک ہار نہیں کہ آپ کا پہلا خط نامہ آجا

اور میں نے کہا جواب دیا - بہر کیف مجھے مولانا احمد رضا خان صاحب مرحوم کے
ہائے میں کچھ لکھنے سے گریز نہیں ہے ، بلکہ جیسا کہ آپ نے لکھا ہے علالت کے باعث
میرا لکھنے پڑھنے کا کام بالکل محدود ہو کر رہ گیا ہے -

میں شاہ میں مولانا احمد رضا خان صاحب مرحوم و مغفور دینی علم و بصیرت کے

حامل اور مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے کے قابل احترام مقتدا تھے - اگرچہ ان کے بعض

نکاتی و آراء سے مجھے اختلاف ہے لیکن میں ان کی دینی خدمت کا معترف بھی ہوں -

آپ نے مسلمانوں کی تمام جماعتوں کے مابین اتحاد کی خبر لیا کا ذکر کیا ہے ،

میں اس کا دل سے خواہاں ہوں - میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کے صلہ مکاتب و

اگر ایک دوسرے کی تکبر و تعصب سے اجتناب کریں ، بعضی اختلافات کا اظہار فرمیں ہو

تو اس میں دل آزاری سے پہلو بھائیوں اور ہر دماغی مسئلے کو فکر و اسلام کا مسئلہ نہ بنائیں

تو اختلافات کے مونیے ہوئے بھی اشاء اللہ ہم مل جل کر رہیں و ملت کی خدمت انجام دے سکیں گے -

شاہکار
مودودی

ترجمان اہلسنت کراچی - مئی جون ۱۹۷۵ء (۱۳)

۱۶ دسمبر ۱۹۷۵ء

محمد صادق قصوری
حسین خان والا ہٹھاڑ براہ قصور
ضلع لاہور (پاکستان)

برادر عزیز ڈاکٹر محمد اسد پٹی بھتی کے خط سے یہ معلوم کر کے از حد خوشی ہوئی ہے کہ آپ کا مہنامہ
”المیزان“ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کی یاد میں ”امام احمد رضا نمبر“
کے نام سے ایک خاص اشاعت پیش کر رہا ہے۔ اس اہم اور نیک فرض کی ادائیگی کے لئے
بارگاہ قبول فرمائیے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں ہے۔ آپ اپنے وقت کے دلی کامل
فقیر اعظم اور بہت بڑے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ فرقہ ہائے باطلہ کی سرکوبی کے لئے
آپ کے کارنامے ہمارے لئے مشعل راہ اور باعث فخر ہیں۔ میرے پروردگار حضرت قبلہ عالم امر ملت
پرسید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ”اگر مولانا احمد رضا خان نہ ہوتے
تو دیر بندی سارے ہندوستان کو دہائی بنا دیتے“

الحمد للہ! آج برصغیر میں اگر سنی پاتے جاتے ہیں تو صرف آپ کے طفیل ہی۔ ع

احمد رضا کے فیض کا درہے کھلا ہوا
ہے سنی فقیروں کا جہنم اگر اٹھا ہوا

محمد صادق قصوری
۱۶ دسمبر ۱۹۷۵ء

شیخ المشائخ حضرت یوان سید شاہ زین العابدین علی خان
سجادہ نشین درگاہ ولی الہند خواجہ غریب نواز، اجمیر شریف

ہوالمحین

ہاں گروہ کہ از ساغر وفا مستند
سلام ما برسانید ہر کجا ہستند

مکرمی جناب سید محمد حیلانی صاحب، ایڈیٹر ماہنامہ المیزان ممبئی
آپ کا مکتوب رسالہ ۱۹ فروری فقیر کو ۲۸ فروری کو موصول ہوا۔ یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ
آپ اپنے موقر ماہنامہ کا امام احمد رضا نمبر عنقریب شائع کر رہے ہیں۔ شائع ہو جانے پر مذکورہ
اشاعت کی ایک نقل بذریعہ وی پی پی ضرور بھیج دیجیے۔
بیشک حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات
کا شمار چودھویں صدی ہجری کے عالم اسلام کے اکابر علماء و مبلغین میں ہوتا ہے۔ اپنے نامور اسلاف
کی تبلیغی مساعی کا اعتراف و اعادہ بار بار کرنا اخلاف کا مذہبی فریضہ ہے۔
فقیر دست بدعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہندوستان کے ہادی اعظم جد بزرگوار
حضرت خواجہ امین الدین حسن چشتی قدس اللہ سرہ العزیزہ کے صدقہ میں آپ کی مساعی جمیدہ کو
شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

دعا گو
مفسر سید زین العابدین حنفی

۲۰ مارچ ۱۹۷۶ء

عالی جناب خلیفہ ضیاء الدین صاحب
ریٹائرڈ پرنسپل انجمن اسلام ہائی اسکول، ممبئی

عالی جناب سید محمد جیلانی صاحب
اڈیٹر ماہنامہ المیزان، ممبئی

سلام مسنون

آل انڈیا سنی لیگ کے ایک وفد سے گفتگو کے دوران معلوم ہوا کہ آل انڈیا سنی لیگ کے زیر اہتمام
امام احمد رضا کا نفرین ۲۷-۲۸ مارچ ۱۹۷۶ء کو ممبئی میں منعقد ہوگی جس میں المیزان کے امام احمد رضا
ممبر کی رسم اجرا بھی انجام پائے گی مجھے بھی امام مرحوم سے ایک خاص تعلق ہے کیونکہ ان کے شاگرد رشید اور مرید
و خلیفہ مولانا دیدار علی کی شاگردی کی سعادت حاصل ہے۔

مذکورہ بالا وفد سے جو باتیں مجھے معلوم ہوئیں تقریباً پچاس سال کے عرصے میں کسی اور سے نہیں سنیں۔ امام صاحب
موصوف جس انداز سے پیش کئے جاتے رہے ہیں اس سے ان کی شکل ہمارے سامنے دھندلی ہو کر آئی ہے۔ اس سے
بھی زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ نزاعی مسائل نے ان کے تبحر علمی کو بالکل دبا رکھا ہے۔ مجھے مسرت ہوئی کہ انفر
میں ان کے علمی تحقیقی اور تجدیدی کارناموں کو نئے انداز سے واقف کرانے کی جانب قدم اٹھایا جا رہا ہے
خدا اس خدمت کو قبول کرے۔

مجھے امید ہے کہ المیزان کا امام احمد رضا نے علمی و تحقیقی دنیا میں نئی راہیں پیدا کرنے کا باعث ہوگا۔
میری نیک تمنائیں اور پر خلوص دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ والسلام

دعا گو
ضیاء الدین

عالی جناب سید اوصاف علی
ناظم انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز
نئی دہلی ۱۱۰۰۰۱

مولانا احمد رضا خان بریلوی کی رحلت کو کم و بیش نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہوا۔ انوس ہے
اس قلیل مدت میں ہم نے ایسے باکمال عالم اور بے مثل شخصیت کو بھلا دیا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ غالباً
ان کی راسخ الاعتقاد ہے جس کے آگے کسی مخالف کے اذکار کا چراغ نہ جل سکا۔
بہر حال ان کے علم و فضل کے معترف ان کے موافقین اور مخالفین سبھی ہیں۔ ان کی تصانیف کی تعداد
بعض لوگوں کے نزدیک پانچ سو اور بعض کے ایک ہزار تک ہے۔ جن علوم میں انھوں نے دسترس حاصل کی ان
کی تعداد پچاس بتائی جاتی ہے۔ نزہۃ النحواط میں بھی اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے کہ مولانا احمد
رضا کو فقہ حنفی کی باریکیوں کا ایسا علم تھا کہ اس کی نظیر ان کے زمانے میں نہیں ملتی۔ اس کی شہادت ان کے
فتوؤں کا مجموعہ ہے اور ان کی کتاب کفایہ الفقہ الفہم فی احکامہ قد طاس الذہام ہے جو
انھوں نے مکہ میں ۱۳۲۳ھ میں لکھی تھی۔ ریاضیات، ہیئت و نجوم سے وہ اچھی طرح شناسا تھے اور رمل
و جفر سے بھی واقف تھے۔

مولانا احمد رضا نے لمبی عمر نہ پائی۔ وہ ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۱ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اس
۶۵ برس کے عرصے میں انھوں نے علم کی ایسی خدمت انجام دی جسے بھلایا نہیں جاسکتا۔
مجھے یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہے کہ سید محمد جیلانی حامد صاحب نے الیزان کا ایک خصوصی شمارہ مولانا
احمد رضا خان پر نکالنے کا فیصلہ کیا ہے۔ امید ہے یہ شمارہ بہ اعتبار مضامین بلند پایہ اور بطور یاد دہندگان
نہایت اہم ہوگا۔

سید اوصاف علی
ناظم انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز
نئی دہلی ۱۱۰۰۰۱

قدوة المشائخ حضرت خواجہ سید پیرضا من نظامی سید بخاری

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب "المیزان" بمبئی

سلام مسنون دعائے خیر

دعا گو کو یہ جان کر خوشی ہوئی کہ ماہنامہ المیزان بمبئی نے امام احمد رضا نمبر کی اہمیت کا اہتمام کیا ہے۔ یہ ایک نیک قدم ہے۔ اور آج کل کے دور کے لئے اشد ضروری ہے کہ ملک کی عظیم ہستیوں کی زندگی کے روشن پہلو عوام و خواص کے سامنے اجاگر کئے جائیں تاکہ ہر کس و ناکس ان کی مثالی زندگی کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے آپ کو اس سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب ہندوستان کی برگزیدہ شخصیت تھے۔ انکی ذات مجمع الصفات تھی مختلف علوم کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک شاعر بے بدل بلند پایہ ادیب، مفسر قرآن اور محدث اعظم تھے۔ وہ جنگ آزادی کے مجاہد بھی تھے اور شیخ طریقت بھی تھے انھوں نے بے شمار خلق اللہ کو نیکی کے راستہ کی طرف گامزن کیا۔ ان کی عالمانہ شخصیت اور بے مثال خدمات کا اعتراف ہندوستان کی اعلیٰ شخصیتوں نے کیا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نمبر کی اشاعت کے سلسلہ میں آپ کی مدد کرے۔ مجھے امید ہے کہ ادارہ المیزان کی یہ کوشش حضرت احمد رضا خاں صاحب کی زندگی اور ان کے کارنامے اور ملک و قوم کے لئے ان کی لافانی خدمات کی مکمل تصویر عوام کے سامنے پیش کرنے میں کامیاب ہوگا۔

دعا گو

پیرضا من نظامی سید بخاری

سجادہ نشین درگاہ حضرت نظام الدین اولیا درگاہی مرکز

نئی دہلی

عون احمد قادری
خانقاہ مجیبیہ پھلواڑی شریف
پٹنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"داستانِ فصلِ گلِ خوش می سراید عند لیب"

فاضلِ بریلے، محققِ دوراں مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کی یاد و تذکار میں رسالہ المیزان مجیبی
"امام احمد رضا نمبر" شائع کر رہا ہے۔ اس سلسلہ میں بندہ عاجز سے کچھ عرض کرنے اور پیام بھیجنے کی خواہش
ظاہر کی گئی ہے۔

بصدائق "نام نیک رفتگاں صنائع مکن" عرض ہے۔

انہی شخصیتوں کے کارنامے، ان کے محاسن و کمالات سے اس دور کے لوگوں کو روشناس
کرانا بہت مفید اور اہم کام ہے۔ بلاشبہ وہ ایک محقق فاضل اور شاعر ادیب تھے
بہت سے علمی مسائل کی تحقیق فاضلانہ انداز میں کی ہے اور شعر و ادب کے میدان
میں صفِ ادل میں شمار کئے جانے کے قابل ہیں۔ اور نعت گوئی میں ان کا مخصوص رنگ
ہے جس سے ذاتِ اقدس نبوی سے ان کی عقیدت اور محبت و شغف ملتا ہے۔
ادارۃ المیزان کے مساعی مشکور ہوں۔ اس میں صاحبِ تذکرہ کی حیات کے
افادنی پہلوؤں کو اجاگر کرنا زیادہ بہتر ہوگا۔
ماہ ربیع الاول شریف کی آمد آمد ہے، اس مناسبت سے آخر میں حضرت موصوف
کا ایک مطلع عرض ہے۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن لے بہار بھرتے ہیں

عبدعاجز عون احمد قادری غفر اللہ

پھلواڑی شریف

(پٹنہ)

شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ سید عزیز احمد صاحب قبلہ سجادہ نشین خالقہ حلیمہ ابوالعلائیہ الہ آباد

یکم ربیع الاول شریف ۱۴۱۶ھ
3.3.76

مکرمی اور محترمی جناب سکرٹری صاحب زاد لطفہ

امام اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم روحانی شخصیت کے سلسلے میں ماہنامہ "المیزان" نے جس گراں قدر جدوجہد اور خلوص محبت کا ثبوت پیش کیا ہے اس کی نظیر نظر نہیں آتی۔ آج امام احمد رضا نمبر کی ہر طرف دھوم مچ کر رہ گئی ہے۔

المیزان کے ذریعہ آپ حضرات کے پردگراں کی برابر خبر ملتی رہی ہے۔ میں رضا کانفرنس میں شریک ہونے پر فخر محسوس کر دوں گا۔ اگرچہ ماہ ربیع الاول کے موقع پر بے پناہ مصروفیات کا سلسلہ قائم ہو چکا ہے۔ مگر آپ کے پر خلوص دعوت نامہ کو نظر انداز نہ کیا جاسکا لہذا میں ۲۶ مارچ کو بمبئی میل سے حاضر ہو رہا ہوں۔ فقط

نیازمند

حکیم سید عزیز احمد ابوالعلائی

۱۲ چک نیا جڑہ
الہ آباد

گرامی مرتبت مخدوم زادہ مولانا سید محمد جیلانی محمدا شرفی الجیلانی مدظلہ ایدہ پڑ ماہنامہ المیزان بمبئی
وعلیکم السلام والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کرم نامہ نظر نوازا ہوا۔ المیزان کے امام احمد رضا نمبر کی اشاعت کی اطلاع سے سجدہ سرست ہوئی۔ امام احمد رضا نمبر کے
لئے پیغام ارسال کرنے کی آنحضرت نے ہدایت فرمائی ہے۔ خورد نوازی پر مشکور ہوں۔

مجدد مائتہ حاضرہ امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکات کا چند جملوں میں احاطہ کرنا
قطعی ناممکن ہے۔ مجدد دین و ملت امام احمد رضا کی جامع الصفات شخصیت سطحی نظر سے مطالعہ کی حامل نہیں۔ مجدد
دین و ملت کا احاطہ کر کے قلم اٹھانے کی جرات دہی شخص کر سکے گا جو قد آور نگاہ کا مالک ہو کر ان پچاس سے زیادہ علوم
وفنون کا ماہر جو جن علوم وفنون پر مجدد دین و ملت نے اپنی پوری زندگی کی ذہنی ریاضت صرف کی ہے۔

مجدد دین و ملت کے تعلق سے حضرت والد صاحب قبلہ خطیب الملت مولانا الحاج سید شاہ نور اللہ حسینی
افتخاری چشتی القادری قدس سرہ و حضرت مخدوم الملت محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان فیض ترچان سے
جو کچھ سنا اس کی ہوشربالذت سے آج تک مرثاں ہوں۔

مجدد دین و ملت امام احمد رضا کی تاریخ ساز شخصیت کے ہر پہلو سے واقفیت کے لئے ابھی تک کوئی لڑ پھر
سامنے نہیں آسکا۔ المیزان کا امام احمد رضا نمبر عقل و نظر کے اس درخشاں دور میں نئے دور کی پُر آشوب دہی کشمکش
میں مبتلا نوجوانوں کو مجدد دین و ملت کی عہد آفرین شخصیت کی رہنمائی میں منزل آشنا کر سکے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

آل انڈیا سنی لیگ امام احمد رضا کانفرنس کے ذریعہ اور ماہنامہ المیزان امام احمد رضا نمبر کے ذریعہ مجدد دین
و ملت کی اجتہادی فراست سے نئی نسل کو آگاہ کرنے کی تیاریوں اور تفصیلات سے عزیز القدر برادر طریقت
محمد علیم الدین عارف افتخاری بی ایس سی (عثمانیہ) نے اپنے حالیہ سفر بمبئی سے واپسی پر مجھے واقف کر دیا۔ تفصیلات
سن کر سجدہ سرست ہوئی۔ اسی عظیم خدمت کے انجام دینے والے تمام محبین اہلسنت کو اللہ عزوجل اپنے اکرام خصوصی سے
سرفراز فرمائے۔ آمین۔

غازی ملت علامہ سید محمد ہاشمی میاں مدظلہ صدر آل انڈیا سنی لیگ و عالیجناب مجاہد سنیٹ محمد حسین
النصاری صاحب کی خدمت میں میری جانب سے اور حاضر الوقت برادر طریقت حضرت خواجہ فاروق گودڑ شاہی
و برادر طریقت حضرت خواجہ ذاکر گودڑ شاہی و مولانا الحاج غلام محمد صاحب اطہر شرفی جنرل سکریٹری آل انڈیا سنی
لیگ آندھرا پردیش کی جانب سے سلام مسنون عرض فرمائیے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آل انڈیا سنی لیگ کے زیر اہتمام ۲۶
۲۸، ۲۹ مارچ ۱۹۶۶ء کو بمبئی میں منعقد ہونیوالی امام احمد رضا کانفرنس میں میرے علاوہ برادران طریقت دآل انڈیا
سنی لیگ آندھرا پردیش کے عہدیداران دارکان و کارکنان کا ایک بڑا قافلہ شرکت کی سعادت حاصل کریگا۔ والسلام
خیر اندیش: سید شاہ انوار اللہ حسینی افتخاری سجادہ نشین، طریقت منزل، چلیہ پور حیدرآباد ۵۰۰۰۰۲ (آندھرا پردیش)

ملک قوم کی آزادی کیلئے جدوجہد کرنے والے

عظیم المرتبت مجاہد آزادی

امام احمد رضا

یاد منانے والوں کے لئے

نیک تمنائیں

لکھم سی گرین مرچنٹ

باریا بلڈنگ، سیفی جوبلی اسٹریٹ بمبئی ۳۰۰۰۰۳

آل انڈیا سنی لیگ اور ادارہ ماہنامہ المیزان کیلئے

نیک تمنائیں

پیش کرتے ہیں

سر اجینک گرین اسٹریٹ

سیفی جوبلی اسٹریٹ بمبئی ۳۰۰۰۰۳

مدنی پبلی کیشنز کی دو فخریہ پیش کش

(۱) خطبات برطانیہ

از شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں صاحب قبلہ

سرپرست المیزان

(۲)

مناظرہ بھونڈی

از سید محمد جیلانی محامد ایڈیٹر المیزان

بہت جلد منظر عام پر آ رہا ہے

مینجر۔ مدنی پبلیکیشنز ۵۷/۴ سالکی اسٹریٹ جونی مسجد کپاؤنڈ بمبئی ۴۰۰۰۰۸

پیکر عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

امام احمد رضا

کی خدمت میں

لاکھوں سلام

تاج کو لٹکے ہاوس

کھارائنک روڈ بمبئی ۳۰۰۰۰۳

ملت اسلامیہ ہند کے محسن اعظم محافظ دین و ملت مجدد مائتہ حاضرہ

امام احمد رضا

کے بارگاہ بیگم پناہ میں گہکائے عقیدت پیش کرتے ہیں

این حسن ٹیلر

لیڈیز اینڈ جینٹس ایکسپورٹ کو الیٹی گارمنٹس اسپیشلسٹ

۱۷۹۔ مولانا آزاد روڈ بمبئی ۴۰۰۰۰۸

امام احمد رضا کانفرنس کے انعقاد اور
امام احمد رضا نمبر کی اشاعت کے لئے

عالمی جناب محمد حسین انصاری رضوی جنرل سکرٹری آل انڈیا سنی لیگ
عالمی جناب عبدالرزاق منشی اختر اشرفی سکرٹری آل انڈیا سنی لیگ

کے خدمت میں

ہدیہ خلوص

ایک نیازمند

دو دو باتیں

ایڈیٹر:

سید محمد حبیلانی بن سید محمد اشرف

• آج دنیا کو احمد رضا چاہیے • تہمتوں کے انبار
• بیگانوں کے ظلم • الزامات کے ثبوت
• نرم روی کے واضح ہدایت • تکفیر مسلمانوں میں
• بیباکی؟ • امام احمد رضا کے احتیاط • اتمام
• حجت کے منزلے • امام احمد رضا دیار
• قدس میں • رضا مخالف مشن • امام
• احمد رضا پر تیسرا الزام • غیر خدا کیلئے سجدہ
• رواجانتے تھے؟ • اپنوں کا ظلم • یہ بھی ظلم
• ہے • اپنوں کا ظلم پر ظلم • بے دخل
• کرنے کا منصوبہ • امام احمد رضا پر
• کام کے طریقہ • خیال آیا تو کیوں آیا
• بات پر بات نکلے آتے ہے • بات ہے ایک
• سال کے • شیخ الاسلام کے غیر معمولی رجحان
• شکر یہ کیوں ادا کروں • خانوادہ ابراہیم
• کا تعاد نہ • جب ہم بریلے پہنچے • بکھرے
• ذروں کو اجتماعیت • ذرا متے کے آنسو
• آخری بات -

آج دنیا کو احمد رضا چاہیے

امام احمد رضا کا مختصر ترین تعارف یہ ہے کہ افغان نسل کے ایک خوشحال اور متمول گھرانے میں بریلی کی سرزمین پر ۱۲ جون ۱۲۵۶ھ کو ولادت ہوئی، اپنے والد سے تعلیم پائی، خدا دار صلاحیتوں نے چودہ سال کی عمر میں (۱۲۷۹ھ) میں مسند افتاء کا ذمہ دار بنادیا۔ ۱۲۸۴ھ میں خالو زادہ برتہ کے ارادت کیشوں میں شامل ہوئے، ۱۲۸۴ھ میں حج کی سعادت حاصل کی، جہاں علماء حرمین و طبین نے سند و اجازت سے نوازا، دوسری بار ۱۲۹۵ھ میں حج و زیارت کو گئے، مکہ معظمہ میں ۸ گھنٹے کے اندر الدولۃ المکیہ تصنیف فرمائی۔ جسے دیکھ کر علماء حرمین نے اپنا امام تسلیم کیا۔ اسی سفر میں ہند کے چند علماء سور کی وریدہ دہنیوں پر علماء عرب سے آخری فیصلہ حاصل کیا۔ جسے "حسام الحرمین" کے نام سے جانا جاتا ہے ۱۲۹۵ھ میں قرآن عظیم کا شاندار ترجمہ (کنز الایمان) کیا۔ ۱۲۹۲ھ میں وصال ہوا۔ ۱۲۵۶ھ سے ۱۲۹۲ھ تک کی ۳۶ سالہ حیات میں امام احمد رضا نے تقریباً ۶۵ علوم و فنون پر ایک ہزار کتب و رسائل تصنیف فرمائیں، عشق و ایمان سے بھرپور ترجمہ قرآن دیا۔ ۱۲ ہزار صفحات پر مشتمل فقہی مسائل کا خزانہ "فتاویٰ رضویہ" کی شکل میں عطا کیا۔ اگر ہم ان کی علمی و تحقیقی خدمات کو ان کی ۶۶ سالہ زندگی کے حساب سے جوڑیں

ادب

تو برہ گھنٹے میں امام احمد رضا ایک کتاب ہیں دیتے ہوئے نظر آتے ہیں، ایک متحرک ریسرچ انٹی ڈوٹ کا جو کام تھا امام احمد رضا نے تنہا انجام دیکر اپنی جامع و ہمہ صفت شخصیت کے زندہ نقوش چھوڑے لیکن ان سے کہ اس جاندار حقیقت کی معرفت دلے اب تک اپنا حق ادا نہ کر سکے، آج ہم سن عیسوی چھتر دس سال میں داخل ہو چکے ہیں اور امام احمد رضا کو پردہ فرمائے، ۵۵ برس گزر گئے، ہمارا فرض تھا کہ ہم اپنے محبوب قائد کے علمی کارناموں سے اسلامیان ہند اور عالم اسلام کو متعارف کراتے، تحقیقات و تصنیفات کے جواہر پارے بکھر دیتے۔ ان سے کہ امام احمد رضا کی بارگاہ میں ہم ۵۵ برس کے بعد ۵۵ کتابیں بھی نہ پیش کر سکے۔ اب تک جو کچھ لکھا وہ چند اوراق سے زیادہ نہیں، اگرچہ بعض حضرات نے جزوی کوششیں کیں، لیکن وہ تحقیقی و سوانحی معیار کی مطابقت نہیں زندہ تو کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے اسلاف کی خدمات اور قربانیوں کو اجاگر کرے، اور ان کی شہرت کو چار چاند لگائے مگر اجاگر کرنا تو بڑی بات امام احمد رضا کو اب تک صحیح انداز میں پیش بھی نہ کر سکے۔ ابن عبکد الوہاب سے لیکر ابوالاعلیٰ مودودی تک جتنے قابل ذکر مخالفین ہیں سب کی سوانحیات پر بے شمار کتابیں ان کے اپنوں نے لکھیں اور احسان مندی کا ثبوت دیا۔ یہ تلخ حقیقت تسلیم کیجئے کہ امام احمد رضا کا علمی حلقوں میں اب تک صحیح تعارف نہ کرایا جاسکا۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو امام احمد رضا کو جانتا ہی نہیں، امام احمد رضا کے گیت ہمارے ہر

اسٹیج پر گائے جلتے ہیں لیکن یہ دعویٰ کرنا مشکل ہو گا کہ امام تمام یونیورسٹیوں، کالجوں، دانش گاہوں اور لائبریریوں میں موجود ہیں۔ ضرورت ہے کہ اہل احمد رضا کی سچی، صحیح، مستند، مدلل و مکمل اور جدید سوانح نگاری کے تقاضوں پر سوانح حیات لکھی جائے، آپ کے علمی کارناموں پر تحقیقات کی جائے غرض کہ آپ کو اپنوں سے نکال کر بیگانوں تک پہنچایا جائے، آل انڈیا سنی لیگ کی مرکزی مجلسِ رضا نے انہیں خطوط پر کام کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔

تہمتوں کے انبار

ایک طرف ہماری سرد مہری کا یہ عالم کہ ان پر کتابیں لکھنا تو ایک طرف خود ان کی بہت سی کتابیں اب تک زیور طاعت سے آراستہ نہیں ہو سکیں جبکہ دوسری جانب مسلسل تقریر و تحریر کے ذریعہ اہل احمد رضا کی شخصیت کو مسخ کر کے پیش کیا جاتا رہا ہے، ان کی گرامیہ خدمات کا اعتراف تو بڑی بات ان پر تہمتوں کے انبار ہیں۔ یہ سلسلہ برس برس سے نہیں نصف صدی سے جاری ہے، غیر شعوری نہیں منظم طریقے پر، ہندو میں نہیں ایشیا و یورپ کے تمام ممالک میں جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ آج کا سنجیدہ انسان اس طرف رخ کرتے بھجکتا ہے، عام طور پر اہل احمد رضا کے متعلق مشہور ہے کہ بکھرے مسلمان تھے

مسلمانوں کو کافر مگر داننے والے، بریلی میں انہوں نے کفر ساز مشین نصب کر رکھی تھی، آج ایشیا میں جتنے بھی تحقیقاتی ادارے ہیں، وہاں اہل احمد رضا پر کام تو درکنار نام بھی نہیں لے گا، سوانح نگاری اور تاریخ نگاری تعصب و تنگ نظری کی بھٹی پر چڑھا دی گئی ہے، اہل احمد رضا سے اختلاف کے جذبے نے ان کے سارے کارناموں پر پانی پھیر دیا۔ اہل احمد رضا اس ہیرے کے مانند ہیں جو اپنی تابناک شعاعوں سے عالم کو منور کرنا چاہ رہا ہو لیکن اس پر غلط فہمیوں، الزام تراشیوں کی خاک ڈال کر پھپھانے کی کوشش کی جاتی رہی ہو۔ تو کیا یہ کتنا عظیم المیہ ہے کہ ایک فریق کے چہروں پر تاریخ و تذکرہ کی بھرپور روشنی پھنادر کی جائے اور دوسرے فریق کا ذکر ضمناً بھی نہ لے دیا جائے؟ کاش ہمارے مصنفین اور اصحاب دانش فراخ دلی و اعلیٰ ظرفی سے کام لیتے ہوئے اہل احمد رضا کے موقف کا تجزیہ کرتے اور اساطین دیوبند سے اختلاف کی بے لاگ پھان میں کرمے تو آج بہت سی تلخیموں کا وجود بھی نہ ہوتا۔ ضرورت ہے اختلاف کی اہمیت کو ٹھیک انداز سے سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی جائے تاکہ موجودہ نئی نسل بلا جھجک اہل احمد رضا کے قریب آئے۔

بیگانوں کا ظلم

۵۵ سال کا عرصہ کچھ کم نہیں ہے، افواہوں کو پھیلانے میں، بدگمانیوں کی اشاعت میں، اتہام و افتزار کو وسیع کرنے میں دو چار سال بھی بہت ہوتے ہیں اور جیکہ مخالفت کا محور صرف ایک ذات ہو، اس وقت اور آسانی ہو جاتی ہے، ایک طرف مخالفت کا پچپن سالہ تسلسل دوسری جانب تنہا امام احمد رضا! وہ کون سے حربے ہیں جنہیں امام احمد رضا کو مجروح کرنے کے لئے استعمال نہیں کیا گیا۔ اس وقت میرا خطاب ان سے نہیں ہے جو پہلے ہی سے امام احمد رضا کی بارگاہ میں نذر عقیدت پیش کرنا باعش سعادۃ سمجھتے ہیں ان سے ہے جو غلط فہمیوں کے شکار بنائے گئے ہیں اور جنہیں مولیٰ عزوجل نے کسی بھی حد تک شعور و آگہی عطا فرمائی ہے، ان حضرات سے مجھے امید ہے کہ امام احمد رضا کی شخصیت کے صحیح خدوخال دیکھنے کی کوشش کریں گے، امام احمد رضا کے متعلق زمانہ دراز سے عوام و خواص میں جو بدگمانیاں پھیلانی جاتی رہی ہیں ان کا ایک سرسری جائزہ بھی لیتے چلیں۔

- ۱۔ وہ بہت سخت مزاج اور شدت پسند تھے۔
- ۲۔ مسلمانوں کو کافر کہنے میں بے حد بے باک تھے۔

۳۔ رسول اللہ کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر جانتے تھے۔

۴۔ غیر خدا کے سجدہ کو حلال جانتے تھے۔

محاسبہ آخرت سے بے نیاز ہو کر بے بنیاد الزامات کسی پر بھی لگائے جاسکتے ہیں۔ چودہ سو سال کی تاریخ کے ادراک شاہد ہیں کہ اسلام کا کوئی ایسا محقق درہنما نہیں ہے، جسے الزامات کی وادیوں سے نہیں گزرنا پڑا۔ لیکن عدل پسندوں کا یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ الزامات کو ثبوت کی روشنی میں نہ دیکھتے۔ ثابت ہونے پر ملزم کو مجرم سمجھا عدم ثبوت پر مظلوم گردانا، امام احمد رضا کو مجرم ثابت کرنے یا مظلوم ثابت کرنے کیلئے اس وقت کون سے ذرائع ہیں؟ بالکل سامنے کی بات ہے کہ ان کی خود کی تصنیفات و تالیفات ہی مخالف و موافق کے لئے ذریعہ بن سکتی ہیں۔ لہذا ہمارے مخالفین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ امام احمد رضا کی کتب سے اپنے الزامات کا ثبوت پیش کریں۔

الزامات کے ثبوت

(۱) امام احمد رضا بہت سخت مزاج تھے، شدت پسندی ان میں زیادہ تھی، یہ الزام اس لئے لگایا جاتا ہے تاکہ لوگ سمجھیں کہ امام احمد رضا ایک جذباتی اور بیجا کی کیفیت کا نام ہے۔ جیسا کہ جوتی ہے جب ہم دیکھتے

ہیں کہ یہ بدگمانی مولانا ابوالحسن علی ندوی کے والد محترم عبدالحی لکھنوی کو بھی تھی، اپنی کتاب نزہۃ النواظر میں امام احمد رضا کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ

”دشمنی و خصومت میں بہت ہی سحت تھے، اپنی ذات اور اپنے علم پر گھمنڈ کرتے تھے، ہر اصلاحی تحریک کے پیچھے بڑ جاتے تھے“

(نزہۃ النواظر کامل اور مکمل جواب بڑے ستھرے اور معقول انداز میں عالیجناب محترم حکیم خلیل صاحب لکچر ریلیہ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڑھ نے تحریر فرمایا ہے جس کی پہلی قسط امام احمد رضا منبر میں شریک اشاعت ہے)

مولانا لکھنوی کی اس بیزاری کا پس منظر یہ ہے کہ ۱۸۹۳ء میں جب ندوۃ العلماء کی تاسیس کے لئے علماء کا اجتماع ہوا تو امام احمد رضا نے بھی شرکت فرمائی تھی، بعد میں جب امام کے فکروں سازہن نے انگریزوں کی ساراجیت کو بھانپ لیا، جو علماء ہی کے ہاتھوں رسول دشمنی کا بیج بونا چاہتی تھی تو فوری اس سے علیحدہ ہونے کا اعلان فرمایا اور اس سلسلے میں اپنے موقف کے اظہار کے لئے ضروری واہم رسائل تصنیف فرمائے جس نے بہت سارے علماء کی آنکھوں سے فریب کا پردہ اٹھایا۔ امام احمد رضا کے اس مومنانہ اختلاف

کو دشمنی، خصومت، غرور، اور سحت گیری سے تعبیر کیا جانے لگا، غور کرنے کی بات ہے کہ اگر امام احمد رضا سنتِ نبویؐ جھگڑا لگھنڈی ہوتے تو تاسیس میں زندہ کی ٹینگ میں شرکت ہی نہ کرتے، امام احمد رضا کی شرکت ان کے اخلاق و اقدار کا بین ثبوت ہے، اور سازشوں کی اطلاع کے بعد ندوہ کی کھلی مخالفت جرات مومنانہ کی واضح دلیل ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ فی نفسہ مزاج میں شدت کیا مذموم ہے؟ بتایا جائے کہ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ کس کے لئے ارشاد ہے؟ البغضُ لِلّٰہِ کا مخاطب کون ہے؟

بیشک امام احمد رضا کے مزاج میں شدت و حدت تھی ایک سوال کے جواب میں امام نے فرمایا کہ

حدیث میں ہے کہ میری امت کے علماء کو گرمی پیش آئے گی، قرآن کی عزت کے سبب جو ان کے دلوں میں ہے۔ (المفوظات)

نرم روی کی واضح ہدایت!

امام احمد رضا شدید تھے ان لوگوں کے لئے جو قوم و ملت کو ٹانے کا سازشی ذہن رکھتے تھے، ورنہ نرم مزاجی اور سنجیدہ ذہنی کا یہ عالم تھا کہ اپنے تو اپنے صلح کل اور مذہب قسم کے لوگوں کے ساتھ بھی نرم رویہ

اختیار کرنے کی ہدایت فرماتے تھے،

دیکھو نرمی کے جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہرگز نہیں حاصل
ہو سکتے۔ جن لوگوں کے عقاید مذہب ہوں ان سے
نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں۔ (المفوظات)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم آگے بڑھ کر امام احمد رضا کے موقف پر مزید روشنی ڈالیں۔ امام
نے نہ صرف مذہب و متزلزل عقائد والوں ہی کے تعلق سے میانہ روی کی ہدایت فرمائی بلکہ انہوں نے رسول و شہداء
سے بھی ابتداء نرمی برتی، انہام تفہیم کے ذریعہ اصلاح کی کوشش فرمائی، غلط روی سے انہیں آگاہ کیا، لیکن جب ان
کے اکابرین نے ایک نہ سنی تو ان پر شرعی حدود میں رہتے ہوئے شدت اختیار فرمائی، ایسی شدت جس کا
حکم قرآن عظیم نے دیا، اب خود امام احمد رضا کی زبانی ملاحظہ فرمائیے۔

یہ جو وہابیہ میں بڑے بڑے ہیں۔ ان سے بھی ابتداء بہت نرمی کی
گئی مگر چونکہ ان کے دلوں میں وہابیت راسخ ہو گئی تھی اور مصداق
شمر لا یعودون حق نہ مانا اس پر سختی کی گئی کہ اللہ عزوجل فرماتا
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ۔

اے نبی جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کر دو اور مسلمانوں کو
ارشاد فرماتا ہے وَتَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً لازم ہے کہ وہ (کفار و منافقین)
تم میں درستی (سختی) پائیں۔ (المفوظات)

دیانتداری سے ہیں تسلیم کر لینا چاہئے کہ بے گانوں کے ساتھ نرم مزاجی کی واضح ہدایت فرماتے ہوئے رسول و شہداء
سے سختی امام احمد رضا کی پیداوار نہیں ہے بلکہ قرآنی مزاج ہے، اب جس کے سینے میں قرآن کی عظمت بسی ہوگی اسی
کے ذہن و دماغ اور فکر و شعور میں اسلام و دشمنوں کے بارے میں تصائب فی الدین ہوگا۔ لہذا مولوی عبدالحی عکرمی
اور ان کے ہمنواؤں کو امام احمد رضا پر الزام لگانے سے پہلے قرآن عظیم کے حکم پر غور کرنا چاہئے تھا جس کا
اعلام یہ ہے کہ دشمنوں اور منافقوں پر شدت برتی جائے، کیا امام احمد رضا کو قرآنی حکم کی بجا آوری پر مطعون کرنا
ظلم نہیں ہے؟ غالباً امام احمد رضا نے اس موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ

نہ مرا نوش ز تحسین نہ مرا نیش ز طعن

نہ مرا گوش بندے نہ مرا ہوش ذے

نہ لوگوں کی تحسین کا لطف لیتا ہوں، نہ ان کی طعن و تشنیع سے جل اٹھتا ہوں

میسرکان مدحت سرائی کے منتظر نہیں رہتے، اور نہ ہی مجھے
ذمت سننے کا ہوش ہے۔

تکفیر مسلمین میں بیباکی ؟

(۲) امام احمد رضا پر یہ الزام کہ وہ تکفیر مسلمین میں بے باک تھے ایسے اسے بھی حقائق کی کسوٹی پر
پرکھیں کیا واقعی امام احمد رضا بغیر سوچے سمجھے کسی کو بھی کافر کہہ دیا کرتے تھے؟ کیا امام احمد رضا
کے سامنے شریعت کا یہ اصول نہ تھا کہ مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے، آخر امام احمد رضا کو کیا
ہو گیا تھا کہ اٹھتے بیٹھتے لوگوں کو کافر و مرتد گردانا کرتے تھے، ہم جب اس الزام کو ان کے اقوال و ارشادات
کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو ایک فیصلہ بھی سچائی نظر نہیں آتی۔ سچائی ہے تو یہ کہ امام احمد رضا موجودہ صدی
کے ایک انتہائی محتاط اور باخلاص وجود کا نام ہے بشرعی فیصلے صادر کرنے میں امام احمد رضا جیسا محتاط
فی الشریعہ ہم کو نظر نہیں آتا یہ میری مبالغہ آرائی نہیں ہے۔ ناقابل انکار حقیقت ہے۔ ایک مرتبہ سوال ہوا کہ کسی مسلمان
کو کافر کہہ دیا تو کیا حکم ہے؟ امام احمد رضا نے کیا جواب دیا ملاحظہ کیجئے۔

بطور سب و شتم کہا تو کافر نہ ہوا گنہگار ہوا اور

اگر کافر جان کر کہا تو کافر ہو گیا — (الملفوظات)

سب جانتے ہیں کہ ہند میں گروہ دہاویہ کے بانی مولوی اسماعیل دہلوی پر تیرہویں صدی ہجری کے تمام علماء اسلام
نے بالاتفاق کفر و ارتداد کا شرعی حکم نافذ فرمایا تھا۔ امام احمد رضا سے پہلے جن اخبارات نے دہاویہ
اور دہانی سربراہوں کے خلاف جہاد باقلم فرمایا ان کی مختصر فہرست ذیل میں ہے۔

۱۔ حضرت علامہ منور الدین دہلوی (مولانا ابوالکلام آزاد کے پرانا)

۲۔ حضرت علامہ سید اشرف علی مدعو گلشن آبادی (ناسک)

۳۔ حضرت علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی م۔ ۳۰۔ حضرت علامہ مخصوص اللہ محدث دہلوی (حضرت

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھتیجے) ۵۔ حضرت علامہ محمد موسیٰ دہلوی (شاہ رفیع الدین کے صاحبزادے)

۶۔ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی (تحریک آزادی کے سالار) ۷۔ حضرت علامہ خیر الدین مکی (مولانا

آزاد کے والد) ۸۔ حضرت علامہ عبدالحق خیر آبادی (علامہ فضل حق کے صاحبزادے) ۹۔ حضرت علامہ

شاہ سید ابوالحسن احمد نوری مارہرہ شریف ۱۰۔ حضرت علامہ نقی علی خاں (امام احمد رضا کے والد)

۱۱۔ حضرت علامہ سید آل رسول مارہروی (امام احمد رضا کے مرشد) ۱۲۔ حضرت علامہ عبدالعلی رامپوری۔

۱۳:- حضرت علامہ نور فرنگی محلی لکھنؤی ۱۴:- حضرت علامہ شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی۔

۱۵:- حضرت علامہ محمد حسن کاپوری۔ ۱۶:- حضرت علامہ محمد حسین الہ آبادی۔ ۱۷:- حضرت علامہ عبدالوہاب

لکھنؤی۔ ۱۸:- حضرت علامہ قاضی شہاب الدین المہری بمبئی۔ ۱۹:- حضرت علامہ سید محمد ابراہیم بنگالی

بمبئی، ۲۰:- حضرت علامہ غلام محمد حیدر اسلام آبادی (بھیمڑی)

یہ وہ دینی رہنمائیں جنہوں نے تقریر و تحریر کے ذریعہ امام الوہابہ کا ردِ مبلغ فرمایا مولوی اسماعیل دہلوی کو کافر و مرتد ثابت کیا، سیکڑوں کتابیں لکھ کر طوفانِ دہا بیت کی روک تھام کی، مذکورہ علماء میں وہ لوگ بھی ہیں جو مولوی اسماعیل دہلوی سے خوبی رشتہ رکھتے ہیں۔ لیکن جا دھ حق پر چلنے والوں کی نظر میں قرابت داری کچھ اہمیت نہیں رکھتی، اصل ایمان اور صرف ایمان ہے۔

امام احمد رضا کی احتیاط!

آئیے ہم دیکھیں کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے بارے میں امام احمد رضا کا کیا موقف رہا ہے۔

”علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے“ (دعوت السبوح)

”ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار (کافر کہنے) سے کف لسان

ماخوذ و مختار و مناسب ہے“ (الکوکتہ الشہابیہ)

امام احمد رضا نے مولوی اسماعیل دہلوی کے بہت سے اقوال پر کفرِ لفظ ثابت فرمایا ہے، لیکن تکفیر کلامی سے زبان کو بند کر لیا جس کی ایک وجہ یہ اطلاع کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اقوال کفریہ سے توبہ کر لی مگر شرعی ثبوت نہ ہونے سے انہیں مسلمان بھی نہیں کہا جائے گا، لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ زبان کو گھما جائے، ایک جگہ امام فرماتے

ہیں کہ

لزام و التزام میں فرق ہے، اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور

بات اور قائل کو کافر مان لینا اور بات ہم احتیاط برتنیگی

سکوت کریں گے جب تک ضعیف سے ضعیف احتمال ہے

سکا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے (زل السیرت الہندیہ)

کافر کہنے میں اب اس سے زیادہ اور کتنی احتیاط ہو سکتی ہے، اتنے محتاط موقف کے باوجود ہمارے کرم فرما ^{بغین}

امام احمد رضا کی ذات پر تکفیرِ مسلم کا الزام لگانے میں ذرا بھی دریغ نہیں کرتے۔ ملاحظہ ہو۔

یاد رہے مولانا احمد رضا خاں صاحب اپنے اور اپنے معتقدوں

کے سوا دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر بلکہ ابوجہل و ابولہب سے بھی بڑھ کر

اکفر سمجھتے تھے۔

(ذکر آزاد مرتبہ عبدالرزاق طبع آبادی)

قارئین اندازہ لگائیں کہ امام احمد رضا کے مخالفین تعصب و تنگ نظری میں کس قدر تہاد کر چکے ہیں، ذکر آزاد ہوا جناب رئیس احمد ندوی کی آزادی ہند ہو، مولوی عبدالحی لکھنوی کی نزہۃ الخواطر ہو یا الہند الشہاب الثاقب ہو یا اشد العذاب کسی جگہ بھی عدل و دیانت کا وجود دکھائی نہیں دیتا۔

اتمام حجت کی منزل!

امام احمد رضا نے کسی بھی مسلمان کو کافر نہیں کہا۔ ہاں جن لوگوں نے اپنی کتابوں میں کفری عبارات کو جگہ دی۔ متنبہ کرنے اور توجہ دلانے پر بھی رجوع نہیں کیا، اور ان کی اشاعت کا سلسلہ جاری رکھا انہم تفہیم کیلئے مراسلت کی مگر اس کا منفی جواب دیا گیا تو شریعت اسلام کے ایک ذمہ دار ہونے کے ناطے امام احمد رضا کو آخری فیصلہ کرنے پر مجبور ہونا پڑا جن علماء کے بارے میں امام احمد رضا نے عرب و عجم شاہیر سے شرعی فیصلہ حاصل کیا ان کے اسماء مع کتب حسب ذیل ہیں۔

(۱) مرزا غلام احمد قادیانی
عجاز احمدی وغیرہ

(۲) مولانا رشید احمد گنگوہی	فتویٰ رشید احمد گنگوہی
(۳) مولانا قاسم نانوتوی	تکذیر الناس
(۴) مولانا خلیل احمد امبیٹھوی	براہین قاطعہ
(۵) مولانا اشرف علی تھانوی	حفظ الایمان

کمال احتیاط کو ملاحظہ کیجئے کہ امام احمد رضا نے مذکورہ بالا علماء خمسہ سے براہ راست مراسلت کی قابل اعتراض کفری عبارتوں پر بار بار انتباہ دیا۔ حالانکہ یہ علماء اپنے ہاتھوں کافر ہو چکے تھے، مگر امام احمد رضا شریعت کے ایک مخلص اور ذمہ دار خادم تھے، اتمام حجت کے تمام شرعی اموں کو اختیار فرمایا، آخر میں حجت شرعیہ قائم کرتے ہوئے یہ تحریر کیا کہ

یہ اخیر دعوت ہے اس پر بھی آپ سامنے نہ آئے تو الحمد للہ
میں فرض ہدایت ادا کر چکا، آئندہ کسی غوغائے التفات نہ
ہوگا، منوادینا میرا کام نہیں اللہ عزوجل کی قدرت میں ہے۔

(دافع الفساد عن مراد آبادی)

امام احمد رضا دیار قدس میں!

جیف صدحیف مخالفین نے امام احمد رضا کی صلح جو یا نہ جدوجہد کا ذرا بھی پاس نہ کیا، بار بار اختیاء کے باوجود توجہ نہ دی اور معترضہ کتابیں برابر چھاپی جاتی رہیں، امام احمد رضا نے جب دیکھا کہ پندرہ بیس برس گزر جانے کے بعد بھی یہ لوگ اپنی بات پر اٹل ہیں، تو بہ واستغفار تو بڑی بات اُن ایمان سُو عبارتوں کی اشاعت بھی نہیں بند کر رہے ہیں تو مجبوراً حکم شرعی کا نفاذ کرنا پڑا۔ اور ۱۹۰۲ء میں المعتمد عالم دین میں آئی، پھر کیا تھا مخالف کیمپ میں آگ سی لگ گئی، اور امام احمد رضا کے خلاف محاذ آرائی شروع کمری گئی، امام احمد رضا شان تجدیدی لیکر پیدا ہوئے تھے، ان کے ہاتھوں اسلام اور باقی اسلام علیہ السلام کی عظمت و حرمت کا تحفظ مقدر تھا، لہذا حالات نے نئی کروٹ لی، امام احمد رضا کو اپنے شرعی فیصلے کی تصدیق و توثیق کے لئے اس سرزمین کو منتخب کرنا پڑا جن کی تقدیس کی گواہی قرآن و حدیث نے دی ہے ۱۹۰۵ء میں حرین طیبین جا کر امام احمد رضا نے مذکورہ بالا پانچوں علماء کی قابل اعتراض عبارتوں کو وہاں کے اجلہ علماء، روزگار کی خدمت میں پیش کیا جن کے شرعی احکامات عالم اسلام کی عدالت عالیہ میں چیلنج نہیں کئے جاسکتے تھے، امام احمد رضا نے پورے شرح و بسط کے ساتھ ان تمام کتابوں

کو علماء مکہ و مدنیہ کے حضور پیش کیا، اور انہیں کسی ماہ ان عبارتوں کے سمجھنے اور شریعت کی کسوٹی پر پرکھنے کا موقع دیا، ہفتے دو ہفتے یا مہینے پچیس دن کی مدت نہیں پورے چار ماہ حرین طیبین میں امام احمد رضا کا قیام رہا۔ آخر کار اکابرین اسلام نے امام احمد رضا کے شرعی فیصلے پر ہر تصدیق ثبت کر کے گستاخان خستہ مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے کفر و ارتداد پر آخری کیل مٹھونک دی جن میں مکہ معظمہ کے ۲۰ مدینہ طیبہ کے ۱۳ علماء فضلاء ان قدسی صفات حضرات نے صرف "الجواب صحیح" پر اکتفا نہیں بلکہ امام احمد رضا کی تبحر علمی، تجدیدی قوت اور فضل و کرم کے سامنے عقیدت کے پھول برسائے، کسی نے سلطان العلماء (المحققین و علماء معقین کے بادشاہ) کہا تو کسی نے ارشد العباد (بندوں کی رہنمائی کرنے والا) فرمایا کوئی کہہ رہا ہے، المجدد لہذہ الامۃ (امت مسلمہ کے مجدد) اور کوئی "کشاف مشکلات العلوم فی الباطن والظاہر" (علوم کی ظاہر و باطن مشکلات کھولنے والا) کوئی گویا ہوا تو یوں اسے مجدد ہذا القرن (ہیشاک اس صدی کے مجدد تھے) اور کوئی یوں عند الموحدين و عصا المہتدین (موحدین کا مطلع اور ہدایت یابوں کا نگران) آخر میں ملاحظہ کیجئے، حضرت علامہ شیخ عبدالرحمن دھانی متی کے خیالات کا اردو ترجمہ:

وہ جسکے لئے مکہ معظمہ کے علماء کرام گواہی دے رہے ہیں کہ وہ

سرداروں میں بیکتا و یگانہ ہے، امام دقت، بیسکر سردار، میری بیکتا
پناہ حضرت احمد رضا خاں بریلوی، اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں
کو اس کی زندگی سے بہرہ در فرمائے اور مجھے اس کی روش نصیب
کرے کہ اس کی روش سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روش ہے۔ (حسام الحرمین)

حرمین کے اساطین کا اماہر احمد رضا کی بارگاہ میں خراج عقیدت دیکھنا ہے تو "حسام الحرمین" کا
مطالعہ کیجئے، مخالفین کے پانچ اکابرین پر آخری اور قطعی فیصلے کا نام ہے "حسام الحرمین" جس میں علماء مکہ و مدینہ
نے انشراح صدر کے ساتھ علماء خمسہ کے کفر کی تصدیق و توثیق فرمائی ہے، یہاں تک تحریر فرمایا ہے کہ اب حجت
شرعیہ قائم ہو جانے کے بعد اطلاع شرعی کے باوجود جو ان پانچوں کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے،
من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر، جواب دیا جائے کیا علماء حرمین بھی مکفر المسلمین ہیں؟
کیا ان مقامات مقدسہ میں بھی کفر ساز مشین نصب تھی؟ حسام الحرمین کی روشنی میں اگر مخالفین اپنا احتساب کرتے
اور حرمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے عزت نفس کا پاس دلحاظ نہ کرتے تو بات اس دقت بھی بن جاتی
دقت گذرتا گیا، بات بڑھتی گئی غالباً ان حضرات نے اپنی عبارتوں کو غیر متبدل اور ناقابل تنسیخ سمجھ رکھا تھا
عبارتوں میں توجیہ بھی کی کہ بات الجھ کر رہ گئی، رجوع و توبہ نہ بن سکی۔ ان حالات کو جوں کا توں دکھ کر

وہ پانچوں تو دنیا سے رخصت ہو گئے مگر امت مسلمہ کو ایک نہ ختم ہونے والا فتنہ دیکھو۔

رضا مخالف مشن!

چودھویں صدی کے ابتدائی دور میں مذہبی اختلاف کا مطالعہ کیجئے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ ایک جانب عرب عجم
کی مسلمہ شخصیتیں ہیں دوسری جانب صرف پانچ علماء ہیں اور ان کے چند مؤیدین، اس تاریخی حقیقت کے باوجود تنہا
اماہر احمد رضا پر عصیت کے گولے برسنا کہاں کا عدل ہے، آج اماہر احمد رضا ہمارے درمیان نہیں
ہیں لیکن ان کے علی شہ پاروں سے انداز ہوتا ہے کہ "رضا مخالف مشن" نے ابتدائی دور سے افواہوں، من گھڑت
باتوں اور بے بنیاد الزامات کا سلسلہ جاری رکھا گیا، آئیے خود اماہر احمد رضا کی زبانی سنئے!

عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دھاڑے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں
کہ علماء اہلسنت کے فتادی تکفیر کا کیا اعتبار یہ لوگ ذرا اسی بات پر کافر کہتے ہیں۔

ہیں۔ ان کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتوے چھپا کرتے ہیں۔ (حسام الحرمین)

مخالفین نے ابتدا میں من گھڑت الزامات کے لئے جو راہ اپنائی تھی، ہم دیکھتے ہیں کہ مولوی عبدالرزاق بلخ آبادی

اور مولوی رئیس احمد ندوی بھی اسی پر گامزن ہیں۔ حد تو یہ کہ مشہور صحافی مولانا عثمان ناز قلیط بھی اسی رام کے راہی نظر کرتے ہیں (تفصیل کے لئے ماہ نومبر ۱۹۷۷ء کا سبستان ڈائجسٹ دہلی اور فروری ۱۹۷۸ء کا ماہنامہ المیزان)۔
امام احمد رضا تکفیر مسلم کے الزام کے جواب میں آگے یوں رقم طراز ہیں۔

اسماعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا، مولوی اسحاق صاحب کو کہہ دیا مولوی عبدالحی صاحب کو کہہ دیا، پھر جن کی حیا اور بڑھی ہوتی ہے، وہ اور ملاتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز کو کہہ دیا شاہ ولی اللہ صاحب کو کہہ دیا، حاجی امجد اللہ کو کہہ دیا اور شاہ فضل الرحمن صاحب کو کہہ دیا۔ یا پھر جو پورے ہی حد حیا سے گزر گئے وہ یہاں تک بڑھتے ہیں عیاذ باللہ عیاذ باللہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو کہہ دیا۔ غرض جسے جس کا زیادہ معتقد پایا اسکے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انہوں نے اسے کافر کہہ دیا۔ یہاں تک کہ ان میں کے بعض بزرگواروں نے مولانا شاہ محمد حسین آبادی مرحوم و مغفور سے جا کر جبر دیا کہ معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ کو کافر کہہ دیا۔ (حسام الحرمین)

امام احمد رضا کے اس وضاحتی بیان کے بعد مولوی عبدالرزاق طبع آبادی کا یہ الزام ایک بار پھر ملاحظہ کریں کہ
یاد رہے مولانا احمد رضا خان صاحب اپنے اور اپنے معتقدوں کے سوا دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر بلکہ ابوجہل و ابولہب سے بھی بڑھ کر اکفر سمجھتے تھے۔ (ذکر آزاد)

ہم جانتے ہیں کہ ہر مرد حق آگاہ کو مخالفت کے طوفانوں سے گزرنا پڑا ہے لیکن امام احمد رضا ایک ایسی مظلم ذات کا نام ہے جسے اہل دانش و بینش کی بزم سے دور پھینک دینے کی منظم سازش کی جاتی رہی ہے جس کا رد عمل یہ ہے کہ تمام تر حقائق کے باوجود آج اہل دانش امام احمد رضا کی عبقری ذات کو نہ تو جانتے ہیں نہ ہی پہچانتے ہیں، ان کا اسم گرامی ایک مذہبی گالی سمجھا جاتا ہے، اس بھیانک اور انوسناک صورتحال کی ذمہ داری ہم پر بھی عائد ہوتی ہے تاریخ کا طالب علم جب دیکھے گا کہ مسلسل ستر سال سے "رضا مخالف مشن" کی جارحیت جاری ہے۔ لیکن امام احمد رضا زندہ باد کانٹک شگاف نفرہ لگانے والے حسی اور تن آسانی میں مبتلا رہے تو بیگانوں کو بے گانہ کہہ کر آگے بڑھ سکتا ہے مگر اپنوں کی ناکردگی کو ہر جھڑپ میں نہیں کرے گا۔

امام احمد رضا پر تیسرا الزام!

(۳) امام احمد رضا پر ایک الزام یہ بھی ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو ذاتی علم مانتے ہیں، علم الہی کے مساوی جانتے ہیں۔ مخالفین کا یہ الزام بھی گزشتہ الزامات کی طرح اخراعی ہے، اس ضمن میں جتنے بھی اعتراضات ہیں امام احمد رضا کی روشن تحریرات اور فکر خیز شریحات سے بے بنیاد اور خود ساختہ ثابت ہو جاتے ہیں۔ علم غیب کے مسئلے میں امام احمد رضا کا عقیدہ انہیں کے ارشادات کی روشنی میں ملاحظہ کیجئے۔

علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے، اس کے غیر کے لئے محال ہے، جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر غیر خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہے۔ _____ (خالص الاعتقاد)

علم الہی ذاتی ہے اور علم خلق عطائی، وہ واجب یہ ممکن وہ قدیم یہ حادث وہ نامخلوق یہ مخلوق، وہ نامقدور یہ مقدور، وہ ضروری البقا، یہ جائز انفاء وہ متنع الغیر، ممکن التبدل۔ _____ (ابن المصطفیٰ)

اگر تمام اہل علم لگے پھیلوں، سب کے علوم جمع کئے جائیں تو ان کو علوم الہیہ سے وہ نسبت نہ ہوگی جو ایک بوند کے دس لاکھ حصوں سے ایک حصے کو دس لاکھ سمندر سے _____ (خالص الاعتقاد)

ہم نہ علم الہی سے مساوات مانیں، نہ غیر کے لئے علم بالذات جانیں اور عطا الہی سے بھی بعض علم ہی لانا مانتے ہیں نہ کہ جمیع۔ _____ (خالص الاعتقاد)

امام احمد رضا نے علم غیب کے مسئلے پر دو ٹوک اپنا نظریہ پیش فرمایا ہے، پھر بھی مخالفین کی کور بینی پیچھا کئے ہوئے ہے، مخالف عناصر اپنے اسلاف کی ڈگر سے ایک انچ بھی ہٹنا نہیں چاہتے، آج بھی ان کے کیمپ سے جتنی کتابیں تصنیف ہو رہی ہیں ان میں ان الزامات کو شاہ سرخیوں سے سجایا جاتا ہے، گویا، امام احمد رضا اور سواد اعظم لاکھ اپنے نظریات کی وضاحت کر رہے ہیں تو وہی کہیں گے جو ہمارے پیشروں نے کہا ہے اور کھکھچا پا ہے۔ جبکہ امام احمد رضا نے آج سے پچھتر سال قبل بے گانوں کی افترا پر دازی پر علم الہی کے تعلق سے اپنے نظریے کو ظاہر کر

ہوئے اپنا معاملہ منتقم حقیقی کے حضور یوں پیش کر دیا تھا۔

اس سے بڑھ کر جس امر کا اعتقاد میری طرف کوئی نسبت کرے،

مفتی کذاب ہے اور اللہ کے یہاں اس کا حساب (خالص الاعتقاد)

غیر خدا کیلئے سجدہ روا جانتے تھے؟

(۴) امام احمد رضا پر یہ بھی الزام ہے کہ وہ غیر خدا کے لئے سجدہ نہ صرف روا جانتے تھے بلکہ اس کا حکم بھی فرماتے تھے، الزام اسی وقت قابل قبول ہوتا ہے جب اس کا وجود کسی ٹھوس بنیاد پر ہو، دستاویز ثبوت ہی الزام کے وقار کو نکھارتے ہیں، الزام لگانا آسان ہے ثابت کرنا مشکل ہوتا ہے، اور پھر رزم گاہ تنقید و تحقیق میں جہاں کوئی بات بلا دلیل نہیں مانی جاتی کسی الزام کو بغیر ثبوت کے کس طرح مقبولیت حاصل ہو سکتی ہے۔ ہاں جن لوگوں کے نزدیک محض الزام ہی کو اہمیت دی جاتی ہو اور مخالفت برکھا الفت ہی پسندیدہ مشغلہ ہو ان کے ذہن و فکر سے غلط فہمیوں کے ازلے کے لئے امام احمد رضا کے اقوال پیش خدمت کر رہا ہوں ممکن ہے کہ انتشار ذہنی اور خلجان باطنی کیلئے یہ اقوال مسکن کا کام دیدیں۔

”مسلمان لے مسلمان! لے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان اہان اور یقین
جان کہ سجدہ حضرت عزت عز جلالہ کے سوا کسی کے لئے نہیں۔ اس کے غیر کو سجدہ
عبادت تو یقیناً، اجماعاً شرک مہین و کفر مہین۔ اور سجدہ تحت حرام و گناہ کبیرہ

بالیقین۔ اس کے کفر مہینے میں اختلاف علماء دین۔ ایک جماعت فقہا سے

تکفیر منقول ہے۔ (الزبدہ الزکیۃ)

امام احمد رضا نے غیر خدا کے لئے سجدہ تعبدی کفر و شرک سے تعبیر کر کے کتنے کھلے الفاظ میں تردید فرمادی۔

امام احمد رضا نے نہ صرف اپنے عقیدے کا اظہار کیا بلکہ عقیدے کی تائید میں چل حدیث بھی پیش فرمائی،

”علمائے رنگ رنگ کی چل حدیثیں لکھی ہیں، ہم بتو ذیقہ تعالیٰ یہاں غیر خدا کو سجدہ

حرام ہونے کی چل حدیث لکھتے ہیں...

(تفصیل کے لئے الزبدۃ الزکیۃ کا مطالعہ کیجئے)

امام احمد رضا پر الزامات کا ایک انبار ہے، افتر پر دازی کا ایک نہ رکنے والا سلسلہ ہے، اتہامات کی ایک طویل فہرست ہے، میں نے اختصار کے پیش نظر محض چند بھیانک اور افسوس ناک الزامات کو امام احمد رضا کے ارشادات کی روشنی میں بے بنیاد اور ناقابل اعتبار ثابت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ گذشتہ اوراق میں میں نے پوری کوشش کی ہے کہ اسلوب بیان میں جارحیت نہ آنے پائے، نہ ہی احساس کتری شامل ہو، حقیقت پسندانہ طرز نگارش اختیار کرنے میں میرا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ امام احمد رضا کو اپنے اور بیگانے دیکھیں، پڑھیں، پرکھیں

اور کہیں، اپنے اپنی عقیدت کی دنیا میں اچھی طرح بسالیں اور بیگانے قریب آئیں، آنکھوں سے بدگمانیوں کے پردے
ہٹا کر امام احمد رضا کے ان تجدیدی کارناموں سے جانکاری حاصل کریں جس کے لئے انہیں موجودہ صدی
کا مجدد بنا کر پروردگار عالم نے بھیجا تھا۔

اپنوں کا ظلم :

بات وہیں پر ختم ہو چکی تھی جہاں بے گانوں کے مظالم کا بیان ختم ہوا تھا، لیکن امام احمد رضا پر مظالم
کا وہ صرف ایک رخ تھا ظلم کا وہ رخ سامنے نہیں آ سکا جس کے ذمہ دار اپنے ہی ہیں، ہوش و حواس کی درستگی کے
ساتھ مخالفین کے سارے اعتراضات کا مطالعہ کیجئے آپ کو اکثر اعتراضات کی بنی وہ کتابیں ملیں گی جو امام احمد رضا کی تصنیف نہیں ہیں۔
مخالفین کے اسلاف کی کتابیں دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے الزامات کا مقصد امام احمد رضا کی شخصیت کو مجروح کر کے سوا کچھ نہ تھا۔
انہوں نے جب دیکھا کہ عالم اسلام کی نابغہ روزگار شخصیتیں امام احمد رضا کی سائے
سمر نیاز جھکائے کھڑی ہیں تو معاصرانہ حسد میں جل بھن کر جو دل میں آیا لکھا اور شائع کیا۔ ۱۹۷۱ء سے پہلے
کی ان کتابوں کو پڑھ جائیے جو امام احمد رضا کی مخالفت میں لکھی گئی ہیں، آپ دیکھیں گے کہ اعتراضات
والزومات میں ظنی، تباہی اور اختراعی باتوں کی بھرمار ہے، وجہ یہ تھی کہ ساری کوششوں کے باوجود امام احمد رضا

کی تصنیفات کے انہیں وہ مواد ہی ذمہ مل سکا، جو ان کی سوزش فکر کے لئے مرہم ثابت ہوتا۔ لیکن امام
احمد رضا کے پردہ فراموشی کے بعد چند کتابیں ایسی شائع ہوئیں جنہیں ذمہ دار شائع کرنے سے امام احمد رضا
کا کوئی نقصان نہ تھا، نعمۃ الروح ہرگز امام احمد رضا کی تصنیف نہیں ہے، لیکن کچھ کہا نہیں جاتا
اہل عقیدت کی اس نذر عقیدت کے بارے میں اور بن کہے رہا نہیں جاتا۔ نذر عقیدت کے طور پر پیش کی جانے
والی یہ چند درتی کتاب نعمۃ الروح خدا معلوم امام احمد رضا نے قبول فرمایا کہ نہیں لیکن ان کے مخالفین
نے نہ صرف اسے آنکھوں سے لگایا بلکہ امام پر جارحانہ حملے کیلئے اسے ہتھیار کی حیثیت دے رکھی ہے، مخالف کیمپ
نمائندہ دراز سے منظر تھا کہ امام احمد رضا کو بانی مذہب بنانے کیلئے کچھ تو حاصل ہو، امام کی کتابوں نے انہیں
ہمیشہ مایوس کیا، اگر کسی نے جرات بھی کی تو آفتاب پر حقو کئے والوں جیسا حشر ہوا۔ نعمۃ الروح جو امام احمد
رضا کی رحمت و تعریف میں ایک عقیدہ مند کی جانب سے شائع کی گئی، اس سے امام احمد رضا کو نشانہ بنایا جائے
کہاں کا انصاف ہے ہم جس سماج میں رہتے ہیں اور جس شریعت کو مانتے ہیں اس کا اصول یہ ہے کہ قائل کے قول
سے اسکے عقیدے و نظریے کو پرکھا جائے گا۔ مصنف کی تصنیف سے اس کی تحریک کو سمجھا جائے گا۔ یہ کون سا
سماج دھر ہے کہ کہے کوئی مورد الزام ٹہرے کوئی غلطی کرے کوئی سزا بھگتے کوئی

خدا را! اپنوں پر میری اس تنقید کو مخالفین کے اعتراضات کا رد عمل ہرگز نہ سمجھا جائے، اور نہ ہی احساس کمتری میں یہ سب کچھ کہے جا رہا ہوں، ہمارے علمائے نفعۃ الروح پر کئے گئے اعتراضات کے مدلل جوابات دئے ہیں لیکن کیا ہی بہتر ہوتا کہ عقیدت کے یہ گل نہ کھلائے گئے ہوتے، ایسے ہی عقیدت والوں کے درمیان ایک سے ایک عبقری شخصیتیں دب کر رہ جاتی ہیں، شعوری یا غیر شعوری طور پر نذر کئے جانے والے انہیں نغموں کو ظلم و زیادتی سے تعبیر کرنے کو جی چاہتا ہے۔ میرا یہ ذہن ہے کہ امام احمد رضا پر کئے گئے حملوں کا ہم جم کر دفاع کریں اور مخالفین کی جارحیت سے امام احمد رضا کو محفوظ رکھنے کا فریضہ ادا کریں، چاہے اس کے لئے ہمیں اپنی جماعت کی اہم شخصیت کے بچاؤ سے معذور ہی کیوں نہ ہونا پڑے، دفاعی جنگ میں کچھ تو خسارہ برداشت ہی کرنا پڑے گا۔

یہ بھی ظلم ہی ہے!

سب جانتے ہیں کہ امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری کا مجموعہ حدائق بخشش دو حصوں میں منقسم ہے اور یہ دونوں حصے امام احمد رضا کی حیات مبارکہ میں ۱۳۲۵ھ میں اشاعت پذیر ہو چکے تھے، اسی دہائی نے اردو شاعری کو ایک نئی راہ دکھائی، صنف نعت کو ایک ستھرا شعور دیا، مسلمانوں کے قلوب کو مصطفیٰ جان

رحمت کی طرف پھیر دیا، حدائق بخشش نعتوں کا ایک مجموعہ ہی نہیں ہے، سیکڑوں آیات و احادیث کا تشریحی گلدستہ ہے۔ حدائق بخشش کے دونوں حصے چھپتے رہے اور فیض رسانی کا ذریعہ بننے لگے، لیکن ۶۶ سال کے بعد اس وقت ملت اسلامیہ کو ایک دھماکہ خیز صورت حال سے دوچار ہونا، جب ۱۳۶۶ھ میں ہماری ہی جماعت کے ایک سربراہ نے نعتیہ کلام کے ایک مجموعہ کو "حدائق بخشش" کا نام و بحیرۃ شائع کیا، طر ف یہ کہ اسے تیسرا حصہ بھی قرار دینا اس خود ساختہ تیسرے حصے کے بارے میں مرتب نے بھی اقرار کیا ہے کہ امام احمد رضا کے وصال کے بعد انہیں کچھ کلام مختلف جگہوں سے دستیاب ہوئے ہیں جسے "حدائق بخشش حصہ سوم کی شکل و صورت میں پیش کیا جا رہا ہے کیا اب بھی اس وضاحت کی ضرورت باقی ہے کہ امام احمد رضا کا مرتب کیا ہوا یہ تیسرا حصہ نہیں ہے؟ یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ یہ تیسرا حصہ امام احمد رضا کے ایک عقیدتمند کی خوش عقیدگی کا نادر نونہ ہے جس سے صاحب حدائق بخشش کا دور دور سے واسطہ نہیں ہے۔

علم و تحقیق کی دنیا والوں کا یہ قاعدہ رہا ہے کہ جب بھی کسی ذات کے علمی شاہکار اور منتشر فکری اثاثہ کو جمع کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے براہ راست صاحب تذکرہ کی تخلیق قرار نہیں دیتے، مثلاً غالب و اقبال کے دور میں جو کچھ بھی مواد چھپے وہ انہیں کی مرضی کے مطابق تھے لیکن بعد کے آنے والوں کو ان حضرات کے جو بھی تخلیقی شاہکار

میر ہوئے اسے "باقیات غالب" اور "باقیات اقبال" کا نام دیکر شائع کیا، تاکہ اگر اس میں کچھ رطب و یابس شامل ہو جائے تو صاحب تذکرہ کی شخصیت مضروب نہ ہو، "باقیات" کے مددوں کو ذمہ دار قرار دیا جائے۔ افسوس کہ امام احمد رضا کے ساتھ ایسا نہ ہو سکا، اپنی مرضی اور اپنی صوابدید پر ایک ایسا قدم اٹھا دیا، جس کی بہت خود امام احمد رضا کے صاحبزادوں میں بھی نہ تھی اگر محبوب الملت مولانا محبوب علی خاں صاحب منت شاد سے حاصل ہونے والے "مجموعہ کلام" کو "باقیات رضا" کے نام سے طبع کراتے تو آج وہ صورتحال ہمارے سامنے نہ آتی، جس کے ذائقے میں امام احمد رضا اور سواد اعظم کی مہلانی تھی، مجھے محبوب الملت کے خلوص سے انکار نہیں ہے، اور نہ ہی میں یہ ماننے کے لئے تیار ہوں کہ انہوں نے امام احمد رضا کی تعلیم بخشش کے بنا پر ایسا کیلئے۔ لیکن میں اس حقیقت کے اظہار سے بھی اپنے کو ردک نہیں پارہا ہوں کہ محبوب الملت نے کسی سے مشورہ کئے بغیر عدائق بخشش میں تیسری جلد کا اضافہ کر کے اپنی زندگی کا سب سے بڑا تاسع کیا ہے، ایک ایسا تاسع جس کی نظیر نہیں ملتی، ایک ایسی ناش غلطی جس کی تہا ذمہ داری محبوب الملت پر عائد ہوتے ہوئے بھی امام احمد رضا کو مخالفین کے اتہام کی زد سے بچا نہ سکی، سوچ کر بتائیے کہ اس میں امام احمد رضا کی کیا غلطی؟ غیر شعوری ہی کیوں نہ ہو آنے والا مورخ اس طرح کی خوش عقیدگی کو ظلم ہی سے معنون کرے گا۔

اپنوں کا ظلم پر ظلم!

محبوب الملت کی مرتبہ عدائق بخشش کس طرح اور کہاں اشاعت پذیر ہوئی، مذہبی حلقہ بخوبی واقف ہے، لیکن پس پردہ مبہمی اور بیرون مبہمی جو کچھ فتنے اٹھائے گئے، وہ "رضا مخالف شن" ہی کی کار فرمائی کا نتیجہ تھے حالانکہ مرتب علیہ الرحمۃ نے احساس غلطی کا اظہار کیا اور ۱۹۵۵ء میں بالاعلان توبہ و استغفار کی سعادت حاصل کی، بارگاہ خداوندی میں توبہ و ندامت کا اظہار "مردوسن" کی شان بندگی ہے۔ لیکن جب ہمیں معلوم ہوا کہ اس پردہ زنگاری میں ایک معشوق چھپا ہے تو سردھننے کو جی چاہتا ہے، دل کی دھڑکن اور تیز ہو جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مخالفین کے پردہ زنگاری میں چھپا ہوا معشوق ہمارا ہی ہے، جو ملت اسلامیہ کی پاسبانی کے بجائے جاسوسی کے فرائض انجام دیتا نظر آ رہا تھا، اسے پہلی نہ سمجھتے یہ ایک سچا حادثہ ہے، جس نے "خانہ ساز تیسری جلد" کو مخالف کیپ ٹک پہنچانے میں اپنا خطرناک ردل ادا کیا۔ اور جس کے اس کردار نے امام احمد رضا اور سواد اعظم دونوں کو قصداً یا سہواً خسران کی منزل سے گزارا، اسے اپنوں کا ظلم پر ظلم نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے؟ آج وہ وقت نہیں ہے، وقت آئے گا تو ہم امام احمد رضا کی عظمت کے لئے ایسے چہروں کو پیش کرنے میں ذرا بھی ہنسنے نہیں چھکیں گے۔

وقت گذرتا گیا، مخالفین کا وہ زور بھی ماند پڑتا گیا جسے "اہانت صدیقہ" کا نام لیکر اٹھا گیا تھا لیکن عرض ہو کہ خدا کے واسطے اب کوئی بھی کام ہو تو آنکھ بند کر کے نہ ہو، جو اس ختمہ کیساتھ ساتھ چھٹی جس کو بھی بیدار کر کے امام احمد رضا اور دوسرے اکابرین اسلام پر کام کیا جائے، نذر عقیدت پیش کرتے وقت جوش عقیدت کیساتھ ہوشِ شریعت کی بھی شمولیت ضروری ہے، اختصار اجازت نہیں دے رہا ہے ورنہ اس مودع کے دوسرے بھی پہلوؤں پر روشنی ڈالتا، لہذا اسے یہیں پر بس کرتا ہوں۔

بے دخل کرنے کا منصوبہ!

امام احمد رضا کی قد آور اور کثیر الحیات ذات کی گہرائی اور تنہائی دیکھ کر ہمیں ایک خاص تشنگی کا احساس ہوتا ہے کہ آج کے ترقی پسندانہ اور عقلی دور میں بھی حقائق کو حقائق کی نظر سے دیکھنے کا حوصلہ کم ہی لوگوں میں ملتا ہے جس نے بھی قلم اٹھایا آنکھ بند کر کے الزامات کی بوچھاڑ کرتا رہا۔ ذکر آزاد سے لیکر اشد الغدیب اور ان جیسی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد ہمیں یہ نظریہ کار فرما نظر آتا ہے کہ امام احمد رضا کو عوام کے ساتھ ساتھ خواص کی بھی بزم سے دور بہت دور کر دیا جائے۔

ہم اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں ذرا بھی نہیں جھجک رہے ہیں کہ مدبرین و دانشوروں کی لائبریریوں سے

لیکر طلباء و سرپرست اسکا رس کی میزوں تک اگر نظر آئیں گی تو بیگانوں کی کتب ہی نظر آئیں گی۔ نصف سدی کے طویل ترین عرصے میں امام احمد رضا کی یہ تصویر پیش کی جاتی رہی کہ تکفیر کی تلوار لیکر ہر کسی کو قابلِ نکر و نئی قرار دینے والے فرد کا نام ہے۔ امام احمد رضا گویا امام احمد رضا اور سارے مسلمانوں کی تکفیر ایک غنصر کے دو نام ہیں، حرکت و عمل کی اسی توانائی کے ساتھ امام احمد رضا کو علمی حلقوں سے بے دخل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا جو اپنے نقطہ عروج کو پہنچا ہوا ہے۔ جو ردِ جفل کے اس ناروا ماحول میں مجھے یقین ہے کہ دورِ حاضر کے محققین و مدبرین امام احمد رضا پر لگائے گئے الزامات کے پس منظر اور پیش منظر کا ادراک کریں گے تحقیق و تنقید کے ذریعہ امام احمد رضا کی بے داغ و بے ریا شخصیت کی مختلف محاذ آرائی میں عدل و دیانت کا ساتھ دیں گے کیونکہ ان حالات سے پرے ہو کر سمجھنے والوں کو کشاں کشاں امام احمد رضا کے قدموں میں جلتے ہوئے ہم نے دیکھا ہے، روٹا ہوا مصری ہشامی ہو یا مینی، افغانی ہو یا ترکی، مکی ہو مدنی، چینی ہو روسی، یورپین ہو یا ایشین، عربی ہو یا بلجی جس نے امام احمد رضا کی تحریرات انیقہ دیکھا امام احمد رضا کا ہونگیا۔

امام احمد رضا پر کام کے طریقے!

بات تلخ ہے مگر سچی کہ ہم نے امام احمد رضا کو "جذباتی عقیدت" کے دبیز غلاف میں لپیٹ رکھا ہے جس کے بغیر گویا امام احمد رضا کی سیرت کا حُسن نکھر ہی نہیں سکتا۔ آہ! موجودہ صدی کا مجدد و محض خوش عقیدگی کے خوبصورت پردے میں ڈھک کر رہ گیا ہے، آج ہم جس دنیا میں سالہا سال سے رہے ہیں وہ نفسی اور تحقیقی دنیا ہے۔ یہاں ہمیں باور کرانا ہو گا کہ ہمارے امام نے ملت کی حفاظت و صیانت کیسا تھ توڑ و ملک کے فلاح و صلاح کے لئے کون سے امنٹ نقوش چھوڑے ہیں، کون سے لاکھ عمل کے ذریعہ انہوں نے قوم کی ترقی اور ملک کی تعمیر کا شاندار متعین فرمایا ہے۔ ملک کی آزادی کے لئے بیرونی تسلط کھلانے والوں نے اور ان کے رفقاء نے کون سی راہ عمل اختیار فرمائی ہے۔

از بس ضروری ہے کہ امام احمد رضا کی انقلاب آفریں شخصیت کے تمام پہلوؤں کو ٹوٹل ٹوٹل کر واقعات کی لڑی میں پرو دیا جائے۔ علمی تاریخی، تحقیقی اور تنقیدی اصولوں کے سائے میں امام احمد رضا کے تمام فکری اثاثے کو جانچا جائے، کھلے ذہن و فکر کے ساتھ مطالعہ کیا جائے بصیرت و بصارت کی رہنمائی میں امام احمد رضا کی عہد ساز زندگی پر ریسرچ کیا جائے، محض جذباتیت ہی کو اڑھنا بھونانہ بایا جائے، ایشیائے کاوش اور سعی پیہم کے ذریعہ ان کے علم حدیث اور علم فقہ و فنون پر کئے ہوئے کام کو اس طریقے سے منظر عام پر لایا جائے جس سے امام احمد رضا کی پاکباز اور جانناز، باعمل و پُر کردار

متحرک اور بادقار حیات اپنی عبقریت کا لوہا منوا سکے۔ انہیں خطرہ پر چل کر ہم ایک عظیم قائد کے مشن کیساتھ صحیح و ثابت لگی کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔

خیال آیا تو کیوں آیا!

زمانہ طالب علمی سے ہی میرا دل سوسنا تھا کہ آخر امام احمد رضا پر تحقیقات کیوں نہیں کی جاتی، ہند کے کسی بھی سرکاری، نیم سرکاری یا غیر سرکاری تعلیمی اداروں، دانش گاہوں اور فلاحی تربیت گاہوں میں جاؤ تو صرف انہیں کی تخلیقات سنانے آتی ہیں جنہیں ہم وہابی کی جگہ لہابی، مودودی کی جگہ مردودی، تبلیغی کی جگہ تبلیہی کہہ کر مٹاتے ہو جایا کرتے ہیں، کاش ہم اپنے قیمتی اوقات اور فکری صلاحیتیں اختلافی باتوں کے سوا اپنے امام کیلئے بھی صرف کرتے، تقسیم ہند کے پانچ صدی کے بعد غیر ممالک میں امام احمد رضا پر تحقیقاتی کام شروع کیا گیا ہے، لیکن بھارت میں ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین فاضل بہاری علیہ الرحمہ کی مرتبہ "حیات العلماء" اور حضرت مفتی اعظم ہند مدظلہ العالی کی مولفہ "ملفوظات العلماء" کے بعد امام احمد

رضا پر کوئی قابل ذکر کام ہی نہیں کیا گیا۔ کچھ کیا گیا تو انہیں دونوں کتابوں کا چرچہ بنا کر۔ آخر وہ کون سے عوامل تھے جس نے ہمیں امام احمد رضا پر کام کرنے کی جانب متوجہ کیا، آج سے دو سال قبل

”علماء اہلسنت کے نام گشتی مراسلہ پڑھ کر جہاں مجھے خوشی ہوئی وہیں حیرت بھی۔ خوشی اس لئے کہ جو کام آج سے پچاس سال قبل ہونا چاہئے تھا اسے آج سوچا جا رہا ہے اور حیثیتوں کے جو لوگ پچاس سال کے عرصے میں کچھ نہ کر سکے آپ ان سے تعاون کی اس لگائے بیٹھے ہیں؟ ممکن ہے کہ آپ میری اس بیاہی کو پسند نہ کریں لیکن یہ سچ ہی ہے کہ جن علماء کرام کے نام گشتی مراسلہ آپ نے جاری فرمایا ہے وہ یا تو آرام پسند ہو چکے ہیں یا گوشہ تنہائی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں۔ یا۔ پھر امام احمد رضا کا نام لیکر شکم پر دری میں مبتلا ہیں۔ امام کی عبقری ذات، تاریخ ساز اور انقلابی شخصیت پر ریسرچ کرنے کی توفیق نہ انہیں مل سکی، نہ آج ہے اور نہ کل ہوگی اِلَّا مَا شَاءَ اللہ! بارگاہ امام میں عقیدت و محبت کے پھول بچھا کر کرنے والوں کی کمی ہرگز نہیں ہے، لیکن کیا ان کی علمی، ادبی، قومی، ملکی اور بین الاقوامی خدمات سے اقوام عالم کو روشناس کرانے کیلئے ایک بھی قدم اٹھایا گیا؟

_____ ایک عرض سماعت فرماتے چلیں کہ جس قوم کے نام بحترم

نے گشتی مراسلہ جاری فرمایا ہے اسکے علاوہ اہلسنت کے اس دھڑ کی جانب بھی توجہ دیں جو کالج و یونیورسٹی میں تحقیقاتی ذمہ داریوں کو نبھا رہے ہیں۔ امام احمد رضا کی سعادت زندگی پر یہی عناصر وسعت مطالعہ، دقت نظر اور افاضت فکر کے ساتھ کما حقہ کام کر سکتے ہیں۔ _____ المیزان نے امام احمد رضا نمبر نکالنے کا جو پروگرام ترتیب دیا اور سنی لیگ نے مجلس رضا کے قیام میں جو نقشہ تشکیل دیا اس میں ہم انہیں ارباب فکر و نظر کو مخاطب کر رہے ہیں! الغرض جماعت کے تمامی صاحب زبان و بیان کی فکری و علمی توانائی حاصل کرنے کا ایک جامع منصوبہ مرتب کیا گیا ہے۔ سات سمندر پار آپ نے بھی اس کا عظیم کا اعلان فرما کر ہمارے عزائم کو زبردست حوصلہ دینا عطا فرمایا۔

مذکورہ بالا تاثرات المیزان اگست ۱۹۷۵ء میں شائع ہوئے تھے ممکن ہے کہ میرے ان تاثرات کو دیا جانے کی بڑے سے تعبیر کیا جائے، لیکن امام احمد رضا نمبر کے لئے اکابرین ملت کے تین جن حوصلہ شکن اور ہوشیار حالات سے گزرنا پڑا ہے اس کے مطالعہ کے بغیر لکھنا! میرے تاثرات ”پر آخری رائے“ قائم نہ

کی بات ہے کہ جب شیخ الاسلام علامہ سید مدنی میاں برطانیہ کے تبلیغی دورے پر تھے تو بلجیم بھی جانا ہوا، میزبان نے جو شیخ الاسلام کا نیاز مند تھا اپنے فرزند سے کہا کہ وہ کتاب حضرت کو دکھاؤ جو تمہارے مطالعہ میں ہے۔ صاحب زادہ نے فریخ زبان میں بہشتی زیور لاکر سامنے رکھ دی، جسکے ٹائٹل پر نام نہاد حکیم الامتہ کو امام اہلسنت لکھا تجر و تاسف کے طے جلے جذبات کے ساتھ شیخ الاسلام دیر تک عالم خیال میں گم ہو گئے، آہ! جو امام اہلسنت ہے، اسے نہ جانا جائے اور جو گستاخ رسول ہے اسے امام اہلسنت لکھ کر متعارف کرایا جائے، وہ بھی ایک پر دسی زبان میں، اس کا ذمہ دار کون، مخالفین یا ہم؟ شیخ الاسلام نے ببی آکر اگست سٹیشن کے المیزان کا اجرا کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ طاغوتی طاقتوں اور رسول دشمنوں کی سرگرمیوں کا نقطہ عروج یہاں تک پہنچ چکا ہے — اور ہم ہیں کہ اردو زبان میں بھی کما حقہ لٹریچر س نہ پہنچا سکے، وقت کی اہم ترین ضرورت ہے کہ مختلف زبانوں میں بین الاقوامی سطح پر ہم اپنے لٹریچر س پھیلا دیں۔ ورنہ ہمارے اکابرین اور ان کی ملی خدمات تاریخ کی بھول بھلیاں بن کر رہ جائیں گی۔ شیخ الاسلام نے زعماء اسلام پر کام کرنے کی جانب خصوصی توجہ دلائی اور اپنے ہر طرح کی تعاون کا یقین دلایا۔

یہیں سے ہم نے عزم کیا کہ اب اگر ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہ گئے تو یہ ماضی سے بھی زیادہ بھیاں تک غلطی ہوگی اس طرح شیخ الاسلام کی دکھائی راہ پر چلتے ہوئے سب سے پہلے "امام اہلسنت" ہی پر کام کا فیصلہ کیا گیا۔

بات بہ بات نکل آتی ہے!

امام احمد رضا پر تحقیقاتی کام کیلئے ضروری تھا کہ کوئی متحرک تنظیم آگے آئے اور اپنی ذمہ داریوں کو نبھائے، میں اسے اسلامیان ہند کی فیروز بختی سمجھتا ہوں کہ آل انڈیا سنی لیگ کے حوصلہ مند اراکین نے تیزی کے ساتھ ضرورت کا احساس کیا۔ الحمد للہ ایہ احساس "مرکزی مجلس رضا" کا وجود لیکر ابھرا، و مارچ ۱۹۵۷ء کو آل انڈیا سنی لیگ کی "مجدد اعظم کانفرنس" میں ایک متفقہ ریزولیشن کے ذریعہ مجلس کی تشکیل کی گئی۔ اور پھر دوسرے دن سے "امام احمد رضا مہم" کی تیاریوں میں ہم سب لگ گئے۔ بات بہ بات نکل ہی آتی ہے۔ مجھے آج وہ گشتی مراسلہ یاد آرہا ہے، جسے ورلڈ اسلامک مشن کے دائرۃ المعارف الرضویہ کی جانب سے علامہ اہلسنت کی خدمات بابرکات میں ارساں کیا گیا تھا، مئی ۱۹۵۷ء کے اس مراسلے میں ۵۰ دفعات کی روشنی میں امام احمد رضا پر کام کرنے کے لئے اکابرین جماعت سے درخواست پیش کی گئی۔ ورلڈ اسلامک مشن کو بھرپور اشتراک کا یقین دلاتے ہوئے گشتی مراسلے کے جواب میں نے "ویم" کے سکرٹری جنرل کو لکھا تھا۔

کی جائے۔ امام احمد رضا انہیں کے لئے ملک کے تقریباً تمام اکابرین امت اور اصحابِ تسلیم سے رابطہ قائم کیا گیا۔
مضامین کے لئے گزارش کی گئی، کم سے کم درجے میں پیغام ہی ارسال فرمانے کی درخواست پیش کی گئی، احساس
ذمہ داری ہی تھی کہ ان حضرات کو ہم نے خطوط لکھے، یا براہ راست ملاقات کر کے معروضہ پیش کیا جن میں
مذکورہ ذیل حضرات نے وعدہ فرمایا۔

- ۱: حضرت مولانا مفتی برہان الحق صاحب جلیپوری ۲: حضرت مولانا قاضی شمس الدین جوپوری ۳: حضرت
مولانا ارشد القادری صاحب ۴: حضرت مولانا ثناء اللہ مٹوی ۵: حضرت مولانا اسرار الحق کوٹوی ۶: حضرت
مولانا مشتاق نظامی صاحب ۷: حضرت مولانا شمیم اشرف خاں ازہری صاحب ۸: حضرت مولانا محمد قاسم فیض آبادی
۹: حضرت مولانا نسیم اشرف خاں جیبی ۱۰: حضرت مولانا نسیم بستی صاحب ۱۱: حضرت مولانا محمد میاں کابل سہری
۱۲: حضرت مولانا اصغر امام الجھری۔

حسب ذیل علماء عظام نے علالت اور عدم فرصت کی بنا پر عذر نامے سے سرفراز فرمایا۔
۱: حضرت مولانا مفتی شریف الحق صاحب اعظمی ۲: حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب براڈل شریف۔
۳: حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب مبارکپوری ۴: حضرت مولانا حبیب اشرف سنبھلی ۵: حضرت
مولانا محمد محبوب اشرفی کاپوری ۱۰: حضرت مولانا سید حسین صاحب۔

مندرجہ ذیل علماء کرام کے جواب سے ہم محروم رہے۔

- ۱: حضرت مولانا عبدالصطفی اعظمی صاحب ۲: حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ اعظمی ۳: حضرت مولانا محمد شفیع صاحب
اعظمی ۴: حضرت مولانا تحسین خاں صاحب ۵: حضرت مولانا نواز الدین نظامی بریلوی ۶: حضرت مولانا سخاوت
علی بستی ۷: حضرت مولانا عبداللہ عزیز گوندی ۸: حضرت مولانا افتخار احمد اعظمی ۹: حضرت مولانا غلام ربانی
فائق اعظمی ۱۰: حضرت مولانا بدر الدین قادری ۱۱: حضرت مولانا محمد احمد بھیروی ۱۲: حضرت مولانا عاشق الرحمن
صاحب الہ آبادی ۱۳: حضرت مولانا مفتی مقبول حسین صاحب الہ آبادی ۱۴: حضرت مولانا محمود احمد کاپوری
۱۵: حضرت مولانا محمد احمد اشرفی کاپوری ۱۶: حضرت مولانا سید کلیم اشرف جاسی۔

جن حضرات نے مضامین یا پیغامات سے لٹاڑا۔ ان کا تذکرہ زینت نمبر ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ علماء کرام
اگر دل پرے لیں تو کیا نہیں ہو سکتا۔ مجھے دل کی گہرائیوں سے اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ علماء کی جماعت میں ایک
سے ایک نادر روزگار صاحب فکر و فن اور قلم کے بادشاہ موجود ہیں جن کی تحریریں اپنی مثال آپ ہیں۔ لیکن...
..... نہ جانے کب وہ ساعت آئے گی جب ہمارے علماء "تن آسانی" کی دادیوں سے باہر آئیں گے، اور موجودہ دور

بات ہے ایک سال کی!

جب ۹ مارچ ۱۹۴۷ء کو بمبئی میں آل انڈیا سنی لیگ کی "مجدد اعظم کانفرنس" میں "مرکزی مجلس رضا" کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ آزادی ہند کے بعد غالباً یہ پہلی سنی کانفرنس ہے جس نے صرف ایک تجویز پاس کی اور مسلسل ۳۶۵ دنوں تک تجویز کی روشنی میں کام کرتی رہی، سنی لیگ اگر اپنی تجویز کو عملی روپ نہ دیتی تو ہم اس کا بھی کیا سکتے تھے، آجکل تجاویزیں پاس کر کے روڈی کی ٹوکری میں پھینک دینا فیشن بن چکا ہے، سنی لیگ بھی تو اسی ماحول کی پیداوار ہے۔ جتنے ضروری امور ہیں۔ اسے بھی انجام دے دینا چاہئے تھا، مثلاً کانفرنس کرنا ضروری، کانفرنس کا انعقاد ہوا، تجویزیں پاس کرنا ضروری، تجویز بھی پاس ہو گئی، پاس شدہ تجویز کو طاق^{نشان} کے سپرد کرنا ضروری؟ یہی ضروری کام نہ ہو سکا؟ سارے ضروری کام انجام دیکر سنی لیگ نے آخری کام نہ کر کے دیگر تنظیموں کی موجودہ روش سے اپنے کو علیحدہ کر لیا۔ اس کی یہ علیحدگی لائق مذمت ہے یا قابل تحسین اس کا فیصلہ تاریخ کریں۔ لیکن میں اس بولتی حقیقت کو کیسے چھپا سکتا ہوں جو ایک کلوزڈن کے ساتھ بٹکل اماہر احمد رضا خاں آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ آپ کا بیدار ضمیر یہ بولنے پر مجبور ہو گا کہ ایسی کانفرنس ہر ماہ منعقد

کی جائے تو ہم اس کی حوصلہ افزائی کریں گے، کوئی بھی تنظیم ہو اسکے کچھ رہنا اصول ہوتے ہیں، اصولوں پر چلنا جہاں اس تنظیم کو رشہ حیات سے فلک کے رہتا ہے وہیں اصولوں سے صرف نظری پیغام موت لایا کرتی ہے، اور ہاں جو تنظیم "کام" کو عزیز رکھتی ہے، اسے ابر و منذر نہ مقام ملتا ہے۔ "کام" کسی تنظیم کے لئے "دو آتش" کی حیثیت رکھتا ہے، یہ کہنا بیجا نہ ہو گا کہ سنی لیگ نے صحتمند قیادت کے لئے "دو آتش" حاصل کر لیا ہے، قوم کا سنجیدہ طبقہ اس وقت تک سنی لیگ کے ساتھ رہے گا۔ جب تک سنی لیگ علی سرگرمیوں سے دلچسپی لے گی جس دن بے حس اور مرڈونی کی کیفیت نے آگیا، سنی لیگ بھی دوسری جماعتوں کی قطار میں نظر آئے گی۔

شیخ الاسلام کی غیر معمولی دلچسپی!

ادارۃ المیزان ابراہیم آل انڈیا سنی لیگ کی ایک سالہ بھاگ دوڑ اور تنگ دود نے ہمیں کام کرنے کا آہنی شعور بخش ہے، کیونکہ آج ہم جس تاناک منزل میں نظر آ رہے ہیں۔ یہاں آنے تک محبت و نفرت، شفقت و عداوت، تساہل و سرگرمی، فرض نامتھاسی و فرض شناسی حسن ظن و بدگمانی، بغض و الفت، فراخ دل و حوصلہ شکنی، اعلیٰ ظرفی و تنگ نظری، قرار دے جینی، خوشگوار اور ناخوشگوار حالات سے ہمیں گذرنا پڑا۔

یہ حالات کچھ تو ہمارے اور کچھ بے گانوں کے پیدا کردہ ہیں، جی چاہتا ہے اس روشن حقیقت کے اظہار کا کہ امام احمد رضا نمبر کو تاریخ ساز نمبر بنانے میں اگر سب سے زیادہ کسی دینی رہنما نے دلچسپی دکھائی ہو تو وہ ہیں شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں (جانشین حضور محدث اعظم ہند) انہیں کی متعینہ راہ پر امام احمد رضا نمبر کا کام شروع کیا گیا ان کا بے لوث تعاون ہر سر قدم پر ملتا رہا۔ ملک کے طول و عرض کا دورہ کرتے ہوئے بھی شیخ الاسلام ہماری کارکردگیوں سے مطلع ہوتے رہے۔ تاکید خطوط، ضروری مشورے اور اہم ہدایتوں کا تانا بندا رہا۔ شیخ الاسلام کی غیر معمولی دلچسپی ایک مکتوب کے اقتباس سے واضح ہے۔

”امام احمد رضا نمبر کو ایک تاریخی اور مثالی نمبر بنانے کے لئے جس

قدر جدوجہد کی ضرورت ہے اس سے دریغ نہ کیا جائے اپنے عہد کے

ایک عظیم امام اور عبقری شخصیت کی بارگاہ میں عقیدت و محبت کا

ارمغانِ خلوص پیش کرنا صرف اس کی عظیم اسلامی خدمات کا اعتراف

ہی نہیں ہے بلکہ اس میں دینی اور ملی خدمت بھی ہے۔“

شیخ الاسلام نے اہم ہدایتوں اور اعانتوں سے جس طرح قوت عطا فرمائی ہے۔ اُسے المیزان کے روشن مستقبل کی ضمانت سمجھنا چاہیے۔ سچ جانئے شیخ الاسلام کی کھلی حمایت اور بھرپور اعانت ہمیں حاصل نہ ہوتی تو وعدہ

کے شامیانے تلے ہیں میٹھی نیند آجاتی اور حرارتِ عمل ناامیدی کے سرد خانے کی زینت بن جاتی: خدا بھلا کرے شیخ الاسلام کا جنہوں نے المیزان اور سنی لیگ دونوں کے منصوبوں کو نئی اسپرٹ عطا کی۔

شکر یہ کیوں ادا کروں؟

کوئی بھی کام ہو چاہے سماجی یا سیاسی، قومی یا مذہبی شکر یہ ادا کرنا ایک رسم سی بن گئی ہے، اور یہ ایسی رسم ہے جس کی ادائیگی ہر رسم کے بعد ہی انجام پذیر ہوتی ہے، آج کل پرانی رسموں سے گلو خلاصی کی ہوا چل رہی ہے، میں بھی متاثر ہوا چاہتا تھا کہ اچانک حدیث پاک کے ان الفاظ نے مجھے سنبھالا۔

”جس نے لوگوں کا شکر یہ ادا نہ کیا اس نے خدا

کا شکر ادا نہ کیا۔“

شکر الہی کہ ناشکرا جتنے سے بال بال بچ گیا، رسم شکر یہ کی ادائیگی سے عہدہ برآ ہونا اپنے لئے ضروری سمجھنے والے سب سے پہلے محبِ گرامی عالی جناب محمد حسین انصاری کو امتنان و شکر کا گلدستہ پیش کرتا ہوں، جن کے سینے میں چھپے مجاہد نے ہر لمحہ ہمارا ساتھ دیا۔ بی بی ”المیزان“ کا قدم جانے میں انصاری صاحب کی رضا کارانہ خدمت کبھی بھلائی نہیں جاسکتی۔

ان کا زندگی کا یہ کوئی نیا کام نہیں ہے، ۵۰ سالہ فعال زندگی قومی، سیاسی اور مذہبی امور کی انجام دہی سے بھری پڑی ہے، ناموری اور شہرت پسندی سے گھبرانے کا یہی نتیجہ ہے کہ آج سنی دنیا اس حقیقت سے نا آشنا ہے کہ یسین انصاری صاحب آل انڈیا سنی جمعیتہ العلماء کے بانیوں میں سے ہیں، بزرگ رہنما الحاج نصرت اللہ عباسی سنی جمعیتہ کے بانی اور انصاری صاحب اس کے پہلے سید اور پھر لوگ ساتھ ہوتے گئے اور کارواں بنتا گیا۔

دارالعلوم دیوان شاہ آل انڈیا سنی جمعیتہ، آل انڈیا سنی لیگ، امام احمد رضا بنیں اور اہل حدیث رضا کانفرنس میں محترم یسین کا خون جگر شامل ہے، خدائے تعالیٰ انصاری صاحب کو صحت و سلامتی کے ساتھ رکھے۔ اراکین سنی لیگ، سنی لیگ کی مجلس رضا، امام احمد رضا کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کا شکریہ جن الفاظ میں بھی ادا کروں کم ہے، مضامین کی فراہمی میں گرامی قدر محترم سید امین اشرف ایم اے علیگ، مکرمی ڈاکٹر محمد اسد، غازی ملت حضرت ہاشمی میاں حضرت العلامة سید الزماں حمدی، محب گرامی محب الحق رضوی (علیگ)، عزیز طاری سعید علی (دکنو)، محب محترم مولانا محمد احمد مصباحی نے جس مگن سے کام کیا ہے اسے نظر انداز کرنا حکمِ شکر کی صریح خلاف ورزی ہوگی۔ ملک کے موقر اخبار "روزنامہ اردو ٹائمز" کے اسٹاف خصوصاً محترمی منظور احمد مالک اردو ٹائمز نے پرنٹنگ اور نیا

بائڈنگ در کس کے مالک محمد الیاس صاحب نے بائڈنگ میں اپنا مکمل خلوص پیش کیا، اس خلوص کا بھرپور فائدہ محترم عبدالرزاق منشی اختر اشرفی کی قیادت میں ہم نے حاصل کیا۔

اشتہارات کو جمع کرنے میں، جناب محمد ابراہیم حاجی عبدالغفار مسین، جناب شفیع اللہ خاں غازی پوری، صاحبزادہ صوفی سید جاگیر اشرف، جناب عبدالقدیر چودھری جلیپوری، میسرز اے سی اینڈ برادرز پٹنہ، عزیز عارف اور جلال میاں، محترمی منیر اشرفی، قاری جنید عالم اشرفی، الحاج جسیم سٹار، محبی سرور زفقہ، ایڈوکیٹ حیدر پٹھان، عزیز عبد القیوم عطردالا، محترم یوسف قریشی اشرفی، مکرم نثار احمد نثار، جناب یوسف منہار محبی محمد ابراہیم علی، محب گرامی محمد یوسف تاثیر اور عزیز محترم مصطفیٰ علی خاں ہتھاب انخاری نے جس محنت و لگن کا مظاہرہ کیا ہے، اس کا نتیجہ ہمارے مطالعہ کے بعد ہی نکالا جاسکتا ہے۔

قوم کا تب کی ہر بانیوں سے جن کا پالا پڑا ہے، انہیں کچھ جانے کی ضرورت نہیں ہے، ایک مجلس میں کسی نے کہا تھا کہ اگر کسی کو سزا دینا ہو تو کتاب بنا دیا جائے، اس پر کسی نے جستہ جواب دیا کہ کسی کو عبرتناک سزا دینا ہو تو کتاب کے پاس پہنچا دیا جائے، لیکن کیا آپ یقین کریں گے کہ میزان کے کتابوں نے ہماری راہ میں خلوص و محبت کے پھول برسائے ہیں، اتنا ضخیم نبر اور اس قدر مہین کتابت وہ بھی انتہائی خوبصورت اور ایک جیسی پھر بھی دقت سے پہلے ہمارے

سپر دکر دینا کسی کے لئے حیرت ناک ہو سکتی ہے لیکن میرے سامنے حقیقی روپ دھارنے کے ہوئے ہیں۔ دل سے دعا
نکل رہی ہے کہ امام احمد رضا انہیں کاتبوں کے چہروں کو روشن کرے اور کتابت کے تعلق سے ان کی آبرو
میں چار چاند لگائے، آمین

مارہرہ، بریلی، کچھوچھا، جلیپور، علی گڑھ، کلان، بھٹاری اور بی غلطی کے ان تمام محسنین کا بھی ممنون ہوں جنہوں
نے انتہائی خاموشی کے ساتھ المیزان نوازی کا ثبوت دیا ہے۔

خاندانہ برکاتیہ کا تعاون

احسن العلماء حضرت علامہ شاہ سید حسن میاں صاحب زریب سجادہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کا بصیرت
شکر گزار ہوں کہ انہوں نے بنائے وہ شاہکار عطا فرمائے جسے خاندانہ برکاتیہ تقریباً ایک صدی سے لگے
لگائے ہوئے ہیں، امام احمد رضا کی عربی تحریر کا عکس، اس مقدس تخت کا نوٹ جس پر خاتم الکا بر نے
امام احمد رضا کو شرف بیعت سے مشرف فرمایا تھا اور دیگر ضروری عکسی تصاویر سال فرما کر ہمارے
حوصلے کو پذیرائی بخشی۔ حضور سید العلماء حضرت علامہ سید آل مصطفیٰ علیہ الرحمہ کے صاحبزادے اور جانشین
مخدوم زادہ حضرت حسنین میاں صاحب مارہرہ نے بھی منبر میں شامل ہو کر ہمارا تعاون فرمایا۔ حضرت حسن علی

کے صاحبزادوں اعزیزان گرامی اشرف میاں اور امین میاں نے بھی مضامین کے ذریعہ ہمیں حوصلگی دی۔

امام احمد رضا انہیں کیلئے ضروری مواد کی حصولیابی کے لئے جب راقم الحروف اور مستم بسین انصاری کو
بریلی جانا ہوا تو وہاں حضرت علامہ ریحان رضا صاحب زید عنایتی نے ایک بزرگ رہنما حضرت سید فاروق احمد کو
ہمارے سپرد کیا تاکہ آباد و اجداد تمام خاندانی حالات سے آگہی حاصل کی جاسکے انہوں نے مسلسل ۸ گھنٹے بریلی کے اہم
مقامات کی سیر کرائی اور خاندانہ رضویہ کے تاریخی حالات و واقعات سے ہمیں آگہی دی اور ہر قدم پر ہماری رہنمائی کی،
محترم سید فاروق خاندان برکاتیہ کے متعلقین میں سے تھے، اور حضور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ والرضوان سے شرف
بیعت حاصل تھی، سید صاحب موصوف نے مجھے چند نایاب تحفے بھی دئے، جس کی حفاظت وہ برسہا برس سے کرتے
چلے آ رہے تھے، سید فاروق صاحب پوسٹ گریجویٹ اور بریلی یونیورسٹی کے ریٹائرڈ پرنسپل تھے، افسوس
صد افسوس! محترم سید صاحب نے ۲۰ فروری ۱۹۷۷ء کو اچانک راہِ بقا کو کوچ کیا، خدائے تعالیٰ ان کی مغفرت
فرمائے، آمین

جب ہم بریلی پہنچے!

بریلی شریف میں جن حضرات نے تعاون فرمایا ان کے ذکر کیا تھا ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ شہزادہ امام

احمد رضا سرکار مفتی اعظم ہند بادیہ و شہر ملاقات سے نوازا، ہم نے ان کی خدمت میں آل انڈیا سنی لیگ کے منصوبوں کو پیش کیا، حوصلہ افزائی کے لئے اپنے لٹر پیڈ پر پیغام مبارک بادی اور دعائیہ کلمات تحریر کرا کے اپنا دستخط ثبت فرمایا، اور پھر آخر میں سنی لیگ کی ترقی و بقا اور المیزان کے فروغ و اشاعت کے لئے تین بار ہاتھ اٹھا کر دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔ پانہارا! سرکار مفتی اعظم ہند کے سایہ عاطفت کو سنیت کے لئے تادیر قائم رکھ آمین۔ خیرہ زادگان اماہر احمد رضا حضرت علامہ ریحان رضا خاں رحمانی میا ایم ایل سی، حضرت العلام اختر رضا خاں ازہری، صاحبزادہ حضرت قمر رضا خاں ایم اے علیگ نے بھی ہمارے حوصلے کو بڑھا دیا، رضوی خاندان سادات کے احترام و اکرام میں اپنی مثال آپ ہے۔ ان حضرات نے بھی سادات نوازی کا سکل ثبوت دیا، مولیٰ تعالیٰ ان شہزادوں کو اپنے خاندانی بزرگوں کی روش پر ہمیشہ چلاتا رہے۔ آمین!

اماہر احمد رضا کی تحریروں کا عکس لینے میں حضرت ساجد علی خان نے بھی ہماری معاونت کی۔ ان کی ہدایت پر محب گراہی مولانا محمد اعظم صاحب نے جس دلچسپی کا ثبوت دیا، ہم اسے فراموش نہ کر سکیں گے۔ اماہر احمد رضا نے کتب احادیث و فقہ وغیرہ پر جو حاشیہ لکھا ہے، اس کی نشاندہی کرنے، اور اس کے نوٹ لینے میں مولانا اعظم نے کافی وقت صرف کیا، اور تندرست سے یہ کام انجام دیا۔ بریلی شہر کا گشت لگا کر تعدادیر انارک میں شاہین اسٹوڈیو کی خدمات بھی نہ بھولنے کے قابل ہیں۔ اسٹوڈیو کے جواں سال مالک جناب شکیل انصاری

نے نوٹو گرافی کی اچھی مثال تمام کی۔ تجارتی انداز فکر سے الگ ہو کر انہوں نے ہمارے ساتھ تعاون کیا۔ کیوں کریں ہم ان کا بھی شکریہ ادا کریں۔

مذکورہ بالا حضرات کے لئے افہار تشکر کسی رسم کی تکمیل کے طور پر ہرگز نہ سمجھا جائے، حق تو یہ ہے اگر یہ تمام حضرات ہوش و جوش کے حسین امتزاج کے ساتھ مدد فرماتے تو، اماہر احمد رضا نہیں "موجودہ شکل و صورت کے ساتھ پیش کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہو جاتا۔"

بکھرے ذروں کو اجتماعیت

سنی لیگ کی مرکزی مجلس رضا امداد ادارہ المیزان کی یک سالہ محنت و کاوش اماہر احمد رضا خاں کی شکل میں آپ کے ہاتھوں میں ہے، ایک سال قبل آل انڈیا سنی لیگ نے ایک جوت جلائی تھی جس کی تیزو نے بکھرے ذروں کو اجتماعیت دی، کام کا شعور دیا، آگے بڑھنے کا ڈھنگ سکھایا، جس کی نشاندہی مجدد اعظم کا نفر منعقدہ ۹ مارچ ۱۹۷۷ء میں جس کی صدارت جواں سال خطیب مجاہد سنیت حضرت مولانا عبید اللہ خاں اعظمی رضوی سکریٹری آل انڈیا سنی لیگ کر رہے تھے، صدر نشین آل انڈیا سنی لیگ غازی ملت حضرت مولانا سید

ہاشمی میاں شہزادہ حضور محدث اعظم ہند نے ان الفاظ میں کی تھی، ہمارے لئے یہ بات بہت ضروری ہے کہ

۱۔ ہم مجدد اعظم کے حالات زندگی معلوم کریں۔

۲۔ ان کے مجاہدانہ طرز حیات سے استفادہ کریں۔

۳۔ ان کی مقدس فکر و نظر سے ایمان کی شمعیں جلا لیں۔

۴۔ ان کے حالات و کوائف کو جان کر ہم نہ صرف یہ کہ ایک تاریخی تقاضہ

پورا کریں بلکہ اپنی نلاح و نجات کے تمام ممکنہ وسائل بھی ہیا کریں۔

(ماخوذ امام احمد رضا ایک نظر میں) مجدد اعظم کا نقشہ

ندامت کے آنسو!

بیجے امیر احمد رضا جیسی عبقری اسلام شخصیت کے حضور ہمارا یہ پہلا نذرانہ عقیدت ہے، کون ہے

جو اپنے اس کارنامے پر فخر نہیں کرے گا۔ سرور و انبساط میں ست ہیں ہوگا، خوشی و مسرت کے شادیاں نہیں کج

کا۔ سرادیا کر کے نہیں چلے گا، لیکن خدا گواہ ہے، ہماری آنکھوں میں ندامت کے آنسو ہیں، ہم نے اپنے امام کی بارگاہ

میں جو کچھ بھی بد یہ کیا ہے اس کی حیثیت شیخ الاسلام کے ان الفاظ سے زیادہ نہیں کہ

”ایران کا یہ تاریخی اور تحقیقی نذرانہ امیر احمد رضا پر احسان نہیں ہے بلکہ ہم

پر عائد ملی اور دینی فریضہ کی ادائیگی کا ایک حقیر سا حصہ ہے“

امیر احمد رضا نے ملت اسلامیہ کی حفاظت و صیانت کے لئے جو کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں، ان کے ش

یہ بزرگ حیرت و تحفہ ہے، خراج عقیدت کی ایک ہلکی سی جھلک ہے، ایسے نازک وقت جبکہ ایک طرف کاغذ کی ہوشیاری

طباعت و کتابت کے مشکل ترین مراحل وہ سری طرف مادی وسائل کی کمیابی، پھر بھی اسے فیض رضا کا منظر کے لئے کراہیدیم

کے ماحول سے گزر کر اطمینان بخش منزل میں پہنچ ہی گئے۔ امیر احمد رضا کو اب صرف دینی مدارس اور مذہبی جلسوں

تک محدود نہیں رکھا جاسکے گا۔ اب کوئی بھی امیر احمد رضا کو یونیورسٹیوں اور کالجوں میں جانے سے روک نہیں سکتا۔

انشاء اللہ تعالیٰ اب ریسرچ کی راہیں داہو کر رہیں گی۔

امیر احمد رضا خاں ایک گلدستے کی شکل میں پیش خدمت ہے، اس گلدستے کو سجانے اور

سنوارنے میں ہم کہاں تک کامیاب رہے، اس کا فیصلہ تاریخ ہی کر سکتے ہیں، ہر میں مختلف

حضرات کے رشحات قلم شامل ہیں، کوئی ضروری نہیں ہے کہ آپ ان سے اتفاق رکھیں، اختلاف کا جہوری حق آپ کو حاصل ہے

سجیدہ تنقید کو الزام میں جگہ دیکر ہم صحافتی دیانتداری کا ثبوت دینگے، اس بزرگ تمام خوبیاں مرکز مجلس رضا اور حسن تدوین

کے تمام خاص محب محترم مولانا محمد احمد مصباحی مبارکپوری کو بخشا ہوں، جو خامیاں کمزوریاں اور کوتاہیاں نظر آئیں انہیں میں

اپنے سر لینے کو تیار ہوں۔

آپ کا: حبیب الرحمن

ایک نظر میں

ولادت (بریلی میں)	۱۴ جون ۱۸۵۶ء	۱۰ شوال المکرم ۱۲۶۲ھ
ختم ناظرہ قرآن	۱۸۶۰ء	۱۲۶۴ھ
پہلا خطاب	۱۸۶۲ء	ربیع الاول ۱۲۶۸ھ
پہلی تصنیف شرح ہدایۃ النحو	۱۸۶۳ء	۱۲۸۰ھ
مسلم الثبوت پر حاشیہ	۱۸۶۶ء	۱۲۸۲ھ
دستار فضیلت	۱۸۶۹ء	۱۲۸۴ھ
مسند افتاء کی ذمہ داری	۱۸۶۹ء	۴ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ
ازدواجی زندگی کا آغاز	۱۸۷۳ء	۱۲۹۱ھ
پہلے صاحبزادے کی ولادت (حجۃ الاسلام)	۱۸۷۵ء	ربیع الاول ۱۲۹۲ھ
شرف بیعت	۱۸۷۷ء	جمادی الاول ۱۲۹۴ھ
پہلا حج	۱۸۷۸ء	۱۲۹۶ھ
ضیاء الدین احمد کالقب (مکہ معظمہ میں)	۱۸۷۸ء	۱۲۹۶ھ
نزول فرنگی محل (لکھنؤ)	۱۸۹۱ء	۱۳۰۹ھ
دوسرے صاحبزادے کی ولادت (مفتی اعظم ہند)	۱۸۹۲ء	۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ

۱۳۱۱ھ	۱۸۹۳ء	جلسہ تاسیس ندوہ میں شرکت
۱۳۱۵ھ	۱۸۹۷ء	تحریک ندوہ سے علیحدگی
۱۳۲۰ھ	۱۹۰۲ء	المعتد المستند کی تصنیف
۱۳۲۲ھ	۱۹۰۴ء	فتویٰ رضویہ
۱۳۲۲ھ	۱۹۰۴ء	دارالعلوم منظر اسلام کی بناء
۱۳۲۳ھ ذی القعدہ	۱۹۰۵ء	دوسرا ج
۱۳۲۴ھ صفر المظفر	۱۹۰۶ء	تصنیف الدولۃ المکیہ (مکہ معظمہ میں)
۱۳۲۴ھ	۱۹۰۶ء	حسام الحرمین
ربیع الاول ۱۳۲۴ھ	۱۹۰۶ء	نزول بمبئی (واپسی حج پر)
ربیع الآخر ۱۳۲۴ھ	۱۹۰۶ء	نزول احمد آباد
۱۳۲۵ھ	۱۹۰۷ء	پوتے کی ولادت (مفسر اعظم ہند)
۱۳۳۰ھ	۱۹۱۱ء	ترجمہ قرآن کنز الایمان
جمادی الآخر ۱۳۳۷ھ	۱۹۱۸ء	نزول جلیپور
رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ	جون ۱۹۲۱ء	قیام کوہ بھوالی (بینی نال)
۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ	نومبر ۱۹۲۱ء	وصال

نوٹ: واضح رہے کہ امام احمد رضا کی عمر باعتبار سن عیسوی ۶۵ سال اور باعتبار سن ہجری ۶۸ سال ہوتی ہے۔ (ایڈیٹر)

امام احمد رضا کا شجرہ نسب ایکے نظر میں

ذیل میں امام احمد رضا کا شجرہ نسب پیش کیا جا رہا ہے جس کی ابتداء حضرت سعید اللہ خان صاحب سے کی جا رہی ہے۔ جو عالیجاہ شجاعت جنگ بہادر کے لقب سے مشہور تھے اور قندھار سے سلطان شاہ محمد شاہ کے ہمراہ ہندوستان آئے، اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کی وجہ سے حکومت وقت نے انہیں سیش ہزار کے منصب جلیلہ سے سرفراز کیا تھا، لاہور کا "سیش محل" انہیں کا تھا، حضرت سعید اللہ کے صاحبزادے حضرت سعادت یار خاں، سلطان وقت کی حکومت کے "وزیر مالیات" تھے، ان کی امانتداری اور دیانتداری کا یہ عالم تھا کہ سلطان محمد شاہ نے ضلع بدایوں کے کئی مواضع انہیں عطا کئے جو آج بھی اس خاندان کے حصے میں ہیں۔ ان کے صاحبزادے حضرت محمد اعظم خاں صاحب بھی وزارت اعلیٰ کے عہدے پر فائز تھے۔ مگر کچھ برسوں کے بعد سلطنت کی ذمہ داریوں سے سبکدوشی حاصل کی، اور زہد و افتاد ریاضت و روحانیت کی جانب مکمل طور پر مائل ہو گئے، حضرت محمد اعظم ہی کی ذات والا تبار سے قندھار کے دس خاندانوں میں علم و فضل، دردد و وظائف زہد و تقویٰ کا بول بالا شروع ہوا۔ ان سے حضرت حافظ کاظم علی خاں تولد ہوئے، ان سے امام العلماء حضرت رضا علی خاں، ان سے رئیس الاتقیاء حضرت نقی علی خاں صاحب، حضرت نقی علی خاں سے مجدد مائتہ حاضر امام احمد رضا تولد ہوئے، مذکورہ ذیل شجرہ کے لئے "حیات العلماء حضرت"، مولفہ ملک العلماء حضرت علامہ طفر الدین بہاری علیہ الرحمہ سے مدد لی گئی ہے، آخر میں جو اضافہ کیا گیا ہے اسے ہم نے بریلی شریف جا کر حضرت علامہ ریحان رضا خاں صاحب کی مدد سے حاصل کیا ہے، جس کے بموجب "خاندان رضویہ" کے اولاد ذکر کا کوئی ایسا بچہ نہیں رہ گیا ہے جسے شامل شجرہ نہ کر لیا گیا ہو۔

(زاید پڑھیں)

سعید اللہ خان (شجاعت جنگ بہادر)

سعادت یار خان (وزیر مالیات)

محمد مکرم خان

محمد اعظم خان

محمد معظم خان

حافظ کاظم علی خان

چار صاحبزادیاں

جعفر علی خان

حکیم نقی علی خان

امام العلماء رضا علی خان

تین صاحبزادیاں

تین صاحبزادیاں

رئیس الاتقیاء نقی علی خان

دو صاحبزادیاں

حسن رضا خان

امام احمد رضا

محمد رضا خان

حسین رضا خان

حسین رضا خان

ایک صاحبزادی
(الہیہ حضور مفتی اعظم ہند)

دو صاحبزادیاں

حبیب رضا خان

تختین رضا خان

سبطین رضا خان

امام احمد رضا

مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان

حجتہ الاسلام حامد رضا خان

پانچ صاحبزادیاں

القار رضا خان
دو سال کی عمر میں انتقال ہو گیا

چھ صاحبزادیاں

چار صاحبزادیاں

ابراہیم رضا خان عرف جمیلانی میاں

حماد رضا خان عرف لغمانی میاں
(جن کا خاندان پاکستان میں ہے)

یزدانی میاں

رضوانی میاں

نورانی میاں

تین صاحبزادیاں

ریحان رضا خان

تنویر رضا خان
(مفقود البحر)

اختر رضا خان

قمر رضا خان

منان رضا خان

تین صاحبزادیاں

اسجد رضا خان

فیضان رضا خان

عثمان رضا خان

توقیر رضا خان

توصیف رضا خان

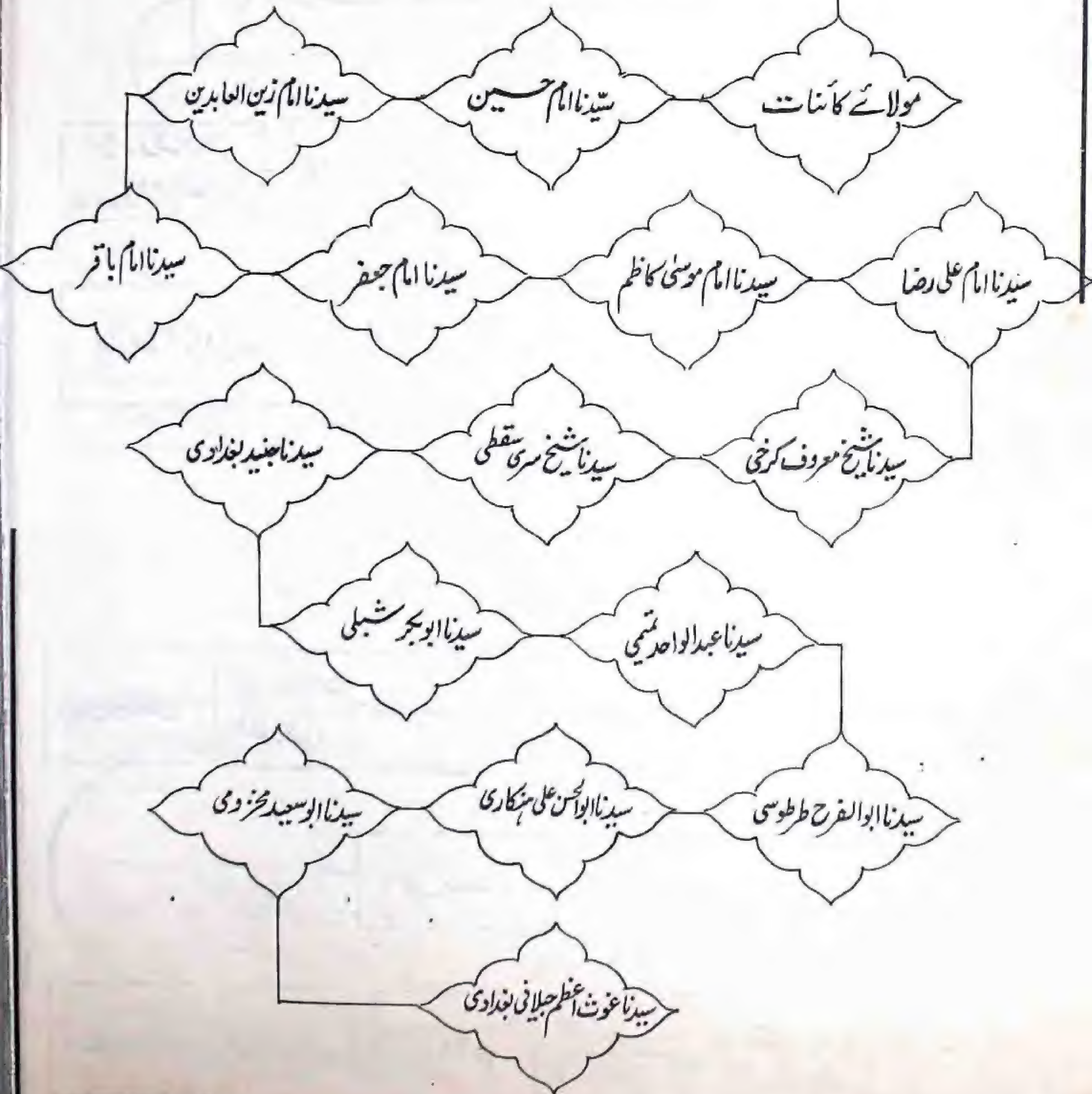
تسلیم رضا خان

دو صاحبزادیاں

برکات تہ رضویہ

شجرہ عالیہ قادریہ

سور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم



سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا عبدالرزاق

سیدنا سید علی

سیدنا سید موسیٰ

سیدنا سید حسن

سیدنا سید احمد جیلانی

سیدنا بہا الدین

سیدنا قاضی ضیاء الدین

سیدنا محمد بھکاری بادشاہ

سیدنا ابراہیم ابرجی

سیدنا شیخ جمال الاولیاء

سیدنا سید محمد

سیدنا سید احمد

سیدنا افضل اللہ

سیدنا شاہ حمزہ

سیدنا شاہ آل محمد

سیدنا شاہ برکت اللہ

سیدنا شاہ آل احمد پیر مہیاں

سیدنا شاہ آل رسول

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

مجدد اعظم امام احمد رضا

فلو اٹھٹ شجرہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف جسے امام احمد رضا نے اپنے مرشد کی فرمائش پر
بھیغہ درود شریف قلم برداشتہ تحریر فرمایا

فقیر برکاتی: مصطفیٰ جید حسن برکاتی سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ مارہرہ (ایٹھ)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَالصُّطْفَى رَافِعِ الْمَكَانِ وَالْمُرْتَضَى
عَلَى الشَّانِ وَالَّذِي رُجِّلَ مِنْ أَمْتِهِ
خَيْرٌ مِنْ رِجَالِ مَنْ السَّالِفِينَ وَحَسْبُكَ
مِنْ مَرَاتِهِ أَحْسَنُ مِنْ كَذَا وَكَذَا أَحْسَنُ مَرَّ
السَّابِقِينَ هُوَ السَّيِّدُ السَّجَّادُ زَيْنُ الْعَابِدِينَ
بِأَقْرَبِ عِلْمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ هُوَ سَاقِي
الْكُؤُوشِ مَالِكُ تَسْنِيمٍ وَجَعْفَرُ الْوَدَّيْنِ
يَطْلُبُ مُوسَى الْكَلِيمِ ضَارِبُ
بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ هُوَ يَذْهَبُ إِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلَ
يَطْلُبُ مَعْرُوفَ جُودٍ هُوَ إِلَهُ

عبدالمجید
عبدالمجید

السَّريُّ السَّارِي سِرَّةً فِي ذَرَاتِ الْكَوَاكِبِ
 الْغَالِبُ جَنِيْدٌ مِّنْ جُنُودِ عَلَاجِشِ
 الْجَوْرِ وَالْعُدُوَانِ أَصْلُ الْمُرَادِ مِنْ عَالَمِ
 الْإِتِّجَادِ الَّذِي لَهُ أَنْ يَقُولَ لِأَدَمَ وَمَنْ
 دُونَهُ نَجَلِيٌّ وَلِكُلِّ أَسَدٍ مِّنْ أَسَدِ اللَّهِ
 شِبْلِيٌّ الْآخِذُ الْمَلْجِدُ عَبْدُ الْوَلِجِ
 أَخُو الْأَخْرَانِ فِي عَشِيقَةِ أَبَوِ الْفَرَحِ
 مِنْ لُطْفِهِ وَرَفِيقِهِ الْإِيْمَانُ حَسَنٌ
 وَهُوَ أَبُو الْحَسَنِ أَذِمَّنْهُ نَشْأَوِيهِ
 ظَهَرَ بِهِ وَالْمَوْءُودُ مِنْ سَعِيدٍ وَهُوَ أَبُو سَعِيدٍ
 إِذْ هُوَ الَّذِي رَسَمِيٌّ وَمَدَاهُ فَبَرِّهِ وَافِرُ
 الْأَيْدِي تَهْمُ الْيَدَيْنِ عَبْدُ الْقَادِرِ

السري سوار
 الغالب
 الجور والعدوان
 الإتياد
 دونه
 شبل
 الأخذ
 المجد
 الولج
 الأخوان
 العشق
 أبو الفرح
 من لطفه
 رفيقه
 الإيمان
 الحسن
 هو
 أبو الحسن
 أذمنه
 نشأويه
 ظهر
 به
 الموءود
 من سعيد
 هو
 أبو سعيد
 الذي
 رسم
 مداه
 فبره
 وافر
 الأيدي
 تهمة
 اليدين
 عبد القادر

غوث الثقلين عبد الرزاق
 قاسم الأرزاق أبو وصاح
 المؤمنين نصر الإسلام محي الدين
 علي المرتضى والمدايح مؤتمني
 طور المعارج حسن الخلق أحمد
 الخلق بها والدين الكریم سنا
 شريعة ابراهيم الأبي القاسم
 نظام دين الباري العرب والفرس
 والهند كلهم له سائل وكذا وجه كاري
 ضياء الأنبياء جمال الأولياء محمد
 الذات أحمد الصفات فضل الله
 وبركة الله وعلى آل محمد الأمان

حسين

الْعَارِفِينَ نَصَّ الشَّرْعَ الْمُطَهَّرَ وَرَفَزَ ۝

الضَّاعِمِ الْمُتَحَلِّينَ شِدَّةَ الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ ۝

الْحَمْدُ لِلَّهِ الْمَوْلَى الْعَظِيمِ الْكَرِيمِ ۝

إِلَّا لِلرَّسُولِ الرَّؤُوفِ الرَّحِيمِ ۝ اللَّهُمَّ وَ

عَلَى أَصْحَابِهِ الْعِطَامِ ۝ وَشَايِخِنَا الْكِرَامِ ۝

وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝

مَا رَهْرَهَ أَقْبَارِ الْيَقِينِ ۝ فِي مَهْمِهِ صَدْرُ

الْعَارِفِينَ ۝ آمِينَ آمِينَ ۝ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ۝

(اللَّهُمَّ) وَمَنْ أَنْشَأَ هَذِهِ الصِّيْفَةَ الْمُبَارَكَةَ

فَاغْفِرْ لَهُ يَا عَظِيمُ ۝ وَأَرْضِ عَنْهُ حَبِيبُكَ

أَحْمَدُ رَضَا الْمَوْلَى الْعَفْوُ الْكَرِيمُ آمِينَ ۝

كتبه الفقير احمد رضا القادري غفر له في ليلة المظفر ۱۱ محرم يوم الجمعة ۱۳۶۲

كل من يقرأ هذا الدعاء في كل يوم ينجو من النار

بإذن الله تعالى

صحرائے راجستھان میں
امام احمد رضا

کا علمبردار

پتہ حیات
قائم شدہ: ۱۳۳۳ھ

بانی: شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق علیہ الرحمہ

محمار:-

حضرت علامہ اشفاق حسین نعیمی
مفتی اعظم راجستھان

اساتذہ ۲۳۴ طلبا ۱۰۰۰

کورس ۱۰ سالہ - پرائیویٹ ۸

سالانہ خرچ تقریباً پونے دو لاکھ

اسحاقیہ سکندری اسکول

ہم سے رابطہ قائم کیجئے

دارالعلوم اسحاقیہ

خزادان - جودھپور (راجستھان)

(اشتہار)



امام احمد رضا

کے کہانی تصویروں
کے زبانی

(۱)

◀ محلہ جسولے میں

امام احمد رضا

کی جائے پیدائش جو اس وقت
بریلی کے ایڈوکیٹ ازد حسین
کی ملکیت میں ہے۔



(۲)

محلہ سوداگران
بریلی کا وہ مکان
جہاں سے امام احمد
رضانے علوم و
فنون کے دریا بہا۔
آج کل یہ مکان ایک
غیر مسلم کے قبضے
میں ہے۔ وہ جگہ
آج بھی احترام کے
ساتھ محفوظ ہے۔

(۳)

دارالافتاء جہاں سے
فتویٰ نویسی کا کام کیا
جاتا تھا۔ الماری میں وہ
کتابیں نظر آرہی ہیں جس
پر امام احمد رضا نے
حاشیے لکھے ہیں



(۴)

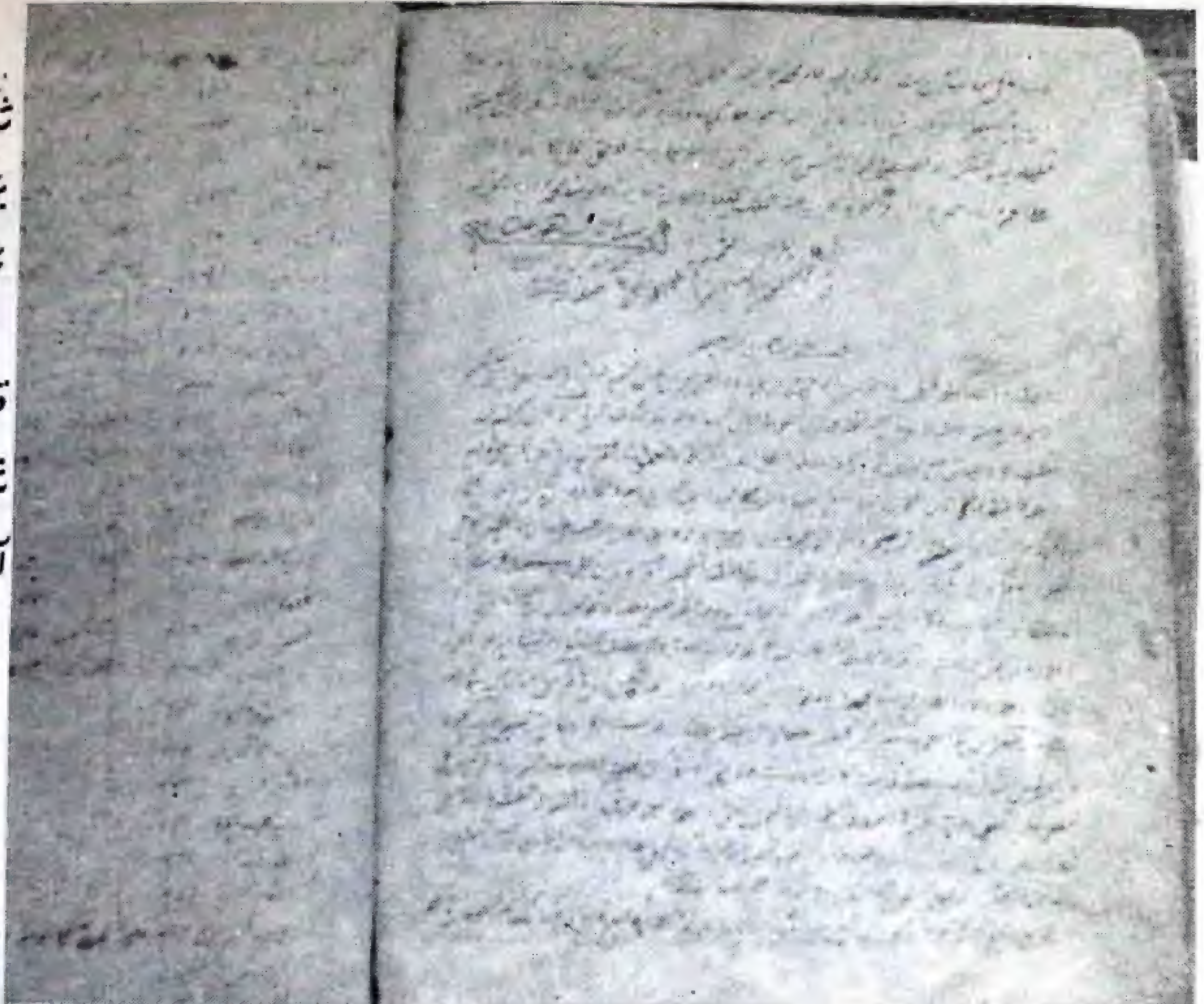
مسجد رضا
سامنے وہ ممبر ہے
جس پر امام احمد رضا
خطبہ دیا کرتے تھے
یہ مسجد روضہ امام
کے سامنے ہے



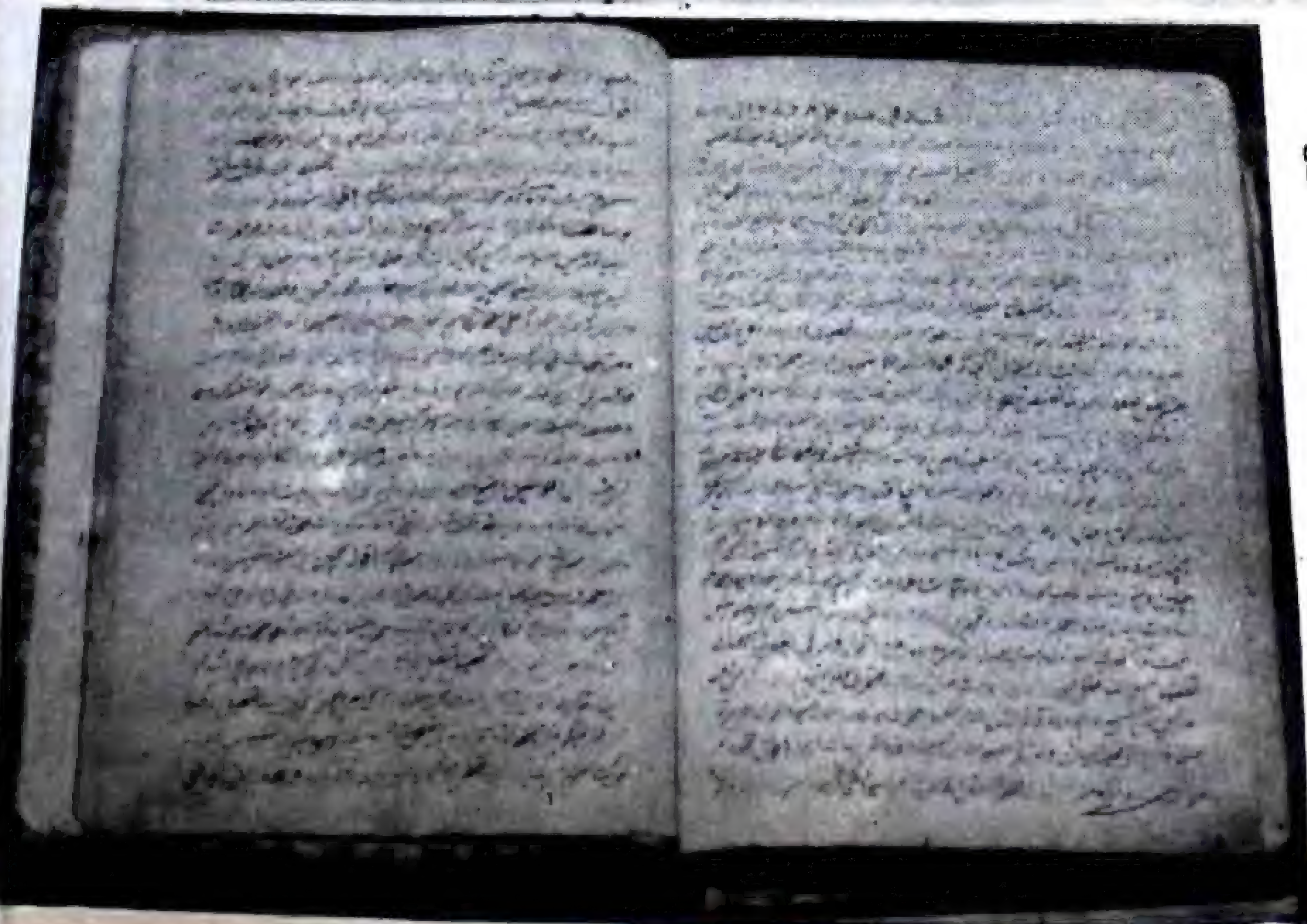
(۵)
امام احمد رضا
کی غیر مطبوعہ کتابیں۔ جسے اس
الماری میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔ خدا
کرے وہ وقت آئے کہ زیورِ طلبا
سے آراستہ ہو کر زینتِ بنم
کائنات بنیں۔



۶
حاشیہ الحدیقۃ
الندیہ شرح الطریقۃ
المحمدیہ جز
اول موضوع
بحث ایمان



(۷)
شان غوث الاعظم پر
برجستہ ایک رسالہ
تحریر فرمایا۔
موضوع!
قدی ہند علی رقبۃ الخ
شامی جلد دوم کے
آخر میں یہ رسالہ تحریر
ہے۔



(۸)
مذکورہ بالا موضوع
پر یک رسالہ
بھی ہے۔

(۹)

شامی کی پانچ
جلدوں پر
امام احمد رضا
نے جو حاشیہ
لکھا ہے اس کا
نام جد الممتار
ہے، یہ حاشیہ
شامی جلد پنجم کا
ہے۔ موضوع:
دراشت برائے
اولاد



(۱۰)

تیسرے شرح جامع صغیر پر حاشیہ
موضوع: حدیث مغفرت برائے
یزید۔ امام احمد رضا نے ٹھوس
دلائل سے اس کا رد فرمایا۔



(۱۱)

فتاویٰ عالمگیری پر حاشیہ

موضوع !

مسلم اور غیر مسلم میت جب مخلوط ہو جائے تو
کیا کیا جائے ۔

(۱۲)

تیسیر شرح جامع صغیر لامام محمد

پر حاشیہ

موضوع !

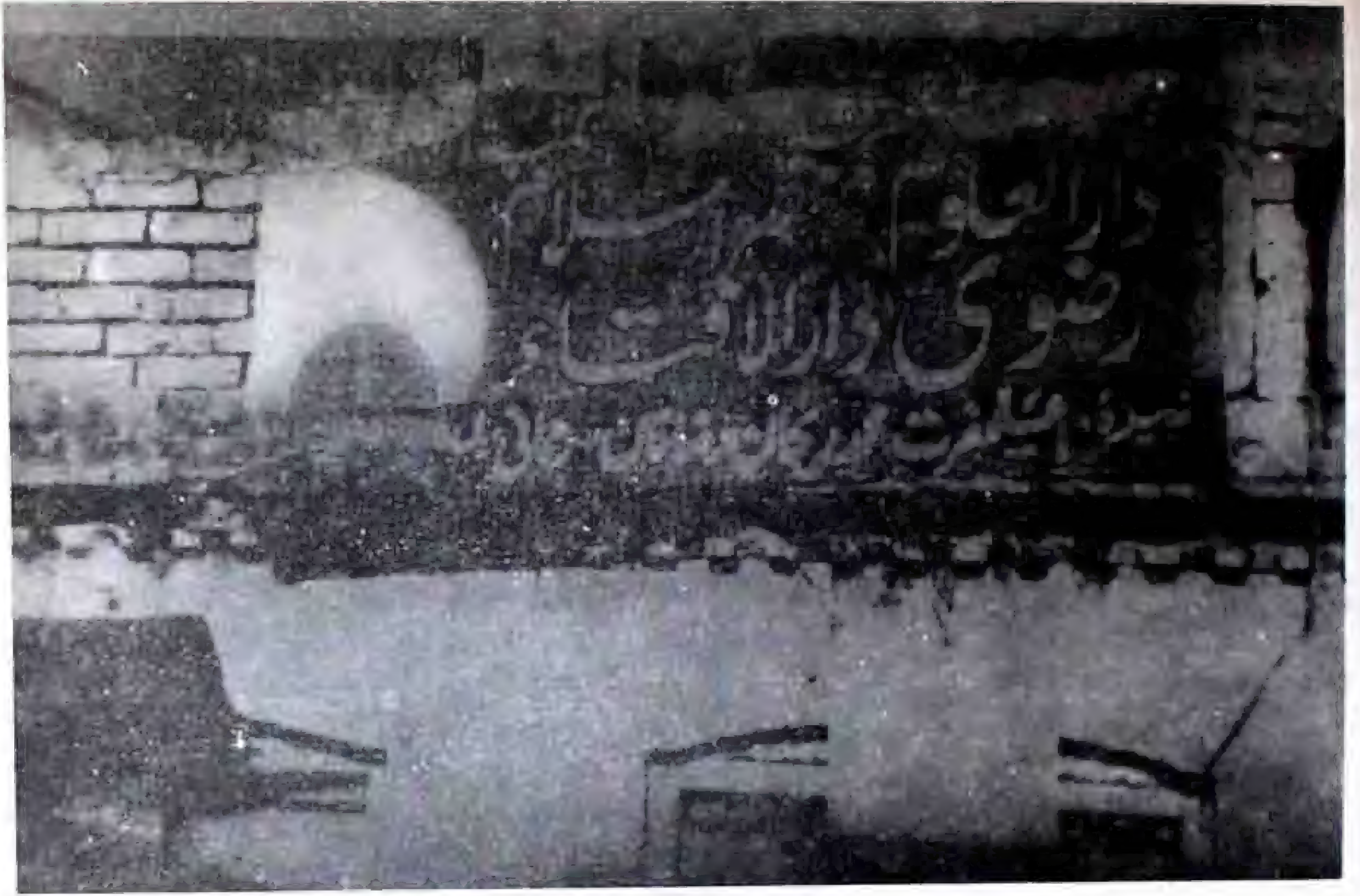
حدیث منکر پر افادہ فرمایا ہے اور

شاذار تحقیق فرمائی ہے

(۱۳)

دارالعلوم
منظر اسلام
(بریلی)

جسے امام احمد
رضانے اپنی
حیات میں تمام
فرمایا تھا۔



(۱۴)

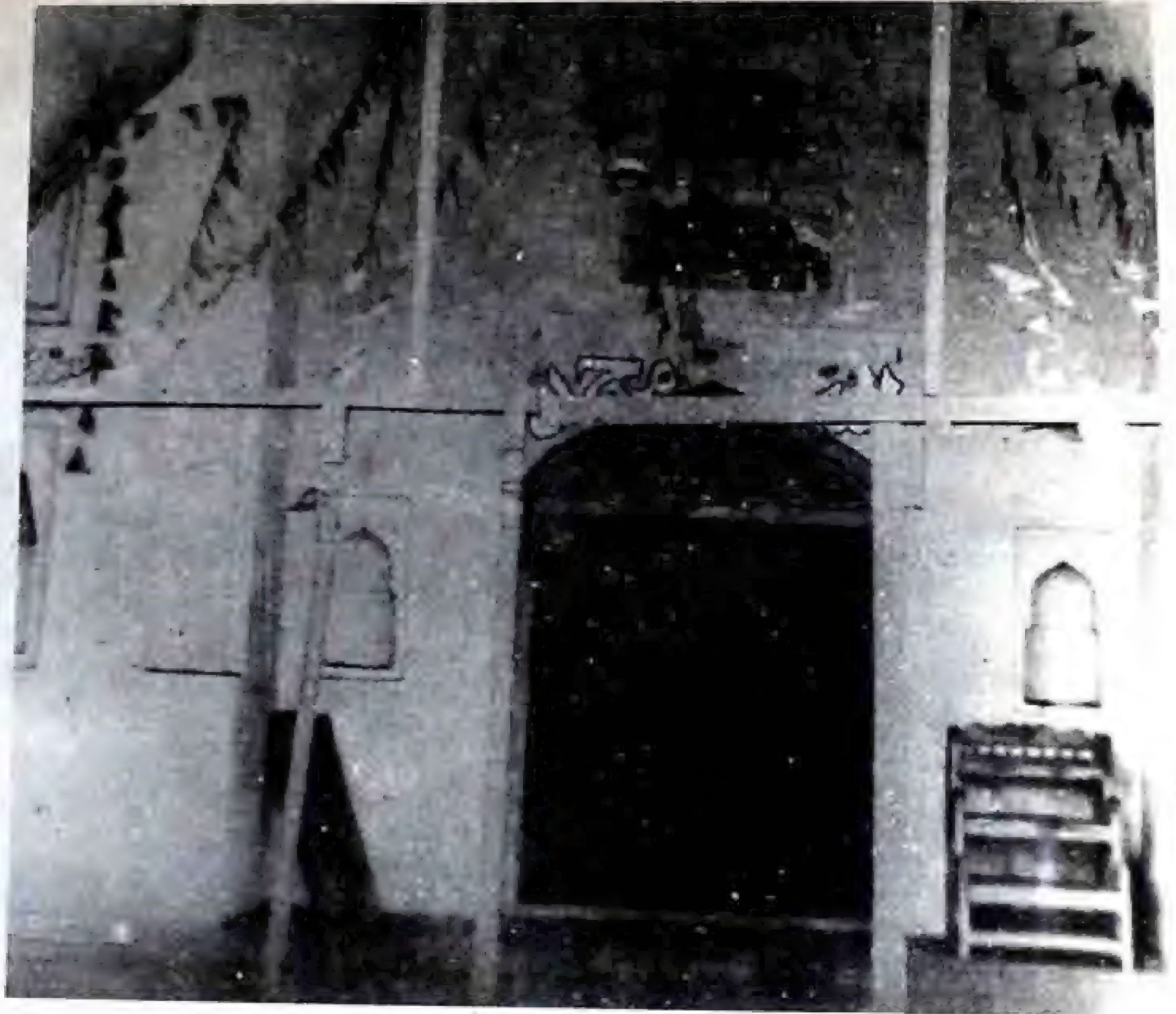
دارالعلوم

منظر اسلام
کا

رضوی دارالافتار



(۱۵)
شاہی اکبری مسجد
المشہورہ مرزائی مسجد
محلہ گھیر جعفر خان
بریلی
امام احمد رضا سالین
دوبارہ اس میں عطا فرمایا
کرتے تھے۔
شہنشاہ اکبر کے حکم سے
یہ مسجد ۹۸۶ھ میں
بنائی گئی۔



(۱۶)

مرزا حضرت شاہ قلیندر بخش یہیں پر خاندانہ
اشرفیہ کے شہزادے قیام کرتے تھے۔
امام احمد رضا بہ نفس نفیس مرزا پر
حاضری دیا کرتے تھے۔



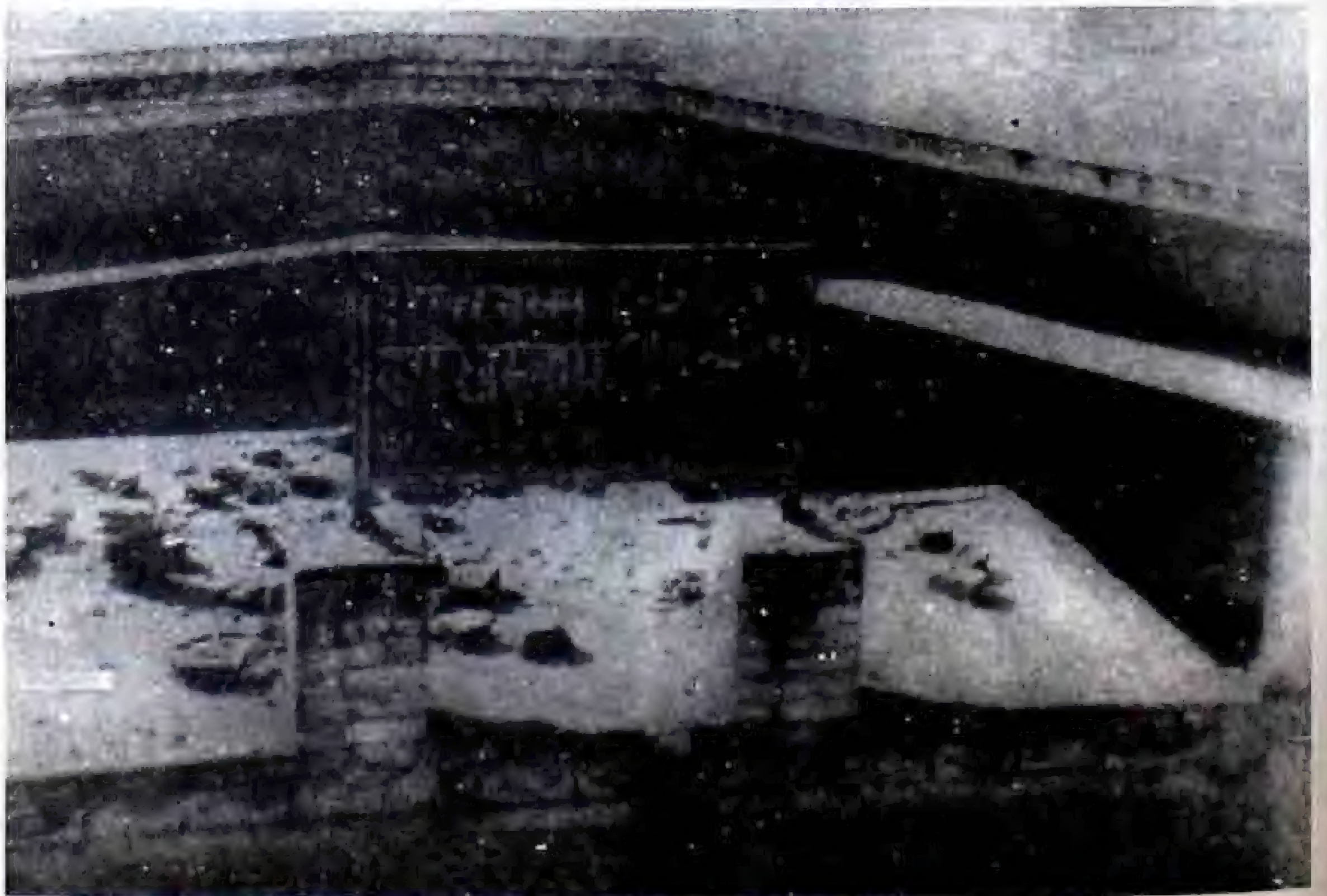
(۱۷)

خانقاہ اشرفیہ (محلہ ذخیرے
(بریلی) جہاں امام احمد رضا
تشریف لایا کرتے اور
اکابرین اشرفیہ کو اپنے
دولت کدے پر لے
جاتے تھے۔



(۱۸)

دارالعلوم
منظہر اسلام
جو مسجد نبی بی جی
(محلہ بہاری پور)
جسے حضور
مفتی اعظم ہند نے قائم
فرمایا ہے۔



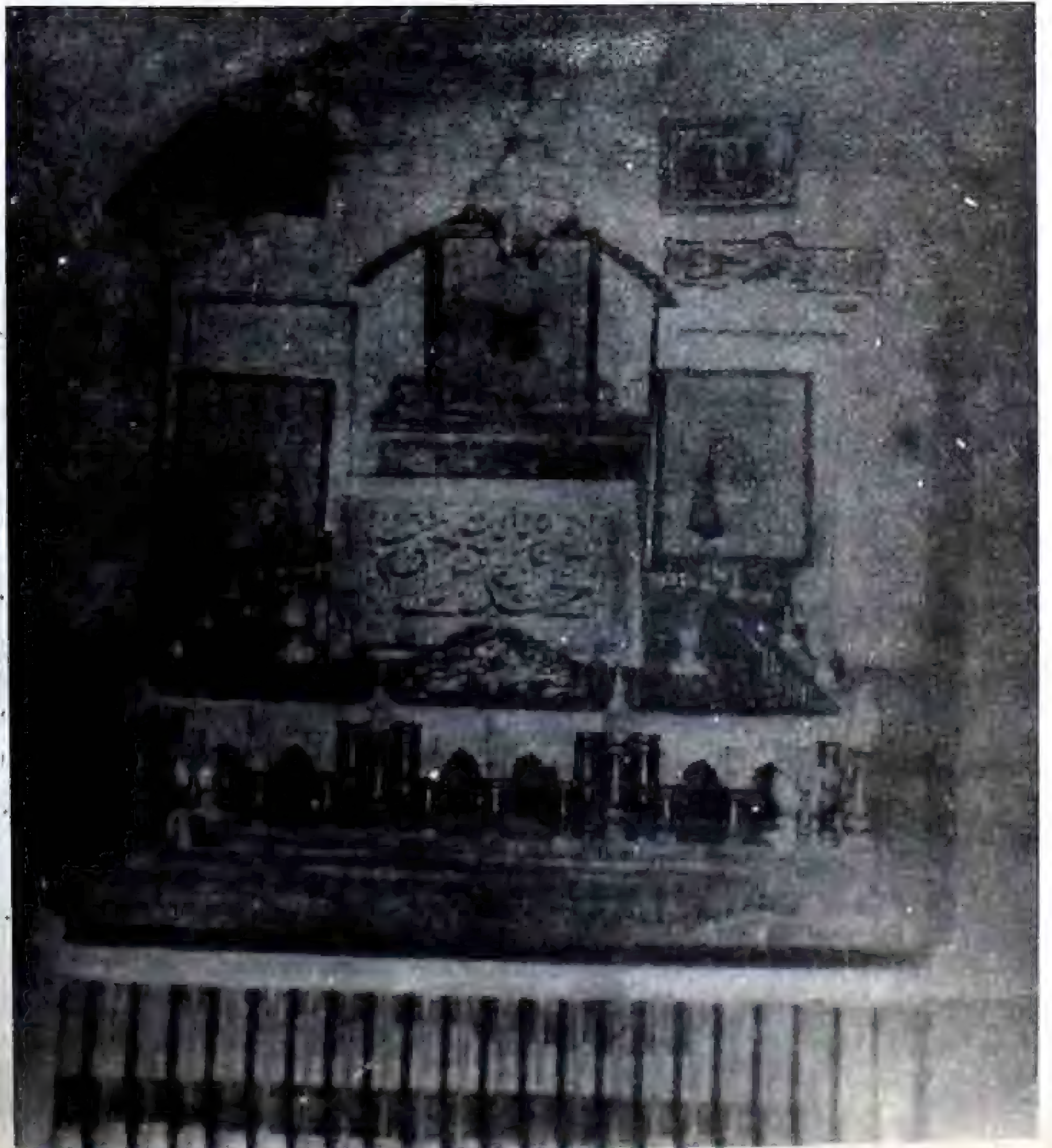
(۲۵)

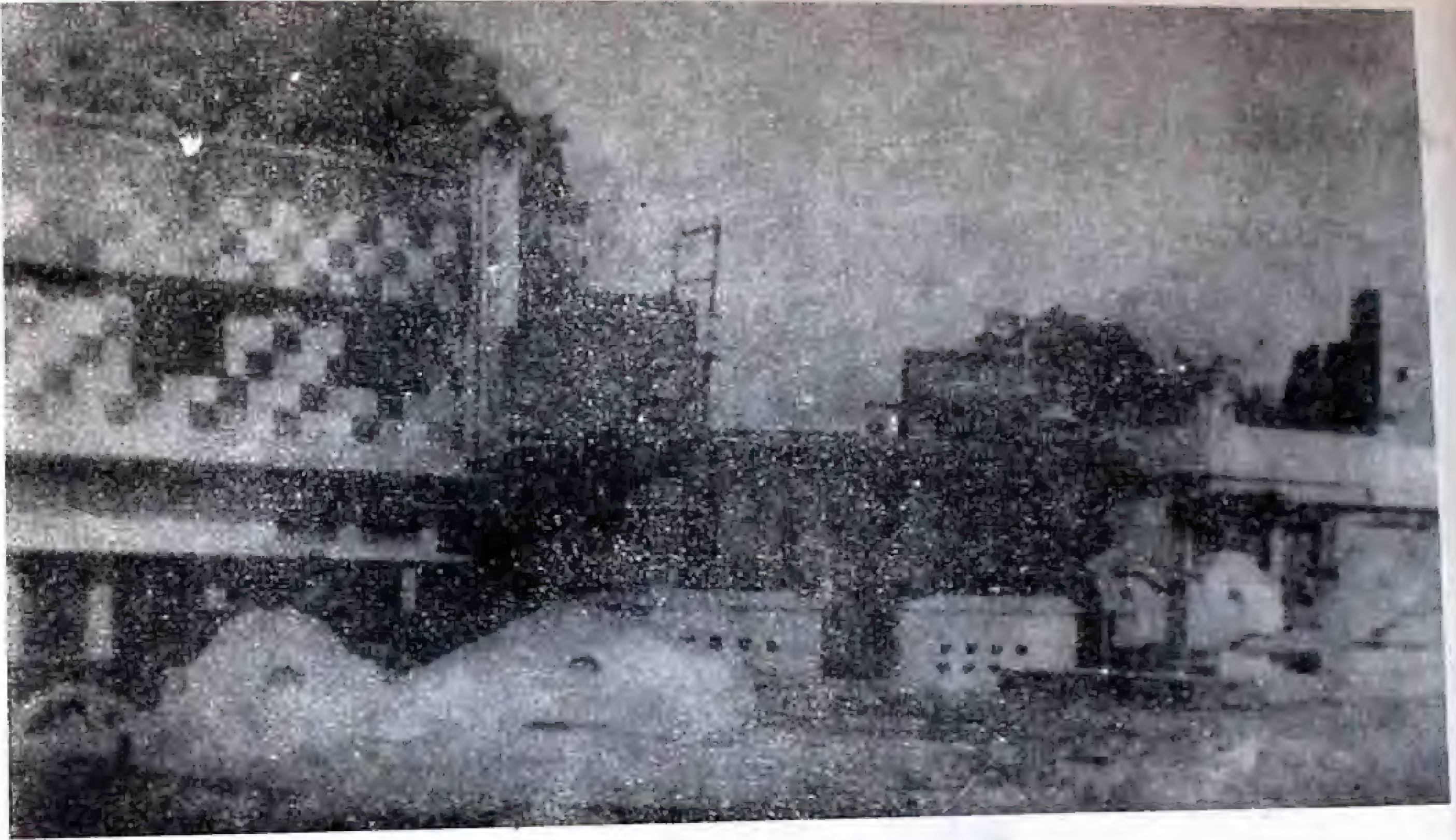
روضہ امام احمد رضا کا دلکش نظارہ
جس کی تصویر رضوی ہمان خانے کی
چھت سے لی گئی ہے۔



(۲۶)

روضہ کے اندر
امام احمد رضا
کا
مزار مبارک





(۲۱)

امام احمد رضا کی والدہ محترمہ اور اہلیہ محترمہ کے مزارات واقع سٹی قبرستان بریلی

(۲۲)

مسجد نوری جس کی زمین امام احمد رضا کے چچا محترم نے انگریزوں سے لڑ کر خریدا۔ اور
خطیر رقم لگا کر خود تعمیر کرائی۔ یہ مسجد بریلی اسٹیشن کے سامنے آج بھی شوکت اسلامی کا
مظاہرہ کر رہی ہے۔



(۲۳)

امام احمد رضا کی آخری آرام گاہ
روضہ کابرونی حصہ



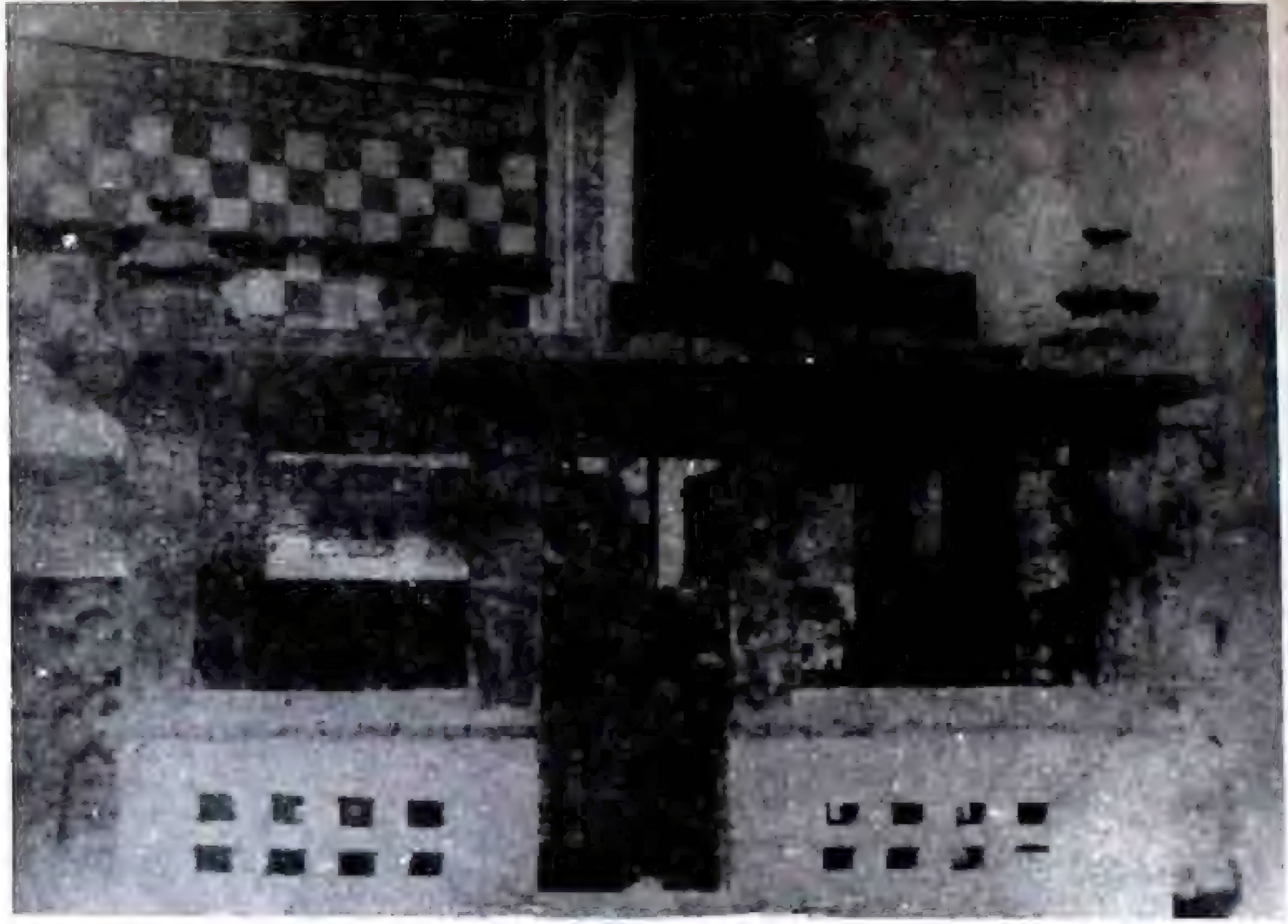
(۲۴)

روضہ امام احمد رضا
کے سامنے کا حصہ



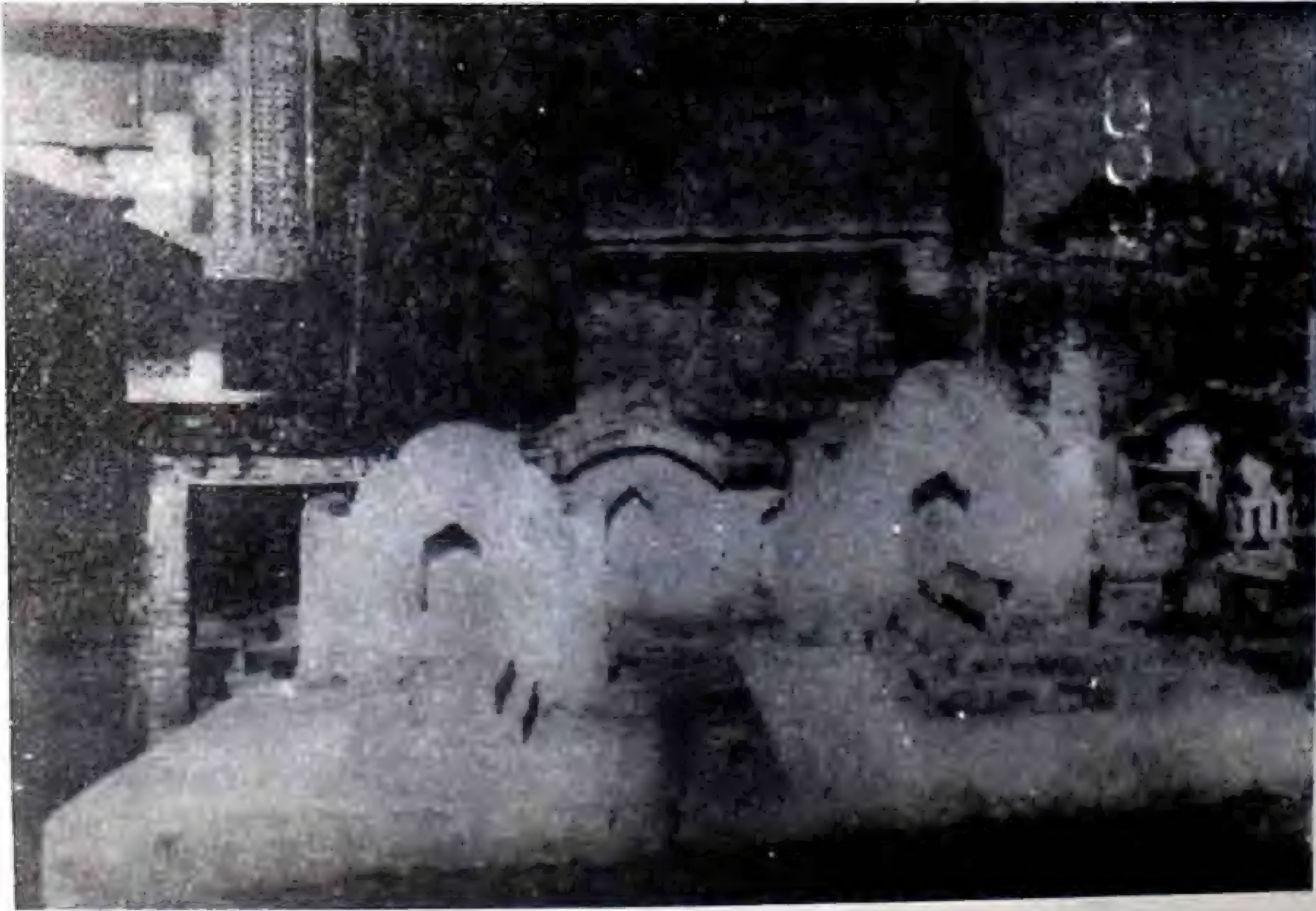
(۱۹)

امام احمد رضا کے دادا مولانا
رضا علی خان اور والد مولانا
نقی علی خان کے مزارات
اسی چار دیواری میں ہیں۔
واقع سٹی قبرستان
بریلی



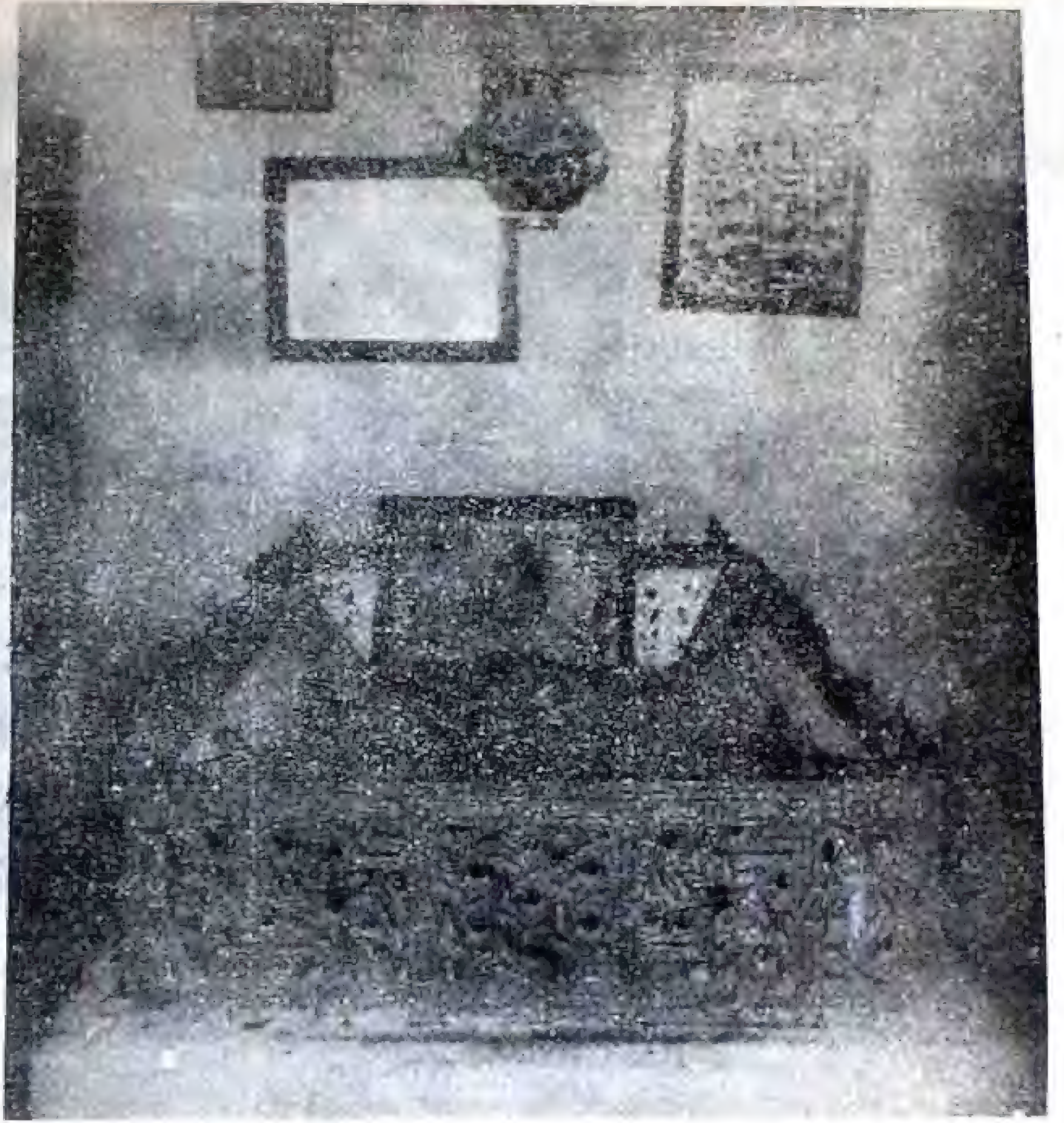
(۲۰)

امام احمد رضا کے
بھائی مولانا
محمد رضا اور
مولانا حسن رضا
کے مزارات۔
واقع سٹی قبرستان
بریلی



(۲۷)

امام احمد رضا کے صاحبزادے
حجۃ الاسلام علامہ مدظلہ
خاں علیہ الرحمہ کی آخری آرامگاہ
روضہ
امام احمد رضا میں



(۲۸)

امام احمد رضا کے
پوتے مفسر اعظم علامہ
ابراہیم رضا خاں کی آخری
آرامگاہ
روضہ امام احمد رضا
میں





(۲۹)

سادات مارہرہ کے مودت اعلیٰ
حضرت سید شاہ عبد الجلیل قدس سرہ
کا مزار مبارک



(۳۰)

امام السلسلہ برکاتیہ
مخدوم شاہ برکت اللہ رضی اللہ عنہ
کا مزار پاک



(۳۱)

مسجد برکاتی خاتقاہ برکاتیہ
مارہرہ مطہرہ



(۳۲)

مسند پاک سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں رضی اللہ عنہ
حضور خاتم الاکابر نے اسی مسند پر بیٹھ کر
امام احمد رضا کو مرید کیا اور خلافت سے نوازا



(۳۳)

درگاہ برکاتیہ مارہرہ
مقدسہ کا صدر دروازہ



(۳۴)

درگاہ برکاتیہ مارہرہ
شریفہ کا روح پرور منظر

حق سمجھایا حق فرمایا حق کے علاوہ سب ٹھکرایا
حق کی عزت حق کی رفعت حق کی نصرت اعلیٰ حضرت

قرآنِ حق

۱

امام احمد رضا اور اردو تراجم قرآن کا نقابلی مطالعہ

۲

امام احمد رضا اور محاسن کنز الایمان

۳

امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن حقائق کی روشنی میں

۴

امام احمد رضا اور ترجمہ قرآن کی خصوصیات

۵

کنز الایمان اور معارف القرآن

اردو تراجم قرآن کا نقابلی مطالعہ

شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی
جانشین مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند

امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنی ہمگیر اصلاحی اور تبلیغی مصروفیات کے باوجود عام فہم اور آسان اسلوب بیان کے ساتھ قرآن عظیم کا ترجمہ فرما کر اردو خوان افراد ملت پر عظیم احسان فرمایا ہے جو اردو کے جملہ قرآنی تراجم میں نہ بدست افادیت و اہمیت سے بھرپور منفرد اور ممتاز حیثیت کا حامل ہے

اس میں بہا ترجمہ پر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند مہارن پور نے بشکل پروگنڈہ مسلکی عصیت سے ملو چھ قسطوں پر مشتمل ایک تنقیدی مضمون شائع کیا تھا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد مدنی میان قبلہ شہزادہ دجانشین مخدوم الملت علیہ الرحمہ نے ہماری گزارش پر اسی شش قسطی مضمون کا حقائق و معلومات کے اجالے میں تحلیل و تجزیہ فرمایا ہے حضرت کے شکریہ کے ساتھ ہم یہ طویل و بسیط مضمون شامل امام احمد رضا نمبر کر رہے ہیں

ایڈیٹر

(۴) امام احمد رضا کو اپنا "نیا ترجمہ" پیش کرنے کی اسلئے ضرورت پڑی تاکہ لوگ اپنے صفحہ دل سے عقیدت کا وہ نقش مٹنے نہ دیں جسے بڑی مشکل سے انھوں نے ان کے دلوں کی سادہ تختیوں پر مرقم کیا ہے۔

(۵) ان کا یہ نیا ترجمہ آیات قرآنی کے نظم و اسلوب اور منشاء خداوندی کو نظر انداز کر کے ان آیتوں میں تاویل و تحریف معنوی کا دروازہ کھولنے میں مدد معادن ثابت ہوگا جو ان کے مخصوص فکر و عقیدہ کے خلاف ہیں۔

یہ پانچ نکات وہ ہیں جو مقالہ نگار کی تہمدی گفتگو کا خلاصہ ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ امام احمد رضا فرہائے باطلہ میں سے ایک باطل فرقہ کے امام اور چند نئے نظریات و خیالات اور باطل عقائد کے بانی و موجد ہیں لہذا انھوں نے اپنے ترجمہ قرآن میں اپنے انہی غیر اسلامی عقائد کی پیش کش کی ہے۔ مقالہ نگار کا مذکورہ بالا خیال اُس عظیم شخصیت سے متعلق ہے اجلہ علماء کے بیان کی روشنی میں گذشتہ دو صدی ستہ و تیسری کے اندر جیسی کوئی متبحر جامع عالم ہستی نظر نہیں آئی چنانچہ تفسیر حدیث، عقائد و کلام، فقہ، ملوک، تصوف، اذکار، اوقاف، تاریخ، سیر، مناقب، جفر، تکیہ، ادب، نحو، لغت، عروض، زبجات، علم مثلث، جبر و مقابلہ، لوگاترشم، ارشاد طبعی، ہیئت، ہندسہ، ریاضی، توحیت، نجوم، منطق، فلسفہ اور حساب وغیرہ علوم و فنون میں آپ کی بے مثل تصانیف و حواشی آپ کے کمال تجر و جامعیت پر شاہد عدل ہیں۔ مقالہ نگار کو فکر و شعور کا اگرچہ لیسواں حصہ بھی ملا ہوتا تو اُس کیلئے اتنا سمجھ لینا دشوار نہ ہوتا کہ اگر وہی عصیت کے نشے میں چوہ ہو کر جو ترجمہ

دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور سے ایک ماہنامہ نکلتا ہے اس کا نام بھی "دارالعلوم" ہی ہے اس کے چند شمارے اس وقت میرے پیش نظر ہیں ان شماروں کی خاص بات یہ ہے کہ ان میں چھ قسطوں پر مشتمل ایک مضمون ہے جس کا عنوان ہے "مولانا احمد رضا خاں صاحب کے ترجمہ قرآن کا نقابلی مطالعہ"۔ مقالہ نگار دارالعلوم دیوبند کے شعبہ علوم قرآنی سے تعلق رکھنے والے مولوی محمد محفوظ الرحمن قاسمی ہیں۔ مقالہ نگار نے پوری فنی چابکدستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عام قارئین کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ (۱) امام احمد رضا کی ذہنی ساخت اُن گراہ فرقوں کی ذہنی بناوٹ سے مختلف نہیں جو اپنے مخصوص نظریات و عقائد کی تائید میں اور چیزوں کے ساتھ قرآن حکیم کو بھی بطور دلیل استعمال کرتے رہے ہیں۔ اور اُن الفاظ قرآنی کو جو ان کے مفروضہ عقائد و نظریات کے خلاف تھے اپنے رجحان و افکار کا ایسا جامہ پہنانے کی سعی کرتے رہے ہیں جو اسلامی حقائق کے نہ صرف معاند تھے بلکہ قرآن پاک ہم کو جو علم دینا چاہتا تھا اس سے اس کا دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ (۲) ممکن تلاش و جستجو کے بعد بھی اس حقیقت کا سراغ نہیں لگایا جاسکا جس نے امام احمد رضا کے دل میں ترجمہ قرآن کا داعیہ پیدا کیا سوائے اس کے کہ انھوں نے قرآن حکیم کو اپنے عقیدہ کے اظہار کا ذریعہ بنانا چاہا تاکہ اس طرح ذمہ عقیدہ مندوں میں اپنی فکری قیادت و امامت کیلئے ایک دلیل فراہم ہو جائے۔

(۳) امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن میں نہ انداز بیان کی شگفتگی ہے نہ مطالب قرآن کی عمدہ وضاحت اور نہ کسی طرح کی کوئی فنی خوبی۔

صفحہ قرطاس پر منتقل کی جائے گی وہ دین و دیانت اور علم و تحقیق کے تقاضے نہیں پوری کر سکتے
اگر مقالہ نگار منصف مزاج ہوتا تو اس حقیقت کو سمجھنے میں اسے شواہد
پیش نہ آتی جس نے فاضل بریلوی کو اردو تراجم قرآن کی موجودگی میں نیا ترجمہ کرنے پر آمادہ کیا۔
میں سوچتا ہوں کہ بات پہلے یہیں سے شروع کی جائے کہ آخر وہ کون سی ضرورت تھی
جس نے فاضل بریلوی کو مجبور کیا کہ جہاں انھوں نے تقریباً پچاس فنون میں کم و بیش ایک ہزار
کتابیں تحریر کر ڈالی ہیں وہیں اردو میں قرآن کریم کا ترجمہ بھی فرمادیں۔ امام
احمد رضا کا ترجمہ قرآن اردو کا کوئی پہلا ترجمہ نہ تھا اس کے منظر عام پر آنے سے پہلے ہی بہت
سے تراجم قرآن مسلمانوں کے گھر گھر پہنچائے جا چکے تھے اور اس کے بعد بھی ترجمہ نگاری کا کام
ہوتا رہا۔ بعض نے مکمل قرآن کریم کا ترجمہ کیا اور بعض نے اس کے بعض کلمات و آیات کی تشریح
پیش کی۔ اس مقام پر ان حضرات کے چند ترجمے بطور نمونہ نقل کر دینا مناسب خیال کرتا
ہوں تاکہ ناظرین بخوبی اندازہ کر لیں کہ یہ معروف و مشہور مترجمین مطالب قرآن کی وضاحت اور نشاد
ہدایت کو ادا کرنے والی برجستہ و برجل تعبیر پیش کرنے میں کس درجہ ناکام رہے ہیں۔

(۱) ارشاد قرآنی ہے اللہ یُسْتَحْزَنُ بِہِمُّہُمْ اس آیت کا ترجمہ مختلف مترجمین یہ
کرتے ہیں۔

”اللہ ان سے ٹھٹھا کرتا ہے“ (سرسید)

”اللہ ان کو بنا آتا ہے“ (ڈپٹی نذیر احمد)

”ان منافقوں سے خدا ہنسی کرتا ہے“ (فتح محمد جالندھری)

”اللہ ہنسی اڑاتا ہے ان کی“ (مرزا حیرت)

”اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے“ (شیخ دیوبند محمود حسن)

”اللہ جل شانہ ان سے دل لگی کرتا ہے“ (نواب وحید الزماں)

دیکھئے اگر ان مترجمین کو تائید ربانی حاصل ہوتی اور ان کے قلوب میں اللہ تعالیٰ کی
عظمت و جلال کا سچا تصور ہوتا تو وہ اس سیوح و قدوس کے حق میں دل لگی کرنا، ٹھٹھا کرنا،
بنانا، ہنسی اڑانا وغیرہ بازاری محاورے ہرگز استعمال نہ کرتے۔ یہ جاننا کہ
رب العزۃ جل جلالہ کی بارگاہ عظمت ٹھٹھا کرنے، ہنسی اڑانے وغیرہ عیوب سے
پاک ہے صرف مرد مومن مویذ من اللہ ہی کا کام ہے۔ ان ترجموں کو دیکھنے کے بعد
کیا کسی ایسے کے ترجمے کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی جو معارف قرآن کا مازداں ہو، عظمت و
جلال الہی کے آگے سر جھکانے والو جواب دو۔

(۲) ارشاد قرآنی ہے وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنُعَلِّمَ
مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبْ عَلٰی عَقْبَيْهِ ط اس کے
ترجمے یہ کئے گئے ہیں

”اور جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں (یعنی بیت المقدس) وہ تو محض اس کے لئے تھا

کہم کو (یعنی اللہ کی) معلوم ہو جائے کہ کون تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع

اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے کو ہٹتا جاتا ہے“ (مولوی اشرف علی تھانوی)

آیت مذکورہ بالا میں لِنُعَلِّمَ کا ترجمہ دیگر مترجمین نے یہ کیا ہے

”ہم جان لیں“ (سرسید علی گڑھی)۔ (افلاک حسین فاضل ماہنامہ دارالعلوم فردوسی)

”ہم معلوم کر لیں“ (ڈپٹی نذیر احمد)

”ہمیں معلوم ہو جائے“ (مرزا حیرت)

دیکھئے ان مترجمین نے عربی اور اردو کشتی میں العلم کا ترجمہ جانا پڑھا تھا اس کے
مطابق آیت میں لِنُعَلِّمَ کا ترجمہ ہم کو یعنی اللہ کو معلوم ہو جائے، لکھ دیا لیکن بصیرت ایمانی
سے محرومی کے باعث اتنا نہ سوچ سکے کہ معلوم ہو جائے کا محاورہ اس کے لئے استعمال کیا
جائے گا جس کو پہلے سے معلوم نہ ہو اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا ازلی وابدی طور پر عالم ہے تو پھر اس
کے حق میں معلوم ہو جائے کا کیا معنی؟ اصل حقیقت یہ ہے کہ ترجمہ قرآن کیلئے صرف عربی دانی کا
نہیں دے سکتی بلکہ اس کے ساتھ خود قرآن کے مخصوص انداز و محاورے کو پہچاننا، آیات
محکمات و متشابہات میں امتیاز کرنا انتہائی ضروری ہے۔ ان ترجموں کو دیکھ کر کیا
کسی ایسے مویذ من اللہ کے ترجمے کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی خدائی نوازشیں بطور خاص جبر
سایہ گسٹروں؟ اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب والشہادہ ماننے والو جواب دو۔

(۳) ارشاد ربانی ہے وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ

الصّٰبِرِيْنَ۔ اس آیت کا ترجمہ شیخ دیوبند مولوی محمود حسن نے یہ کیا ہے

”اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا

ثابت رہنے والوں کو“

فتح محمد جالندھری نے یوں لکھا ہے

”حالانکہ ابھی خدا نے تم میں جہاد کرنے والوں کو تو اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں اور یہ کہ وہ

ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کرے“

دیکھئے تائید ربانی سے محرومی کے باعث یہ نادار مترجمین کتنی بری طرح ہچکولے کھا
رہے ہیں۔ مسلمانوں کے ایمان کو غارت کر دینے والے ترجموں کو دیکھ کر کیا ایسے
ترجمے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی جو ایمان کو روشنی بخشنے؟ دین و دیانت والو لڑو۔

(۴) ارشاد قرآنی ہے اَفَاٰمِنُوْا مٰکُرَ اللّٰهِ فَلَا يٰۤاٰمِنُوْا مٰکُرَ اللّٰهِ اِلَّا النّٰوْمُ

الْخَسِرُوْنَ ۝ اس کا ترجمہ ابوالاعلیٰ مودودی نے تفہیمات حصہ اول میں اس

طرح کیا ہے

”اور کیا وہ اللہ کی چال سے بے خوف ہو گئے؟ سو اللہ کی چال سے وہی لوگ بے خوف

ہوتے ہیں جنکو برباد ہونا ہے“

اللہ رب العزۃ جل مجدہ کی شان پاک میں چال کا لفظ استعمال کرنا بتا رہا ہے کہ

مترجم بالکل غیر مہذب اور بارگاہ خداوندی کے آداب سے ناواقف ہے۔

ان حالات میں کیا ایسے ترجمے کی تلاش نہ ہوگی جو ایسے کے قلم سے نکلا ہو جو خدا

کی بارگاہ عظمت کے آداب سے بہرہ نہ ہو۔

(۵) ارشاد ربانی ہے وَغَضٰی اٰدَمُ سُرْبَةً فَخَوٰی۔ اس کا ترجمہ مولوی صاحب

دیوبندی نے اس طرح لکھا ہے

”اور آدم نے نافرمانی کی اپنے رب کی بس گمراہ ہوئے“

اس ترجمے میں مترجم نے سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گمراہ ٹھہرایا حالانکہ حضرت آدم علیہ السلام ایک معصوم نبی ہیں ان کی بارگاہ گمراہی سے پاک ہے۔ ایسے گمراہ مترجمین کے ترجموں کو دیکھ کر کیا کسی ایسے ترجمے کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی جو ہدایت یافتہ اور موید من اللہ ہو؟

(۶) ارشاد قرآنی ہے فَطَنَ اَنْ تَنْ نَقْدِرَ عَلَیْهِ۔ اس آیت کریمہ کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے۔

”پھر دیونس نے سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اسکو“ (محمود حسن)

”اور (دیونس نے) خیال کیا ہم اُن پر قابو نہیں پاسکیں گے“

(فتح محمد جالندھری)

”ان کو (دیونس کو) ایسا داکڑ گمراہ کہ ہم ان پر

قابو نہیں پاسکیں گے“ (ڈپٹی نذیر احمد)

ان نادار مترجمین نے باطل ترجمہ کر کے حضرت سیدنا دیونس علیہ السلام پر یہ بہتان لگایا کہ ان کا یہ خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر قابو نہیں پاسکتا اور نہ میری پھر کی طاقت رکھتا ہے۔ گویا ان مترجمین کے نزدیک حضرت دیونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان نہ رکھتے تھے۔ معاذ اللہ۔ ان ناداروں نے سمجھا کہ آیت میں فَقْدِرَ الْقَدْرَۃ سے مشتق ہے بس بے سوچے سمجھے اسکی اردو بنادی حالانکہ یہ فَقْدِرَ الْقَدْرَۃ سے مشتق ہے۔ (دیکھو مفردات امام راغب)۔ بولے فَقْدِرَ نَبوت کو محروح کرنے والوں کا ترجمہ دیکھنے کے بعد کیا کسی بارگاہ نبوت کے سچے شیعہ الٰہی کے ترجمے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

(۷) ارشاد ربّانی ہے لَا اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیَمَةِ ؕ اس آیت کا ترجمہ مولیٰ اشرف علی تھانوی نے یوں لکھا ہے۔

”میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی“

مقام عبرت ہے کہ مولیٰ تھانوی جو دیوبندی مکتب فکر میں ذمہ دار صاحب قلم مشہور کئے جاتے ہیں انھوں نے بھی اللہ سبحانہ تعالیٰ کے حق میں قسم کھاتا ہوں ”کا نازیبا محاورہ استعمال کر دیا تو دوسرے آزاد دیوبندی قرآن کے ترجمے میں جو کچھ لکھ جائیں وہ تھوڑا ہے۔ غور کیجئے ایسے مطلق العنان مترجمین کے ترجموں کو دیکھ کر کیا کسی ایسے کے ترجمے کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی جو ایمان افراد پاکیزہ محاورہ پیش کر رہا ہو

(۸) قل یا ایہا الکافرین اتقوا اللہ الذی انزل علی تھانوی نے یہ لکھا ہے

”آپ کہہ دیجئے کہ اے کافر“

یہ ترجمہ ایسا ہے کہ نہ تو اللہ رب العزت کی حضور علیہ السلام پر برتری ظاہر

ہوتی ہے اور نہ حضور کے مخاطبین پر حضور کی عظمت واضح ہوتی ہے۔ غالباً تھانوی صاحب نے غور نہیں کیا کہ کلام الٰہی کا ترجمہ کرنا اور ہے اور عربی کلمات کو اردو کا روپ دے دینا اور ہے۔ المختصر صرف تبدیلی زبان اور ہے اور ترجمہ قرآن اور — اس ترجمہ کو دیکھنے کے بعد کیا آپ اُس ترجمے کو آنکھوں سے نہ لگائیں گے جس میں صرف زبان کو تبدیل نہیں کیا گیا ہے بلکہ صحیح معنوں میں قرآن کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔

(۹) اھدنا الصراط المستقیم کا ترجمہ مولیٰ اشرف علی تھانوی نے یہ کیا ہے ”بتلا دیجئے ہمکو رستہ سیدھا“

یہ ترجمہ دیوبندی تو کرے گا جسے ابھی تک سیدھا راستہ معلوم نہ ہو سکا لہذا ضرورت ہے ایک ایسے ترجمے کی جو سیدھا راستہ پا چکا ہو

(۱۰) ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں خاتم النبیین کا کیا معنی ہے؟ اس سلسلے میں مولیٰ قاسم نانوتوی رقم طراز ہیں۔

”بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین

معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء و سابق کے

زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ

تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“ (تخذیر الناس ص ۵)

تخذیر الناس کی مفصل عبارت اور اس پر مدلل نقد و نظر ملاحظہ کرنے کیلئے ”ماہنامہ میزان

کا ختم نبوت نمبر“ ضرور ملاحظہ فرمائیے یہ مقام تفصیلات کا متحمل نہیں — تخذیر الناس کے

ذریعہ نانوتوی صاحب نے یہ سمجھنے کی کوشش کی ہے کہ آیت کریمہ میں خاتم النبیین کا یہ معنی سمجھنا

کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں یہ تو نا سمجھ لوگوں کا خیال ہے۔ سمجھدار

لوگوں کے نزدیک یہ معنی غلط ہیں کیونکہ زمانہ کے لحاظ سے سب سے پہلے یا سب سے پچھلے

ہونا اپنے اندر بالذات کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔ اب تک تمام اگلے پچھلے اولیاء و علماء

اور عوام اہل اسلام کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ آیت کریمہ میں خاتم النبیین کے صرف

یہی معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں یہی معنی تمام ائمہ اسلام، محفویاء

عظام متکلمین فہم، فقہائے اعلام اور مفسرین عالی مقام نے بتائے یہی معنی صحابہ کرام نے

تابعین کو سمجھائے بلکہ یہی معنی سیکڑوں حدیثوں سے ثابت ہے الغرض خاتم النبیین کا یہی معنی

مراد لینا ضروریات دین میں سے ہے لہذا جو شخص اس معنی کے علاوہ کوئی دوسرا معنی بتائے وہ

شرعی اصطلاح میں کافر مرتد ہے۔ نانوتوی صاحب نے اسی اجماعی

اتفاق معنی کا انکار کرتے ہوئے قرآن مجید، حدیث شریف اور لغت عربیہ کے خلاف خاتم النبیین

میں خاتم کا ایک نیا معنی خاتم ذاتی کر رکھا ہے اس اعتراض کے ساتھ کہ یہ معنی آخر نبی خود انہی کی اپنی

ذہنی کاوش کا نتیجہ ہے۔ اسی نے معنی کو ثابت کرنے کیلئے تخذیر الناس میں پورا زور لگا دیا ہے

ناظرین کرام ان حالات کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں کہ جب اسلام و

ایمان کا اعلان کرنے والوں کی بے حیائی و بے شرمی اس قدر بڑھ جائے کہ وہ علانیہ کلام الٰہی کے

کلمات کے اجماعی، ایفائی، ایمانی معنی سے انکار کرنے لگیں اور کفر و ارتداد کا دروازہ کھول دیں تو کیا ایسے مردمومن کی ضرورت نہ محسوس کی جائے گی جو قرآنی نظریات، اسلامی عقائد اور ارشادات و باتوں کے مفہیم و معانی کی حفاظت اپنے ترجمہ قرآن کے ذریعہ کرے۔

مذکورہ بالا دس مثالیں ایک مختصر ترین انتخاب ہیں اگر فاضل بریلوی کے ترجمہ قرآن کو اور اردو کے دیگر شائع شدہ ترجموں کو سامنے رکھ کر انصاف و دیانت اور فکر و نظر کی گہرائی کے ساتھ ان سب کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو انصاف پسند کیلئے اس اعتراف کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ درحاضر میں اردو کے شائع شدہ ترجموں میں صرف ایک ترجمہ کنزالایمان ہے جو قرآن کریم کا صحیح ترجمہ ہونے کے ساتھ ساتھ تفاسیر معتبرہ قدیمہ کے مطابق ہے، اہل توفیق کے مسلک اسلام کا عکاس ہے، اصحاب تادیل کے مذہب سالم کا مؤید ہے، زبان کی روانی و سلاست میں بے مثل ہے، عوامی لغات اور بازاروں بولی سے یکسر پاک ہے، قرآن کریم کے اصل منشاء و مراد کو بتاتا ہے، آیات ربانی کے انداز خطاب کو بچھوٹا ہے، قرآن کے مخصوص محاوروں کی نشاندہی کرتا ہے قادر مطلق کی درائے عزت و جلال میں نقص و عیب کا دھبہ لگانے والوں کیلئے خمیر بران ہے، حضرات انبیاء کی عظمت و حرمت کا محافظ و نگہبان ہے، عامہ مسلمین کیلئے حقائق و معرفت کا امنڈتا سمندر ہے۔ بس اتنا کچھ لیجئے کہ قرآن حکیم قادر مطلق جل جلالہ کا مقدس کلام ہے اور کنزالایمان اس کا مہذب ترجمان ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ یہ ترجمہ اس کا پیش کردہ ہے جو عظمت مصطفیٰ کا علم بردار، تائید رحمانی کا سرمایہ دار اور ربانی کا حامل، حقائق قرآن کا ماہر اور دقائق آیات کا عارف تھا۔

میں نے بطور نمونہ جو مثالیں پیش کی ہیں مقالہ نگار نے اگر انہی پر غور کر لیا تو اسے باسانی اس حقیقت کا سراغ لگ جائے گا جس نے فاضل بریلوی کے دلیں میں ترجمہ قرآن کا داعیہ پیدا کیا۔ ان حقائق کو سامنے رکھنے کے بعد بھی اگر مقالہ نگار کو فاضل بریلوی کے ترجمہ قرآن میں کوئی خوبی نظر نہ آتی ہو نیز موجودہ دلچ الوقت ترجموں کے بعد اس کی ضرورت نہ محسوس ہوتی ہو تو پھر اس کو چاہئے کہ وہ اعلان کر دے کہ جو ترجمہ قرآن ہمارے مکتبہ فکر ترجمہ اباطل سے نقاب کشائی کرے اور ان کی زبان و بیان کی شاعت و قیامت سے روشناس کرے نیز قرآن کریم میں ان کی پیش کردہ معنوی تحریفات سے آگاہ کرے اس ترجمہ قرآن کا خوبوں سے خالی ہونا لازمی اور ضروری ہے۔

اس اعلان و تشہیر کے بعد اس کو لمبی چوڑی مقالہ نگاری کے ذریعہ غایت جہل کی اس منزل کا تعارف نہ کرنا پڑے گا جہاں سے وہ بول رہا ہے۔ میں نے جو مختصر ترین انتخاب پیش کیا ہے ان میں تو بعض ترجمے وہ ہیں جو براہ راست اسلامی نظریات و عقائد سے واضح طور پر متصادم ہیں اور بعض وہ ہیں جو مترجمین کی زبان و بیان کی نادانیاں و بچا دگی کی نشان دہی کرتے ہیں۔

”ترجمے میں عقیدہ کی پیشگی“ کی سرخی لگا کر مقالہ نگار نے دو دعوے کئے ہیں۔

۱۔ امام احمد رضا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حدود بشریت سے بالاتر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

۲۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات پر ”عالم الغیب“ کا اطلاق کیا ہے اور آپ

(صلی اللہ علیہ وسلم) کیلئے جمیع ماکان و مایکون کے علوم کا اثبات کیا ہے۔ پہلا دعویٰ کہ امام احمد رضا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حدود بشریت سے بالاتر ثابت کرنا چاہتے ہیں فاضل بریلوی کی ذات پر ایک عظیم بہتان ہے اس بے بنیاد دعوے کو دیکھ کر یہ خیال غیر فطری نہیں کہ ”دارالعلوم دیوبند“ میں انتر پر دازی کی خاص ٹریننگ دی جاتی ہے۔ فاضل بریلوی کا ترجمہ قرآن ہی نہیں بلکہ ان کی تمام تصانیف اور جملہ تحریرات میں سے ایک فقرہ ایسا نہیں پیش کیا جاسکتا جس میں رسول کریم کی بشریت کا انکار ملتا ہو۔ فاضل بریلوی رسول کریم کی بشریت کے بارے میں کسی جدید خیال کے بانی نہیں بلکہ اس سلسلے میں ان کا عقیدہ وہی ہے جو تمام عتقین علماء اسلام کا ہے اور جو آیات قرآنیہ اور ارشادات نبویہ سے ثابت ہے۔ وہ یہ کہ۔۔۔۔۔ انبیاء اکرام سب بشر تھے اور سب اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے اور اللہ تعالیٰ کی جو سنت نوع بشر کے لئے ٹھہر چکی ہے وہ ہمیشہ ان پر جاری ہوتی چلی آئی ہے۔ بہت سارے بشری احوال و کوائف کا ظہور ان پر ہوتا رہا ہے تاکہ ہر بشر کو اس کے ہر شعبہ حیات میں ان کی پاک زندگی سے روشنی ملتی رہے۔ مگر۔۔۔۔۔ اس کا مطلب یہ سمجھنا بھی صحیح نہیں ہے کہ وہ بالکل ایسے ہی بشر ہوتے ہیں جیسے کہ عام بشر ہوا کرتے ہیں بلکہ وہ ان سے اتنے متاثر بھی ہوا کرتے ہیں کہ اگر بیک وقت دونوں پر نظر ڈال جائے تو یوں معلوم ہونے لگتا ہے کہ گویا وہ علحدہ علحدہ دو صنفوں کے افراد ہیں۔ متنبی مشہور شاعر نے ایک ہی صنف میں اشتراک کے باوجود ان کے افراد میں امتیاز کی معقولیت کو کیا خوب انداز سے ادا کیا ہے وہ کہتا ہے۔

وان تفق الانام وانت منهم فان المسك بعض دم الخزال
اے ممدوح اگر تو مخلوق میں شامل ہو کر ان سب پر فوقیت رکھتا ہے تو اس میں تعجب کی بات کیا ہے آخر مشک بھی تو اسی ہرن کے خون کا ایک حصہ ہوتا ہے لیکن پھر ان دونوں میں کیا نسبت وہ متعفن اور یہ موطرہ ناپاک اور یہ پاک پس اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی بشر بننے میں گو سب انسانوں کے ساتھ شریک ہوتے ہیں لیکن پھر ان سے مشک کی طرح متاثر بھی ہوتے ہیں صرف اپنی سیرت میں نہیں بلکہ اپنے جسم و جو ارجح میں بھی اور ان کے خواص میں بھی۔ الخضر اگر ایک طرف انبیاء علیہم السلام میں بشریت کی وہ عام صفات موجود ہوتی ہیں جو ان کی بشریت کا بدیہی ثبوت ہیں تو اسی کے ساتھ دوسری طرف ان میں وہ صفات بھی موجود ہوتی ہیں جو عام بشریت سے ان کی فوقیت کا اس سے زیادہ بدیہی ثبوت ہوتی ہیں۔ مگر ایک طبقہ عجیب و غریب ہے کہ جب وہ بشریت کا قائل ہو تو اس نے رسولوں کو ٹھیک عام انسانوں کی صف میں اس طرح سمجھ لیا کہ پھر ان کے حق میں کسی امتیاز کا قائل ہونا اس کے نزدیک گویا ان کی بشریت ہی کے انکار کے مراد بن گیا۔ مقالہ نگار شاید اسی گروہ سے تعلق رکھتا ہے جہی اس کے نزدیک امام احمد رضا بشریت انبیاء کے منکرین میں نظر آتے ہیں۔ امام احمد رضا نے آیت کریمہ قل انما انسا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الھ واحد کا جو ترجمہ ارشاد فرمایا ہے وہ یہ ہے۔

”تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھ پر وحی آتی

ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے“

مقالہ نگار کا کہنا ہے کہ امام احمد رضا نے اس ترجمہ میں آیت کریمہ کے مفہوم و منشا کو غلط کر دیا ہے نیز نظم قرآن کی ترتیب کے اعتبار سے یہ ترجمہ صحیح نہیں اس لئے کہ مقالہ نگار کے خیال میں اس ارشاد قرآنی کا منشا یہ ہے کہ اس خیال کی تردید کر دی جائے کہ جو نبی ہوگا وہ بشر نہیں ہو سکتا۔ مقالہ نگار نے اتنا بھی نہ سوچا کہ اگر ارشاد قرآنی کا منشا صرف اتنا ہوتا کہ نبی کی بشریت واضح کر دی جائے تو پھر اس کیلئے ”انما انما بشر“ فرمانا کافی تھا ”مثلاً“ کے اضافے کی ضرورت نہ تھی۔ قرآن عید کا اصل منشا اپنی طبیعت سے گڑھنا اور پھر اس پر احکام مرتب کرنا اگر انصاف ہے تو یہ وہ انصاف ہے جو دارالعلوم دیوبند کی جہاد دیواری ہی کو مبارک ہو۔ اچھا آئیے مقالہ نگار کے پسندیدہ د مصدقہ ترجموں میں سے مولوی عبدالحق حقانی (جو مقالہ نگار کے نزدیک جید عالم تھے اور جن کا ترجمہ اس کے نزدیک تمام معنوی خوبیوں کا حامل ہے) انہی کے ترجمہ پر گفتگو کی بنیاد رکھی جائے۔ ان کے ترجمے کی عبارت یہ ہے۔

”اے نبی کہندہ کہ میں بھی تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں

۔ یہی ہے کہ میری طرف وحی کیا جاتا ہے کہ تمہارا معبود

ایک ہی معبود ہے“

اس ترجمے کی خامیوں پر غور نہ کیجئے بلکہ مقالہ نگار سے دریافت کیجئے کہ اچھا چلو کر ”بشر مثلاً“ کا ترجمہ تمہاری طرح ”بشر“ مگر اب واضح کر دو کس بات میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہیں؟ ذہن نشین رہے کہ آیت کریمہ میں مخاطب کفار و مشرکین ہیں نہ کہ مومنین و مطہیین (دیکھو ابن کثیر و ابن جریر وغیرہ) تو ظاہر ہے کہ آیت میں مذکور ضمیر ”کے“ کا جو اپنے کو مخاطب سمجھے گا تو وہ دانستہ و نادانستہ اپنے کو اسی زمرے میں شامل کر لے گا۔ جسے جو اس ضمیر خطاب کے مخاطبین کا زمرہ ہے۔ ایسی صورت میں کوئی ایمان والا ہوش و حواس کی سلامتی کے ساتھ اپنے کو اس ضمیر خطاب کا مخاطب قرار ہی نہیں دے سکتا۔ کفار و مشرکین کا اگر رسول کو مومنین و صالحین کی طرح کہا جائے جب بھی وجہ تشبیہ کی تلاش میں عقل حیران ہو جاتی ہے کہ اگر رسول ہمارے مثل ہیں تو کس بات میں۔ مماثلت کلیہ کا دعویٰ تو پاگل بھی نہیں کر سکتا۔ خود مقالہ نگار بھی نبی و غیر نبی کی بالکل یہ مماثلت کا قائل نہیں تو اب صرف بعض امور میں مماثلت کا مسئلہ زیر بحث رہ گیا تو آخر وہ امور کون سے ہیں؟ ایمان، اعمال، احکام اور معاملات کسی میں بھی ہم کو ان سے مماثلت و مشابہت نہیں۔

غور کیجئے رسول کریم کا کلمہ ہے لا الہ الا اللہ اتنی رسول اللہ نہیں ہے کوئی معبود برحق اللہ کے سوا اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر یہی کلمہ ہم پڑھیں تو کافر ہو جائیں۔ ہم پر پانچ وقت کی نمازیں فرض اور حضور پر چھ وقت کی نمازیں فرض تہجد بھی آپ پر فرض ہے۔ ہمارے لئے ارکان

اسلام پانچ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد۔ اور آپ کے لئے چار اس لئے کہ زکوٰۃ آپ پر فرض نہیں۔ ہم کہ صرف چار بیویوں کی اجازت ہے اور آپ جس قدر چاہیں۔ ہماری بیویاں ہمارے مرنے کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہیں لیکن آپ کی ازواج پاک مسلمانوں کی مائیں ہیں کسی کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ ہمارے بعد ہماری میراث تقسیم ہوگی اور آپ کی میراث سب سے گی۔ ہمارا ایمان ایمان بالغیب آپ کا ایمان ایمان بالشہادۃ۔ ہم بیٹھ کر نفل پڑھیں تو ثواب نصف ہو جائے اور آپ بیٹھ کر بھی پڑھیں جب بھی اجر میں کمی نہیں ہوتی۔ ابتداء میں صحابہ نے یہی سمجھ رکھا تھا کہ وہ شرعی احکام جو نبی و غیر نبی کے لئے عام ہیں اس میں بھی ہماری طرح ہیں لیکن رسول کریم نے ایک موقع پر لست کا حد منکر فرما کر ان کے خیال کی اصلاح فرمادی۔

ہم اسلامی قانون پر عمل کرنے والے ہیں اور رسول کریم اسلامی قوانین کو نافذ کرنے والے ہیں اس منصب رفیع کے ساتھ کہ جس کو چاہیں اور جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ فرمادیں یہ اختیار کسی امتی کو تاقیامت حاصل نہیں ہو سکتا چنانچہ حضور نبی کریم علیہ السلام نے ایک موقع پر حضرت ابوبکرؓ کیلئے ”ششماہ بکری کی قربانی جائز فرمادی، ایک بار حضرت عقبہ ابن عامر کو بھی ششماہ بکری کی قربانی کی اجازت عطا فرمادی ایک بار حضرت ام عطیہ کو فوج کرنے کی رخصت بخش دی، ایک مرتبہ حضرت اسماء بنت عیسٰی کو عدت و فوات کا سوگ معاف فرمادیا، ایک صاحب کو ہر کی جگہ صرف سورت قرآن سکھانا کافی کر دیا، حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کی تنہا گواہی کو شہادت کا نصاب کامل کر دیا ایک صحابی کے لئے روزے کا کفارہ خود ہی کھا لینا جائز فرمادیا، ایک صاحب کو جوانی میں ایک بی بی کا دودھ پینے کی اجازت دی اور اس سے حرمت رضاعت ثابت فرمادی، دو صاحب کو لڑکی پرے پہننے کی اجازت دیدی، مولیٰ علیؓ کو بکالت جنابت مسجد اقدس میں رہنا مباح فرمادیا، عذرات اہلبیت کو بحالت عارضہ ماہانہ مسجد مبارک میں آنا جائز فرمادیا، حضرت براء ابن عازب کو سونے کی انگلی پہننے جائز فرمادی، حضرت سراقہ کو سونے کے کنگن حضور کی اجازت سے پہننے گئے، حضرت عثمان غنی کو بے حاضری جہاد سہم غنیمت کا مستحق فرمادیا اور عطا کیا، حضرت معاذ بن جبل کو اپنی رعیت سے تحائف لینا حلال فرمادیا، ام المومنین حضرت عائشہؓ کو عصر کے بعد در رکعت نفل جائز فرمادی، ایک شخص سے اس شرط پر اسلام قبول فرمایا کہ وہ دو نماز سے زیادہ نہ پڑھے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ صفحات کتب احادیث پر پھیلے ہوئے یہ سارے واقعات و حقائق واضح کرتے ہیں کہ رسول کریمؐ کی ذات گرامی ایمان و احکام معاملات و عبادات میں بھی بے مثل و بے نظیر ہے ہم جیسی نہیں۔ یہی نہیں بلکہ آپ کا سر سے لیکر پیر تک ہر ہر عضو بدن بے مثل و بے نظیر ہے اللہ عزوجل نے آپ کو اپنی ذات و صفات کا مظہر اتم حقیقت و معرفت کے تمام ظاہری و باطنی کمالات کا مخزن اور روحانیت کے تمام محاسن و اوصاف کا معدن بنایا تھا آپ کے حسن و جمال کا عالم یہ تھا کہ نگاہیں دیکھ کر خیرہ ہو گئیں جس کا مشاہدہ کر کے زبان کو عالم حیرت میں کہنا پڑا الحمد للہ بعد از مثلاً ایسا حسین و جمیل نہ آپ کے قبل دیکھا نہ آپ کے بعد خود حضرت علیؓ نے آپ کے سر سے پاؤں تک کے

اسات بید بیان کرنے کے بعد فرمایا یقول ناعتہ لہ اذ قبلہ وکلا بعدہ
مثلاً صلی اللہ علیہ وسلم یعنی جو حضور کی نعت بیان کرے گا وہ مرد کہے گا کہ
میں نے حضور کے مثل نہیں دیکھا۔ حضرت مولائے کائنات نے فیصلہ فرمادیا کہ یہ ممکن نہیں کہ
حضور کی مدح و ثنا کرنے والا حضور کو بے مثل نہ کہے اسلئے کہ جب تک وہ حضور کو بے مثل
نہ کہے گا اور نہ کہ یسکون الشفاء کما کان حقہ کافرا نہ کرے گا اس کی مدح و ثنا
مکمل نہیں ہو سکتی۔ حضرت علی کا ارشاد اس بات کی طرف بھی اشارہ کر رہا ہے کہ حضور سے مثلیت
کا دعویٰ وہی کرے گا جو حضور کا ناعت (ثنا خواں) نہ ہوگا بلکہ حضور کی توہین و تنقیص کا قصد
رکھتا ہوگا۔ حضرت حسان فرماتے ہیں۔

خاقت مبرا عن کل عیب (اے میرے محبوب) آپ ہر عیب پاک صاف پیدا کئے گئے
کانک قد خلقت کما تشاء (گویا آپ کی تخلیق آپ کی مرضی سے کی گئی)
واجمل منک لہ توقط عینی (آپ سے زیادہ حسین و جمیل میری آنکھوں نے نہیں دیکھا)
واکمل منک لہ قلل النساء (آپ سے زیادہ باکمال کسی عورت نے جنابی نہیں)
صحابہ کرام فرمایا کرتے تھے ما ساریت شیئاً احسن من رسول اللہ
صی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے حضور سے زیادہ خوبصورت کسی انسان ہی نہیں
بلکہ (کائنات) کی کسی چیز کو بھی نہیں دیکھا۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ
چہرہ نبوی کے حسن کا یہ عالم تھا کہ کانت الشمس تجسی فی دجہ ہ۔ گویا سورج آپ کے
چہرے میں رقصاں ہے۔ عارض پاک کا عالم یہ تھا کانت ماء الذہب یجسی فی صفحہ
خونہ۔ گویا صوفی رخسار پر سونے کا بانی چھلکا رہا ہے۔ دندان مبارک موتیوں کی طرح سفید
چمکدار تھے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں اذا ضحیٰ یبتلا لاع الجلاس۔ جب آپ
تبسم فرماتے تو دندان مبارک کے نور سے دیواروں پر روشنی چھا جاتی۔ لب مبارک کے بارے
میں موابہب شریف میں ہے احسن عباد اللہ شفیعین اللہ کے تمام بندوں سے
اچھے تھے اللہ الشکایا اعجاز تھا آپ کے لبہائے مبارک کا کہ ایک بار حضرت علی
شدید بیمار ہوئے آپ نے دیکھ کر فرمایا اللہ عاذہ ادا شفیعۃ الی اے عافیت
دے یا شفادے۔ لب جان بخش کے ہلاتے ہی شفا ہو گئی اور پھر اس کے بعد تاحیات اس مرض
میں گرفتار نہ ہوئے۔ زبان مبارک کا یہ عالم کہ خود ارشاد فرماتے ہیں انا انصم الحرب
میں عرب میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہوں۔ ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبر کے اس استفسار
پر کہ حضور میں نے عرب کا دورہ کیا بڑے بڑے فصحاء سے ملاقات کی مگر آپ جیسی فصاحت
کسی میں نہ پائی آپ نے ارشاد فرمایا اذ بتنی مربی مجھے میرے رب نے ادب سکھایا۔
ایک غزوہ میں حضور علیہ السلام نے نزول اجلال فرمایا ایک چشمے کے متعلق صحابہ نے عرض کیا
کہ حضور اس چشمہ کا نام بیسان ہے اسکا پانی کھا رہا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا
بل ہونحیات و ہوا طیباً نہیں اس کا نام نعمان ہے اس کا پانی میٹھا ہے
صحابہ فرماتے ہیں کہ حضور نے چشمہ کا نام بدل دیا تو اللہ نے اس کا ذائقہ بدل دیا۔
حضور علیہ السلام کی زبان کی عظمت کا اندازہ اس طرح بھی لگایا جاسکتا ہے کہ یہ

وہی زبان مبارک ہے جو حرم خلوت گاہ قدس میں پہنچ کر رب العالمین سے شرف کلامی حاصل
کرتی ہے۔ ایک بار آپ اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں فوالذی نفسی
بیدہ ما یدخوج منہ الا حقاً مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں
میری جان ہے اس سے جو کچھ نکلتا ہے حق ہی نکلتا ہے۔ قرآن نے اعلان فرمایا ما ینطق
عن الہوی ان ہوا لادھی یوحی۔ یہ اپنی طرف سے نہیں بولتے ان کا بولنا وحی
الہی ہے۔ ایک مرتبہ شدت تشنگی میں حضرت امام حسن کے منہ میں آپ نے اپنی زبا
دکھ دی انھوں نے چوہی اور سیراب ہو گئے۔ آپ کی مقدس آنکھوں کے لئے
اندھیرا بھی حجاب نہ تھا حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور رات کے اندھیرے
میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح دن کے اُجالے میں۔ حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضور
نے خود ہی فرمایا ہے کہ اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں تم کو اپنی پشت
کی جانب سے بھی دیکھتا ہوں جیسا کہ اپنے سامنے کی جانب سے۔ بلکہ۔۔۔
حضور کا یہ بھی ارشاد ہے کہ خدا کی قسم تمھارے دھوکے اور خدشے مجھ پر پوشیدہ نہیں۔
خدشہ دل کی کیفیت نیا زکام نام ہے مگر نگاہ احمدی کے قربان جو نمازی کے خدشہ کا بھی
ادراک رکھتی ہے۔ مدینہ میں رہ کر غزوہ موتہ کے حالات کو ملاحظہ
فرمانا اور پھر مجاہدین کی واپسی پر خود ہی تمام حالات کو من و عن بیان کر دینا حدیثوں میں
مذکور ہے۔ معلوم ہوا کہ چشم نبوت اندھیرے، اُجالے دور و نزدیک کے قانون سے علیحدہ
ہے یہ قانون دوسروں کی آنکھوں کیلئے ہے۔ آپ کے مئے مبارک میں ایک ممتاز حیثیت کے مالک
ہیں اسلام کے مشہور جرنیل حضرت خالد کو میدان کارزار میں فتح و نصرت الہی تمنا دیکھ کر بالوں کی
برکت سے حاصل ہوتی تھی۔ امام بیہقی کی روایت ہے کہ حضرت خالد کی ٹوپی میں حضور علیہ السلام
کے چند بال تھے اور انھیں بالوں کی برکت سے انھیں ہر معرکہ میں فتح ہوتی تھی۔
حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا ایک بال میں دنیا و ما فیہا سے زیادہ محبوب
ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حلاق حضور کے بال اتار رہا ہے
اور صحابہ کرام پر دانہ دار مئے مبارک حاصل کرنے کیلئے حضور کا طواف کر رہے ہیں
تاکہ ایک بال بھی زمین پر نہ گرے اور ان کے ہاتھوں میں آجائے۔ حضرت علی کا بیان
ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے دست مبارک میں اپنا ایک بال لئے ہوئے فرما رہے ہیں کہ
جس نے میری ایک بال کی توہین کی اس پر جنت حرام ہے۔ آپ کی قوت سامعہ بھی
بے نظیر ہے حضرت ابوذر کی روایت ہے کہ حضور نے فرمایا میں وہ دیکھتا ہوں جو کوئی نہیں
دیکھتا اور وہ سناتا ہوں جو کوئی نہیں سنا۔ خود حضور نے فرمادیا کہ میری
قوت سامعہ دباصرہ عام انسانوں کی طرح نہیں۔ آسمان کی چڑچڑاہٹ سماعت
فرمانا۔ غداً قبر کو سننا وغیرہ وغیرہ آپ کی سماعت کی بے مثل کی نشاندہی کر رہے ہیں۔
آپ کا بچپن بھی ایک ممتاز حیثیت رکھتا تھا اور آپ کا زمانہ طفولیت
عام بچوں کی طرح نہ تھا۔ حضرت امام ابن سیرین فرماتے ہیں کہ آپ نے صحن عالم پر قدم رکھا
تو پہلا کلام یہ فرمایا اللہ اکبر کی بوا الحمد للہ کثیراً۔ معلوم ہوا کہ حضور کو بچپن اور

کسمی میں بھی ادا رکھنا دشوار علم و دہم حاصل تھا اور اللہ تعالیٰ نے تمام اخلاق حمیدہ اور آداب شریعہ آپ میں جمع فرمادئے تھے۔ امام ابن سلع فرماتے ہیں کہ حضرت حلیمہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف آپ کے دائیں طرف کا درود نوش فرماتے اور بائیں طرف کا وہ بلانا بھی چاہتیں تو نہ نوش فرماتے علماء فرماتے ہیں کہ اسکی وجہ یہ تھی "وذا اللہ من عدلہ لانہ یعلم ان لہ شریکاً فی الرضاۃ" یہ آپ کا عدل تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ میرا ایک رضاعی شریک بھی ہے یعنی حضرت حلیمہ ایک اور بچے کو دودھ پلاتی تھیں جس کے لئے آپ نے بائیں طرف کا حصہ مخصوص فرما دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایام شیرخوارگی کے عالم میں عدل و مساوات کا یہ اہتمام فرمانا آپ کی بے مثل کو ظاہر فرما رہا ہے اسلئے کہ اس عمر میں یہ دیانت دشور کس میں ہوتا ہے؟ آئیے دست و پا کی بھی جلوے ملاحظہ فرمائیے۔ جنگ احد میں حضرت عبداللہ ابن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے انھیں ایک کھجور کی ٹہنی دی جو ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔ لکڑی کو لوبانا دیا اور حقیقت کو بدل دیا اسی کو قلب اعیان کہتے ہیں۔

حضرت سائب ابن یزید کہتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا حضور کا ادھر سے گزر ہوا آپ نے فرمایا کون میں نے عرض کیا سائب ابن یزید ہوں پھر آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا اللہ بרכת دے جس کا اثر یہ ہوا کہ میرے بال ہمیشہ سیاہ رہے۔

مبارک سے پانی کا چشمہ جاری ہونا، ایک اشارے پر چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا، ایک اشارہ سے مدینہ طیبہ سے بٹ کر بادلوں کا اطراف کا رخ کر لینا، دست مبارک میں شفاء کی سی خاصیت ہونا ظاہر کرتا ہے کہ آپ کا دست مبارک بے مثل و بے نظیر تھا۔

آپ کی قوت ذائقہ کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ آپ صحابہ کے ساتھ ایک میت کی تدفین کے بعد واپس ہو رہے تھے کہ ایک خاتون نے آپ سب کو کھانے پر مدعو کیا صحابہ نے آپ کے بعد کھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور کھانا شروع کر دیا مگر آپ کے دہن مبارک میں جیسے ہی خمر پہنچا آپ نے فرما دیا کہ یہ گوشت کسی ایسی بکری کا ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر حاصل کی گئی ہے چنانچہ آپ نے اس لقمے کو نوش نہیں فرمایا۔ بات بھی صحیح تھی اسلئے

زود بکری اصل مالک کے بجائے اس کی بیوی کی اجازت سے حاصل کی گئی تھی۔ خیال کیجئے کہ تلخ دشیریوں کا احساس تو عام بشر کی زبانیں بھی کر لیتی ہیں مگر نبی و رسول کی زبان حلال و حرام کا بھی احساس فرمالتی ہے۔ آپ کی مبارک آواز کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن جب آپ منبر پر خطبہ کیلئے بیٹھے تو لوگوں سے فرمایا بیٹھ جاؤ آپ کی یہ آواز حضرت عبداللہ ابن رواحہ کے کان میں بھی پہنچی وہ اسوقت بکریوں میں تھے آپ کی آواز سن کر فوراً وہیں بیٹھ گئے۔ حضرت عبدالرحمن بن معاذ کی روایت ہے کہ رسول کریم نے منیٰ میں ہمارے سامنے خطبہ دیا تو اللہ نے ہمارے کان اس طرح کھول دیے تھے کہ ہم تمام حجاج جہاں جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے آپ کی آواز سن رہے تھے۔ منیٰ کی سرزمین شاہد ہے کہ نبی کریم کے بعد اس فضل سے کسی کو نوازا نہیں گیا تاکہ اس خاص موقع کا یہ واقعہ آپ کے خصال میں شمار ہو۔

آپ اس رفیع الصوتی کا ہر تو ایک عاشق رسول پر پورا تھا جس نے مدینہ طیبہ میں آواز بلند کی وہ آواز نہادند کی فوج میں سنی گئی۔ المختصر۔ منیٰ والا واقعہ اپنے جیسے وقوع اور کیفیات کے لحاظ سے جداگانہ ہے۔ آپ کے لعاب دہن کا یہ حال کہ کھانے پانی میں پڑے تو پانی کو میٹھا کر دے، پائے صدیق میں لگے تو تریاق بن جائے، چشم علی میں لگے تو کل الجواہر کا کام دے، عبداللہ ابن عتیک کے ٹوٹے ہوئے پاؤں میں لگ جائے تو ہڈیوں کو جوڑ دے۔ آپ کی میند کا یہ عالم کہ خود فرمائیں "اِنَّ عَلَيْنِيْ تَمَامَانَ دَلَا بِنَامِ قَلْبِيْ" میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔ نیز۔ ارشاد فرمایا کہ۔ ہم انبیاء کی صرف آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتے۔

انبیاء کرام کو دفات سے پہلے یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو دنیا ہی میں رہیں اور چاہیں تو آخرت کو پسند فرمائیں۔ نیز۔ کسی نبی پر دفات طاری نہیں کی جاتی جب تک جنت میں اس کا مقام اُسے دکھا نہیں دیا جاتا اور اُسے دنیا و آخرت میں ایک کو پسند کر لینے کا اختیار نہیں دیدیا جاتا۔ احادیث سے یہ حقائق ثابت ہیں۔ ان امور کے علاوہ بعد

وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ ہی کے پیروں میں غسل دینے کی غیبی ہدایت، غسل میں فرشتوں کی بھی غائبانہ شرکت، حضور کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے آؤ لا حضرت جبرائیل پھر حضرت میکائیل پھر حضرت اسرافیل پھر حضرت عزرائیل کا بہت سارے فرشتوں کے ساتھ حاضر ہونا۔ پھر اہلبیت اطہار کا نماز کیلئے حاضر ہونا ان سب کے بعد دوسرے لوگوں کا تنہا تنہا بغیر امام کے نماز پڑھنا۔ قبر میں اتار دینے دلت ملائکہ کا بھی شریک کار ہونا۔ آپ کی وفات کے بعد ملائکہ کا اہلبیت کے پاس آکر تعزیتی کلمات غائبانہ طور پر پیش کرنا اس طرح کہ وہ نظر نہیں آ رہے تھے مگر اُن کی آواز سنی جا رہی تھی، عام بشر کی تعزیت عام بشر کر لیتے ہیں مگر رسول وہ ہیں جن کے گھر والوں کی تعزیت میں خدا کے مقدس فرشتے بھی شریک رہتے ہیں۔ یوں ہی ہر نبی کا اسی جگہ پر وفات پانا جہاں اُسے دفن ہونا

محبوب ہو، دفن کے بعد زمین کے تحریکی اثرات سے انکا محفوظ رہنا اور قبروں میں نمازیں پڑھنا حقیقت میں نگاہوں میں مدینے میں آپ کے آنے سے ردشنی اور وفات سے تاریکی پھیل جانا، اور حضور سے جدا ہو جانے کے نتیجے میں صحابہ کا اپنے قلوب کی حالت دگرگوں پانا، حیات طیبہ میں رسول کی صحبت سے الگ ہوتے ہی صحابہ کا اپنی قلبی کیفیت میں تبدیلی کا احساس ہونا، فرشتوں سے ہمکلام ہونا فرشتوں کا آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شرف صحبت سے مستفیض ہونا، آپ کے نماز پڑھنے سے میت کے قبر کا روشن و منور ہو جانا، جنت و دوزخ کا حالت نمازیں آپ کے سامنے منظر ہو کر حاضر ہونا، اس حیات دنیوی میں رہتے ہوئے بارہا بنفس نفیس جنت میں تشریف لیجانا، یہ سارے حقائق وہ ہیں جو

احادیث نبویہ سے ثابت ہیں۔ طوالت تحریر کا اندیشہ کلمات احادیث کو نقل کرنے سے مانع ہے۔ یہی وہ حقائق ہیں جن کے پیش نظر امام رازی نے صاف صاف فرمایا کہ انبیاء کرام جس طرح عام بشر سے اپنی روحانی قوتوں میں ممتاز ہوتے ہیں اسی طرح جہاں طاقتوں میں بھی ممتاز ہوتے ہیں یعنی اپنی سامعہ، بامرہ، شامہ اور ذائقہ سے

جہاں طاقتوں میں بھی ممتاز ہوتے ہیں یعنی اپنی سامعہ، بامرہ، شامہ اور ذائقہ سے

طاقتوں میں ————— امام رازی کا یہ قول مولوی بدر عالم میرٹھی نے ترجمان السنۃ جلد سوم ۲۵۱ پر نقل کیا ہے ————— علامہ ذوقانی نے تو یہاں تک فرمادیا کہ حضور پر ایمان لانے کی تکمیل یہ ہے کہ آدمی اس پر ایمان لائے، یا نہ اللہ تعالیٰ اجل خلق بد نہ الشریف علی وجہ اسی حال و ہیئتہ لم یطہر قبلہ ولا بعدہ خلق آدمی مثله اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے جس شریف کو اس شان کا پیدا فرمایا کہ کوئی انسان آپ پہلے اور آپ کے بعد ایسا نہ ہوا، حکیم ترمذی حضرت ذکوان سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ چاند کی چاندنی میں دکھائی دیتا تھا نہ سورج کی روشنی میں، حضرت ابن سبن فرماتے ہیں کہ جسم اطہر پر کبھی نہ بیٹھی تھی۔ حضرت حارث ابن اسامہ حضرت مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چالیس جنتی جوانوں سے زیادہ توانائی رکھتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ کے چہرہ اقدس پر پسینہ موتی کی طرح نظر آتا تھا اور اس کی خوشبو مشک سے زیادہ تھی، آپ کا قد مبارک نہ بہت دراز تھا نہ بہت کوتاہ جس سے یہ معجزہ ظاہر ہوتا تھا کہ جب آپ قوم کے درمیان تشریف رکھتے تو آپ کے مونڈھے سے بلند رہتے۔ عقل و دانائی کا عالم کہ امام ابو نعیم فرماتے ہیں کہ حضور تمام دنیا کے انسانوں میں عقل و دل کے لحاظ سے برتری رکھتے تھے۔ حضرت دہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر آسمانی کتابوں اور صغیروں کا مطالعہ کیا سب میں یہی لکھا پایا کہ ابتدائے آفرینش سے لیکر انتہائے عالم تک سارے عقلاء کی عقلیں حضور سید عالم کی عقل کے مقابل ریت کا ایک ذرہ نظر آتی ہیں۔ قدموں کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن بریدہ فرماتے ہیں کہ آپ کے قدم مبارک تمام انسانوں کے قدموں سے زیادہ حسین تھے۔ قدموں کی ٹھوک سے پانی کا چشمہ جاری کر دینا اور پھر ٹھوکہ مار کر اس چشمے کو بند کر دینا اور اپنی ٹھوکوں سے عصائے موسیٰ کا کام لینا حدیث سے ثابت ہے —————

انتہایہ ہے کہ آپ کے تمام فضائل مبارک امت کے حق میں طیب و طاہر باعث برکت و رحمت ہیں لیکن خود آپ کے حق میں آپ کی عظمت شان کے سبب حکم اصلی باقی ہے۔ فتاویٰ اسعدیہ میں الیٰ کی ہدایت کی صراحت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضور علیہ السلام کے پچھنے لگائے جسم اقدس سے جو خون نکلا وہ انھوں نے پی لیا اس پر حضور نے ارشاد فرمایا جاؤ نے اپنے نفس پر آتش و دوزخ حرام کر لی حضرت ابن زبیر نے خون مبارک بطور تبرک پیا کسی نے پوچھا خون کا ذائقہ کیا تھا فرمایا ذائقہ خیر کی طرح تھا اور خوشبو مشک و عنبر جیسی تھی ————— حضرت ام ایمن نے ایک مرتبہ آپ کا بول مبارک پی لیا اور پھر جب آپ سے عرض کیا تو آپ مسکرائے اور ارشاد فرمایا کہ آج سے تجھے کبھی پیٹ کی بیماری نہ ہوگی۔ ————— روحانی کمالات کو الگ رکھتے یہ جہانی حیر العقول کمالات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ نبی کریم کی طرح مومنین صالحین تک نہیں نہ روحانی درجات میں نہ جہانی کمالات اور ظاہری عضو کے کسی حصے میں ————— پھر کفار و مشرکین کا آپ کی طرح ہونا یا آپ کا ان کی طرح ہونا کس قدر بعید از قیاس ہے ————— اب وہ گیا ————— حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کا کھلنے، پینے، سونے، جاگنے، اٹھنے، بیٹھنے، چلنے پھرنے اپنا کام اپنے ہاتھوں انجام دینے، ذمہ ہونے، بیمار پڑنے وغیرہ وغیرہ میں ہمارا شریک نظر آنا تو اس سے بھی آپ ہماری طرح نہیں ہوتے اسلئے کہ نبی کے افعال امت کا تعلیم کیلئے ہوتے ہیں ان کی ہر ادا عملہ شاہ رکھتی ہے پھر ان کے افعال کی حقیقت کو امتی کے افعال کی حقیقت سے کیا نسبت —————

غور کیجئے ابیت عند ربی یطعمنی ربی دیسقینی میں رب کے یہاں شب گزارتا ہوں مجھے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے۔ ————— بلفظ دیگر ————— انی لست کہینک انی اطعم و اُسقی میں تمہاری ہیئت و ماہیت کے مثل نہیں میں کھلایا جاتا ہوں اور پلایا جاتا ہوں۔ ————— بروایت دیگر ————— انی لست مثلكم میں تمہارے مثل نہیں۔ ————— تیسری روایت میں ہے ————— ایکم مثلی تم میں کون میرے مثل ہے۔ ————— ان ظاہر المراد کمالات کے ذریعہ اپنی بے مثل و بے نظیری کا اعلان فرمانے والا رسول اگر بھوکا، پیاسا، زخم خوردہ و مجروح، بطن اقدس پر پتھر یا ندھے ہوئے وغیرہ وغیرہ نظر آئے تو کیا اس کے ان افعال کی وہی حقیقت ہوگی جو مجبوروں اور یکسوں کے افعال کی ہوتی ہے؟ یا عائشہؓ کو مشقت سارت معی جبال الذهب اے عائشہ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کر میں ارشاد فرمانے والے رسول کے دولت کدے سے دھواں نہ اٹھے تو کیا اسے اسکی بے کسی و مجبوری پر محمول کیا جائے گا؟ کیا انبیاء پر بشری احوال و کوائف کا ظہور اسلئے ہوتا ہے کہ غیر نبی کو انھیں اپنا جیسا کہنے کا ہوا ذل جائے۔ ————— یا یہ کہ ————— انبیاء کے یہ سارے اعمال امت کی تعلیم اور انھیں فقر و زہد، صبر و شکر، توکل و استغناء، عجز و انکسار نیز اللہ کی رضا سے راضی رہ کر ہر شعبہ حیات میں پاکیزہ زندگی گزارنے کا سبق سکھانے کے لئے بھی قرآن و حدیث سے تو یہاں تک ثابت ہے کہ نبی کریم کی شان تو فرالی ہے آپ کی طرف جس کی نسبت ہوگی وہ بے مثل ہو گیا۔ ————— جیسی تو ————— نبی کی ازواج عورتوں میں بے مثل، نبی کے امتی دیگر امتیوں میں بے مثل، نبی کا شہر شہروں میں بے مثل، نبی کے قبرانور کی زمین زمینوں میں بے مثل، نبی پر نازل شدہ کتاب آسمانی کتابوں میں بے مثل، نبی کا لایا ہوا دین ادیان میں بے مثل، نبی کا قبیلہ قبیلوں میں بے مثل، نبی کا خاندان خاندانوں میں بے مثل نبی کا گھرانہ گھرانوں میں بے مثل وغیرہ وغیرہ توجب آثار و منوبات کا یہ حال ہے تو پھر منسوب الیہ کی بے مثل و بے نظیری سمجھالے کے لئے کسی دلیل کی کیا ضرورت ————— شیخ محقق نے لمعات شرح مشکوٰۃ میں ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے صفات صاف فرمادیا کہ ————— ولکنی لست کا احد متکبر لیکن میں تمہاری طرح نہیں ہوں حضور کا اپنے اس کلام سے مقصد یہ ہے کہ بیٹھکر نماز پڑھنا اور پورا پورا ثواب ملنا میرے خصائص سے ہے فلا تقیسونی علی احد ولا تقیسوا علی احد ا لہذا بیکو کسی پر قیاس نہ کرو اور نہ مجھ پر کسی کو قیاس کرو یہاں تک میں نے احادیث کریمہ اور ارشادات علماء کی روشنی میں جو کچھ لکھا ہے اس سے بخوبی واضح ہو گیا کہ ہر نبی اپنی ذات و صفات، اعضاء

سے "مماثلت فی البشریۃ" مقصود ہونے پر ساری تفسیریں متفق ہیں تو پھر اسی وجہ مماثلت کو قرآن کی ترجمانی میں اگر دکھایا جائے اور ذہنوں کو ادھر ادھر بھٹکنے سے بچالیا جائے تو اس میں کوئی ناسا جرم ہے؟ مقصود قرآن کو ترجمہ قرآن کی صورت دیدینا کیوں غلط ہے؟ — امام احمد رضا نے اسی وجہ مماثلت کو کہیں "ظاہر صورت بشری" اور کہیں "آدی ہونے" کے لفظوں سے ظاہر کیا ہے دونوں فقروں کا حاصل و مآل ایک ہے — مقالہ نگار کے ہیں: ہمیں ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس کا جس مکتب فکر سے تعلق ہے اس میں نبی کی حیثیت ایک معمولی انسان" کی ہے چنانچہ اپنے عہد میں خارجیت اور دہابیت کے مسلمہ امام مولوی عبدالشکور کاوردی ایڈیٹر النجم آیت ذی بخت کا ترجمہ کرتے ہوئے ماہنامہ النجم مورخہ ۱۱ جون ۱۹۳۷ء ص ۵۷ کالم ۳ میں لکھتے ہیں "نبی کریم نے فرمایا انا انبأ بشر مثلكم یوحی الی میں تمہاری طرح ایک معمولی انسان ہوں اگر تم میں اور مجھ میں کچھ فرق ہے تو صرف اتنا کہ میں تمہارے پاس خدا کے تعالیٰ کا پیام لایا ہوں"

آج تک دیوبند کے کسی پوت و سپوت کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ بارگاہ نبوت کے اس گستاخ سے سوال کرے تاکہ یہ معمولی انسان" آیت کریمہ کے کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ مقالہ نگار نے اگر گودھی عصبيت سے ہٹ کر اس گمراہ کن ترجمے پر اعتراض کیا ہو تو میں اُسے ضرور جاننا چاہوں گا۔ مگر مجھے یقین ہے کہ نہ مقالہ نگار نے ایسا کیا ہوگا اور نہ کبھی ایسا کر سکے گا اسلئے کہ وہ جانتا ہے کہ وہ جس مکتب فکر سے وابستہ ہے وہاں بڑے بڑے سورا پیدا ہو چکے ہیں۔ جو نبی کریم کی ذات کیلئے معمولی بشر، بڑا بھائی، گاؤں کا چودھری، فقط ایک ایچی کا لفظ احتمال کرنے والے، نبی کیلئے اپنی آخرت سے بے خبر اور مکر میں مل جانے کا خیال ظاہر کرنے والے علم نبوی کو جانوروں اور پالگوں کے علم سے تشبیہ دینے والے۔ علم نبوی کہ شیطان کے علم سے کم سمجھے والے۔ نبی کریم کو اردو سکھانے کا دعویٰ رکھنے والے۔ نبی کریم کیلئے ذرہ بے مقدار اور چھار سے زیادہ دلیل کا لفظ استعمال کرنے والے۔ نبی کے فضل و کمال، جاہ و جلال، حسن و جمال، جو دونوں کی احادیث کو ضعیف، کمزور ناقابل پذیرائی قرار دینے والے۔ اور جس کلام میں بظاہر کچھ شان اقدس کی منقصد نظر آئے سپر رنگ و روغن چڑھا کر قریہ قریہ بستی بستی اسے بیان کرنے والے المنقر تقدیس رسالت کی نفی کو توحید الہی سمجھنے والے ہیں بھلا ایسوں سے کیا امید کی جائے کہ وہ بھی دین و دیانت کے تقاضوں کو کبھی پورا کر سکیں گے — مقالہ نگار کی علمی خیانت تو ملاحظہ فرمائیے اس نے امام احمد رضا کے ترجمے کی نقل مطابق اصل نہیں کی۔ نہ تو سورہ کہف وال آیت کا ترجمہ مطابق اصل نقل کیا اور نہ ہی سورہ سجدہ والی آیت کا ترجمہ معنی نقل کیا دونوں مقامات کی آیات کے ترجموں کو اصل کے مطابق ملاحظہ فرمائیے۔

”تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں“
جیسا ہوں مجھ پر وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک معبود ہے“ (سورہ کہف)

جو ارجح میں غیر نبی نماز ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب حقیقت دہابیت میں مماثلت نہ رہ گئی تو اب ذات و صفات اور اعمال و افعال نیز اعضاء و جوارح کی جو ظاہری صورت ہے اُسی میں مماثلت ہو سکتی ہے — امام احمد رضا کی بصیرت اور ان کی بے پناہ فہم و فراست پر قربان جائیے کہ انھوں نے قل انا بشر مثلكم کے ترجمے میں لفظ کے نیچے لفظ رکھ دینا پسند نہیں فرمایا بلکہ اُسی وجہ تشبیہ کو ترجمے کی صورت دیدی جس کے سوا کوئی اور مماثلت کی وجہ نہ بن سکے۔ تاکہ عام ذہن وجہ تشبیہ کی تلاش میں سرگرداں اور پریشان نہ ہو نیز غفلت و لاعلمی کے سبب کسی ایسی چیز کو وجہ تشبیہ نہ ٹھہرائے جس سے وہ خارج از اسلام ہی ہو جائے — مقالہ نگار اگر ذرا بھی منصف مزاج ہوتا تو امام احمد رضا کے ترجموں کو آنکھوں سے لگاتا اور ان کی فراست ایمانی کے حضور سر نیاز جھکا دیتا ایک فقرہ میں طویل و عریض تحقیقات کا عطر پیش کر دیتا اور بے غبار لفظوں میں اسلامی عقیدے کی وضاحت کر دیتا تا یہ بات ہی پر موقوف ہے — یہاں اس نکتے کو بھی ذہن میں رکھ لیجئے کہ ”انا بشر مثلكم“ (میں تمہاری طرح بشر ہوں) کی ترجمانی کی دو صورتیں ہیں

۱۔ میں تمہاری طرح انسان ہوں یعنی جیسے تم انسان ہو (فرشتہ و جن نہیں) اسی طرح میں بھی انسان ہوں (فرشتہ و جن نہیں) اس ترجمانی میں وجہ مماثلت انسانیت اور بشریت ہے یعنی انسان دیش ہونے میں تمہاری طرح ہوں۔ ۲۔ میں تمہاری طرح انسان ہوں یعنی جس طرح کے انسان تم ہو اسی طرح کا انسان میں بھی ہوں یعنی تم میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں۔

ظاہر ہے کہ پہلی ترجمانی ہی اسلامی عقائد و نظریات کے مطابق ہے جس سے واضح ہے کہ مماثلت صرف ”آدی ہونے“ میں ہے نہ کہ دوسرے صفات و غیر کی حقیقت دہابیت میں۔ خود مقالہ نگار نے فتح القدیر، بحر المحیط اور روح المعانی سے جو عبارات نقل کی ہیں ان سے بھی یہی ثابت ہے کہ وجہ مماثلت صرف بشریت (یعنی آدی ہونا) ہے۔ فتح القدیر کی عبادت مقالہ نگار نے نقل کی ہے اُس نے تو یہاں تک واضح کر دیا کہ اپنے لئے بشریت ثابت فرما کر رسول کریم اپنی ذات سے ملکیت کی نفی فرما رہے ہیں جس کا حال یہ ہے کہ میں بشر ہوں ملک نہیں ہوں جیسے تم بشر ہو ملک نہیں ہو۔ یہی یہ سمجھ لیجئے کہ بشریت کا ترجمہ بحر المحیط کی عبادت منقول کا ترجمہ کرتے ہوئے خود مقالہ نگار نے ”آدی ہونا“ ہی کیا ہے — اسی وجہ مماثلت کو امام احمد رضا نے جب سورہ سجدہ کے رکوع ۱ کی آیت قل انا بشر مثلكم کی ترجمانی کرتے ہوئے دکھایا اور یہ ترجمانی فرمائی

”تم فرماؤ آدی ہونے میں تو میں تم جیسا ہوں“

اس پر مقالہ نگار بالکل بڑا کہ بشر کا معنی ”آدی ہونا“ کہا ہے میں پوچھتا ہوں کہ بشر کا معنی ”آدی ہونا“ نہیں لیکن بشریت کا معنی تو آدی ہونا ہے اور پھر جب بشر مثلكم

لوہیں کا لفظ مقالہ نگار نے نقل ہی نہیں کیا تاکہ اردو کے محاورے میں وہ حصر نہ آ سکے جو قرآنی آیت سے مستفاد ہے

تم فرماؤ کہ آدمی ہونے میں تو میں تمہیں جیسا ہوں

(سورہ سجدہ)

یہاں ”تمہیں“ کو مقالہ نگار نے ”تم“ کہہ دیا تاکہ یہ بھی اپنے اندر کوئی جبر کا مفہوم نہ رکھے مقالہ نگار نے یہ سب کچھ اسلئے کیا ہے تاکہ اُسے یہ کہنے کا موقع مل جائے کہ دونوں میں انما کے معنی تخصیص و حصر کو چھوڑ دینے کی زبردست کی پائی جاتی ہے۔ مقالہ نگار کو یہ شکایت ہے کہ امام احمد رضا نے بشر مثلم کا ترجمہ وہ کیا ہے جو انما مثلمک فی البشریۃ کا ترجمہ ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ جب خود مقالہ نگار نے بحر المحیط کے حوالے سے یہ واضح کر دیا ہے کہ بشر مثلمک میں مماثلت فی البشریۃ مراد ہے یعنی بشر مثلمک کا مطلب انما مثلمک فی البشریۃ ہی ہے تو پھر بشر مثلمک کے ترجمہ میں اسی معنی مراد کو رکھ کر اصول ترجمانی سے کیسے باہر ہو گیا؟ بشر لو کہ انسان اور آدمی ضرور مراد لیا جاتا ہے مگر سوچنا یہ ہے کہ انسان کو بشر کیوں کہتے ہیں۔ مفردات امام داغ بیل میں ہے کہ ”بشر“ شترۃ سے ماخوذ ہے اور بشرۃ انسان کی جلد کی ادھری سطح کو کہتے ہیں چونکہ انسان کی جلد بالوں سے صاف ہوتی ہے (اس کے برعکس دیگر حیوانات کی کھال پر اون، بال اور پشم ہوتی ہے) اسی لئے اس کو بشر کہتے ہیں۔ اس صورت میں بشر کا لفظی معنی ”صاحب بشرۃ“ ہوا یعنی چہرہ، چہرہ اور صاف جلدوں والا اور ظاہر ہے کہ چہرے ہرے اور ادھری جلدوں کا تعلق ظاہر صورت ہی سے ہے۔ اس تحقیق نے امام احمد رضا کے فطری گہرائی کو اور دہم، روشن کر دیا ہے۔ یقیناً انھوں نے اپنے ترجمے میں لفظ بشر کے ماخذ کے بنیادی معنی کی خاص رعایت رکھی ہے۔ مقالہ نگار نے لغوی تحقیق کے نام پر لفظ بشر کی جو تشریح کی ہے وہ ناقص ہے اور غیر ضروری بھی۔ یوں ہی لفظ انما کے تعلق سے تشریحی عبارتیں بلا ضرورت اظہار یاقوت کی ایک کوشش ہے۔ حصر کے تعلق سے آگے کچھ تحقیقی مباحث آ رہے ہیں۔ مقالہ نگار کی یہ کوشش بھی غیر ضروری تھی کہ وہ نبی و رسول کے اصطلاحی معنی کی تشریح میں وقت صرف کرے۔ نیز۔ بشریت انبیاء و کتابت کہنے کیلئے اپنے قلم کی روشنائی ضائع کرے اسلئے کہ امام احمد رضا نے بشریت انبیاء کے منکر تھے اور نبی و رسول کی معروف تعریف پر معترض اور نہ ہی ان کے ترجموں سے ان میں سے کسی امر کا انکار ملتا ہے۔ خود امام احمد رضا کے ترجموں پر غور کیجئے ایک جگہ ظاہر صورت بشری میں اور دوسری جگہ آدمی ہونے میں حضور کو مخاطبین کے مماثل قرار دے رہے ہیں اور صاف لفظوں میں آپ کو صاحب صورت بشری اور آدمی ظاہر کر رہے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ بغیر صورت بشری کے بشر ہو جائے۔ یا۔ صورت بشری ہو اور بشر نہ ہو یا۔ کوئی کسی سے ظاہر صورت بشری میں مماثل ہو لیکن خود بشر نہ ہو۔ یا بلفظ دیگر کوئی کسی سے آدمی ہونے میں مماثل ہو لیکن خود آدمی نہ ہو؟ آخر امام احمد رضا کے ترجموں کے کس گوشے سے بشریت کا انکار ملتا ہے؟ مقالہ نگار جب امام احمد رضا

کے اردو ترجموں کو نہ سمجھ سکا تو پھر قرآن و حدیث سے براہ راست اکتساب فیض کی اس میں کیا صلاحیت ہوگی۔ مقالہ نگار رقم طراز ہے کہ

”مزجم (امام احمد رضا) یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ آپ کا یہ اعلان

لفظ ظاہری صورت میں تھا اظہار حقیقت کے طور پر نہیں تھا“

مقالہ نگار کو جب فہم و فراست کا کوئی حصہ نہیں ملا تھا تو ”قابل مطالعہ کے حکم میں کیوں پڑ گیا۔ ذرا مقالہ نگار اپنی خود ساختہ اس وضاحت کو دیکھے اور بتائے کہ کیا تعلق ہے اس کا فاضل بریلوی کے بے داغ ترجمے سے؟ فاضل بریلوی نے ترجمے میں ظاہر صورت بشری میں رسول کو جو مخاطبین کا مماثل قرار دیا ہے یہی تو عین حقیقت ہے اگر فاضل بریلوی کے ترجمے کو مقالہ نگار نہ سمجھ سکا تو پھر اس پر یہ کب لازم تھا کہ وہ خواہ مخواہ کے لئے فاضل بریلوی پر ایک عظیم بہتان جرڈے۔ امام احمد رضا نے تو رسول کریم کی بشریت کے منکر ہیں اور نہ قرآن میں ذکر کردہ مماثلت سے۔ بلکہ۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم بشر بھی ہیں اور مخاطبین کے مماثل بھی مگر وجہ مماثلت وہ نہیں ہے جو شامان رسول کی تحریروں سے ظاہر ہے بلکہ وجہ مماثلت صرف وہی ہے جو خود امام احمد رضا کے ترجمے سے ظاہر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول کریم بشر ہیں مگر آپ کی بشریت دوسرے انسانوں کی بشریت سے جوہری اور حقیقی فرق رکھتی ہے۔ بالکل یہی بات امام احمد رضا سے پہلے علامہ امام داسطی ید اللہ فوق اید یدھم کی تفسیر میں فرما چکے ہیں کہ

اخبر اللہ بھذا الاية ان البشریۃ اس آیت سے اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ میرے نبی فی نبیتہ عاریۃ و اضافیۃ لاحقیقۃ کی بشریت عارضی اور اضافی ہے حقیقی نہیں۔ ذہن نشین رہے کہ بشریت کی ابتداء حضرت آدم سے ہوئی آپ سب سے پہلے بشر ہیں سارے بشر آپ ہی کی اولاد ہیں اسلئے آپ ابو البشر کہلائے۔ معلوم ہوا کہ حضرت آدم پہلے بشر ہیں پھر نبی اور اللہ کے خلیفہ وغیرہ ایسے ہی ہیں نبی اور ہر انسان پہلے بشر ہے پھر دوسری صفات والا۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نبی ہیں پھر بشر ہیں۔ جیسا کہ خود ارشاد فرماتے ہیں کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد یعنی ابھی حضرت آدم کی تخلیق بھی نہ کی گئی لیکن میں نبی تھا۔ بلفظ دیگر۔ کنت نبیا و آدم بین الماء والطين۔ یا۔ کنت نبیا و آدم لمجدل فی طینتہ میں نبی تھا دراصل ایک حضرت آدم آب و گل کی منزلیں ملے کر رہے تھے حضور سے دریافت کیا گیا ”متی وجبت لك النبوة“ حضور آپ کو نبوت کب ملے ارشاد فرمایا و آدم بین الروح والجسد ابھی آدم روح و جسد کی منزلیں ملے کر رہے تھے یعنی پیدا نہیں کئے گئے تھے۔ تو جنگ بشریت مقدم ہے ان کے جملہ صفات پر بشریت ہی انکی حقیقت و ماہیت ہے جسے لے لیا جائے تو ان کے پاس کچھ نہ بچے۔ مگر۔ جسکی نبوت مقدم ہے بشریت پر۔ بشریت اس کے لئے ایک عارضی و اضافی چیز ہے جسے اگر اس سے لے لیا

جائے جب بھی اس کی نبوت پر آپؐ نہ آئے۔ امام واسطی نے اپنے ارشاد میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہاں یہ بات بھی گوشہ ذہن میں رکھ لی جائے کہ نبی کریم کے سوا ہر نبی کی بشریت دوسرے انسانوں کی بشریت کی طرح اپنے اپنے باقی صفات پر مقدم ہے مگر بایں ہمہ کسی نبی کی بشریت کی حقیقت غیر نبی کی بشریت کی حقیقت کی طرح نہیں بلکہ صرف صورت میں مماثلت ہے۔ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ انسانوں کی ہدایت کیلئے نبی کا جامہ بشری میں یعنی بشر بنکر آنا ضروری ہے مگر ان کی بشریت کا دوسروں کی بشریت کی حقیقت میں مماثل ہونا ضروری نہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ مفسرین کرام کا آیت زیر بحث کی تشریح میں ہر ہر نبی و رسول کا غیر نبی سے شرف نبوت و رسالت میں ممتاز قرار دینے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ان کے نزدیک نبوت و رسالت کے امتیاز کے سوا نبی و غیر نبی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس لئے کہ ارشاد قرآنی ثالث الوصل فضلنا بعضهم علی بعض خود انبیاء کرام کے مابین بعض پر بعض کی فضیلت کی نشان دہی کر رہا ہے اور ارشاد ربانی رفع بعضهم درجات رسول کریم کو تمام انبیاء و مرسلین پر درجوں بلند ظاہر فرما کر بے شمار امتیازات کا پتہ دے رہا ہے۔ لہذا نبی کریم اور آیت کے مخاطبین میں صرف شرف وحی کے امتیاز کو مخصوص کر دینا جیسا کہ مقالہ نگار کے بعض پسندیدہ مترجمین نے کیلئے بالکل باطل ہے اور بے شمار نصوص کا تذبذب بھی۔ الغرض یہ مترجمین قرآن شریف کے الفاظ کی اردو زبان میں موزوں جیسے قاصر ہے اور زبردستی اپنے خاص نظریے کو قرآن کے ترجمے کی شکل میں پیش کر دیا۔ یہ مترجمین اپنی ذہنیت اور قائم کردہ رجحان فکر کے سانچے میں قرآنی الفاظ کو ڈھال کر ان کے معانی بیان کرنے اور اُسے ترجمہ قرآن قرار دینے میں بڑے ہی چالاک ست نظر آئے۔

کاش کہ مقالہ نگار اپنی آنکھوں کی ان شہتیدوں کو دیکھ سکتا۔

مقالہ نگار اپنے فن میں استاد نظر آ رہا ہے اس لئے کہ اس نے تفسیر ابن جریر کی ایک عبارت نقل کر کے لکھ دیا کہ تفسیر ابن جریر وغیرہ میں بھی ہیں حالانکہ تفسیر ابن جریر میں عبارت ”ادبہ“ نہیں۔ یوں ہی۔۔۔۔۔ اُس میں امام رازی کی تفسیر میں کہ ایک عبارت نقل کی ہے مگر اُسی منقول عبارت کے اوپر متعلقاً جو عبارت ہے اُسے لٹا دیا اور وہ یہ ہے۔ واعلم انہ تعالیٰ لما بین کمال کلام اللہ امر محمد صلی اللہ علیہ وسلم بان یسلط طریقۃ التواضع فقال قل انما انا بشر مثکم انما جب اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے کمال کو ظاہر فرمادیا کہ نبی کریم کو حکم دیا کہ وہ تواضع کی شاہراہ پر چلیں چنانچہ فرمایا کہ فرماؤ میں آدمی ہونے میں تمہاری طرح ہوں انہ۔۔۔۔۔ مقالہ نگار کو اس بددیہانتی کی ضرورت اسی لئے پیش آئی تاکہ یہ ظاہر نہ ہو کہ یہ کلام سید المتواضعین کی زبان سے بطور تواضع ادا کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس سے بھی یہی روایت ہے کہ یہ کلام تواضعاً شاذ و نادر ہے۔ تفسیر نیشاپوری میں بھی ہے کہ رسول کریم کی زبان سے بطور تواضع

یہ کلام ادا کیا گیا ہے۔ تفسیر خازن و تفسیر بغوی میں بھی حضرت ابن عباس کا فون منبر ہے۔ جلیل القدر مفسرین اس قول پر اعتماد کر کے اس کو نقل فرما رہے ہیں مگر مقالہ نگار کے نزدیک یہ روایت ناقابل پذیرائی ہے۔ شاید اسلئے کہ اس میں نبی کریم کو اپنا جیسا کہنے کی راہ نہیں ملتی۔۔۔۔۔ مقالہ نگار نے انکساری و فردوسی کی حقیقت و واقعیت سے متصادم قرار دیا ہے اور تواضع کی یہ تعریف کی ہے کہ خلافت واقعہ اور نفس الامر کے غیر مطابق بات کا اظہار تواضع ہے۔۔۔۔۔ حالانکہ تواضع کا خلافت واقعہ بات کے اظہار سے کوئی تعلق نہیں اسلئے کہ تواضع کی دو صورت ہے ایک فعل دوسرے قول ہے۔ فعل کے ذریعہ فردوسی و انکساری کا اظہار فعلی تواضع ہے۔ اور اپنی بڑائی نیز اپنے کمالات و خصوصیات کے ذکر کو چھوڑ کر اپنی اُن صفات کو بیان کرنا جو بادی النظر میں کوئی انفرادیت نہ رکھتی ہوں بلکہ اس میں عام لوگوں سے بظاہر مماثلت نظر آتی ہو خواہ یہ صفات اس شخص میں فی الواقع موجود ہوں۔ یا۔۔۔۔۔ موجود تو نہ ہوں مگر وہ ایسے علم و یقین کی روشنی میں انھیں اپنی ذات میں موجود سمجھتا ہو۔ یہ قولی تواضع ہوتی۔۔۔۔۔ لہذا۔۔۔۔۔ تواضع کے تعلق سے مقالہ نگار کی ساری گفتگو اس کے غایت جہل کی دلیل ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ جو شخص تواضعاً کوئی کلام نکالتا ہے تو اس کلام کے نکالنے کا حق صرف اسی فرد کو رہتا ہے جس نے تواضعاً اُسے ادا کیا ہے اب اگر کوئی دوسرا شخص اُسی لفظ کو اس کیلئے استعمال کر دے تو اسے کھلی ہوئی بے ادبی اور بدتمیزی سے تعبیر کیا جائے گا۔ مثلاً۔۔۔۔۔ مولوی حسین احمد ٹانڈی زندگی بھر اپنے کو ”نگ اسلاف“ کہتے رہے اب خواہ وہ واقعی ”نگ اسلاف“ ہوں یا صرف اپنے علم و یقین سے اپنے کو ایسا سمجھ رہے ہوں دونوں صورتوں میں اگر یہی لفظ کوئی دوسرا ان کے لئے استعمال کر دے تو امت دیوبندی کے بے ادبی پر محمول کئے بغیر نہ رہے گی۔۔۔۔۔ المختصر۔۔۔۔۔ مفسرین کرام کا یہ فرمانا کہ حضور نے یہ تواضعاً فرمایا ہے اسلئے نہیں ہے کہ اس فرمان کی واقعیت میں شک کیا جائے بلکہ اسلئے ہے کہ رسول کریم کو ”صاحب بشرۃ“ اور آدمی ہونے میں مخاطبین کے مماثل جاننے اور ماننے کے باوجود کسی غیر رسول کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ وہ آپ کو مخاطبین کی طرح کہے اسلئے کہ اس کا ایسا کہنا یقیناً بارگاہ رسالت میں بہت بڑی بے ادبی ہے۔۔۔۔۔ بیان عقیدہ اور دریافت مسائل کے احکام اور ہیں ان کے سوا عام گفتگو میں نبی کریم کو بشر یا انسان کہہ کر پکارنا یا۔۔۔۔۔ دوسرے برابری کے الفاظ سے یاد کرنا حرام ہی اور اگر اہانت کی نیت ہو تو کفر ہے۔۔۔۔۔ قرآن نے واضح لفظوں میں ارشاد فرمادیا ہے کہ رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ بٹھراؤ جیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔۔۔۔۔ خیال رہے کہ نبی کریم کو بشر ماننا اور ہے اور آپ کو کہنا اور ہے دونوں کے احکام الگ الگ ہیں۔ اسلئے کہ بے شمار حقائق ایسے ہیں جو مانے جاتے ہیں مگر کہے نہیں جلتے۔ مثلاً۔۔۔۔۔

رب تبارک و تعالیٰ مالک السموات والارض اور خالق کل شئی ہے۔ ہے کوئی کائنات میں ایسی چیز جس کا وہ خالق و مالک نہ ہو؟ رب تعالیٰ کو ذرہ ذرہ پتہ پتہ قطرہ قطرہ دریا دریا صحرا کو شہ کو شہ محفل محفل الخضر ہر چیز کا خالق و مالک ماننا ضروری ہے۔

بایں ہمہ۔۔۔۔۔ اس کی مخلوقات و ملکات میں بعض چیزیں ایسی ہیں اگر صراحتہ خدا کو ان کا خالق و مالک کہا جائے تو کفر ہو جائے۔ خالق و مالک نہ مانو تو کافر اور مان کر کہند تو کافر گو دونوں کے کفر کی وجہ الگ الگ ہے۔ مثلاً۔۔۔۔۔ اگر کوئی نادان بک دے کہ خدا میرے سدا کا مالک ہے۔ یا۔۔۔۔۔ خدا خنزیر کا خالق ہے۔ تو وہ کافر ہو جائے گا۔ دیکھا آپ نے نفس الامر میں ان باتوں کی صحت کا کوئی بھی مقام ہو مگر ایک ذیل ملوک و مخلوق کی طرف نسبت میں جو شناعة و قباحت ہے اس نے اس قول کو کفریہ اور فاسق کو کافر بنا دیا۔ معلوم ہوا ماننا اور دے کہنا اور ہے۔۔۔۔۔ یوں ہی یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان قطرہ ناپاک سے پیدا ہوا۔ مگر۔۔۔۔۔ جو برأت تو کہد یحییٰ کہ کسی انسان کو "اے قطرہ ناپاک سے پیدا ہونے والے" پھر آپ خود ہی دیکھ لیں گے کہ ماننا اور ہے کہنا اور ہے۔ اختلاف رسول کریم کو بشر ماننے میں نہیں ہے بلکہ آپ کو بشر کہنے اور آپ کی بشریت کو بالکل اپنی بشریت کی طرح سمجھنے میں ہے۔ مقالہ نگار قرآن و حدیث سے نکال کر کوئی ایسی مثال پیش نہیں کر سکتا جس میں رسول کریم نے یا کسی نبی نے اپنے ماننے والوں سے کہا ہو کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں۔ یا۔۔۔۔۔ کسی ماننے والے نے اپنے نبی سے کہا ہو کہ آپ میری طرح یا میں آپ کی طرح بشر ہوں۔ ہاں اس طرح کہ بے شمار مثالیں ہیں کہ انبیاء نے کفار سے کہا کہ آدمی ہونے میں ہم تمہاری طرح ہی اور کفار نے انبیاء سے کہا آپ ہماری ہی طرح بشر ہیں۔ اس کے برعکس نبی کریم نے جب مومنین کو مخاطب فرمایا تو "ایکد مثلی" تم میں ہم جیسا کون ہے۔ "لست کا احد منکم" ہم تمہاری طرح نہیں فرما کر اپنی بے مثلیت ہی کا اظہار فرمایا اور صحابہ کرام بہت سے موقعوں پر ایسا مثلاً ہم میں حضور کی طرح کون ہے کہ ہر حضور کی بے مثل کا خطبہ پڑھتے رہے اور کبھی آیت زیر بحث کو بہانہ بنا کر رسول کو کسی بات میں بھی اپنی طرح۔ یا۔۔۔۔۔ اپنے کو رسول کی طرح کہنا گوارا نہ کیا۔ امت دیانہ کو صحابہ کرام کے اس طرز عمل سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

لطف کی بات تو یہ ہے کہ اب خود بعض دیوبندی مولوی بھی حضرات علماء و اہلسنت کے موقف کی صحت کو تسلیم کر چکے ہیں چنانچہ مولوی مفتی محمد شفیع سرگودھوی اپنی کتاب کلمۃ الایمان کے صفحہ ۲۲ پر رقم طراز ہیں۔

"انبیاء علیہم السلام کو خصوصاً سرور انبیاء کو صرف لفظ بشر سے یاد نہ کیا جائے بلکہ غیر بشر یا افضل البشر سے ذکر کرے زیادہ بہتر ہے کہ سنت اللہ کے مطابق حضور علیہ السلام کو القاب عالیہ سے یاد کرے"

ارشاد قرآن "اتما انا بشر مثکم" میں مذکور لفظ اتما سے جو صحت مفاد ہوتا ہے مقالہ نگار نے اسے صحت حقیقی سمجھ لیا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس بات کی وضاحت کے لئے

یہ تفصیل پیش نظر ہے۔ جس کی دو قسمیں ہیں ایک صحت حقیقی اور دوسرا صحت اضافی ان دونوں حصوں کی دو۔ دو صورتیں ہیں ایک صحت الموصوف علی الصفتہ اور دوسری صحت الصفتہ علی الموصوف۔ اب اگر ہم ارشاد قرآنی کے حصہ کو صحت حقیقی مان کر صحت الموصوف علی الصفتہ کا گوشہ اختیار کریں تو آیت کا معنی یہ ہوگا کہ "محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم صرف بشر ہیں" حالانکہ یہ بات غلط ہے اس لئے کہ آپ نبی بھی ہیں رحمۃ اللعالمین بھی ہیں اور خاتم النبیین وغیرہ بھی۔ اور اگر صحت حقیقی مانتے ہوئے صحت الصفتہ علی الموصوف کی صورت اختیار کریں تو حاصل ارشاد یہ ہوگا کہ

نہیں ہے کوئی بشر مگر رسول

یہ بھی باطل ہے۔ الفرق بشریت کو ذات رسول کریم میں بطور صحت حقیقی مقصور و محصور کرو تو یہ بھی غلط اور اسی صحت حقیقی کے بنیاد پر ذات رسول کریم کو بشریت میں محصور و مقصور کر دینا بھی باطل۔ لہذا متعین ہو گیا کہ یہاں صحت سے صحت اضافی یعنی صرف کسی غیر کی نسبت سے صحت کرنا۔ مراد ہے اور چونکہ کلمہ صحت کے قریب موصوف ہی ہے صفت نہیں ہے۔ لہذا صحت اضافی کی صحت الموصوف علی الصفتہ والی صورت ہی مراد ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں حاصل ارشاد یہ ہوگا

"بہ نسبت الوہیت و ملکیت کے نہیں ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

مگر صرف بشرہ والے مخاطبین کی طرح یعنی جس طرح مخاطبین خدا

یا فرشتہ نہیں یوں ہی آنحضرت بھی خدا یا فرشتہ نہیں ہیں"

تفسیر فتح القدیر کی یہ عبارت کہ "حالی مقصور علی البشریۃ لا یتخطا الی المملکیۃ" یعنی میرا حال تو صرف بشریت میں منحصر ہے بشریت کو عبودیت کے ملکیت میں داخل نہیں۔ نیز۔۔۔۔۔ تفسیر نیشاپوری کا یہ جملہ کہ حالہ مقصور علی البشریۃ لا یتخطا الی المملکیۃ یعنی آپ کا حال بشریت میں منحصر ہے اسے عبودیت کے ملکیت میں داخل نہیں۔ اس بات پر نص صریح ہے کہ یہاں صحت بالنسبۃ الی المملکیۃ ہے یعنی صحت اضافی ہے اور اگر آیت "وہی الی" کو پیش نظر رکھ کر صحت بالنسبۃ الی الوہیۃ ہو۔ یا۔۔۔۔۔ الوہیت و ملکیت دونوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے جب بھی کوئی مضائقہ نہیں

قل اتما انا بشر مثکم کا مطلب روح البیان میں حضرت علامہ

شیخ اسماعیل حق نے یہ فرمایا ہے

قل یا محمد ما انا الا آدمی مثکم فی الصورۃ

و مساویکم فی بعض الصفات البشریۃ

اے محمد فرما دو میں نہیں ہوں مگر تم جیسا آدمی صورت میں (نہ کہ حقیقت و ماہیت

میں) اور بعض صفات بشریہ

(نہ کہ کلی صفات بشری) کے ظہور میں تم جیسا ہوں۔

ہو جاتا ہے۔ شیخ عبدالحی محدث دہلوی نے مدارج النبوة جلد اول باب سوم وصل
اذالہ شبہات میں دفع طور پر قل انما انما بشر مثلكم کو مشابہات میں شمار کر لیا ہے
اب مقالہ نگار کا اس آیت کریمہ کے ظاہر سے دلیل پکڑنا اصولاً غلط اور اس
کے کمال جہالت کی دلیل ہے۔ اس آیت کو مشابہات میں شمار کرنے کی ایک واضح
دلیل یہ بھی ہے کہ بقول جمہور مفسرین و سیاق کلام الہی "مثلكم" کا خطاب کفار سے ہے
پھر تو کوئی ناپاک انسان بھی حضور کو کفار کی طرح کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ لہذا اس کے ظاہر
کا مراد نہ ہونا اور مراد کا ظاہر نہ ہونا ہی صحیح و درست ہے۔ مگر جو زائنین ہیں اور
اپنے دل میں کجی رکھتے ہیں وہ کیوں مسلک سالم یا راہ اسلام کو اپنانے لگے انھیں تو وہی کہنا ہے
مقالہ نگار جسے ثابت کرنے کے درپے ہے۔ مقالہ نگار کے طرز استدلال کو اگر بہ نظر استحسان دیکھا
گیا تو اندیشہ ہے کہ کہیں وہ آگے بڑھ کر یہ دعویٰ نہ کر دے کہ "اللہ ہماری طرح موجود ہے۔
یا یہ کہ۔۔۔" اللہ ہماری طرح بھی و بصیر ہے" اسلئے کہ کلمہ موجودیوں ہی لفظ یحی و بصیر ہر جگہ
بولا جاتا ہے۔ حالانکہ۔۔۔ ہماری موجودیت و سماعت و بصارت اور رب کی موجودیت
و غیر میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ اسی طرح یہ بھی اندیشہ ہے کہ وہ بول پڑے "میری
کتاب قرآن کی طرح ہے" کیوں کہ دونوں ایک ہی روشنائی سے ایک ہی طرح کے کاغذ پر ایک
ہی قسم کے حروف آجی سے تیار ہوئیں ایک ہی پریس میں چھپیں، دونوں کے اوراق و صفحات کی
تعداد بھی ایک ہی ہے اگر تراژد پر وزن کیا جائے تو وزن بھی ایک ہی ہے۔ طول و عرض و متن
سب میں برابر ہیں دونوں کا کاتب بھی ایک ہی ہے۔ ایک ہی جلد ساز نے اور ایک ہی طرح
کی جلد باندھی ہے اور اس وقت ایک ہی طرح کے جزدان میں ایک ہی الماری کے ایک ہی خانہ
میں رکھی ہوئی ہیں پھر ان میں فرق ہی کیا ہے؟ حالانکہ۔۔۔ یہ حقیقت اپنی
جگہ ثابت ہے کہ ان ظاہری باتوں کو دیکھ کر کوئی بیوقوف بھی نہیں کہے گا کہ ہماری کتاب
قرآن کی طرح ہو گئی۔ پھر غور کرو کہ ہم صاحب قرآن کے مثل کس طرح ہو سکتے ہیں۔
اس مقام پر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ قرآن شریف ہی میں ہے "وما من دابة
فی الارض ولا طائر یطیر بجناحہ الا امم مثالکم" نہیں ہے کوئی جانور
زمین میں اور نہ کوئی پرندہ جو کہ اپنے بازوؤں سے اڑتا ہو مگر تمہاری طرح امتیں ہیں۔
دیکھئے یہاں بھی لفظ "امم مثالکم" موجود ہے تو کیا یہ کہنا درست ہو گا کہ ہر انسان گدھے اور
اٹو کی طرح ہے؟ کیا مقالہ نگار اس بات کی اجازت دے گا کہ "امم مثالکم"
کے پیش نظر اسکو اور اسکی پوری جماعت دیوبندیہ کو جماعتی اعتبار سے گدھوں اور اٹوؤں
کی طرح کہا جائے؟ اور اگر نہیں اجازت دے گا تو جواب دے کہ کیا اسکی اور اس کی
جماعت کی ناموس و عزت اللہ کے محبوب، خلیفۃ اللہ الاعظم کی ناموس و عزت سے
بھی بڑھ گئی کہ "بشر مثلكم" کا لفظ دیکھا اور رسول کو اپنی طرح کہنا شروع کر دیا۔
ارے نادان انسان اور دیگر حیوان میں صرف ایک درجہ کا فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ
انسان ناطق ہے اور دوسرے حیوان ناطق نہیں اس کے سوا جو ہریت، جسمیت،
قوت، نحو، احساس، حیوانی ضروریات تمام باتوں میں انسان دوسرے حیوانوں کا شریک ہے

یعنی تم جن جن صفات بشریہ کے حامل ہو ان میں سے بعض کا ظہور میری
ذات سے بھی ہوتا ہے گو دونوں کی حقیقت و ماہیت میں فرق ہے مگر بظاہر دیکھنے میں
دونوں ایک طرح ہیں۔ صاحب تفسیر روح البیان سورۃ مریم میں کھینچ
کے تحت صاف لفظوں میں فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی تین صورتیں ہیں صورت بشری،
صورت ملکی اور صورت حق۔ صورت بشری کا ذکر انما انما بشر میں ہے اور صورت ملکی کا ذکر
لی مع اللہ وقت لا یسعی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل میں ہے یعنی
بعض وقت ہم کو اللہ سے وہ قرب ہوتا ہے کہ اس میں نہ مقرب فرشتے کی گنجائش ہے اور
نہ نبی مرسل کی۔ وہ گئی صورت حق تو اسکا ذکر من سرانی فقد سرائی الحق میں
ہے یعنی جس نے ہم کو دیکھا حق کو دیکھا۔ اس وضاحت کی روشنی میں پتہ چلا
کہ آیت زیر بحث میں رسول کریم کی صرف ایک صورت کا ذکر ہے۔ رہ گئی آپ
کی مخاطبین سے مماثلت تو وہ تو اسی صورت بشری کے ظاہر میں ہے نہ کہ حقیقت و
ماہیت میں اسلئے کہ رسول کریم کی بشریت وہ ہے جو ہزار ہا جبریلی حیثیت سے اعلیٰ پر
اے ہزاراں جبریل اندر بشر۔ ہر حق سوائے غریبان یک نظر
معراج میں سدرہ کے اوپر چلنے سے سید الملائکہ کو اپنا بازو دھل جانے کا اندیشہ
ہوا ایک رسول کی بشریت مقام قاب قوسین اور ادنیٰ تک پہنچ گئی اور اسکی پلک بھی نہ
جھپکی۔۔۔ غور کرو سدرہ کے اوپر جانے سے سید الملائکہ، حامل دجی
الہی، معصوم فرشتہ، نوری مخلوق کے بازو دھل جائیں اور مکہ کی سرزمین پر چلنے والے جائے
بشری میں لمبوس رسول کے دامن پر داغ نہ لگے کیا اس سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ میرے
رسول کی بشریت کی وہ حقیقت نہیں جو عام انسانوں کی بشریت کی ہے۔
مولانا درم نے اس سلسلے میں خوب فیصلہ فرمایا ہے فرماتے ہیں کہ "کفار نے کہا کہ ہم اور
پیغمبر ایک جیسے بشر ہیں ہم اور وہ دونوں کھانے اور سونے سے وابستہ ہیں انھوں
نے یہ نہ جانا کہ انجام میں بہت فرق ہے۔ زبور اور شہد کی مکھی ایک ہی پھل چوستی ہے
مگر اس سے زہر اور اس سے شہد بنتا ہے۔ دو طرح کے ہرن ایک ہی دانہ دپانی کھاتے ہیں
ایک سے غلاظت اور دوسرے سے شگ بنتا ہے۔ یہ جو کھاتا ہے اس سے پلیدی بنتی
ہے۔ نبی کے کھانے سے نور خدا بنتا ہے"۔۔۔ قل انما انما بشر مثلكم کے مفہوم
و معنی کی وضاحت کے سلسلے میں اب تک جو کچھ کہا گیا ہے نیز امام احمد رضا نے جو اس کا ترجمہ
فرمایا ہے اس میں اصحاب تاویل کے مسلک سالم کی رعایت ہے۔ رہ گیا
اہل تفویض کا مسلک اسلام تو اگر اس پر گفتگو کی بنیاد رکھی جائے پھر تو اتنا ہی کہہ دینا کافی
ہے کہ چونکہ آیت زیر بحث مشابہات میں سے ہے اسلئے جو ظاہر ہے وہ مراد نہیں
اور جو مراد ہے وہ ظاہر نہیں خدا یا اس کے بتلنے سے رسول ہی اسکی مراد کو جانیں۔
جس طرح کہ ید اللہ فوق ید یدھما اور مثل نودۃ کشکواۃ فیہما مصباح
سے جو ظاہر ہے وہ مراد نہیں اور جو مراد ہے وہ ظاہر نہیں۔ جب کسی ارشاد کا
ظاہر مراد لینے سے شان والے کی شان گھٹ رہی ہو تو اسکا مشابہات سے ہونا متعین

مگر صرف ناطق ہونے نے اس میں اور دیگر حیوان میں جوہری اور ذاتی فرق ڈال دیا۔ اور ایسا فرق۔۔۔ کہ اس قدر وجہ مماثلت کے باوجود نہ کوئی حیوان اپنے کو انسان کی طرح کہہ سکتا ہے اور نہ کوئی انسان اپنے کو حیوان کی طرح کہنا گوارا کر سکتا ہے۔ اس حقیقت کا اندازہ لگانا ہو تو مقالہ نگار اپنے دارالعلوم کے کسی ادنیٰ چیراسی کو بھی گدھے اور اتو، کتا اور خنزیر کی طرح کہہ سیکھ لے۔ جب ادنیٰ انسان ان تشبیہات کا متحمل نہ ہوگا پھر تو دارالعلوم کے ہمت صاحب کی شان تو بڑی ہے وہ بھلا کیسے گوارا کریں گے کہ انھیں جانوروں کی طرح کہا جائے۔۔۔ جب معاملہ یہ ہے کہ صرف ایک درجہ کے فرق کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے پھر تو نبی کو امتی کی طرح یا عام بشر کی طرح کہنے کا سوال ہی کیا پیدا ہوتا ہے اسلئے کہ نبی دامت کے مابین بے شمار مراتب کا فرق ہے پھر عام بشر اور مصطفیٰ علیہ السلام میں شرکت کیسی؟ شرکت تو ایسی بھی نہیں جیسی کہ جنس عالی یا کہ کسی عرض عام کے افراد کو انسان ہے۔۔۔ المختصر۔۔۔ جس طرح لفظ موجود خدا کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور ہمارے لئے بھی حالانکہ دونوں کی موجودیت کی حقیقت جداگانہ ہے۔۔۔ یوں ہی۔۔۔ لفظ بشر نبی کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور ہمارے لئے بھی مگر دونوں کی بشریت کی ماہیت علیحدہ ہے۔۔۔ میں تو مقالہ نگار کو اس کی جماعت میں اس وقت سو رہا ہوں جبکہ وہ نفس بشریت کے لحاظ سے اپنے کو ابوجہل، عقبہ، شبیہ، ولید بن مغیرہ اور فرعون و نمرود کی طرح قرار دے۔ اور اُسے ایسا کرنا ہی چاہئے اس لئے کہ اس کے خیال میں جو وجہ مماثلت رسول کو اپنی طرح کہنے کیلئے ہے بالکل وہی وجہ مماثلت اس کو فرعون و نمرود اور ابوجہل وغیرہ کی طرح بناتی ہے۔۔۔ اب اگر اس کو ابوجہل کی طرح آدمی کہنا اس کو توہین ہے تو پھر سید المرسلین کو اس کی طرح بشر کہنے میں آپ کی توہین کیوں نہیں؟ امت دیانہ جس بنیاد پر رسول کو بیابانگ دہل اپنی طرح بشر کہنے کی عادی ہے اسی بنیاد کے موجود رہنے کے باوجود اس کا اپنے کو ابوجہل کی طرح نہ کہنا بتا رہا ہے ان کا سادہ اھنگڑا رسول کریم ہی کی عزت و ناموس سے ہے اور تقدیس رسالت کو مسلسل مجروح کرنے کی جدوجہد کرنا ان کا مشن ہے۔ کیا ان نادانوں کو یہ نہیں معلوم کہ ان کی خفیف الحركات یا تقدیس رسالت کے دامن کو داغدار نہ کر سکیں گی اسلئے کہ ناموس رسالت کا محافظ خدائے عزوجل ہے۔۔۔ اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے یہ عرض کر دینا خالی اندام نہ نہیں کہ خدائے تعالیٰ نے بعض وقت حضرت جبرائیل کو بھی بشری صورت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ حضرت جبرائیل جب حضرت مریم کے پاس آئے تھے تو بشری صورت میں تھے قرآن نے ان کے لئے "بشراً سوّیاً" کا لفظ بھی استعمال فرمایا۔۔۔ یوں ہی۔۔۔ حدیث جبرائیل سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کی موجودگی میں بارگاہ رسول میں حضرت جبریل آدمی کی صورت میں آئے حضرت عمر نے لفظ رجل کا انھیں مسداق قرار دیتے ہوئے فرمایا "طلع علینا رجل"۔ اور جب جب آپ نے بشری صورت اختیار کیا تو آپ کی ذات سے بعض بشری آداب و خصائص اور بشری انداز و اداب کا ظہور بھی ہوا اور آپ کو بشر و رجل کے لفظ کا مسداق بھی ٹھہرایا گیا اور بالفرض اگر حضرت جبریل لاکھ برس اسی صورت بشری میں رہتے تو لاکھ برس تک بشر ہی کہا جاتا۔ اس کے

باوجود ان کی بشریت کی حقیقت وہ نہ ہوتی جو ہم انسانوں کی بشریت کی حقیقت ہے۔ شیطان کو بھی اللہ نے جانوروں میں ان کی قوت عطا فرمائی ہے اور بسا اوقات جاہل بشری میں آیا بھی مگر جب جب آیا اس کے لئے لازم ہو گیا کہ جنگ و جدوجہد میں اس کی قوت عطا فرمائی ہے۔ بشریت کے بعض تقاضوں کو اپناتے رہے چنانچہ وہ اس پر ہمیشہ مجبور رہا شیطان کو خوب معلوم ہے کہ جب بشر کی ہدایت کے لئے بشری لباس ہی میں ہادیوں کا آغاز ہوا ہو تو پھر ان کو گمراہ کرنے کے لئے بھی اسی لباس کو اختیار کرنا زیادہ سودمند ہے۔۔۔ اس کے لباس بشری میں آنے کا ایک واقعہ بہت ہی مشہور ہے جبکہ اس نے اپنی پسند کے مطابق شیخ نجدی کا روپ دھارن کیا تھا۔ یہ وہ موقع تھا جب مکہ کے دارالندوہ میں سارے بڑے بڑے ندوی جمع ہو کر باہمی مشورے کر رہے تھے۔ چونکہ شیطان نے انسان کی صورت اختیار کر لی تھی اسلئے اب وہ وہاں اس طرح نہیں جاسکتا تھا جس طرح وہ ہر جگہ پہنچا کرتا ہے بلکہ اب اُسے انسانیت کے تقاضے کو اپناتے ہوئے انسانوں ہی کی طرح جانا ہے، دروازہ کھٹکھٹانا ہے اور جب دروازہ کھل جائے جب ہی اندر داخل ہونا ہے اور چونکہ اس نے بوڑھے کی صورت اختیار کی تھی تو اُسے لاکھی بھی ٹیکنا پڑ گیا اور اگر بالفرض وہ اسی لباس کو ہزار برس تک اپنائے رہتا تو اس کو ہزار برس تک شیخ نجدی ہی کہا جاتا اور اُسے بعض انسانی تقاضوں اور انسانی آداب و اطوار کو اپنائے رکھنا ضروری ہوتا۔۔۔ بایں ہمہ۔۔۔ ہزار برس کے بعد بھی اس کی بشریت کی وہ حقیقت نہ ہوتی جو دوسرے انسانوں کی بشریت کی ہے۔ پھر وہ خدا کا حبیب جو خلقت میں آدل ہے بعثت میں آخر ہے نبوت میں ظاہر ہے اور حقیقت میں باطن ہے جس کا نور اصل کائنات ہے۔ جو نہ ہوتا تو کچھ نہ ہوتا اور جو نہ ہوگا تو کچھ نہ ہوگا جس نے خود فرمایا "یا ایہا بکر لہم عرفنی حقیقۃً غیر ربی" اے ابوبکر میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کسی نے نہیں پہچانا۔ اگر صرف ترسہ برس تک بشری صورت میں ہمارے سامنے چلے پھرے کھائے پئے بعض بشری آداب و اطوار کو اپناتے وغیرہ تو اس کی بشریت کی حقیقت دوسرے ہم جیسے انسانوں کی بشریت کی حقیقت کی طرح کیسے ہوگی؟

۔۔۔ ان تمام مباحث کو بغور دیکھ لینے کے بعد امام احمد رضا کے ترجمے کی اہمیت کا اندازہ لگاتے ہیں کہ اس قدر طویل بحث و تمحیص کے بعد جو حقیقت سامنے آئی اس کو امام احمد رضا نے اپنے ترجموں کے مختصر فقرہ میں بخوبی بیان کیا اور اس احتیاط سے یہ کام انجام دیا کہ کسی اسلامی عقیدے پر پراچھ آئی، نہ بارگاہ رسالت کے آداب میں کوئی فرق ہوا، نہ محاورہ کی پیشانی پر کوئی شکن پڑی، نہ اصحاب تاویل کی روش پر ارشاد ربانی کے مقصود کا دامن ہاتھ سے چھوٹا نہ اصولی اور لغوی حقائق سے روگردانی کی اور نہ ہی اولیاء کا طین اور سلطان متقدمین کے راستے سے ہٹے۔ بے شک اس سعادت بنور بآز و نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ۔ ترجمے میں عقیدے کی پیشکش کی سرخی لگا کر کلام نگار نے جو دعوے کئے اس میں ایک دعوے کا تفصیل جائزہ لینے کے بعد اب آئیے دوسرے دعوے کی طرف توجہ کیجئے دوسرے دعوے کا حاصل یہ ہے

"فاضل بریلوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر عالم الغیب کا اطلاق کیا ہے اور آپ کیلئے جیسے ماکان دمایکون کے علوم کائنات

کیلئے

یہ دعویٰ دو شقوں میں بٹ جاتا ہے ایک کا تعلق لفظ عالم الغیب کے اطلاق سے ہے اور دوسرے کا تعلق جمیع ماکان و مایکون کے علوم کے اثبات سے ہے۔ پہلی شق کا جواب تو بہت مختصر ہے اور یہ کہ یہ امام احمد رضا پر بہتان عظیم اور افتراء میں ہے کہ انھوں نے آنحضرت کی ذات پر مطلقاً عالم الغیب کے لفظ کا اطلاق کیا ہے یا اس اطلاق کو جائز قرار دیا ہے۔ خود فاضل بریلوی اپنی بے نظیر تصنیف الامن والعلی مطبوعہ اقبال الیکٹرک پریس بریلی کے صفحہ ۱۱۵ پر ارشاد فرماتے ہیں

”وہ ممانعت علم غیب کی اسناد مطلق بے ذکر لیم

الہی عزوجل ہے شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ نے لمحات

میں اس طرف ایما فرمایا

اسی صفحہ پر آگے چل کر فرماتے ہیں۔

علم غیب بالذات اللہ عزوجل کیلئے خاص ہے کفار اپنے مجبوران باطل و غیر مسلم کیلئے مانتے تھے لہذا مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ اور یوں کوئی حرج نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے سے امور غیب پر انھیں اطلاع ہے

مذکورہ بالا دونوں تحریروں سے واضح ہو گیا کہ غیر خدا کی طرف علم غیب کی اسناد مطلقاً تیزان پر عالم الغیب کے لفظ کا اطلاق منوع و مکروہ ہے۔ ایسی صورت میں امام احمد رضا کی طرف اس اطلاق کرنے کی نسبت کرنا مقالہ نگار کی بددیانتی کی نشان دہی کر رہا ہے اب آئیے دوسرے شق (یعنی اثبات علوم ماکان و مایکون) پر غور فرمائیے اس سلسلے میں مقالہ نگار سے دو غلطیاں ہوئی ہیں

پہلی غلطی یہ کہ وہ خدا کے لئے صرف جمیع ماکان و مایکون کا علم ماننا ہے اسی لئے کسی غیر خدا کے لئے جمیع ماکان و مایکون کے علوم کے اثبات میں اُسے اُس غیر خدا کی خدا کے مساوات و ہمہی نظر آتی ہے۔ حالانکہ جمیع ماکان و مایکون کے علوم علم الہی کے سامنے وہ حیثیت بھی نہیں رکھتے جو سات سمندر کے سامنے ایک قطرے کو حاصل ہے علم الہی کو گھٹا کر ماکان و مایکون کے حدود میں محدود کر دینا اتنی بڑی جسارت ہے دین و ایمان کی سلامتی کے ساتھ جس کا امکان نہیں۔ مقالہ نگار اتنا بھی نہ سمجھ سکا کہ کائنات میں جو ہو چکا وہ بھی محدود اور جو کچھ ہوتا رہے گا وہ بھی محدود اور جو ہو چکا اور جو ہو گا ان سب کا کل بھی محدود۔ تفسیر کبیر اور تفسیر روح البیان میں واضحی کل شئی عدد کے تحت وضع لفظوں میں فرمایا گیا ہے کہ کل شئی غیر متناہی نہیں ہے بلکہ متناہی ہے۔ لفظ جمیع بھی کل ہی کے معنی میں ہے۔ لہذا خدا کیلئے صرف کل شئی کا علم ماننا اس کے لامحدود اور غیر متناہی علوم کو محدود و متناہی قرار دینا ہے۔ تو پھر اگر کوئی کسی غیر خدا کیلئے صرف کل شئی بلفظ دیگر جمیع ماکان و مایکون کا علم مان لے تو اس سے غیر خدا کی خدا سے ہمہی کہاں لازم آتی ہے؟ دوسری غلطی یہ۔

دانتہ طور پر بددیانتی مقالہ نگار سے یہ ہوئی ہے کہ اُس نے علوم ماکان و مایکون کو ذات رسالت مآب کے لئے اثبات کو خود فاضل بریلوی کا اپنا ذاتی اختراع قرار دیا ہے حالانکہ اس سلسلے میں فاضل بریلوی نے جو کچھ کہا ہے وہ آیات قرآنیہ کی کھلی تصریحات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات اور محققین علماء اسلام کی تحقیقات کے عین مطابق ہے بلکہ انھیں کی تفسیر و تشریح ہے۔ مقالہ نگار نے امام احمد رضا کی عظیم المرتبت تصنیف الدولۃ المملکیۃ کی ایک عبارت نقل کر دی اور اس کے سارے مباحث سے آنکھیں چرائیں۔ الدولۃ المملکیۃ کو اگر وہ سمجھ کے پڑھ لیتا تو علم غیب نبوی، علم ماکان و مایکون، علوم لوح محفوظ، علم قرآنی اور علوم خمسہ کے تعلق سے اس پر ہر گوشہ واضح ہو جاتا۔ امام احمد رضا کی دوسری تصنیف ابنا المصطفیٰ سے بھی اُس نے جو عبارتیں نقل کی ہیں وہ تو محض دعویٰ ہیں ان دعوؤں کی دلیل میں قرآن و حدیث اور ارشادات علماء سے جو کچھ پیش کیا گیا ہے مقالہ نگار نے اس سے کوئی تعرض نہیں کیا اور خاموشی سے سب سے چشم پوشی کر لی اور اپنی ہی راگ الاپنے لگا پچ ہے ”بے حیا باش ہر چہ خواہی کن“ مختلف ترجموں کے مابین تقابلی مطالعے کیلئے صرف تراجم و تفاسیر کے اُن حصوں کو سامنے رکھنا کافی تھا جن کا براہ راست ترجمہ قرآن کی صحت و عدم صحت سے تعلق ہو۔ مگر مقالہ نگار نے سوچا کہ قرآن کریم کی تفاسیر کی روشنی میں ہم امام احمد رضا کے ترجمے کو غلط نہ ثابت کر سکیں گے تو اس نے بطور تمہید ایک غیر ضروری بحث چھیڑ دی اور اس کو کافی طول دیا مسئلہ علم غیب مصطفیٰ میں دیوبندی اور وہابی مکتبہ فکر سے علماء اہلسنت و جماعت کی تحریری و تقریری معرکہ آریاں ہوتی رہی ہیں۔ دیابنہ ہر ہر معرکے میں ذلت و رسوائی سے دوچار ہوتے رہے ہیں مگر جن جن سوالات کے جوابات بار بار تحریراً اور تقریراً دئے گئے اور جن جن شبہات کو بار بار باطل کیا انھیں سوالات و شبہات کو بار بار مقالہ نگار کے مکتبہ فکر کے علماء دہراتے رہتے ہیں اور اسی کو اپنے علم و فضل کا نشان تصور کرتے ہیں۔ الدولۃ المملکیۃ اور ابنا المصطفیٰ کے حوالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقالہ نگار نے ان کتابوں کو ضرور دیکھا ہے پھر کس قدر میرت کی بات ہے کہ جن کتابوں میں اس کے تمام سوالات و شبہات کے واضح جوابات موجود ہوں ان کا مطالعہ کر لینے کے بعد بھی اس نے اپنے ذہن و فکر کی اصلاح نہیں کر لی بلکہ انھیں سوالات و شبہات کو اس طرح بیان کرنے لگا گویا اس کو اب تک اس کا جواب ہی نہیں ملا۔ اس کا یہ طرز عمل ہو سکتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کی چہار دیواری میں داد کے قابل ہو مگر اباب علم اور اصحاب دیانت اس کو بہ نظر استہسان نہیں دیکھ سکتے۔ جو علم غیب مصطفیٰ کے تعلق سے تمام مالہ و ماعلیہ کو جاننا چاہے اس سے میری گزارش ہے کہ اگر زیادہ نہیں تو کم از کم مندرجہ ذیل کتابوں کا ضرور مطالعہ کرے۔ الدولۃ المملکیۃ (عربی) مصنف امام احمد رضاؒ، ابنا المصطفیٰ مصنف امام احمد رضا (اردو) ۳۔ خالص الاعتقاد (اردو) مصنف امام احمد رضاؒ، الکلمۃ العلیا (اردو) مصنف صدر الافاضل مراد آبادیؒ، جاء الحق حقہ اول (اردو) مصنف مفتی احمد یار خان صاحب۔ اس سلسلے میں علمائے اہلسنت کی اور بھی کتابیں ہیں مگر تحقیق حق کے لئے اسی قدر کافی ہیں۔ بلکہ ان میں کا ہر ایک کافی ہے۔ الکلمۃ العلیا اور جاء الحق کا طرز بیان نہایت آسان ہے۔ عام قارئین بھی اُسے

جو بھی سمجھ سکتے ہیں۔ علم غیب کے سلسلے میں مقالہ نگار نے جو تحریری کاوش کی ہے اس پر نقد و نظر کے بجائے میں سوچتا ہوں کہ چند اصول باتیں عرض کر دوں تاکہ علم غیب کے سلسلے میں اسلامی موقف واضح طور پر سامنے آجائے۔ علم غیب کی تین صورتیں ہیں اور ان کے علاوہ علاحدہ احکام ہیں۔

(۱)۔ (۱) اللہ عزوجل عالم بالذات ہے اُس کے بغیر بتائے کوئی ایک حرف بھی نہیں جان سکتا۔

(ج) حضور علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کو رب تعالیٰ نے اپنے بعض غیوب کا علم دیا۔

(ج) حضور علیہ السلام کا علم ساری خلقت سے زیادہ ہے۔ حضرت آدم، حضرت خلیل، حضرت ملک الموت علیہم السلام اور شیطان بھی خلقت میں یہ تین باتیں ضروریات دین میں سے ہیں انکار کفر ہے۔

(۲)۔ (۱) اولیاء کرام کو بھی بواسطہ انبیاء کرام کچھ علوم غیب ملتے ہیں۔ (ج) اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پانچ غیبوں میں سے بہت سے جزئیات کا علم دیا۔

جو اس قسم دوم کا منکر ہے وہ گمراہ اور بد مذہب ہے کہ صدام احادیث کا انکار کرتا ہے۔

(۳)۔ (۱) حضور علیہ السلام کو قیامت کا بھی علم ملا کہ کب ہوگی۔ (ج) تمام گزشتہ اور آئندہ واقعات جو کہ لوح محفوظ میں ہیں ان کا بھی بلکہ اُن سے بھی زیادہ کا علم دیا گیا۔

(ج) حضور علیہ السلام حقیقت روح اور قرآن کے سارے متشابہات کا علم دیا گیا۔ اس تیسری قسم میں علماء اہلسنت کا اختلاف رہا ہے اس کے منکر کو کافر تو کیا اگر اہل حق بھی کہہ سکتے ہیں۔ جو تحقیقاً نہیں بلکہ عناداً انکار کرے وہ یقیناً گمراہ و بے دین ہے۔ جس طرح اس تیسری قسم کے منکر کو کافر و گمراہ نہیں کہہ سکتے اسی طرح اس کے تائین کو بھی کافر و گمراہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔

جب علم غیب کا منکر اپنے دعوے پر دلیل قائم کرے تو اُسے چار باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱)۔ وہ آیت قطعی الدلالتہ ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں نیز وہ نسخ نہ ہو۔ اور حدیث ہو تو متواتر ہو۔

(۲)۔ اس آیت یا حدیث سے علم کے عطا کی نفی ہو کہ ہم نے نہیں دیا۔ یا حضور علیہ السلام فرمادیں مجھ کو یہ علم نہیں دیا گیا۔

(۳)۔ صرف کسی بات کا ظاہر نہ فرمانا کافی نہیں کہ ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام کو علم تو ہو مگر کسی مصلحت سے ظاہر نہ کیا ہو۔ اسی طرح۔

حضور علیہ السلام کا فرمانا کہ خدا ہی جانے۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا یا۔ مجھے کیا معلوم۔ یا یہ کہ۔ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں یہ کام انجام دیتا وغیرہ کافی نہیں اسلئے کہ یہ کلمات کبھی علم ذاتی کی نفی اور مخاطب کو خاموش کرنے کے لئے بھی ہوتے ہیں۔

(۴)۔ جس کے علم کی نفی کی گئی ہو وہ واقعہ ہو اور قیامت تک کا ہو اور نہ صفات الہیہ اور بعد قیامت کے تمام واقعات کے علم کا ہم بھی دعویٰ نہیں کرتے۔

اس مقام پر چند باتیں اور ذہن نشین کر لی جائیں

(۱)۔ رب تبارک و تعالیٰ کی جملہ صفات ذاتی، مستقل، ازل، ابدی ہیں۔ جو خدا کی کسی صفت کو ذاتی نہ مانے وہ کافر ہے۔ لہذا اب جس صفت کو خدا کے لئے ثابت کریں گے اس کا ذاتی ہونا ضروری ہے۔ ذاتی کی قید لفظوں میں بیان کی جائے یا نہ کی جائے مگر معنوی طور پر اُسے ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر علم کو لے لیجئے چونکہ خدا کا علم ذاتی ہے اس لئے اب جہاں جہاں خدا کے لئے علم ثابت یا مخصوص کیا جائے گا وہ یہی ذاتی علم ہوگا پس اسی علم ذاتی ہی کی نسبت خدا کی طرف کیجا سکتی ہے۔

(۲)۔ غیر خدا سے اگر کسی شے کے علم کی نفی کی جائے اور پھر اُس علم کو خدا کے لئے ثابت و مخصوص کیا جائے تو پھر وہ ہی

علم ہوگا جو خدا کے لئے ثابت ہو سکے یعنی علم ذاتی چنانچہ غیر خدا سے اسی علم ذاتی کی نفی ہوگی اور خدا کیلئے اسی کا ثبوت ہوگا۔ ایسا نہیں۔ کہ غیر خدا سے علم عطائی کی نفی کی جائے اور اُسی علم عطائی کو خدا کے لئے ثابت کر دیا جائے اسلئے کہ علم ہی کیا خدا کی کسی صفت کو بھی عطائی قرار دینا کفر ہے۔ جس طرح کہ غیر خدا کی کسی صفت کو ذاتی سمجھنا کفر ہے۔

(۳)۔ غیر خدا سے علم ذاتی کی نفی سے۔ یا۔ خدا کے لئے علم ذاتی کے اثبات و تخصیص سے غیر خدا کے علم عطائی کی نفی نہیں ہوتی۔

(۴)۔ کسی چیز کا نقص علم برا نہیں۔ ہاں۔ بری باتوں کو کرنا۔ یا۔

ان کو کرنے کے لئے سیکھنا برا ہے۔ ہاں۔ بعض علوم بعض دوسرے علوم سے افضل ہیں مگر فی نفسہ کوئی علم برا نہیں۔ اگر بری چیزوں کا علم برا ہوتا اور اس علم سے کوئی عیب دار ہو جاتا پھر تو خدا کو بھی ان باتوں کا علم نہ ہوتا اسلئے کہ خدا کی تقدیس و تنزیہ تو وحدہ لا شریک ہے۔

(۵)۔ رنگ آنکھ سے دیکھا جاتا ہے اور بو ناک سے سونگھی جاتی ہے اور لذت زبان سے

معلوم کی جاتی ہے اور آواز کان سے محسوس ہوتی ہے تو رنگت زبان و کان کے لئے غیب ہے اور بو آنکھ کے لئے غیب تو اگر کوئی اللہ کا بندہ ہو اور لذت کو ان کی شکلوں میں آنکھ سے دیکھ لے تو وہ بھی علم غیب سمجھے کہ قیامت میں مختلف شکلوں میں اعمال نظر آئیں گے اگر کوئی اُن شکلوں میں یہاں دیکھ لے تو یہ بھی

عبد کو عبود کا شریک بنادے بلفظ دیگر عبد اللہ کو اللہ یا ابن اللہ بنادے یہی وہ مباذہ
آرائی اور حد اعتدال سے تجاوز تھا جو عیسائیوں نے کیا اور اسی سے مرکا دینی اپنے
ماننے والوں کو روک رہے ہیں۔ رسول کریم کا اپنی عبدیت پر اصرار انبیت
ہی کی نفی کے لئے ہے کہ جو عبد اللہ ہو گا وہ ابن اللہ نہیں ہو سکتا اور چونکہ صرف لفظ
عبد اللہ کے ذکر سے بظاہر دوسرے عام بندوں سے اشتراک و مساوات کا داعیہ ہو سکتا
تھا اسلئے عبد اللہ کے ساتھ رسول اللہ کی بھی قید لگادی تاکہ جہاں آپ کو عبد اللہ کہنے
والا آپ کو ابن اللہ نہ کہے کہیں رسول اللہ کہنے والا اپنا جیسا بھی نہ سمجھ سکے۔
کاش کہ مقالہ نگار میرے رسول کی شان عبدیت کو سمجھ سکتا اس سلسلے میں مولوی بدر عالم میرٹھی
نے ترجمان السنۃ جلد سوم صفحہ ۲۲۵ میں امام العارنین شیخ الکرمی الدین ابن عربی کا یہ ارشاد
نقل کرتے ہیں کہ

”مقام عبدیت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص مقام ہے ایک
مرتبہ مجھ پر سوئی کے ناکہ کے برابر منکشف ہوا تھا تو میں اس کی بھی
تاب نہ لاسکا اور قریب تھا کہ جل گیا ہوتا“

اللہ اکبر کیا شان عبدیت ہے۔ بھلا کیا نسبت ہے اس رفیع المنزلت عبدیت کاملہ سے
ہم جیسوں کی عبدیت کو۔ مقالہ نگار نے اس سلسلے میں جو حدیثیں نقل کی ہیں اس
پر غور نہیں کیا وہ حدیثیں خود مرکا دینی کی شان عبدیت کے امتیاز کو نمایاں کر رہی ہیں۔
چنانچہ انھیں منقولہ روایات میں سے ایک روایت میں ہے۔

فان الله قد اتخذني عبداً کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنانے سے پہلے
قبل ان یتخذنی بنیاً اپنا عبد بنایا ہے۔

حدیث نے واضح کر دیا کہ عبدیت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی نبوت پر مقدم تھی اور بشریت
کی بحث میں یہ میں ثابت کر چکا ہوں کہ آپ کی نبوت آپ کی بشریت پر مقدم تھی اس لئے
کہ اس کا وجود ابوالبشر کے وجود سے پہلے ہی ہو چکا تھا چنانچہ جب حضور سے دریافت کیا
گیا متی وجبت لك النبوة حضور کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہوئی آپ نے
فرمایا وادم بین الروح والجسد جب آدم روح و جسم کے درمیان تھے۔ اس حدیث
کو حاکم، بیہقی، ابونعیم، اور ترمذی نے اپنی جامع میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کی۔ الفاظ
روایت ترمذی کے ہیں جنھوں نے افادۃ تھیں کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔ نیز

اسی حدیث کو امام احمد نے مسند میں امام بخاری نے تاریخ میں، ابن سعد حاکم اور بیہقی و ابونعیم
نے حضرت یسیرہ سے اور طبرانی و بزاز و ابونعیم نے حضرت عبد اللہ ابن عباس سے اور ابو
نعیم نے حضرت فاروق اعظم سے نیز ابن سعد نے حضرت ابن ابی الجداء و حضرت مطرف
بن عبد اللہ بن الشجر اور حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بآسانید متبانیہ و الفاظ
مقار بہ روایت کیا ہے۔ امام عسقلانی نے کتاب الاصابۃ میں حدیث یسیرہ کی نسبت فرمایا
ہے ”سندہ قوی“ اس کی سند قوی ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی
مدارج النبوة ص ۲ میں محل استناد میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ کنت نبیا و آدم

غیب ہے۔ اسی طرح جو چیز فی الحال موجود نہ ہونے کی وجہ سے یا بہت
دور ہونے یا اندھیرے میں ہونے کی وجہ سے نظر نہ آسکے وہ بھی غیب ہے اور
اس کا جاننا علم غیب ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ہندوستان کے
کسی شہر میں رہ کر مکہ معظمہ یا دور دراز ملکوں کو مثل کھت درست دیکھے یہ سب
علم غیب میں داخل ہیں۔

(۶) علم غیب کی ذکر کردہ تین صورتوں میں چونکہ ہر صورت کے احکام الگ الگ
ہیں لہذا ہر صورت کے ثابت کرنے والے دلائل کا معیار بھی الگ الگ رہے گا
مثلاً وہ عقیدہ جو پہلی صورت کے ضمن میں آئے ہے اس کو ثابت

کرنے کے لئے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالة نصوص کی ضرورت ہے۔
اس کے برعکس وہ عقائد جو دوسری صورت کے ضمن میں ہیں۔ ان کو ثابت کرنے
کے لئے اتنے قوی دلائل کی ضرورت نہیں بلکہ دلائل ظنیہ اور احادیث صحیحہ سے وہ
ثابت ہو جائیں گے۔ رہ گئے تیسری صورت کے ضمن میں ذکر کردہ عقائد ان کا
تعلق سراسر فضائل سے ہے جن کو ثابت کرنے کے لئے ضعیف حدیثیں بھی کافی
ہیں۔ مثلاً رسول کریم کے علم قیامت، علم حقیقت روح اور قرآنی
متشابہات نیز لوج محفوظ کے تمام مندرجات کے علوم کا تعلق آپ کے فضائل سے
ہے لہذا ان کے ثبوت کے لئے ایسے دلائل کا مطالبہ جو پہلی صورت یا دوسری
صورت کے ضمن میں آنے والے عقائد کے لئے ضروری ہیں غایت جہل کی دلیل
ہوگی۔ اور چونکہ اس تیسری قسم کے بعض عقائد میں خود علمائے حق کے مابین
اپنی اپنی تحقیقات کی روشنی میں اختلاف ہو سکتا ہے لہذا اس پر بحث کرتے وقت صرف
منکرین کے اقوال کو چھانٹ چھانٹ کے پیش کر دینا اور قائلین کے ارشادات سے
چشم پوشی کر لینا دیانت تحقیق کے خلاف ہے۔ مقالہ نگار نے جس کا بڑا ہی
شان دار مظاہرہ کیا ہے۔ مذکورہ بالا تمام اصولی باتوں کو سامنے رکھ کر
جو کتب تفاسیر و احادیث نیز ارشادات علماء کی چھان بین کرے گا وہ انشاء اللہ الہی
تعالیٰ شاہراہ اعتدال ہی پر رہے گا اور مقالہ نگار جیسے شاطروں کی شاطرانہ اداؤں
کا شکار نہ ہوگا۔

مقالہ نگار نے رسول کریم کے لئے بے مثال بشریت اور علم ماکان و مایکون ماننے کو
آپ کو آپ کی قدر و منزلت سے بڑھا دینا سمجھ لیا ہے اور اس عقیدے کی تعبیر رسول کریم کو حد
اعتدال سے بڑھا دینے سے کہ ہے۔ اور اس سلسلے میں چند ارشادات رسول
بھی پیش کئے ہیں۔ جن کا حاصل یہ ہے کہ میری تعریف میں اتنا مباذہ نہ کرو جتنا کہ
نصاری نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی تعریف میں کیا نیز مجھے میرے حقیقی مرتبے سے اونچا
مت اٹھاؤ مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی رسول
بنانے سے پہلے عبد بنایا ہے۔ اگر مقالہ نگار غور کرتا تو ارشاد مذکور کا مطلب
بہت واضح طور پر سمجھ لیتا کہ سرکار رسالت امت کو اس مباذہ آرائی سے منع فرما رہے ہیں جو

المجدد فی طینتہ میں اسی وقت نبی تھا جب آدم آب دگل کی منزلیں ملے کر رہے تھے اس حدیث کی نقل سے پہلے متصلاً حضرت شیخ فرماتے ہیں ”اوست در نبوت“ یعنی حضور نبوت میں اول ہیں۔ خود مولوی قاسم نانوتوی نے محمد بن الناس ص پر مندرجہ ذیل حدیث نقل کی ہے اور اُسے مقام استشاد اور عمل استناد میں رکھ لیا ہے کنت نبیا و آدم بین الماء والطین میں نبی تھا وہ انھا ایک آدم آب دگل میں تھے۔ ————— ان نصوص نے یہ بھی واضح کر دیا کہ رسول کریم کے آخری نبی ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کو نبوت سب کے آخر میں دی گئی اس لئے کہ نبوت میں تو آپ اول ہیں ہاں آپ کا ظہور سب کے آخر میں ہوا اور اب آپ کے عہد میں نیز آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ ————— الحاصل ————— نبی کریم کی عبدیت آپ کی نبوت پر مقدم ہے اور آپ کی نبوت آپ کی بشریت پر مقدم ہے۔ نیز اپنی بشریت آپ کی بعثت رسالت پر مقدم ہے لہذا۔ پہلے آپ عبد بنئے پھر نبی پھر بشیر برکول۔ بعض ادیان کا مبین نے غیر مبہم لفظوں میں رسول عربی کی عبدیت کو آپ کی رسالت پر افضل قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو تفسیر روح البیان اور الحقيقة المحمدية مصنفه شیخ وجیه الدین علوی بگرامی) یہ بات تو بالکل ظاہر ہے کہ اگر ساری کائنات کے غیر نبی افراد مل جائیں پھر بھی وہ اپنی ذات وصفات اور جملہ کمالات کے ساتھ رسول کریم کے مقام رسالت تک نہیں پہنچ سکتے یعنی کسی غیر نبی کی ذات یا اس کی کوئی صفت کمال رسالت کی طرح نہیں ہو سکتی۔ ————— پھر کسی غیر نبی کی عبدیت اس نبی کی اس عبدیت کی طرح کیسے ہو سکتی ہے جو عبدیت خود اس کی رسالت پر افضل ہے۔ ————— تو اب ہمارا اپنے کو عبد کہنا اور رسول کریم کو عبد کہنا ایسا ہی ہے کہ جیسے ہم اپنے کو بھی موجود کہتے ہیں اللہ خدا کو بھی موجود کہتے ہیں۔ جس طرح ہمارا وجودیت کو خدا کی موجودیت سے کوئی نسبت نہیں۔ ————— اس مختصر وضاحت نے ظاہر کر دیا کہ رسول کریم رفعت وعظمت کے جس مقام پر جلوہ افروز ہیں اس مقام سے آپ کو اوپر اٹھانے کی صرف یہ صورت ہے کہ آپ کو الہیت والوہیت والا قرار دے دیا جائے اس لئے کہ الہیت والوہیت سے نیچے رکھ کر آپ کی تعریف وتوصیف اور مدح و ثنائیں جو کچھ کہا جائے گا اس میں ذرہ برابر نہ تو بالغ ہوگا اور نہ دعا اعتدال سے تجاوز بلکہ وہ تو یا تو بالکل آپ کی شان کریم کے عین مطابق ہوگا یا کچھ کم ہی ہوگا بڑھنے کا تو کوئی سوال ہی نہیں۔ ————— اس بحث کو بہیں پر ختم کر کے آئیے اور دیکھئے کہ مقالہ نگار ایک عجیب غریب دعویٰ کر رہا ہے اس دعویٰ کی خاص خوبی یہ ہے کہ اس میں وہ جو کچھ کہتا ہے وہ قرآن وحدیث کے ارشادات سے ہٹ کر خود اس کی عقل بے مایہ کا فیصلہ ہے چنانچہ پہلے وہ یہ مرضی قائم کرتا ہے

”آنحضور کو کس طرح کے علوم دئے گئے“

اس سرخی کے تحت وہ رقم طراز ہے

”آپ کو صرف وہ علوم دیئے گئے جن سے آپ کی رفعت شان،

بلندی جاہ، اور پیغمبرانہ عظمت متعلق تھی۔

پھر فوراً ہی رنست شان اور بلندی جاہ کو نظر انداز کر کے اس نے آپ

کے لئے صرف اتنے ہی علوم کو تسلیم کیا جو آپ کے منصب نبوت اور مقصد بعثت و رسالت سے
مناسبت رکھتے ہیں اگر ان کے سوا دوسرے علوم رسول کو دئے جاتے تو آپ تبلیغ و احکام
اور دعوت دین کے فرائض کی انجام دہی سے قاصر رہتے اس طرح آپ کی بعثت کا مقصد پورا
نہیں ہو سکتا تھا۔ اب مقالہ نگار سے سوال کیجئے کہ علوم متعلقہ نبوت کے سوا خدا نے
تعالیٰ نے دیگر علوم اپنے محبوب کو نہیں عطا فرمایا اسکو نصوص شرعیہ سے منصوص کر دے۔
نیز۔ اگر خدا نے نہیں دیا تو اس نہ دینے کی حکمت بھی خدا ہی جلنے اب تم نے جو
حکمت بتائی ہے وہی خدا کی حکمت ہے اسکو بھی مدلل و مبرہن کر دے۔ یہ دونوں
باتیں مقالہ نگار ہی کیا اس کی پوری جمعیت کے بس سے باہر ہے لہذا اس کے لئے زیادہ
آسان یہ ہے کہ وہ اپنے مفتری ہونے کا اقرار کر لے۔ اس لئے کہ جس چیز کو
وہ عقل و فہم کا تقاضہ کر رہا ہے وہ اس کی جہالت و لاعلمی کی پیداوار ہے۔ کیا
مقالہ نگار یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ ہر نبی کو صرف انہی صفات سے نوازا جاتا ہے جن کا تعلق
مقصد نبوت سے ہوتا ہے؟ انبیاء و مرسلین کے درمیان بعض پر بعض کی فضیلت اور ہر
نبی مرسل کی اپنی اپنی خصوصیات اور اپنے اپنے امتیازات نصوص قرآنیہ سے ثابت ہیں
جو مقالہ نگار کی عقل کے تقاضے کی تکذیب کرتے ہیں۔ انبیاء کو وہی چیز نہیں دی گئی ہے
جس کا تعلق مقصد بعثت سے تھا بلکہ انھیں بے شمار ایسے کمالات سے بھی نوازا گیا جن کا تعلق
ان کی شان بندگی اور خدا کی بندہ نوازی سے ہے اور جو ان کی بارگاہ خداوندی میں مقبولیت اور
خدا کے عز و جل کی بے پایاں نوازشات کا نتیجہ ہیں۔ خود نبی کریم کو بے شمار ایسی
نوازشات کا مرکز بنایا گیا جن کا تعلق و رابطہ آپ کی رفعت شان و بلندی جاہ اور خدا کی
بے پایاں نوازشات کے ساتھ رہا۔ علوم ماکان و مایکون حاصل ہونے کی
صورت میں تبلیغ احکام اور دعوت دین کے فرائض کی انجام دہی سے قاصر رہنا اور مقصد
بعثت پورا نہ کر سکا نیز و فور علم کو نبی کریم کے لئے الجھن کا باعث قرار دینا اور وہ
بھی دارالعلوم دیوبند کی چار دیواری میں رہ کر؟ مجھے کہنے دیجئے۔

”نزد یوں بند... این چه لوا العجبی ست“

مقالہ نگار بتائے کہ کیا اعلان تھا علم سیدنا آدم کو ان کے مقصد بعثت سے اور کیا رابطہ تھا ملکوت السموات والارض کے مشاہدہ کو حضرت خلیل کے مقصد رسالت سے نیز۔۔۔۔۔ یہ بھی بتائے کہ اتنے وسیع العالم جو نے کے بعد یہ حضرات دعوت دین کے فرائض کی انجام دہی میں کہاں قاصر رہے؟ اور اپنے مقصد بعثت کے حصول میں کہاں نامراد رہے؟۔۔۔۔۔

مقالہ نگاریہ بھی نہ سوچ سکا کہ سرکارِ عربی صرف نبی و رسول پر
 نہ تھے بلکہ رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین اور شاہد کائنات وغیرہ بھی تھے اور ظاہر ہے کہ
 جو بلا تخصیص ساری کائنات کیلئے اور ہر ساعت کیلئے رحمت ہو کائنات کے ذرہ ذرہ
 سے اُسے باخبر و ہدایہ چاہئے تاکہ اس کی رحمت و نوازش سے کوئی کسی وقت محروم نہ رہے
 المختصر سرکارِ رسالت کو رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین اور شاہد کائنات

بنانے والے آپ کو صرف وہی علوم نہیں عطا فرمائے جن کا تعلق آپ کے مقصد بعثت و رسالت سے ہے بلکہ ایسے علوم بھی دے جن کا تعلق آپ کی شان رعت، مرتبہ شفاعت اور رتبہ شہادت وغیرہ سے ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر مقالہ نگار کی ایک خیانت اور ملاحظہ کیجئے وہ ایک تفسیر کی کتاب ہے ایک مفصل حوالہ نقل کرتا ہے اسی میں حضرت عبداللہ ابن مسعود کا یہ قول بھی موجود ہے

وقال ابن مسعود اوتی نبیکم حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ مفاتیح غیب صلی اللہ علیہ وسلم کل شیء کے علاوہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو الامتایم الخیب ہر چیز کا علم دیا گیا۔

مقالہ نگار نے مذکورہ بالا عبادت کا ترجمہ یہ کیا ہے
”ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے شایان شان ہر چیز کا علم مفاتیح غیب کے علاوہ دیا گیا“

ذرا کوئی مقالہ نگار سے پوچھے کہ یہ ”نبوت کے شایان“ کس لفظ کا ترجمہ ہے حضرت ابن مسعود کے کلام میں معنی تعریف کرتے ہوئے یہ نہیں سوچا کہ کل قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں اپنے کروڑوں کا جواب دینا ہے۔

مقالہ نگار نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیئے جانے کا عقیدہ امام احمد رضا کا اپنا ذاتی اختراع ہے۔ مقالہ نگار کی تحریر کے اس طلم کو توڑنے کے لئے ضروری ہے کہ میں بعض اکابرین ملت اور اولیاء امت کے نام پیش کر دوں جو رسول کریم کے لئے جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم تسلیم کرتے ہیں۔ اس سے بخوبی وضاحت ہو جائے گی امام احمد رضا اس عقیدہ کو اپنانے میں متبع ہیں نہ کہ مبتدع۔ اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ جمیع علوم لوح محفوظ رسول کریم کے لئے ماننا نہ کفر و شرک ہے نہ ضلالت و گمراہی اس لئے کہ اگر بالفرض یہ کفر و شرک یا ضلالت و گمراہی ہوتا تو اس کو صحیح ماننے والے کافر و مشرک اور ضال و گمراہ ہوتے اور انھیں لوگ اولیائے ملت اور بزرگان امت کے نام سے نہ یاد کرتے۔ انتخاب میں کوشش کر دوں گا کہ ایسے حضرات کے اسماء سامنے آئیں جن کو کافر و مشرک یا ضال و گمراہ کہتے ہوئے مقالہ نگار کو بھی ہزار بار سوچنا پڑے۔

(۱) — قصیدہ بمرودہ شریف میں سلطان العارفين علامہ بوصیری فرماتے ہیں

فان من جودك الدنيا وضرتها

ومن علومك علم اللوح والقلم

دنیا و آخرت آپ ہی کے کرم سے ہے اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا بعض حصہ ہے۔

(۲) — علامہ ابراہیم ہجوری شرح قصیدہ بمرودہ میں اس شعر کے ماتحت فرماتے ہیں فان قيل اذا كان علم اللوح اگر کہا جائے کہ جب لوح و قلم کا علم حضور

والقلم بعض علومه عليه السلام
فما البعض الآخر احيى
بان البعض الآخر هو ما اخبى
الله تعالى من احوال الآخرة
لان القلم انما كتب في اللوح
ما هو كائن الى يوم القيامة

(۳) — ملا علی قاری صلی اللہ علیہ وسلم شرح قصیدہ بمرودہ میں اسی شعر کے ماتحت فرماتے ہیں۔

دكون علومهما من علومه
عليه السلام ان علومه متنوع
الى الكليات والجزئيات
دقائق ومعارف وعوارف
تتعلق بالذات والصفات
وعلمهما يكون نهما من نحر
علمه وحرفا من سطوره
علمه

(۴) — حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر عزیزی سورہ جن میں فرماتے ہیں۔

اطلاع بر لوح محفوظ و دیدن نقوش
از بعض اولیاء ہوتا تر منقول است
دیکھنا بعض اولیاء اللہ سے بطریق تو ان تر منقول

(۵) — شیخ عبدالحق محدث دہلوی زبدۃ الاسرار میں حضور غوث پاک کا ارشاد نقل فرماتے ہیں۔

قال رضي الله تعالى عنه يا ابطال
يا اطفال هلموا وخذوا عن
هذا البحر الذي لا ساحل له
وعزة مرابي ان السعداء ع
والاشقياء يعرضون على دان
بولوعة عيني في اللوح المحفوظ
وانا غائص في بحار علم الله

(۶) — بحر العلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی حاشیہ رسالہ میرزا اہد کے خطبہ میں فرماتے ہیں۔

علمه علوما ما احتوى عليه العلم الاعلى وما استطاع على احاطتها
الوح الادنى لم يلد الدهر مثله من الاذل ولم يولد الى الابد
فليس له من في السموات والارض كفوا احد

یعنی حضور علیہ السلام کو رب نے وہ علوم سکھائے جن پر علم اعلیٰ بھی مشتمل نہیں اور جس کے گھیرنے پر لوح محفوظ قادر نہیں نہ تو ازل سے آپ کے مثل پیدا ہوا اور نہ ابد تک ہوگا

..... ولعل ابن کيسان
یقدر مفعول علم الانسان
مراداً به النبي صلى الله عليه وسلم ايضاً
تفسير نيشاپوری میں ہے

(علم القرآن) وقيل هو (قرآن سکھایا) ایک قول کے مطابق
جبرائیل ای علم جبرائیل القرآن
حتی نزل به علی محمد وقيل علم محمد
او الانسان القرآن كما يليق
بفهمهم علی حسب استعدادهم
..... وقد نقل عن ابن عباس
ان الانسان آدم عليه الاسماء
كلها او محمد صلى الله عليه وسلم
والبيان القرآن فيه بيان
ما كان وما سيكون الى يوم
القيامة
قرآن ہے جس میں جو ہوا اور جو قیامت تک ہوگا سب کا بیان ہے۔
تفسیر کبیر میں ہے۔

ما المراد من الانسان نقول هو الجنس
وقيل المراد محمد صلى الله عليه وسلم
وقيل المراد آدم
انسان سے کیا مراد؟ میں کہتا ہوں جنس
انسان اور ایک قول کے مطابق حضور
علیہ السلام مراد ہیں اور ایک قول کے
مطابق حضرت آدم۔

تفسیر کے مذکورہ بالا حوالوں نے اتنا ثابت ہی کر دیا کہ علم القرآن کا مفعول مقدر
حضور علیہ السلام کو ٹھہرانا اور خلق الانسان میں انسان سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو
بتانا نیز البیان سے ماکان وما یكون کا بیان مراد لینا ناضل برطوی کا اپنا ذہنی اختراع نہیں
ان تفسیری اقوال کا وجود تو اسی وقت ہو چکا تھا جبکہ امام احمد رضا پیدا بھی نہیں ہوئے تھے
— ہند — آیت زیر بحث کے ترجمے کی روشنی میں امام احمد رضا کو کسی نئے
عقیدے کی پیش کش کرنے والا قرار دینا مقالہ نگار جیسے فن کاروں ہی سے ممکن ہے۔
کتاب تفسیر کا تفصیلی جائزہ لینے کی صورت میں آیت زیر بحث سے
متعلق تین سوال سامنے آتے ہیں۔

۱۔ علم القرآن قرآن سکھایا۔ کس کو سکھایا؟

۲۔ خلق الانسان انسان کو پیدا کیا۔ انسان سے مراد کیا ہے؟

۳۔ علمه البیان اسے بیان سکھایا۔ بیان سے مراد کیا ہے؟

پہلے سوال کے جواب میں چار قول ملتے ہیں

الانسان الكامل والمراد بالبيان
علمه ما كان وما يكون وما هو
كاثر
تفسیر میں ہے۔

قيل اراد الانسان محمد صلى الله عليه
وسلم علمه البیان یعنی بیان ماکان
وما یكون لانه صلى الله عليه وسلم
ينبى من خبر الاولين والآخرين
وعن يوم الدين
تفسیر جلد ہی میں ہے

(علم القرآن) فقول تقديره
علم جبريل القرآن وقيل علم محمد
وقيل علم الانسان وهذا ادنى
لعمومه ولان قوله خلق الانسان
حال عليه
(قرآن سکھایا) کہا گیا کہ حضرت
جبریل کو سکھایا ایک قول کے مطابق
حضور علیہ السلام کو سکھایا اور ایک
قول کے مطابق انسان کو سکھایا۔ اپنے
عموم کے لحاظ سے یہ زیادہ بہتر ہے اور
یہ اس لئے بھی اولیٰ ہے خلق الانسان
سے اس کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

تفسیر قرطبی میں ہے

(علم القرآن) ای علمه نبیه صلى الله عليه وسلم
حتى اداة الى جميع الناس
..... (خلق الانسان)
وعن ابن عباس ايضاً ابن کيسان
الانسان ههنا يراد به محمد
صلى الله عليه وسلم والبيان
بيان الحلال والحرام والهدى
من الضلال وقيل ما كان وما
يكون لانه بين عن الاولين
والآخرين ويوم الدين
کا بیان ہے اور ایک قول کے مطابق بیان سے مراد ماکان وما یكون کا بیان ہے اس لئے
کہ حضور علیہ السلام کو اولین و آخرین اور یوم قیامت سے باخبر فرما دیا گیا ہے۔
تفسیر روح المعانی میں ہے۔

قال ابن کيسان الانسان محمد
صلى الله تعالى عليه وسلم
ابن کيسان نے کہا کہ انسان سے مراد محمد صلی اللہ
علیہ وسلم ہیں جو سکتا ہے کہ ابن کيسان

اول جبرائیل علیہ السلام دوم حضور علیہ السلام سوم امت محمدیہ چہام جنس انسان
تفسیر جمل میں جنس انسان مراد لینے کو ادلی کہا ہے۔ تفسیر قرطبی اور تفسیر روح البیان
نے علم القرآن کا معنی یہ کیا ہے کہ رحل نے نبی کریم کو قرآن سکھایا۔ صاحب روح المعانی نے
یہ امکان ظاہر کیا ہے کہ ممکن ہے علامہ ابن کیمان نے بھی علم القرآن کا مفعول انسان
کو قرار دیکر اس سے نبی کریم کی ذات مراد لی ہو۔ اس سلسلے میں حضرت
عبداللہ ابن عباس سے جو تفسیر منقول ہے اس میں امت محمدیہ کو قرآن سکھایا جانا مراد
ظاہر کیا گیا ہے اور ارشاد کا حاصل یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کو
قرآن دیکر حضور علیہ السلام کی طرف بھیجا اور آپ کو اپنی امت کی طرف مبعوث کیا۔
دوسرے سوال کے جواب میں تین قول ملتے ہیں

۱۔ انسان سے مراد حضرت آدم ہیں یہ حضرت ابن عباس وقتادہ اور حسن سے منقول ہے
(قرطبی، روح البیان ناقلاً عن بحر العلوم)

۲۔ انسان سے مراد نبی کریم ہیں یہ علامہ ابن کیمان سے نیز حضرت ابن عباس سے بھی
منقول ہے (قرطبی، روح المعانی، نیشاپوری)

۳۔ انسان سے مراد جنس انسان ہے۔ جلالین، تفسیر قرطبی، تفسیر کبیر روح المعانی وغیرہ
میں اسی معنی کو ترجیح دی گئی ہے۔ تفسیر صادی، تفسیر قرطبی، تفسیر مدارک
تفسیر معالم التنزیل، تفسیر حسینی، تفسیر خازن وغیرہ نے صرف نقل اقوال کیا ہے
اور کسی کو راجح و مرجح نہیں قرار دیا ہے۔ اور اگر ذکر میں
تقدیم کو راجح قرار دینا تسلیم کیا جائے۔ تو خازن، قرطبی کے نزدیک انسان سے
حضرت آدم مراد لینا راجح ہوگا۔ حالانکہ۔ تفسیر جمل میں علم القرآن
کے مفعول سے متعلق جن تین اقوال کا ذکر ہے اس میں از روئے ذکر جس قول کو آخرین
لکھا ہے اسی کو ادلی قرار دیا ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ جس قول کو لفظ
”قیل“ کہہ کر بیان کیا جائے وہ مرجح ہے تو پھر تفسیر خازن اور تفسیر قرطبی کی روشنی میں راجح
صرف پہلا قول ہے باقی دونوں قول یعنی نبی کریم۔ یا۔ جنس انسان مراد لینا
مرجوح ہے یہ اصول بھی اسلئے غلط ہے کہ تفسیر جمل میں جس قول کا ذکر لفظ قیل کے ذریعہ کیا ہے
اُسے خود ہی راجح بھی قرار دیا ہے۔ الغرض۔ ہر جگہ لفظ قیل کو مرجحیت
ہی کے اظہار کے لئے نہیں استعمال کیا جاتا لہذا لفظ قیل کسی قول کی مرجحیت کی دلیل نہیں
اس کی بہت سی نظریں پیش کی جاسکتی ہیں۔

تیسرے سوال کے جواب میں بہت سے اقوال ملتے ہیں۔ اگر انسان سے مراد
جنس انسان ہے تو۔

۱۔ بیان سے مراد قوت گویائی ہے جس سے انسان دیگر حیوانوں سے ممتاز ہوتا ہے (طبری)
خازن، جمل، ابن کثیر، قرطبی، روح المعانی وغیرہ

۲۔ بیان سے مراد کتابت اور سمجھنے سمجھانے کی قوت ہے (جمل، قرطبی)

۳۔ بیان سے مراد ہر قوم کی زبان ہے جس میں وہ کلام کرتی ہے۔ (بقول سدی)

۴۔ بیان سے مراد طلال و حرام اور ہدایت و گمراہی ہے۔ (طبری)

۵۔ بیان سے مراد دنیا و آخرت ہے۔ (طبری)

۶۔ بیان سے مراد نفع بخش اور نقصان دہ امور (قتادہ دربیح ابن انس)

۷۔ بیان سے مراد خیر و شر ہے (ضحاك وقتادہ)

۸۔ بیان سے مراد کسی چیز کو واضح کر دینا یہ نطق سے عام ہے۔ (امام داغوب)

۹۔ بیان سے مراد دین و دنیا کے وہ جملہ امور ہیں جن کی انسان کو حاجت ہو۔

یعنی طلال و حرام، زندگی کے سامان خورد و نوش اور گویائی وغیرہ (طبری)

البيان کی تشریح کرنے والے جملہ اقوال میں سے امام طبری نے قول ۹ کو ترجیح دی
ہے بلکہ اسی کو درست قرار دیا ہے اور وہ بھی ان لفظوں میں۔

والصواب من القول في ذلك

ان يقال ان الله علم الانسان

ما به الحاجة اليه الخ

اس کی ضرورت کی چیزیں سکھا دیں الخ

اپنے مذکورہ خیال کے درست ہونے اور دوسرے اقوال کے نادرست ہونے کی وجہ۔ یا۔

کم سے کم درجے میں اپنے قول کے راجح ہونے کا سبب امام طبری نے یہ بتایا ہے۔

لان الله عز وجل لم يخص

في خبره ذلك انه علمه

من البيان بعضا دون بعض

بل عمه فقال علمه البيان

فهو كما عده

مذکورہ وجہ صواب۔ یا۔ وجہ ترجیح منقول نہیں بلکہ معقول ہے مقالہ نگار

نے بھی طبری کی مذکورہ عبارتوں کو نقل کیا ہے اور اس پر یہ ریا رک دیا ہے

”امام طبری کی مذکورہ تحریر سے ثابت ہوا کہ بیان کے

معنی میں تخصیص پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ عموم کو

ختم کرنا ہے“

امام طبری کی تحریر اور مقالہ نگار کے تبصرہ دونوں نے قول ۹ کے سوا باقی اقوال کو

مرجوح بلکہ نادرست قرار دیا ہے اور ان کے قائلین پر یہ الزام لگا دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ

کے قائم کردہ عموم کو ختم کرنے والے ہیں۔ اب اور آگے آئے اور ایک دوسرا

تماشا ملاحظہ کیجئے۔ حضرت حسن نے بیان کی تشریح نطق سے کہ ہے۔ ذکر کردہ اقوال میں میں نے

اسے پہلے نمبر میں لکھا ہے اسی قول ۹ کے بارے میں ابن کثیر میں ہے۔

وقول الحسن ههنا احسن

اور قوی تر ہے۔

قول حسن کے حسن دقوی تر ہونے کی انھوں نے وجہ یہ بتائی ہے کہ میان کلام

سید المفسرین سے منقول بھی تھے۔ امام طبری نے جو جس معنی کو ترجیح دی بلکہ درست ٹھہرایا وہ تو ان کی اپنی ذہنی کاوش کا نتیجہ ہے۔
آرازد و انصاف کو انصاف کہاں ہے

پھر ورق الٹ کر دیکھئے اس صفحے کو جس میں بیان سے مطلق ۹ اقوال پیش کئے گئے ہیں یہ سب اس وقت مراد ہیں جب انسان سے مراد جنس انسان ہو اور اگر انسان سے مراد حضرت آدم ہوں تو بیان سے مراد مذکورہ ذیل امور منقول ہیں۔

۱۔ تمام اشیاء اور زمین پر چلنے پھرنے والے جانوروں کے نام۔ (ابن عباس)

۲۔ دنیا بھر کی زبانیں۔ (قرطبی، خازن، روح البیان وغیرہ)

اور اگر انسان سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں تو بیان سے مراد یہ بتائی گئی ہے

۱۔ ماکان وما یکون کا بیان (تفسیر معالم، تفسیر خازن، تفسیر حسینی، تفسیر

صادی، تفسیر جمل، تفسیر قرطبی)

۲۔ کتاب منزل کی مراد کو واضح کر دینا (روح المعانی)

۳۔ قرآنی مجملات و مبہات کی شرح کر دینے والا کلام (روح المعانی)

۴۔ قرآن (روح المعانی، تفسیر نیشاپوری)

۵۔ جنس انسان مراد ہونے کی صورت میں بیان سے جو مراد ظاہر کی گئی ہے

ان میں سے وہ سارے معانی جو مراد رسالت کی شان اقدس

کے مناسب ہوں (روح المعانی)

مذکورہ بالا تمام اقوال میں سے کسی قول کو بھی کسی مفسر نے بھی مردود نہیں قرار دیا۔

نیز ان اقوال میں سے کسی بھی قول کے قائل کو کسی مفسر نے نہ کافر و مشرک قرار دیا نہ ضال و گمراہ

اور نہ ہی جادہ حق و صواب سے ہٹا ہوا۔ اور نہ ایسا ہی ہوا کہ ان میں

سے کسی قول کے قائل دوسرے قول کے قائلین قرآن کے اسلوب بیان، فطری انداز تربیت

اور قرآن فہمی کے لئے ضروری علوم و فنون، ادب، لغت، نحو، صرف، معانی و بلاغت عقائد

و کلام اور حدیث و فقہ سے تہی دامن و بے بہرہ ظاہر کر دیتے اور ان کی دینی اور قرآنی

خدمات کا انکار کر بیٹھتے۔ ناظرین کو یہ سن کھیرت ہوگی کہ جو کام سارے مفسرین

نہ کر سکے مقالہ نگار نے اس کے لئے اپنے کو تیار کر لیا اور صرف تیار ہی نہیں کر لیا بلکہ عمل

کمر کے دکھا دیا اور اپنے قلم کو ایک لازوال رسوائی کا شکار بنا دیا۔ خدا کی شان

دیکھو مقالہ نگار اپنے گھر کے سارے الزامات دین و رسول کے ان سچے وقاداروں کے سر

ڈالنا چاہتا ہے جنہوں نے ناموس رسالت کی حفاظت میں اپنی متاع حیات قربان کر دی

اور زندگی کے ایک ایک لمحے کو جہاد بالقلم کے لئے وقف کر دیا تاکہ اسلام کے نام پر اسلام

کی صورت بدل دینے کی کوشش کرنے والے منافقین کی ریشہ دانیوں سے اہل اسلام باخبر

رہیں۔ میں نے دیوبندی تراجم کا مختصر سا اقتباس شروع میں پیش کر دیا ہے

کیا اس سے اندازہ نہیں لگتا کہ قرآن کریم کو اپنے عقائد و نظریات کا شکار کس نے بنایا

ہے؟ اسے اپنے ذہنی سانچے میں ڈھال کر منظر عام پر لانے کی جرأت و جسارت کس نے

کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو قرآن کی تعلیم دے رہا ہے اور ظاہر ہے کہ تعلیم تلاوت کی ادائیگی کا نام ہے اور یہ جہی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ لفظ یعنی گویائی کو مخلوق پر آسان فرمادے اور اس کے تمام

مخرج حلق، زبان، ہونٹ وغیرہ جگہوں سے حروف کے نکلنے کو آسان کر دے کہ وہ اپنے مخارج

سے حسب قاعدہ نکلتے رہیں۔ مقالہ نگار نے قول حسن یعنی ہادی ذکر کردہ ترتیب

کے مطابق قول ۱ کی تائید کرنے والے بہت سارے مفسرین کی فہرست پیش کی ہے اور

پھر آگے چل کر احوال اہل الحسان اور بحر المیض کے حوالے سے یہ واضح کر دیا کہ جہور مفسرین و محققین

کا مسلک یہ ہے کہ البیان سے مراد "اللفظ" ہے۔ لہذا۔۔۔ امام طبری

کے ارشاد کی روشنی میں نیز خود مقالہ نگار کے اس تبصرے کے رد سے جو اس نے امام طبری

کے ارشاد کو نقل کرنے کے بعد کیا ہے۔ حضرت حسن (جو جلیل القدر تابعی اور بے مثال

محدث و مفسر ہیں) نیز ان کی اتباع کرنے والے جہور مفسرین راہ صواب سے ہٹے ہوئے ہیں

اور بقول مقالہ نگار یہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ عموم کو ختم کرنے والے ہیں

اور ان جہور مفسرین کے خیال کی روشنی میں علامہ طبری کا اپنے قول کے بارے میں ادعا صواب

کئی وزن نہیں رکھتا۔ اب مقالہ نگار فیصلہ کرے کہ کون راہ صواب پر

ہے اور کون جادہ خطا پر؟ کس کا قول راجح ہے اور کس کا مرجوح؟

اس مقام پر پہونچ کر مقالہ نگار کو بھی کہنا پڑے گا کہ کسی مفسر کا اپنے قول کے لئے صواب،

اقرب الی الصواب، اصح، اقوی، اولیٰ کا لفظ استعمال کرنا دوسرے مفسر کے قول کو لازمی

طور پر نفی نفسہ نادرست، صواب سے دور، غیر صحیح مکرر اور خلاف اولیٰ نہیں قرار

دیتا۔۔۔ اس لئے کہ۔۔۔ ممکن ہے کہ ہر قول مختلف اعتبار و حیثیت سے

اپنی اپنی ترجیح کی الگ الگ وجہیں رکھتے ہوں۔ اب اگر ایک مفسر کسی قول کو

راجح سمجھتا ہے اور اس کے سوا دوسرے قول کو راجح نہیں قرار دیتا تو اس سے فی نفسہ

دوسرا قول مرجوح نہیں ہو جاتا اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ اس دوسرے قول کے قائل کے

نزدیک ہی دوسرا قول ہی لائق ترجیح ہو۔ المختصر۔۔۔ اپنے علم و یقین کی

روشنی ہر عالم بتائی کہ اپنے اپنے قول کو اصح، اولیٰ، اقویٰ وغیرہ کہنے کا پورا حق ہے۔ اسی

حق کو امام طبری نے استعمال کیا جہی تنہا جہور مفسرین کی رائے کے خلاف پورے گھن گرج

کے ساتھ اپنا نظریہ پیش کر دیا۔ جہور مفسرین کی رائے کے خلاف ہونے کے

باوجود مقالہ نگار نے امام طبری کے ارشاد کو نہ مرجوح کہا اور مقابل رد۔ اور نہ اُسے

سمندر کے گھونگے اور سیدپ سے تشبیہ دی۔ مقالہ نگار کا سارا بنجار

تو امام احمد رضا ہی پر اتارنے کے لئے ہے اور اس کی ساری دلچسپی ان اقوال کو مرجوح،

قابل رد بتانے اور انہیں سمندر کے گھونگے اور سیدپ سے تشبیہ دینے سے وابستہ ہے

جن سے عظمت مصطفیٰ اور رفعت محمدیہ کا پتہ چلے۔ غور کیجئے امام احمد رضا نے

اپنے علم و یقین کی روشنی میں جن اقوال کو لائق ترجیح سمجھا وہ کچھ ان کے اپنے ذہن کے

پیداوار نہ تھے بلکہ معتبر تفسیروں میں موجود تھے نیز حضرت ابن کثیر اور ایک قول کے

مطابق حضرت عبداللہ ابن عباس سے جلیل القدر صحابی رسول، نقیہ امت اور

کہے؟ انسانی ہدایت کا یہ آسمانی صحیفہ جس چیز کا مستحق تھا کیا علمائے دیوبند نے اسے پیش کیا؟
بانی دارالعلوم دیوبند نے جب قرآنی لفظ خاتم النبیین کے اجماعی معنی کو جہلا و کا خیال بنا کر اس کا
صحابہ و تابعین اور تمام علمائے مقدسین و متاخرین حتیٰ کہ ذات رسالت مآب تک کو عوام کے ذمے
میں شامل کر دیا تھا اس وقت قرآن کی خیر خواہی کا دم بھرنے والی مقالہ نگار کی جمیعت کہاں
تھی؟ اور آج بھی تحذیر الناس کی اشاعت ہو رہی ہے آج بھی تقویت الایمان، حفظ الایمان
براہین قاطعہ اور بہشتی زیور کی ضلالت بستی بستی صحرا صحرا گوشہ گوشہ محفل محفل اپنی تاریکیاں
پھیل رہی ہے۔ اے اسلام کا ارعاد کرنے والو کیا بانی اسلام کی توہین ہی سے تمہاری توجید
چلتی ہے؟ کیا بانی اسلام کی عزت و ناموس سے کھیلنے ہی کا نام اسلام کی وفاداری ہے؟
اس مقام پر امام احمد رضا کے ترجمے کی وجہ ترجیح ظاہر
کرنے سے پہلے مناسب لگتا ہے کہ ذات رسول کریم کے لئے ماکان و مایکون کے علوم
کے اثبات کرنے والے چند علمائے ملت اسلامیہ اور عارفین کرام نیز شراحین اعاد
نبویہ کے ارشادات سے تعارف کرادوں تاکہ ذات نبوی کے لئے علم ماکان و مایکون
کے اثبات کو امام احمد رضا کا خود ساختہ عقیدہ نہ کہا جاسکے۔

(۱) — مرقات شرح مشکوٰۃ، شرح شفا الملائعہ قاری، زرقانی شرح مواہب اور
نسیم الریاض شرح شفا میں ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے ارشاد ہے
وحاصلہ انہ طوی لہ الارض وجعلھا
مجموعۃ کھینۃ کف فیہ مرۃ ينظر
الی جمعھا وطراھا بتقریب
بعیدۃ الی قریبھا حتی اطلعت
علی ما فیہا
آئینہ کو دیکھتا ہو اور زمین کو اس طرح سمیٹا کہ دور والی کو قریب کر دیا اس کے قریب کی طرف
یہاں تک کہ ہم نے دیکھ لیا ان تمام چیزوں کو جو زمین میں ہیں۔

(۲) — مرقات شرح مشکوٰۃ میں ایک حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے ہے۔
فعلمت بسبب وصول ذالک
الفیض ما فی السموات والارض
یعنی ما اعلمہ اللہ تعالیٰ مما فیہما
من الملائکۃ والاشجار وغیرھا
وہو عبارة عن سعة علمہ الذی
فتح اللہ علیہ وقال ابن حجر ای
جميع الكائنات التي فی السموات
بل وما فوقھا
..... وجميع ما فی الارضین
السبع بل وما تحتھا

اس کے نیچے ہے۔

(۳) — اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے (حضور فرماتے ہیں کہ) ہم پر قسم کا علم
پس ظاہر شد مرا ہر چیز از علوم
و شناخت ہمہ را

(۴) — اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ہی میں ہے۔

عبادت است از حصول تمام علوم جزوی (یہ حدیث) تمام جزئی و کلی علوم کے
و کلی و احاطہ آں
حصول اور اس کے احاطہ کی نشان دہی
کرتی ہے

(۵) علامہ زرقانی شرح مواہب میں ہے

ای اظہر و کشف لی الدنیا بحیث
احطت بجمع ما فیہا فانا انظر الیہا
والی ما ہو کائن فیہا الی یوم القیمة
کانہا انظر الی کفی ہذا اشارۃ
الی انہ نظر حقیقۃ دفع بہ انہ
اسرید بالنظر العلم
یعنی حضور فرماتے ہیں کہ ہمارے سامنے
ظاہر کی گئی اور کشف کی گئی تو ہم نے اس کا نام جزوی
کا احاطہ کر لیا پس ہم اس دنیا کو اور
جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے
والا ہے اس طرح دیکھ رہے ہیں
جیسے کہ اپنے اس ہاتھ کو۔ اس میں
اس طرف اشارہ ہے کہ حضور نے
حقیقۃً ملاحظہ فرمایا تو یہ احتمال دفع
ہو گیا کہ نظر سے مراد علم ہے۔

(۶) — امام احمد قسطلانی مواہب شریف میں فرماتے ہیں

ولاشک ان اللہ قد اطلعه علی
امرید من ذالک والقی علیہ
علم الاولین والآخرین
اس میں شک نہیں کہ اللہ نے
حضور علیہ السلام کو اس سے بھی
زیادہ پر مطلع فرمایا اور آپ کو
سارے لگے اور پچھلے حضرات
کا علم دے دیا۔

(۷) — ملا علی قاری ایک حدیث کی شرح فرماتے ہوئے مرقات میں فرماتے ہیں۔

فیہ مع کونہ من
المجربات دلالة علی ان
علمہ علیہ السلام محیط
بالکلیات والجزئیات ہے۔
من الکائنات وغیرھا

(۸) — شیخ عبدالحی محدث دہلوی مدارج النبوة میں فرماتے ہیں

دے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دانا است
بہمہ چیز از شیوات و احکام الہی
حضور علیہ السلام تمام چیزوں کو جاننے والے تھے
اور انھوں نے خدا کے پاک کی شائیں اس

الاولین والآخرین جہاں پر خبردار فرمایا پس آپ نے اولین و
وماکان ومایکون آخرین اور ماکان ومایکون کو جان لیا۔

(۱۳) — حافظ سلیمان ابریز شریف میں فرماتے ہیں

یعلم علیہ السلام من العرش الی حضور علیہ السلام عرش سے فرش تک اور
الفرش ویطلع علی جمیع ما فیہا ان میں جو کچھ ہے سب کو جانتے ہیں۔

(۱۴) — امام بویری قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں

وکلہم من رسول اللہ ملتہم تمام رسول علیہ السلام سے ہی لینے والے ہیں مگر
غرفا من البحر وشفام الدیم سے ایک چلو یا تیز بارش سے چھینٹا

علامہ خرپوتی شرح قصیدہ بردہ میں اس شعر کے ماتحت فرماتے ہیں

ان جمیع الانبیاء کل واحد ہر نبی نے حضور علیہ السلام کے اُس علم سے

متمم طلبوا واخذوا العلم من مانگا اور لیا جو کہ دست میں سمندر کی طرح ہے

علمہ علیہ السلام الذی کالجہر اور سب نے کرم حضور علیہ السلام کے اُس کرم

فی السعة والکرم من کرمہ سے حاصل کیا جو کہ تیز بارش کی طرح ہے

علیہ السلام الذی ہو کالدیم کیونکہ حضور علیہ السلام فیض دینے والے

لانہ علیہ السلام مفیض وہم ہیں اور وہ نبی فیض لینے والے ہیں کیونکہ

مستفاضون لانہ تعالیٰ خلق رب تعالیٰ نے اولاً حضور علیہ السلام کی طرح

ابتداءً روحہ علیہ السلام پیدا فرمائی اور پھر اُس روح میں نبیوں

وضع علوم الانبیاء وعلومہا کان کے اور ماکان ومایکون کے علوم رکھے پھر

ومایکون ثم خلقہم فاخذوا اُن رسولوں کو پیدا فرمایا پس اُن سب

علومہم منہ علیہ السلام نے اپنے علوم کو حضور علیہ السلام سے

حاصل فرمائے۔

(۱۵) — امام بویری قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں

وکل ای اتی الرسول الکرام بھا انبیاء کرام جو مبعوثات ام سابقہ پر لائے

فانما اتصلت من نورہ بھم وہ سب حضور پاک کی لمعات و تاباآت

سے انہیں حاصل ہوئے۔

پناہ حضرت امام قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں

فجمیع ما طہر علی ایدی الوسل علیہم السلام انبیاء کرام اور اسل غلام سے جو مبعوثات پر

من الاوارق انما ہی من نورہ الفاضل ہوئے وہ سب حضور کے فیض کا ظہور تھا۔

(۱۶) — تفسیر روح البیان میں سورہ فتح میں انا ارسلناک شاہداً کے تحت ہے۔

فانہ لما کان اول مخلوق خلقہ اللہ چونکہ حضور علیہ السلام ہی اللہ کی پہلی مخلوق

کان شاہداً ابوحدا نیۃ الحق و ہیں اس لئے اس کی وحدانیت کے چشم دید

شاہد ابما اخرج من العدم گواہ ہیں اور ان تمام چیزوں کا مشاہدہ

الی الوجود من الارواح والنفس فرمانے والے ہیں جو کہ عدم سے وجود

واحکام وصفات حق و اسماء و افعال احکام اور حق تعالیٰ کے صفات و افعال

و آثار و جمیع علوم ظاہر و باطن اور سارے ظاہر و باطن اول و آخر

و اول و آخر احاطہ نمودہ فوق کل ذی علم کے علوم کا احاطہ فرمایا اور پھر ہر ذی علم

علم شد کے اوپر علم کے مصداق ہو گئے۔

(۹) — اسی مدارج میں ہے

از زمان آدم تا لغوہ اولیٰ بروے علیہ السلام حضرت آدم سے صورت پھونکنے تک

منکشف ساختہ تا ہم احوال اور از تمام کو حضور علیہ السلام پر ظاہر فرمایا

اول و آخر معلوم گردد و باران خود را تاکہ اول سے آخر تک کے سارے

نیز از بعض احوال خبر داد حالات آپ کو معلوم ہو جائیں

اور حضور نے بعض حالات کی

خبر اپنے صحابہ کو بھی دی۔

(۱۰) — شفا شریف میں قاضی عیاض فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو

خص اللہ تعالیٰ بہ علیہ السلام دینی اور دنیاوی مصلحتوں اپنی

بالاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا امت کے مصالح، گذشتہ امتوں

والدین و مصالح امتہ و ماکان کے واقعات اور اپنی امت کے

فی الامم و ما سیکون فی امتہ من ادنی سے ادنی واقعات پر خبردار فرما کر

النقیور و القطیور و علی جمیع فنون نیز تمامی معرفت کے فنون مثلاً

المعادف کا حوالہ القلب الفرائض دل کے حالات اور الفرائض عبادت

والعبادۃ والحساب (ماخوذ از خرپوتی) و علم حساب پر مطلع فرما کر تمام

شرح قصیدہ بردہ) و مخفی فرمایا۔

(۱۱) — امام بویری صاحب قصیدہ بردہ اپنے دوسرے قصیدہ ام القرطیں فرماتے ہیں

وضع العالمین علما و حلما حضور علیہ السلام نے اپنے علم و علق سے

فہو ببحر لم تعیہا الاعمیاء جہانوں کو گھیر لیا پس آپ ایسے سمندر میں تھے

گھیرنے والے نہ گھیر سکے

اسی شعر کی شرح میں شیخ سلیمان جمل فتوحات احمدیہ میں فرماتے ہیں۔

ای وسیع علمہ علوم العالمین یعنی آپ کا علم تمام جہانوں یعنی جن و

الانس والجن والملائکۃ لان انسان اور فرشتوں کے علوم کو گھیرے

اللہ تعالیٰ اطلعہ علی العالم کلہ ہوئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ

فعلیم علم الاولین والآخرین کو تمام عالم پر خبردار فرمایا اور اولین

وماکان ومایکون و آخرین اور ماکان ومایکون کا علم

عطا فرمایا۔

(۱۲) — امام ابن حجر کی اسی شعر کی شرح میں فرماتے ہیں۔

لان اللہ اطلعہ علی العالم فلعلم کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو تمام

والاجرام والاركان
والاجساد والمعادن والنبات
والحيوان والملك والجن
والشیطان والانسان وغير
ذلك لئلا يشذ عنه ما يمكن
للمخلوق من اسرار افعاله و
عجائبه -

اسی مختصر انتخاب پر اکتفا کرتا ہوں اسلئے کہ اہل انصاف کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ میں نے کسی بھی ارشاد پر اپنی طرف سے کوئی تبصرہ نہیں کیا اس لئے کہ سب اپنے مفہوم و معنی کے لحاظ سے بالکل واضح ہیں۔ _____ باطل مکتبہ ہائے فکر نے زبردستی اپنے عقائد و نظریات کو منوانے کے لئے آیات و احادیث میں بے جاتا و ویلات کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ صریح لفظوں کو اس کے معنی سے پھیرنے کی جدوجہد ان کا عام مذاق بن گئی ہے چنانچہ مقالہ نگار نے بھی اس کا جگہ جگہ مظاہرہ کیا ہے اور اپنے اس باطل خیال کو منوانے کے لئے کہ ہر نبی کو وہی چیز عطا کی جاتی ہے جس کی اُسے ضرورت ہو اور جو اس کے مقصد بعثت سے رابطہ رکھتی ہو بڑی فنی چابکدستی دکھائی ہے۔ اس کی وہ ایک مثال میں دے چکا ہوں ایک مثال اور بھی ملاحظہ فرمائیے۔ پہلے اُس نے حضرت ابن عباس کا یہ قول نقل کیا

الهممہ اللہ بیان کل شیء
و اسماء کل دایۃ تکنون علی
وجه الارض

اللہ نے حضرت آدم کو ہر شے کا بیان
عطا فرمادیا اور انھیں تمام جانوروں
کے نام بتادیئے۔

مقالہ نگار تو سین کے درمیان ایک فقرہ اپنی طرف سے بڑھا کر حضرت ابن عباس کی عبادت کے غموم کو یوں باطل کر دیتا ہے۔

”اور ان کو تمام چیزوں (جن کی انھیں ضرورت تھی)

اور زمین پر چلنے پھرنے والے جانوروں کے نام

بتا دیے،

[illegible]

وگمراہ قرار دے۔ علماء کرام کے منقولہ ارشادات اس قدر واضح ہیں کہ اُن کو دیکھ کر ہی رسول کریم کے بارے میں ان کے نظریات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے خاص کر کے جس لفظ ماکان وما یکون سے مقالہ نگار دشت زدہ

ہے اس کے علوم کا ذات رسول کے لئے اثبات بہت سارے ارشادات میں واضح طور پر ملتا ہے۔۔۔ لہذا۔۔۔ علم ماکان و مایکون کو رسول کے لئے مانا اگر کفر و شرک اور ضلالت و گمراہی ہے تو پھر کفار و مشرکین یا ضالین یا مضلین کے فہرست میں مقابلہ نگار کو ان علماء و ائمہ کو بھی رکھنا ہو گا جن کا وجود امام احمد رضا کے وجود پر بہت ہی مقدم ہے۔۔۔ الغرض۔۔۔ مذکورہ نظریہ کو امام احمد رضا کا ذہنی افتخار

قرار دینا مقالہ نگار کی جہالت و فاقہ العقلی کی نشان دہی کرتا ہے۔ — ان
مباحث کو سامنے رکھ کر اب آئیے اور امام احمد رضا کے ترجمے کی وجہ ترجیح پر غور کیجیے
پہلے اتنا سمجھ لے کہ بے شمار احادیث و ارشادات علماء و عرفاء سے

بمراحت اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔ نیز۔ بعض قرآنی آیات میں بھی اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا کی سب سے پہلی مخلوق ہیں اور یہ حصر بھی حقیقی ہے نہ کہ اضافی اور چونکہ اول ممکنات ہیں تو پھر اپنی صلاحیت و استعداد میں ساری مخلوقات سے قوی و اقویٰ ٹھہرے اور اپنے تمام فضائل و کمالات میں سب سے منفرد ہوئے۔ چنانچہ رب تبارک و تعالیٰ سے براہ راست

بغیر واسطہ فیض لینے کی اگر صلاحیت و قوت ہے تو صرف آپ ہی میں ہے۔ رب تبارک و تعالیٰ نے اپنی تجلیات و توانشات کا مرکز صرف آپ کی ذات کو بنایا ہے باقی مخلوق خواہ وہ کسی عالم کی مخلوق کیوں نہ ہو آپ کے واسطے سے فیض حاصل کرتی ہے۔ — رب

قادر مطلق ہے وہ سب کو براہ راست اپنے فیضان کا مرکز بنا سکتا ہے مگر براہ راست خدا سے فیض لینے کی صلاحیت حقیقت محمدیہ کے سوا کسی بھی نہیں تو نقص جانب قدرت نہ بلکہ نقص کا رخنہ مخلوقات کی عدم صلاحیت کی طرف ہے — اللہ کے

محبوب کی ذات کریمہ چونکہ ایک برزخ کبریٰ کی حیثیت رکھتی ہے جو اللہ سے بھی داخل ہے اور مخلوق میں بھی شامل ہے لہذا رب العالمین اور عالمین کے درمیان رحمۃ اللعالمین کے فرائض انجام دینے کی اسی میں صلاحیت تھی۔ — الغرض — اللہ تعالیٰ

سے جس کو جو ملا، جو مل رہا ہے اور جو ملتا رہے گا وہ اُسی خلیفۃ اللہ الاعظم کی بارگاہ فیض
سے ملا، مل رہا ہے اور ملتا رہے گا اس میں نبی و غیر نبی اور ملک اور غیر ملک کی کوئی
تخصیص نہیں سمجھو آپ کی بارگاہ فیض سے مستفیض و مستنیر ہیں۔

اور جب آپ کی ذات رب تبارک و تعالیٰ سے براہ راست
بلا واسطہ فیض حاصل کرتی ہے تو آپ کو جتنے علوم ملے وہ رب تعالیٰ کی براہ راست
عطا ہیں جب خدا کے بارگاہ فیض سے رسول کرم بلا واسطہ فیض لے سکنے کی صلاحیت

کامل رکھتے ہوں تو پھر خدا و رسول کے مابین کسی واسطہ کی کیا ضرورت؟ بلکہ واسطے کا قول آپ کی عدم صلاحیت کا ابہام پیدا کرتا ہے۔ ————— الحاصل ————— خدائے عزوجل

نے ذات نبوی کو جو علوم عطا فرمائے ہیں وہ سب کے سب بلا واسطہ عطا فرمائے ہیں۔ اور آپ کے سوا جو علوم عطا فرمائے ہیں وہ اسی برزخ کبریٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے۔ اتنی بات تو بھی پر واضح ہے کہ انسانوں کو علوم انبیاء و مرسلین کے ذریعہ عطا کئے گئے اور میرے نقل کردہ اقتباسات میں سے اقتباس ۱۲ اور اقتباس ۱۳ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ انبیاء و مرسلین کو امام الانبیاء اور سید المرسلین کی بارگاہ فیض سے علوم ملے پھر اس بات کی صداقت میں کیا احتمال ہو سکتا ہے کہ نور محمدی بلفظ دیگر حقیقت محمدیہ ہی سادہ کا ثبات کے لئے واسطہ فیضان الہی ہے۔ اب جب یہ کہا جائے کہ ”اللہ نے رسول کو سکھایا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بلا واسطہ سکھایا اور جب یہ کہا کہ اللہ نے آدم کو یا جبرائیل وغیرہ کو سکھایا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حقیقت محمدیہ کے ذریعہ اپنے علم کا فیض پہنچایا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر کوئی استاد یہ کہتا ہو کہ میں نے فلاں کتاب سکھادی۔ تو اس سوال کے جواب میں کہ کس کو سکھائی؟ عقل کا یہ فیصلہ اور عرف کا یہ کہنا ہے کہ اسی کا نام لیا جائے جس نے اس استاد سے براہ راست سیکھا۔ ہمارا عرف ہے کہ جب ہم اپنے اساتذہ کی فہرست مرتب کرتے ہیں تو استاد کے استاد کا نام نہیں لکھتے بلکہ اسی کا نام لکھتے ہیں جس سے براہ راست بلا واسطہ علم حاصل کیا ہو اسی طرح جب کوئی استاذ اپنے شاگردوں کی لسٹ مرتب کرتا ہے تو انھیں کا نام لکھتا ہے جن کو بغیر واسطہ پڑھایا ہو۔ شاگردوں کے شاگرد کا ذکر نہیں کرتا۔ گو استاد کے استاد کو بھی بالواسطہ اپنا استاد اور شاگرد کے شاگرد کو بھی بالواسطہ اپنا شاگرد سمجھا جاسکتا ہے۔ مگر۔۔۔ یہاں تو عرف و اطلاق اور تبادر ذہنی کی بات ہے۔ تو اب جن مفسرین کرام نے علم القرآن کا مطلب یہ لیا ہے کہ اللہ نے اپنے نبی کو قرآن سکھایا۔ یہ زیادہ قرین قیاس اور اولیٰ ہے اس لئے کہ نبی کریم ہی نے بغیر واسطہ قرآن خدا سے سیکھا۔ مقالہ نگار کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ حضرت جبریل حضور علیہ السلام کے استاد تھے اور حضرت جبریل نے حضور کو قرآن سکھایا خدا نے براہ راست (بلا واسطہ) نہیں سکھایا۔ وعلمک صالحہ ممکن تعلیم کی صراحت بجا رہی ہے کہ آپ کو تعلیم دینے والا خدا ہے اور جہاں بلا واسطہ علوم دینے کا مفہوم نکل سکے وہاں بالواسطہ علوم دینے کا معنی نکالنا عرف و تبادر کے خلاف ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں کو سکھایا تو اس کا مطلب لینا عرف و تبادر کے بالکل خلاف ہے کہ اُسے بالواسطہ سکھایا۔ اسی لئے بعض علماء نے تصریح کی ہے کہ ”علمہ شدید القوی“ میں اگر شدید القوی سے حضرت جبریل مراد ہیں تو تعلیم سے مراد تبلیغ ہے یعنی حضرت جبریل پہنچانے آئے تھے نہ کہ پڑھانے۔ پہنچانا اور سہے پڑھانا اور سہے۔ معلم پڑھانے والا اور سکھانے والا ہوتا ہے نہ کہ پیغام پہنچانے والا۔ حضرت جبرائیل کا پہنچانا تو محض ایک سنت الہیہ و ضابطہ خداوندی کے تحت تھا۔

غمد کجے سدرہ پر ٹھہر جانے والا خلوت گاہ قدس اور مقام قاب تو سین اودانی تک پہنچ جانے والے کا معلم ہو یہ کس قدر مستبعد ہے۔ بعض علماء نے شدید القوی کو صفت باری تعالیٰ قرار دیا ہے۔ کسی کلام کے رخ کو اس کے متبادر مفہوم سے اسی وقت پھیرا جاتا ہے جب اس مفہوم کو مراد لینے میں کوئی شرعی یا عقلی احتمال پیش آجائے اور اگر شرعی یا عقلی احتمال پیش نہ آئے تو پھر متبادر معنی مراد لینا یقیناً خلاف اولیٰ ہے۔ الحاصل۔۔۔ علم القرآن کا یہ ترجمہ کہ ”میں نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا“ اقرب الی الصواب، اولیٰ اور راجح ترین ہے۔ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ قرآن کریم بتیاناً لکل شیء ہر شے کا واضح بیان ہے اور بقول حضرت مجاہد مامن شیء فی العالم الاہو فی کتاب اللہ عالم میں کوئی شے ایسی نہیں جو کہ قرآن میں نہ ہو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ آیہ کریمہ نزولنا علیک الکتاب بتیاناً لکل شیء ہم نے تم پر قرآن اتارا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے دلیل ہے کہ قرآن کریم صرف اس کے لئے ہر چیز کا روشن بیان ہے جس پر وہ براہ راست نازل کیا گیا ہے اور وہ ہیں حضور آیت رحمت صلی اللہ علیہ وسلم تو اب قرآنی مقطعات، مشابہات، مہمات، محکمات اور جمیع مافی القرآن کو واضح طور پر جاننے والے صرف رب تعالیٰ سے براہ راست قرآن سیکھنے والے مہذب آیات قرآنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ باقی کو حضور علیہ السلام نے اس کی صلاحیت و استعداد کے مطابق جو دیا اُسے وہی ملا۔ خود سید الملائکہ حضرت جبریل بھی قرآنی مقطعات، مشابہات وغیرہ کے رموز و اسرار کو سمجھنے سے قاصر ہیں معلوم ہوا کہ پیغام کا پہنچانا اور سہے اور سکا سمجھنا اور سہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو پورے طور پر قرآن کا عالم ہو گا وہ یقیناً عالم ماکاں و مایکون ہوگا تو اب اولیٰ اور اقرب الی الصواب یہی ہے علم القرآن میں مفعول ثانی اسی کو قرار دیا جائے جو قرآن کا حقیقی معنوں میں پورے طور پر عالم ہو اور وہ ہیں اللہ کے محبوب دانائے غیب صلی اللہ علیہ وسلم۔ مقالہ نگار نے علم القرآن کا مفعول ثانی جبرائیل کو قرار دینا اقرب الی الصواب قرار دیا ہے جبکہ تفسیر حمل میں الانسان کو مفعول ثانی قرار دینا اولیٰ کہا ہے۔ تو اب اگر کوئی اپنے علم و یقین کی روشنی میں نبی کریم کو مفعول ثانی قرار دے اور اسی کو اقرب الی الصواب اور اولیٰ قرار دے تو وہ مجرم کیسے ہو گیا؟ اب ارشاد کے دوسرے حصے پر غور کیجئے خلق الانسان و علمہ البیان۔ چونکہ اس آیت میں بھی سکھانے کی نسبت رب تبارک و تعالیٰ کی طرف ہے لہذا سیکھنے والا بھی اُسی کو قرار دینا چاہئے جس سے براہ راست رب تعالیٰ سے تعلیم حاصل کی ہو اور وہ حضور علیہ السلام ہیں تو پھر الانسان سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینا راجح و اولیٰ ہے۔ ویسے بھی یہ اصول اپنی جگہ مسلم ہے کہ ”المطلق اذا اطلق فیراد بہ الفرد الکامل“ اطلاق کی صورت میں مطلق سے اس کا فرد کامل مراد لیا جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ انسانوں میں فرد کامل ہیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے انسان کامل ہونے میں کیا شک ہے تفسیر صادی نے اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے کہ چونکہ حضور علیہ السلام

مدایت کو حضرت شیخ ہی کے حوالے سے بیان کر کے حجت قرار دینا کسی گرگ باران دیدہ
ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ آخر یہ کس نے ایسا کیا؟ میرے خیال میں مقالہ نگار کو اس کی وضاحت
کی ضرورت نہیں۔ یہ اشارہ اس نے صرف اس لئے کر دیا ہے تاکہ
مقالہ نگار کچھ تو عبرت حاصل کرے کہ رسول کریم کی تنقیص و تقییل شان کے لئے مردود و رد
بھی حجت اور اگر عظمت مصطفیٰ کا اظہار ہو رہا ہو تو گمان خویش مرجوح قول بھی حلق
کے نیچے نہ اترے۔ آخر میں مقالہ نگار یہ بھی سمجھ لے کہ جن مفسرین
کے اقوال کی روشنی میں امام احمد رضا کا ترجمہ مرجوح اقوال پر مشتمل ہے انہوں نے
صرف اس ترجمے کو مرجوح قرار دیا ہے اس عقیدے کو مرجوح نہیں قرار دیا ہے جو ترجمہ کی
عبادت سے ظاہر ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہی ناکہ وہ عقیدہ آیت زیر بحث سے ثابت
نہ ہوگا۔ اور اس سے نقصان ہی کیا جبکہ آیات و احادیث اور

ارشادات علماء ملت سے یہ نظریہ فاضل بریلوی کے وجود کے پہلے ہی سے مدلل و مبرہن
چلا آ رہا ہے۔ مقالہ نگار کی پیش کردہ تفسیروں میں کوئی تفسیر ایسی نہیں
جس نے اپنے مرجوح کردہ اقوال کو اس لئے مرجوح قرار دیا ہو کہ وہ غیر اسلامی نظریات کے
حامل ہے۔ اگر ایسا ہو تا تو وہ اقوال مردود ہوتے نہ کہ صرف مرجوح و خلاف ادلہ۔
بلکہ صرف مرجوح قرار دیکر مرجوح قرار دینے والے مفسرین نے بھی مقالہ نگار کے اس خیال
کی تردید کر دی کہ رسول کریم کو ماکان و مایکون کا عالم ماننا غیر اسلامی عقیدہ ہے
الغرض۔ اپنے جس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مقالہ نگار
نے خواہ مخواہ کئے تقابلی مطالعہ کا بہانہ نکالا تھا اس میں وہ بہر حال ناکام رہا۔
و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الہی و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

آستانہ مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند کے

امیدوار کرم

فتح سنگھ

این جی رانا شرفی

آمود۔ بھڑوچ

گجرات

امام احمد رضا خاں
کی اشاعت پر ہدیہ خلوص اور

حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کے
فضل و کرم کا طلب گار

حاجی غلام حسین رحمان بھانی

راہنہ پور۔ بناس کنٹھا
گجرات

محاسن کنز الایمان

عالیجناب ملک شیر محمد خان اعوان آف کالا باغ
(پاکستان)

برس پہلے دو ہزار روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ ان کا کام فقط یہ تھا کہ جسے میر عثمان علی خاں زبانی پیغام بھیجنا چاہیں اسے وہ اس طرح پہنچا دیں جس طرح میر عثمان علی خاں نے پیغام دیا ہے۔ پیغام سناتے وقت پیغام پہنچانے والے صاحب پر ان کیفیات کا طاری ہونا ضروری تھا جو پیغام بھیجتے وقت میر عثمان علی خاں پر طاری ہوتی تھیں۔ میر عثمان علی خاں خوش ہو کر کوئی بات کہتے تو وہ بھی خوش ہو کر اسے نقل کرتے۔ میر عثمان علی خاں بگڑ کر، تیوری چڑھا کر بات کرتے تو وہ بھی بگڑتے اور تیوری چڑھاتے۔ الفاظ کا بدلنا تو ممکن ہی نہیں تھا۔ لہذا اور طرز کلام بھی میر عثمان علی خاں کا رہتا تھا۔ مخاطب جان جاتا تھا کہ مجھ پر عنایت ہوئی ہے یا عتاب ہوا ہے۔“

ایک انسان کی بات دوسرے انسان کو من و عن پیہنچانی کس قدر مشکل تھی یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے اپنا پیغام اپنے الفاظ اور اپنے لہجے میں محفوظ کر دیا اور اس کی دائمی حفاظت کا وعدہ فرمایا۔ جو لوگ قرآن مجید کو قرآن مجید کی اصل زبان عربی میں سمجھتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ قرآن مجید کے ترجمے اصل زبان عربی کا بدل نہیں ہیں۔ قرآن مجید کی عربی کی عربی میں بھی تفہیم کی جائے یعنی قرآن مجید کی کسی آیت کا مطلب کوئی عرب اپنی زبان میں بھی بیان کرے تو وہ کیفیت باقی نہیں رہے گی جو قرآن مجید کی عربی میں ہے پھر دوسری زبان میں ترجمہ تو اصل کیفیت کو بالکل کھو دیتا ہے۔ لیکن چارہ ہی کیا ہے۔

جب ہمارے ہاں ہندوستان میں عربی جاننے والے ختم ہو گئے تو مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو قرآن مجید کا ترجمہ فارسی میں کرنا پڑا۔ ہندوستان کے دیگر علماء ترجمہ کرنے کے خلاف تھے مگر مولانا شاہ ولی اللہ دور اندیش تھے انہوں نے اچھا کیا کہ قرآن مجید کے سمجھنے کا کچھ تو سامان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ خدمت انجام دلادی۔ ان کے بیٹوں شاہ رفیع الدین اور مولانا شاہ عبدالقادر نے دیکھا کہ فارسی بھی ہندوستان میں چند دن کی ہمان ہے۔ لہذا مولانا شاہ رفیع الدین نے قرآن مجید کا اردو میں لفظی ترجمہ کر ڈالا۔ (لفظ کے نیچے لفظ) اور مولانا شاہ عبدالقادر نے با محاورہ ترجمہ کیا۔ دوسرے برس قبل کی با محاورہ اردو میں، لیکن زبان و بیان کی قدامت کے باعث ان ترجموں سے

اسلام کے پورے اعتقادی اور عملی نظام میں پہلی اور بنیادی چیز قرآن حکیم ہے باقی تمام عقائد و اعمال اسی اصل سے ماخوذ ہیں اور جتنے اخلاقی احکام اور معاشی و معاشرتی ضوابط ہیں سب اسی مرکز سے ہدایات حاصل کرتے ہیں۔ یہ وحی، کتاب کی شکل میں آج بھی ہمارے پاس محفوظ ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں مسلمانوں کے لئے ہدایت و رہنمائی کا سرچشمہ ہے قرآن حکیم کا فیضان زمان و مکان کے اندر محدود نہیں اس سے ہر شخص خواہ وہ کرہ ارض کے کسی حصہ پر آباد ہو، کسی دور میں زندگی بسر کرے یکساں طور پر ہدایت حاصل کرنے کا حق رکھتا ہے اور حقائق و معارف سے مستفیض ہو سکتا ہے اس لئے قرآن کا سمجھنا اور سمجھ کر اس سے اپنی زندگی کے ہر مرحلہ میں رہنمائی حاصل کرنا ہمارا اولین فرض ہے۔ قرآن نے اپنے نزول کی غرض و غایت یہ بتلائی ہے:

کُتِبَ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَسْتَدْكُرُوا أُولَ الْأَنْبَاءِ ه (پارہ ۲۳ رکوع ۱۲)

”یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری، برکت والی تاکہ اس کی آیتوں کو سوچیں اور عقل مند نصیحت مانیں۔“

ایک دوسری جگہ فرمایا ہے:

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ه (پارہ ۲۶ رکوع ۷)

”تو کیا وہ قرآن کو، سوچتے نہیں یا بعض دلوں پر ان کے قفل لگے ہیں۔“ اس مضمون کی بے شمار آیات ہیں جو قرآن میں تدبر و تفکر کی دعوت دیتی ہیں۔ اس لئے ہر ایک مسلمان کا فرض اولین ہے کہ قرآن کریم کو خود پڑھے اور دلوں کو پڑھائے، خود سمجھے دوسروں کو سمجھائے، خود عمل کرے دوسروں سے عمل کرنے کی جدوجہد کرے۔ قرآن حکیم چونکہ عربی مبین میں ہے اور ہر آدمی عربی کا فاضل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے دوسری زبانوں میں اس کا ترجمہ کرنا ناگزیر ہے اور پھر ترجمہ کی مشکلات کا اندازہ حسب ذیل واقعہ سے کیا جاسکتا ہے۔ جناب ملا واحدی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”سلطنت حیدر آباد دکن کے آخری سلطان نظام الملک ہفتم میر عثمان علی خاں کے پاس ایک صاحب تھے جنہیں آج سے چالیس پچاس

تعارف صاحب کنز الایمان

عمر ما در کعبہ دہشت خانہ می نالہ حیات
تا نہ بنم عشق یک دانلے را ز آید بردن

زمین سیکڑوں مرتبہ آفتاب عالم تاب کے گرد چکر لگاتی ہے۔ چاند لاکھوں بار گرد ارض کا طواف کرتا ہے اور سورج کروڑوں مرتبہ جگہ مشرق سے جھانکتا اور خلوت کدہ مغرب کی کاجلی تاریکیوں میں اپنا چہرہ چھپا لیتا ہے۔ تب کہیں تاریخ کے صفحات میں کوئی ایسی شخصیت ابھرتی ہے جس پر کائنات کے پردہ زنگاری میں بیٹھا ہوا محبوب اپنی اعجاز آگین نوازشیں بکھیر دیتا ہے اور اس محبوب دلنواز کے ساحر تبسم کے فدائی اس شخصیت کے قدموں پر عقیدوں کے نذرانے بچھا دیتے ہیں۔ بلاشبہ تاریخ ایسی شخصیتوں کو پیش کرنے میں بالکل تہی دامن اور مفلس نہیں رہی لیکن یہ بھی ایک برہنہ حقیقت ہے کہ اس کے پاس ایسا سرمایہ نادر دنیا یا اب کی حد تک قلیل ہے۔ بیسویں صدی عیسوی کی پوری تاریخ چھان ڈالیے۔ آپ کو صرف ایک ہی شخصیت نظر آئے گی جس نے فقہی فضیلت اور علمی کمال کے ساتھ ساتھ دینی و ملی خدمات کی سرانجام دہی میں موثر ترین کردار ادا کیا اور یہ شخصیت امام احمد رضا کی تھی سلف صالحین کا دُعا تو آفتاب و ماہتاب کا دور تھا لیکن تاخرین کا دور بھی مولانا احمد رضا کے علمی کارہائے نمایاں پیش کر کے اپنے ماتھے سے کم کم مائیگی کا داغ دھو سکتا ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمانان ہند صرف میدان جنگ میں ہی نہیں بلکہ میدان علم و حکمت میں بھی انگریزی علوم سے شکست کھا چکے تھے اس وقت مغربی علوم سے مرعوب ذہنیتیں جنم لے رہی تھیں مغربی علوم کا سیل بلا حصار اسلام کی بنیادوں سے ٹکرا رہا تھا اور ادھر صورت حال یہ تھی کہ جن لوگوں کا زلفہ مدافعت تھی وہ خود بے بس تنکوں کی طرح اس سیلاب کے تندریلوں کے ساتھ بہہ رہے تھے اور دوسروں کو بھی یہ تلقین کر رہے تھے کہ:-

”دُرْمَعُ الدَّهْرِ كَيْفَ يُدَارُ“

”چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی“

اس وقت امام احمد رضا کے علم و دانش نے زبان و قلم کے ہتھیاروں سے متحدہ دلی فتنہ انگیز تحریک کے خلاف صف آرائی کی اور تاریخ آج تک شہادت دے رہی ہے کہ اس منہ زور تحریک نے علم کے اسی بحرِ خمار کے سامنے دم توڑ دیا۔ وہ معارف قلب و روح کے ساتھ علوم عقلی و نقلی میں بے مثال مہارت کے حامل تھے مسلمانانِ پاک و ہند کے سوادِ علم کو ۱۸۵۷ء میں مولانا فضل حق خیر آبادی اور دیگر علمائے اہل سنت کے فتویٰ جہاد کے بعد آپ ہی کی تحریکِ عرفان رسالت نے مجتمع کیا تھا۔ ہیتیت اجتماعیہ اسلامیہ کی از سر نو تنظیم کا صلہ وہ تاجِ عظمت و کرامت ہے جو امام احمد رضا کے لقب کی صورت میں آپ کے فرقہ مبارک پر زینت افزود ہوا۔

منہم حقیقی نے انتہائی فیاضی سے انہیں بے مثال قابلیت، فہم و ذکا، بے نظیر حافظہ،

اردو خوان طبقہ کے لئے استفادہ ممکن نہیں تھا۔ علاوہ ازیں تقویت الایمان کے مکتبہ فکر کے علمائے اپنے عقائد کے مطابق ان ترجموں میں کہیں کہیں تصرف بھی کر دیا تھا۔ ان ترجموں کے بعد ڈپٹی ناظر احمد دہلوی کا ترجمہ قرآن مجید شائع ہوا۔ لیکن انہوں نے ترجمہ میں جا بجا محاورات گھسیٹ کر قرآن حکیم کے مطالب کو ہی گم کر دیا اور اکثر مقامات پر اپنے نحوی خیالات کو بھی داخل کر دیا۔ اندریں حالات ملت اسلامیہ کے لئے قرآن مجید کے ایک صحیح سلیس اور با محاورہ ترجمہ کی اس شد ضرورت تھی۔ آخر اس ضرورت کو احسن طور پر پورا کرنے کی سعادت امام احمد رضا کو نصیب ہوئی۔ امام احمد رضا نے ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۱۱ء میں قرآن مجید کا جیتا جاگتا اردو ترجمہ پیش کیا۔ مولانا محمود الحسن کا ترجمہ ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۱۹ء میں مکمل ہوا۔ اور ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۲۳ء میں منظر عام پر آیا۔ مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبد الماجد دریابادی اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے تراجم (مع تفسیر قرآن) تو بہت بعد کی چیزیں ہیں۔

امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کس طرح عالم وجود میں آیا۔ اس کی تفصیل امام احمد رضا کے سوانح نگار مولانا بدر الدین احمد رضوی کی زبان سے سنئے:

”صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے قرآن مجید کے صحیح ترجمہ کی ضرورت پیش کرتے ہوئے امام احمد رضا سے ترجمہ کر دینے کی گزارش کی۔ آپ نے وعدہ فرمایا۔ لیکن دوسرے مشاغل دیرینہ کثیرہ کے ہجوم کے باعث تاخیر ہوئی رہی جب حضرت صدر الشریعہ کی جانب سے اصرار بڑھا تو امام احمد رضا نے فرمایا چونکہ ترجمہ کیلئے میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے اس لئے آپ رات میں سونے کے وقت یاد میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں۔ چنانچہ حضرت صدر الشریعہ ایک دن کاغذ، قلم اور دوات لے کر امام احمد رضا کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور یہ دینی کام بھی شروع ہو گیا۔ ترجمہ کا طریقہ یہ تھا کہ امام احمد رضا ذہانی طور پر آیات کریمہ کا ترجمہ بولتے جاتے اور صدر الشریعہ اس کو لکھتے رہتے لیکن یہ ترجمہ اس طرح پر نہیں تھا کہ آپ پہلے کتب تفسیر و لغت کو ملاحظہ فرماتے بعدہ آیت کے معنی کو سوچتے پھر ترجمہ بیان کرتے بلکہ آپ قرآن مجید کا فی البدیہہ ترجمہ عربی زبان میں اس طرح بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قوت حافظہ پر بغیر زور ڈالے قرآن شریف روانگی سے پڑھتا جاتا ہے۔ پھر جب حضرت صدر الشریعہ اور دیگر علمائے حاضرین امام احمد رضا کے ترجمے کا کتب تفسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ امام احمد رضا کا یہ ترجمہ فی البدیہہ ترجمہ تفسیر معتبرہ کے بالکل مطابق ہے الغرض اسی قلیل وقت میں یہ ترجمہ کا کام ہوتا رہا پھر وہ ایک ساعت بھی آگئی کہ حضرت صدر الشریعہ نے امام احمد رضا سے قرآن مجید کا مکمل ترجمہ کرایا اور آپ کی کوشش تبلیغ کی بدولت دنیا نے سنت کو کنز الایمان کی دولت معظی نصیب ہوئی۔“

(سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا صفحہ ۲۴۳-۲۴۵)

فصاحت و بلاغت اور سروری قلم و بیان کی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ دینی علوم میں آپ کی مسلمہ ہمارت تو خیر ایک حقیقت ثابتہ شمار کی جاتی ہے، لیکن ریاضی، تکیس اور نجوم وغیرہ علوم دنیوی میں بھی آپ کو وہ تبحر حاصل تھا کہ ان علوم کے ماہرین اپنے اشکالات کا جواب حاصل کرنے کے لئے اس منبع علم و حکمت کی بارگاہ دانش کے محتاج رہتے تھے۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر مرصیاء الدین مرحوم ریاضی کے معروف و مسلم ماہر شمار کئے جاتے تھے۔ وہ بعض مسائل ریاضی کے سلسلہ میں بہت سی الجھنوں میں مبتلا تھے۔ انہوں نے مولانا سید سلیمان اشرف کے توسط سے امام احمد رضا کے حضور میں شرف باریابی حاصل کیا۔ نماز عصر کے بعد سلسلہ گفتگو کی ابتدا ہوئی۔ آپ نے اپنا ایک قلمی رسالہ جس میں مثلث اور دائرے کی مختلف اشکال کے ادق مسائل تحریر تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو دکھایا۔ وہ انگشت بدندان ہو کر کہنے لگے کہ میں نے ان چیزوں کے حصول کے لئے بارہا مشرق و مغرب کے ماہرین ریاضی سے ملاقاتیں کیں مگر یہ چیزیں کہیں بھی حاصل نہ ہو سکیں۔ آخر آپ نے یہ سب کچھ کس استاد سے پڑھا آپ نے فرمایا۔ میں نے اپنے والد صاحب سے (محض) جمع، تفریق، ضرب، تقسیم کے قواعد محض اس لئے سیکھے تھے کہ علم میراث میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ شرح چغینی شروع کی تھی کہ والد مکرم نے منع کر دیا اور کہا کہ ان میں کیوں وقت صرف کرتے ہو۔ یہ تمام علوم بارگاہ رسالت میں تمہیں خود بخود سکھا دیئے جائیں گے۔ چنانچہ یہ سب کچھ جو آپ دیکھ رہے ہیں اسی بارگاہ اقدس و اعظم کا فیضان ہے۔ میں اپنے مکان کی چار دیواریں میں بیٹھا خود ہی یہ اشکال بناتا اور مسائل حل کرتا رہتا ہوں۔

یہ گونا گوں صلاحیتیں اور بے مثال قابلیت منعم حقیقی نے ایک مخصوص مقصد کی تکمیل کے لئے آپ کو دیوت فرمائی تھیں۔ فہم و فراست کا یہ اعجاز نہیں تو اور کیا ہے کہ آپ نے پورے چودہ سال کی عمر میں علوم متداولہ میں مکمل دستگاہ حاصل کر لی اور پھر درس و تدریس و عطا و ارشاد اور عبادات و ریاضات کو اپنا معمول بنالیا اور آخری سانس تک زبان و قلم سے حقیقی اسلام کی اشاعت اور سیل الحاد و تہجد کی مخالفت اور اسلام کی مدافعت میں مصروف رہے۔ بارگاہ رسالت کو نشانہ بنا کر جو تیر بھی چلایا گیا اس دیوانہ رسالت نے سینہ سپر کر دیا۔ توہین رسالت کے لئے کہیں کوئی زبان حرکت میں آئی اس فدائے مصطفیٰ کا قلم برق خاطف بن کر اس پر گرا اور اسے بھسم کر کے دکھایا مخالفت کے تندریے آئے۔ الزام تراشیوں کے طوفان اٹھتے رہے۔ عداوت کی بلا خیز موجیں ٹکراتی رہیں مگر رسالت کا یہ عاشق پہاڑ کی طرح ان کے سامنے ڈٹا رہا اور زمانے کے کان سنتے رہے کہ وہ کہہ رہا تھا۔

اگر ایک ذرہ کم گردد ز انگیز وجود من

بایں قیمت نمی گیرم حیات جاودانی را

آج اگر عصمت انبیاء کا چراغ روشن ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ احمد رضا کا

دامن اس کا فائوس بنا ہوا ہے آج سواد علم کے جتنے بھی علمائے کرام ہیں انہیں اس بات پر فخر حاصل ہے کہ وہ امام احمد رضا کے شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد اور حقیقت کیش ہیں۔

بجائے آج علم کا جو ساز و دستو

یہ بھی اسی برس کے ہے آواز دستو

انگریزی علوم کے مقابلہ میں آپ نے ایک ایسے علم کلام کی بنیاد ڈالی جس نے شک و اذنیاب کی تاریکی وادیوں میں بھٹکتے ہوئے اذہان کو مینار نور بن کر راہ ہدایت دکھائی۔ آپ نے ہندوستان میں نیچریت وغیرہ کی سی اعتراضی تحریکوں کو غیر اسلامی ثابت کر کے مسلمانوں پر یہ حقیقت واضح کر دی کہ امکان نظیر رسالت یا امکان کذب باری تعالیٰ کی ملعون تحریکیں صرف علمی بحثیں نہیں بلکہ فس فتنی کی فتنہ پرور ذہنیت کی اڑائی ہوئی ایسی چنگاریاں ہیں جو مسلمانوں کے قلوب سے روح جہاد فنا کرنے کے لئے کسی وقت بھی آتش بار شعلوں میں بدل سکتی ہیں۔

تقدیس رسالت کی جو تحریک آپ نے ۱۸۷۵ء سے ۱۹۲۱ء تک جاری رکھی اور محافل میلاد کے انعقاد کی جو مشعلیں آپ نے روشن رکھیں وہ آج سگتے ہوئے ستاروں میں تبدیل ہو کر ظلمت کدہ دہریت و الحاد میں ضیاء و بکیر رہی ہیں۔ آپ نے مختصر عمر میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں وہ اس بات کے شاہد عادل ہیں کہ آپ کا وجود آیات خداوندی میں سے ایک محکم آیت کا درجہ رکھتا تھا۔

احمد رضا خاں کسی فرد واحد کا نام نہیں۔ تقدیس رسالت کی تحریک کا نام تھا عامۃ المسلمین کے زندہ ضمیر کا نام تھا۔ عشق مصطفیٰ میں ڈوب کر دھڑکنے والے، پاک، بابرکت اور پُر سوز دل کا نام تھا اور جب تک یہ سب چیزیں زندہ رہیں گی امام احمد رضا کا نام زندہ رہے گا۔ اس نام کو خدا نے قدوس نے سورج کی کرنوں کے ساتھ آسمان کی وسیع البسط سجھاتی پر ہمیشہ کے لئے ثبت کر دیا ہے اور اجاڑنا حیات کا کوئی بیدار جھونکا اور زمانے کی کوئی سنگ دل ٹھوکر اسے مٹا نہیں سکتی۔ ہرگز نیرد آنکہ دلش زندہ شد لبش

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

آپ نے عشق کوئی زندگی عطا کر دی۔ جنونِ محبت کو دوام عطا کر دیا اور جہاں قلب و روح میں محبت کی وہ سرمدی مستی اور لافانی سرور و خمار بھر دیا جسے فنا کرنا تو کجا اس کی حدت کا کم ہونا بھی ابد تک ممکن نہیں۔

امام احمد رضا کے مخالفین انکے اپنے دور میں بھی بشارت تھے اور آج بھی لا تعداد ہیں مگر کیا یہ ایک حقیقت نہیں کہ وہ اس وقت اس کا کچھ بگاڑ سکتے تھے اور نہ آجک اسکے منور نام کی درخشندگی کم کر سکے ہیں۔ وہ حب رسالت کا قاسم تھا۔ اس نے تقدیس رسالت کا درس دیا۔ محبوب اقدس و اعظم کی شان محبوبیت سجھائی۔ انہوں نے تقریباً ہر موضوع پر لکھا اور ہر موضوع پر اد تحقیق دی۔ لیکن اگر وہ اتنی پر عظمت کتابیں نہ بھی لکھتے تب بھی صرف ان کا نتیجہ کلام ان کے نام کو زندہ رکھنے کے لئے کافی تھا۔ ان کا عشق رسول

پسندانہ اعتراض ہے اور بس۔ مجھے یقین ہے کہ قارئین میرے اسی جذبہ کو مد نظر رکھتے ہوئے اس مضمون کا مطالعہ کریں گے۔ آئیے اب ذرا وہ چند مقامات دیکھ لیں جہاں امام احمد رضا کے ترجمہ کو میں نے نمایاں حیثیت کا حامل پایا ہے :

آیت نمبر ایک : ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ (پارہ ۱)

ترجمہ محمود الحسن : "اس کتاب میں کچھ شک نہیں"

ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی :

"یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں"

عربی محاورہ کے مطابق یہاں جنس ریب کی نفی ہے اور لفظی کا مدخول طرف ہوتا ہے۔ کبھی زمان اور کبھی مکان تو اب معنی یہ ہوگا کہ قرآن مجید جنس ریب کا محل نہیں بنا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن میں کسی نے شک نہیں کیا، حالانکہ دوسرے مقام پر ہے "وَ اِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا" اور اس سے واضح ہے کہ قرآن محل ریب بنا اور لوگوں نے اس میں ریب کیلئے یہی وہ اشکال تھاجے رفع کرنے کے لئے علامہ تفتازانی نے مطول میں اور علامہ بیضاوی نے اپنی تفسیر میں طویل عبارات لکھی ہیں لیکن امام احمد رضا خان نے ترجمہ کے چند الفاظ میں اشکال رفع کر دیا۔ ذرا ان کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :-

"وہ بلند ترجمہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں"

ذرا "ذٰلِكَ" کے ترجمہ کا تقابلی مطالعہ بھی کیجئے۔ مولوی عربی دان بھی یہ جانتے ہیں کہ "ذٰلِكَ" اشارہ قریب نہیں اشارہ بعید ہے مگر افسوس ہے کہ اکثر مترجمین اس کا ترجمہ "یہ" کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے اسے اپنے اصل معنوں میں لے کر اس کا ترجمہ "وہ" کیا ہے اور عبارات کا حسن بھی قائم رکھا ہے۔

آیت نمبر دو :- يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ

وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

(پارہ ۱ رکوع ۳۷)

ترجمہ مولانا محمود الحسن : "اے لوگو بندگی کرو اپنے رب کی جس نے پیدا کیا تم کو اور ان کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پر ہیز گار بن جاؤ۔"

سب مترجمین اس طرف گئے ہیں کہ لفظ "لَعَلَّ" بمعنی لگتی ہے یعنی تاکہ تم پر ہیز گار بن جاؤ۔ لیکن علامہ بیضاوی نے اس کے متعلق فرمایا :-

"لَمْ يَثْبُتْ فِي اللُّغَةِ مِثْلُهُ"

"یعنی لغت میں اس کی مثال ثابت نہیں"

پھر علامہ مدوح نے فرمایا کہ یہ حال ہے ضمیر اعبداً واسے مطلب یہ ہوا کہ :

"اعبدوا راجعین ان یخسر طوائفی سلاط المتقین۔"

"یعنی عبادت کرو، یہ امید کرتے ہوئے کہ تم متقیوں کی صف میں شامل ہو جاؤ"

امام احمد رضا نے اسی استدلال کو اختیار فرما کر دریا کو گزرے میں بند کر دیا ہے۔

اور سوز و مستی میں ڈوبا ہوا کلام اقبال کے اس شعر کی تفسیر ہے :-

نگاہ عشق و مستی میں وہی آدل وہی آخر وہی قرآن وہی فرقان وہی لیس وہی طلا
اور آپ کے کلام کا اس سے زیادہ اور کیا اعجاز ہوگا کہ آج تک آپ کے نعمات نعت بے مثال سمجھے جاتے ہیں اور آپ ہی کے لکھے ہوئے درود و سلام سے ہزار محراب گونج رہے ہیں۔ آپ نے بے مثل و بے مثال کی مدح سرائی میں زبان کھولی تھی اس لئے خدا نے قدوس نے آپ کے کلام کو بھی یکتا و بے نظیر کر دیا۔ احمد رضا خان کی شاعری عشق و مستی کے نئے نئے جہانوں کی موجد بن رہی ہے اور ان نور سیدہ جہانوں کے افق پر محبت کے ایسے آفتاب مانتاب روشن ہیں جو بیچ در بیچ صدیوں کی تاریکیوں میں ہمیشہ ضو بار رہیں گے۔

امام احمد رضا کا ایک عظیم ترین کارنامہ اور علمی شاہکار قرآن حکیم کا اردو ترجمہ ہے جو کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کے نام سے موسوم ہے۔ تمام اردو تراجم قرآن سامنے رکھ لیجئے۔ اور امام احمد رضا کے ترجمہ کے ساتھ ان کا تقابلی مطالعہ کیجئے آپ واضح ترین فرق و امتیاز محسوس کریں گے۔ امام احمد رضا کا ترجمہ لغوی، معنوی، ادبی اور علمی کمالات کا جامع ترین مرقع ہے۔ اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو عربیت اور قرآن نہیں کا کس قدر ملکہ حاصل تھا۔

امام احمد رضا برصغیر کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کے محاسن

پاک دہند کے وہ عظیم ترین مترجم ہیں جنہوں نے انتہائی کد و کاوش سے قرآن حکیم کا ایسا ترجمہ پیش کیا ہے جس میں روح قرآن کی حقیقی جھلک موجود ہے۔ مقام حیرت و استعجاب ہے کہ یہ ترجمہ لفظی ہے اور با محاورہ بھی اس طرح گویا لفظ اور محاورہ کا حسین ترین امتزاج آپ کے ترجمہ کی بہت بڑی خوبی ہے۔ پھر انہوں نے ترجمہ کے سلسلہ میں بالخصوص یہ التزام بھی کیا ہے کہ ترجمہ لغت کے مطابق ہو اور الفاظ کے متعدد معانی میں سے ایسے معانی کا انتخاب کیا جائے جو آیات کے سیاق و سباق کے اعتبار سے موزوں ترین ہوں۔ اس ترجمہ سے قرآنی حقائق و معانی کے وہ امراد و معارف منکشف ہوتے ہیں جو عام طور پر دیگر تراجم سے واضح نہیں ہوتے۔ یہ ترجمہ سلیس، شگفتہ اور رواں ہونے کے ساتھ ساتھ روح قرآن اور عربیت کے بہت قریب ہے۔ ان کے ترجمہ کی ایک نمایاں ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے ہر مقام پر انبیاء علیہم السلام کے ادب و احترام اور عزت و عصمت کو بطور خاص ملحوظ رکھا ہے۔ ان کے ترجمہ قرآن کے جملہ محاسن بیان کرنے کے لئے تو ایک ضخیم تصنیف کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس طرح ان تمام مقامات کو زیر بحث لانا پڑے گا جنہیں دوسرے تراجم کے مقابلہ میں امتیاز حاصل ہے بخوف طوالت "مشتے نمونہ از خردارے" کے طور پر صرف چند مقامات کے ترجمہ کا دوسرے تراجم سے موازنہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ اہل بصیرت پر اس ترجمہ کی اہمیت واضح ہو جائے۔

میں یہاں اس امر کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ میرا مقصد متقدمین کی مساعی کی عیب جوئی نہیں۔ اس موازنہ کا مقصد صرف امام احمد رضا کے فہم قرآن کی حقیقت

ترجمہ امام احمد رضا :-

”اے لوگو اپنے رب کو پوجو جس نے تمہیں اور تم سے انگوں کو پیدا کیا یہ امید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔“

آیت نمبر ۳: ————— وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا

اِلَّا لِنُعَلِّمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ

يَتَّقِلِبْ عَلٰی عَقِبَيْهِ (پارہ ۲ رکوع ۱)

ترجمہ مولانا محمود الحسن :- ”اور ہمیں مقرر کیا تھا ہم نے وہ قبلہ کہ جس پر تو پہلے تھا مگر اس واسطے کہ معلوم کریں کہ کون تابع رہے گا رسول کا اور کون پھر جائیگا اگلے پاؤں۔“

ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی :- ”اور جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں (یعنی

بیت المقدس) وہ تو بعض اس لئے تھا کہ ہم کو معلوم ہو جاوے

کہ کون رسول (اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتباع اختیار کرتا

ہے اور کون پیچھے کو ہٹا جاتا ہے۔“

دونوں مترجمین نے ”لِنُعَلِّمَ“ کے لغوی مفہوم کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کا

ترجمہ کیا ہے۔ ”معلوم کریں“ اور ”ہم کو معلوم ہو جائے“ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ لفظی ترجمہ اپنی

جگہ درست ہے۔ مگر اس سے یہ عجیب تاثر پیدا ہوتا ہے کہ معاذ اللہ ایک چیز خدا نے

علم و خیر کو معلوم نہ تھی اور اس آذنائش میں ڈال کر وہ اسے معلوم کرنا چاہتا تھا ظاہر ہے

کہ ”معلوم ہو جائے“ کی نسبت خدا سے کسی طرح درست نہیں ہو سکتی۔ قرآن کے منشاء

اور انداز بیان کی تفہیم کے لئے لفظی ترجمہ کو بجائے کہیں کہیں ترجمانی کا رنگ اختیار کرنا پڑتا

ہے۔ اب دیکھیے کہ امام احمد رضا مترجم کے اس اہم فرض سے کس طرح عہدہ برآ ہوتے ہیں۔

امام احمد رضا نے متذکرہ آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے :-

”اور اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ

دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون اگلے پاؤں پھر جاتا ہے۔“

آیت نمبر ۴: ————— اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمْ الْمِیْتَتَہُ وَالْدَّہٰۤیْۤیَۃُ وَحُمَۃُ

الْخَنِیْرِ وَمَا اٰہَلٌۢ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ

(پارہ ۲ رکوع ۵)

آیہ زیر نظر میں اٰہَلٌۢ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کے الفاظ برصغیر پاک و

ہند کے دو مکاتیب فکر (بریلی اور دیوبند) کے درمیان مابہ النزاع بن کر رہ گئے

ہیں اس سے دیوبندی مکتبہ فکر یہ مطلب اخذ کرتا ہے کہ جس جانور کو بھی غیر اللہ کے

نام سے منسوب کر دیا جائے پھر چاہے ذبح کے وقت اس پر اللہ کا نام بھی پڑھا جائے

وہ جانور حرام ہو جائے گا۔

یہ مکتبہ فکر اس معاملہ میں انتہائی متشدد ہو گیا ہے۔ بریلی مکتبہ فکر یہ دعویٰ

کرتا ہے کہ آیت صرف اسی مذکورہ جانور کو حرام کہتی ہے جس پر ذبح کرتے وقت اللہ کی

جگہ غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ اصل میں سارا نزاع لفظ ”اٰہَلٌ“ سے پیدا ہوا۔

بریلی حضرات کے نزدیک اھلال کے معنی ہیں ”رفع الصوت عند الذبح“ جب کہ

دیوبندی حضرات اسے مطلق منسوب کرنے کے معنوں میں لیتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ

نزاع مولانا اشرف علی تھانوی کی جدت سے پیدا ہوا ہے۔ انہوں نے آیت زیر نظر

کا ترجمہ یوں کیا ہے :-

”اللہ تعالیٰ نے تو تم پر صرف حرام کیلئے مردار کو اور خون کو (جو

بہتا ہو) اور غمزیر کے گوشت کو (اسی طرح اس کے سب اجزاء

کو بھی) اور ایسے جانور کو جو (بقصد تقرب) غیر اللہ کے نامزد

کر دیا گیا ہو۔“

اس اھلال کے لئے صفات نامزد کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ لغت جس کی تائید نہیں

کر سکتی۔ مولانا تھانوی کے بعد ان کے گروہ فکر کے تمام مترجمین حتیٰ کہ مولانا عبد المساجد

دریا بادی بھی ”اھلال“ کے لئے یہی نامزد کا لفظ ایسے استعمال کرتے ہیں جیسے یہ

لغت کا مستند ترجمہ ہے۔ میں نے اس سلسلہ میں امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

کا ترجمہ دیکھا آپ جانتے ہیں کہ قرآن کا دوسری زبانوں میں ترجمہ پیش کرنے والوں میں

حضرت شاہ ولی اللہ کو اولیت کا شرف حاصل ہے آپ بھی زیر بحث آیت میں ان

کا ترجمہ دیکھیے اور پھر خود ہی اندازہ کیجئے کہ ان کے اور مولانا تھانوی کے تراجم میں

کتنا واضح اختلاف ہے۔ شاہ صاحب کا ترجمہ حسب ذیل ہے :-

”جزایں نیست کہ حرام کردہ است بر شا مردار را

و خون را و گوشتِ خوک را و آنچه آواز بلند کردہ

شود در ذبح دے بغیر خدا“

آپ دیکھ رہے ہیں کہ شاہ صاحب نے ”اھلال“ کا ترجمہ نامزد وغیرہ نہیں کیا

بلکہ صفات الفاظ میں ”آواز بلند کردہ شوق در ذبح دے“ لکھا ہے اور یہ ترجمہ بالکل دہی ہے

جو اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے پیش کیا ہے ان کے الفاظ بھی ملاحظہ فرمائیے :-

”اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور

وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔“

آیت نمبر ۵: ————— وَمَكْرُؤًا وَّمَكْرًا لِلّٰہِ وَاللّٰہُ مُخِیْرٌ لِّلْاٰكِمِیْنَہٗ

(پارہ ۳ رکوع ۱۳)

ترجمہ مولانا محمود الحسن :- ”اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور

اللہ کا دواؤ سب سے بہتر ہے۔“

مکر کے لغوی معنی خفیہ تدبیر کرنے کے ہیں مگر اردو میں یہ لفظ دھوکہ اور فریب جیسی

مبتذل صفات کے اظہار کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ سوچئے کہ خدا کی ذات سے ”مکر“

اور دواؤ جیسے الفاظ کا استعمال کس قدر سوز اور بی کامیابی کا متعلیٰ ہے۔ اب ذرا اعلیٰ حضرت کا

ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :-

”اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”اور وہ بھی داد کرتے تھے اور اللہ بھی داد کرتا

تھا اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔“

مولانا محمود الحسن نے یہاں بھی ”مکر“ کو ”داد“ کے معنوں میں استعمال کیا ہے مگر امام احمد رضا نے صحیح لغوی مفہوم کو ترجمہ میں شامل کر کے سارے شکوک و شبہات دور کر دیئے امام احمد رضا کا ترجمہ درج ذیل ہے:-

”اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا

اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر۔“

آیت نمبر ۱: نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ط (پارہ ۱۰ رکوع ۱۵)

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”بھول گئے اللہ کو سودہ بھول گیا ان کو۔“

ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی: ”انہوں نے خدا کا خیال نہ کیا۔ پس خدا نے ان کا خیال نہ کیا۔“

”نَسُوا“ کے معنی بالارادہ اور بے ارادہ بھول جانے کے بھی ہیں اور نظر انداز کرنے

اور چھوڑ دینے کے بھی۔ مترجم کا بھی فرض ہے کہ وہ ترجمہ کرتے ہوئے خدا کی شان اور عظمت کو ضرور پیش نظر رکھے۔ مولانا محمود الحسن نے ”بھول جانے“ کے الفاظ خدا سے منسوب کئے ہیں۔ جن سے یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ خدا کو بھی نسیان لاحق ہو سکتا ہے اس کے برعکس امام احمد رضا کا ترجمہ زیادہ واضح ہے انہوں نے لغت سے ایسا مفہوم لیا ہے جو شان خداوندی کے خلاف نہیں۔

امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:-

”وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا۔“

آیت نمبر ۱۱: قُلِ اللَّهُ أَسْرَعَ مَكْرًا ط (پارہ ۱۱ رکوع ۸)

ترجمہ مولانا محمود الحسن:- ”کہہ دے کہ اللہ سب سے جلد بنا سکتا ہے جیلے“

آیت زیر نظر میں مولانا محمود الحسن نے ”مکر“ کے معنی ”جیلے“ کئے ہیں۔ جس کی خدا سے نسبت کسی طرح بھی جائز نہیں۔ ان کے برعکس امام احمد رضا نے صحیح لغوی مفہوم استعمال کیا ہے اور معترض ذہنوں کے اشکالات رفع کر دیئے ہیں۔ ان کا ترجمہ درج ذیل ہے:-

”تم فرمادو، اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے جلد ہو جاتی ہے۔“

آیت نمبر ۱۲: وَلَقَدْ هَمَّتْ بَنُو إِسْرَءِيلَ أَنْ يَنْتَحِبُوا عَلَيْكُمْ إِثْرَ يُثُورَ ط (پارہ ۱۲ رکوع ۱۳)

ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی: ”اور اس عورت کے دل میں تو ان کا

خیال جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ خیال ہو چلا تھا۔“

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”اور البتہ عورت نے فکر کیا اس کا اور اس نے فکر کیا

عورت کا۔“

زیر نظر آیت کے تراجم پر غور کیجئے ایک تو تھانوی صاحب کا ترجمہ ترجمہ نہیں ترجمانی کا رنگ اختیار کر گیا ہے دوسرے تھانوی صاحب اور محمود الحسن صاحب کے تراجم سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نہایت توبہ کا دی پر آمادہ تھی ہی معاذ اللہ یوسف علیہ السلام بھی آمادہ

اللہ سب سے بہتر تھیں تدبیر والا ہے۔“

آیت نمبر ۱: وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ط (پارہ ۴ رکوع ۵)

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو۔“

ترجمہ سے یوں ظاہر ہوتا ہے جیسے خدا کو پہلے کسی بات کا علم نہیں تھا اور یہ چیز خدا کے عالم الغیب ہونے کے سراسر منافی ہے۔ اسلئے امام احمد رضا نے ایسا انداز بیان اختیار کیا ہے کہ کسی ذہن میں کسی قسم کا اعتراض پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ امام احمد رضا مندرجہ بالا آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:-

”اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ

صبر والوں کی آزمائش کی۔“

آیت نمبر ۲: إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَدِّعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ط (پارہ ۵ رکوع ۱۸)

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”البتہ منافق دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا۔“

”دغا“ کا لفظ کس قدر ایک لفظ ہے؟ اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں اور جب اس لفظ کو خدا کی ذات اقدس و اعظم سے منسوب کیا جائے تو اعدائے دین کو زبان طعن دراز کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ امام احمد رضا نے کس احتیاط سے یہاں ترجمانی کے فرائض نبھائے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:-

”بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو

فریب دیا جاتے ہیں اور وہی انہیں غافل

کر کے مارے گا۔“

آیت نمبر ۳: ”أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ط (پارہ ۹ رکوع ۲۱)

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”کیا بے ڈر ہو گئے اللہ کے داؤ سے سوبے ڈر نہیں ہوتے

اللہ کے داؤ سے مگر خرابی میں پڑنے والے۔“

اس آیت کے ترجمہ میں بھی مکر کو داؤ سے تعبیر کیا گیا ہے جو نہ صرف اس کے لغوی مفہوم کے خلاف ہے بلکہ اس سے شکوک و شبہات اور اعتراضات کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں۔ امام احمد رضا کا محاذ اور تمکلمانہ ترجمہ ملاحظہ کیجئے:-

”کیا اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خبر ہیں تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے نڈر نہیں

ہوتے مگر تباہی والے۔“

آیت نمبر ۴: ”وَيَسْأَلُكُمْ اللَّهُ فِي تِلْكَ الْأَلْهَامِ الْمَكْرُورِ ط (پارہ ۹ رکوع ۱۸)

”اور اللہ تم سے اس توحید کے بارے میں پوچھے گا۔“

ہو گئے تھے۔ حالانکہ یہ اجتماعی عقیدہ عصمت انبیاء کی صریح مخالفت ہے ان حضرات نے ترجمہ کرتے ہوئے ”ہم بھٹا“ کے بعد آنے والے ”لو“ کے حرف شرط کو منقطع کر دیا ہے حالانکہ یہ متصل ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کے ترجمہ میں یہی خوبی ہے کہ انہوں نے حرف شرط کو متصل کر کے عصمت انبیاء کے اجتماعی عقیدہ کی تائید بھی کر دی ہے۔ ترجمہ لفظی بھی ہے اور کوئی لفظ زائد استعمال نہیں ہوا مگر دشنام اسلام کو اعتراض کا موقع بھی نہیں ملا۔

امام احمد رضا کا ترجمہ درج ذیل ہے:-

”اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا

ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔“

آیت نمبر ۱۳ ————— کَذَٰلِكَ كَذَّبَ يُوسُفُ (پارہ ۱۳ رکوع ۳)

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ————— ”یوں داؤ بتا دیا ہم نے یوسف کو“

ترجمہ امام احمد رضا: ————— ”ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی“

”کید“ کا لفظ عربی زبان میں خفیہ تدبیر کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اسے داؤ اور فریب کے معنوں میں بھی لیا جاتا ہے مگر جب اس کی نسبت خدائے قدوس کی طرف ہو تو اس کا ترجمہ داؤ یا فریب کرنا سراسر توہین باری تعالیٰ ہے۔ اب دیکھئے کہ اول الذکر ترجمہ سے کتنے دریدہ دہنوں کو قرآن کریم پر زبان اعتراض در انداز کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور ثانی الذکر ترجمہ ایسا حسین ہے کہ کسی قسم کے اعتراض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

آیت نمبر ۱۴ ————— قَالُوا اتَّاللَّهُ إِنَّكَ لَنفَخِ صُورًا مِّمَّا

(پارہ ۱۴ رکوع ۵)

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ————— ”لوگ بولے قسم اللہ کی تو تو اپنی اسی قدیم غلطی میں ہے“

ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی: ————— ”وہ (پاس دے) کہنے لگے کہ خدا آپ تو

اپنے اسی پرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں۔“

ترجمہ امام احمد رضا: ————— ”بیٹے بولے خدا کی قسم آپ اپنی اسی پرانی خود رفتگی میں ہیں“

حضرت یعقوب علیہ السلام جب کہتے ہیں کہ انہیں پیرا ہن یوسف کی خوشبو

آ رہی ہے تو جواب میں جو کچھ کہا جاتا ہے اس کے سلسلہ کلام سے پوری صراحت ہو جاتی ہے کہ

”قَالُوا“ کا اشارہ ان کے بیٹوں کی طرف ہے اور یہ الفاظ ان کے بیٹوں نے ہی کہے تھے

سیاق میں کہیں کوئی ادنیٰ سا اشارہ بھی ایسا نہیں ملتا جس سے معلوم ہو کہ اس وقت بیٹوں

کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی بیٹھے تھے لیکن مولانا محمود الحسن نے نہ معلوم کس خیال کے تحت اس

قول کو دوسرے لوگوں سے منسوب کر دیا۔ ان کی اتباع میں تھانوی صاحب نے بھی ”وہ

(پاس دے) کہنے لگے لکھ اس قول کو بیٹوں نے بولے دوسرے لوگ منسوب کر دیا (پاس دے) کا اضافہ معلوم نہیں کیوں کر

سمجھا گیا۔ ان حضرات کی برعکس امام احمد رضا نے قرآن مجید بیان قرآن کے میں مطابق ”قَالُوا“ کا ترجمہ ”بیٹے بولے“ کیا ہے۔

علاوہ ازیں آیت زیر نظر میں ”صُورًا“ کا لفظ آتا ہے جس کے ترجمہ میں واضح

اختلاف ہے۔ مولانا محمود الحسن نے اس کا ترجمہ ”غلطی“ کیا ہے۔ تھانوی صاحب نے اسے

”غلط خیال“ لکھ دیا ہے مگر سوال یہ ہے کہ ”صُورًا“ کو ”غلطی“ کے معنوں میں استعمال کرنے

کی کوئی نظیر بھی ملتی ہے یہ ٹھیک ہے کہ ان حضرات نے ”گراہی“ کی بجائے ”غلطی“ کا لفظ

محض اس لئے لگایا ہے کہ پیغمبر کو گراہ کہنا اس کی شان کے شایان نہیں۔ مگر ترجمہ کے لئے

لغت کی تائید بھی تو ضروری ہے۔ ان کے مقابلہ میں امام احمد رضا کا ترجمہ دیکھئے انہوں نے

اس کا ترجمہ ”خود رفتگی“ کیا ہے۔ لفظ ”خود رفتگی“ ایک طرف تو ادبی محاسن کا موقع ہے۔ دوسری

طرف اس سے محبت و شیفتگی کے تمام جذبات کا اظہار ہو جاتا ہے اور بیٹے یہ لفظ اگر

یعقوب علیہ السلام کے حق میں استعمال کرتے ہیں تو ناہنجار بھی نہیں پھر لغت بھی اس کی

مکمل تائید کرتی ہے خود قرآن حکیم میں اس کی نظیر موجود ہے۔ خدائے قدوس نے حضور پرورد

کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ

اس آیت میں حضور کو ”ضَالًّا“ کہا گیا ہے جو حضرات آیت مضموع

بحث میں ”ضلالہ“ کے معنی غلطی کرتے ہیں اس طرح اس جگہ بھی ان کے یہاں اسی قسم کا

ترجمہ ہو گا آپ جانتے ہیں کہ نبی موصوم کے حق میں اس قسم کے الفاظ کا استعمال کتنی بڑی

سوء ادب ہے مگر اس چیز کی بردا کے بغیر مولانا محمود الحسن نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے:-

”اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ بھٹائی“

گویا معاذ اللہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھٹکے ہوئے تھے حالانکہ یہ بات

امت کے اجتماعی عقیدہ کے خلاف ہے۔ امام احمد رضا نے یہاں بھی وہی ترجمہ کیا ہے

جو شان نبوت کے شایان ہے اور آپ نے لکھا ہے کہ:-

”اور ہمیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی“

چونکہ مذکورہ بالا دونوں آیات میں ”ضلالہ“ کی نسبت انبیاء کی طرف تھی اس لئے آپ

نے اس کا ترجمہ خود رفتگی کیا ہے جو محبت کے انتہائی مقام کو ظاہر کرتا ہے۔ اس آیت

(وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ) سے متعلق مستقل بحث اگلے صفحات

میں ملاحظہ فرمائیں:-

آیت نمبر ۱۵: ————— حَتَّىٰ إِذَا اسْتَأْذَنُوكَ الرُّسُلَ وَطَنُوا لَكَ هَٰذَا

کَذِبُوا (پارہ ۱۳ رکوع ۶)

ترجمہ مولانا اشرف علی: ————— ”یہاں تک کہ پیغمبر اس بات سے مایوس ہو گئے اور ان

پیغمبروں کو گمان غالب ہو گیا کہ ہمارے فہم نے غلطی کی“

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ————— ”یہاں تک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے

لگے کہ ان سے بھڑک لیا گیا تھا۔“

زیر نظر تراجم پر نظر ڈالیے سب سے پہلے جو چیز ابھر کر سامنے آتی ہے وہ

”إِذَا اسْتَأْذَنُوكَ الرُّسُلَ“ کا ترجمہ مولانا تھانوی صاحب نے صاف لکھ دیا کہ پیغمبر

تائید ربانی سے مایوس ہو گئے حالانکہ انبیاء کرام کا تائید خداوندی سے مایوس ہونے کا

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ انہیں اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا پورا یقین ہوتا ہے اور یہ یقین

ایسا پختہ ہوتا ہے کہ کوئی قوت اسے متزلزل نہیں کر سکتی۔ مولانا محمود الحسن نے مایوس ہو گئے

کی متذکرہ بالا صورت سے بچنے کے لئے ناامید ہونے لگے“ لکھا ہے گویا ناامیدی کا

صدور تو ہوا لیکن ناسید ہونے والے ضرور تھے اس میں بھی پیغمبروں کی تائید ربانی سے یاروس ہونے کا امکان بڑا واضح ہے۔

اب ذرا امام احمد رضا خان کے ترجمہ کو دیکھئے انہوں نے لکھا ہے:-
”یہاں تک جب رسول کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا۔“

ترجمہ کتنا قریب حقیقت ہے۔ عربیت بھی برقرار رہی اور منشاء خداوندی کا بھی اظہار ہو گیا کہ اس کی تائید ایسے وقت نمودار ہو جاتی ہے جب ظاہری اسباب منقطع ہو جاتے ہیں۔ مولانا تھانوی اور مولانا محمود الحسن کے تراجم سے اعدائے اسلام کو یہ پتہ نکالنے کا موقع ملتا ہے کہ جب انبیاء کو بھی تائید خداوندی پر یقین نہیں تھا تو عام مسلمان کیسے اس پر یقین رکھ سکتے ہیں لیکن امام احمد رضا کے ترجمہ نے یہ اشکال پیدا ہی نہیں ہونے دیا۔

اس آیت کے ترجمہ میں دوسری تابل غور بات ”ظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كَذَّبُوا“ کا ترجمہ ہے۔ مولانا محمود الحسن اور مولانا تھانوی کے تراجم سے صاف عیاں ہے کہ انبیاء یاروس کے عالم میں یہ خیال کرنے لگے کہ ان سے خدا نے تائید نصرت کے جو وعدے فرمائے تھے وہ معاذ اللہ سب بھڑے تھے۔ اور یہ چیزیں شان نبوت کے برخلاف ہے انبیاء کو اگر وعدہ خداوندی کی صداقت پر یقین نہیں تھا تو پھر اور کسے ہوگا۔ یہاں بھی امام احمد رضا کا ترجمہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے انہوں نے ”ظَنُّوا“ کی ضمیر جمع غائب کا ترجمہ انبیاء کو نہیں بلکہ ”لوگوں“ کو ٹھہرایا ہے۔ اس طرح ہر قسم کے اشکالات ترجمہ میں ہی رفع ہو گئے۔

آیت نمبر ۱۶: وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلَّهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا ط

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”اور فریب کر چکے ہیں جو ان سے پہلے تھے سو اللہ کے ہاتھ میں ہے سب فریب“

اس آیت میں مکر کو فریب کے معنی میں لے کر ”سارے فریب“ خدا کے ہاتھ میں دیدیا گیا ہے۔ اس طرح عام لوگ یہ مفہوم اخذ کر سکتے ہیں کہ الیاذ باللہ سب بڑا فریب کار خود خدا ہے قدوس ہے لیکن امام احمد رضا کا ترجمہ ہر شبہ کا مسکت جواب ہے۔ امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:-

”اور ان سے اگلے فریب کر چکے ہیں تو ساری خفیہ تدبیر کا مالک تو اللہ ہی ہے۔“

آیت نمبر ۱۷: قَالَ هُوَ لِأَوْ بَنِيَّ إِن كُنْتُمْ فٰجِلِينَ ط

(پارہ ۱۴ رکوع ۵)

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”بولا یہ حاضر ہیں میری بیٹیاں اگر تم کو کرنا ہے۔“
ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی: ”لو طے فرمایا کہ یہ میری (بہو) بیٹیاں

موجود ہیں اگر تم (میرا کہنا) کرو۔“

ترجمہ امام احمد رضا: ”کہا یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں اگر تمہیں کرنا ہے۔“

آیت کا پس منظر یہ ہے کہ جب فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آتے ہیں اور کفار اپنے شوق لواطت میں ان کے پیچھے دوڑے آتے ہیں اور ان کے حصول کا اتفاق کرتے ہیں تو حضرت لوط علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں ”هُوَ لِأَوْ بَنِيَّ إِن كُنْتُمْ فٰجِلِينَ“ اب ذرا اس آیت مقدسہ کے ان تراجم پر غور کیجئے۔ پہلے دونوں تراجم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جناب لوط علیہ السلام نے اپنے مہازوں کو بچانے کے لئے اپنی بیٹیاں پیش کر دی تھیں حالانکہ یہ بات ایک اولوالعزم پیغمبرؐ کو کسی بھی شریف آدمی کو زیب نہیں دیتی۔ مہازوں کو بچانے کے لئے جان تو قربان کر دی جاسکتی ہے لیکن عزت اور غیرت کی قربانی کو ادا نہیں کی جاسکتی۔ ان تراجم کے برعکس ذرا امام احمد رضا کا ترجمہ دیکھئے آپ نے کس حد تک تمام اعتراضات صرف ترجمہ میں ہی ختم کر دیئے ہیں۔ قوم کا مردار قوم کے تمام افراد کا باپ ہوتا ہے اس طرح انہیں شرم دلانے کے لئے یہ فرما دیا ہے کہ تمہاری اپنی بیویاں موجود ہیں جو جنسی خواہش کی تسکین کا جائز ذریعہ ہیں۔ ان کی بیویوں کو اپنی بیٹیاں کہہ کر کلام میں انتہائی زور پیدا کیا تھا لیکن مترجمین نے نزاکت الفاظ اور بلاغت بیان کو نظر انداز کرتے ہوئے ایسا ترجمہ کیا کہ خود رامن نبوت پر اعتراضات کے چھینٹے پڑ گئے۔

آیت نمبر ۱۸: وَ عَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَخَوَىٰ ۝

(پارہ ۱۶ رکوع ۱۶)

ترجمہ مولانا عاشق الہی میرٹھی: ”اور آدم نے نافرمانی کی اپنے رب کی (پس گمراہ ہوئے)“

مولانا عاشق الہی میرٹھی کے ترجمہ میں حضرت آدم علیہ السلام سے دو باتیں منسوب ہو گئی ہیں (۱) نافرمانی (۲) گمراہی۔ اور یہ دونوں افعال عصمت انبیاء کے نقیض ہیں۔ اس کے مقابلہ میں امام احمد رضا نے قرآن کی صحیح ترجمانی کی ہے۔ لغت کے خلاف بھی نہیں گئے اور عصمت انبیاء پر کبھی حرف نہیں آنے دیا۔ امام احمد رضا کا ترجمہ پڑھئے:-

”اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔“

آیت نمبر ۱۹: فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ (پارہ ۱۷ رکوع ۶)

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اس کو۔“

اس آیت میں مولانا محمود الحسن نے ”نہ پکڑ سکیں گے اس کو“ کے جو الفاظ لکھ دیئے ہیں اُن سے یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ غالباً یونس علیہ السلام کا خیال تھا کہ خدا کی ذات ان پر قابو نہ پاسکے گی۔ ان جیسے جلیل القدر پیغمبر کے متعلق تو کبھی کسی عام مسلمان

کے متعلق بھی یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنے مقابل میں خدا کی گرفت کو عاجز اور درماندہ خیال کرے مگر امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

”تو گمان کیا (یونس علیہ السلام) نے کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے۔“ امام احمد رضا کے الفاظ دیکھئے۔ ”ہم اس پر تنگی نہ کریں گے۔“ کتنے حسین الفاظ میں حقیقی مفہوم ادا کیا ہے ایک محبت اپنی محبت کے زعم میں یقیناً یہ خیال کر سکتا ہے کہ محبوب اذل اسے کسی تنگی میں مبتلا نہیں کریگا پھر یہ خیال کیجئے کہ امام احمد رضا نے اپنی زبان قرآن کے منہ پر رکھ کر یہ ترجمہ کر دیا ہے کہ خود قرآن ان کے ترجمہ کی صحت کا ثبوت ہمارا کر لے۔

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ

(پارہ ۲۰ رکو ۱۱)

”اللہ رزق دینے کرتا ہے اپنے بندوں میں جس کے لئے چاہے اور تنگی فرماتا ہے“ آیت نمبر ۲: ————— قَالَ فَعَلْتُهَا إِذْ أَوْأَنَا مِنَ الصَّالِّينَ ۖ

(پارہ ۱۹ رکو ۶)

ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی: ————— موسیٰ نے جو اب دیا کہ (و اتقی) اس وقت وہ حرکت میں کر بیٹھا تھا اور مجھ سے بڑی غلطی ہو گئی تھی

”صلالت“ کے ایک معنی راہ سے بے خبر ہونے کے بھی ہیں۔ آیت زیر نظر میں ”صالیقین“ کا لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے مگر مولانا اشرف علی تھانوی نے اسے بڑی غلطی کا مفہوم دے دیا۔ اس طرح موسیٰ علیہ السلام کی عصمت پر حرف آگیا۔ اب امام احمد رضا کا ترجمہ پڑھیے:

”موسیٰ نے فرمایا میں نے وہ کام کیا جب کہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی۔“

آیت نمبر ۲۱: ————— وَ مَكَرُوا مَكْرًا أَوْ مَكْرًا مُّكْرًا (پارہ ۱۹ رکو ۱۱) ترجمہ مولانا محمود الحسن: ————— اور انہوں نے بنایا ایک فریب اور ہم

نے بنایا ایک فریب۔

آیت زیر نظر میں بھی مولانا محمود الحسن نے ”مکر“ کو فریب کے معنوں میں استعمال کیا ہے اور پھر اسے اللہ کی ذات سے نسبت دی ہے ان کے مقابل میں امام احمد رضا نے مکر کو خفیہ تدبیر کے معنوں میں لے کر خدا کی تشریح کو برقرار رکھا۔ امام احمد رضا کا ترجمہ درج ذیل ہے:

”اور انہوں نے اپنا سا مکر کیا اور ہم نے اپنی خفیہ تدبیر فرمائی۔“

آیت نمبر ۲۲: ————— وَ اسْتَفْهَمُوا لِيَذْنِبَكَ وَيَلْمُوكَ مَنِينًا وَ اَلْمُؤْمِنَاتِ ط

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ————— اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایمان دار مردوں اور عورتوں کے لئے۔

ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی: ————— ”اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہے“ اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے بھی۔

مولانا محمود الحسن اور مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنے ترجموں میں ایسے

الفاظ استعمال کئے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ خطا کا رونا ڈالا۔ ذرا غور کیجئے ان غیر محتاط تراجم کے مطالعہ سے ایک عام مسلمان یا ایک غیر مسلم کیا تاثر لے سکتا ہے یہی کہ معاذ اللہ خود حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دامن بھی خطاؤں سے پاک نہ تھا۔ کیا یہ تراجم دشمنان اسلام کے ہاتھ میں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ایک مضبوط ہتھیار تھا دینے کے موجب نہیں ہوں گے۔ کیا ان تراجم سے عصمتِ انبیاء کا مسلمہ عقیدہ مجروح نہیں ہوتا۔ ان تراجم کے مقابل میں امام احمد رضا کا ترجمہ ایمان و عرفان اور علم و تحقیق کا ایک حسین مرتع ہے۔ انہوں نے خدائے قدوس کے کلام پاک کے شایانِ شان ترجمہ کر کے حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ محبوبیت اور عظمتِ مصطفویت کو کتنے عمدہ پیرایہ میں اجاگر کیا ہے اور کسی طویل تفسیر کے بغیر ترجمہ میں ہی ساری بات واضح کر دی ہے کہ ”مومنین و مومنات“ سے عام مسلمان مرد و زن مراد ہیں اور ”ذُنُوبُکَ“ میں امت مسلمہ کے خواص کی طرف اشارہ ہے۔ جن کے لئے حضور کو شفاعت و مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں معاذ اللہ حضور کی خطاؤں کا ذکر نہیں کیونکہ آپ کی ذات معصوم اور پاک ہے جن کی زبان وحی ترجمان اور جن کا سینہ الم نشرح کا گنجینہ ہر جو شفیخ المذنبین ہیں جن کے معاملہ کو خدا اپنا معاملہ اور جن کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمائے ان کے متعلق گناہ و خطا کی نسبت کا تصور بھی گناہ اور خطا ہے۔

ع یہ سوچ غن ہے ساقی کوثر کے باب میں

اب امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

”اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور

عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔“

آیت نمبر ۲۳: ————— اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۚ لِيُخَفِّرَ لَكَ اللَّهُ مَا نَقَدْتَ مِنْ ذُنُوبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (پارہ ۲۰ رکو ۹)

ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی: ————— بیشک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پھیل خطائیں معاف فرمادے۔

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ————— ”ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے مرحہ فیصلہ تاکہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔“

یہاں بھی ترجمین نے خطاؤں کو حضور کی ذات سے منسوب کر دیا۔ ان غیر محتاط ترجمین کے تراجم سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حضور سے پہلے بھی گناہ مرزد ہوتے رہے اور بعد میں بھی اور خدا نے اس آیت میں ان کی بخشش کا وعدہ فرمایا ہے لیکن امام احمد رضا کے محتاط قلم نے عصمتِ انبیاء کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسا ایمان افروز ترجمہ کیا ہے جو ان کے عظیم الشان فہم قرآن پر دلالت کرتا ہے۔ امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

”بیشک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی تاکہ اللہ تمہارے سبب

سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔“

اس آیت کے تفسیری حاشیہ میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی، تفسیر فاذن اور تفسیر

روح البیان کے حوالے لکھتے ہیں کہ :-

”یعنی تمہاری بدولت امت کی معفرت فرمائی“

آیت نمبر ۲۱: وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۝ (پارہ ۲۷، رکوع ۷)

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”قسم ہے تارے کے جب گرے“

مولانا محمود الحسن کے ترجمہ میں تارے گرنے کا بیان ہے جس کی کنہ اور حقیقت تک پہنچنا عام قاری کے لئے ناممکن کی حد تک مشکل ہے

نیز اس ترجمہ سے کلام خداوندی کی جامعیت و بلاغت اور مقام مصطفیٰ کی رفعت و عظمت بھی واضح نہیں ہوتی لیکن امام احمد رضا کا ترجمہ ایسا جامع، واضح اور بلیغ ہے کہ کوئی انسان پسند اہل ذوق اس کی داد دیتے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ترجمہ انتہاء درجہ کی عقیدت و محبت کا مرقع نظر آتا ہے۔ ”نجم“ کے مطلب کے ساتھ اس کی مراد بھی واضح کر دی گئی ہے چونکہ سورہ النجم حضور کی سیر آسمانی (معراج جسمانی) کا ذکر ہے۔ اس لئے (متذکرہ ترجمہ کے مطابق) ذکر معراج سے ہی ابتداء کی گئی ہے اس طرح حضور کی جلالت و عظمت نمایاں ہو جاتی ہے جسے ایک عام قاری بھی باسانی سمجھ سکتا ہے اور یہی تفسیر حضرت امام جوہر سے منقول ہے (کافی المظہری والمعالی وغیرہا) متذکرہ آیت کا ترجمہ امام احمد رضا بریلوی نے اس طرح کیا ہے :-

”اس پیارے چمکنے والے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے“

آیت نمبر ۲۵: وَهَرِيْمٌ ابْنَتَ عِمْرَانَ النَّبِيُّ اُحْصِنَتْ

فَرْجَهَا (پارہ ۲۸، رکوع ۲۰)

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”اور مریم بیٹی عمران کی جس نے رو کے رکھا اپنی شہوت کی جگہ کو“

ترجمہ امام احمد رضا: ”اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پادشائی کی حفاظت کی“

یہ آیت حضرت مریم کی عصمت و تقدیس کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے۔ اب دونوں تراجم پر نظر ڈالئے۔ مولانا محمود الحسن کا ترجمہ بلاشبہ درست لفظی ترجمہ ہے لیکن ہر زبان کا اپنا اپنا انداز و اسلوب بیان ہوتا ہے۔ مترجم کا فرض یہ ہے کہ وہ اصل زبان کا صحیح مفہوم سمجھ کر اسے اس زبان کے اسلوب بیان میں ڈھالے جس میں وہ عبارت کو منتقل کر رہا ہے۔ عربی زبان میں ”حصن“ کا لفظ محفوظ کرنے، روکنے اور قلعہ کے معنوں میں آتا ہے لیکن یہ تمام معانی اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ اس کے بنیادی معنی حفاظت کے ہیں۔ امام احمد رضا نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے ”فرج“ کے لفظی معنی بلاشبہ جگہ شہوت ہیں لیکن اردو میں یہ لفظی ترجمہ کچھ ذہیب نہیں دیتا۔ امام احمد رضا نے جو مرادی ترجمہ کیا ہے اس میں عربی کی اصل روح بھی برقرار ہے اور اردو زبان کا احترام پسندانہ اسلوب بھی قائم ہے۔

آیت نمبر ۲۶: وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ۝ (پارہ ۳۰، رکوع ۲۱)

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سبھائی“

مولانا محمود الحسن کے ترجمہ میں لفظ ”بھٹکتا“ قابل غور ہے۔ اردو زبان کی سب سے بڑی لغت ”جامع اللغات“ میں اس لفظ کے یہ معنی لکھے ہیں۔ ”گمراہ ہونا۔ آوارہ پھرنے۔“ ایک طرف خدا کا ارشاد ہے۔ ”مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ“ (پارہ ۲۷، رکوع ۵) (تمہارے صاحب نہ بھٹکے نہ بے راہ چلے) پھر ان کے متعلق یہ فرمانا کہ ”ہم نے تجھے بھٹکتا پایا“ مترجم نے ایک لفظی معنی کے پیچھے پڑ کر یہ سوچا کہ ان کے قلم سے کس عظیم القدر ہستی کا دامن عصمت چاک ہو رہا ہے۔ ایک لفظ کے ہر جگہ ایک ہی معنی نہیں ہوتے۔ اس آیت میں ”ضال“ کے معنی بے پناہ محبت کرنے اور محبت میں عویا خود رفته ہونیکے ہیں قرآن حکیم میں حضرت یعقوب علیہ السلام سے متعلق جو ”ضال“ کا لفظ آیا ہے ”إِنَّا كُنَّا نَقِيُّ ضَلَالِكَ الْقَدِّيسِ“ (پارہ ۱۳، رکوع ۵) اس کا بھی دراصل یہی مفہوم ہے کہ آپ بڑے عرصہ سے یوسف علیہ السلام کی محبت میں برگشتہ اور خود رفته رہے حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا نے آیت زیر بحث کے ترجمہ میں اپنی بے مثال لغت دانی اور حب رسول کا عظیم ترین ثبوت دیا ہے۔ امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :-

”اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفته پایا تو اپنی طرف راہ دی“

کنز الایمان کے ادبی کمالات

پچھلے صفحات میں انتہائی اختصار سے تراجم قرآن کے تقابلی مطالعہ کے سلسلہ میں چند آیات کے تراجم بطور مشق نمونہ از خود ارے پیش کئے گئے ہیں اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ امام احمد رضا کا ترجمہ علمی، انوی اور اعتقادی لحاظ سے باقی تراجم پر فوقیت رکھتا ہے اب ذرا امام احمد رضا کے ترجمہ کے ادبی کمالات پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے اور یہ ذہن میں رکھیے کہ جن حضرات کے تراجم تقابلی کے طور پر پیش کئے گئے ہیں، امام احمد رضا نے ان سے بہت پہلے یہ ترجمہ تحریر کیا ہے۔ اس دور میں اردو اس قدر ترقی یافتہ زبان نہیں تھی جتنی آج ہے مگر انہوں نے جو کچھ برسوں پیچھے لکھا ہے اسے پڑھ کر یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی آج کا ادیب ترجمہ تحریر کر رہا ہے۔

بخوف طوالت صرف چند آیات کے تراجم پیش کئے جاتے ہیں۔ ناظرین خود اندازہ کر لیں گے کہ امام احمد رضا کے ترجمہ میں کتنے ادبی اوصاف موجود ہیں اور انہوں نے اپنے کوثر و تسنیم سے دھلے ہوئے قلم سے کتنا پاکیزہ ترجمہ قرآن اردو کے حوالے کر کے اس کے احساس تہی مائیکگی کو ختم کر دیا ہے اور اس طرح مشہور صوفی شاعر اور عارف باللہ جناب خواجہ میر درد دہلوی علیہ الرحمۃ کی درج ذیل پیشگوئی کا صحیح مصداق ثابت ہوئے :-

”اے اردو گھبرا نا نہیں تو فقیروں کا لگایا ہوا پو دا ہے

خوب پھلے پھولے گی تو پر دان چڑھے گی۔ ایک زمانہ

ایسا آئے گا کہ قرآن و حدیث تیری آغوش میں آکر آرام

کریں گے“

(مخاندہ در صفحہ ۱۵۳ مولفہ سیدنا مرندیر ذراق دہلوی)

ترجمہ قرآن کے تعالیٰ مطالعہ کے سلسلہ میں ذیل میں چند آیات کے ترجمے ملاحظہ فرمائیے :-

آیت نمبر ۱ :- وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ط
(پارہ ۱ رکوع ۴)

ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی : "اور ہم برابر تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ بحمد اللہ اور تقدیس کرتے رہتے ہیں۔"

ترجمہ امام احمد رضا : "ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں"

آیت نمبر ۲ :- يُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ
(پارہ ۱۲ رکوع ۱۱)

ترجمہ مولانا محمود الحسن : "سکھلائے گا تجھ کو ٹھکانے پر لگانا باتوں کا۔"

ترجمہ امام احمد رضا : "تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا۔"

آیت نمبر ۳ :- سُورَةٌ أَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا وَأَنْزَلْنَا فِيهَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ
(پارہ ۱۸ رکوع ۷)

ترجمہ مولانا محمود الحسن : "یہ ایک سورت ہے کہ ہم نے اتاری اور ذمہ پر لازم کی اور اتاریں اس میں باتیں صاف"

ترجمہ امام احمد رضا : "یہ ایک سورت ہے کہ ہم نے اتاری اور ہم نے اس کے احکام فرض کئے اور ہم نے اس میں روشن آیتیں نازل فرمائیں"

آیت نمبر ۴ :- وَقَالَ الرَّسُولُ يُرَبِّ إِنِّي تَوَّحَّيْتُ لَكَ هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا
(پارہ ۱۹ رکوع ۱)

ترجمہ مولانا محمود الحسن : "اور کہہ رسول نے اے میرے رب میری قوم نے تجھ پر یہ قرآن کو جھک جھک" اور رسول نے عرض کی کہ اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل ٹھہرایا"

آیت نمبر ۵ :- فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَآمَاهُ
(پارہ ۱۹ رکوع ۲)

ترجمہ مولانا محمود الحسن : "اب آگے کو ہونی ہے مٹھ بھیر"

ترجمہ امام احمد رضا : "تو اب ہو گا وہ عذاب کہ پٹ رہے گا"

آیت نمبر ۶ :- وَاذْكُرْ عَبْدًا نَا بَرًا هَيْمًا وَارْحَمًا وَيَعْقُوبَ أُولَى الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ
(پارہ ۲۳ رکوع ۱۳)

ترجمہ مولانا محمود الحسن : "اور یاد کر ہمارے بندوں کو ابراہیم اور اسحق اور یعقوب"

ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی : "اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحق اور یعقوب کو یاد کیجئے جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے"

ترجمہ امام احمد رضا : "اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو"

آیت نمبر ۷ :- إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا (پارہ ۲۰ رکوع ۵)

ترجمہ مولانا محمود الحسن : "بے شک آدمی بنا ہے جی کا کچا۔"

ترجمہ امام احمد رضا : "بے شک آدمی بنا یا گیا ہے بڑے مبرا حریص"

آیت نمبر ۸ :- وَحَدَّثَ الْبَقِ عُلْبًا (پارہ ۲۰ رکوع ۵)

ترجمہ مولانا محمود الحسن : "اور گھن کے بانغ"

ترجمہ امام احمد رضا : "اور گھنے باغیچے"

آیت نمبر ۹ :- وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ط (پارہ ۲۰ رکوع ۶)

ترجمہ مولانا محمود الحسن : "اور جب جنگل کے جانوروں میں رول پڑ جائے۔"

ترجمہ امام احمد رضا : "اور جب وحشی جانور جمع کئے جائیں۔"

آیت نمبر ۱۰ :- فِيهَا كُتِبَ قِيمَتُهُ ط (پارہ ۲۰ رکوع ۶)

ترجمہ مولانا محمود الحسن : "اس میں لکھی ہیں کتابیں مضبوط"

ترجمہ امام احمد رضا : "ان میں سیدھی باتیں لکھی ہیں۔"

جیسا کہ ابتدا میں عرض کیا گیا ہے یہ ایک وسیع موضوع ہے جس پر تفصیل بحث کسی آئندہ فرصت میں ہو سکتی ہے

دکھاؤں کا تماشا دی اگر فرصت نہ مانے
میرا ہر داغ دل اک نخل ہے سرور چراغاں کا
بہر حال ان چند مثالوں سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ امام احمد رضا قرآن میں غیر معمولی بصیرت رکھتے تھے امام احمد رضا کا شمار عالم اسلامی کے ان خواص علما میں ہوتا ہے جن کی قامت پر سورخ فی العلم کی قیاد است آتی ہے۔ قرآن کریم سے ان کو غیر معمولی شغف تھا انہوں نے اللہ کے کلام میں برسوں تدبر کیلئے اسی مسلسل تدبر و تفکر کا نتیجہ تھا کہ امام احمد رضا کو قرآن پاک سے خاص مناسبت ہو گئی۔

ان کا ترجمہ قرآن ان کے برسوں کے فکر و تدبر کا بخود ہے۔ جس کی چند جھلکیاں پچھلے صفحات میں پیش کی گئی ہیں۔

ہزاروں سال نوگس اپنی بے قوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ و درپیدا

ترجمہ قرآن حقائق کی روشنی میں

نسیرۃ زادہ امام احمد رضا حضرت مولانا اختر رضا خاں اذہری
ایم اے از ہیرونیورسٹی متحدہ عرب جمہوریہ (مصر)

رضوی انگلستان کے ایک شاداب پھول کا نام ہے اختر رضا خاں، جو مفسر اعظم حضرت العلامة ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں علیہ الرحمہ کے صاحبزادے ہیں۔ ابتدائی تعلیم دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں حاصل کی۔ ۱۹۶۳ء میں بغرض حصول علم جامعہ اذہر مصر گئے۔ مسلسل تین سال وہاں قیام پذیر رہ کر علوم احادیث و تفاسیر میں مہارت پیدا کی۔ اور "الاجازۃ العالیہ" کی سند حاصل کی۔ جسے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ایم اے کے مساوی تسلیم کرتی ہے۔ نومبر ۱۹۶۶ء میں مصر سے واپس ہوئے اور دارالعلوم منظر اسلام میں تدریسی خدمات پر مامور ہو گئے۔ اذہر جب انھوں نے دیکھا کہ دیانہ کی نگاہیں امام احمد رضا کے ترجمہ پر پڑ رہی ہیں جس کا مقصد عوام الناس میں کنز الایمان سے سوز و غمی پھیلانے کے سوا کچھ نہیں تو حضرت اختر رضا سے نہ رہا گیا اور اپنے پمداد کی مدافعت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ دراصل اس مدافعت میں اسلام کے جلیل القدر مفسرین و محدثین کی ذوات قدسیہ بھی شامل ہیں۔ یہ مدافعت اُس حملے کا نتیجہ ہے جسے مولوی امام علی قاسمی رائے پوری فاضل دیوبند وغیرہ کی گمراہ ذہنیت نے انجام دیا ہے، مدرسہ رئیس العلوم رائے پور ضلع لکھنؤ سے "قرآن پر ظلم" نامی کتاب شائع کر کے جس فتنے کا دروازہ فرزند ان دیوبند نے کھولنا چاہا تھا حضرت علامہ اختر رضا اذہری کے دلائل و براہین نے اسے اکھڑ پھینکا۔ ذیل کے محرکہ الآراء تحقیقی سطور اس حقیقت کے یقین ثبوت ہیں۔ امام احمد رضا نمبر کیلئے اس مضمون کو عنایت فرما کر حضرت اذہری نے ہماری جو حوصلہ افزائی کی ہے۔ ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ (ایڈیٹر)

بسم الله الرحمن الرحيم

اپنی کتاب کے مقدمہ میں اس مختصری تمہید کے بعد کہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں سکون و راحت اور آخرت میں نجات و مغفرت حاصل کرنے کا ذریعہ اس دین کی پیروی ہے جسے اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا قاسمی صاحب یوں شعلہ افشانی کرتے ہیں "اس کے ساتھ یہ ایک تکلیف دہ اور افسوس ناک حقیقت ہے کہ ہر زمانے میں اپنے کو مسلمان کہنے والوں میں ایسے گمراہ لوگ بھی پیدا ہوتے رہے ہیں اور آج بھی ہیں جو زبان سے کتاب و سنت کی اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اپنی طرف سے کچھ عقیدے اور احکام نکال لیتے ہیں پھر انہیں ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید کی غلط تفسیر اور حدیثوں کی مہمل تاویل کرتے ہیں ایسے ہی گمراہ لوگوں میں نام نہاد بریلوی مکتب فکر کے لوگ ہیں" الخ فاقول اپنے دوسروں کو تو دل کھول کر گمراہ کہا قرآن و حدیث کی غلط تفسیر و مہمل تاویل کرنے اپنی طرف سے عقیدے اور احکام نکالنے کا الزام دیا قطع نظر اس کے کہ یہ الزام ہرگز صحیح نہیں یہاں آپ کے آپ ہی کے امام کی عبارتیں پیش کر کے پوچھنا یہ ہے کہ کیا آپ اور آپ کے امام الطائفہ پر یہ الزام عاید نہیں ہوتے۔ اب ہم وہ

عبادتیں ذکر کرتے ہیں جن سے بعونہ تعالیٰ یہ ثابت ہو کہ یہ الزام انہیں پر عاید نہیں اور یزید زبان انہوں نے ہمارے اوپر توہم پہلے ہیں۔ امام الطائفہ اپنی کتاب تقویت الایمان میں رقمطراز ہیں :-

"جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے کسی چیز کا مخبر نہیں" ص ۳ "نیز کہتے ہیں اللہ صاحب کسی کو عالم میں تصرف کر نیکی قدرت نہیں دی" ص ۴ اور اسے آیت سے ثابت بتایا ہے دریافت طلب یہ ارہے کہ امام الطائفہ کا یہ دعویٰ اس آیت مذکورہ سے کس طرح ثابت ہو جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فالمدبر ائمتہ ائمتہ یعنی قسم ان کی جو کاموں کی تدبیر کریں جمہور مفسرین کے نزدیک اس جگہ قسم سے مراد ملکہ ہیں اور علامہ بیضاوی نے بطور احتمال فرمایا کہ اس قسم سے مراد کاملین کی روحیں ہیں جو شدت کے ساتھ جسموں سے جدا ہوتی ہیں اور جلد عالم ملکوت میں پہنچتی اور خطایہ قدس کی طرف بڑھ کر تدبیر امور کرتی ہیں۔ ان کی عبارت زیر کرمیہ والنازعات یہ ہے۔ أو صفات النفوس الفاضلۃ حال المفارقة فانها تنزع عن الأبدان غرقاً أي تزعاً شديداً من اغراق النازع في القوس فتنتقل إلى عالم الملكوت وتبسم فيه

فتسبق إلى خطايا القديس فتصير بشر فها وقتها من المدبرات اه
ملتقطاً. أقول دون توجيہوں پر (خواہ ملکہ مراد ہوں خواہ ادولح کا ملین) تصرف
غیر اللہ ثابت اور امام الطائفہ کا دعویٰ باطل وللہ الحمد نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام
حکایت فرماتا ہے کہ انھوں نے فرمایا اُنّی اُخْلِقْ لَکُم مِنَ الطَّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ
فَأَنْفَخْ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللّٰهِ وَابْرِئِ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ
ذَٰ اٰحْيِ الْمَوْتِ بِإِذْنِ اللّٰهِ الْاٰیَةُ یعنی میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی صورت
بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور
میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا ہوں
اللہ کے حکم سے۔ اب بتاؤ غلط تفسیر کا الزام کس کے سر ہے؟ امام الطائفہ کے اس
قول سے ان آیات و احادیث کی جن میں انبیاء و اولیاء کے تصرف کی تصریح ہے تعلیل
لازم آتی ہے کہ نہیں قرآن و سنت کا نام لیں اور قرآن و سنت کو جھٹلائیں۔ سچ کہا
”زبان سے کتاب و سنت کی اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں“ اگر کسی کے لئے تصرف کی قدرت
ثابت کرنا شرک ہے جیسا کہ اس کی مذکورہ عبارتوں کا مفاد ہے کیا لایحقی بلکہ خود
اس نے تصرف کی ہے کہ جو کوئی کسی مخلوق کا عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل سمجھے
اس کو مانے سوا اب اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس
کے مقابلے کی طاقت اس کو نہ ثابت کرے۔ تو بتائیے ان ائمہ اعلام اساطین دین و
فقہاء و محدثین کے لئے کیا حکم ہوگا جو تصرف ثابت کر گئے اگر وہ شرک ہیں (تمہارا
ذم پر) تو شرک کی خبر دیانات میں نامعتبر تو قرآن و سنت (جو دین کی اصل ہیں اور ہمیں
انہیں سے پہنچے ہیں) کا اعتبار کیوں کر ہوگا اور جب یہ نامعتبر ٹھہرے تو دین کس
چیز کا نام رہ گیا و لا حَوْلَ و لا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ جانے دو
اپنے مستند ابن تیمیہ کو کیا ہو گئے جو یہ تصریح کر گئے وَاِنَّ الْاُمَّةَ لَا يَصْلُوْنَ مَا
بَيْنَهُمْ و بَيْنَ رَبِّهِمْ اِلَّا بِوَسِيْطَةِ الرَّسُوْلِ لَيْسَ لِاحْدٍ طَرِيْقٌ
غَيْرُهُ وَا لَا سَبَبٌ سِوَاهُ وَقَدْ اَقَامَهُ اللّٰهُ مَقَامَ نَفْسِهِ فِي
اَمْرِهِ وَنَهْيِهِ وَاخْبَارِهِ وِبَيَانِهِ فَلَا يَجُوْزُ اَنْ يَفْرُقَ بَيْنَ اللّٰهِ
وَرَسُوْلِهِ فِي شَيْءٍ مِنْ هٰذِهِ الْاُمُوْرِ هَٰ الصَّارِمُ الْمَسْلُوْلُ۔ کتنا عظیم تصرف
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ثابت کیا کہ ساری امت کا واسطہ عظمیٰ خدا کے دربار
میں انہیں قرار دیا بلکہ خدا کے امر و نہی و خبر و بیان میں خدا کا نائب ٹھہرایا۔ بلکہ کتاباً
شرک اسنے کیا۔ رہا حدیثوں کی مہل تاویل کا الزام تو سنو۔ امام ابو ہریرہ نے شفاعت کی
تین قسمیں کیں اور تیسری کو جائز مانا کہتا ہے تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر چوری ثابت
ہو گئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اسنے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی
شامت سے تصور ہو گیا سو اس پر شرمندہ ہے آگے کہتا ہے ”سو اس کا یہ حال
دیکھ کہ بادشاہ کے دل میں اس پر توں آتا ہے مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے
بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس آئین کی قدر گہٹ نہ جائے

آگے لکھا سو اللہ کی جناب میں اسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی و ولی کی شفا
کا قرآن و حدیث میں مذکور ہے سو اس کے معنی یہی ہیں ”مثلاً و مثلاً“ اؤ لا اس
کے زعم پر اس قسم کی شفاعت کیوں کر ہو سکتی ہے۔ وہ تو کہہ چکا ”سو جو کوئی کسی سے یہ
معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو اب جہل اور وہ شرک میں برابر ہے
صحت ملتقطاً ثانیاً اس کا یہ کہنا“ اور جس نبی و ولی کی شفاعت کا قرآن و حدیث
میں مذکور ہے الخ اپنے منہ آپ قرآن و سنت کو جھٹلانے کا اقرار ہے کہ نہیں؟
سچ ہے اپنی طرف سے عقیدے و احکام نکال لیتے ہیں الخ شفاعت بالوجاہت
معنی اپنی طرف سے گڑھ کہ اس کا انکار کرتے اندھے لگام گھوڑے کی طرح دوڑتے
ہوئے خود کہا ”اس کے تو بعض ارادے ہی سے ہر چیز ہو جاتی ہے کسی کام کے لئے کچھ
سامان اور اسباب جمع کرنے کی کچھ حاجت نہیں“ اللہ انصاف تو یہاں کیوں سبب
کی حاجت ہو گئی مآ قد ر و اللہ حق قد ر و اللہ کی قدر ہی نہ جانی۔ امام الطائفہ
ابو ہریرہ کے کلام سے ظاہر ہے کہ جس نے چوری کو اپنا پیشہ بنالیا اللہ اس سے درگزر نہ
فرمایا تو نصوص شفاعت کی طرح نصوص عفو و درگزر بھی مخصوص ہو گئیں یہ تخصیص
بھی اسمعیلی و حنبلی میں باطنی میں اتری ہے یا اس پر کوئی دلیل ہے؟ جب گناہ کے پیشہ وروں
سے درگزر نہیں تو لا جرم وہ بھی مثل شفاعت اس کے زعم اسیکے لئے ہوا
جس نے گناہ کو اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت سے تصور ہو گیا تو یہ درگزر
دنیا ہی میں ہوگی اسلئے کہ شرمساری گناہ پر توبہ ہے اور توبہ دنیا ہی میں ہوگی کیا
لایحقی۔ احادیث شاہد کہ اللہ کی رحمت بڑے بڑے گناہوں کو برزخ میں و ازانی و
اور قیامت میں بھی وہ غفور و رحیم ہے چاہے طفیل نبی رحیم و کریم صلی اللہ علیہ وسلم
بے حساب جنت میں داخل فرمائے گا۔ شرح الصدور میں وہ احادیث بکثرت ہیں ہم
ایک طویل حدیث کا کچھ حصہ ذکر کریں اُخْرُجَ الطَّيْرُ اِنْفِ الْكَبِيْرِ وَالْحَكِيْمِ
الْتَرْمِذِي فِي فَوَادِرِ الْاُصُوْلِ وَالْاُصْبُهَانِي فِي التَّرْغِيْبِ عَنْ
عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمْرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّم ذَاتَ يَوْمٍ قَالَ اِنِّي رَأَيْتُ الْبَارِحَةَ عَجْبًا رَأَيْتُ رَجُلًا
مِنْ اُمَّتِي جَاءَهُ مَلَكٌ الْمَوْتِ لِيَقْبِضَ رُوْحَهُ فَجَاءَ بَرَهُ وَالِدِيْهِ
فَرَدَّهُ عَنْهُ وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ اُمَّتِي بَسَطَ عَلَيْهِ عَذَابُ الْقَبْرِ
فَجَاءَ وَضُوْءٌ فَاسْتَنْقَذَهُ مِنْ ذٰلِكَ وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ اُمَّتِي
قَدْ اَحْتَوَشَتْهُ مَلَا ئِكَةُ الْعَذَابِ فَجَاءَتْهُ صَلَاتُهُ فَاسْتَنْقَذَتْهُ
مِنْ اَيْدِيْهِمْ وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ اُمَّتِي يَلْهَثُ عَطْشًا كَالْوَرْدِ
حَوْضًا مِّنْهُ فَجَاءَهُ صِيَامُهُ فَسَقَاهُ وَاُرْوَاهُ وَرَأَيْتُ رَجُلًا
مِنْ اُمَّتِي يَتَقَى وَهْمَ النَّارِ وَشَوْرَهَا بِيَدِهِ عَنْ وَجْهِهِ فَجَاءَتْهُ
صِدْقَتُهُ فَصَارَتْ تَرَاوَعًا وَجْهَهُ وَظِلًّا عَلٰی رَاسِهِ وَ
رَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ اُمَّتِي قَدْ هَوَتْ بِهِ صَحِيْفَتُهُ مِنْ قَبْلِ شِمَالِهِ

الغالب اسی پر بس کر دوں۔ ورنہ امام الطایفہ کے کلام میں مواضع متنازع بہت ہے۔ اور اسی طرح اس کے پیروان امام کے کلام میں۔ ناظر منصف اسی کو دیکھ کر یہ سمجھ لے گا کہ واقعی لوگ اپنی طرف سے کچھ عقیدے اور احکام نکال لیتے ہیں پھر انہیں ثابت کرنے کے لئے قرآن کی غلط تفسیر اور محدثوں کی مہمل تاویل کرتے ہیں۔ آخر میں عام عثمانی مدبر ماہنامہ تجلی دیوبند کی بھی سننے چلیے۔ مولانا ارشد القادری صاحب کی کتاب ”زلزلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں“ کتاب کی ترتیب یوں ہے کہ مصنف ایک طرف تو حضرت اسماعیل شہید کی تقویۃ الایمان اور بعض اور علمائے دیوبند کی کتابوں سے یہ دکھلاتے جاتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء کے حق میں علم غیب اور تصرف وغیرہ کے عقیدے کو علمائے دیوبند نے شرک و بدعت اور خلاف توحید کہا ہے اور دوسری طرف یہ دکھلاتے ہیں کہ خود اپنے بزرگوں کے حق میں یہ سارے عقاید علمائے دیوبند کے یہاں موجود ہیں“ آگے لکھا ”ہم اگرچہ حلقہ دیوبند ہی سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ہمیں اس اعتراف میں کوئی تامل نہیں کہ اپنے ہی بزرگوں کے بارے میں ہماری معلومات میں اس کتاب نے اضافہ کیا اور ہم حیرت زدہ رہ گئے کہ ہم دفاع کریں تو کیسے۔ دفاع کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی بڑے سے بڑا منطقی اور علامۃ الدہر بھی ان اعتراضات کو دفع نہیں کر سکتا“ آگے چل کر کہا ”ہم اپنا دیا مندرجہ فرض سمجھتے ہیں کہ حق کو حق کہیں اور حق یہی ہے کہ متعدد علماء دیوبند پر تضاد پسندی کا جو الزام دلیل و شہادت کے ساتھ اس کتاب میں عاید کیا گیا ہے وہ اٹل ہے“ عام عثمانی کا یہ مشورہ بھی ملاحظہ ہو کہ ہمارے نزدیک جان چھڑانے کی ایک ہی راہ ہے یہ کہ یا تو تقویۃ الایمان اور فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ امدادیہ اور بہشتی زیور اور حفظ الایمان جیسی کتابوں کو جوڑ لے پر رکھ کر آگ دیدی جائے اور صاف اعلان کر دیا جائے کہ ان کے مندرجات قرآن و سنت کے خلاف ہیں“ انجے آگے چل کر قاسمی رقمطراز ہیں کہ ”قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے بہت سے علوم کی ضرورت ہے جنہیں تفسیر لکھنے والے علماء نے بیان فرمایا ہے“

بعد میں ان علوم کا ذکر کیا ہے جو قرآن فہمی میں شرط ہیں پھر قرآن مجید سمجھنے کا غلط طریقہ بیان کیا ہے وہ یہ کہ آدمی میں شرطیں موجود نہ ہوں اور محض ترجمہ کی مدد سے مفسر بن جائے یا ہوں مگر وہ غلط عقیدہ و نظریہ کیلئے شرطوں کی مخالفت کرے ایسے کو تفسیر بالرائے کا مرتکب بتایا ہے اور اس پر جو عیدیں آئی ہیں ان کا ذکر کیا ہے

أقول آپ تو یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے بہت سے علوم کی ضرورت ہے مگر کچھ فریب بھی ہے امام الطائفۃ الہدایہ کیا کہتا ہے سنئے وہ صاف کہتا ہے کہ ”اللہ و رسول کے کلام کو سمجھنے کیلئے بہت علم نہیں چاہئے“

الحمد للہ آپ نے اپنے امام کے کلام کو خود ہی رد کر دیا اور اپنے کلام سے اسے ان سب وعیدوں کا مستحق بھی بتا دیا کہ یہ وعید جس طرح تفسیر بالرائے کے مرتکب پر ہے بدرجہ اولیٰ اس پر بھی ہے جو اسے جائز بتائے۔ ہمیں تو خوشی ہے کہ چاہ کن را چاہ در پیش کی مثل صادق آئی رہا یہ کہ کون پہلے آپ یا آپ کا امام

فجاءہ خوف من اللہ فأخذ صحیفۃ فجعلہا فی یمینہ و رایت رجلاً من امتی قائماً علی شفیہ جھنم فجاءہ وجلہ من اللہ فاستنقذہ من ذلک و مضی و رایت رجلاً من امتی علی القواطیر حنف احیاناً و یحبوا حیاناً فجاءتہ صلاتہ علی فأخذت بیدہ فأقامتہ و مضی علی القواطیر و رایت رجلاً من امتی انتھی الی ابواب الجنۃ فغلقت الأبواب و نہ فجاءتہ شہادۃ أن لا اله الا اللہ ففتحت لہ الأبواب و ادخلتہ الجنۃ، الخ

ملخصاً یعنی میرا بزرگوار حکیم ترمذی نوادر الاصول میں اور اصہبانی ترمذی میں عبدالرحمن بن سمرہ سے راوی کہ انہوں نے فرمایا ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف لائے اور فرمایا آج رات میں نے عجیب منظر دیکھا میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کے پاس موت کا فرشتہ اس کی روح کیسے کھینچنے کو آیا ہے تو اس کے والدین کے ساتھ اس کے حسن سلوک نے اسے روک دیا (یعنی علم الہی میں اس کی موت مطلق تھی محض ملٹک میں معلق نہ تھی) اور میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا جس پر عذاب قبر بکھا دیا گیا تو اس کے وضو نے آکر اسے بچا لیا اور ایک امتی کو دیکھا کہ پیاس سے ہانپ رہا ہے جب کسی کو حق پر جاتا ہے روکا جاتا ہے تو اس کا روزه آیا اور اسے اس نے سیراب کیا اور ایک امتی کو دیکھا کہ آگ کی گرمی اور لپٹ کو اپنے چہرے سے ہاتھ کے ذریعہ بچانا چاہتا ہے تو اس کا صدقہ آیا جو اس کے چہرے کی آڑ اور سر کا سایہ بن گیا اور ایک امتی کو دیکھا کہ اس کے نامہ اعمال نے اسے بائیں جانب گرا دیا ہے تو اس کا خوف خدا آیا اور اس نے اپنے نامہ اعمال کو دائیں ہاتھ میں لے لیا اور ایک امتی کو دیکھا کہ جہنم کے کنارے پر کھڑا ہے تو اس کے پاس اس کا اللہ سے لڑنا آیا جس نے اسے بچا لیا اور میں نے ایک امتی کو دیکھا کہ پل مرا پر کبھی گھٹنوں کے بل اور کبھی کولہوں کے بل چل رہا ہے تو اس کا میرے اوپر بھیجا ہوا درد آیا جس نے اس کی دستگیری کی اور اسے کھڑا کر دیا تو وہ بل پر گزر گیا اور میں نے ایک امتی کو دیکھا کہ جنت کے دروازوں پر پہنچا ہے تو دروازے اس پر بند ہو گئے ہیں تو کلمہ طیبہ آیا اور اس کے لئے دروازے کھول کر اسے جنت میں لے گیا یہ حدیث ذکر کر کے علامہ سیوطی نے فرمایا قال القراطبی ہذا حدیث عظیم ذکر فیہ اعمالاً خاصۃ تنجی من احوال خاصۃ یعنی یہ حدیث عظیم ہے جس میں خاص اعمال کا ذکر ہے جو خاص مصیبتوں سے بچاتے ہیں۔ الحمد للہ یہ حدیث بزرگ و قیامت میں مفود و گزر کی جامع ہے ان احادیث کا کیا جواب ہو گا؟ ایک سوال اور پوچھو آگے چل کر خود کہا وہ خود بڑا غفور و رحیم ہے۔ سب مشکلیں اپنے ہی فضل سے کھول دیگا اور سب گناہ اپنی ہی رحمت سے بخش دیگا۔ یہ کہلا اقرار ہے کہ اللہ ہر گز گار کر بخشنے پر قادر ہے خواہ وہ ہمیشہ کا گناہگار ہو یا نہ ہو تو بھلا یہ گناہگاروں کی تفصیل اور یہ تین صورتیں بھر شفاعت کا تیسری صورت میں حصہ سب پاؤں کیوں لیے اپنے منہ پر خود طمانچہ مار لیا کہ بے دلیل تخصیص کی تھی واللہ الحمد کفی اللہ المؤمنین

اس کا فیصلہ کسی دہائی سے کرائیے۔ رہا آپ کا امام احمد رضا مولانا نعیم الدین علیہما الرحمۃ والرضوان کے بارے میں یہ کہنا مگر ان کے ترجمہ کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے ذاتی اعتقاد و نظریہ کو اصل قرار دیکر ترجمہ کیا ہے اور جو کچھ کہی رہ گئی تھی اسے ان کے معتقد مولوی نعیم الدین مراد آبادی نے حاشیہ چڑھا کر پوری کر دی ہے "مصریح افترأ دیہتان ہے یہاں بھی آپ نے اپنے الزام کو دوسروں کے سر تھوپا ہے۔ ابھی ابھی خوب مبرہن ہو چکا ہے کہ امام الطائفہ نے اپنے دل سے کیسے کیسے عقاید گڑھے ہیں اور انبیاء اولیاء اور اپنے پیروں کے ساتھ کیسی دوزنگی چلا ہے اور غلط تفسیر و مہمل تاویل کے نمونے بھی گزر چکے ہیں اور آیات و احادیث کی تکذیب کی مثالیں بھی دی جا چکی ہیں۔ آگے چل کر معترض ترجمہ رضویہ و تفسیر نعیمی کی خامی بیان کرنے چلا ہے۔ کہتا ہے کہ اس ترجمہ و تفسیر کی بنیادی خامی یہی ہے کہ مولوی احمد رضا قان اور مولوی نعیم الدین نے قرآن مجید کے اس ترجمہ و مفہوم کو نظر انداز کر دیا ہے جسے مستند مفسرین کہتے آئے ہیں "چلے ابھی کھلا جاتا ہے کہ اس دعوے میں کتنی صداقت ہے۔ اب ہم بعونہ تعالیٰ معترض کے پہلے اعتراض کا جواب دیں جو اس نے شاہد اکا ترجمہ حاضر و ناظر" کرنے پر کیا ہے۔ فنقول وباللہ التوفیق مناسب ہے کہ پہلے شہادۃ و شاہد وغیرہ کے جو معانی لغت میں بیان ہوئے ذکر کئے جائیں کہ شاہد کی حقیقت آشکار ہو جائے۔ تاویس میں ہے

الشہادۃ خبر قاطع وقد شہد کعلم و کرم وقد تسکن ہاء و شہدۃ کسمعہ شہوداً أحضرہ فہو شاہد و شہد لزید بکذا أدی ما عندہ من الشہادۃ فہو شاہد واستشہدہ سألہ أن یشہد والشہید وتکسر یشہد الشاہد والألمین فی شہادۃ والذی لا یغیب عن علمہ شیء والقتیل فی سبیل اللہ لأن ملئکۃ الرحمة تشہدہ اولاً أن اللہ تعالیٰ وملئکۃ شہود لہ بالجنة أو لأنه ممن یشہد یوم القیامۃ علی الأمم الخالیۃ أو لسقوط علی الشاہدۃ أی الارض أو لأنه حی عند ربہ حاضر أو لأنه یشہد ملکوت اللہ و ملکہ وأشہد بکذا أی أحلف وشاہدۃ عاینہ وامرأة مشہد حضور زوجها والتشہد فی الصلاۃ م والشاہد من أسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم واللسان والملک و یوم الجمعة والخمر ما یشہد علی جودۃ الفرس من جریہ ومن الأمور السریع وصلاۃ الشاہد صلوۃ المغرب والمشہود یوم الجمعة أو یوم القیامۃ أو یوم عرفة وشہد اللہ أن لا إله الا اللہ ای علم اللہ ان قال اللہ او کتاب اللہ واشہد ان لا إله الا اللہ ای علم وأبین وأشہدۃ أحضرہ والجاریۃ حاضرت وادسرت وأشہد مجہولاً قتل فی سبیل اللہ کاستشہد والمشہدۃ والمشہدۃ محضر

الناس وشہود الناقۃ آثار موضع منجھا من دم أو سلی أو ملتقطاً من القاموس۔ ناظر دیکھے۔ شہادت۔ شہود۔ شاہد۔ شہید کے معانی میں حضور غالب ہے۔ ہم ان معانی کو ذیل میں درج کریں شہد و شہدہ حاضر ہوا۔ شاہد حاضر شہد لزید بکذا زید کے لئے گواہی دی۔ شہادت کیلئے حضور ضروری۔ فقہاء کرام کی عبارتیں اس پر شاہد ہیں۔ توبہ و مکار کی عبارتیں منقریب آتی ہیں۔ شہید شاہد۔ شہادت میں امانت والا جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہ ہو۔ اللہ کی راہ میں قتل ہونے والا (اسے شہید اس لئے کہتے ہیں کہ ملئکۃ رحمت اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں یا اس لئے کہ اللہ اور اس کے فرشتے اس کیلئے جنتی ہونے کے گواہ ہیں یا اسلئے کہ وہ اگلی امتوں پر قیامت کے دن گواہ ہو گا) اس لئے کہ وہ شاہدہ (زمین) پر گرتا ہے (زمین کو شاہدہ کہا گیا اسلئے کہ وہ قیامت کے دن گواہی دے گی قال تعالیٰ یومئذ یحدث أخبارھا اس کے تحت تفسیر عزیزی میں ہے آن روز باوجود شدت زلزلہ و کمال بے تابی و بقراری سخن گوید زمینی از خبر ہائے خود یعنی اعمال بنی آدم را اظہار کند و بگوید کہ فلاں کس بر من نماز گذارد و لڑا شد و کار ہائے نیک کرد و فلاں کس خون ناحق کرد و زنا بعل آورد و زدی نمود الخ یا اس لئے کہ وہ اللہ کی ملکوت و ملک کا شاہدہ کرتا ہے شاہدۃ عاینہ کسی چیز کا شاہدہ و معاینہ کرنا اہرأة مشہدہ عورت جس کا شوہر حاضر ہو شاہد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام (اسی میں تمہیں نزار ہے) نیز فرشتہ یوم جمعہ ستارہ۔ بھڑے کی جودت کی علامت جسے مجازاً شاہد کہا گیا۔ جلد ہونے والا کام اسے بھی مجازاً شاہد بمعنی حاضر سے تعبیر کیا گیا گویا وہ جلد ہونے کی وجہ سے حاضر ہے۔ صلوۃ الشاہد مغرب کی نماز۔ المشہود۔ جمع یا عرفة یا قیامت کا دن وأشہدہ۔ کسی کو حاضر کرنا۔ أشہدات الجاریۃ لڑکی کا بلوغ کو پہنچنا۔ المشہدۃ۔ لوگوں کے حاضر ہونے کی جگہ۔ دیکھو ان تمام معانی میں حضور ملحوظ ہے اور یہ معانی لغت میں غالب ہیں تو لاجہم شہود کا حقیقی معنی حضور ٹھہرا اس لئے کہ یہی معنی عند الاطلاق متبادر ہوتے ہیں اور تبادر امارات حقیقت سے ہے جیسا کہ فتح القدیر اور رد المحتار سے استفادہ ہے اور نعمات الاسرار حاشیہ منار اللشائیں میں ہے۔ التبادر من امارات الحقیقۃ ملتقطاً لہذا کہنے دو کہ شاہد اکا ترجمہ حاضر و ناظر ٹھیک لغوی معنی کے مطابق ہے بلکہ شرعاً بھی یہ اس کا حقیقی معنی ہے۔ اسی لئے قرآن عظیم میں جا بجا شہود کے مشتقات بمعنی حضور وارد ہیں۔ فَمَنْ شَهِدَ (حَقِّی) مِنْكُمْ الشَّهْرَ الْآیَۃَ جو رمضان کو پائے تو اس مہینے کے روزے رکھے وَیَشْهَدْ عَذَابُھُمَا الْآیَۃَ اور زانی مرد و عورت کے کوڑے مارے جانے کو مسلمانوں کی ایک جماعت اگر دیکھے۔ اُم کُنْتُمْ شَہِدَاءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوبَ الْمَوْتَ۔ کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب علیہ السلام کو موت آئی و کُنْتُمْ شَہِیدَاءَ عَلَیْھِمُ الْآیَۃَ (رقیباً اُمنعھم مما یقولون) جلالین میں یعنی علیہ السلام انہیں گواہ بنانا تھا جب تک ان میں تھا۔ اللہ الحمد

ان آیات کریمہ سے ثابت ہو گیا کہ شہود معنی حضور حقیقت لغویہ ہی نہیں بلکہ شرعیہ بھی ہے بلکہ پچھلے آیت نے تو خاص شاہد ا کا فیصلہ کر دیا کہ جب شہیداً بمعنی نگہبان ٹھہرا اور اس کیلئے حضور ضروری اور وہ اسم فاعل کے معنی میں ہے کما لا یخفی تو شاہداً بمعنی نگہبان دعا ہے۔ یہیں سے ظاہر کہ حاضر شاہد کا اسلامی معنی ہے اور عبارات علماء کرام سے منقرب مزید ظاہر ہو جائیگا۔ اب ذرا یہ بتائیے کہ آپ کا اسے امام احمد رضا کا ذاتی نظریہ قرار دے کر ان پر کھلی خیانت کا الزام لگانا اور اس کے اسلامی معنی ہونے سے انکار کرنا کس درجہ کی بدترین خیانت ہے جسے آپ نے اس کے مردھرا ہے جس کا دامن بچہ ہر خیانت سے پاک ہے یہ تو ہمیں اور تمہارے امام ہی کو مبارک ہو جس نے اپنے گڑھے ہوتے عقاید کے لئے کتنی آیات و احادیث کو جھٹلایا اور اپنے مہا خانہ ہونے کا ثبوت دیا۔ آگے آپ یوں کیا ہوئے ہیں اس ترجمے میں لفظ شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر لکھا ہے جبکہ تمام مفسرین کی تفسیر کے خلاف ہے یہ آپ نے کیسے کہہ دیا کیا جناب نے تمام تفاسیر دیکھ لی ہیں اگر ایسا ہے تو دلیل خیانت مبارک ہو کہ جناب نے ان تفسیروں کی عبادتوں کو نظر انداز کر دیا جن سے آپ کا مطلب نہیں نکلتا اور پھر منہ بھر کے یہ جھوٹ بول دیا کہ یہ تمام مفسرین کی تفسیر کے خلاف ہے تمام مفسرین تو تمام مفسرین کسی ایک معتدنی صحیح العقیدہ مفسر کی تفسیر کخلاف ثابت کر دکھاؤ اور اگر نہیں دیکھیں تو یہ قرآنی فتوے مبارک ہوں لا لعنة الله على الكاذبین پھر یہ امر کس قدر دلچسپ ہے کہ آپ نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں دو ترجمے ترجمہ شاہ رفیع الدین و ترجمہ شاہ عبدالقادر پیش کیے ہیں کیا جناب کے نزدیک ترجمہ تفسیر کاغذی ایک ہی ہے اور اس سے زیادہ پر لطف آپ کا یہ کہنا کہ شاہ صاحب نے بھی شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر نہیں کیا ہے بلکہ گواہ کے مراد بتا دیا کہ یہ سمجھایا ہے کہ نبی اکرم اس معنی میں گواہ ہیں کہ آپ سیدھا راستہ بتاتے ہیں اولاً بتانے والا گواہ کے مراد ہرگز نہیں ہر شخص جانتا ہے کہ بتانے والا عام ہے گواہ وغیر گواہ دونوں کو شامل ہے اور گواہ خاص ہے تو یہاں وحدت معنی کل وجہ متحقق نہیں اور مترادفین میں وحدت معنی من کل وجہ کا اعتبار ہے۔ علامہ عبدالحق خیر آبادی علیہ الرحمہ شرح مراتب میں فرماتے ہیں المعتبر فیہما وحدۃ المعنی من کل وجہ فالمتحدان لا من کل وجہ کالتاطق والفصیح لیسامتواذ قین مگر شاہ صاحب علیہ الرحمہ چونکہ امام الطایفہ کے بزرگوں میں ہیں اس لئے ان کی بات بنانے کے لئے اپنے مبلغ علم کے مطابق کچھ کہنا ضرور تھا ثانیاً بتانے والا گواہ کے مراد ہے اس پر کسی مستند کی شہادت اگر نہ لاسکو اور ہم کہہ دیتے ہیں کہ ان شاء اللہ ہرگز نہ لاسکو گے تو یہ سننے چلو کہ تم تو امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو مستند تفسیروں کی مخالفت کا الزام دیتے تھے اپنے گھر کی تو خبر لو کہ تمہارے زم پر تو شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا دامن بھی اس سے داغدار ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

ثالثاً یہ ایک ہی رہی کہ نبی اکرم اس معنی میں گواہ ہیں کہ آپ سیدھا راستہ بتاتے ہیں کیوں صاحب گواہ بایں معنی کس لغت میں آپ نے دیکھا۔ آیا کسی عالم کا یہ قول ہے یا بات یہ ہے کہ آپ خود ہی چلتی پھرتی لغت ہیں یا بات یہ ہے کہ گواہ میں جناب نے حضور ضروری سمجھا تو اندھیرے میں یہ دور کی سوجھی کہ کسی طرح سرکار کے حاضر ہونے کا انکار ہو جائے مگر یہ تو بتائیے کہ جس نے راستہ دیکھا ہی نہ ہو وہ کیا راستہ بتائے گا۔ ایمان والے تو یہی سمجھتے ہیں کہ سرکار راہ دیدہ منزل شناس ہیں۔ ہاں کوئی کسی اندھے کے پیچھے ہوئے کل حزب بمال دیہم فرحون۔ پھر آپ نے بیضادی و خاندن و ابن کثیر و نسفی کے ارشادات کو ذکر کر کے یوں منہ کھولا ہے "مسلمانو سوچو بلند پایہ مفسرین شاہد کے معنی گواہ کے رہے ہیں دوسری آیتوں سے مطابقت بھی اسی معنی کے مراد لینے میں ہے مگر فاضل بریلوی سب کے خلاف محض اپنے غلط عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر کر رہے ہیں" الخ ہذا یا نہ۔ اقول۔ یہ سارا اوادیل بیکار ہے اولاً اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ شاہد ا سے محض گواہ بلا لحاظ معنی دیگر مراد ہے تو تمہیں کیا مفید اور ہمیں کیا مضر۔ اسی گواہ کے لئے بھی تو حضور ضروری۔ فقہاء کرام کے ارشادات دیکھنے کی فرصت نہ ملے ہو تو ہم سے سنو۔ تنویر الابصار و در مختار میں ہے وَ شَرَاطِلُ الْحَمَلِ ثَلَاثَةٌ۔ الْعَقْلُ الْكَامِلُ وَقْتُ الْحَمَلِ وَالْبَصَرُ مَعَايِنَةُ الْمَشْهُودِ بِهٖ اِسْمٌ مِّنْ هٖ وَرُكْنُهَا لَفْظُ اَشْهَدُ لَا غَيْرَ لِتَضَمُّنِهِ مَعْنَى مُّشَاهَدَةٍ۔ رَدُّ الْمَحَارِمِ اِسْمٌ مِّنْ هٖ وَهٖ الْاِطْلَاعُ عَلَى الشَّيْءِ عِيَانًا۔ ذٰلِكَ اَنَّهُ اِسْمٌ مِّنْ هٖ وَلَا يُشْهَدُ اَحَدٌ بِمَا لَمْ يَعَايِنَهُ بِالْاِجْمَاعِ الخ دیکھو یہ عبارات تصریح فرما رہی ہیں کہ شہادت میں بینائی اور اشرود بہ کو آنکھوں دیکھنا شرط ہے اور صاف بتا رہی ہیں کہ معاینہ مشہود بہ اصل ہے اور اصل سے عدول بے دلیل جایز نہیں۔ اسی لئے اس کا کہی لفظ اشد بھڑا کہ وہ مشاہدہ معاینہ کو متضمن ہے لا جرم ثابت کہ شاہد و حاضر میں منافات نہیں تو جو شاہد ملنے گا وہ ضرور حاضر مانے گا اور تم نہیں مانتے تو بولو کہ شاہد ا کے منکر ہوئے کہ نہیں ضرور ہوئے تو پھر کس منہ سے بے گناہوں پر مخالفت کی تہمت دھرتے ہو۔ کیا قرآن کو ماننا اسی کا نام رہ گیا ہے کہ نام کو لفظ بولے جاؤ اور معنی کا انکار کیے جاؤ یہیں سے ثابت ہو گیا کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ پر مفسرین کی مخالفت کا الزام محض بہتان ہے واللہ الحمد۔ ثانیاً تمہاری ہی منقولہ عبادتوں سے ظاہر کہ یہاں شاہد ا علی الناس۔ علی من یعثت الیہم محض گواہ کے معنی میں نہیں اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مؤمن و کافر دونوں کے اعمال کے گواہ ہیں تو باقیہاں مؤمنین شاہد ا کاملہ لہم اور باعتبار کفار کے علیم ہونا چاہئے اور یہاں علی من یعثت الیہم مطلق فرمایا لا جرم یہاں رقیباً کے معنی کی تفسیر ماننا ٹھہرے گی کہ سبب کے لحاظ سے شاہد ا کا علی کے ذریعہ متعدی ہونا صحیح ہو جائے۔ تمہاری ہی مبلغ علم تفسیر بیضادی

میں ہے۔ وھذہ الشھادۃ وان کانت لھم لکن لما کان الرسول علیہ السلام کالتوقیب المھمین علیہم عدی بعلی اور تفسیر نفی میں ہے لما کان الشھید کالتوقیب جی بکلمۃ الاستعلاء کقولہ تعالیٰ کنت انت التوقیب علیہم۔ دیکھو یہ دونوں علماء صاف بتا رہے ہیں کہ اگرچہ شہادت مؤمنین کے لئے ہے تو صلہ لام ہونا چاہئے تھا مگر چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر رقیب و نگہبان ہیں اسلئے علی سے متعدی کیا گیا لہذا کہنے دو کہ اسی لئے مفسرین کرام نے نگہبانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے مطلقاً علی من بعثت الیہم فرمایا لاجرم علامہ ابوالسود نے اسے اسی لئے فرمایا ترجمہ :- یعنی ہم نے بھیجا گواہ ان لوگوں پر جن کے لئے تجھے نبی بنایا گیا کہ تو ان کی حالتوں پر نگاہ رکھتا اور ان کے اعمال کا مشاہدہ کرتا ہے اور ان کی تصدیق و تکذیب و ہدایت و گمراہی کی شہادت کا حامل ہے اور قیامت کے دن تو اس شہادت کو ادا فرمائے گا بحمدہ تعالیٰ یہاں سے ظاہر ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید بھی ہیں اور اپنی امت پر نگہبان و رقیب بھی ہیں اور دونوں وجوہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا ظاہر و باہر واللہ الحمد اسی لئے تفسیر کبیر میں فرمایا ثالثھا أنه مشاہد فی الدنیا باحوال الآخرۃ من الجنۃ والنار والصراط والمیزان وشاہد فی الآخرۃ باحوال الدنیا من الطاعۃ والمعصیۃ والصلاح والفساد یعنی قیمری توجیہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آخرت کے احوال پر یعنی (جنت و دوزخ و صراط و میزان) حاضر ہیں اور آخرت میں دنیا کے احوال طاعت و معصیت و صلاح و فساد پر حاضر ہیں۔ دیکھو کیسی صریح عبارتیں ہیں کہ سرکار حاضر و ناظر ہیں یہیں سے ظاہر کہ جسے تم اپنی دلیل سمجھے تھے وہ تو ہماری دلیل ہے وللہ المنۃ اب بتائے جن نصوص سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا اثبات ہوا انہیں اس کی نفی کی دلیل بنانا خصم کا مال مہتھیا نا ہے نہیں تو پھر اور کیا ہے۔ پھر اسی کے سرخیانت کا الزام چوری اور سینہ زدوری ہی تو ہے۔ کہنے کو تو کہہ دیا مگر یہ نہ چلا کہ یہ الزام کسے کسے لپیٹے گا اور سنو علامہ طاہر فتنی مجموع بجاد الانوار میں انا قرطکم فانا شھید کی توجیہ میں فرماتے ہیں۔ ای ا شھد علیکم بأعمالکم فکانی باق معکم یعنی میں تمہارے اعمال کی گواہی دوں گا تو میں تمہارے ساتھ باقی ہوں۔ نیز اسی میں ہے۔ میں ان شہیدوں کے لئے لک گواہی دوں گا یعنی ان کی شفاعت کروں گا اور گواہی دوں گا کہ انہوں نے اپنی جانیں اللہ کے لئے دیں مطلب یہ ہے کہ میں ان کا نگہبان ہوں کہ ان کے احوال پر نظر رکھتا ہوں اور انہیں معاصی سے بچاتا ہوں۔ نیز اسی میں ہے۔ والشاہد من أسماء صلی اللہ علیہ وسلم لأنه یشہد للأنبیاء بالتبلیغ ویشہد علی أمتہ ویرکیہم ا وھو بمعنی الشاہد للحال

کأنہ الناظر الیہا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شاہد ہے اس لئے کہ وہ قیامت انبیاء کے لئے تبلیغ کی گواہی دیں گے اور اپنی امت کے لئے گواہی دیں گے اور انہیں عدل (صارح شہادت) فرمائیں گے یا اس معنی کو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ دیکھو کیسا صاف ارشاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔ بلو کس کس کا عقیدہ غلط بتاؤ گے اور اگر یہ خیانت ہے تو بلو کس کے خائن بتاؤ گے اور سنو علامہ اسمعیل حقوی تفسیر روح البیان میں ویکون الرسول علیکم شھیداً کے تحت فرماتے ہیں۔ ومعنی شھادۃ الرسول علیکم اطلاعه علی سرقبۃ کل متدین بدینہ وحقیقتہ الیٰھو علیہا منینہ وحجابہ الذی ہو محجوب عن کمال دینہ فھو یعرف ذنوبہم وحقیقۃ ایمانہم وأعمالہم وحسناتہم وسیئاتہم واخلاصہم ونفاقہم وغیر ذلک بنور الحق۔ شاہ عبدالعزیز صاحب فتح العزیز میں بعینہ یہی فرما رہے ہیں ترجمہ یعنی قیامت میں تمہارے رسول پر گواہ ہوں گے اسلئے کہ وہ مطلع ہیں اور نبوت سے اپنے دین سے ہر متدین کے رتبہ پر کہ وہ میرے دین میں کس درجہ پر پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیلئے اور وہ حجاب جن کی بدولت وہ تمہاری سے محجوب رہا کیلئے تو وہ جانتے ہیں تمہارے گناہوں کو اور تمہارے درجات ایمان کو اور تمہارے اچھے برے اعمال کو اور تمہارے اخلاص و نفاق کو لہذا ان کی شہادت امت کے حق میں دنیا و آخرت میں بحکم شرع مقبول و واجب العمل ہے۔ اب بتاؤ شاہ صاحب کے عقیدہ دیانت کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ بحمدہ تعالیٰ عبادات علماء کرام سے مسئلہ خوب روشن ہو گیا اور اذ انجا کہ کسی عبادت میں خلافت کی حکایت نہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ علماء کے درمیان اجتماعی ہے ہم نے جو عبارتیں لکھیں وہ معترفین کی عبارتوں کے علاوہ ہیں۔ بحمدہ تعالیٰ ہم نے ثابت کیا کہ وہ تمام عبارتیں ہمارے مدعی کی واضح دلیل ہیں۔ ناظرین کرام دیکھیں کہ معترفین ایسے مسئلہ میں خلاف کرتا ہے اور بے گناہ پر خیانت اور جہور کے عقیدہ کی مخالفت کا الزام دھرتا ہے اور خود ہی فیصلہ کر لیں کہ یہ الزام کس کے سر ہے رہی یہ بات کہ یہ مسئلہ اجتماعی ہے اگر اس میں اب بھی معترفین کو شک باقی ہے تو شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کی یہ شہادت بھی سننا چلے۔ وہ اقرب السبل میں فرماتے ہیں۔ وباچندین اختلافات و کثرت مذاہب کہ در علماء امت است یک کس دریں مسئلہ خلافت نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی است و بر اعمال امت حاضر و ناظر و مطالبان حقیقت را و متوجہاں آنحضرت را مفیض و مربی است۔ اب آنکھوں کی پٹی اتار کر بغور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھو کہ یہ شیخ محقق کیسا صاف تحریر فرما رہے ہیں کہ اس میں کسی کو خلافت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیات حقیقی کے ساتھ جن میں نہ مجاز کا شائبہ نہ تاویل کا وہم دائم و باقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں کہ ان کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور طالبان حقیقت اور متوجہان درگاہ کیلئے فیض رساں و مربی ہیں۔ مگر تم سے بعید

نہیں کہ تم یہ سب دیکھ کر بھی اندر سے ہو جاؤ کہ آخر تمہارا امام الطائیفہ تقویت الایمان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ جھوٹ دھر چکا یعنی میں بھی ایک دن مرکز میں ملنے والا ہوں" مثلاً خیانت اسے کہتے ہیں کہ احادیث و ارشادات علماء و کرام مضم کر کے یہ کہا اور اسے جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اچھا اگر حاضر و ناظر تمہاری چڑھے تو یہی تمہاری ہی منقولہ عبادت اخیرہ میں یہ فقرہ وارد ہے وقیل شہاد علی الخلق اور کہا گیا کہ خلق پر حاضر ہیں۔ اس فقرہ کے بارے میں کچھ اور ہیں۔ دل اعداد و کثر ضائیک کی دہن؟ اک ذرا اور چھڑکتا ہے خامہ تیرا۔ سگ رضا انہیں سے الکتاب فیض کر کے کہتا ہے۔ اَوَّلًا۔ فقرہ جناب کے نزدیک لائق استناد ہے کہ نہیں ثانیاً مستند ہے تو سبحان اللہ چشم مارو شن و دل ماشاد اور مستند نہیں ہے تو کیوں جبکہ آپ یہ تمام عباریں اس دعویٰ پر لائے ہیں کہ آیت میں مشاہد یعنی گواہ وارد ہے ہاں یہ اور بات ہے کہ اپنی لیاقت علی سے جناب نے گواہ کو حاضر کے منافی سمجھ لیا اور آیہ تین ظاہر کا جملہ اس معنی پر کر دیا مثلاً مستند ہونے کی تقدیر پر یہ بتاتے چلو کہ مخلوق پر سرکار کے شاہد ہونے کے کیا معنی ہیں درالبعاء حاضر تو چڑھے تو لا محالہ گواہ کہو گے اور مخلوق پر گواہ ہونے کے کیا معنی ہیں کہ سرکار گواہ ہیں کہ ہر شے سرکار کی رسالت کا اقرار کرتی ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت اور گواہ میں حضور اصل اور اصل سے بے دلیل عدد و نوازا اب مخلوق پر گواہ ماننے سے لا محالہ حاضر علی الخلق ماننا لازم۔ اب بتائیے کہ جس سے بھاگے وہیں پلٹے کہ نہیں۔ اسی کو کہتے ہیں القواد علی ما منہ الفرد و للہ الحمد والمنة علی اتمام الحجۃ و المال النعمۃ۔ خامساً عجیب نہیں کہ اصل سے عدول کر جائیں اور یوں منہ کھولیں کہ حضور کوئی ضروری نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ سرکار و درہی سے سن لیں یا اللہ تعالیٰ کے بتانے سے آپ شاہد ہوں۔ میں کہوں گا کہ درہی سے سن لینے کی ٹھہرائے تو وہ دیکھو سر پر تقویت الایمانی شرک سوار ہوتا ہے جو بعض لوگ اگلے بزرگوں کو پکارتے ہیں اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت روا کرے پھر یوں سمجھتے ہیں کہ ہم نے کچھ شرک نہیں کیا اس واسطے کہ ان سے کوئی حاجت نہیں مانگی بلکہ دعا کر دالی ہے سو یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ گواہ مانگنے کی راہ شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کو ایسا سمجھا کہ دور سے نزدیک سے برابر سن لیتے ہیں جی ان کو اس طرح سے پکارا "اور حضور کی نفی جب بھی نہ ہوگی کہ دور سے سننے کے لئے لامحالہ روح کا اتصال ضروری اور یہی ہمارا دعویٰ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نورانیت اور روحانیت سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں وہی دوسری شق یعنی اعلام الہی سے شاہد ہونا اقول حاضر کر دینا بھی تو اعلام الہی کی ایک شکل ہے تو اعلام الہی کو اس حضور کے ماسوا میں حصر کرنا کیا معنی حالانکہ شاہد ہونے کے لئے حاضر ہونا اصل ہے

سادساً کوئی دور نہیں کہ کہہ بیٹھو کہ یہ قول ہمارا مستند کیوں ہو کر اسے (قبیل) سے تعبیر کیا گیا ہے اور جس قول کو قبیل سے تعبیر کیا جائے وہ ضعیف ہوتا ہے اقول۔ یہ کوئی کلیہ نہیں کہ جس قول کو قبیل سے تعبیر کیا جائے وہ ضعیف ہی ہو بعض مرتبہ عدم شہرت کی بنا پر قبیل کہہ دیتے ہیں حالانکہ قول ضعیف نہیں ہوتا جلالین آیت کریمہ مَنْ کان یظن ان لن ینصرہ اللہ فلیمد دبیب الی السماء ثم لیقطع الایۃ کے معنی یہ بتائے کہ جس کا یہ گمان ہو کہ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد ہرگز نہ فرمائے گا تو وہ اپنے گھر کی چھت میں رسی ٹٹکائے اور اسے اپنی گردن میں باندھ کر خود کو پھانسی دے لے اس پر صادی نے فرمایا ترجمہ: یعنی پہلا طریقہ آیت کی تفسیر میں مشہور ہے اسی لئے مفسر اسی پر چلے اور کہا گیا ہے کہ جسے گمان ہو کہ اللہ ہرگز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ فرمائے گا تو کوئی تدبیر کرے کہ آسمان تک پہنچ جائے پھر ان سے نصرت کو بند کر دے اور دیکھ لے کیا اس کی تدبیر اس کے غلط کو دور کر دے گی۔ کسی عاقل کے نزدیک یہ تفسیر ضعیف نہیں بلکہ بہت مناسب ہے اسی لئے علامہ صادی نے صرف یہی اشارہ کیا کہ یہ معنی مشہور نہیں ہیں اور اسے ضعیف نہیں بتایا اور کبھی قول احسن کو بھی قبیل سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ اکی صادی میں ہے۔ قوله (زائدۃ) الحاصل ان من الاولی ابتداءً والثانیۃ فیہا ثلثۃ اوجہ قیل زائدۃ وقیل ابتداءً وقیل تبعیضیۃ وهو الاحسن۔ دیکھو یہاں اقوال مختلفہ کو قبیل سے تعبیر کیا اور قول آخر کو احسن بتایا جس سے صاف ظاہر کہ اس کا مقابل قول ضعیف نہیں اس لئے کہ احسن کا مقابل حسن ہوتا ہے نہ کہ ضعیف۔ معلوم ہوا کہ یہ کلیہ نہیں کہ جس قول کو قبیل سے تعبیر کیا جائے وہ ضعیف ہو۔ تو محض بلا دلیل قبیل سے تمسک کر کے اس قول کو ضعیف نہیں کہا جاسکتا۔ اور وہ کیوں کہ ضعیف ہو گا جب کہ اجلہ علماء فرما رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نورانیت سے ہر شے میں جلوہ گر اور اپنی روحانیت مقدسہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ علامہ صادی و سراج صنیوہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ یحتمل ان المراد بالسراج الشمس وهو ظاہر و یحتمل ان المراد بلہ المصباح و حیث ینذ یقال انما مشبہ بالسراج ولہ شبہ بالشمس مع ان نورھا اتم لان السراج یسھل اقتباس الانوار منہ و هو صلی اللہ علیہ وسلم یقبس منہ الانوار المحیۃ والمعنویۃ۔ یعنی احتمال ہے کہ سراج سے مراد آفتاب ہو اور یہ ظاہر ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد چراغ ہو۔ اس وقت یہ کہا جائے گا کہ سراج سے تشبیہ دی اور آفتاب سے نہ دی حالانکہ اس کا نور اتم ہے اس لئے کہ چراغ سے انوار لینا آسان ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انوار حسی و معنوی لئے جاتے ہیں، علامہ علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں۔ ترجمہ:۔ یعنی چمکتا آفتاب اس میں یہ عظیم تنبیہ ہے کہ سورج انوار حسیہ میں سب سے بلند ہے اور تمام اس سے مستفیض ہیں اسی طرح نبی علیہ السلام سب انوار معنویہ سے افضل

میں اور باقی انہی مستفید ہیں اس وجہ سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کل کا واسطہ اور دائرہ کائنات کے مرکز ہونے کا حکم رکھتے ہیں جیسا کہ حدیث اول ما خلق اللہ نوری (اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا) سے مستفاد ہے۔ شفاء و مطالع المسرات میں کعب اجاد و سعید بن جبیر و سہل بن عبد اللہ تسری سے مروی کہ مثل نورہ الخ میں نور سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں واللفظ للمطالع قال کعب و ابن جبیر و سہل بن عبد اللہ المراد بالنور النانی ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقوله تعالیٰ مثل نورہ اسی نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم و حقیقۃ النور ہوا ظاہر بنفسہ المظہر لغيرہ۔ یعنی اللہ کے قول مثل نورہ کا معنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی مثال الخ اور نور کی حقیقت یہ ہے کہ خود ظاہر ہو اور دوسرے کو ظاہر کرے۔ اسی مطالع المسرات میں ہے ترجمہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہی سے تمام انوار خواہ آپ کی صورت ظاہری سے سابق ہوں یا اس سے لاحق ہوں لئے گئے بغیر مانع و بے حجاب و بے کلفت اور جتنا چاہیں نور اقتباس کیا جائے گا تاہم ناپید نہ ہوگی بلکہ وہ ہر سابق و لاحق میں وہ فضل کے چراغ ہیں تو ہر ضیاء ان کی ضیاء سے صادر ہوتی ہے۔ نیز شرح شفاء ملا علی قاری میں ہے وقد انکشف به الحقایق الالہیۃ والاسرار الاحدیۃ والامتار الصمدیۃ و بہ اشرفت الکائنات و خرجت عن حیلز الظلمات۔ یعنی حضور کے دم سے حقایق الہیہ و اسرار ربانیہ درموز صمدانیہ ظاہر ہوئے اور انہیں کے نور سے کائنات روشن ہوئی اور عدم کی ظلمتوں سے نکلی۔ ناظرین کرام دیکھیں کہ یہ عبارات علماء کرام صاف صاف کہہ رہی ہیں کہ کائنات کا ذرہ ذرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گاہ ہے۔ اسی لئے علماء نے فرمایا کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرے ذرے میں ساری وجہی ہے اور اس کی ادنیٰ مثال محوسات میں آفتاب ہے کہ وہ تمام اجرام نیرہ میں اعلیٰ ہے اور چاند ستارے سب اس سے روشن ہوتے ہیں سب میں اسی کا نور جاری ہے اور اسی کی روشنی متعدد جگہ یک وقت حاضر ہو جاتی ہے۔ پھر اس ذات مقدسہ کے حاضر و ناظر ہونے میں کے شک ہو سکتا ہے جس کے نور معنوی سے نہ صرف سورج بلکہ کائنات ظاہر ہوئی کیا ان بصیرت کے اندھوں کے نزدیک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج سے بھی کم ہیں یا سورج ان کے نزدیک خدا ہے۔ والعیاذ باللہ العلی العظیم بھلا جس کے نور سے کائنات پیدا ہوا اور جس کا نور سارے جہاں میں جلوہ گر ہوا ہے روح کائنات کے سوا اور کیا کہا جائے اسی لئے تو اس کے اسماء طیبہ میں روح الحق وارد ہوا۔ اس پر امام علام محمد بن مہدی بن احمد بن علی بن یوسف فاسی کا کلام سننے کے قابل ہے۔ و درودہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو انسان عین الارواح و ابوہا و اس وجودہا و اول صادر عن اللہ عز وجل و ایضا ہو صلی اللہ علیہ وسلم روح اللہ الموضوع فی الوجود الذی بوبہ قوامہ و

تباۃ و ولولہ لا ضمحیل و ذہب۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح تمام رگوں کی آنکھ کی پتلی اور ان کی اصل اور ان کے وجود کی بنیاد اور اللہ کی پہلی مخلوق ہے اور نیز حضور علیہ السلام اللہ کی روح ہیں جو وجود میں وضع کی گئی ہے جس سے اس کی بقا ہے اگر حضور نہ ہوں تو عالم فنا ہو جائے۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

بھلا جب وہ کائنات کی روح بکھرے اور قالب کی زندگی کے لئے روح کائنات میں حاضر ہونا ضروری تو لامحالہ وہ ضرور حاضر و ناظر ہیں بلکہ افراد ممکنات میں ان کی حقیقت جاری و ساری ہے جیسا کہ عنقریب شیخ محقق کی شہادت اس پر گزریگی تو اب کوئی پاگل ہی کہے گا کہ مرے جسم میں میری جان نہیں۔ علماء کرام شارع علیہ السلام کے امین ہیں۔ میزان شعرانی میں ہے۔ العلماء أمانة الشارع و پر ظاہر کہ ان ارشادات میں رائے کو دخل نہیں تو لأجوم یہ ارشادات اقوال صحابہ کا مفاد ہوئے۔ اور اصول حدیث میں مقرر ہوا کہ صحابی کا وہ قول جس میں رائے کو دخل نہ ہو وہ حدیث مرفوعہ (حدیث رسول) کے حکم میں ہے۔ اب ایک صحابی جلیل کی تصریح بھی سنئے چلے۔ حضرت عباس بن عبد المطلب عم رسول اللہ علیہ السلام نے حضور کی مدح میں آپ کے سامنے یہ اشعار پڑھے۔

من قبلها طبت في الظلال
ثم هبطت البلاد لا بشر
بل نطفة تركب لشفين وقد
تنقل من صالب إلى رحم
وأنت لما ولدت أشرق
فحن في ذلك الضياء
و فی مستودع حیث یخفف الورق
أنت ولا مضغة ولا علق
ألم نسراً وأهله الخرق
إذا مضى عالم بد طبق
الأمراض و نادت بنور الأفق
و فی النور و فی سبل الرشاد نخترق

یعنی حضور آپ دنیا سے پہلے جنت کے سایوں میں اور صلب آدم میں طیب و طاہر تھے۔ پھر حضور دنیا میں آئے۔ اس وقت حضور نہ بشر تھے نہ مضغہ گوشت نہ جابو اغون بلکہ صلب نور علیہ السلام میں نطفہ تھے جو کشتی میں ان کے ساتھ سوار ہوا جبکہ نسر صنم اور اس کے بچاؤں کو طوفان نے گھیر لیا تھا۔ حضور آپ منتقل ہوتے رہے صلب سے رحم میں۔ جب ایک نسل گذری تو ظاہر ہوئی اور جب آپ پیدا ہوئے زمین آپ کے نور سے جگمگا اٹھی اور آسمان منور ہو گئے۔ تو ہم اسی ضیاء اور اسی نور اور شد و ہدایت کے رستے میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ ارشاد و وجہ سے حدیث مرفوعہ کا حکم رکھتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اس میں رائے کو دخل نہیں اور صحابی کا ایسا قول حدیث مرفوعہ کے حکم میں ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ اشعار حضور کے سامنے حضور کی اجازت سے پڑھے گئے۔ شرح شفاء میں ہے ترجمہ یعنی حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان شعروں کو ابو بکر شافعی اور طبرانی نے روایت کیا۔ خزیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی۔ تو میں ان کے حضور میں آیا جب حضور علیہ السلام بتوک سے واپس تشریف لائے تھے۔ میں اسلام لایا اور میں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کہتے سنایا رسول اللہ میں حضور کی مدح سرائی کی اجازت چاہتا ہوں حضور نے فرمایا کہو اللہ تمہارے منہ کو سلامت رکھے۔ معلوم ہوا کہ یہ اشعار حضور علیہ السلام کے سامنے پڑھے گئے اور جو قول و فعل حضور کے عہد مبارک میں ہو پھر حضور اسے مقرر رکھیں وہ محدثین کے نزدیک حضور علیہ السلام کی حدیث قرار پاتا ہے کما ستر حواہ فی اصول الحدیث تو لا جرم یہ ارشاد عباسی حدیث نبوی ہوا جس سے صاف معلوم ہوا کہ وہی نور دنیا سے پہلے جنت میں تھا پھر اسی نور کا لمحہ اپنے آباؤ کرام و اہمات عظام کے اصحاب و ارحام میں چمکا اور اسی نور کے جلوں نے آسمان و زمین کو جگمگایا مجھہ تعلل اب تو حضور علیہ السلام کی حدیث تقریری سے ثابت ہو گیا کہ سرکار اپنی روحانیت سے حاضر و ناظر اور اپنی نورانیت سے ہر شے میں جلوہ گر ہیں۔ تم تو امام احمد رضا کو خیانت کا الزام دیتے تھے اب بتاؤ یہ دریدہ دہنی کہاں تک پہنچی۔ مگر کوئی عجب نہیں کہ تمہارے امام کا شرک بھی تمہارے الزام کی طرح خدا و رسول کو بھی چھوڑنا چنانچہ ہم اس کی مثالیں دے چکے اچھی آپ کہاں ہیں۔ حضور کی روحانیت مقدسہ تو اس مقام کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہے جسے شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اور دیگر ائمہ اعلام مرتبہ جمع و فرق سے تعبیر کرتے ہیں۔ شیخ محقق مدارج النبوة میں فرمایا۔ "والشرح صدر مقایست عالی کہ تمام و کمال جز و ذات بابرکات آنحضرت سید السادات علیہ افضل الصلوٰت و اکمل التحیات وجود و ثبوت ندارد و کمال اولیاء و انیز از ارباب تمکین بقدر ادراک بہ شرف متابعت دے نصیبہ ازاں حاصل است و از اینجا گفتہ اند کہ الصوفی کائناتیں جائیں نہ از فرق در جمیع ایشاں خللے چنانکہ عجباً با نرا باشد و نہ جمیع را بر حق غلبہ چنانکہ مجذوبان را بوداہ یعنی شرح صدر وہ مقام عالی ہے کہ یہ تمام و کمال حضور ہی کی ذات میں موجود ہے اور اولیاء کاملین ارباب تمکین کو بھی حضور کے شرف پیری سے اس مرتبہ سے بہرہ حاصل ہے اسی لئے علمائے کبار نے کہلے کہ صوفی شامل بہ خلق و اصل بہ خالق ہوتا ہے نہ ان کے شمول سے ان کے وصول میں خلل ہو جیسا کہ مخدوموں کے لئے ہوتا ہے نہ وصول کو شمول پر غلبہ جیسا کہ مجذوبوں کے لئے ہوتا ہے۔ دیکھو کیسا صاف ارشاد کہ سرکار بوجہ اتم و اکمل بارگاہ الہی میں حضور سے موصوف ہیں اور حضور کی روح پاک مخلوق میں بھی حاضر ہے۔ ہم اس قول کی تائید میں شفا سے حدیث ذکر کریں و عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانت روحہ نوراً بین یدے اللہ تعالیٰ قبل ان یخلق آدم بالفی عام یسبح خلقت النور و تسبح الملائکۃ بتسبیحہ۔ الخ یعنی حضرت ابن عباس سے مروی کہ حضور علیہ السلام کی روح اللہ کے حضرت قربت میں نور تھی آدم کی پیدائش سے دہزار سال پہلے یہ نور تسبیح کرتا اور ملائکہ اس کیساتھ تسبیح کرتے اسی لئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ۹۰ امام حضرة اللہ کہا گیا۔ عارف جزولی نے دلائل الخیرات میں فرمایا و امام حضور تک یعنی درود بھیج اے اللہ اپنی بارگاہ کے امام پر۔ اس پر علامہ فاسی مطالع المسرات میں فرماتے ہیں (وامام حضرت تک) الذی

هو المقتدی بہ و المتسلک بہ باسبابہ فی الوصول والی محل قربک و مشاہدتک والحضرة ما خوذہ من الحضور والاضافۃ علی معنی فی کا امام المسجد الخ یعنی جو تیرے محل قرب و شاہدہ تک پہنچنے کے لئے مقتدا ہیں اور جن کا دامن پکڑا جاتا ہے اور حضرت ماخوذ ہے حضور سے اور افتاء بمعنی "فی ہے" جیسے امام المسجد میں نیز علامہ نسفی فرماتے ہیں و سراجاً و حجة ظاهرة لحضرتنا۔ یعنی ہم نے تجھے اپنی بارگاہ کا چراغ چمکنا اور رہنما بنا کر بھیجا۔ بحمد اللہ اب تو علامہ نسفی کی ارشاد فرمائی ہوئی اس دیہ پر آیت مبارکہ سے بھی ثابت ہوا کہ وہ روح پر فطوح حاضر بارگاہ الہی ہے اور اس بارگاہ میں حاضر ہونے والوں کی امام و پیشوا ہے۔ حدیث ابن عباس میں گذر کہ حضور کی روح حضرت الہی میں نور تھی جو نور تسبیح کرتا اور ملائکہ اس کی تسبیح پر تسبیح کرتے اور ملا علی قادی کے کلام میں حدیث گذری اول ما خلق اللہ نوری اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا تو لا جرم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وجہ پر "امام حضرة اللہ" ہوئے اور قرآن اپنی جمیع وجوہ پر حجت ہے۔ توجب سرکار سب کے حق میں سراج حضرة اللہ و امام حضرة اللہ باذن اللہ تھہرے تو نور عالم ارواح کے شاہد و رقیب و مربی و نقیب ہوئے اور جب عالم ارواح کے مربی ہوئے تو بالضرورة عالم اجساد و اشباح کے بھی مربی قرار پائے۔ اسی لئے تو ان کے حق میں فرمایا گیا و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین ہم نے تمہیں سب جہانوں کی رحمت بنا کر بھیجا۔ اس معنی پر سرکار کے معجزات شاہد ہیں۔ لا جرم اسی لئے شیخ محقق جو معترض کے بھی مستند ہیں فرماتے ہیں۔ ہچنانکہ احادیث و تفسیر اب قلیل کثیر آمدہ و تفسیر طوم لیسیر نیز کثیر است دایں ہر د اثر تربیت و ولی یعنی آں سید کائنات است کہ ہچنانکہ بحسب روحانیت مربی و مکمل قلوب و ارواح است در عالم جسمانی نیز پرورندہ و خورش دہندہ ابدان و اشباح است اہ مدارج النبوة۔ یعنی جس طرح کہ تھوڑے سے پانی کی افزائش کے بارے میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں اسی طرح تھوڑے کھانے کو بڑھانے کی حدیثیں بہت ہیں اور یہ دونوں اُس سید کائنات کی تربیت کا اثر ہیں کہ جو روحانیت کے اعتبار سے قلوب و ارواح کے مربی ہیں اور عالم جسمانیت میں اجساد و اشباح کے پالنے پڑھانے والے بھی ہیں۔ اور جو عالم ارواح و اشباح کا مربی ہو بھلا وہ شاہد علی الخلق کیوں نہ ہوگا۔ کہئے اب بھی اس قول کے ضعف پر جھجے گا اور جب شاہد اے اور سراجاً منیراً اے بحمد اللہ سرکار عالی مدار علیہ التمجید و الشناء کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہو لیا تو اب بتائیے کہ خدا کو معاذ اللہ کیا کیا الزام نہ دیجئے گا، نے فردعت محکم آمد نے اصول شرم بادت از خدا و از رسول۔ اچھی یہ تو کہو کہ محمود حسن دیوبندی کو کیا کہو گے جو گنگوہی کے بارے میں کہہ گئے ع خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلایق کے۔ حدیث میں آیا ان اللہ لیؤید هذا الدین بالو جل الفاجر۔ اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید فاجر مرد سے بھی فرماتا ہے۔ یہ مرے سرکار ابد قرار علی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ جسے تم شرک کہتے ہو

تمہارے اکابر کے منہ سے اپنوں کے حق میں وہی کہلو اسکے ظاہر فرمادیا کہ حق وہی ہے جسے یہ چھپا رہے ہیں اور باطل وہی ہے جسے یہ گارہے ہیں بلکہ خود تم سے شاہد اعلیٰ الخلق لکھو الیاء۔ اب تم اپنے ہی لکھے کو رد کر کے اپنے آپ کو جھٹلاؤ تو جھٹلاؤ۔ کذلک العذاب والعذاب الاخرة اکبر لو کا فواہی علمون۔ اب ہم سرکار کے حاضر بارگاہ ہونے پر میزان کی حقیقت کے جاری و ساری ہونے پر میزان و مدارج النبوة اشقة اللغات کی عبادتیں مزید وضاحت کے لئے لکھیں و بہ التوفیق۔ میزان میں سیدی علی خواص سے انادہ فرمایا کہ التقیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا حکم اس لئے ہوا کہ غافل کو اللہ متنبہ فرمادے کہ ان کا نبی حضرت الہی میں حاضر ہے وہ حضرت الہیہ سے کبھی جدا نہیں ہوتا تو وہ بالمشافہ اسے سلام سے مخاطب کریں میزان کی عبارت یہ ہے۔ و سمعت سیدی علیا الخواص رحمہ اللہ تعالیٰ یقول انما امر الشارح المصلی بالصلاة والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیسبہ الغافلین علی شہود بدینہم فی تلك الحضور فانہ لا یفارق حضور اللہ تعالیٰ ابداً فیحاطبونه بالسلام مشافہۃ اھ مدارج النبوة میں فرمایا و در بعضی کلام بعضی عرفا واقع شدہ کہ خطاب از مصلی بل حظ روح مقدس و سریان دے در ذراری موجودات خصوصاً در ارواح مصلین است و بالجملہ دریں حالت از شہود وجود و حضور انداختہ غافل و ذاہل نہ باید بود بامید درود فیوض از روح پر فتوح دے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اھ اشقة اللغات میں قدرے تفصیل کے ساتھ فرمایا۔ و نیز آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومنان و قرۃ العین عابدان است در جمیع احوال و اوقات خصوصاً در حالت عبادت و آخر ان کہ وجود نورانیت و انکشاف دریں احوال بیشتر و قوی تر است و بعضی از عرفا و گفتہ اند کہ این خطاب بجهت مریان حقیقت محمدیہ است در ذراری موجودات و افراد ملکات پس آنحضرت در ذوات مصلیان موجود و حاضر است پس مصلی را باید کہ ازین معنی آگاہ باشد و ازین شہود غافل نہ بود تا بالوارق و امراد معرفت متور و قائم گردد اھ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مومنوں کے نصب العین اور عابدوں کے قرۃ العین ہیں تمام احوال و اوقات خصوصاً حالت نماز میں اور اس کے آخر میں کہ نورانیت و انکشاف ان احوال میں بیشتر و قوی تر ہوتے ہیں اور بعض عرفا نے کہا ہے کہ یہ خطاب یعنی (السلام علیک الخ) حقیقت محمدیہ کے ذرات موجودات و افراد ملکات میں ساری ہونے کی وجہ سے ہے و حضور صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کی ذات میں حاضر ہیں تو مصلی کو چاہئے کہ اس معنی سے آگاہ رہے اور اس کے شاہدے سے کبھی غافل نہ ہوتا کہ امراد قرب و انوار معرفت سے متور و قائم ہو۔ نیز شیخ محقق نے تحصیل البرکات میں یہی مضمون انادہ فرمایا ہے، قلیر اجمع۔ یہی وجہ ہے کہ در مختار و عالمگیری و مرقی الفلاح میں فرمایا کہ ضروری ہے کہ نمازی الفاظ تشہد سے ان کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ کو تحیت کر رہا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کر رہا ہے اور خود پر اور

اولیاء پر سلام بھیج رہا ہے ترجمہ! یعنی الفاظ تشہد سے ان کے معانی کا قصد کرے کہ بطور انشاء وہی اس کی مراد ہوں گویا کہ وہ اللہ کو تحیت کر رہا ہے اور اپنے نبی پر اور خود پر اور اولیاء اللہ پر سلام بھیج رہا ہے نہ کہ اس کی خبر دینے کا قصد کرے (یعنی اس واقعہ کی خبر و حکایت کا قصد نہ کرے جو معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ سبحنہ و تعالیٰ اور ملائکہ کی طرف سے واقع ہوا رد المحتار) اسے ذکر کیا مجتبیٰ میں اور ظاہر اس کا یہ ہے (علینا) کی ضمیر حاضرین کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کے سلام کی دعا نہیں ہے اھ ترجمہ در مختار۔ نیز مسلک متوسط علامہ رحمۃ اللہ سندھی و منسک متعسط ملا علی قاری میں ہے ترجمہ! یعنی زائر مدینہ پاک میں داخل ہونے کے وقت سے روضہ پاک میں پہنچنے تک اپنے ظاہر و باطن سے متواضع رہے اور اس شہر کی حرمت کی تعظیم کرے اور اس میں جلوہ گر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و ہیبت سے مملو ہو اور ان کی عظمت کا لحاظ رکھے گویا کہ وہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اسے مقام مراقبہ و مرتبہ مشاہدہ میں دیکھ رہے ہیں نیز اسی میں ہے (متمثلاً صورۃ الکریمۃ فی خیالک مستشعراً بأنہ علیہ الصلاۃ والسلام عالم بحضورک و قیامک و سلامک) ائی بل بجمیع افعالک و احوالک و مقامک و ارتحالک و کأنہ حاضر جالس بازاہک یعنی اے زائر حضور کی بارگاہ میں یوں کھڑا ہو کہ ان کی صورت کو میرے خیال میں جی ہو اور تو یہ سمجھ رہا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیری حاضری اور تیرے سلام و قیام کو دیکھ رہے ہیں سن رہے ہیں بلکہ وہ تیرے تمام افعال و احوال و اقامت و رحلت کو دیکھ رہے ہیں اور وہ تیرے سامنے جلوہ افروز ہیں۔ ہم نے عالم کا ترجمہ دیکھ رہے ہیں کیا اسلئے کہ علم یہاں علم شاہدہ ہے اور اس پر قرینہ فقرۃ سابقہ ہے کأنہ یواہ گویا کہ وہ اسے دیکھ رہے ہیں اور کأنہ حاضر الخ ہے کمالاً یحیی اب کلام اس طرف منجر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت بیداری میں جائز ہے کہ نہیں فاقول ہاں بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت بسطرح خواب میں ہوتی ہے اسی طرح بیداری میں ممکن بلکہ واقع ہے اور علماء کی ایک جماعت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جلگئے میں دیکھنا اور بعض مشکلات کے بارے میں ان سے سوال اور ان کی کشور کے طریقہ دریافت کرنا اور احادیث کی تصحیح کرنا ثابت ہے۔ بلکہ عرفا کی ایک جماعت تو فرماتی ہے کہ اگر ایک لمحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت ہم سے محو ہو جائے ہم اپنے کو مسلمانوں میں گنیں۔ المتفقہ علامہ فضل رسول میں شرح منظومہ بحرے نقل کیا ترجمہ! یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت بیداری میں بالاتفاق ممکن ہے اور واقع ہے۔ اسلئے کہ ابن ابی جرہ نے ایک جماعت سے ذکر کیا کہ انہوں نے اسی پر عمول کیا ہے اس روایت کو کہ جئے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے بیداری میں دیکھ گیا اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا پھر جاگئے میں دیکھا اور انہوں نے بعض اشیاء سے اپنی تنویر کے بارے میں حضور سے عرض کیا تو حضور نے انہیں ان کی کشور کے طریقہ بتائے تو دیکھا ہی

نہ کم نہ زیادہ۔ شارح بھرنے کہا کہ اس امر کا منکر اگر کرامات اولیاء کو جملانے والا ہے تو اس سے بحث نہیں اسلئے کہ وہ اسے جملاتا ہے جسے سنت نے ثابت فرمایا اور اگر کرامات اولیاء کو ماننا ہے تو یہ روایت بھی اسی سے ہے۔ اس لئے کہ ان کے لئے خلاف عادت عالم علوی و سفلی میں بہت سی اشیاء سے پردہ اٹھایا جاتا ہے۔ مدارج النبوة میں شیخ محقق نے من ذانی فی المنام فیسرا نے فی البقعة کی توجہات میں ایک توجہ یہ بھی ذکر کی ہے کہ ممکن ہے کہ یہ بشارت بعض مقربان درگاہ و سالکان راہ کے لئے ہو جو گاہ و بیگاہ نعمت دیدار سے مشرف ہوتے ہیں حالت یہ ہو جاتی ہے کہ جاگتے ہیں بھی اس سعادت سے بھی بہرہ مند ہوتے ہیں و هذا الفتہ "و تواتر کہ این بشارت باشد بعضی مستعدان و مقربان در گاہ و سالکان راہ و بیگاہ باین نعمت مشرف شدہ اند حال بجائے رسد کہ در لقطہ نیر باین سعادت مشرف شوند پھر آخر میں اس بحث کا ذکر آیا یہ روایت عینیت حسن و غلبہ حال و بخودی میں ہوتی ہے اور دیکھنے والے اس کو بیداری لگان کرتے ہیں (یا حقیقہ بیداری میں ہوتی ہے) تصدیق فرماتے ہوئے فرمایا وبالجملة دیدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد از موت مثال است چنانکہ در نوم مرئی می شود در لقطہ نیر می نماید و آن شخص شریف کہ در مدینہ در قبر آسودہ می است ہماں متمثل می گردد در یک آن متصور بصورت متعددہ عوام را در مقام و خواص را در لقطہ النور یعنی بالجملة حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار بعد وصال مثال ہے جس طرح سوتے میں نظر آتی ہے جاگتے میں بھی جلوہ فرما ہوتی ہے اور وہ شخص شریف جو مدینے میں قبر میں زندہ و آسودہ ہے وہی ایک آن میں متعدد صورتوں کے ساتھ متمثل ہو جاتا ہے عوام کے لئے سوتے میں اور خواص کے لئے جاگتے میں۔ ناظرین کرام دیکھیں کہ شیخ محقق نے کتنا صاف فرمایا کہ وہ روح پاک آن واحد میں عوام و خواص سب کے لئے خواب و بیداری میں حاضر ہو جاتی ہے۔ بحمدہ تعللے شیخ نے جو معترض کے بھی مستند ہیں ہمارے حق میں فیصلہ فرمادیا۔ نیز اسی مدارج النبوة میں فرمایا "و بیایا سے از محدثین تصحیح احادیث کہ مروی است از حضرت دے نمودہ و عرض کردہ یا رسول اللہ فلاں ایس حدیث از حضرت تو روایت کردہ است پس فرمود آنحضرت نعم اولاد روایت کہ در لقطہ است بعضی مشایخ نیز ہم چنین استفادہ علوم نمودہ اند اللہ اعلم یعنی بہت سے محدثین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان احادیث کی تصحیح کی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہیں اور عرض کیا یا رسول اللہ فلاں نے آپ سے یہ حدیث روایت کی ہے تو حضور نے ہاں یا نہ فرمایا یہ سب کچھ اس روایت میں جو جاگتے ہیں انہیں نصیب ہوتی۔ بعض مشایخ نے بھی اسی طرح حضور سے علوم کا استفادہ فرمایا ہے۔ نیز میزان شراعی میں ہے۔ وقد بلغنا عن الشیخ ابی الحسن الشاذلی و تلمیذہ الشیخ ابی العباس المرسی وغیرہما انہم کانوا یقولون لو حجت عناروایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طرفۃ عین ما عدونا أنفسنا من جملة المسالین عالج۔

یعنی میں شیخ ابوالحسن شاذلی اور ان کے شاگرد شیخ ابوالعباس مرسی وغیرہما سے خبر پہنچی کہ وہ کہتے تھے کہ اگر ہم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت پبلک چھپنے بھر کو محبوب ہو جاتے ہم خود کو مسلمانوں میں نہ شمار کریں۔ دیکھو کیسی تصریح ہے کہ بعض اللہ والے انہیں ہر جگہ حاضر و ناظر دیکھتے ہیں۔ واللہ الحجة الزاہرۃ۔ اس مقام پر اگر اسماعیل دہلوی کی مراہ مستقیم کی شہادت نہ دوں تو مزہ ہی کیا۔ الفضل ماشہدت بلسہ الأعداء۔ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔ پھر سنو۔ وہ اپنے پیروں کیلئے کیا گارہی ہے۔ "بالجملة انہ اس طریق و اکابر اس فریق در ذمہ ملئکہ مدبرات الامر کہ در تدبیر امور از جانب ملاء اعلیٰ ملہم شدہ در اجر لے آن می کو شند پس احوال اس کرا براحوال ملئکہ عظام قیاس باید کرد۔ دیکھو کیسا صاف کہہ رہی ہے اور بیکدست میاں اسماعیل اور تمام دہا بیس کے منہ پر طمانچہ مار رہی ہے کہ میان تم کیسے رسول اللہ کو حاضر و ناظر نہیں مانتے جب کہ تمہارے پیروں کی یہ حالت ہے کہ وہ ملئکہ کی طرح مدبر عالم ہیں۔ ارے جب وہ مثل ملئکہ ٹھہرے اور ملئکہ اپنے امور کی تدبیر کے لئے متعدد جگہ حاضر ہو جاتے ہیں تو وہ بھی ضرور ان کی طرح حاضر ٹھہرے۔ پھر یہ کیسا دھرم ہے کہ امتی کے لئے یہ فضیلت مانو اور نبی کے لئے شرک گاد و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

فقیر عاجز مراہ مستقیم کی عبارت لکھنے کے بعد یہ قصہ ہی کر رہا تھا کہ اب معترف کی باقی خوشگاہوں کی خبر لی جائے کہ اچانک حاشیہ نور الایضاح مصنف اعز از علی مدرس دارالعلوم دیوبند کی درق گردانی کرتے ہوئے ان کی اس عبارت پر نظر پڑ گئی۔ لکھتے ہیں قولہ (حجب) فمثله صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ تمثل شمع فی حجرۃ أغلق بابھا فهو مستور عن ہو خارج الحجرۃ و لکن نورہ کما کان بل ازید و لہذا حرم نکاح ازوجہ بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا یجری احکام المیراث فیہا تحکہ لأنہما من احکام الموت اھ حاشیہ نور الایضاح صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال بعد وصال ایک شمع کی ہے جو کمرہ میں ہو اور اس کا دروازہ بند کر دیا گیا ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے مستور ہیں جو حجرہ شریفہ کے باہر ہیں لیکن ان کا نور دیا ہی ہے جیسا کہ تھا بلکہ زیادہ ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے نکاح حضور کے بعد حرام ہوا اور آپ کے مال میں میراث کے احکام جاری نہ ہوئے اسلئے کہ یہ دونوں تو احکام موت سے ہیں۔ دیکھو کیسی کہلی تصریح ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرقداور میں جسم اطہر کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کا نور دیا ہی ہے جیسا کہ تھا بلکہ زیادہ ہے۔ یہی تو ہمارا دعویٰ ہے کہ اس نور کا ظہور جیسے کل تھا ویسے آج بھی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نورانیت سے ہر شے میں جلوہ گر ہیں واللہ الحجة السامیۃ۔ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔ الفضل ماشہدت بلسہ الأعداء۔ کوئی دور نہیں کہ معترف کو یہ شبہ گزرے کہ اعزاز علی کی عبارت سے

ہمارا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے توحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ایک شخص سے دی جو حجرہ میں بند ہے توحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہر جگہ ظاہر کیوں ہوگا بلکہ وہ تو ایک حجرہ شریف میں بند ہو گیا۔ یہ شبہ معترض ہی کی عقل کے لائق و شایان اقول اولاً پر ظاہر کہ لکن دفعہ دوم و استدراک کے لئے آیت ہے چونکہ محشی کی تمثیل سے یہ دم ہوتا تھا کہ وہ نور ازہر اب مستور ہو گیا جیسا کہ حجرہ میں بند شمع کا نور پوشیدہ ہو جاتا ہے اس لئے محشی نے لکن نورہ کما کان الخ) لیکن حضور کا نور ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا بلکہ زیادہ ہے کہ اس دم کو دور کر دیا اور صاف تباریکہ کہ وہ نور ایسا نہیں کہ حجابات کشیدہ سے رک جائے۔ ثانیاً اگر یہ نہ مانو تو مستدرک بہ اور مستدرک علیہ میں فرق نہ ہوگا نیز محشی پر یہ الزام آئے گا کہ صاحب نور الايضاح نے فرمایا تھا کہ (عنبرانہ حجب عن القاصرين الخ) یعنی حضور قبر شریف میں تمام نعمتوں اور عبادتوں سے لطف اندوز ہیں مگر قاصروں کی نظر سے پوشیدہ ہیں اس قول پر محشی کی وہ تمثیل صحیح نہ ہوگی کہ جب تمہارے طور پر وہ نور حجرہ شریف میں بند ہے اور ظاہر نہیں ہے۔ تو اب قاصر نظروں کی کیا تخصیص رہی۔ ومن هنا ظہر ان التشبيه في قوله ولكن نورہ کما کان الخ في الظهور والبقاء مع الالبقاء فستقطب ما اور دہ البعض عن المعارض والله الحمد۔ ثالثاً محشی کا قول ابل ازید) اس شبہ کا کافی رد ہے کہ وہ نور جب قبر شریف میں محصور ہو گیا تو ازید کب رہا بلکہ انقص ہو گیا ہذا اخلف۔ یہ تو محشی کے مفروضے کے خلاف ہے۔ بحمدہ مالغین کے مستند کی عبادت سے استدلال تام ہوا واللہ الحجۃ القاہرۃ اب معترض صاحب کی بقیہ موثکافیوں کی خبریں واللہ المستعان وعلیہ التکلیل۔ لکھتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ فتح سورۃ مزمل سورۃ احزاب میں شاہد اور سورۃ بقرہ سورۃ نسا میں شہید کہا گیا ہے اصول تفسیر کا تقاضا ہے کہ تمام مقامات پر شاہد اور شہید کے ایسے معنی بیان کئے جائیں جو ایک دوسرے کے خلاف نہ ہوں کیوں کہ اللہ کا کلام تضاد سے پاک ہے مگر ترجمہ رضویہ میں سورۃ احزاب اور سورۃ فتح میں شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر لکھا ہے اور سورۃ بقرہ میں شہید کا ترجمہ نگہبان و گواہ لکھا ہے اقول ہم پہلے ثابت کر آئے کہ شاہد و حاضر میں منافات نہیں اور جو شاہد مانے گا وہ ضرور حاضر مانے گا اس لئے کہ شہادت میں حضور شرط ہے اور وہی اصل ہے اور اصل سے عدول بے دلیل جائز نہیں۔ نیز ہم یہ دکھا آئے کہ شہیداً میں نگہبان و گواہ معترض کی مبلغ علم تفسیر بیضادی و تفسیر نفی میں فرمایا گیا ہے اور یہ بھی گذر چکا کہ اسی طرح شاہداً میں س قیبا کی تفسیر ضروری ہے جس طرح شہیداً میں مانی گئی۔ اس پر تفسیر ابوالسود و جل کی عبادتیں گذریں۔ اب اگر یہی لیاقت علی ہے کہ حاضر و گواہ کو ایک دوسرے کے خلاف سمجھ لیا جائے تو قرآن میں تضاد کا الزام محض امام احمد رضا کے سر نہ رہے گا بلکہ نسفی و بیضادی و دیگر مفسرین کے سر بھی جائے گا۔ معترض صاحب بتائیں کہ ان مفسرین کو ام کو کیسے کیسے الزاموں سے خراج تحسین پیش کریں گے

پھر اس میں کون سی آفت ہے کہ ایک شخص شاہد بھی ہو حاضر بھی ہو نگہبان بھی ہو جبکہ شاہد و نگہبان کے لئے حضور ضروری ہے ارے صاحب آپ جیسے گستاخان رسول کے حق میں قرآن فرماتا ہے صُمُّ بکم عی الایۃ گوئے بہرے اندھے۔ کہئے یہاں بھی تضاد گائیے گا۔ آگے آپ نے آیت کریمہ ذکر ذلک جعلناکم امۃ وسطاً لتکونوا شهداء علی الناس ویكون الرسول علیکم شہیداً کا ترجمہ رضویہ لکھا ہے جو یہ ہے "ادبات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں کے گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ" پھر لکھتے ہیں "یہاں شہید کا ترجمہ نگہبان و گواہ لکھا ہے اور شہداء کا ترجمہ صرف گواہ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نگہبان کا لفظ محض اپنے نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے بڑھایا ہے۔ در نہ جب شہید کا ترجمہ گواہ ہو گیا تو پھر نگہبان کس کا ترجمہ ہے" جی ہاں بیضادی و نسفی سے بھی پوچھئے کہ آپ نے س قیبا کی تفسیر کیوں مانی ہے اور انہیں بھی یہی الزام دیجئے کہ انہوں نے ایسا محض اپنے نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے کیا ہے در نہ جب شہید کا معنی صرف گواہ ہو گیا تو رقیب و نگہبان کس کا معنی ہے۔ بلکہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز سے رونا روئے کہ حضرت آپ تو ہمارے امام الطایفہ کے بزرگوں میں ہیں۔ آپ نے ہمارے امام الطایفہ کی ایک نہ رکھی ہے آپ نے یہ کیا کہہ دیا کہ بلکہ می توان گفت کہ شہادت در اینجا بمعنی گواہی نیست بلکہ بمعنی اطلاع و نگہبانی است تا از حق بروں نہ روید چنانچہ واللہ علی کل شیء شہید و در مقولہ حضرت عیسیٰ کہ کنت علیہم شہیداً اما دمت فیہم فلما توفیتی کنت أنت المریقب علیہم وانت علی کل شیء شہید و چون این نگہبانی و اطلاع طریق تحمل شہادت است و تحمل شہادت برائے ادائے شہادت ہی باشد در احادیث این شہادت را لگو ہی روز قیامت تفسیر فرمودہ اند بیاناً حاصل المعنی لا تفسیر اللفظ یعنی کہا جاسکتا ہے کہ شہادت یہاں بمعنی گواہی نہیں بلکہ بمعنی اطلاع و نگہبانی ہے تاکہ راہ حق سے باہر نہ جاؤ جیسا کہ واللہ علی کل شیء شہید (اللہ ہر شے پر نگہبان ہے) میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقولہ کنت علیہم شہیداً میں (یعنی میں ان پر نگہبان تھا) اور جبکہ اطلاع و نگہبانی تحمل شہادت کا وسیلہ ہے اس لئے احادیث میں شہادت کو گواہی سے تفسیر فرما دیا حاصل معنی کے بیان کے لئے نہ کہ لفظ کی تفسیر کے لئے۔ آگے چل کر آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایتیں ذکر کرنے کے بعد یوں منکھولیں گے "جب حدیث سے شہید کے معنی گواہ متعین ہو گئے تو پھر کسی دوسرے معنی کو مایلینا رسول دشمنی نہیں تو کیا ہے" شاہ صاحب کی عبادت سے خصوصاً فقرہ مذکورہ بیاناً حاصل المعنی لا تفسیر اللفظ سے اپنی ساری تفسیر کا جواب پیش کیجئے اور یہ بتاتے چلے کہ جب حدیث سے شہید کے معنی گواہ متعین ہو گئے تو شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے کیونکر فرما دیا بلکہ می توان گفت الخ کیوں جی اپنے ہی منہ سے شاہ صاحب کو رسول دشمن کہنے سے پہلے کہیں کلیجہ تو منہ کو نہ آئے گا۔ آگے تحریر کرتے ہیں "پھر شہداء میں نگہبان اس لئے نہ بڑھایا کہ پوری امت کو حاضر و ناظر ماننا

اُقول اولاً یہ اقرا من بھی حسب سابق بیضادی و لسانی و دیگر مفسرین بلکہ خود شاہ صاحب پر لگا کر انہوں نے بھی شہداء اعم میں نگہبان کی تفہیم نہ مانی ثانیاً اس کا جواب اپنی مبلغ علم بیضادی و لسانی ہی سے لیجئے۔ بیضادی میں ترجمہ ایضاً تاکہ تم ان دلائل سمعیہ میں جو تمہارے لئے نصب کی گئیں اور اس کتاب میں غور کر کے جو تمہارے اوپر اتاری جان لو کہ اللہ نے کسی کے حق میں نہ بھل کیا نہ ظلم فرمایا بلکہ راہیں آشکارا فرمادیں اور رسول بھیجے تو انہیں مبلغ فرمائی اور نصیحت کی۔ لسانی میں ہے والشہادة قد تكون بلا مشاهدة كالشهادة بالتسامع في الأشياء المعروفة في الاما والشهادات کبھی بغیر مشاہدہ کے ہوتے ہیں جیسے سن کر شہادت دینا جانی پہچانی ہوئی باتوں میں۔ خود شاہ صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں۔ "وہذا چون ام دیگر در مقام رد شہادت ایشا خواہند گفت کہ شما از چہ رد شہادت می دہید حالانکہ در وقت ما بنو دید و حاضر واقعہ نہ شدید ایشاں جواب خواہند گفت کہ ما را خبر خدا بواسطت پیغمبر خود رسید و نہ ما بہتر از دیدن و حاضر شدن گردید و رد شہادت علم یقینی بہ مشہود علیہ می باید بھر طریق کہ حاصل شود۔ دیکھو علامہ بیضادی و علامہ لسانی و شاہ صاحب سب کس قدر صاف فرما رہے ہیں کہ امت کی شہادت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے ہے۔ ان کی اخبار و احادیث سن کر یہ شاہد ہوں گے اور شاہ صاحب نے تو یہ بھی فرمادیا کہ یہاں حضور سے سن لینا مشاہدہ و معائنہ سے امت کے حق میں بہتر قرار پایا بلکہ خود حدیث میں اس امر پر دلالت موجود کہ امت کی شہادت شہادت بالتسامع ہے۔ انوس کہ پھر بھی معترض کو حضور کی شہادت اور امت کی شہادت میں فرق نہ سوچا نیز آپ تحریر کرتے ہیں "سورۃ نسا کی آیت وَجُنَابُ اللَّهِ عَلَى هَوْلَاءَ شَهِيدًا ایں بھی۔ یہی حرکت کی ہے اقول یہ اگر نازیبا حرکت ہے تو آپ کے ذم پر بیضادی و لسانی اور خود شاہ صاحب نے بھی سورۃ بقرہ میں یہی حرکت کی ہے کہ گواہ کے معنی میں نگہبان کی تفہیم کر دی ہے بلکہ شاہ صاحب نے تو یوں فرمایا ہے "بلکہ می توان گفت کہ شہادت در اینجا بمعنی گواہی نیست بلکہ بمعنی اطلاع و نگہبانی است۔" تو تمہارے ذم پر تو شاہ صاحب کی بات اور زیادہ سخت ہوگی کہ انہوں نے شہادت کو بمعنی گواہی نہ لکھا بلکہ بمعنی نگہبانی متعین فرمادیا تو پھر کسی دوسرے معنی کو مراد لینا رسول دشمنی نہیں تو کیا ہے تو آپ کے ذم پر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ معاذ اللہ زیادہ مجرم ہوئے کہ انہوں نے اس معنی کا انکار فرمادیا جو آپ کے ذم پر حدیث سے متعین ہو گئے بخلاف دوسروں کے کہ انہوں نے اس معنی کو مقرر کیا ہاں نگہبان کی تفہیم اس میں کر دی جو آپ کو ناگوار ہے۔ اب اگر آپ واقعی منصف مزاج ہیں تو بیضادی و لسانی اور خصوصاً شاہ صاحب پر بھی نفیر کیجئے فقرہ سابقہ کے متصل ہی آپ یوں منہ کہوتے ہیں جبکہ دوسرے مفسرین و مترجمین صرف گواہ مراد لے رہے ہیں "مفسرین کرام نے کیا مراد لیا وہ تو پہلے ہی کہل گیا۔ شیخ محقق کی شہادت اور سننے چلو فرماتے ہیں "وَأَنَّ حَضْرَتَ رَايِزِ شَاهِدٍ وَشَهِيدٍ خَوَانِدِهِ دَمَا دَسَلْنَاكَ إِلَّا شَاهِدًا" یعنی عالم و حاضر بحال امت الخ مدارج النبوة۔ ہم کہیں اور سب

کہیں۔ "جوڑوں پہ خدا کی لعنت" اور سنئے لکھتے ہیں "لعنت میں شاہد کا ترجمہ حاضر بھی لکھا گیا ہے اس لئے آیت میں اگر شاہد کا ترجمہ حاضر لکھ دیا گیا تو لعنت کے اعتبار سے صحیح ہو نا چلے اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ جب لفظ دو معنوں میں مشترک ہو الخ اقول ہم ثابت کر آئے کہ شاہد کا معنی حقیقت لغویہ بلکہ شریعیہ ہے تو حاضر و گواہ میں شاہد کے مشترک ہونے کا دعویٰ باطل اور فقہاء کرام کی عبارتوں سے ثابت ہوا کہ شہادت میں حضور شرط و اصل ہے تو شاہد بمعنی گواہ حاضر کا ایک فرد ہونا نہ کہ شاہد و حاضر متانی ہوئے غرضیکہ آپ کی اگلی اور پچھلی دونوں راہیں بند ہیں۔

قولہ اسلئے شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر کر کے اللہ کی صفت خاص میں پیغمبر کو شریک ماننا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔

اُقول جس طرح اللہ کی صفت میں کسی کو شریک ماننا شرک ہے اسی طرح مخلوق کی صفت میں اللہ کی شرکت ماننا کفر ہے بحدہ تعالیٰ ہم نے ثابت کر دیا کہ حاضر و ناظر کے معانی حقیقہ اللہ کے شایان شان نہیں اسلئے کہ وہ تمام معانی لوازم اجسام ہیں تو وہ اس کیلئے ہو سکتے ہیں جو جسم ہو تو اسے ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا اسے جسم کہنے سے تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً یہاں سے ظاہر کہ اہلسنت پر اللہ کی صفت خاص میں پیغمبر کو شریک ماننے کا الزام محض بہتان ہے بلکہ درحقیقت آپ نے خود اللہ کے لئے مخلوق کی صفت ثابت کی ہے اور یہ آپ کی کوئی نئی نہیں بلکہ آپ کے امام الطالیف نے بھی خدا کو ہر جگہ حاضر و ناظر کہہ کر اس کی توہین کی ہے پھر اسی منہ سے توحید پرست بتے ہو اور دوسروں کو مشرک بتاتے ہو۔ رع شرم نکو مگر نہیں آتی اور اگر تمہارے نزدیک یہ اللہ کی صفت خاص ہی ہے تو ان سے پوچھو جنہیں تم بھی امام و مقتدا مانتے ہو جو تمہارے امام الطالیف کے بزرگوں میں ہیں کہ یا حضرت آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام امت کے مراتب پر مطلع مان کر اور انہیں تمام امت پر نگہبان بنا کر مشرک کیوں کیا اور ہمیں بتاؤ کہ جب تمہارے اور تمہارے امام الطالیف کے فتوے سے وہ مشرک ہوئے تو تم انہیں اماؤ مقتدا مان کر کافر ہوئے کہ نہیں۔ قولہ "یہی وجہ ہے کہ تمام مفسرین شاہد کے معنی گواہ لے رہے ہیں" پھر وہی رٹ۔ ہم پھر کہیں گے کہ مفسرین صرف گواہ مراد نہیں لے رہے ہیں بلکہ رقیب کی تفہیم مان رہے ہیں جیسا کہ گذرا اور اگر وہ صرف گواہ ہی مراد لے رہے ہیں تو تمہیں کیا مفید ہے ہم نے بحدہ ثابت کیا کہ دونوں طرح ہمارا مدعی ثابت ہے گواہ کہو یا نگہبان و للہ الحجة البارعة

قولہ "اور قرآن میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہد و شہید کہا گیا ہے اور امت مجتہد کو شہداؤ کہا گیا ہے جو شاہد کی جمع ہے تو اگر شاہد کے معنی حاضر و ناظر ہوں تو تمام امت کو حاضر و ناظر ماننا پڑتا ہے جو عقل و نقل کی خلاف ہے" ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت اور امت کی شہادت میں فرق بتا آئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت میں حضور و مشاہدہ ملحوظ ہے تو حضور کی شہادت بہ معائنہ ہے اور امت کی شہادت بہ معائنہ نہیں بلکہ حضور کی شہادت پر شہادت بالتسامع ہے اسی لئے مفسرین کرام نے شہید میں

رقیب کی تفہیم مانی اور شاہد کی تفسیر مراقبہ مشاہدہ سے کی ہے جیسا کہ تفسیر ابو اسود
و جمل سے گذرا علامہ صادی کا فرمان اور سننے چلو کہ باذن اللہ ہمارا دعویٰ مزید مؤکد ہو
اور ذہن معترض میں ابھرنے والے سوال کا پیشگی جواب بھی ہو جائے۔ آیت کریمہ و ما کنت
بجانب الغربی اذ قضینا الیٰ موسیٰ الامر و ما کنت من الشاہدین (یعنی
جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی رسالت فرمائی تو آپ سینا کی جانب غربی میں نہ تھے
اور آپ شاہدین میں سے نہ تھے) کے تحت فرماتے ہیں۔ و ہذا بالنظر الی العالم
الجسمانی لا قامة الحجۃ للخصم و اما بالنظر الی العالم الروحانی فہو
حاضر رسالۃ کل مؤمن و ما وقع لہ من لدن آدم الی ان طہر بحسبہ
الشریف و لکن لا یخاطب بہ اهل العناد۔ خلاصہ یہ کہ ارسال رسول اور ان کے
زمانہ کے واقعات پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حاضر و موجود ہونا عالم جسمانی کے اعتبار سے کہیں ان واقعات پر نبی کریم کا
جسمانی حضور نہ تھا اور عالم روحانی کے اعتبار سے نظر کیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر
اپنے زمانے تک ہر رسول کی رسالت اور تمام واقعات پر حاضر ہیں یہاں تک کہ حضور نے
اپنی جمائیت مطہرہ کے ساتھ ظہور فرمایا لیکن یہ ایسی باتیں ہیں جن کے ساتھ اہل
عناد کو خطاب نہیں کیا جاسکتا۔ پھر بھی اگر اپنے دعویٰ پر جو تو میں کہوں گا کہ تمام امت
کی شہادت اگرچہ بالتسامع ہے مگر فضل الہی سے اولیاء کے لئے شہادت بالمعانی کچھ
دور نہیں اور ان کیلئے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت میں حضور مع المشاہدہ
مانا جائے تو یہ ہمارے دعویٰ کا عین مؤید ہو گا کہ ان کا یہ کمال کمال مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی دلیل ہے بلکہ عین کمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم ہی
علماء فرماتے ہیں الکوامۃ من جنس المجنۃ کرامۃ معجزہ ہی کی جنس سے
ہو۔ اور بے شک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کے طفیل بہت سے اولیاء و حضور
مع المشاہدہ کی فضیلت حاصل ہے۔ صادی میں علامہ شرنانی کی القواعد
الکشفیۃ سے حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت سہل تستری رضی اللہ عنہما کی بابت نقل فرمایا
۔ و کان علی کرم اللہ وجہہ یقول انحر لا عرف العهد الذی عہد
الی ربی و کان سہل تستری یقول انی لا عرف تلامذتی من ذلک
الیوم و لم ازل امر بہم فی الاصلاب حتی وصلوا الی یعنی حضرت علی رضی
کرم اللہ وجہہ فرماتے کہ مجھے وہ عہد یاد ہے جو اللہ نے مجھ سے عالم اوداج میں فرمایا تھا
اور حضرت سہل تستری فرماتے کہ اس دن سے اپنے شاگردوں کو پہچانتا ہوں اور ان کی
قریبیت اصلا اباء میں کرتا رہا یہاں تک کہ وہ مجھ تک پہنچے

روح البیان میں ہے قال الغزالی رحمہ اللہ تعالیٰ والرسول الخیار فی
طواف العالم مع ارواح الصحابۃ رضی اللہ عنہم لقد ساء کثیر من
الادیاء یعنی غزالہ نے فرمایا رسول کو صحابہ کی رد جو کئے ساتھ عالم کے طواف کا اختیار ہے بہت سے اولیاء
نے حضور کو صحابہ کیساتھ دیکھا ہے۔ بحجۃ الامراء شریف میں سرکار غوث اعظم سے نقل کیا کہ
آپ فرماتے ہیں پروردگار تعالیٰ و تقدس کی قسم نیک بخت و بد بخت سب مجھ پر پیش ہوتے

ہیں اور میری نظریں محفوظ میں ہے۔ میں دریائے علم و مشاہدہ الہی کا عوطہ خود ہوں۔ میں تم سب
پر اللہ کی محبت و نائب رسول اللہ اور ان کا واثق ہوں۔
ان السعداء و الاشقیاء لیعرضون علی عینی فی اللوح المحفوظ انا غائب
فی البحر علم اللہ و مشاہدہ تہ انا حجتہ اللہ علیکم جمیعکم انا نائب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم و و امرتہ فی الاسر۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الایام میں
اس عبارت کا فارسی ترجمہ یوں فرماتے ہیں۔ بعزت پروردگار کہ نیک بختان و بد بختان ہمہ ارض کردہ
می شوند بر من و نظر من در لوح محفوظ است منم خواص دریائے علم و مشاہدہ الہی من حجت خداوند
بر تمامہ شما و نائب رسول اللہ و وارث ادریم اس۔ شیخ محقق کی عبارت اگرچہ بعینہ بحجۃ الامراء کی
عبارت کا ترجمہ ہے مگر ہم نے پھر بھی اسے پیش کیا اسلئے کہ شیخ محقق معترض کے بھی مستند ہیں اور
یہی شیخ محقق بحجۃ الامراء سے اخذ استناد فرماتے ہیں جیسا کہ مدارج النبوة میں نظر کرنے
سے ظاہر ہے۔

ہر چند کہ ہمیں امت کے حضور مع المشاہدہ ثابت کرنی چندان ضرورت نہ تھی اسلئے
کہ خود معترض کی منقولہ روایات سے اور اقوال علماء سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کی
شہادت میں فرق خود روشن ہو گیا تاہم ہم نے معترض صاحب کی یہ بالک ہٹ بھی پوری کر دی
و اللہ الحمد۔ اب معترض صاحب نے یہ جو لکھا کہ تمام امت کو حاضر و ناظر ماننا پڑتا ہے جو
عقل و نقل کی خلاف ہے "اوکا" اس دعویٰ کے متعلق یہ بتاتے چلیں کہ انہوں نے اس دعویٰ
پر قرآن و حدیث و اقوال علماء سے دلیل کیوں قائم نہ کی نیز وہ کونسی دلیل عقلی ہے جس
سے یہ دعویٰ ثابت ہے؟ کیوں نہ بتایا۔ ثانیاً جبکہ یہ دعویٰ مسلمات سے نہیں تو اس دعویٰ پر
دلیل نہ قائم کرنا اور خصم کو یہ دہم دلانا کہ یہ امر مسلمہ ہے جسکی تو دلیل نہ قائم کی بدترین جہالت۔
صرف غریب اور امانت علمی میں خیانت ہے کہ نہیں؟ ثالثاً اپنا چاک گریبان تو دیکھئے۔ اہی
صراط مستقیم میاں اسماعیل دہلوی کے پیروں کیلئے کیا کہ چکی۔ وہ تو انہیں ملکہ ہدایت الار
کے زمرہ میں گنا چکی اللہ تبارک و تعالیٰ کیلئے ملکہ بیک وقت ہر جگہ حاضر ہو جاتے ہیں اور میاں جی
ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کیلئے خاص بتا چکے اور اس طرح اپنی توحید مزعوم میں رد انفس سے
مل چکے جو حضرت علی کی نسبت حلول کا اعتقاد رکھتے ہیں بلکہ مشرکین کے بھی مشابہ ہو گئے
جو رام کو ہر شے میں رہا ہوا جانتے ہیں والیاذ باللہ العلی العظیم و بکھوتقویت الایمان
صلاً کالجہرم اپنے مشائخ طریقت اور ملائکہ کو خود ہی معاذ اللہ خدا کے برابر کر دیا۔ کیوں
معترض صاحب یہ تو عقل و نقل کے خلاف نہیں بلکہ عین اسلام ہو گا۔ اسی منہ سے مسلمانوں
کو مشرک گردانتے ہو۔

نے فروعت محکم آمدنے اصول

شرم بادت از خدا و از رسول

قولہ اور حدیث میں بھی رسول اکرم اور ان کی امت کو گواہ کیا گیا ہے جیسا کہ بیان
کیا جا چکا ہے اس لئے شاہد کا ترجمہ گواہ متین ہو گیا اقول جی ہاں اور شاہ صاحب نے
بلکہ می توان گفت کہ شہادت درینجا بمعنی گواہی نیست کہہ کر آپ کے اس متین کا انکار فرمایا

انصاف کے کپے شاہ صاحب کو اپنے زعم پر کاغذ گراہ کہیں تو ہم جانیں۔ قولہ شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر کرنے میں قرآن و حدیث اور اقوال سلف کی مخالفت لازم ہوتی ہے جس پر بخلاف ہے۔ اقول۔ شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر نہ کرنے میں مراط مستقیم کی زبردست لغز کا سامنا ہے کہ مشایخ طریقت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھا دیا اور کہنے میں تم سب پر تقویت الایمان کا شرک سوار ہوتا ہے جس سے بخلاف ہے۔ پنج نکو تو جانیں و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

بجودہ تعالیٰ شاہد کے ترجمہ تمام اعتراضات معترض کا جواب شافی ہو گیا۔

قل انما ابشر مثکم کے ترجمہ پر اعتراض

معترض صاحب نے قل انما ابشر مثکم کے ترجمہ رضویہ پر بھی اعتراض کا منہ کھولا ہے۔ ترجمہ رضویہ درج ذیل ہے

”تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں“

معترض صاحب کو لفظ ظاہر صورت بشری پر اعتراض ہے۔ ان کی معترضانہ تحریر عنقریب آئے گی۔ سر دست ہمیں ان کلمات سے کام ہے جو معترض نے بطور تہیہ کہے ہیں۔ معترض نے کہا ”بریلوئی فرقے کی طرف سے ملا اہل سنت کے بارے میں یہ بار بار کہا جاتا رہا ہے کہ وہ پیغمبروں کی بشر اور بھائی کہہ کر توہین کرتے ہیں“ اقول وباللہ التوفیق چہ خوش۔ اپنی پردہ پوشی کا کیا خوب انداز ہے۔ عبارت ایسی اختیار کی جو ناظر کو خواہ مخواہ یہ دوہم دلائے کہ یہ بیچارے علمائے دیوبند اس الزام سے بری ہیں۔ جی ہاں بے شک تو ہیں رسول تمہارا اور تمہارے اکابر کا شیوہ ہے۔ منجملہ تحقیق شان رسالت کے یہ بھی ہے کہ تمہارے امام الطایفہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صاف صاف بھائی کہا ہے اور جگہ مجربان خدا کو تمام انسانوں کیساتھ معز و نادانی میں شریک بنا کر اپنا جیسا بشر قرار دیا ہے تقویت الایمان میں کہا ”ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم چھوٹے“ ص ۱۸ سو بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے“ ص ۱۹ نیز کہا ”جو بشر کی سی تعریف ہے سو وہی کرو اس میں بھی اختصار ہی کرو“ ص ۱۹

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قوم کے چودھری اور گادوں کے زمیندار سے تشبیہ دی اس کی عبارت یہ ہے ”جیسا ہر قوم کا چودھری اور گادوں کا زمیندار اسی طرح سے ہمارے پیغمبر سارے جہان کے سردار ہیں“ ص ۱۹ نیز اسی تقویت الایمان میں ہے ”ان باتوں میں سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے یکساں بے خبر ہیں اور نادان“ نیز سب انبیاء کے لئے لکھو مارا سب انبیاء اس کے رد پر ذرہ ناچیز سے کمتر ہیں“ بحمدہ تعالیٰ معترض نے جیسے یہ کہہ کر بریلوئی فرقہ کی طرف سے الخ چھپا ناچھا ہا تھا ہم نے اسے بے نقاب کر دیا۔ خود معترض کی پردہ پوشی ان عبارتوں کی تباحث کی کھلی دلیل ہے ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ لہذا ہمیں ان کے رد کی چنداں حاجت نہیں دلہ الحمد۔ اسی منہ سے اپنے کو علمائے اہل سنت کہتے ہو۔ یہ منہ اور سور کی دال قولہ لیکن جب بریلوئیوں کے مجدد ترجمہ کرتے کرتے ان آیتوں پر پہنچے جن میں پیغمبروں کو بشر اور بھائی کہا گیا

تو عجیب کش مکش اور الجھن میں پڑ گئے کہ اگر صحیح ترجمہ کرتے ہیں تو الزام الٹ کر اپنی طرف آتا ہے اور اگر غلط ترجمہ کرتے ہیں تو اہل علم کو کیا منہ دکھائیں گے اس لئے درمیان چال چلی کہ ترجمہ میں زائد الفاظ بڑھائے الخ ہذا یا نات۔ اقول اولاً معترض صاحب کی یہ عادت بن گئی ہے کہ دعویٰ کر دیتے ہیں اور دلیل نہیں دیتے جیسے ان کا دعویٰ مسلمات میں سے ہو۔ یہاں بھی یہی کیل ہے کہ دعویٰ کر دیا کہ الزام الٹ کر اپنی طرف آتا ہے اور وجہ نہ بتائی۔ ہم بتائیں معترض صاحب کی یہ لیاقت علمی ہے کہ انہوں نے آیہ کریمہ قل انما ابشر مثکم کو اپنے دعویٰ کی دلیل سمجھ لیا ہے۔ جیسا تو چمک کے کہا کہ اگر صحیح ترجمہ کرتے ہیں تو الزام الخ حالانکہ آیہ کریمہ میں حضور سے فرمایا گیا کہ تم تو اعضا افراد میں تم جیسا ہوں نہ کہ ہمیں حکم ہوا کہ ہم کہیں کہ حضور ہم جیسے بشر ہیں اور ہمیں یہ کیسے روا ہو سکتا ہے کہ ہم یہ کہیں جبکہ اللہ عزوجل حضور علیہ السلام کی ازواج مطہرات کے بارے میں فرماتا ہے یا نساء النبی لستن کا احد من النساء اے نبی کی بیویوں تم عورتوں میں کسی کی طرح نہیں ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے فرماتے ہیں تم میں کون مجھ جیسا ہے لست کا احد منکم میں تم میں کسی کی طرح نہیں تو یہ خوش فہمی معترض صاحب پر الزام کی جبری کر رہی ہے دلہ الحمد ثانیاً معترض نے کہا ”اور اگر غلط ترجمہ کرتے ہیں تو اہل علم کو کیا منہ دکھائیں گے“ بحمدہ تعالیٰ معترض نے خود اپنے منہ قبول دیا کہ یہ ترجمہ رضویہ غلط نہیں بلکہ صحیح ہے اس لئے کہ ناظرین کرام پر یہ روشن کر یہ کہنا کہ اگر غلط ترجمہ کرتے ہیں اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جبکہ ترجمہ غلط نہ ہو اور ہر مجتہد اہل پر ظاہر کہ غلط اور صحیح کے درمیان واسطہ نہیں تو جو غلط نہ ہو گا ضرور صحیح ہو گا تو اب ناظرین کرام خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ معترض نے یہ کہہ کر کہ اس لئے درمیان چال چلی الخ اپنا خود ہی کر لیا اور اپنی سمجھ دان سب کو کھول کر دکھا دی ع خدا جب دی لیتا ہے خود بھی چھین لیتا ہے

کذلک العذاب وللعذاب الاخرة اکبر لو کاوا لعلہم

اب معترض صاحب بہادر ترجمہ رضویہ لکھنے کے بعد یوں منہ کھولتے ہیں ”اس ترجمہ پر کئی اعتراض واقع ہوتے ہیں اول یہ کہ قرآن مجید میں انما ابشر مثکم اصل عبارت ہے۔ معمولی عربی جانتے والا سمجھتا ہے کہ انما حصر کے لئے ہے اور بشر کے معنی آدمی اور مثل کے معنی جیسے اور کم کے معنی تم ہیں اس لئے صحیح ترجمہ ہو ابس میں تمہارے جیسا آدمی ہوں اسی لئے شاہ رفیع الدین محدث دہلوی نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ سوائے اس کے نہیں کہیں آدمی ہوں مانند تمہارے اور شاہ عبد القادر محدث دہلوی کا ترجمہ یہ ہے ”میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم“ ان حضرات کے علاوہ اردو ترجمہ کرنے والوں نے اسی جیسا ترجمہ کیا ہے۔ اس لئے فاضل بریلوئی کا ظاہر صورت کی عبارت لانا اور وہ بھی بریکٹ کے بغیر ہر حال غلط ہے اقول اولاً آپ کا یہ زعم کہ فاضل بریلوئی کا ظاہر صورت کی عبارت لانا ہر حال غلط ہے بالکل غلط اور مہمل ہے آپ پہلے یہ کہہ کر کہ اگر غلط ترجمہ کرتے ہیں تو اہل علم کو کیا منہ دکھائیں گے“ اپنے منہ آپ قبول چکے ہیں کہ یہ ترجمہ غلط نہیں ہے۔ ہاں اپنی لیاقت علمی سے اسے درمیان بتا رہے ہیں تو آپ کو یوں کہنا چاہئے تھا کہ یہ ترجمہ غلط ہے نہ صحیح ہے بلکہ درمیان ہے۔ یہیں سے آپ کے اعتراض کی حقیقت ظاہر کر خود ہی کچھ

کہتے ہیں اور خود ہی اسے جھٹلا دیتے ہیں۔ ثانیاً۔ جناب کا تراجم کو ترجمہ رضویہ کے غلط ہونے پر مدعی بنانا صحیح نہیں یوں کہے کہ ترجمہ رضویہ ان دو مشہور تراجم کی خلاف ہے تو ایک بات بھی ہوتی مگر صاحب بہادر ہر غیر مشہور کا غلط ہونا ضروری نہیں۔ ہم صادی سے اس کی مثال دے چکے فتد کو ثلثہ۔ ثالثاً ترجمہ رضویہ کے غلط ہونے کی دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ ترجمہ میں زائد الفاظ بڑھائے اور اسی کی دلیل آیت کریمہ کے مفردات کے معانی بیان کر کے دی ہے۔ سخن الشیخ عربی بھی پڑھانے لگے۔ یہ منہ اور مسود کی دال پھر اس عربی پڑھانے میں کسی مریع غلطی کی کہ کُم کے معنی تم۔ جی اگر کُم کا معنی تم ہے تو (تمہارے) کس کا ترجمہ ہے۔ یہیں سے ظاہر کہ جناب کو مولوی عربی بھی نہیں آتی کہ سمجھ لیتے کہ کُم یہاں محل جرم میں مضاف الیہ ہے تو اس کا ترجمہ تمہارے ہوا نہ کہ تم اقول وباللہ التوفیق۔ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ظاہر صورت بشری کلام پر زائد ہے اسلئے کہ پر ظاہر کہ اِنما انا بشر مثکم (میں تم جیسا بشر ہوں) میں تشبیہ ہے اور تشبیہ کے ارکان چار ہیں۔ مشبہ۔ مشبہ بہ۔ اداة تشبیہ اور وجہ تشبیہ۔ اب میں تم جیسا بشر ہوں میں بشریت حضور مشبہ اور لوگوں کی بشریت مشبہ بہ اور جیسا اداة تشبیہ ہے۔ سہمی وجہ تشبیہ تو وہ لفظ میں موجود نہیں بلکہ محذوف ہے اور محذوف میں حقیقت میں لفظ ہے۔ شرح جامع میں ہے۔ والحدوف لفظ حقیقۃً اِنما اور محذوف حقیقۃً لفظ ہے۔ معترض صاحب اب بتائیں کہ یہ ترجمہ میں زیادتی ہوتی۔ یا اس محذوف وجہ تشبیہ کا اظہار ہوا جو جزو تشبیہ ہے اور جسکے بغیر کلام صحیح نہیں۔ اسی منہ سے عربی پڑھانے چلے تھے، پھر یہ کہ آیت کریمہ میں بشر مثکم خود اس وجہ تشبیہ کے محذوف ہونے پر قرینہ ہے جو یہ سمجھا رہے ہیں کہ تشبیہ ظاہر بشریت میں ہے نہ کہ باطن و روح میں مگر کچھنے کا قرینہ تو پہلے ہے۔ معترض صاحب اب بتائیں کہ جبکہ وجہ تشبیہ یہاں ضروری اور اس پر خود قرینہ لفظیہ موجود تو شاہ رفیع الدین و شاہ عبدالقادر علیہما الرحمۃ کے ترجمے میں اور ترجمہ رضویہ میں سوائے اس خصوصیت کے کہ ترجمہ رضویہ میں وجہ تشبیہ صراحت نہ کر رہے اور ان دو میں نہیں کیا فرق ہوا وَلَکِنِ الْوُحَاۡبِیۡہِ قَوْمٌ یَّجۡہَلُوۡنَ۔

یہ تو اس صورت پر تھا جب بشریت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشبہ بنائیں اب اگر کہو کہ بشر خود معنی وجہ تشبیہ ہے تو اس صورت میں ظاہر صورت بشری اس وجہ تشبیہ کی تفسیر ہوگی کہ یہاں بشریت میں تشبیہ محض باعتبار طواہر اور احوال بشری کے ہے نہ کہ باعتبار کل وجہ کے بلکہ ذہین و فطین پر روشن کہ یہ بشر کے وجہ تشبیہ ہونے کی طرف اشارہ کیا تھا اس کے معنی کا بطور لطیف بیان بھی ہے اس لئے کہ بشر میں ظہور و بطور ہے شرح شفاء میں ہے وسموا بشر الطھور جلو دھم لأن البشراۃ ظاہر الجلد۔ یعنی انسان کو بشر اس کے جلد کے ظاہر ہونے کی وجہ سے کہتے ہیں اس لئے کہ بشر ظاہر جلد ہے تو اسے زیادتی کہنا زیادتی ہے۔ کوئی موقوف آدمی ہوتا تو امام احمد رضا کا شکر گزار ہوتا کہ ایسا ترجمہ فرمایا کہ جسے مشبہات کا اذکار دیا اور اس خصوصیت کو سمجھتا کہ ان کا ترجمہ ترجمہ ہی نہیں بلکہ مختصر اور جامع تفسیر بھی ہے جو اس کے دیکھنے والوں کو بڑی بڑی کتابوں میں دیدہ و بینی کی مشقت سے بچا لیتی ہے مگر معترض

سے اس کی کیا امید رہ دیدہ و بینی کو کیا آئے نظر کیا دیکھے۔ اب جلو میں تمہارا جی رکھنے کو تسلیم کر لوں کہ تمہارے بقول ترجمہ میں زائد الفاظ بڑھائے مگر اسے عقل مند ہر زیادتی ناجائز نہیں ہوتی۔ زیادتی وہ ناجائز ہوتی ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور جس پر صحت کلام موقوف ہو وہ حقیقت میں زیادتی ہی نہیں چہ جائیکہ ناجائز ہو۔ اور یہاں تم جسے زیادتی کہتے ہو وہ زیادتی ضروری ہے اور خود اس کی ضرورت اس کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ حضور سے فرماتا ہے قل اِنَّمَا انا بشر مثکم یعنی تم فراد میں تم جیسا بشر ہوں اور حضور کی اذواج مطہرات سے فرمایا یا نساء النبی لستن کا احد من النساء۔ اے نبی کی بیویو تم عورتوں میں کسی کی طرح نہیں ہو بھلا کوئی ایمان والا کہہ سکتا ہے کہ نبی تو ہم جیسے بشر ہوں اور نساء نبی جنہیں ساری فضیلت و برتری نساء نبی ہو کر لی وہ کسی کی طرح نہوں اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لست کھیتکم۔ میں تمہاری ہنیت پر نہیں۔ لست کا احد منکم۔ میں کسی جیسا نہیں۔ ایک کم مثلی۔ تم میں کون مجھ جیسا ہے۔ تو کیا کوئی یہ کہے گا کہ اگر بشریت کا انکار فرمایا والعیاذ باللہ۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر اس تعارض کا کیا تدارک ہوگا ظاہر کہ یہاں ترجیح کی طرف راہ نہیں تو لامی لا تطبیق ضروری اور وہ اسی طرح ہوگی کہ مشیت کا اثر باقی ظاہر جمیت و اعراض کے ہو اور مشیت کا انکار باعتبار باطن و روح محمدی کے ہو۔ دو رکوں جاؤ۔ اسی آیت کو دلیل جسے تم لوگ بشر کہنے کی دلیل بنائے ہوئے ہو خود اس میں اس پر دلیل موجود ہے ہم سے سنو۔ قل اِنَّمَا انا بشر مثکم کے متصل ہی فرمایا گیا۔ یٰۤاٰیُّہَا النَّبِیُّ اِنَّمَا انا لَہٗکُم اِلٰہٌ وَّاحِدٌ۔ میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے۔ یہ ارشاد خود فرق کی روشنی دلیل ہے۔ اور اس وجہ تطبیق کی طرف راہ نما ہے جو امام احمد رضا نے ظاہر صورت بشری فرما کر افادہ فرمائی اسلئے کہ پر ظاہر کہ وحی ایسا باطنی امر ہے کہ اس کی خبر مادہ شاکو تو کیا ہوتی صحابہ کرام نے بھی اس کے نزول کو نہ دیکھا بلکہ منزل دنی میں جو وحی ہوئی اس سے تو خود وحی لانے والے جبریل امین بھی بے خبر ہیں قال تعالٰی فَاُوحِیْ اِلَیَّ عَبْدٌ مَا اُوحِیَ۔ تو اللہ نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی کی جو وحی کی۔ آیت کریمہ میں عَبْد کا سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اُوحِی کی ضمیر اسم جلال کی طرف راجع ہے کما افادہ فی الشفاء عن جماعۃ من المفسرین و ایدہا توجب وحی ایسا باطنی امر ہے تو لامی الہ اس باطن کیلئے اسی جیسا باطنی امر کا کیلئے ضروری جو تمام بشر کے باطن سے اعلیٰ ہو اور جب وہ باطنی امر کا کیلئے ثابت تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے اس باطن و روح کے اعتبار سے بشر ہے جدا ہونا ضروری امر ہوا اور تشبیہ محض باعتبار ظاہر کے رہ گئی اسی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقۃً غیر دینی کن فی مطایع المسرات۔ یعنی اے ابوبکر میری حقیقت کو سوائے میرے رب کے کسی نے نہ جانا اور یہی مراد ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس فرمان سے جو ارشاد ہوا کہ لی مع اللہ وقت لا یسعف فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسَل اللہ کیساتھ میرا ایک وہ وقت ہے جس میں نہ کسی مقرب فرشتے کی گنجائش نہ کسی نبی مرسَل کی مجال اس پر شرح شفاء میں طاعی قادی علیہ الرحمۃ کا فرمان واجب الاذعان سننے کے قابل ہے

نرا یا۔ والتحقق أن المراد بالنبي المرسل ذاته الأكل فأنه في مقام
 جميع الجمع يعني عن ذاته ومقاماته ويستغرق في مشاهد ذات
 الله وصفاته اه۔ یعنی تحقیق یہ ہے کہ مراد نبی مرسل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کاملہ پر ہے کہ
 مقام جمع الجمع میں اپنی ذات ومقامات سے فنا ہو کر اللہ کی ذات وصفات کے مشاہدہ میں مستغرق
 ہو جاتے ہیں۔ علامہ علی قاری کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ سرکار ابد قرار علیہ افضل الصلوة
 واکمل السلام کیلئے ایک ایسا مقام بھی ہے جہاں خود انہیں کی بشریت حاضر نہیں ہوتی بھلا
 جس کا باطن ایسا ارفع و اعلیٰ ہو اس میں سوائے مشابہت ظاہری کے اور کیا متصور ہو۔
 لاجرم اسی لئے علماء کرام نے مشابہت صرف حضور علیہ السلام کے ظاہر میں رکھی وہ
 بھی بایں معنی کہ حضور پر بعض اعراض و امراض بشری طاری ہوتے ہیں نہ کہ حسن و صورت میں
 گزشتہ سب سے اعلیٰ ہے اور جس طرح ان کا باطن سب سے ارفع ہے اسی طرح تمام انبیاء
 کے بواطن تمام بشر سے اعلیٰ ہیں، شفا میں ہے فطوا اهرهم واجسادهم و بدنتهم
 متصفة باوصاف البشر طارئاً علیہا ما یطرا علی البشر من
 الأعراض والامقام والموت والفناء ولغوت الانسانية وأما واحدهم و بواطنهم
 متصفة باعلی من اوصاف البشر متعلقة بالملا الأعلی متشبهة
 بصفات الملكة سلیمة من التغیر والافات لا یلحقها غالباً عجز
 بشریة ولا ضعف الانسانية انہ یعنی انبیاء کے ظواہر اور ان کے اجسام
 اوصاف بشری سے متصف ہیں ان پر وہ طاری ہوتا ہے جو بشر پر طاری ہوتا ہے یعنی اعراض
 و امراض دوت اور انسانی احوال اور ان کی ارواح و بواطن ان اوصاف سے متصف ہیں جو
 بشر کے اوصاف سے اعلیٰ ہیں اور صفات ملک کے مشابہت میں تغیر و افات سے محفوظ ہیں کہ
 انہیں عجز بشریت اور ضعف انسانیت نہیں لاحق ہوتا۔ نسیم الریان شرح شفا میں ہے۔
 فجعلوا من جهة الاجسام والطوا اهرهم مع البشر ای موافقین لہم
 فی صور تھا (ومن جهة الارواح والبواطن مع الملائكة) ای متصفین
 بصفاتہم و ہذا دلیل علی أن ظاہرہ صلی اللہ علیہ وسلم بشری
 و باطنہ ملکی ولذا قالوا ان نومه علیہ الصلوة والسلام لا ینقض
 وضوہ کما صرحوا بہ ولا یقاس علیہ غیرہ من الامم کما توہم
 وتوضوہ صلی اللہ علیہ وسلم استجباً یا أو تعلیماً لامۃ اولیٰ ورض
 ما یقتضیہ

نیز اسی میں ہے لانه صلی اللہ علیہ وسلم بشری الظاہر ملکوتی
 لا یتجلی باحوال البشر لا اذا اھرہ اللہ تعالیٰ بها لتناسی بہ ائمہ
 و تشرف بما رضیہ لہ فعدہ صلی اللہ علیہ وسلم من البشر
 کعد الیا قوت من الاجار۔ یعنی انبیاء کرام اپنے ظواہر و اجسام کی جہت سے
 بشر کے ساتھ گئے گئے یعنی ظاہر صورت بشری میں بشر کے مشابہ ہوئے
 اور اپنی ارواح و بواطن کی جہت سے ملک کیساتھ رکھے گئے یعنی ان

کی صفات سے متصف ہوئے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
 ظاہر بشری ہے اور باطن ملکوتی ہے اسی لئے علماء نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کی نیند ناقض وضو نہیں اور آپ پر دوسروں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ کسی کو وہم ہوا
 اور نیند سے حضور کا وضو فرمانا استجباً امر ہے یا امت کو تعلیم کے لئے ہے یا کسی ایسے
 امر کا عارض ہونا ہے جو وضو کا مقتضی ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر میں
 بشری ہیں باطن میں ملکوتی ہیں اور آپ بشری احوال سے اسی وقت متصف ہوتے ہیں جب
 اللہ تعالیٰ انہیں حکم دیتا ہے تاکہ امت ان کی ریت پکڑے اور ان خصال حمیدہ سے
 مشرف ہو جو اللہ نے حضور کیلئے پسند فرمائے تو حضور کو بشر میں شمار کرنا ایسا ہے جیسا کہ
 یا قوت کو پتھر میں گننا۔ ناظرین کرام دیکھیں کہ ان عبارتوں سے کیسا روشن کہ تشبیہ محض ظاہر
 کے اعتبار سے ہو سکتی ہے اور باطن کے اعتبار سے نہیں ہو سکتی۔ معترض بہادر یہ سننے چلیں
 کہ امام احمد رضا کا وہ ترجمہ جسے انہوں نے اردو کے ترجموں کی بنا پر غلط بتایا تھا وہ علماء کے
 نزدیک نہ صرف یہ کہ صحیح ہے بلکہ ایسا مشہور ہے کہ محتاج بیان نہیں تو وہ جو ہم نے کہا تھا کہ ہر غیر مشہور
 غلط نہیں ہوتا محض تنزل تھا اور اردو کے ترجموں کی ہی حد تک تھا۔ نیز ان ارشادات کے پیش نظر
 ترجمہ رضویہ کو دیگر تراجم پر فوقیت ظاہر جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے تو اس کے مقابل دیگر تراجم
 کو لانا جہل ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ معترض میں ہمت ہے تو اب
 ان علماء کو وہ الزام دے جو سرکار امام احمد رضا کو دے۔ کوئی بعید نہیں کہ انہیں بھی کہنے کی جرأت
 کر بھاگو۔ مگر پہلے انہوں کی توجہ فرمائی۔ سنو یہ شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ کیا فرما رہے ہیں
 وللآخرة خیر لک من الاولی کے تحت تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں "یعنی البتہ ہر حالت
 آخر بہتر باشد ترا از معاملات اول تا آنکہ بشریت ترا اصلاً وجود نہ ماند و غلبہ نور حق بر تو
 علی السبیل الدوام حاصل شود" اه یعنی ہر آئندہ حالت تیرے لئے معاملہ گذشتہ سے بہتر
 ہوگی یہاں تک کہ تیری بشریت کا اصلاً وجود نہ رہے اور ہمیشہ کے لئے تیرے اوپر نور حق کا غلبہ
 ہو۔ معترض صاحب یہ تو بہت اونچی ہو گئی۔ آپ نے تو امام احمد رضا کو محض اتنی سی بات پر کہ
 انہوں نے "ظاہر صورت بشری" فرما دیا یہ الزام دے دیا کہ معاذ اللہ سرکار ابد قرار علیہ التحیۃ
 والثناء امام احمد رضا کے نزدیک خدا ہیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں دوسرے ظاہر صورت بشری
 میں تو پیارے پیغمبر دوسرے انسانوں کی مانند انسان ہیں حقیقت میں کیا ہیں یہ نہیں بتلایا
 اگر انسان کے علاوہ فرشتہ یا کوئی دوسری مخلوق مانا جائے تو توہین ہوتی ہے۔ کیونکہ انسان
 تمام مخلوقات سے درجہ میں بلند ہے اس لئے سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ
 حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) ظاہر میں بشر ہیں حقیقت میں خدا ہیں الخ

سادن کے اندھے کو ہر ای ہر انظر آتم ہے۔ کافر سب کو کافر ہی سمجھتا ہے۔ مگر شاہ صاحب
 تو معترض کے طور پر بشریت حضور ہی سے منکر ہو گئے۔ اب انہیں بھی یہی الزام دے دینا ان
 کے بچاؤ کی کیا تدبیر ہے بتائے۔

یوں نظر دوڑے نہ رہی تان کر۔ اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر۔ ابھی کلیجہ
 ٹھنڈا نہ ہوا تو اور سنئے۔ یہ مولوی نذیر الفقار علی دیوبند کی قصیدہ بردہ کی شرح عطر الوردۃ میں

(منترہ عن شریک فی حق اسندہ۔ فجوہر الحسن فیہ غیر منقسم
(ترجمہ) جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اس عیب سے پاک ہیں کہ ان کی خوبیوں میں بالذات
اور کوئی ان کا شریک ہو بلکہ تمام خوبیوں کے آپ مستقل مالک ہیں اور ان میں جو خوبیاں ہیں آپ
کی خوبیوں کا ظل ہے کیوں کہ وہ آپ ہی سے مستفاد ہیں۔ الخ معترض صاحب یہ تو ہمیں اور کونسا
لگتی چاہئے کہ اس میں تو سر سے تشبیہ ہی کی نفی ہے مگر دیوبندی کی شرم رکھنے کو کچھ فتویٰ صادر
نہ کر دے گی یہی ذوالفقار علی اس کتاب کے آخر میں اپنے قصیدہ نعتیہ میں کہتے ہیں ع ما مثل
أحمد فی الوجود کما یجاء حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مثل وجود میں کوئی کریم نہیں۔
ظاہر ہے کہ کریم ایک باطنی وصف ہے جس میں حضور کے مثل کی نفی کی ہے۔ لہذا انصاف جب
حضور کے وصف باطنی میں کوئی آپ کا مثل نہیں تو اب مثلیت سوائے ظاہر کے کلمہ میں
رہ گئی کیوں معترض بہادر اب کیا یہی ٹھہرائی ہے کہ ہم کہیں تم نہ کہو ولا حول ولا قوۃ الا
باللہ العلی العظیم۔ آگے میلاد گوہر کے اشعار نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں کہ "ان
شعروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا اقرار ظاہر کیا گیا ہے اگر امام احمد رضا
اس کو تسلیم نہیں کرتے تو انہوں نے ترجمہ میں ظاہر صورت کے الفاظ کیوں بڑھا دیے۔"
بجہ تعلق نے ثابت کیا کہ ظاہر صورت کی قید ضروری جس پر صحت کلام موقوف اور اسی
سے آیات و احادیث کے درمیان تطبیق حاصل اور اپنے مفید مطلب عبارات
خصوصاً شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا فرمان واجب الازعان اور آخر میں ذوالفقار علیہ الرحمۃ
کی عبارت میں کسی کے خلاف شرع سے امام احمد رضا پر کیا الزام۔ نہ اس ظاہر صورت
سے اس شعر کو تسلیم کرنا لازم اور اگر معترض کے نزدیک یہی ہے ظاہر صورت کی قید سے مذکورہ
اشعار کا تسلیم کرنا لازم ہے تو شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اور اس دیوبندی سے بھی پوچھے کہ
اے شاہ صاحب اگر تم ان کو تسلیم نہیں کرتے تو تم نے کیوں کہا کہ تیری بشریت کا اصل وجود نہ ہے
اور اے دیوبندی صاحب تم نے حضور کے مثل کی نفی کیوں کی۔ معترض بہادر بھر بے دیکھے
تیر چلا گئے۔ تنبیہ۔ میلاد گوہر سے معترض نے یہ شعر بھی نقل کیا

ادب سے زباں تھام کر رہ گیا میں۔ حبیب خدا کو خدا کہتے کہتے اس شعر میں کوئی حرج
نہیں اس معترض کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا تو اسے ذکر کرنا طرفہ جہالت ہے نیز اس شعر کو بھی
معترض نے جلتے اعتراض میں کہا ہے جو یہ ہے

نذا تھی کہ سر کا تشریف لاؤ۔ دو عالم کے مختار تشریف لاؤ۔ یہ شعر ہمارے
نزدیک صحیح ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ وہاں یہ نہ مانیں تو ہماری بلا سے جہنم میں جائیں۔ پھر
لکھتے ہیں "اگر کوئی صاحب کلمہ کی ظاہر صورت اس لئے بڑھایا گیا ہے تاکہ کوئی دھوکہ نہ
کھا جائے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی پناہ بالکل دوسرے انسانوں کی مانند کمالات سے
خالی ہیں یہ کہنا جہالت ہے کیونکہ جن کا قرآن مجید پر ایمان ہے وہ آپ کے فضائل پر بھی
ایمان رکھتے ہیں اور جن کا ایمان نہیں ان کیلئے یہ وضاحت بیکار ہے "اقول اولاً۔
ہرگز بیکار نہیں اسلئے کہ ایمان والوں میں زیرک و نادان بھی ہیں اور نادان کے لئے یہ

وضاحت ضروری اگرچہ زیرک کیلئے ضروری نہیں اور بے ایمان کے لئے یہ قید اس کے منہ میں
لگام لگانے کے لئے ہے۔ ثانیاً۔ معترض نے خود ہی صاف کلمہ یا کہ قرآن مجید پر ایمان رکھنے
والے دی ہیں جن کا فضائل حضور پر ایمان ہے۔ معترض بہادر اسماعیل دہلوی تو سب بندوں کو بڑے
یا چھوٹے معجز و نادان میں برابر کہہ چکے اور یہ کہہ کر فضائل نبی سے کچھ اور تم خود قبول کر چکے کہ
جس کا قرآن مجید پر ایمان ہے الخ تو بلو تم اور تمہارا امام بے ایمان ہوئے کہ نہیں پھر کس منہ
کہتے ہو کہ جن کا قرآن مجید پر ایمان ہے الخ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم آگے
کہتے ہیں کہ سوال ہوتا ہے کہ اگر ترجمہ میں صرف بشرے کلمے تو حرج کیا تھا اس کا جواب یہ ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہنا کافروں کا طریقہ بتلا چکے ہیں الخ اقول جی کافروں
کا طریقہ نہیں تو آپ کے نزدیک جو منوں کا طریقہ ہوگا۔ ذرا بتائیے کون سی آیت کون کی حدیث
میں آیا ہے کہ مسلمانوں نے سرکار کو اپنا جیسا بشر کہا قل ہا تو ابرہانکم ان کنتم صادقین
پھر لکھا رسول اکرم کو صفات خداوندی کا مظہر اور کائنات و جنت و دوزخ و رزق و خیر کا مالک
و قاسم بتلا چکے ہیں اور حضور کو اپنا مجاز رب اور اپنے کو ان کا بندہ کہہ چکے ہیں الخ قول۔
"اور رسول اکرم کو صفات خداوندی کا مظہر" اللہ بقلم خود تو حد پر سنوں کہ حضور کے مظہر الہی
ہونے پر بھی اعتراض ہے جن کی یہ شان ہے کہ من زانی فقد رای الخی جنے مجھے دیکھا
اس نے اپنے اللہ کا جلوہ دیکھا۔ معترض بہادر اگر بندے کا مظہر صفات الہی ہونا ناجائز
ہے تو تخلیق و اخلاق اللہ۔ اللہ کے اخلاق حمد سے آراستہ موجد کا کیا مطلب ہوگا
اور مشکوٰۃ کی اس مشہور حدیث کا کیا معنی بیان کیجیگا جس میں دارد و محال و لا یزال عبدی
یتقرب الی بالنوافل حتی اُحبہ فاذا اُحبہ کنت سمعہ الذی یسمع
بہ و بصرہ الذی یمس بہ و یدہ الخ یمسش بہا و دجلہ الخ یمشی
بہا۔ یعنی بندہ مجھ سے نوافل کے ذریعہ نزدیک چاہتا رہتا ہے یہاں تک میں اسے چاہتا ہوں تو
جب میں اسے چاہتا ہوں تو اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ
ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ کام کرتا ہے اور پاؤں
ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اللہ کے کان آنکھ ہاتھ پیر نہیں تو پھر حدیث کا کیا مطلب
ہے معترض صاحب بتائیں۔ معترض بہادر جب اللہ کے کان آنکھ ہاتھ پیر نہیں تو سوائے
اس کے کیا کہے گا کہ بندہ اللہ کے صفات سمع و بصر و قدرت کا مظہر ہو جاتا ہے۔ اچھا معترض
بہادر ہماری نہ مانو تو اپنے امام کی سنو۔ وہ مراط مستقیم میں رقم طراز ہیں کہ پس صفات
اگرچہ فی حد ذاتہا مستغنی از مظاہر است لیکن بنا بر اتقان حکمت الہیہ باوجود استغنا
در مظاہر مختلفہ کہ عبارت از مخلوقات است ظہور نمود الخ "ملفوظاً تو تم و حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کو اللہ کے صفات کا مظہر کہنے پر معترض ہو امام الطالیف نے تو ساری مخلوق کو مظاہر
صفات کہہ دیا۔ ہماری تائید ہوئی۔ واللہ الحمد۔ معترض بہادر اب امام الطالیف کو کیا کہتے
ہیں۔ کذلک العذاب و العذاب الاخرۃ اکبر لو کانوا یعمون قولہ
"اور کائنات و جنت و دوزخ و رزق و خیر کا مالک و قاسم بتلا چکے ہیں" الخ بیشک حضور صلی اللہ
علیہ وسلم مالک و قاسم ہیں۔ ان کے رب نے انہیں مالک بنایا قال تعالیٰ انا

اعطیناں الکوش۔ بے شک اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں غیر کثیر عطا فرمایا۔ مدارج النبوۃ میں فرمایا۔ مراد بدان غیر کثیر است در دنیا و آخرت الخ۔ مراد اس سے دنیا و آخرت کی کثیر نعمتیں ہیں

یہی بات کہ امام احمد رضا اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بندہ لکھ چکے ہیں تو یہ بے شک صحیح ہے۔ یقیناً ہر اہل ایمان کے لئے بندہ سرکار مدینہ ہونا فرما ہے مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ خود کو ان کا بندہ کہنا معاذ اللہ انہیں خدا کہنا ہے یہ معترض اور اس کی حجت کی عقل کے شایاں ہے قرآن میں ہمارے غلاموں کو ہمارا بندہ فرمایا گیا۔ وانکحو الایامی امنکم والصلحین من عبادکم واما علم یعنی تم میں جو عورتیں بے شوہر ہیں ان کو بیاہ دو اور تمہارے بندوں اور باندیوں میں جو لائق ہیں ان کا نکاح کر دو معترض بہادر اب یہی الزام خدا کو دو ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس علی المسلم فی عبدہ ولا فخر صدقۃ مسلمان پر اس کے بندے اور اس کے گھوڑے پر ذکوۃ نہیں یہ حدیث صحیح بخاری صحیح مسلم اور باقی سب صحاح میں ہے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی صحابہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع فرما کر علامہ بربر منبر فرمایا کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکنت عبدہ و خادمہ۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا میں حضور کا بندہ تھا اور حضور کا خدمت گزار تھا۔ یہ حدیث وہابیہ کے امام الطایفہ اسماعیل دہلوی کے دادا اور زعم طریقہ میں پرورداد اجاب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ازالۃ الخفاء میں بحوالہ البونیفہ و کتاب الریاض النضرۃ لکھی اور اس سے مسند دلی اور مقبول رکھی۔ مشنوی شریف میں قصہ خریداری بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے سیدنا صدیق اکبر نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا عرض کی شعیر گفت ما در بندگان کوئے تو۔ کرد مش آزادیم بر دے تو اللہ عز وجل فرمائی ہے۔ قُلْ یعبادی الذین اُسرفوا علی انفسہم لا تقنطو من رحمۃ اللہ۔ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً۔ اِنَّہُ ہُوَ الغفور الرحیم اے محبوب تم اپنی تمام امت سے یوں خطاب فرماؤ کہ اے میرے بندوں جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بے شک اللہ سب گناہ بخشتیتا ہے۔ بے شک وہی ہے بخشنے والا

مہربان۔ حضرت مولوی معنوی قدس سرہ مشنوی شریف میں فرماتے ہیں شعیر بندہ خود خواند احمد در رشاد۔ جملہ عالم را بخوان قُلْ یعباد

طرفہ یہ کہ وہابیہ کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی حاشیہ شتائم امدادیہ میں قرآن کریم کا یہی مطلب ہونی کی تائید کر گئے کہ تمام جہان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بندہ ہے معترف بہادر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر فاروق اعظم اور مولینا دوم علیہ الرحمۃ کو بھی کیا شرک کا الزام دینگے۔ نیز شاہ ولی اللہ صاحب کو کیا کہیں گے۔ اور اپنے حکیم الامت تھانوی صاحب کیلئے کیا کہیں گے۔ اور سنین محمود حسن دیوبندی رشید احمد گنگوہی کیلئے

کہہ رہے ہیں ع۔ عبید سود کا ان کے لقب تھا یوسف ثانی (رشید گنگوہی یعنی رشید احمد گنگوہی کے کالے غلام بھی یوسف ثانی ہیں۔ ان کیلئے بھی جواب سوچ رکھیں۔ آگے معترض صاحب بہادر منہ کھولتے ہیں۔ اور بعض معتقد تو کھلے طور پر بشریت سے انکار کر چکے ہیں۔ اسی گروہ کے ہنوار ازالہ آبادی کہتے ہیں "شعیر

تجھے کہہ سکوں بشر میں یہ کہاں مری حقیقت۔ میں زمین پر مرد ہوں تری عرش تک رانی بہت برے ہیں وہ لوگ جو حضور کی بشریت سے منکر ہیں۔ خارج از اسلام ہیں۔ وہ ہمارے گروہ میں سے نہیں۔ ہم اہلسنت نہ بشریت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر اور تمہاری طرح نہ انہیں ایسا بشر کہنے کے قائل جو عجز و نادانی میں دوسروں کے برابر ہو۔ ہمارے نزدیک دونوں مرد و عورتوں کی بشریت کا منکر ہو وہ بھی اور جو انہیں اپنا جیسا کہے وہ بھی۔ لیکن معترف بہادر آپ نے دعویٰ پر بطور سند جو شریعت میں کیا ہے اس کے بارے میں صرف اتنا کہنا ہے کہ اگر یہ انکار بشریت ہے تو شاہ صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کا یہ فرمان کہ تیری بشریت کا اصلا وجود نہ رہے بدرجہ اولیٰ انکار ہوگا۔ حالانکہ می گویند علماء و ملت دیوبندیہ۔ آگے پھر جناب نے ماہر القادری کے دو شعر نقل کیے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔ محمد مصطفیٰ کی شان رفعت اور ہی کچھ ہے۔ بظاہر تو بشر ہیں اور حقیقت اور ہی کچھ ہے پمردہ میم ہٹ گیا وصل حبیب ہو گیا۔ نور سے نور جا ملا صل علی محمد پہلا شعر ہمارے نزدیک بالکل درست ہے اور اقوال علماء کا جو ابھی گزرے عین مفاد ہے۔ ہاں دوسرا شعر البتہ ابہام سے خالی نہیں ضرور خلاف احتیاط ہے جس سے بچنا ضروری واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔ پھر لکھتے ہیں "ان لوگوں نے ذاتی و عطائی کی منطق کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صفات خداوندی کے درجہ تک پہنچا دیا ہے" الخ

معترف بہادر شروع سے آخر تک یہی الزام طرح طرح سے دہرائے جا رہے ہیں کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے نزدیک خدا ہیں اور ہر مرتبہ ناکام ہوئے اور وہ الزام خود اپنوں کے سہ لاد چکے ہیں۔ اب کہ نئی صورت میں یہ الزام دیا ہے اور اس مرتبہ بھی عقل کو ہاتھ سے دیا ہے۔ صاحب بہادر۔ اللہ کی کوئی صفت عطائی نہیں کہ کسی کی دین ہو اس کی ہر صفت ذاتی ہے تو عطائی کو بھی اللہ کی صفت کہنا یہ وہ شرک ہے جس سے تم اپنے زعم میں بھاگے تھے یہ دیکھو وہ تمہارے سر پر آ رہا کیونکہ جب اللہ کی صفت بھی عطائی ٹھہری اور عطائی غیر کی دین ہوتا ہے تو لازم ہوا کہ اللہ سے اوپر بھی کوئی ہو جسے اسے صفات بخشیں والعیاذ باللہ العلی العظیم اور یہ عین شرک اور قاطع توحید ہے۔ اپنے ہی دام میں صیاد آ گیا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ذاتی اور عطائی کی تقسیم تو بے شک صحیح ہے اور اس کا اعتبار اجلہ علماء نے کیا ہے بلکہ خود معترف صاحب بہادر سے ہم قبول اداں گے کہ یہ تقسیم صحیح ہے انشاء اللہ

ناظرین کرام انتظار کریں۔

اخ کے ترجمہ پر اعتراض

اب معترض صاحب بہادر آیہ کریمہ کذبت قوم نوح المرسلین اذ قال لهم اخوهم نوح الاتقون کا ترجمہ رضویہ جو یہ ہے (نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان سے ان کے ہم قوم نوح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں) لکھ کر یوں منہ کھولتے ہیں "اخ" کا ترجمہ بھائی ہے جسے تمام ترجمہ کرنے والوں نے لکھا ہے، الخ اقول شاید معترض بچارے کی نظر اردو کے ترجموں کی حد تک ہے جن میں اخ کا ترجمہ بھائی کر دیا گیا ہے۔ انہیں کیا خبر کہ اخ اور معانی کیلئے بھی آتا ہے۔ مثلاً صدیق دوست اور صاحب کے معنی میں بھی آتا ہے کما فی القاموس والصراح۔ عالم کو اخو العلم کہتے ہیں قال الشاعر اخو العلم حي خالد بعد موتہ۔ یعنی علم والا ہمیشہ زندہ رہتا ہے اپنی موت کے بعد کیوں معترض صاحب اخ کا ترجمہ بھائی ہے تو یہ ترجمہ تو آپ کے نزدیک صحیح ہو گا کہ علم کا بھائی کہا جائے۔ کبھی کسی شے پر اخ یا اخت کا اطلاق اس شے کے شے دیگر کیساتھ کسی امر میں مشارکت کی وجہ سے بھی کرتے ہیں۔ علمی کتابوں میں اس قسم کے اطلاقات بکثرت ہیں۔ کما لا يخفى۔ اور اسی قبیل سے عرب کا محاورہ ہے کہ وہ عربی کو اخو العرب کہتے ہیں جن کا با محاورہ ترجمہ عربوں کا ہم قوم ہی ہے یہاں لازم نہیں کہ اخو العرب تمام عرب کا بھائی ہو معلوم ہوا کہ ہر جگہ اخ کا ترجمہ بھائی نہیں ہوتا مگر ہمارے پیٹناری کے پاس سوائے ہلدی کی ایک گڑھ کے اور ہے ہی کیا۔ وہ ہلدی کی گڑھ یہ ہے کہ اخ کا ترجمہ بھائی ہے الخ مگر انہیں کون سمجھائے کہ اخوہم یہاں بھائی کے معنی میں نہیں۔ اس لئے کہ یہ امر ہر شخص پر ظاہر ہے کہ حضرت نوح اپنی قوم میں ہر شخص کے بھائی نہ تھے اور یہاں آیت کریمہ میں اخوہم فرمایا گیا جو معنی بھائی تمام قوم کی نسبت صحیح نہیں تو لا جرمہ اخوہم اخو العرب کا اخ اور اس کی نظیر ٹھہرا اور اس لفظ سے الواحد منهم ان میں کا ایک مراد ہوا عام ازیں کہ قوم میں وہ فرد کسی کا نسب بھائی ہو یا نہ ہو۔ مگر معترض بہادر خواہ مخواہ نوح علیہ السلام کو سب کا بھائی بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ آخر ان کے امام الطالیفہ کے دھرم پر بڑے بھائی جو ٹھہرے۔ معترض صاحب میری نہ مانیں۔ اپنی مبلغ علم بیضاوی کی تو مانیں۔ اسی بیضاوی میں والی عا د اخاہم ہودا کے تحت ہے۔ (ہودا) عطف بیان لاخاہم والمواد بہ الواحد منهم کقولہم یا اخا العرب للواحد منهم الخ یعنی اخاہم سے مراد ان میں کا ایک ہے جیسے عرب کہتے ہیں اے برادر عرب اپنے میں سے ایک کے لئے معترض بہادر نصوص کا اپنے حقیقی معنی پر چھوڑنا واجب ہے کما قد عرف فی محلہ تاہم علامہ بیضاوی یہ کیا کہہ رہے ہیں کہ مراد اس سے ان میں کا ایک ہے آخر یہ کہنے کی کیا ضرورت درپیش ہوئی۔ یہی ناکہ یہاں اخ بمعنی بھائی سب کی نسبت صحیح نہیں معترض بہادر اب اپنا اعتراض قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ پر بھی جڑ دیجئے کہ اخ کا معنی تو بھائی ہے آپ نے یہ کیا کہہ دیا کہ المواد بہ الواحد منهم الخ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اب معترض صاحب آگے لکھتے ہیں مگر بولیوں کے مجدد پیغمبروں کو بھائی کہنا تو ہین قرار دے چکے ہیں الخ بے شک پیغمبروں کو بھائی کہنا

تو ہیں ہے۔ یہ بات ہر ذوق ایمانی والا جانتا سمجھتا ہے۔ امام احمد رضا کوئی بات اپنے دل سے گڑھ کر نہیں فرماتے۔ وہ جو کچھ فرماتے ہیں ان سے پہلے ان کے پیشرو علماء وہی سرما چکے ہیں۔ اس مسئلہ میں بھی ان کے سلف موجود ہیں سنو یہ علامہ طاہر فتنی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں وح اعبد واللہ ربکم واکرموا اخاکم اذ اد لنفسہ صلی اللہ علیہ وسلم ہضما لنفسہ ای اکرموا من ہو بشر مثکم لما اکرمہ اللہ تعالیٰ بالوحی یعنی اللہ کو پوجو اور اپنے بھائی کی تعظیم کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو تواضع امراد لیا یعنی اس کی تعظیم کرو جو بشریت میں تم جیسے اس لئے کہ اللہ نے اس کو وحی سے عظمت بخشی ہے۔ دیکھو کیسا صاف بیان ہے کہ حضور نے تواضعاً خود کو بھائی فرمایا اور ہر ایمان والا جانتا ہے کہ آقا اپنے لئے جو چاہے تواضع کے بطور فرمائے۔ غلام کو اس میں دخل کرنے کی کیا مجال۔ لا جرم مد ارجح النبوة میں فرمایا ترجمہ یہاں ادب کا ایک اصول ہے جسے بعض اصفا و اہل تحقیق نے ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اگر جناب در بزمیت سے نبی کی شان میں کوئی خطاب یا عتاب یا سطوت و سلطنت و استغنا و تعلی کا اظہار ہو یا جانب نبوت سے عبودیت و انکسار و مسکین و افتقار کا مظاہرہ ہو تو ہمیں نہ چاہئے کہ اس میں دخل کریں اور اشتراک بڈھونڈیں بلکہ حد ادب پر دم بخود ٹھہریں۔ آقا کو پہنچتا ہے کہ بندہ سے جو چاہے کہے اور جو چاہے کرے اور استعلا و استیلا فرمائے

اور بندہ بھی آقا کے حضور فروتنی و بندگی کرتا ہے دوسرے کی کیا مجال کہ اس مقام میں دخل کرے اور حد ادب سے باہر جائے اور یہ مقام بہت سے ضعیف العقل اور جاہلوں کی لغزش اور ان کے ضرر کا سبب ہے اور اللہ ہی سے حفاظت و اعانت ہے۔ معترض بہادر یہ لیجئے ہم نے علامہ طاہر فتنی کی مجمع بحار الانوار سے دکھا دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود کو صابہ کا بھائی کہنا تواضع تھا اور مدارج النبوة سے ثابت کیا کہ انبیاء جو کچھ تواضعاً فرمائیں اسمیں ہمیں دخل جائز نہیں۔ بحمدہ تعالیٰ حدیث سے آپ کے استدلال کی راہ سدور ہوئی۔ اب معترض صاحب بہادر کسی معتبر کتاب سے علامہ طاہر فتنی کی خلاف ایک عبارت ہی لاکر دکھائیں اور اگر نہ لاسکیں تو اپنا عجز مان کر اس مسئلہ کا اجماعی ہونا تسلیم کریں اور یہ بتاتے چلیں کہ خارق اجماع کا حکم کیا ہے؟ اب سابقہ عبارت کے متصل ہی لکھتے ہیں "اس لئے قرآن مجید میں اخ کا ترجمہ ہم قوم کیا ہے جو محض جاہلوں اور کم علموں کو دینا ہے ورنہ ہر صاحب علم جانتا ہے کہ اگر پیغمبر کو بھائی کہنا تو ہین ہے تو ہم قوم یعنی اپنی قوم بتلانا بھی تو ہین ہونا چاہئے" الخ ہم نے ثابت کیا کہ نبی کو بھائی صرف امام احمد رضا ہی کے نزدیک نہیں بلکہ متقدمین کے نزدیک بھی تو ہین ہے۔ اب قاضی بیضاوی پر جنہوں نے اخوہم سے ہم قوم مراد لیا ہے اور ان علماء و پڑھوں نے بیضاوی کے قول کو مقرر کیا یہی اعتراض جڑے اور انہیں بھی دھوکہ بازی کا لڑا دیجئے۔ نہیں بلکہ خدا سے بھی کہئے کہ اسے نبی کو کافروں کا ہم قوم بنا کر نبی کی توہین کیوں کی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ معترض بہادر کو ابھی یہی تیز

ہیں کہ بعض بات خود تو ہیں ہوتی ہے اور اس کا اطلاق جائز نہیں ہوتا اور بغیر کو بھائی
 کہنا ایسا ہی ہے کہ اس کا اطلاق ہی نہیں جیسا کہ مجمع بحار الانوار سے
 مستفاد ہوتا اور بعض بات خود تو ہیں نہیں ہوتی بلکہ اگر معرض تو ہیں میں کہی جائے تو
 تو ہیں ہوتی ہے اور یہاں انھوں میں سے قطعاً ہم قوم مراد ہے جیسا کہ ہم نے ثابت
 کیا اور قاضی بیضاوی کی شہادت اس پر دی معرض تو ہیں میں نہیں کہا گیا بلکہ اس سے
 کافروں پر ہی طعن مقصود کہ انہوں نے اپنے ہی قوم کے ایک جلتے بھائی کے لئے جسے
 اللہ نے رسول بنا کر بھیجا مگر یہ کی۔ معرض بہادر کی یہ اہل فریبی دیدنی ہے کہ انہوں نے
 ایسی بات کو جو تو ہیں نہیں ہے اپنی بات بنانے کے لئے اسے بھی تو ہیں بنالیا

ذنب کے ترجمہ پر اعتراض

معرض بہادر اب سورۃ فتح کی آیت کریمہ **إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا لِيُغْضِرَ**
لَكَ اللَّهُ مَا تَقْدِمُ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تُأْخِرُ وَيَمْحُطُ إِلَيْكَ بِكَرَمِهِ کا ترجمہ
 رضویہ جو یہ ہے (بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرادی تاکہ اللہ تمہارے سبب
 سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تمہارے تمام کر دے)
إِنَّمَا مَلَخَصًا بِقَدْرِ الْحَاجَةِ لَكُمْ کہ یوں نہ کہہ لیتے ہیں اس ترجمہ میں کلام کو سببہ مان کر تمہارے
 سبب سے کہنا درست ہو سکتا ہے مگر ما تقدم من ذنبك وما تاخر من ذنبك
 تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے الفاظ کا ترجمہ نہیں ہے اور مفہوم بھی نہیں ہو سکتا
 جی ہاں الفاظ اتنے ہی ہیں جتنے آپ کو سوچیں اور مفہوم وہی ہے جو آپ کی سمجھ دانی میں سما جائے
 اور جو اس میں نہ آئے وہ مفہوم ہو ہی نہیں سکتا۔ معرض بہادر امام احمد رضا کی دشمنی سلف کی
 دشمنی ہے۔ جو کچھ فرماتے ہیں وہ سلف کا ارشاد ہو سکتا ہے علامہ بہار ابن سلامۃ الناصح
 والمنسوخ میں فرماتے ہیں۔ وقد اختلف المفسرون في قول تعالى ليغضير الله
 ما تقدم من ذنبك وما تاخر۔ قال جماعة ما تقدم من ذنبك قبل الرسالة
 وما تاخر بعد ها وقال الآخرون ما تقدم من ذنبك وما تاخر من
 ذنوب امتك لانه يتب به على آدم وهو الشافع لامته فيمتن بذلك
 عليه وقال آخرون ما تقدم من ذنبك ايكم ابراهيم وما تاخر
 من ذنوب النبيين فيه يتب ايضاً عليهم الخ معني مفسرين كرام كآية كريمه
 ليغضير الله الخ کے معنی میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت نے کہا کہ رسالت سے پہلے اور اس
 کے بعد کے خلاف اولی امور مراد ہیں۔ اور دوسروں نے کہا کہ خدا آپ کے اگلوں اور آپ کے
 پچھلوں کے گناہ بخش دے۔ اس لئے کہ آپ کے سبب آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔
 اور آپ اپنی امت کے شیعی ہیں تو اللہ اس فضیلت سے آپ پر احسان فرما رہا ہے اور دوسروں
 نے کہا کہ آپ کے باپ ابراہیم اور ان کے بعد کے نبیوں کے خلاف اولی امور بخش دے۔
 اس لئے کہ حضور کے طفیل ان کی توبہ قبول ہوئی۔ شفاء و شرح شفاء ملا علی قاری میں ہے
 ترجمہ یعنی کہا گیا کہ مراد اس سے خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ہے اس بنیاد

پر کہ مضاف محذوف ہے اور کچھ نے کہا کہ مراد اس سے آدم علیہ السلام کی سابقہ لغزشیں
 اور آپ کی امت کے گناہ ہیں اس بنیاد پر کہ اصناف ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے ہی دلالت
 بمعنی لأجلک ہے (یعنی تمہارے سبب الخ) اس قول کی حکایت فقیر امام ابو اللیث
 سمرقندی جو اکابر حنفیہ میں سے ہیں اور امام عبدالرحمن سلمیٰ صوفی صاحب لطائف الصوفیہ اور
 تصوف میں تفسیر کے مؤلف نے ابن عطائے کی۔ امام مکی نے فرمایا کہ یہاں جو خطاب نبی علیہ السلام
 سے ہے وہ درحقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے ہے اضافت میں ادنیٰ مناسبت کی
 وجہ سے یا مضاف کے محذوف ہونے کی وجہ سے معرض صاحب بہادر یہ دیکھئے علامہ قاضی
 عیاض رحمۃ اللہ علیہ سمرقندی سلمیٰ ابن عطاء اور مکی سے کیا نقل فرماتے ہیں اور یہ علماء
 مذکورین کس طرح اسے وجہ قرآن میں سے ایک وجہ بنا رہے ہیں۔ اور علامہ قاضی عیاض
 اور علی قاری دیگر وجوہ کی طرح کیوں کر اس وجہ کو بھی مقرر کر رہے ہیں۔ اور اپنے اس ضعیف
 جمل سے بنا رہے ہیں کہ قرآن اپنی جمیع وجوہ پر حجت ہے۔ کافی التفسیر الکبیر والذرقانی
 علی المواہب وغیرہما۔ معرض صاحب بہادر اب تو کھل گیا کہ جسے آپ نے یہ کہہ کر
 رد کر دیا تھا کہ الفاظ کا ترجمہ بھی نہیں ہو سکتا وہ وجوہ قرآن میں سے ایک وجہ ہے جسے
 ایسے جلیل القدر علماء نے افادہ فرمایا ہے۔ معرض صاحب بہادر اب کہیے یہ اعتراض تو
 امام احمد رضا پر نہیں علماء پر نہیں بلکہ خود قرآن پر ہو گیا۔ دلائل و لا قوۃ الا باللہ العلی
 العظیم اور آپ کی قرآن فہمی اور پیردی سلف کا بھرم کھل گیا۔ مگر یہ کہ ع بدنام اگر
 ہوں گے تو کیا نام نہ ہو گا۔ اب معرض بہادر اپنے دعوئے مذکورہ کی دلیل دے رہے ہیں
 کیوں کہ جب سب اگلوں اور پچھلوں کے گناہ صاف ہی ہو گئے تو سب جنتی ہو گئے کسی کی
 تخصیص بھی مترجم نے نہیں کی ہے۔ پھر جنتی کوئی نہ ہو گا۔ اس لئے صحیح ترجمہ مفہوم وہی ہے
 جو دوسرے مترجمین و مفسرین نے اختیار کیا ہے۔ اھ قول بحمدہ تعالیٰ ہم نے دکھا
 دیا کہ قول مفسرین کرام کی ایک جماعت کا ہے جسے امام علام ابو القاسم ہبۃ اللہ بن سلامۃ
 اور امام قاضی عیاض اور علامہ علی قاری نے منجملہ دیگر اقوال کے مقرر کیا۔ معرض بہادر ان پر
 بھی اعتراض جڑواں اور انھیں بھی پڑھاؤ کہ صحیح مفہوم وہی ہے جو دوسرے مفسرین نے اختیار
 کیا ہے۔ معرض بہادر آپ سے یہ کون کہہ گیا کہ یہ حکم سب اگلوں اور پچھلوں کے لئے ہے
 خواہ مومن و موحد ہوں یا کافر و ملحد ہوں۔ اجماعی حکم انہیں کے لئے ہے جو کفر و شرک سے
 دور ہوں بیشک ان کا مال کار مغفرت ہے جیسا کہ تمام علماء اہل سنت نے اس کی تصریح فرمائی ہے
 اور وہ مغفرت سرکار کے طفیل میں ہے آگے معرض بہادر اپنی پرانی عادت کی مطابق شاہ
 رفیع الدین علیہ الرحمۃ کا ترجمہ لکھ کر کہتے ہیں دیکھئے شاہ صاحب نہ تو لام کو سببہ مان
 رہے ہیں اور نہ اگلوں اور پچھلوں کے گناہ مراد لے رہے ہیں جی ہاں ابن عطاء سمرقندی
 سلمیٰ مکی ابن سلامۃ قاضی عیاض ملا علی قاری ایک ایک کو شاہ صاحب کا ترجمہ دکھائیے
 اور کہئے۔ دیکھئے شاہ صاحب نہ تو لام کو سببہ مان رہے ہیں اور نہ الخ پھر شاہ
 عبدالقادر علیہ الرحمۃ کا ترجمہ لکھ کر کہتے ہیں کہ اس جیسا ترجمہ اور دوسرے حضرات نے بھی کیا
 ہے ہاں ان سب علماء کو ان حضرات کے ترجمے دیکھائیے اور ان سے کہئے کہ آپ سب

پر ہمارے حضرات کی پوری لازم ہے، یہ منہ اور پوری سلف کا دعویٰ ع شوم تم کو مگر نہیں آتی۔ آگے کہتے ہیں "اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے پیغمبر گناہوں سے پاک اللہ معصوم ہوتے ہیں پھر تمام پیغمبروں کے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمایا کہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے کس لئے ہے اس کا جواب دینے کے لئے وہ طریقہ غلط ہے جو طریقہ امام احمد رضا نے اختیار کیا ہے، ترجمہ میں تبدیلی کر دی المعلقہ ان مفسرین کرام سے بھی فرمائیے کہ اس اعتراض کا جواب دینے کیلئے وہ طریقہ غلط ہے جو تم نے اختیار کیا۔ قرآن میں حذف مضامین مان کر الفاظ بڑھائے اور تحریف کا الزام انہیں بھی دیکھیے جو امام احمد رضا کو دے چکے آگے معترض بہادر نے تفسیر بیضاوی سے آیت کریمہ کی دوسری توجیہ نقل کی ہے جو ہماری مذکورہ توجیہ کے منافی نہیں ہے۔

نبی کے ترجمہ پر اعتراض!

اب باذنہ تعالیٰ معترض بہادر کے دوسرے اعتراض کی خبر لیں جو انہوں نے لفظ نبی کے ترجمہ رضویہ پر کیا ہے۔ علم غیب کی بحث چھیڑی ہے۔ کہتے ہیں۔ نبی کا ترجمہ خانصاحب نے "ہر جگہ غیب کی خبر دینے والے ہی کیلئے" ہو سکتا ہے کہ کسی لغت میں نبی کے معنی غیب کی خبر دینے والا لکھے ہوں۔ معترض بہادر کسی لغت میں لکھا ہو کیا مطلب لغت کی کتابوں میں یہی لکھا ہے مگر آپ کو لغات دیکھنے کی فرصت کہاں ہے۔ ہم سے سینے۔ قاموس میں ہے النبیؐ المخبر عن اللہ تعالیٰ وترك الہمن المضاد صراح میں ہے نبیؐ پیغامبر الہم قاموس اور صراح کی عبارتوں کا ماحصل یہ ہے کہ نبی اللہ کی طرف سے خبر دینے والے اسکے پیغامبر کو کہتے ہیں نیز المعجم الوسیط میں ہے النبیؐ المخبر عن اللہ عزوجل۔ یہ بات کر نبی اللہ کی طرف سے کیسی خبر دیتا ہے۔ معترض بہادر سوچو تو نبی جو کچھ فرماتا ہے وہ شرک ہو تو نبی کے آنے اور اس کے بدلنے کی حاجت ہے۔ بھلا بتاؤ تو صحیح نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ جنت و دوزخ تمام امور دین اگر غیب نہیں تو غیب پھر کس چیز کا نام ہے۔ بے شک یہ غیب ہے اور بے شک نبی اللہ کی طرف سے غیب ہی لاتا ہے۔ لاجرم المتجدد میں اسی لئے کہا (النبوۃ والنبوۃ) الاخبار عن الغیب او المستقبل بالہام من اللہ۔ الاجاد عن اللہ وما یتعلق بہ تعالیٰ (النبی والنبی) المخبر عن الغیب او المستقبل بالہام من اللہ۔ المخبر عن اللہ وما یتعلق عن اللہ تعالیٰ۔ اس کا ترجمہ اپنے ہی مستند عبد الحفیظ بلیادی سے سینے وہ مصباح اللغات میں رقم طراز ہیں۔ (النبوۃ والنبوۃ) اللہ تعالیٰ کے الہام سے غیب کی باتیں بتانا۔ پیشین گوئی کرنا۔ خدا کی طرف سے پیغامبر معترض بہادر کا ش اپنے بلیادی صاحب کی مصباح اللغات ہی دیکھ لیتے معترض صاحب اب اسکا ثبوت لئے چلے کہ وہ معنی جو لغت میں بیان ہوئے شرعاً بھی متبر ہیں۔ سنئے علامہ طاہر فتنی مجمع البحار الاوار میں فرماتے ہیں ہو بمعنی فاعل من انبیاء الخبر لانه انباء عن اللہ۔ یعنی معنی فاعل کے بنا دہ معنی خبر ہے۔ اس لئے نبی اللہ سے غیب کی خبر دیتا ہے۔ اور یہی علامہ

ابن حجر عسقلانی مقدمہ فتح الباری میں فرماتے ہیں والنبیؐ بالہمزۃ المخبر عن اللہ وقیل بمعنی مفعول ای اخبرہ اللہ تعالیٰ بامورہ وقیل استنق من النبیؐ لورفعۃ منازلہم وقیل النبیؐ الطریق سُمیٰ بذلک لانه الطریق الی اللہ تعالیٰ الم ملقطاً یعنی نبی بالہمزۃ اللہ سے خبر دینے والا اور کہا گیا کہ مفعول کے معنی میں ہو۔ یعنی اللہ نے اسے اپنے راز کی خبر دی اور کہا گیا کہ نبیؐ بمعنی نبیؐ سے مشتق ہے انبیاء کے بلند منازل و مراتب کی وجہ سے اور کہا گیا کہ نبیؐ راستہ ہے۔ نبی کا نبی نام اس لئے رکھا گیا کہ وہ اللہ کا راستہ ہے۔ کیوں معترض بہادر تمہارے نزدیک تو نبیؐ موٹی موٹی باتیں بتانا ہو گا جو سب کو معلوم ہوں۔ اللہ نے اسے ایسی ہی باتیں بتائی ہوں گی جیسی تو وہ اور سب عجز و نادانی میں شریک ہو گئے اور انہیں معمولی باتوں کی بناء پر اللہ کے یہاں نبیؐ کی منزل بلند ہو گئی اور معاذ اللہ وہ بایں نادانی اللہ کا راستہ ہو گیا۔ ما قدرہ اللہ حق قدرہ۔ اور سنئے شفاء و شرح شفاء میں ہے۔ فالنبوۃ فی لغة من ہزمأخوذة من النبا وهو الخبر وقد لاتہمن علی هذا التاریل والمعنی ان اللہ اطلعہ علی غیبہ ائی بعض مغبیاتہ وغیبہ المختص بہ من عند سر بہ الم ملقطاً یعنی نبوۃ بنا بمعنی خبر ہے اس کی لغت میں جو اسے مہور پڑھے۔ اور کبھی ہمزہ کے ساتھ نہیں پڑھی جاتی اسی معنی میں اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیؐ کو غیب پر مطلع فرمایا بعض غیب پر مطلع فرمایا ان غیب پر مطلع فرمایا جو نبیؐ کا اسکے لب کی طرف سے خاصہ ہے۔ زرقانی میں ہے۔ النبوة هی الاطلاع علی الغیب۔ نبوت غیب پر اطلاع ہے۔ آگے لکھتے ہیں "مگر شریعت کی اصطلاح میں نبی اللہ کے ایسے بندے کہتے ہیں جس پر وحی اُترتی ہو" الخ اس کا جواب اب لئے چلے کہ نبیؐ بمعنی غیب کی خبر دینے والا غیب جاننے والا یہ معنی بھی شرعی ہے جیسا کہ عبارت علماء بلکہ خود قرآن سے روشن ہوا، ثانیاً آپ کے کلام سے صاف ظاہر ہوا کہ آپ معنی مذکور کے شرعی ہونے کے منکر ہیں حالانکہ علماء فرما رہے ہیں بلکہ خود قرآن اس معنی کا اثبات فرما رہا ہے۔ معترض بہادر اپنے سینے پر دم کیجئے۔ لا لعنة اللہ علی الکاذبین۔ ثالثاً۔ ذالک من انباء الغیب نوحید الیک الایۃ سے روشن ہے کہ وحی غیب کی ہوئی اور وحی خود غیب ہے جسے حاضران بارگاہ رسالت نے بھی اترتے نہ دیکھا۔ تو وہ تعریف جو نبیؐ کی آپ نے بے سوچے سمجھے لکھ دی ہے۔ وہ نبیؐ کے معنی مذکور کے کیا معنی ہوئی بلکہ نبیؐ اور رسول کی دونوں تعریفوں سے صاف ظاہر کہ غیب جاننا دونوں کا مفہوم و ماہیت ہے کہ نبیؐ اور رسول وہ ہو ہی نہیں سکتا جو غیب نہ جانے رہے خود ظاہر ہے مگر آپ کو سمجھ کہاں (شجر) ویسی یصم فی الاعیان شیء اذا احتاج الذہادانی دلیل۔ آگے لکھتے ہیں۔ اب خانصاحب کو شرعی اصطلاح سے ضد تھی تو نبیؐ کا ترجمہ نبیؐ ہی کر دیتے۔ الخ۔ مذکورہ بالا بیان سے خوب روشن ہو گیا کہ شریعت سے ضد کس کہے۔ اپنا الزام دوسرے کے سر دھرتے ہوئے ذرا بھی تو شرمائیے۔ ان یوں کہتے کہ امام احمد رضا کو آپ کی گڑھی ہوئی شرعی اصطلاح جس سے نبیؐ کی نبوت

ہی نہیں رہتی۔ ایسی اصطلاح سے ضرور ضد ہے، پھر لکھتے ہیں ”جب نبی کا ترجمہ غیب کی خبر دینے والا ہے پھر اصل لفظ کی کیا ضرورت باقی رہی“ اقول۔ نبی کے مقدمہ فتح الباری میں یہ معنی بیان ہوئے۔ المد کی طرف سے غیب کی خبر دینے والا۔ اللہ نے جسے اپنے راز کی خبر دی بلند رتبے والا۔ اللہ کا راستہ ادا ان معانی میں باہم منافات نہیں تو یہ سب نبی سے مراد ہو سکتے ہیں۔ لہذا امام احمد رضا نے آپ کے بقول آپ کی شرعی اصطلاح سے مندرک بنا پر ایک معنی کی تصریح فرمادی اور باقی معانی مراد لئے امام احمد رضا کے کلام کو سمجھنے کی قابلیت بھی نہیں اور چلتے ہیں اعتراض کرنے والا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ آگے لکھا مگر یہاں بھی اپنا مصنوعی عقیدہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ہر ذرہ ہر ایک کے پیش نظر متساوی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عالم ماکان و مایکون ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں ہر نبی کو علم ماکان و مایکون عطا ہوا اور محمد اللہ ہمارا جو عقیدہ ہے وہی قرآن و حدیث کا ارشاد ہے۔ وہی ائمہ اعلام فرمان واجب الانقیاد ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ونزلنا علیک الکتاب بتبینا لکل شیء وهدی ورحمة وبشری للمؤمنین۔ ترجمہ۔ آمادی ہم نے تم پر کتاب جو ہر چیز کا روشنی بیان ہے یہاں اور مسلمانوں کیلئے ہدایت و رحمت و بشارت وقال اللہ تعالیٰ ما کان حدیثا یفتویٰ و لکن تصدیق الذی بین ید یدہ و تفصیل لکل شیء۔ قرآن وہ بات نہیں جو بنائی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر شیء کا صاف صاف جدا جدا بیان وقال تعالیٰ ما فرطنا فی الکتاب من شیء اقول وباللہ التوفیق۔ جب قرآن مجید ہر شیء کا بیان ہے اور بیان بھی کیا روشنی اور ہر شیء بھی کس درجہ کا مفصل اور اہلسنت کے مذہب میں شیئی ہر موجود کو کہتے ہیں۔ تو عرش تا فرش تمام کائنات جملہ موجودات اس بیان کے احاطے میں داخل ہوئے اور مجملہ موجودات کتابت لوح محفوظ بھی ہے تو بالضرورۃ یہ بیانات محیطہ اس کے مکتوبات کو بھی بالتفصیل شامل ہوئے اب یہ بھی قرآن عظیم ہی سے پوچھئے دیکھئے کہ لوح محفوظ میں کیا کیا لکھا ہے قال اللہ تعالیٰ وکل صغیر وکبیر مستطرا جھوٹی بڑی چیز سب لکھی ہوئی ہے۔ وقال اللہ تعالیٰ احصینا فی امام مبین۔ ہر شیء ہم نے ایک روشنی بشارت میں جمع فرمادی وقال اللہ تعالیٰ ولا حبتہ فی ظلمات الارض ولا طیب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیروں میں اور نہ کوئی تر نہ کوئی خشک مگر یہ کہ سب ایک روشنی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ اور اصول میں ہر ہر ہر چہ کا ذکر خیر لفظی میں مفید عموم ہے اور لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا اور عام افادہ استغراق میں قطعی ہے۔ اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے بے دلیل شرعی تخصیص و تاویل کی اجازت نہیں ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے۔ تو محمد اللہ تعالیٰ کیسے نص قطعی سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب و بائدک وسلم کو اللہ عزوجل نے تمام موجودات جملہ ماکان و مایکون اور جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا اور مشرق و غرب و سما و ارض

اور عرش و فرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا۔ واللہ المجتہد السامیہ اور جبکہ یہ علم قرآن عظیم کے بتیاناً لکل شیء ہونے لے دیا اور یہ ظاہر ہے کہ یہ وصف تمام قرآن مجید کا ہے نہ ہر آیت نہ ہر سورۃ کا تو نزول جمیع قرآن شریف سے پہلے اگر بعض انبیاء علیہم الصلاۃ والتسلیم کی نسبت ارشاد ہو لہم نقصان علیک یا منافقین کے بارے میں فرمایا جائے گا تو علمہم ہرگز ان آیات کے منافی اور احاطہ علم مصطفیٰ کا نافی نہیں۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما صحیح و سنن و مسانید و مفاحیم کی احادیث صریحہ صحیحہ کثیرہ شہیرہ اس عموم و اطلاق کی اور تاکید و تائید فرما رہے ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم حضرت خذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاماً ما ترک شیئاً یکون فی مقامہ ذلک الی قیام الساعت الا حدث بہ حفظہ من حفظہ و لیسہ من لسیۃ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ہم میں کھڑے ہو کر جب سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب بیان فرمادیا کوئی چیز چھوڑ نہ دی یاد رہا جسے یاد رہا بھول گیا جو بھول گیا۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاماً ما ترک شیئاً یکون فی مقامہ ذلک الی قیام الساعت الا حدث بہ حفظہ من حفظہ و لیسہ من لسیۃ۔ ایک بار سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں ابتداء آفرینش سے لے کر جنتوں کے جنت میں اور روزخوں کے روزخ میں جانے تک کا حال ہم سے بیان فرمایا۔ یاد رکھا جس نے یاد رکھا۔ بھول گیا جو بھول گیا۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت عمر بن الخطاب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کے بعد غروب آفتاب تک خطبہ فرمایا۔ بیچ میں ظہر و عصر کی نمازوں کے سوا کچھ کام نہ کیا۔ ناخبر ہونا بسا کاٹن الی یوم القیامۃ فاعلمنا احفظنا۔ اس میں سب کچھ ہم سے بیان فرمادیا جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا۔ ہم میں زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ یاد رہا۔ جامع ترمذی شریف وغیرہ کتب کثیرہ ائمہ حدیث میں باسانید علیحدہ و طرق متنوعہ دس صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم سے ہے۔ اور حدیث ترمذی معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ فرائض تیسہ عزوجل وضع کفہ بین کتفی توجہت بودا نامہ بین تیدی فتجلی لی کئی شیئی و عرفت۔ میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا اس نے اپنا دست قدرت مری پشت پر رکھا کہ مرے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس ہوئی اس وقت ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لیا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں۔ ہذا حدیث حسن صحیح سأل محمد بن اسماعیل عن هذا الحديث فقال صحیح یہ حدیث حسن صحیح ہے میں نے امام بخاری سے اس کا حال پوچھا فرمایا صحیح ہے اسی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اسی معراج منامی کے

بیان میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فعلمت ما فی السموات والأرض۔ جو کچھ آسمان زمین میں ہے سب کچھ مرے علم میں آگیا۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں: ”پس دانستم ہرچہ در آسمانہا و ہرچہ در زمینہا بود عبارت است از حصول عامہ علوم جزوی دہلی و احاطہ آن“ امام احمد مسند اور ابن سعد طبقات اور طبرانی معجم میں بسند صحیح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو یعلیٰ و ابن مینع و طبرانی ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی لفظ تو کنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ما یحترکت طائر و جناحہ فی السماء الا ذکر لنا منہ علما۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس حال پر چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پرمانے والا ایسا نہیں جس کا علم حضور نے ہمارے سامنے بیان نہ فرمادیا ہو۔ طبرانی معجم کبیر اور نعیم بن حماد کتاب الفتن اور ابو نعیم حلیہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان اللہ قدر فی الدنیا فانا انظر الیہا والی ما ہو کائن فیہا الی القیامۃ کائن انظر الی کفی ہذا حلیانا من اللہ جلّالہ و تعالیٰ کما جلّالہ للنبین من قبلہ۔ بے شک اللہ عزوجل نے مرے سامنے دنیا اٹھائی تو میں اسے اور جو کچھ ان میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے میں اپنے اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں اس روشنی کے سبب جو اللہ نے اپنے نبی کے لئے روشن فرمائی جیسے مجھے پہلے انبیاء کیلئے روشن کی تھی اس حدیث سے روشن کہ جو کچھ زمین میں اور سموات و ارض میں ہے اور جویا مت تک ہو گا ان سب کا علم انکے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی عطا کیا گیا۔ اور حضرت عزوجل نے اس عالم ماکان وما یکن کو اپنے محبوبوں کے پیش نظر فرمادیا مثلاً شرق سے غرب تک، ارض سے فلک تک اس وقت جو کچھ ہو رہا، خلیل اللہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہزار برس پہلے ان سب کو ایسا دیکھ رہے ہیں گویا اس وقت ہر جگہ موجود ہیں۔ ایمانی نگاہ میں نہ یہ قدرت الہی کے اوپر دشوار نہ عزت و جہالت انبیاء کے مقابل بسیار گروہانی بیچارے جن کے یہاں خدائی کی حقیقت اتنی ہو کہ وہ ایک بیڑے کے پتے گن دے وہ آپ ہی ان حدیثوں کو شرک اکبر کہنا چاہیں اور علماء اعلام اور ائمہ کرام ان سے سندیں لائیں انھیں مقبول و مسلم کہتے آئیں جیسے امام خاتم الحفاظ جلّالہ الملوٰۃ والددین علامہ سیوطی مصنف خصائص کبریٰ و امام شہاب الدین محمد خطیب قسطلانی صاحب مواہب لدنیہ و امام ابو الفضل شہاب الدین بن حجر مشیمی مکی شارح و علامہ شہاب احمد محمد مصری خفاجی صاحب نسیم الریاض، شرح شفاء قاضی عیاض و علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی صاحب شرح مواہب وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ انھیں مشرک نہ کہیں تو اپنی جمر تو حیدر کینو کرنا ہی الخ میں یہ کلام امام احمد رضا کی کتاب کامل النصاب انباء المصطفیٰ بحال ستر و اخفی سے اقتباس کر لایا کہ امام احمد رضا اعتراض معترض کا خود جواب دیں اور سنیوں کا منہ اُجالا اور دشمنوں کا منہ کالا ہو۔ معترض صاحب بہادر بتائیں کہ کس کس

کا عقیدہ مصنوعی بتائیں گے۔ ذرا قرآن و حدیث کے ارشادات آنکھوں کے سامنے رکھ کر کہتے خدا و رسول کو کیا کیا نہ سنائیں گے۔ اور سنتے چلیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فیض الحرمین میں لکھتے ہیں۔ فاض علی من جنابہ المقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیفیت ترقی العبد من حیثہ الی حیثہ القدس یجلی لہ کل شیء لکما أخبر عن ہذا المشہد فی قصۃ المعراج المناہی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مرے اوپر اس حالت کا علم فائز ہوا کہ بندہ اپنے مقام سے مقام قدس تک کیوں کر ترقی کرتا ہے کہ اس کیلئے ہر شئی روشن ہو جاتی جیسا کہ حضور نے اس مقام کی معراج خواب کے قصہ میں خبر دی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کا ارشاد گذرا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نبوت سے ہر دیندار کے درجہ پر مطلع ہیں کہ وہ مرے دین میں کس درجہ پر پہنچا اور وہ حجاب کیا ہے جس سے وہ ترقی سے محروم رہا۔ معترض بہادر ان نبردگوں کے لئے کیا فتویٰ ہے۔ اور سنیوں امام الطایفہ دہلی کی خبر لیں۔ وہ مراد مستقیم میں اپنے پیر کے لئے رقم طراز ہے۔ پارہ از مضامین ہدایت آگین از زبان غیب ترجمان حضرت ایشاں شہیدہ الخ ملتقطاً۔ للہ انصاف ایسی کی زبان تو زبان غیب ترجمان ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی خبر دینے والا کہہ دیا جائے تو شرک ترک بکاؤ۔ نیز اسی نام نہاد مراد مستقیم میں اپنے پیر کی نسبت لکھا۔ ”تا انکہ روزے حضرت جل و علا دست راست ایشاں را بدست قدرت خاص خود گرفتہ چیز ہر از امور قدسیہ کہ بس رفیع و بدیع بود پیش روئے حضرت ایشاں کردہ فرمود کہ ترا این چنین دادہ ام چیزے دیگر ہم خواہم داد“ یعنی ایکدن اللہ تعالیٰ نے اسمعیل کے پیر کا دامنہ ہاتھ اپنی دست قدرت میں لیا اور امور قدسیہ کی کوئی شئی جو نہایت رفیع و بدیع تھی انکے رد برد کی اور فرمایا کہ میں نے تمہیں اتنا دیا اور بھی کچھ دوں گا۔ محاذ اللہ رب العالمین! کیوں معترض بہادر صاحب اپنے پیر کیلئے اللہ سے حقیقی مکالمہ ثابت کرنا تو عین ایمان ہے۔ پیر کا عالم قدس کی اشیاء غیبیہ کا اپنی آنکھوں سے دیکھنا یہ تو تمہارے امام کے نزدیک شرک نہیں ہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب کی خبر جاننا بھی شرک ہے۔ عہ اللہ سے خود ساختہ قانون کا نیرنگ۔ جو بات کہیں فخر دی بات کہیں ننگ۔

پیر کا یہ مرتبہ کیوں نہ بتائیں کہ آخر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ سے مکہ کے اوپر انھیں ذرہ ناچیز سے بھی کمتر گردان کے انکی نبوت سے منکر ہو چکے ہیں۔ اور انکا نام نہاد مراد مستقیم میں پیر کی نبوت کی تہید جما چکے اور اس پر ایمان لا چکے لکھتے ہیں۔ انکی افضل آل معاملات اینست کہ حضرت ایشاں جناب رسالت مآب صلوات اللہ علیہ وسلم در نام دیدند و آنجناب سر خرم بادست مبارک خود حضرت ایشاں را خورانید و ضعیفہ یک یک خرم بادست مبارک خود گرفتہ در دہن حضرت ایشاں می نہادند و بعد ازاں کہ بیدار شدند در نفس خود اثری ازاں رویائے حقہ ظاہر و باہر یافتند و ہمیں واقعہ ابتداء سلوک طریق نبوت حاصل شد بعد ازاں روزی جناب ولایت مآب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ و جناب سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا را بخواب دیدند پس جناب علی مرتضیٰ

حضرت ایشاؓ ابدست مبارک خود غسل دادند و خوب شست و شو کردند مثل شست و شو کردن
آباد مرا اطفال خود را جناب حضرت فاطمہ الزہراءؓ لباس سے بس فاخرہ بدست مبارک خود
ایشاؓ ایشاؓ شایندہ تہیں بسبب ہمیں واقعہ کمالات طریق نبوت نہایت جلوہ گر کردیدانی
قول و عنایت رحمانی و تربیت یزدانی بلا واسطہ احدی متکفل حال ایشاؓ شد۔
ناظرین کرام دیکھیں یہ وہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہی علی مرتضیٰ
ہیں جنکے تقویۃ الایمان میں کہا تھا۔ "جن کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و
مخار نہیں" لیکن جب اپنے پیر کی بات آئی تو وہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ایسے تعریف والے ہو گئے کہ خواب میں تشریف لاکر کھجوریں بھی کھلائیں اور اسمعیل
کے پیر کو راہ نبوت کا سالک بھی بنائیں اور علی مرتضیٰ اور فاطمہ الزہراءؓ ایسی ممتاز ہوئیں
کہ پیر جی کو پہلا گئے اور لباس فاخرہ پہنا گئے تو انکے اوپر طریق نبوت کے کمالات
نہایت جلوہ گر ہو گئے۔ اور براہ راست عنایت رحمانی ان کی کفیل حال ہو گئی۔
اور نبوت کس چیز کا نام ہے۔ لا الہ الا اللہ محمدؐ ترسول اللہ۔ معترف بہادہ
ایسے امام کا دم بھر دادر پھر دوسروں کا عقیدہ مصنوعی بتاؤ شرم تم کو گھر نہیں آتی۔
وہ آپ کا ہماری نسبت یہ کہنا کہ حضور عالم الغیب میں بالکل انفرادی ہے۔ عالم غیب
مثل رحمن و قیوم و قدوس وغیرہ اسماء خاصہ بذات باری میں سے ہے اس کا اطلاق
غیر خدا کے لئے ہم اہلسنت کے نزدیک حرام و ناجائز ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں
کہ انبیاء و اولیاء کے لئے علم غیب کا حکم ہی ثابت نہ ہو، بیشک وہ بے طاء الہی انبیاء
کرام کے لئے اور ان کے فیض متابعت سے اولیاء کرام کے لئے ثابت ہے۔ بحمد اللہ
ہم نے اس کا ثبوت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ دہلوی
کے کلمات سے دیا بلکہ خود امام الطایفہ کے اپنے پیر کے حق اس قول بدتر از بول سے
بھی دیا۔ معترف بہادہ ابھی اگر کچھ چاہتے ہیں تو پھر میں معترف ہوں کہ یہ کہنا کہ "بس فرق
ہے کہ اللہ کا علم غیب ذاتی ہے اور حضور کا علم غیب عطائی ہے"۔ اقول و بحول
اللہ احوال۔ بس یہی فرق ہرگز نہیں بلکہ بہت سارے فرق ہیں میں باذن اللہ انھیں
امام احمد رضا کی کتاب مستطاب ابناء المصطفیٰ سے نقل کروں۔ فرماتے ہیں
افسوس ان شرک فروش اندھوں کو اتنا نہیں سمجھتا کہ علم الہی ذاتی ہے اور علم خلق
عطائی وہ واجب یہ ممکن وہ قدیم یہ حادث وہ نامخلوق یہ مخلوق وہ نامقدور
یہ مقدور وہ مزدوریۃ البقار یہ جائز القنا وہ متنہ التیسرہ ممکن التبدل ان عظیم
تفرقوں کے باوجود احتمال شرک نہ ہوگا مگر کسی محفل کو اھ معترف صاحب بہادریہ پورے
چودہ فرق ہوئے مجملہ ان کے ایک فرق یہ بھی ہے مگر آپ یہی گارہ ہے جس کی بسبب یہی
فرق ہے کہ اللہ کا علم ذاتی ہے اور حضور کا علم غیب عطائی ہے ادلا مونہ بھر کے
جھوٹ بولتے شرم نہیں آتی۔ ثانیاً یہی فرق قاطع شرک ہے اور ساری مذکورہ تفرقوں
کا جامع ہے اس لئے علم الہی عطائے غیر سے نہیں اور غیر کا علم اس کی عطا جیسا کہ ظاہر
ہے تو علم الہی نہ ہوگا کذاتی اور ذاتی نہ ہوگا مگر ان مخلوق الہیہ اور غیر کا علم نہ ہوگا مگر عطائی اور عطائی

نہ ہوگا مگر حادث تو اس تفرقہ کو جناب نہ ماننا اور اس کے متعلق یہ کہنا کہ "اس سے شرک کے
دروازے کھلتے ہیں" اس کے متعلق سوائے اس کے کیا کہوں کہ اس تقسیم نے تو شرک کے دروازے
نہیں کھولے بلکہ توڑ دیئے۔ ان معترف بہادریہ آپ حضرات کے علم عطائی ماننے پر آنکھیں
میچکر شرک کا مستانہ گیت گا کر کفر و ضلالت کے لئے سب سے کھول دیئے۔ والیاذ
باللہ العلی العظیم۔ معترف صاحب بہادریہ قرآن تو اٹھا کر دیکھتے اللہ عزوجل کی
عطا کے جلوے نظر آئیں گے۔ وقال تعالیٰ وعلکم ما لم تکن تعلمہ تمہیں وہ سب کھلا
جو تم نہ جانتے تھے۔ وقال عزوجل الرحمن علما القرآن خلق الانسان علمہ
البيان رحمن نے قرآن سکھایا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا انہیں گزشتہ
و آئندہ کا بیان بتایا۔ وعلمہ آدم الاسما کتبھا۔ اللہ نے آدم علیہ السلام کو تمام مخلوق
کے نام سکھا دیئے۔ نیز فرماتا ہے عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احد الا من
ارتضیٰ من المرسلین۔ غیب جاننے والا تو اپنے غیب پر سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے
کسی کو قابو نہیں دیتا۔ ان آیتوں سے اللہ کے بندوں کے لئے علم عطائی ثابت اور علم الہی کا
کسی کی عطا سے نہ ہونا نفس تطہی و دلیل عقلی سے ظاہر۔ تو بھلا اللہ عطائی و ذاتی کی تقسیم خود
قرآن پاک سے مستفاد ہوئی۔ معترف صاحب آپ کے شرک کی ہنسیں کدھر ہیں۔
لاجرم اسی لئے علامہ نووی و ابن حجر مشی علی نے فرمایا و اللفظ لاخیر معناه لا علم
ذلک استقلالاً و علم احاطۃ بکل المعلومات الا اللہ اما المعجزات
والکرامات فباعلام اللہ لھم علمت وکذلک ما علم باجراء العادۃ۔
یعنی آیت سے غیر خدا سے نفی علم غیب کے یہ معنی ہیں کہ غیب اپنی ذات سے بے کسی کے بلکہ
جاننا اور ایسا علم کے جمیع معلومات الہیہ کو محیط ہو جائے یہ اللہ کے سوا کسی کو نہیں رہتے
انبیاء کے معجزات و اولیاء کے کرامات یہاں تو اللہ کے بتائے سے علم ہو رہے ہوتی وہ
باتیں کے عادات کی مطابقت سے جن کا علم ہوتا ہے۔ معترف صاحب اب اپنے شرک کا
الزام ان جنیل القدر علماء کو بھی دے دیجئے۔ آگے لکھتے ہیں۔ کوئی ان سر بھر دے
پوچھے کہ ذاتی علم غیب تو غیر خدا کو ہو ہی نہیں سکتا پھر قرآن مجید میں جگہ جگہ یہ مضمون
کیوں بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی علم غیب نہیں رکھتا۔ جی ہاں مذکورہ القدر
علماء کرام کو بھی سر پھر اٹھائیے اور ان سے بھی پوچھئے کہ ذاتی علم غیب تو غیر خدا کو ہو ہی نہیں سکتا
الہیہ اور ذرا آپ عقلمند اپنی قرآن فہمی کا بھرم رکھتے ہوئے ہمیں یہ بتا دیجئے کہ علم عطائی
پر آپ جیسے توحید پرست شرک گاتے ہیں تو مذکورہ بالا آیتوں پر آپ حضرات کا ایمان رہا۔
آگے لکھتے ہیں کہ اصل حقیقت یہ کہ عالم الغیب اللہ کی صفت ہے۔ سبحان اللہ یہ کیا
علمی ملاحظہ ہو کہ عالم الغیب اللہ کی صفت ہے۔ اسی صاحب بہادریہ عالم الغیب صفت
محض نہیں ذات موصوف بعلم کا نام ہے۔ پھر لکھتے ہیں "کسی دوسرے کے لئے اس
صفت کا استعمال درست نہیں" صفت کے استعمال کا کیا مطلب ہاں یوں کہئے کہ کسی دوسرے
کے لئے اس صفت کا استعمال درست نہیں

بے شرک عالم الغیب

کا استعمال غیر اللہ کیلئے روا نہیں مگر علم غیب بطور الہی اللہ کے بندوں کے لئے ثابت اور اشرف علی نے تو حفظ الایمان میں حضور جیسا علم ہر صبی و مجنون و تمام حیوانات و بہائم کے لئے مانا۔ اور رشید و خلیل نے براہین قاطعہ میں شیطن و ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام کے علم سے زیادہ بتایا والیاء باللہ۔ معترض صاحب اپنے ان بزرگوں کو کیا کہے گا۔ آگے لکھتے ہیں "اور غیبی خبروں کا دینا یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔" جی اس مسئلہ کا کیا نام ہے کیا یہ علم عطائی نہیں۔ ناظرین کرام دیکھیں کہ اب تو معترض صاحب بھی انہی بولے نظر آرہے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ اللہ کے پیغمبر بطور معجزہ غیبی خبریں اللہ کے حکم و اجازت سے بتلاتے ہیں اور معجزہ کسی پیغمبر کا اپنا فعل نہیں ہوتا۔ معجزہ اللہ کا فعل ہوتا ہے الخ۔ ناظرین کرام اس فقرہ پر غور فرمائیں کہ اللہ کے پیغمبر بطور معجزہ غیبی خبریں اللہ کے حکم سے الخ آیا یہ علم عطائی کا اقرار نہیں ضرور ہے کہ بتلانا علم کو مستلزم ہے۔ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ اللہ کے پیغمبر اللہ کی عطا سے غیب جانتے غیب بتاتے ہیں۔ اور یہ غیب جانتا بتانا ان کا معجزہ ہوتا ہے۔ حق وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے۔ معترض نے علم عطائی کو خود قبول دیا واللہ الحمد۔ رہا معترض کا یہ کہنا کہ معجزہ کسی پیغمبر کا اپنا فعل نہیں ہوتا "میں کہتا ہوں کہ ایک معجزہ ہی پر کیا موقوف کوئی فعل کسی کا اپنا فعل نہیں ہوتا۔ سب کے افعال کا خالق اللہ ہی ہے خالقکم و ما تعلمون۔ اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے کاموں کو۔ پھر جناب نے خود ہی کہا کہ غیبی خبریں اللہ کے حکم و اجازت سے بتلاتے ہیں۔ آپ ہی بنائیں جب معجزہ کسی پیغمبر کا اپنا فعل نہیں ہوتا تو آپ نے کیسے کہہ دیا کہ غیبی خبریں بتلاتے ہیں اس فعل کی ان کی طرف نسبت کس معنی کی ہے۔ نیز اللہ عز و جل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے فرماتا ہے و لعلیمہم الکتاب والحکمۃ رسول انھیں کتاب و حکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو تعلیم کو نبی کا فعل بتایا آپ فرماتے ہیں کہ معجزہ کسی پیغمبر کا اپنا فعل نہیں ہوتا کہنے جناب نے قرآن عظیم کو جھٹلایا کہ نہیں اب بتائیے اپنے حق میں کیا فتویٰ ہے جناب کا اور سنتے چلئے قاسم نا تو توئی تحذیر الناس میں رقم طراز ہے "معجزہ خاص جو ہر نبی کو مثل پروردانہ تقرری بطور سند نبوت ملتا ہے اور بنظر ضرورت ہر وقت قبض میں رہتا ہے" مثل عنایات خاصہ کہ و بیگاہ کا قبضہ نہیں ہوتا۔ پتہ لیجئے آپ تو فرماتے ہیں کہ معجزہ کسی پیغمبر کا اپنا فعل نہیں ہوتا معجزہ اللہ کا فعل ہوتا ہے۔ اور آپ کے قاسم العلوم والخیرات معجزہ کی نسبت یہ لکھ رہے ہیں کہ وہ بنظر ضرورت ہر وقت قبضہ میں رہتا ہے، تو آپ کے طور پر قاسم نا تو توئی نے اللہ کے فعل کو نبی کے قبضہ میں بتایا۔ کہئے حالانکہ می گویند علماء ملت دیوبندیہ۔ "اس لئے معجزہ کی وجہ سے کسی پیغمبر میں خدائی صفت ماننا صحیح نہیں ہو سکتا" علم عطائی کو خدائی صفت پاگل ہی کہے گا۔ پھر فرماتے ہیں "حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے بطور معجزہ مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ اس کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی الموتی یعنی مردوں کو زندہ کرنے والا نہیں کہیں گے۔" جی نہ کہنے کی کیا دلیل! آپ نے ابھی خود کہا کہ مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اجاء (زندہ کرنے) کی طرف نسبت کی

جب مبداء اشتقاق ثابت تو اس مشتق کے اطلاق سے کون سی چیز نالغ ہو گئی۔ اب اگر موت اس اسم کے خاص بذات باری ہونے کا دعویٰ کیجئے تو اولاً اس میں نظر کر دو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں بھی وارد ہوا ہے، کافی دلائل الخیرات و شرحہ مطالع المسرات للقاضی عیاض اور اگر خصوصیت مان لی جائے تو حاصل یہی ہوگا کہ بھی الموتی کا اطلاق خدا کے غیر کیلئے نہ کیا جائے نہ بیکہ حکم اجاء بطوائف الہی کسی کے لئے ثابت نہ ہو آخر خود آپ بھی تو کہہ رہے ہیں کہ اللہ کے حکم سے بطور معجزہ مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ پھر یہ کیسی جہالت بے خود کہ نفی اطلاق کو نفی حکم کی دلیل بنایا جاتے ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پھر لکھتے ہیں کہ "مردوں کو زندہ کرنا اللہ کا کام" جی ہاں بیشک اور اس حکم سے انبیاء و اولیاء بھی مردے زندہ فرمایا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے فرمایا واذ تبرئ الاکمہ والایوحی الموتی باذنی تم ما زاد اندھ اور کوڑھی کو اچھا کر دیتے ہو اور مردے ارادے سے دوسروں کو زندہ کر دیتے ہو مگر آپ نے یہی ٹھہرائی ہے کہ معجزہ کسی پیغمبر کا اپنا فعل نہیں ہوتا "قرآن عظیم کو جھٹلاتے کہاں شرمائیں کہ آخر تو تمہارے نزدیک جھوٹے معبود کا کلام ہے معاذ اللہ رب العالمین۔ لیکن محمود حسن دیوبندی کی تو سنتے۔ وہ گنگوہی جی کو روک رہے ہیں اور اپنے دل سے ایمان کو دھو رہے ہیں۔ مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا۔ اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابتریم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ پھر لکھتے ہیں کہ علم غیب بھی بطور معجزہ کسی وقت کسی پیغمبر کو جزوی طور پر دے دیا جاتا ہے۔" جی اس وقت آپ اپنی پوتھی کھولے بیٹھے رہتے ہوں گے اور اس میں وقت درج کرتے رہتے ہونگے جیسی تو یہ غیب کی خبر لا رہے ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پھر لکھتے ہیں "اس سے علم غیب کلی دائمی ہمہ وقتی کا مستقل دعویٰ کرنا عقل و نقل کے صریح خلاف ہے۔" اولاً کلی سے مراد اگر علم محیط حقیقی تفصیل غیر متناہی بالفعل ہے تو یہ ہم پر صریح افتراء ہے۔ ہم بطوائف الہی حضور علیہ السلام اور انبیاء و اولیاء کے لئے بعض علم غیب ہی ثابت کرتے ہیں مگر ایسا بعض نہیں کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی تخصیص نہ ہو بلکہ معاذ اللہ حضور جیسا علم ہر صبی و مجنون کو بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو حاصل ہو جیسا کہ اشرف علی نے کہا۔ ایسا بعض حضور علیہ السلام کے لئے جانیں جو شیطان و ملک الموت کے علم سے کم ہو جیسا کہ رشید احمد گنگوہی نے مانا ایسا جیسا تم نے لکھ ماہ کہ کسی وقت کسی پیغمبر کو جزوی طور پر دے دیا جاتا ہے "یعنی ہر پیغمبر کو نہیں ملتا کسی کو دیا جاتا ہے کسی کو نہیں وہ بھی کسی وقت وہ بھی جزوی طور پر۔ ہاں ہاں معترض بہادر سنو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بعض علوم غیبیہ ہی مانتے ہیں مگر وہ بعض ایسا وسیع ہے کہ روز اول سے روز آخر تک مشرق سے لیکر غرب تک فرش سے لیکر عرش تک سب کو شامل ہے اور تمام مخلوق کے علوم اس وسیع سمندر سے گویا ایک قطرہ ہیں

عہ فان من جودث الدنیاء ضوتھا

ومن علوم ملک علم النوح والقلم۔

اب اس شعر کا ترجمہ آپ کے ذہن مدد کیلئے ذوالفقار علی دیوبندی کی
 خط اور رد سے پیش کردوں۔ وہ لکھتے ہیں "مجھ سے محتاج کی شفاعت آپ کو
 اس لئے دشوار نہیں ہے کہ بے شک دنیا اور اس کا سوت جس کا دنیا کے ساتھ
 جمع ہونا محال ہے مجملہ آپ کی عطا کے ہے۔ نہ آپ جوتے نہ دنیا آخرت پیدا ہوئی۔
 قال اللہ تعالیٰ لولا کہ لہما اظهرت المربوبیۃ ولولا کہ لما خلقت
 الافلاک اور مجملہ آپ کے علوم و معلومات کے علم لوح و قلم ہے۔ جب آپ کی
 وسعت جاہ کا یہ حال ہے تو مجھ جیسے قدر کی شفاعت آپ کو کیا دشوار ہے اہ
 بایں ہمہ علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام خلق کے علوم کو علم الہی سے وہ نسبت بھی
 نہیں جو قطرہ کو سمندر سے ہوتی ہے کہ علوم خلق متناہی اور علم الہی غیر متناہی اور متناہی
 کو غیر متناہی سے کوئی نسبت ہو ہی نہیں سکتی۔ بالجلہ ہم علم ذاتی محیط حقیقی تفصیلی غیر متناہی
 بالفعل کمال کے ساتھ خاص جانتے ہیں اور علم عطائی و اجمالی انبیاء و اولیاء کے لئے
 ثابت مانتے ہیں۔ اس کی تصریح ابناء المصطفیٰ و خالص الاعتقاد والد
 ولۃ المکیۃ وغیرہا رسائل امام احمد رضا و دیگر کتب اہل سنت میں ہے، اہی
 بعض علم پر دہائیہ کو کل علوم غیبیہ کا دھوکہ ہوتا ہے اور شور مچاتے ہیں کہ اللہ سے
 مساوات کر دی۔ بس ان کے نزدیک کل علم الہی علم ماکان و مایکون ہی ہے
 کیوں نہ ہو کہ وہاں تو پیڑ کے پتے گن دینے کا نام خدائی ہے۔ ما قدر واللہ حق
 قدرہ و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ثانیاً۔ حامی ہمہ وقتی سے
 کیا مراد ہے۔ اگر اس سے مراد قدیم ہے تو حاشا للہ ہم انبیاء کے علم کو قدیم نہیں کہتے
 اور اس الزام سے برأت کو یہ کافی ہے کہ ہم انبیاء کیلئے علم عطائی مانتے ہیں اور جو عطائی
 ہو گا حادث ہو گا۔ ہاں یہ علوم ان کے قبضہ میں رہتے ہیں۔ ان سے سلب نہیں کئے جاتے۔
 اس پر خود قاسم نانوتوی کی گواہی گزری کہ وللہ الحمد۔ آگے لکھتے ہیں "اس لئے ایسا دعویٰ
 کرنے والوں کے دعووں میں تضاد پایا جاتا ہے" ناظرین کرام آپ نے معترض کے کلام میں
 اب تک جتنے تضاد دیکھے ہوں گے وہ محتاج بیان نہیں۔ اب خود ہی غور فرمایا لیجئے پھر
 بھی معترض کو آنکھ میں دھول جھونکتے شرم نہیں آتی۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ
 العلی العظیم۔ مثال کے طور پر لکھتے ہیں سورۃ النسخۃ کے ترجمہ رضویہ صفحہ ۹۹
 مولوی نعیم الدین کے حاشیہ ۷ پر لکھا ہے "اور غیب کے امراء آپ پر کھول دیئے
 یہ سورۃ مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی جب اس کی تفسیر میں بیان
 کیا کہ علوم غیب آپ کو دے دیئے گئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ آپ مکہ معظمہ ہی میں
 عالم الغیب ہو چکے تھے مگر ارشاد القادری رضوی کا بیان ہے "آپ کو ۲۳ سال
 کی مدت میں بتدریج علم غیب کل حاصل ہوا۔ معترض صاحب بہادر آپ کیا سمجھے۔
 ہم سے سنئے۔ عطر تفسیر تودہ ہے جو امام احمد رضا نے بطور ترجمہ لکھا کہ "اور تمہیں
 اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی" یہ تو جہہ مجملہ ان دس توجہوں کے
 ہے جنہیں شیخ محقق عبدالحی محدث دیوبندی نے مفسرین کرام سے نقل فرمایا ہے۔

یوں ہی ستہ عبدالعزیز محدث دیوبندی نے اسے مجملہ توجہات دیگر سے نقل کیا ہے
 صدر الاناضل علیہ الرحمۃ نے اس پر بطور نتیجہ جو مرتب ہوا اسے بیان فرمایا ہے۔ اس میں
 کون سا ایسا لفظ ہے جس سے معلوم ہوا کہ معاصی علوم آپ کو عطا ہو گئے کہ آپ تضاد
 گانے لگے۔ اپنے اور اپنے اکابر کے اوپر سے تضاد اٹھالیجئے پھر دوسروں کی فکر
 کیجئے۔ امام احمد رضا الدولۃ المکیۃ میں فرماتے ہیں۔ أحاطۃ احد من المخلوق
 معلومات اللہ تعالیٰ علی جہۃ التفصیل التام محال شرعاً و عقلاً
 بل و جمع علوم جمیع العلمین اولاداً و اخرالماکانت لہ نسبت ما
 اصلاً الی علوم اللہ سبحانہ و تعالیٰ حتی کنسبۃ حصۃ من الف الف حصص
 قطرة الی الف الف بحیور۔ الخ کسی مخلوق کا معلومات الہیہ کو تفصیل تام محیط ہوجانا
 شرع سے بھی محال ہے اور عقل سے بھی بلکہ اگر تمام اہل عالم اگلے پچھلے سب کے جملہ
 علوم جمع کر دیئے جائیں تو ان کو علوم الہیہ سے وہ نسبت بھی نہ ہوگی جو ایک بوند کے دس لاکھ
 حصوں سے ایک حصہ کو دس لاکھ سمندروں سے۔

معترض بہادر اب "دلچسپ لطیفہ کے عنوان سے پھر لطیفہ چھوڑ رہے ہیں۔
 لکھتے ہیں "بریلوی حلقہ کے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ماکان و مایکون اور عالم الغیب
 کلی عطائی مانتے تو تعریف سمجھتے ہیں اور دوسروں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ خدا کی
 صفت عالم الغیب رسول اکرم کیلئے استعمال نہ کر کے توہین رسالت کر رہے ہیں"
 الخ بے شک ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ماکان و مایکون جانتے ہیں اور اس پر
 قرآن و حدیث کے روشن دلائل اور علماء کرام کے اقوال بیانات رکھتے ہیں۔ ان میں
 چند بطور نمونہ گزرے اور انہیں کے ساتھ ساتھ مستندان معترض کے اور خود امام
 معترض کے اقوال گزرے۔ فتذکر۔ رہی یہ بات کہ عالم الغیب کلی عطائی الم اولاً
 معترض بہادر اپنی اردو ملاحظہ کیجئے۔ اہی جناب یہ جملہ غلط ہے۔ آپ کو یہ کہنا چاہیے
 تھا کہ حضور علیہ السلام کیلئے علم غیب کلی عطائی، الخ۔ اسی پر آپ حضرات کو حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کو اردو پڑھانیکا اور ان کا استاد بننے کا خواب سوچا کہ ایک
 صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں شرف ہوئے تو آپ کو اردو میں
 کلام کہتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی۔ آپ تو عربی میں فرمایا جب
 سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی، سبحی اللہ اس
 سے مرتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔ ملاحظہ ہو براہین قاطعہ ص ۲۶۔ ناظرین کرام اس
 خیانت بھرے خواب کو سنکر انصاف کریں کیا اس کا صاف مطلب یہ نہیں کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے علم المخلوق نے دیوبندیوں سے اردو سیکھی اور ذرا خط کشیدہ
 جملہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی کو بھی بخور دیکھیں کتنی اچھی اردو ہے۔ اسی مذ سے
 یہ مسلمان بنتے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ثانیاً بالکل جھوٹ۔
 ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظ عالم الغیب کا اطلاق نہیں کرتے۔ ہاں بعطائے
 الہی علم غیب جمیع ماکان و مایکون کا ثابت کرتے ہیں اور جمیع ماکان و مایکون کو علم

الہیہ غیر متناہیہ بالفعل سے کوئی نسبت نہیں جیسا کہ گذر ائمہ تمہارے امام کے نزدیک خدائی تو یہ ہے کہ ایک پیر کے پتے گن دے تو تم آپ ہی سارا علم الہی اتنا سمجھو اور دوسروں کو الزام دو کہ عالم الغیب کل ماننے کو تعریف سمجھتے ہیں "ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم" ثالثاً معترض بہادر رہا تمہارا یہ کہنا کہ اور دوسروں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ رسول اکرم کے لئے خدائی صفت عالم الغیب الخم جی ہم لوگوں نے کون سی کتاب میں یہ الزام لگایا ہے۔ آپ نے کس مصلحت سے کتاب کا ذکر نہ کیا خیر اب یہی۔ ہماری کسی کتاب سے اسکا ثبوت دیجئے اور اگر نہ دے سکیں اور ہم کہہ دیتے ہیں کہ ہرگز نہ دے سکیں گے تو اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار نامہ لکھ کر داد انصاف دیجئے اَللّٰہُ لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ الْکَاذِبِینَ۔ معترض بہادر ہم بتائیں کہ خدا کی صفت غیر کیلئے کس نے ثابت کی۔ سنو براہین قاطعہ مصدقہ رشید احمد گنگوہی میں خلیل احمد انیسٹھوی نے لکھا۔ الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط روئے زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس نامہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرنا ہے۔ معترض بہادر یہ دیکھو قطب عالم جناب رشید احمد گنگوہی شیطان و ملک الموت کیلئے وسعت علی جسے تم شرک کہتے ہو اور کلی سمجھے ہو نص سے ثابت مان رہے ہیں اور اسی منہ سے سرکار کے لئے اسی وسعت علم ماننے کو شرک بتا رہے ہیں کیوں جناب دنیا و جہان میں کہیں ایسا شرک دیکھ لے جو ایک کے لئے شرک ہو اور دوسرے کے لئے ایمان ہو۔ ہاں ہاں وہ شرک گنگوہی و دیوبند کے بازووں میں ملتا ہے۔ اب ذرا بتائیے جتنی وسعت علم سرکار کے لئے سرکار کے لئے شرک بتائی بالضرورة وہ خدا کے لئے خاص ہوئی کہ نہیں۔ ضرور ہوئی۔ اور اسی منہ سے وہ شیطان اور ملک الموت کے لئے ثابت کی تو لا جرم شیطان و ملک الموت کے لئے خود ہی خدا کی صفت مانی والعیاذ باللہ العلیٰ العظیم۔ معترض بہادر۔ اپنا عیب دوسرے کو لگاتے شرم نہیں آتی بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن۔ آگے خود ہی کہتے ہیں مگر خود ہی ان کے مولوی نعیم الدین صاحب ہر مؤمن کے لئے علم غیب مانتے ہیں۔ ترجمہ رضویہ کے حاشیہ ص ۳ پر لکھتے ہیں

”غیب وہ ہے جو اس د عقل سے بدیہی طور پر

معلوم نہ ہو سکے۔ اس کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس پر کوئی دلیل نہ ہو۔ یہ علم غیب ذاتی ہے اور یہی مراد ہے آیت عندہ مفاہم الغیب الخ میں اور ان تمام آیات میں جن میں علم غیب کی غیر خدا سے نفی کی گئی ہے اس قسم کا علم غیب یعنی ذاتی جس پر کوئی دلیل نہ ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ غیب کی دو قسم

قسم وہ ہے جس پر دلیل ہو جیسے صالح عالم اور اس کے صفات اور نبوت اور اس کے متعلقات احکام و شرائع اور دوزخ و آوارہ اس کے احوال۔ لغت نشر۔ حساب جزا وغیرہ کا علم جس پر دلیلیں قائم ہوں اور جو تعلیم الہی سے حاصل ہوتا ہے یہاں بھی مراد ہے اس دوسری قسم کے غیب سے جو ایمان سے علاقہ رکھتے ہیں یہ ان کا علم و یقین ہر مؤمن کو حاصل ہے اگر نہ ہو آدمی مؤمن نہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں اولیا انبیاء پر جو غیب کے دروازے کھولتا ہو وہ اسی قسم کا غیب ہے“

اس عبارت میں جس قسم کے علم غیب کو انبیاء اولیا کیلئے مانا گیا ہے اسے ہر مؤمن کیلئے عام کہا گیا ہے جو کہ ایک امر واقعہ ہے اس کا انکار کون کرتا ہے۔ اگر ایسا ہی علم غیب عالم الغیب کہہ کر ثابت کیا جاتا ہے پھر تو نزاع محض لفظی دہی رہ جاتا ہے الخ الہدیان۔ اذلاً۔ معترض بہادر۔ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب علیہ الرحمۃ۔ (مؤمن کیلئے علم غیب مان رہے ہیں تو اس میں کیا قباحت ہے۔ اگر اس میں آپ کے نزدیک کچھ قباحت شرک ہے تو خدا نے تعالیٰ پر اعتراض کیجئے۔ وہ فرماتا ہو یؤمنون بالغیب الخ۔ پر ظاہر کہ ایمان بے علم کے ہو ہی نہیں سکتا اس لئے کہ ایمان تصدیق رسول صلی اللہ علیہ وسلم مع التسليم کا نام ہے اور تصدیق خبر کے افغان و یقین کو کہتے ہیں اور خبر کا یقین بے علم خبر نہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے یؤمنون بالغیب فرما کر مؤمنوں کے لئے بطفیل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم غیبی خبروں کا علم عطا فرمادیا اور بتادیا کہ بے علم غیب عطائی ایمان متحقق ہی نہیں ہوگا مگر معترض بہادر عطائی تو تمہاری چڑ ہے تو بتاؤ تمہارا ایمان کہاں رہا۔ ثانیاً۔ آپ کا کہنا کہ اس عبارت میں جس قسم کے علم غیب کو انبیاء و اولیاء کے لئے مانا گیا ہے اسے ہر مؤمن کے لئے عام کہا گیا ہے جو کہ ایک امر واقعہ ہے اسکا کون انکار کرتا ہے الخ الحمد للہ حق وہ ہے جو سر پر چڑھ کر بولے۔ اب تو آپ نے بھی علم عطائی کو تسلیم کر لیا اور انبیاء و اولیاء کیلئے اس کے عموم کو مان لیا اب ذرا یہ بتائیے کہ وہ جو آپ نے کہا تھا کہ اس ذاتی و عطائی کے طلسم نے کیا ہی دروازے کھولے ہیں اس کے بیش نظر جناب کا کیا فتویٰ ہے۔ آپ بقول خود اپنے طلسم کو تسلیم کر کے شرک ہوئے کہ نہیں۔ رہا یہ کہنا کہ اسکا کون انکار کرتا ہے اس کا جواب آپ ہی کے مقولہ سے ظاہر کہ اس کا انکار وہ کرتا ہے جو ذاتی و عطائی کے فرق کو نہیں مانتا عطائی کو بھی شرک کہتا ہے اور وہ آپ حضرات ہیں اور آپ کا امام الطائفہ ہے جو جگہ جگہ اپنی تقویت الایمان میں عطائی پر بھی حکم شرک جڑتا ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ دروغ کو را حافطہ نباشد۔ پھر یہ کہ ابھی ابھی ہر مؤمن کیلئے علم غیب ماننے پر آپ صدر الافاضل علیہ الرحمۃ پر اعتراض کر چکے ہیں اور اسی کو آگے چل کر امر واقعہ بتا چکے ہیں۔ چہ خوش۔ جن بات کا اقرار کیجئے اسی پر اعتراض جڑے۔ کیا اب بھی نہ سوجھا اسکا انکار کون کرتا ہے۔ ولأحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ آگے معترض

کرام سے متعدد وجوہ نقل فرماتے ہیں ترجمہ: یعنی کہا گیا (ضالاً) کی تفسیر میں کہ آپ کو نبوت سے بے خبر پایا تو نبوت کی طرف راہ دی یہ طبری کا قول ہے۔ اور کہا گیا کہ اللہ نے آپ کو گمراہیوں میں پایا تو ان کی گمراہی سے محفوظ رکھا اور امت کے ایمان اور ان کے رشد و ہدایت کی راہ دکھائی یہ سدی سے اور بہت ساروں سے منقول ہوا۔ اور کہا گیا کہ آپ اپنی شریعت سے بے خبر تھے تو اللہ نے آپ کو آپ کی شریعت بتائی اور ضلال یہاں معنی حیرت ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلوت گزین ہو کر تھے اس طریقے کی طلب میں جس پر وہ اپنے رب کی عبادت کریں۔ یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو اسلام کی طرف ہدایت دی۔ یہ تفسیری کے قول کا مفہوم ہے۔ اور کہا گیا کہ آپ حق کو اجالاً جانتے تھے تو اللہ نے آپ کو اس کی تفصیل بتائی۔ یہ قول علی بن عیسیٰ کا ہے اور کہا گیا کہ اللہ نے آپ کے امیر نبوت کو آشکار کیا قطعی دلیلوں سے۔ اور کہا گیا کہ آپ کو مکہ میں اقامت اور مدینہ کو ہجرت کے بارے میں متردد پایا تو آپ کو مدینہ کی ہجرت کا حکم فرمایا اور کہا گیا کہ اللہ نے آپ کو ہادی پایا تو آپ کے ذریعہ گمراہوں کو ہدایت دی۔ اور حضرت جعفر صادق نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ میں نے اے محبوب تمہیں اپنی محبت ازلی سے بے خبر پایا تو تمہارے اوپر اپنی معرفت کی منت رکھی تاکہ تم میری محبت کو جانو اور ابن عطاء نے فرمایا کہ میں (اللہ نے تجھے اپنی معرفت کا محب و طلب گار پایا تو اپنی طرف راہ دی) (یہ وہ توجیہ ہے جو امام احمد رضا نے ترجمہ میں اختیار فرمائی) اور ضلال محب کہہتے ہیں جیسا کہ اللہ کے قول اِنَّكَ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ میں یعنی آپ یوسف کی پرانی محبت میں مبتلا ہیں اور اس بات میں برادران یوسف نے دین کی گمراہی مراد نہ لی اس لئے کہ اگر یہ بات اللہ کے نبی کے لئے کہتے کافر ہو جاتے اور ایسا ہی ہے ان کے (ابن عطاء کے) نزدیک اللہ کے قول اِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ میں یعنی ہم نے لیا کو یوسف کی پہلی محبت میں گرفتار دیکھتے ہیں اور جنید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو اس قرآن کے بیان میں متحیر پایا جو آپ پر اترا تو آپ سے بیان فرمادیا اور کہا گیا کہ آپ کو اللہ نے کنز مخفی پایا کہ آپ کی نبوت کو کوئی نہ جانتا تھا یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو ظاہر فرمایا تو نیک بختوں کو آپ کی معرفت بخشی اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا قول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مشکل ہے اور مطلب یہ ہے کہ میں نے وہ کام بغیر قصد کے کیا (یعنی قبلی کو گھونسا مار کر قتل کرنے کا قصد نہ تھا) یہ قول ہے ابن عرفہ کا اور انہری نے فرمایا کہ معنی یہ ہے کہ میں بے خبروں میں سے تھا۔ معترض بہادر یہ دیکھئے ضلالاً میں امام علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے دس توجیہات نقل فرمائیں مجملہ ان کے وہ توجیہ بھی ہے جو امام احمد رضا نے اختیار فرمائی اور سورہ شعراء کی آیت کہ یہ فعلتھا اذا وانا من الضالین میں صرف دو توجیہیں نقل فرمائیں جس سے ظاہر کہ وہ رائے جو آپ نے دی ہے کہ یہی توجیہ سورہ شعراء میں کیوں نہ کی اور دورخی کیوں اختیار کی وہ رائے کسی کی نہیں ورنہ امام قاضی عیاض جیسے کثیر الاطلاع فرد را سے نقل فرماتے۔ مزید اطمینان کیلئے مدارک۔ جلالین۔ ہادی کی شہادت دیتا ہوں۔ مدارک میں فرمایا (فعلتھا اذا)

صاحب لکھتے ہیں۔ اگر ایسا ہی علم غیب عالم الغیب کہہ کر ثابت کیا جاتا ہے پھر تو نزاع محض لفظی و رسمی رہ جاتا ہے اقول۔ بالکل سفید جھوٹ اور صریح فریب ہے اولا کہ تم تو ذاتی و عطائی کے فرق ہی کے منکر ہمارے شرک کہتے ہو پھر تمہارا علم عطائی تسلیم کرنا کیا معنی۔ ثانیاً تمہیں علم ماکان و مایکون پر جو معلومات الہیہ غیر متناہیہ بالفعل کا قطعاً بعض ہے علم کلی کا ہو کہ ہے ابھی ابھی کہ چلے کہ عالم الغیب کلی الخ اور اس سے پہلے بھی کہہ چکے ہو اور یہی سادہ اطلاق ماننا ہے اور اسی پر خدا سے مساوات کا الزام دیتا ہے۔ ثالثاً علم ثابت بھی کرتے ہو تو ایسا جس میں حضور علیہ السلام کی کوئی تخصیص نہیں ایسا علم تو جہی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو حاصل ہے جیسا کہ حفظ الایمان میں اشرف علی نے کہا اور جو شیطان و ملک الموت کے علم سے کم ہو جیسا کہ براہین قاطعہ میں لکھا مار اول حول ولاقوة الا بالله العلی اعظم بالہم کیونکر آنکھوں میں دھول جو کہتے ہو اور کہتے ہو کہ پھر تو نزاع محض الخ اِنَّ اللہَ لا یھدی کید الخائنین اللذین کفروا وہ نہیں دیتا محمد اللہ نبی کے ترجمہ رضویہ اور مسئلہ علم غیب میں معترض کی تمام دہائیات کا جواب شافی تمام ہوا واللہ الحمد و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علیٰ آلہ وصحبہ و بارک و کریم

آیت دو جہک ضالاً فہدی کے ترجمہ پر اعتراض

معترض بہادر اب پھر لطیفہ چھوڑتے ہیں۔ ملاحظہ ہو کہتے ہیں۔ مولوی احمد رضا خاں بریلوی سورہ الضحیٰ کی آیت وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ کا ترجمہ کرتے ہیں اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی اور سورہ شعراء و کوح ۲ کی آیت ۱۹ و ۲۰ کا ترجمہ کرتے ہیں "موسیٰ نے فرمایا میں نے وہ کام کیا جبکہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی ضلالت کے دونوں معنی صحیح ہیں محبت کی وارفتگی اور راہ سے بیخبری ہمیں یہاں دکھانا یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضالاً کا ترجمہ محبت کی وارفتگی کر کے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے ضالین کا ترجمہ راہ سے بے خبری کر کے درخی کیوں اختیار کر کے۔ ملاحظہ ہو مفسر قرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورہ شعراء کی اسی آیت کی تفسیروں فرماتے ہیں آیت مع تفسیر نقل ہوئی ہے۔ (فعلتھا اذا وانا من الضالین) من الجاہلین بنعمتک علی۔ یعنی میں نے وہ کام کیا جبکہ مجھے ترے احسان کی خبر نہ تھی۔ اور یہی ابن عباس والضحیٰ کی آیت مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ (ووجدک یا محمد ضالاً) بین قوم ضلال (فہدیٰ) فہد اک بالنبوة الخ کذا۔ تنویر المقياس من تفسیر ابن عباس یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو گمراہیوں میں پایا تو نبوت سے ہدایت دی۔ معترض بہادر دیکھو یہاں بین قوم ضلال فرمایا اور وہاں یوں نہ فرمایا۔ اور سنو علامہ قاضی عیاض شفاء میں آیت کریمہ ووجدک ضالاً میں معترض

ترجمہ قرآن کی خصوصیات

از: مولانا حکیم خلیل الرحمن صاحب رضوی ایسٹ آباد پکستان

ترجمہ قرآن

حضرت کا سب سے بڑا کارنامہ "ترجمہ قرآن" ہے کاش ایسا ہو تاکہ آپ نے جس حد تک کے ساتھ ترجمہ فرمایا اس پر حواشی بھی لکھتے لیکن قدرت کو یہی منظور تھا۔ اب میں آپ کے ترجمہ قرآن سے چند خصوصیات کا ذکر کروں گا جن کو ترجمہ قرآن میں اسطور میں ادا کرنا حضرت کا ہی حق ہے اور حق یہ ہے کہ آپ نے ترجمہ قرآن کا حق ادا کر دیا ہے۔ جیسا کہ میں ادھر عرض کر چکا ہوں کہ امام احمد رضا کو سرور کائنات علیہ التحیۃ والتسلیمات کی ذات پاک سے وابہ عقیدہ و محبت تھی۔ آپ نے محبت نبوی کو ترجمہ قرآن میں بھی پورا پورا ملحوظ رکھا ہے۔ اور جہاں کہیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہوا ہے۔ ترجمہ میں ادب و محبت کو سمودیا ہے مثلاً (الْحَمْدُ لِلَّهِ) سورہ فیل کے پہلے الفاظ کا ترجمہ عام طور پر مترجمین حضرات نے کیا ہے "کیا گونے نہ دیکھا" لیکن امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔ "اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا" اسی طرح قرآن مقدس میں لفظ قل "کا ترجمہ عام طور پر" کہو" سے کیا گیا ہے مگر امام احمد رضا نے شان فصاحت و بلاغت قرآن کا پورا خیال رکھ کر ادب نبوی کا حق بھی ادا کر دیا ہے۔ ترجمہ کرتے ہیں "تم فرماؤ" یا "چوتھا سورہ آل عمران کے ان الفاظ۔ "إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ" کا ترجمہ کتنا صحیح اور دلکش ہے "جب اے محبوب تم مسلمانوں سے فرماتے تھے" یہ اور اس طرح کی بیشمار آیات کے ترجمہ کو پیش کیا جاسکتا ہے کہ حضرت مرحوم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و توقیر کا پورا پورا خیال رکھا ہے۔ اور ہر مسلمان پر آنحضرت کی توقیر کا خیال رکھنا اسی طرح فرض ہے جس طرح نماز روزہ فرض ہے۔ بلکہ یہ فرض تمام فرائض سے زیادہ اہم ہے۔

"حقیقت یہ ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" جو کسی نے کہہ ہے تو اس کا مفہوم صرف کسی ایک وصف میں ہی نہیں بلکہ جمیع اوصاف عالیہ میں آنحضرت کا مقام یہی ہے مثلاً علم میں "بعد از خدا" اگر کسی کا علم جامع اور کامل ہے۔ تو وہ حضور کا علم ہے۔ خدا کے بعد اگر کوئی سب سے زیادہ قابل تعظیم ہے تو وہ آپ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ خدا کے کلام کے بعد اگر کسی کے کلام کا مرتبہ ہے تو وہ آپ

امام احمد رضا اپنے وقت کے جید عالم تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں بیک وقت بہت سی خصوصیات کو جمع فرمادیا تھا، ایک طرف آپ بہترین فقیہ تھے۔ تو ساتھ ہی آپ اعلیٰ درجہ کے ادیب اور شاعر بھی تھے۔ آپ کی نظر علم تفسیر و تادیل اور احادیث نبوی پر بہت گہری تھی۔ اور آپ کی علمیت اور اصابت رائے کے اپنے ہی نہیں بلکہ بیگانے بھی قائل تھے۔ آپ کی سب سے بڑی اور امتیازی خصوصیت "عشق رسول" (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے ساری زندگی آپ نے "مدح رسول" میں صرف کی اور اس کا زندہ ثبوت آپ کا وہ نعتیہ کلام ہے جو حدائق بخشش کے نام سے کتابی شکل میں طبع ہوا ہے۔ آپ مدح رسول کو اپنی زندگی کا حاصل قرار دیتے ہیں اور اصحاب شریعت کی مدح سرائی کو فضول فرماتے ہیں۔

کروں مدح اہل دہل رضا پرے اس بلا میں مری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں

آپ کی ساری زندگی جہاد بالقلم میں صرف ہوئی اور جس مسئلہ پر قلم اٹھایا۔ اس کو عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا۔ اور بغیر کسی کی پردہ کئے جس بات کو حق سمجھا اسکو برملا کہا۔ متحدہ ہندوستان میں وہی مکتب فکر علما رکھتے۔ دیوبندی یا اہلسنت۔ آپ علما راہلسنت کے قائد تھے۔ چونکہ جابنیں سے تنقید ہوتی تھی۔ اس واسطے امام احمد رضا کا قلم بھی اس میدان میں خوب چلتا تھا۔ آپ نے دیوبندیوں کے جواب میں کثیر تعداد میں رسائل لکھے اور خوب لکھے۔

آپ کی تصانیف میں بعض کتابیں عربی میں ہیں اور ان میں "دولت مکیہ بہترین کتاب ہے اور اکثر اردو میں ہیں۔ نقد میں "فتاویٰ رضویہ" اپنا جواب آپ ہے اور اس کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت کی نظر فقہی جزئیات پر کتنی وسیع تھی۔ اسی طرح جب کسی اختلافی مسئلہ پر بحث کی ہے۔ تو خوب دل کھول کر دلائل دیئے ہیں۔ سبحن السبوح "الامن والعلی" خالص الاعتقاد وغیرہ قابل کتابت ہیں۔ اور حضرت کی علمیت پر بہترین شاہد عدل ہیں۔

کا کلام ہے کتاب الہی کے بعد اگر کوئی چیز حجت اور سند دین میں ہو تو وہ صرف آپ کی سنت مطہرہ ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو صرف شریک فی الالہیت نہیں ٹھہرایا۔ باقی کالات عطا یہ جتنے تھے۔ وہ سب آپ کو دئے گئے۔

امام احمد رضا نے "عشق رسول" دھلے اللہ علیہ وسلم کو کسی مقام پر بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اور آپ کا جہج تصانیف خاص کر ترجمہ قرآن کا مطالعہ ہی بنظر عاثر کافی ہے۔ اور اس دعوے کے ثبوت کے لئے سب سے بڑا شاہد ہے۔ سورہ النجم کی پہلی آیت "وَالنَّجْمُ إِذَا هَوَىٰ" کا ترجمہ کیا ہے۔ "اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اُترا۔" حضرت صدرالافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ نے حاشیہ میں ان احتمالات کو بیان کر دیا۔ جو النجم کے لفظ سے نکلتے تھے مثلاً بعض نے ثریا بعض نے نجوم اور بعض مفسرین نے قرآن مراد لیا ہے۔ لیکن امام احمد رضا نے ان مفسرین کی تادیل کو اختیار فرمایا۔ جنہوں نے نجم سے مراد سردر انبیاء (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو لیا ہے سورہ الرحمن کی پہلی آیات کے معانی پر غور کیجئے۔ دیگر مترجمین نے عام ترجمہ کیا ہے لیکن امام احمد رضا کی بصیرت علمی کہاں پہنچی اور دریائے علم سے کیسے مونس لے کر آئی۔ آیات اور ان کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔ "الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ"۔ رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔ ماکان وما یکون کا بیان انہیں سکھایا ہے۔ کس خوش اسلوبی سے ترجمہ کیا ہے۔ چونکہ عام ترجموں سے یہ ترجمہ ذرا اپنے رنگ میں ادا کیا گیا ہے۔ ممکن ہے کسی کو شک ہو۔ اس لئے میں چند اشارات کئے دیتا ہوں۔ "خلق الانسان" میں الف لام عہد خارج ہے اور اس سے فرد کامل مراد ہوتا ہے اور نوع انسان میں فرد کامل چونکہ سردر انبیاء میں اس لئے انسان سے مراد آنحضرت کی ذات کو لینا عین اصول گر امر کیمطابق ہے۔ اسی البیان پر الف لام استغرائی ہے اور استغراق کا عموم بیان "کہ جمیع اقسام کو حادی ہوگا۔ اور اسی اصولی وجہ کو سامنے رکھ کر امام احمد رضا نے ترجمہ میں ماکان وما یکون کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے میں آئندہ کسی دوسرے مضمون میں انشاء اللہ مزید روشنی ڈالوں گا۔ لیکن ان مختصر گزارشات سے یہ اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں کہ امام احمد رضا بہترین مفسر اور اعلیٰ درجہ کے محدث اور فقیہ تھے۔ اور ان کا سینہ "عشق رسول" سے منور تھا۔ اور اگر یہ عربی مقولہ سچ ہے۔ اور بظاہر کوئی وجہ بھی اس کے غلط ہونے کی نظر نہیں آتی کہ میق شیح من الاناء ما فیہ" یعنی برتن سے وہی کچھ نکلتا ہے جو اس میں ہو۔ تو پھر مجھے یہ کہنے میں کوئی خوف نہیں کہ امام احمد رضا کی جمیع تصانیف "محبت رسول" کی آئینہ دار ہیں۔ اور جو شخص بھی امام احمد رضا کی تصنیفات کا مطالعہ خالی الذہن ہو کر کرے گا۔ میرے اس دعوے کی انشاء اللہ تائید کرے گا۔

(حقائق کی روشنی میں۔ کا بقیہ)

رابعاً سوچو تو سمجھ میں آجائے کہ اس توجیہ میں اور شاہ صاحب کی توجیہ میں علت و معلول کا ارتسباط ہے اسے محبت نہ ہوتی تو طریقہ عبادت کی طلب کہاں ہوتی۔ اب ہم ترقی کر کے کہتے ہیں کہ یہ توجیہ دور کی ہرگز نہیں۔ واللہ الحجۃ السامیۃ خاصاً۔ وجہ دیگر سے پہلے جو توجیہ خود انہوں نے بیان فرمائی اور حسن کا مختصر ترجمہ ابھی گزرا اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو اس طریقہ کا طلبگار پایا جس پر آپ اسکی عبادت کریں یہاں تو یہ معنی بتائے اور وہاں قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں یوں فرمایا کہ دران وقت نادان و جاہل بودم اب کہو کہ محبت و ایمان کا تقاضا تو یہ تھا کہ دلوں جگہ یکسانیت اختیار کرتے ورنہ ان کے معترض بہادر لکھتے ہیں کہ ترجمہ رضویہ اس قسم کی تلبیسات سے بھرا پڑا ہے الخ اور اس کا فیصلہ معترض نے پڑھنے والوں پر چھوڑا ہے ہم بھی انہیں پر چھوڑتے ہیں ناظرین کرام خود فیصلہ کر لیں کہ جس شخص کو اعتراض کی ہوس میں ائمہ کرام اساطین دین اور خود اپنے بزرگوں کا کلام نظر نہ آئے اور آنکھیں میچکر منہ کھول سب پر اعتراض کر بیٹھے اس کا کیا ٹھکانہ۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

امام احمد رضا نمبر بر مبارک یادیاں

جانبی محی الدین محمد حسین

گوٹا اسکن مرچنٹ

مدار ٹیکری۔ جبلیپور

کنز الایمان اور معارف القرآن

(محدث اعظم) (مجدد اعظم)

الیزان میں ہر ماہ ترجمہ محدث اعظم ہند معارف القرآن شائع ہوتا ہے، امام احمد رضا خاں میں "معارف القرآن" کیساتھ ساتھ فاضل بریلوی کا ترجمہ قرآن "کنز الایمان" بھی ہدیہ ناظرین ہے۔ معارف القرآن کو دیکھ کر امام احمد رضا نے فرمایا تھا کہ شہزادے اہم نے اردو میں قرآن لکھا ہے۔ فاضل بریلوی کا یہ جملہ محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کے ترجمہ قرآن کی اعلیٰ خصوصیت کی گواہی دے رہا ہے اکاش وہ وقت جلد آئے جب معارف القرآن بھی تفسیر سے زینہ و مکمل نظر آئے۔ ذیل میں سورہ آل عمران پارہ اولیٰ تالو کے ابتدائی پانچ رکوع کے دونوں تراجم پیش کرنے کی ہم سعادت حاصل کر رہے ہیں

(ایڈیٹر)

محدث اعظم
ہرگز نہ پاؤ گے نیکی کو یہاں تک کہ خرچ کر داسے جو پسند کرتے ہو اور جو خرچ کر دو تم کچھ تو بے شک اللہ اس کا جاننے والا ہے سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کے لئے۔ مگر وہ جس کو حرام کر لیا تھا خود یعقوب نے اپنے ادب پر قبل اسکے کہ اتاری جائے تورات۔ کھدو کہ لاؤ تورات پھر اس کو پڑھو۔ اگر سچے ہو۔ تو جس نے جھوٹ اتر کیا اللہ پر اس کے بعد تو وہی ظالم لوگ ہیں۔ کھدو کہ پھر فرمایا اللہ نے تیسری کر دیں ابراہیم کی حق پرست ہل شکن کی وہ مشرک نہ تھے۔ بیشک سب پہلا گھر جو بنایا گیا لوگوں کو عبادت کرنے کے لئے ضرور وہ ہے جو مکہ میں ہے بکثرت سے پورا دنیا بھر کیلئے مرکز ہدایت ایمان کی نشانیاں ہیں تھا ابراہیم اور جو اس میں داخل ہوا امان میں ہو گیا۔ اور اللہ کی پرستش کیلئے لوگوں پر اس بیت اللہ کا حج کرنا کر جو سکتا رکھے اس تک راہ پانے کی اور جس نے انکار کیا تو اللہ بے پردہ ہے دنیا بھر سے

مجدد اعظم
تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہ خدا میں اپنی پیادری چیز خرچ اور تم جو کچھ خرچ کرو گے۔ اللہ کو معلوم ہے۔ سب کھانے بنی اسرائیل کو حلال تھے۔ مگر وہ جو یعقوب نے اپنے ادب پر حرام کر لیا تھا۔ تورات اترنے سے پہلے۔ تم نسر ماؤ۔ تورات لا کر پڑھو۔ اگر سچے ہو۔ تو اس کے بعد جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ تو وہی ظالم ہیں تم فرماؤ اللہ سچا ہے۔ تو ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے اور مشرک والوں میں نہ تھے۔ بیشک سب میں پہلا جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ جو مکہ میں برکت والا اور سارے جہان کا راہنما الٰہی میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کھڑے ہوئے گئے اور جو اس میں آئے امان میں ہو۔ اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس کا گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔ اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہان سے بے پردہ ہے

لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما نحبون
وما تنفقوا من شيء فان الله به عليم
كل اطعام كان حلالا لبني اسراييل
الا ما حرمنا سر ايل على نفسه
من قبل ان نزل التوراة
قل فانوا بالثورة فاندوها
ان كنتم صدقين
فمن افترى على الله الكذب
من بعد ذلك فاولئك هم الظالمون
قل صدق الله قد فاتبعوا ملة ابراهيم حنيفا
ما كان من المشركين
ان اول بيت
وضع للناس للذي ببكة مباركا وهدى للعلمين
فيه آيات مبينات مقام ابراهيم
ومن دخله كان امنا
والله على الناس حجة البيت
من استطاع اليه سبيلا
ومن كفر فان الله غني عن العالمين

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ
وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ ۝
قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ
مَنْ آمَنَ تَبَخُّؤُهَا عِوَاجًا وَأَنْتُمْ شُهَدَاءُ ۝

وَمَا لِلَّهِ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَطِيعُوا فَرِيقًا
مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
يَزِدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كُفْرِينَ ۝
وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ
وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ۝ وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ
فَقَدْ هَدَىٰ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ
ذَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝
وَاغْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۝

وَإِذْ كُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ
إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً قَالَتْ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ
فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا
وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ
فَنَأْتِيَكُم مِّنْهَا ط
كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ

وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝
وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا
وَأُخْتُفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ط

وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝
يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ط

تم فرماؤ اے کتابیوں کی آیتیں کیوں نہیں مانتے
اور تمہارے کام اللہ کے سامنے ہیں
تم فرماؤ اے کتابیوں کیوں اللہ کی راہ سے روکتے ہو
اے جو ایمان لائے اے ٹیڑھا کیا چلتے ہو اور تم خود اس
پر گواہ ہو۔

اور اللہ تمہارے کرتوتوں سے بے خبر نہیں۔
اے ایمان والو اگر تم کچھ کتابیوں
کے کہے پر چلے۔

تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کافر چھوڑیں گے۔
اور تم کیونکر کفر کر دے گے تم پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔
اور تم میں اس کا رسول تشریف لایا اور جس نے اللہ کا سہارا لیا
تو مزور وہ سیدھی راہ دکھایا گیا۔

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے
اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان

اور اللہ کی رسی مضبوط تھام اور سب مل کر اور آپس میں
پھٹ نہ جانا

اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو
جب تم میں ہر تھا اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا
تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گے۔
اور تم ایک غار درخ کے کنارے پر تھے
تو اس نے تمہیں اس سے بچا دیا

اللہ تم سے یوں ہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم
ہدایت پاؤ

اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں

اور اچھی بات کا حکم دیں اور بُری سے منع کریں۔
اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔

اور ان جیسے نہ ہونا جو آپس میں پھٹ گئے
اور ان میں پھوٹ پڑ گئی بعد اس کے کہ روشن نشانیاں
انہیں آچکی تھیں۔

اور ان کے لئے بُرا عذاب ہے۔
جس دن کچھ منہ اوجھلے ہوئے اور کچھ منہ کالے۔

کھدو کہ اے اہل کتاب کیوں انکار کرتے ہو اللہ کی آیتوں کا
حالانکہ اللہ شاہد جو تم کر رہے ہو۔

کھو کہ اے اہل کتاب کیوں روکتے ہو اللہ کی راہ سے
اسکو جو ایمان لا چکا تم راہ خدا کو ٹیڑھا کرنا چاہتے ہو
حالانکہ تم خود گواہ ہو۔

اور نہیں ہے اللہ بے خبر تمہارے کرتوتوں سے
اے ایمان والو اگر کہنے پر چلے تم کسی کے
جس کو کتاب دی گئی ہے

پھر کر دیں گے تمکو تمہارے ایمان کے بعد کافر۔
تم کیسے کفر کر دے گے حالانکہ تم ہو کہ تلاوت کی جاتی ہیں تم پر اللہ کی آیتیں
اور تم میں اللہ کا رسول ہے اور جو مضبوط پکڑے اللہ کو
تو بے شک اس کو سیدھی راہ کی ہدایت دی گئی ہے

اے ایمان والو اللہ کو ڈرو جو اس سے ڈرنے کا حق ہے۔
اور مت مرو مگر اس حال میں کہ تم لوگ مسلمان ہو۔

اور مضبوط پکڑ لو اللہ کی رسی سب کے سب اور الگ
الگ نہ ہو

اور یاد کرو اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو
جبکہ تم باہم دشمن تھے تو الفت پیدا کی تمہارے دلوں میں
تو ہو گئے تم اللہ کے فضل سے بھائی بھائی۔
اور تھے تم کنارے پر ایک غار جہنم کے
تو نکالا تمکو اس سے

اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ تمہارے لئے اپنی آیتیں
کہ اب تو ہدایت پا جاؤ۔

اور تمہاری ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو بلائیں
بھلائی کی طرف

اور حکم دیں نیکی کا اور رد کریں بُرائی سے
اور وہی کامیاب لوگ ہیں۔
اور مت ہوان کی طرح جو الگ الگ ہو گئے۔

اور جھگڑ پڑے بعد اس کے کہ آچکی تھیں ان کے پاس
کھلی نشانیاں

اور وہی ہیں جنکے لئے بُرا عذاب ہے۔
جس دن کہ گورے ہوں گے کچھ چہرے اور کالے
ہوں گے کچھ منہ

فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ فَمَنْ
أَكْفَرُتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ
فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝
وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ
فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

بَلِّغْ آيَاتِ اللَّهِ نَسْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ط
وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظَلَمًا لِلْعَالَمِينَ ۝
وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ط

وَالِلَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝
كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ
تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَأُولَئِكَ هُمُ الْبَالِغُونَ إِلَى أَهْلِ الْكِتَابِ
لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ط
مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَكَثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

لَنْ يَضُرَّكُمْ إِلَّا أذى ط

وَإِنْ يُقَاتِلُواكُمْ يُوَلُّوكُمْ الْأَذْبَارَ

ثُمَّ لَا يَنْصُرُونَ ۝
ضَرِبْتُ عَلَيْهِمُ الدِّيلَةَ أَيْنَ مَا يَقِفُوا
إِلَّا يَحْبِلُ مِنَ اللَّهِ وَحَبْلُ مِنَ النَّاسِ
وَبَاءُ وَالْغَضَبِ مِنَ اللَّهِ
وَضَرِبْتُ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةَ ط
ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ
وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقِّ
ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝
لَيْسُوا سَوَاءً ۝ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ

يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ أَنْاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ ۝
يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

تو وہ جنکے منہ کالے ہوئے۔

کیا تم ایمان لا کر کافر ہوئے۔

تو اب عذاب چکھو اپنے کفر کا بدلہ۔

اور وہ جن کے منہ اونچالے ہوئے

وہ اللہ کی رحمت میں ہیں۔ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

یہ اللہ کی آیتیں ہیں کہ ہم ٹھیک ٹھیک تم پر پڑھتے ہیں۔

اور اللہ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا۔

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین

میں ہے

اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے

تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں

بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو

اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اگر کتابی ایمان لاتے

تو ان کا بھلا تھا۔

ان میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ کافر۔

وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے مگر یہی ستانا

اور اگر تم سے لڑیں تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر

جائیں گے

پھر ان کی مدد نہ ہوگی

ان پر جمادی گئی خواری جہاں ہوں امان نہ پائیں۔

مگر اللہ کی ڈور اور آدمیوں کی ڈور سے

اور غضب الہی کے سزا دار ہوئے

اور ان پر جمادی گئی محتاجی

یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے کفر کرتے

اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے

یہ اس لئے کہ نافرمان بردار اور سرکش تھے

سب ایک سے نہیں کتابوں میں کچھ وہ ہیں کہ حق پر قائم ہیں

اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں رات کی گھڑیوں میں اور سجدہ کرتے ہیں

اللہ اور پچھلے دن پہ ایمان لاتے ہیں۔

تو جنکے منہ کالے ہیں

کیا تم نے کفر کیا تھا ایمان لانے کے بعد

تو چکھو عذاب بدلہ اس کا جو کفر کرتے تھے۔

اور وہ جنکے چہرے گورے ہو گئے۔

وہ اللہ کی رحمت میں ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے

والے ہیں

یہ اللہ کی آیتیں ہیں کہ ہم جسکو پڑھتے ہیں تم پر بالکل ٹھیک

اور اللہ نہیں چاہتا ظلم اہل دنیا پر

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین

میں ہے

اور اللہ ہی کی طرف رجوع کرائے جاتے ہیں سارے کام

تم ان ساری امتوں میں بہتر ہو جو لوگوں کے لئے ظاہر ہوئیں

کہ بھلائی کا تو تم حکم دو اور برائی سے روکو

اور اللہ پر یقین رکھو اور اگر ایمان لے آئے اہل کتاب

تو ضرور ان کے لئے بہتر تھا۔

ان میں کچھ ایمان لانے والے ہوئے اور ان کے زیادہ

لوگ سب نافرمان ہیں

یہ لوگ تم لوگوں کا کوئی نقصان نہ کر سکیں گے مگر

بس ستانا

اور اگر لڑیں تم سے تو پھیر لیں گے تم سے پیٹھ

پھر کوئی مدد نہ دیئے جائیں گے۔

سوار کردی گئی ان پر ذلت غلامی جہاں بھی رہیں۔

مگر یہ کہ تمہام لیں رسی اللہ کی اور لوگوں کی رسی

اور لوٹ گئے وہ اللہ کے غضب میں

اور چھاپ دی گئی ان پر بے مسکنی

یہ اس لئے کہ وہ انکار کرتے تھے اللہ کی آیتوں کا

اور شہید کرتے تھے پیغمبروں کو ناحق

یہ سزا ہے اسکی جو نافرمانی کی اور سرکشی کرتے تھے

سب برابر نہیں ہیں کہ اہل کتاب ہی میں ایک وہ کمربستہ

جماعت ہے

جو تلاوت کریں اللہ کی آیتوں کا رات کی گھڑیوں میں اور سجدہ کریں

مابین اللہ کو اور پچھلے دن کو

وَيَا مَرْدُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَأُولَٰئِكَ فِي الْخَيْرَاتِ ط
وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ه
وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يَكْفُرُوهُ
وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ه
إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ

وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ط
وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ
مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ط
ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَاهْلَكَتُهُ ط

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ أَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ ه

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا
بِطَانَةٍ مِنْ دُونِكُمْ ط لَا يَأْتِيَنَّكُمْ خَبَالًا
وَدُوًّا مَا عِنْتُمْ
قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ
وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ط
قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ه

هَآنَتُمْ أَوْلَاءَ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ

وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ
وَإِذَا الْقَوُكُمْ قَالُوا آمَنَّا
وَإِذَا خَلَوْا عَصَوْا عَٰلِيكُمْ لَآئِنَا مِنَ
الْغَيْظِ ط

قُلْ مَوْتُوا بِغَيْضِكُمْ
إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ه
إِنْ تُسْنَكُمْ حَسَنَةً تَسْوَوْهُمْ
وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَلِيَّةٌ يَفْسُرْ حَوَائِبَهَا

اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور بُرائی سے منع کرتے ہیں
اور نیک کاموں پہ دوڑتے ہیں
اور یہ لوگ لائق ہیں۔
اور وہ جو بھلائی کریں ان کا حق نہ مارا جائے گا
اور اللہ کو معلوم ہیں ڈروالے
اور وہ جو کافر ہوئے ان کے مال اور

اولاد ان کو اللہ سے کچھ نہ بچالیں گے۔
اور وہ جہنمی ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا
کہاوت اس کی جو اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں
اس ہوا کی سی ہے جس میں بالابو ایک ایسی قوم کی کھیتی
پر پڑی

جو اپنا ہی بُرا کرتے تھے تو اسے بالکل ماری گئی

اور اللہ نے ان پر ظلم نہ کیا ہاں وہ خود اپنی جانوں
پر ظلم کرتے ہیں۔

اے ایمان والو! غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ۔
وہ تمہاری بُرائی میں کمی نہیں کرتے
ان کی آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں پہنچے
بیرانگی باتوں سے جھلک اٹھا۔

اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں اور بُرا ہے
ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنا دیں اگر تمہیں
عقل ہو۔

سنئے ہو یہ جو تم ہو تم تو انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں
نہیں چاہتے۔

اور حال یہ ہے کہ تم سب کتابوں پر ایمان لاتے ہو
اور وہ جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لائے۔
اور اکیلے ہوں تو تم پر انگلیاں چپائیں غصہ سے

تم فرما دو کہ مر جاؤ اپنی گھٹن میں
اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات
تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بُرا لگے
اور تم کو بُرائی پہنچے تو اس پر خوش ہوں

اور حکم دیں نیکی کا اور رد کیں بُرائی سے
اور تیزی کریں نیک کاموں میں
اور وہی لوگ نیکو کار ہیں
یہ لوگ جو بھلائی کریں تو ہرگز اس سے محروم نہ کئے جائیں گے
اور اللہ پر ہرگز گاروں کو جلنے والا ہے
بے شک جنہوں نے کفر کیا تو نہ بے پردہ کرے گا انکو
ان کا مال

اور نہ انکی اولاد اللہ سے کچھ بھی۔

اور وہی جہنم والے ہیں اور اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں
مثال اس کی جو خرچ کریں دنیاوی زندگی کے بارے میں
جیسے ہوا جس میں بالابو ہے وہ پہنچی ایک قوم کی
کھیتی پر

جنہوں نے خود اپنا بگاڑ رکھا تھا تو اس کی کھیتی کو
تباہ کر دیا اس ہوانے۔

ان پر اللہ نے ظلم نہیں فرمایا لیکن وہ خود اپنے
اوپر ظالم ہیں۔

اے ایمان والو! نہ بناؤ
راز دار کسی غیر کو وہ نہ چھوڑ رکھیں گے کچھ بد خواہی میں
ان کی تو آرزو ہے جتنی دشواری تمہیں ہو
ان کے منہ سے انکا بغض ظاہر ہو چکا

اور وہ جو انکے سینے میں چھپائے ہیں بہت بُرا ہے
ہم نے ساری نشانیاں تمہارے لئے بیان کر دیں
اگر تم عقل سے کام لو

سنو کہ ایک تو تم ہو تو تم ان کی دوستی رکھتے ہو اور
وہ تمکو دوست نہیں رکھتے۔

اور تم کل کتاب کو ملتے ہو
اور وہ جب تم سے ملے تو کہدیا کہ ہم بھی مان چکے
اور جب الگ ہوئے تو چپا ڈالا تم پر انگلیوں کو
غصہ سے

کہہ دو کہ مر جاؤ اپنی جلن میں
بیشک اللہ جانتا ہے سینوں والی باتوں کو
اگر تمکو فائدہ ہو تو بُرا لگے انکو۔
اور اگر تمکو کوئی نقصان پہنچے تو اس سے وہ خوش ہوں

وَإِنْ تُصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرَّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا
إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝
وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ

تَبَوَّأَ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ
وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝
إِذْ هَمَّتْ طَارِيفَتَا مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا

وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللَّهِ
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝
وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ ۝

فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُشْكُرُونَ ۝
إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ

أَنْ يَمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ
أَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزِلِينَ ۝

بَلَىٰ أَنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا
وَيَا تُوكُم مِّنْ قُوَّةٍ هَذِهِ أَيْدِيكُمْ
رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ أَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ

وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ
وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهِ
وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا
أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَآئِبِينَ ۝
لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ
أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ
فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ۝

وَاللَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ط

اور اگر تم صبر اور پرہیزگاری کئے رہو تو ان کا داؤں
تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا
بیشک انکے سب کام خدا کے گھیرے میں ہیں۔
اور یاد کرو اے محبوب جب تم صبح کو اپنے دولت خانہ
سے برآمد ہوئے۔

مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے
اور اللہ سنا جانتا ہے
جب تم میں کے دو گروہوں کا ارادہ ہو کہ نامردی
کر جائیں

اور اللہ ان کا سنبھالنے والا ہے
اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔
اور بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم
بالکل بے سروسامان تھے۔

تو اللہ سے ڈرو کہیں تم شکر گزار ہو۔
جب اے محبوب تم مسلمانوں سے فرماتے تھے کیا تمہیں
یہ کافی نہیں

کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار
فرشتہ اتار کر

ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر کرو و تقویٰ کرو
اور کافر اسی دم تم پہ آپڑیں تو تمہارا رب تمہاری
مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان دے بھیجے گا

اور یہ فتح اللہ نے نہ کی مگر تمہاری خوشی کے لئے
اور اسی لئے کہ اس سے تمہارے دلوں کو چین ملے۔
اور مدد نہیں مگر اللہ غالب حکمت دالے کے پاس
سے

اس لئے کہ کافروں کا ایک حصہ کاٹ دے
یا انہیں ذلیل کر دے کہ نامراد پھر جائیں۔
یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں۔
یا انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے
کہ وہ ظالم ہیں۔

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ
زمین میں ہے

اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری سے کام لیتے رہو تو نہ بگاڑ
سکے گا تمہارا ان کا کمر کچھ۔

بے شک اللہ انکے کرتوتوں کو گھیرنے والا ہے
اور یاد کرو جب تم صبح کو نکلے اپنے گھر سے

کہ بٹھارو مسلمانوں کو جنگ کے مورچوں پر
اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔
جبکہ قصد کر لیا تھا تمہارے دو گروہوں نے کہ بزدلی
کر جائیں

جبکہ اللہ ان دونوں کا مددگار ہے
اور اللہ ہی پہ ایمان والے بھروسہ رکھیں
اور بے شک مدد دی تم کو اللہ نے بدر میں جبکہ تم
بے سروسامان ہو

تو اللہ اللہ کو کہ اب شکر گزار ہو جاؤ
جب تم کہہ رہے تھے مسلمانوں کو کہ کیا تمہیں کافی
نہیں

کہ مدد فرمائے تمہاری تمہارا رب درگاہ تین ہزار
فرشتوں سے جو اتارے گئے ہوں

ہاں ہاں اگر صبر کرو اور پرہیزگاری کرو
اور سب دشمن آپڑیں تم پر اسی دم تو مدد کر لیا
تمہاری تمہارا رب پانچ ہزار نشانی دالے فرشتوں
سے

اور نہیں کیا اس کو اللہ نے مگر خوش کر نیکو تمہیں۔
اور تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں۔
اور نہیں ہے مدد مگر اللہ کے پاس سے غلبہ والا
حکمت والا

تاکہ کاٹ دے ایک کنارہ ان کا جنہوں نے کفر کیا۔
یا ان کو ذلیل و خوار کر دے تو وہ لوٹیں نامراد ہو کر
نہیں ہے تمہاری ذمہ داری اس بارے میں کچھ
کہ یا اللہ توبہ کرائے ان سے یا عذاب دے انکو
کیونکہ وہ سب ظالم ہیں۔

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو
کچھ زمین میں ہے

يَغْفِرُ مَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا
أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ
وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝
وَاطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ
وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ

أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ۝
الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ

وَالْكَاطِبِينَ الْغَيْظِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ
وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً
أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ

فَاسْتَغْفَرُوا وَإِلَىٰ رَبِّهِمْ
وَمَن يَغْفِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ

وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝
أُولَٰئِكَ جَزَاءُ هُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ

وَجَنَّتُجْرَىٰ مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
خَالِدِينَ فِيهَا وَلَهُمْ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۝

قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُمْ سُنَنٌ لَا

فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝

هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى

وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ۝ وَلَا تَهِنُوا

وَلَا تَهْزَلُوا إِنَّمِ الْأَعْلُونَ

إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝ إِن يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ

فَقَدْ مِّنَ الْقَوْمِ قَوَّحٌ مِّثْلُهُ ۝

وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نَدَاوَلَهَا بَيْنَ النَّاسِ

جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اے ایمان والو! سود رونا دوں نہ

کھاؤ۔ اور اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں فلاح ملے

اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار رکھی ہے

اور اللہ رسول کے فرمانبردار ہو اس امید پر کہ تم

رحم کئے جاؤ

اور دوڑو اپنے رب کی بخشش کی طرف

اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑائی میں سب آسمان

و زمین آجائیں

پر ہمیزگاروں کے لئے تیار رکھی ہے۔

وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور

رنج میں

اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے

اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں

اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی

یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کر کے

اپنے گناہوں کی معافی چاہیں۔

اور گناہ کون بخشنے سوا اللہ کے

اور اپنے کئے پر جان بوجھ کر اڑنے جائیں۔

ایسوں کو بدلہ انکے رب کی بخشش

اور جنتیں ہیں۔ جنکے نیچے نہریں روان

ہمیشہ ان میں رہیں اور کامیوں کا کیا اچھا نیک ہے

تم سے پہلے کچھ طریقے برتاؤ میں آچکے ہیں

تو زمین میں چل کر دیکھو۔

کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا

یہ لوگوں کو بتانا اور راہ دکھانا

اور ہمیزگاروں کو نصیحت ہے اور نہ سستی کرو

اور نہ غم کھاؤ تمہیں غالب آؤ گے

اگر ایمان رکھتے ہو اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی

تو وہ لوگ بھی ایسی ہی تکلیف پا چکے ہیں۔

اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لئے باریاں رکھی ہیں

بخشنے جسے چاہے اور عذاب دے جس کو چاہے

اور اللہ بخشنے والا رحمت والا ہے۔

اے ایمان والو! موت کھاؤ سود

دونا دوں اور اللہ کو ڈرو کہ اب مراد کو پیا جاؤ

اور بچو اس آگ سے جو تیار کی گئی ہے کافروں کیلئے

اور فرمانبرداروں کو اللہ اور رسول کی کہ اب تم رحم

کئے جاؤ

اور تیزی کرو بخشش کی طرف اپنے رب کی

اور جنت کی طرف جس کی چوڑائی ہے سارے آسمان اور

زمین کی

تیار رکھی گئی ہے پر ہمیزگاروں کے لئے

جو خرچ کریں خوشحالی میں اور تنگدستی میں

اور پی جانے والے غصہ کو اور معافی دینے والے لوگوں کو

اور اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو

اور وہ جو کر گزرے کوئی بی حیائی

یا ظلم کر بیٹھے اپنے اوپر تو یاد کیا اللہ کو

پھر بخشش چاہی اپنے گناہوں کی

اور کون بخشنے گناہ سوا اللہ کے۔

اور امر اور نہ کیا اس پر جو کر گزرے دیدہ و دانستہ

وہ ہیں کہ بدلہ انکا بخشش ہے انکے پروردگار کی

اور جنتیں ہیں بہتی ہیں جنکے نیچے نہریں۔

ایمیں ہمیشہ رہنے والے اور کیا خوب اجر ملے گا

کار گزاروں کا

ہو چکے ہیں تم سے پہلے بھی کچھ طریقے

تو زمین کی سیر کرو پھر دیکھو۔

کہ کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا

یہ صاف بات ہے لوگوں کے لئے اور ہدایت

اور نصیحت ہے پر ہمیزگاروں کے لئے اور نہ سستی ہو

اور نہ رنج کرو تمہیں بلند اور غالب ہو۔

اگر ہو تم ایمان والے۔ اگر لگے تم کو زخم

تو بے شک لگ چکے قوم دشمن کو بھی ایسی طرح کا زخم

اور یہ ایام ہم باری باری پھیرتے انکو لوگوں میں

وَلِيَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا
وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ
وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ
وَلِيَمْحُصِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا
وَيَمَحُقَ الْكَافِرِينَ ۝ اَمْ حَسِبْتُمْ
اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ
وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا
مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ۝
وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ
مِنْ قَبْلِ اَنْ تُلْقَوْهُ ۝
فَقَدْ رَأَوْا نِصْفَهُ ۝ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝

اور اس لئے کہ اللہ پہچان کر دے ایمان والوں کی
اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے
اور اللہ درست نہیں رکھتا ظالموں کو
اور اس لئے کہ اللہ مسلمانوں کا نکھار کر دے
اور کافروں کو مٹا دے۔ کیا اس گمان میں ہو کہ
جنت میں چلے جاؤ گے۔
اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا
اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی۔
اور تم تو موت کی تمنا کیا کرتے تھے۔
اس کے ملنے سے پہلے
تو اب وہ تمہیں نظر آئی آنکھوں کے سامنے

تاکہ معلوم کر دے اللہ انکو جو ایمان لائے
اور بنائے تم میں سے کچھ شہادت والے
اور اللہ نہیں پسند فرماتا ظالموں کو
اور تاکہ خالص کھرا کر دے اللہ انکو جو ایمان لائے
اور مٹا دے کافروں کو۔ کیا تم نے خیال کر رکھا ہے
کہ جنت میں جاؤ گے۔
اور ابھی معلوم کر اے گا اللہ انھیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا
اور ابھی معلوم کر ایسا گامبر کرنے والوں کو
اور تم بڑی آرزو رکھتے تھے مرنے کی
قبل اسکے کہ موت سے ملو
تو اب تو تم نے اسکو دیکھ لیا اپنی نظر سے

خانوادہ اشرفیہ سربراہ علی شیخ المشائخ قدوة السالکین حضرت علامہ شاہ سید مختار اشرف صاحب سجادہ ہرکار کا خانقاہ اشرفیہ
اور شاہزادگان محمدوم الملت حضور محدث اعظم ہند

☆ مفکر ملت حضرت سید حسن مثنیٰ اور ایمہ اے علیگ ☆ شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں جانشین محمدوم الملت
☆ غازی ملت حضرت مولانا سید محمد مثنیٰ میاں سدر آل انڈیا سنی لگ ☆ حضرت سید محمد عربی اشرف ایم اے ای ایل بی (ٹریفک سپرٹنڈنٹ آف اتر پردیش گورنمنٹ)
☆ رئیس التحریر حضرت مولانا سید محمد جیلانی میاں ایڈیٹر البسراں ممبئی، جنرل سکریٹری دارالعلوم دیوان شاہ بھیمپری
☆ شیخ طریقت حضرت مولانا سید تنویر میاں ناظم اعلیٰ دارالعلوم اہلسنت جیلپور ☆ حضرت صوفی سید جہانگیر میاں خٹک کچھوچھو
خاندان اہل بیت کے ان چمکتے ستاروں کو ایک رضوی کا خراج تحسین جنہوں نے میزان کے ذریعہ
مجدد اسلام امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کا نئی نسل میں تعارف کرانے کا منصوبہ بنا کر ہل جزاء الاحسان والا احسان
کو عملی روپ دیا ہے

سگ بارگاہ رضویہ
(مجاہد آزادی) نصرت الشیعاسی میرٹھی رضوی بانی آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء
شکر بلڈنگ۔ مستان قلاب کرا اس لین بسبی 8

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

امام احمد رضا

امام احمد رضا علیہ الرحمہ

کے اس شہد پر ہمارا کامل یقین ہے، اور اسی

یقین کو سینے میں دبائے تھم والیستگات سلسلہ

اشرفیہ آگے بڑھ رہے ہیں۔

میسرز اے حق اینڈ برادر

اشوک راج پتھ پٹنہ (بہار)

فقیہ اعظم ہندوستان احمد رضا خاں ہو
مقام فقہ میں عرش آستان احمد رضا خاں ہو

فقیہیات

امام احمد رضا کی پیاری پیاری باتیں

امام احمد رضا اور ^۲سراج الفقہاء

امام احمد رضا اور ^۳صدر الافاضل

امام احمد رضا کی فقاہت

امام احمد رضا کا ^۵فقہی مقام

امام احمد رضا اور ^۶شہولیات شرعیہ

امام احمد رضا ^۷فقیہ ہندوستان

امام احمد رضا کی

پیاری پیاری باتیں

از افادات عالیہ امام احمد رضا فاضل بریلوی

کوئٹہ کا۔ ایک روایت میں ہے قیامت کے دن ملائکہ کہیں گے کہ جن کا نام محمد یا احمد ہے جنت میں چلے جاؤ۔ ایک روایت میں ملائکہ اس گھر کی زیارت کو آتے ہیں جس میں کسی کا نام محمد یا احمد ہے۔ ایک روایت میں ہے جس مشورے میں اس نام کا آدمی شریک ہو اس میں برکت رکھی جاتی ہے۔ ایک روایت میں ہے تمہارا کیا نقصان ہے کہ تمہارے گھروں میں دو باتیں محمد ہوں۔

سوال :- عورتوں کی نماز باریک کپڑوں سے ہوتی ہے یا نہیں۔

ارشاد :- آزاد عورتوں کو سر سے پاؤں تک تمام بدن کا چھپانا فرض ہے مگر چہرہ یعنی پیشانی سے تھوڑی اور ایک کپٹی سے دوسری کپٹی تک (جس میں سر کے بالوں یا کان کا کوئی حصہ داخل نہیں نہ تھوڑی کے نیچے کا) یہ تو بالاتفاق نماز میں چھپانا فرض ہے اور گٹھوں تک دونوں ہاتھ اور گٹھوں تک دونوں پاؤں ان میں اختلاف روایت ہے ان کے سوا اگر کسی عضو کا چھپنا حوائج حصہ نماز میں تعدا کھولے اگرچہ ایک آن کو یا بلا تعد بقدر ادائے رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی دیر تک کھلا رہے تو نماز نہ ہوگی۔ اور باریک کپڑے جن سے بدن نظر آئے یا زنگت دکھائی دے یا سر کے بالوں کی سیاہی چمکے نماز نہ ہوگی۔

سوال :- اس وقت وہ حافظ صاحب حاضر ہیں جنہوں نے اس وہابی خیال کا شخص کو پیش کیا تھا۔ علم غیب میں کچھ دریافت کیا تھا۔ حضور وہ شخص جب یہاں سے گیا تو راستہ ہی میں کہنے لگا کہ اعلیٰ حضرت مدظلہم کی باتیں میرے دل سے قبول کیں اور اب میں انشاء اللہ قتلے ان کا مرید ہوں گا۔

ارشاد :- دیکھو نرمی میں جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے اگر اس شخص کو سختی برتی جاتی تو ہرگز یہ بات نہیں ہوتی۔ جن لوگوں کے عقائد مذہب ہوں ان سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں۔ یہ جو دہائیہ میں برے

سوال :- کیا واعظ کا عالم ہونا ضروری ہے۔

ارشاد :- غیر عالم کو وہ خط کہنا حرام ہے

سوال :- سفر کے لئے کون کون دن مخصوص ہیں۔

ارشاد :- پنجشنبہ، شنبہ، دو شنبہ، حدیث شریفین میں ہے ہر روز شنبہ قبل طلوع آفتاب جو کسی حاجت کی طلب میں نکلے اس کا فاضل میں ہوں۔ اسی سلسلہ تقریر میں فرمایا محمد اللہ دوسرے باہر کی حاضری حرمین طہین یہاں سے جانے اور وہاں سے واپس آنے میں انھیں تین دنوں میں سے ایک دن میں روانگی ہوئی تھی۔ اور بفضلہ تعالیٰ فقیر کا یوم ولادت بھی شنبہ ہے۔

سوال :- حضور میرے بھتیجہ پیدا ہوا ہے۔ اس کا کوئی تاریخی نام تجویز فرمائیں۔

ارشاد :- تاریخی نام سے کیا فائدہ نام وہ ہوں جن کے احادیث میں فضائل آئے ہیں۔ میرے اور میرے بھائیوں کے جتنے لڑکے پیدا ہوئے ہیں سب کا نام محمد رکھا ہے اور بات ہے کہ یہی نام تاریخی بھی ہو جائے۔ حامد رضا خاں کا نام محمد ہے اور ان کی ولادت ۱۲۹۳ھ میں ہوئی۔ اور اس نام مبارک کے عدد بھی بالہے ہیں۔ ایک وقت تاریخی نام میں یہ ہے کہ اسمائے حسنی سے ایک یا دو جن کے اعداد موافق عدد نام تادری ہوں عدد نام رد چند کر کے پڑھے جاتے ہیں وہ تادری کو اسم اعظم کا فائدہ دیتے ہیں۔ تاریخی نام سے مقدار بہت زیادہ ہو جائے گی۔

مثلاً اگر کسی کی ولادت اس ۱۲۳۴ھ میں ہوئی تو اس کے مطابق عدد کے اسماء حسنی ۲۶۵۸ بار پڑھے جائیں گے اور محمد نام ہوتا تو ایک سو چار اسی بار دونوں میں کس قدر فرق ہوا۔ رہبر اس نام اقدس کے فضائل میں یہ چند حدیثیں ذکر فرمائیں (

ایک حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو میری محبت کی وجہ سے اپنے لڑکے کا نام محمد یا احمد رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ باپ اور بیٹے دونوں

بڑے ہیں ان سے بھی ابتدا بہت نرمی کی گئی ہے مگر چونکہ ان کے دلوں میں
وہ بہت راسخ ہو گئی تھی۔ اور مسداق شہ لا یعودون ہو چکے تھے اس
لئے حق نہ مانا اس وقت سختی کی گئی کہ رب غرض فرماتا ہے۔ یا ایہا النبی
جاہد الکفار والمنفیین واغلاظ علیہم۔ اے نبی جہاد فرماؤ کافروں
اور منافقوں پر اور ان پر سختی کر دو اور مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے۔ ولید جہد
وافیکم غلظا لازم ہے کہ وہ تم میں دشمنی پائیں۔ ایک شخص خدمت اقدس
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی یا رسول اللہ میرے لئے زنا
ملاں فرمادجئے۔ صحابہ کرام نے انہیں قتل کرنا چاہا کہ خدمت اقدس میں سخت
گستاخی کے الفاظ کہے۔ حضور نے من فرمایا اور ان سے فرمایا قریب آؤ۔ وہ قریب
ہوئے اور قریب فرمایا۔ یہاں تک کہ ان کے زانوں زانوں سے مل
گئے۔ اس وقت ارشاد فرمایا کیا تو چاہتا ہے کہ کوئی شخص تیری ماں سے زنا کرے
عرض کی نہ فرمایا تیری بیٹی سے عرض کی نہ فرمایا تیری بہن سے عرض کی نہ فرمایا تیری
بھوپھی سے عرض کی نہ فرمایا تیری خالہ سے عرض کی نہ فرمایا جس سے تو زنا کرے
گا آئندہ بھی کسی کی ماں یا بیٹی یا بہن یا بھوپھی یا خالہ ہوگی یعنی جو بات اپنے
لئے نہیں پسند کرتا دوسروں کے لئے کیوں پسند کرتا ہے۔

دست اندر ان کے سینے پر مار کر دنا فرمائی کہ ابلی زنا کی محبت اس
کے دل سے نکال دے۔ وہ صاحب کہتے ہیں جب میں حاضر ہوا تھا تو زنا
سے زیادہ محبوب میرے نزدیک کوئی چیز نہ تھی اور اب اس سے زیادہ کوئی
چیز مجھے بغض نہیں۔ اس کے در حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری تمھاری
مثال ایسی ہے جیسے کسی کا اونٹ بھاگ گیا۔ لوگ اس کو پکڑنے لگے اس
کے پیچھے دوڑتے ہیں جتنا دوڑتے ہیں وہ زیادہ بھاگتا ہے۔ اس کے انک
نے کہا کہ تم لوگ ٹھہر جاؤ اس کی راہ میں جانتا ہوں سبز گھاس کا ایک سٹھا
لے کر چکاڑا ہوا اونٹ کے قریب گیا اور اسے پکڑ لیا اور بٹھا کر اس
پر سوار ہو لیا۔

فرمایا اگر اس وقت تم اس کو قتل کر دیتے تو جہنم میں جاتا۔

سوال۔ حضور میرے کچھ روپے ایک صاحب پر ہیں وہ نہیں دیتے۔
ارشاد۔ اس زمانہ میں قرض دینا اور یہ خیال کرنا کہ وصول ہو جائے گا۔ ایک شخص خیال
ہے۔ میرے پندرہ سو روپے لوگوں پر قرض ہیں۔ جب قرض دیا یہ خیال کیا
کہ دیدیئے تو خیر ورنہ طلب نہ کروں گا۔ جن حاجتوں نے قرض یاد دینے کا نام
نہ لیا پھر خود ہی فرمایا جب یوں قرض دیتا ہوں تو ہمت نہ کرتا۔ اس کی وجہ
یہ ہے کہ حدیث شریفہ میں ارشاد فرمایا۔ جب کسی کا دوسرے پر دین ہو
اور اس کی سیوا گذر جائے تو ہر روز اسی قدر روپیہ کی خیرات کا ثواب ملتا
ہے۔ جتنا دین ہے۔ اس ثواب غلیم کے لئے میں نے قرض دیتے ہیہ نہ کئے

کہ پندرہ سو روپے روز میں کہاں سے خیرات کرتا۔

سوال۔ حضور حافظ کتنوں کی شفاعت کرے گا سنا گیا ہے کہ اپنے اعزائے دس
شخصوں کی۔

ارشاد۔ ہاں اس کے ماں باپ کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا جس سے
مشرق سے غروب تک روشن ہو جائے۔ اور شہید یا اس شخصوں کی حاجت ستر کی
اور علماء بے گنتی لوگوں کی شفاعت کریں گے۔ جتنی کہ عالم کے ساتھ جن لوگوں
کو کچھ بھی تعلق ہوگا اس کی شفاعت کریں گے۔ کوئی کہے گا میں نے وضو کے لئے
پانی دیا تھا۔ کوئی کہے گا میں نے ملاں کام کیا تھا۔ لوگوں کا حساب ہوتا جائیگا
اور وہ جنت میں بھیجے جائیں گے۔

علماء کا حساب کب کا ہو چکا ہوگا۔ اور وہ روکے جائیں گے عرض کریں گے اپنی
لوگ جا رہے ہیں ہم کیوں روکے گئے ہیں۔ فرمایا جائے گا۔ تم آج میرے نزدیک
فرشتوں کی مانند ہو۔ شفاعت کرو کہ تمھاری شفاعت سے لوگ بخشے جائیں گے
ہر سنی عالم سے فرمایا جائے گا اپنے شاگردوں کی شفاعت کر اگرچہ آسمان
کے ستاروں کے برابر ہوں۔

سوال۔ عقیقہ کا گوشت بچہ کے ماں، باپ، نانا، نانی، دادی، دادا، ماموں، چچا وغیرہ
کھائیں یا نہیں

ارشاد۔ سب کھا سکتے ہیں کلو او تصدقوا و بحر، والعقود الدریۃ میں ہے
احکامہا احکام الاضیہ

سوال۔ کیا عدت کے اندر بھی نکاح ہو سکتا ہے

ارشاد۔ عدت میں نکاح تو نکاح نکاح کا پیام بھی دینا حرام ہے

سوال۔ حضور نوشتہ کا وقت نکاح ہر ابا نذھانیز باجے گا جسے جلوس کے ساتھ
نکاح کو جانا شرعاً کیا رکھتا ہے۔

ارشاد۔ خالی پھولوں کا ہر اجازت ہے اور یہ باجے جو شادی میں رائج معمول ہیں سب
حرام و ناجائز ہیں

سوال۔ حضور ولیمہ کا کھانا شریعت کے کس حکم میں داخل ہے اور اس کا تاداک کیسا۔

ارشاد۔ ولیمہ بعد زفاف سنت اور اس میں صیغہ امر بھی وارد ہے عبدالرحمن ابن
عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا اُولَہْدُو لَوْ بَشَاقَہْ وَلِیْمَہُ کَرُوہْ اَکْرَہْ

ایک ہی دن یا اگرچہ ایک دن دو دن معنی ممتل ہیں اور اول الہم
سوال۔ جس شہر کے لوگوں میں سے ایک بھی ولیمہ نہ کرتا ہو بلکہ نکاح سے پہلے اول
روز عیسار داج ہے کھلا دیتا ہے تو ان سب کیلئے کیا حکم ہے

ارشاد۔ تاداک سنت ہیں مگر یہ منی مستحبہ ہے۔ تاداک گناہ نہ ہوگا۔ اگر اسے
حق نہ جانے۔

سوال۔ کیا حضرت نوح علیہ السلام نے دنیا میں ایک ہزار برس قیام فرمایا

اور لیجا کر فرمایا کہ جو شیخ میں نے غیر خدا کیلئے روشنی کیں۔ بجھا دیجئے۔ کوششیں کی جاتی تھیں اور کوئی شیخ ٹھنڈی نہ ہوئی۔

سوال۔ تہیۃ الوضوء کی کیا فضیلت ہے۔

ارشاد۔ ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا۔ اے بلال کیا سبب ہے کہ میں جنت میں تشریف لے گیا تو تم کو کس کے آگے جاتے دیکھا۔ عرض کی یا رسول اللہ جب میں وضو کرتا ہوں دو رکعت نماز نفل پڑھ لیتا ہوں فرمایا یہی سبب ہے۔

سوال۔ حضور ایک بی بی تنہا حج کرنا چاہتی ہیں اور سفر خرچ قلیل اور خود غلیل اس صورت میں کیا حکم ہے۔

ارشاد۔ عورت کو بغیر محرم حج کو جانا جائز نہیں

سوال۔ حضور طلب اور بیعت میں کیا فرق ہے

ارشاد۔ طالب ہونے میں صرف طلب فیض ہے اور بیعت کے معنی پورے طور سے بلکہ بیعت اس شخص سے کرنا چاہئے جس میں یہ چار باتیں ہوں ورنہ بیعت جائز نہ ہوگی۔

اولا سنی صحیح العقیدہ ہونا نیا کم از کم اتنا علم ضروری ہے کہ بلا کسی امداد کے اپنی ضروریات کے مسائل کتاب سے خود نکال سکے۔ ثانیاً اس کو سلسلہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔ کہیں منقطع نہ ہو۔ رابعاً فاسق معنی نہ ہو۔ (اسی سلسلہ بیان میں ارشاد ہوا کہ) لوگ بیعت بطور دم ہوتے ہیں بیعت کے معنی نہیں جانتے بیعت اسے کہتے ہیں کہ حضرت بھی میری کے ایک مرید دریا میں ڈوب رہے تھے حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور فرمایا اپنا ہاتھ مجھے دے کہ تجھے نکال لوں۔ ان مرید نے عرض کی یہ ہاتھ حضرت بھی میری کے ہاتھ میں دے چکا ہوں اب دوسرے کو نہ دوں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام غائب ہو گئے اور حضرت بھی میری ظاہر ہوئے۔ اور ان کو نکال لیا۔

سوال۔ آمدنی کی قلت اور اہل و عیال کی کثرت سخت کلفت ہے

ارشاد۔ یا سبب الاسباب۔۔۔ بار اول و آخر ابار دردد تشریف بعد نماز عشاء قبلہ رو بادضوء ننگے سر ایسی جگہ کہ چہاں سر اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو یہاں تک کہ سر پوٹو پی بھی نہ ہو پڑھا کر د

سوال۔ قبرستان میں جو تہ پہن کر جانے کا کیا حکم ہے

ارشاد۔ حدیث میں فرمایا تو اڑکی دھار پر پاؤں رکھنا مجھے اس سے آسان ہے کہ مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔ دوسری حدیث میں فرمایا اگر میں انگارے پر پاؤں رکھوں یہاں تک کہ وہ جوتے کا تلاؤڑ کر میرے تلے تک پہنچ جائے تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔ یہ وہ

ارشاد۔ نہیں بلکہ تقریباً سولہ سو برس تک تشریف فرما ہے۔

سوال۔ اس شخص پر جو قصاص میں قتل کیا گیا نماز پڑھی جائے

ارشاد۔ ہاں! خود کشی کرنے والے اور اپنے ماں باپ کو قتل کرنے والے اور باغی ڈاکو کہ ڈاکو میں مارا گیا ان کے جنازہ کی نماز نہیں۔

سوال۔ کھانا کھانے کا سنوں طریقہ کیا ہے۔

ارشاد۔ داہنا پاؤں کھڑا ہو اور بایاں بچھا اور ردی بایں ہاتھ میں لیکر داہنے ہاتھ سے توڑنا چاہئے۔ ایک ہاتھ سے توڑ کر کھانا اور دوسرا ہاتھ نہ لگانا عادت متکبرین ہے۔

سوال۔ قیامت کب ہوگی اور ظہور امام مہدی کب

ارشاد۔ قیامت کب ہوگی اے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اس کے بتائے سے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قیامت ہی کا ذکر کر کے ارشاد فرماتا ہے

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ اللَّهُ غَيْبُ كَاجِلْنِي دَالَّهِ وَهُوَ غَيْبُ بَرَكِي كُوسُلَا هِيْنَ فرماتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے امام قسطلانی وغیرہ نے تصریح فرمائی کہ اس غیب سے مراد قیامت ہے جن کا ادھر کی متصل آیت میں ذکر ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے بعض علماء کرام نے بملاحظہ احادیث حساب لگایا کہ یہ امت سن ہزار ہجری سے آگے نہ بڑھے گی۔ امام سیوطی نے اس کے انکار میں رسالہ لکھا الکشف عن تجا و ذہذہ الامۃ الالف اس سے ثابت کیا کہ یہ امت ایک ہزار ستائیس سے آگے ضرور بڑھے گی امام جلال الدین کی وفات سن ۸۰۹ھ میں ہے۔ آپ نے حساب بھی خیال فرمایا کہ سن ۱۳۰۰ھ میں خاتمہ ہوگا بحمد اللہ تعالیٰ اسے بھی ۲۶ برس گزر گئے اور ہنوز قیامت تو قیامت اشتراط کبریٰ میں سے کچھ نہ آیا امام مہدی کے بارے میں احادیث بکثرت اور متواتر ہیں مگر ان میں کسی وقت کا تعین نہیں اور بعض علوم کے ذریعہ سے مجھے ایسا خیال گذرنا ہے کہ شاید سن ۱۳۰۰ھ میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے اور سن ۱۹۰۰ھ میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں

سوال۔ میلاد شریف میں چھار فائوس فروش وغیرہ سے زینب و زینب اسراف ہے یا نہیں

ارشاد۔ علماء فرماتے ہیں لا ینفی الامراف ولا اسراف فی الخیر جس شے سے تعظیم ذکر تشریف مقصود ہو ہرگز منوع نہیں ہو سکتی۔ امام غزالی نے ایضاً العلوم شریف میں سید ابو علی رودباری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ ایک بندہ صالح نے مجلس ذکر شریف ترتیب دی اور اس میں ایک ہزار شخصیں روشنی کیں ایک شخص ظاہر میں پہنچے اندر یہ کیفیت دیکھ کر داپس جانے لگے۔ بانی مجلس نے ہاتھ پکڑا اور

فرما ہے ہیں کہ والد اگر مسلمان کے سر اور سینے اور آنکھ پر قدم اقدس رکھ دیں تو اسے دونوں جہان کا چین بخش دیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی القبر اور طحاوی اور رد المحتار میں ہے المرور فی سکتہ حادثہ فی المقابر حرام۔

قبرستان میں جو نیا راستہ نکلا ہو اس میں چلنا حرام ہے کہ وہ ضرور قبروں پر ہوگا۔ بخلاف راہ قدیم کے کہ قبریں اسے چھوڑ کر بنائی جاتی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک صاحب قبرستان میں جوتا پہن کر نکلے فرمایا ایسا صاحب لستین التی سببتیک لا توذ صاحب القبر ولا یوذیک۔ اے بال صاف کئے ہوئے جوتے والے اپنے جوتے پھینک نہ تو صاحب قبر کو ستانہ وہ تجھے ستائے ایک شخص کو لوگ دفن کر کے چلے گئے منکر نکر نے سوال شروع کیا

ایک شخص جو تاپنے اس طرف سے نکلا اس کے جوتے کی آواز سن کر مردہ اس طرف متوجہ ہوا اور قریب تھا کہ جو سوال منکر نکر کر رہے تھے اس کے جواب سے قاصر رہتا مرنے کے بعد زندگی سے کہیں زاید ادا کرکے ہو جاتا ہے

غزوہ بدر شریف میں مسلمانوں نے کفار کی نعشیں جمع کر کے ایک کنوئیں میں پاٹ دیں۔ حضور کی عادت کہ یہ تھی جب کسی مقام کو فتح فرماتے تو وہاں تین دن قیام فرماتے تھے۔ یہاں سے تشریف لے گئے اس کنوئیں پر تشریف لے گئے جس میں کافروں کی لاشیں پڑی تھیں اور انھیں نام بنام آواز دے کر فرمایا۔ ہمنے تو پایا جو ہم سے ہمارے رب نے سچا وعدہ (یعنی نصرت کا) فرمایا تھا کیون تم نے بھی پایا جو سچا وعدہ (یعنی ناکار کا) تم سے تمھارے رب نے کیا تھا۔ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ احببنا الیہ ما احببنا فیہا یا رسول اللہ کیا حضور بے جان جنوں سے کلام فرماتے ہیں فرمایا ما انتم باسمع منہم تم کچھ ان سے زیادہ نہیں سنتے مگر انھیں طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں تو کافر تک سنتے ہیں مومن تو مومن ہے اور پھر اولیاء کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے (پھر فرمایا) روح ایک پرندہ ہے اور جسم بیخوہ۔ پرند جس وقت تک بیخوہ میں ہے اس کی پرواز اسی قدر ہے جب بیخوہ سے نکل جائے اس وقت اس کی قوت پرواز دیکھئے (فرمایا) اپنے مردوں کو بزرگوں کے پاس دفن کرو کہ ان کی برکت کے سبب ان پر عذاب نہیں کیا جاتا ہمد القوم کا یسقی بھیم جلسہم وہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے سبب ان کا ہم نشین بھی بد بخت نہیں ہوتا۔ ولہذا حدیث میں فرمایا ادفنوا موتاکم وسط قوم صالحین اپنے مردوں کو نیکوں کے درمیان دفن کرو۔ میں نے حضرت میاں صاحب قبلہ قدس سرہ کو فرماتے سنا

ایک جگہ کوئی قبر کھل گئی اور مردہ نظر آنے لگا۔ دیکھا کہ گلاب کی دو شاخیں اس کے بدن سے لپیٹی ہیں اور گلاب کے دو پھول اس کے نچھوڑ پر رکھے ہیں اس کے سبب مردوں نے اس خیال سے کہ یہاں قبر پانی کے صدمے سے کھل گئی۔ دوسری جگہ قبر کھود کر اس میں رکھیں۔ اب جو دیکھیں تو دوا اثر دے اس کے بدن

سے لپٹے اپنے پھنوں سے اس کا منہ بھنبھوڑ رہے ہیں۔ حیران ہوئے کسی صاحب دل سے یہ واقعہ بیان کیا۔ انھوں نے فرمایا وہاں بھی یہ اثر ہوا ہے تھے مگر ایک دلی اللہ کے مزار کا قرب تھا۔ اس کی برکت سے وہ عذاب رحمت ہو گیا تھا۔ وہ اثر دے درخت گلی کی شکل ہوئے تھے اور ان کے پھن گلاب کے پھول۔ اس کی خیریت چاہو تو وہاں لے جا کر دفن کر دو۔ وہیں لیجا کر رکھا۔ پھر وہی گلاب کے پھول۔

ایک بار حضرت سیدی اسماعیل حضری قدس سرہ العزیز کہ اجلہ اولیاء کرام سے ہیں ایک قبرستان میں گزرے امام حب الدین طبری کہ اکابر محدثین سے ہیں ہمراہ رکاب تھے۔ حضرت سیدی اسماعیل نے ان سے فرمایا اتو من بکلام الموتی کیا اس پر آپ ایمان لاتے ہو کہ مردے زندہ سے کلام کرتے ہیں عرض کی ہاں فرمایا۔ اس قبر والا مجھ سے کہہ رہا ہے انا من حب الجنة میں جنت کی بھرتی میں سے ہوں آگے چلے وہاں چالیس قبریں تھیں۔ آپ بہت دیر تک روتے رہے۔ یہاں تک کہ دھوپ چڑھ گئی۔ اس کے بعد آپ ہنسنے اور فرمایا تو بھی انھیں میں سے ہے۔ لوگوں نے یہ کیفیت دیکھ کر عرض کی۔ حضرت یہ کیا دہے ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ فرمایا ان قبور پر عذاب ہو رہا تھا جسے دیکھ کر میں روتا رہا اور حضرت عزت میں میں نے انکی شفاعت کی۔ مولیٰ تعالیٰ نے میری شفاعت قبول فرمائی۔ اور ان سے عذاب اٹھالیا ایک قبر گوشے میں تھی جس کی طرف میرا خیال نہ گیا تھا اس میں سے آواز آئی یا سیدی انا منہم انا فلانۃ المغنیہ اے میرے آقا میں بھی انھیں میں سے ہوں میں فلاں ددنی ہوں مجھے اس کے کہنے پر ہنسی آگئی۔ اور میں نے کہا انت منہم تو بھی انھیں میں سے اس پر سے عذاب اٹھالیا گیا تو یہ حضرات سراپا رحمت ہیں جس طرح گذر ہو رحمت ساتھ ہے۔

سوال۔ یہ صحیح ہے کہ شب مزاج مبارک جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر پہنچے۔ نعلین پاک اتارنا چاہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو داری ایمن میں نعلین شریف اتارنے کا حکم ہوا تھا۔ فوراً غیب سے ندا آئی اے حبیب تمھارے مع نعلین شریف رونق افروز ہونے سے عرش کی زینت و عزت زیادہ ہوگی۔

ارشاد۔ یہ روایت محض باطل و موضوع ہے۔

سوال۔ شب مزاج جب بران حاضر کیا گیا۔ حضور آبدیدہ ہوئے حضرت جبریل نے صوب پوچھا۔ فرمایا آج میں بران پر جا رہا ہوں کل قیامت کے دن میری امت برہنہ پل مراط کی راہ طے کرے گی یہ تقاضائے محبت و شفقت امت کے موافق نہیں ارشاد باری ہوا۔ یہ ہیں ایک ایک بران بردہ حضرت تمھارے ہر امت کی قبر پر بھیجیں گے یہ روایت صحیح ہے یا نہیں۔

ارشاد۔ بالکل بے اصل ہے ایسے ہی اور بھی بہت سی روایات بالکل بے اصل اور بے مورد ہیں کیا کہا جائے۔

سوال۔ حضور اگر ارمیات پر کربال سیاہ ہو جائیں تو یہ بھی خطاب کے حکم میں ہے

ارشاد۔ اس میں کچھ حرج نہیں دوا کھانے سے پسید بال سیاہ نہ ہو جائیگا بلکہ وہ قوت پیدا ہوگی کہ آئندہ سیاہ نکلیں گے تو کوئی دھوکا نہ دیا گیا نہ خلق اللہ کی تبدیل کی گئی۔

سوال۔ حضور تانبے یا لہے کی انگلی کا کیا حکم ہے۔

ارشاد۔ مرد و عورت دونوں کے لئے مکروہ ہے

سوال۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ چاندی کی انگلی جائز رکھی جائے جو اس سے بیش بہا ہے اور تانبے وغیرہ کی مکروہ۔

ارشاد۔ چاندی کی انگلی تذکر آخرت کے لئے جائز رکھی گئی ہے کہ سونا چاندی جنتیوں کا زیور ہے۔ تانبے وغیرہ کا دہان کیا کام (پھر فرمایا) ایک صاحب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ان کے ہاتھ میں پتل کی انگلی تھی۔ ارشاد فرمایا مانی اس فی یدک حلیۃ الاضنام کیا ہوا کہ میں تمہارے ہاتھ میں تون کا زیور دیکھتا ہوں۔ انہوں نے اتار کر پھینک دی۔ دوسرے دن لہے کی انگلی پہن کر حاضر ہوئے ارشاد فرمایا مانی اری فی یدک حلیۃ اهل النار کیا ہوا کہ تمہارے ہاتھ میں دوزخیوں کا زیور دیکھتا ہوں۔ انہوں نے اتار کر پھینک دی اور عرض کیا یا رسول اللہ کس چیز کی انگلی بناؤں ارشاد فرمایا اتخذہ من الودق دلاتمہ متعالا چاندی کی بناؤ اور ایک مقال پوری نہ کرو۔

سوال۔ انگلی کو کس ہاتھ میں پہننا چاہئے

ارشاد۔ بائیں ہاتھ میں آیا ہے اور داہنے میں بھی لیکن بہتر یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی ہنجر (دھانگی جو چھنگلیا کے پاس ہے) میں پہنے

سوال۔ کیا خطبہ نکاح بھی کھڑے ہو کر قبلہ رو پڑھنا چاہئے

ارشاد۔ ہاں کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور قبلہ رو ہونا کچھ ضرور نہیں سامعین کی طرف منہ ہونا چاہئے۔ خطبہ جمعہ بھی تو قبلہ کی جانب پشت کر کے پڑھا جاتا مشرور ہے۔

سوال۔ لوشہ کے اٹھن ملنا جائز ہے یا نہیں

ارشاد۔ خوشبو ہے جائز ہے۔

سوال۔ نکاح کے بعد چھوڑے لٹانے کا جو رواج ہے یہ کیسی ثابت ہے یا نہیں

ارشاد۔ حدیث شریف میں لوشے کا حکم ہے اور لٹانے میں بھی کوئی حرج نہیں اور یہ حدیث دارقطنی و بیہقی طحاوی سے مروی ہے

سوال۔ اگر جوان عورت سے مرد ضعیف نکاح کرنا چاہے تو خضاب سے بال سیاہ

کر سکتا ہے یا نہیں

ارشاد۔ بڑھاپہ میں سینگ کاٹنے سے بچھڑا نہیں ہو سکتا۔

سوال۔ حضور کی قسم کھا کر خلاف کرنے سے کفارہ لازم آئے گا یا نہیں

ارشاد۔ نہیں

سوال۔ قسم حضور کی کھانا جائز ہے

ارشاد۔ نہیں

سوال۔ کیا بے ادبی ہے

ارشاد۔ ہاں

سوال۔ جوان غیر محرم عورت کے سلام کا جواب دینا چاہئے یا نہیں

ارشاد۔ دل میں جواب دے

سوال۔ وضو کی حالت میں جھوٹ بولا یا غیبت کی یا فحش لکھا تو وضو میں کوئی خرابی تو نہیں ہے

ارشاد۔ مستحب یہ ہے کہ پھر وضو کر لے اگر نماز اسی وضو سے پڑھ لی غلاف مستحب کیا۔

سوال۔ حضور یہ مشہور ہے الولاية افضل من النبوة

ارشاد۔ یوں نہیں بلکہ یوں ہے دلایۃ النبى افضل من نبوت نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے کی ولایت کی توجہ الی اللہ ہے اور نبوت کی توجہ الی الخلق

سوال۔ حضور قرب قیامت کی علامات احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں

ارشاد۔ ان کے بارے میں صحیح حدیثیں بھی آئی ہیں اور حسن و ضعیف و موضوع بھی

مگر دجال کا خروج امام مہدی رضی اللہ کا ظہور، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، آفتاب کا مغرب سے طلوع یہ سب احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ جس روز آفتاب مغرب سے نکلے گا وہی وقت درتوبہ بند ہونے کا ہوگا۔ انھیں ایام میں دابة الارض کعبہ منظرہ کے قرب میں زمین سے نکلے گا اور گھوڑے کی طرح پھر پوری لیکر غائب ہو جائے گا تیسری مرتبہ جب نکلے گا تو دہنے ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا اور بائیں ہاتھ میں مسیحا

سلیمان علیہ السلام کی انگشتری ہوگی جو علم الہی میں مسلمان ہوگا۔ اس کی پشانی پر عصا سے نورانی نشان کر دے گا اور جو کافر ہوگا انگشتری سے کالا داغ لگا دے گا۔

حدیث شریف میں آیا ہے ایک دسترخوان پر چند آدمی بیٹھے ہوئے کھانا کھاتے ہوں گے یہ کہے گا کہ وہ کافر ہے وہ کہے گا کہ یہ مسلمان پھر کوئی مسلمان کافر ہو سکے گا اور نہ کافر مسلمان (پھر فرمایا) قیامت تین قسم ہے۔ قیامت سبزی بہ موت ہے۔

من مات فقد قامت قیامتہ جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی۔ دوسری قیامت وسطیٰ وہ یہ کہ ایک قرن کے تمام لوگ فنا ہو جائیں گے اور دوسرے قرن کے نئے لوگ پیدا ہو جائیں۔ تیسری قیامت کبریٰ وہ یہ کہ آسمان و زمین سب فنا ہو جائیں گے۔

سوال۔ سید کے لڑکے کو اس کا استاد نادیا مار سکتا ہے یا نہیں
 ارشاد۔ قاضی جو حدود الہیہ قائم کرنے پر مجبور ہے اس کے سامنے اگر کسی سید پر
 حد ثابت ہوئی تو باوجودیکہ اس پر حد لگانا فرض ہے اور وہ حد لگائے گا۔
 لیکن حکم ہے مزادینے کی نیت نہ کرے بلکہ دل میں نیت یہ رکھے کہ
 شہزادے کے پیر میں کچھ لگ گئی ہے اسے صاف کر رہا ہوں تو قاضی
 جس پر مزادینا فرض ہے اس کو تو یہ حکم ہے تا بہ معلم چہ رسد۔

سوال۔ شبان بن نکاح کرنا کیسا ہے۔
 ارشاد۔ کوئی حرج نہیں ہاں یہ آیا ہے لا نکاح بین العیدین دو عیدوں
 کے درمیان نکاح نہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جمعہ کے دن اگر عید
 پڑے تو ظاہر ہے کہ جمعہ و عیدین کے درمیان فرصت کہاں ہو سکتی ہے۔
 سوال۔ جانوروں کو کھلانے پلانے سے ثواب ملتا ہے یا نہیں۔

ارشاد۔ ہاں حدیث میں ارشاد ہوا۔ فی کل ذات کبد سبطہ اجر ہر ترکہ
 میں اجر ہے۔ ہر جاندار کو آرام پہنچانے میں ثواب ہے۔
 سوال۔ حضور ایک روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص دوسو برس تک
 فسق و فجور میں مبتلا رہا اور بعد انتقال اس کی مغفرت فرمادی گئی اس
 وجہ سے کہ اس نے تورات شریف میں نام پاک حضور اقدس صلی اللہ
 علیہ وسلم کا دیکھ کر چوم لیا تھا۔

ارشاد۔ ہاں صحیح ہے ان کا نام مطع تھا۔ پھر فرمایا اس کے کرم کی کوئی انتہا نہیں
 اس کی رحمت چاہے تو کروڑوں برس کے گناہ دھو دے۔ غلامی ہوتا
 چاہے۔ سرکار کی ایک نیکی سے معاف فرمادے بلکہ ان گناہوں کو
 نیکیوں سے بدل دے اور اگر عدل فرمائے تو کروڑوں برس کی نیکیاں
 ایک صغیر کے عوض رد فرمادے۔ حدیث میں ارشاد ہوا کہ کوئی
 بغیر اللہ کی رحمت کے اپنے اعمال سے جنت میں نہیں جاسکتا صحابہ
 نے عرض کیا دلائل یا رسول اللہ۔ آپ بھی نہیں یا رسول اللہ
 ارشاد فرمایا دلائل ان یتخذنی رحمۃ اور میں بھی جب
 تک میرا رب رحمت نہ فرمائے گناہ نہ سہی۔ استحقاق کس بات کا
 ہے۔ دنیا ہی کا قاعدہ دیکھئے اگر اجیر ہے مزدوری کر دے گا۔
 اجرت پائیگا اور اگر عبد ہے مملوک ہے کتنی ہی خدمت کرے
 کچھ نہ پائیگا۔ ہم سب تو اسی کی مخلوق و مملوک ہیں۔ اسکی رحمت ہی
 رحمت ہے۔ آپ ہی بندوں کو توفیق دی۔ آپ ہی ان کو اسباب
 دے آپ ہی آسان فرمایا اور فرماتا ہے بدلہ ہے ان کے نیک عملوں
 کا نیک العبد کیا۔ اچھا بندہ ہے۔ ایوب علیہ السلام کتنے عرصہ تک
 بلا میں مبتلا رہے اور صبر بھی کیا جمیل فرمایا جب اس سے نجات

ملی عرض کیا الہی میں نے کیسا صبر کیا ارشاد ہوا اور توفیق کس گھر سے
 لایا ایوب علیہ السلام اپنے سر پر خاک اڑائی عرض کیا بے شک اگر تو توفیق
 نہ عطا فرماتا تو میں صبر کہاں سے کرتا۔

سوال۔ فاسق اگر مصافحہ کرنا چاہے تو جائز ہے یا نہیں
 ارشاد۔ اگر وہ کرنا چاہے تو جائز ہے ابتداء نہ چاہئے
 سوال۔ زہم شریف بھی تین سالوں میں پینا چاہئے
 ارشاد۔ ہاں ہر چیز کا یہی حکم ہے حدیث میں ارشاد ہوا
 مصوہ مصادہ تعبوا عبا فان منہ الکبار۔ چوس چوس کر پیو غٹ
 غٹ کر کے بڑے بڑے گھونٹ نہ لگاؤ۔

سوال۔ حضور میں آجکل بہت پریشان ہوں گزراوقات مشکل سے ہوتی ہیں فرزند
 بہت ہو گیا ہوں
 ارشاد۔ اللہم اکفنی بحلالک عن حرامک و اغنی بفضلك عنی
 سوائے ہر نماز کے بعد ا۔ اباراد و صبح و شام سو سو بار روزانہ اول و
 آخر درود شریف اسی دعا کی نسبت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم نے
 فرمایا کہ اگر تجھ پر مثل پہاڑ کے بھی قرض ہوگا تو اسے ادا کر دے گا۔

سوال۔ حضور رجال الغیب ملائکہ سے ہیں
 ارشاد۔ نہیں جنوں یا انسانوں میں سے ہوتے ہیں۔ آپ نے رجال پر خیال نہیں کیا
 ملائکہ پاک ہیں رجال اور نسا ہونے سے
 سوال۔ رجال الغیب کیوں کہلاتے ہیں
 ارشاد۔ غائب رہتے ہیں اس وجہ سے
 سوال۔ عربی زبان مرنے کے وقت سے ہو جاتی ہے
 ارشاد۔ اس کی بابت تو کچھ حدیث میں ارشاد نہیں ہوا۔ حضرت سیدی عبدالعزیز
 دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب کتاب ابویہ کے شیخ فرماتے ہیں منکر نیکر
 کا سوال سریانی میں ہوگا اور کچھ لفظ بھی بتائے
 سوال۔ عبرانی اور سریانی ایک ہی ہیں
 ارشاد۔ عبرانی اور ہے سریانی اور ہے۔ عبرانی میں انجیل نازل ہوئی اور سریانی
 میں تورات ہے۔

سوال۔ کھانا کھاتے وقت بولنا کیسا ہے
 ارشاد۔ کھانا کھاتے وقت التزام کر لینا نہ بولنے کا یہ عادت ہے عجم کی اور مکہ
 ہے اور لغوی باتیں کرنا یہ ہر وقت مکہ اور ذکر خیر کرنا یہ جائز ہے
 سوال۔ نو کرنا نہ پڑھے تو آقا پر مواخذہ ہے یا نہیں
 ارشاد۔ جتنی تاکید کر سکتا ہے اتنی نہ کرے تو مواخذہ در نہ نہیں

سوال۔ اگر لڑکی نابالغ ہو تو اس کا دلی نکاح میں کون ہو سکتا ہے

ارشاد۔ باپ اور باپ کے بعد دادا اور دادا نہ ہو تو بھائی بھائی نہ ہو تو بھتیجا بھتیجا نہ ہو تو چچا پھر چچا کا بیٹا الخ

سوال۔ نابالغ لڑکے کا باپ طلاق دے تو ہوگی یا نہیں

ارشاد۔ نہیں ہو سکتی۔

سوال۔ حضور جب اس کا نکاح کا اختیار ہے تو طلاق کا بھی ہونا چاہئے۔

ارشاد۔ نکاح کر دینے کا مالک ہے کہ وہ نفع ہے طلاق کا نہیں کہ وہ ضرر ہے۔

سوال۔ فتاویٰ عالمگیریہ کس کی تصنیف ہے۔

ارشاد۔ مولانا نظام الدین صاحب کی جو سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے علماء کو جمع کر کے تصنیف کرائی اور اس میں کئی لاکھ روپیہ صرف کیا کثیر کتب خانہ جمع کیا تمام کتابوں میں دیکھ دیکھ کر یہ فتاویٰ تصنیف ہوا۔

سوال۔ قیامت اور حشر کا فرق۔

قیامت وہ ہے جس میں سب موجودات فلک کے جائیں گے۔ اور حشر میں پھر از سر نو پیدا کئے جائیں گے اگر برزخ کا زمانہ قیامت حشر تک کے زمانہ کا کوئی نام ہے یا نہیں اور قیامت کے کتنے عرصہ بعد حشر ہوگا۔

ارشاد۔ وہ ساعت ہے کبھی اسے بھی قیامت کہتے ہیں ورنہ قیامت و حشر ایک ہی

ساعت و حشر کے درمیان جو زمانہ ہے اسے مابین الفتنین کہتے ہیں حشر چالیس برس بعد ہوگا۔

سوال۔ درجات فقر و تریب دار ارشاد ہوں کہ جب طالب سلوک کی راہ چلتا ہے تو

اول کون سا درجہ حاصل ہوتا ہے پھر کون سا۔

ارشاد۔ صلحاء۔ سالکین۔ فاضلین و اہل ان و اہل ان کے مراتب ہیں نجباء۔

نقباء۔ ابدال بدلا۔ اوتاد۔ امین۔ غوث۔ صدیق۔ نبی۔ رسول۔ تین پہلے

سیرالی اللہ کے ہیں۔ باقی سیر فی اللہ کے اور دل ان سب کو شامل ہے

سوال۔ تفریحاً جھولا بھولنا کیسا ہے

ارشاد۔ شارع عام پر نہ ہو مکان میں ہو کچھ حرج نہیں یہ تو بدن کی ریاضت ہے بعض

امراض میں الہا و مفید بتاتے ہیں

سوال۔ حضور عورتوں کو بھی جائز ہے

ارشاد۔ کوئی نا محرم نہ ہو اور گھر کے اندر ہوں اور گمانہ گائیں تو ان کے واسطے بھی

جائزہ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ مجھے اپنے نکاح کی کوئی خبر نہ

تھی۔ میں اپنے مکان میں جھولا بھول رہی تھی کہ میری ماں مجھ کو اٹھا کر لے گئیں۔

سوال۔ حضور والا یہ صحیح ہے کہ کعبہ معظمہ جنت میں جائیگا

ارشاد۔ ہاں کعبہ معظمہ اور تمام مساجد

سوال۔ اور حضور روضہ اقدس

ارشاد۔ روضہ اقدس افضل ہے یا کعبہ

سوال۔ روضہ اقدس

ارشاد۔ پھر جب مفضل ہو جائیگا تو افضل کے جانے میں کیا شبہ صرف روضہ اقدس

ہی نہیں بلکہ تربتین انبیاء کرام علیہم السلام کی۔

سوال۔ حضور قبرستان میں باد از بلند قرآن عظیم پڑھنا کیسا ہے

ارشاد۔ ایسی آواز سے پڑھنا مستحسن ہے کہ اموات سنیں اور ان کا دل پہلے نہ آتی

کر یہہ آواز سے کہ مردے کو بھی پریشان کرے۔

سوال۔ وقت دفن اذان کیوں کہی جاتی ہے

ارشاد۔ دفع شیطان کے لئے حدیث میں ہے۔ اذان جب ہوتی ہے۔ شیطان ۳۶

میل بھاگ جاتا ہے۔ الفاظ حدیث میں یہ ہے کہ روحانک بھاگتا ہے اور روحا

مدینہ طیبہ سے ۳۶ میل ہے اور وہ دفن ہوتا ہے دخل شیطان کا جس وقت

منکر نکیر سوال کرتے ہیں من ربک تیرا رب کون ہے۔ یہ عین دور سے

اشارہ کرتا ہے اپنی طرف کہ مجھ کو کہہ دے جب اذان ہوتی ہے بھاگ

جاتا ہے دوسرے نہیں ہوتا۔ پھر سوال کرتے ہیں ما دینک تیرا دین کیا

ہے۔ اس کے بعد سوال کرتے ہیں ما تقول فی ہذا الرجل ان کے

بارے میں کیا کہتا ہے۔ اب نہ معلوم سرکار خود تشریف لاتے ہیں یا روضہ

مقدسہ سے پردہ اٹھا دیا جاتا ہے۔ شریعت نے کچھ تفصیل نہ بتائی اول

چونکہ امتحان کا وقت ہے۔ اس لئے ہذا انبی نہ کہیں گے ہذا الرجل

کہیں گے۔

سوال۔ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں یا نہیں

ارشاد۔ جمہور کا مذہب یہی ہے اور صحیح بھی یہی ہے کہ وہ نبی ہیں۔ زندہ ہیں خدا

بحر انھیں سے متعلق ہے اور الیاس علیہ السلام بر (خشکی) میں ہیں (پھر

فرمایا) چار نبی زندہ ہیں کہ ان کو وعدہ الہی ابھی آیا نہیں۔ یوں تو ہر نبی زندہ

ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ خَرَّجَهُ عَلٰی الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ

فَنَبِیِّ اللّٰهِ سَخِیْ یُرِیْقُ۔ بے شک اللہ نے حرام کیا زمین پر کہ انبیاء

علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جسموں کو خراب کرے تو اللہ کے نبی زندہ ہیں

روزی دے جاتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام پر ایک آن کو محض تصدیق

وعدہ الہیہ کے لئے موت طاری ہوتی ہے۔ بعد اس کے پھر ان کو حیات

حقیقی حسی دوسری عطا ہوتی ہے۔ خیر ان چاروں میں سے دو آسمان پر ہیں اور

دو زمین پر خضر و الیاس علیہما السلام زمین پر ہیں اور ادریس و عیسیٰ علیہما

السلام آسمان پر

سوال۔ حضور ان پر بھی موت طاری ہوگی

ارشاد۔ ضرور کل نفس ذائقۃ الموت (پھر فرمایا) جب یہ آیت نازل ہوئی کل من

عَلَيْهَا قَابُ هُ جتنے زمین پر ہیں سب فنا ہوں گے فرشتے خوش ہوئے کہ ہم بچے کہ ہم زمین پر نہیں۔ **جسکی آیت نازل ہوئی كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔** ملکہ نے کہا اب ہم بھی گئے۔

سوال۔ حضور بسم اللہ کرانے کی کوئی عمر شرعاً مقرر ہے

ارشاد۔ شرعاً کچھ مقرر نہیں۔ ہاں شائع کرام کے یہاں چار برس چار مہینے چار دن مقرر ہیں۔ حضرت خواجہ قطب الحق والدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ کی عمر جس دن چار برس چار مہینے چار دن کی ہوئی تقریب بسم اللہ مقرر ہوئی۔ لوگ بلائے گئے۔

حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما ہوئے۔ بسم اللہ پڑھانا چاہی۔ مگر الہام ہوا کہ ٹھہر وحید الدین ناگوا دی آتا ہے وہ پڑھائے گا۔

ادھر ناگوار میں قاضی حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو الہام ہوا کہ جلد جا میرے ایک بندے کو بسم اللہ پڑھا۔ قاضی صاحب فوراً تشریف لائے

اور آپ سے فرمایا صاحبزادے پڑھئے بسم اللہ الرحمن الرحیم آپ نے پڑھا

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم اور شروع سے لیکر

پندرہ بارے تک حفظ سنا دئے۔ حضرت قاضی صاحب اور حضرت خواجہ صاحب سے فرمایا میں نے اپنی ماں کے شکم میں اتنے ہی سنے تھے اور اسی قدر ان کو یاد تھے وہ مجھے بھی یاد ہو گئے

سوال۔ مسمریزم کیا ہے۔

ارشاد۔ اصل اسکی تصحیح تصور ہے۔ روح کی قوتوں کو ظاہر کرنا اور روح کی بہت قوتیں ہیں۔ سب سے تباہی تشریف یکتا تین صاحب جا رہے تھے دورے ایک

جنگل میں دیکھا کہ بہت آدمیوں کا مجمع ہے۔ ایک راجہ گدی پر بیٹھا ہے جواری حاضر ہیں ایک فاحشہ ناز رہی ہے۔ شمع روشن ہے۔ یہ صاحب تیر انداز کا

میں مشاق تھے۔ آپس میں کہنے لگے کہ اس مجلس فسق و فجور کو درہم برہم کرنا چاہئے کیا تدبیر کی جائے۔ ایک نے کہا کہ راجہ کو قتل کر دو کہ سب کچھ اسی نے کیا ہے

دوسرے نے کہا اس ناچنے والی عورت کو قتل کر دو تیسرے صاحب نے کہا اسے بھی قتل نہ کر دو کہ وہ خود نہیں آئی۔ راجہ کے حکم سے آئی ہے۔ اپنی غرق

تو مجلس کا درہم برہم کرنا ہے۔ اس شمع کو گل کر دو۔ یہ رائے پسند ہوئی۔ انھوں نے تاک کر شمع کی لو پر تیر مارا شمع گل ہو گئی اب نہ وہ راجہ رہا اور نہ وہ فاحشہ

نہ مجمع نہایت تعجب ہوا۔ بقیہ رات وہیں گزاری جب صبح ہوئی تو دیکھا ایک الومرا پڑا ہے اور اس کی چونچ میں وہی تیر لگا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ

سب اسی الومرا کی روح کر رہی تھی۔ (پھر فرمایا) نمود کے دروازے پر ایک درخت تھا جس کا سایہ بالکل نہ تھا جب ایک شخص اس کے نیچے آتا

اس کے لائق سایہ ہو جاتا۔ دوسرا آتا تو دو کے لائق ہو جاتا غرض ایک لاکھ تک آدمی اس کے سایہ میں رہ سکتے اور جہاں ایک لاکھ سے ایک بھی زیادہ ہوا

سب دھوپ میں

اسی کا ایک حوض تھا صبح کو لوگ آتے کوئی اس میں پیالہ بھر دودھ ڈالتا کوئی شربت کوئی شہد جس کو چاہتا تھا یہاں تک کہ وہ بھر جاتا۔ اور سب چیزیں خلط

ہو جاتیں۔ اب جس کو حاجت ہوتی پیالہ ڈالتا جو شے جس نے ڈالی ہوتی وہی اس کے جام میں آجاتی۔

یہ کافر وہ بھی کیسے بڑے کافر کا استدرراج تھا۔ اسی واسطے ادلیا کرام فرماتے ہیں کشف و کرامت نہ دیکھ استقامت دیکھ کہ شریعت کیساتھ

کیسا ہے۔ حضرت خواجہ شیخ بہار الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے امام ہیں آپ سے کسی نے عرض کی کہ حضرت تمام ادلیا سے

کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ حضور سے بھی کوئی کرامت دیکھیں فرمایا اس سے بڑی اور کیا کرامت ہو سکتی اتنا بڑا بھاری بوجھ گناہوں کا سر رہے اور زمین

میں دھنس نہیں جاتا۔

سوال۔ اگر عورت حج کو جانا چاہتی ہے اور شوہر اس کا اسکو منع کرے کسی عذر سے تو جائگتی ہے بغیر اجازت شوہر کے یا نہیں

ارشاد۔ اگر حرم ساتھ ہے اور حج اس پر فرض ہے تو جائیگی ورنہ نہیں سوال۔ شوہر کسی کام کو کرنے کا حکم کرے اور وقت نماز آتا ہو کہ اگر اس کے حکم کی تعمیل کرے تو

پھر نماز کا وقت باقی نہیں رہے گا تو اس صورت میں عورت نماز پڑھے یا حکم شوہر بجالائے۔

ارشاد۔ نماز پڑھے ایسا حکم ماننا حرام ہے سوال۔ ایام حمل میں طلاق دینا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو عدت اسکی کیا ہے؟

ارشاد۔ حمل میں طلاق نہ دی جائے اگر دیگا ہو جائے گی۔ عدت وضع حمل ہے۔ سوال۔ صفر کے آخر چہار شبہ کے متعلق عوام میں مشہور ہے کہ اس روز حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے مرض سے صحت پائی تھی بنا بر اس کے اس روز کھانا دیشیر بنی تقیم کرتے ہیں اور جنگل کی میو کو جلاتے ہیں علیٰ ہذا القیاس مختلف جگہوں میں مختلف مولات ہیں کہیں اس دن نمس

نامبارک جان کر گھر کے پرانے برتن توڑ ڈالتے ہیں اور تعویذ و جھلہ دچاندی کہ اس کے روز کی صحت بخش جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مریضوں کو استعمال کرتے

ہیں۔ یہ جملہ امور بر بنائے صحت پانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لائے جاتے ہیں لہذا اصل اسکی شرع میں ثابت ہے کہ نہیں اور فاعل عامل اسکا بر بنائے ثبوت یا

عدم ثبوت گرفتار مصیبت ہو گیا یا قابل ملامت و تادیب۔ ارشاد۔ آخری چہار شبہ کی کوئی اصل نہیں نہ اس دن صحت پائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

کوئی ثبوت بلکہ مرض اقدس جس دنات مبارک ہوئی اس کا ابتداء اسی دن سے بتائی جاتی ہے اور ایک حدیث مرفوعہ میں آیا ہے آخر الباء من الشہر یوم خمس

اور مردی ہوا ابتداء سے ابتداء سیدنا ابوب علی بنیاد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

اسی دن تھی اور اسے جس سمجھ کر مٹی کے برتن توڑ دینا گناہ اضافت بالکبریا کی سیٹھیں بے اولیٰ معنی ہیں
سوال۔ سنت جمہور اگر خطبہ شروع ہونے کی وجہ سے پھوٹ جائیں تو بعد نماز جمعہ پڑھے یا نہیں
ارشاد۔ پڑھے اور ضرور پڑھے۔

سوال۔ عورت کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے یا نہیں
ارشاد۔ مسلمان عورت کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے جبکہ وہ ذبح کرنا جانتی ہو اور ٹھیک ذبح کرے۔
سوال۔ عورت کو ناک دینا جائز ہے یا نہیں ارشاد۔ جائز ہے۔

سوال۔ لڑکے کے عقیقہ کا گوشت لڑکے کے والدین اور دادا دادی کو کھانا چاہئے یا نہیں۔
ارشاد۔ سب کو درست ہے۔

سوال۔ عبد الاضحیٰ کے روز عقیقہ جائز ہے یا نہیں
ارشاد۔ جائز ہے

سوال۔ مچھلی اور مڈی ذبح کیوں نہیں کی جاتی

ارشاد۔ ذبح کرنے سے خون نکالنا مقصود ہوتا ہے اور مچھلی و مڈی میں خون نہیں
سوال۔ دفع دبا کیلئے اذان درست ہے یا نہیں

ارشاد۔ درست ہے فقیر نے خاص اس مسئلہ میں رسالہ نسیم الصبار فی ان الاذان
بحول الوہاب لکھا ہے۔

سوال۔ اذان دینی واسطے بارش کے درست ہے یا نہیں

ارشاد۔ درست ہے اذ لا خطر من الشرع اذان ذکر الہی ہے اور بارش
رحمت الہی اور ذکر الہی باعث نزول رحمت الہی

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) ایک شخص نے چالیس یا پچاس
ہزار کے مکانات اپنی حاجت سے زیادہ صرف کرایہ کی غرض سے خرید کئے آیا
اس صورت میں حاجت سے زیادہ مکانات میں انکی قیمت کے اوپر ذکوہ فرض
ہے یا جو کرایہ آتا ہو اس کے اوپر (۲) جو مکانات کی زینت کیلئے تانبے، پیتل،
چینی وغیرہ کے برتن خرید کر کے مکان سجاتے ہیں اور کبھی وہ برتن استعمال میں بھی
آتے ہیں اس صورت میں کیا حکم ہے

ارشاد۔ مکانات پر ذکوہ نہیں اگرچہ بچاس کر ڈر کے ہوں کرایہ پر جو سال تمام پر پرنس انداز
ہوں اس پر ذکوہ آئے گی اگر خود یا اور سے ملکر قدر نصاب ہو (۲) برتن وغیرہ
اسباب خانہ داری میں ذکوہ نہیں اگرچہ لاکھوں روپے کے ہوں۔ ذکوہ فرض
تین چیزوں پر ہے سونا چاندی کیسے ہی ہوں پہننے کے ہوں یا برتنے کے یا
رکھنے کے سکے ہو یا برتر یا درق دوسرے جہز پر چھوڑے جانور میرے تجارت کا
مال باقی کسی چیز پر ذکوہ نہیں

سوال۔ ایک عورت لاکاجنی اور نفاس سے آٹھ دن میں فارغ ہو گئی۔ اب اس کے واسطے
روزے نماز کا کیا حکم ہے اور چوڑی وغیرہ چاندی یا کانچ کی یا وہ چار پائی یا رنگا
پاک بنایا ناپاک یا چالیس دن کی لگائی جائے گی۔

ارشاد۔

یہ جو عوام جاہلوں عورتوں میں مشہور ہے کہ جب تک چلن ہو جائے زچہ پاک نہیں
ہوتی محض غلط ہے خون بند ہونے کے بعد ناحق ناپاک دیکر نماز روزے چھوڑ
کر سخت کبیرہ گناہ میں گرفتار ہوتی ہیں۔ مردوں پر فرض ہے کہ انھیں اس سے باز
رکھیں نفاس کی زیادہ حد کیلئے چالیس دن رکھے گئے ہیں نہ یہ کہ چالیس دن سے
کم کا ہوتا ہی نہیں ہو اس کے کم کیلئے کوئی حد نہیں اگرچہ بچہ جننے کے بعد صرف
ایک منٹ خون آیا اور بند ہو گیا عورت اسی وقت پاک ہو گئی۔ نہائے
اور نماز پڑھے اور روزے رکھے اگر چالیس دن کے اندر اسے خون عود نہ
کرے گا تو نماز روزے سب صحیح رہیں گے۔ چوڑیاں، چار پائی، مکان
سب پاک ہے فقط وہی چیز ناپاک ہوگی جسے خون لگ جائے گا بغیر اس کے
ان چیزوں کا ناپاک سمجھ لینا ہندوؤں کا مسئلہ ہے

سوال۔ کھانا جھینگا کا درست ہے یا نہیں مکروہ ہے یا حرام

ارشاد۔ ہمارے مذہب میں مچھلی کے سوا تمام دریائی جانور مطلقاً حرام ہیں تو جن بعض
کے خیال میں جھینگا مچھلی کی قسم سے نہیں ان کے نزدیک حرام ہوا ہی چلے گئے مگر
فقیر نے کتب لغت و کتب طب و کتب علم الحيوان میں بالاتفاق اس کی
تصریح دیکھی کہ وہ مچھلی ہے قاتوس میں ہے الار بیان بالکسر سمک کالدود
صحاح دماج العروس میں ہے الار بیان بیض من السمک کالردودیکون
بالبرقہ مراح میں ہے ار بیان نوعی ازماہی۔ منہی الارب میں ہوا بیان
نوعی ازماہی است کہ آنما ہندی جھینگہ می گویند۔ مخزن میں ہے رو بیان
دار بیان نیز آمدہ بفارسی ماہی رو بیان و ماہی لیک وہ ہندی جھینگہ
مچھلی نامند۔ تحفۃ المومنین میں ہے بفارسی ماہی رو بیان نامند۔
تذکرہ داؤد انطاکی میں ہے۔ رو بیان اسم لفرب من السمک بکثر بحر العراق
والقام احمر کثیر الارجل نحو اسرطان لکن اکثر الہا۔ حیوۃ الحيوان الکبریٰ میں
ہے الرو بیان صومک صغیر جد الاحمر تو اس تقدیر پر حسب اطلاق متون تقریباً
مراج الدرایہ مطلقاً حلال ہونا چاہئے کہ متون میں صحیح انواع سمک حلال
ہونے کی تصریح ہے۔ والفاظی لیس نوعاً براسہ بل وصف تغیری کل نوع اول
مخرج میں صاف فرمایا کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں جن کا پیٹ چاک نہیں کیا جاتا
اور بے آلائش نکالے بھون لیتے ہیں۔ امام شافعی کے سوا سب ائمہ کے
نزدیک حلال ہیں۔ رد المحتار میں ہے وفی مراج الدرایہ دود و جدت سمک
فی حوصلہ طائر توکل عبد الشانی دلا توکل لانه کالرجیم ورجیم الطائر
عندہ نجس وقلنا انما یغیر وجیعا اذا تغیر فی السمک الصغار التي لعل
من غیر ان یشق جوفہ فقال اصحابہ لا یحل کله کان رجیۃ نجس و عند
سائر الائمۃ یحل مگر فقیر نے جوہر اخلاطی میں تصریح دیکھی کہ ایسی چھوٹی
مچھلیاں سب مکروہ تحریمی ہیں اور یہ کہ یہی صحیح تر ہے۔ حیث قال

بعض لوگ بعد دفن میت کے حافظ قرآن کو اس کی قبر پر واسطے تلاوت ہم تک یا کچھ دہشت بٹھاتے ہیں اور وہ حافظ اپنی اجرت لیتے ہیں پس اس طرح کی اجرت دیکر قبروں پر پڑھنا چاہئے یا نہیں

تلاوت قرآن عظیم پر اجرت لینا دینا حرام ہے اور حرام پر استحقاق غائب ہے نہ ثواب پہنچے اس کا طریقہ یہ ہے کہ حافظ کو اتنے دلوں کے لئے معین دایوں پر کام کاج کیلئے نوکر رکھ لیں پھر اس سے کہیں ایک کام یہ کر دو کہ اتنی دیر قبر پر پڑھ کر آیا کر دیا جائے جس جانور کو ذبح کیا اور رسم الدالہ اکر کہنے کے ساتھ ہی پہلی دفعہ میں اس کی گردن اس کے جسم سے علاحدہ ہو گئی اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں اور اس کی کھال اس کے سر سے کچھ لگی رہی تو کیا حکم ہے۔

دو دنوں صورتوں میں جائز ہے۔

سوال۔ جس شخص کے ذمہ نماز قضا دس یا بارہ یا چودہ سال کی ہو وہ شخص کس طریقہ سے نماز قضا پھرے جو طریقہ آسان ہو اور قضا فرمائیے مع نیت اور وتر کے کہ نماز وتر پڑھی جائے گی یا نہیں جواب عام فہم ہو۔

ارشاد۔ قضا ہر روز کی نماز کی میں رکعتیں ہوتی ہیں دو فرض فجر کی چار ظہر، چار عصر تین مغرب چار عشاء کے اور تین وتر اور قضا میں یوں نیت کرنی ضرور ہے نیت کی میں نے سب میں پہلی بار یا سب میں پچھلی فجر کی جو مجھ سے قضا ہوئی یا پہلی یا پچھلی ظہر کی جو مجھ سے قضا ہوئی اور ابھی تک میں نے اسے ادا نہ کیا اسی طرح ہر نماز میں کیا کرے اور جس پر قضا نمازیں کثرت سے ہیں وہ آسانی کیلئے اگر یوں بھی ادا کرے تو جائز ہے کہ ہر رکوع اور ہر سجدہ میں تین تین بار سبحان ربی العظیم سبحان ربی الاعلیٰ کی جگہ صرف ایک ایک بار کہے مگر یہ ہمیشہ ہر طرح کی نماز میں یا در کھنا چاہئے کہ جب آدمی رکوع میں پورا پہنچ جائے اس وقت سبحان کا سین شروع کرے اور جب عظیم کا ایم ختم کرے اس رکوع سے سراٹھائے اسی طرح سجدہ میں ایک تخفیف کثرت قضا دالے کیلئے یہ ہو سکتی ہے۔ دوسری تخفیف یہ کہ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف کی جگہ فقط سبحن العزیزین یا اہم رکوع کے مگر دتروں کی تینوں رکعت میں الحمد اور سورۃ دونوں ضرور پڑھی جائیں تیسری تخفیف یہ کہ پچھلی التیات کے بعد دونوں درودوں اور دعا کی جگہ صرف اللہ صلی علیہ وسلم وال۔ کہ سلام پھر دے۔ چوتھی تخفیف یہ کہ دتروں کی تیسری رکعت میں دعا قنوت کی جگہ اکر کہہ کر فقط ایک تین بار رب اغفر لی

سوال۔ مردہ کے نام کا کھانا جو امیر و غریب کو کھلاتے ہیں کس کو کھانا چاہئے اور کس کو نہیں اور یوں بھی کہتے ہیں کہ مردہ کے نام کا کھانا مصلیٰ امیر و غریب سب کو کھلاتے ہیں جائز ہے یا نہیں

ارشاد۔ مردہ کا کھانا صرف فقراء کیلئے عام طور پر دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے فقیہ نہ کھائے کمانی فی القدر و جمع البرکات

راپور در دیگر بلاد کے لئے بھی یہ نقشہ بحسب زیادتی یا کمی وقت بریلی موافق نقشہ جات رمضان المبارک معدل کر لینے سے ایک زمانہ تک کے لئے ابتدائی وقت ظہر معلوم کرنے کا ایک اعلیٰ درجہ کا آلہ ہو گا نماز ظہر میں گھڑیوں کے ۱۲ بجے کا کچھ اعتبار نہیں مگر نصف النہار کے بعد نماز ہوگی اور قبل پڑھنے سے نماز نہ ہوگی ۲۸ نومبر کو بریلی میں ریوے ٹائم سے ٹھیک بارہ بجے نصف النہار ہے پھر بعد کو موکرے گا یہاں تک یکم فروری کو ۱۲ ات ۲۶ منٹ پر ہو کر گھٹنا شروع ہو گا حتیٰ کہ ۸ مئی کو ۱۲ ات ۸ منٹ پر ہو گا پھر گھٹنے گھٹنے، راکتوبر کو ٹھیک ۱۲ بجے ہو کر گھٹنا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۲ بجے سے پہلے وقت ہو جائے گا یہاں تک کہ ۲۴ اکتوبر کو منہائی نقصاً ۱۱ ات ۵۶ منٹ پر آکر بڑھنا شروع ہو گا اور ۲۸ نومبر کو پھر ٹھیک ۱۲ بجے ذوال ہو گا تو ۲۸ اکتوبر سے ۲۸ نومبر تک جس شخص نے ٹھیک ۱۲ بجے یا کچھ پہلے مگر نصف النہار کے بعد نماز پڑھ لی نماز ہو گئی ہاں جس نے وقت سے پہلے پڑھی اس کی نہ ہوئی

سوال۔ آجکل عموماً بہت لوگ مساجد میں دنیوی باتیں کرتے بلکہ بعض بعض بے باک تو تہقہہ آپس میں دل لگی کرتے ہیں اور مسجد کا کوئی ادب نہیں سمجھتے کہ یہ خانہ خدا ہے ان کے واسطے کیا حکم ہے اور مسجد میں باتیں کرنے کی مذمت اور خاموش رہنے کی بھلائی مع حدیث شریف بیان فرمائی جائے تاکہ ایسے لوگ غرت حاصل کریں۔

ارشاد۔ مسجد میں دنیا کی باتیں تکیوں کو ایسا کھاتی ہیں جیسا آگ لکڑی کو اور مسجد میں ہنسنا قبر میں اندھیری لانا ہے اسکی حدیثیں بار بار بیان ہوئیں مگر کون سنتا ہے الہدایت دے

سوال۔ نیاز اور فاتحہ میں کیا فرق ہے اور نیاز فاتحہ کے دینے کا مستحب طریقہ اور یہ کہ جس کی نیاز یا فاتحہ دلائی جائے اس کو ثواب کس طریقہ سے پہنچائے اور سوائے اسکے اور مسلمانوں کو کس طرح کہہ کر ثواب پہنچائے

ارشاد۔ مسلمان کو دنیا سے جلنے کے بعد جو ثواب قرآن مجید کا تنہا یا کھانے وغیرہ کے ساتھ پہنچائے عرف میں اسے فاتحہ کہتے ہیں کہ اس میں سورۃ فاتحہ پڑھی جاتی ہے اولیاء کرام کو جو ایصال ثواب کرتے ہیں اسے تعظیماً نذر دنیا نہ کہتے ہیں۔ سورہ فاتحہ و آیت الکرسی اور تین بار یا سات بار یا گیارہ بار سورہ اخلاص اول و آخر ۳۳ بار یا تائید بار درود شریف پڑھیں اس کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر عرض کریں کہ اہی میرے اس پڑھنے اور کھانا کپڑا جو بھی ہوں تو ان کے نام بھی شامل کر لے اور اس پڑھنے اور ان چیزوں کے دینے پر جو ثواب مجھے عطا ہو اسے میرے عمل کے لائق نہ دے اپنے کرم کے لائق عطا فرما اور اے میری طرف سے فلاں ولی اللہ مثلاً حقہ پر نور رسید ناغوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں نذر پہنچا اور ان کے آباؤ کرام اور مشائخ عظام و اولاد اجداد درمیدین و حنین اور میرے باپ ماں اور فلاں اور فلاں اور سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روز قیامت تک جتنے مسلمان ہو گزرے یا موجود ہیں یا قیامت تک ہوں گے سب کو

امام احمد رضا اور

سراج الفقہاء

(ماخوذ)

سراج الفقہاء مولانا سراج احمد صاحب قصبہ بکھن پور میں سنہ ۱۳۰۳ھ کو پیدا ہوئے تعلیم کی تکمیل سنہ ۱۳۱۶ھ میں فرمائی۔ اسی وقت سے تدریسی و تصنیفی خدمات انجام دے رہے۔ سینکڑوں علماء نے آپ سے استفادہ کیا۔ خاص خاص شاگردوں کے اسماریہ میں (۱) مولانا حافظ عبد الرحمن صاحب (۲) پیر سید مغفول قادری (۳) خواجہ فیض فرید صاحب (۴) مولانا عبد سبحان صاحب (۵) مولانا حافظ سراج احمد صاحب (۶) مولانا فیض احمد اویسی صاحب (۷) مولانا حسن الدین صاحب ہاشمی (۸) مولانا محمد مختار احمد صاحب (۹) مولانا محمد مقصود احمد صاحب (۱۰) مولانا محمد عبد الوہاب صاحب (۱۱) مولانا سید محمد مظفر صاحب (۱۲) مولانا محمد امین صاحب (۱۳) مولانا خورشید احمد صاحب (۱۴) مولانا محمد اکرم صاحب (۱۵) مولانا عبد الغفور صاحب (۱۶) مولانا محمد افضل صاحب (۱۷) مولانا عطا محمد صاحب۔

تدریسی خدمات انجام دینے کے ساتھ ہی افتانویسی کا کام بھی انجام دیتے تھے۔ ویسے تو آپ کو تمام علوم دینیہ پر عبور تام حاصل ہے لیکن میراث ویت، بیقات اور ریاضی وغیرہ میں ایسی بے مثال دتس حاصل ہے کہ آپ کی نظیر پیش کو ناشکل ہے۔ حضرت سراج الفقہاء جمع علماء ہیں دور دراز کے لوگ حل مشکلات کے لئے آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ دارالعلوم دیوبند کے مفتی میراث کے شکل ترین مسائل کے حل کے لئے آپ سے استفتا اور رابطہ قائم کرتے رہے۔ یہاں ایک واقعہ کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ مولانا غلام رسول سعیدی غالباً ۱۳۵۰ھ میں مولانا عبد الحمید سے ابتدائی کتابیں پڑھتے تھے۔ انہیں دنوں مولانا عبد اللہ درخوشتی دیوبندی کی زیارات نکلتے والے ایک رسالے مخزن العلوم میں ایک مضمون شائع ہوا جس میں امام احمد رضا بریلوی پر تنقید کی گئی تھی اور اس میں ایک جملہ اس قسم کا تھا۔ ”مولانا احمد رضا کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نصرت ذاتیہ مان لینے سے شرک لازم نہیں آتا اور نہ کے لئے الامن والعلی ص ۱۱۹ کی عبارت پیش کی گئی تھی۔ اس مضمون کو پڑھ کر مولانا سعیدی کو سخت تعجب ہوا۔ اسناد محترم کو یہ عبارت دکھائی انھوں نے فرمایا اصل کتب نکال کر دیکھنی چاہئے۔ اس سے آگے مولانا سعیدی کی زبانی سنئے۔ ”جب اصل کتاب کو دیکھا تو میں دیا بہتہ کی ایماذاری، راست گوئی اور عصمتِ قلم پر حیران رہ گیا اصل معاملہ یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت مولوی اسماعیل دہلوی کی تقویت الایمان کی ایک عبارت کا رد فرما رہے ہیں۔ رد کا خلاصہ یہ ہے کہ ”اور“ ”اور“ ”پھر“ کے فرق سے شرک مستفیع نہیں ہوتا۔“ جب حق واضح ہو گیا تو سخت رنج و غصہ لاحق ہوا، اور میں نے سوچا کہ مخزن العلوم جاکر مولوی درخوشتی صاحب سے گفتگو کر دوں کہ انھوں نے خائن، بددیانت اور عصمت فروش قلم کی تحریر سے کیوں اچھے رسالے کو رسوا کیا۔ چنانچہ میں چند ساتھیوں کے ساتھ مخزن العلوم پہنچا۔ وہاں درخواستی صاحب حدیث شریف کا سبق پڑھا رہے تھے فاسخ ہوئے تو ہم ان سے بے مضمون نویسی کی خیانت بیان کی اور ثبوت میں الامن والعلی پیش کی کہنے لگے تم مضمون نویسی کو خط لکھو۔ میں نے کہا وہ نہ جانے کہاں ہیں ہم اس سے کیسے رابطہ قائم کریں اور مراسلت میں نہ جانے کتنا وقت لگے۔ آپ یہاں موجود ہیں آپ اس مضمون کے بارے میں ہیں کیوں سہج نہیں کر دیتے، پھر وہی جواب ملا۔ میں نے کہا آپ اپنی زیارات شائع ہونے والے مضامین کے ذمہ دار نہیں ہوتے؟ جواب دیا۔ کیوں نہیں ذمہ دار ہوتے، ابھی وہ مرتب نہیں کیا۔ اسے لکھو اس نے جواب نہ دیا تو ہم دیں گے۔ پھر پوچھا کہاں سے آئے ہو۔ بتلایا کہ سراج العلوم سے، پھر دعوت اور کمال کبر سے کہا تھا اسے اس کے مستم کا تو یہ حال ہے کہ میں نے اس سے لاحق مسوق اور مدد کی تعریف پوچھی تو وہ نہ آئی۔ میں نے جواب دیا اس کا تو مجھے علم نہیں البتہ یہ معلوم ہے کہ آپ کے ہاں جو میراث کے مسائل حل نہیں ہوتے وہ سراج الفقہاء مولانا سراج احمد صاحب کے پاس بھیج کر حل کرائے جاتے ہیں۔ کہنے لگے کیا ہوا۔ آدمی کا جواب ٹوٹ جاتا ہے تو وہ سوچی کے پاس مرمت کرانے چلا جاتا ہے۔ میں نے کہا، یہ بتلایے کہ عالم کے لئے میراث کے مسائل جاننا ضروری ہے یا جو مرمت کرنے کا فن جاننا مطلب یہ تھا کہ اگر ادا لثقیل تسلیم ہے تو آپ کے مدرسین جاہل ہیں اور اگر شق ثانی تسلیم ہے تو آپ کو مع مدرسین کے اس فن میں ماہر ہونا چاہیے) میری یہ جواب سنتے ہی غصہ میں آپ سے باہر ہو گئے اور کہنے لگے میرے سامنے اجتہاد کرتے ہو چلو نکلو یہاں سے۔ (مکتوب مولانا سعید بنام مولانا عبد الحکیم)

بہر کیف حقیقت یہ ہے کہ آپ بحر علی کے اعتبار سے نادر روزگار شخصیت ہیں۔ آپ ابتداءً امام احمد رضا بریلوی کے عقائد و نظریات کے بالکل برعکس تھے بلکہ سخت متنفر تھے جس سبب کی بنا پر آپ امام موصوف کے مباح و ہم مسلک ہو گئے۔ ملاحظہ ہوں۔ (ایڈیٹر)

رد المحتار عند اختلاف الجہت بھی ولایت سے ترجیح منصوص (مذکور) اور قوت قرابت سے بھی ترجیح عقود میں بحث فرمائی۔ صنف رابع میں قاعدہ مفتی بہ تحریر فرما دیں تاکہ رسالہ میں لکھوں۔ بنیوا تو جردا۔

تفصیل سوال از مرتب

ذوی الفروض وہ رشتے دار ہیں جن کے حصے شریعت میں مقرر ہیں ان کی تعداد ۱۲ ہے۔ عصبات وہ رشتے دار ہیں جو ذوی الفروض سے باقی ماندہ مال لیں اور تنہا ہوں تو سب مال لے لیں۔ ذوی الارحام وہ قریبی ہیں جو نہ تو ذوی الفروض ہوں اور عصبات۔

ذوی الارحام کی چار قسمیں ہیں چوتھی قسم وہ افراد ہیں جو میت کے دادا، دادی نانا، نانی کی طرف منسوب ہوں مثلاً چچا، پھوپھی، ماموں خالہ اور جو افراد ان کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہوں۔ سوال مذکور اسی چوتھی قسم کی اولاد میں تقسیم میراث سے متعلق ہے۔

سراجی میں ہے (۱) جو شخص میت کے زیادہ قریب ہو خواہ اس کا تعلق باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے زیادہ حقدار ہے۔

(۲) کئی شخص قرب میں مساوی ہوں اور خیر قرابت بھی متحد ہو یعنی سب باپ کی طرف سے متعلق ہوں یا سب ماں کی طرف سے تو قوی قرابت والا مستحق ہوگا مثلاً میت کی تین پھوپھیوں کی اولاد تھی۔ ایک پھوپھی اس کے والد کی سگی بہن تھی دوسری پردی تیسری مادری اگرچہ یہ تمام اولاد درجے میں برابر ہے اور جہت بھی ایک ہے لیکن پہلی پھوپھی کی اولاد کی قرابت قوی ہے اس لئے صرف وہی وارث ہوگی۔ (۳) کئی شخص قرب درجہ اور قوت میں برابر ہوں جہت بھی ایک ہو تو عصبہ کی اولاد مستحق ہوگی مثلاً سگے چچا کی بیٹی اور سگی پھوپھی کا بیٹا باقی ہو تو کل مال چچا کی بیٹی کو ملے گا کہ وہ عصبہ کی اولاد ہے۔

(۴) چچا اور پھوپھی میں سے کسی ایک کا تعلق قوی ہو تو اس کی اولاد ظاہر الروایۃ میں وارث ہوگی۔ مثلاً پھوپھی باپ کی سگی بہن ہے اور چچا باپ کی طرف سے بھائی ہے تو وارث پھوپھی کی اولاد کو ملے گی۔ سوال مذکور کے الفاظ یہ بعد ترجیح بقرب الدرہ اولاً قوت قرابت ثم الولدیۃ عند اتحاد الجہت سے ترجیح "اسی تفصیل کی طرف مشیر ہیں۔

(۵) متعدد اشخاص قرب درجہ میں مساوی ہوں لیکن ان کی جہت قرابت مختلف ہو یعنی بعض باپ کی طرف سے رشتہ دار ہوں مثلاً چچا کی اولاد، اور بعض

قدوة الفضل، سراج الفقہاء بیان فرماتے ہیں کہ دور طالب علمی میں یہ بات ہمارے ذہن میں بٹھادی گئی تھی کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی (قدس سرہ العزیز) کی کتابیں پڑھنا ناجائز ہے۔ ان کی تصنیفات کو علم و تحقیق سے کوئی علاقہ نہیں ہوتا وہ تو صرف چند مرد و جہ رسومات و بدعات کے مجوز ہیں۔ ان کی علمیت کا مدار یہی امور ہیں اور ان کی تصنیفات صرف میلاد، قیام میلاد، فاتحہ اعراس، گیارہویں، نذر و نیاز اور ملا غیر اللہ وغیرہ "اور بدعیہ سے متعلق ہیں۔ چنانچہ عام طلباء کی طرح میں بھی ان کے نام تک سے متنفر تھا۔ میں نے بعض لوگوں سے ان کے بحر علی کی باتیں سن رکھی تھیں جنہیں ہمارے حلقے میں مریدین و معتقدین کی عقیدت اور غلو سے تعبیر کیا جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر عنایت شامل حال تھی کہ ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے سراج الفقہاء ایسی شخصیت کے ذہن میں عظیم انقلاب پیدا کر دیا اس کی تفصیل خود ان کی زبانی سنئے۔

حسن اتفاق سے مجھے رسالہ میراث کی تصنیف کے دوران ایک مسئلے (ذوی الارحام کی صنف رابع کے حکم) میں اکھن پیدا ہوئی۔ میں نے اس کے حل کے لئے دیوبند، سہارن پور، دہلی، اور دیگر علمی مراکز میں خطوط لکھے کہیں سے بھی تسلی بخش جواب نہ آیا سب نے "سراجی" پر ہی اکتفا کیا۔ میں نے یہ سوچ کر کہ اس میں حرج ہی کیا ہے وہ سوال مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے پاس بھی بھیج دیا ایک ہفتے کے اندر مولانا کی طرف سے جواب آگیا۔ انھوں نے مسئلے کو اس طرح حل کیا کہ تمام کتب کے اختلافات اور شکوک و شبہات رفع ہو گئے۔

اب آپ حضرت سراج الفقہاء کا استفتار اور فقیہ اجل اعلیٰ حضرت امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ کا وہ انقلاب آفرین نادر و غیر مطبوع فتویٰ ملاحظہ فرمائیں جس نے وقت کے ایک بہت بڑے محقق کو نہ صرف ذہنی اطمینان بخشا بلکہ ایک نئی راہ پر ڈال دیا۔

سوال

بسم الله الرحمن الرحيم

بخدمت مجدد (مائتہ حاضرہ مولانا) احمد رضا خاں صاحب بعد ترجیح بقرب الدرہ اولاً قوت قرابت ثم الولدیۃ عند اتحاد الجہت سے ترجیح۔ مگر

ماں کی طرف سے مثلاً ماموں یا خالہ کی اولاد تو ”سرچی“ کے مطابق ”فلا اعتبار لقوة القرابة ولا لولد العصبية في ظاهر الرواية“ (ص ۴۷ مطبع سعیدی کراچی) یعنی اب نہ قوت قرابت کا اعتبار ہے اور نہ ولد عصبہ کا۔

لیکن علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ قول مذکور نقل کر کے فرماتے ہیں۔

لکن ذکر بعدہ فی معراج الدرایۃ عن شمس الائمۃ ان ظاہر الروایۃ ان ولد العصبۃ اولیٰ، اتحد الحیزا و اختلف فبنت العم لابوین اولیٰ من بنت الخال وانہ وافقہ التمرناشی ثم قال و فی ضوء السراج الاخذ بروایۃ شمس الائمۃ اولیٰ اھ (رد المحتار جلد ۵ ص ۵۲۶ مطبع کبریٰ مصر ۱۳۲۶ھ) معراج الدرایۃ میں شمس الائمہ سے مروی ہے کہ ظاہر الروایہ میں ولد عصبہ ولی ہے بہت متحد ہو یا مختلف لہذا گئے چچا کی لڑکی ماموں کی لڑکی سے اولیٰ ہے۔ تمرناشی نے اس کی موافقت کی۔ ضوء السراج میں ہے کہ شمس الائمہ کی روایت کو اختیار کرنا اولیٰ اس کے علاوہ علامہ شامی نے اور بہت سی کتابوں کے حوالے ذکر کئے۔

سوال مذکور میں ”مگر دلائل میں عند اختلاف ابکتہ بھی دلالت عصبہ سے ترجیح منصوص“ کے الفاظ سے تفصیل سابق کی طرف اشارہ ہے۔

علامہ شامی نے ”عقود الدریۃ فی تفتیح الفتاویٰ الحامدیۃ“ میں فرمایا۔ فمن قال یرجع ولد العصبۃ علی ولد ذی الرحم یلزم ان یرجع بقوة القلبۃ ایضاً لانہا اقویٰ فتامل وراجع (۲۶۰ ص ۲۴۱) جس نے ولد عصبہ کو ولد ذی رحم پر ترجیح دی اسے لازم ہے کہ قوت قرابت سے بھی ترجیح دے۔ سوال مذکور کے الفاظ ”اور قوت قرابت سے بھی ترجیح عقود میں بحث فرمائی“ کا اسی مقام کی طرف اشارہ ہے۔

الجواب

یہاں دو مسئلے ہیں اول بجات اختلاف خیز بھی ولد وارث کو ترجیح ہے یا نہیں۔ دوم اگر ہے تو قوت قرابت مرجح ہے یا نہیں۔

مسئلہ اولیٰ کو علامہ خیر الدین رملی نے فتاویٰ خیرہ نفع البریۃ پھر علامہ شامی نے عقود الدریۃ میں صاف فرمایا ہے کہ دونوں کو ظاہر الروایۃ فرمایا گیا اور ترجیح متون کی التزامی ہے اور جانب اثبات صریح تصحیحات تو مستند ہی ہے کہ ولد وارث مرجح ہے اگرچہ چیز مختلف ہو۔ عقود الدریۃ سائل فاضل ہدایہ اللہ تعالیٰ کے پیش نظر ہے اور فقیر نے خیرہ سے مقابلہ کیا۔ اس کی عبارات بتماہر عقود میں منقول ہیں۔ ان دونوں عبارتوں سے استفادہ کہ قول

اول یعنی عدم ترجیح کو کو اکب مضیہ نے ظاہر الروایۃ کہا اور سرچی و صاحب ہدایہ و متن کنز و ملحق و اکثر شروح کنز و ہدایہ نے اس پرشی کی اور اس بنا پر کہ وضع متون نقل مذہب کے لئے ہے علامہ حامد آفندی عالم متاخر نے اسکو اختیار کیا۔ اقوال اسی پر فاضل شجاع بن نورا لثرا نفردی مدرس اور نے اپنی کتاب حل المشكلات، تصنیف ۱۹۱۲ء میں مشی کی حیثیت قال بنت عم لابوین و بنت خال لام یقسم اثلاً ثالثاً لان قوة القرابة و ولد العصبۃ غیر معتبرۃ بین فریق الاب و فریق الام، اھ بالتلخیص۔ (گئے چچا کی بیٹی کو پڑا اور والدہ کے مادر زاد بھائی) ماموں کی بیٹی کو پڑا دیا جائے گا۔ کیونکہ والد اور والدہ کے فریقین میں قرابت کی قوت اور ولد عصبہ ہونا معتبر نہیں۔)

بعد کے بہت متاخر مسائل مثل مختصر الفرائض مولوی نجات حسین بن عبدالواحد الصدیقی البریلوی تصنیف سلاطین و زبدۃ الفرائض مولوی عبدالباسط بن رستم علی بن علی اصغر قزوچی اس طرف ہی جانا چاہیں کہ ان کا ماخذ سرچی ہے، اول کی عبارت یہ ہے وان کان واسطۃ قرابتہم مختلفۃ فثلثا المال لقرابة الاب و ثلثہ لقرابة الام ولا اعتبار لقوة القرابة و ولدۃ العصبۃ“ (اگر قرابت کا واسطہ مختلف ہو تو دو تہائی باپ کی قرابت کو اور ایک تہائی ماں کی قرابت کو دیا جائے گا قوت قرابت اور ولد عصبہ کا اعتبار نہیں۔)

عبارت دوم کی یہ ہے۔ و اگر ہم بدرجہ قرابت برابر باشند درجہ قرابت مختلف کہ بعض از جانب آب بوند و بعض از جانب ام دریں ہنگام در ظاہر الروایت مرقت قرابت و ولد عصبہ را اعتبار نہ باشد۔ پس ولد عم اعیانی از ولد خال یا خالہ علانی، اخیانی اولیٰ بود کہ قوت قرابت ولد عم را اعتبار نیست و ہم چنین بنت عم اعیانی از بنت خال یا خالہ اعیانی اولیٰ نباشد کہ ولد عصبہ را اعتبار نیست بر قیاس آنکہ عم اعیانی از خالہ علانی یا اخیانی اولیٰ نبود با وجود آنکہ عم اعیانی دو قرابتین است۔ و ولد وارث از جہتین اب و ام زیرا کہ پدر او جد صحیح است، ام او جدہ صحیحہ است۔“

اسے ظاہر الروایۃ کہنا اور یہ دلیل کہ ان دونوں کتابوں میں ہے بیہ سرچی سے ماخوذ ہے اور علامہ سید شریف نے اسے مقرر رکھا۔ مدق علانی نے در مختار میں اس کو مختار رکھا یوں کہ قول متن ”و اذا استؤانی درجۃ قدم ولد الوارث“ میں واتحد الجھۃ کی قید بڑھادی اور گئے فرمایا فلو اختلف فلقرابة الاب الثلثان و لقرابة الام الثلث ”علامہ سید محمد مصری طحطاوی نے اسے مقرر رکھا بلکہ تصریح کی کہ ان اختلف حیز القرابة فلا عبرۃ للاقویٰ ولا لولد

العصبۃ۔ علامہ شیخی زادہ نے مجمع الانہر میں نص مفتی پر تقریر کی۔
یہ عبارات ہیں جو اس قول پر نظر حاضر میں ہیں اور یہاں چند ضروری تنبیہاں
ہیں۔ فاقول ظاہر عبارت خیر یہ سے متوہم ہوتا ہے کہ یہ قول ہدایہ و کنز میں ہے اور
ان دونوں کے اکثر شراح نے اس پر مشی کی پھر مفتی و سر جیسے اس پر ہیں۔ لہذا علامہ عامر
آفندی نے اسے مسئلہ متون قرار دیا۔ مگر اذلا وہ ہدایہ میں نہیں بلکہ امام برہان الدین
صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب "فرائض عثمانی" میں کہ رسالہ فرائض شیخ عثمانی کا
تکملہ ہے۔ ذکر فرمایا۔ ہدایہ میں سرے سے کتاب الفرائض ہے ہی نہیں حالانکہ اس کے
ماخذ ثانی مختصر القدوری میں فرائض ہے۔ رد المحتار میں ہے۔ ہذا ظاہر الروایت کافی السرائر
والفرائض الثمانیۃ لصاحب الہدایۃ۔

ثانیاً شروع ہدایہ سے کفایہ امام کرمانی و عنایہ امام اکمل و بنایہ امام عینی و
غایتہ البیان اتقانی و نتائج الافکار قاضی زادہ تکملہ فتح القدیر پیش نظر ہے۔ ان
میں مثل ہدایہ کے فرائض نہیں اور معراج الدرایہ میں قول دوم کی تصحیح نقل کی غالباً
یہ زیادت کتاب الفرائض میں ہو جس طرح نہایہ نے اسے تکمیل اضافہ کیا اور محقق باری
نے اس کی تلخیص میں پھر خلاف فرمادیا تو ظاہراً غالب شروع ہدایہ کہنا خیر کیسے قلم ہی واللہ
تعالیٰ اعلم۔

ثالثاً کنز کی عبارت یہ ہے۔ "وذو رحم وهو قریب لیس
بذی سہم وعصبۃ (الی ان قال) وترتیبہم کتر
تیب العصبۃ والترجیح بقرب الدرجة ضم بكون
الاصل وارثا وعند اختلاف جهة القرابة فلقرابة
الاب ضعف قرابة الام۔" (ذو رحم وہ قریب ہے جو صاحب فرض
اور عصبہ نہ ہو ان کی ترتیب عصبۃ کی طرح ہے اور ترجیح قرب درجہ سے ہوگی پھر اصل
کے وارث ہونے سے اور جہت قرابت مختلف ہوئی تو باپ کی قرابت کو ماں کی قرابت
کی نسبت دو گنا حصہ ملے گا۔) حضرت ثنائی نے اس میں محل استدلال جملہ اخیرہ کا اطلاق
اور اس پر اسے متون و شروع کی طرف نسبت کیا جانا بتایا ہے۔ رد المحتار میں بعد
عبارت مذکورہ انفا ہے۔ "وهو ظاهر اطلاق المتون والم شروع
حيث قالوا وعند اختلاف جهة القرابة فلقرابة الاب
ضعف قرابة الام فلم يفرقوا بين ولد العصبۃ
وغیره۔"

اقول یہ جملہ دو قاعدہ ترجیح کے بعد مذکور ہے وہ قواعد عامہ تھے کہ جمیع
اصناف و احوال ذوی الارحام کو شامل تھے تو یہ قطعاً ان سے مقید ہے و اگر نہ اختلاف
کے وقت قرب درجہ سے بھی ترجیح نہ ہو اور وہ بالا جماع باطل ہے۔ و علی الترتیل وہ
دونوں قاعدے بھی مطلق ہیں وہاں بھی اختلاف و اتحاد جہت سے فرق نہ فرمایا تو یہ
اطلاق اس اطلاق کے معارض ہے۔

رابعاً مختصر امام اجل قدوری میں صاف فرمایا ذوی الارحام کے تمام
بیان کر کے حکم عام ارشاد فرماتے ہیں۔ و اذا استوى وارثان في درجة
واحدة فاولهم من ادلى بوارث واقربهم اولی من
ابعدهم۔ (جب دو قریبی ایک درجے پر برابر ہوں تو وارث کے ذریعے
(میت کی طرف) منسوب ہونے والا اولی ہوگا اور (ذوی الارحام) میں سے اقرب کو
ابعد پر ترجیح ہوگی۔)

خامساً اسی طرح متن تنویر الابصار میں تمام اصنام ذکر کر کے فرمایا
و اذا استوى وافی درجة قدم ولد الوارث و اذا اختلفت
الفروع والاصول اعتبر محمد فی ذالک الاصول
وقسم علیہم اثلاً ثالثاً الخ اس نے بھی صاف کر دیا کہ بعد استواء
درجہ تقدم ولد وارث کا حکم عام ہے۔ اس کے بعد مسئلہ اختلاف جہت نہ ملے
جس سے اشتباہ ہو بلکہ مسئلہ اختلاف اصول ذکورۃ و انوثۃ یہی نکتہ ہے
کہ ان تینوں متون اعنی قدوری، کنز و تنویر نے یہاں قوت قرابت
کی ترجیح ذکر نہ فرمائی و منظور افادہ قواعد عامہ ہے اور وہ عام نہ تھی بلکہ اتحاد
(جہت) سے خاص حکم ایضاً ان یفہم کلام الکام۔

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ "و اذا استوى وافی درجة" کے بعد
در مختار کا "و اتحدت الجہتہ" زائد کرنا قول اول کی طرف انکامیل خلاف متن ہے۔
سادساً ہدایہ، وقایہ، نقایہ و اصلاح غرر ان متون میں مسئلہ کا ذکر
ہی نہیں۔ قدوری، کنز، تنویر کا حال معلوم ہوا۔ سراجیہ ابتدائی کتاب ہے مگر
اصطلاح فقہ پر متن نہیں۔ اس کا مرتبہ فتویٰ غایت درجہ شروع کا ہے جیسے منیہ
و امشبہا بھی ابتدائی کتب ہیں اور مرتبہ متون میں ہرگز نہیں بلکہ فتاویٰ میں
کما بیتناہ فی فتاوانا متون وہ مختصرات ہیں کہ ائمہ نے حفظ مذہب
کے لئے لکھے جیسے مختصرات طحاوی و کرتبی و قدوری۔ سراجیہ میں بکثرت روایات
نادرہ بلکہ محض اقوال مشائخ کے ذکر تک تزلزل ہے لاجرم علامہ سید شریف نے
نقل فرمایا کہ سراجیہ در حقیقت فرائض امام احمد علاء الملک و الدین سمرقندی
کی شرح ہے۔ ان المصنف لما خرج من فرغانۃ الی بخارا
وجد فیہا الفرائض المنسوبۃ الی القاضي الامام

علاء الدین السمرقندی فی ورقتین فاستحسنہا
واخذ فی تصنیف ہذا الكتاب شرحا لہا۔ مصنف جب
فرغانہ سے بخارا گئے وہاں دو ورق میں "فرائض" قاضی علاء الدین سمرقندی
پائے مصنف نے انہیں پسند کیا اور ان کی شرح کے طور پر سراجی لکھنا شروع کی
(باب ذوی الارحام شریفیہ شرح سراجی ص ۱۹ مطبع یوسفی کھنڈ ۱۹۰۵ء) تو نہ رہی
مگر ایک مفتی اس میں بے شک یہ قول مصرح ہے حیث قال "یرجحون بقرب

الدرجة ثم بقوة القرابة ثم بكون الاصل وارثاً عند اتحاد الجهة " تو اسے مسئلہ متون مقرر کر قول ثانی پر ترجیح دینی صحیح ہے بلکہ اکثر متون قول ثانی پر ہی ہیں۔

سابقاً۔ شروع ہدایہ کا حال معلوم ہوا۔ اور شروع کنز نے مسئلہ متون مقرر رکھا اور اس کا مفاد ظاہر ہو گیا و اللہ اعلم۔

قول دوم کو بسوط امام شمس الاممہ سرخسی فتاویٰ امام ترمذی و مجمع الفتاویٰ و فتاویٰ خلاصہ میں ظاہر الروایت و مذہب کہا۔ موارث الملتقط للامام نصر و تاج خانہ میں اسی پر مبنی کی وضوح السراج میں ہے علیہ الفتویٰ، جامع المضمرات میں ہے ہوا بصحیح، معراج الدرایۃ میں ہے ہوا لا ولی بالآخذ، علامہ محقق خیر الدین رملی نے اس پر فتویٰ دیا۔

اقول بلکہ بسوط سرخسی جلد ثلاثین ص ۱۰۰ ہے۔

"اجمعنا انه لو كان احدهما ولد عصبة او صاحب فرض كان اولی من الاخر انتھى (ای یقدم علی من لیس بعصبة ولا صاحب فرض)

اور پھر بسوط امام سرخسی اس کافی امام حاکم شہید کی شرح حامل المتن ہے جس میں انھوں نے تمام کتب ظاہر الروایت کو جمع فرمایا ہے! اس میں انہوں نے صرف ظاہر الروایت ہی نہ فرمایا بلکہ قول اول کے روایت مارہ ہونے کی بھی تصریح فرمائی اسی طرح کلمۃ البحر للعلامة الطوری میں ہے ہندیہ میں اسے مقرر رکھا۔ بسوط کی عبارت یہ ہے۔

ان كان احدهما ولد عصبة او ولد صاحب فرض فعند اتحاد الجهة يقدم ولد العصبة وصاحب الفرض وعند اختلاف الجهة لا يقع الترجيح بهذا بل تعتبر المساواة في الاتصال بالميت وبیانہ فیما اذا ترك ابنة عم لاب وام اولاد ابنة عمه فالمال كله لابنة العم لانها ولد عصبة ولو ترك ابنة عم وابنة خال او خالة فلا ابنة العم الثلثان ولا ابنة الخال او الخالة الثلث لان الجهة مختلفة ههنا ولا يترجح احدهما بكون ولد عصبة وهذا فی رواية ابی عمران عن ابی یوسف فاما فی ظاہر المذهب ولد العصبة اولی سواء اختلفت الجهة او اتحدت لان ولد العصبة اقرب اتصالاً بوارث الميت فكان اقرب اتصالاً بالميت۔

فان قيل فعلى هذا ينبغي ان العمة تكون احق

بجميع المال من الخالة لان العمة ولد العصبة وهو اب الاب والخالة ليست ولد عصبة ولا ولد صاحب فرض لانها ولد اب الام قلنا لا كذلك فان الخالة ولد ام الام وهي صاحبة فرض فمن هذه الجهة يتحقق الملتصق بينهما في الاتصال بوارث الميت الا ان اتصال الخالة بوارث هو أم فتستحق فريضة الام واتصال العمة بوارث هو اب فتستحق نصيب الاب فلهذا كان المال بينهما اثلاثاً۔ اگر دونوں میں سے ایک عصبة یا صاحب فرض کی اولاد ہے تو اتحاد جہت کی صورت میں عصبة اور صاحب فرض کی اولاد کو تقدیم حاصل ہوگی۔ اختلاف جہت کی صورت میں اس سے ترجیح نہیں ہوگی بلکہ میت سے تعلق میں مساوی معتبر ہوں گے مثلاً ایک شخص کے چچا یا علاقہ چچا (باپ کے پدری بھائی) کی بیٹی اور بھوپھی کی بیٹی چھوڑ کر فوت ہوا۔ تمام مال چچا کی بیٹی کو ملے گا کیونکہ وہ عصبة کی بیٹی ہے اور اگر ایک چچا کی بیٹی اور ایک ماموں یا خالہ کی بیٹی چھوڑ گیا تو چچا کی بیٹی کو دو تہائی اور ماموں یا خالہ کی بیٹی کو ایک تہائی ملے گا کیوں کہ یہاں جہت مختلف ہے دونوں میں سے ایک کو ولد عصبة ہونے کی وجہ سے ترجیح نہ ہوگی یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ابو عمران کی روایت ہے لیکن ظاہر مذہب میں ولد عصبة اولی ہے خواہ جہت مختلف ہو یا متحد کیونکہ ولد عصبة کا میت کے وارث سے زیادہ قریبی تعلق ہے گویا میت سے اقرب ہے۔

سوال اس بنا پر چاہیے کہ بھوپھی خالہ کی نسبت تمام مال کی زیادہ حق دار ہو کیونکہ بھوپھی دادا ایسے عصبة کی اولاد ہے جب کہ خالہ نہ عصبة کی اولاد ہے نہ صاحب فرض کی کیوں کہ وہ نانا کی اولاد ہے۔ جواب اس طرح نہیں کیونکہ خالہ نانی کی اولاد ہے اور وہ ذات فرض ہے۔ اس اعتبار سے بھوپھی اور خالہ میں میت کے وارث سے متصل ہونے میں مساوات پائی جائے گی مگر خالہ کا جس وارث کے ذریعے تعلق ہے وہ مال (نانی) ہے لہذا مال کے حصے کی مستحق ہوگی اور بھوپھی کا تعلق اس وارث کے ذریعے ہے جو باپ (دادا) لہذا باپ کے حصے کی مستحق ہوگی۔ اسی لئے ان میں مان کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے (دو حصے بھوپھی کے لئے ایک حصہ خالہ کے لئے) بعینہ یہی مضمون تمام کلمۃ بحر میں ہے اور ہندیہ میں لفظ اتصالاً بالميت تک اس میں امام جلیل نے دلیل قول اول کے جواب کا بھی افادہ فرمایا۔

اقول ولا یقدم مع تحقق المساواة ان العمة اذا كانت لاب وام كانت ولد الوارث من كلا الجهتين ويستعمل هذا فی الخالة لان هذا قوة القرابة ولا نظراً لہا عند اختلاف الحیز كما صرحوا به قاطبة نعم رأيتنی کتبت علی هامش تکملة المحرمانصہ۔

اقول لا یمشی اذا كانت الخالة اخت الام لاب فانها لا حظ لہا من ولدیة وارث اصلاً۔ لا یقال انہا اقوی

من الخالة لام فاذا مات عن خالة لاب واخرى لام احزت الاولى جميع المال ولا شيء للآخرى والخالة لام لا يجزئها العمة لاستوائها معها في ولدية الوارث فاذا لم تحجب الاضعف وجب ان لا تحجب الاقوى لاني اقول انما قوتها قوة قرابتها فان الانتماء بالاب اقوى من الانتماء بالام وهذه قوة لانظر اليها عند اختلاف الجهة فتبقى ولدية العمة للوارث قوة بلا معارض فيلزم ان تحجب الخالة لاب وهو باطل فعلم ان ولدية الوارث ايضا لا تلاحظ في الجهات المختلفة -

اقول وبالله التوفيق توحيث الخالة مع العمة اثلاثاً عند الفقهاء رحمهم الله تعالى لا قامة العمة مقام العم والخالة مكان الام قال شمس الائمة اعلم بان العمة بمنزلة العم والخالة بمنزلة الام وقال اهد التنزيل العم بمنزلة الاب والخالة بمنزلة الام ووجه قولهم ان الصحابة رضي الله تعالى عنهم اجتمعوا على ان للعمة الثلثين وللخالة الثلث اذا اجتمعتا ولا وجه لذلك الابان يجعل العمة كالاب باعتبار ان قرابتها قرابة الاب للخالة كالأب باعتبار ان قرابتها قرابة الام ووجه قول علمائنا ان الاصل ان الانثى متى اقيمت مقام ذكر فانها تقوم مقام ذكر في درجاتها. والذكر الذي في درجاتها هو العم وهو الوارث فتجعل العمة بمنزلة العم. والخالة لو اقيمت مقام ذكر في درجاتها وهو الخال لم ترث مع العمة فلهذه الضرورة اقمنا مقام الام فالعمة ترث الثلثين والخالة الثلث بهذا الطريق بمنزلة ما لو ترك اماً وعماً فمختصراً فاذا كان الامر على هذا سقط تقدم العمة لولدية العصبية فانها قد اقيمت مقام العصبية فضلاً على الولدية ولم تحجب الخالة لا قامت مقام الام والام لا تحجب بالعم وفي هذه الحالات كلهن سواء. قد راينا ان مثل الاقامة تمنع الحجب بما هو اقوى اسبابه وهو اقرب درجة الا ترى ان من خلف بنتاً وبنتك ابن فلهن السدس تكملة للثلثين لا قامتهم مقام البنت لا يحجبهن بعد درجاتهن عن درجة البنت وكذا لك اذا مات عن بنتين وبنت ابن وبنت ابن وابن

ابن ابن لاشبهما اقيمتا في درجة الذكر كي تتعصب به فهذا هو السر في وراثته الخالة لاب مع العمات والله تعالى اعلم ثم اقول لا يذعن عنك ان هذه الاقامة تقتصر على الذوات ولا تتعدى الى الاولاد فالولد الخالة لا يجعلون كالاولاد الا ترى ان ذكورهم لا يساوون انثاهم بل للذكر مثل حظ الانثيين وهذا كولدية العصبية لا ترى من الولد الى ولد الولد كما في رد المحتار وغيره عن سكب الانهرو وغيره فان بنت العم لا يقدم على بنت ابن العمة والخال او الخالة فاحفظ -

دا قول مساوات کے ہوتے ہوئے یہ عراض نہیں ہو سکتا کہ سگی بھوپھی دو جنوں سے وارث (دادا اور دادی) کی اولاد ہے یہ بات خالہ میں نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ صرف ایک وارث (نانی کی اولاد ہے) اس لئے کہ یہ قوت قرابت ہے جس کا اختلاف جہت کی صورت میں اعتبار نہیں ہوتا۔ جیسا کہ تمام ارباب فرائض نے تصریح کی۔ میں نے تکراراً بھر کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ

اقول یہ جواب اس وقت نہیں بن سکتا جب خالہ ماں کے والد کی طرف سے بہن ہو کیونکہ وہ قطعاً وارث کی اولاد نہیں (لہذا بھوپھی کے مقابل یہ خالہ محروم ہونی چاہیے) سوال :- یہ خالہ اس خالہ سے اقویٰ ہے جو ماں کی طرف سے بہن ہو۔ چنانچہ اگر کوئی شخص ایسی دو خالائیں چھوڑ کر فوت ہو جائے تو تمام مال پہلی کو ملے گا اور دوسری محروم ہوگی۔ بھوپھی دوسری خالہ کو محروم نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اسکے ساتھ ولد وارث ہونے میں شریک ہے۔ بھوپھی جب اضعف کو محروم نہیں کر سکتی تو ضروری ہے کہ اقویٰ (پہلی خالہ) کو بھی محروم نہ کرے۔ جواب :- پہلی خالہ کی قوت قرابت ہے کیونکہ باپ کے ذریعے سے منسوب ہونا ماں کے توسط سے منسوب ہونے سے زیادہ قویٰ ہے لیکن اختلاف جہت کے وقت اس قوت کا اعتبار نہیں۔ لہذا بھوپھی کے ولد وارث ہونے والی قوت معارض کے بغیر باقی رہے گی اور لازم آئے گا کہ بھوپھی خالہ کو محروم کر دے حالانکہ یہ غلط ہے معلوم ہوا کہ جہات مختلفہ میں ولایت وارث بھی معتبر نہیں۔

میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ فقہائے کرام کے نزدیک خالہ کو بھوپھی کی موجودگی میں اس لئے تہائی حصہ ملنا ہے کہ بھوپھی کو چچا کے اور خالہ کو ماموں کے قائم مقام رکھا جاتا ہے۔ شمس الائمہ نے فرمایا کہ بھوپھی چچا اور خالہ ماں کے مرتبہ میں ہے اور اہل منزل نے کہا چچا بمنزلہ باپ کے اور خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔ یہ بھی کہا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اکثریت کے نزدیک اجتماع کے وقت بھوپھی کے لئے دو تہائی اور خالہ کے لئے ایک تہائی۔ اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ بھوپھی کو باپ کی طرح قرار دیا جائے اس اعتبار سے کہ اس کی قرابت باپ سے ہے اور خالہ کو ماں کی طرح کہ اس کی قرابت ماں سے ہے ہمارے علماء کے قول رک خالہ ماں کی طرح ہے کی وجہ یہ ہے کہ قاعدے کی رو سے عورت

کو جب کسی مرد کے قائم مقام کیا جائے تو اسے ہم مرتبہ مرد کے قائم مقام ہوگی
پھوپھی کا ہم مرتبہ مرد چچا وارث ہے لہذا اسے چچا کے قائم مقام کیا جائے گا اور خالہ کو
اس کے ہم مرتبہ مرد کے قائم مقام کیا جائے تو پھوپھی کے ساتھ وارث نہیں بن سکے گی اس
ضرورت کے پیش نظر ہم نے اسے ماں کے قائم مقام کیا۔ لہذا اس طریقے سے پھوپھی کو دو
تہائی اور خالہ کو ایک تہائی مال ملے گا۔ جیسا کہ ماں اور چچا وارث ہوتے (مختصر) جب
معاملہ اس طرح ہے تو پھوپھی کو ولایت عصبہ کی وجہ سے ترجیح نہیں ہوگی کیونکہ اسے ولایت
کی بجائے عصبہ کی جگہ قرار دیا گیا ہے۔ پھوپھی خالہ کو محروم نہیں کر سکے گی۔ کیونکہ خالہ کو ماں کی
جگہ رکھا گیا ہے اور ماں چچا سے محروم نہیں ہوتی۔ ان حالات میں تمام برابر ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں
کہ اقمانہ کی وجہ سے قرب درجہ ایسا قوی سبب بھی محروم نہیں کر سکتا۔ مثلاً ایک شخص ایک
لڑکی اور چند پوتیاں چھوڑ گیا (نصف مال لڑکی کو) اور چھٹا حصہ پوتیوں کو ملے گا تاکہ دو
ثلث پورے ہو جائیں۔ کیونکہ انھیں لڑکی کے قائم مقام رکھا گیا ہے۔ لڑکی کے درجے
سے دوری انھیں محروم نہیں کرے گی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص دو لڑکیاں ایک پوتی ایک
پوتے کی لڑکی اور ایک پوتے کا لڑکا چھوڑ گیا۔ پوتی اور پوتے کی لڑکی کو مرد کے درجے میں رکھا
جائے گا تاکہ اس کے ذریعے عصبہ بن جائیں یہ وجہ ہے کہ خالہ (ماں کی سوتیلی بہن باپ کی
کی طرف سے) پھوپھی کے ساتھ وارث بنتی ہے۔

ثم اقول۔ قائم مقام قرار دینا صرف ذوات تک محدود ہوگا۔ اولاد کا یہ حکم نہیں
ہے چنانچہ خالہ کی اولاد۔ ماں کی اولاد کی طرح نہیں ہوگی۔ دیکھئے خالہ کی اولاد میں مرد اور
عورتیں برابر نہیں بلکہ مرد کو عورت کی نسبت دو گنا حصہ ملے گا جب کہ اولاد ام میں مذکر
و مؤنث برابر ہوتے ہیں) اس کی مثال ولایت عصبہ ہے کہ اولاد سے اولاد کی طرف منتقل
ہوگی جیسے کہ ردائے نکاح وغیرہ سبب الاثر وغیرہ سے ہے۔ بنا بریں چچا کی لڑکی کا لڑکا پھوپھی
ماں یا خالہ کے بیٹے کی بیٹی سے مقدم نہ ہوگا۔

بالجملہ قول دوم پر ہی اکثر متون میں اور اسی کو اکثر نے ظاہر روایت اور غریب
فرمایا اور تصریحات مزید صرف اس کے لئے ہیں خصوصاً اکثر تصنیفات علیہ الفتویٰ تو
اسی پر اعتماد واجب ہے اور اس سے عدول ماقط و ذاہب، رد مختار و مجمع علامہ
قاسم میں ہے۔ اما نحن فعلمنا اتباع ما رجحوا وصححوہ کما لو
فتونا فی حیاتہم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ثانیہ جب کہ یہاں اختلاف جہت کے وقت فریب صحیح و غنی بہ
میں ولایت وارث معتبر ہے۔ آیا قوت قرابت معتبر ہوگی یا نہیں؟ علامہ شامی نے
نفی کو مفاد اطلاق روایت بنایا اور خود اثبات کا استظهار کیا کہ قوت قرابت ولایت
وارث سے اقویٰ ہے۔ جب یہ معتبر ہے تو اس کا اعتبار بدرجہ اولیٰ ہے۔ عبارت عقود
سائل فاضل کے پیش نظر ہے۔ فیقر نے اپنے نسخہ عقود پر یہاں پر حاشیہ لکھا تھا۔
نولہ یلزم ان ینصح بقوة القرابة ایضا وانہا اقویٰ

اقول قد اجمعا فی الروایات الظاہرة ان لا نظیر بقوة
القرابة عند اختلاف الحیز فلا تقدم العمة الشقیقة
على الخالة لام ولا الخالة العینیة على العمة لام۔ وكون
قوة القرابة اقوی من ولدیة الوارث فی حیز واحد
لا یوجب اعتبارها عند اختلاف الحیز وہی ساقطة
الاعتبار فیہ فجریان الاضعف فی محل لكونہ محل جریانہ
لا یستلزم جریان الاقوی فیہ مع انعدام المحلیة لہ۔
والحق ان لا معنی لقوة القرابة فی حیز الا کون قریب
ذاجہتین کالعینی او ذاجہة اقوی کالعلاقی مع الاخیا فی
وظاہر ان اجتماع الجہتین فی حیز لا یلغی الحیز الآخر
واذا کان نفس احد الحیز اعنی الابوی اقوی من الآخر
اعنی الاعم شہد لتورث قوتہ الغاء الحیز الآخر
فکیف تورث قوتہ جہتہ الغاء الآخر وتعلیل قوتہ القربة
انما هو فی الحیز الواحد لا تقدم ذی حیز علی ذی حیز آخر
لقوة قرابة فی حیزہ والا یقدم الحیز الابوی مطلقا
على الامی مطلقا وایضا لولایت قوتہ القرابة لعاد
نقضا علی المقصود فان الاقوی غیر معتبر عند اختلاف
الحیز باجماع الروایات الظاہرة فکیف تعبرون
فیہ الاضعف ویؤول الامر الی الغاء کلا الترجمین
وهو خلاف ما قدرتم انہ صحیح مفتی بہ وانما الجواب
ما قدمتم الاقوی لم یعتبر لعدم المحل فلا یلغی الآخر
مع حصول المحلیة وذلك لان ولدیة العصبۃ تنفی
من العصبۃ تقضی علی غیرہا مطلقا وان کان من غیر
حیزہا کالعم یجب الخال فکذا ولدیة العصبۃ
وبہذا تنحل الشہتان معا اعنی وجوب اعتبار الاقوی
کما ذهب الیہ العلامة الشامی ووجوب اسقاط
الاضعف بسقوط الاقوی کما قدرنا فی الالزام واللہ
تعالیٰ اعلم۔

ضروری ہے کہ قوت قرابت سے بھی ترجیح دی جائے جب کہ وہ ولایت عصبہ سے
(سے) زیادہ قوی ہے (عقود) اقول روایات ظاہرہ متفق ہیں کہ اختلاف حیز کے
وقت قوت قرابت معتبر نہیں۔ لہذا سگی پھوپھی کو اس خالہ پر ترجیح نہ ہوگی جو ماں کی
ماں کی طرف سے بہن ہے۔ اسی طرح سگی خالہ کو اس پھوپھی پر ترجیح نہیں جو باپ کی
ماں کی طرف سے بہن ہے۔ ایک جہت میں قوت قرابت کے ولایت وارث سے

زیادہ قوی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اختلاف جہت کے وقت بھی معتبر ہو کیوں کہ قوت قرابت اس صورت میں ناقابل اعتبار ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ اضعف اگر بر عمل معتبر ہو تو ضروری نہیں کہ اقویٰ بے عمل بھی معتبر ہو۔

حق یہ ہے کہ ایک جہت میں قوت قرابت کا معنی یہ ہے کہ ایک قریب دو جہتیں رکھتا ہو باپ کی طرف سے بھی متعلق ہواں کی طرف سے بھی) جیسے سگائے دار یا ایک قوی جہت رکھتا ہو۔ جیسے باپ کی طرف کا رشتے دار ماں کی طرف کے رشتے دار سے قوی ہے ظاہر ہے کہ ایک جانب دو جہتوں کا اجتماع دوسری جانب کو محروم نہیں کر سکتا۔ جب باپ جانب قوی ہونے کے باوجود دوسری جانب ماں کو محروم نہیں کرنا تو اس کی جانب سے حاصل ہونے والی قوت دوسری جانب کو کیسے محروم کر سکے گی۔ قوت قرابت ایک ایک جانب میں معتبر ہے۔ اس کی وجہ سے ایک جانب کو دوسری جانب پر تقدیم حاصل نہ ہوگی ورنہ لازم آئے گا کہ باپ کی جانب کو ماں کی جانب پر مطلقاً تقدیم حاصل ہو رہو باطن) نیز قوت قرابت کا اعتبار مقصود کے لئے نقصان دہ ہوگا۔ کیونکہ اختلاف جہت کے وقت تمام روایات ظاہرہ کے مطابق اقویٰ معتبر نہیں۔ تو آپ حضرات اضعف (دلیرت عصبہ) کا کیوں اعتبار کرتے ہیں۔ نتیجتاً دونوں ترجیحیں (قوت قرابت، اور دلیر عصبہ کے لحاظ سے) لغو ہو جائیں گی۔ اور یہ بات خود تمہاری تقریر کے خلاف ہے (کہ دلیر عصبہ کو ترجیح ہے) کہ وہ صحیح اور منفی ہے۔ جواب وہی ہے جو میں نے اس سے پہلے ذکر کیا کہ اقویٰ کا اس لئے اعتبار نہیں کہ اس کا عمل نہیں لہذا دوسری ترجیح بر عمل ہوتے ہوئے لغو نہ ہوگی یہ اس لئے کہ دلیر عصبہ کو مصوبت سے حصہ ملتا ہے اور عصبہ کو غیر بر مطلقاً ترجیح ہوتی ہے مثلاً چا (عصبہ ہے) ماموں (غیر عصبہ) کو محروم کر دے گا۔ اسی طرح دلیر عصبہ سے تقریر سے دونوں شعبے مندرج ہو جاتے ہیں (۱) اقویٰ کا اعتبار فری ہے جیسے علامہ شامی نے کہا (۲) اقویٰ سا قسط ہے تو اضعف کا سا قسط ہونا ضروری ہے جس طرح ہم نے الزام کی تقریر میں بیان کیا۔

اس ماحشیہ نے مجددہ تعالیٰ کشف مشبہ کر دیا۔ اس وقت مبسوط شمس الآراء شرعی فقیر کے پاس نہ تھی۔ اب اس کے مطالعہ نے واضح کر دیا کہ وہ صرف اطلاق روایت شرعی نہیں بلکہ خاص نص مرتج ہے بحسب علامہ شامی مصادر نص واقع ہوئی اور بحث فقیر بحمد اللہ القدر نص کے موافق آئی و اللہ اعلم۔

مبسوط کا نص لمحض یہ ہے۔

”فی ظاہر المذہب ولد العصبۃ اولیٰ سواء اختلفت الجہۃ او اختلفت (الیٰ قال) فان کان قوم من ہوء لاء من قبل الام من نبات الاخوال او الخالات و قوم من قبل الاب من نبات الانعام او العبات لام فالمال مقسوم بین الفريقین اثلاثاً سواء کان من کل جانب ذوق قرابتین او من احد المحاسبین ذوق قرابة واحدة۔ ثم ما اصاب کل فریق

فیما بینہم یترجح جہۃ ذی قرابتین علی ذی قرابة واحدة“ ظاہر مذہب میں ولد عصبہ اولیٰ ہے خواہ جہت مختلف ہو یا متحد۔ اگر ماں کی جانب سے ایک جماعت ہو مثلاً ماموں یا خالوں کی لڑکیاں، اور ایک جماعت باپ کی طرف سے مثلاً چھو بھوپوں یا سوتیلے چچا باپ کے (مادری بھائی) کی لڑکیاں تو مال فریقین میں میں حصوں میں تقسیم کیا جائے گا (ایک حصہ پہلے فریق کو اور دوسرے دوسرے فریق کو دیئے جائیں گے) خواہ ہر جانب دو دو قرابتیں ہوں یا ایک جانب صرف ایک قرابت ہو۔ پھر ہر فریق کا حصہ ان میں تقسیم کیا جائے گا۔ ذوق قرابتین کو ایک قرابت والے پر ترجیح ہوگی۔

یہ نص مرتج ہے و اللہ اعلم کہ اختلاف جہت کے وقت دلیرت وارث سے ترجیح ہے اور قوت قرابت سے نہیں تو اولاد اضعف رابع کا قانون صحیح و مستحکم ہے۔ یقدم الاقرب مطلقاً ثم ان اختلف الحیز فاولد الوارث وان اتفق فالاقویٰ قرابة ثم ولد الوارث وبعدہ۔ ذہ الشرائط ان استحق الفریقان فلفریق الاب الثلثان و فریق الام الثلث۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم۔

اقرب بہر حال مقدم ہے پھر اگر جہت مختلف ہو تو ولد وارث کو اور اگر متحد ہو تو اقویٰ پھر ولد وارث کو ترجیح ہوگی ان شرائط کے بعد اگر دونوں فریق مستحق ہوں تو باپ کے فریق کو دو تہائی اور ماں کے فریق کو ایک تہائی ملے گا۔

بمحمد بن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کتبہ (عبدہ المذنب احمد رضا القادری عفی عنہ)

حضرت سراج الفقہاء

مولانا سراج احمد صاحب

فرماتے ہیں کہ:

اس جواب کو دیکھنے کے بعد مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ کے متعلق میرا انداز فکر کسیر بدل گیا۔ اور ان کے متعلق ذہن میں جمائے ہوئے تمام خیالات کے تار و پود بکھر گئے۔ ان کے رسائل اور دیگر تصانیف منگو کر پڑھے تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرے سامنے غلط عقائد و نظریات کے سارے حجابات آہستہ آہستہ اٹھ رہے ہیں۔ اسی دور میں احمد پور کے ایک شہور فقیہ مولوی نظام الدین سے میری گفتگو ہوئی یہ مولانا نفقہ میں اپنے ہم عصر علماء سے ممتاز تھے اور کسی کو اپنا ہمسر تصور نہیں کرتے تھے عقیدہ کے اعتبار سے غیر مقلد تھے۔ فتاویٰ رشید، یہ کے اس نئے پر گفتگو ہوئی کہ حدیث صحیح کے مقابل قول فقہا پر عمل نہ کرنا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت کے رسالہ الفضل الموصی فی معنی اذا صح الحدیث فہو مذہبی کے ابتدائی اوراق منازل حدیث کے انھیں سنائے تو کہنے

گئے۔ یہ سب منازل فہم حدیث مولانا کو حاصل تھے! فہم کہ میں ان کے زمانے میں نہ کہ بے خبر و بے فیض رہا۔ پھر فقہ کے چند مسائل کے جوابات رسالہ رضویہ سے منائے تو کہنے لگے علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت سراج الفقہاء فرماتے ہیں میں اس کے قول کی تصدیق کرتا ہوں کہ علامہ شامی کی بحث کو بیان فرما کر اپنی بحث کا اظہار کر کے فرمایا الحمد للہ میرا فہم ظاہر الروایہ آیا۔ بقولہ اس وقت میرے پاس مبسوط نہ تھی۔ اب اس کے مطالعہ نے واضح کر دیا کہ صرف اطلاق سرخی نہیں بلکہ خاص نص صریح ہے بحث علامہ شامی مصادم نص واقع ہوئی اور بحث فقیر بجا اللہ القدیر نص کے موافق آئی۔ واللہ اعلم ناظرین اب حضرت سراج الفقہاء کے دو کتب ملاحظہ فرمائیں جن سے ان کے خیالات کی واضح نشاندہی ہوتی ہے۔ یہ دونوں کتب کرمی جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری ناگیا۔

مکتوب

مکرم و محترم مولانا صاحب زید مجدہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
تواضع نامہ ملا شکر یہ! اعلیٰ حضرت مجدد مائتہ حاضرہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی علیت و قضاہت پر مجھ سے مضمون لکھوانا

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

جب تک سارے علوم عقلیہ و نقلیہ میں باکمال نہ ہونے میں ناتص ہے اور اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو ہر علم میں کمال تھا مولوی نظام الدین فقیہ احمد پوری دہلی جو تفتہ میں اپنے ہم عصر علامہ دیوبندی وغیرہ سے (پنے) آپ جیسا فائق کسی کو نہ جانتا تھا۔ فتاویٰ رشیدیہ کے اس فتویٰ پر کہ حدیث صحیح کے مقابل قول فقہاء پر عمل کرنا چاہیے۔ میں نے رسالہ "الفضل الموبہی فی معنی اذاح الحدیث فہو ندہی" مصنفہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے ابتدائی اوراق منازل حدیث کے منائے تو کہا یہ سب منازل فہم حدیث مولانا کو حاصل تھے! فہم کہ میں ان کے زمانے میں رہ کر بے خبر و بے فیض رہا۔ پھر چند مسائل فقہ کے جوابات رسائل رضویہ سے منائے تو کہنے لگا کہ علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں۔ یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتا ہے۔

میں اس کے اس قول کی تصدیق کرتا ہوں کہ شامی وغیرہ ان کے شاگرد ہیں میں نے جب رسالہ زبدہ لریجیہ فی علم المیراث والیققات والوصیۃ تصنیف کیا تو وصف رابع ذوی الارحام میں رسائل میراث جو سراجی کے خوشہ میں ہیں سب نے لکھا کہ اختلاف جہت کے وقت قوت قرابت اور ولدیت عصبہ سے ترجیح نہیں ہے مگر شامی نے فتویٰ دیا کہ عم کی جہت سے ولد العصبہ خال خالہ کی جہت سے ولد فیہ عصبہ کے ولد کو محروم کرنا ہے۔ علامہ شامی نے العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ المحامد بیۃ فرمایا جن کے نزدیک ولد عصبہ کو ترجیح ہے انہیں قوت قرابت کو

بھی مرجع ماننا پڑے گا۔ کیونکہ بہ زیادہ قوی ہے۔

اس کے متعلق اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں میں نے استفتا بھیجا تو آپ نے فرمایا کہ متقی حامیہ پر میں نے اس کے برخلاف تحقیق لکھی مگر اس وقت مبسوط سرخی میرے پاس نہ تھی۔ الحمد للہ نص صریح ظاہر الروایہ میری تحقیق کے مطابق اسی میں آئی ہے۔ یہ ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کا فرمودہ۔ جن پر ہر محقق اندازہ لگا سکتا ہے کہ نقاہت میں کتنے رفیع القدر تھے کہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ کی ظاہر الروایہ ان کی مؤید تھی۔

آپ نے جن فن میں قلم اٹھایا اس کے ائمہ کو مبہوت کر دیا۔ دیکھو رسالہ حجاز البحرین "روزیر حسین دہلوی امام اہل حدیث رسالہ فوز مبین رد حرکت زمین وغیرہ میں فتویٰ میراث میں مجھے سائل فاضل بدایہ اللہ کا خطاب دے کر دعا کی جو میری ہدایت کا باعث بنی کہ وہاں بیت جود ہابی استنادوں کی شاگردی سے ملی تھی اسی وقت سے جاتی رہی۔ الحمد للہ کل الحمد

مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۶۹ حررہ سراج احمد مکن بلوی
مفتی سراج العلوم۔ خان پور

مکتوب

میں نے تصنیف رسالہ کے وقت منف رابع ذوی الارحام کا مسئلہ جو معرکہ اللہ تھا ہر ادارہ دیوبند، سہارن پور، دہلی وغیرہ کی طرف ارسال کیا کسی سے جواب مل نہ آیا۔ آخر کار اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا پتہ ان کے رسائل سے معلوم ہوا تو انکی خدمت میں وہ مسئلہ پیش کیا۔ سبحان اللہ حضرت کی وسعت علم و فہم پر قربان جلیے کہ مسئلہ کا ایسا حل فرمایا کہ تمام اختلافات کتب اور شکوک و شبہات رفع ہو گئے اور دیگر فوائد علیہ کثیرہ پیش کیا جس سے علمائے متقدمین کی یاد تازہ ہوئی اور قلب کو سرد و آراکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوئی۔ وہ مسئلہ ذیل ہے۔

مسئلہ اولیٰ ترجیح ولد العصبۃ عند اختلاف الجہت میں دو قول بیان فرما کر قول اول عدم ترجیح کا ظاہر اطلاق متون و شرح ہونا علامہ شامی سے نقل فرمایا کہ کنز کی عبارت والترجیح بقرب الدرجۃ ثم بكون الاصل و ارشاد عند اختلاف جہت القرابتہ فلقرابتہ الاب ضعف قرابتہ الام میں جملہ اخیرہ عام ہے کہ ولد عصبہ ہو یا نہ ہو عند اختلاف الجہت قرابت اب کو ضعف قرابت ام ہے بقولہ و ہوا ظاہر اطلاق المتون والشرح حیث قالوا عند اختلاف جہت القرابتہ فلقرابتہ الاب ضعف قرابتہ الام فلم یفرقوا بین ولد العصبۃ وغیر یعنی ترجیح ولد العصبہ کو ہوگی۔ اسی طرح در مختار نے فرمایا۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے یوں بیان فرمایا۔ اقول یہ جملہ ان دو قاعدہ ترجیح کے بعد مذکور ہے وہ قواعد عامہ تھے کہ جمیع اصناف و احوال کو شامل تھے تو یہ قطعاً ان سے

معتد ہے ورنہ اختلاف جہتہ کے وقت قرب درجہ کو بھی ترجیح نہ ہوا ورنہ بالا جماع باطل و علی الترتیل وہ دونوں قاعدے بھی مطلق ہیں۔ وہاں بھی اختلاف و اتحاد سے فرق نہ فرمایا تو یہ اطلاق کے معارض ہے۔

مسئلہ ثانیہ میں علامہ شامی کی بحث کو میان فرما کر اپنی بحث کا اظہار کر کے فرمایا احمد شریف فہم مطابق ظاہر الروایت آیا۔ بقولہ اس وقت میرے پاس مہبوط نہ تھی اب اسکے مطالعہ نے واضح کر دیا کہ صرف اطلاق سرخی نہیں بلکہ خاص نفس صریح ہے۔ بحث علامہ شامی مصادم نفس واقع ہوئی اور بحث فقیر محمد اللہ القدر نفس کے موافق آئی۔ واللہ اعلم۔

نیز ذوی الارحام میں جب تخلص الطوائف بمعنی مشکل کام تھا میں نے قاعدہ طائفہ بندی کے آسان کر دیا۔ جہاں میر سید شریف نے شرح ملزجی میں صرف ایک بطن کے اختلاف میں ایسی نفوذ کھائی کہ عبارت شرح میں غلط تشریح کی۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا کمال فہم دیکھو کہ فتاویٰ رضویہ میں بطن کثیرہ کی مثال بمعنی تخلص الطوائف تقسیم مع التبیح کرتے ہوئے جواب نکالا۔ اس کو میں نے اپنے قاعدہ طائفہ بندی سے حل کیا جواب صحیح آیا۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ کوئی مدعی اس خال کو بغیر دیکھے میرے قاعدہ طائفہ بندی کے نہیں نکال سکتا۔

افسوس صد افسوس کہ مجھے اعلیٰ حضرت کے دصال سے دو سال پہلے ان کا بیہ معلوم ہوا۔ صرف ایک مسئلہ رابع ذوی الارحام مذکور کو حل کرا سکا اور باقی صنف ثانی

ذوی الارحام اللہ سے حل نہ کرا سکا۔ ان کے بعد صنف ثالث کا فتویٰ خود کی تصدیق و تردید کے لئے حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب اور مولانا امجد علی صاحب سے مراسلات کراتا رہا۔ اب تک کوئی جواب مل نہ آیا۔ لہذا اپنے رسالہ میراث میں اپنا فتویٰ لکھ کر فلیج کر دیا۔

خلاصہ یہ کہ اعلیٰ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے تفقہ فی الدین کی نعمت عظمیٰ سے نوازا تھا۔ جس پر ان کا فتاویٰ رضویہ شاہ عدل اور برہان قوی ہے آج ہیں ایسا عالم دین نظر نہیں آتا جس سے ہم علمی اکبھن دور کر لیں۔ اب ان کا فتاویٰ رضویہ ہے وہ بھی مکمل نہیں چھپا صرف چار جلدیں چھپی ہیں اور باقی کے لئے آنکھیں ترس رہی ہیں اگر اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی علم حدیث میں وسعت علمی دیکھنی ہو تو رسائل "تقبیل الالبائی" و "حاجز البحرین الوافی عن جمع الصلوٰتین" نذیر حسین دہلوی امام اہل حدیث کے رد میں ملاحظہ کریں جس سے لوی نذیر حسین فضل مکتب نظر آتا ہے۔ اسی طرح وسعت علمی علوم معقولات فلسفہ، ریاضی وغیرہ میں رسالہ "فردمبین" حرکت زمین کے رد میں دیکھو کہ نظام بطلمیوسی فیثاغوری کی ایسی تطبیق دی کہ نیوٹن جو فلسفہ حال کا امام مانا جاتا ہے شاگرد نظر آتا ہے۔

سراج احمد مفتی

مدرسہ دارالعلوم خانیپور

مورخہ ۲۸ اپریل ۱۹۳۹ء

احمد آباد میں تشریف آوری کے بعد

بسم اللہ پورڈنگ

یاد رکھیں

جہاں پوری نزاکت و نفاست کے ساتھ آپ کے قیام کا معقول انتظام ہے

بسم اللہ پورڈنگ

احمد آباد

خاص بازار۔ نیر سٹری گیٹ

صدر الافاضل

از مولانا مفتی حکیم غلام معین الدین نعیمی — لاہور

یاد وصف اپنی بے بضاعتی کے اُن کے کمالات تک میرے ناقص فہم کو جتنی رسائی ہوئی ہے اور اُن کو جیسے الفاظ میں تعبیر کر سکتا ہوں وہ حافی ہے لیکن یہ اس امام جلیل کی رفعت و منزلت کی پوری تصویر نہیں ہو سکتی ایک خداوندی نکتہ ایک دہی فیض تھا جس کو سمجھنے سے عقل حیران ہے۔

(افاضات صدر الافاضل)

فقاہت

سیدی و استاذی حضرت صدر الافاضل قدس سرہ نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت کے بارے میں "دلِ دادی" میں شتاسد کے طور پر فرمایا:

"علم فقہ میں جو تبحر و کمال حضرت مجدد کو حاصل تھا اس کو عرب و عجم، مشارق و مغارب کے علماء نے گردنیں جھکا کر تسلیم کیا۔ تفصیل تو اُن کے فتاویٰ دیکھنے پر موقوف ہے مگر اجمال کے ساتھ دو لفظوں میں یوں بکھڑے کہ موجودہ صدی میں دنیا بھر کا ایک مفتی تھا جس کی طرف تمام عالم کے حوادث و وقائع استفسار کے لیے رجوع کے جاتے تھے۔ ایک قلم تھا جو دنیا بھر کو فقہ کے فیصلے دے رہا تھا وہی تمام بد مذہبوں کے جواب میں لکھتا تھا۔ اہل باطل کی تصانیف کے بالغ رد بھی کرتا تھا اور زمانہ بھر کے سوالوں کے جواب بھی دیتا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے مخالفین کو بھی تسلیم کر دیتے تھے ان کا نظیر آنکھوں میں نہیں دیکھا۔" (افاضات صدر الافاضل)

علم حدیث و دیگر علوم

علم حدیث کے سلسلہ میں سیدی صدر الافاضل قدس سرہ نے فرمایا:

"علم حدیث میں بھی وہ (اعلیٰ حضرت) فرد تھے، اپنا ہمتانہ رکھتے تھے۔ علم رجال میں اُن کو وہ دستگاہ حاصل تھی کہ ایک ایک راوی کے حالات نوک زبان پر تھے اور معنی میں بحث، ناسخ و نسخ کی تیز متعارفین کی توفیق۔ یہ تو ان کا خاص حصہ تھا۔۔۔ علم تفسیر و اصول

(بقیہ صفحہ ۱۸۸ پر)

بسملا و محمد او مصلیا و مسلما۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجددانہ حاضرہ مفتی شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، دین برحق کے ایسے امام ہیں جن کے کمالات علم و عمل عرب و عجم میں اہل دین کے قلوب پر اپنا سکہ چاچکے ہیں موجودہ صدی کے نصف تک عرب و عجم، ایشیاد افریقہ وغیرہ براعظموں کے دینی معاملات آستانہ رضویہ سے فیصلہ ہوتے رہے ہیں۔ آپ کا فتاویٰ جم و تحقیق میں علمائے مابین کے مجموعات فتاویٰ سے کہیں زیادہ ہے اور دیگر تصانیف و شروح کی تعداد تو ہزار کے لگ بھگ ہے۔

میرے استاد و مرشد سیدی حضرت صدر الافاضل قدس سرہ نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اندازِ بحث اور قوتِ کلام کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ:

آپ (یعنی اعلیٰ حضرت) کا اندازِ بحث بالکل محققانہ ہے منطقی مخاطبات اور مفسطوں سے آپ کا کلام بالکل پاک ہوتا ہے۔ تدقیق اس قدر کہ علماء کو مخاطب تک پہنچنے کے لیے بسا اوقات عرق ریزی اور جانفشانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ احتمالاتِ مخالفت کی تمام راہیں زبردست دلائل سے اول بند کر دی جاتی ہیں۔ جس بحث میں قلم اٹھایا ہے ممکن نہیں کہ مخالف کو جملے دم زد دن باقی رہی ہو۔ معاندانہ مکابرے اور سیفہاتہ سب و شتم تو کسی علمی تحقیق کا جواب نہیں ہو سکتے اور اس کام کا انجام دنیا ہر زبان دراز، عظیم المروت دالیا کو آسان بھی ہے مگر علمی معادک میں ہرزہ سرائی کیا بار پانے کے قابل ہے؟ مگر نہ دیکھا گیا کہ محققانہ طور پر کسی شخص کو اس امام المتکلمین کسٹانے

ب کشائی کی جرات ہوئی ہو؟" (افاضات صدر الافاضل)

میرے یگانہ روزگار مرشد، علمائے معاصرین میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے لیکن بھی اعلیٰ حضرت کی بلند ترین فضیلتِ علمیہ کو یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

فتاویٰ پر نظر ڈالنے والا اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے بہت سے علوم عطا فرمائے تھے جن سے آج دنیا کے ہاتھ خالی ہیں۔ مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ میں ان کی دستِ معلومات، دقتِ نظر، علو مضامین، بلندیِ تحقیق، جودتِ کلام کی تعریف کرنے سے قاصر ہوں۔

فقاہت

مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہانپوری پاکستان

دعائیہ کلمات کے بغیر کبھی نہ لکھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اللہ میاں کہنا غلط بتایا اور سمجھایا کہ درود شریف کا (صلعم۔ ص۔ علیہ) وغیرہ اشارات سے اختصار کرنا صلوٰۃ اعلیٰہ وسلموا تسلیما کے خلاف فہد ل الذین ظلموا قولاً غیر الذی قیل لہم کے قبیل سے ہونے کی بنا پر دلیل محرومی ہے۔

آپ کے نزدیک صحابہ کرام کے اسمائے گرامی کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بجائے رض اور دیگر بزرگوں کے ناموں پر رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ رح لکھنا ناپسندیدہ تھا کیونکہ یہ بدعت قبیح اور بزرگوں کی شان گھٹانے والوں کی ایجاد ہے۔

اگر آپ فرق باطلہ کے علمبرداروں کو نہ لو گتے، مقدس اسلام کے مخصوص عقائد و نظریات کی من مانی تعبیریں کرنے والوں کا محاسبہ دحا کہ نہ کرتے تو تمام فرقوں کے نامور علماء و اس عبقری اسلام کی علمی عظمت کو بر ملا تسلیم کرتے لیکن کسی بھی مجدد کو ایسی جھوٹی عزت کی کبھی خواہش نہیں ہوتی چونکہ آپ بھی عظمت خداوندی اور ناموس معظوظی کے سچے نگہبان تھے اسی لیے طعن و تشنیع اور تحقیر و آفرین سے بے نیاز ہو کر ہر حالت میں اپنا فرض ادا کرتے رہے۔

کسی زندہ قوم میں اس مرتبے کا کوئی عالم پیدا ہو جاتا تو وہ قوم اس کے علوم و فنون نہ صرف خود مستفید ہوتی بلکہ تمام دنیا کو اس کے افکار و نظریات پڑھنے اور سمجھنے پر مجبور کر دیتی۔ مثلاً اہلسنت کی بے حی کا اندازہ کون کر سکتا ہے جبکہ اس لگاتار دو زکا و زبانتہ عصر کے اکثر علمی شاہکار زبور طبع سے محروم اور زینت طاق نیاں بنے ہوئے ہیں۔ ہم اس نقبہ اعظم کے فتادی بعض جھگلیا پیش کرتے ہیں جن کے نفی مقام اور درجہ امامت کو سمجھنے میں کچھ مدد مل سکتی ہے۔

۱۳۰۱ھ میں اعلیٰ حضرت مجددین و ملت سے

مسئلہ تقبیل الابہامین

بایں الفاظ سوال ہوا: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں کلمہ "اشہد ان محمد رسول اللہ" سن کر انکو کھٹے چومنا، آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جس وقت کہ آپ کی عمر انیس سال تھی، ایسا جواب تحریر فرمایا کہ چشم فلک نے ایسا جامع جواب اس مسئلے کا نہ دیکھا ہو گا۔ اولاً مقام اہلسنت، مسند فقہاء و موجبات الرحمة، تاریخ شمس الدین محمد بن صالح مدنی، شرح فقہاء، کنز العباد، فتاویٰ صوفیہ اور تکلمہ مجمع بجا والا نوادر وغیرہ کے حوالوں سے اس فعل کا استحباب ثابت کیا۔

اس مسئلہ تقبیل الابہامین میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے علم اصول حدیث کو جس طرح بیان

مکرہ در کتبہ و ثبت خانہ می نالد حیات
تا ذہن عشق یک دانستے راز آید بگردن

ذیل میں دنیائے اسلام کے بطل جلیل، چودہویں صدی کے مجدد و فقیہ اعظم یعنی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی مقام پر کچھ عرض کرنا ہے کیونکہ آپ سچی توحید و رسالت کے حقیقی علمبردار اور اسلام کی صحیح ترین تصویر یعنی مقدس حقیقت کے سرگرم مبلغ و بیک ترجمان تھے۔ مگر انہوں نے اپنے اس عمن کے علمی کارناموں کو نہ کما حقہ محفوظ کیا اور نہ دنیا والوں کو اس نابغہ عصر کی علمی عظمت سے آشنا کرانے کی زحمت کی۔ اگرچہ دوسرے علمبرداران نے اس آسان علم و عرفان کی طرف دُرسول اللہ میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ مذکورہ حقائق کے باوجود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا نام ان کے عظیم علمی کارناموں کی وجہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔

ہرگز نیر داندش زندہ شد بشت

ثبت اسف بر جہادہ سالم دوام ما

آپ نے مقدس شجر اسلام میں غیر اسلامی نظریات کی یونند کاری کرنے والوں سے قلمی جہاد کیا نیز علمائے حق و علمائے سوء میں پہچان کرائی اور ایسے مصلیحین کے تعاقب میں ہمیشہ سرگرم عمل رہے جنہوں نے نئے نئے فرقے بنا کر مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا اور جو بات بات پر سچے اور سچے مسلمانوں کو بھی مشرک اور بدعتی وغیرہ ٹھہراتے رہتے تھے آپ نے براہین قاطعہ سے ان کے سارے مزعومہ دلائل کے تار و پود بکھر کر رکھ دیے۔

خاتون کائنات جلیلہ کی صفات کو جب علما و نے اپنے غلط عقل پیانوں سے ماپنا شروع کر دیا اور سرور کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمالات عالیہ کی حدود ایسی متعین کرنے لگے جن کی ایک اُمتی کہلانے والا ہرگز جسارت نہیں کر سکتا تو اعلیٰ حضرت نے عظمت خداوندی اور شان معظوظی کا علم بلند کیا اور کسر شان کرنے والوں کے دلائل فلسفہ و خیالات کا سدھ کا عمر بھر رد و تبلیغ کرتے رہے۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی جرم ہے جس کی پاداش میں وہ آج تک بعض حلقوں میں سب و شتم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔

آپ بزرگوں کے اس درجہ مودب تھے کہ کچھ سال کی عمر میں بغداد شریف کی سمت معلوم ہوئے پر پھر کبھی اس طرف پاؤں نہیں پھیلانے کسی بزرگ کا نام مناسب القاب اور

کر کے رکھ دیا اور تقبیل ابہا میں کلبے جا انکار کرنے والوں کی ہر راہ فرار بند کی ہے، اور انہوں نے اس موضوع پر جو دریا بہا کئے ہیں اس سے ان کی فضیلت علی کا صحیح اندازہ اصل کتاب "میر العین فی حکم تقبیل الابہا میں" کے مطالعہ سے ہی ہو سکتا ہے کہ یہ انتیس سالہ مفتی، گویا علم کا ایک بحر سیکراں، گلشن مصطفوی کا بلب نغمہ خواں اور مخالفین کے حق میں برہان الہی کی تیغ بران تھا اور کیوں نہ ہو جبکہ وہ مجدد درواں جو تھا۔

اس سعادت بزور بازو نیست

تانا بخشد خداے بخشنده

۲۔ سماع موتی

بعض علمائے دیوبند نے، اہل سنت ہونے کا دعویٰ کرتے اور حقیقت کا دم بھرتے ہوئے، معتزلہ کے اتباع میں ادراک سماع موتی کا انکار کرنا شروع کر دیا۔ اسی زمانے میں ان کے ایک مولوی صاحب کا فتویٰ سیدنا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نظر امان سے گزرا۔ بزرگان دین کو اینٹ پتھروں کی طرح ٹھہرائے جانے پر مجددین و ملت نے جب کہ آپ کی عمر شریف تینتیس سال تھی ایسا مسکت جواب تحریر فرمایا کہ بزرگان دین یعنی اولیائے عظام اور علمائے اسلام کی مقدس ارواح کو اپنی طرف متوجہ کر لیا، ان کے ناموس کا وہ دفع کیا کہ مسلمانوں کے گلوں میں احسان کی ہیکلیں ڈال دیں۔ اس محرکہ الاراء و جوابی فتوے کا تاریخی نام حیات الموات فی بیان سماع الاموات ہے۔ اس تحریر پر اہلسنت کے بے مثل مفتی نے تصانیف علمائے اہلسنت کی روشنی میں پینتیس ایسے اعتراضات کئے جو مخالفین کے کسی عالم سے آج تک رفع نہ کیے جاسکے۔ پھر اکابر خاندان عزیزی کے اقوال سے ان کے خیالات کا رد کیا ساتھ ہی منکرین جو انڈ لا سمیع الموتی سے غلط استدلال کرنے بیٹھ جاتے تھے ان کے بیانات پر مفصل و دلائل تبصرہ کر کے ان کے دعوے کو دلیل سے بیگانہ ثابت کیا۔

منکرین سماع موتی، مسئلہ یحییٰ کو اپنی ڈھال بناتے تھے لیکن اس وارث علوم پیر نے "الوفاق المیتین بین سماع الدین و جواب الیمین" کے نام سے جواب دے کر اسے رسالہ "حیات الموات" کا گویا تکمیل بنا دیا۔ اس میں منکرین کے تمام پیش کردہ دلائل کو دعوے سے لاتعلقی ثابت کیا، کتب حدیث، فقہ، تفسیر اور اصول کے حوالہ جات کی روشنی میں پچاس سے زائد دلیلوں اور ستوں سے زائد قاہر اعتراضوں سے وہ رد بلیغ فرمایا کہ لب کشائی کی گنجائش باقی نہ چھوڑی۔ الحمد للہ کہ مجددین و ملت کا یہ مبارک رسالہ اولیائے کرام کی کرامتوں، عظمتوں کا منظر تقریباً چوراسی سال سے لا جواب ہے اور قیامت لا جواب رہے گا۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

۳۔ جمع بین الصلوٰتین

۱۳۱۳ھ میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سوال کیا گیا کہ سفر و حضر میں دو نمازوں کو ملا کر پڑھ لینا جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ غیر مقلد حضرات اس کے قائل اور عامل ہیں نیز میان نذیر حسین صاحب دہلوی نے اپنی کتاب "میار الحق" میں بلند بانگ دعووں کے ساتھ اس مسئلے

پیموش کی اور حنفی مسلک کو احادیث کے خلاف قرار دیا تھا لہذا حضرت فاضل بریلوی نے جبکہ آپ صرف اکتالیس برس کے تھے، محدث کہلانے ولے میاں صاحب کے دلائل کا جواب دینا ضروری سمجھا اور ایسا عالمانہ، مجددانہ رد کیا کہ میاں صاحب اور ان کے تلامذہ میں سے آج تک کسی کو ہمت نہیں ہوئی کہ ان روشن و واضح دلائل کا جواب دے۔ فتاویٰ رضویہ جلد دوم میں یہ مبارک فتویٰ ص ۲۰۰ سے ص ۲۰۵ تک "حاجز البحرین الیاتی عن جمع الصلوٰتین" کے نام سے بڑے سائز کے اٹھانے صفحات پر مشتمل ہے۔

۴۔ نوٹ کی حقیقت اور متعلقہ مسائل

زمانے میں نوٹ بالکل نوا ایجاد چیز تھی۔ مفتیان عظام سے اس کے بارے میں شرعی حکم دریافت کیا جاتا تو تسلی بخش جواب بن نہ پڑتا تھا حتیٰ کہ مکہ مکرمہ کے مفتی اخاف مولانا جمال بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جزئیہ کا کاغذ، حکم شرعی بیان کرنے سے اپنا عذر اعلیٰ مانتہ فی اعناق العلماء کہہ کر پیش کیا۔

اعلیٰ حضرت کا یہ پوری دنیا کے اسلام پر عظیم احسان ہے کہ آپ نے اس مسئلے کو اس کی صحیح صورت میں دنیا کے سامنے بدلائل قاہرہ دیا ہر وہ حکم جزئیات واضح فرمایا۔ آپ جب دوسری دفعہ ۱۳۲۳ھ میں حج بیت اللہ اور زیارت روضہ مطہرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ میں حاضری دے رہے تھے ان دنوں وہاں الدولۃ المکیہ کا آفتاب عالم تاب جلوہ گر ہو چکا تھا، آپ کی علمیت کے پیش نظر موقع غنیمت جان کر ایک روز مولانا عبداللہ مراد اور مولانا محمد احمد جدادی نے نوٹ کے متعلق ایک استفتاء پیش کر دیا، جس میں بارہ سوالات تھے جو موجودہ باب "کفل الفقیہ الفاہم" کے نام سے شائع ہوئے۔ علمائے مکہ انگشت بردن رہ گئے، پوری دنیا کے اسلام کے علمائے کرام عیش عیش کر اٹھے، خدا کا شکر ادا کیا کہ ایسے کامل کے فیض سے حصہ پایا۔ ۴ صفر ۱۳۲۳ھ کو اعلیٰ حضرت "کفل الفقیہ" کے بیٹھ کی تصحیح کے لیے کتب خانہ حرم میں پہنچے، دیکھا کہ ایک جید عالم بیٹھ مسودہ کفل الفقیہ کا مطالعہ کر رہے ہیں (یعنی مولانا عبداللہ بن صدیق مفتی حنفیہ) جب وہ اُس مقام پر پہنچے جہاں اعلیٰ حضرت نے نوح القدیر سے یہ عبارت نقل فرمائی کہ لوباع کاغذہ بالف وجوز ولا لکیر یعنی اگر کوئی شخص اپنے کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے میں بیچے تو بلا کراہت جائز ہے تو پھر کُٹھے اور اپنی ران پر ہاتھ مار کر بولے "این ججال ابن عبد اللہ من ہذا النسخ الصریح" حضرت جمال بن عبداللہ اس نفع مزید سے کہاں غافل رہ گئے؟

جب گزشتہ زمانے میں حضرت مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر کی علیہ الرحمہ مفتی حنفیہ تھے تو ان سے بھی نوٹ کے بارے میں سوال ہوا تھا۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے۔ مجھے اس کے جزئیہ کا کوئی پتہ نہیں چلا کہ کچھ حکم دون۔ موجودہ مفتی حنفیہ مولانا عبداللہ بن صدیق کا اشارہ انھیں کی جانب تھا۔

۵۔ تیمم کی تعریف و ماہیت شرعیہ

سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ص ۲۲ (۱۱۔ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ کو)

علمائے اہل سنت اور خاندانِ عزیزی کے خوشہ چیں اہل علم حضرات نے تصنیف و تالیف اور مباحثوں مناظروں کے ذریعے، مصنفِ یگرددی اور ان کے ہم خیال علماء کا ایسا ماطہ بند کیا کہ یہ نظریہ نیم بسمل کی طرح تڑپتا ہوا نظر آنے لگا اور مکذہبِ باری تعالیٰ نے مجبور ہو کر اس مسئلہ پر گفتگو کرتے سے زبانِ دقلم کو روک لیا۔

سالہا سال بعد اگر مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی (المتوفی ۱۳۲۳ھ) اور مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی (المتوفی ۱۳۴۵ھ) اپنی رسوائے زمانہ کتاب ”برہین قاطعہ“ میں اس مسئلہ کو دوبارہ زیر بحث نہ لاتے اور اس کی علمبر داری نہ کرتے تو یہ غیر اسلامی عقیدہ بھی اپنے ہندوستانِ موجدوں کے ساتھ ہی زندہ در گور ہو گیا ہوتا اور ایک زبردست فتنہ کا دروازہ بند ہو جاتا۔

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اس میدان میں مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی سے بھی چار قدم آگے بڑھ گئے۔ اپنے ایک مہری دستخطی فتوے میں صاف تصریح کر دی کہ وقوع کذب کے قائل کو تفسیق و تضرع سے مامون رکھنا چاہئے۔ والیاء باللہ تعالیٰ۔

چونکہ شریعتِ محمدیہ میں امکان کذب کی قطعاً گنجائش نہیں لہذا عوام کو مغالطہ دینے کی غرض سے دینِ مصطفویٰ پر یوں غضب ڈھایا کہ خلف و عید کو امکان کذب کی نوع ٹھہرایا حالانکہ محققین نے خلف و عید کا بھی انکار کیا ہے اور جن علمائے کرام نے اسے جائز ٹھہرایا ہے وہ اس کا صرف امکان نہیں بلکہ وقوع مانتے ہیں۔ یوں گنگوہی اور انبیٹھوی صاحبان وقوع کذب باری کے قائل ٹھہرتے ہیں۔

جب یہ نئے مکذبین باری تعالیٰ، شانِ خداوندی میں جھوٹ جیسے عیب کا دھبہ لگا رہے تھے تو چاروں طرف سے علمائے اہلسنت نے ان کا محاسبہ کیا۔ تحریر و تقریر کے ذریعہ منکرینِ تنزیہ و تقدیس باری تعالیٰ شانہ کی تردید میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ۱۳۴۱ھ میں شہرِ مرہٹھ سے جناب ابو محمد صادق علی مداح صاحب نے اس مسئلہ کی صحیح صورت حال معلوم کرنے کی غرض سے امام اہل سنت مجددِ دین و ملت علیہ الرحمہ کی خدمت میں استفتیٰ بھیجا۔ اُس وقت مولانا احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی عمر صرف پینتیس سال تھی آپ نے جو مکرر الآداجواب دیا وہ تراسی سال سے لاجواب اور سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح کے تاریخی نام سے مشہور و معروف ہے جس نے اس خلافتِ اسلام عقیدہ کے اگلے پچھلے سارے علمبرداروں کے سب حیلے حوالے ملیا میٹ کر دیئے اور مکذبینِ تقدیس باری کے بلند بانگ دعاوی کاشیش محل، اس کے منفعہ شہود پر آتے ہی پُلجے کی طرح مٹ گیا۔

فقہہ کا مقام قرآن و حدیث کی تعلیمات کے پختہ کا نام فقہ ہے۔ فقہ پر اُسی کو عبور حاصل ہو سکتا ہے جو تمام اسلامی علوم سے بہرہ مند ہو۔ اگر ایک عالمِ دین اعلیٰ درجے کا مفسر یا محدث ہے تو اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ وہ بلند پایہ فقیہ بھی ہو لیکن اس کے برعکس جو بلند پایہ اور وسیع النظر فقیہ ہے وہ لازمی طور پر بہترین مفسر، اعلیٰ درجے کا محدث اور لاجواب متکلم بھی ہوگا۔

اعلمو حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا: ”یتیم کی تعریف و ماہیت شرعیہ کیا ہے؟“ علوم شرعیہ کے اس بحر بیکراں نے وہ جواب دیا جو فتاویٰ رضویہ شریف کی جلد اول کے صفحہ ۵۰ سے صفحہ ۵۱ تک جہاڑی سائز کے (دو سو چونسٹھ) صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحے پر دلائل کے انبار، حوالے قطار اندر قطار، غرضیکہ علم فقہ کا ایک اتھاہ سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ پہلے یتیم کی سات تعریفیں بیان فرمائیں۔

مسئلہ تیمم کے متعلق تمام کتب فقہ کی متعلقہ عبارات، ان پر سیر حاصل تبصرہ ان کی مطابقت و موافقت دکھانا، اجمال کی تفصیل اور ابہام کی توضیح یہ ایسے محققانہ انداز سے کرنا جس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ سب تائید ربانی کی کرشمہ سازیاں و گہر باریاں ہیں۔ ائمہ دین و علمائے امت کی متعلقہ جملہ تصدیقات کے پیش نظر مفتی نے اپنے کمال اور زور استدلال سے میدانِ فقہ میں نیا عالمی ریکارڈ قائم کر دیا جس کو دیکھتے ہوئے ماننا پڑتا ہے کہ کہہ توں **الاول للآخر**۔

جلیل القدر فضلاء کی تصانیف میں تیمم صحیح ہونے کے لیے پانی نہ ملنے کی دس
میں سے زیادہ صورتیں نہ دیکھی گئیں جن میں عذر عند الشرع مقبول ہو مگر دیگر مایہ ناز کتب
میں بھی یکجا ایسے عذر چالیس پچاس بے تجاوز نہ کر سکے لیکن امام اہلسنت فاضل
بریلوی کی باری آئی اور آپ نے پانی سے عجز کی صورتیں گنائیں تو ترتیب دار پونے دوسو
بتائیں۔ والحمد للہ علی ذالک۔

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اس ایک مسئلہ تہم میں جس قدر دلائل پیش کیے، تمام کتب فقہ کی روشنی میں جو سیر حاصل تبصرہ فرمایا اور اس سے جو آپ کی علمیت ثابت ہوتی ہے اس کے لحاظ سے ہر منصف مزاج یہ کہنے پر مجبور ہو جائیگا کہ بے شک اعلیٰ حضرت مرکزہ دائرہ تحقیق اور اہل سنت کے امام ہیں۔ موافقیین و مخالفین کی فقہی تصانیف موجود ہیں انہیں سامنے رکھ کر دیکھیے، نتیجہ صاف ظاہر ہے بغض و عناد کی بنا پر اعلیٰ حضرت کے لیے کوئی خواہ کچھ بھی کہتا پھرے لیکن اس چودھویں صدی میں کسی عالم کا آپ سے سبقت لے جانا یا سادی ہونا تو دور کی بات ہے حقیقتاً کوئی بلحاظ علمیت آپ کی گردِ راہ کو بھی نہ پاسکا۔

کتے خوش نصیب ہیں وہ سنی مسلمان جو امام اہل سنت، مجدد مائتہ حاضرہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں مسلک اسلام کو اپنا کر حشرات الارض کی طرح پھیلے ہوئے بے دینوں، گمراہوں کے پھندوں سے بچے ہوئے ہیں۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین ۝

۶۔ مسئلہ امکانِ کذب

اماموں اور فقیہوں کے سردار سراج امت مصطفوی، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عظیم فقہی مقام سے کون منکر ہو سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ آپ کی علیت کو جملہ ماہرین علوم و فنون یعنی علمائے امت و سادات ملت نے سراہا اور آپ کے تاج فضیلت کی گواہی دی ہے مثلاً:

- ۱۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "الناس كلهم عيال ابی حنیفۃ فی الفقہ" یعنی تمام لوگ فقہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بال بچے ہیں۔ (صَدَقْتُ يَا سَيِّدِي)
- ۲۔ خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "من مناقب ابی حنیفۃ التي انفرح بها انه اول من دون علم الشريعة ورتبه ابو ابا ثمر تبعة مالك ابن انس في ترتيب الموطا ولم يسبق ابا حنیفۃ احداً (تبيين الحنفی فی مناقب الامام ابی حنیفہ) یعنی امام ابو حنیفہ کے ان خصوصی مناقب میں سے جو میں وہ منفرد ہیں، ایک یہ بھی ہے کہ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدون کیا اور اسے (ابواب پر) ترتیب دی۔ پھر امام مالک بن انس (رحمۃ اللہ علیہ نے) موطا کی ترتیب میں ان ہی کی پیروی کی۔ اس میدان میں ابو حنیفہ سے سبقت لے جانے والا کوئی نہیں۔"

۱۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "سبحان الله هو من العلم والورع واثار الدار الآخرة بسحابة لا يدركها احد (مناقب ابی حنیفہ از ذہبی)۔ سبحان اللہ! وہ (امام اعظم) تو علم، ورع اور عالم آخرت کو اختیار کرنے میں اس مقام پر ہیں جہاں کسی کی رسائی نہیں۔"

۳۔ امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے: "ما قلت عینی مثل ابی حنیفۃ" (مناقب ابی حنیفہ از ذہبی) میری آنکھ نے ابو حنیفہ کی مثل نہیں دیکھا۔

۵۔ جرح و تعدیل کے امام، یحییٰ بن سید القطان رحمۃ اللہ علیہ نے شہادت دی۔ "انه والله لا علم لهذا الامامة بما جاء عن الله وعن رسوله" (تاریخ امام طہاری) بیشک خدا کی قسم، امام ابو حنیفہ اس امت میں خدا اور رسول سے جو کچھ دار ہوا اُس کے (قرآن و حدیث کے) سب سے بڑے عالم ہیں۔

تمام فقہاء و مجتہدین کے بادشاہ، جناب امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ ان سرایہ روزگار ہستیوں کے ہزاروں میں سے چند بیانات پیش کئے ہیں جو آج آسمانِ علم کے شمس و قمر ہیں۔ ان میں مفسر، محدث، فقیہ، جرح و تعدیل کے امام اور عارفِ کامل وغیرہم شامل ہیں لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ چونکہ فقیہ اعظم ہیں اسی جامعیت کے پیش نظر

سب ان کے تاج ہیں۔

آپ کے زمانہ سے لے کر آج تک امت محمدیہ کے اکثر مفسرِ محدث، منظم اور فقہاء آپ کے ہوشیار ہیں اور مقتاد ہیں، اور بہت تھوڑے حضرات دیگر ائمہ ثلاثہ کے۔ یہ مدلل وضاحت محض اس وجہ سے کی ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ فقہ کا علمی مقام، محض ابا مفسر یا محدث سے بہت بلند ہو سکتا ہے۔

گزشتہ صفحات میں ہم نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی علیت نیز علمائے مستقر میں متاخرین کی تصانیف پر آپ کا عبور اور زبردست طرزا استدلال کی ہلکی سی جھلک، ان کی صرف چھ تصانیف کی روشنی میں دکھائی ہے۔ ان کے علاوہ ان کی سیکڑوں کتابیں اور ہزاروں فتوے اس امر پر شاہدِ عادل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو فقہی مقام، حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو عنایت فرمایا تھا کوئی معاصر آپ کا اس میدان میں مد مقابل نہیں، نہ اس ملک میں نہ بیرون ملک۔

جن چھ کتب کا اجمالی خاکہ، قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا چکا ہے ان میں سے حیات الموات، میزان العین اور حاجز البحرین سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تخریفات الحدیث کا بخوبی پتہ لگ جاتا ہے۔ حیات الموات کے ذریعے، منکرینِ سماع موتی کی جہاں ہر ایک دلیل کا مسکت جواب دیا وہاں میزان العین کے ذریعے آپ نے احادیث کو ضعیف ہر ایک کی رٹ لگا کر رد کرنے والوں کو بھی ہمیشہ کے لیے ساکت و صامت کر دیا۔

"حاجز البحرین" کو پڑھئے تو غیر مقلدوں کے شیخ الکل، میاں نذیر حسین صاحب دہلوی بھی اعلیٰ حضرت کے سامنے یوں نظر آ رہے ہیں جیسے کوئی چڑیا باز کے بچوں میں گرفتار ہو۔ سبحان السبوح سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے سب سے بڑے متکلم تھے۔

"حسن النعم" میں جو مسلمہ تیم کے متعلق، متقدمین و متاخرین فقہاء کے اکثر اقوال جمع کر کے فاضلانہ اور محققانہ بحث کی ہے اُس سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ فقہ میں آپ کی پرواز، نادر روزگار معاصرین کے فہم و ادراک سے بھی بلند و بالا تھی۔

مکہ مکرمہ کے ایک فاضلِ جلیل، عالمِ نبیل، محافظِ کتبِ حرم سید اسماعیل بن سید ظیل رحمۃ اللہ علیہ نے مجددانہ حاضره رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فتویٰ دیکھ کر فرمایا تھا۔ "والله اتول والحق اتول انه لودأها ابو حنیفۃ النعمان لاقراء عیدہ لجعل مولفها من جملة الاصحاح" یعنی اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر اس فتوے کو امام ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھتے تو یقیناً ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس مولف (اعلیٰ حضرت) کو اپنے اصحاب (امام ابووسف و امام محمد وغیرہ رحمہم اللہ) کے زمرے میں شامل فرماتے۔

ابھی تک ہم نے اس مقالے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا تجر، جو ان کی بعض تصانیف سے ظاہر و باہر ہے۔ دکھانے کی غرض سے اجمالی خاکہ پیش کیا ہے مگر جو فقیہ تعالیٰ ہم اس سے آگے قدم بڑھا چاہتے ہیں یعنی اب دکھانا یہ ہے کہ متقدمین و متاخرین فقہاء کے درمیان

ان مذکورہ چھ طبقوں کے علاوہ باقی سب، مقلدین محض ہیں۔ اب ہم رکبہ چاہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت مجدد مائتہ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں سے کسی طبقے میں شامل ہیں یا مقلد محض؟ وباللہ التوفیق۔

۸۔ گنا، مثل خنزیر نجس عین ہے یا نہیں؟

بنارس سے مولوی عبدالمجید صاحب نے کتے نجس ہونے، نہ ہونے کے بارے میں دلائل پیش کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ سے تصفیہ طلب کیا۔ فیہ اعظم کارا ہوا قلم ایسا حرکت میں آیا کہ میدان تحقیق میں سرپٹ دوڑتا ہی چلا گیا۔

نفس مسئلہ ابتداء میں یوں بیان فرمایا: فی الواقع ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں یہ جانور (گنا) سائبرسیا کے مانند ہے کہ لعاب نجس اور عین ظاہر۔ یہی مذہب صحیح اصح و معتد و مؤید بدلائل قرآن و حدیث و مختار ماخوذ للفتویٰ عند جمہور مشائخ القیم و الحدیث ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دوم مطبوعہ میرٹھ ص ۳۹) اس کے بعد بقدر کفایت، احادیث سے دعویٰ کو ثابت کر کے میدان فقہ میں قدم رکھتے ہیں۔ فقہائے قدیم و جدید کی تصانیف سے پچاس متون و شروح، فتاویٰ و مختصر کی عبارتیں نقل فرمایا۔ چونکہ اس مسئلے میں فقہاء کے مابین اختلاف ہے، لہذا فرقہ ثانی کی طرف توجہ فرمائی اور کشف حقائق و شرح دقائک کی غرض سے متعدد کتب کی عبارتوں کو پیش فرما کر مختلف وجوہ اپنے دعویٰ کو برہن کیا

۹۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

۱۔ کچھ سنا دے عشق کے بلوں میں اے رخصتا
مشتاق بیع لذت سوز جگر کی ہے

صحیح احادیث کے مطابق کھڑے ہو کر پیشاب کرنا منوع، بے ادبی اور خلاف سنت ہے لیکن بخاری و مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، ایک دفعہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مروی ہے۔ علمائے کرام نے اس کی تاویلیں کرتے ہوئے مختلف جواب دیے ہیں جو یکجا کرنے پر آٹھ بنتے ہیں۔ ان جوابات پر امام اہلسنت و جماعت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اصلاح فرمائی۔ ہمیں امید ہے کہ (فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۱۳۳) کے مطالعہ کے بعد قارئین کے سامنے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی علم حدیث میں وسعت نظر، صحیح انداز فکر اور تائید ربانی کی بھرپور جھلک آجائے گی۔

۱۰۔ قوانین العلماء

ایک شخص تیمم کر کے نماز پڑھ رہا ہے، نماز سے پہلے یا بعد میں دوسرے کے پانی پر مطلع ہوا۔ اس مسئلے میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالے کی طرح ذالی، جس کو قوانین العلماء فی تیمم علم عند زید الماد کے نام سے موسوم کیا۔ اس میں علمائے متقدمین و متاخرین کی تصانیف سے متعلق عبارتیں نقل کر کے، ان کی آپس میں مطابقت اور مخالفت وغیرہ

اعلیٰ حضرت کا مقام کیا ہے؟ چونکہ یہ مقام بہت اہم اور نازک ہے لہذا علمائے کرام سے درخواست ہے کہ جہاں احقر اپنی علمی بے مائیگی کے سبب ٹھوکر کھا جائے تو اصلاح فرمادیں۔ پہلے فقہ کی تعریف، اور فقہاء کے درجے بیان کر دینا ضروری ہے۔

فقہ: "العلم بالاحکام الشریعة المکتسب من ادلتھا التفصیلہ" (تویر الابصار) یعنی احکام شریعیہ فرعیہ کا جاننا جو اپنے تفصیل دلائل سے اخذ کیے گئے ہوں

اصول فقہ: "النظر فی ادلة الشریعة من حيث تؤخذ الاحکام والتکالیف۔" (مقدمہ ابن خلدون) یعنی دلائل شریعیہ میں اس طرح غور و خوض کرنا کہ ان کے ذریعے احکام و تکالیف معلوم ہو سکیں۔

فقیہ: "یس الفقیہ الا المجتہد عندہم و اطلاق علی مقلد الحافظ للمسائل حجاز۔" (رد المحتار جلد اول) یعنی امور دین کے نزدیک فقیہ بھی مجتہد ہوتا ہے اور مسائل کے یاد کرنے والے مقلد پر فقیہ کا اطلاق مجازی ہے معلوم ہونا چاہیے کہ فقہائے کرام کے سبب ذیل چھ طبقے ہیں:

۱۔ مجتہدین فی الشرع: جو احکام شریعیہ کی روشنی میں، اصول و قواعد مقرر فرماتے ہیں، جیسے ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

۲۔ مجتہدین فی المسائل: جو اصول و قواعد میں مجتہد فی المذہب کے تابع ہوتے ہیں لیکن استخراج مسائل کی اہلیت رکھنے کے سبب بعض مسائل اپنے امام سے اختلاف بھی کر جاتے ہیں جیسے امام ابو یوسف و امام محمد وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

۳۔ مجتہدین فی المسائل: یہ اصول و فروع میں اپنے امام کے تابع ہوتے ہیں اور کسی مسئلے میں امام کی مخالفت کے مجاز نہیں لیکن جس مسئلے کے متعلق امام کا فیصلہ نہ پایا جائے وہاں اپنے امام کے مترادفہ اصول و قواعد کے تحت اس کا استخراج کرتے ہیں۔

۴۔ اصحاب تخریج: انھیں اصول اور اس کے قواعد و ضوابط پر تو پورا عبور ہوتا ہے لیکن اجتہاد کی قدرت نہیں ہوتی۔ اس لیے انھیں صرف جمع، قول کی تفصیل، کا اختیار ہوتا ہے جیسے جصاص، ابوبکر رازی اور کرخ وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

۵۔ اصحاب ترجیح: یہ حضرات بھی ہر قسم کے دلائل پر گہری نظر رکھتے ہیں لیکن اجتہاد کی قدرت نہیں رکھتے۔ یہ بلحاظ قوت، دلائل کو ایک دوسرے پر ترجیح دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں جیسے صاحب قدوری و صاحب ہدایہ وغیرہ۔

۶۔ نمیزین: یہ حضرات بھی اجتہاد کی قدرت بالکل نہیں رکھتے۔ ہاں جملہ اقسام کے دلائل پر گہری نظر ہوتی ہے اور بلحاظ قوت و صحت کے، دلائل میں تیز کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں جیسے صاحب کنز و صدر الشریعہ وغیرہ

ظاہر کے ہر ایک پر مکمل بحث فرمائی اور عدل امور کا اضافہ فرمایا، جن سے تمام مختصر اور مفصل فقہی کتابوں یعنی متون و شروح کا دامن خالی ہے۔

غرضیکہ فضل خدا و عطائے مصطفیٰ (جل جلالہ) و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے امام اہل سنت نے میدان تحقیق میں وہ بے نظیر کمال دکھایا ہے کہ ایسے چھوٹے سے مسئلہ پر اتنا جامع اور مکمل و مدلل بیان، چشم فلک نے آج تک نہ دیکھا ہوگا۔

اس مسئلہ کے بارے میں فقہاء کے نظریات کی جو نشان دہی فرمائی گئی، اس کا بیان ضروری نظر آتا ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص تیمم کر کے نماز پڑھ رہا ہے دوسرے کے پاس پانی ہے، اس کے متعلق علمائے کرام نے کیا حکم دیا ہے؟ چنانچہ کافی، خانیہ، خزائنہ، المفتین، نہایہ، چلی، خزائنہ اور برجندی میں ہے: "لا يجوز التيمم قبل الطلب" خواہ امید نہ تھی یا بعد نماز طلب کا جواب نفی میں ملا، کسی صورت کا استثنیٰ نہیں کیا۔

علاوہ بریں امام شافعی، قدوری، ہدایہ، تبیین، منیہ، غنیہ اور ہدیٰ علی الکفر میں ہے: "صلی بالتيمم قبل الطلب لا يجزئ"۔ یہ اس سے بھی صریح تر بیان ہوا اسی طرح، مبسوط، شرح وقایہ اور جواہر اخلاعی وغیرہ میں ہے "ان لم يطلب و صلی لم يجز و لفظ الجواہر مخرج فی الصلوٰۃ قبل الطلب لا يجوز" یعنی پانی مانگے بغیر پڑھ لی تو نماز نہ ہوئی

مذکورہ احکام کہ نماز نہ ہوئی یا تیمم نہ ہوا، دونوں متحد ہیں کیونکہ تیمم نہ ہونے کی صورت میں بھی نماز نہ ہوئی، اسی طرح حلیہ میں ہے: "لا يصح التيمم الا بعد المنع۔"

لیکن صحیح، معتد اور ظاہر الروایت وہ حکم ہے جو امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ پنجم کے تحت، زیادات، جامعہ کرنی، محیط شمس، خلاصہ، وجیز، شرح وقایہ، حلیہ، عالمگیریہ، بحر اور غنیہ کی عبارتوں سے ثابت کیا کہ بطان نماز کا مذکورہ حکم صحیح نہیں کیونکہ صرف علیہ ظن عطل سے نہ تیمم باطل نہ نماز لیکن اگر بعد میں ظن عطا کی خطا ظاہر ہو جائے تو تیمم و نماز دونوں صحیح و تام ہیں۔ اس صریح قرارض کی نشاندہی کر کے، مؤخر الذکر حکم کو بدلائل ترجیح دینا اور اول الذکر کی محققانہ اصلاح فرمانا، صرف اعلیٰ حضرت ہی کا حق ہے۔ ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بعض علماء کے قوانین پیش فرمائے جو قابل اصلاح تھے۔ مثلاً:

۱۔ سب سے پہلے امام صدر الشریعہ کا قانون پیش کیا اور اس پر تین وجہ سے کلام کیا۔

۲۔ پھر صاحب بحر الرائق کا قانون نقل کر کے اس پر گیارہ وجہ سے کلام کیا۔

۳۔ بعد علامہ حلی کا قانون پیش کر کے اس پر نو وجہ سے کلام کیا۔

۴۔ آخر میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے "قوانین رضوی" کے عنوان سے

اپنا قانون پیش فرمایا کہ ذیل کے اسلام کی مایہ ناز علمی ہستیاں انگشت بدلتہ گئیں اور شکر خدا بجا لائے کہ ایسے عظیم الشان امام کے فیوض و برکات سے مستفید و مستفیض ہونے کا موقع ملا۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے اس قانون کو ۲۲۶ اقسام پر منقسم کیا یعنی ماب سوال عطا ۲۲۶ اور مابدوئہ عطا ۲۲۶۔

تو مجموعہ وعدہ ۱۶۸ ہوا۔ ماب سوال سکوت ۹۹۔ ماب سوال منع ۹۹۔ خاموشی مابدوئہ ۶۔ جملہ اقسام کا مجموعہ ۲۲۶ ہوا۔ ان سب کو انیس قاعدوں کے تحت دس اقسام میں محصور کر دکھایا۔ (سبحان اللہ)

اگر کوئی جنب ہو اور اس کے ساتھ کوئی ایسا حدث بھی ہو جو وضو واجب کرے تو ان سب صورتوں میں حکم یہ ہے کہ صرف تیمم کرے اور وضو اگرچہ مضر نہیں اور اس کے قابل پانی بھی موجود اور وقت میں بھی اس کی دست ہے لیکن اصلاً وضو نہ کرے کیونکہ وہی تیمم جو جتنا کے لیے کرے گا وہ حدث کے لیے بھی کافی ہو جائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۸۰)

امام صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے شرح وقایہ میں یوں فرمایا ہے: اذا كان للجنب ما يكفي للوضوء لا يغسل بتييمم ولا يجب عليه التوضي عندنا خلافاً للشافعي اما اذا كان مع الجنابة حدث لوجب الوضوء يجب عليه الوضوء بالتيمم للجنابة بالاتفاق واذا كان للموثر ما يكفي لغسل بعض اعضائه قاله لا ف ثابت ايضاً۔ اھ چونکہ یہ عبارت ظاہر مذہب کے خلاف معلوم ہوتی ہے لہذا علمائے مابعد اپنی اپنی تصانیف میں اس پر بحث کرتے آئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس بحث کا خاتمہ کرنے کی غرض سے، ایک رسالہ "الطلبۃ البدیعہ فی قول صدر الشریعہ" کے نام سے لکھا اور بدائع، حلی شامی، ملک العلماء، کافی، زیلعی، فتح، حلیہ، بحر، شریانی، چلی اور طحاوی وغیرہ متعدد کتب کی روشنی میں ثابت کیا کہ جنابت کے ساتھ حدث بھی ہو اور غسل نہ کر سکتا ہو اور وضو کر سکے تو وضو بھی نہ کرے، دونوں کے لیے تیمم کافی ہے، اخاف کا یہی مسلک۔

امام اہلسنت نے اس دعویٰ پر سات دلائل قائم کیے اور انہیں تسلیں الحقائق حلیہ، اختیار شرح مختار، کنز الدقائق، تنویر الابصار، جواہر المفیدی، نوازل، خزائنہ المفتین، خلاصہ، کافی، غنیہ، فتح القدیر، شرح نقایہ، برجندی، بحر الرائق، مبسوط، بدائع، درمختار اور رد المحتار وغیرہ ملکہ خود شرح وقایہ کے متعدد حوالوں سے محققانہ انداز پر جو رد تحقیق دی اور جس جوہر طبع کا مظاہرہ کیا وہ صرف اعلیٰ حضرت ہی کا حق ہے اسکے بعد ملک امانت کی تائید میں بعض نصوص پیش کئے۔ پھر علمائے کرام نے اپنی تصانیف میں حضرت الشریعہ کے اس قول پر جو کلام کیا یا تاویلات و توجہات فرمائی ہیں ان کو بردار نقل کر کے ہر فقہ کی طرف اشارہ کیا۔

لہذا اٹھائیس صورتوں کے احکام کی تعداد تیس بیان فرمائی۔

اس مسئلہ میں فقہاء کے جو اختلافات واضطرابات ہیں، متعلقہ عبارتیں نقل کر کے انہیں رفع کیا گیا۔ پھر مصنف نے تمام فقہائے بہتر اور جامع، اپنا ضابطہ کلیہ بھی بیان کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں ”جب نجاست حکمیہ اور حقیقیہ کا اجتماع ہو جائے اور پانی صرف ایک کے لیے بقدر کفایت موجود ہو۔ نیز ”جب حدث اکبر اور حدث اصغر دونوں کا اجتماع ہو جائے اور پانی اتنا ہے کہ صرف ایک حدث کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔ ان دونوں صورتوں سے متعلق عبارات علماء نقل کر کے، ان پر کلام کیا اور واضح فرمایا کہ اس مسئلہ میں ترجیح، تحریر مذہب، امام محمد رحمۃ اللہ کے قول کو ہے۔

آخر میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حقیقت واقعہ کا یوں اظہار فرمایا ہے جو خاصہ غور طلب اور فکر انگیز ہے :-

”الحمد للہ کتاب مستطاب حسن التعمیم لبيان حد التیم“ مسودہ فقیر سے اٹھا دہ جزو سے زاید میں با حسن وجہ تمام ہوئی جس میں صمد ہارہ اباحت جلیلہ میں قطعاً طاقت فقیر بدرجہاد وراء ہیں مگر فیض قدیر، عاجز فقیر سے وہ کام لے لیتا ہے جسے دیکھ کر انصاف والی نگاہیں کہ حسد سے پاک ہوں نا خواستہ کہہ اٹھیں۔ ع

ترویج الاول للآخر

کتنے مسائل جلیلہ معرکہ الآراء بحمدہ تعالیٰ کیسی نبوی و خوش اسلوبی سے طے ہوئے وَلِلّٰہِ الْحَمْد۔ کتاب میں اصل مضمون کے علاوہ آٹھ رسائل ہیں..... بہر حال جو کچھ ہے، میری طاقت سے وراء اور محض فضل میرے رب کریم پھر میرے نبی رؤف و رحیم کا ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۴۹)

رقت وسیلان کی فقہی تعریف اور احکام کے بارے میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ الدقة والتبیین لعلم الرقۃ وسیلان کے نام سے تحریر فرمایا۔ اس میں بھی تحقیق کے وہ نرالے جوہر دکھائے گئے ہیں کہ امت مسلمہ کو زیر بار احسان کی دنیائے اسلام کے تمام اہل علم حضرات کو درطحیرت میں ڈال دیا۔ اس مسئلے کا ایسا محققاً تفصیلی اور جامع بیان دیگر کسی بھی فقہی کتاب میں موجود نہیں ہے۔

بخوف طوالت ذیل میں ہم صرف اُن امور کے عنوان ہی پیش کرتے ہیں جن پر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشادات علمائے کرام کے تحت معرکہ الآراء بحث کی ہے۔ معنی طبیعت — پانی کی طبیعت، رقت وسیلان ہے — معنی رقت وسیلان — مذکورہ امور پر بحث کرنے کے بعد وضاحت سے ثابت کیا کہ رقت دو قسم کی ہوتی ہے: (۱) رقت بالفعل (۲) رقت بالقوة — پھر ان کے متعلق احکام پر تفصیلی بحث فرمائی ہے۔

شرع میں جس حد کی رقت مقبرہ ہے اُس کے متعلق عبارات علماء تین قسم کی ہیں۔ آپ نے تین مقدمات پیش کر کے اُن عبارتوں کی محققانہ اصلاح فرمائی۔ مندرجہ ذیل عنوانات

توجہ پر تصریحات علمائے کرام اور خود ان ہی کی تصانیف کی روشنی میں کلام کیا ہے۔ جناب مولانا عبدالمحی صاحب لکھنوی نے اسی قول صدر الشریعہ کی تردید کرتے ہوئے نرالی تحقیق پیش کی، جس کا پچیس وجہ سے امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ نے رد فرمایا۔ اس کے بعد حضرت صدر الشریعہ کے مذکورہ قول کی صحیح تاویلات پیش کر کے عبارت کو اس طرح مشرح کیا کہ سرے سے کوئی اعتراض ہی وارد نہ ہو۔

فقہائے کرام کے درمیان حضرت صدر الشریعہ کا مذکورہ قول ایک مدت سے موضوع بحث اور ناقابل قبول بنا ہوا تھا لیکن بارگاہِ رضوی سے اس کی وہ محققانہ شرح ہوئی کہ انگشت نمائی کی گنجائش ہی باقی نہ رہی۔ اس قول کے اجمال کی وہ تفصیل کی کہ اب یہ احکام کے مفتی بہ مسئلہ کے مطابق ہوگا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ، خاص طور پر قابل غور ہیں ”وہذا کما تروی بحمد اللہ تعالیٰ احق باسم الشرح من اسم التاویل اذ لیس فیہ صرف لفظ عن معناه اصلاً وان جعلہ ہدیۃ لروح الامام صدر الشریعہ جعلہ اللہ تعالیٰ لاصلاح احوالی ومخفۃ ذنوبی ذریعۃ“ اھ

اس قول کے زیر بحث آنے سے مندرجہ ذیل فائدے حاصل ہوئے:

- ۱۔ اعلیٰ حضرت کی خداداد عظمت، محققانہ شان اور تائید ربانی منظر عام پر آگئی۔
- ۲۔ مذکورہ بحث کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔
- ۳۔ مذکورہ مسئلہ کی بعض ایسی صورتیں مع احکام بھی مذکور ہو گئیں، جن کے بیان سے دیگر فقہی کتابوں کا دامن تہی ہے۔
- ۴۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جنابت و حدث کی حالت میں تیمم کرنے کی جملہ صورتوں کو سولہ مسائل کی صورت میں بطور خلاصہ بیان کر دیا، جنہیں ”ضابطہ رضوی“ کے نام سے موسوم کرنا بے جا نہ ہوگا۔

۱۲۔ مسئلہ معنی جنس نے بدن کا کچھ حصہ دھویا کچھ باقی رہا کہ پانی ختم ہو گیا پھر حدث ہوا کہ موجب وضو ہے۔ اب جو پانی ملے اسے وضو اور رفع حدث میں صرف کرے یا بقیہ جنابت کے دھوئے میں۔ یہ مسئلہ معنی ہے امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وہ تفصیلی تحقیق موجودہ حالات بیان فرمائی کہ فقہ کی کسی کتاب میں اس کا جو تمھائی حصہ بھی نہیں ملے گا۔ خلافت فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ خذ الفضل العظیم۔

فقہ کی ہر ایک کتاب میں معنی کی صورتیں مع احکام مندرج ہیں۔ سب زیادہ صورتیں شرح وقایہ کے اندر بیان ہوئی ہیں، جن کا شمار پندرہ ہے۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے کرم سے امام اہلسنت کو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مجزے کی شکل میں ظاہر کیا، جس نے علیحدہ علیحدہ گن کر لکھ کی اٹھائیس صورتیں بیان فرمائیں اور ہر ایک صورت کا مدلل شرعی حکم واضح کیا، چونکہ بعض صورتوں کا حکم ایک ہی جیسا

پائی جاتی تھی، اگرچہ من کل الوجہ آپ مجتہد نہیں تھے اور نہ انھیں مجتہد ہونے کا دعویٰ تھا بلکہ وہ اجتہاد کے دروازے کو بالکل بند رکھتے تھے۔

کے تحت، مسئلہ کی صورت کو واضح کیا یعنی :-

رقیق بے جرم ہے اور کثیف ذی جرم — بے جرم سے مراد — تحقیق معنی رقیق۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رقیق کی جو بے مثل تعریف بیان کی اس سے علمائے کرام کی کتنی ہی عبارتوں کا اختلاف مٹ گیا۔ غرضیکہ اس تعریف سے بنی فائدے حاصل ہوئے جن کی تفصیل اصل رسالے میں ملاحظہ فرمائی جائے۔

رقت کا کثافت میں تبدیل ہونا اعلیٰ غیر سے ہوتا ہے لیکن — غلبہ کس امر میں مراد ہے — غلبہ اجزا سے مراد — مذکورہ معانی میں کس کو ترجیح ہے؟ تمام اہل ضابطہ اور عامۃ الشراح کے ارشادات کی روشنی میں محققانہ و فاضلانہ بحث فرمائی ہے۔

پھر واضح کیا کہ :- طبع کی حقیقت کیا ہے؟ — طبع میں منع کس وجہ سے ہے؟ — مختلف کتابوں کی روشنی میں بے مثال تحقیق فرمائی۔

”تخیر اوصاف کے متعلق متون کی مراد بیان کرنے میں شروع کا اختلاف ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شروع کے بیانات نقل کرنے کے بعد ان کی اصلاح فرمائی اور متون کی اصل مراد ظاہر کی۔

اظہار حقیقت

قارئین کرام! مندرجہ بالا مختصر و تعارفی سطور سے آفتاب نصف النہار کی طرح واضح ہوا کہ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت امام اہل سنت، مجدد مائتہ حاضرہ رحمۃ اللہ علیہ آسمان فقہ کے مہر درخشاں ہیں۔ ماہرین پرہیز امر بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اگرچہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مجتہد نہیں بلکہ امام اعظم، سرچشمہ امت محمدیہ، ابو خنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے لیکن ان کے بعض فتوے تحقیق و تدقیق کے ایسے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں جن سے اجتہاد کا رنگ جھلکتا ہے۔

بعض نئے مسائل یا ایسے مسئلے جن پر تصانیف علمائے کرام کے متون و شروح میں تفصیلی بحث نہیں کی گئی، جب وہ آپ کے سامنے پیش ہوئے تو اس شان سے داد تحقیق دی کہ تسبیح کے دانوں کی طرح دلائل کو ایک لڑی میں پروتے چلے گئے اور آپ کی تحقیقات کے مطالعہ کے دوران یہ واضح ہوتا ہے کہ جملہ مندرجات ہر وقت پیش نظر رہتے تھے اور حل طلب مسائل پر ان سب کی روشنی میں تبصرہ اور بحث فرمائی جاتی تھی۔ جن مسائل یا دلائل میں فقہاء کا اختلاف ہے وہاں مدلل طور پر ایک کی اصلاح اور دوسرے کی ترجیح یا صحت کو ثابت کیا ہے۔

غرضیکہ جب اور جس مسئلہ میں امام اہل سنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قلم میدان تحقیق میں اُترا تو اس کی برق رفتاری اور سلامت روی کے پیش نظر آج بھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عجیب میں اجتہاد و استنباط مسائل کی پوری پوری قدرت تھی اور اس مقام رقیق پر متمکن ہونے کی ان میں بہت حد تک صلاحیت

امام احمد رضا اور صدر الافاضل کا بقیہ

فقہ و اصول حدیث و عقائد و کلام و ادب و عروض میں آپ اپنا جواب نہ رکھتے تھے اور اگر آپ کی نظر تلاش کی جائے تو آج سے دو صدی قبل کے علماء کی جستجو کرنا پڑے گی۔ بہت سے علوم وہ ہیں جو آپ کے ساتھ ہی دفن ہو گئے اور آپ کے زمانہ میں کوئی ان علوم میں کامل تو کیا ناقص بھی نہ پایا گیا۔ (افاضات صدر الافاضل) مجھ جیسے پیچیز کے لئے اس سے زیادہ دقیق و موثر الفاظ میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف و توصیف اور اظہار حقیقت کیسے ممکن ہے؟ علاوہ بریں حرمین طہین اور دیگر بلاد اسلامیہ کی نگاہ روزگار علیٰ ہستیوں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو نابغہ روزگار اور عظیم النہی محقق تسلیم کیا ہے۔ اس سے بھی قطع نظر اعلیٰ حضرت کی جملہ تصانیف اور خصوصاً فتاویٰ رضویہ اس امر کی واضح شہادت دے رہا ہے کہ اس کا مصنف و قائل کا خزینہ، حقائق کا گنجینہ اور تمام علوم عقلیہ و نقلیہ میں منصب امامت پر فائز تھا۔

المیوان کی خصوصیت پیش کش
امام احمد رضا نمبر کی اشاعت پر مبارکباد

حاجی محمد سید محمد

ہول سیل کو کونٹ کر چنٹ

م صرافہ وارڈ کوٹ والی بازار

جلیپور ۲

فون 4315 گرام ٹریل والا

فقہی مقام

از:- مولانا غلام رسول سعیدی مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
خَمْدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فقہی مقام پیش کرنا حقیقتہً اس شخص کا کام ہے جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فقہی کارناموں، آپ کے معامین اور متقدمین فقہاء کی کاوشوں پر گہری نظر رکھتا ہو۔ مجھ جیسے بچہ مدال شخص کو جسے اپنی علی بے بقاعی کا مکمل اعتراف ہے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فقہی مقام پر لکھنے کا مکلف کرنا یقیناً زیادتی ہے۔ تاہم محسن اہل سنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ سے جو مجھے عقیدت و محبت ہے۔ اس کے اقتضائے مجھے یہ جرات و ندانہ عطا کی کہ میں اپنی محبت و عقیدت کو صفحات قرطانی پیش کر لوں اس پر اگر کوئی عقل فردا کہتی رہے لیکن عشق ازخبروں میں کبھی حکمرا نہیں کیا اور ہوش کا جیب و دامن کبھی شوق کے ہاتھوں سلامت نہیں رہا۔

اعلیٰ حضرت کے فقہی مقام پر کچھ تفصیلی قلم کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اختصاراً اعلیٰ حضرت کا ایک سوانحی خاکہ تحریر کیا جائے۔ پھر فقہ کی تعریف اور طبقات فقہاء بیان کیا جائے تاکہ قارئین کرام فقہ اور طبقات فقہاء کی روشنی میں اعلیٰ حضرت کی فقہی بصیرت کا اندازہ کر سکیں۔

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت الشاہ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت۔ ارشوال ۱۲۴۲ھ

مطابق ۳۱ جون ۱۸۲۵ء بروز اتوار شہر بریل کے محلہ جھولی میں ہوئی۔ پیدائشی نام محمد اور تارخی نام الخٹا ہے۔ جد امجد حضرت مولانا رضا علی خاں نے آپ کا نام احمد رضا رکھا خود اعلیٰ حضرت نے اپنی ولادت کا سن ہجری اس آیت کریمہ سے مستنبط کیا ہے۔

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِّنْهُ ۚ يَهْدِيْهِمْ لِنُجُوْدِهِمْ يَوْمَ يُنْفَخُ الْاَشْفَادُ
نقش فرمادیا۔ اور اپنی پسندیدہ روح سے انکی مدد فرمائی

چار سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ ختم کر لیا۔ چھ سال کی عمر میں ربیع الاول کی تقریب میں منبر پر رونق افروز ہوئے۔ اور ایک مجمع عظیم میں میلاد شریف پڑھا۔ اردو فارسی کی کتب پڑھنے کے بعد میزان منسوب وغیرہ کی تعلیم مرزا غلام قادر بیگ سے حاصل

کی۔ پھر تمام دینیات کی تعلیم اپنے والد حضرت مولانا مفتی علی خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مکمل کی۔ تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں تفسیر، حدیث، کلام، فقہ وغیرہ تمام علوم دینیہ کی تکمیل کر لی۔ اور چودہ شعبان المعظم ۱۲۵۶ھ میں دستار فضیلت کو اعزاز بخشا۔ اور اسی دن مسئلہ رضاعت سے متعلق ایک فتویٰ لکھ کر اپنے والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا۔ جواب بالکل صحیح تھا۔ والد صاحب نے جو دہ ذہنی دیکھ کر اسی وقت سے افتاء کا کام آپ کے سپرد کر دیا۔ تمام عمر درس و تدریس، افتاء و تصنیف میں بسر ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے والہانہ عشق تھا۔ ذکر و فکر کی ہر مجلس میں تصور ربیست سے ذہن شاداب رہتا تھا۔ اپنے دین مبین کے ہر گوشہ کو محبت رسول میں سمودیا۔ عشق و محبت کی پاکیزہ لطافتوں کو جن لوگوں نے بدعت کا نام دیا۔ انہیں سنت و بدعت کا فرق سمجھایا۔ عظمت رسول میں تنقیص کرنے والوں کا عاشقانہ غیرت سے احتساب کیا۔ علم و عمل کے ہر پہلو میں عظمت رسول کو اجاگر کیا۔ عرب و عجم کے علماء نے آپ کی تکریم کی۔ ریاضی اور جفر کے بڑے بڑے ماہرین نے آپ کی علمی عظمت کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے۔ اور شرق و غرب میں آپ کا علمی اور روحانی فیض جاری ہو گیا۔

۲۵ مفر ۱۲۵۶ھ بروز جمعہ المبارک دو بجکر ۳ منٹ پر آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ ادھر مؤذن نے حتیٰ علی الفلاح کی صدا بلند کی۔ ادھر آپ نے جان جان فرس کے سپرد کر دی۔ جس وقت آپ کا دھال ہوا۔ اسی وقت بیت المقدس کے ایک شامی بزرگ نے خواب میں دیکھا۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ اور آٹھ ماہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے منتظر ہیں۔ انہوں نے عرض کیا۔ حضور کسی کا انتظار ہے؟ فرمایا احمد رضا کا۔

اُصولیین فقہاء اور متصوفین عینوں طبقوں نے فقہ کی تعریفیں کی ہیں۔ ہم قارئین کی ضیانت طبع کے لئے یہ تیوں تعریفیں پیش کرتے ہیں۔

اُصولیین کی تعریف | فقہ احکام شرعیہ فرعیہ کے اس علم کہتے ہیں۔ جو دلائل تفصیلیہ سے مکتب ہو اور اس تعریف کے اعتبار سے فقہ مجتہدین کا خاصہ ہے۔
فقہاء کی تعریف | فقہ مسائل فرعیہ کے حفظ کو کہتے ہیں۔ عام اذین کہ ان

مسائل کا کتاب دلائل تفصیلیہ سے کیا گیا ہو۔ یا اقوال مجتہدین سے۔ اس تعریف کے اعتبار سے مقلدین کے علم کو بھی فقہ کہہ سکیں گے۔

مقصودین کی تعریف

فقہ دنیا سے اعراض کرنا، آخرت کی طرف رغبت کرنا، دین پر بصیرت رکھنا عبادت پر مواظبت کرنا اور خلافت کو نصیحت کرنا ہے۔ اس تعریف کے اعتبار سے فقہ کی تعریف عالم باعمل اور متقی کامل پر صادق آئے گی۔ (محصل از شامی)

فقہ اصولیین کے آئینہ میں

آئی ہے۔ ہم اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اجتہاد مطلق کا دعویٰ تو نہیں کرتے لیکن یہ بات یقینی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت کی شخصیت میں واضح طور پر اجتہاد کی جھلک نظر آتی ہے۔ آپ نے بیشمار ایسے قواعد مقرر فرمائے۔ کہ اگر وہ سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کئے جاتے۔ تو وہ یقیناً انکی تحسین فرماتے۔ آپ نے متعدد ضوابط ارقام فرمائے۔ جو کتب فقہ میں کہیں نہیں ملتے لیکن ان کا وجود ناگزیر ہے۔ کیونکہ فقہ کی بیشمار جزئیات اپنے انطباق کے لئے ان قواعد ضوابط کی ہون منت ہیں ہم انشاء اللہ اس مضمون میں ان قواعد و ضوابط کی نشاندہی کریں گے۔ چونکہ

اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا صاحب نے ان تمام قواعد کا کتاب سنت کتاب کیا ہے۔ اس لئے یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت اجتہادی شان کی حامل تھی۔ اور جس شخص نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی فقہی تحقیقات کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہو اس کے لئے یہ کوئی نظری مسئلہ نہیں ہے۔ ہم آپ کے سامنے ایسی دو مثالیں پیش کرتے ہیں۔ جن سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی فقیہانہ عظمت کا اندازہ ہو سکے گا اور آفتاب کے زیادہ روشن طریقہ پر ثابت ہو جائیگا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اگرچہ مجتہد فی الشرع یا مجتہد مطلق تو نہیں ہیں لیکن آپ کی تحریروں میں اجتہاد کا رنگ جھلکتا ہے۔ اور آپ کی تقریروں سے استنباط کی ہلک آتی ہے۔

رنگ اجتہاد

عام طور پر کتب اصول میں احکام شرعیہ کی سات قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔ فرض، واجب، مستحب، مباح، حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی، لیکن اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے احکام کی گیارہ قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ جن کی تفصیل ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

۱۔ فرض

جس فعل کا لزوم ثبوتاً اور دلالتاً قطعی ہو اور اس کا انکار کفر ہو اور اس کا ترک موجب استحقاق عذاب ہو۔ خواہ ترک دائم ہو یا نادراً۔

۲۔ واجب

جس فعل کا لزوم ثبوتاً یا دلالتاً قطعی ہو۔ اس کا انکار کفر نہ ہو لیکن اس کا ترک موجب استحقاق عذاب ہو خواہ ترک دائم ہو یا نادراً۔

۳۔ سنت مؤکدہ

جس فعل کا تاکد مواظبت رسول سے ثابت ہو۔ اس کا عادتاً ترک کرنا موجب استحقاق عذاب ہو اور نادراً ترک کرنا موجب استحقاق عذاب خواہ یہ ترک عادتاً ہو یا نادراً۔

۴۔ سنت غیر مؤکدہ

جس کام کا ترک کرنا موجب استحقاق عذاب ہو۔ اور ترک کرنے پر ثواب ہو۔ خواہ عادتاً ہو یا نادراً۔

۵۔ مستحب

جس کام کا کرنا نہ کرنا برابر ہو۔ نہ فعل پر عذاب نہ ترک پر خواہ ترک عادتاً ہو یا نادراً۔

۶۔ مباح

جس کام سے روکنے کا لزوم ثبوتاً و دلالتاً قطعی ہو۔ اس کا انکار کفر ہو۔ اور اس کا فعل موجب استحقاق عذاب ہو۔ خواہ فعل دائم ہو یا نادراً۔

۷۔ حرام

جس کام سے روکنے کا لزوم ثبوتاً یا دلالتاً قطعی ہو۔ اس کا انکار کفر نہیں۔ لیکن اس کا فعل موجب استحقاق عذاب ہو۔ خواہ فعل دائم ہو یا نادراً۔

۸۔ مکروہ تحریمی

جس کام کا عادتاً کرنا موجب استحقاق عذاب ہو اور نادراً کرنا موجب عذاب ہو۔

۹۔ اساعت

جس کام کا کرنا مطلقاً موجب استحقاق عذاب ہو۔ خواہ عادتاً کیا جائے یا نادراً۔

۱۰۔ مکروہ تنزیہی

جس کام نہ کرنا موجب استحقاق ثواب ہو۔ اور کرنا نہ موجب استحقاق عذاب ہو نہ عذاب خواہ عادتاً کیا جائے یا نادراً۔

۱۱۔ خلاف اولیٰ

یہ وہ تقسیم ہے جس کے بارے میں خود اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ اس تقریر میں کو حفظ کر لیجئے کہ ان سطور کے غیر میں نہ ملے گی۔ اور ہزار ہا مسائل میں کام دے گی اور صد ہا عقدوں کو حل کرے گی۔ کلمات اس کے موافق، مخالف سب طرح کے ملیں گے مگر بحمد اللہ تعالیٰ حق اس سے متجاوز نہیں۔ فقیر طبع رکھتا ہے۔ کہ اگر حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے حضور یہ تقریر عرض کی جاتی۔ ضرور ارشاد فرماتے۔ کہ یہ عطر مذہب و طہرانہ مذہب ہے۔ انتہی کلام الشریف

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ صفحہ ۲۳، ج اول تا صفحہ ۱۷۵)

اسی طرح تیمم کے بارے میں اعلیٰ حضرت نے تین سو گیارہ امور بیان فرمائے۔ جن میں سے ایک سو اکیاسی سے تیمم جائز ہے۔ اور ان ایک سو اکیاسی میں سے چوبیس وہ ہیں، جنہیں فقہاء متقدمین نے بیان فرمایا۔ اور ایک سو سات وہ ہیں جن کو اعلیٰ حضرت نے اپنے اجتہاد سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر بیان فرمایا۔ اسی طرح

اسی طرح تیمم کے بارے میں اعلیٰ حضرت نے تین سو گیارہ امور بیان فرمائے۔ جن میں سے ایک سو اکیاسی سے تیمم جائز ہے۔ اور ان ایک سو اکیاسی میں سے چوبیس وہ ہیں، جنہیں فقہاء متقدمین نے بیان فرمایا۔ اور ایک سو سات وہ ہیں جن کو اعلیٰ حضرت نے اپنے اجتہاد سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر بیان فرمایا۔ اسی طرح

اسی طرح تیمم کے بارے میں اعلیٰ حضرت نے تین سو گیارہ امور بیان فرمائے۔ جن میں سے ایک سو اکیاسی سے تیمم جائز ہے۔ اور ان ایک سو اکیاسی میں سے چوبیس وہ ہیں، جنہیں فقہاء متقدمین نے بیان فرمایا۔ اور ایک سو سات وہ ہیں جن کو اعلیٰ حضرت نے اپنے اجتہاد سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر بیان فرمایا۔ اسی طرح

اسی طرح تیمم کے بارے میں اعلیٰ حضرت نے تین سو گیارہ امور بیان فرمائے۔ جن میں سے ایک سو اکیاسی سے تیمم جائز ہے۔ اور ان ایک سو اکیاسی میں سے چوبیس وہ ہیں، جنہیں فقہاء متقدمین نے بیان فرمایا۔ اور ایک سو سات وہ ہیں جن کو اعلیٰ حضرت نے اپنے اجتہاد سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر بیان فرمایا۔ اسی طرح

اسی طرح تیمم کے بارے میں اعلیٰ حضرت نے تین سو گیارہ امور بیان فرمائے۔ جن میں سے ایک سو اکیاسی سے تیمم جائز ہے۔ اور ان ایک سو اکیاسی میں سے چوبیس وہ ہیں، جنہیں فقہاء متقدمین نے بیان فرمایا۔ اور ایک سو سات وہ ہیں جن کو اعلیٰ حضرت نے اپنے اجتہاد سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر بیان فرمایا۔ اسی طرح

ایک سو تیس اشیا سے تیمم کے عدم جواز کو بیان فرمایا۔ جس میں سے اٹھادون اشیا و فقہاء متقدمین نے بیان فرمائی ہیں۔ اور بہتر اشیا کا عدم جواز اعلیٰ حضرت نے اپنے استنباط سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر بیان فرمایا۔

(محصل از فتاویٰ رضویہ صفحہ ۶۹۷ تا صفحہ ۷۰۱)

ہم نے یہ دو مثالیں آپ کے سامنے پیش کی ہیں اور وہ بھی انتہائی اختصار اور اجمال کے ساتھ ورنہ فتاویٰ رضویہ کے جہازی سائز کے بارہ ضخیم جلدات اس قسم کی تحقیقات سے بھرے پڑے ہیں۔ اور جن کا مطالعہ کرنے کے بعد انسان بیاختہ پکار اٹھتا ہے۔ کہ اعلیٰ حضرت کے دماغ میں سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مجتہدانہ ذہانت ہے۔ آنکھوں میں خصاف کی ضیاء ہے۔ عقل ابو بکر رازی کی ہے۔ اور حافظہ قاضی خان کا معلوم ہوتا ہے۔

فقہاء کے پیمانے سے | فقہاء کی تعریف کے اعتبار سے فقہ کی تعریف اس شخص پر صادق آتی ہے جسے

کم از کم تین فرعی مسائل حفظ ہوں۔ خواہ اس کے پیش نظر ان مسائل کے دلائل بھی ہوں یا ان کی بناء صرف اقوال مجتہدین پر ہو۔ اس اعتبار سے اعلیٰ حضرت کا فقہ میں بہت اونچا مقام ہے۔ تمام مسائل فرعیہ مع دلائل شرعیہ آپ کو ہمیشہ مستحضر رہتے تھے۔ چنانچہ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کی فتویٰ نویسی اعلیٰ صورت میں ہوتی تھی۔ تمام سوالات ایک ہی بار پڑھ کر سنا دیے جاتے اور پھر آپ ان کا نمبر وار جواب لکھواتے۔

(محض از دیباچہ فتاویٰ رضویہ صفحہ سوم)

مولوی محمد حسین میرٹھی کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ اعلیٰ حضرت کی عیادت کو گیا آپ بستر علالت پر لیٹے ہوئے تھے۔ اس وقت گرد اگر دچار لکھنے والے بیٹھے ہوئے تھے چاروں نے سوالات سنائے۔ پھر آپ نے چاروں کو بیک وقت جواب املا کرانا شروع کیا۔ بایں طور کہ ایک جملہ پہلے کے لئے بولتے پھر دوسرے کے لئے پھر تیسرے کے لئے اور پھر چوتھے کے لئے۔ چاروں اپنا اپنا جواب لکھتے رہتے۔ جب تک باقی تینوں کو املا کر لیتے۔ پہلا لکھ چکنا۔ پھر اس سے ابتدا فرماتے۔ علیٰ ہذا القیاس چاروں کو بیک وقت جوابات لکھواتے۔

(محصلہ دیباچہ فتاویٰ رضویہ صفحہ ۱)

آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ جو بارہ جلدوں پر مشتمل ہے۔ بشمار اعلیٰ تحقیقات کا گنینہ ہے۔ اس میں بشمار ایسے فتاویٰ موجود ہیں جن میں آپ نے مسئلہ کو نہ صرف دلائل سے مبرہن کیا بلکہ اقوال ائمہ سے بھی مزین کیا۔ مثلاً حرمیت سجدہ تحیمہ کے ثبوت میں آپ نے متعدد آیات، چالیس احادیث اور ڈیڑھ سو نصوص فقہیہ پیش فرمائی ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رافع البلاء کہنے کے جواز پر ایک مستقل رسالہ لکھا۔ اور اس کو دو بابوں میں منقسم فرمایا۔ پہلے باب میں آیات اور سنن حدیثیں

نقل فرمائیں۔ اور دوسرے باب میں چوالیس آیتیں اور دو سو اٹھارہ حدیثیں ذکر فرمائیں۔ جواز استسما اور پختی حدیثیں اور متعدد اقوال ذکر فرمائے۔ اقوال لانتباہ میں ندائے یارسول اللہ کے جواز پر احادیث کے علاوہ پنیسٹھ اقوال علماء سے استشاد فرمایا۔ غرضیکہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جملہ تصنیفات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ فقہ میں ایک عظیم مقام رکھتے تھے۔ اور آپ نے مسائل کا استنباط اور استخراج دلائل شرعیہ اور اقوال ائمہ سے یکساں طور پر کیا ہے۔

فقہ صوفیاء کے آئینہ میں | متصرفین فقہ کی تعریف میں لکھتے ہیں:- دنیا سے اعراض کرنا، آخرت کی

طرف رغبت کرنا، دین پر بصیرت رکھنا، عبادت پر مداومت کرنا، اور خلق خدا کو وعظ و نصیحت کرنا۔ آئیے اب اس تعریف کے لحاظ سے اعلیٰ حضرت میں عکس فقہ دیکھئے۔

اعراض دنیا اور رغبت آخرت | اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے

جس قدر علم و حکمت سے نوازا تھا، اتنا ہی استغناء کی دولت سے بھی مالا مال کیا تھا۔ جس وقت نام نہاد علماء اپنے علم و فضل کو جس تجارت بنا کر حکام برطانیہ سے نذرانے وصول کر رہے تھے۔ اور اہل ثروت حضرات سے رابطہ قائم کر کے اپنی تصانیف کو کثیر تعداد میں چھپوا کر اپنے مبتدع عقائد کی ترویج و اشاعت کر رہے تھے اس وقت اعلیٰ حضرت کی حیثیت دینی کا یہ عالم تھا کہ حکام برطانیہ تو بجائے خود رہے اپنے ہم ملک معتقدوں اور رئیسوں کی مسلسل درخواستوں اور شدید تقاضوں کے باوجود کبھی ان سے ملاقات کے لئے جانا منظور نہیں اور یہی فرمایا۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں

آپ کے استغناء پر عظیم ترین شہادت یہ ہے کہ آپ کی بے شمار علمی تصانیف اور دینی تحقیقات آپ کی حیات مبارکہ میں طبع نہ ہو سکیں۔ حالانکہ بڑے بڑے رئیس آپ کے حلقہ ارادت میں داخل تھے۔ اگر آپ ارکان دولت کی طرف ذرا بھی توجہ اور التفات فرماتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ آپ کی تمام تصانیف زیر طبع سے آراستہ نہ ہوتیں۔ اسی طرح آپ نے اپنے منصب کے شایان شان کوئی وسیع دارالعلوم بھی تعمیر نہیں کیا۔ حالانکہ دوسرے فرقہ والوں نے رئیسوں کے تعاون سے قلعہ نامدارس بنائے۔ کیونکہ اس کام کیلئے نوابوں اور رئیسوں سے ملاقات، ان سے مرآت و محبت، ان کی خاطر مدارات، عزت و تکریم ضروری ہی

اور ان لوگوں میں فساد و فحار اور نیک و بد ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزاج و فطرت میں اللہ تعالیٰ نے زہد اور استغناء رکھا تھا۔ آپ سے یہ متصور ہی نہ تھا۔ کہ کسی پاک باز دولت مند کی طرف بھی متوجہ ہوتے۔ چہ جائیکہ ہر کس و نا کس کی طرف۔ صرف مالی دولت ہی

ہیں۔ دنیا کی ہر چیز سے آپ کو نفرت تھی اور دنیا کی جس شے سے بھی آپ کو تعلق یا علاقہ رہا تو وہ دنیا کی وجہ سے نہ تھا بلکہ دین کے سبب سے تھا چنانچہ آپ خود ایک موقع پر بطور تحدیثِ نعمت کے فرماتے ہیں کہ الحمد للہ کہ میں نے مال میں حبش جو مال سے بھی محبت نہ رکھی صرف اتفاق فی سبیل اللہ کے لئے اس سے محبت ہے۔ اسی طرح اولاد میں حبش ہو اولاد سے بھی محبت نہیں صرف اس سبب کہ صلہ رحمی عمل نیک ہے اس کا سبب اولاد ہے اور یہ میری اختیاری بات نہیں میری طبیعت کا تقاضا ہے (الملفوظ حصہ چہارم ص ۷۷)

معلوم ہوا کہ زہد و تقویٰ کو آپ نے اس درجہ کمال پر پہنچایا کہ وہ آپ کی طبیعت کا مقتضی بن گیا۔ اور جب انسان اپنی طبیعت اور جبلت خواہشات کو ذرا کر کے انہیں رضائے الہی کے سانچے میں ڈھال لیتا ہے۔ تو اسے فنا فی الذات کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ پس جب رضائے الہی اعلیٰ حضرت کی طبیعت کا اقتضاء بن گئی تو معلوم ہوا کہ آپ کو فنا فی الذات کا مرتبہ حاصل تھا۔ الحمد للہ علی ذلک

دین پر بصیرت

دین عقائد اور اعمال کا نام ہے۔ اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان دونوں پر مجددانہ بصیرت رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کے زمانے میں جن عقائد و اعمال پر نا ائین اور مبتدعین کے زلیغ و بدعت کی دھند چھا گئی تھی۔ آپ نے علم ربانی اور نورِ ہدایت کی فیض آفرینیوں اور ضیاءِ پاشیوں سے اس دھند کو زائل کر کے حق کو صیقل کر دیا جس طرح حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے فتنہ اکبری کے قلع قمع کیلئے چن لیا تھا۔ اسی طرح اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو اللہ تعالیٰ نے فتنہ نجدیت کے ابطال کے لئے منتخب فرمایا۔ نجدی بدعات سے جو مسائل دھندلا چکے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کی آب و تاب کو زندہ فرمایا، استحالہ کذب باری تعالیٰ سبحانہ، ختم نبوت سید المرسلین، فضائل نبوت اور ناموس رسالت وغیرہ یہ وہ مسائل ہیں جنہیں مبتدعین اپنی اہوا باطلہ کا نشانہ بنا رہے تھے۔ اس طوفانِ بے تیزی میں اعلیٰ حضرت غیرتِ دینی کی چٹان بن کر ابھری۔ اور بدعت کی طوفانی ہروں کا منہ پھیر دیا۔

عقائد اسلام کے جوارِ کان مرجھاپ چکے تھے۔ ان کے اچھا کیلئے آپ نے جو کتا میں تصنیف فرمائیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔

سبحان السبوح، تمہید ایمان، حسام الطرمین، الکوئبۃ الشہابیہ، خالص الاعتقاد، ابناء المصطفیٰ، تجلی الیقین، اور اعمالِ صالحہ کے احیاء کے لئے فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدیں آپ کی مجددانہ بصیرت پر شاہدِ عادل ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجددانہ شان کا اندازہ ایک مثال سے کیا جاسکتا ہے کہ استیلا کذب پر تمام متقدمین علماء نے پانچ دلیلیں قائم فرمائیں اور اکیلے اعلیٰ حضرت نے اہل مکہ پر پچیس دلیلیں قائم فرمائیں چنانچہ سبحان السبوح ۱۵۱ تحریر فرماتے ہیں بقرعہ اللہ تعالیٰ تو بقین مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ ان عشر

سطور میں لمجاظ کذب باری عز اسمہ کے محال مزج اور توہم امکان کے باطل قیاس ہونے پر صرف تین دلیلیں ذکر کرتا ہے۔ جن میں خمسہ اولیٰ کلمات طہیات، ائمہ کرام، علماء عظام علیہم رحمۃ الملک المنعام میں ارشاد و انعام ہوئیں۔ اور باقی پچیس باری اہل عزوجل کے فیوض ازل سے عباد ازل کے قلب پر القا کی گئیں۔ والحمد للہ رب العالمین

یہ صرف ایک مثال ہے ورنہ اعلیٰ حضرت کی تمام تحقیقی مجلدات اس شانِ افادت سے مالا مال ہیں جب آپ کسی مسئلہ پر رضوی جلال سے، مدلل تقریر کرتے یوں معلوم ہوتا کہ دلائل و براہین کا ایک نہ تھمنے والا سیلاب ہے۔ جو ہر نقشِ باطل کو مٹا اچلا جائے گا۔

وَذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ

عبادت پر موافقت

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجود علمی، تبلیغی اور تصنیفی مصروفیات کے عبادت میں تدم راسخ رکھتے تھے۔ آپ نہ صرف فرائض و واجبات بلکہ مستحبات و لوافل و ظائف و اوراد، ذکر و اذکار، بیعت و ارشاد تمام شعبہ ہائے عبادت کو محیط تھے۔ بچپن سے زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت کو اس طرح اختیار فرمایا تھا کہ تبلیغ و اشاعت کی طرح عبادت و ریاضت بھی آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ چنانچہ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کے تحت اپنے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ بحمد اللہ مجھے بچپن سے دشمنانِ خدا سے نفرت رہی ہے، نہ صرف مجھے بلکہ میرے بچوں کے بچوں کو بھی ان سے عداوت ہے۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو گیا۔ اُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْاِيْمَانَ بِحَمْدِ اللّٰهِ اِذَا رَاوْهُمُ بَعْدَ الَّذِي نَسَوْا اللّٰهَ فَقَالُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ لَكُمُ الْوَكُوفُ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ تحریر ہو گا۔ اور بحمد اللہ ہمیشہ ہر بدنہ سب پر فوج حاصل ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے روح القدس سے تائید فرمائی۔ اور یہ سب حضرت مجدد امجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برکات ہیں۔ قرآن کریم میں حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ میں ہے کہ ایک مکان میں دو عظیم رہتے تھے۔ اس کی دیوار گرنے والی تھی۔ جس کے نیچے ان کا خزانہ تھا۔ خضر علیہ السلام نے اُس دیوار کو سیدھا کر دیا۔ اس واقعہ کے بارے میں فرمایا اَوْ هُمَا صَالِحَانِ (ان کا باپ صالح تھا) جس کی برکت سے یہ رحمت کی گئی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ باپ اُن کی چودہویں پشت میں تھا۔ صالح باپ کی برکات کا اس طرح ثمرہ مرتب ہوتا ہے۔ یہاں تو ابھی تیسری ہی پشت ہے۔ دیکھیے کب تک اس سلسلے میں برکات رہیں۔ انشاء گفتگو میں فرمایا آٹھ دس برس ہوئے۔ جب کے ماہ میں حضرت والد ماجد سے خواب میں مشرف بہ ملاقات ہوا۔ فرمایا۔ اے احمد رضا اس بار رمضان میں تمہیں بیماری ہوگی۔ روزہ نہ چھوڑنا۔ بحمد اللہ جب کے روزے فرض ہوئے۔ کبھی نہ سفر میں نہ مرض میں کسی حالت میں روزہ نہیں چھوڑا، خیر رمضان میں بیمار ہوا اور بہت بیمار ہوا۔ لیکن بحمد اللہ روزے نہ چھوڑے۔

(محصولہ الملفوظ ص ۷۷ تا ۷۸)

کلام یہ کہ اہل علم نے کسی معنی کے اعتبار سے فقہ کا اطلاق نہیں کیا۔ مگر اعلیٰ حضرت میں وہ معنی متحقق ہے وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰی ذٰلِکَ

فقہ کی تعریف کے بعد اب ہم آپ کے سامنے طبقات فقہاء سے اعلیٰ حضرت کے فقہی مقام پر مزید روشنی پڑے گی۔

یہ وہ لوگ ہیں۔ جو قواعد و اصول مقرر فرماتے ہیں۔ اور احکام فرعیہ کو اصول اربعہ سے مستنبط کرتے ہیں۔ اور اصول و فرع میں کسی کے تابع نہیں ہوتے۔ جیسے ائمہ اربعہ ہیں۔

یہ صرف اصول میں امام کے تابع ہوتے ہیں۔ اور اولہ اربعہ سے فروع کے استخراج پر قدرت رکھتے ہیں۔ اور مسائل فرعیہ میں بعض جگہ امام کی مخالفت بھی کرتے ہیں جیسے اصحاب ابی حنیفہ وغیرہم

یہ اصول و فرع میں امام کے تابع ہوتے ہیں۔ اور جن مسائل میں امام سے کوئی روایت نہیں ہوتی۔ ان میں امام کے اصول کے مطابق استخراج کرتے ہیں۔

انہیں اجتہاد پر بالکل قدرت نہیں ہوتی لیکن اصول اور اسکے ماخذ پر مکمل عبور ہوتا ہے اس لئے یہ قول مجمل کی تفصیل پر قدرت رکھتے ہیں۔ جیسے ابوبکر رازی، جصاص، اور کرخی وغیرہم (رحمہم اللہ تعالیٰ)

یہ بعض روایتوں کو دوسری بعض روایتوں پر ترجیح دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ جیسے ابوالحسن قدوری، اور صاحب ہدایہ (رحمہما اللہ تعالیٰ)

یہ وہ لوگ ہیں جو روایات میں سے صحیح، صحیح، قوی، ضعیف اور ظواہر و ذواہر وغیرہ پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ اور ان میں روایات کو باہم تمیز کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ جیسے صاحب کنز اور صاحب وقایہ وغیرہما

یعنی وہ لوگ جنہیں امور مذکورہ میں سے کسی پر قدرت نہیں ہوتی۔ (ماخوذ از عقد رسم المفتی للشیخ صفیہ تاصفہ)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اصحاب ابی حنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے مراد امام ابویوسف، امام محمد اور امام زفر وغیرہ ہیں (رحمہم اللہ)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وعظ وارشاد سے اللہ تعالیٰ نے بے شمار لوگوں کو ہدایت عطا فرمائی۔ کئی گم کردہ راہ آپ کے پند و نصائح سے صراط مستقیم اور جادہ استقامت پر آگئے۔ عقائد و اعمال ہر باب میں آپ نے خلق کی ہدایت فرمائی۔ ہم آپ کے سامنے صرف ایک مجلس کی تبلیغ کا اثر پیش کر رہے ہیں۔ صرف اسی سے آپ کی ساری عمر کے مواعظ و نصائح کی تاثیرات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

۲۸ رجب ۱۳۲۷ھ بروز جمعہ بوقت عصر آپ لوگوں کو بد مذہبوں کی صحبت سے احتراز کرنے پر وعظ فرما رہے تھے۔ اور آپ کے ارشادات سن کر کتنے ہی آدمی اپنے افعال بد پر لعنت ملامت کر رہے تھے۔ اور کبھی کسی گوشہ سے توبہ و استغفار کی بھی آواز آجاتی تھی۔ اس وقت کسی صاحب نے اٹھ کر اپنے جلسے سے کہا کہ آپ کو بد مذہبوں کی صحبت میں اکثر دیکھا گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت خوش قسمتی سے تشریف فرما ہیں، مناسب توبہ کر لیجئے۔ یہ سنتے ہی وہ قدموں پر آگئے۔ اور صدق دل سے تائب ہوئے۔ اس پر ارشاد فرمایا بھائی توبہ نزد رحمت کا وقت ہے۔ سب حضرات اپنے اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔ جن کے گناہ خفیہ ہوں وہ خفیہ اور جن کے اعلانیہ ہوں وہ علانیہ، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو استقامت باکرامت عطا فرمائے۔ جو لوگ ڈاڑھی منڈواتے ہوں یا کترواتے ہوں

اس پر خضاب سیاہ لگاتے ہوں۔ اور جو لوگ اس قسم کے دوسرے اعلانیہ گناہ کرتے ہوں وہ اس کی پوشیدہ توبہ کریں۔ بچانے اعلیٰ حضرت کے ان چند فقرات میں خدا نے کیا تاثیر رکھی تھی کہ تمام لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ اور ایک کھرام سپاچ گیا۔ لوگ آنسوؤں کی بارش سے اپنے گناہ کی سیاہی کو دھو رہے تھے۔ اور بے تابانہ اعلیٰ حضرت کے قدموں پر گر گر کر اپنے ظاہری باطنی گناہوں سے توبہ کر رہے تھے۔ اور اعلیٰ حضرت خود بھی گریہ و زاری سے بے حال ان لوگوں کیلئے دلعزے مغفرت فرما رہے تھے۔ بعد میں اعداد و شمار سے معلوم ہوا کہ اس دن اٹھائیس لوگوں نے اپنے ظاہری گناہوں سے توبہ کی۔ اور اکہتر آدمیوں نے اپنے باطنی گناہوں سے توبہ کی (محفلہ الملقوظ ص ۱۳ تا ص ۱۴)

بسم اللہ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت میں اعراض دنیا، رغبت آخرت دینی بصیرت، عبادت پر موانعت اور رشد و ہدایت تمام اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے۔ اور انہیں اوصاف کے حامل شخص کو صوفیاء کی اصطلاح میں فقیہ کہتے ہیں۔ اور ان اوصاف کے کمال سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو اصطلاح تصوف کے اعتبار سے بھی فقہ میں بہت ادنیٰ مقام حاصل تھا۔ خلاصہ یہ کہ فقہ کی تین تعریفیں ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت تینوں اعتبار سے فقہ میں فائق مقام رکھتے ہیں۔ حفظ مسائل کے علیٰ درجہ الکمال حامل ہیں۔ علم و عمل اور زہد و تقویٰ کے بہترین جامع ہیں حاصل

ماہنامہ طہیران بمبئی

میں پہلے چھ طبقوں میں سے ہر طبقہ کی بہت سی خصوصیات پائی جاتی ہیں

بنظر غائر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت میں مجتہدین فی المسائل کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ آپ کے زمانہ میں جو ایسے نئے مسائل پیدا ہوئے جن پر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کوئی روایت موجود نہ تھی۔ آپ نے اصول و فروع میں اتباع امام اعظم کے ساتھ ان تمام مسائل کا استخراج کیا، فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدوں میں اس کی بکثرت اشلہ موجود ہیں۔

امام احمد رضا کی فقہی تحقیقات

فقہ کی تعریف اور طبقات فقہاء بیان کرنے کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی فقہی تحقیقات کی چند مثالیں پیش کی جائیں جن سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فقہی مقام کی ایک جھلک سامنے آجائے۔ آپ کی فقہی تحقیقات مختلف انواع پر منقسم ہیں۔ بعض مسائل میں انہوں نے فقہاء متقدمین کی عبارتوں میں اضطراب کو رفع کر کے تطبیق بین الاقوال فرمائی ہے۔ بعض مواقع پر جو گوشے متقدمین کی نظر سے مخفی رہ گئے ہیں۔ انہیں اجاگر کر کے حق کو آشکارا کیا ہے۔ معاصر فقہاء میں جن حضرات نے فقہی مسائل میں لغزشیں کھائیں ہیں ان پر ان گنت وجوہ سے متنبہ کیا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بیشمار (عنوان) ہیں۔ جن کی وقت اجازت نہیں دیتا۔ فی الحال ہم زیر نظر تین عنوانوں پر گفتگو کرتے ہیں۔

تطبیق بین الاقوال

وضو میں بلا سبب پانی خرچ کرنے کے بارے میں فقہاء متقدمین کی عبارتوں میں زبردست اختلاف اور اضطراب پایا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ حلبی نے غنیہ میں اور علامہ طحاوی نے شرح در مختار میں بلا سبب پانی خرچ کرنے کو حرام قرار دیا۔ مدق علانی نے در مختار میں مکروہ تحریمی بتایا۔ بحر الرائق نے اس کو مکروہ تنزیہی قرار دیا محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں خلاف اولیٰ ہونے پر حرم کیا غرضیکہ اسراف فی الوضوء کے بارے میں فقہاء کے چار قول ہیں۔ حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ۔ اور بظاہر یہ چاروں متضاد اقوال ہیں، اعلیٰ حضرت نے کمال تحقیق سے ان چاروں اقوال کے علیحدہ علیحدہ محمل بیان کئے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

حرام:۔ وضو میں سنت سمجھ کر بلا ضرورت پانی خرچ کیا جائے۔

مکروہ تحریمی:۔ بلا اعتقاد سنت و بلا ضرورت وضو میں پانی اس طرح خرچ کرے کہ وہ پانی ضائع ہو۔

مکروہ تنزیہی:۔ نہ تو سنت کا عقیدہ ہو نہ پانی ضائع کرنے کا ارادہ۔ لیکن عادتاً بلا ضرورت پانی خرچ کرتا ہو۔

خلاف اولیٰ:۔ نہ اعتقاد سنت ہو نہ اضاعت ہو نہ بلا ضرورت خرچ کرنے کی عادت ہو بلکہ ناداناً بلا ضرورت پانی

خرچ کرے۔

اس تحقیق کے بعد مزید اضافہ کے طور پر فرمایا کہ اگر ان چاروں وجہ کے علاوہ کسی غرض صحیح سے وضو میں تین تین دفعہ سے زیادہ پانی خرچ کیا، تو وہ بلاشبہ جائز اور صحیح ہے۔ اور اس کی چار صورتیں بیان فرمائیں۔

۱۔ بدن سے گندگی اور میل کا ازالہ اور تنطیف کی خاطر تین مرتبہ سے زیادہ دھویا جائے۔

۲۔ شدت گرمی سے بچنے اور بدن کو ٹھنڈک پہنچانے کی غرض سے تین بار میں زیادتی کی جائے۔

۳۔ دو یا تین بار میں شک پڑ جائے تو ازالہ ریب کی خاطر مقدار اقل پر بنا کر کے ایک بار اور دھوئے۔

۴۔ وضو نور علی نور کے قصد سے تین مرتبہ سے زیادہ دھوئے۔

الغرض تطہیر کے قصد سے اگر تین مرتبہ دھونے پر زیادتی کرے تو اس کی چار صورتیں ہیں۔ اوردہ حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ کا حکم رکھتی ہیں۔ اور ان صورتوں کے بغیر اگر غرض صحیح سے بمطابق مؤخر الذکر چار صورتوں کے زیادتی کی جائے۔ تو بلا کراہت جائز اور بلا ریب صحیح ہے۔

(محصلاً فتاویٰ رضویہ ص ۱۶۶ تا ص ۲۰۸)

علامہ سید طحاوی اور امام احمد رضا

خارج ہو۔ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ در مختار میں ہے۔
وکذا کل ما یخرج من نواقض وضو من ہر وہ شئی ہے۔ کسی بیماری وجع ولو من اذن او کے سبب خارج ہو۔ اگرچہ کان، پستان یا نافہ شدمی او سرة سے ہی خارج ہو۔

اس قاعدہ پر علامہ سید طحاوی نے یہ مسئلہ متفرع کیا۔ کہ زکام سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ زکام میں بیماری کے سبب پانی ناک سے خارج ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ در مختار کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔

ظاہراً لا یعد الا نف اذا اس عبارت کا ظاہر ناک کو بھی شامل ہے نہ اکرم جب کہ زکام ہو جائے

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ زکام سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور سید احمد طحاوی پر یہ بات غلطی رہ گئی۔ کہ فقہاء کا مذکورہ قاعدہ مطلقاً

نہیں ہے۔ بلکہ اس صورت میں ہے۔ کہ جب بیماری کے سبب جو چیز بدن سے خارج ہوئی اس میں خون یا پیپ کی آمیزش کا شائبہ ہو۔ چنانچہ منیہ، غنیہ، حلیہ، تحفہ کانی، بحر الرائق، تبیین الحقائق، خلاصہ وجیز، فتح القدیر، وغیرہ کتب فقہ میں اس تفسیر پر تصریح موجود ہے۔ قاعدہ مذکورہ کی وضاحت کے علاوہ، اعلیٰ حضرت نے

..... کیونکہ تحفہ امام ابن حجر مکی میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ ہے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی، اور اذان کے قہقہہ میں فرمایا کہ اَشْهَدُ اَنْیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ (میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں) اور یہ نص مفسر ہے کہ جو کسی تاویل کی گنجائش نہیں رکھتی۔ کیونکہ اگر آپ نے اذان خود نہ فرمائی ہوتی تو اَشْهَدُ اَنْیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ کے بجائے اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ کے الفاظ وارد ہوتے۔ اور علامہ شامی نے خود ص ۳۱ پر تحفہ کی اس روایت کو ذکر کر کے اسکی صحت کو بیان کیا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ص ۳۳۲ ج دوم مع توضیح)

مولانا عبدالحی لکھنوی اور امام احمد رضا

قدر و جنس شرط ہے۔ یعنی دو چیزیں جب پیمانہ یا وزن میں برابر ہوں، اور ان کی جنس ایک ہو تو ان میں تفاضل حرام ہے اور جو چیزیں کمیل موزون کے قبیل سے نہ ہوں بلکہ عددی ہوں مثلاً اندے یا پیسے تو ان میں تفاضل جائز ہے۔ کیونکہ ان میں سود کی علت یعنی قدر نہ ہو۔ متحقق نہیں ہے۔ بناء بریں نوٹ بھی چونکہ فلس (پیسوں) کی طرح عددی ہے۔ لہذا اس میں بھی تفاضل جائز قرار پایا۔ مولانا عبدالحی لکھنوی اس اصول سے تو متفق ہیں۔ کہ عددی چیزوں میں سود نہیں ہوتا۔ چنانچہ فلس (پیسوں) میں وہ بھی کہتے ہیں کہ تفاضل جائز ہے۔ لیکن نوٹ میں ان کا اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نوٹ میں تفاضل حرام ہے۔ اور سود خالص ہے۔ چنانچہ انہوں نے نوٹ میں سود کے تحقق پر ایک فتویٰ تحریر کیا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب یہ فتویٰ آیا تو آپ نے اس فتوے کو ایک سو بیس وجوہ سے رد کر دیا۔ ہم آپ کے سامنے مولوی عبدالحی کا فتویٰ اور اس پر اعلیٰ حضرت کے ایک سو بیس وجوہ ابطال میں سے چند وجوہ پیش کرتے ہیں جس کے مطالعہ سے اعلیٰ حضرت کا فقہی تدبر اور دوست نظر قارئین کے سامنے آجائیگی

فتویٰ

(ہو المصوب)

”نوٹ ہر چیز کی خلقۂ ثمن نہیں، مگر عرفاً حکم ثمن میں ہے بلکہ عین ثمن سمجھا جاتا ہے۔ اسوجہ سے کہ اگر نوٹ توروپہ کا کوئی ہلاک کر دے تو اصل مالک توروپہ تاوان لیتا ہے۔ اور سو روپے کا نوٹ جب بچا جاتا ہے۔ تو مقصود اس سے قیمت ملنا اس کاغذ کی نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ وہ کاغذ روپیے کا بھی نہیں ہے بلکہ مقصود سو روپے کا بیچنا اور اس کی قیمت لینا ہوتا ہے۔ اور نوٹ سو روپیہ کا اگر کوئی شخص قرض لے۔ تو بوقت ادا خواہ نوٹ سو روپے کا دیوے، یا سو روپے دیوے۔ دونوں امر مساوی سمجھے جاتے ہیں۔ اور دائن کو کسی کے لینے میں دیون سے عار نہیں ہوتا۔ حالانکہ اگر دیون غیر جنس بوقت ادا دیوے تو دائن

زکام سے وضو نہ ٹوٹنے پر دو مستقل دلیلیں ارقام فرمائیں۔ ہم ان کی تلخیص ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

۱۔ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے۔ کہ بلغمی رطوبات خواہ دماغ سے نازل ہوں یا پیٹ سے صاعد ہوں، ظاہر ہیں۔ ان کا خروج ناقض وضو نہیں ہے۔ اور زکام میں ناک کے راستے سے بلغمی رطوبات کا اخراج ہوتا ہے پس ان کا خروج ناقض وضو کا سبب نہیں ہے۔

۲۔ فقہاء کرام کا قاعدہ ہے۔ کہ نجاست کا خروج موجب حدیث ہے۔ اور جو نجس بالخروج نہ ہو۔ وہ حدیث نہیں ہے۔ اور زکام کی رطوبات چونکہ نجس بالخروج نہیں ہیں۔ اس لئے وہ موجب حدیث نہیں ہیں۔

(خلاصہ فتاویٰ رضویہ ص ۳۳۲ ج دوم، ص ۳۱)

علامہ شامی امام احمد رضا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارک میں اذان دی ہے یا کہ نہیں، بعض علماء نے کہا کہ آپ نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی تھی۔ کیونکہ امام ترمذی کی روایت سے اسی طرح ثابت ہے اور بعض علماء نے اس استدلال کو رد کر دیا۔ کیونکہ طریق ترمذی سے امام احمد نے روایت کیا کہ حضور نے حضرت بلال کو اذان کا حکم دیا تھا۔ پس روایت ترمذی میں حضور کی طرف اذان کا اسناد الی السبک قبیل سے ہے۔ لہذا آپ کا اذان دینا ثابت نہ ہوا۔ چنانچہ علامہ شامی رد المحتار ص ۳۱ پر فرماتے ہیں۔

وما یکتثر السوال عنہ هل باشر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الاذان بنفسہ وقد اخرج الترمذی انہ علیہ السلام اذن فی سفر و صلی باصحابہ و جن مہبہ النور و لکن وجد فی مسند احمد من ہذا الوجه قاهر بلا لا فاذا نفعہ ان فی روایت الترمذی اختصاراً وان معنی قولہ اذن اہر بلا لا

اس مقام پر علامہ شامی نے ملا علی قاری اور دوسرے علماء کی طرح اس پر جزم کیا کہ حضور نے اذان نہیں دی۔ اور ترمذی کی روایت میں اسناد مجازی ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت کی تحقیق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ایک مرتبہ اذان دی ہے۔ اور اسکو اسناد مجازی پر محمول نہیں کیا جاسکتا

نہیں لیتا۔ بخلاف پیسوں کے کہ وہ بھی اگرچہ عرفاً ثمن ہیں مگر یہ کیفیت ان کی نہیں ہے۔ اگر ایک روپے کے عوض میں کوئی چیز خرید لے۔ یا ایک روپیہ کسی سے فرض لے، اور وقت ادا پیسے ایک روپے کے دیوے۔ تو راتیں اور فروخت کنندہ کو اختیار رہتا ہے کہ وہ لے یا نہ لے۔ اور حاکم کی طرف سے اس پر جبر نہیں ہو سکتا کہ خواہ مخواہ وہ پیسے لے لے۔ پس پیسے اگرچہ عرفاً ثمن خلقی نہیں سمجھے گئے ہیں۔ بخلاف نوٹ کے کہ یہ عین ثمن خلقی ہے۔ گو عینیت خلقیہ نہیں۔ بلکہ عینیت عرفیہ ہے۔ پس تفاضل بیع فاسد میں جائز ہونے سے یہ نہیں لازم کہ نوٹ میں بھی جائز ہو جائے کیونکہ پیسے غیر جنس ثمن ہیں۔ حقیقت بھی اور عرفاً بھی۔ گو بوجہ اصطلاح اور عرف کے اس میں صفت ثنیت آگئی ہو۔ پس ہر گاہ نوٹ عرفاً جمیع احکام میں ثمن خلقی سمجھا گیا، باب تفاضل میں اسی بناء پر حکم دیا جائیگا اور تفاضل اس میں حرام ہوگا۔

(فتاویٰ عبدالحی جلد دوم فتویٰ ۲۶۱)

علامہ عبدالحی کی دلیل کا ماحصل یہ ہے کہ ثمن خلقی یعنی سونا چاندی میں بوجہ موزوں ہونے کے تفاضل حرام ہے۔ اور نوٹ بھی ثمن خلقی یا اس کے حکم میں ہیں اس وجہ سے اس میں بھی تفاضل حرام ہے۔ نوٹ کے ثمن خلقی (سونا چاندی) ہونے پر انہوں نے یہ دلیل دی کہ سو کا نوٹ ہلاک کر دینے پر سو چاندی کے روپے دینے پڑتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ نوٹ ثمن خلقی یعنی عین چاندی ہے۔ نیز انہوں نے کہا کہ پیسے ثمن عرفی ہیں۔ ان میں تفاضل جائز ہے۔ اور پیسوں کے ثمن عرفی ہونے پر یہ دلیل دی کہ کوئی شخص کسی کو ایک چاندی کا روپیہ ادھار دیتا ہے۔ تو ادائیگی کے وقت اگر اسے ایک روپیہ کے بجائے، ایک روپیہ کے پیسے دیئے جائیں تو وہ اس امر کا مجاز ہے کہ وہ اپنے روپوں کے بجائے ان پیسوں کو قبول نہ کرے۔

مولانا عبدالحی صاحب کی دلیل کا رکن اول یہ ہے کہ نوٹ ثمن خلقی (سونا چاندی) یا اس کے حکم میں ہے۔ بہر حال نوٹ کا بعینہ سونا چاندی ہونا تو بدہمتہ باطل ہے۔ کیونکہ نوٹ اور سونا چاندی دونوں میں ذاتیات اور عوارض کے اعتبار سے تباہی ہے۔ ہاں اس کے حکم میں ہونا تو اس پر اعلیٰ حضرت نے کثرت و حوہ سے کلام کیا۔ اذان جملہ یہ ہے کہ نوٹ کے لئے سونے چاندی کے جمیع احکام ثابت ہیں۔ یا فی الجملہ مثلاً متول وغیرہ اگر جمیع احکام مراد ہوں، تو قطعاً باطل ہے۔ کیونکہ سونے چاندی کے زیورات برتن اور لباس ہائے فاخرہ وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ اور نوٹ کا نہ کوئی لباس بنتا ہے، نہ زیور نہ برتن اور اگر بعض احکام کے اعتبار سے یہ سونے چاندی کے حکم میں ہے، کہ جس طرح سونا چاندی مال دولت ہے۔ اسی طرح نوٹ بھی مال دولت ہے۔ تو یہ حکم پیسوں میں بھی مشترک ہے۔ کیونکہ پیسے بھی مال و دولت ہیں۔ پھر نوٹ میں تفاضل کا حرام ہونا۔ اور پیسوں میں جائز ہونا یہ ترجیح بلامرجح ہے۔ دلیل کا رکن ثانی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کا سو روپیہ کا نوٹ پھاڑ دے تو اسے سو روپے (چاندی کے) دینے پڑیں گے، معلوم ہوا کہ نوٹ بعینہ ثمن خلقی یعنی چاندی ہے۔

(یہ اس وقت کی بات ہے جب چاندی کا روپیہ ڈھلتا تھا، اب تو اس دلیل کا بطلان اور واضح ہو گیا ہے۔) (سعیدی)

پس معلوم ہوا کہ نوٹ چاندی کا عین ہے۔ کیونکہ وہ تادان میں نوٹ کے عوض چاندی کے روپیہ لے رہا ہے۔ الجواب اس طرح تو کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ نوٹ گھوڑے کا بھی عین ہے۔ کیونکہ اگر کوئی کسی کا سو روپیہ کا گھوڑا ہلاک کر دے تو مالک تادان میں اس سے سو کا نوٹ لے گا۔ معلوم ہوا کہ نوٹ گھوڑے کا عین ہے کیونکہ وہ تادان میں گھوڑے کے عوض نوٹ لے رہا ہے۔ ثانیاً یہ اصول ہی غلط ہے کہ سو کا نوٹ ضائع کر دینے پر سو (چاندی کے روپے) دینے واجب ہوں گے۔ کیونکہ جائز ہے کہ وہ اسے تادان کی صورت میں سو کا دوسرا نوٹ ہی دے دے۔ یا ایک ایک کے سو نوٹ دے یا اٹھنی، چونی اور پیسوں کی شکل میں اسے سو روپیہ لوٹ کر دے۔ دلیل کا رکن ثالث یہ ہے کہ پیسے ثمن عرفی ہیں۔ کیونکہ اگر کوئی شخص کسی کو ایک روپیہ ادھار دے تو اسے حق ہے کہ وہ اس کے بدلے میں ایک روپے کے پیسے قبول نہ کرے۔ الجواب، مولوی عبدالحی صاحب کی خیالی دنیا میں ممکن ہے یہ رواج ہو ورنہ واقع اور نفس الامر میں ایسا کوئی قانون رائج نہیں ہے۔ ایک روپیہ اور سونے پیسے کی مالیت میں فرق کرنا نہ صرف یہ کہ بدہمتہ باطل ہے بلکہ انتہائی مضحکہ خیز۔ فتاویٰ مذکور میں مولانا عبدالحی صاحب کو ایک اور شبہ لاحق ہوا ہے کہ اگر نوٹ میں تفاضل جائز رکھا جائے۔ تو لوگ سود کے کاروبار کے لئے نوٹ میں تفاضل کے جواز کو حیل بنالیں گے۔ اور نوٹ کے حیل سے سود کھانا، شروع کر دیں گے۔

الجواب۔ یہ شبہ مشترک ہے۔ کیونکہ پیسوں میں تفاضل کے جواز کو آپ بھی مانتے ہیں۔ پس جنہیں سود کھانا ہوگا۔ وہ پیسوں کے حیل سے سود کھانا شروع کر دیں گے۔ (ماخوذ از کفیل الفقہ ص ۱۳ تا ۱۷)

جناب مولوی عبدالحی لکھنوی کے زیر نظر فتویٰ پر اعلیٰ حضرت نے ایک سو چوبیس گرفت کی ہے۔ ہم نے ان میں سے کل پانچ وجوہ پیش کی ہیں۔ تفصیل کے لئے اصل کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔ ہم نے یہاں پر اس کی ایک جھلک دکھلائی ہے جس سے آپ کی فقہی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمام معاصرین پر آپ کی زبردست ہیبت طاری تھی۔ کیونکہ اس سالہ کی اسی وقت طباعت ہو گئی تھی۔ اور آج تک کوئی اس کا جواب نہ دے سکا۔

مولوی رشید احمد گنگوہی اور امام احمد رضا

کہ نوٹ اس سونے چاندی کی رسید ہے۔ جو حکومت کے پاس محفوظ ہے اور یہ نوٹ سونا چاندی بھی ہے۔ نیز نوٹ پر زکوٰۃ واجب ہے۔ کیونکہ یہ بیع نہیں ہے۔ اپنی اس تحقیق کو گنگوہی صاحب نے ایک فتویٰ میں بیان کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کی اصل تحقیق کا بنیٰ وجوہ سے رد کیا ہے۔ ہم قارئین کی ضیافت طلب کے لئے مولوی رشید احمد گنگوہی

تھا تو صاحب کے کسی نے پوچھا کہ جس طرح اذان میں نام مقدس پر انگوٹھے چومے جلتے ہیں۔ کیا اس طرح اقامت میں بھی نام اقدس پر انگوٹھے چومنا جائز ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اقامت تو بجائے خود اذان میں بھی انگوٹھے چومنا جائز نہیں۔ اعلیٰ حضرت نے اس جواب کو تیس سے زائد وجوہ سے رد کیا۔ ہم ذیل میں تھانوی صاحب کا فتویٰ اور اس پر اعلیٰ حضرت کے تعاقب کی ایک جھلکی پیش کرتے ہیں۔

فتویٰ
اول تو اذان ہی میں انگوٹھے چومنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں۔ اور جو کچھ بعض لوگوں نے اس بارے میں روایت کیا ہے۔ وہ محققین کے نزدیک ثابت نہیں۔ چنانچہ شامی بعد نقل اس عبارت کے لکھتے ہیں۔ و ذکر ذلک الجراح و اطال تمدن قال و لہ یصم فی المرفوع من کل ہذا شئی انتہی (۲۶۷ جلد اول) مگر اقامت میں تو کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہیں۔ پس اقامت میں انگوٹھے چومنا اذان کے وقت سے بھی زیادہ بدعت دیے اصل ہے۔ اسی واسطے فقہار نے اس کا بالکل انکار کیا ہے۔ یہ عبارت شامی کے ہے۔ و نقل بعضہم ان القہستانی ہامش نسخۃ ان ہذا المختص بالاذان و اما فی الإقامة فلم یوجد بعد الاستقصاء التام ص ۲۶۷ (فتاویٰ امجدیہ)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تعاقب ملاحظہ فرمائیے۔
(۱) تقبیل ابہامین حدیث مرفوعہ سے ثابت ہے۔ اور اس باب میں کوئی صحیح مرفوع حدیث وارد نہیں۔ اور جب تقبیل ابہامین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے۔ تو یہ عمل کے لئے کافی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خلفاء راشدین کی اطاعت کو لازم قرار دیا ہے۔

۲۔ صحیح حدیث کی نفی سے معتبر حدیث کی نفی سمجھ لینا، جیسا کہ تھانوی صاحب نے اس فتویٰ میں کہا کہ تقبیل فی الاذان کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں ہے۔ فن حدیث سے جہالت پر مبنی ہے۔ کتب رجال میں جا بجا مذکور ہے۔ یہ اعتبار بے دلائل یحتمل ہے اور فضائل اعمال میں احادیث معتبرہ بالا جماع کافی ہیں۔ اگرچہ صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوں۔

۳۔ تھانوی صاحب نے اذان میں انگوٹھے چومنے کو بدعت قرار دیا۔ حالانکہ جس جگہ کی عبارت نقل کی ہے۔ اس سے متفصل شامی نے بیان کیا کہ اذان میں انگوٹھے چومنا مستحب ہے۔ اور استحباب کو ہستان نے فتاویٰ صوفیہ اور کنز العباد سے بھی نقل کیا۔ ملاحظہ ہو۔

یستحب ان یقال عند سماع ،
الاولی من الشہادۃ صلی اللہ ،
علیک یا رسول اللہ وعند الثانیۃ
فیہا قرۃ غینی بل یا رسول اللہ
ثم یقول اللہم متعنی بالسمع
جب اذان میں پہلی بار اشہد ان
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علیک یا رسول اللہ اور جب دومی بار
سے تو کہے قرۃ عینی بک یا رسول اللہ
پھر دونوں انگوٹھے آنکھوں پر

کافرتی اور اس پر اعلیٰ حضرت کے کلام کا کچھ حصہ پیش کرتے ہیں۔ مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب لکھتے ہیں۔

نوٹ دیکھو اس روئے کا ہے جو خزانہ حاکم میں داخل کیا گیا ہے۔ مثل تمسک کے۔ اس واسطے نوٹ میں نقصان آجائے۔ تو سرکار سے بدلا سکتے ہیں۔ اور اگر گم ہو جائے بشرط ثبوت اس کا بدل لے سکتے ہیں۔ اگر نوٹ بیع ہوتا۔ تو ہرگز مبادلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ دنیا میں کوئی بیع بھی ایسا ہے کہ بعد فیض مشتری کے نقصان یافتہ ہو جائے تو بائع سے بدل لے سکیں پس اس تقریر سے آپ کو واضح ہو جائیگا کہ نوٹ مثل فلوس کے نہیں ہے۔ فلوس بیع ہے۔ اور نوٹ نقدین۔ ان میں زکوٰۃ نہیں، اگر نہ نیت تجارت نہ ہوں اور نوٹ تمسک ہے۔ اس پر زکوٰۃ ہوگی، اکثر لوگوں کو مشتبہ ہو رہا ہے۔ کہ نوٹ کو بیع سمجھ کر زکوٰۃ نہیں دیتے، کاغذ کو بیع سمجھ رہے ہیں۔ یہ غلطی ہے۔ فقط

بندہ رشید احمد گنگوہی (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۹)

اعلیٰ حضرت نے جو اس فتویٰ پر کلام کیا ہے۔ اس کا ملخص یہ ہے۔ اولاً نوٹ کو رسید قرار دینا بدعت باطل ہے۔ کیونکہ رسید کسی معین شخص یا ادارہ کی طرف سے کسی معین شخص یا ادارے کیلئے ہوتی ہے مثلاً زید نے مال کی رسید دی ہے۔ تو اب اس رسید کی رو سے صرف مال دینے کا ذمہ دار ہے۔ ناکہ ہر کس دنا کس جس کو بھی رسید دی جائے وہ اس رسید پر مال ادا کر دے۔ بخلاف نوٹ کے کہ ہر ملک، ہر شہر، ہر قصبہ و دیہات میں اس کے عوض اسکی مالیت کے مطابق رائج سکے مل جائے گا۔ جس طرح مال کی ہر جگہ قیمت لگتی ہے۔ اسی طرح نوٹ کی ہر جگہ قیمت لگتی ہے۔ معلوم ہوا کہ نوٹ مال کی رسید نہیں۔ بلکہ خود مال مقوم ہے۔ بیچا اور خریدا جاتا ہے۔

ثانیاً۔ یہ فتویٰ خود مناقض لفظ ہے۔ کیونکہ پہلے کہا۔ کہ یہ نقدین (سونا چاندی) کی رسید ہے۔ چند سطر بعد کہا کہ یہ خود نقدین ہے (ہم نے ان متضاد عبارتوں پر خط کھینچ دیا ہے۔ (سعیدی)

ثالثاً۔ نوٹ کو تمسک قرار دیا اور اس پر زکوٰۃ بھی لازم کر دی۔ حالانکہ زکوٰۃ مال پر ہوتی ہے۔ اور تمسک مال نہیں ہے۔

رابعاً۔ نوٹ کے بیع نہ ہونے پر زکوٰۃ کی بنا وکی ہے۔ گویا بیع پر زکوٰۃ نہیں ہوتی؟ فلہذا وہ تمام تجار جن کے پاس لاکھوں روپے کا بکا مال ہوتا ہے۔ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہو گئے۔

خامساً۔ کاغذ کو بیع ہونے کے منافی قرار دیا۔ کیا کاغذ کی دنیا میں خرید و فروخت نہیں ہوتی۔ یا مولوی صاحب کے گاؤں میں ابھی تک یہ نیز نہیں پہنچی کہ کاغذ بھی بکتا ہے۔ (ماخوذ از کفیل الفقہ ص ۱۲۳ تا ص ۱۳۳)

مولوی اشرف علی تھانوی اور امام احمد رضا اشرف علی

والبصر بعد وضع ظفر الایہامین
علی العینین فانہ علیہ السلام
قائد الہ الی الجنة۔ کذا فی کنز
العبادہ ہستانی و نحوہ فی
الفوائد الصوفیہ
اور فتاویٰ صوفیہ میں ہے۔

اس عبارت کو تھانوی صاحب صاف گول کر گئے۔ تاکہ اذان میں انگوٹھے
چومنے کو بدعت قرار دینے کا جواز پیدا ہو سکے۔ اور ہستانی کی وہ مہول
نقل ذکر کر دی۔ جس میں انہوں نے یہ ذکر کیا کہ مجھے اقامت میں انگوٹھے
چومنے کی روایت نہیں ملی۔

۴۔ تھانوی صاحب نے سلب کلی کر دیا۔ کہ اذان میں تقبیل کسی معتبر روایت
سے ثابت نہیں۔ حالانکہ ایک ہزار سے زیادہ کتب فقہ میں یہ روایت
موجود ہے۔

۵۔ ہستانی کی نقل مجہول ہے۔ اور خود شامی نے ص ۱۵۴ پر تصریح کی ہے۔
نقل مجہول مقبول نہیں ہوتی لایکفی فی النقل لچھالہ

۶۔ علی التتزل اگر اس نقل کو قبول بھی کر لیا جائے تو یہ نفی روایت ہے۔
روایت نفی تو نہیں ہے۔ اور تھانوی صاحب کو غالباً یہ معلوم نہیں کہ
نفی ثابت کرنے کے لئے روایت نفی کی ضرورت ہے۔ نفی روایت
کی نہیں۔

۷۔ کسی فعل کو مکروہ ثابت کرنے کے لئے فردری ہے کہ اس فعل پر یہی تھا
موجود ہو۔ علامہ شامی فرماتے ہیں۔

لا یلزم منہ ان یکون مکروہا بغیرہی خاص کے کوئی فعل مکروہ نہیں
الابنہی خاص لان الکراہتہ ہوتا۔ کیونکہ کراہت حکم شرعی ہے۔
حکم شرعی فلا بد لہ من دلیل اس کیلئے دلیل خاص فردری ہے۔

رد المحتار ج ۱ ص ۶۸۳

پس اقامت میں تقبیل سے روکنے کے لئے نہیں بالخصوص فردری ہے۔
و بدو نہ۔ خوط القتاد محض ثبوت کی روایت کا نہ ملنا۔ اسکی کراہت کیلئے
کافی نہیں۔ صاحب بحر الرائق فرماتے ہیں۔ لا یلزم من توک المستحب
ثبوت الکراہتہ اذ لا بد لہا من دلیل خاص ترک مستحب کراہت
لازم نہیں آتی۔ کیونکہ اس کے لئے دلیل خاص کی ضرورت ہوتی ہے پس نفی روایت
سے کچھ نہیں بنتا۔ جب تک کہ روایت نفی نہ ہو۔

(بحر الرائق ج ۲ ص ۱۷۶)

۸۔ اقامت میں نام اقدس سنکر انگوٹھے چومنا نام اقدس کی تعظیم ہے۔ اور اسکا
منشاء بھی موجود ہے۔ پس اقامت میں نام اقدس سنکر انگوٹھے چومنا

ادب و تعظیم کے قبیل سے ہے۔

محقق علی الاطلاق ابن ہمام فرماتے ہیں۔

کل ما کان ادخل من الادب ہر وہ کام جو ادب اور تعظیم
والاجلال کان حسناً میں داخل ہو۔ حسن ہے۔
امام ابن حجر مکی جو ہر منظم میں فرماتے ہیں۔

تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انواع تعظیم سے نبی علیہ السلام
بجميع انواع التعظیم التي لیس فیہا کی تعظیم کرنا۔ جن میں اللہ تعالیٰ کی
مشارکت اللہ تعالیٰ فی الاوہیت۔ الوہیت میں مشارکت نہ ہو۔ اہل
امر مستحسن عند من نور اللہ بصیرت کے نزدیک امر مستحسن ہے۔

ابصارہم ط

خلاصۃ الکلام یہ ہے کہ اذان میں تقبیل مذکور ثابت ہے۔ اور اقامت میں
جائز اور مستحسن ہے۔ جائز اس لئے ہے کہ اسکی نفی ثابت نہیں ہے۔ اور مستحسن اس
وجہ سے ہے کہ یہ تعظیم رسول کا ایک فرد ہے اور تعظیم رسول کم از کم مستحسن ہے۔

(محصلہ فتاویٰ رضویہ ص ۳۸۳ تا ۳۹۱)

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور امام احمد رضا

قاطعہ معدتہ گنگوہی میں سنت اور بدعت کا ایک فقہی ضابطہ بڑے فخر کے ساتھ اپنی
کتاب میں درج کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اسی ضابطہ کا کئی درجہ سے احتساب کیا ہے۔ ہم
انبیٹھوی صاحب کا ضابطہ بیان کر نیچے بعد اعلیٰ حضرت کے احتساب کا کچھ ملخص پیش
کریں گے۔

مولوی انبیٹھوی صاحب لکھتے ہیں۔

حاصل یہ ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں ہو۔ خواہ وہ جزئیہ ہو خواہ خارجی
ان قرون میں ہو یا نہ ہو اور خواہ اس کی جنس کا درجہ خارج میں ہو یا نہ ہو وہ سب سنت
ہے۔ اور وہ بوجہ ثرث ان قرون میں موجود ہے۔ اور جس کے جواز کی دلیل نہیں، تو خواہ
ان قرون میں ہو یا نہ ہو خواہ سب بدعت ضلالہ ہے۔ اس قاعدہ کو خوب
سمجھ لینا ضروری ہے۔ یونہی اور اس کے اشباع نے اس کی ہوا بھی نہ سونگھی۔ اس
عاجز کو اپنے اساتذہ جہانبدہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے۔ اس جوہر کو اس کتاب میں
فردرہ رکھتا ہوں۔ کہ موافقین کو نفع اور مخالفین کو شاہد ہدایت حاصل ہو الخ
ملحقاً (براہین قاطعہ ص ۲ تا ۲۹)

امام احمد رضا کا تعاقب

مولوی انبیٹھوی صاحب نے اپنے اس کلام میں
جواز شرعی کی دلیل کے، وجود و عدم کا سنت
و بدعت میں حصر عقل کر دیا۔ پس استحباب اباحت اور کراہت تنزیہی ان تمام احکام
کی نفی ہو گئی۔ کیونکہ جس امر کے وجہ کی دلیل شرعی پائی گئی وہ سنت ہے۔ استحباب اور

اباحت کے ثبوت کی کوئی گنجائش نہ رہی۔ اور جس امر کے جواز کی دلیل شرعی نہ پائی گئی وہ بدعت و ضلالت ہوگا۔ پس کراہت تنزیہی کا رفع ہو گیا۔

(محصلہ فتاویٰ رضویہ ص ۲۵۰ تا ۲۵۱)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقہ کی جس قدر انواع پر کام کیا ہے۔ اگر ان تمام کا احصاء کیا جائے تو اس کے لئے بھی ایک عظیم دفتر کی ضرورت ہے۔ یہ محترم مقالہ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت الشاہ مولانا احمد رضا خاں کی تمام فقہی خصوصیات کو پیش کرنے سے یقیناً قاصر ہے۔ تاہم اعلیٰ حضرت کی فقہی تحقیقات میں سے چند انواع کی ایک جھلک پیش کی گئی ہے۔ تاکہ اس کا مطالعہ قارئین کو اعلیٰ حضرت کے فقہی بحر سے ایک حد تک روشناس کر سکے۔

جن امور کو اس مقالہ میں پیش کیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہو جائے کہ اعلیٰ حضرت میں

اصولیتین فقہاء اور متصوفین تینوں کی تعریفات کے اعتبار سے فقہ کی معنویت پائی جاتی ہے۔ طبقات فقہاء کے اعتبار سے اعلیٰ حضرت کا موازنہ کریں، تو پتہ چلتا ہے کہ

قواعد سرعہ وضع کرنے کی وجہ سے آپ میں طبقہ اولیٰ یعنی ائمہ اربعہ کی جھلک بھی پائی جاتی ہے۔ غیر منصوص مسائل کو قواعد امام سے استخراج کرنے کی وجہ سے خصائ اور طحاوی کی طرح طبقہ ثالثہ میں قدم رائج رکھتے ہیں۔ روایات میں ترجیح اور تفصیل کے سبب طبقہ رابعہ اور خامسہ کے فقہاء سے کسی طرح کم نہیں۔ فقہ کا کوئی باب ایسا نہیں جس میں فقہاء سابقین کی تصریحات سے زیادہ مسائل متفرع کئے ہوں جو امور متقدمین کی نظر سے مخفی رہ گئے۔ انہیں انتہائی لطافت کے ساتھ واضح کر کے دلائل و براہین سے مزین کیا۔ معاصرین فقہاء کی غلطیوں پر انہیں ان گنت وجہ سے متنبہ فرمایا۔ فقہی مباحث میں جو طبعی و ریاضی کے مسائل آ گئے۔ تو ان پر ایسے اچھوتے انداز میں بحث کی ہے۔ کہ فارابی اور شیخ بھی دبے ہوئے نظر آتے ہیں۔ انصاف اور دیانت کی نظر سے دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے فقہ میں وہ مقام حاصل کیا۔ جس کی نظیر صدیوں پہلے نہیں ملتی۔

وَ اخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ط

دیانتداری نے ہی آل انڈیا سنی لیگ کو عروج بخشا ہے

دیانتداری سے عروج کھے

اے جی پلاسٹکس

والے بھی دیانتداری کو اولیت دیتے چلے آئے ہیں۔ نئے نئے خوبصورت ڈیزائنوں والے اعلیٰ ترین پلاسٹک کے پھولوں کو بنانے والے اور اکسپورٹ کرنے والے

اے جی پلاسٹکس

295 - عبدالرحمن اسٹریٹ بمبئی 400003

امام احمد رضا اور

سہولیات شرعیہ

از۔ الحاج محمد علی رضا قادری ایم اے سی ٹی

انسپکٹر آف اسکولس مظفر پور

محترم الحاج محمد علی رضا صاحب قادری، ضلع مظفر پور بہار کے انسپکٹر آف اسکولس ہیں۔ ۱۹۵۰ء میں بغداد شریف، کربلا سے معلیٰ نجف اشرف کی زیارتوں سے مشرف ہو کر براہ تبوک مدینہ منورہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اس کے بعد فریضہ حج زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو کر واپس وطن لوٹے۔ مذہبی دلچسپی بے پناہ ہے بلکہ صورتہ دسیرتاً اور طلباً و طالباً سنی مسلمان ہیں۔

برآں ہوتیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ فریضہ صیام کو مشقت آفریں سمجھنا غریب نفس ہے جو مسلمانوں کو اس عظیم تر جہنم کی مشقت میں دھکیل دینا چاہتا ہے۔ لوگوں کو یہ بھی تو سونا چاہیے کہ جس ملک نے سال بھر انواع و اقسام کے کھانے کھلائے ہیں اگر اس نے امتحاناً ادائے شکر کے لئے گنتی کے چند دن کھانا پینا چھوڑ دینے کا حکم صادر فرمایا ہے تو گیارہ مہینے کے عیش کے مقابل ایک مہینہ کا روزہ رکھ لینا وہ بھی صرف دن بھر کوئی مشقت کی چیز نہیں بلکہ آخرت کے لحاظ سے آسانی ہی آسانی ہے۔

۲۔ اس ضمن میں دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ روزہ تو فرض کیا گیا ہے لیکن اس فریضہ کے ساتھ آسانی بھی عطا کی گئی ہے کہ جب تم مریض ہو یا مسافر اور اس حالت میں روزہ رکھنا دشوار ہو تو روزہ نہ رکھو پھر جب صحت یاب ہو جاؤ یا مقیم تو چھوڑے ہوئے روزے رکھ لا۔ اس بیان کے بعد ہی آیت تیسر ہے۔ سطور بالا میں جس کی تلاوت کی گئی ہے۔ مقصود بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مختار مطلق ہے، حاکم علی الاطلاق ہے، بادشاہ ذوالجلال دے بی نیاز ہے وہ جو چاہے حکم دے کوئی روکنے والا نہیں۔ اس مالکانہ و حاکمانہ شان کے باوجود اس انداز تلمظ سے فریضہ صیام کو پیش کرنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ بندوں کے ذہن میں شریعت اسلامی کے تیسری پہلو کو جاگزیں کرنا ہے۔

دوسری آیت کریمہ جس کو پیش کر رہا ہوں وہ سورہ حج سترہویں پارہ میں ہے ”وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ“ اور تم پر دین میں کچھ ٹنگی نہ رکھی، (بلکہ ضرورت کے موقعوں پر تمہارے لئے سہولت کردی جیسا کہ سفر میں نماز کا قصر اور روزے کے انظار کی اجازت اور پانی نہ پانے یا پانی کے ضرر کرنے کی حالت میں غسل اور وضو کی جگہ نیم۔ تو تم دین کی پیروی کرو۔) (تفسیر خزانة العرفان کی تفسیری عبارتیں ہیں۔)

اس طرح سورہ توبہ اور سورہ نور میں مذکور ”بیماردوں کو روزہ“

اسلام کے احکام و عقائد پر دور میں تسہیل کے حامل رہے ہیں۔ ہر آسانی کتابوں میں تحریر و نصت کا تذکرہ ضرور رہا ہے۔ جب اسلام اپنے منازل و مراحل طے کرتا ہوا آخری منزل تکمیل میں داخل ہوا اور ”ایوم اکملت لکم دینکم“ النج کے خردہ جانفزا سے دنیا کو نوازا اور آخر الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات سے دنیا کے سامنے تحفہ قرآن پیش فرمایا۔ پھر اپنے کلام بلاغت نظام ”انما حمتہ مہدۃ“ سے دنیا والوں کو رحمت و رافت کا غنیمت سنایا۔ یعنی میں دنیا میں رب رحیم کی طرف سے بندوں کیلئے ”ہدیہ رحمت“ ہوں۔ اسی ارشاد رحمت کا فطری تقاضہ و منطقی نتیجہ ہے کہ اسلامی شریعت کی بنیاد تسہیل پر رکھی گئی ہے۔ اس دعویٰ کا ثبوت قرآن عظیم میں بھی ہے اور احادیث کریمہ میں بھی۔

قرآن کریم میں شرعی سہولتیں۔ سورہ بقرہ سراسر پارہ سیکول کے اندر روزہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد ربانی ہے ”یَسِّرُ اللَّهُ لَكُمْ الْيُسْرَ وَلَا يُعَذِّبْكُمْ الْعُسْرَ“ اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔ اس آیت کریمہ کے سباق و سیاق شاہد ہیں کہ روزہ کے سلسلہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ روزہ صرف اسی امت پر فرض نہیں کیا گیا، روزہ کی فریضہ کوئی انوکھی دینی چیز نہیں ہے بلکہ اس امت مرحومہ کے پہلے قبیلہ امتیں گزری ہیں ان پر بھی روزہ فرض کیا گیا تھا۔ یہ اسلوب و بیان و طرز ادا شرعی آسانی و دینی تسہیل کا غماز ہے کیوں کہ بظاہر اس فرض کی ادائیگی مشقت خیز ہے۔ بھوک و پیاس کی سوزش یعنی تسہیل و تسخیم کا پہلو رکھتی ہے۔ اس احساس مشقت کو حکیمانہ انداز سے دفع کیا گیا ہے کہ تنہا تم ہی پر تو روزہ فرض نہیں ہوا بلکہ تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض تھا۔ آخر وہ بھی اولاد آدم ہی تھیں، انھوں نے اس فرض کو کس طرح ادا کیا، اگر واقعی اس کی ادائیگی ناقابل برداشت مشقت ہوتی تو وہ امتیں کبھی اس فریضہ سے عہدہ

گواہی دیتا ہے کہ واقعی قبائے منصب افتا امام احمد رضا ہی کے علمی قدربا کو ان کے دور میں زریب دیتی ہے۔

امام احمد رضا کے اکابر معاصرین

آپ کے زمانے میں اپنے اور غیر بڑے بڑے علماء تھے۔ ان حضرات نے بھی فادے لکھے ہیں مگر کسی کے فادے فتاویٰ رضویہ کے کسی جز کے سامنے موازنہ پیش نہیں کئے جاسکتے۔ اگر میری برائے غلط اور عصیت آمیز ہے تو بڑا احسان دکر ہم کوگا۔ اگر دور حاضر کا کوئی مکتب فکر اپنے اکابر کے فتوؤں کو میزان موازنہ میں تول کر ثابت فرمادے کہ ان کے بڑوں کے فتوے کی ترازو کا پلہ جھکا ہوا ہے، بھکا ہوا نہ سہی برابر ہی ہو اس کا ثبوت پیش فرمائے۔

ہم نے ان فتوؤں کو جہاں تک دیکھا ہے اس میں اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ درست ہے، جائز ہے، بدعت ہے، شرک ہے۔ اگر کسی نے کچھ کاوش بھی کی ہے۔ تو جزیرہ مستور کے ثبوت کے لئے کسی ایک دو فقہی کتابوں سے کچھ عربی عبارتیں نقل کر دی ہیں۔ مگر ان میں علمی مباحث کہاں؟ فنی و فقہی گہرائی و گیرائی ناہید۔ عقلی و دلی دلائل کی بحر ذخاری تو دور کی بات ہے ساحلی و سطحی نمود بھی نہیں۔ اگر ان ایمانی و علمی مناظر کی دل کشی و تجلیوں سے آپ چشم ددل کو روشن و پر نور کرنا چاہتے ہیں تو اس دل آویزی و دل کشی کے لئے صرف اعلیٰ حضرت ہی کا علمی دربار ہے۔

”دو نہ خمسط اقتدار“ آئیے، دربار رضا کی علمی تزیین کا مشاہدہ فرمائیے۔

”العطا یا النبویہ فی فتاویٰ الوضویہ“

امام احمد رضا کے فادے جو در حقیقت عطیات نبوت ہیں جس کی ضخیم بارہ جلدیں ہیں اس کی پہلی جلد کا پہلا حصہ کتاب الطہارت باب التیمم پیش نظر ہے۔ اسی سے شریعتی سہولتوں کے چند اقتباسات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

شریعت کی رحمت

فتاویٰ رضویہ باب التیمم صفحہ ۶۱ مطالعہ فرمائیں۔

مرقوم ذیل عبارتیں وہیں سے نقل کی گئی ہیں۔

تنبیہ۔ رحمت العالمین بالموئین رون رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ کی رحمت دیکھئے۔ ہمارے صرف میل بھر چلنے کی مشقت پر ایسا لحاظ فرمایا کہ اس کیلئے وضو بلکہ بحال جنابت غسل کی ضرورت نہ رکھی۔ تیمم جائز فرمادیا۔ اگرچہ آدمی خود اپنے شہر میں ہو۔ بلکہ سفر میں جس طرف جانا ہے اسی طرف میل بھر ہو جب بھی یہاں تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔ اگرچہ یہ میل خود ہی طے کرے گا۔ ہاں جس طرف جانا ہے اُدھری پانی ہے اور جانے میں وقت کراہت نہ آجائے گا تو مستحب ہے کہ وہاں پہنچ کر پانی ہی سے طہارت کر کے نماز پڑھے۔ الخ

دوسرا اقتباس صفحہ ۶۱۳

تنبیہ۔ شریعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھئے۔ ہمارے ایک ایک پیسے پر لحاظ فرمایا گیا۔ نہانے کی حاجت ہے اور وہاں قابل غسل پانی کی قیمت ایک پیسہ ہو

اندھوں، ننگروں سے دینے حرج و شرعی آسانوں کا بیان ہے۔ ان آیات سے روز بروز دشمن کی طرح یہ حقیقت روشن ہو جاتی ہے کہ شریعت مصطفویہ کو سہولت عباد کا اہتمام نام ہے۔ یہ تو اس عنوان پر قرآن حکیم سے ربانی شان و ربوبیت کی جھلک ہے۔ اب نبوت رسالت کے ارشاد کی تہلیاں بھی مشاہدہ فرمائیں۔

شرعی سہولت و تسیر اور ارشادات رسالت۔

ہاں عرش و فرش حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عنوان پر جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کو حدیث پاک کی مشہور و متداول کتاب ”مشکوٰۃ شریف“ کے باب ”ما علی الولاۃ من التیسر“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

فرمان رسالت کا خلاصہ۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ

یہ تھی کہ جب آپ کسی صحابہ کو کسی دینی امر کے لئے کہیں بھیجتے تو فرماتے ”بدشیر داؤلا تنفی دا ولسی داؤلا تعسیر دا“ یعنی جہاں جا رہے ہو وہاں لوگوں کو طاعات و عبادات پر مشروبات و اجور کی بشارت دینا۔ انہیں منامی کے ارتکاب پر ڈرانے خوف دلانے میں اتنا مبالغہ نہ کرنا جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی آس توڑ بیٹھیں۔ اور تانطین محض بن جائیں۔ اور لوگوں پر دینی امور میں سہولت و آسانی سے پیش آنا۔ اور انہیں حدود شریعت سے زیادہ کی وضاحت میں نہ ڈالنا۔

ایک دفعہ حضور سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ مازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یمن کی طرف بعثت فرمایا۔ روانہ کرتے وقت یہ ہدایت فرمائی۔ یسرا ولا تعسرا۔ وبشرا۔ ولا تنفوا و تطاوعا ولا تخلفا“

لوگوں کے ساتھ آسانی و سہولت سے پیش آنا۔ تنگی و دشواری پیدا نہ کرنا۔ مزہ و سلا و مبشر بننا۔ منفر نہ ہونا۔ تم دونوں متفقانہ فیصلہ کرنا، آپس میں اختلاف پیدا نہ کرنا۔ قرآن حکیم و احادیث نبوی کی روشنی میں علمائے کرام و فقہائے عظام اور شریعت اسلامی کے شارحین نے قوانین شریعت کے ہر باب میں دینی سہولت و شرعی آسانی کے چہر زیا کی جھلک دکھائی ہے۔

سرزمین ہند کی عظیم شخصیت

جو دھوں صدی میں خاک ہند نے ایک ایسی ذات کا تعارف پیش کیا ہے جو صرف ہندوئی میں نہیں بلکہ سارے اسلامی ممالک میں ایک شہرہ آفاق سہیم و مدلل ذات تھی جس کو عقیدت کیش دنیا آگئیں حضرات امام احمد رضا کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جن کی سب سے بڑی ریافت شریعت کا اظہار تھا۔ جن کا سلوک تھا تو سلوک شریعت۔ جن کی یادداشت تھی تو حفاظت شریعت و دین کی پاسداری۔ جن کے اعداد و ذلالت تھے تو احکام شریعت۔ اور شرعی فتاویٰ و احکام کو ہر آمیزش اور ملاقات سے بچا۔ شریعتی تسیر کو تسیری صورت سے پیش کرنا۔ شریعتی تفسیر کو تفسیر کے رنگ میں بیان کرنا۔ اپنی طرف سے بے جا نرمی و گرمی کرنے دینا کسی صلحت دینی کو مصالح دینی سے غلط مطلق نہ ہونے دینا۔ ان اوصاف کو دیکھتے ہوئے دل

اور جس کے پاس ہے وہ روپے مانگتا ہے۔ پیر زیادہ نہ دو اور تم کر کے نماز پڑھ لو۔
ایسی رحمت والی شریعت کے کسی حکم کو کڑ سمجھنا یا شامت نفس سے بجا نہ لانا کسی اشکری
مذہب جاتی ہے۔ مولیٰ عزوجل صدقہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت کا اس فقیر کا
اور سب اہل سنت کو کامل اتباع شریعت کی توفیق بخشے اور اپنی رحمت سے قبول فرمائے
آمین صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین !!

تیسرا اقتباس صفحہ ۶۱۵

شریف زادی دہرہ نشین کہ باہر نکلنے کی قطعاً عادی نہیں۔ اگر گھر میں پانی ہے
نہ باہر سے کوئی لادینے والا ہو تو روف۔ رحم علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت سے امید ہے کہ اسے
اجازت تمیم ہوا اور پانی پانے پر اعادہ کی بھی حاجت نہ ہو۔

عادت پردہ میں عورات کے اقسام اور دوبارہ تمیم ان کے احکام
تفصیل اس کی یہ کہ عورات چند قسم ہیں ایک وہ کہ دن دھاڑے سو نہ کھولے
بے تکلف بازاروں میں پھرتی ہیں۔ یہ مطلقاً مردوں کی مثل ہیں مگر چادر نہ پائیں۔

اقول اگرچہ خود بد لٹافی سے پھرنے کی عادی ہوں کہ وہ حرام ہے اور شرع
حرام کا حکم نہیں دیتی۔ دوسری وہ کہ برقع اور ڈھکڑن کو آتی جاتی ہیں یہ بھی معذور ہیں
جو سکتیں مگر ایسی حالت میں کہ برقع یا چادر نہ پائیں۔ تیسری وہ کہ رات کو چادر اور ڈھکڑن
مخلوں تک جاتی ہیں جس طرح رام پور و بدایوں کے بہت گھروں کی رسم سنی گئی ان کیلئے دن
میں شاید عذر ہو سکے۔ شب میں ہرگز نہیں۔ مگر یہ کہ کنوئیں پر مردوں کا مجمع ہوا اور جمعہ میں چائے
اور شکر شرب کو بھی نہ جاسکتی ہو۔

جو تنگی وہ کہ شب کو چادر کے ساتھ بھی دور نہ جاسکے۔ صرف اس کی عادی ہو
کہ گھر سے نکل کر سامنے کے دروازے میں دو قدم رکھ کر چلی جائے۔ اس کیلئے اگر کو ان
ایسا ہی قریب ہے اور اس پر مرد نہیں تو مضر نہیں اور اگر کو ان دور ہے یا وہاں
مردوں کا اجتماع ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ معذور ہے۔

پانچویں وہ کہ گھر سے باہر قدم رکھنے کی مطلقاً عادی نہیں جس طرح محمد اللہ
تعالیٰ بریلی میں شریف زادیوں کا دستور ہے۔ یہ ہر طرح معذور ہے اور کیوں کہ اسے
مجبور کیا جائے گا حالانکہ اس نے کو ان دیکھا تک نہیں نہ اس تک راہ جانتی ہے
نہ کسی سے پوچھ سکے گی نہ اس کے قدم اٹھیں گے۔ ولا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا
عادت چھڑانے میں حرج ہے خصوصاً وہ نیک عادت کہ کمال حیا پر مبنی ہو اور حیا
جتنی زائد ہو اسی قدر بہتر۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: الحیا خیر مکلہ
یا سراسر بہتر ہے۔ رواہ البخاری و مسلم و ابوداؤد و النسائی عن عمران بن حصین رضی
اللہ تعالیٰ عنہ و عن الصمہ بن عیسہ:

اد پر گذر کہ شریعت مطہرہ نے ہمارے ایک پیسے کا لحاظ فرمایا۔
کہ پانی پینے والا پیسہ کی جگہ دو مانگتا ہو نہ دو اور تمیم کر لو۔ ان شریف زادیوں کو
اگر کوئی دس روپے بلکہ باقتدار حیثیت ہزار روپے دے اور کہے کہ کنوئیں سے

پانی بھر لاؤ۔ ان سے ہرگز نہ ہو سکے گا۔ ولہذا محمد تو یہ اس پر کیوں کر مجبور کی جائیں۔

یہ ہے وہ جو براہ فقہ ذہن فقیر میں آیا۔

ولا اقول انہ حکم اللہ عزوجل بل ارجو ان یکون حکمہ تعالیٰ
فلینظر فیہ العلماء الذین بالہم عین یبصرون بہا ولہم
قلوب یفقهون بہا واللہ یہدی السبیل وھو جسی ونعم الوکیل
شریعت مطہرہ نے جو بھی سہولتیں، رخصتیں غایت کی ہیں اس میں رحمت
بالائے رحمت، کرم بالائے کرم ہے کہ متقی دعائی اطاعت گزار عصیان شعار سب کے
لئے باب رحمت کشادہ ہے۔ سب کیلئے عام ہے۔ استفادہ سے کسی کو بھی روکا
نہیں گیا ہے۔ اس سلسلہ میں بھی فتاویٰ رضویہ باب التیمم کے حواشی و تراجم کی کچھ
عبارتیں نقل کی جا رہی ہیں، مطالعہ فرمائیں۔

فتاویٰ رضویہ صفحہ ۶۲۶ کا حاشیہ جو اصل کتاب کی عربی عبارت کا اردو ترجمہ ہے
شریعت مطہرہ نے جو رخصتیں غایت فرمائی ہیں، مثلاً مسافر و زہد تھاکر سکتا ہے چار
رکعتیں فرض کی دو پڑھے گا۔ پانی میل بھر دور ہو تو نمازی تمیم کرے۔ ان میں مطیع دعائی سب
شریک ہوتے ہیں۔ اگر کسی نے کسی ناجائز کام کیلئے سفر کیا ہو وہ بھی قصر کرے گا، اور
روزہ قضا کر سکے گا۔ اور جو محاذ اللہ زنا سے جنب ہوا اور پانی نہ پایا تمیم کرے گا۔

اسی طرح کا دوسرا اقتباس ملاحظہ فرمائیں جو صفحہ ۶۱۵ پر ہے جس میں ایک
ظالم و غاصب کیلئے بھی وہی رعایت ہے جو ایک نیک شہدار۔ اتفاقاً درو کیلئے ہے۔
پانی پینے کی سبیل سے وضو کی اجازت نہیں، اگر صرف وہی پانی ہو تمیم کر لے
اور اگر کوئی شخص ظلم و غصب کا عادی ہو تو اسے بھی تمیم ہی کا حکم ہوگا۔ یہ نہ فرمایا جائے گا
کہ تو تو غاصب ہے اسے غصائے کرو و فوکر۔

شرعی سہولت کی کچھ اور نظریں

۱۔ مسافر ایسی جگہ ہے کہ ساری زمین بھیگی ہوئی اور ناپاک ہے کہیں نماز پڑھنے
کی جگہ نہیں۔ اگر جلدی کر کے وہاں سے نکل سکتا اور پاک زمین نماز کیلئے پاسکتا ہو تو
ایسا ہی کرے۔ اور اگر دیکھے کہ جب تک وقت جاتا رہے گا تو وہیں اٹھائے سے
پڑھ لے اور اس نماز کا پھر ناجی ضرور نہیں۔

۲۔ جو ایسی جگہ ہو جہاں نہ پانی نہ پاک مٹی وہ نمازوں کے وقت نماز کی صورت اور اگر
حقیقتاً نماز کی نیت ہو۔ پھر قدرت پانے پر ان نمازوں کی قضا پڑھے۔

۳۔ اگر کچھڑ کے سوا تمیم کو کچھ نہ ملے تو اگر وقت میں دوست ہے، کپڑا یا اپنا پاؤں
مثلاً اس سے سان لے، جب خشک ہو جائے تو اس سے تمیم کرے۔

یہ جزیئے۔ باب التیمم فتاویٰ رضویہ کے حاشیائی ترجمہ ہیں۔ صفحہ ۶۱۵، ۶۱۶
وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

امام احمد رضا کی افتائی جامعیت کا یہ عالم ہے کہ پونے دو سو صورتیں پانی
سے طہر کی گنا دیں جن کے بعد تمیم روئے، اس کے علاوہ ایک سو اکیس ایسی شمار
کر دیں جن سے تمیم کرنا جائز ہے اور ایک سو ۲۰ ایسی چیزیں بتا دیں جن سے تمیم ناجائز ہے

فقیہ ہندوستان

از: مولانا عبدالقدوس مصباحی نائب صدر مدرس
دارالعلوم اسماعیلیہ جوڈھپور، راجستھان۔

ابتدائے آفرینش سے سنت الہیہ جاری ہے کہ جب بھی اس خاکدان
گیتی پر کفر و شرک کی گھنگھور گھٹا چھائی، الحاد و بے دینی کا دور دورہ ہوا تو اس نے اپنے
ایسے مقرب اور برگزیدہ بندوں کو مبعوث فرمایا جنہوں نے کفر و شرک کی دھجیاں اڑادیں
اور الحاد و بے دینی کی جگہ کلمہ توحید بلند فرما کر ظلمت کدہ عالم کو بقعہ نور بنا دیئے !
ان مقدس اور برگزیدہ ہستیوں میں انبیاء و رسل علیہم الصلوٰت والتسلیمات
کی با عصمت ذات والا صفات ہیں جو حسب تقاضا و ضرورت مطلع رسالت و نبوت
پر طلوع ہوتی اور تیرہ ذار یک فضا میں اتر کر کھیرتی رہیں۔ لیکن جب باب نبوت و
رسالت پر آہنی قفل ڈال دیا گیا اور کفر و شرک، الحاد و بے دینی نے سر اٹھایا تو حضرات
صحابہ کرام، تابعین عظام، ائمہ دین اور فقہائے کرام اس کی سرکوبی فرماتے رہے۔
فقہائے کرام میں ائمہ اربعہ حضرت امام اعظم حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی
حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم اُن فی نقاہت پر طلوع ہوئے۔ ظلم و عدوان سہمے
نید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، لیکن بڑی بیباکی، بلا لحاظ لومۃ لائم کلمہ حق بلند
فرماتے رہے اور ان کی زبان حال پکار پکار کہتی رہی۔

دار ہوسولی ہو پہاڑوں کی نظیر

نوا پناہر بلند سے سنا سکتے ہیں ہم

انیسویں صدی اپنے نصف مراحل طے کر چکی تھی۔ سرزمین ہند ماتم کناں اور
غملگا دھتی۔ اس کی فضائے لبیطیں آہ دفناں کے نالے بلند تھے۔ ذرہ ذرہ رحمت باری
کا منتظر، شمال و جنوب کا کوہ کوہ سسک رہا تھا۔ مشرق و مغرب کا گوشہ گوشہ
سگوار تھا۔ عقیدت مند بے چین دبے قرار تھے۔ حق پرستوں کی صدائے حق جبر و اکرام کے
نہنگاموں میں دبائی جا رہی تھی۔ ناموس رسالت پر مرٹنے والے ماہی بے آب تھے
ایک طرف اغثنی یا رسول اللہ، المدد یا غوث کے دل ہلا دینے والے نعرے حرمت
نبوت پر بازی لگا دینے والوں کے دلوں میں جیجان برپا کر رہے تھے تو دوسری
طرف شرک و بدعت، الحاد و کفر کی گرد میں مٹیہ کر تیر و کمان کی مشق جاری تھی !

غرض ایسی ہولناک فضا میں حق پرستوں کی صدائے حق رنگ لائی۔ آہ و
قناں باب اجابت سے ٹکرائی۔ سرزمین بریلی رشک ثریا بنی، اقبال مندی کا ستارہ
چمکا، شب دیگور کے تار تار کھجھر گئے۔ پوکھٹی، غور شید و لایت اور ماتہ تاب مجذبت
و نقاہت افق بریلی پر نمودار ہوا اور اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت فقیہ المثال فقیہ
مولانا احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ۔ اشوال المکرم ۱۲۸۴ھ روز
شنبہ بوقت ظہر مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۹ء کو مطلع شہود پر جلوہ گر ہوئے۔

اعلیٰ حضرت کے آباد اجداد فضل و کمال کے تاجدار اور علم و عمل کے شہنشاہ تھے
آپ کی پانچویں پشت میں حضرت مولانا محمد اعظم خاں صاحب علیہ الرحمۃ زہد و اتقا
میں یکانہ روزگار اور یکیتائے زمانہ تھے۔ شاہزادہ کاسٹیک محلہ معماران بریلی میں قیام
پذیر تھے۔ ان کے صاحبزادے حضرت مولانا حافظ کاظم علی خان صاحب علیہ الرحمۃ
ہر جماعت کو آپ کے در پر حاضری دیتے اور گرانقدر رقوم قدموں پر شمار کرتے۔

ایک مرتبہ موسم سرما میں حضرت مولانا شاہ محمد اعظم خاں علیہ الرحمۃ کڑکے کی سردی میں
آگ کے پاس رونق افروز ہیں۔ سردی کی کوئی سرمائی پوشاک نہیں۔ حضرت مولانا حافظ
کاظم علی خاں علیہ الرحمۃ نے اپنا بیش بہا دوشالا اتار کر والد ماجد کے جسم اطہر پر ڈال دیا
حضرت نے انتہائی استغنا اور بے پرداہی سے اتار کر آگ میں رکھ دیا۔ حضرت حافظ
صاحب کے دل میں خیال پیدا ہوا کاش یہ دوشالا کسی اور کو عطا کر دیا جاتا۔ ادھر
چشم ولایت نے دوسرے کو دیکھ لیا۔ حضرت شاہ صاحب نے بھڑکتی آگ سے دوشالا
نکال کر پھینک دیا اور فرمایا کاظم! فقیر کے یہاں دھکے پھکے کا معاملہ نہیں۔ لے اپنا
دوشالا۔ دیکھا تو دوشالا صاف شفاف جوں کا توں نکلا۔ ایک تاریکی متاثر نہیں ہوا۔
یہ کرامت منظر ہے اس معجزہ نبوی علیہ التحیۃ والثناء کا جبکہ مختار دوعالم علیہ السلام
نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دعوت میں کھانا تناول فرما کر دستِ اختیاری حضرت
انس کے دسترخوان میں مس فرمایا تو اس کی اثر پذیرائی یہ ہوئی کہ حضرت انس کا وہی
دسترخوان جو کثرت استعمال سے میلا ہو گیا تھا ایک مرتبہ کسی دعوت میں حضرت

انس نے دسترخوان کو دیکھتے ہوئے تو رہیں ڈال دیا۔ دیکھتی آگ نے دسترخوان کا ایک ریشہ بھی نہیں جلایا بلکہ ایسا صاف و شفاف ہو کر نکلا کہ میل کا نام و نشان بھی باقی نہ تھا۔ یہ آبا کی فیضان تھا اعلیٰ حضرت پر کراچی تہذیب پر مہتاب اور مطلع فقاہت پر آفتاب بن کر چمکے۔ اعلیٰ حضرت جب اپنے استاد سے ناظرہ کلام پاک تعلیم حاصل کر رہے تھے استاد زبردت تھے اور آپ زیر پڑھ رہے تھے۔ آپ کے جد امجد علیہ الرحمہ نے یہ کیفیت دیکھ کر آپ کو اپنی آغوش میں لے لیا اور قرآن پاک کے اوراق الٹ کر ملاحظہ فرمایا تو واقعی کتابت کی غلطی سے بجائے زیر زبر لکھا ہوا تھا اور صحیح وہی تھا جسے اعلیٰ حضرت پڑھ رہے تھے۔ اس کے بعد آپ کے جد امجد نے ارشاد فرمایا بیٹا! مولوی صاحب جو پڑھا رہے تھے اُسے تم نے کیوں نہیں پڑھا۔ عرض کی! ارادہ کرتا تھا کہ استاد کی تعلیم کے مطابق پڑھوں لیکن بجلے زبر زیر زبان نہ ہو جاتا تھا۔

یہ واقعہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ایام طفولیت ہی سے غلط روی سے محافظت کی گئی۔ اور صحت و صراط مستقیم پر چلنا و دلالت کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ درست و دشمن نے دیکھا کہ آپ رشید و ہدایت کے بدر کامل بن کر چمکے اور ہزاروں کھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ راست پر یکا مزن فرمایا۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی فقاہت پر اولین شہادت اور مستند ثبوت یہ ہے کہ علوم عقلیہ و نقلیہ کے فارغین عموماً اور عادیۃً افتاء کے فرائض منصبی سے نا آشنا ہوتے ہیں ایک آپ اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب علیہ الرحمہ سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل سے فارغ ہو کر بعمر ۱۴ سال مسند افتاء پر رونق افروز ہوئے اور سب سے پہلے مسئلہ رضا عت پر تحریر فرمایا جو بالکل صحیح اور درست تھا۔ ذہن میں مسائل فقہیہ کا استحضار اس قدر تھا کہ سائل عرض خدمت کرتا اور آپ برجستہ محقق اور مدلل جواب باصواب عنایت فرمادیتے بلکہ بیک وقت کئی سوالات عرض خدمت کر دیتے جاتے اور آپ ہر ایک سوال کا جواب بالترتیب دانی و کافی مرحمت فرمادیتے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی فقاہت کا انمول ذخیرہ اور بے مثال گنجینہ فتاویٰ رضویہ ہے جو بارہ جلدوں میں ہیں اور ہر جلد قریب ہزار صفحات اور ہزار مسائل فقہ پر مشتمل ہے جس کا ہر مسئلہ فقاہت اعلیٰ حضرت کا منظر ہر اتم ہے اور آپ بجز وہاں ہے جو ٹھاکھیں مار رہا ہے۔ فتاویٰ رضویہ کا بنظر غائر مطالعہ کرنے کے بعد دوسری کتب فقہیہ متون و شروح کے مطالعہ کی چنداں ضرورت نہیں رہ جاتی ہے۔ مثلاً فتاویٰ رضویہ جلد سوم مرد کی شرمگاہ کے اعضاء کو ثابت کرنا آپ کی فقہ دانی پر ایسی شہادت ہے جو آفتاب نیم روز سے بھی زیادہ درخشاں اور تابندہ ہے۔ چنانچہ آپ نے پہلے چالیس مستند و معتبر کتب فقہیہ اور فتاویٰ کے حوالے سے شرمگاہ کے اعضاء کو مدلل و محقق فرمایا پھر ترقی نظر سے ایک عضو شرمگاہ پر دلائل ثبت فرما کر ثابت کیا کہ مرد کی شرمگاہ کے اعضاء ہیں جو کہ کتب فقہ میں تو یہ کا ذکر نہ آتا نہ ذکر عدم کو مستلزم نہیں اور مذاہن میں استیعاب کا ذکر اور نہ تحدید تعداد پر کوئی دلیل موجود۔

نیز رسالہ الہادی الحاجب عن جنازة الغائب میں غائب کی نماز جنازہ کے عدم جواز کو چھپاسی معتبوسہ مستند کتب فقہیہ متون و شروح کی ۲۳۰ عبارتوں سے آراستہ فرمایا پھر احادیث مبارکہ سے مدلل فرما کر نجاشی بادشاہ پر نماز جنازہ غائبانہ پڑنے کی ایسی نفیس تاویلات کیں کہ مسئلہ واضح و منقطع ہو جاتا ہے اور مجال دم زدن اور گنجائش شکوک و شبہات نہیں رہ جاتی ہے۔

حضرات فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ درحالت قیام دونوں پاؤں کے درمیان چار انگلیوں کی کشادگی اور درحالت رکوع انگلیوں کا بسوئے قبلہ ہونا نیز رکوع میں الصاق کعبین (دونوں ٹخنوں کا ملانا) منون ہے۔ مگر صاحب مفتاح الصلوٰۃ نے فرمایا کہ اگر رکوع میں حقیقتہً الصاق کعبین ہو تو پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ سے انحراف اور قیام میں چار انگلیوں سے زیادہ کشادگی لازم آئے گی جس سے دو فعل منون فوت ہو جائے گا اور نیز دونوں ٹخنوں کو حقیقتہً ملانے میں حرکت کثیر لازم آئے گی۔ لہذا انھوں نے الصاق کعبین کو مجاز پر محمول فرمایا یعنی ہر ٹخنہ کو دوسرے کی جانب جھکا دینا۔ اور ایک دوسرے کے مقابل کر دینا۔

اس پر اعلیٰ حضرت اپنی فقہی بصیرت سے ایسی تحقیق امتیاز فرماتے ہیں کہ الصاق کعبین کو اس کے معنی حقیقی پر محمول کرنے کے باوجود درحالت قیام دونوں پاؤں کے درمیان چار انگلیوں کی کشادگی اور رکوع میں انگلیوں کے قبلہ رو ہونے کی منونیت علیٰ حالہ باقی رہتی ہے اور حرکت کثیرہ نہیں لازم آتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ پاؤں کو خفقی حالت پر رکھا جائے اور پنجوں کے درمیان چار انگلیوں کی کشادگی ہو تو ایڑیوں کے درمیان کم اور ٹخنوں کے مابین بہت کم فاصلہ رہ جاتا ہے اور پھر کہ ٹخنے ابھرے ہوئے ہیں تو پھر رکوع میں تھوڑی حرکت اور تھوڑے سے جھکاؤ سے ایک ٹخنہ دوسرے سے مل جائے گا اور انگلیوں کا انحراف قبلہ سے بالکل نہ ہوگا۔ ان اگر کوئی بہت مڑتا ہے کہ دونوں پاؤں کے درمیان چار انگلیوں کا فاصلہ نہ رکھ سکے اور اس نے بالشت بھر فاصلہ رکھا تو وہ اس سے مستثنیٰ ہے لہذا اس کے لئے الصاق کعبین منون نہیں۔ اگر الصاق کعبین کرے گا تو حرکت کثیرہ کے ساتھ ساتھ انگلیوں کا قبلہ سے انحراف لازم آئے گا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ یہی صورت خاص صاحب مفتاح الصلوٰۃ کے خیال مبارک میں ہو جس پر انھوں نے الصاق کعبین کو معنی مجازی پر محمول فرمایا ہو۔

کتنی نقیہ باریک بینی سے اعلیٰ حضرت نے صاحب مفتاح الصلوٰۃ کے اقوال کی بھی تاویل فرمادی اور اصل مسائل کو منقطع فرمادیا کہ مجال شکوک و شبہات نہیں رہ جاتا ہے۔

اسی طرح غسل میت کے باب میں مسئلہ ہے کہ بعد موت بسبب انفادام محل مسک نکاح ختم ہو جاتا ہے اور شہرہ راہی ہو جاتا ہے لہذا شہرہ راہی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا اس پر تقاضا واقع ہوا کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے حضرت

اعلیٰ حضرت کی رفعت و نقاہت کے سامنے غیروں نے بھی سر ٹیک دئے اور کہنے پر مجبور ہو گئے "مولانا احمد رضا خاں صاحب قلم کے بادشاہ ہیں جس مسئلہ پر قلم اٹھایا نہ موافق کو ضرورت افزائش اور نہ مخالف کو دم زدوں کی گنجائش" اختلاف مسلک کے باوجود آپ کی نقاہت کا اعتراف بر ملا کیا چنانچہ معارف اعظم گڑھ رقمطراز ہے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب اپنے وقت کے زبردست عالم مصنف اور فقیہ تھے انھوں نے چھوٹے بڑے سیکڑوں فقہی مسائل سے متعلق رسالے لکھے ہیں۔ قرآن کا ایک سلیس ترجمہ بھی کیا ہے۔ ان علمی کا ناموں کے ساتھ ساتھ ہزار ہا فتوؤں کے جوابات بھی انھوں نے دئے ہیں۔ ان کے بعض فتوے کئی کئی صفحوں کے ہیں۔ ان کی نظر بڑی وسیع ہے۔ دو جلدیں پہلے شائع ہو چکی ہیں۔ اب تیسری جلد سنی دارالاشاعت مبارکپور نے شائع کی ہے۔ اس جلد میں ۸۴۲ مسائل ہیں۔ ابھی ان کے فتاویٰ کی آٹھ جلدیں اور باقی ہیں۔ ان فتاویٰ میں بعض پیدا شدہ مسائل کے متعلق بھی فتوے ہیں جن کا جواب مولانا نے بڑی وسعت نظری سے دیا ہے۔ بہر حال مولانا کے مخصوص خیالات (مسئلہ تکفیر) سے قطع نظر ان کے فتاویٰ اس قابل ہیں کہ ان کا مطالعہ کیا جائے۔ ان سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ (معارف اعظم گڑھ فردی سلاخ ۶) والحق ما شہدت بہ الاعداء۔ حق وہ ہے جس کی گواہی مخالفین بھی دیدیں۔

سہولیات شرعیہ کا بقیہ

اس کے علاوہ ان چیزوں کا بھی بیان ہے جس سے نیم کے جائز و ناجائز ہونے میں ایمہ کے درمیان اختلاف ہے۔ جن حضرات کو دینی ذوق ہے اور مذہبی علوم کی اگلی تہ دہسی انھیں میرا مشورہ ہے کہ غیر جانبداری اور انصاف کی نگاہ سے فتویٰ رضویہ کا براہ راست مطالعہ فرمائیں تو ہم سے زیادہ مستفید و شرعی مسائل سے بہرہ ور ہوں گے۔ میں قطعاً عربی دان نہیں ہوں۔ صرف مختصر فارسی شناس وارد آموز ہوں۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ ہر دور شعور سے علاقہ بستی محلہ اہل خانہ کو قدیم مسلک اہل سنت و عقیدہ و عمل میں سبیل مومنین کا پابند پایا۔ وہی پابندی میں نے بھی اختیار کی اور اسی پر مجھ تعالیٰ اب تک قائم ہوں۔ اور اسی پر قائم رہنے کی دعا کرتا ہوں۔ عرصہ دراز سے امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے ترجمہ قرآن کو حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کی اردو تفسیر کے ساتھ برابر پڑھ رہا ہوں۔ اور یہ سعادت بھی اس لئے حاصل ہے کہ میں اسی کلام پاک میں تلاوت کرتا ہوں جو رضوی ترجمہ و تفسیر سے مترجم و مفسر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قارئین کی خدمات میں قدر قلیل اپنے تاثر کو پیش کیا ہے درز میری علم بفاعت ہی کیا تھی کہ اس مفرد اپنے زمانے کے یکتا و درجے بہاد گویا اب سزاوار امامیت پر اپنے قلم غام کو جنبش دیتا۔ جن کی جناب بک رکاب کے سامنے عرب و عجم حل و حرم کے بڑے بڑے علماء ہند کا قلم سرنگوں ہے میری زندگی اسکول و کالج کی زندگی رہی ہے اور آج بھی ہے جو کچھ ہو سکا ہے مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائے اور غلطیوں کو معاف فرمائے آمین اور قارئین بھی صرف نظر سے کام لیں۔

خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو غسل دیا جس سے شوہر کا اپنی بیوی کو غسل دینے کا جواز ثابت ہوتا ہے

اعلیٰ حضرت تحقیق فرماتے ہیں کہ حضرت مولیٰ علی کا حضرت خاتون جنت کو غسل دینا معنی مجازی پر محمول ہے یعنی غسل تو حقیقتہً حضرت ام المن رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دائی نے دیا تھا اور حضرت مولیٰ علی نے چونکہ غسل دینے کا حکم دیا یا اسباب غسل مہیا فرمایا اس لئے مجازاً غسل کی نسبت حضرت مولیٰ علی کی طرف کر دی گئی مثلاً کہا جاتا ہے۔ قتل الامیر فلانا و قاتل الملک القوم الفلانی۔ یعنی حقیقتاً تو فلان کو جلاد نے قتل کیا ہے لیکن چونکہ امیر قتل کا حکم دیتا ہے اس لئے قتل کی نسبت امیر کی طرف کر دی گئی۔ اسی طرح کسی قوم سے قتال و جنگ بادشاہ وقت کے سپاہی اور اس کی فوج کرتی ہے لیکن چونکہ بادشاہ کے حکم سے کرتی ہے لہذا قتال کو بادشاہ کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ نیز حدیث میں ہے اذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای امر بالتأذین حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کہی یعنی چونکہ اذان کا حکم حضور نے دیا لہذا اذان کا کہنا حضور کی جانب منسوب ہو گیا اور اگر غسل کی نسبت حقیقتاً مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی طرف ہو تو بھی تعارض سے رفع ہو جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت اس کی تحقیق یوں فرماتے ہیں کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ ابدالاً باہل تک باقی ہے کبھی ختم نہ ہو گا لہذا حضرت مولیٰ علی نے واقعی حضرت خاتون جنت کو غسل دیا۔ اسی لئے منقول ہے کہ جب مولیٰ علی پر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اعتراض فرمایا تو حضرت مولیٰ علی نے جواباً ارشاد فرمایا اما علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان فاطمة زوجتك في الدنيا والآخرة۔ اے ابن مسعود کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ فاطمہ دنیا و آخرت میں میری بیوی ہے۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہو گیا کہ حضرت خاتون جنت کے دھال کے بعد بھی مولیٰ علی ان کے لئے اجنبی نہ ہوئے اور رشتہ زوجیت منقطع نہیں ہوا۔ لہذا اس سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام کے نزدیک بھی بیوی کو شوہر کا غسل دینا ناجائز تھا۔

اس لئے حضرت مولیٰ علی نے یہ نہیں فرمایا کہ شوہر بیوی کو غسل دے سکتا ہے بلکہ اپنی خصوصیت کی جانب اشارہ فرمادیا۔ یہ ہے اعلیٰ حضرت کی نقاہت اور فقہی بصیرت و تحقیق کی چند مثالیں جن کو دیکھ کر بے ساختہ کہنا ہی پڑتا ہے کہ

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگے ہو گئے ہو گئے بٹھا دئے ہیں

اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جن کو خوف طوالت کی وجہ سے ترک کیا جا رہا ہے اور انھیں دو مثالوں پر اکتفا کر رہا ہوں۔

اپنے مرشد شیخ الاسلام کی دُعاؤں کے سائے تلے
دین و دنیا کی ترقیوں کا امیدوار

حکیم کبیر انوی

ہیئر ڈریسر کی حیثیت سے میری بین الاقوامی شہرت
میرے مرشد کی نگاہ کرم کا نتیجہ ہے

حکیم کبیر انوی

ماو ام جیسکس - سوسائٹی ہیئر ڈریسر

تاج محل ہوٹل ممبئی ۳۹-۴۰۰۰

فون: ۲۹۲۵۰۹ - ۲۹۷۷۵۵

صرف اربابِ نظر ہی کے وہ رہبر تو نہیں
مرجعِ اہلِ طریقت بھی ہیں اعلیٰ حضرت

روحانیات

(۱)

امام احمد رضا اور تعلیمات تصوف

(۲)

امام احمد رضا اور روحانی قدس

(۳)

امام احمد رضا اور حزم و انقیاد

(۴)

امام احمد رضا خاں نوادہ برکاتیہ کاروانی فرزند

(۵)

امام احمد رضا چٹم و چراغ خاندان برکاتیہ

تعلیمات تصوف

جناب عجاز مدنی، ایم اے ڈیپ، ایل بی لیسٹنس
لاہور میں برہانی کالج، ممبئی

دکاشفہ میں ادلائل و گفتگو میں تقریر و تحریر میں اپنائی نہیں رکھتے تھے امام احمد رضا ان گنت چنے صاحب علم و فضل میں تھے جن پر پروردگار عالم نے اپنے رسول مکرّم و مکرّم کے صدقے میں آپ پر اپنی عنایات و مہربانی عزّت و منفعت تمام کی تھی۔ جیسے جی آپ کی بڑی عزّت ہوئی اور بعد پروردہ فرمانے کے بھی آپ کا وہ نہ پرا تو ار مرجع خلائق و بخشش حقائق بنا ہوا ہے مزار اقدس پر بھی وہ رعب علی و جلال خسروی ہے کہ کلچر کا پسینہ لگتا ہے مگر افسوس ہے سوانح نگاروں پر جنہوں نے اعلیٰ حضرت کی صوفیانہ زندگی، عشق رسول و سوز جگر حزن و ملال اور کیفیت قلبی، سرور باطنی احوال ظاہری کا کہیں پر ذکر نہ کیا۔ جہاں علماء کا اجتماع فتویٰ کی بھر مار ظنی موشگافیاں خواہ مخواہ کی لہر تریاں عشوہ طرزاں اور وہ بات ہی نہیں جس کو دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں۔ مولانا نے محترم کی زندگی کا سب سے زیادہ آثار پہلو عاشق رسول ہونا ہے تاکہ ایک ظاہر دار نظر میں عالم ہونا اور اپنے محض و رس سے معاشرانہ جھک کر کے داد حاصل کرنا تھا۔ میرے خیال میں مولانا کے جتنے بھی پرستار آج تک پیدا ہوئے سب کے سب مدارس کے فارغ علمائے دین تھے ان میں کوئی مجذوب نہیں، عشاق سرگرداں و پریشان نہیں تھا۔ ایسا صاحب جلال و جمال آقا مولا نثار الدین نہیں تھا جو اپنے پیر و مرشد کی اندرون کیفیات، انماک عبادت، خلوص تقویٰ و طہارت اور بیچینی و در در فرقت کی کیفیات کو پیش کر سکتا جیسا کہ ایک مرتبہ اہل مجلس سے مخاطب ہو کر آپ نے کہا تھا مفہوم یہ ہے کہ حضرت خواجہ فرید الدین کی زندگی کا اہل جوہر اور معاصرین میں ان کا امتیاز و برج ذوق و شوق درود عشق اور جذب الہی دخل مستی میں مستور رہا ہے۔ فرماتے ہیں ایک بار حضرت شیخ کبیر جرجہ میں دایمانہ گشت نکلتے تھے اور چہرے کا رنگ سفید تھا۔ بابا فرید بقیاب ہو کر کہنے لگے "میری آرزو ہے کہ ہمیشہ آپ ہی کا ہو کر رہوں، خاک ہو جاؤں اور آپ کے قدموں کے نیچے زندگی گزے مجھ مسکین و بیچارے کا دل و جان میں مقصود آپ ہی ہیں آپ ہی کے لئے جیتا ہوں آپ ہی کیلئے لڑتا ہوں

خواہم کہ ہمیشہ درون لئے تو زیم — خاک شوم و بزریر پائے تو زیم
مقصود دس خستہ ز کونین توئی — از ہر تو میرم از براے تو زیم

حضرت امام احمد رضا کی جتنی بھی سوانح مرقا اب تک لکھی گئی ہیں ان تمام میں حضرت کا علامہ وقار پورے آپ ذاب کیساتھ پیش کیا گیا ہے ایسے لگتا ہے جیسے عہد جدید کا علامہ سیوطی شریعت مطہرہ کے تمام اصول و نکات کو نہ صرف اپنی فہم و بصیرت سے بیان کر رہا ہے بلکہ مجتہدانہ طور پر شکل مسائل کو حل بھی کر رہا ہے اور پھر بھی بات خلافت قرآن و سنت ثابت نہیں ہوتی: اعلیٰ حضرت ۱۰ سوال بروز ہفتہ (۱۲۹۵ھ) کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد مولوی نقی علی خان بھی بڑے عالم اور بزرگ شخص تھے۔ نوجوانی کی عمر میں (۱۲۹۵ھ) گویا ۲۱ سال کی عمر میں دونوں باپ بیٹے یک وقت "شاہ آل رسول مارہروی سے بیعت ہوئے اور تمام سلسلوں کی اجازت و خلافت اور سند حدیث حاصل کی مولوی رحمان علی مولف مذکورہ علامہ ہندو قسطنطنیہ میں کہ "اعلیٰ حضرت اپنے والد ماجد کے ساتھ ۱۲۹۵ھ میں حرمین شریفین کی زیارت کو تشریف لے گئے تھے وہاں کے اکابر علماء یعنی سید احمد طحان مفتی شافعیہ اور عبدالرحمان سراج مفتی حنفیہ سے حدیث فقہ اصول تفسیر اور دوسرے علوم کی سند حاصل کی۔ ایک دن غار مغرب مقام ابراہیم علیہ السلام میں ادا کی، نماز کے بعد امام شافعیہ حسین بن صالح حمل الیل بکیر کن سابقہ تعارف کے ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنے گھر لے گئے ویر تک ان کی پیشانی کو تھامے رہے اور فرمایا "اے لاجلہ لہذا اللہ من صد الجین" (بیک میں اس پیشانی سے اللہ کا نور پاتا ہوں) اس کے بعد صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے سند مذکور میں امام بخاری علیہ الرحمۃ تک گیارہ واسطے ہیں "کہ معظمہ میں جب کہ آپ سجدہ خیف میں تھا ویکامات کے وقت ٹھہر گئے تھے اور رات کا بڑا حصہ عبادت و ریاضت میں صرف کیا تھا اسی رات آپ کو مغفرت کی بشارت ہوئی۔ اللہ ان کے درجات بلند کرے اور ان کے واسطے سے ہم گنہگاروں کی بھی اللہ اپنے پیارے حبیب کے صدقہ میں مغفرت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ ان دو واقعات کو جو حرمین شریفین میں پیش آئے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ثابت ہوا اعلیٰ حضرت ہمچنین ہی سے مادر زاد اول تھے اس لئے تعلیم و تعلم میں علم فقہ و فتویٰ نویسی میں علم تصوف اور سلوک و مجاہدہ میں مناظرہ

ابن نعمت خاص بے بہار نہ شناخت
پس شکر نگفت و محبت النیاں نگزید
ی داں یہ یقین کہ او خدا را نہ شناخت

بہت غور و فکر کے بعد ہم نے اسی لئے یہ پیشکش کی ہے عارفین و عاشقین
عارف باللہ سے کہ وہ امام احمد رضا کی سیرت مقدسہ خالص اس انداز میں مرتب کریں
جیسی کہ تذکرۃ الاولیاء ہے "سیرۃ فخر العارفین شریف ہے۔ یا جیسا کہ صوفیاء کی
پاک زندگیوں پر اکثر تذکرے تحریر میں لائے گئے ہیں۔ صوفیائی زندگی پر کسی کامل
صوفی و ولی کو ہی لکھنا چاہئے یہ عالم کا کام نہیں۔ سلوک کا راستہ ہی دوسرے عشق
رسول و جذب الہی میں جن کیفیات سے خود صاحب سلسلہ کو گذرنا پڑتا ہے وہی
بہتر جان سکتا ہے کہ مذکور کا مقام اتقا، کنارف و افضل ہے صوفی ہی نظر سے حجابات
الہی اٹھتے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے وہی خود بہتر اندازہ لگا سکتا ہے۔ اور بہتر طور پر
اپنے سے افضل صاحب مقام حضرات کی پاک زندگیاں پیش کر سکتا ہے تصوف
کا علم قیاس و پیمائش پر یقین کی بنیادوں پر قائم ہے۔ اس لئے سلسلہ قادریہ، رضویہ،
برکاتیہ، بزرگوں کو چاہئے کہ وہ اپنے سلسلہ کے بزرگوں کا تذکرہ صرف خالص علمی انداز
میں مرتب نہ کریں بلکہ صوفیانہ زندگی کو بھی پیش کریں اور تمام محاسن و مناقب کا کافحہ
جائزہ لیں تب ہی بات قارئین کی سمجھ میں آئے گی کہ ایسے دور ابتلا میں بھی کیسے کیسے قلب
وقت چھپے بیٹھے تھے۔ دنیا انہیں مقتدر علمائے دین سے جانتی تھی لیکن باطن میں کیسے
فنائی اللہ باقی باللہ تھے۔

حضرت امام احمد رضا خاں قادریہ سلسلہ کے بزرگ ہیں آپ کی
عالمانہ شخصیت تو اظہر من الشمس ہے لیکن آپ کی صوفیانہ زندگی، ادب و احترام رسول
و اولیاء اللہ بھی جو جانتے ہیں ان پر خوب ظاہر ہے۔ آپ نے حضرت غوث الاعظم
پیران پیر حسنی حبیبی غوث الصلواتی قطب ربانی محبوب سبحانی مقبول ہر دروہ جانی شیخ
سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیمات پر بصدر دل عمل کیا ہے اور ذات
درجہ احترام بھی کیا ہے۔ آپ تادم زیست بغداد کی سمت یا مدینہ کی طرف یا کعبہ کی جانب
پیر پھیلا کر نہیں بیٹھے۔ آپ نے مجلس قطب ربانی سے بہت کچھ روحانی فیض حاصل کیا
جیسا کہ پیران پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ "اے عالم ہزار مہینوں کا راستہ
ٹے کر کے آنا کہ تو مجھ سے ایک قول سنے اور جب تو یہاں آئے تو اپنے عمل، رخصت، پارسی
اور احوال پر نظر نہ رکھے۔ تاکہ تو مجھ سے اپنا نصیب لے سکے۔ میری مجلس میں ملائکہ ادبیاء
اور غیب کے لوگ آتے ہیں تاکہ وہ مجھ سے بارگاہ کبریا میں تواضع کے آداب سیکھیں
حق تعالیٰ نے کوئی ولی پیدا نہیں کیا جو بصورت زندگی جسمانی اور بصورت موت روحانی
میری مجلس میں شریک نہ ہوا ہو۔ آپ کے آداب آپ کا نصیب آپ کا مقام ولایت
اور جو کچھ بھی آپ کو مقام جلیل ملا ہے وہ صاحب سلسلہ کی دعاؤں اور برکتوں کا نتیجہ
ہے۔ اعلیٰ حضرت پر حضرت غوث اعظم کی بڑی نظر تھی اس لئے انہیں کہہ رہا تھا

یہ شعر پڑھ کر سجدے میں سر رکھ دیتے تھے۔ پھر یہ شعر پڑھتے اور حجرے کا چکر
لگاتے دیر تک یہ کیفیت رہی۔ اسی طرح سیرت فخر العارفین شریف جسے حضرت قبلہ و کعبہ
مولانا مولوی حکیم سید سکندر شاہ صاحب قدس سرہ کا مزار اقدس، کانپور میں ہے
نے اپنے پیرو مرشد حضرت قبلہ و کعبہ مولانا مولوی عبدالحی شاہ صاحب رضی اللہ
و تعالیٰ عنہ کا مزار اقدس چائگام شریف میں ہے۔ ان کی حیات مبارکہ اور محفوظات عالیہ
کی روشنی میں ایک ایسی سوانح عمری مرتب کی ہے جو خود اپنی مثال آپ ہے۔
چنانچہ ان دو واقعات کی روشنی میں اعلیٰ حضرت کے سوانح نگاروں کو چاہئے کہ
میش کردہ حسب بالاطریقہ پر امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات پاک قلمبند کریں۔
اس کتاب کے تین حصے ہیں۔ پوری کتاب علم و حکمت، عرفان و بصیرت اور تصوف کے
میش بہا خزانے سے مالا مال ہے۔ حضرت قبلہ عبدالحی شاہ صاحب فرماتے ہیں تصوف
کا راستہ تواضع، عاجزی اور فروتنی کا ہے۔ تعظیم طلب اور مجلس پسند لوگوں کا نہیں
گستاخی معاف ہو میں نے کسی کی دشمنی نہیں کی، کینچڑ نہیں اچھا لہے، مرض صرف یہ کیا ہے کہ
اعلیٰ حضرت کی شایان شان صوفیانہ زندگی کی عکاسی ابھی تک نہیں کی گئی۔ جو کچھ سیرت کی
کتابوں میں ملتا ہے وہ سب علمی اکھاڑے کی باتیں ہیں۔ ان کتابوں میں کہیں بھی سلوک کی
چمک بڑی نظر نہیں آتی جو انتشار پسند ذہنوں کو تقویت پہنچا سکے۔ چاہے وہ ملک العلماء
ظفر الدین بہاری کی "حیات اعلیٰ حضرت" ہو یا مولانا بدر الدین احمد صاحب کی "سوانح
اعلیٰ حضرت"

اولیاء اللہ کے مناقب و فضائل اس لئے تحریر کرنا ضروری ہیں کہ ہر دور میں
ان کی حیات مبارکہ سالکوں کو تقویت پہنچاتی ہیں ان کے موثر ترین حالات بلکہ افضل ترین
عبادات، اہل کمال کی صاحبیت اور قربان درگاہ و الجلال کی ہم نشینی ہے کیونکہ ان کی
استقامت احوال کا مشاہدہ سالک کو بہت غششا ہے جس سے سخت عبادتیں اور دشوار
ریاضتیں جو اس طریق سلوک میں لازم ہیں آسان ہو جاتی ہیں۔ بلکہ ان بزرگوں کے معائنہ
جمال سے دل میں ایک لادریلا ہوتا ہے جس سے شک و شبہ کی ظلمت جو علت بوجہ حجاب
ہے تارل ہو جاتی ہے۔ لیکن کاملوں کی دولت، صحبت اور عارفوں کے مشاہدہ جمال
سے محروم ہونے کے بعد ان کے حالات کا مطالعہ اور ان کے آثار کی پیروی، بہت فزائی
اور ظلمت کو دور کرنے میں وہی تاثیر رکھتی ہے جیسی کہ ان کی صحبت و ہم نشینی نصیحت
و عبرت کے علاوہ اس کے بہت سے فوائد و منافع ہیں۔ اول یہ کہ اولیاء اللہ کا وجود
ایک ایسی رحمت ہے جس میں سب شامل ہیں۔ اور ایک ایسی نعمت ہے جس سے ہر
شخص واصل ہے پس "ما دینہم ربک فجدت" (اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کر)
کے بموجب ان کے مناقب و فضائل کا ذکر جو درحقیقت اس نعمت غنمی و عطیہ کبریٰ
کا شکر ہے، ضروری ہو جاتا ہے۔ اور ان صفائیوں سے اعتقاد و محبت واجب
ولازم پڑتا ہے۔ ربانی۔

ہر کس کہ کمال اولیاء را نہ شناخت

مرید صادق نے کہا پروا نہیں ہے ہم اصحابِ حسین رضی اللہ عنہ کی طرح ہمت و استقلال کا ثبوت دیں گے۔

حضرت خضر علیہ السلام غایب ہو گئے اور پھر حضرت شیخ بکری میری رحمۃ اللہ تعالیٰ حاضر ہوئے اور اپنے مرید کو پانی سے نکالا اور ساحل پر پہنچایا۔ یہ محض من گھڑٹ باتیں نہیں ہیں آپ کا معاملہ اگر اپنے شیخ سے استوار ہو۔ عقیدہ مضبوط ہو تو یقیناً امدادِ غیبی ملے گی۔ مدد کرنے والا چاہے شیخ نہ رہے۔ مگر اللہ تبارک و تعالیٰ جو تمام جہانوں کا پالنے والا اور مصیبت کے وقت ان کی مدد کرنے والا ہے یقیناً اُسے وقتوں میں محض اپنے دوستوں کی لاچار رکھنے کیلئے مفروضہ میں دکھ و درد میں مبتلا و آزمائش میں زندگی کے ہر سانحہ پر موثر برد فرماتا ہے مگر اولیاء اللہ کی بچان کہاں ہے لوگوں کو۔ اللہ نے اپنے فاضل بندوں کو بہت چھپا رکھا ہے۔ اولیائے متاخرین و سابقین اپنی ولایتوں کو بوقت ضرورت ظاہر کیا کرتے تھے لیکن آج تمام دلیوں کو بے پردگی کا حکم نہیں ہے۔ وقت پڑنے پر بھی کراہتیں ظاہر نہیں ہوتیں۔ ہوتی بھی ہیں مگر چھپائی نہیں جاتیں۔ گھبرائیں و علیتیں ایسی نمایاں ہوتی ہیں کہ دستِ غیب ثابت نہیں ہوتا۔ اعلیٰ حضرت کی زندگی میں بیشتر کراہتیں ظاہر ہوئیں مگر کسی کے ہاتھ میں آئی اور کوئی شخص شمس العلماء کہہ کر رہ گیا اصل میں بقول امام شہرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ فرماتے ہیں جو چیزیں کہ اولیاء اللہ کی معرفت سے روکتی ہیں ان میں سے اعتداجاب شہودِ ملک و مشاکلت ہوتا ہے۔ یہ بہت بڑا حجاب ہے۔ اس پر دوسرے اللہ تعالیٰ نے اکثر اولین و آخرین کو چھپا رکھا ہے حکمت الہیہ اس کی مقتضی ہے کہ اولیاء میں سے کسی کے اعتقاد پر سارے خلق کا اتفاق نہ ہو۔ اور اس میں ایک ہر شخص ہے کہ اگر ساری خلق اس دلی مصدق ہوتی تو تکذیب مکذیب برصیر کرنے کا جواز ہے کیونکہ کفر تھا۔ جو شخص کسی شخص معین کی تکفیر کر لے گا وہ اس بات کی خبر دیتا ہے کہ انجام اس کا آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کو آگ میں رہنا ہے، شہودِ مخالفت و مشاکلت نے اکثر عللے دین کو مختل زمانہ امام عالی وقار کے مزاج عارفانہ کو کھینچ کر دیا اور ان کے معاصرین نے ان کا حجب بھی موقع ملا مذاق بھی خوب اڑایا۔ گالیاں بھی خوب دیں اور لعنتِ ملامت بھی جی بھر کر کی۔ ایک مرتبہ آپ کے مرید و حبیب نے آپ سے پوچھا کہ آپ غیر مقلدین کو برا بھلا کیوں لکھتے ہیں اور انہیں برا لکھتے کر دیتے ہیں کہ مبادا وہ آپ ہی کو گالیاں دینے لگ جاتے ہیں تو آپ نے ان سے فرمایا میں چاہتا بھی ہوں کہ دشنام طراز کہیں جو، بد خصلت اور بد مذہب لوگ مرے آقا و مولانا فرمودات سید السادات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر سے ذہن ہٹالیں اور احمد رضا کو جی بھر کر کوسیں۔ میرے لئے ہی بہت بڑی سعادت ہے کہ طائف کے زنداروں کو میں نے اپنے پیچھے لگا لیا وہ جتنا چاہیں مجھے بولہاں کریں میں کچھ نہ بولوں گا۔ گویا سیدنا حضرت علی کی طرح اپنے نفس کے لئے کسی سے بدلہ نہ لینے کی قسم کھائی تھی یہ واقعہ آپ کے اخلاقِ حمیدہ کی تائید و ثبوت ہے کہ اپنے اپنے نفس کے لئے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا۔

کسی کو اپنے مفاد کے لئے تباہ و برباد نہیں کیا۔ بڑے بڑے مگر علم کے غرور میں سیدھے سادھے پر خلوص مسلمانوں سے کبھی نخوت و تکبر کا برتاؤ نہیں کیا جس سے بھی ملے خندہ

بڑے عالم تھے بلکہ اس لئے کہ وہ بزرگوں کا حد درجہ ادب کرتے تھے اور نیاز جھکا دیا کرتے تھے تمام عللے دین اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں اور گرہ میں باندھ لیں کہ جسے بھی ملے اور جو کچھ بھی ملے وہ سب ادب کا نتیجہ ہے تواضع و انکساری کا پھل ہے اپنے آپ کو تاذیل و خیر سمجھ کر لوگ آپ کا مذاق اڑانے لگیں۔ ایسے گناہ ہیں کہ بڑی بھی نہ جانتے پائیں کہ آپ مقبول بارگاہ ہیں۔ ایک دوسرے سے حدود و ثابت چھوڑ بیٹے اور جیسا صاف اور سیدھا راستہ خود عامے امام نے طے کیا ہے بالکل ویسی ہی زندگی گزار بیٹے تب جا کر آپ کو بتائیں نصیب ہوں گے اور تب آپ مجلسِ رسول میں شمولیت کی سعادت حاصل کر سکیں گے علم عمل کے لئے ضروری ہے پاک زندگی گزارنے کے لئے شاہراہ کا کام دینا ہے لیکن اسے غرور نفس کیلئے استعمال کرنا اور ایک خلقت کو ذلیل و خوار کرتے پھرنا اہل اللہ کا سلک نہیں ہے اس لئے غالباً کہا گیا کہ دین میں اخلاص اتنا ہی ضروری ہے جیسا کہ بیعت میں عقیدت عللے شہرت پسند کیلئے حضرت خواجہ خواجگان کا قول ہے۔ "پتے پانی کی آواز سننے ہو کیسے شور برپا کرتی ہیں مگر جو نہی دریا میں نہتی ہیں خاموش ہو جاتی ہیں خاموشی بھی بڑی نعمت ہے کاش نام و نمود کے متوالے یا کار اشخاص اس قولِ جمیل سے سبق حاصل کریں سائل کو تو اپنے پیر سے نسبت رکھنا چاہئے لیکن دوسرے بزرگوں سے بھی اس طرح احترام و عقیدت سے پیش آنا چاہئے جس طرح اپنے سلسلے کے بزرگوں سے عقیدت رکھتا ہے۔ اعلیٰ حضرت اپنے پیر و مرشد کی حد درجہ تعظیم کیا کرتے تھے اور آپ کے روئے اقدس پر بہت پرافتخار عالمانہ و صوفیانہ تقریر کیا کرتے تھے جب سجادۃ نشین صاحب نے ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت سے رکھو لیا کہ لے دو کتوں کی فرمائش کی تو اعلیٰ حضرت نے اعلیٰ نسل کے دو کتے خانقاہ عالیہ کا دیکھ بھال کے لئے بذاتِ خود لے آئے اور فرمایا کہ حضرت ان کتوں کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیں یہ سارا کام کاج کریں گے اور رات کے وقت رکھو لیں بھی جلتے ہیں آپ یہ دو کتے کون تھے آپ کے دونوں صاحبزادگان جن میں سے ایک حضرت قبلہ مفتی اعظم ہند تھے اور دوسرے نوربانہ ہوا زلیخا رحمت ہو گئے ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جس سلسلہ میں بھی ہوں پیر و مرشد کے انتخاب سے قبل طبعیت کرنے کے بعد پورے خلوص و دیانت داری کے ساتھ خدمتِ پیرِ محالہ چاہئے شریعتِ مطہرہ کی پابندی کرنا چاہئے۔ صوم و صلوٰۃ و تزکیہ نفس و مجاہدہ کی حق المقدور سعی ہم کرتے رہنا چاہئے جب تک کہ ادنیٰ کی جان میں جان ہے اور یہی بیعت ہے اب سوال یہ ہے کہ بیعت کسے کہتے ہیں؟ بیعت کہتے ہیں مرشد کے ہاتھ پر رکب جلنے کو۔ ساکب بیعت کے بعد خیر و امان کا نام ہوتا ہے اس کی اپنی کوئی مرضی نہیں ہوتی حضرت شیخ بکری میری رحمۃ اللہ علیہ فردوسی سلسلہ کے بہت ہی جلیل القدر بزرگ گذرے ہیں۔ آپ کے مکتوبات تصوف کی تعلیمات کی شاندار عکاسی کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک مرید حج و عمرہ واپس جہاز میں آ کر سے تھے۔ جہاز راستہ میں انہیں کی اندھ کی نذر ہو گیا اور طوفانی موجوں سے گردابِ ہلاکت میں پھنس کر پاش پاش ہو گیا۔ مریدِ محند میں فرق ہونے لگے اچانک حضرت خضر علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا کہ ہمارے ہاتھ میں ہاتھ دیجئے آپ کو محند کی عزت کر دینے والی بہروں سے بچاتے ہیں۔ لیکن آپ نے فرمایا میں یہ ہاتھ ہرگز نہ دوں گا اس لئے کہ میں اپنے شیخ کے ہاتھوں میں دسے چکا ہوں کہنے لگے حضرت ڈوب جاؤ گے تب

پیشانی سے لے کر گردن کی عزت کی۔ دوست، اجا کے اصرار پر غصے میں، خوب خوب مجلس پند و نصیحت کی گرم رکھیں اور چھوٹوں پر شفقت کی۔ اپنے مریدوں کیساتھ بھی آپ کا سلوک نہایت ولہام و عاشقانہ تھا۔ آپ ان میں ان کی ذات و صفات کی مطابقت، عمل و فضل کے موجب، عزت و مارت کے بطور رکھیں بھی عداوت یا زبردستی سے تھے۔ سلوک سب سے یکساں تھا مگر ہر شخص کی سمجھتا تھا کہ کبھی کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ آپ خوب سمجھتے تھے کہ گناہ کرنے سے اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا کہ کسی مسلمان بھائی کو ذلیل و خوار کرنے سے پہنچتا ہے۔ اہل معرفت کی عبادت نفس کی نگہداشت ہے۔ یہ ملفوظات خواجہ عثمان ہارونی ہیں جن پر محسن کو کار بند دبانہ ہو جانا چاہئے۔

امام احمد رضا ایک بہت بڑے عالم، فاضل، فقیہ، محدث، ہونے کے باوجود جو تصوف کو اتنی اہمیت دی آگے جو یہ ہے کہ وہ طریقت کو شریعت کے مخالف نہیں سمجھتے تھے بلکہ طریقت ہی کو شریعت کا جامع ترین اسوہ متقدّمہ خیال کرتے تھے۔ ہمارے مذهب میں جتنے بھی معتقد ادیب نے کلام، صوفیانہ ادب، اشعار، گزشتہ سے ہیں کسی نے بھی قرآن و سنت، نیز احکام شریعت کی خلاف ورزی نہیں کی اور کچھ اپنے ملفوظات میں ایمان شکن نظریات پیش کئے ہیں۔ موجودہ دور کے ترقی پسند پڑھ لکھ، تربیت یافتہ، آزاد خیال حضرات صرف اس لئے تصوف پر تنقید فرماتے ہیں کہ انہوں نے آج کے نام نہاد روحانی اچھوڑ کر صوفی کھلیا اور ان کے مسلک کو مسلک ادبیاء اصحاب، الصوفیہ کا دھرم سمجھ لیا ہے حالانکہ یہ اصحاب الصوفیہ تھے جن کے لئے حضور سرور کائنات، فرمایا کرتے تھے کہ تم پر سے ماں باپ، قرآن تمہاری خبر گیری، کیلئے مجھے اللہ کا خاص پیغام آیا ہے اور مجھے سخت تاکید کی گئی ہے اب یہ کچھ لینا چاہئے کہ بذات خود تصوف، کیسے۔ میں غیر ضروری تفصیل میں نہ جاؤں گا کہ صوفیہ کے کہتے ہیں اور اس کے اصطلاحی و علمی معنی کیا ہیں؟ بتانا صرف یہ ہے کہ صالحین کے مذہب، جو جتنا نفرت انگیز اور حقارت خیز آج دیکھا جاتا ہے، سچ تو یہ ہے کہ ہزارہا احداث کا راستہ ہے جس پر زندگی بھر خود نبی کریم تا صائم و صائم ہے اور آج صرف انہی مخلصین بہ الدین کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ساتھ ساتھ گامزن رہتے ہیں اور سالکوں کو راستہ دکھاتی ہے مرنے خیال میں فرقہ نما جیسے صوفیا کا طبقہ ہے جو منہ پر مہر کے باوجود ماگ سے پہنچا جاتا ہے۔ تصوف پر عبد الوہاب شترانی کے معرکہ آرا خیالات سیٹے۔ طبقات میں فرماتے ہیں کہ علم تصوف عبارت ہے ایک علم سے کہ جب اولیاء اللہ کے دل کتاب و سنت پر عمل کرنے سے روشن ہو جاتے ہیں تو وہ علم ان کے دلوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ سو جو شخص کتاب و سنت پر عمل کرتا ہے اس کے لئے اس عمل کی برکت سے ایسے علوم و ادب و اسرار و حقائق ظاہر ہوتے ہیں جن کے بیان سے زبانیں عاجز ہیں۔ پس تصوف خلاصہ ہے۔ جس سے کہ عمل کا احکام شریعت کے ساتھ جب کہ اس کے عمل سے عقیقت اور حظوظ نفس دور ہو جائیں جیسے علم معانی و بیان فلاسفہ ہے علم حکما، سو جو شخص علم تصوف کو عقل علم ہرالم ہے وہ سچ اتنا ہے اور جو کوئی اس کو احکام شریعت قرار دیتا ہے وہ بھی سچا ہے۔ بڑے بڑے معتقد زہد و تقوا و صلحا کے پاس صوفیہ کا یہ مقام تھا۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ

عمر کے انکسار سے ملاحظہ فرمائیے۔ پہلے امام شعرانی کا قول نقل کرتا ہوں فرماتے ہیں کہ تم نے اس پر اجماع کیا ہے طریق اللہ عزوجل کی تعلیم کیلئے وہی شخص لیاقت رکھتا ہے جس کو علم شریعت میں تبحر حاصل ہوا ہو، شریعت کے منطوق و مہموم اور خاص و عام، ماسخ و منسوخ جانتا ہو۔ علم لغت میں تبحر رکھتا ہے یہاں تک کہ غریبان کی بجا ذات، استعارات وغیرہ سے واقف ہو پس ہر صوفی نقیبہ ہے اور ہر نقیبہ صوفی نہیں ہے امام احمد بن حنبل اپنے بیٹے کو رغبت دلاتے تھے کہ ان دہانے کے صوفیاء کے ساتھ صحبت رکھو اور فرماتے تھے کہ جیکر یہ لوگ اخلاص میں اس مقام کو پہنچے ہیں کہ ہم اس کو نہیں پہنچے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ صوفی نقیبہ ہیں۔ اور ایسی زبردست قدرانی شخصیت کے ایک ہوتے ہیں کہ دور دراز سے لوگ سفر کر کے ان سے ملاقات کو کئے اور فیض حاصل کیا۔ اگر وہ کتنے ہی بڑے نقیبہ ہوتے مگر صوفی نہ ہوتے تو آج اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے نام کو اتنا بلند نہ کرتا جتنا کہ آج ہو چکا ہے کچھ دلائل تک بہت پرچار و تباہی میں کوئی آپکا یا میری شریف کا نام تک نہ جانتا۔ ایسا سلوک ہوتا ہے کہ احوال اہل اللہ کو پردہ خفا میں ہی محرم کے ظاہر میں خوب ظاہر ہیں۔ ہر کس و نا کس سر جھکائے پر مجبور رہے۔ یہ محض صوفیا کا ولہام و انداز محبت ہے اور خالص نہایت فی اللہ درجہ ہے جس نے چار سمت ان کی شہرت کا دائرہ بلند کیا ہے اعلیٰ حضرت کے ملفوظات اور تصوف پر بیشتر تصانیف اس امر کی شاہد ہیں کہ آپ عادل تصنیف پاک اور محض نام و نمود کا دلدادہ نہ تھا جن لوگوں نے آپ کی تصنیفات اللہ بفیض الاریاء بعد وصال (۱۷) بار الاقرار من ہم صلوٰۃ ۱۵ سر (۳) بار الاقرار من ضیاء صلوٰۃ الاسرار (۲) طالع النور فی حکم سر (۵) مجیر معظم شرح قصیدہ اکبر انعم (۱) تجلی یقین بان بنیاسید المرسلین (۲) اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیامۃ الی تہامیہ، سلطنت المصطفیٰ فی کل الوری (۹) مدی الیران فی نفی الفی عن شمس الاکوان۔ (۱۰) اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید الجویہ (۱۱) الصمصام الجیدری (۱۲) شرح العقائد (۱۳) حایۃ مفتاح السعادتہ (۱۴) حایۃ صواعق الخرقہ (۱۵) حایۃ احیاء العلوم (۱۶) حایۃ مجتہد الاسرار (۱۷) حایۃ کشف القنون (۱۸) الفوز بالآمال فی الادقان والاعمال۔ وغیرہم۔ پڑھی ہیں وہ بخوبی اعجاز نگا کہتے ہیں کہ امام احمد رضا کے سینے میں کس حد تک شیخ عیسیٰ میرزا کی تڑپ تھی بابا فرید کا سوز دل تھا اور حضرت نظام الدین اولیاء کی سما شان محبوبیت تھی۔

امام احمد رضا نے مقالہ الفرقاء میں شریعت و طریقت پر بحث کی ہے جو کچھ ہم نے کہلے اگر اس میں ذہد بلا بھی کم و بیش آپ ان کی تحریر میں پائیں تو جو چاہیں سزا دیں اگر نہ مان لیں کہ قبلہ و کعبہ مجدد اعظم صوفی نقیبہ تھے اور مغرب بارگاہ تھے۔ فرماتے ہیں۔ شریعت اصل ہے اور طریقت اس کی فرع۔ شریعت منبع ہے اور طریقت اس سے نکلا ہوا دریا۔ طریقت کی جھلی شریعت سے محال و دشوار ہے شریعت ہی طریقت کا دار و مدار ہے۔ شریعت ہی اصل کار اور محکم و معیار ہے شریعت ہی وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ ہے اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ تعالیٰ کی راہ سے دور جا پڑے گا۔ طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت مطہرہ کی ابتداء کا صدقہ ہے جس حقیقت کو شریعت رد فرمادے وہ

حقیقت نہیں بدینی اور زندہ ہے۔

تصوف میں عشق رسول بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے قرۃ و ہدایہ اور دیوبند تحریک کے بڑے بڑے زبان دہانوں کا گشاخ و بے ادب فتنہ پردازوں کا امام احمد رضا نے اپنی تحریروں میں بہت دہان شکن جواب دیے ہیں۔ خلا کرامت اللہ خاں صاحب کے استفتاء کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے رسالہ مبارکہ الامن والعلی تحریر کیا تھا۔ اور مقام رسول اور نبوت کی بڑی پر غلو ص و مباحث کی تھی۔ فرمایا اللہ اور رسول نے دو نمند کر دیا۔ اللہ در رسول نگہبان ہیں۔ اللہ در رسول بے والیوں کے والی ہیں۔ اللہ در رسول مالوں کے مالک ہیں۔ اللہ در رسول زمین کے مالک ہیں۔ اللہ در رسول کی طرف توبہ۔ اللہ در رسول کی دہائی۔ اللہ در رسول دینے والے ہیں۔ اللہ در رسول سے دینے کی توقع۔ اللہ در رسول نے نعمت دی۔ اللہ در رسول نے عزت بخشی (جل جلالہ) و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے حافظ و نگہبان ہیں۔ حضور کی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہیں حضور کے آگے سب گڑ گڑا رہے ہیں حضور ساری زمین کے مالک ہیں حضور سب آدمیوں کے مالک ہیں حضور تمام امتوں کے مالک ہیں۔ دنیا کی ساری مخلوق حضور کے قبضہ میں ہے۔ مدد کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں۔ نفع کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں۔ جنت کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں۔ دوزخ کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں۔ آخرت میں عزت دینا حضور کے ہاتھ ہے۔ قیامت میں کل اختیار حضور کے ہاتھ ہے حضور مصیبتوں کو دور فرماتے والے۔ حضور سختیوں کو مالتے والے۔ حضور کے خادم رزق آسان کرتے ہیں۔ حضور کے خادم بلائیں ہٹاتے ہیں۔ حضور کے خادم بلندی مرتبہ دیتے ہیں حضور کے خادم تمام کار و بار عالم کی تدبیر کرتے ہیں۔ اولیاء کے سبب بلا دور ہوتی ہے اولیاء کے سبب روزی ملتی ہے۔ اولیاء کے سبب مدد ملتی ہے۔ اولیاء کے سبب بارش ہوتی ہے اولیاء کے سبب زمین قائم ہے۔

خاصان خدا کا کیا مقام ہے اگر سوال کا جواب صاحب شریعت سے مل جائے تو پھر کس کو چوں چل کی گنجائش نہیں ہونی چاہئے فرمودات سیدالسادات احمد رضا علی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بیشک اللہ عز وجل دوست رکھتا ہے اپنے خلق سے اتقاء و اصفیاء ابراہیم کو جس کے بال پریشان منہ عباس کو دایمیت دیے ہیں۔ جب وہ امراء کے یہاں آنے کی اجازت چاہیں تو ان کی اجازت نہ دی جائے۔ اگر مالدار اور تاجر سے نکاح کا پیغام کریں تو ان سے نکاح نہ کریں۔ غایب ہوں تو ان کی تلاش نہ کریں۔ آجائیں تو ان کے آنے سے خوش نہ ہوں بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کریں۔ مر جائیں تو ان کے جنازے میں حاضر نہ ہوں۔ زمین والوں میں معمول (مگر آسمان والوں میں مردوں میں) اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کھا بیٹھیں تو ضرور ان کی قسم کو سچی کر دے۔ اللہ کے محبوب بندے زمین و آسمان کی ہر خوبی چیز کو اللہ کے نور سے دیکھتے ہیں اس لئے ان کو اپنے آپ پر قیاس کر کے ذلیل نہ کیا کر دے۔ سوچنے اور امتحان لینے والا خاص مٹی کا پتلا ہے وہ بقول جنت بھڑدی کے ابھی تک جنید تک نہیں پہنچا تو اللہ تک کیونکر رسائی ہو سکتی ہے لہذا نبی ہوا کہ علم و عرفان بصیرت و بصارت کی پہلی منزل خود مقام صوفیہ ہے مرید اگر اپنے پیر کے تصور میں اگر اہم تک و اعتنا حاصل کرے تو پھر اسی نور سے اللہ

اور رسول کو بھی دیکھ سکتا ہے شخصیت کا انفرق ہی مگر ارواح کا اتصال ضرور ہے اسی نسبت کو حاصل کرنے کیلئے اکابر صوفیاء اجل اولیاء نے ساسل میں نسبت حاصل کرنے پر زور دیا ہے ایک مثل بہت مشہور ہے مگر بات بہت صحیح ہے کہ جس کا گول مرشد نہیں ہوتا اس کا شیطان پیر ہوتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے انکار و احوال صوفیاء و مشائخ کا مذہب ہونے کے باوجود اپنے اندر کافی گہرائی و انفرادیت رکھتے ہیں مثلاً دست غیب سے متعلق فرمایا اور جو اللہ سے ڈرے اس کیلئے اللہ نجات کی ماہ نکال دے گا۔ اور اسے وہاں سے روزی دے گا چاہا اس کا گمان نہ ہو حضرت کو اسی بات کا بڑا غم و افسوس رہا کہ مومن کا خشیت و ہیبت الہی پر عمل نہیں رہتا مگر نہ کمالی رزق کا ہرگز قلق نہ ہوتا۔ اس قدر کشادگی سے دامن بھر جا کہ جیٹنا مشکل ہو جاتا۔ دوسری جگہ منصب ولایت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔ احب انکم کا علماء کا جمہور کا اسوا و اعظم کا۔۔۔ جس کو دل مان رہا ہے وہ بیشک دل سے لیکن آگے چل کر فرمایا کہ خلاف شریعت ہر وقت کہہ سکتے رہتے والے کو حالت سکر کا رنڈ بکھ کر معاف نہیں کیا جاسکتا اور نہ دل بچھا جاسکتا ہے۔ مرتبہ خشیت کی فہم حیات علم لدنی پر مبنی ہے اس لئے کہ اس قسم کی باتیں صرف سینہ بہ سینہ ہی منتقل ہو سکتی ہیں کہیں کسی کتاب میں اس طرح کی بحث پڑھنے کو نہیں ملتی۔ فرماتے ہیں بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔

غوث ہر زمانے میں ہوتا ہے۔ غوث کو رقبہ سے حالات مشکف نہیں ہوتے بلکہ انہیں ہر حال یوں مثل آئینہ پیش نظر ہے وہ دنیا کو تحصیل میں رائے کے دلنے کے مانند دیکھتے ہیں ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں۔ غوث کا لقب عبد اللہ اور وزیر دست راست عبد الرب و وزیر دست چپ عبد الملک۔ اس سلطنت میں وزیر دست چپ وزیر راست سے اعلیٰ ہوتا ہے بخلاف سلطنت دنیا۔ اس لئے کہ یہ سلطنت قلب ہے اور دل جانب چپ، غوث اکبر و غوث ہر غوث حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ صدیق اکبر حضور کے وزیر دست چپ تھے اور فاروق اعظم وزیر راست پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہنما ہوئے اور ان کے دو وزیر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقرر ہوئے اسی طرح ہر مسلم حضرت امام حسن عسکری تک آیا اور بعد میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ غوث ثانی اب ان کے بعد جتنے غوث ہوئے سب ان کے نائب ہوئے۔ اب حضرت غوث اسم تھا غوث کبریٰ کے درجہ پر فائز ہوئے جنہو غوث اعظم بھی ہیں اور سید الافراد بھی حضور کے بعد جتنے اب ہوئے گے حضرت امام مہدی تک سب نائب حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔ پھر امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت کبریٰ عطا ہوگی۔ آپ نے علامہ سیوطی اور امام قسطلانی کے مباحث کے بعد فرمایا کہ بعض علوم کے ذریعہ سے مجھے ایسا خیال گزرتا ہے کہ شاید ۸۳۷ھ میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے۔ واللہ اعلم بالغائب ایک اور جگہ فرمایا انبیا و انبیا جسم در روح دو لڑن کو ہوتا ہے اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جنہیں پسند کرتا ہے ان کی دعا جلد قبول نہیں کرتا گو کہ وہ روتے اور گڑ گڑاتے

ہیں لیکن پروردگار عالم جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اے جبریل اس مومن بندے کا کاروان اور مریط اس کا منہ اٹھلے کے دھانکنا اچھا لگتا ہے لیکن فاسق و فاجر کی دعا جلد قبول ہو جاتی ہے اس لئے کہ عرش و کرسی کی طرف اس کا منہ اٹھانا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا سے دیکھنا پسند نہیں اس سے ثابت ہوا کہ مومنین کا اگر دعائیں قبول نہ ہوتی ہوں تو دل برداشتہ نہ ہوا کریں اور نہ ہی نا بصوری کے عالم میں ناشکری کے کلمات زبان پاک سے نکالیں اس لئے کہ عیشت الہی بقول حضور کے خود اسی بات کی متقاضی ہے لہذا صبر کریں اور تقدیر الہی مانتے رہیں۔ اعلیٰ حضرت کے طغوات انصوف کلبین ہا خیرین ہیں۔ اس چھوٹے سے مضمون میں اتنی گنجائش نہیں کہ تمام احرام باتیں ناظرین کی خدمت میں پیش کر سکوں اگر اللہ توفیق دے تو اعلیٰ حضرت قبلہ کے انکار و احوال کا بنظر غایر مطالعہ کرنا چاہئے اور تمام پند و نصائح کو گروہ میں میں بانٹ دینا چاہئے کہ یہی فلاح دین و دنیا اور آخرت میں کام آنے والے ہمارے ہیں

صوفی کے لئے میں تادم زبیت سب سے زیادہ کلمے شیطان بچاتا ہے۔ اس کے ہکا وے ایسے پرفریب ہوتے ہیں کہ اچھے اچھے اہام و عرفان کچھ کچھوٹ کر بچ بھٹنے لگتے اور سیدھی رام سے دور جا پڑتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے اس ضمن میں غوث الاعظم کے مریدوں کی حکایت بیان کر کے فرمایا کہ بغیر علم کے صوفی کو شیطان کچھ تاگے کی نگام ڈالتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جتنا علم وسیع ہوتا جاتا ہے سالک مندرجہ طرح پھیل کر گرا اور دشاں ہو جاتا ہے جب تک انسان میں قیصر حرام و حلال پوری طرح واضح نہ ہو جائے تو اس بات کا امکان رہتا ہے کہ بعض حرام ناجائز تم کے افعال و اعمال بھی مسلمان لاٹھی کی وجہ سے مباح اور حلال سمجھ کر کرتا رہے گا اور گم گمار ہوتا رہے گا اس لئے لڑلوک کے متوالوں کو چاہئے کہ تمام تر ضروری علم حاصل کریں یا درہے کہ غیر ضروری دنیاوی علم کو حاصل کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ بسا اوقات تضعیحات ثابت ہوتی ہے حضرت نظام الدین اولیاء عجلتے خلافت کے معاملہ میں بہت سخت تھے حضرت اخی سراج کو اتنا محبوب رکھنے کے باوجود آپ نے خلافت عطا نہ کی تا وقتیکہ آپ نے شریعت مطہرہ بحر حاصل نہیں کر لیا۔ شیخ کے پردہ فرمانے کے بعد مرید کو کس طرح حاضری دینا چاہئے اس کے بارے میں بھی بہت اہمیت فرمائی ہے۔ فرمایا مرید کو چاہا تھ کہ فاصلہ سے کھڑا ہو کر نماز پڑھنا چاہئے جاتیں مرید جیسا ادب کرتا تھا۔ سامنے سے حاضر ہو کر ادب کھڑا ہوتا چاہئے۔ اور جگہ کھڑا ہونے میں برکھڑ کر دیکھنے میں تکلیف ہو تھی ہے۔ اس لئے قبر میں جس سمت چہرہ کھلا ہوتا ہے اسی سمت مرید کو بھی کھڑا ہونا چاہئے ایک جگہ حضرت شیخ سعدی کے قول نصیحت کو اعلیٰ حضرت نے بڑی کلامیت دعا اور فرمایا کہ کیا وجہ ہے مرید عالم فاضل اور صاحب شریعت و طریقت ہونے کے دامن مراغہ میں بھریا تا غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ مدارس سے فارغ اکثر علمائے دین اپنے آپ کو میرے افضل سمجھتے ہیں۔ یا علم کا دروازہ درکھ ہونے کی کچھ کہیں کا نہیں رہنے دیتی۔ وگرنہ سعدی علیہ الرحمہ کا مشورہ نہیں فرماتے ہیں کہ بھریے والے کو کچھ ہے کہ جب کسی چیز کے حاصل کرنے کا ارادہ کرے تو اگرچہ کمالات سے بھرا ہوا ہو مگر اپنے کمالات کو دروازے ہی پر چھوڑے اور یہ جانے کہ میں کچھ جانتا ہی نہیں خالی ہو کر کھڑے ہونا چاہئے گا۔ اور حوائج آپ کو بھرا گئے گا تو انہا کو پُر شد و گروہ پر دھریں برتن میں اور کوئی چیز نہیں ڈال جا سکتی۔

بزرگان دین کے اعراض مقدس کے تین کی بابت فرمایا کہ اولیائے کرام کی ارواح علیہ کو ان کے وصال شریف کے دن قبور کریم کی طرف توجہ زیادہ ہوتی ہے چنانچہ وہ وقت جو وصال کلمے اور برکات کے لئے دوا بناسا ہے تلے آپ فادری ہونے کے باوجود خستہ سلسلے کے تمام بزرگان دین کی بے پناہ موت و احرام کرتے تھے۔ ایک جگہ فرمایا حضرت خواجہ خواجگان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر بہت کچھ فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں۔ آپ کی اور طلبی ارادت کو فیض کی کبھی بھٹتے تھے۔ اور مرشد کی توجہ سے بڑا پار جانتے تھے تصوف میں ان دونوں باتوں کی بہت ہی زیادہ اہمیت ہے مرید ہوا مگر پیر سے ارادت نہ ہوئی اگر فیض نہ ہوگا۔ زندگی بھر خدمت کی لیکن نفس ساتھ ساتھ چلتا رہا مگر پیر کی نظر نہ ہوگی۔ بے لوث خدمت کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد پاک ہے جب تک مرید یہ اعتقاد نہ رکھے کہ میرا شیخ تمام اولیائے زمانہ سے میرے لئے بہتر ہے نفع نہ پائیگا۔ علین ہی کے مرید علی ہوسقی سے غالب ہو کر غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا تھا اپنے تمام حوائج میں اپنے شیخ کی طرف رجوع کرے۔ معنی اگر شیخ کا شیخ بھی سامنے موجود ہے تب بھی اپنے شیخ کی نظر کرم کا محتاج رہے درپردہ کا ہرجائی کہیں سے بھی کچھ نہیں پاتا۔ اکابر مریدین میں حضرت مجدد اعظم نے بہت فیوض و برکات کے کلمات کہے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا۔ شیخ کے حضور خاموش رہنا افضل ہے ضروری سائل پوچھنے میں حرج نہیں۔ آپ نے تاکید کیا کہ شیخ کے حضور بیٹھ کر ذکر بھی نہ کرے کہ ذکر میں دوسری طرف مشغول ہو گا اور یہ حقیقتاً مخالفت ذکر نہیں بلکہ تکبر ہے کہ وہ ہو کر بیٹھا تو سہل ہوگا۔ اور شیخ کی توجہ سے جو ذکر ہو گا وہ متوسط ہوگا۔ یہ اس سے بدرجہ افضل ہے۔ اصل کار حسن عقیدت ہے یہ نہیں تو کچھ نفع نہیں۔ اور صرف حسن عقیدت ہے۔ تو خیر اتصال تو ہے پر نال کے شل نم کو فیض پہنچے گا حسن عقیدت ہونا چاہئے تجاذیب کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ دودھ خود سلسلے میں ہوتے ہیں ان کا کوئی سلسلہ نہیں اندسے کہ پھر نہیں چلتا۔ یعنی مجذوب اپنے سلسلے میں نہیں ہوتا ہے اپنا سا کوئی دوسرا مجذوب پیدا نہیں کر سکتا۔ وہم غائبیہ ہے کہ مجذوب مقام حیرت میں فنا ہو جاتا ہے۔ اور بقا حاصل کر لیتا ہے۔ اس لئے غیر کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ کرامت کسی بھی ولی کی کسی نہیں ہوتی۔ سب کی کرامتیں وہی ہوتی ہیں۔ باقی جو کچھ ہوتا ہے جان منی اور شعبہ بازی ہے اللہ کا قرآن پاک میں ارشاد ہے فرماتا ہے وہ جو ہماری راہ میں مجاہد کرتے ہیں ضرور ہم ان میں راہ دکھائیں گے۔ یہی جدوجہد ہونا چاہئے یہ تو یہ ہے طلب صادق کبھی خالی نہیں جاتی۔ اولیاء اللہ کچھ دل سے پیردی کرنا اور مشابہت کرنا کسی دن ولی اللہ کر دیتا ہے اس لئے کہ جو کسی کا تشبہ کرتا ہے اللہ اس کو بھی اسی گروہ میں شامل کر دیتا ہے۔ من تشبہ بقوم فانہم۔ چونکہ بعض مشابہت میں سالک مرید ہے اس لئے ولی اللہ بن کے گھا۔ یہی وجہ ہے کہ نام نہاد صوفی کالی کل والے سے بہت دور قرار ملاکت میں جا پڑے ہیں۔ اللہ ایسے کذب اور تضعیحات سے محفوظ رکھے۔ نبوت اور ولایت کا فرق بھی کچھ لیجئے۔ فرماتے ہیں ولایت کی توحید اللہ ہوتی ہے اور نبوت کا توحید الی الخلق۔ نبوت اس طرح سے غیب پر مطلع ہونے کا نام ہے۔ تصوف میں قلب اور نفس کی اصطلاح کا ایک خاص معنی ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں قلب حقیقی ان مصنفہ گوشت کا نام نہیں بلکہ وہ ایک لطیفہ غیبیہ ہے جس کا مرکز مصنفہ گوشت ہے یہ سینے کے بائیں جانب ہے اور نفس کا مرکز زمرنا فہ ہے۔

اعلیٰ حضرت کی تعلیمات اور تصوف پر ان کے نثر انگیز لطائف بہت گہرے مطالعہ و مشاہدہ کے ہیں۔ اس اعتبار و فائدہ کے ساتھ آپ نے کلمات حکمت فرمائے ہیں کہ نذہ برابر عقیدہ کی گنجائش نہیں۔ اگر مالک صدق مدنی سے آپ کا راہ پر سفر اختیار کرے اور بزرگوں سے کئی نسبت پیدا کرے تو اس کی منزل اس دور ابتلا و آزمائش میں بھی کامیابی سے ہکٹا ہو سکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت کی تمام تر تصنیفات انہائی اذقائد و مشکوٰۃ و فارسی زبان میں تحریر ہوئی ہیں۔ نیز اردو و ہندی کا شکل ہے ضرورت ہے اس بات کو کہ ایک اہل سنت و جماعت کی ضمنی کچھ مقررہ و درجہ کی کتاب تمام کتابوں کو تخریجات و توضیحات اور فرنگ کے ساتھ شائع کرے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنی تحریروں میں اسلامی دنیا کے سینکڑوں مفکرین و دانشوروں، فقہاء و صلحا و محدثین نیز علم الکلام و فلسفہ کے علماء اور اولیاء کے سلسلے گرامی استعمال کئے ہیں۔ ان سے ان بزرگوں کی مختصر و موافقہ بھی توضیحات کے ساتھ ساتھ شائع کی جانی چاہئے۔

تصوف جیسے اسرار الہیہ و علوم غیبیہ پر اعلیٰ حضرت کی نہ صرف نثری تخلیقات شاہد ہیں بلکہ شعری تخلیقات میں بھی بہت زیادہ جواہر پائے ہیں۔ ہم نے شاعری کا بھی یہ نظر غائر مطالعہ کیا لیکن چونکہ موضوع سے ہٹ کر تھا۔ اس لئے اس مضمون میں اشعار سے اقتباسات پیش نہیں کئے گئے۔ بہر حال امام احمد رضا صرف مجدد و عالم ہی نہیں کامل ولی اللہ ہوئے ہیں۔ اور عمارت درمیان آج بھی اسی طرح موجود ہیں جس طرح آپ اپنی جہان جات میں فیوض و برکات کا سرچشمہ تھے جاتے تھے۔ صرف پردہ ہے جو نظر کا ہے ورنہ آج بھی وہ عالمی مدد کر سکتے ہیں بشرطیکہ بعد خلوص استاذ پیش کیا جائے۔ اور مزار پر اقرار سے کسب فیض کیا جائے۔ اللہ مدد کرنے والا ہے و اللہ ہی کو شہید صبح ہون چاہئیں۔

پُر خلوص تبریک

الہی سن لے رضا جیتے جی کہ مولیٰ نے
سگان کوچہ میں چہرا مرا بحال کیا

قادر بھائی

ڈی بلاک - جنماداس بلڈنگ

بمبئی 400003

امام احمد رضا نمبر کی اشاعت پر سستی لیگ اور المیزان کو مبارک باد

ارٹ سلک کا قابل اعتماد گھر

حاجی محمود بھائی سلیمان اینڈ سون

ہول سیل فینسی آرٹ سلک مرچنٹ

63-61 چھپی چال - بمبئی 400002 فون: 328114

امام احمد رضا اور روحانی قسریں

از:- مولانا شبیم کمالی پوکھر برہوی
صدر المدرسین مدرسہ اسلامیہ امانیہ ٹوٹہ
دریہنگہ - بھکھر

کی مولا دھاد بارش کا فیضان تھا جو قرآن کریم یعنی پیام روح افزا کے نزول کی منزل آخری ہے۔ وہ آسمان رحمت اور سماء کرم کون ہیں۔ بے شک وہ آسمان رحمت نبی مکرم رحمت عالم روح مجسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی ذات گرامی ادراج عالم کے لئے سببِ ناز اور نبوت و رسالت کے لئے باعثِ صداقت ہے۔ حضور پیکر نور ابتداء خلقت ہی سے سراپا روح ہیں جن کی روحانیت کبریٰ کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی روحانیت نے مشاہدہ فرمایا اور اس کی تعبیر اشعار کے ذریعہ اس طرح فرمائی ہے

اوروں کی روح ہو کتنی ہی لطیف اُن کے اجسام کی کب ثانی ہے
پاؤں جس خاک پہ رکھ دیں وہ بھی روح ہے پاک ہے نورانی ہے
رب تعالیٰ حقیقی و قیوم ہے، قرآن حکیم نعمت روح افزا، جبریل امین
روح قدس نہیں اور مہبط وحی سرکارِ دو عالم پیکر روح اب ذرا اس سلسلہ
روحانی سے وابستگی کی زود اثر تاثیر ملاحظہ فرمائیں۔

جن لوگوں نے حقیقی و قیوم رب سے صحیح عقیدہ کا رابطہ قائم کر لیا۔ پھر جبریل امین سے صحیح ایمانی تعلق استوار کیا پھر سرکارِ دو عالم نور اکبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان و ایقان کا رشتہ درست و مستحکم کر لیا پھر قرآن حکیم کو شرح صدر سے آبِ حیات تسلیم کر لیا ان کی زندگی اور روحانیت کی دلکش تصویر قرآن حکیم کے آئینہ مصفیٰ میں ملاحظہ فرمائیے ارشادِ باری تعالیٰ
أَوَمِنْ كَانَ مِثْلًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَاهُ نُورًا يَمْشِي بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَثَلِهِ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِجَارِجٍ مِنْهَا
اور کیا وہ کہ مردہ تھا تو ہم نے اُسے زندہ کیا اور اُس کے لئے ایک نور کر دیا جس سے لوگوں میں چلتا ہے وہ اُس جیسا ہو جائے گا جو اندھیروں میں ہے اور اُن سے نہ نکل سکے۔ (ترجمہ)
مردہ سے کافر اور زندہ سے مومن مراد ہے کیونکہ کفر قلوب کے لئے

حصہ بندہ مومن کا یہ عقیدہ راسخ ہے کہ تمام روجوں کا خالق اللہ عزوجل ہے۔ ازل سے ابد تک کی تمام روجوں میں سب سے افضل سب سے اعلیٰ اور سب سے بزرگ روح یعنی روح اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جماعتِ ملائکہ میں حاملِ وحی حضرت جبریل علیہ السلام روح القدس، روح الامین کے لقب کے ساتھ مشرف ہیں۔ اور وحی ربانی یعنی قرآن حکیم روح افزا، حیات آفریں کلام ہے جیسا کہ ارشادِ حقانی ہے

كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ (اور اسی طرح ہم نے تمہیں وحی بھیجی
رُوحًا مِنْ اَمْرِنَا) (سورہ شوریٰ) { اے سید عالم خاتم المرسلین صلی اللہ
علیہ وسلم) ایک روح افزا چیز (یعنی قرآن پاک جو دلوں میں زندگی پیدا
کرتا ہے) اپنے حکم سے

اب مذکورہ بالا باتوں میں ترتیب دی جائے تو یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ خالق ادراج اللہ حقیقی و قیوم نے ایک روح افزا چیز یعنی وحی مقدس کو جو سراپا روح ہے حضرت جبریل روح الامین کے ذریعہ مہبط روح سرکارِ دو عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ارسال فرمایا۔ اگرچہ عقیدتِ سرمدِ سنیت سے منور ہے تو اس کی بصیرت میں سرکارِ دو عالم کا وجود گراغما یہ پیکر روح اور سراپا نور نظر آئے گا کیونکہ حقیقی و قیوم رب تبارک و تعالیٰ نے حضور ہی کے واسطے سے بے جان دلوں اور مردہ قوموں کو زندگی عطا کرنے کے لئے یہ سلسلہ روحانی قائم کیا ہے۔

آپ اسے مزید وضاحت کے ساتھ یوں سمجھیے کہ قرآن حکیم یقیناً آبِ حیات و پیام روح افزا ہے۔ لیکن اس آبِ حیات اور روح افزا پیغام سے اگر مردہ دلوں کو زندگی عطا ہوئی، کشتِ قلوب میں تروتازگی پیدا ہوئی۔ قلوبِ انسانی کی بے جان اور خشک زمینوں میں شادابی و شگفتگی کی روح پرور بہاریں آگئیں تو وہ یقیناً اسی آسمانِ رحمت

سے ایک مٹھی بھری پھر اُس بچھڑا میں ڈال دیا جس کو میں نے بنایا تھا اور میرے جی کو یہی بھلا لگا اور یہ فعل میں نے اپنی ہی ہوائے نفس سے کیا کوئی دوسرا اس کا باعث و محرک نہ تھا (مفہوم)

خود فرمائیں رُوح الامین اسبِ حیات پر سوار ہیں گھوڑا کی سُم سے زمین میں ہوئی اس سُم نے زمین کے اُس حصہ خاک کو زندگی بخشی دی بلکہ دوسروں کو زندگی عطا کرنے والا بنادیا جیسا کہ تو اس خاک نے بچھڑا میں زندگی کا اثر رد نہ کیا۔ آپ نے رُوح کی اثر آفرینی حیات بخشی کی شان ملاحظہ فرمائی۔ کیا آپ اسے ایک چراغ سے سیکڑوں چراغ کا روشن ہونا نہ کہیں گے؟ اگر آپ ایسا کہنے پر مجبور ہوں اور کہے بغیر کوئی چارہ کار بھی نہ ہو تو آپ کے پردہ ذہن پر اس تصور کا نقش جس بھی ضرور ابھر چکا ہوگا کہ واقعی ایک چراغ رُوح سے ہزاروں لاکھوں ہی نہیں بلکہ بے شمار روحانی چراغ روشن ہوئے ہیں ہوتے آ رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔

روح کی حیات بخشی کی دوسری مثال سورہ حجرات شریف کی اس آیت کریمہ سے ملاحظہ فرمائیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا

اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ

اب تفسیر خزائن العرفان سے اس کی شان نزول کے متعلق

واقفیت حاصل کیجئے۔

”نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دراز گوش پر سوار تشریف لے جاتے تھے۔ انصار کی مجلس پر گزر ہوا۔ وہاں بھوڑا سا توقف فرمایا۔ اس جگہ دراز گوش نے پیشاب کیا تو ابن ابی (رئیس المنافقین) نے ناک بند کر لی۔ حضرت عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور کے دراز گوش کا پیشاب تیرے مُشک سے بہتر خوشبو رکھتا ہے۔ حضور تو تشریف لے گئے ان دونوں میں بات بڑھ گئی اور ان دونوں کی قومیں آپس میں لڑ گئیں اور ہاتھ پائی کی نوبت پہنچی تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے اور ان میں صلح کرا دی اس معاملہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔“

قارئین کرام! آپ غور فرمائیں مجاہد رسول اور شامان رسول کے درمیان جو آج تقریری، تحریری اور فعلی جنگ جادی ہے یہی جنگ صدرِ اول میں بھی تھی۔ یہاں بھی مجاہد رسول یعنی سرکارِ دو عالم کی تعظیم و محبت کرنے والے حضرات تعظیم و تکریم رسول ہی کی خاطر تیرہ آزمایں اور دشمنانِ رسول اہانتِ رسول پر اڑے ہوئے موچہ بند ہیں۔ ابن ابی اور عبداللہ بن رواحہ کے درمیان تلخی و تہشی پھر دونوں کی قوموں کے درمیان جنگ کی نوبت عقیدتِ رسول و نفرتِ رسول احترامِ رسول و اہانتِ رسول کی

موت ہے اور ایمان حیات ہے۔ نور سے ایمان مراد ہے جس کی بدولت آدمی کفر کی تاریکیوں سے نجات پاتا ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ نور سے کتاب اللہ یعنی قرآن مراد ہے جس سے لوگوں میں چلتا ہے اور بنیائی حاصل کیے راہِ حق کا امتیاز کر لیتا ہے۔ کفر و جہل و تیرہ باطنی کی یہ ایک مثال ہے جس میں مومن و کافر کا حال بیان فرمایا گیا کہ ہدایت پانے والا مومن اُس مردہ کی طرح ہے جس نے زندگی پائی اور اس کو نور ملا جس سے وہ مقصود کی راہ پاتا ہے اور کافر اس کی مثل ہے جو طرح طرح کی اندھیروں میں گرفتار ہوا اُن سے نکل نہ سکے ہمیشہ حیرت میں مبتلا رہے۔ یہ دونوں مثالیں ہر مومن و کافر کے لیے عام ہیں۔ اگرچہ نزول خاص شخص کے سلسلہ میں ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے شانِ نزول مروی ہے۔ جس کے بیان کی سلسلہ مضمون میں چنداں حاجت نہیں۔ روحانیت کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے ایک مثال پیش نظر کیجئے آگ سے قریب ہونے والا انسان گرمی اور تپش محسوس کرتا ہے اور جس کو آگ چھو لے وہ جلن اور سوزش سے بے تاب ہو جاتا ہے۔ جو چیز آگ میں جاتی ہے وہ جل جاتی ہے بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جو آگ کا رنگ و روپ اختیار کر لیتی ہیں۔ جیسے لوہا جب یہ آگ میں داخل ہوتا ہے تو کچھ دیر کے بعد آگ ہی کی طرح سُرخ ہو جاتا ہے آگ اس میں حلول نہیں کرتی بلکہ اپنے اثر و کیفیت سے مُتکلیف بنا کر شکل و صورت بدل دیتی ہے۔ یہ ایک ناقص مثال ہے جو محض اہتمام و تفہیم کے لیے پیش کی گئی ہے بے تشبیہ و بے تمثیل اللہ عزوجل اور اس کے کلامِ روحی نظام اور اُس کے حبیب سرِ پاپا رُوح و نور سے جو جتنا قریب ہوتا جاتا ہے وہ روحانی حقایق و لطایف کے آثار و کوائف سے کیف اختیار کرنے والا اور اثر قبول کرنے والا ہوتا جاتا ہے اسی مُتکلیف کا حال یہ ہوتا ہے کہ عالمِ روحانی کی سیر کرنے والے حضرات یہ نعرہ لگاتے نظر آتے ہیں ”أَمَّا أَحْنَا أَجْسَادُنَا، أَجْسَادُنَا أَرْوَحْنَا“ رُوح کی اثر آفرینی اور اُس کی سرایت کی شان قرآن حکیم میں سورہ طہ شریف کی اس آیت سے معلوم کیجئے ”قَالَ مَا خَطْبُكَ يَا سَامِرِيُّ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي“

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے کہا اے سامری اتبیر کیا حال ہے تو نے ایسا کیوں کیا اس کی وجہ بتاؤ سامری بولایں نے وہ دیکھا جو لوگوں نے نہ دیکھا یعنی میں نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا اور ان کو پہچان لیا وہ اسبِ حیات پر سوار تھے میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں اُن کے گھوڑا کے نشانِ قدم کی خاک لوں تو فرشتے کے نشان

خاطر تھی۔ یہی عین حقیقت ہے۔ یہی جنگِ صدرِ اولیٰ سے آج تک برابر ہوتی آرہی ہے۔

مقامِ حیرت و تعجب یہ ہے کہ نہ تو خالقِ کائنات نے اور نہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن رواحہ کو اس عقیدت سے روکا اور نہ اُن کے اس ارشاد کو غلو سمجھا یا کہ اے عبداللہ ابن رواحہ یہ تم نے کیا کہہ دیا پیشاب تو ہر کسی کا ناپاک و بدبودار ہوتا ہے تم نے دراز گوش کے پیشاب کو مشک سے بہتر خوشبودار لایکسے کہہ دیا۔ وحیِ الہی آئی بھی تو یہ کہ ایک منافق بدعقیدہ کی وجہ سے تم اہل ایمان ہو کر بھی حمایتِ قومی میں کیوں لڑ پڑے۔ حضور نے بھی واپس آکر صلح کرادی اور حضرت عبداللہ ابن رواحہ سے اس اظہارِ عقیدت پر کچھ بھی ناگواری کا اظہار نہ فرمایا۔

خیر یہ تو محض ایک ضمنی بات تھی اصل استدلال یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن رواحہ کا ارشاد مبینی پر حقیقت تھا۔ ان کا دن رات کا مشاہدہ تھا کہ حضور کا جسم مبارک معدنِ عطر و گلاب ہے جس راستہ اور جس گلی سے حضور گزر جاتے ہیں وہ راستہ اور گلی خوشبو سے بس جاتی ہے۔

اسی حقیقت کو حضرت اسی رحمۃ اللہ علیہ یوں ظاہر فرماتے ہیں :-

”وہ تھا بدن یا کوئی گل تر پھر اس کی خوشبو وہ روح پرور

جدھر سے گزرا بسا وہ رستہ بہا پسینہ گلاب ہو کر

خود اعلیٰ حضرت جن کی روحانی خدمات کا بیان موضوعِ تحریر ہے دیکھتے کتنے

پیارے اور دل کش انداز میں اس حقیقت کو پیش فرماتے ہیں :-

”اُن کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیے ہیں۔

غیر ذیل میں، بغیر ہوا، مشکِ تر گلاب ادنیٰ سی یہ شناخت تری وہ گزری کی

غور فرمائیے جس ذات کے پسینے کی خوشبو سے زمین، ہوا، بخار، راہ

اور کوچہ خوشبودار ہو جائے اس ذاتِ کریم نے اگر دراز گوش کے سراپا کو

مُعطر فرما دیا ہو اور اس کے پیشاب کی حقیقت بدل کر مشک سے بہتر ہو گئی

ہو تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ اسی سے یہ نتیجہ مستنبط ہوتا ہے

کہ جس طرح حضور کی خوشبودار سروں کو خوشبودار بنا دیتی تھی، جس طرح

آپ کا نورِ دوسروں کو بھی پُر نور کر دیتا تھا اسی طرح آپ کی نورانیت بھی

ہر اس شخص کو جو مدارِ جِ قرب میں جتنا آپ سے قریب ہوتا گیا اسی انداز

قرب کے مطابق اسے روحانی طاقتوں سے نوازا جاتا رہا۔ چودہ سو سالہ

اسلامی زندگی کے ہر دور پر بغیر اسے نظر ڈالیے تو مسلسل بلا انقطاع

روحِ بخشی کا یہ روح پرور ایمانی منظر آنکھوں کے سامنے جگمگاتا نظر

آئے گا۔

روح اور روحانیت کوئی مادی چیز نہیں ہے بلکہ ایک جوہرِ لطیف

امرِ ربی، اور عالمِ امر کی خالص حقیقت مجرّدہ ہے کسی روح کو ناپنے اور وزن کرنے کے لیے دنیاوی پیمانہ اور ترازو کا استعمال محال ہے اس کے

ناپ و تول کے لیے صرف قرآنی پیمانہ اور ترازو ہی واحد ذریعہ ہے اور بس

یہ حقیقت بالکل عیاں اور واضح ہے کہ اگر کوئی شخص کسی صاحبِ

ہیبت و جلال اور سلطانِ ذی وجاہت سے جتنا ہی دور ہوگا اس کے

دل میں دہشت و رعب کی اتنی ہی کمی ہوگی۔ اہل اقتدار، خود مختار، مطلق الخ

شخصیت سے علیٰ حسبِ مراتب دوری بے خوفی ناترسی اور غفلت بے پروائی

کا سبب ہوگی۔

اہل مرتبت اور صاحبِ سلطنت امراء و حکام سے دور رہنے کی حالت

میں لوگ اس کے متعلق کتنے بڑے گستاخ، دشنام طرازا اور شیخی باز ہوتے

ہیں وہ ظاہر و آشکار اسے مگر یہی لوگ جب ذیبرِ اعظم اور ذیبرِ اعلیٰ انہیں بلکہ

علاقائی سطح کے افسروں کے حضور جاتے ہیں تو زبان خشک، بدن ساکن و

ساکت، یادائے سخن مفقود ہوتا ہے اس میں راز کیلہ ہے؟ وہی حاضراتہ

اور غایبانہ حضوری و غیوبت، نزدیکی اور دوری اور قرب و بُعد کے عالم میں

قلبی حالتوں کا مختلف ہونا ہے۔

رب تعالیٰ سے جن خوش نصیبوں کو بلا تشبیہ جتنا قربِ حضوری حاصل

ہو جاتا ہے اتنا ہی ہیبت و جلالِ الہی کا تسلط بڑھتا جاتا ہے۔ روحانیت

نکھرتی جاتی ہے۔ خوفِ خدا و خشیتِ الہی کے آثار پوری زندگی پر چھلنے پھٹنے

ہوتے ہیں، کیا گفتار و کردار، کیا نشست و برخاست سبھی صبغۃ اللہی

رنگ میں رنگے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ ذاتِ پاک تو بندوں کی شہ رگ سے بھی

قریب تر ہے، نَحْنُ اقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ جَبَلٍ الْوَرِيدِ کا مرادہ عاقد

نَحْنُ اقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَا يَبْصُرُونَ کا اعلان موجود ہے۔۔ انسان

خواہش و حرص، ہوا و ہوس کا پتلا ہے۔ نفسِ امارہ کا تارکیوں کی وجہ سے

حجاب در حجاب میں ہے اس حجاب کو چاک کر کے جیسے جیسے وہ حضوری کی

دولت سے مالا مال ہوتا جاتا ہے اس بشارت کا مصداق بنتا جاتا ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ فِي مَقْعَدٍ بَشَرٍ ہر گاہ باغوں اور

صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ { نہر میں ہیں، سرچ کی مجلس میں

عظیم قدرت والے کے حضور (یعنی اس کی بارگاہ کے مقرب ہیں)

صحابہ کرام حضوری و ذکرِ الہی اور محبتِ رسالتِ پناہی کے پیکر تھے اس

لیے اُن کے خوف و خشیت کا بیان جابہ جاتِ قرآن حکیم میں موجود ہے۔ یہی وہ پیمانہ

و میزان اور میاں ہے جس سے قیامت تک کے صاحبِ روحانیت کے

روحانی مقام کو جاننا پہچانا جاسکتا ہے۔ ساتویں پارہ کی ابتدائی آیت

تلاوت کیجیے

نام قبول نہ ہو جائیں۔“

محل غور ہے کہ یہ حضرات عبادت کے باوجود اس قدر لرزا ترساں ہیں آخر کیوں؟ یہ اس لیے کہ مقام قرب و مرتبہ حضوری کا تقاضا یہی ہے۔ یہ ان کی پاکیزگی روح کی علامت ہے اس کے برعکس ہم سید کا دون عصیان شعاروں کا حال یہ ہے کہ دن رات بدی کرتے ہیں اور بے خوف رہتے ہیں یہ بعد و دوری و غیبت کا اثر ہے۔

سورہ زمر شریف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے
اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانًى
تَقْشِصُهُمْ مِنْهُ جُلُودَ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ
تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ -

یہاں بھی ترجمہ و تشریح ساتھ ہی ساتھ ملاحظہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اناری سب سے اچھی کتاب قرآن شریف جو عبارت میں ایسا فصیح و بلیغ کلام ہے کہ کوئی کلام اس سے کچھ نسبت ہی نہیں رکھ سکتا۔ مضمون نہایت دل پذیر ہے باوجودیکہ نہ نظم ہے نہ شعر، نہ لے ہی اسلوب پر ہے اور معنی میں ایسا بلند مرتبہ کہ تمام علوم کا جامع اور معرفت الہی جیسی عظیم الشان نعمت کا وہ نمائندہ ہے آخر تک یہ کتاب حسن و خوبی میں ایک سی ہے۔ دہرے بیان والی کہ اس میں وعدہ کے ساتھ وعید اور امر کے ساتھ نہی اور اخبار کے ساتھ احکام ہیں۔ اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل یا خدا کی طرف رغبت میں نرم پڑتے ہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ ادلیاء اللہ کی صفت ہے کہ ذکر الہی سے ان کے بال کھڑے ہوتے، جسم لرزتے ہیں اور دل چین پاتے ہیں“

مقام غور و فکر ہے کہ دلوں اور کھالوں کا نرم پڑ جانا بالوں کا کھڑا ہونا جانا، جسم کا لرزنا، قلب کا ترساں اور آنکھوں کا گریاں ہونا یہ تمام چیزیں روح کے اعلیٰ مقام کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ آج ہم میں شاذ و نادر ہی ایسے لوگ ہوں گے جن میں قرآن حکیم کو پڑھ کر یا سن کر یہ کیفیت پیدا ہوتی ہو ایسا محض اس لیے ہے کہ ہماری روحیں دنیاوی آلائشوں سے ملوث ہیں اور اسفلیت کے پست ترین مقام تک پہنچی ہوئی ہیں۔ اَلَا مَا شَاءَ اللَّهُ

میں نے آپ کے سامنے روحانیت کا ایک معیار قرآنی پیش کر دیا ہے معیار قرآنی پر ہر اسلامی دور میں اولیائے کرام، اصفیائے عظام اور ائمہ انام قافلہ در قافلہ لباس روحانیت میں ملبوس نظر آتے ہیں سرزمین ہند میں اُن ذوات قدسیہ کا کارواں مسلمانان حکومت میں اور اُس کے بعد بھی

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَوَلَّىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضٌ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ

ہیں اس لیے کہ وہ حق کو پہچان گئے کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے۔

اور یہ ان کی رقت قلب کا بیان ہے کہ قرآن کریم کے دل میں اثر کرنے والے مضامین سن کر رو پڑتے ہیں۔ چنانچہ نجاشی بادشاہ کی درخواست پر حضرت جعفر نے اس کے دربار میں سورہ مریم اور سورہ طہ کی آیات پڑھ کر سنائیں تو نجاشی بادشاہ اور اُس کے درباری جن میں اُس کی قوم کے علماء موجود تھے سب زار و قطار رونے لگے۔ اسی طرح نجاشی کی قوم کے سر آدمی جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے حضور سے سورہ یسین سن کر بہت روئے اور کہا اے رب ہم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور ہم نے اُن کے برحق ہونے کی شہادت دی تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں داخل کر جو روز قیامت تمام اُمتوں کے گواہ ہوں گے۔ (یہ انہیں انجیل سے معلوم ہو چکا تھا)“

اب آپ کا ذوق ایمانی ہی صحیح فیصلہ کرے گا کہ قلب کی یہ رقت، آنکھوں کی یہ گہرائشائیاں کس خشیت ربانی اور کس سلطان عشق کی فرماں روائی کا پتہ دے رہی ہیں۔ یقیناً یہ کسی بلند و بالا روحانی مقام و منزل کی آئینہ دار ہیں جو قرب حقیقی کی لذت پالینے کے بعد ہی میسر ہوتی ہیں۔

کشت نظر کی سیرابی کے لیے سورہ مومنوں کی ایک آیت تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیجیے۔

وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ
إِنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ سَاجِدُونَ

ترجمہ اور تشریح ساتھ ہی ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔

”اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیں زکوٰۃ و صدقات یا یہ معنی ہیں کہ اعمال صالحہ بجالاتے ہیں اور اُن کے دل ڈر رہے ہیں یوں کہ اُن کو اپنے رب کی طرف پھرنا ہے۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا اس آیت میں ان لوگوں کا بیان ہے جو شراب پیتے اور چوری کرتے ہیں تو حضور نے فرمایا کہ اے صدیق کی نور دیدہ ایسا نہیں بلکہ یہ اُن لوگوں کا بیان ہے جو روزے رکھتے ہیں صدقہ دیتے ہیں اور ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں یہ اعمال

دعوتِ فکر و عمل دیتا نظر آتا ہے۔ ان حضرات کی روحانی خدمتیں روز بروز
کی طرح آشکارا ہیں تفصیل کا موقع نہیں بلکہ مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ اسی پاکباز
جماعت کے ایک فرد کامل اپنے عہد میں امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ
والرضوان تھے جو میری تہذیب عرفانی اور معیار قرآنی کے مطابق روحانیت
کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور ان کی خدمات روحانی اظہار من الشمس ہیں
ذیل میں چند ایسے اقتباسات آپ کی تصانیف سے درج کیے جاتے ہیں
جن سے آپ کے مقام روحانیت کی بلندیاں آپ کی روحانی خدمتیں چشم
بصیرت پر آشکار و ہویا ہوتی ہیں۔

روحانیت کے نام پر اہل تصوف نے جو غلطیاں کی ہیں اور ان میں
جو خامیاں آگئی ہیں اس کی اصلاح اعلیٰ حضرت نے جس انداز میں فرمائی ہے وہ
وہی کر سکتا ہے جو روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو۔ "فتاویٰ افریقہ" میں
اعلیٰ حضرت سے ایک سوال کیا گیا کہ بیعت (مرید ہونا) فلاح کے لیے ضروری ہے؟
یا نہیں کیا بیعت کے بغیر بھی فلاح مل سکتی ہے یا نہیں؟ اس ضمن میں ایک
تفصیل بحث کی گئی ہے اور اعلیٰ حضرت نے ہر گوشہ کو واضح کیلئے فلاح
کس کو کہتے ہیں اور اس کی کتنی صورتیں ہیں اس پر قلم اٹھاتے ہوئے اس
طرح رقم طراز ہیں۔

(فتاویٰ افریقہ صفحہ ۱۲۸) "اول فلاح ظاہر۔ حاشا اس سے وہ
مراد نہیں کہ برے ظاہر داروں کو مطلوب جن کی نظر صرف اعمالِ جوارح پر
مقصود۔ ظاہر احکامِ شرع سے آراستہ اور معاصی سے منزہ کر لیا اور متقی
و مفلح بن گئے اگرچہ باطن زیادہ عجب و حسد و کینہ و تکبر و حجب جاہ و محبت
دنیا و طلبِ شہرت و تعظیمِ امراء و تحقیرِ مساکین و اتباعِ شہوات و
مداہنت و کفرانِ نعم و حرص و تجمل و طولِ امل و سوائے ظن و غنا و حق و
امراءِ باطل و کمر و غدر و خیانت و غفلت و قسوت و طمع و تملق و اعتماد
خلق و نسیانِ خالق و نسیانِ موت و تجرأت علی اللہ و نفاق و اتباعِ
شیطان، و بندگیِ نفس و رغبتِ بطالت، و کراہتِ عمل و قلتِ
خشیت و جزع و عدمِ خشوع و غضب للنفس و تساہل فی اللہ و غیر ما ہلکا
آفات سے گندہ رہا ہو جیسے مزملہ پر زربفت کا خیمہ اور پرزینت و اندر نجاست
پھر کیا یہ باطنی خباثتیں ظاہری صلاح پر قائم رہنے دیں گی۔ حاشا معاملہ پرٹنے
دیجیے کون سی ناگفتنی ہے کہ نہ کہیں گے۔ کون سی ناگردانی ہے کہ اٹھا رکھیں گے
اور پھر بدستور صالح عوام کی کیا گنتی آج کل بہت علمائے ظاہر اگر متقی ہیں بھی
تو اسی قسم کے۔ "إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ وَ قَلِيلٌ مَّا هُمْ"

اعلیٰ حضرت نے جن چالیس عیوب و نقائص کا ذکر فرمایا ہے اور جن سے
بچنا فلاح ظاہر کے لیے لازمی قرار دیا ہے ان سے وہی شخص بچ سکتا ہے

جو حسب مراتب قرب الہی و محبتِ سرکارِ دو عالم سے تعلق خاص رکھتا ہو
اور ان عیوب کی نشان دہی وہی کر سکتا ہے جو مقام روحانیت سے بہترین
واقفیت رکھتا ہو، جس کا قلب خوفِ الہی اور خشیتِ ربانی سے لرزاں
و ترساں ہو۔

پیر بننے کے لیے علم کی شدید ضرورت ہے اس ضمن میں بحث کرتے
ہوئے "فتاویٰ افریقہ صفحہ ۱۳۲" پر اس طرح تحریر فرماتے ہیں

"(پیر بننے کی تیسری شرط) عالم ہو اقول علم فقہ اس کی اپنی ضرورت
کے قابلِ کافی اور لازم کہ عقاید اہل سنت سے پورا واقف، کفر و اسلام
و ضلالت و ہدایت کے فرق کا خوب عارف ہو ورنہ آج بد مذہب نہیں
کل ہو جائے گا فَمَنْ لَّمْ يُحِرَفِ الشَّرَّ فَيَوْمًا يَقَعُ فِيهِ صَدَاحَاتُ
و حرکات ہیں جن سے کفر لازم آتا ہے اور جاہل براہِ جہالت ان میں پڑ جاتے
ہیں اول تو خبر ہی نہیں ہوتی کہ ان سے قول یا فعل کفر صادر ہوا اور بے
اطلاع توبہ ناممکن تو مبتلا کے مبتلا ہی رہے اور اگر کوئی خبر دے تو ایک
سليم الطبع جاہل ڈر بھی جائے توبہ بھی کر لے مگر وہ جو سجادہ مشیخت پر
ہادی و مرشد بنے بیٹھے ہیں ان کی غلطی کہ خود ان کے قلوب میں ہے کب
قبول کرنے دے وَاِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ
بِالْآثِمِ۔"

اعلیٰ حضرت کی یہ واضح ہدایت اور بے لاگ روحانی تحریر جہاں آج
کل کے جاہل اور بے عمل پیروں کے ضمیروں کو جھنجھوڑ رہی ہے وہیں عام
مسلمانوں کی صحیح رہبری بھی کر رہی ہے ساتھ ہی مقامِ اعلیٰ حضرت کی نشان
دہی بھی کر رہی ہے مزید وضاحت کرتے ہوئے "فتاویٰ افریقہ" ہی میں
صفحہ ۱۳۹ پر علم و یقین کی روشنی میں روحانی اور ایمانی فیصلہ اس طرح
فرما رہے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔

"فلاح تقویٰ اقول اس کے لیے مرشد خاص کی ضرورت یہ اس معنی
نہیں کہ بے اس کے یہ فلاح مل ہی نہ سکے جیسا کہ اوپر گذرا۔ فلاح ظاہر ہے
اس کے احکام واضح ہیں۔ آدمی اپنے علم سے یا علماء سے پوچھ کر متقی
بن سکتا ہے۔ اعمالِ قلب میں اگرچہ بعض دقائق ہیں مگر محدود اور کتبِ ایہ
مثل امام ابو طالب مکی و امام حجت الاسلام غزالی وغیرہما میں مشروح تو
بے بیعت خاص بھی اس کی راہ کشادہ اور اس کا دروازہ مفتوح یہ جبکہ
اسی قدر براقتصار کرے تو ہم اوپر بیان کر آئے کہ غیر متقی سنی بھی بے پیرا
نہیں متقی کیونکہ بے پیرا یا معاذ اللہ مریدِ شیطان ہو سکتا ہے اگرچہ
کسی خاص کے ہاتھ پر بیعت نہ کی ہو کہ یہ جس راہ میں ہے اُس میں مرشد عام
کے سوا مرشد خاص کی ضرورت ہی نہیں تو جتنا پیرا ہے درکار ہے حاصل ہے۔"

اور ایسی تو آئی جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو کس طرح کی۔ بتیو
و تو جردا۔

الجواب

ایسی تو آئی حرام ہے۔ حاضرین سب گنہگار ہیں اور ان سب کا گناہ
ایسا عرس کرنے والوں اور تو آؤں پر ہے۔ اور تو آؤں کا بھی گناہ اس عرس
کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے تو آؤں کا گناہ جانے
سے تو آؤں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے اور تو آؤں کے ذمے
حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو۔ نہیں بلکہ
حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور تو آؤں پر اپنا گناہ الگ اور سب
حاضرین کے برابر جدا۔ اور ایسا عرس کرنے والے پر اپنا گناہ الگ اور
تو آؤں کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ وجہ یہ کہ حاضرین کو
عرس کرنے والے نے بلایا۔ اُن کے لیے اس گناہ کا سامان پھیلایا اور
تو آؤں نے انہیں سنا یا۔ اگر وہ سامان نہ کرتا یہ ڈھول سازنگی نہ سناتے
تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے اس لیے ان سب کا گناہ ان دونوں
پر ہوا۔ پھر تو آؤں کے اس گناہ کا باعث وہ عرس کرنے والا ہوا۔ وہ نہ کرتا
نہ بلاتا تو یہ کیونکر آتے بجاتے لہذا تو آؤں کا بھی گناہ اس بلانے والے پر ہوا۔
صفحہ ۳۲ میں فرماتے ہیں۔ بعض جہاں بدست یا نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی بادہ پرست
کہ احادیث صحاح مرفوعہ حکمہ کے مقابل بعض ضعیف فقہ یا محلی لائقے متشابہ پیش کرتے ہیں انہیں اتنی
عقل نہیں یا تصدایہ عقل بننے میں کہ صحیح کے سامنے ضعیف متین کے آگے محلی حکم کے حضور متشابہ
واجب الترتیب ہے پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل پھر کجا محرم کجا مباح ہر طرح
یہی واجب العمل اسی کو ترجیح مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے کاش
گناہ کرتے اور گناہ جانتے، اقرار لاتے یہ ڈھٹائی اور بھی سخت ہے کہ
ہوس بھی پالیں اور الزام بھی پالیں اور اپنے لیے حرام کو حلال بنا لیں پھر
اس پر بھی بس نہیں بلکہ معاذ اللہ اس کی تہمت محبوبانِ خدا اکابر سلسلہ
عالیہ چشت قدس است اسراہم کے سر دھرتے ہیں نہ خدا سے خوف نہ بندوں
سے شرم کرتے ہیں حالانکہ خود حضور محبوبِ الہی سیدی و مولائی نظام الدین
والذین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغنم وغناہم فواہم الفواد
شریف میں فرماتے ہیں "مزایر حرام است" الخ

زیادت بقور، ایصال ثواب، فاتحہ اور عرس کے جواز اور استحسان
میں قطعی کلام نہیں لیکن خلاف شرع امور کا ان میں داخل کر لینا کس قدر معصیت
کا سبب ہے اس پر اہل نظر کی توجہ لازمی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے قبروں کا مسجد
بالکل ہی حرام فرمایا جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۲۱۳ سے واضح ہے
اس کے علاوہ الملقوظ جلد دوم صفحہ ۱۰۶ میں غورتوں کے لیے قبروں کی زیارت

تو اولیاء کا قول دوم کہ جس کے لئے شیخ نہیں اس کا شیخ شیطان ہے اس کے
متعلق نہیں ہو سکتا اور قول اول کہ بے پیر فلاح نہیں پاتا تو یہ بدایت اس
پر صادق نہیں۔ فلاح تقویٰ بلاشبہ فلاح ہے اگرچہ فلاح احسان اس
سے اعظم و اجل ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ اِن یُخْتَبِئُوا الْکِبَیْرَ
مَا تَنْهَوْنَ عَنْهُ نُکْفِرْ عَنْکُمْ سَیِّئَاتِکُمْ وَنُدْخِلْکُمْ
مِلْدُ خِلَافِکُمْ رِیَا۔ اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچے تو ہم تمہاری بُرائیاں
مٹا دیں گے اور تمہیں عزت والے مکان میں داخل فرمائیں گے یہ بلاشبہ
قور عظیم ہے۔

سمع بالمزایر آلات سرود مثل طبلہ و سازنگی و بریل و ستار
کے ساتھ تو آئی کا سُنا یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ بڑے بڑے صوفیائے کرام اور
علمائے عظام اس مسئلہ میں یا تو خود ملوث نظر آتے ہیں یا قول و فعل میں تضاد
کے شکار ہیں یا خاموشی ہی میں عافیت سمجھتے ہیں۔ بہت کم ہی ایسے ہیں
جنہوں نے قرآن و حدیث کے آئینہ میں حقانیت و صداقت کی مقدس
تصویر پیش کرنے کی کوشش یا جرات کی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اس اہم مسئلہ
پر جو روحانی اور حقانی فتویٰ تحریر فرمایا ہے وہ اس بات کی واضح دلیل
ہے کہ ناموسِ شریعت کے مقابلہ میں کسی کی کوہ قامت شخصیت یا بادہ
تصوف انہیں ذرہ برابر بھی راہِ حق سے منحرف نہ کر سکا۔ یہیں پر
خدا ترسی، خشیتِ الہی اور تقربِ خدا و رسول کا دل نشین منظر سامنے
آتا ہے۔ اور یہیں اُن کی روحانیت کا مقام بلند اپنی فہم و فراست
کے مطابق سمجھ میں آتا ہے۔

احکام شریعت حصہ اول صفحہ ۳۳ میں ۲۹ ربیع الآخر شریف
۱۳۲۰ھ کو ایک سوال کیا گیا ہے جو مسئلہ ۱۷ کے ساتھ شمار کیا گیا
ہے۔ سوال و جواب دونوں ملاحظہ فرمائیں۔ (سوال)

بہ عالی خدمت امام اہل سنت مجددِ دین و ملت معروض کہ
آج میں جس وقت آپ کے رخصت ہوا اور واسطے نماز مغرب کے مسجد میں گیا
بعد نماز مغرب کے ایک میرے دوست نے کہا چلو ایک جگہ عرس ہے میں چلا گیا
وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں۔ بہت سے لوگ جمع ہیں اور تو آئی اس طریقہ
سے ہو رہی ہے کہ ایک ڈھول اور دو سازنگی بج رہی ہیں اور چند تو آں
بیرون پر دستگیر کی شان میں اشعار کہہ رہے ہیں اور رسول مقبول
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت کے اشعار اور اولیاء اللہ کی شان
میں اشعار گا رہے ہیں اور ڈھول سازنگیاں بج رہی ہیں یہ باجے شریعت
میں قطعی حرام ہیں کیا اس فعل سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور
اولیاء اللہ خوش ہوتے ہوں گے اور یہ حاضرین جلسہ گناہ گار ہوئے یا نہیں

خصوصاً اجیر شریف جانے کے ارادہ سے اجیر پہنچنے پہر واپس ہونے تک جس انداز میں ممانعت فرمائی ہے وہ اعلیٰ حضرت ہی کا حصہ ہے سوال ہے کہ حضور اجیر شریف میں خواجہ صاحب کے مزار پر عورتوں کو جانا جائز ہے یا نہیں جواب دیتے ہیں ”غنیہ میں ہے یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزار پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہو لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں سوائے روضہ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں وہاں کی حاضری البتہ سنت جلیلہ عظیمہ قریب بہ واجبات ہے“

آخر میں اعلیٰ حضرت مزارات کی زیارت کے سلسلہ میں عورتوں کے لیے یہ فیصلہ فرماتے ہیں ”لہذا ان کے لیے طریقہ اسلام احترام ہی ہے اس ضمن میں اعلیٰ حضرت کا ایک اور فتویٰ ملاحظہ فرمائیں فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۱۶۵ مسئلہ نمبر ۱۳۵ پیش نظر ہے۔

(سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورتوں کے داخل زیارت قبور درست ہے یا نہیں

(الجواب) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَعَنَ اللَّهُ سَادَاتِ الْقُبُورِ (قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہے) اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ الْكَافِرَةِ وَرُوحَهَا (میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا آگاہ ہو جاؤ اب تم لوگ قبروں کی زیارت کرو) علماء کو اختلاف ہوا کہ آیا اس اجازت بعد المنی میں عورت بھی داخل ہو سکتی یا نہیں اصح یہ ہے کہ داخل ہیں کما فی بحر الرائق مگر جو ان میں ممنوع ہیں جیسے مساجد سے اور اگر تجدید حزن مقصود ہو تو مطلقاً حرام۔ اقول۔ قبور اقراب پر خصوصاً بے حال قرب عہد ممت تجدید حزن لازم نہ ہے اور مزارات اولیائے کرام پر حاضری میں إحدى الشاعتین (فتنہ میں مبتلا ہونا یا تجدید حزن) کا اندیشہ یا ترک ادب یا ادب میں افراط ناجائز تو سبیل اطلاق منع ہے لہذا غنیہ میں کراہت پر حزم فرمایا البتہ حاضری و خاکبوسی آستان عرش نشان سرکار اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظم مندوبات بلکہ قریب واجبات ہے اس سے نہ روکیں گے اور تعدیل ادب سکھائیں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔

فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۱۶۵ سے مسئلہ ۱۳۵ ملاحظہ کیجئے جو مزارات اولیاء کے سلسلہ میں ایک قابل غور اور لائق عبرت فتویٰ ہے۔ (سوال) پیر مرشد کے مزار کا طواف کرنا اور مزار اور

مزار کی چوکھٹ کو بوسہ دینا اور آنکھوں سے لگانا اور مزار سے اٹھنے پاؤں پیچھے ہٹنے کے ہاتھ باندھے ہوئے واپس آنا جائز ہے یا نہیں؟ (الجواب) مزار کا طواف کہ محض یہ نیت تعظیم کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم بالطواف مخصوص بہ خانہ کعبہ ہے مزار کو بوسہ نہ دینا چاہیے علماء اس میں مختلف ہیں اور بہتر پختہ اور اسی میں ادب زیادہ ہے آستانہ بوسی میں حرج نہیں اور آنکھوں سے لگانا بھی جائز کہ اس سے شریعت میں ممانعت نہ آئی اور جس چیز کو شرع نے منع نہ فرمایا منع نہیں ہو سکتی قال اللہ تعالیٰ اِنْ اِحْكَمْتُ اِلَيْهِ (اللہ تعالیٰ حکم نہیں ہے مگر اللہ ہی کا) ہاتھ باندھے اٹھنے پاؤں واپس آنا ایک طرز ادب ہے اور جس ادب سے شرع نے منع نہ فرمایا اس میں حرج نہیں۔ ہاں اگر اس میں اپنی یا دوسرے کی ایذا کا اندیشہ ہو تو اس سے احتراز کیا جائے واللہ تعالیٰ اعلم اعلیٰ حضرت کی تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ بات بالکل واضح اور آشکارا ہو جاتی ہے کہ مہاجر شریعت اور منوال سنت سے کہیں بھی یک سر مو فرق نہیں آنے دیا۔ اس بات کا مکمل خیال رکھ لے کہ جائز کو جائز اور ناجائز کو ناجائز کہا جائے۔ جو شے مباح ہے اس کو بلا وجہ ناجائز کہنے والوں پر سخت سزا سنائی ہے اسی طرح غیر شرعی امور کو داخل علی کرنے والوں پر اپنی سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ اگر کسی نے فاتحہ کی چیز کو سامنے رکھ کر ہی فاتحہ کرنے کو ضروریات دین میں سے سمجھا کہ اسکے بغیر فاتحہ درست نہیں تو اس کی تنبیہ اس طرح فرمائی کہ یہ شریعت مطہرہ پر افتراء ہے ایسے شخص کے لیے توبہ لازم ہے۔ ساتھ ہی سلمے رکھنا ناجائز کہنے والوں پر بھی اپنی غفلت کا اظہار یوں کیا کہ یہ شریعت پر اپنی طرف سے زیادتی ہے ایسے شخص کے لیے بھی توبہ واجب ہے اس لیے کہ شے سامنے ہو یا سامنے موجود نہ ہو ہر حال میں فاتحہ درست اور جائز ہے۔ اسی طرح قبروں کے اوپر عود، لوبان یا چراغ جلانے کی سخت ممانعت فرمائی اس کے علاوہ بے ضرورت ادب بے وجہ چراغ روشن کرنے کو امراف بے جا کہا لیکن صاحب مزار کی روح مبارک کی تعظیم کے لیے یا زائرین کی سہولت کے لیے یا قرآن کریم کی تلاوت کے لیے اگر قبروں سے ہٹ کر روشنی کا نظم کیا جائے تو یہ امر جائز قرار دیا کیونکہ شریعت میں اس سے ہرگز ممانعت نہیں۔ بلکہ یہ امر پسندیدہ اور بہتر ہے۔ بلکہ باعث خیر و برکات ہے

علیٰ ہذا القیاس اس قسم کے سیکڑوں مسائل ہیں جن پر بے خوفی کے ساتھ عالمانہ محققانہ انداز میں بحث فرمائی اور مومنوں کی صحیح رہنمائی فرمائی۔ یہ ایک عجیب سی بات ہے کہ اولیائے کرام اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و عناد رکھنے والے پھر بھی اپنے کو عالم یا موم

نفل کے محبوب عظیم الشان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آرام گاہ ہے۔ نہایت ادب و قدر کے ساتھ بہ آوازِ حزیں و صوتِ درد آگئیں و دلِ شرمناک و جگر چاک چاک معتدل آواز سے نہ بلند و سخت (کہ ان کے حضور آواز بلند کرنے سے عملِ اکارت ہو جاتا ہے) نہ نہایت نرم و پست (کہ سنت کے خلاف ہے اگرچہ وہ تمہارے دلوں کے خطروں تک سے آگاہ ہیں جیہ کہ ابھی تصریحاتِ آیتہ سے گذرا)۔

(۳۸) روضۃ النور کا نہ طواف کرو نہ سجدہ نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اُن کی اطاعت میں ہے۔

مندرجہ بالا ہدایتوں پر غائرانہ نظر ڈالیے اور اپنی فہم و فراست کو جمع کر کے فیصلہ کیجیے ایسی ہدایتیں کیا کوئی عامی شخص یا وہ عالم جو روحانیت سے خالی ہو کبھی سوچ بھی سکتا ہے نہیں اور ہرگز نہیں۔ یہ ارشادات اُسی شخص کے ہو سکتے ہیں جو مقامِ قرب کی منزلوں کو جانے ہوئے سمجھے ہوئے بلکہ دیکھے ہوئے ہو۔ خود وہ شخص اللہ عزوجل اور رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قُربِ خاص رکھتا ہو اور مقامِ قُرب کے آداب سے پوری طرح واقف ہو، روحانیت کی منزلِ خصوصی کا علم رکھتا ہو اور مرتبہ روحانی پر فائز ہو۔

معزز قارئین کرام! میں نے تہمدی طور پر روحانی قدروں کو واضح کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت کی روحانی قدروں کا ایک مختصر تذکرہ کرنے کا شرف حاصل کیا۔ عقلمندوں کے لیے اشارہ کافی ہے اور نو نہ کے لیے چند مثالیں بھی بہت ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی تصانیفِ جلیلہ کے مطالعہ کے بعد صاحبِ علم اس فیصلہ پر مجبور ہو جائے کہ آپ اپنے عہد اور دور میں روحانیت کے بلند مقام پر فائز تھے اور آپ کی روحانی خدمات روز روشن کی طرح واضح دلایں ہیں۔ کاش ہم اُن کے نقشِ قدم اور تعلیمات پر عمل کر کے اپنی آخرت کو تاباں و فروزاں بنا سکیں۔

خانی کائنات سے دعا ہے کہ ابد الابد تک ان کی رُوح مقدس پر رحمت و غایت کی بارش نازل فرمائیے اور ان کی ہدایتوں کی ضیائے ایمانی میں ہمیں عملِ خیر کی توفیق عطا فرمائے آمین
وَصَلَّى اللہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ
اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاتَّبَاعِہٖ اٰجَمِیْنَ۔

کتاب و سنن اور عقائد و مسائل کا ترجمان

ماہنامہ مساندہ الآباح

ایڈیٹر سید شمیم گوہر سالانہ ۶۹ روپے

ماہنامہ مساندہ ۱۲۴ یک نیا شجرہ آباد

کہنے والے بہت سے فریبی انسان ایسے ہیں جو اصلاحِ قوم کے بہانے امرِ جائز اور مستحسن بلکہ مستحب اور منہج کو بھی فساد کرنے اور مٹانے کے لیے نظر آتے ہیں اور ان چیزوں کے لیے ناجائز و حرام کا فتویٰ آسانی کے ساتھ دے دیتے ہیں کچھ بھی خدا کا خوف دل میں نہیں لاتے۔ اسی طرح کچھ جاہل مونی بے علم پیر اور نادان حضرات اغراضِ فاسدہ کی تکمیل اور شکمِ پُری یا حصولِ زر کی خاطر خلافِ شرع اور ناجائز امور کو بھی علیٰ طورِ پر کاخیر یا جائز قرار دیتے ہیں، خوفِ الہی و حسابِ محشر سے دل نہ کر اپنی لگن میں مگن نظر آتے ہیں یہ دونوں حضرات غلطی پر ہیں۔ اول الذکر حضرات تو ہیں رسالت اور امامتِ ولایت کی بنیاد پر ایمان سے دور اور کفر سے قریب تر ہیں بلکہ کفر کا طوق اپنی گردن میں ڈالے ہوئے ہیں۔ آخر الذکر حضرات عسکریاں شعراء، مصیبت کشیاں اپنی جہالت و نادانی کی وجہ سے بے نظر آتے ہیں۔ ان دونوں جماعتوں کی درست ہدایت اور ایماندارانہ رہنمائی کا فریضہ اعلیٰ حضرت نے قول و فعل و تحریر کے ساتھ جس طرح انجام دیا ہے اُسے آپ کی روحانی خدمات ہی سے تعبیر کیا جائے گا جس کا خلاصہ یہی ہے کہ جائز کو ناجائز اور ناجائز کو جائز مت کہو، مباح و مستحسن کو حرام مت کہو اور حرام کو نالہ و تہنہ کرنے کے لیے حلال قرار مت دو۔ کفر کا ایمان اور ایمان کا شرک نام مت رکھو تصانیفِ اعلیٰ حضرت مزید وضاحت کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔ میں نے تو محض اختصار سے کام لیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے مقامِ روحانیت کی بلندی کو سمجھنے کے لیے فتاویٰ رضویہ جلد چہارم رسالہ اَنُورُ ابشامۃ فی مسائل الحج والذیاریۃ ص ۲۲، میں مفتاحِ حاضری سرکارِ اعظم مدینہ طیبہ حضور حبیبِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چند طریقہ آداب ملاحظہ فرمائیں جس کی جانب صحیح رہنمائی وہی کر سکتا ہے جو اپنے عہد میں روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

(۳) جب حرمِ مدینہ نظر آئے بہتر یہ کہ پیادہ ہو لو ورنہ، سر جھکاتے آنکھیں نیچی کے اور ہو سکے تو ننگے پاؤں چلو بلکہ سہ

جائے سراسر اس کو تو پامی نہیں پائے نہ بیٹنی کہ کجائی نہیں حرم کی زمین اور قدم رکھ کے چلنا ارے سر کا موقع ہے اوجانے والے (۵) جب تہۃ اُور پر نگاہ پڑے درود و سلام کی کثرت کرو۔

(۶) جب شہر اقدس تک پہنچو جو جلال و جمالِ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصور میں غرق ہو جاؤ۔

(۷) خبردار جہاں شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلافِ ادب ہے بلکہ چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ یہ اُن کی رحمت کیا کہ ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا اپنے موابہ اقدس میں جگہ بخشی۔ ان کی نگاہِ کریم اگرچہ ہر جگہ تمہاری طرف تھی اب خصوصیت اور اس درجہ قُرب کے ساتھ ہے واللہ

(۸) الحمد للہ اب کہ دل کی طرح تمہارا منہ بھی اُس پاک جہاں کی طرف ہے جو اللہ عزوجل

حرم و اتقاء

مولانا محمد عبدالمبین نعمانی (فاضل اشرفیہ)

بالائے سرش زہوشمندی
فی تانت ستارہ بلندی

امام احمد رضا جب دھال یار کی تیاریاں کر رہے تھے، اور قریب تھا کہ اس دارنالی سے رخصت ہو کر سرکار مدینہ کے جلال جہاں آرا کا نظارہ کریں جس کی ٹپ نے کبھی آپ کو ستایا تو یوں نوحہ سنج ہوئے۔

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے

کہ یہاں مرنے پہ تھہرا ہے نظارہ تیرا

اور حضرت سرکار آسی علیہ الرحمہ نے اسی موقع کی تصویر اس طرح کھینچی ہے
آج پھولے نہ سہائیں گے، کفن میں آسی
ہے شب گور بھی اس گل سے ملاقات کی رات

اعلیٰ حضرت کے برادر زادہ اور تلمیذ خلیفہ حضرت علامہ مولانا حسین رضا صاحب
قبلہ امت برکاتہم القدسیہ (مولائے قدیران کے سائے گہ مارے سروں پر دراز تر فرمائے)
وقت دھال موجود تھے، فرماتے ہیں کہ ایک بیکر چھپنٹ منٹ پر اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ گھڑی
سانے رکھ دو، گویا کہ پہلے ہی سے وقت معلوم ہے اور اب شدت سے وقت عین کا انتظار
ہے۔ اور کیوں نہ واقف ہوں کہ بارگاہ نبوت کے خوب خواص تھے، اور نہ جانکنی کا وقت
اور سائے گھڑی ہونے کی خواہش چہنی دارد؟

پھر فرمایا۔ تصاویر بنادو، لوگوں نے سوچا یہاں تصاویر کا کیا کام؟ لوگ سوچ
ہی رہے تھے کہ خود ہی تو ما اشراف فرمایا۔ یہی لفافے، کارڈ، اور روپے پیسے وغیرہ (جس
میں تصویریں ہوتی ہیں)

یہاں حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا احتیاط و تقویٰ قابل دیدنی ہے کہ حدیث میں
ہے جس گھر میں تصویر لگتا ہوتا ہے اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے "مگر سکون بخیر
موجودی اس حکم سے الگ لکھا گیا ہے جیسا کہ اشرع علماء نظام کا قول ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے اس بارگاہ
دعوت و وقت میں اسے بھی گوارہ نہ کیا اور احتیاط و تقویٰ کی روح پیش فرمادی۔ اور کھینچنا
تصویر کے شائبہ سے بھی اجتناب فرمایا۔

ہماۃ حاضرہ کے مجدد اعظم دنیائے اہل سنت کے بطل عظیم اعلیٰ حضرت
سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کو ایک مجاہد پیکر، مصلح امت،
مجدد ملت اور اہل باطل کے لئے باعث قہر و نکبت کی حیثیت سے کون نہیں جانتا؟
اور یہ حقیقت بھی ہے کہ آپ کی حیات طیبہ میں اصلاح و تجدید دین اور احقاق حق
و ابطال باطل کا عنصر حقانما یاں ہے دیگر نہیں۔

ایک مصلح و مجدد کو ذاتی طور پر بھی جن محاسن و فیما اور فضائل و مناقب
سے آراستہ ہونا چاہیے۔ امام احمد رضا کی ذات ان میں بھی منفرد و یکتا نظر آتی ہے جو
زہد و تقویٰ اور حزم و احتیاط کی شمع آپ کی برم حیات میں اتنی فروزاں ہے کہ دیگر اوصاف
سے قطع نظر کر لیا جائے جب بھی آپ کی ولایت و عظمت میں کسی شک و ادنیاب کی گنجائش
باقی نہیں رہتی، آئیے چند واقعات و شہادت کی روشنی میں اس حیثیت سے بھی حضرت
امام کی حیات طیبہ کا مطالعہ کریں تاکہ معلوم ہو جائے کہ مرد حق آگاہ زہد و ورع، تقویٰ و
طہارت اور حزم و احتیاط کے کس بلند مقام پر فائز ہے۔

سب سے پہلے عہد طفولیت کا ایک عبرت انگیز واقعہ ملاحظہ ہو۔

ابھی تقریباً ساڑھے تین برس کی عمر ہے، ایک نیچا کرتا پہنے باہر سے دولت
خاندان کی طرف چلے جا رہے تھے کہ سامنے سے کچھ پاڑاری عورتوں (طوائف) کا گزر ہوا۔ ان پر
نظر پڑے ہی ساڑھے تین برس کے امام نے اپنا لبا کرتا اٹھایا اور دامن سے آنکھیں چھپالی
یہ غیورانہ انداز دیکھ کر ان عورتوں نے تعجب کا طور پر کہا۔ "واہ بیان صاحبزادہ! نظر کو
ڈھک لی اور ستر کھول دیا"

اس پر اعلیٰ حضرت نے برجستہ فرمایا۔ "پہلے نظر بکھتا ہے۔ تب دل بکھتا ہے
اور جب دل بکھتا ہے تو ستر بکھتا ہے۔" اب تو ان سب عورتوں پر سکتہ طاری ہو گیا اور پھر
کچھ بہنے کی جرات نہ ہو سکی۔

ساڑھے تین برس کی عمر میں فکر و شعور اور عفت و پرہیزگاری کی اس قدر بلندی کم
تعجب خیز نہیں۔ آپ نے اس جواب کے اندر شریعت و طہارت کے ایسے پناہ نکتے کشف
فرمادیے جن کا ادراک آج بونہے ہونے کے بعد بھی مشکل سے ہوتا ہے۔

آشوب چشم کی شکایت ہو گئی۔ اس دوران متعدد بار ایسا ہوا کہ امام احمد رضا نے کبھی قبل نماز کبھی بعد نماز کچھ کو پاس بلایا اور کہا کہ سید صاحب، دیکھئے حلقہ چشم سے باہر پانی تو نہیں آیا ہے ورنہ وضو کر کے نماز کا اعادہ کرنا ہوگا۔ اس لئے کہ دکھیں آنکھ سے جو پانی نکلتا ہے وہ ناقص وضو ہے۔ مگر اس میں اس قدر احتیاط کہ دوسرے کو آنکھ دکھا کر کیفیت دریافت کرنا۔ امام احمد رضا ہی مقام احتیاط ہے۔ اس لئے کہ شرعاً کوئی اتنے اہتمام کا مکلف نہیں۔ ایک مرتبہ آپ کوٹلی کے تیل کی ضرورت درپیش ہوئی، تو جہانگیر خان رضوی تیل فروش سے فرمایا کہ کچھ کو ایک پیپا مٹی کے تیل کی حاجت ہے۔ چنانچہ حسب ارشاد جہانگیر صاحب نے ایک پیپا مٹی کا تیل لا کر حاضر کر دیا۔ امام احمد رضا نے دریافت فرمایا کہ اس کی قیمت کیلئے؟ تو عرض کیا حضور! ویسے تو اس کی قیمت اتنی ہے مگر آپ کم کر کے اتنی عنایت فرمادیں۔ اس پر امام احمد رضا نے فرمایا نہیں جو قیمت عوام سے لیتے ہو وہی مجھ سے بھی لو۔ اس پر انھوں نے عرض کیا۔ حضور! آپ میرے بزرگ ہیں عالم میں آپ سے بھلا عام بھاء کیسے لوں۔ اس پر امام احمد رضا نے فرمایا میں علم نہیں بیچتا اور پھر وہی عام قیمت عنایت فرمائی ایک مرتبہ شام کے وقت حسب معمول پان میں تاخیر ہو گئی۔ دیر میں ایک بچہ پان لیکر حاضر خدمت ہوا۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا اور تقریباً مغرب کے بعد دو گھنٹے ہو چکے تھے، اور یہ گزر چکا کہ امام احمد رضا انظار کے بعد صرٹ پان پر اکتفا فرماتے تھے، لئے دلے بچے سے فرمایا۔

”اتنی دیر میں لایا اور اس کو ایک چپت بھی رسید کر دی“

واقعہ تو گزر گیا مگر امام احمد رضا نے بعد میں سوچا کہ میں نے غلطی کی اس بچے کو ایک چپت رسید کر دیا، لہذا ہانہ گیا اور سحری کے وقت اسی بچہ کو بلوایا اور فرمایا کہ شام میں نے چپت مار دی تھی حالانکہ تصور تھا کہ نہیں بھیجے والے کا تھا۔ لہذا اب اس غلطی کا تدارک اسی طرح ہوگا کہ تم بھی میرے سر پر چپت مار دو۔ اور سر سے ٹوپی اتار کر اصرار فرمایا۔ حاضرین یہ تماشا دیکھ کر مضطرب و پریشان ہو گئے۔ بچہ بھی عالم حیرت میں مبتلا ہو گیا اور عرض کیا حضور میں نے صاف کیا۔ اس پر امام احمد رضا نے فرمایا۔ تم نابالغ تھیں صاف کرنے کا کیا حق؟ تم چپت مار دو، مگر وہ زار سکا۔ اس کے بعد اپنا کبھی منگا کر اس سے ٹھہریسے نکلے اور فرمایا میں تم کو یہ اتنے پیسے دوں گا تم چپت مار دو، مگر وہ بچہ کتار ہا حضور میں نے صاف کیا۔ آخر کار جب امام احمد رضا نے یہ دیکھا کہ یہ بدلہ نہیں لے پا رہا ہے تو خود اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر مبارک پر بہت سی چپتیں لگائیں اور پھر اس بچہ کو پیسے دیکر رخصت فرمایا۔

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے اپنے تمام افعال و اعمال میں سنت تیا سن

(یعنی دلہنے سے شروع کرنا) کا بہت خیال فرماتے۔ سوائے ان افعال میں جن میں شرعاً ممانعت دار ہے جیسے استنجا کرنے یا ناک صاف کرنے وغیرہ افعال۔

قبل کا بھی بہت احترام فرماتے کبھی قبل کا طرٹ نہ تھوکتے اور نہ پاؤں پھیلتے یہاں تک کہ کبھی قبل کا طرٹ پیچ کر کے سجدے سے واپس نہیں ہوئے۔ ہمیشہ قبل کا طرٹ

اعلیٰ حضرت قدس سرہ ٹھہرا، قہقہہ اور کھل کھلا کہہ سننے سے اجتناب فرماتے تھے اور نلیض حکو اقلیلا و لیکو کشتوا پر عمل پیرا تھے۔

امام احمد رضا قدس سرہ نماز باجماعت کی شدت سے پابندی فرماتے اور ہمیشہ عام کے ساتھ نماز ادا فرماتے۔ اس لئے کہ حدیث پاک میں عباد کے ساتھ نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، اور سائل نمازیں کمال احتیاط اور آداب کا پورا خیال فرماتے جیسا کہ جناب سید الیوب علی صاحب کا بیان ہے۔

ایک مرتبہ ایک صاحب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور ایک کوری ہانڈی جس میں بدایونی پیر تھے، پیش کیا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کیسے تکلیف کیا؟ نو وارد۔ حضور سلام کے لئے حاضر ہو گیا ہوں۔

امام صاحب:- (تھوڑی دیر خاموشی اختیار فرمائی اور پھر دریافت کیا) کہنے کوئی کام؟

نو وارد:- کچھ نہیں یونہی مزاج پرسی کے لئے حاضر بارگاہ ہو گیا ہوں۔
امام صاحب:- غایت و نوازش (قدس سکوت کے بعد پھر فرمایا) کیا کچھ فرمائیے گا؟
نو وارد:- کچھ نہیں۔

اس کے بعد امام احمد رضا رضی اللہ عنہ نے وہ شیرینی کھا ہانڈی مکان میں بھجوا دی اور اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر توقف کے بعد ان صاحب نے ایک توڑکی درخواست کی۔ اس پر امام احمد رضا کا انداز بدل گیا اور فرمایا۔ میں نے تو پہلے ہی تین بار دریافت کیا مگر آپ نے کچھ نہ بتایا، اچھا تشریف رکھئے۔

اس کے بعد امام احمد رضا نے اپنے بھائی علی احمد خاں کے پاس سے جو کہ توفیر باشتے تھے ایک توفیر منگا کر ان صاحب کو دیا اور ساتھ ہی ٹھہائی کی وہ ہانڈی بھی گھر میں سے منگا کر واپس فرمادیا، کہ اس کو بھی ساتھ لیتے جائیے۔ انھوں نے بہت اصرار کیا کہ حضور اس کو قبول کر لیں۔ مگر امام احمد رضا نے قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ ہمارے یہاں توفیر بکتا نہیں ہے۔ آخر کار وہ صاحب اپنی شیرینی واپس لیتے گئے۔

کھانے کے معاملے میں بھی امام احمد رضا بڑے محتاط واقع ہوئے تھے اور آپ کا کھانا اس کے مصداق تھا کہ ”خوردن برائے زیستن نہ زیستن برائے خوردن است“ یعنی کھانا صرف جینے کے لئے ہے نہ کہ جینا ہی کھانے کے لئے ہے۔

چنانچہ امام احمد رضا کی غذا عام طور پر زیادہ سے زیادہ ایک چھوٹا سیالی بکری کا شور بادہ بھی بغیر مرچے کا، اور ایک یا دو تھوڑے سوچ کا بکٹ اور کبھی چکی کے پیسے ہوتے آٹے کی چند چپاتی۔ بلکہ کبھی تو اس میں بھی تاغہ ہو جاتا۔ اور رمضان المبارک میں انظار کے بعد صرٹ پان پر اکتفا فرماتے اور سحری کے وقت صرٹ ایک چھوٹے پیلے میں فرنی اور مٹنی استعمال فرمایا کرتے تھے۔

جناب سید الیوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام احمد رضا کو

مذکر کے مسجد سے نکلے، کبھی اگر دلائف و ادارہ میں مشغول ہو کر شمالاً و جنوباً چلتے تو لڑتے وقت وسطی در سے قبلہ کو کرہ نہیں لگتا ایسا نہیں لگتا کہ کسی در سے تشریف لاتے۔

ستر عورت کے بارے میں بھی بہت محتاط تھے، یہاں تک کہ اگر کسی گھٹنا کھٹا ہوتا تو اس کی طرف نظر تک نہیں فرماتے۔ ایک مرتبہ چند فوجی نیکر پہنے حاضر ہوئے۔ امام احمد رضا نے ان کی طرف نگاہ نہ فرمائی اور فوراً ایک کپڑا ان کے زانو پر ڈالنے کے لئے دیا پھر ان کی طرف نگاہ کی اور صرف حسب ضرورت بات کی۔

سادات کرام کے بارے میں تو امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے واقعات بڑے ہی حیرت انگیز اور وقت آمیز ہیں۔ آپ ان سے بے پناہ محبت فرماتے اور نہایت ہی احترام و ادب کے ساتھ پیش آتے۔ تفصیلی واقعات تو سوانحی کتبوں میں مرقوم ہیں۔ سر دست میں یہاں ان کے بارے میں امام احمد رضا کا ایک نہایت ہی باریک اور زبردست احتیاط پیش کر رہا ہوں۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ اگر تاحی کسی سید کو حد لگائے تو یہ خیال ہو کہ میں سزا دے رہا ہوں بلکہ تصور یہ ہو کہ محترم شاہزادہ کے پیر میں کچھ لگ گیا ہے اسے دھو رہا ہوں۔

جناب مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی کا بیان ہے کہ امام احمد رضا نماز میں اس قدر احتیاط اور جزئیات مسائل کا ایسا اہتمام فرماتے کہ عام تو عام اکثر علماء اس پر عمل کرتا تو درکنار اس کے سمجھنے سے بھی تا صبر ہیں۔ ایک سال امام احمد رضا کا مسجد میں ہیں رمضان المبارک سے میں معتکف ہوا۔ جب پچیس رمضان المبارک کی تاریخ آئی تو امام احمد رضا نے بھی اعتکاف فرمایا۔ قبل اعتکاف ایک دن کا وقت ہے کہ عصر کے وقت حضور امام احمد رضا تشریف لائے اور نماز پڑھا کر تشریف لے گئے۔ میں مسجد کے اندر کونے میں چلا گیا تھوڑی دیر میں ایک صاحب آئے اور مجھ سے کہنے لگے آپ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے؟ میں نے کہا کہ ابھی حضور کے پیچھے پڑھی ہے، تو ان صاحب نے تعجب سے کہا کہ حضور تو اب پڑھ رہے ہیں میں نے بھی سنا تو نہایت تعجب کیا اور یقین نہ ہوا۔ اس لئے کہ نماز عصر کے بعد کوئی نماز داخل نہیں اور امام احمد رضا نے ہم لوگوں کے سامنے نماز پڑھی اور پڑھائی ہے اور ابھی غروب کا وقت نہیں۔ پھر اگر کوئی غلطی ہو گئی ہوتی تو سب کو اعادہ کا حکم فرماتے، غرض مجھ کو بڑا حیرت ہوئی۔ انھوں نے پھر کہا دیکھ لیجئے پڑھ رہے ہیں تب میں نے آگے بڑھ کر دیکھا تو رات ہی نماز پڑھ رہے تھے، منتظر کھڑا رہا جب سلام پھیرا تو میں نے عرض کیا حضور میری کجی میں نہیں آیا کہ ابھی نماز پڑھائی ہے اور پھر پڑھ رہے ہیں۔ تو ان کا بھی اس وقت سوال نہیں۔ تو امام احمد رضا نے ارشاد فرمایا کہ تعدہ اخیرہ میں بعد تشہد حرکت نفس سے میرے انگوٹھے کا بند توٹ گیا تھا۔ چونکہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی ہے اس وجہ سے آپ لوگوں سے نہیں کہا۔ اور گھر میں جا کر بند درست کر کر اپنی نماز احتیاطاً پھر سے پڑھ لی۔

یہ ایسا واقعہ ہے کہ اکثر لوگ اس کی سمجھ سے بھی قاصر ہیں ایک بزرگ نے مجھ

سے اس واقعہ کو سن کر اس کی بہت قدر کی۔ یہ بزرگ پیر عبدالمجید شاہ صاحب بغدادی ہیں بڑودہ میں تشریف لائے تھے اور جامع مسجد میں ایک روز نماز مغرب پڑھائی میں نے ان کے جیسا اثر و لطف کبھی قرآن کی تلاوت میں نہیں محسوس کیا۔ بعد نماز میں سلام کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں تو ان کے بارے میں معلومات حاصل ہوئی۔ پھر میں ان کا قیام گاہ پر گیا۔ رعنا نگران کے سلسلے میں ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ میں ایران گیا۔ وہاں آتش پرستوں کا ایک آتشکدہ بہت پرانا تھا۔ وہاں پر آتش پرستوں سے مناظرہ کے لئے لوگوں نے میرا انتخاب کیا تو میں کہ یہ لوگ جسے پوجتے ہیں اسی سے پوچھ لو۔ یعنی آتشکدہ میں جا کر آگ سے پوچھ لو کہ وہ کس کی رعایت کرتی ہے۔ لوگوں نے اسے فحش دھمکانا سمجھا اور میرا نام اور وہاں کے پجاری کا نام مقرر کر کے ایک مین تار کے کونائے کا اعلان کر دیا۔ وقت مغرب پر تمام لوگ شہر کے جمع ہو گئے تو میں نے اس پجاری سے کہا کہ اب چلے وہ گھبرا یا اور رک گیا میں نے سوچا کہ اگر میں بھی رس گئی تو لوگ رات ہی دھمکی تصور کریں گے اس لئے اکیلا ہی اس آتشکدہ میں چلا گیا اور پورے مین منٹ تک آگ میں کھڑا رہا۔ اس کے بعد نکلا آیا یہ دیکھ کر بہت سے آتش پرست مسلمان ہو گئے اور آتش پرستی سے توبہ کر لی۔

اب میں نے اپنی ضعف ایمانی کی وجہ سے ان بزرگ سے پوچھا کہ آپ کیسے آگ میں چلے گئے۔ فرمایا، قرآن مجید لیکر اور یہ سمجھ کر کہ جب ہم کو قرآن نازل جہنم سے پہلے گا تو اس معمولی آگ سے کیوں نہ پائے گا۔ یہ واقعہ اس لئے ذکر کر دیا تاکہ ناظرین ان بزرگ کی نفیلت اور قوت ایمانی کا اندازہ لگا سکیں۔

ان بزرگ کو جب میں نے امام احمد رضا کی اس عصر کی نماز کا واقعہ سنایا پھر دو دن ملاقات کی تو فرمایا کہ آج تمام رات گریہ و زاری میں گزری ساری رات میں یہ کہتا رہا کہ خداوند! تیرے بندے بھی ابھی روئے زمین پر ہیں جو اس درجہ احتیاط سے فریضہ نماز ادا کرتے ہیں۔

امام احمد رضا سرور فرنگیت اور کبریا انداز کے اختیار کرنے سے بھی بہت پرہیز فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ کہیں تشریف لیا رہے تھے، ٹرین میں کچھ دیر تھی۔ استیشن پر وینگ روم سے کرسی لائی گئی۔ آپ نے فرمایا یہ تو بڑی حکمرانہ کرسی ہے پھر انہما تنفر کرتے ہوئے ضرورتاً اس پر بیٹھے مگر اس کے تکیہ سے پشت باریک نہیں لگائی۔

ایک مرتبہ آپ پتلی بہت شریف میں ایک شاہ صاحب سے ملنے گئے، وہ یہ مریدی کا سلسلہ جاری کئے ہوئے تھے۔ اتفاق سے جب امام احمد رضا وہاں پہنچے تو دیکھا کہ شاہ صاحب عورتوں کو بے حجابانہ بیت کر رہے ہیں۔ یہ خلاف شرع حرکت دیکھ کر آپ کی غیرت دینے کو ارادہ کیا کہ ان سے ملیں۔ اور نیز ملاقات کئے ہوئے واپس چلے آئے جب شاہ صاحب کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو انتہائی انوس کا اظہار کیا اور آئندہ سے احتیاط کرنے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد امام احمد رضا ان سے ملے اور دوائے کیا۔ غالباً معالفا اس خوش میں کیا کہ شاہ صاحب نے ایک مصیبت سے اپنے کونے کا وعدہ کر لیا ہے اور یقیناً یہ ایک عرصے کے لئے خوشی کی بات ہے۔ (باقی صفحہ ۲۳۴)

چشم و چراغ خاندان برکاتیہ

صاحبزادہ حضرت سید آل رسول حسین قادری برکاتی ایم، اے
خلف و جانشین حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان۔

شیخ الاسلام والمسلمین، امام المسنن، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکۃ، مجدد اعظم دین و ملت
بن چکے تھے۔

مرشد روشن ضمیر نے اپنے پیارے مرید کی پیشانی پر دست قدرت کی نگہ روشن
تحریریں پڑھ لی ہیں۔ بریلی کے مقدس گھر نے کایہ فرد آگے چل کر اس صدی کا مجدد بنے گا۔
حضور غوث اعظم پیران پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نائب اور رسول مکرم سرکار
دعالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا وارث ہو گا۔ اس کا سینہ انوار و مدارف و علوم و
حقائق لدنیہ کا خزانہ بنایا جائے گا۔ جس کا طرف اتنا عالی ہے اس کے لئے عطا دیں کیوں کی
کی جائے دینے والے عطا لینے والے سراپا رضا، سونا تو پہلے ہی تھے، طریقت کی آہن کی تو کندن ہو گئے۔

سلام اس پر کہ جسے حرمین محرمین کے مفتیان کرام دائمہ حرمین عظام و جمیع علماء
اسلام نے عالم، علامہ کامل، استاذ ماہر مجاہد، معزز، باریکیوں کا خزانہ، محفوظ، برگزیدہ
گنجینہ علوم کے شکلات ظاہر و باطن کا کھولنے والا، دریائے فضائل، علمائے عمائد کی
آنکھوں کی ٹھنڈک، امام، پیشوا، روشن ستارہ، اعدائے اسلام کے لئے تیغ براں،
استاذ اعظم، دریائے ذخائر، بسیار فضل، دلیر، بلند ہمت، ذہین، دانش مند، بجزائیر
اکثر، شرف و عزت والا، صاحب ذکاوت، سحر، کثیر الفہم، کیا کے زمانہ، اپنے وقت
کا گمانہ، اس صدی کا مجدد، زبردست عالم عظیم الفہم جن کی تفصیلات وافر بڑایاں ظاہر
علم کا کوہ بلند، زبان والا، حاوی جمیع علوم، دانش منی، مایہ افتخار علماء، مرکز دائرہ علوم
حامی شریعت، فخر اکابر آفتاب معرفت، کریم النفس، عالم باعمل، عالی ہمت، نادر نگار
خلاصہ لیل و نہار کے نام سے یاد کیا۔

سلام اس پر کہ جسے اللہ عز و جل نے محض اسلام کی حمایت اور دین کی تجدید کے
لئے پیدا فرمایا۔ جس نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی۔ تشنگانِ بادیہ خلالت کے لئے رشد
و ارشاد کے دریا بہا دیئے۔ جس نے عمر بھر دین کے رہنما اور ایمان کے ڈاکوؤں سے
مقابلہ فرمایا۔

حضور پُر نور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدارج عالیہ و مراتب جلیلیہ
(باقی صفحہ ۲۳۴ پر)

خانقاہ برکاتیہ ماہرہ مطہرہ کا مشرقی حصہ، جامع مسجد برکاتی کے مقابل پنجی
دیواروں کا ایک مکان، جس میں انار کا درخت لگا ہے۔ مکان کے مغرب میں صدر دروازے
کے بائیں طرف ایک چھوٹا سا حجرہ جس میں پنجر کی چوکھٹ لگی ہوئی ہے۔ یہ قطب العارفین
شمس الدین ابوالفضل حضرت سید شاہ آل احواچھے میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان سجادگی
ہے۔ پنجر کی چوکھٹ والے حجرے میں ایک نقش چوبی تخت بچھا ہوا ہے۔ یہ وہ تخت ہے جہاں
سے ایک عالم جمہولی بھر بھر کر برکتیں لے جاتا رہا ہے۔

آج اس تخت پر قدوۃ العارفین خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونق افروز ہیں۔ سامنے بریلی شریف کے معزز و مقدس گھر نے کے ایک
مناظر کن تشریف فرما ہیں۔ اسم گرامی محمد احمد رضا خاں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہے۔ سلسلہ
عالیہ میں شامل ہونے کی تمنا لے کر گئے ہیں۔ حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ ایک ہی نظر
میں نوجوان صاحبزادے کی عالی ظرفی، بلند اقبال اور روحانی استطاعت و استعداد پہچان
لیتے ہیں۔ ہاتھوں میں ہاتھ لے لیتے ہیں۔ قطرہ سندر سے جا ملتا ہے اور ایسا ملتا ہے کہ خود بحر
بیکراں بن جاتا ہے۔ رسم بیعت اختتام پذیر ہوتی ہے۔ مرشد کی روحانی توجہ سے سرشار
مرید حجرے سے باہر تشریف لاتے ہیں۔ خدام خانقاہ پر ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ
بے اختیار اسم جلالت "اللہ، اللہ" پکاراٹھتے ہیں۔ اس خانوادے کی روایت کے
مطابق اسم جلالت صرف اُسی وقت بلند کیا جاتا ہے جب صاحب سجادہ اپنے حجرہ
سجادگی سے برآمد ہوتا ہے۔ آج خادموں کو یہ کیا سوچھی؟ حضرت خاتم الاکابر تواب بھی اپنی
جگہ تشریف فرما ہیں۔ حجرے سے باہر آنے والے تو محمد احمد رضا ہیں۔ پھر آج خانقاہی روایت
میں یہ فرق کیسا؟ لیکن خادموں کا بھی کوئی قصور نہیں۔ ان کی نظریں اس وقت احمد رضا
کو نہیں، خاتم الاکابر شاہ آل رسول کو دیکھ رہی ہیں۔ سبحان اللہ! کیا طالب اور کیا
مطلوب! تصرف ہو تو ایسا، ایک نظر میں اپنا جیسا بنا دیا۔ حجرہ شریف میں داخل ہوتے
تھے احمد رضا اور جب باہر تشریف لاتے تو واقف رموز جلیہ و خفیہ کا شرف غوامض
علیہ، ملال شکلات، ہر علم و فن، علامہ زمن، مرجع العلماء، محی الملت والدین

خانوادہ برکاتیہ کا روحانی فرزند

صاحبزادہ سید محمد امین برکاتی نبیرہ خاتم الاکابر حضرت سید شاہ
آل رسول برکاتی قدس سرہ، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ، ضلع ایٹہ

اسی مجلس میں اعلیٰ حضرت کے مرشد سیدی آل رسول قدس سرہ
نے ارشاد فرمایا: میا نصاحب! ایک فکر عرصہ سے پریشان کئے ہوئے تھی بھلا اللہ آج
وہ دور ہو گئی۔ قیامت میں جب اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ آل رسول ہمارے لئے کیا لایا تو
میں اپنے مولوی احمد رضا خان کو پیش کر دوں گا۔ پھر مزید ارشاد فرمایا کہ میا نصاحب
(نوری دادا کو اسی لقب سے یاد فرماتے تھے) اب ہم بڑھے ہوئے ہمارا علم بڑھا ہوا
تم جو کچھ لکھا پڑھا کر دو وہ مولوی صاحب کو دکھالیا کرو، سبحان اللہ مرشد برحق
صاف صاف چودھویں صدی کے عہدہ مجددیت پر اعلیٰ حضرت کے فائز ہونے
کی بشارت دے رہے ہیں۔

حضرت صاحب نے اسی محفل میں اعلیٰ حضرت کو وہ تمام اعمال و اشغال
وغیرہ عطا فرمادئے جو خانوادہ برکاتیہ میں سینہ بہ سینہ چلے آ رہے تھے۔ مرشد برحق
کے فیض روحانی کا یہ عالم تھا کہ جب اعلیٰ حضرت حویلی سجادگی سے باہر تشریف لائے
تو ایسا محسوس ہوا گویا جوانی کے دور کے حضور سیدی آل رسول تشریف لا رہے ہیں
حویلی سے باہر جو فقراء اور درویش حاضر تھے انہوں نے حسب دستور قدیم اسم جلالت
اللہ، کافرو بلند کیا۔ چند لمحات کے بعد اعلیٰ حضرت اپنی اصلی شکل میں آ گئے۔

بھلا اللہ ایک صدی بیت جانے کے بعد بھی، لکڑی کی وہ چوکی اور سند جس
پر صدی کے مجدد نے پیر مرشد کے دست حق پرست پر جان و مال کا سودا کیا تھا۔
برکاتی حویلی سجادگی میں موجود ہے۔

اعلیٰ حضرت اپنے مرشدان عظام کا اس درجہ ادب ملحوظ رکھتے تھے کہ مارہرہ
کے اسٹیشن سے خانقاہ برکاتیہ تک برہنہ پا پیدل تشریف لاتے تھے اور مارہرہ
سے جب حجام خطیا پیام لے کر بریلی جاتا تو حجام شریف، فرماتے اور اس کے لئے
کھانے کا غوان اپنے سر اقدس پر رکھ کر لایا کرتے تھے۔

نوری دادا نے اعلیٰ حضرت کو چشم و چراغ خاندان برکاتیہ، فرمایا اور کہا کہ اس
دور میں سنیت کی کسوٹی مولانا احمد رضا خان صاحب ہیں۔ اعلیٰ حضرت اور خاندان برکاتیہ

ماہنامہ المیزان نے امام احمد رضا خاں بریلیوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی حیات مبارکہ کے مختلف پہلوؤں سے روشناس کرایا ہے۔ اس مختصر مضمون میں اہم الحوادث
اعلیٰ حضرت اور خاندان برکاتیہ سے متعلق ان واقعات کو بیان کرے گا جو میری ان
خاندانی روایات پر مشتمل ہیں جن کا بیان مجھ سے والد ماجد حضور سیدی احسن العلماء و الظہار
عم کرم حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان اور دادا صاحب حضرت سید آل عبا
قادری نوری مدظلہ نے فرمایا۔ ایک صدی سے زیادہ گزرا، ۱۳۹۲ھ میں ایک نوجوان
صاحبزادے مع اپنے والد بزرگوار مارہرہ کی خانقاہ برکاتیہ میں تشریف لائے بجاۃ
غوثیہ برکاتیہ پر خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ تشریف
فرماتے تھے۔ ایک مختصر مجلس میں جس میں خاتم الاکابر کے خلیفہ، پوتے قدس سرہ حضور مفتی
اعظم ہند قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کے پیر و مرشد یعنی جد کرم حضور پر نور خاتم اکابر
ہند سید شاہ ابوالحسن احمد نوری الملقب میاں صاحب قدس سرہ اور میرے پردادا
حضرت سید شاہ حسین جید حسینی میاں رحمۃ اللہ علیہ جو خاتم الاکابر شاہ آل رسول احمدی
قدس سرہ کے حقیقی نواسے اور بڑے محبوب خلیفہ تھے، تشریف فرما تھے۔ ان دونوں
حضرات بریلی کو صیحت فرما کر خلافت سے نوازا گیا۔ نوری دادا نے پوچھا کہ حضور
آپ کے خاندان میں تو خلافت بڑی ریاضت اور مجاہدے کے بعد دی جاتی ہے۔ ان
دونوں حضرات کو آپ نے فوراً خلافت عطا فرمادی۔ حضرت سیدی شاہ آل رسول
رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ میاں صاحب اور لوگ گندے دل اور نفس لیکر آتے
ہیں ان کی صفائی کی جاتی ہے پھر خلافت سے نوازا جاتا ہے مگر یہ دونوں حضرات
پاکیزگی نفس کے ساتھ آئے تھے صرف نسبت کی ضرورت تھی، وہ ہم نے عطا کر دی۔
قارئین کچھ گئے ہوں گے کہ وہ دونوں حضرات کون تھے؟ نوجوان صاحبزاد
تھے چودھویں صدی کے ہونے والے مجدد اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شاہ محمد احمد رضا
خان قادری برکاتی فاضل بریلی قدس سرہ اور دوسرے صاحب تھے اعلیٰ حضرت کے
والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خان قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان۔

جو امام احمد رضا نمبر شائع کر کے وقت کی اُس اہم ضرورت کو پورا کر رہا ہے جو عرصہ سے محسوس کی جا رہی تھی میری دعا ہے کہ رب تبارک و تعالیٰ بطفیل سرکار دعو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس دینی خدمت کو شرف قبول عطا فرمائے۔ آمین۔

(حزموالفا کا لقیہ)

مولانا مولوی محمد حسین صاحب چشتی نظامی فرماتے ہیں کہ امام احمد رضا جس قدر اطمینان اور سکون اور سائل کی رعایت سے نماز پڑھتے تھے، اس کی مثال ملنی مشکل ہے ہمیشہ میری دور کوکت ہوتی تو ان کی ایک جب کہ میری چار رکعت دوسرے لوگوں کی چھ اور آٹھ کے برابر ہوتی ہے۔

اور نماز سے اس قدر شوق فرماتے تھے اور جماعت کا اتنا خیال کرتے کہ بسا اوقات مرض کو وجہ سے اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا نہایت دشوار ہو جاتا مگر جب نماز کا وقت آتا تو بغیر کسی سہارے خود ہی سجد شریف لیٹتے اور علوم ہوتا کہ پورے طور پر مصیبت میں۔

یہ چند شہادتیں "شعخ نوذا زخردارہ" کے طور پر ہدیٰ ناظرین میں جن سے حضرت امام احمد رضا رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کے مقام زہد و ورع اور حزم و احتیاط پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔

(خاندان سادات کا لقیہ)

کی تصدیق و توثیق اللہ والوں نے فرمائی۔ جدی کریم حضور پر نور سیدنا شاہ آل رسول احمدی مابہ روی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے اگر رب تبارک و تعالیٰ مجھ سے فرمائے گا کہ میرے واسطے کیا لایا تو میں احمد رضا کو پیش کر دوں گا۔ حضرت سیدنا شاہ ابوالحسن احمد نوری مابہ روی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو "چشم و چراغ خاندان برکاتہ" کا لقب عطا فرمایا۔

میرے والد ماجد سید العلماء مولانا مولوی مفتی حافظ قاری الحاج سید آل مصطفیٰ سید میاں قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے سچے عاشق تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے علماء و متقدمین و فقہاء و محدثین کا علم و اجتہاد اور ان کی عظمت و فضیلت سر آنکھوں پر، ہمیں تو اپنے اعلیٰ حضرت ہی کافی ہیں۔

خاندان برکاتہ آج بھی اپنے ساتھ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی نسبت کو باعث صداقت قرار سمجھتا ہے۔ ہماری محفلیں، ہمارے اعراس آج بھی "بریلی دلی بڑے مولانا صاحب" کے نعتیہ کلام سے گونجتے ہیں۔ ہم آج بھی سینہ ٹھونک کر اعلان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت ہمارے ہیں اور ہم اعلیٰ حضرت کے۔ ہمارے وظائف و ادعیہ آج بھی اسی دعا پر ختم ہوتی ہیں۔ جاری رہے تا روز جزا۔ سلسلہ اعلیٰ حضرت کا۔ فیضان اعلیٰ حضرت کا

کے تعلقات مثالی ہیں۔ نوری دادا، میرے مرشد برحق تاج العلماء، سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی رضی اللہ عنہ، عم محترم حضور سید العلماء نے اپنی پوری زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کے لئے وقف فرمادی۔ خاندان برکاتہ کا بچہ بچہ اعلیٰ حضرت کا شیدائی ہے۔ ہماری نجی مجالس ہوں یا عوامی جلسے ہر جگہ مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ و اشاعت ہی ہم لوگوں کا نصب العین اور ملح نظر ہوا کرتا ہے۔ اس ضمن میں اپنے عم محترم حضور سید العلماء قدس سرہ کا یہ شعر مجھے بار بار یاد آ رہا ہے۔

حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے

یا الہی مسلک احمد رضا خاں زندہ باد

اعلیٰ حضرت کی مجددیت کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ انھوں نے بلا خوف و خطر اعدائے دین کا بھرپور رد کیا اور اس بات کی کبھی پروا نہیں کی کہ مخالفین کے پاس مادی وسائل بہت ہیں۔ اعلیٰ حضرت زبردست فقیہ، محدث، منطقی، فلسفی، ماہر علوم ہیئت و نجوم تھے۔ اس کا ثبوت ان کی تصانیف سے ملتا ہے۔ جب مسائل میں اعلیٰ حضرت تحقیق فرمانے پر آتے ہیں تو ان کی شان فقاہت بہت واضح طور سے سامنے آتی ہے۔

اعلیٰ حضرت اردو لغت گو شعرا میں منفرد مقام رکھتے ہیں۔ ان کا سلام "مصطفیٰ جانِ رحمت یہ لاکھوں سلام" اردو کا بہترین سلام ہے۔ پورے سلام کی جان صرف یہی مصرع ہے اور اس مصرع میں بھی "جانِ رحمت" کا جواب نہیں۔ اعلیٰ حضرت کو حضور غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ مولانا حسرت موہانی جو بذات خود زبردست شاعر تھے، اعلیٰ حضرت کے اس شعر کے بہت مداح تھے۔

تیری سرکار میں لائے رضا اس کو شفیق

جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

اعلیٰ حضرت کو خاندان برکاتہ سے جو عقیدت تھی اس کا عکس اب بھی حضور مفتی اعظم ہند قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کی ذات مبارکہ سے جھلکتا ہے۔

سال گزشتہ عرس رضوی شریف کے موقع پر جب حضرت مفتی اعظم ہند نے اس مکتب کو خلافت سے نوازا تو مجمع کثیر کے سامنے لاؤڈ اسپیکر پر ارشاد فرمایا کہ مگر مابہ روی مطہرہ اور مرشد برحق سید ابوالحسن نوری رضی اللہ عنہ سے مجھے جو کچھ عطا ہوا وہ میں سب ان صاحبزادے صاحب کی نذر کرتا ہوں۔ سبحان اللہ اس مکتب پر اتنا کرم صرف حضور مفتی اعظم ہند کا خلوص بیجاں ہے۔

اس سلسلے میں اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ اعلیٰ حضرت حقیقتاً چشم و چراغ خاندان برکاتہ تھے۔ جو نسبت خاندان برکاتہ کو ان سے اور ان کو خاندان برکاتہ سے ہے وہ کسی دوسرے خاندان کو نہیں۔ قابل صد مبارکباد ہے ماہنامہ "البیضان"

اپنے آقا شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی الجیلانی کی قیادت

کو ہدیہ تبریک

جنگی خواہش کو آل انڈیا سنی لیگ اور ماہنامہ المیزان نے علی جامعہ پھنایا

طلب کار عنایت

مشک عنبر اکبری

کے بنانے والے

پاکیزہ اور من موہک خوشبوؤں کیلئے ایک ہی نام

مشک عنبر اکبری

پرفیومرس: لطیف بھائی بنگلور والا۔ پوزٹ چرچ، کائیگوار حویلی روڈ، جمال پور۔ احمد آباد

ٹیلی فون: 51191

ٹیلی گرام: مشک عنبر

دینِ ملت کے مجدد ہادی و قطبِ زمان
تا ابد تجھ پر ہر گیارہ صحتِ حق کا نزول

تجدید و احیاءِ دین

(۱) امام احمد رضا - مجدد اعظم

(۲) امام احمد رضا، ایک مظلوم اسلامی مفکر

(۳) امام احمد رضا اور احیاء دین

(۴) امام احمد رضا ایک تاریخ ساز شخصیت

(۵) امام احمد رضا اور اصلاح عقائد

(۶) امام احمد رضا اور تجدید حیات دین

(۷) امام احمد رضا حدیث نبوی کی روشنی میں

(۸) امام احمد رضا اور دینی خدمات

(۹) امام احمد رضا اور نشان تجدید

(۱۰) امام احمد رضا مجدد ملت

امام احمد رضا مجدد اعظم

از مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ

خاندان اشرفیہ کے اکابرین علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کے بعد محدث اعظم ہند کو امام احمد رضا کے حوالے کیا۔ تاکہ علوم و فنون کے اس ہمالہ سے بھی فیض حاصل کر سکیں۔ لہذا محدث اعظم ہند نے فاضل بریلوی کے انتہائی قریب رہ کر بہت کچھ حاصل کیا۔ جو بقول ان کے یہی گھڑیاں میرے لئے سرمایہ حیات ہو گئیں

محدث اعظم ہند کو آل رسول ہونے کے ناطے رضوی خاندان سے بے حد قربت حاصل رہی۔ خود فاضل بریلوی بے حد احترام و اکرام کرتے تھے محدث اعظم ہند نے امام احمد رضا کا جو مطالعہ کیا ہے اس کا اظہار متعدد تصنیفات میں ملتا ہے۔ لیکن ناگپور میں ۱۲۷۱ھ کے جشن ولادت امام احمد رضا کے موقع پر صدارتی خطبہ کے ذریعہ جو تحقیقی اور مشاہداتی مقالہ پیش فرمایا تھا وہ امام احمد رضا کی تحریک تجدید و احیاء دین پرست زیادہ مکمل، مبسوط اور گراں قدر مضمون ہے۔

خُطُبات عنوانات

یادگار منانے پر عقلی و نقلی دلیل۔ یادگار منانے پر اعتراض اور جواب، یادگار منانے پر قرآن حکیم سے دلیل، امام بریلوی کی یادگار امام بریلوی کا مقام، دانش چانسٹر علیگڑھ امام بریلوی کی خدمت میں۔ معقولات میں امام بریلوی کا مقام، امام کے علوم و فنون سے میری حیرانی امام بریلوی کے مسلم کمالات میرے مشاہدہ میں، افتا کی خداداد غنیمت صلاحیت، حیرت انگیز قوت حافظہ، میری شرارت، حیرت انگیز علم حسا میری عرض و مننا، علم القرآن، علم الحدیث، علم الرجال، امام بریلوی کے کٹا ہوا کار، امام بریلوی کا دنیا سے اسلام پر احسان، امام بریلوی کا ملین کی نگاہ میں۔ بریلی کی طرف میری کشش، انداز تربیت، غوث اعظم کے ساتھ حیرت انگیز عقیدت، امام بریلوی کا لغز مغشوں سے محفوظ رہنا۔ امام بریلوی کی شعر گوئی، فن زبانت و فن تکسیر۔ عجیب واقعہ۔ دھال کی خبر اور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں۔

جماعت ہند کا مہینہ رکھیں، کیونکہ اس مہینہ میں ہندوستان میں اس قدم کا ظہور ہوا جس کی بلندی کو نہ صرف ہند بلکہ عرب و عجم کے تمام دینی و روحانی اراکین دین متین و اساطین حق مبین کے جھکے ہوئے سروں نے قبول کیا اور اس قدم کے نشانات کو بھی معظم و مکرم رکھا۔

یادگار منانے پر عقلی و نقلی دلیل ہمارا ادب آپ کا رد و مزہ کا مشاہدہ ہے کہ زندہ قومیں، ان کی قومیت کی شیرازہ بندی جس کے ہاتھوں سے ہو چکی ہے اس کی یادگار مناتی ہیں اور اس کو اپنی زندگی

بسم اللہ الرحمن الرحیم!
احمد اللہ الاحمد رضا، کسیدنا احمد واصلی واصلی
سیدنا احمد رضا، للہ الواحد الصمد وعلی جمیع
من رضی اللہ عنہم ورضوانہ احمد الرضاء من
الازل الی الابد!

اما بعد!

میرے پیارے سنی بھائیو! یہ سوال کا مہینہ ہے اور یہ اپنی عظیم خصوصیت کی وجہ سے مستحق ہے کہ ہم اس ماہ کا نام اہل سنت و

کایمہ سمجھتی ہیں دنیا نے مان لیا ہے کہ جو قوم اپنے قومی محسنوں کو بھول گئی تو زندگی نے ساری قوم کو بھلادیا۔ اور موت کے منہ میں ڈال دیا۔ یہ قومیت کا فطری جذبہ کسی دلیل نقل کا محتاج ہے نہ برہان عقلی کا۔ اس کا تعلق صلیح انسانیت اور درست ہوش و حواس سے ہے۔ جو افراد محسنین قوم کی یادگار بنانے سے چڑھنے لگتے ہیں۔ تو ان کو دنیا نے نہ مروت یہ کہ قومیت سے خارج کر دیا۔ بلکہ انہیں ایک خاص قسم کا پاگل سمجھ لیا گیا۔

یادگار بنانا چونکہ ایک فطری جذبہ ہے لہذا اسلام جس کا دو سرنام یدین فطرت ہے اس میں اس جذبہ کو جاگ رکھنے کی تعلیم اپنے روحانی انداز میں بہت صاف و صریح ہے۔ جو قرآن عظیم میں ارشاد ہوا و ذکر ہم با یام اللہ اللہ تعالیٰ کے دنوں کو یاد دلاتے رہو۔ تو یوں تو سب دن اللہ کے ہیں۔ مگر کچھ ایسے دن بھی ہیں جن دنوں کو خاصان حق نے خصوصیات عطا فرمادیں۔ اور جن کی یاد اللہ تعالیٰ یاد آجاتی ہے جس کے اذن و عطا نے اس کو سنوار دیا۔ ایسے دن جس کی بدولت حاصل ہوں اس کا گویا یوم ولادت سے وقت وفات تک کا ہر دن اور وفات سے حشر تک کا ہر دن — دلائل آخرۃ خیر لک من الاولیٰ الے آتاک دسعت دامن میں پلتا رہتا ہے۔ اور بڑھتا رہتا ہے۔ ہر گران سارے دنوں میں انتخاب قدرت یوم پیدائش یوم وصال و یوم حشر و نشر ہے۔

یادگار بنانے پر اعتراض اور جواب : چند بات ایسی آ پڑی ہے جس کا زیادہ واضح کردینا ضروری ہو چکا ہے۔ لہذا اس سلسلے میں چند منٹ میں آپ کے ادراکوں کا واقعہ ہے کہ پچھلے سالوں میں شہر بہرائچ کے ایک فرقہ دارانہ اجتماع میں مدرسہ دیوبند کے مہتمم نے عید میلاد النبی منانے والوں پر جارحانہ حملہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ کسی شخصیت کی اہمیت کی تاریخ اس کی پیدائش کی تاریخ میں نہیں کیونکہ پیدائش تو اچھوں اور بُروں کی ہوتی ہی رہتی ہے یہ عید میلاد النبی ایک غیر عاقلانہ اور غیر شرعی چیز ہے۔ اگر یادگار منانی ہے تو اس تاریخ کی یادگار منانی جیسے جب نبی کریم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اظہار نبوت فرمایا۔ اور کار نبوت شروع فرمادیا تھا۔ بات ایسے انداز میں کہی گئی اور لہجہ ایسا بھولا تھا کہ سطحی طور پر بعض دماغ دماغی بھول میں پڑ گئے تھے لیکن ابھی ان کے پیغام کو ۲۲ گھنٹے کی زندگی نہ ٹٹی تھی کہ میں شہر بہرائچ گیا۔ وہاں تعلیم یافتہ و متدین، صنف اول کے لوگوں نے مجھ سے اس کا تذکرہ کر کے جواب کا مطالبہ کیا۔ میں نے چند گھنٹے کے بعد وہاں ایک عظیم الشان اجتماع کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ عید میلاد النبی کو غیر عاقلانہ کہتے ہوئے، اگر سب قوموں کی تاریخ دماغ سے نکل گئی تھی تو اس چشم دید چیز سے آنکھیں کیوں بند ہو گئیں تھیں کہ آج جس بغل میں ان کے فرقتے

کی اکثریت پل رہی ہے۔ اور جہاں جینی ادم مرتیو منانے میں عبادت گزار نہ اسپرٹ کے ساتھ شرکت کی جاتی ہے۔ کیا اس نے عقل کو اتنی روشنی نہیں بخشی۔ قوموں نے یوم میلاد و یوم مات کے سلسلے ہی کو قوی حق مانا ہے۔

یادگار بنانے پر قرآن حکیم سے دلیل : قرآن کریم نے اپنے معجزانہ انداز روحانی میں مسئلہ کی اہمیت کو اس طرح اجاگر فرمایا ہے۔ کہ جو لوگ قرآن پاک کی تلاوت کا شرف اس لئے حاصل کرتے ہیں کہ اس کو بھیں اور اس کو ہدایت کی روشنی جان کر اپنے کو سنواریں اگر ایسے لوگوں کا سایہ بھی راہ چلتے مہتمم مذکور پر پڑ گیا ہوتا تو یوم ولادت اور یوم عرس منانے پر جو غیر اسلامی کہہ کر حملہ کر دیا ہے اس کی جرأت نہ کر سکتے قرآن کریم میں مقبولان درگاہ برحق کے لئے یہ بھی ارشاد فرمایا گیا کہ سلام علیہ یوم ولد و یوم یوم بیعت حیّا ان پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہے ان کی پیدائش کے دن اور ان کے وصال کے دن، جب وہ میدان حشر میں لڑیں گے۔ اور اسی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے ایک مقبول بندے سیدنا

دنیلے مات لیا کہ جو قوم اپنے قومی محسن کو بھول گئی تو زندگی نے ساری قوم کو بھلادیا اور موت کے منہ میں ڈال دیا

عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا واضح بیان نہ کر رہے کہ سلام علی یوم ولدت و یوم اموت و یوم البعث حیّا محمد پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہے میری پیدائش کے دن اور میرے وصال کے دن اور جب میں میدان حشر میں ہوں گا۔ کوئی تباہی نہ کرے اگر کوئی عقل و دین کا بوکس ہی ہے قرآن کو بادل نخواستہ اپنے دنیا ہی کے لئے ہی لیکن کلام الہی کہنے پر مجبور ہو اس کو کیا حق ہے کہ نص قطعی قرآنی کا رد صرف اپنے جذبات عداوت کی بنا پر کرے جو اللہ والوں سے ایسے درشتہ جلی آ رہی ہو بالکل ظاہر ہے کہ خاصان حق کی ہر گھڑی جب سے زمانہ کی تخلیق ہوئی اور جب تک سلسلہ زماں ہے گا۔ ایسی ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہے۔ آیا درد شریف کا جملہ احمیہ اس دمام و اتملار کو ظاہر فرما رہے۔

ہمارے آقا رسول پاک کو مخاطب بنا کر صاف کہہ دیا گیا کہ دلائل آخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ ہر پھلی ساعت سے آپ کی ہمت ہے۔ بایں ہمہ اس دایہ و اتملاری دور کے پورے عہد مبارک میں خود اللہ رب العزت و جل و علا اور اس الوالعزم رسول نے تین دن کے انتخاب فرمایا، یوم پیدائش یوم وصال فرمایا، یوم حشر و نشر۔ قرآن کریم میں ایسے ایام کو ایام اللہ بھی فرمایا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ ذکر ہم با یام اللہ، ایام کی یادگار مناد۔ لہذا اللہ والوں کا دن اللہ ہی کا دن ہے۔ عرصہ آیات قرآنیہ نے یقیناً تاریخ کو عاقلانہ بدعت قرار دے دیا ہے کہتے داروں پر جا بجا طلحے مارے ہیں۔ اور دین فطرت نے ہماری فطرت ہم کو روکا نہیں۔ بلکہ اس کو اہمیت عطا فرما کر یادگار بنانے پر مامور فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر اہمیت لکھنے والی شخصیت کی اہمیت دیکھ لینے کے بعد وہ دن یا ر

جو ختم صدی سے پہلے علم فضل کا آفتاب فضل دکھاں ہو کر، سلامیات کی تبلیغ میں عرب و عجم پہنچا گئی اور جو ہویں صدی کے شروع میں ہی پورے عالم اسلامی میں اس کو حق و صداقت کا منارہ نور کھجا جانے لگا۔ میری طرح سارے محل دھرم کو اس کا اعتراف ہے۔ کہ اس فضل دکھاں کی گہرائی اور اس علم و دانش کے کوہ بلند کو آن تک کوئی نہ پاسکا۔

وائس چانسلر علی گڑھ امام بریلوی کی خدمت میں۔

مولانا سید سلیمان اشرف صاحب برہاری مرحوم مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کو لے کر جب اس لئے حاضر ہوئے کہ ایشیا بھر میں ڈاکٹر صاحب ریاضی اور فلسفہ میں فرسٹ کلاس ڈگری لے لیتے ہوئے ایک مسئلہ کو حل کرنے میں زندگی کے قیمتی سال لگا کر ہیں حل نہ پا سکے تھے۔ اور نیشا غوڑی فلسفہ کشش ان پر چھایا ہوا تھا تو اعلیٰ حضرت نے عمر و منیر کی درمیانی مختصر کتاب میں مسئلہ کا حل بھی فلسفہ کشش کی کھینچ کر ان کو بھی نتم فرمادیا۔ ہر سالہ کی شکل میں بچپ چکا ہے۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب برہان تھے کہ ان کو یورپ کا کوئی تھوڑیوں والا درس سہل نہ ہے۔ یا اسی ملک کا کوئی حقیقت آشنا ان کو سبق پڑھا سہل ہے۔ انھوں نے اس صحبت کے تاثرات کو جملائیہ کہا تھا کہ اپنے ملک میں جب معقولات کا ایک کسپرٹ موجود ہے تو ہم نے یورپ جا کر جو کچھ سیکھا۔ اپنا وقت ضائع کیا۔

معقولات میں امام بریلوی کا مقام اپنے ملک میں معقولات کا جب ایک کسپرٹ (امام احمد رضا) موجود ہے تو ہم نے یورپ جا کر جو کچھ سیکھا وقت ضائع کیا۔ (ڈاکٹر ضیاء الدین)

فرماتے۔ میں نے تو یہ بھی دیکھا کہ ماہرین نجوم فن آئے اور فنی دشواریوں کو پیش کیا تو اعلیٰ حضرت نے ہنستے ہوئے اس طرح جواب دے کر خوش کر دیا کہ گویا دشواری تھی ایک بار جاری اس کے حل کے بارے میں سوال فرما کر جب کتابی جواب دیکھا تو اس پر تحقیق بیان فرمائی تو میں نے محسوس کیا کہ ہماری کی حمایت ہے پردہ ہو گئی اور عرضی کا غرور ختم ہو گیا۔ مسئلہ بحث اتفاق شمس بانفہ کا سرمایہ فلسفہ ہے۔ مگر اس بارے میں اعلیٰ حضرت کے ارشادات جب مجھ کو ملے تو اقرار کرنا پڑا کہ ملا محمود آج ہوتے تو اعلیٰ حضرت کی طرف رجوع کرنے کی حاجت محسوس کرتے! اعلیٰ حضرت نے کسی ایسے نظریے کو کبھی صحیح و سلامت نہ ہونے دیا جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہو سکے۔ اگر آپ وجود فلک کو جانا چاہتے ہوں۔ اور زمین و آسمان دونوں کا سکون سمجھنا چاہیے ہوں اور سیاروں کے بارے میں کل فی خلاء یسبحون کو ذہن نشین کرنا چاہتے ہوں تو ان مسائل کا مطالعہ کریں جو اعلیٰ حضرت کے دستجات قلم میں اور یہ راز آپ پر ہر جگہ کھلتا چلتا ہے کہ منطق و ریاضی والے اپنی راہ کے کس موڑ پر کج رفتار ہو جاتے ہیں۔

امام کے علوم و فنون سے میری حیرانی۔ علوم و فنون کا کیا حال تھا اس کا اندازہ۔

آجاتا ہے جبکہ اس نے سب سے پہلے زمین پر قدم رکھا۔ پھر وہ دن اہمیت رکھتا ہے جب اس نے دوسرے عالم کا سفر کیا، جس کو دیوبندی گروپ کے صف اول کے لوگ جینیٹریو خانا کہتے ہیں۔ اور مسلمان اس کو یوم میلاد دیوم عرس کہتے ہیں۔ اور ملتے ہیں یہ خیال رہے کہ یقین و تفسیر ان اللہ والوں کے لئے جو انبیاء علیہم السلام میں عبادۃ انھیں ہے۔ یعنی دونوں کے لئے قرآن کی نفس قطعی منصوص ہے۔

بات میں بات نکلتی ہے یہاں جہد معرکہ سن لیجئے کہ قرآن کریم میں خاصان خدا کے لئے تین وقتوں کے لئے تعین فرمائی گئی ہے۔ جو منائی جائے یوم میلاد بیساکر ہم مسلمان میلاد شریف کی محفل کرتے ہیں۔ دوسرے یوم وصال بیساکر ہم مسلمان ہر اس بزرگان دین کرتے ہیں۔ لیکن تیسرا یوم حشر ہے جبکہ مقبولان بارگاہ الہی کی شفاعت فرماتے کا دن ہو گا۔ اور اس کی یادگار منانا ہمارے بس کی بات نہیں۔ یہ وہ خود ہم پر کرم فرما کر نماییں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔ تو قرآنی تعبیر یہ ہوتی کہ مسلمان! یہ تین دن ہیں ان میں پیدائش و وصال منانا تمہارا کام ہے۔ اگر تم اس یادگار منانے کے عادی ہو جاؤ تو تیسرا دن محبوبان خدا کی شفاعت کا دن ہے۔ اس کے ستم ہو جاو گے۔ اور جو تمہیں کرنلے اگر نہ کیا تو شفاعت سے محروم ہو گے۔ یہی دیکھنے میں بھی آ رہا ہے۔ جو ان دونوں یادگاروں کے منانے پر غم و غصہ سے بھر جاتے ہیں وہ آج کھلم کھلا مسئلہ شفاعت کا انکار کر دیتے ہیں۔ یا اقرار ایسا کرتے ہیں جو انکار سے بھی بدتر ہے۔ وہ انبیاء و اولیاء

سے اس طرح مایوس ہو چکے ہیں کہ قرآن میں جس کو کانیس الکفار من اصحاب القبور فرمایا گیا ہے۔

امام بریلوی کی یادگار ہر حال ہم اور آپ قرآن کریم کا سہارا لے کر اس مہینہ کی یادگار منانے کے لئے یکجا ہوئے ہیں جس مہینہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک مقبول بندہ اور رسول پاک کا سچا نائب علم کا جبل، شاخ اور علم صالح کا اسوہ حسنہ معقولات میں بحر ذخار معقولات میں دریا سے ناپید اکسار، اہلسنت کا امام واجب الاحترام اور اس صدی کا باجماع عرب و عجم مجدد تصدیق حق میں صدیق اکبر کا پرتو باطل کو چھانٹنے میں فائق اعظم کا مظہر رحم و کرم میں ذوالنورین کی تصویر، باطل شکنی میں حیدری شمشیر دولت فقہ و دامت میں امیر المؤمنین، اور سلطنت قرآن و حدیث کا سلم اثبوت و زیر المجتہدین اعلیٰ حضرت علی الاطلاق امام اہلسنت فی الآفاق مجدد مائت حاضرہ موید ملت طاہرہ اعلم العلماء عند العلماء و قطب الارشاد علی لسان الاولیاء و رموزنا، دینی جمیع الکلمات، اولانا، فانی فی اللہ و الباقی باللہ، عاشق کامل رسول اللہ و لانا شاہ احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاً کے قدم اول اول اس خاکدان دنیا میں جلوہ فرما ہوئے۔

امام بریلوی کا مقام تیرہویں صدی کی یہ واحد شخصیت تھی

اس سے کچھ بڑے آج کی علمی دنیا پچاس علوم و فنون کے نام سے بے خبر ہے اور اعلیٰ حضرت کے قلم مبارک سے پچاس علوم و فنون کے مبسوط رسائل تیار ہیں ایک دن ایسا ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے نماز عصر کے لئے وضو فرماتے ہوئے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ صبح عرض شجرہ کا حساب یونانیوں نے جس قدر سے کیا تھا اب دنیا پر ظاہر ہو گیا کہ یونان بلکہ دین کے ہر بہار سے بلند کہ ہمارے اور سٹ چوٹی ہے کیا اس سے حساب لگا دو گے۔ میں نے دو دن کی مہلت مانگی اور رات دن صفحات کو سیاہ کرتا ہوا جب صبح حساب تیار کر کے حاضر ہوا تو فرمایا کہ کیا آپ کا جواب یہ ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں مگر حیران تھا کہ جس حساب میں میرا منہ سرسوکھ گیا وہ برجستہ ارشاد فرماتے والا صرف ایک عالم ہے۔ یادہ ایسا ہے کہ لغت میں اس کے لئے کوئی لفظ ہی نہیں میرے صحیح جواب پر جو دعائیں فرمائیں آج وہ ہی میرے لئے سب کچھ ہے۔

امام بریلوی کے مسلم کمالات میرے مشاہدے ہیں آج میں آپ کو جگ بیتی نہیں آپ بیتی سن رہا ہوں کہ جب تکمیل درس نظامی تکمیل درس حدیث کے بعد میرے مریوں نے کا سا نہ تھا کہ اعلیٰ حضرت کے حوالے کیا۔ زندگی کی یہی گھڑیاں میرے لئے سڑی حیات ہو گئیں۔ اور میں محسوس کرنے لگا کہ آج تک جو کچھ پڑھا تھا وہ کچھ نہ تھا۔ اور اب ایک دریائے علم کے ساحل کو پایا ہے۔ علم کو اسخ فرمنا اور ایمان کو رگڑنے میں اتار دینا اور صحیح علم سے کہ نفس کا تزکیہ فرما دینا یہ وہ کرامت فقی جو ہر سنٹ پر صادر ہوتی رہتی تھی۔

افتاء کی خداداد عظیم صلاحیت عادت کریمہ تھی کہ استفتاء ایک ایک مفتی کو تقسیم فرمادیتے اور پھر ہم لوگ دن بھر محنت کر کے جوابات مرتب کرتے پھر عصر و مغرب کے درمیان مختصر ساعت میں ہر ایک سے پہلے استفتاء پھر فتویٰ سماعت فرماتے اور بیک وقت سب کی سنتے، اسی وقت مصنفین اپنی تصنیف کھاتے زبانی سوال کرنے والوں کو بھی اجازت تھی کہ جو کہنا ہو کہیں۔ اور جو سنانا ہو سنائیں آئی آواز میں اس قدر جدا گانہ باتیں اور صرف ایک ذات کو سب کی طرف توجہ فرمانا، جوابات کی تصحیح و تصدیق و اصلاح مصنفین کی تائید و تصحیح و اعلاط زبانی سوالات کا تشفی بخش جواب عطا ہو رہا ہے۔ اور فلسفیوں کے اس خبط کی کہ لا یصد عن الواحد الا الواحد کی دھجیاں اڑ رہی ہیں جس ہنگامہ سوالات و جوابات میں بڑے بڑے اکابر علم و فن سر تقام کر چپ ہو جاتے ہیں کہ کس کی سین اور کس کی سینیں وہاں سب کی شنوائی ہوتی تھی۔ اور سب کی اصلاح فرمادی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ ادبی خطا پر بھی نظر پڑ جاتی اور اس کو درست فرمادیا کرتے تھے۔

اور میں نے محسوس کیا کہ آج تک جو کچھ پڑھا تھا وہ کچھ نہ تھا اور اب ایک دریائے علم کے ساحل کو پایا ہے (حدث اعظم ہند)

حیرت انگیز قوت حافظہ یہ چیز روز پیش آتی تھی کہ تکمیل جواب کے لئے جوتہ فقہ کی تلاش میں جوتہ تھک جاتے تو عرض کرتے، اسی وقت فرمادیتے کہ رد المحتار جلد فلاں کے صفحہ فلاں میں ان لفظوں کے ساتھ جو بیہ موجود ہے۔ رد المحتار کے فلاں صفحہ سطر میں یہ عبارت ہے۔ عالمگیری میں بقید جلد و صفحہ و سطر یہ الفاظ موجود ہیں، ارشاد فرمادیتے۔ اب جو کتابوں میں جا کر دیکھتے تو صفحہ و سطر و عبارت وہی پاتے جو زبانی اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا۔ اس کو آپ زیادہ سے زیادہ ہی کہہ سکتے ہیں کہ خداداد قوت حافظہ سے ساری چودہ سو برس کی کتابیں حفظ یقیناً یہ چیز بھی اپنی جگہ پر حیرت ناک ہے۔ مگر میں تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ حافظ قرآن کریم نے سالہا سال قرآن عظیم کو پڑھ کر حفظ کیا۔ روزانہ دہرایا۔ ایک ایک دن میں سو سو بار دیکھا حافظ ہوا۔ محراب سننے کی تیاری میں سالہا دن کاٹ دیا۔ اور صرف ایک کتاب سے واسطہ رکھا، حفظ کے بعد سالہا سال مشغلہ رہا۔ ہو سکتا ہے کہ کسی حافظ کو تراویح میں لقمے کی حاجت نہ پڑی ہو گویا دیکھا نہیں گیا اور ہو سکتا ہے کہ حافظ صاحب کسی آیت کریمہ کو سن کر اتنا یاد رکھیں کہ ان کے پاس جو قرآن کریم ہے اس میں آیت کریمہ داہنی جانب ہے۔ یا بائیں جانب ہے۔ گویا بھی نادر چیز آ ہے مگر یہ تو عادتاً محال ہے اور بالکل محال ہے کہ آیت قرآن کے صفحہ و سطر کو بتایا جاسکے تو کوئی بتائے کہ تمام کتب متداولہ و غیر متداولہ کے ہر جملہ کو بقید صفحہ و سطر بتائے والا اور پورے اسلامی کتب خانے کا صرف حافظ ہی ہے یادہ اعلیٰ کرامت کا نمونہ رہا ہے جس کے بلند مقام بیان کرنے کے لئے اب تک ارباب لغت و اصطلاح لفظ پانے سے عاجز رہے ہیں۔

میری شرارت :- مجھے اپنی یہ شرارت یاد ہے کہ جان بوجھ کر اپنے جانے بوجھے جزئیات فقہ کو دریافت کرتا تو اعلیٰ حضرت سکر کر بتا دیتے اور نزدیک سے بتا دیتے مع صفحہ و سطر عبارت نوٹ کر لیا کہ شاید کبھی صفحہ یا سطر یا عبارت میں کسی لفظ و نقطہ کی بھول جڑے۔ مگر آج میں بڑی سرت کے ساتھ باقرار صراح اپنا بیان دیتا ہوں کہ میری شریانہ خواہش ہمیشہ ناکام رہی ہے۔

حیرت انگیز علم حساب چونکہ میں نے حساب کی تعلیم اسکوئی طور پر پائی تھی لہذا انھیں کے حساب کی مشق بڑھی ہوئی تھی اور ایسے استنفات میرے سپرد فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ پندرہ لکھ کا مناسخ آیا۔ ظاہر ہے کہ محدث اعلیٰ کی پندرہویں پشت میں درجنوں درشہ ہوں گے۔ مجھ کو اس کے جواب میں دو رات اور ایک دن محنت کرنی پڑی۔ اور آٹھ پانچ سے درجنوں درشہاء کے حق کو قلم بند کر دیا، نماز عصر کے بعد دیکھا کہ استفتاء سناؤں وہ بہت طویل تھا۔ فلاں فلاں کو دارش جھوڑا۔ پھر فلاں فلاں کو دارش جھوڑا۔ اس میں صرف ناموں کی تکرار آتی

زیادہ تھی کہ فلس کیپ سائز کے دو صفحے بھرے ہوئے تھے۔ ادھر استفتاء ختم ہوا
ادھر بلا کسی تاخیر کے ارشاد فرمایا کہ آپ نے فلاں کو اتنا اور فلاں کو اتنا، درجنوں نام
بنام لوگوں کا حصہ بتا دیا۔ اب میں حیران و ششدر کہ استفتاء کو میں مرتبہ تو میں
نے پڑھا، ہر ایک نام کو بار بار پڑھ کر ان کا حصہ قلمبند کیا لیکن مجھ سے صرف سبب الاحیاء
کا نام کوئی پوچھے تو بغیر استفتاء اور جواب دیکھے نہیں بتا سکتا۔ یہ کیا بھڑکایا
وسعت مدارک، توبہ توبہ یہ کتنی شاندار کرامت ہے کہ ایک بار استفتاء سنا،
تو درجنوں درثناء کا ایک ایک نام یاد رہا۔ اور ہر ایک کا صحیح حصہ اس طرح بتا دیا کہ جیسے
کئی مہینے تک کوشش کر کے حصہ دنام کو رٹ دیا گیا ہو۔

میری عرض و تمت میں اس سرکار میں کس قدر شوق تھا یا شوق بنایا گیا
تھا اپنا جواب اعلیٰ حضرت کا نشست کی چارپائی پر رکھ کر عرض کرنے لگا کہ حضور
کیا اس علم کا کوئی حصہ عطا نہ ہوگا۔ جس کا علم اکرام میں نشان لگ نہیں سکتا۔ سکر اگر فرمایا
میرے پاس علم کہاں جو کسی کو دوں یہ تو آپ کے جدا مجد سرکار غوثیت کا فضل و کرم
ہے اور کچھ نہیں۔ یہ جواب مجھ ننگ خاندان کے لئے تازیانہ عبرت بھی تھا کہ لوٹنے
والے لوٹ کر خزانہ والے ہو گئے اور میں پدم سلطان بود کے نشتر میں پڑا

رہا اور یہ جواب اس کا بھی نشان دیتا تھا کہ علم و اسخ والے مقام
تواضع میں کیا ہو کر اپنے کو کیا کہتے ہیں۔ یہ شوخی میں نے بار بار
کی اور یہی جواب عطا ہوتا رہا۔ اور ہر مرتبہ میں ایسا ہو گیا
کہ میرے وجود کے سارے کل پرزے معطل ہو گئے۔

علم قرآن :- علم قرآن کا اندازہ اگر صرف اعلیٰ حضرت کے اس
ترجمے سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس

کی کوئی مثال سابق عربی زبان میں بے نہ فارسی میں ہے۔ اور نہ اردو میں اور
جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ پر لایا نہیں جاسکتا
جو بظاہر محض ترجمہ ہے۔ مگر حقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور مادہ زبان میں
قرآن ہے۔ اس ترجمہ کی شرح حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا شاہ
نعیم الدین صاحب علیہ الرحمہ نے حاشیہ پر لکھی ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ دران شرح
میں کئی بار ایسا ہوا کہ اعلیٰ حضرت کے استعمال کردہ لفظ اہل ہی نکلا اعلیٰ حضرت خود
شیخ سعدی کا ترجمہ کو سراہا کرتے تھے لیکن اگر حضرت سعدی اردو زبان کے اس
ترجمے کو پاتے تو فرما ہی دیتے کہ ترجمہ قرآن ہے دیگر است و علم قرآن ہے دیگر است
علم الحدیث و علم الرجال علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جتنی حدیثیں
فقہ حنفی کی مآخذ میں ہر وقت پیش نظر اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زہد پڑتی
ہے۔ اس کی روایت و درایت کی خامیاں ہر وقت ازبر علم الحدیث میں سب سے
نازک شبہ علم سمار الرجال کا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے سلسلے کوئی سند پرستی جاتی اور اولیاء
کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح و تعدیل کے جو الفاظ فرمادیتے تھے

اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب و تہذیب و تہذیب میں وہی لفظ مل جاتا تھا۔ یہی
نام کے سیکڑوں راویان حدیث ہیں لیکن جس یہی کے طبقہ دستاد و شاگرد کا نام
بتا دیا تو اس فن کے اعلیٰ حضرت خود موجود تھے کہ طبقہ و اسکا بتا دیتے تھے۔ کہ مادی ثقت
ہے یا مجرد اس کو کہتے ہیں علم راسخ، اور علم سے شغف کامل، اور علمی مطالعہ کی
وسعت، اور خلداد اعلیٰ کرامت، نسبان الذی فضل عبدہ علی
جمع اہل زمانہ ولہ الحمد احمد رضا خاں

امام بریلوی کے شاہکار۔ اب ذرا اعلیٰ حضرت کے شاہکار ملاحظہ ہوں
یہ زمانہ تھا جبکہ دہلیت جنم لے رہی تھی اور جیسا کہ دستور ہے کہ تحریک باطل اپنے
ابتدائی دور میں تہافت اور تخالف میں مبتلا رہتی ہے۔ ابھی کچھ کہا اور پھر اس
سے ٹکرا کر اس کے خلاف کچھ کہا۔ صراط مستقیم میں کسی چیز کو بزرگوں کا ارشاد بتایا
تقویۃ الایمان میں اسی کو بدعت و ضلالت لکھ مارا۔ ایک نے کچھ کہا دوسرے
نے کچھ کہا۔ مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنے کو آغا تقی سمجھ کر فتویٰ دے دیا
کہ آغا تقی کے باغ میں کو آ حلال ہے۔ کو اکھانے کو کا رذاب قرار دے کر کمرے
کے کپورے بھی سقم کرنے لگے۔ اور اس طرح تمیل احرم اللہ کا سلسلہ

حل پڑا۔ تو دوسری طرف سارے اعیان فرقہ نے میلاد شریف کی شہرہ
اور استاخیات اولیاء کے چڑھائے، محرم کی سیل، بارہویں
گیارہویں شریف کے تبرکات کے لئے جنس حرام اور کفری پلاؤ کی
بکواس شروع کر دی، یعنی تحریم، اہل اللہ کا سلسلہ بھی قائم
ہو گیا مسئلہ توحید کی آڑ لے کر یہ اسپرٹ پیدا کی گئی کہ انبیاء
اور اولیاء کو عام بشریت سے بالاتر جاننا ہی شرک ہے۔ اگر موجد

ہو تو انبیاء اور اولیاء سے الگ ہو جاؤ۔ ان کا تذکرہ بھی نہ کرو۔ اگر تقاضی جی کی بولی
میں پھنس جاؤ تو لیاظ رہے کہ تعریف ایسی کر دو بشریت عامہ سے بلند ہو۔ بلکہ جہاں
تک ہو سکے ایسی بولی بولو جس سے لوگ سمجھیں کہ بشریت بھی بڑی چیز ہے۔ ادلیا
دانیاء کو بشریت سے کم با درکرو۔ اس کے بعد قدرتی طور پر جب اعمال متعلقیت
عقائد کو برا بھلا کہہ چکے تو عقائد پر براہ راست حملہ جارحانہ شروع کر دیا۔ اعلان
کیا گیا کہ کلام الہی میں بھی جھوٹ کا دخل ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو سچا نہ سمجھ کر نہ کہو
کہ وہ ہر عیب سے دو با پاک ہے اور جھوٹ اس کلام میں محال ہے، بلکہ اگر
اللہ تعالیٰ کو پاک دے عیب کی مجبوری آپڑے تو سمجھ کر کہو عادتاً اگر جھوٹ ہمیں
بولتا لیکن اگر بولے بلکہ اپنے کو سارے عیوب میں ملوث کر دے۔ تو وہ قادر
و مختار ہے۔ نہ عقلاً باطل ہے نہ شرعاً رسول پاک کے بارے میں لکھا گیا کہ وہ
تو کر مٹی میں مل گئے ان کا مرتبہ عند اللہ جو پڑے چار یا زیادہ سے زیادہ گاؤں
کے چمدری ایسا تھا۔ ایک بولا علم میں رسول پاک کے اندر کوئی شان تحقیص
نہ تھی ان کو اگر غیب کا علم تھا تو کوئی بات نہ تھی ایسا علم غیب تو ہر زید و بکر

مسکرا کر فرما دیا کہ میرے
پاس علم کہاں جو کسی کو دوں
یہ تو آپ کے جدا مجد سرکار غوثیت
کا فضل و کرم ہے اور کچھ نہیں
(امام احمد رضا)

بلکہ ہر جہی دشمنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو حاصل ہے۔ وہ ایک بوے کے علم کی وسعت دیکھتی ہے تو ہمارے فرقہ عالم غزالی کے علم کو دیکھ کر رسول کے علم سے کتنا بڑھا ہوا ہے۔ اگر رسول کے لئے دوزخ علم کو لائے تو مشرک ہو جاوے گا۔ ایک ان کے ادارے کے بانی نے عمل کی پیمائش کی تو امتی کو بی سے بڑھا دیا۔ غرض رسول پاک کے علم کو بھی گھٹا نہ کر سکا۔ لہذا اس جہات کافرانہ کو دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول پاک کو صفات صاف خاتم النبیین فرمایا تو فرقہ کے ایک ذمہ دار نے قرآن میں توڑ مروڑ شروع کر دی کہ پچھلے نبی ہونے میں کیا رکھا ہے ایسا کہنا عوام کا طریقہ ہے۔ لفظ خاتم النبیین کی دلالت دلالت مطابقی صرف ختم ذاتی پر ہے ختم زمانی پر اگر دلالت ہے تو ضمنی ہے۔ وہ عبارتہ النص نہیں ہے۔ ضروری عقیدہ ختم ذاتی کا ہے۔ اس بولنے والے بہت زور بانڈھا کہ مسئلہ کی تبلیغ کے بعد ان کے امام کا خواب تعبیر پاٹے مگر قرآن کو توڑ مروڑ کرنے والے اور عقیدہ ضروری سے ہٹنے والے یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ غلام احمد قادیانی نے اعلان کر دیا کہ اگر اب بھی نبی ہو سکتا ہے تو چیز ہو سکتی ہے اس کے بولنے میں کون سی قیامت ہے۔ نبی ہو سکنے کے ذمہ دار دیوبندی

پارٹی ہے۔ اگر وہ اپنے دعوے کو نباہ ہو سکے تو ہم اپنے نبی ہو جائے کو نباہ لیں گے۔ اب آپ بتائیے کہ دین پاک کے ساتھ یہ استہزاء کیا جائے یہ کافرانہ غداریاں کی جائیں۔ اللہ اور رسول کی شان میں گستاخیاں، بدزبائیاں کی جائیں تو کوئی اگر نفاذی دنیا ہو کر خود ہی نہ کرے۔ کوئی عاقبت کے خیال سے آزاد اس پر دھیان ہی نہ دے کوئی دین و دنیاوی سے

غافل محض مولویوں کی مولویت قرار دے کر الگ ہو جائے غرض جس نے دین سے کوئی مضبوط رشتہ نہ رکھا وہ چپ رہے تو چپ رہے مگر وہ کیسے خاموش رہے جس کو پوری صدی کے دین پاک کا ذمہ دار ہونا ہے۔ وہ اللہ کافانی فی اللہ اور باقی باللہ زندہ جو عیب تو عیب ہے کسی نہر و کمال میں بھی اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ اسکان کا استعمال اس ذات قدیم کے صفات قدیم کے لئے جائز نہ قرار دے وہ عیب کے امکان کو کیسے برداشت کرے۔ جو رسول پاک کا عاشق و عاشقہ ہو۔ وہ رسول پاک کی شان میں بدگامیوں کو کیسے سنتا رہے چنانچہ یہی ہوا، بحال احتیاط کو اس دلوں کو خط لکھا کہ کیا یہ تحریر تمہاری ہے۔ کیا تم اس بکواس سے راضی ہو کیا اس بکواس کی اشاعت تمہاری اجازت ہے۔ گویا اس محتاط اعظم نے سمجھا یا کہ کسی بہانے یا جھوٹ سے اپنی ذمہ داری چھوڑ دے۔ مگر جسٹریوں پر جسٹریاں کی گئیں۔ اور اہل باطل کی آنکھوں پر ایسی عنادی پڑی بندھی رہ گئی کہ رعایت سے فائدہ نہ کیا اور سخن سازی اور ریک تادیل غیر ناشی عن الدلیل کی بدولت جس جہنم میں کفر نے قدم رکھا تھا۔ اس میں دھنستے پلے گئے اس وقت فاروقی دورہ اور حیدری زوال و افکار کا بے نیام ہو جانا واجب ہو گیا تھا۔ پناہ دینے دیکھا کہ جرائم

نبی ہو سکنے کے ذمہ دار دیوبند پارٹی تھے اگر وہ اپنے دعوے کو نباہ سکے تو ہم اپنے نبی ہو جانے کو نباہ لیں گے (غلام احمد قادیانی)

پیشہ مجرموں کے ایک ایک حسب کم کو آشکارا اس طرح کر دیا کہ کفر و ارتداد کے لمزوں کو عرب و عجم کے علماء و مشائخ کے سامنے ٹھکانے کے کھڑا کر دیا۔ اور ان عادی مجرموں کو مل و حرم میں اتنے اکابر و مشائخ علماء نے مجرم کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا کہ چودہ صدیوں میں کسی فرقے کے کسی مجرم فرد پر اتنی بڑی تعداد کا اتفاق تاریخ میں موجود نہیں ہے یہ تھا وہ واقعہ جس کا مقابلہ اس ملعون پر دہکندے سے کیا جانے لگا کہ آستانہ رضویہ بریلی میں کفر کی مشین ہے۔ وہاں مسلمانوں کو کافر بنایا جاتا ہے۔ ان عقل کے دشمنوں کو یہ نہ سوجھی کہ کوئی بھی کسی دوسرے کو کافر بنانے کی سکت ہی نہیں رکھتا کفر کینے والا خود اپنے کو کافر بناتا ہے۔ البتہ اس کے کفر کینے اور کافر بننے سے امت اسلامیہ کو بآخبر کر دیا جاتا ہے تاکہ ان سے بچیں اور کفریات سے اپنے کو محفوظ رکھیں دنیا جانتی ہے کہ مجرموں کو سزا اس لئے دی جاتی ہے کہ جرم کا انکسار دے، جو رکھو جو مجسٹریٹ نہیں بنانا بلکہ اس کے چوری کے جرم نے اس کو چور بنایا مجسٹریٹ نے تو چور کو اس لئے سزا دی کہ اس جرم کا ارتکاب نہ کرے یہ تھی خالص دینی داسلامی سیاست کہ بے جھجک اور بے رعایت نہ کسی کی مولویت دیکھی جائے نہ کسی کے مسجدوں کی پردا کی جائے اور بے رعایت نہ کسی کی کر چکے تو مجرم ہے۔ اس کو فوراً سخت سے سخت سزا دی جائے سعدی علیہ رحمۃ اللہ بے سیاست کو زندہ ہونے کا حق نہ دیا۔ وہ بھی سیاست ہے جس میں جرم کی تعزیر فوراً کی جائے اور ارتکاب جرم کے حوصلے کو دبا کر رکھ دیا جائے اگر کاش ہمارے ملک کے ہمارے کلمہ گو اس سیاست کو جان لیتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے تو بھارت سے لے کر امریکہ تک وہ بکواس نہ ہو سکتی جس کی بدولت ناموس رسول کے نام پر جیل جانے کی نوبت آتی۔ رسول پاک کے بارے میں اس زمانے کا گندہ لٹریچر ایک لازمی نتیجہ ہے اس ناپاک ہمدردی کا جو مجرموں کے ساتھ برتی گئی۔ اور دیکھئے کہ اس غلط کاری کی بدولت آئندہ امت اسلامیہ کو کیا کیا جھگڑا ہے۔ وہ تو کہنے کہ اعظمت نے ماضی و حال کے ساتھ مستقبل کو ایسا بھانپ لیا تھا اور مجرموں کا ایسا تقاب فرمایا تھا کہ ان کو چلنے کی راہ نہیں ملتی تھی۔ اور روزانہ کی کفری بکواس کا سلسلہ توڑ دیا گیا تھا۔ در نہ اگر خلیف الکلائی اور شوخ بیانی کا سلسلہ جاری رہتا تو آج سوا ذلہ اسلام کے نام پر کفر و نرازی بے پناہ ہو چکی ہوتی۔

امام بریلوی کا دنیا سے اسلام پر احسان یہ تو اعظمت کا دنیا سے اسلام پر دسینت پر احسان عظیم ہے کہ بکواس دلوں کی لمبی لمبی زبانوں کو کاٹ کر رکھ دیا اور کفر کینے کے لئے کی جرات کو کمرہ کر دیا۔ اولاً سطح مجرموں کو برہنہ کر کے مسلمانوں کو ان کے کفری انداز کے شرکار ہونے سے بچا لیا یعنی اعظمت نے کسی کو کافر نہیں بنایا بلکہ کافر بننے والوں کے جرائم کفر کو واضح فرما کر مسلمانوں کو کافر بننے سے بچا لیا۔ اعظمت کی اس شان احتیاط کو دیکھئے کوئی ممکن رعایت ایسی نہ

میں بلکہ صرف بایں معنی ہے کہ زیادہ سے زیادہ بڑے بھائی ہیں جو مکر مٹی میں چلے ہیں۔ وہ ہمیشہ سے بے اختیار اور عند اللہ تعالیٰ بے دجا ہوتے ہیں۔ اگر ان کو بشر سے کم قرار دو تو تمہاری توحید زیادہ چمکدار ہو جائے گی۔ ان حقائق کو واضح کر دینے کا یہ مقدس نتیجہ ہے کہ آج مسلمانوں کی جمہوریت اسلامیہ بڑی اکثریت کے ساتھ دامن رسول سے لپٹی ہوئی ہے۔ اور دشمنان اسلام کے فریب سے بچ کر مجرموں کے ہتھ پر تھوک رہے ہیں۔

بخراہم اللہ تعالیٰ عناد عن سائر اہل السنۃ والجماعۃ خیر الخیراء دنیا کو اس حقیقت کو یاد رکھنا چاہیے کہ اعلیٰ حضرت جز کے قلم کے نیرے کی مارنے کسی کی آنکھیں پھوڑ دیں کسی کو فرود دالی سزا دی، کسی کو مہبت کر کے رکھ دیا یہاں تک کہ وہ مکر مٹی میں مل گئے۔ یہاں بھی کر لیتے ہیں۔ اور وہاں بھی چیتے ہیں۔ مگر اتنی جرأت آج تک کوئی نہ کر سکا کہ اعلیٰ حضرت کی کسی تفسیف کا برائے نام ہی ہو رد رکھ کر چھاپ دے، میدان رزم اس مرد میدان کی خداداد ہیبت و جلالت کا یہ عالم ظاہر کرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ ارشاد ایک طرح سے اظہار حقیقت ہے وہ رضا کے نیرے کی مار ہے۔

امام بریلوی قدس سرہ کا ملین کی نگاہ میں۔ میرے استاد دفن حدیث کے امام کو بیعت حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی سے تھی مگر حضرت کی زبان پر یہ مرد مرشد کا ذکر میرے سامنے کبھی نہ آیا اور اعلیٰ حضرت کے بکثرت تذکرے عویت کے ساتھ فرماتے رہتے۔ اس وقت تک بریلی حاضر نہ تھا اس انداز کو دیکھ کر میں نے ایک دن عرض کیا کہ آپ کے پیر مرشد کا ذکر یہ نہیں سنتا اور اعلیٰ حضرت کا آپ خطبہ پڑھتے رہتے ہیں فرمایا کہ جب میں نے پیر مرشد سے بیعت کی تھی بایں معنی مسلمان تھا کہ میاں سارا خاندان مسلمان سمجھا جاتا تھا مگر جب میں اعلیٰ حضرت سے ملنے لگا تو مجھ کو ایمان کی حلاوت مل گئی۔ اب میرا ایمان رسمی نہیں ہے۔ بلکہ بطنہ تعالیٰ حقیقی ہے جس نے حقیقی ایمان بخشا اس کی یاد سے اپنے دل کو تسکین دیتا رہتا ہوں۔ حضرت کا انداز بیان اور اس وقت چشم پر غم۔ مگر مجھے ایسا محسوس ہوا کہ واقعی دلی راز دلی سے شناسا اور عالم را عالم فی داند میں نے عرض کیا کہ علم الحدیث میں کیا وہ آپ کے برابر ہیں۔ فرمایا کہ ہرگز نہیں۔ پھر فرمایا کہ شہزادہ صاحب آپ کچھ سمجھے کہ ہرگز نہیں کیا مطلب ہے۔ سنئے کہ اعلیٰ حضرت اس فن میں امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں کہ میں سا ہا سال تک صرف اس فن میں تلمذ کر رہا تو بھی ان کا پاسنگ نہ ٹھہروں۔

بریلی کی طرف میری کشش حضرت محدث صاحب قبلہ کے اسی قسم کے ارشادات نے میرے دل کو بریلی کی طرف کھینچا اور بالآخر انگوٹھوں سے دیکھ لیا کہ اعلیٰ حضرت کیا ہیں اس کا اندازہ بڑے سے بڑا مبصر بھی نہیں کر سکتا۔

انداز تربیت ذرا انداز تربیت دیکھئے کہ کا فائدہ کے لئے جب بریلی حاضر ہوا

تھی جو مجرم کو عطا فرمائی گئی ہو۔ اگر کسی کی توبہ مشہور ہو گئی تو اس کے کفریات مٹا کر حکم لگاتے وقت ایسی رعایت برتی کہ کچھ لوگ اس رعایت ہی کو بڑا شتم کو کہے حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے جس مجرم کے قول کو قال المرید الزبد کہہ کر نقل فرمایا وہ صرف اعلیٰ حضرت کا محتاط قلم ہے جس نے منصب قضا کی ذمہ داریوں کو نہ بھڑا۔ اور غم سہا، دکھ اٹھایا مگر قانون کی ہر رعایت کو نظری غیظ پر غالب رکھا۔ یہ تو جب غلام احمد دانی نے اپنے کفری دھوی نبوت کو کسی طرح نہیں چھوڑا۔ نانا توئی نے ختم زمانہ کے عقیدہ حق کی ضرورت سے انکار کر دیا۔ اور اسی پر جارا بانگو ہی اور انبیہوئی نے رسول پاک کے علم کے بارے میں حضور کے مقابلے پر شیطان کے علم کو بڑھایا۔ اور باز نہ آئے تھا فاضل علم رسول کی سطح کو ہر زید و عمر دھبی و مجنون و بہائم حیوانات کی سطح پر لایا اور ضد کو نہ چھوڑا۔ تو گنتی کے انھیں جیسے چند مجرموں کی توبہ سے مایوس ہو کر اس فرض شرعی کو ادا فرمایا کہ امت اسلامیہ کو ہوش ہوا اور وہ جس کش مکش میں پڑ گئے ہیں کہ مجرموں کا ساتھ دیں تو دامن رسول ہاتھوں سے نکل جاتا ہے۔ اور رسول پاک کے دامن کو تھامے رہیں تو مولوی نانا غازیوں سے بے تعلق ہونا پڑتا ہے! اعلیٰ حضرت نے اس کش مکش کا یہ علاج بتایا کہ دامن رسول ہی مسلمانوں کی پناہ گاہ ہے اور اس کے لئے کسی مولوی تلماک کی پردانہ کی جائے۔ رسول پاک کا دامن دین دایمان ہے اس کو چھوڑ کر خواہ کچھ ہو جائے مگر مسلمان نہیں رہ سکتا۔ اس سادہ اور سادہ اور ناقابل انکار بلکہ روشن پیغام کو کفری مشین کہہ کر پردہ پگنڈا کرنا حقیقتاً اس حقیقت کو مان لینا ہے کہ مجرموں اور ان کے ساتھیوں کے پاس جرم سے بریت کا کوئی سامان ہی نہیں ہے۔ ان کا دل اس کی شکایت نہیں کر سکتا کہ وہ بے گناہ ہیں البتہ ان کو غم اس کا ہے کہ ہمہ جرائم کو عالم آشکارا کیوں کیا گیا۔ جس کا جواب خود ان کے علم میں بھی ہے کہ جب توبہ دانا بتا الی اللہ سے مجرموں کو محروم پایا تو وہ خندہ فرمایا کہ جو شرع مطہر سے فرض عین ہو گیا تھا۔ چنانچہ دیوبندیت کے نقیب و رئیس المناظرین حسن چاند پوری نے چھاپ کر اعلان کر دیا کہ ہمارے بڑوں کے کلمات کے ظاہر معنی جو اعلیٰ حضرت نے پائے تو ہمارے کفر کے یکنے کو ظاہر نہ کرتے خود کا فر ہو جاتے۔

اعلیٰ حضرت نے اس حقیقت کو واضح فرمادیا کہ دیوبندی کی توحید بتوں اور اصنام کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ وہ صرف اینٹی انبیاء و اولیاء ہے، توحید ان کی بوتل کا صرف فریب کاری کا لیبل ہے جس بوتل میں شرک و کفر و عبث ہی بھرا ہوا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس حقیقت کو واضح فرمادیا کہ دیوبندی کا ایمان بالرسول، بایں معنی نہیں ہے کہ رسول پاک سید المرسلین ہیں، خاتم النبیین ہیں۔ شیخ الاسلام ہیں۔ اکرم الاولین و الآخرین ہیں۔ اعلم الخلق اجمعین ہیں۔ محبوب رب العالمین

تو سرے اندر کھنڈ میں پہننے کی خود کو کافی موجود تھی، شہر کے جغرافیہ میں بازار اور،
تفریح گاہوں کو وہاں کے لوگوں سے پوچھتا رہا کہ جمعہ کے دن کی فرصت میں
کچھ سیر سپاٹا کروں۔ جمعہ کا دن آیا تو مسجد میں سب آخری صف میں تھا۔ نماز
ہو گئی تب مجھے دریافت فرمایا کہ کہاں ہیں۔ میں بریلی کے لئے بالکل نیا شخص تھا
لوگ ایک دوسرے کا ہنہ دیکھنے لگے۔

یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت خود کھڑے ہو گئے اور باب مسجد پر مجھ کو دیکھ لیا تو مصلے
سے اٹھ کر صف آخر میں آکر مجھے مصافحہ سے نوازا۔ اس سے زیادہ کا ارادہ فرمایا
تو میں تھرا کر گر پڑا۔ اعلیٰ حضرت پھر مصلے پر تشریف لے گئے اور سنن و نوافل
ادا فرماتے گئے، مسجد کے ایک ایک شخص نے اس کو دیکھا اور بڑی حیرت سے
دیکھا میں نے بازار اور کتب خانہ کی سیر کو طے کر دکھا تھا۔ شام کو جب چلا تو
شہامت گنج کی موٹر پر پہلے پان کھانے کی خواہش پیدا ہوئی ابھی پان والے سے
کہا بھی نہ تھا کہ ہر طرف سے اسلام علیکم آئے اور مجھ کو جواب دینا پڑے۔ اب
پان والے کی دکان کے سامنے کھڑا ہونا بھی میرا دشوار ہو گیا۔ سلام و مصافحہ کی برکت
سارا پردہ گرام ختم کر دیا۔ وہ دن ہے اور آج کا دن ہے کہ بریلی کا ذکر نہیں، کلکتہ، بمبئی
مدراں میں بھی پا پادہ نہیں بلکہ موٹر میں بیٹھ کر بھی صرف سیر بازار کے لئے نہیں
نکلا، سارا لکھنؤی انداز ہمیشہ کے لئے ختم فرما دیا۔

حضرت غوث الاعظم کیساتھ حیرت انگیز عقیدت

دوسرے دن کا رافتا ز پر لگنے سے پہلے خود گیارہ روپہ کی شیرینی منگائی اپنے
پلنگ پر مجھ کو بٹھا کر اور شیرینی رکھ کر فاتحہ غوثیہ پڑھ کر دست کرم سے شری
مجد کو بھی عطا فرمائی اور حاضرین میں تقسیم کا حکم دیا۔ کراچا تک اعلیٰ حضرت پلنگ
سے اٹھ پڑے سب حاضرین کے ساتھ میں بھی کھڑا ہو گیا۔ کاشا کسی شدت
حاجت سے اندر تشریف لے جائیں گے لیکن حیرت بالائے حیرت یہ ہوئی کہ اعلیٰ حضرت
زمین پر گر پڑے بیٹھ گئے سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ دیکھا تو یہ دیکھا کہ تقسیم
کرنے والے کی غفلت سے شیرینی کا ایک ذرہ زمین پر گر گیا تھا اور اعلیٰ حضرت
اس ذرے کو نوک زبان سے اٹھا رہے ہیں اور پھر اپنی نشست گاہ پر یکسور
تشریف فرما ہوئے اس واقعہ کو دیکھ کر سارے حاضرین سرکار غوثیت کی عظمت
و محبت میں ڈوب گئے اور فاتحہ غوثیہ کی شیرینی کے ایک ایک ذرے کے
برک ہو جانے میں کسی دوسری دلیل کی حاجت نہ رہ گئی۔ اور اب میں نے سمجھا
کہ بار بار مجھ سے جو فرمایا گیا کہ میں کچھ نہیں، آپ کے جد امجد کا صدقہ ہے۔ وہ مجھے
خاموش کر دینے کے لئے ہی نہ تھا اور نہ صرف مجھ کو خرم دلانا ہی تھی بلکہ درحقیقت
اعلیٰ حضرت غوث پاک کے ہاتھ میں چون قلم در دست کاتب تھے جس طرح کہ غوث
پاک سرکار دوعالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں چون قلم در دست

کاتب تھے اور کون نہیں جانتا کہ رسول پاک اپنے رب کی بارگاہ میں ایسے تھے
قرآن کریم نے فرمایا۔ وما ينطق عن الهدى ان هو الا وحی یوحی
امام بریلوی کا لغزشوں سے محفوظ رہنا

علماء دین کے اعلیٰ کا زمانے چودہ صدی سے چلے آ رہے ہیں۔ مگر لغزش قلم اور
سبقت لسان سے بھی محفوظ رہنا یہ اپنے بس کی بات نہیں زور قلم میں تفرقہ بندی
میں آگئے بعض مجدد پسندی پر آئے۔ تصانیف میں خود آرائیاں بھی ملتی ہیں۔
لفظوں کے استعمال میں بھی بے احتیاطیاں ہو جاتی ہیں۔ قول حق کے لمحہ میں بھی بڑے
حق نہیں ہے۔ حوالہ جات میں اصل کے بغیر نقل پر ہی قناعت کر لی گئی ہے لیکن ہم
کو اور ہمارے ساتھ سارے علماء عرب و عجم کو اعتراف ہے کہ حضرت شیخ محقق دہلوی
بحر العلوم فرنگی محلی یا پھر اعلیٰ حضرت کی زبان و قلم کا یہ حال دیکھا کہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنی
حفاظت میں لے لیا ہے۔ اور زبان و قلم نقطہ برابر خطا کرے اس کو ناممکن فرما دیا۔
ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء اس عنوان پر غور کرنا ہو تو فتاویٰ
دہنویہ کا گہرا مطالعہ کر ڈالئے۔

امام بریلوی کی شعر گوئی۔ کتنی عجب بات ہے کہ ایسے امام الوقت مستند العصر
کے پاس جس کو رات دن کے کم از کم بیس گھنٹے میں صرف غشہ علم دین سے واسطہ ہو جس
کے ایوان علم میں اپنے ساتھ قلم و ادوات اور دینی کتابوں کے سوا کچھ نہ ہو جو عرب
عجم کا رہنما ہو اس کو شعر کہنے کیا کہا جائے کسی سے شعر سننے کی فرصت کہاں سے ملتی ہے
مگر نشان جامعیت میں کمی کیسے ہو اور مملکت شاعری میں برکت کہاں سے آئے
اگر اعلیٰ حضرت کے قدم اس کو نہ نوازیں حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس
بر شک جہاں سے سرفراز تھے اس کی طلب تو ہر عاشق کے سرمایہ حیات
ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت کے حمد و ثناء کا ایک مجموعہ کئی حصوں میں شائع ہو چکا ہے
جس کا ایک ایک لفظ خود مست ہے۔ اور سننے والوں کو مستی عطا کرتا رہتا
ہے ایک مرتبہ لکھنؤ کے ادیبوں کی شاندار محفل میں اعلیٰ حضرت کا قصیدہ معراج
میں نے اپنے انداز میں پڑھا تو سب جھومنے لگے میں نے اعلان کیا کہ اردو ادب
کے نقطہ نظر سے میں ادیبوں کا فیصلہ اس قصیدہ کی زبان کے متعلق چاہتا
ہوں تو سب نے کہا کہ اس کی زبان تو کوثر کی دھلی ہو زبان ہے۔

اس قسم کا ایک واقعہ دہلی میں پیش آیا تو سید شعرا و دہلی نے جواب دیا
کہ ہم سے کچھ نہ پوچھئے آپ عمر بھر بڑھتے رہتے اور ہم عمر ہوتے رہیں گے۔
فن زیجات و فن تکمیر فن زیجات و فن تکمیر میں شانِ امامت کے
نمونے آج اعلیٰ حضرت کے تلامذہ سے معلوم کئے جاسکتے ہیں اعلیٰ حضرت کے
ارشاد تلامذہ حضرت ملک العلماء ظفر الملہ والہین اس عہد میں دونوں فن کے
ماہر بنے جاتے ہیں علم حفر میں اعلیٰ حضرت ساری دنیا میں فر دیکھتا تھے۔

ایک مظلوم اسلامی مفکر

عالی جناب سید حسن مثنیٰ انور۔ ایم اے علیگ

سید حسن مثنیٰ انور کے شخصیت جاننے پہچاننے سے دنیا کے ادب انہیں اسے دتے سے جانتے ہیں جب وہ جوانی قلم اذیبے بن کر آسمان سے محافت پر درخشندہ ستارہ بن کر ابھرے اور علم و فکر کا میگزین کہ ادارت اپنے ہاتھوں میں لے کچھ دنوں کے اندر اس ادارت سے سنبھالے ہوئے تھے۔ موصوف نے کئی تحقیقی مقالات تلم بند فرمائے ہیں جو قبول عام کہ سند لے چکے ہیں موصوف نے صرف اذیبے میں بلکہ ایک لکھے حصے میں مقالہ نگار بھی ہیں آپ کے پوری زندگی لکھنے پڑھنے کے لئے وقف ہے۔

ایڈیٹر

نے انہیں انگلستان واپس جانے پر مجبور کر دیا۔

برٹش سامراجوں نے انقلاب ۱۸۵۷ء کو غور۔ شورش اور بغاوت و دغاوت کے مکروہ ناموں سے موسوم کیا تھا جو مجاہدین آزادی کی قدر و قیمت کو گھٹانے اور ہندوستان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے کے جواز کے لئے ایک فرنگی چال تھی لیکن یہ حقیقت انگریزوں کے ویسی نمک خوار سمجھ کے چنانچہ ایک باغی تکرار لکھتا ہے:

”در رمضان ۱۲۷۵ھ یعنی مئی ۱۸۵۷ء کا وہ طوفان جس کے تصور سے روگٹا کھڑا ہوتا ہے۔ ہندوستان کیا بلکہ دنیا بھر میں ایسا مشہور و معروف ہے کہ شاید دوسرا نہ ہو۔ سلطنت مغلیہ کا آخری دور اور لبریز ہو جانے والے پیمانہ شامی کا پچھلا منظر یعنی بد نصیب خانماں برباد بہادر شاہ ظفر بادشاہ دہلی کا بٹا خیز سماں تھا جس میں کاروباروں پر چربی پٹے جلنے کی بھول اڑی اور غدر برپا کرنے کے چھپے کھلے مجموعوں میں چوڑے سردی ہوئے تھے۔ تباہ ہونے والی رعایا کی غصہ و غضب نے ان کو جو کچھ بھی سمجھا یا اس کا انہوں نے نتیجہ دیکھا اور ان کی نسل دیکھ رہی تھی۔ جن کے سردی پر موت کھیل رہی تھی انہوں نے کپنی کے امن و عافیت کا زائد قدر کی نظر نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا۔ فوجیں آگئی ہوئیں۔ حاکم کا فرمان نہیں نقل و حال کا بند بازار کھولا اور جواں مردی کے غرہ میں اپنے پیروں پر خود کھلاڑیاں ماریں۔ اس بھیاںک منظر میں ہزار ہا بندگان خدا نا کردہ گنہ بھی پھانسی چڑھا دیے گئے جن کے بچے قیام اور بیویاں بیوہ ہوئیں۔ اطراف کے شہر شہر اور قصبہ قصبہ میں بد امنی پھیل گئی۔“ (تذکرہ الرشید مولف مولانا الحاج محمد عاشق علی ص ۷۷ ج اول)

صاحب تذکرہ الرشید نے اسی ضمن میں ان گوشہ نشینوں کو بھی پیش کیا ہے جن کے

انقلاب ۱۸۵۷ء کے پس منظر و پیش منظر کے ساتھ ہندوستان پر ایک طائر نگاہ ہی ڈالے تو آپ کو بے عظیم ملک مختلف تحریکوں، گونا گوں گردشوں اور رنگارنگ انقلابات و تغیرات کا گہوارہ دکھائی دے گا۔ مذہب، سیاست، معیشت، ثقافت، معاشرت اور مذہب غرض کہ کوئی شعبہ حیات انسانی ایسا نہیں ہے گا جو زوال و اوار اور ہلاکت و فساد کی طوفان خیزی سے محفوظ و مامون نظر آئے۔ اگر ایک طرف مغلیہ سلطنت کے اقتدار کا شیرازہ درہم برہم ہو چکا تھا تو دوسری طرف ایٹ انڈیا کپنی کے ملازمین کی بڑھتی ہوئی سیاسی طاقت کا طوفان سارے برعظیم پر چھا چکا تھا اور انگریزی سامراجوں نے وحشت و بربریت کے وہ دل سوز نمونے پیش کئے تھے جن پر انسانیت آج تک سو گوار ہے۔ بہادر شاہ ظفر کا اسیری، بوڑھے باپ کے سامنے جوان بیٹوں کا قتل، بیگمات کے ساتھ بہیمانہ سلوک اور دوسرے مجاہدین آزادی کو دار و درسن کی سخت ترین آزمائش سے گذرنا کالاپانی کی سزا سن کر ملک بدر کرنا ویسی ریاستوں کے مابین افتخار و افتراق پھیلانا اور انہیں اپنے موروثی و تارک بجا کے لئے فرنگی سیاسی غلامی قبول کرنے پر مجبور و پابند کرنا، ہندوستانی عوام کی زندگی میں خوف و ہراس اور بے چینی و سراسیمگی کی ہر دوڑا کر اپنا حاصل کردہ اقتدار و دستحکم کرنا اور بالخصوص مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنا۔ یہ سب وہ حقائق ہیں جن سے نہ صرف یہ کہ تاریخ کا دل دھڑکتا ہے بلکہ آج بھی وہ سارے مہمان وطن عزیز کے لئے سرمایہ عبرت و بصیرت ہیں اور تحصیل نور و حرارت کا سرچشمہ بھی کہ اسی انقلاب کے تقریباً نصف (۱۹۰) سال بعد فرنگیوں کو اپنی آہن موڑی بندی اور غیر معمولی طاقت و شوکت کے باوجود مجاہدین آزادی اور سرافرازان ملت

دینی تعلیم و تدریس کا نقشہ بنیادی اصول پر بنایا گیا تھا وہ ایک مکتوب سے صاف
نایاب ہے۔ آپ بھی ملاحظہ کیجئے:

”جو معالجات کہ سو برس پہلے ہمارے ملک کے تھے اور جو کچھ نہیں
کہ کتب سابقین میں لکھے ہوئے ہیں اب ہرگز وہ کافی نہیں۔ ان
کا بدل ڈاناکب طب کے اصل قواعد کے موافق ہے اگرچہ علاج
جزوی کے مخالف ہو۔“

د مکتوب بنام مولوی اشرف علی تھانوی ۵۔ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ
مندرجہ تذکرۃ الرشید صفحہ ۱۲۱

یہ دہی دینی نظریہ معکوس ہے جسے پہلے پہل خیال میں ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) لائے،
عمل کار دنیا میں لاکر ابن عبدالوہاب (م ۱۲۰۹ھ) نے نام پیدا کیا اور خوشہ چینوں میں بڑا
اسماعیل دہلوی (م ۱۲۸۵ھ) پٹھریں جنہوں نے اپنے پیروں میں رشاد اور مفرد منہ امیر المومنین
سید احمد اے بریلوی (م ۱۳۸۵ھ) کے زیر سایہ فقہ توہب کو پھیلایا اور انگریز
سامراجوں کی خوشنودی حاصل کی۔ مولوی اسماعیل دہلوی کی تقویت الایمان پہلی کتاب ہے
جس نے ہندوستان مسلمانوں کو کافر، مشرک اور بدعتی بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں
رکھی تھی (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: سید احمد شہید کی صحیح تصویر از پردہ پیر و حیدر احمد
سعود، مطبوعہ لاہور)

انقلاب ۱۲۵۷ھ کے کم و بیش ۲۵ سال قبل ۱۲۳۲ھ میں معرکہ بالاکوٹ پیش
آجائیں مشرک سازوں اور کافر گردن کی جماعت کے ممتاز افراد مع سربراہان فقہ
اجل بن گئے اور ان کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ دس سال کے بعد ۱۲۵۷ھ میں مولوی بلوک
علی نارتوی کو انگریز حاکموں نے خوش ہو کر دہلی کا بلوک کا صدر مدرس بنادیا اور انہوں نے اسماعیل
جماعت کو دوبارہ زندہ کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ ان ہی کی بدولت مولوی ذوالفقار علی والد
مولوی محمود الحسن دیوبندی اور مولوی فضل الرحمن (والد مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی)
دہلی کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد انگریزوں کے ملازم ہو گئے۔ بلوک علی صاحب کے ارشاد
تلاذہ میں مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی احمد علی سہارن پوری اور سر سید احمد خاں
وغیرہ کے نام سرفہرست تھے۔ لایق استاد کے انتقال کے بعد مولویوں کی یہ جماعت حضرت
حاجی امجد اللہ صاحب کی ذات کو مرکز مان کر دائرہ بنانے لگی۔ اسی اثنا میں حریت پسند
نے انگریزوں کے خلاف جہاد عام کیا۔ احوال سے تنگ اور دل برداشتہ ہو کر حضرت
حاجی امجد اللہ صاحب تارک وطن ہو گئے۔ اب قدرتی طور پر مولوی رشید احمد گنگوہی
اپنی جماعت کے ”امام ہمام“ تدوۃ الانام، تلب العالم اور مخدوم اکل وغیرہ بن گئے۔
انقلاب ۱۲۵۷ھ کے موقع پر جبکہ انگریز اپنی آتش انتقام کو مسلمانوں کے خون سے بجھا
رہا تھا یہ جماعت خاموش تماشائی کی طرح سب کچھ دیکھتی رہی اور موقع پا کر مولانا عبد اللہ
سندھی کے لفظوں میں ”مولانا محمد تاسم انزوی دہلی کا بلوک کے عرب جسے کہ دیوبند منسلق
سہارن پور لے گئے اور سر سید احمد خاں انگریزی حصہ کو علی گڑھ لے گئے۔ یہ کتب

دیوبند نے اپنے گورے آثار کی کال و ناداری کا گن گاتے ہوئے اپنے اسکا جدید نقشے
پر دینی تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کیا جس کا ذکر اسی مضمون میں کیا جا چکا ہے۔ تعلیم
و تدریس کے ساتھ کتابیں بھی تصنیف کی گئیں اور مسلمانوں کے مغیرہ مستند انکار و خیال
مذہبی اور شعائر اسلامی پر ایسی کاری ضربیں لگائی گئیں کہ اگر نفرت الہی ان کی پشت
پناہی نہ کرتی تو دیوبند کے قطب ربانی کا تعلیمی نقشہ جدید انہیں غبار راہ بنا دیتا!
تقویت الایمان، براہین قاطعہ، فتاویٰ رشیدیہ، تحذیر ان من اور حفظ الایمان
وغیرہ کتابیں جو مختلف اوقات میں کھیں گئیں لیکن سب ایک ہی قبیل کی ہیں اور ان میں
توہب کا دہی رنگ و آہنگ ہے جسے ہندوستان میں سب سے پہلے مولوی اسماعیل
دہلوی نے ایجاد کیا تھا اور بعد میں دیوبند اسکول کے ہی خواہوں، ان کے شاگردوں،
حاشیہ نشینوں اور مریدوں نے راگ میں راگ ملائے کی سعی یلغ کی۔ ابتدا میں باہم
و گرتحافت و تحالف کے شکار ہوئے جیسا کہ ہر نئی ایجاد کا خاصہ ہوتا ہے تاہم اس
نئے تجربے نے دو اہم رد ادا کئے: ایک طرف انگریزوں کے پاؤں مضبوطی سے جما دیئے
اور مسلمانوں کی قوت اتحاد کو کمزور کر کے انگریزوں کو سیاسی اقتدار بڑھانے کے مواقع
دیئے اور دوسری طرف ملت اسلامیہ کو مذہبی خانہ جنگی میں ایسا مبتلا کر دیا اور کفر و
شرک و بدعت کے شوق غوغا سے مذہبی ماحول کو اس قدر متکدر کر دیا جس کا خوار
ہندوستان میں سنی مسلمانوں کے معدوم ہونے کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔
دو کا ایک المیہ یہ بھی تھا کہ مسلمانوں کے نامور علماء و دانشور جو صحیح معنوں میں دانش و علم
تھے جن کے علمی جلال و کمال کے سامنے کسی کو مجال گفتگو نہ تھی اور جن میں سے ایک بزرگ
نے دعوت مباحثہ دیکر خود مولوی اسماعیل دہلوی کو روپوش ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔
وہ سب کے سب ۱۲۵۷ھ ع کے جہاد آزادی میں کام آگئے اور جو تھوڑے بہت
باقی بچے وہ اس نئے مذہبی بحران و طغیان سے ملت اسلامیہ کو بچانے میں مصروف
ہو گئے۔

ان اسلام کش اثرات کی رد و کھام کے لئے ایک ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جسکو
علوم عقلی و نقلی دونوں میں پوری بغیرت اور دستگاہ حاصل ہو اور وہ تمام علوم و
نہوں میں باغ نظری کے مقام پر فائز ہو۔ تفتہ فی الدین میں جو ائمہ متقدمین کی یاد دلائے
اور جس کا علم کلام اگر ایک جانب توحید کے حقایق کی نقاب کشائی کرے تو دوسری جانب
فخر و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و دارنگی اور اختیار و اقتدار کا پرچم ہر اے۔ اپنے
علم دیقین اور فکر و نظر سے تمام فرق باطلہ کی قلعی کھول دے اور خصوصیت کے ساتھ
اس نئی مذہبی تحریک کا رد یلغ کر دے جس کی اشاعت کرنے والے خدائی نوجوان
بکرا نبیاء، شہداء، صدیقین اور صالحین سے مسلمانوں کے غیر معمولی مربوط رشتے کو توڑنے
کے آرزو مند تھے۔ انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں ایک ایسی ہی گرانمایہ اور
عبقری شخصیت کا ظہور ہوا جسے عالم اسلام، امام احمد رضا بریلوی کے نام سے
یاد کرتا ہے۔

امام احمد رضا خان جون ۱۸۵۶ء مطابق ۱۰ ر شوال المکرم ۱۲۷۴ھ یعنی ۱۸۵۵ء کے جہاد حریّت سے ایک سال قبل (شہر بریلی (اثر پردیش) میں پیدا ہوئے۔ ۱۲۸۶ھ میں جب کہ عمر شریف صرف ۱۳ سال ۱۰ ماہ کی تھی آپ جلیل الشان عالم، عظیم المرتبت فاضل ہو گئے اور اس وقت سے صفر ۱۲۸۷ھ یعنی ۱۸۷۵ء برس تک مسلسل دینی و علمی خدمات انجام دیتے رہے۔ (سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا مولفہ مولانا بدرالدین احمد رضوی مطبوعہ ۱۹۶۲ء صفحہ ۸۹)

امام کے اساتذہ میں مولانا سید شاہ اول رسول مارہروی (متوفی ۱۲۹۴ھ) مولانا محمد تقی علی خاں (متوفی ۱۲۹۴ھ) شیخ احمد بن زین دھلان مکی (متوفی ۱۲۹۹ھ) شیخ عبدالرحمن مکی (متوفی ۱۳۰۱ھ) شیخ حسین بن صالح (متوفی ۱۳۰۲ھ) اور مولانا شاہ ابوالحسن احمد النوری (متوفی ۱۳۲۲ھ) کے اسمائے گرامی ملتے ہیں۔ امام احمد رضا دارچ بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے، پہلی بار ۱۲۹۵ھ میں اور دوسری بار ۱۳۲۳ھ میں۔ ان دونوں مبارک و مسعود مواقع پر امام نے شیوخ مکہ و مدینہ سے غیر معمولی اکتساب فیض کیا اور اپنی خداداد نقاہت و علمیت کے گہرے نقوش علمائے حجاز مقدسہ کے اذہان و قلوب میں مرتب کئے۔ چونکہ سالہا سال مدرسہ میں امام احمد رضا نے کم و بیش ۵۰ علوم و فنون پر مستقل کتابیں تصنیف کیں اور متعدد اہم کتابوں کے حواشی بھی لکھے جو خود ایک تصنیف کی حیثیت رکھتے ہیں چند تصنیفات کی مجموعی تعداد درج ذیل ہے۔

- | | |
|-----------------------------------|-----------|
| (۱) علم تفسیر میں | ۷ کتابیں |
| (۲) علم حدیث میں | ۴۵ کتابیں |
| (۳) عقائد و کلام میں | ۲۲ کتابیں |
| (۴) فقہ و تجوید میں | ۷۰ کتابیں |
| (۵) تاریخ و سیر میں | ۱۱ کتابیں |
| (۶) ادب، نحو، لغت و عروض میں | ۶ کتابیں |
| (۷) تصوف میں | ۹ کتابیں |
| (۸) علم زیجات میں | ۷ کتابیں |
| (۹) علم جفر و نمکیر میں | ۱۱ کتابیں |
| (۱۰) جبر و مقابلہ میں | ۴ کتابیں |
| (۱۱) علم مثلث، ارضاطبعی و گارثیات | ۶ کتابیں |
| (۱۲) توحید، نجوم و حساب میں | ۱۶ کتابیں |
| (۱۳) ہیئت، ہندسہ، ریاضی میں | ۲۸ کتابیں |
| (۱۴) فلسفہ و منطق میں | ۶ کتابیں |

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: سوانح اعلیٰ حضرت صفحہ ۲۹۵ تا ۳۰۳)

مندرجہ بالا فہرست تعداد کتب میں اکثر کتابیں غیر مطبوعہ ہیں اور بعض مطبوعہ ہو

کرنا یا ب ہیں۔ یہ فہرست اصل میں ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی کے دوشمارے اکتوبر ۱۹۶۲ء و دسمبر ۱۹۶۲ء سے ماخوذ ہے اور سوانح اعلیٰ حضرت میں بحسنہ موجود ہے علاوہ ازیں امام احمد رضا بریلوی کی تصنیفی سرگرمیوں اور علمی دادوں و خیروں کا تفصیلی جائزہ لینے کے لئے حسب ذیل کتابوں کا مطالعہ مزوری ہے:

- (۱) تذکرہ علمائے ہند مولفہ مولانا رحمان علی مطبوعہ نو لکھنؤ ۱۳۱۲ھ
- (۲) تذکرہ علمائے حال مولفہ مولانا محمد ادریس گرامی مطبوعہ ۱۳۱۵ھ
- (۳) معجم المطبوعات العربیہ و المعربہ مولفہ یوسف البادر سرکین مطبوعہ ۱۳۲۶ھ

امام تاقوس المشاہیر۔ نظامی بدایونی ج اول

(۵) حیات اعلیٰ حضرت مولفہ ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری

(۶) المعجم المعداد لتالیفات المجدد مولفہ علامہ ظفر الدین بہاری

(۷) تاقوس الکتاب دار و مدار تہ انجمن ترقی اردو ج اول مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء

ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری نے امام احمد رضا کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار بتائی ہے جن میں اکثر و بیشتر کتابیں غیر مطبوعہ ہیں۔ امام کی مطبوعہ کتابیں ہی سیکڑوں کی تعداد میں ہیں جنہیں دیکھ کر علمائے عرب و عجم نے خراج عقیدت پیش کیا ہے اور گہرائی تحسین و آفرین بچھا رکھے ہیں۔ ان کتابوں ہی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ امام احمد رضا مختلف علوم و فنون میں کس قدر کامل دستگاہ اور جامعیت رکھتے تھے، ان کا بحر علمی کتنا منفر و اند بلند و بالا تھا اور ان کی ہر فکر و نظر تجدید و احیائے دین کا فریضہ انجام دینے میں کتنی مستحکم اور مستعد رہتی تھی!

امام نے سیاسی انتشار اور مذہبی خلفشار و دونوں کو دیکھا تھا۔ انقلاب ۱۸۵۷ء کے واقعات اپنے بزرگوں سے سنے تھے۔ مجاہدین آزاد کا کے کارنامے اور ایسی نمک خواروں کے کہ تو توں سے وہ اچھی طرح واقف تھے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ انقلاب ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بہت سارے اسباب میں ایک اہم سبب وہ نام نہاد علماء بھی تھے جنہوں نے اپنے گورے آقاؤں کا طوق غلامی گٹھے میں ڈال کر اگر ایک طرف حریت پسندوں کو ازیت پہنچائی تو دوسری جانب اسلام کے عقیدہ توحید اور نظریہ رسالت کی تعبیر و تشریح کے سلسلے میں کتاب و سنت کو بازیچہ اطفال بنا دیا۔

شہدار، صدیقین اور صالحین کے اعزاز و احترام کو پسندیدہ لنگاہوں سے نہیں آٹا صحابہ کی بے توقیر کی۔ تابعین اور تبع تابعین کی اسلامی حضرات کو مجروح کیا اور اس طرح انہوں نے مسلمانوں کی وحدت و عمل کا شیرازہ منتشر کر کے انگریزی سامراجوں کی سیاسی طاقت کو بڑھا دیا۔ ان دغا بازیوں اور جارحانہ حملوں کی ابتدا کو مرکزہ بالا کوٹ (۱۸۵۳ء) سے قبل ہی ہندوستان میں ہو چکی تھی لیکن انقلاب ۱۸۵۷ء کی سیاسی ہولناکی کے فوراً ہی بعد مسلمانوں کو بالعموم جس دوسرے انتشار و اضطراب کا سامنا کرنا پڑا وہ وہی نقشہ توہین تھا جو ہندوستان میں مولوی اسماعیل دہلوی نے

کے گئے چار سے بھی زیادہ ذیل ہے۔

وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہوئے۔ جو بشر کی سنی تعریف ہو سو ہی کر دے، سوان میں بھی اختصار کر دے۔

تقویت الایمان مصنف مولوی اسماعیل دہلوی ص ۱۶-۶۸-۷۰

۱۵ "جب کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔"

(ایضاً ص ۲)

ان تراشوں کے ذریعہ پرستار ان توہب کے عقیدہ توحید اور نظریہ رسالت کے بنیادی پہلوؤں کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے امکان کذب کا عقیدہ رکھنا، جھوٹ بولنے پر خدا کو قادر ماننا، جھوٹ کو قدرت الہی میں داخل کرنا، کذب کو صفات خداوندی میں شامل کرنا، انحال قبیحہ کو خدائے تعالیٰ کی ذات میں ممکن تسلیم کرنا، مسئلہ امکان کذب کو خدائے اسلام سے منسوب کرتے ہوئے خلف وعید کے معنی میں سمجھنا، اللہ تعالیٰ کو ہمہ وقت مطلع علی الغیب نہ ماننا خدا کو بھی بندوں کی طرح زمان و مکان کا محتاج جاننا وغیرہ یہ توہب کے عقیدہ توحید کے بنیادی عناصر ہیں۔ اسی طرح نحمدہ و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتانا، محمد عربی کے دُور علم پر مشرک کافوری صادر کرنا، حبیب خدا کے علم غیب کا کُندہ کرتے ہوئے اُسے زید، عمرو، پاگل، دیوانے اور جمیع حیوانات و بہائم کے مساوی ماننا، رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کو عوام کا خیال بتانا اور کسی نئے نبی کی مفروضہ آمد کے باوجود خاقیت محمدی میں کوئی فرق نہ سمجھنا، ناز میں رسالت اکابر کے خیال کو گھائے گدھے کے خیال سے بھی کئی درجے بدر قرار دینا، انبیاء شہداء و قدس اور صالحین کو چار سے بھی زیادہ ذیل کہنا اور بالخصوص مکرر دُعا عالم کو بڑا بھائی کہنے میں غیرت دینی کو بالائے طاق رکھ دینا، رسول کی مدح و ستائش کو عام ان لوگوں سے بھی گھٹ کر پیش کرنا اور انہیں بے بس و محتاج تسلیم کرنا ہی توہب کے نظریہ رسالت کا طریقہ مارک ہیں۔

نام بناد مولویوں کا ان ہی جدت طرازیوں نے مذہبی دنیا میں تہلکہ مچا دیا اور مسلمانوں کے درمیان نفاق و شقاق کا داغ بیل ڈال دیا۔ اندیشہ تھا کہ اُسے دن کی نئی نکتہ آفرینیاں کہیں اسلامی تعلیمات کو نسخہ نہ کر دیں اور مسلمانوں کو سیاسی ناکامی کے بعد کہیں مذہبی پسپائی کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔ یہ تھے سنگین حالات جو امام احمد رضا کے لئے چیلنج بن گئے اور اسلام کی دُعا ملی مورچہ بندی کی تمام ذمہ داری ان پر آگئی عشق رسول نے امام سے جا بوا القلم کا مطالبہ کیا اور نصرت الہی ان کی پشت پناہ بنی۔ وہ خود اپنے علمی مذاق کی تبدیلیوں کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"مجھے تین کاموں سے دلچسپی ہے اور ان کی نگہن مجھے عطا کی گئی ہے تفصیل یہ ہے: اول سید المرسلین صلوٰۃ اللہ تعالیٰ و سلام علیہ وعلیہم اجمعین کی حمایت کرنا کیونکہ ہر ذیل دہائی آپ کی شان میں توہین آمیز کلام سے زبان درازی کر رہا ہے۔ میرے لئے یہی کافی ہے کہ میرا رب اسے قبول فرمائے گا۔ اور رب کی رحمت کے بارے میں میرا یہی ظن ہے جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے کہ میں اپنے بندے سے اس کے حسن ظن کے مطابق معاملہ فرماتا ہوں۔" دوم ان کے علاوہ دیگر بدعتیوں کی بیخ کنی جو دین کے دعویدار ہیں حالانکہ وہ مفہم محض ہیں اور رسوم حسب استطاعت اور واضح ذریعہ حقی کے مطابق فتویٰ نویسی۔" (ترجمہ)

(فاضل بریلوی ملائے حجاز کی نظر میں مولفہ پرنسپل ڈاکٹر محمد سعود احمد ص ۱۵)

(بوالاجازۃ الرمزیہ لمجلہ المکتبۃ البہیۃ (تلمی) ص ۳۷، ۳۸)

امام احمد رضا کے اس تلمی جہاد کے منشور (Manifesto) نے ان کی انفرادیت کو چمکنے کا موقع دیا اور پچائش علوم و فنون کو اپنی مضبوط گرفت میں لینے والی فکر و نظر سمٹ سٹا کر تقدیس الہی کی صیانت، ناموس رسالت کی حفاظت، ابطال بدعت و ضلالت اور فروغ کتاب و سنت میں لگ گئی۔ اس سلسلے میں امام نے کم بیش دس سو کتابیں تصنیف کیں اور ہزار ہا دلائل قاہرہ کے ساتھ احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دیا۔ ہم ذیل میں صرف چند کتابوں ہی کے نام پیش کرتے ہیں جن پر امام کی شہرت عام اور بقائے دوام کی علامت کھڑی ہے:

- (۱) سبحن السبوح عن عیب کذب مقبوح۔ مرتبہ ۱۳۰۶ھ مطبوعہ ۱۲۰۹ھ
- (۲) سل السیوف الہندی علی کفریات بابا النجدیہ۔ مرتبہ ۱۳۱۲ھ مطبوعہ ۱۳۰۸ھ
- (۳) الکوکتبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہاب۔ مطبوعہ ۱۳۱۶ھ ۱۳۰۹ھ
- (۴) الدلالتۃ الکیۃ بالمادۃ الغیبیہ۔ مطبوعہ ۱۳۱۲ھ ۱۲۹۰ھ
- (۵) حاسم الحرمین علی منکر الکفر والین۔ مطبوعہ ۱۳۲۲ھ ۱۳۰۵ھ
- (۶) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن (قرآن حکیم کا مستند اردو ترجمہ ۱۳۲۰ھ ۱۳۱۱ھ)
- (۷) فتاویٰ رضویہ (۱۲ جلدیں اور ہر جلد چار سو سائے کے ہزار صفحات پر مشتمل ۵ جلدیں مطبوعہ بھی)

امام احمد رضا نے ابتدائی تین کتابوں میں مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے قبیحہ کے پھیلنے ہوئے امکان کذب باری تعالیٰ کے سیکے کی تلمیح کھولی ہے۔ ان کی عبارتوں پر سخت نگرنت کہ ہے اور منطقی عدم توازن کو دکھلاتے ہوئے (اللہ اور نارا شہیدہ خیالات و افکار کا زبردست محاکمہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ موقف کو بھی کتاب و سنت کی روشنی میں پیش کر دیا ہے۔ شائیں ملاحظہ صرف مرکزی خیال اور خلاصہ کلام پر اکتفا کیا گیا ہے)

”قدرت الہی صفت کمال ہو کر ثابت ہوئی ہے۔ نہ معاذ اللہ منحت نقص و عیب۔ اور اگر محالات پر قدرت مانتے تو ابھی انقلاب ہوا جاتے، و جیسے“

جب کسی محال پر قدرت مانی اور محال، محال سب ایک سے بعد ہوا رہے..... خیال پر جس محال کو مقدور نہ کہتے اتنا ہی عجیب و غریب سمجھتے تو واجب کہ سب محالات زیر قدرت ہوں اور منجملہ محالات سلب قدرت الہی بھی ہے تو لازم کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کو کھو دینے اور اپنے آپ کو عاجز محض بنالینے پر بھی قادر ہو۔ اچھا عموم قدرت ہمارا اصل قدرت ہی ہاتھ سے گئی“

(سبحان السبوح صفحہ ۱)

”اگر کذب الہی ممکن ہوتا سلام پر وہ طعن لازم آئے کہ اٹھائے ذاتیں۔ کافروں اور ملحودوں کو اعتراض و مقال و عناد و جدال کی وہ مجالیں ملیں کہ مٹائے نہ سکیں۔ دلائل قرآن عظیم و دجی حکیم یکدست ہاتھ سے جائیں جبر و نشر و حساب و کتاب و جنت و نار و ثواب و عذاب کسی پر یقین کی کوئی راہ نہ پائیں کہ آخر ان امور پر ایمان صرف اخبار الہی سے ہے۔ جب معاذ اللہ کذب الہی ممکن ہو تو عقل کو ہر خبر الہی میں احتمال رہے گا کہ شاید یوں ہی فرمادی ہو شاید ٹھک نہ پڑے۔“

(ایضاً صفحہ ۱)

”مٹائے دہلی کا خدائے مہموم کہاں کہاں آدمی کی حرص کرے گا؟ آدمی کھانا کھاتا ہے، پانی پیتا ہے، پانا پھرتا ہے اور پشاپ کرتا ہے آدمی قادر ہے کہ جس چیز کو دیکھنا نہ چاہے آنکھیں بند کرے سنا نہ چاہے کانوں میں انگلیاں دیدے، آدمی قادر ہے کہ اپنے آپ کو دریا میں ڈبو دے، آگ سے جلے۔ خاک پر لیٹے کانٹوں پر لیٹے، رانغی ہو جائے، دہائی بن جائے مگر ملائے ملائم کاموں مہموم یہ سب باتیں اپنے لئے کر سکتا ہو گا ورنہ عاجز ٹھہرے گا اور کمال قدرت میں آدمی سے گھٹ رہے گا۔ اقول غرض خدا کے ہر طرح ہاتھ دھو دھو بیٹھتا ہے۔ ذکر سکا کہ حضرت کے زلم میں عاجز ہوا اور عاجز خدا نہیں، کر سکا کہ ناقص ہوا، ناقص خدا نہیں..... تو شمس و مریخ کی طرح انہر و انہر کہ دہلوی بہادر کا یہ قول اتر حقیقتہً انکار خدا کی طرف منہر.....

”مگر سبحان ربنا، ہمارا سچا خدا سب عیبوں سے پاک اور قدرت علیٰ محال کی نہایت سراپا ضلال سے کمال منزہ“

(ایضاً صفحہ ۱)

”ما تو ایک سہل تدبیر تھیں بتاؤں۔ میرا رسالہ تنہائی میں بیٹھ کر بغور دیکھو ان دو سودا گراں و اعتراضات کو ایک ایک کر کے الفان سے پرکھو فرض کرو کہ دو سو میں استحالة کذب الہی پر صرف ایک دلیل اور تمہارے خیال اور تمہارے امام کے.... اقوال پر فقط ایک ایک اعتراض قاطع ہر قیل و قال باقی رہ گیا بالکسب سے تم نے جواب دے لیا تو جان برادر!

احقاق حق کو ایک دلیل کافی، ابطال باطل کو ایک اعتراض کافی، نہ کہ دلائل باہرہ، اعتراضات قاہرہ صد ہا سنو اور ایک نہ گنو۔ دل میں جاننے جاؤ کہ دلائل باصواب اور اعتراضات لاجواب، مگر ماننے کی قسم، توہ کی آن، بلکہ اٹھائے تائید باطل کی فکر سامان۔ یہ تو حق پرستی نہ ہوئی بدستی ہوئی، نشہ تعصب میں سیاہ مستی ہوئی۔ پھر قیامت تو نہ آئے گی؟ حساب تو نہ ہوگا؟ خدا کے حضور سوال و جواب تو نہ ہوگا؟ اے رب میرے! ہدایت فرما اور بجلی آنکھوں کو کچھ تو شرا“

(ایضاً صفحہ ۱۵۵)

امام کی چوتھی کتاب الدولۃ المکیہ ہے جو بلاشبہ ان کے قلم کا شاہکار ہے۔ مسئلہ علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق تمام تحقیق اور علمی مباحث کو شرح و بسط کے ساتھ اسکی ایک تصنیف میں جمع کر کے امام نے سیکڑوں کتابوں کے مطالعے سے مسلمانوں کو بے نیاز کر دیا ہے۔ یہ معرکہ آثار تصنیف امام کی صرف ساڑھے آٹھ گھنٹوں کی کاوشوں اور توجہات کا ثمرہ ہے۔ اس کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ ۱۳۲۲ھ میں جب امام احمد رضا دوسری بار حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تو علامہ حلیل شیخ اسماعیل بن خلیل مدنی کے لفظوں میں: بعض ناسقوں کی مدد سے چند بد نصیبوں نے اس وقت کے شریف مکہ کے یہاں ضرر پہنچانے میں کوشش کی اور ان کے ساتھ مکر کرنا چاہا۔ چنانچہ علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان کے پاس سوال بھیجا اور گمان کیا کہ وہ جواب نہ دے سکیں گے کہ سفر کی تیاری میں ہیں اور یہاں ان کے پاس کوئی کتاب بھی نہیں تو مولانا نے اللہ ان کی تائید کرے، اس سوال پر وہ جواب لکھا جس سے ہر مسلمان کی آنکھ ٹھنڈی کی اور ہر کافر و ناسق و گمراہ بے نو کو ذلیل و خوار کیا..... شریف مکہ نے شیخ صالح کمال (سابی مفتی مکہ) کو حکم دیا کہ رسالہ ان کے دربار میں بر ملا پڑھیں۔ چنانچہ رسالہ پڑھا گیا۔ مگر شکر وہ کے افراد وہاں موجود تھے، سن سن کر حیرت زدہ رہ گئے اور ذلیل و خوار ہوئے۔ اس وقت شریف مکہ پر ظاہر ہو گیا کہ مولانا احمد رضا خاں حق پر ہیں اور مخالفین گمراہ ہیں“

(الفیوضات المکیہ لمحبت الدولۃ المکیہ ۱۳۲۶ھ ص ۱۹۰)

امام احمد رضا خود بھی اپنی یہ سرگذشت سناتے ہیں:

”میرے پاس علم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بعض ہندیوں

کی طرف سے پیر کے دن عصر کے وقت ۲۵ رذی الحجہ ۱۲۲۳ھ کو ایک سوال آیا اور میرے گمان میں ان بعض دہائیہ کا اٹھایا ہوا ہے جنہوں نے دل کھول کر اللہ و رسول جل و علاہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دی اور ہندوستان میں اس کی کتابیں شائع کیں۔۔۔۔۔

..... اور انہوں نے جانا کہ میں مکہ معظمہ میں اپنی کتابوں سے جلاہوں اور بیت اللہ کی زیارت میں مشغول اور اپنے مولا و محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہر کی جانب جانے کی جلدی کی ہے تو انہوں نے یہ سوال اٹھایا اس طبع پر کہ یہ جلدی اور اس دھیان میں دل کا لگا ہونا اور کتابیں پاس نہ ہونا، مجھے اظہار جواب سے روک دے گا تو اس میں ان کو عید و خوشی ہو جائے گی اور یہ نہ جانا کہ یہ دین متین ان میں ہے اور جو کوئی اس کی مدد کرے منصور و محفوظ ہے یا

(الدولۃ المکیہ صفحہ ۱۱)

امام احمد رضا کی سرگذشت خود ان ہی کا زبانِ قلم سے سننے اور ایک فاضل جلیل عرب کی تصدیق و توثیق واقعہ کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ الدولۃ المکیہ کی تہذیب و تمدن ایک قلیل ترین وقت میں ہوئی اور نہایت بے سرد سامان کے عالم میں۔ یہ اگر انقدر تصنیف اگر ایک طرف امام کے علمی تبحر، کتاب و سنت پر کامل استحضار، حافظہ کی قوت و وسعت، فکر و نظر کی جولانی، سرعت فہم اور قلم برداشتہ انداز تحریر کی آئینہ دار ہے تو دوسری طرف سرزمین حجاز مقدسہ نیز دیگر بلاد اسلامیہ میں امام کی غیر معمولی مقبولیت و محبوبیت کی غماز ہے جیسا کہ علامہ شیخ اسماعیل بن خلیل مدنی کا ارشاد ہے کہ

”علماء اور طلبہ علم نے چاروں طرف سے مولانا شیخ احمد مذکور کو گھیر لیا تو کوئی فائدہ حاصل کرنے کے لئے کوئی سوال کرتا اور کوئی قول صحیح دریا کر کے لئے کوئی مسئلہ پیش کرتا ہے اور کوئی اجازت مانگتا ہے اور کوئی اشارہ کا انتظار کرتا ہے یہ ان کا حال تھا جب کہ میں تھے“

(الفیوضۃ المکیہ صفحہ ۱۲)

اور تیسری طرف الدولۃ المکیہ ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ بعض ان ہندوستانی مولویوں کو متعارف کرا دیا جو ناموسین رسول کے مقابل ناموسین سلاف کے لئے علم کی روشنائی خشک کر رہے تھے اور گرد ہی تعصب نے جنہیں توفیق تو یہ سے محروم کر رکھا تھا۔ یہ سارے دلسوز اور روح فرسا مناظر امام احمد رضا کی نگاہوں کے سامنے تھے تاہم امام نے حکمت تبلیغ کے پیش نظر صلاح و فلاح کی نصیحتیں اور افہام و تفہیم کی راہ نکالنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ مسئلہ علم غیب پر امام کی شانِ تعاقب ملاحظہ کیجئے:

”جو غیر خدا سے علم غیب کی مطلقاً ایسی نفی کرے کہ کسی طرح

ثابت ایمان ماننے وہ ان آیتوں سے کفر کر رہا ہے جو ثابت فرماتی ہیں اور جو مطلقاً اس طرح ثابت کرے کہ کسی وجہ سے نفی مانے ہی نہیں وہ ان آیتوں سے کفر کرتا ہے جو نفی فرماتی ہیں اور مسلمان سب پر ایمان لاتا ہے اور وہ مختلف راہوں میں نہیں پڑتا“

(الدولۃ المکیہ صفحہ ۱۱)

”پہلی تقسیم تو یہ ہے کہ علم یا توفاتی ہے جبکہ نفس ذات عالم سے صادر ہو اس کے غیر کو اس میں کچھ دخل ہو، یوں کہ غیر کی عطیہ سے ہونی یوں کہ غیر اس میں کسی طرح سبب پڑے۔ اور یا عطائی ہے جبکہ غیر کی عطیہ سے ہو۔ پہلی قسم مولیٰ سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اس کے غیر کے لئے محال ہے اور جو اس میں سے کوئی حصہ جہاں بھر میں کسی کے لئے ثابت کرے اگرچہ ایک ذرے سے کم سے کم تر، وہ یقیناً مشرک ہے۔ اور دوسری قسم مولیٰ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ خاص ہے، اللہ کے لئے ممکن نہیں اور جو اس کا کوئی علم اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرے وہ کافر ہے اور ایسی چیز لایا جو شرک اکبر سے بھی زیادہ خبیث و شنیع ہے اس لئے مشرک تو وہ ہے جو اللہ کے برابر دوسرے کو جانے اور اس نے غیر خدا کو خدا سے برتر سمجھا کہ اس نے اپنے علم و خیر کا فیض خدا کو پہنچا دیا“

ایضاً صفحہ ۱۱۷-۱۱۸

”وہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غیبوں کے مطلق علم کی نفی کرتا ہے اگرچہ خدا کی عطیہ سے ہو تو ایسا شخص اس چیز کی نفی کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ثابت فرمائی ہے اور اس کا یہ قول اس کے ایمان کی نفی کرتا ہے اور اس کے زیاں کار ہونے کے لئے کافی ہے“ (صفحہ ۱۱۷)

”تمام کمال جملہ مخلوقات کے مجموعہ علوم کی ہمارے رب العالمین کے علوم سے برابری کا شبہ اس قابل نہیں کہ مسلمان کے دل میں اس کا خطرہ بھی گذرے۔ کیا انہوں کو یہ نہیں سوچتا کہ اللہ کا علم ذاتی ہو اور خلق کا علم عطائی ہے اور اللہ کا علم اس کی ذات کے لئے واجب ہے اور خلق کا علم اس کے لئے ممکن۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا علم ازلی و سرمدی، قدیم، حقیقی ہے اور مخلوق کا علم حادث اس لئے کہ تمام مخلوقات حادث ہے اور صفت موصوف سے پہلے نہیں ہو سکتی اور اللہ سبحانہ کا علم مخلوق نہیں اور خلق کا علم مخلوق پر اللہ تعالیٰ کا علم کسی کے زیر قدرت نہیں اور خلق کا علم اللہ کی قدرت میں اور اس کے زیر دست ہے۔ علم الہی کا ہمیشہ رہنا واجب اور علم مخلوق کی قدامت ممکن، علم الہی کسی طرح بدل نہیں سکتا اور علم خلق میں تغیر نہا۔“

(ایضاً صفحہ ۱۱۷)

چنانچہ توہب پرستوں نے اپنا سارا زور امام احمد رضا کے خلاف افواہیں پھیلانے میں لگا دیا اور اپنے سارے عیوب امام سے منسوب کر دیئے۔ ایک جگہ امام احمد رضا خود ہی رقمطراز ہیں:

”ناچار عوام مسلمین کو بھڑکانے اور ہلکانے پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علمائے اہل سنت کے فتوے تکفیر کا کیا اعتبار! یہ لوگ ذرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں۔ ان کے مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتوے چھپا کرتے ہیں۔ اسماعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا۔ مولوی اسحق صاحب کو کہہ دیا، مولوی عبدالحی صاحب کو کہہ دیا۔ پھر جن کی حیا اور برہمی ہوتی ہے وہ اور ملاتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو کہہ دیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب کو کہہ دیا حاجی امداد اللہ صاحب کو کہہ دیا اور مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب کو کہہ دیا۔ یا۔ پھر جو پورے ہی حدیث سے گزر گئے وہ یہاں تک برٹھتے ہیں عیاذ باللہ عیاذ باللہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کہہ دیا۔ غرض جسے جس کا زیادہ معتقد پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انہوں نے اسے کافر کہہ دیا۔ یہاں تک کہ ان میں کے بعض بزرگواروں نے مولانا مولوی شاہ محمد حسین آبادی مرحوم و مغفور سے جا کر جڑی کہ معاذ اللہ، معاذ اللہ، معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ کو کافر کہہ دیا مولانا کو اللہ تعالیٰ جنت عالیہ عطا فرمائے انہوں نے آیہ کریمہ ان جاء کفر فاسق مبینا فتنبوا پر عمل فرمایا۔ خط لکھ کر دریافت کیا جس پر یہاں سے رسالہ (مخارج البری عن وسواس المفتوی لکھ کر ارسال ہوا۔“

(حسام الحرمین ص ۴۲)

اسی ضمن میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ جن حضرات نے امام احمد رضا کی درج ذیل تصنیفات کا مطالعہ کیا ہے۔

(۱) انباء المصطفیٰ بحال سر داخفی (۱۳۱۸ھ)

(۲) جلی الصوت لنہی الدعوة امام الموت (۱۳۲۰ھ)

(۳) مواہب ارباب الذیاد کشف حکم العرس (۱۳۲۴ھ)

(۴) الوار البشارة فی مسائل الحج والزیارة (۱۳۲۹ھ)

(۵) خالص الاعتقاد (۱۳۲۸ھ)

(۶) الزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود التیمۃ (۱۳۳۰ھ)

(۷) جمل النور فی نہی النساء عن زیارة القبور (۱۳۳۹ھ)

وہ اچھی طرح باخبر ہوں گے کہ توہب پرستوں کی جانب سے لگائے گئے سارے

الدولۃ الکلیہ کی تکمیل کے بعد مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور دیگر بلاد اسلامیہ کے تقریباً ۶۱ علماء نے اس پر تقریریں لکھیں اور اس کے مضامین کو نہ صرف یہ کہ سراہا بلکہ اسلامی مقام کا معیار قرار دیا۔ علمائے حجاز میں شیخ مولیٰ علی شامی شیخ حسن بن عبدالقادر اور علامہ سید اسماعیل بن غلیل نے خصوصیت کے ساتھ امام احمد رضا کو ”مجدد دین و ملت“ کہا۔ اس عظیم الشان فتح و نصرت کے سلسلے میں جب امام ہندوستان واپس ہوئے تو یہ امید لے ہوئے تھے کہ علمائے عرب کی ایک کثیر جماعت کی تائید و تصدیق دیکھ کر شاید ہندوستان کے علماء مخالفین اپنے زہر آگین خیالات پر نظر ثانی کریں اور انہیں اسلام سے نسبت زدیں مگر

ع لے ب آرزو کہ خاک شدہ

ہندوستان پہنچ کر امام کو نقشہ کیراٹھ نظر آیا۔ فتنہ توہب کا تلابازیا بڑھتی گئی۔ انہام و تفہیم کے امکانات کمزور پڑتے گئے۔ مخالفین اپنے خیالات ناسدہ کی اشاعت میں نسبتاً زیادہ جرمی دکھائی دینے لگے، انہوں نے اپنا ایک متحدہ محاذ بنالیا جس نے نفایت کی نو کو تیز تر کر دیا۔ اب لے دے کے ان کا یہی مقصود حیات بنا کر چلبے جو کچھ ہو جائے مگر ان کے مفروضہ دنیاوی اماموں، مخدوموں، قاسم العلویوں، شیخ الہندوں حکیم الامتوں اور نقیبہ النفسوں کی بات کہنے نہ پائے! اسلامی توحید مجرد جرج ہو جائے کوئی مضائقہ نہیں۔ نظریہ رست کو صدمہ پہونچے کوئی حرج نہیں، ان ہی کی کتابوں کا سہارا لیکر کوئی نیا شخص دعویٰ نبوت کرے تو کوئی غم نہیں لیکن فتادی رشیدیہ، تحذیر الناس، براہین قاطعہ اور حفظ الایمان وغیرہ جیسی ایمان سوز کتابوں کی مسلسل اشاعت جاری رہے۔ خدا اور رسول خدا کی شان میں گستاخی کرنے والے اس حد تک پہنچ گئے کہ بیک جنبش قلم سارے مسلمانوں کو کافرو مشرک اور بدعتی و جہنمی بنا ڈالا سمجھی سلام و قیام کی بحث اٹھا کر، کبھی نذر و ناسخ و عرس نیز دوسرے مروجہ طریق ایصال ثواب کا مذاق اڑا کر، کبھی امداد و وظائف کی قدر و قیمت کو گھٹا کر اور کبھی دوسرے فردعی مسائل کو چیستان بنا کر

یہ سب بے چیدگیاں اور گورکھ دھندے اس لئے معرض وجود میں لائے گئے کہ توحید و رسالت سے متعلق تہجد پسندوں کی بیمار ذہنیت کے کرشمے پردہ خفا ہی میں رہیں اور عام مسلمانوں کی نگاہوں میں ان کا روحانی و علمی بھرم کھٹنے نہ پائے! ان تمام احتیاطی تدابیر کو اختیار کرنے کے باوجود توہب پرستوں کو ذہنی آسودگی حاصل نہ ہو سکی اور ان کے ذہنوں پر امام احمد رضا کے قلم حقیقت رقم کا خوف مسلط رہا۔ وہ خوب جانتے تھے کہ میں بائیس سال سے ان کے ہر نشیب و فراز پر صلاح و فلاح کا پیام دینے والی ذات تنہا امام کی معنی اور خانہ ساز و معین و مایلات سے جلنے والے چراغ کی روشنی دکھا کر اس مرد حق آگاہ کو مسحور نہیں کیا جاسکتا تھا۔

الذات بالکل جھوٹے اور بے بنیاد تھے ان افراد پر وارن کی غرض نہایت ہی تھی کہ امام احمد رضا حالات سے برگشتہ خاطر ہو کر دعوت و تبلیغ کا راہ سے علاحدہ ہو جائیں اور گوشہ نشینی اختیار کر لیں لیکن خلاق عالم نے جس ذات گرامی کو تجدید و احیائے دین کے لئے پیدا فرمایا تھا وہ ان ہزل سرائیوں سے کیا مرعوب ہوتی! چنانچہ واقعات شاہد ہیں کہ امام احمد رضا کم و بیش ۲۰ سال تک اپنی مختلف تحریروں کے ذریعہ تو مہیب پرستوں کو دعوت اصلاح و فلاح دیتے رہے پھر خطوط ارسال کئے، متعدد بار جیلوں میں بھیجے اور تحقیق و جستجو کے تمام تقاضے ادا کئے مگر عزت نفس کے نشے میں چور رہنے والوں نے بالکل خاموشی اختیار کر لی۔ گویا وہ زبان حال سے کہہ رہے تھے۔

”جس کی نوید دیکھ سے ہر سوز و درد کا نجات اس کے حق میں تقنطوا اچھا ہے یا لا تقنطوا“

امام احمد رضا نے ان کا جو یہ رنگ بے اعتنائی دیکھا تو بے حد آزر و فخری ہوئی مگر اتمام حجت کے بعد وہ کہہ ہی کیا سکتے تھے اسلام کا تقاضہ ہوا کہ خدائے قدوس دسبوح کی ذات یا صفات میں عیب نہ لکھنے والوں کو علاحدہ کر دو اور ایمان کے مطالبہ کیا کہ تقدیس رسالت اور عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی کرنے والوں کو شریعت اسلامیہ کا حکم سنا دو! چنانچہ امام احمد رضا نے حضرت مولانا فضل رسول بدایونی کی تصنیف المعتمد المتقد (۱۲۴۰ھ) کو تعلیقات و حواشی کے ساتھ المعتمد المستند کے نام سے مرتب فرمایا۔ اعجاز احمدی (مرزا غلام احمد قادیانی) ازالۃ الادہام و غلام احمد قادیانی، فتاویٰ رشیدیہ (مولوی رشید احمد گنگوہی)، تحذیر الناس (مولوی قاسم نانوتوی)، براہین قاطعہ (مولوی خلیل احمد انبٹھوی) اور حفظ الایمان (مولوی اشرف علی تھانوی) وغیرہ کے مضامین کا تحلیل و تجزیہ کر کے شامل کتاب کیا اور انہیں پانچ طبقوں میں تقسیم کیا جو درج ذیل ہیں:

- (۱) انجاس قادیانی (یعنی انبیاء علیہم السلام کی تکذیب اور اپنی نبوت و رسالت کا دعویٰ کرنے والے)،
- (۲) ارجاس شیطانی (یعنی شیطان کی وسعت علم کو نص سے ثابت ماننے والے اور فخر و عالم کے لئے وسعت علم کا انکار کرنے والے)،
- (۳) تکذیب رحمانی (یعنی خدا تعالیٰ کے دسبوح کو جھوٹ بولنے پر قادر ماننے والے)،
- (۴) نبوت ستانی (یعنی یہ عقیدہ رکھنے والے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انبیاء کا مبعوث ہونا مستبعد نہیں)،
- (۵) جنون گالی (یعنی سب و رکائات صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں سے مماثل قرار دینے والے)،

(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: حسام الحرمین ص ۲۱) امام احمد رضا نے مذکورہ بالا طریقہ پر کمال احتیاط کے ساتھ شرعی حکم لگایا اور اسماء تاریخ ساز فتویٰ کو ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ میں علمائے حرمین کی خدمت میں بھیج دیا

کیا جس پر ۲۲ علمائے مکہ و مدینہ نے تقریریں لکھیں اور اپنی تائید و تصدیق کے ذریعہ امام کی دینی بصیرت اور فقیہی شرف نگاہی کو متاثر نہ کیا فرمایا۔ ۱۹۰۵ء میں حسام الحرمین منصف شہود پر آئی اور اس شان و جلالت کے ساتھ کہ نصف صدی سے زائد گزر جانے کے بعد آج بھی وہ حق و باطل اور اسلام و کفر کا معیار بنی ہوئی ہے۔ حسام الحرمین کی اشاعت کے بعد تو مہیب پرستوں اور اسلاف کے پیاریوں کی بدحواسی نقطہ عروج پر پہنچ گئی جس نے مخالفین کو دشنام طرازی کی پست ترین سطح پر لاکر کھڑا کر دیا کسی نے امام کو ”بڑا ہی جھگڑا لو۔ فساد، نخوت علم کا مارا۔ دشمنی اور خصومت میں بہت سست“ ہر اصلاحی تحریک کے پیچھے بڑھانے والا اور بیچھانے چھوڑنے والا۔ دیار ہند میں تکفیر و تفریق کا علم بلند کرنے والا، اور تادیل کفر سے سننے والا“ کہا (نزعۃ النواظر ص ۲، مؤلف عبدالحی بکھنوی) اور ایک شیخ الاسلام نے جو شریعتی اسلاف میں امام احمد رضا کو ”دجال، کذاب، مفتری، شیطان، دشمن رسول، ان کے اساتذہ کو اہلبیس کا سردار اور ان کے بزرگوں کو بنی اسرائیل دیہودی کہنے سے بھی دریغ نہ کیا“ (ملاحظہ کیجئے الشہاب الثاقب علی المسترق الکذاب، مؤلف مولوی حسین احمد مدنی) ان گالیوں اور ہرزہ سرائیوں کا اثر امام پر کیا پڑا اسے آپ ان ہی سے سنئے:

”حمداً للہ کے درجہ کم کہ جس نے اپنے اس بندے کی ہدایت دی، یہ استقامت دی کہ وہ نہ ان انعام کا برکی ان عظیم مدحوں پر اتراتا ہے بلکہ اپنے رب کے حسن نعمت کو دیکھتا ہے کہ پاکی تر سے لئے کیا تو نے اس ناجیز کو ان عظمائے عزیز کی آنکھوں میں معزز فرمایا۔ نہ ان دشنامیوں اور ان کے حامیوں کی گالی سے جو وہ زبان دیتے ہیں اور اخباروں میں چھاپتے ہیں پریشان ہوتا بلکہ شکر بجالاتا ہے کہ تو نے محض اپنے کرم سے اس ناقابل کو اس قابل کیا کہ یہ تیری عظمت اور تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار کے پہرہ دینے والے کتوں میں اس کا چہرہ بکھا جائے۔۔۔۔۔ اگر یہ دشنامی حضرات بھی اس بدلے پر راضی ہوں کہ وہ اللہ در رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں گستاخی سے باز آئیں اور یہ شرط لگائیں کہ روزانہ اس بندہ خدا کو پچاس ہزار غلط گالیاں سنائیں اور کچھ کچھ کر شائع فرمائیں اور اگر اس قدر پر پیٹ نہ بھرے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کو باز رہنا اس شرط پر شرط رہے کہ اس بندہ خدا کے ساتھ اس کے باپ دادا اکابر علماء و قدست اسرار ہم کو بھی گالیاں دیں تو میں ہم پر علم لے خوش نصیب اس کا کہ اس کی آبرو اس کے آباء و اجداد کی آبرو و بدگوئیوں کی زبانوں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آبرو کے لئے سپر ہو جائے سیدنا حسن بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدگوئی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں:

احسام الحرمین: خلاصہ فوائد فتویٰ (۳۲۲ھ) گلبن اول ص ۵۲۵
اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ حسام الحرمین کی اشاعت کے بعد دو نقطہ ہائے نظر
بے غبار ہو کر ابھرتے ہیں ایک کی پاسبانی مخالفین کرتے تھے اور دوسرے کی امام
احمد رضا ایک طرف ناموس اسلام اور عزت نفس کے بچاؤ کے لئے ساری توانائیاں
صرف ہو رہی تھیں اور دوسرے طرف اللہ تعالیٰ کو بے عیب ثابت کرنے اور عظمت
رسول خدا کو بڑھانے کی خاطر فکر و نظر کا سارا سرمایہ وقف تھا۔ ایک جانب دشنام
طرازیوں اور الزام تراشیوں کا بازار گرم تھا اور دوسری جانب صبر و شکر کے ساتھ
دینی خلوص و للہیت کی جلوہ گری تھی۔ ایک سمت ایک ہی تھیلی کے چند کھوٹے سکوں کی
تھنکار تھی اور دوسرے سمت علمائے عرب و عجم ہم آواز تھے ادھر ظالموں کا ظلم شباب

پر تھا اور ادھر مظلوم کی مظلومیت بحد کمال تھی۔ غرض کہ ۱۸۵۷ء کے سیاسی جہاد کے بعد
ہی کمپنی بہادر کے دنا دار مولویوں نے مذہبی دنیا میں شورش برپا کر کے جو طبل جنگ بجایا تھا
اس نے آگے چل کر ۱۸۵۹ء میں قلمی جہاد کی صورت اختیار کر لی جس کا طویل سلسلہ
۱۸۶۲ء تک رہا البتہ ۱۸۶۲ء میں حسام الحرمین نے اس قلمی جہاد کا فیصلہ کن
انجام مسلمانان عام کے سامنے پیش کر دیا اور دینا نے جان لیا کہ امام احمد رضا کے پیکر میں
در اصل ایک مظلوم اسلامی مفکر تھا جس کے چون سالہ علمی، ادبی، اصلاحی اور تجدیدی کاموں
پر پردہ ڈالنے اور انہیں مسخ کرنے کی سعی بلیغ بعض ناغابت اندیشوں نے کی مگر
مشیت الہی کا اشارہ پاکر تاریخ اسلام نے امام کا خیر مقدم کیا اور ان کی اسلامی خدمات
کو اس غیر منقطع تاریخی تسلسل سے ملا دیا جو صدیوں پر پھیلا ہوا ہے اور جہاں ہر صدی کے
مجدد کے مظلومیت سے بھرپور مصالمانہ احوال و کوائف دقت، مقام اور ضرورت کے نوعی
فرق کے ساتھ بڑی حد تک ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔

مجدد اعظم کا بقیہ

بڑے مدعیان فن منظرہ تک پہنچ کر آگے معذور ہو جاتے ہیں اور ان کے حسابات
میں جواب سے پہلے کوئی نہ کوئی کسر آ جاتی ہے۔ بڑے بڑے رمال و جفائے اعتراف
کیا کہ ہم اعلیٰ حضرت کے آگے طفلانستان ہیں۔

عجیب واقعہ اس سلسلہ میں ایک واقعہ یاد آ گیا کہ حضرت مولانا،
ہدایت رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یاسست رام پور میں علمی منصب پر فائز تھے،
نواب صاحب کی بیگم بیمار پڑیں جن کی بیماری نواب صاحب کے لئے ناقابل برداشت
تھی ان کی بیماری کا انجام جاننے کے لئے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ پہلے تو اعلیٰ
نے ٹال دیا۔ مگر مولانا کا سوکھا سا منہ دیکھ کر رحم آ گیا۔ اور لکھ کر دیدیا کہ اگر دفعہ
سے توبہ نہ کی تو اسی ماہ محرم میں رام پور کے اندر مر جائے گی۔ نواب صاحب نے طے
کر لیا کہ ماہ محرم کو تو روکا نہیں جا سکتا مگر رام پور چلا جانا ممکن ہے۔ مع بیگم کے
نینی تال چلے گئے کہ وہاں موت ذوق ہوئی تو وہ نینی تال ہے رام پور نہیں ہے۔
گمردہ جو کہ فرمایا گیا ہے جفت القلم ہا ہو کاٹن، آخر یہ ہو کر رہا کہ کان پور کی مسجد شہید
گنج کے منہ گیسے میں لفٹنٹ گورنر مسٹر سٹن کی بے چینی حد سے بڑھی تو نواب
صاحب کو تار دیدیا کہ رام پور آنا ہوں، جلد آ کر ملوں، نواب صاحب اکیلے جانے کو تیار
ہوئے تو بیگم نے نہ مانا اور دونوں ماہ محرم میں جیسے ہی رام پور پہنچے کہ بیگم کا انتقال
ہو گیا اعلیٰ حضرت نے مولانا سے فرمایا تھا کہ اس پر ایمان نہ لانا مگر ہو گا ایسا ہی
چنانچہ وہ ہو کر رہا۔ کارخانہ قدرت کے جس عجبہ کاری میں دینا نے دیکھا کہ علامہ
شامی کی وہ مبارک سستی تھی جس سے دہلیہ نجدیہ کو باطنی قرار دے کر اس کے خلاف

آواز بلند کی اور دہلی کے شاہ صاحب نے اپنے گھر کی دہلیت کو چھپا کر دفن کر دیا۔
یا اس کا رد فرمایا اور اعلیٰ حضرت نے دہلیت بخدیت دیو بندیت کی وہ بے مثال
گردن زدنی فرمائی کہ عرب و عجم نے امامت و مجددیت کا تاج زین فخر مبارک پر
رکھ دیا۔

وصال کی خبر اور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں میں اپنے مکان پر تھا اور بریلی کے
حالات سے بے خبر تھا، میرے حضور شیخ المشائخ اعلیٰ حضرت شاہ سید علی حسین
اشرفی میاں قدس سرہ العزیز و صوفیہ تھے کہ یکبارگی رٹنے لگے یہ بات کسی کی سمجھ
میں نہ آئی کہ کیا کسی کیرٹے نے کاٹ لیا ہے، میں آگے بڑھا تو فرمایا کہ بیٹا میں فرشتوں کے
کانڈھے پر قطب الارشاد کا جنازہ دیکھ کر دڑا ہوں، چند گھنٹے کے بعد بریلی کا تار ملا
تو ہمارے گھر میں کہرام مچ گیا، اس وقت حضرت زلیخا جہاد قبلہ حکیم الاسلام علامہ سید
نذیر اشرف قدس سرہ کی زبان پر بیباختہ آیا کہ رحمۃ اللہ علیہ اسی وقت ایک
خاندانی بزرگ نے فرمایا کہ اس سے تو تاریخ وصال نکلتی ہے، آج ہم ادراپ ای یکتا
روزگار امام و مجدد قطب الارشاد کی بارگاہ عالی میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے کو جمع
ہیں اور ان کی روح مبارک کی سینیت سے دارین کا آسرا لگائے ہوئے ہیں۔

نرحمہ اللہ تعالیٰ علیہ درضی اللہ تعالیٰ احمد رضا فقط

فقیر اشرفی دگڈاٹے جیلانی

ابوالحامد سید محمد عفریہ کچھوچھو نزیل ناگپور

امام احمد رضا خاں

اجبائے دین

عالمی جناب منظور حسین بہار دہلی بی اے (علیگ) بھیڑی تھانہ
نے اس کی شکل و صورت کو مسخ کرنے کی کوشش کی علماء نے بڑھ کر ایسی تمام کوششوں کو ناکام
بنایا جس سے اسلام کی اصل روح کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا ایسی کوششیں اسلام کے لئے نئی نہیں ہیں
رسول اکرم کی زندگی ہی میں منافقین اسلام نے اسلام کی صورت بگاڑنے کی کوشش کی تھی اور یہ
منافقین اس کوشش میں آج تک لگے ہوئے ہیں اور آئندہ بھی لگے رہیں گے۔

ہماری معاشی زندگی کا یہ ایک مسلم اصول ہے کہ جب بھی نئی تحریک جو ہمارے سماج کا
اشد تقاضا ہوتی ہے عالم وجود میں آتی ہے تو ایسی ساری طاقتیں جن پر مادی ضرب پڑنے کا
خطرہ ہو اسے انفرادی اور اجتماعی طور پر اس نئی انقلابی تحریک کی مخالفت میں مکرر کر کے مقابلے میں
آ جاتی ہیں۔ اسلام کی تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ جب رسول اکرم نے اسلام کی اشاعت کا اعلان
کیا تو ایسی تمام طاقتیں ابھر کر سامنے آ گئیں جنہیں اسلام سے مادی خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ دراصل ہر
ترقی پسند تحریک مفاد پرستوں پر جم کر وار کرتی ہے اسلام کی تعلیمات کا مطالعہ کرتے دہلے جاتے
ہیں کہ اسلام دولت کی مرکزیت کے خلاف ہے۔ اور اس کی منشا کے خلاف یہ بات ہے کہ
دولت چند ہاتھوں میں جمع ہو کر رہ جائے بلکہ اسلام کی خواہش تھی کہ دولت گردش کرتی رہے اور
غلام گردش دولت سے مستفیض ہوتے رہیں۔

ان الذی جمع مال و عدد کا بحسب ان مال و خلد
یہ بات عرب کے سرمایہ داروں کے مفاد کے خلاف تھی اس لئے سب سے پہلے
جنہوں نے اسلام کی مخالفت کی وہ سرمایہ دار تھے۔ غلاموں کی تجارت کرنے والے تھے۔
منافقین میں ہمیشہ سب سے بڑی تعداد داروں اور سرمایہ داروں کی نظر آتی ہے۔ عربوں
اور غلاموں نے تو بڑھ چڑھ کر اسلام کے فروغ میں حصہ لیا صوبہ بنائے اٹھائیں۔ جاہل دین لیکن
اسلام کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اس کے برعکس سرمایہ داروں نے ہر موڑ پر اسلام
سے منحرف ہونے کی کوشش کی کبھی زکوٰۃ نہ دینے کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ
عنه کے مقابل صف آرا ہوئے، تو کم سے ہجرت کرنے کے سوال پر معترض ہوئے اس لئے
اسلام کو سب سے بڑا خطرہ انہیں منافقوں سے رہا ہے اب بھی ہے آئندہ بھی رہے گا۔ یہ
لوگ بڑی مشکل کی بات یہ ہے کہ نماز بھی پڑھتے ہیں روزہ بھی رکھتے ہیں حج بھی کرتے ہیں زکوٰۃ
بھی دیتے ہیں اس لئے دوست دشمن میں تمیز کرنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ ان کی ریشہ دوانیاں
ہر دور میں جاری و ساری ہیں کیونکہ سرمایہ دار طبقہ جو سیاست۔ معیشت تعلیم اور زندگی کے

مازہ خواہی داشتن گردا غنائے سینہ را

گاہے گاہے باز خوان این قصہ پارینہ را

امام احمد رضا کی جامع کمالات شخصیت پر قلم اٹھانے کے لئے بڑے علم اور جرات کی
ضرورت ہے۔ کچھ لکھ دینا اور بات ہے اور امام احمد رضا کے ساتھ انصاف کرنا اور بات ہے
امام احمد رضا کی شخصیت اور ان کے دینی کردار کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے انسان کو بحر العلوم
بنا پڑے گا۔ ان کی پہلو دار شخصیت کا احاطہ ایک مشکل کام ہے جو کسی ایک فرد کے بس کی بات نہیں
ایک پوری جماعت کی ضرورت ہے جو مسلسل برسوں اجتماعی کام کرنے کے بعد ہی کسی ایسے
نتیجے پر پہنچ سکتی ہے جس کو علی کام کا نام دیا جاسکتا ہے۔

تاریخ نے امام احمد رضا کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ اس نا انصافی کے پیچھے کچھ سازشی
تاریخی ہستیاں ہیں جو اپنے بھی ہیں اور بیگانے بھی۔ عقیدت مندوں نے انہیں سب سے
زبردست نقصان پہنچایا ہے اور اس تاریخ ساز ہستی کے ساتھ وہ ظلم کیا ہے کہ بیگانے بھی
تڑپ جاتے ہیں۔

امام احمد رضا کی شخصیت کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے اس بات کی ضرورت ہے
کہ ہم اس سیاسی اور کچھیں جس میں آپ کم عدم سے عالم وجود میں تشریف فرما ہوئے۔
آپ کی تاریخ ولادت ۱۲۵۴ھ بتائی جاتی ہے یعنی ۱۸۵۷ء کی پہلی
جنگ آزادی کے سال پہلے کا زمانہ ۱۲۵۴ھ میں علمائے اہل سنت نے ہندوستان کی
سیاست میں ایک تاریخی رول ادا کیا تھا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے آج کا مورخ اس حقیقت
کو خواہ کتنا ہی توڑ مروڑ کر پیش کرے حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا جاسکتا ہے ہندوستان کی
تاریخ بتاتی ہے کہ تمام مسلمان بادشاہ جو مدلی سے اپنا حکم چلا رہے تھے وہ سب سنی مسلمان تھے
اور انہوں نے اپنے ہم عقیدہ مسلمانوں کو سب سے بڑے جہد سے تفویض کئے تھے اور جاگیروں
سے نوازا تھا۔ تمام علماء و صحیح العقیدہ سنی مسلمان تھے۔ جب بھی ان بادشاہان وقت نے
اسلام کے عقائد کے خلاف کوئی قدم اٹھایا علماء نے انہیں ٹوکا اور غیر شرعی کام سے اجتناب
کرنے کی تلقین کی۔ شہنشاہ اکبر جیسا بارعب و جلال شہنشاہی ملک انگریزوں سے نہیں بچ سکا۔ دین
الہی کی تحریک پر علماء نے ٹوٹ کر اس کا مقابلہ کیا اور یہ فتنہ بالآخر دب کر رہا۔

دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ مذہب اسلام پر جب بھی برا وقت آیا اور دشمنان اسلام

دیگر شعبوں پر ہمیشہ حاوی رہتا ہے اس لئے کافی سے زیادہ موثر بھی ہوتا ہے اور وہ اپنے مفاد کی خاطر کبھی سیاسی بہروپ میں کبھی معیشت دان کے بھیس میں کبھی مذہبی رہنمائی کے شکل میں سیدھے مادھے مسلمانوں کو ہسکانے کا کام سرانجام دیتا ہی رہتا ہے اس کا طبع نظر زیادہ سے زیادہ دولت پیدا کرنا ہوتا ہے اس لئے وہ مذہب کی جڑوں کو کھلا کر سے بھی زریخ نہیں کرتا ہے۔ ان حقائق کو سمجھنے کے لئے چند ٹھوس ثبوت کی بھی ضرورت ہے لیجئے حاضرین۔

ندوة العلماء ایک تعلیمی ادارہ ہے ذرا غور فرمائیے۔ مسلمانوں میں افتراق و اختلاف کا آگ بھڑکانے کیلئے پرانے شکاریوں نے اپنے خیر خواہوں مولوی محمد علی کاچوری مولوی شبلی وغیرہ سے ۱۸۷۱ء میں ایک نیا جال بنوایا جس کا نام ندوة العلماء ہے۔ اس میں سنی مسلمانوں کی اکثریت بھی پھنسی ہوئی ہے شیخ محمد اکرام شبلی نامہ میں لکھتے ہیں۔

ندوہ کی تاریخ میں ۱۹۰۸ء کا سال ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اس سال صوبہ (یوپی) کے گورنر (انگریز لٹیننٹ) نے دارالعلوم کی وسیع عمارت کا سنگ بنیاد رکھا اور (انگریزی) حکومت کی طرف سے ندوہ کو بعض مقاصد کیلئے پانچ سو روپے ماہوار امداد ملنی شروع ہوئی۔

اب ذرا مولوی شبلی کا بیان پڑھئے۔ "یہ پہلا موقع تھا کہ ترکی ٹوپیاں اور عامے دروش بدوش نظر آتے تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مقدس علماء عیسائی فرماں روا کے سامنے دلی نگر گزاری کے ساتھ ادب سے خم تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ شیعہ اور سنی ایک مذہبی درس گاہ کی رسم ادا کرنے میں برابر کے شریک تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ایک مذہبی درس گاہ کا سنگ بنیاد ایک غیر مذہب (انگریز گورنر) کے ہاتھ سے رکھا جا رہا تھا۔ فرض یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ایک مذہبی سقف کے نیچے نصرانی مسلمان شیعہ سنی جنتی، وہابی، اہل مذاہب و صوفی، داعی و حق پرست اور کج گاہ سب جمع تھے۔ (شبلی نامہ صفحہ ۱۲)

مولوی شبلی انگریزوں کی خیر خواہی میں یوں رطب اللسان ہیں۔ "میں مدت العزیمہ انگریز گورنمنٹ کا بدخلوہ نہیں رہا ہوں میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مشرق و مغرب (ایشیا و یورپ) کے درمیان یگانگت بڑھے اور ایک دوسرے کی طرف سے جو غلط فہمیاں مدت دراز سے چلی آتی ہیں دور ہوں۔ چنانچہ اس پر میری تمام تصنیفات شاہد ہیں اس سے بڑھ کر یہ کہ ۱۹۰۸ء میں میرے ماہوار رسالہ اندوہ میں ایک مستقل مضمون کے ذریعہ یہ ثابت کیا کہ مسلمانوں پر انگریزی حکومت کی اطاعت و فاداری مذہباً فرض ہے نہ کہ انگریزوں کے لئے سنا ہوا گمان کہ سنیوں نے ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا بلکہ سارے وہابی اور دیوبندی انگریزوں کے خلاف تھے حقیقت حال یہ ہے کہ وہابی اور دیوبندی تو انگریزوں کے دم چھلہ بنے ہوئے تھے علامہ فضل حق جید آبادی کو کلا پانی کی سزا صرف اس لئے ہوئی تھی کہ انہوں نے انگریزوں کے خلاف ایک ہم چلا رکھی تھی۔ اس کے برعکس وہابی علماء اور دیوبندی علماء تو انگریزوں کی وفاداری اور اطاعت کو مذہباً فرض کر رہے تھے۔

سید احمد کیوی اور اسماعیل دہلوی جن کی شہادت کے بارے میں خود حسین احمد مدنی کو شبہ ہے کیوں کہ وہ انگریزوں سے جنگ کرنے کے بجائے اہل وطن فرقہ رکھے جنگ کرتے ہوئے بالاکوٹ میں مارے گئے۔ اگر حب الوطنی اسی کا نام ہے تو وطن دشمن کس کو کہتے ہیں۔ اسی لئے حضرت امام احمد رضا نے ندوۃ العلماء کی شدت سے مخالفت کی اور اس ادارے کو دین و وطن دونوں کے لئے مضرت رساں سمجھا۔ اور اپنے سخی مولویوں کو جن میں احمد حسن کاچوری اور مولانا الہف اللہ علی گڑھی بھی تھے شرکت سے منع فرمایا۔ اصحاب ندوہ کو بحث و تحقیق کی دھت دی تاکہ اسلام کی حقانیت اور ندوہ کے لئے دین کا بطلان واضح ہو جائے۔ ایسے ادارے بظاہر دینی اور مذہبی ہوتے ہیں لیکن بہاؤن ان میں وہ روح منافقین سرگرم ملتی ہے جو دین و دنیا دونوں کو تباہ کر دیتا ہے اس لئے امام احمد رضا نے ندوہ کا بیچا نہیں چھوڑا بلکہ آپ اپنی جماعت کے ساتھ کلکتہ پہنچ گئے اور وہاں ندویوں کو چیلنج کیا کہ ندوہ کی تحریک نے اسلام میں جو ترمیم و تفسیح کی ہے اس پر ایک بار بحث و مباحثہ ہو جائے فرقہ پرستی کی لعنت سے مسلمانوں کو بچایا جائے۔ اس قسم کی نئی جماعت بنا کر مسلمانوں میں پھوٹ نہ ڈالی جائے۔

امام احمد رضا کی زندگی میں یہ تحریک پھر بار بار در نہ ہو سکی لیکن ابھی حال میں اس نے پھر پرزے نکلے ہیں۔ دیکھئے پرندہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ مولانا ابوالاعلام آزاد کی بھی ذرا سنتے چلتے ندوہ کی حقیقت واضح ہو جائے گی "لیکن جو لوگ ندوہ کے لئے سرگرم تھے ان کی بھی عجیب حالت تھی۔ چونکہ پانچ چھ بیٹے تک ان سرگرمیوں کو بالکل قریب سے دیکھتا رہا ہوں اس لئے اندرونی حالت بالکل میرے سامنے تھی۔" مولانا آزاد پھر لکھتے ہیں کہ "لوگوں کو شامل کرتے کیلئے ہر طرح کی عیاریاں کی جاتی تھیں: بیسوں ہائیں روز میں دیکھتا تھا اور میرے دل میں اس طبقے کی طرف سے وحشت بڑھتی جاتی تھی (آزاد کی کہانی ص ۱۱۱) مولانا آزاد تو گھر کے بھیدی ہیں کیا امام احمد رضا نے ندوہ کے خلاف جو قدم اٹھایا اس کو کوئی غلط کہہ سکتا ہے۔ شعور کا تقاضا تو یہ ہے کہ امام احمد رضا کی برتری اور سوجھ بوجھ کو تسلیم کر لیا جائے امام احمد رضا کی زندگی میں ایسے متعدد واقعات ملیں گے جن سے یہ بات پائے ثبوت کو پہنچتی ہے کہ ایک سچے عاشق رسول ہونے کے لئے ان میں وطن کی محبت کا جذبہ شدت سے کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ان کی دور بین نگاہیں وطن کے دوست اور وطن کے دشمنوں کو پہچانتی تھیں۔ وہابی انگریزوں کے خیر خواہ تھے ندوی عیار و مکار تھے۔ دیوبندی انگریزوں کے پیٹرو تھے اسی لئے ان تمام نے ایک ٹولی بنا کر اپنے اپنے لیٹ فارم سے آپ کے سبھی کارناموں کو بستر کیم گنا شروع کر دیا اور ڈاکٹر گوہر کی طرح یہ شور مچا شروع کیا کہ امام احمد رضا مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنا چاہتے ہیں۔ وہ سبھی مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ ان کی زندگی کا مشن کافر گیری بن کر رہ گیا ہے۔ اگر ہزار بار اس جھوٹ کو دہرائے تو لوگ جن سمجھنے لگیں گے کہ امام احمد رضا صرف کافر گیری میں ہیں اور ہوا بھی ہے کہ مسلمانوں کو مشرک بنانے والے محمد بن عبد الوہاب بھلا دیئے گئے۔ مسلمانوں مشرک بنانے والی کتاب تقویۃ الایمان کو اب کوئی نہیں جانتا۔ رشید گنگوہی کے مشرک بنانے والے فتوے کسی کو یاد نہیں رہے۔ لیکن اگر کسی کو کچھ لے دے کے

یاد رہے گیلہ تو یہی یاد رہے گیلہ کہ امام احمد رضا کا فرگتھے۔ حالانکہ آپ کسی کو کافر کہنے میں بہت محتاط رہا کرتے تھے۔ انہام و تفہیم بحث و مباحثہ کے بغیر کبھی کسی مسلمان کو آپ نے کافر نہیں کہا۔ بات دراصل یہ ہے کہ امام احمد رضا عشق رسول سے اس قدر سرشار تھے کہ رسول کے خلاف کلمات سنا انہیں گوارا نہیں تھی۔ اقبال کی زبان میں عشق رسول ہی کو وہیں اسلام سمجھتے تھے۔

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمان

نہ ہو تو مرد مسلمان بھی کافر و زندیق

اسی خیال کو غالب نے ان لفظوں میں کہا ہے۔

وفا داری بشرط استواری اصل ایساں ہے

مرے بت خانے میں تو کعبہ میں گار و برہمن کو

رسول اکرم سے عشق اور وفاداری ہی دین ہے اور اسلام کی بنیاد۔ ہمیں اسلام رسول ہی کا ہے۔ اللہ کی وحدانیت کو ہمارے دلوں میں رچانے بسانے والا کون ہے وہی محمد عربی ہیں جن کی عظمت کا سکھ ہمارے قلوب میں بیٹھا ہوا ہے۔ ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں کہ

بر مصطفیٰ بہ رساں خویش را کہ دیں ہمہ دوست

اگر باد نہ رسیدی تمام بولہبی است

ہمیں دشمنان اسلام میں ایک چیز مشترک تھی بلکہ وہ جب بھی اسلام پر حملہ کرتے ہیں تو وہ آگ بنیاد پر حملہ کرتے ہیں نماز روزہ حج زکوٰۃ ان کا نشانہ نہیں ہوتے ہیں بلکہ براہ راست رسول کی ذات مقدس کو مضر بحث بنتے ہیں۔ اور آپ کی برگزیدہ شخصیت کو گھٹانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

رسول ایک معمولی بشر ہیں۔ رسول کا علم کتے اور گدھے کے علم سے کمتر ہے۔ رسول کو علم غیب نہیں تھا۔ وغیرہ وغیرہ یہ سب کیلئے ہے۔ دراصل انہیں اسلام سے نفرت نہیں بلکہ اسلام سے نفرت ہے۔ ان حالات میں اسلام کے علمبرداروں پر ایک زبردست ذمہ داری عائد ہو گئی تھی۔ ہندوستان اور عرب میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے تھے جنہوں نے سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لئے انگریزوں سے ساز باز کر کے اور جن کا تعلق انہیں پرانے منافقین سے تھا کلمہ پڑھنے کے بعد بھی رسول کشک و شبہ کی نیت سے دیکھنا شروع اور اپنے مشن کو پھیلانے کے لئے انگریزوں سے مالی معاونت بھی حاصل کر کے۔ عرب کے باہر ہندوستان میں بھی اپنے قدم جمائے شروع کر دیئے۔ انگریزوں کو بھی ہندوستان میں سیاسی غلبہ حاصل کرتے کیلئے ایک ایسی جماعت کی ضرورت تھی جو ہندوستان کے قدیم سنی مسلمانوں کے دلوں سے رسول کی عظمت کو کم کر کے ان میں لغات و انتشار پیدا کر سکے۔ تاریخی حقیقت ہے کہ انگریزوں نے مسلمانوں سے تنگ آ کر اور مذہبی سیاسی ہمتیں اٹھانے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ مسلمانوں پر غلبہ نہ پانے کی ایک ہی وجہ تھی میں آتی ہے۔ خدا کو تو سمجھی مانتے ہیں اور خدا پر جان دینے والے کم ہی ملتے ہیں۔ رسول کی ایک ذات ایسی ہے جس پر مسلمان اپنے ماں باپ، آل و اولاد مال و دولت، سبھی قربان کر دیتا ہے اس لئے اس پر غلبہ حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اس کے دل سے عظمت رسول مٹا دی جائے

اور اس کے بنیادی عقیدے میں یہ بات شامل کر دی جائے کہ رسول کچھ نہیں ہے اس کدل سے عشق رسول پھین لیا جائے عشق ہی تو ہے جو اس کو دنیا میں برتر اور عظیم بنائے ہوئے ہے۔ امتش مزد میں کو دے پڑی عشق ہی تو ہے جو اس کا ہے چنانچہ ہی ہوا ایسا لڑ پھر پھیلا گیا جس میں رسول کی عظمت کو گھٹا کر بیان کیا گیا۔ صرف یہ نہیں بلکہ نئے نئے بنی پیدا ہوتے گئے۔ دیوبندی مکتب فکر نے اعلان کر دیا کہ رسول کے بعد بھی بنی آسکتا ہے اس خیال نے ختم نبوت کے نظریہ کو زبردست ضرب لگائی اور غلام احمد قادیانی نے نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ ہندوستان میں اسلام کی تاریخ اس منزل پر پہنچ گئی تھی کہ ان غیر اسلامی نظریات کی بھرپور تردید کی جائے اور صحیح اسلام پیش کیا جائے۔ یہ کام آسان نہیں تھا۔ بڑے کام کیلئے بڑا دماغ چاہئے۔ اللہ نے دین کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے ان شاء اللہ

یبعث لہمذا الامۃ علی سائر النبی مائۃ سنۃ من یجدہا ۲
۲ موردینہا اس حدیث شریف کی خدمت انجام دینے کیلئے بڑا دماغ جن کا عرب و عجم بھی بولتا تھا۔ اس لئے انتخاب فرمایا جس کو لوگ امام احمد رضا کے نام سے جانتے ہیں۔ نہایت سادہ لفظوں میں آپ کی تعریف یہ ہو سکتی ہے۔ آپ کا حافظہ بلا کا تھا عربی و فارسی اور اردو زبانوں پر عبور حاصل تھا عربی اہل زبان کی طرح لکھتے پڑھتے اور بولتے تھے تفسیر حدیث، فقہ، تصوف، عقائد و کلام کے علاوہ تاریخ، نحو، عروض، علم جبر و مقابلہ لوگ از مائیت، ہندسہ، ریاضی، توحید، نجوم منطق فلسفہ پر صرف عبوری حاصل نہیں تھا بلکہ تصانیف اور حواشی بھی چھوڑے ہیں۔ ایسا بحر علمی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے دوست تو دوست دشمن کو بھی آپ کے بحر علمی اور فضل و ہندگی کا نالہ پایا گیا ہے مولانا سراج احمد نے اپنے مکتوب (نام حکیم محمد موسیٰ امرتسری) میں مولوی نظام الدین احمد پوری (دہلوی) کا یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک مسئلے کے سلسلے میں جب انہوں نے امام احمد رضا کے رسالہ الفضل الوہبی فی معنی اذا صح الحدیث فہو مذہبی کے چند ابتدائی اوراق منازل حدیث کے خاتمے تو انہوں نے بصدر حیرت اور استعجاب فرمایا۔

» یہ سب منازل ہم مولانا کو حاصل تھے۔ افسوس میں ان کے زلمے میں رہ کر بے خبر رہے فیض رہا «

پھر جب چند مسائل فقہی کے جوابات رسائل رضویہ سے منسلک تو فرمایا
» علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں «
یہ اس عالم کے الفاظ ہیں جو معاصرین علماء دیوبند میں کسی کو اپنا ہم پلہ نہ سمجھتے تھے۔ لیکن امام احمد رضا کے بحر علمی کا فراخ دل کے ساتھ اعتراف فرمایا۔

شیخ محمد مختار بن عطار الدجاوی (مسجد حرام) کہ مخفی فرماتے ہیں کہ
» بیشک مولف (امام احمد رضا) اس زلمے میں علماء محققین کا بادشاہ ہے اور اس کی ساری باتیں سچی ہیں۔ گویا وہ ہمارے ہی صلہ اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے جو اس یگانہ امام کے دست مبارک پر حق تعالیٰ نے ظاہر

فرمایا ہے (یعنی) ہمارے سردار۔ ہمارے آقا۔ علمائے عقیدت کے خاتمِ علمائے اہل سنت کے پیشوا سیدی احمد رضا خاں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس کی زندگی سے متمتع فرمائے۔ اور ان سب کے خلاف اس کی حمایت فرمائے جو اس کی بدخواہی کا ارادہ رکھتے ہوں۔

شیخ موسیٰ علی شامی ازہری احمدی درودیری مدنی فرماتے ہیں۔

«امام الاسلامت اسلامیر کے مجدد و نورین اور نورِ قلب کو»

«تقویت دینے والے یعنی شیخ احمد رضا خاں اللہ تعالیٰ دونوں جہاں میں ان کو قبول درضوان عطا فرمائے»

شیخ علی بن حسین مالکی مدرس مسجد الحرام مکہ مکرمہ فرماتے ہیں۔

«جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا اور آسمان صفار»

«کے آفتابِ عرفان کی روشنی سے میرے قلب کو منور فرمایا»

«وہ جس کے افعال حمیدہ اس فضل و کمال کو عالم آشکار کرتے

ایسا کیوں نہ ہو آج وہ دائرہ عارف کامرکز ہے (اس کا وجود

مسعود) امتِ اسلام کے گھر میں آسمانِ علم و عرفان کے جھللاتے

تاروں کا مطلع ہے و مسلمانوں کا یار و مددگار ہے۔ ہدایت یابوں کا نگہبان

و نگران۔ مگر اہوں اور محدوں کی زبانوں کو اپنے دہل و برائین کی تلواریں

کاٹ چھینتا ہے ایمان کے پیار سے کو بلند سے بلند کرتا ہے (کون؟)

ہمارے آقا احمد رضا خاں»

مذہبِ بالا اقتباسات سے پتہ چلتا ہے کہ امام احمد رضا خاں عرب و عجم میں ایک بہت بڑی دینی و ملی شخصیت تسلیم کئے جا چکے ہیں اور اہل علم نے انہیں مجددِ امت ہے۔ حدیثِ پاک کی روشنی میں یہ کہا جاتا ہے کہ ہر سال میں یعنی ہر صدی میں ایک مجدد ہوتا ہے حدیثِ شریف کا ترجمہ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس امت کیلئے ہر سو سال کے سرے پر ایسے بندے پیدا کرے گا جو اس کے لئے اس کے دین کو نیا اور تازہ کرتے رہیں گے۔ علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر صدی کے شروع میں صرف ایک ہی مجدد ہو ایک سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔

اس میں شک و شبہ کی ذرہ برابر گنجائش نہیں ہے کہ امام احمد رضا خاں واقعی ایسے پلّاثوب زمانے جب کہ ہر طرف سے دینِ اسلام کو مسخ کرنے کی منظم سازش جاری تھی اور ایک کے بعد ایک حملہ آور کبھی قادیانی کے روپ میں کبھی دیوبندی اور وہابی کی شکل میں عمار کر رہا تھا۔ یہ مصنفِ کتبائے زمانہ۔ بگاہِ روزگار قاصدِ بدعتِ ناصریست بن کر اسلام کیلئے ایک دھال بن جاتا ہے۔ اور اس چوکھی لڑائی میں اسلام کے کسی دشمن کو مقابلہ کرنے کی جرات نہیں ہوتی ہے۔ حقیقت حال تو یہ ہے کہ امام احمد رضا نے اپنی علی بصیرت سے اسلام کے اس دین کو جو متعدد حلوں سے کمزور ہو چکا تھا ایک نئی توانائی ایک نئی بہار عطا کی نتیجہ یہ ہوا کہ رصوبیتِ سنت کے مترادف دہم معنی ہوئی۔ رصوبیت کوئی سلسلہ نہیں ہے بلکہ ہر سنی

رضوی ہے اور جب رضوی ہے تو وہ سنی بھی ہے یعنی وہ سب کچھ برداشت کر سکتا ہے لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین برداشت نہیں کر سکتا ہے۔ رسول کی عظمت کو کبھی اور کسی حالت میں گھٹنے نہیں دے گا۔ کیونکہ رسول ہی اسلام کی روح ہیں تو حیدر جسم ہے اور بغیر روح کے تو حیدر بے جان ہو کر رہ جاتی ہے خدا کو تو سمجھی جانتے ہیں۔ ہندو سکھ، عیسائی کیا یہ خدا کے قائل نہیں ہیں۔ عزائیل بھی تو کٹر تو حیدر پرست تھا۔ لیکن آدم کو سجدہ نہ کرنے کی بنا پر راندہ درگاہِ ایزدی ہوا۔

منافق کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لائے آخرت پر ایمان لائے لیکن وہ رسول اکرم سے بیرکھتا ہے اسی لئے وہ مومن نہیں ہے رسول کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی ایمان سوز بن جاتی ہے۔ اور امام احمد رضا نے دوسری باتیں جو ایمان سوز ہیں۔ لیکن دنیا ساز ہیں۔ اپنی تصانیف میں تحریر فرمائی ہیں۔ حجام الحرمین الدولۃ الملکیہ، العتد المستند و کتابیں جن کا مطالعہ ہر سنی مسلمان کے لئے لازمی ہے۔ دین بھی بچے کا دنیا بھی سنو رہے گی۔

مجدد کا منصب اسلام میں ایک اہم منصب ہے مجدد پر بڑی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اس کو زندگی کے ہر شعبے میں محتاط رہنا پڑتا ہے اس کی گفتگو اس کا اٹھنا اس کا بیٹھنا اس کا کھانا اس کا پینا غرض ہر عمل محتاط ہوتا ہے۔ امام احمد رضا کی زندگی کا مطالعہ بتا رہے کہ وہ زندگی میں کس قدر محتاط رہا کرتے تھے امر واقعہ تو یہ ہے کہ تکفیر کے سلسلے میں بھی بہت محتاط تھے۔ انہوں نے کبھی تکفیر مسلم میں تعمیل سے کام نہیں لیا یہ ان پر سراسر سبوتاہ اور الزام ہے ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا کہ

«بطور سب و شتم کہا تو کافر نہ ہوا، گنہگار ہوا اور اگر کافر جان کر کہا تو کافر»

امام احمد رضا نے مولوی اسماعیل دہلوی کی بعض عبارات پر سخت اعتراض اور گرفت کی تھی اور سبحان البسوح عن عیب کذب مقبوح نامی رسالہ تصنیف فرمایا تھا۔ لیکن تکفیر پر محتاط رہنے کو کہا آپ ہی کی تحریر ہے۔

«علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں، یہی صواب ہے»

اسی طرح ایک رسالہ موسومہ انکوکبۃ الشہابیۃ فی کفریات الحی الوصابیۃ تصنیف فرمایا اس میں مولوی اسماعیل دہلوی کے انکار کو دفرماتے ہوئے لکھا۔ «ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں الکفار (یعنی کافر کہنے) سے کف لسان (یعنی زبان روکنا) ماخوذ و مختار و مناسب اسی طرح سل سیوف الہندیۃ علی کفریات بابا القندیۃ ایسی کتاب ہے جس کے دلائل سے کفر شرعی اعتبار سے لازم آتا ہے پھر بھی احتیاط ملاحظہ فرمائیے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

«لزوم و التزام میں فرق ہے اقوال کا کلمہ کفر ہونا ادبات اور قائل کو کافر مان لینا ادبات، ہم احتیاط برتنگے سکوت کریں گے جب تک ضعیف سے

ضعیف احتمال لے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے»

مدینہ منورہ کے ایک عالم حضرت شیخ عبدالقادر توفیق ثبلی طرابلسی حنفی تحریر فرماتے ہیں کہ

«ہمارے سردار علماء (مولانا احمد رضا خاں) نے اس وقت تکفیر کی راہ اختیار

کی جب کہ توحید و نبوت پایا اور ائمہ مجتہدین کی قطعی جتوں پر اعتماد (باقی ص ۲۴ پر)

ایک تاریخ ساز شخصیت

مولانا عبد الجبار خان صاحب رہبر اعظمی خالص پور۔ اعظم گڑھ

حضرت رہبر اعظمی آسمان علم و ادب کے درخشندہ ستارے کا نام ہے جنہیں سترے دنیا کے لوگ مولانا عبد الجبار خان رہبر کے نام سے جانتے ہیں اور حکومت ہند کے ذمہ دار اے جے خاں سے یاد کرتے ہیں۔ آج کل ان کے خدمات قوم و ملک کے حقائق و نگرانی کیلئے وقفہ ہے۔ ہماری گزارش پر زیر نظر مقالہ تحریر فرمایا ہم شکریہ کیساتھ شاہل منور کر رہے ہیں۔ ایڈیٹر

تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ بات پرشیدہ نہیں کہ تاریخ اسلام کا سیاہ ترین دن اسلامیوں کے لئے وہ تھا جب خلافت راشدہ ختم ہوئی اور اس کی جگہ ملوکیت و آمریت نے لی جس کے باعث ایمان و تقویٰ کا امارت و اقتدار کی ہوس سے خوفِ خدا اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا زوال کی حرص اور حبِ دنیا سے تبادلہ ہوا۔ اور امتِ تین حصوں میں تقسیم ہو گئی ایک جماعت خلافت راشدہ ہی کو برحق ماننے والی تھی دوسری امارت و ملوکیت سے راضی ہو گئی اور تیسری نے جو نہ مولا کی طرف تھی نہ معاویہ کی طرف (دونوں کو غاصب خائن اور غلط قرار دیا اور اول کو اہل حق و دوسری کو اہل سیاست اور تیسری کو اہل منالیت و منافقت بھی کہا جاسکتا ہے) ان کے اعتقادات میں فرق یہ تھا کہ اول الذکر جماعت مولا علی کو برحق اور ان کے طریقہ انتخابِ خلافت کو صحیح سمجھتی تھی اسلئے کہ خلفائے سابقین (حضرات ابوبکر و عمر و عثمان کے بعد ان کو ان کے اسی طریقے سے علی تھی جو اسلام کا راستہ تھا۔ دوسری جماعت حضرت امیر معاویہ کی امارت و بنام خلافت سے خونِ عثمان جیسے اہم معاملے اور بعض غیر اہم مسائل میں شرعی حیلے اور تسلی بخش تاویلات (جن کو حضرت معاویہ کا ساتھ دینے کے لئے کافی اور حق سمجھتی تھی) کی بنا پر راضی ہو گئی تھی۔ تیسری جماعت (جو دراصل دشمنان اسلام کا وہ گروہ تھا جو مسلمانوں کی مستحکامات کے سبب غلبہ اسلام اور فتح مکہ کے بعد سے اب تک سر نہ اٹھا سکا تھا مسلمانوں کی پھوٹ سے فائدہ اٹھا کر اب اسلئے آگیا تھا) کا عقیدہ یہ تھا کہ کائنات کا حاکم مطلق خدا ہے اسلئے (بقول ان کے) کسی اور کو حکومت کا اہل سمجھنا شرک ہے چونکہ مولا اور معاویہ دونوں خلافت کے دعویدار ہیں اسلئے دونوں ہی حق کے خلاف ہیں اور ان کو برحق ماننے والے مشرک و کافر ہیں۔ ان مختلف

عقائد کی بنیاد پر ان تینوں جماعتوں کے مختلف کردار و اعمال مختلف سمتوں کو مختلف رنگوں میں مرتب ہوتے چلے گئے پہلی جماعت نے سیدنا امام حسن کے خلافت و سیدنا ابونور سے جفا کا خاتمہ ہو کر تو اموام اور سماج میں اگر اشاعت دین و تبلیغ اسلام کا کام شروع کر دیا اسلئے کہ خلا کا مقصد اور اسلام کا مدعا یہی تھا۔ اور اس طرح وہ بیعت جو خلفاء کے ہاتھوں پر بیعتِ رضواں کے طریقے پر ہو رہی تھی اب الگ و شاخ یعنی وقت کے عہدہ دار کی انفس اور باکمال حضرات کے ہاتھوں پر ہونے لگی یہ اور بات تھی کہ اس بیعت سے حکومت وقت ہمیشہ خائف رہی اور اپنے وجود کے لئے خطرہ محسوس کرتا ہی جس سے مستقبل میں بارہا ٹکراؤ کی صورتیں نمودار بھی ہوئیں۔ دوسری جماعت جو بنیاد پر نام بیعت وجود میں آئی تھی انجام کار اس ظاہری بیعت کو بھی خیر باد کہہ گئی اسلئے کہ بیعت اور آمریت دو متضاد چیزیں ہیں ایک ملوکیت ہے تو دوسری جمہوریت کا دعوت آخر یہ صرف بادشاہوں اور سلاطین کی جماعت رہ گئی اسلئے بعد میں سلم حکومت کہلائی نہ کہ اسلامی۔ ہاں یہ ضرور تھا کہ حکومت یعنی سربراہ و سلطنت اکثر و بیشتر مسلم ہوا کرتا تھا اسلئے وہ پوری کوشش کرتا تھا کہ حکومت جو بھی کچھ کرے اسکو کم از کم شریعت اسلامیہ کی حمایت حاصل ہو خواہ کمزور ترین تاویل اور ضعیف ترین حیلے ہی سے کیوں نہ ہو۔ تیسری جماعت ان دونوں کے خلاف ہمیشہ رہی عقائد اور متفاد کردار سے تاریخ کے صفحات پر آتی رہی جن کا مقصد صرف اسلام اور اسلامیوں کو نقصان پہنچانا ہوتا تھا چونکہ یہ ابن الوقت نہ ادھر کے تھے نہ ادھر کے محض مصلحت زادہ اور گمراہ تھے اسلئے ان کا کردار مستعین کرنا مشکل ہے۔ یہ جماعت اپنے آپ میں اس قدر مختلف نظریات کی حامل تھی کہ اس میں کا ہر حالاک زور بجا ہے خود عقیدہ اور علوہ کردار اور الگ ایک جماعت کا باقی تھا بشکلا

بعض کا اعتقاد یہ تھا کہ حکومت خواہ خلافت ہو یا امارت بہر حال غلط اور غیر اللہ کو اس کا اہل سمجھنا شرک ہے۔ بعض کا خیال تھا کہ مولا علی کی خلافت تو حق ہے مگر امیر معاویہ کافر ہیں بعض کا ایمان تھا کہ امیر معاویہ ہی نہیں سابق خلفاء ثلاثہ بھی کافر تھے تو بعض کہتے کہ علی نا حق پر ہیں اور ان کی خلافت غلط ہے اور چونکہ خلافت سے راضی ہوئے اسلئے مشرک ہیں تو بعض کا قول تھا کہ انبیاء کی طرح صاحب عصمت ہیں اور بعض کا گمان تھا کہ علی میں خدا حلول کر گیا ہے وغیرہ وغیرہ اسی لئے ان کا کردار بھی سخت تضاد کا شکار ہے ہاں چونکہ ان کا مقصد اسلام کی مضرت ساری تھا اسلئے مولا اور معاویہ کی مخالفت میں ایک تھے۔ اسی لئے جب کبھی اول الذکر کی مخالفت پر یہ جماعت آتی تو ان کے ہر عمل کو شرک و بدعت کے فتوے سے نوازتی اور جب علوم میں اپنی بے آوردی کو سمجھانے کے لئے اس کی حمایت کا سہارا لیتی تو اس قدر غلو کرتی کہ اول الذکر جماعت کے ائمہ و مشائخ کو نہ صرف صفات نبوت سے ترصف کرتی بلکہ الوہیت کے مرتبے تک پہنچا دینے سے بھی گریز نہ کرتی۔ ثانی الذکر کے ساتھ ان کا کردار یہ تھا کہ جب کوئی مسلم حکومت ان کی سرکوبی کی طرف توجہ دیتی تو اس کو غاصب کافر مشرک بتاتے لیکن کوئی فرزند ان کو نوازتا تو اس کو بانی مذہب کی حیثیت سے کسی نئے مذہب کے ترویج کی ترغیب دیتے یا کم سے کم اس کو اسلامی پیشگو یوں کا سہارا لیکر امام مہمود یا مہدی موعود کا مرتبہ دیتے یا پھر کم از کم ایسی جلد گیری اور تاویل سازی کرتے جن کا اسلام اور شریعت سے دور کا بھی واسطہ نہ ہوتا نتیجے میں فرزند اسلام سے دور ہوتا چلا جاتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بعد کے تمام گمراہ فرقتے اسی تیسرے ابن الوقت گردہ اور فتنہ خیز و فساد انگیز جماعت کی پیداوار تھے اور ہیں۔ اور یہ بھی سلسلہ حقیقت ہے کہ گریہ اسلام و مشن جماعت نہ ہوتی تو پہلی اور دوسری جماعتوں میں ابتداء صلح کے آثار بہت نمایاں تھے۔ مگر یہ صلح چونکہ ان کی موت تھی اسلئے ان کم بختوں نے مولا اور معاویہ کی شام صلح پر (ہر دو جانب) ایسا شب خون مارا کہ صبح جنگ میں بدل کر رکھ دیا۔ جو تاریخ اسلام کے تاری سے پوشیدہ نہیں۔ اس تقسیم کے آئینے میں آپ تاریخ اسلام کے ہر دور میں ان تینوں جماعتوں کی بڑی صاف شکل دیکھ سکتے ہیں۔ اس طرح جیسے جیسے اسلام کا حلقہ وسیع ہوتا گیا ان تینوں جماعتوں کے حلقے بھی وسیع ہوتے گئے اسلامی دائرے کے پھیلاؤ اور حکومت کی حسروں کی وسعت کے ساتھ ساتھ چونکہ تیسری جماعت کے افراد بھی پھیلنے لگے ایسی صورت میں پہلی جماعت کا کام نہایت مشکل اور انتہائی نازک ہو گیا۔ اسلئے کہ تیسری جماعت کے فریب کار کبھی تو حکومت کو گمراہ کر دیتے جو پہلی جماعت کے حامدین (جو ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے نمائندے تھے سمجھے اور کہلائے گئے) کے خلاف اس طرح مظالم کی راہ پر چل پڑتی جس سے ابتداء اسلام میں کفار کے مظالم کی داستان زندہ ہو جاتی۔ اس سے ان کو دو فائدے حاصل ہوتے ایک تو یہ کہ اندرونی طور پر عوامی رہنماؤں کے خلاف سخت اقدام سے

قوم میں شدید انتشار برپا ہو جاتا اور سرایہ کہ مسلم حکومت بیرونی دشمنان اسلام کے مقابلے میں کمزور ہو جاتی اور حسروں کے باہر جہاد سے رک جاتی۔ اور کبھی یہ عوام میں ایسے جدید عقائد پیش کرتے اور ایسی بدعتیں ایجاد کرتے جو اسلام کے منافی ہوتیں۔ اس طرح پہلی جماعت کے افراد کو عوام کے ایک ایک گھر سے لیکر ایوان حکومت تک ہر محاذ پر ان کی ریشہ دوانیوں اور فتنہ سامانیوں کا قلعہ قمع کرنا پڑتا اور یہی اسلام کا وہ کام تھا جو دنیا میں سب سے اہم اور مشکل تھا اور جس کو قدرت نے اس پہلی جماعت ہی کے لئے مقدر فرما دیا تھا۔ اسلئے ہر دور میں خدا کی مدد اور اس کے حبیب پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت سے اس تیسری بد بخت جماعت کی خرد برد اور چیرہ دستیوں کی خزاں آور ہول سے گلشن اسلام کی ہمیشہ حفاظت کی اور اس کو سدا بہار بنا کر رکھا بلاشبہ اس راہ میں پہلی جماعت کے افراد لرزہ خیز مظالم اور دل ہلاکچالے جو دستہ سے محروم گھر بار لٹا عزت و وقار کو داؤ پر لگا یا بھوک سے تڑپے، پیاس سے بلکے بلکہ بیکار تو یہ ہے کہ دنیا کا ہر طریقہ ظلم ان پر حفاظت حق و اسلام کے جرم میں آزمایا گیا جس سے آج بھی تاریخ کے اوراق سیاہ ہیں مگر یہ شیخ اسلام کے پردائے نہ صرف یہ کہ اس کی روشنی کی حفاظت کرتے رہے بلکہ اس سے اتھارے عالم کو روشن کرتے رہے علام الغیوب ہی جانے کتنی بار انہوں نے اپنے خون سے اس گلستان کی آبیاری کی جس کی نظیر کا تاریخ عالم میں کہیں وجود نہیں۔ اس کا ابتدائی منظر دنیا کی تاریخ نے اس وقت دیکھا جب مسلم قوم میں پھوٹ کے چند سال بعد تیسری جماعت کھل کھیلنے پر آگئی تھی اور بیزید کے گرد اگر دھجج ہوئی شروع ہو گئی تب اپنی پوری شیطانی اور طاغوتی طاقت سے اسلام اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوئی جس کے نتیجے میں کربلا کا وہ قیامت خیز معرکہ پیش آیا جس کی مثال ظلم اور صبر و دنوں کی تاریخ میں مفقود ہے لیکن جس طرح جنگ بدر میں دشمنوں کے لئے ہمیشہ کی شکست اور اسلام کی مکمل فتح کی آئینہ دار تھی اسی طرح یہ معرکہ کرب و بلا اسلام کے اندرونی دشمنوں کی مکمل شکست اور آثار اسلام کے محفوظ کی مکمل فتح کی بنیاد تھا جس کو امام الشہید حسین اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے پاک خون سے رکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ پہلی جماعت کے تمام روحانی سلسلوں کے جدا علی امام مظلوم ہی ہیں۔ اور سوا ایک کے سب کا مرجع اور منبع آپ ہی کی ذات ہے، پھر اس کے بعد تاریخ اسلام میں چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی کی ستیزہ کاری کا وہ اندرون اور لاقنا ہی سلسلہ شروع ہوا جو آج تک جاری ہے۔ چنانچہ تاریخ کے ہر دور میں خواہ وہ ہوا میہ کا دور ہو یا عباسیہ کا عثمانیہ دور حکومت ہو یا دین کے مختلف علاقوں کی کوئی مسلم سلطنت ہو اس کی بے شمار مثالیں ملیں گی۔ مگر مجھے چونکہ اس وقت پہلی جماعت کے کردار کی چند جھلکیاں پیش کرنی ہیں اسلئے یہ بتا دینا ضرور رکھے کہ جس دور میں اور جس صورت میں بھی تیسری شیطانی جماعت نے سر اٹھایا پہلی جماعت یعنی اہل حق نے نہ صرف اس کا مقابلہ کیا بلکہ ان کی نقاب کشائی کر کے ان کے اصلی اور بد بختی کے کوئی مسلم کے سامنے کر دیا اور اس طرح ان کو ہمیشہ اہل اسلام کی نگاہوں

میں رسوا کیا اور ذلیل رکھا۔ یہ جب بھی مختلف اودار میں مختلف ناموں سے مثلاً خارجی
رافضی تفسیلی معتزلہ قدریہ جبرہ فلاسفہ وغیرہم رسیدنا غوث اعظم قدس سرہ نے
اپنے دور تک تہتر فرقوں کے نام شمار فرمائے ہیں (اسلامی عقائد و آثار پر حملہ آور
ہوتے رہے۔ اہل حق جو بعد میں صحیح احادیث کے مطابق اہلسنت والجماعت کہلا
بہر پہلو کر دھک کر دھک ان کا رد فرماتے رہے اور قوم مسلم کو ان کے ناپاک جرایم
کے نقصانات سے آگاہ فرماتے رہے مثال کے طور پر جب اسلامی فقہ کے نام پر بے
دپا تا دیلات اور غلط حیلہ گری شروع ہوئی تو ائمہ مجتہدین جیسے امام مالک ابو حنیفہ
امام سحاق امام محمد شافعی امام احمد ابن حنبل وغیرہم نے قوم کی صحیح رہنمائی اور
جب موضوع احادیث کا سیلاب لاکر ملت کو بہا لیجانے کی کوشش کی گئی تو محدثین
مکرم مثلاً امام مالک امام محمد امام بخاری امام مسلم ابو داؤد نسائی ابن ماجہ اور ترمذی وغیرہم
نے اسلامی کشتی کی نازدانی کی۔ جب فلاسفہ نے اسلامی عقائد میں تحریف کرنی چاہی
تو حکماء اسلام و متکلمین ملت جیسے امام غزالی امام ترمذی امام اشعری وغیرہم میدان میں
آئے علیٰ ہذا انقیاس ہر عہد میں ہر باطل فرقت کے ہر غلط قدم کی نذر اندھی فرما کر قوم کو ان
سے ہوشیار اور خبردار کرتے رہے مضمون کو طوالت سے بچانے کے لئے آئیے
اب اپنے وطن یعنی ہندوستان پر نظر ڈالیں تاریخ بتاتی ہے کہ پہلی جماعت یعنی علماء
اہلسنت بحیثیت مبلغ اسلام سب سے پہلے یہاں پہنچے اور اسلام کی اشاعت
کا کام بہت تیز اور نہایت عمدگی سے انجام دیا ان کے بعد دوسری جماعت یعنی
بادشاہ یہاں حملہ آور ہوئے جب بہت دنوں بعد دہلی کی مسلم سلطنت کا قیام عمل
میں آیا تب مسلم ناشیطان یعنی عیسوی جماعت کے افراد یہاں آنے شروع ہوئے۔
یہاں تبلیغ اسلام کا مکمل کام روحانی سلسلے کے چشتی خاندان کے بزرگوں کے ہاتھوں
شروع ہوا اور بقول ایک معاصر خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی وفات سے قبل آپ
آپ کے خلفاء و مریدین کے ہاتھوں پر تقریباً نو سو لاکھ انسان اسلام کے کلمہ حق کا
اقرار کر چکے تھے۔ ظاہر ہے کہ ان نو سو لاکھ مسلمانوں کو جو ہمارے اجداد تھے اسلام
کی تعلیم براہ راست ان بزرگان چشت سے ملتی تھی اس لئے ان کی عقیدت اور ان کے
بتائے ہوئے راستے پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ سلاطین
دہلی کے مذہبی اعتقادات کا مطالعہ کریں گے تو بیشتر انہیں مبلغین اسلام اور عوام سے
مشاورت نظر آئیں گے۔ ہاں بعد میں وہ بعض سلاطین جن پر کسی صورت تیسری جماعت
کے فریب کاریوں کا اثر پڑ گیا۔ ان میں مشائخ اہلسنت (صوفیہ کرام) کے راستے
سے انحراف کا رجحان ضرور پایا جاتا ہے سلاطین دہلی کی تاریخ میں، ایسی مثالیں
بہت واضح ہیں۔ مثال کے طور پر اس تاریخ کے درمیان لڑمہ کا ایک نوٹ ملاحظہ فرمائیے
غوری ایک کتبہ ہوتی ہوئی حکومت جب شمس الدین التمش کے ہاتھوں میں آئی تو ان
دلوں قطب عالم خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلی میں تشریف فرما تھے کسی وجہ
سے اپنے مرشد برحق خواجہ غریب نواز کے حکم سے دہلی چھوڑ کر اجیر جانے لگے تو

پس شیخ قطب الدین ہمراہ شیخ روانہ اجیر کر دید۔ ازیں مقدمہ در تمام شہر
دہلی شور مچا دہمہ اہل شہر مع سلطان شمس الدین دنبال برآمدند دہر چای
قطب الدین قدم میگذاشتت خلعت خاک آں زمین بہ تبرک میداشت
(سیرالادبیا، ص ۵۵-۵۵)

پس شیخ قطب الدین اپنے شیخ کے ہمراہ اجیر کی طرف روانہ ہوئے جس
سے پورے شہر دہلی میں ایک شویا ہو گیا تمام اہل شہر مع سلطان شمس الدین
ان کے پیچھے روانہ ہوئے جہاں شیخ قطب الدین قدم رکھتے تھے لوگ
اس زمین کی خاک تبرک کے طور پر اٹھا کر رکھ لیتے تھے۔

اور جب خواجہ غریب نواز نے سلطان اور عوام کا حال دیکھ کر قطب صاحب
کو دہلی رہ جانے کی اجازت دیدی تو التمش نے فرط مسرت (در جوش عقیدت سے
خواجہ صاحب کے قدم چوم لئے اور قطب صاحب کو داپس دہلی لایا (سیرالادبیا، ص ۵۵)
مشائخ سے عقیدت کے ہزار ہا واقعات میں سے یہ ایک ہے۔ اس سلطان کے تقویٰ
خوف خدا محبت نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات) سے آج بھی تاریخ بھری
پڑی ہے۔ ادبیار اللہ سے استمداد و استعانت (اور ایصالِ ثواب وغیرہ جیسے سائل
میں یہ صوفیائے کرام اور مسلمانوں کے راستے پر مسلسل گامزن تھا (دیکھئے سیرالادبیا، ص ۵۵)
۱۵۵۴ء (ذی القعدة ۹۶۱ھ) التمش خاندان کے بعد بلبن خاندان تخت دہلی پر آیا
جس کا پہلا سلطان غیاث الدین بلبن تھا۔ مشائخ سے اس کی عقیدت کے دو
ایک نمونے دیکھئے۔ اسکے دور حکومت میں ایک بزرگ شیخ علی چشتی دہلی میں قیام
فرما تھے جب کسی وجہ سے انہوں نے دہلی سے جانے کا ارادہ کیا تو سلطان کا یہ عالم
تھا کہ

”در پائے خواجہ علی افتاد و سوگند خورد کہ اگر خواجہ عزیمت چشت کند من
ترک ملک گیرم و در رکاب خواجہ در چشت بیام و سیرالادبیا، ص ۲۱۲-۲۱۳
بادشاہ خواجہ علی کے قدموں میں گر پڑا اور قسم کھائی کہ اگر خواجہ چشت کا ارادہ
کریں گے تو میں حکومت چھوڑ دوں گا۔ اور خواجہ صاحب کی ہمرکابی میں چشت
چلا چلوں گا۔

خواجہ علی صاحب نے بہت گھمایا کہ حکومت کا کیا ہوگا؟ تو عرض کیا کہ مخدوم جو بھی ہو لیکن
”من از رکاب خواجہ در شدنی نام“ مورخ برنی کے الفاظ میں ”و علما آخرت و مشائخ
ہر جادہ را بنیاد حرمتہ داشتے (تاریخ فیروز شاہی ص ۱۷۷) یعنی بلبن علما آخرت اور ہر
سلسلے کے مشائخ کا حد درجہ احترام کرتا تھا۔ اور عوام کا خیال یہ تھا کہ از میان
د برکات ایشان در عہد و عمر سلطان بلبن فیض و رحمت آسمانی بریں دیار متواتر نازل
شد (تاریخ فیروز شاہی ص ۱۷۷) ان (صوفیاء و مشائخ) کی برکت سے سلطان بلبن کے
عہد میں اس ملک پر آسمان سے مسلسل فیض و رحمت کی بارشیں ہوتی تھیں۔
اس کے اعتقادات کا اندازہ اس ایک حوالے سے لگائیے۔

راشخ خورد و تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۱۵۱

شیطان و سو سے بجات پاکر شریعت مصطفوی کے جادہ مستقیم پر قائم و ثابت رہے۔

مگر نتیجہ نکلا کہ ابتداً سلطان سے مشائخ اہلسنت کے تعلقات کشیدہ ہو ہی گئے یہ قسری جماعت کی پہلی معمول کامیابی تھی، یہی وجہ تھی کہ حب سیدی مولا وغیرہ کا قتل ہوا اور اسکے بعد قحط کی شکل میں قہر الہی نازل ہوا تو سلطان نے آستانہ عالیہ پر بار بار عاضری دینے کی اجازت چاہی مگر حضرت محمودی اہی لئے کبیدہ خاطر تھے کہ ہمیشہ انکار فرماتے رہے اب ذرا اس وقت کے مسلمانوں کی ان حضرات سے عقیدہ مت پر ایک نگاہ ڈالئے کہ سلطان نے ایک بار بغیر اطلاع و اجازت حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کی سوچی اور صرف امیر خسرو سے رجوع اس کے مصحف دار اور حضرت کے مرید تھے، اپنا ارادہ ظاہر کیا امیر خسرو نے فوراً حضرت سے جاعرض کیا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عازم اجودھن (پاکپٹن شریف) ہو گئے۔ بادشاہ کو علم ہوا تو حضرت امیر خسرو سے خفا ہو کر کہا کہ تم نے میرا راز افشا کر دیا اور سلطان المشائخ کی پابوسی کی سعادت سے مجھ کو محروم کر دیا حضرت امیر خسرو نے جواب دیا کہ "از رنجش بادشاہ ہمیں خوفِ جاں باشد نا از رنجش سلطان المشائخ خوفِ سلبِ ایمان باشد" (سیرالاولیاء ص ۱۳۵)

بادشاہ کے ناراض ہو جانے سے صرف جان جانے ہی کا خطرہ ہے لیکن اگر سلطان المشائخ ناراض ہو گئے تو ایمان ہی سلب ہو جانے کا ڈر ہے۔
الغرض ملایا حق و مشائخ اہلسنت ان فتنہ سازوں کی سفیدانہ حرکتوں اور بدعتوں سے بادشاہ اور عوام کو آگاہ کرتے رہے ادھر یہ بد طینت جماعت اپنی شیطانی چالوں میں شب در شب مصروف رہی یہاں تک کہ حکومت تغلق خاندان میں پہنچی تو ان کا اثر کچھ زیادہ ہی اپنا رنگ دکھانے لگا۔ تغلق خاندان کا مشہور فرمانروا محمد تغلق جو ابتداً نہایت معقول اور متدین تھا اور اس کی پرہیزگاری اور تقویٰ کا نام شہرہ ہو چلا تھا۔ جب اس کے ذہن پر اس قسری جماعت کے غلط اعتقادات کا رنگ بنام اصلاح و تجدید چڑھا تو اس کے ارد گرد اسی جماعت کے افراد منڈلانے لگے اور بقول حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی "یہ وہ مفتیان ناخدا ترس و حیلہ اندوز تھے جو ہر نیک و بد میں اس کی تائید کو اپنا شعار بنا چکے تھے (نارنج تھی) مورخ برنی ان "مفتیان" کو مرتد مفتیان دکان فرخو کے الفاظ سے یاد کرتا ہے اور نہایت صفائی سے اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے کہ میں خود ان گناہوں کا مرتکب ہوا کہتا ہے کہ "قوا بے دیانت دے دین" نے برسوں سلطان کی ہاں میں ہاں ملائی اور طبع و حرص دنیا سے مجبور ہو کر "برخلاف احکام دین مبدی کریم و روایت ہائے مجہول می خوانیم" (فیروز شاہی ص ۱۲۹)

ہم احکام دین کے خلاف اس کی مدد کرتے تھے اور مجہول روایات بیان کرتے تھے

"بعد از نماز ہر جمعہ زیارتِ روضاتِ بزرگان برتنے اگر بزرگے از سادات و مشائخ و علماء بزرگ در شہر نقل کردے در جنازہ رد بگذار دے و در سویم او زیارت برتنے و برادران و پیران اور اجامہ دادے و بنوائے (فیروز شاہی ص ۱۲۹ و طبقات اکبری ج ۱ ص ۱۵۱)

ہر نماز جمعہ کے بعد بزرگوں کے مزاروں پر زیارت کے لئے جاتا تھا اگر سادات میں کئے بزرگ یا کوئی شیخ یا عالم رحلت کر جاتا تو اس کے جنازے میں شرکت کرتا تھا اس کی نماز جنازہ ادا کرتا تھا اور سویم میں جاتا تھا اور متوفی کے بھائیوں لڑکوں کو کپڑے دیتا تھا اور نوازشیں کرتا تھا۔
مالاکہ اس کے دور میں قسری جماعت کے افراد بھہ ہندوستان میں اپنے ناپاک قدم رکھ چکے تھے۔ اسی لئے وہ قاضیوں کی تین قسمیں بیان کیا کرتا تھا چنانچہ کہتا تھا کہ من سے قاضی دارم یکے قاضی آنست کہ از من ترسد و از خدا ترسد دوم قاضی از خدا ترسد و از من ترسد سوم کہ از من ترسد نہ از خدا ترسد (فیروز شاہی ص ۱۳۰)

میرے پاس تین قسم کے قاضی ہیں پہلا وہ ہے جو مجھ سے نہیں ڈرتا اور خدا سے ڈرتا ہے دوسرا خدا سے نہیں ڈرتا اور مجھ سے ڈرتا ہے تیسرا نہ مجھ سے ڈرتا ہے نہ خدا سے ڈرتا ہے۔

پھر اپنا فیصلہ سناتا ہے کہ دانشمندان حیلہ گوید آموز پیش خود آمدن بناید گزاشت (فیروز شاہی ص ۱۳۱)

بد آموز اور حیلہ گوئی رکھنے والے پاس تک پہنچنے بھی نہ دینا چاہئے۔
اپنی اولاد کو نواح میں بھی اس لئے ان باتوں کا خاص طور سے ذکر کیا ہے جس کا اثر یہ تھا کہ اس خاندان کے بعض سلاطین جیسے ناصر الدین محمود کا ذاتِ نبوت سے عقیدت کا یہ عالم تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک بغیر وضو کئے کبھی نہیں لیتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ

"شرم آمد کہ بے وضو نام محمد بزرگ را نام و تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۱۵۱)
مجھ کو شرم آتی ہے کہ نام پاک محمد بغیر وضو کے اپنی زبان پر لاؤں اس خاندان کے بعد حکومت غلجی خاندان میں پہنچی اور اس عرصے میں قسری جماعت کے متبعین بھی آہستہ آہستہ اصلاح کا نام لے کر فساد اور فتنے برپا کرنے لگے جس کی تاریخ ہند شاہ ہے۔ اب ان کے اثرات اور اس سے بار بار کے پیدا شدہ تنازع میں سے ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیے کہ ان کی کرتوتوں سے علاؤ الدین جیانی کدل بادشاہ یا مذہب جاری کرنے کے لئے تیار ہو گیا اس وقت علماء اہلسنت نے ایک طرف تو اس کو بے خوف ہو کر تنبیہ فرمائی اور دوسری طرف خواجہ نظام الدین اولیا اور دیگر مشائخ نے یہ دعا فرمائی کہ

"از دسوا اس شیطانی برآمدہ بر جادہ مستقیم شریعت مصطفوی ثابت و

ایک بڑی خاص اور قابل غور بات یہ ہے کہ انہیں حالات میں سلطان کے دربار میں ابن تیمیہ کے شاگرد رشید العزیز اور دہلی کے جو ہمیشہ سلطان کے ساتھ ساتھ رہتے یہ سلطان کے ذہنی و دل پر اس طرح سے اثر انداز ہوئے کہ سلطان ان کا ہنایت درجہ معتقد ہو گیا جس کا اندازہ ابن بطوطہ کے اس بیان سے لگ سکتا ہے کہ "ایکبار سلطان نے فرطِ مسرت سے ان کے قدم چوم لئے تھے" (عجائب الاسفار ص ۱۱۱) (یہ ابن تیمیہ وہی ہیں جن کے اعتقادات سے زمانہ واقف ہے) قارئین کو اب سلطان کے معتقدات میں انقلاب پیدا ہونے کی وجہ آسانی سمجھ میں آگئی ہوگی۔ اس کے چاروں طرف ان حضرات کی حلقہ بندوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ (دہلی) تعلق جو نام نبوت کو اعظم اسمائے بنی آدم اور سب سے بڑا فخر تصور کرتا تھا (تاریخ حق) اور اذان کی آواز آتے ہی تاختم تغلیما کھڑا رہتا (فیروز شاہی فتح) توحید یاری تعالیٰ محبت و احترام نبوت اور عمائدین ملت و آثار اسلام سے عقیدت (جو اسلامی نظریات کی بنیاد ہیں) سے اسی طرح دست بردار ہو گیا جس طرح ان گراموں کی تحریک کے اثر سے بہت سے خلفائے بنو امیہ و عباسیہ ہو گئے تھے اور اب سلطان محمد تغلق کا حال یہ تھا کہ اکثر کھڑا تھا کہ ابوبکر و عمر عثمان و علی چہ کردہ اندک کہ انتوانیم کرد (جو امع الکلم ص ۱۱۵-۱۱۶) یعنی ابوبکر و عمر عثمان و علی نے کیا کیا ہے جو ہم نہیں کر سکتے۔ بات یہیں تک نہیں رہی بلکہ اس تحریک کے اثرات جس طرح ہمیشہ مرتب ہوتے ہیں کہ ہر اکلا قدم بے ایمانی کی راہ پر مزید ہوتا ہے خود کہتا ہے کہ

"مغالطات بسیار گشت تا بعدے کہ در وجود صانع شکوک مزاحم و مضار شد (سوانح محمد بن تغلق)

مغالطے (شکوک و شبہات) بہت زیادہ ہو گئے یہاں تک کہ صانع (خالق کائنات) کے وجود کے متعلق شکوک و شبہات مزاحم معارض ہونے لگے۔

اور نبی اسلامی عقائد کے اس ستون ہی کو ڈھسا دینے کی بات آئی جس پر اسلامی نظریات و اعمال کی عمارت کھڑی ہے (اور حقیقت یہ ہے کہ اسی گمراہ تحریک کا مقصد ہی ہمیشہ یہی رہا ہے) یعنی عقیدہ ذات نبوت و شان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ و بارک وسلم۔ مگر

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے مازنام مصطفیٰ ست (اقبال)

ہر مذہب اور گمراہ بھی اس منزل پر آکر ایک بار اپنے دل و دماغ میں (مسلمانوں کی) عقیدت اور اس عقیدت پر اپنا سب کچھ بیچ دینے کی سعادت سے خوف و لرزہ اور گھبراہٹ محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ ایک بار رات کے سناٹے میں قاضی شمس الدین علیار حمہ کو بادشاہ نے بلوایا۔ قاضی صاحب نے دیکھا کہ بادشاہ گھبراہٹ سے منہ نہایت بے قرار تھے۔ فرماتے ہیں کہ مجھ کو ڈر لگا کہ میرے کسی عزیز کو

مارنے والا تو نہیں؟ کہ اچانک مجھ سے یوں مخاطب ہوا کہ

"اگر امر دوز کے پیدا شود و گردید کہ محمد پیغامبر نہ بود است منم شما اور اکبرام حجت ملزم کیند۔

آج اگر کوئی ایسا شخص پیدا ہو جائے جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر نہ تھے بلکہ پیغمبر ہوں تو تم اس کو کس دلیل سے ملزم ٹھہراؤ گے۔

قاضی صاحب نے اس کے اشارے کو سمجھتے ہی فوراً جواب دیا کہ "برائے آل حرام زادہ دیوانہ و احمق بد بخت دے دولت راجت

چہ باشد۔ اقبال خوند عالم اسلام در شہر چنان قوت گرفتہ است کہ غلامان طباعاں شہر نیل بخرم پاکچہ بخشند (جوامع الکلم)۔

ایسے حرام زادے پاگل بے عقل بد نصیب اور کینے بے عزت کے لئے دلیل کی کیا حاجت ہے آپ کا اقبال رہے کہ شہر میں اسلام نے ایسی قوت پکڑ لی ہے کہ بھٹیاریوں کے غلام اس بد بخت کو پاکچہ مار مار کر ہلاک کر دیں گے۔

اس طرح بجائے اپنی اصلاح کے (احقاق حق و ابطال باطل کے سبب) سلطان علمائے حق و مشائخ اہلسنت سے بدظن ہونا شروع ہو گیا اور پھر تیسری جماعت کا اثر اتارنگ لایا کہ سر مجلس ختم نبوت کے متعلق سخت خیال شروع کر دیں مثلاً ایک دن اس نے خواجہ شہاب الدین حق گو سے مطالبہ کیا کہ اس کو محمد عادل کہیں انہوں نے جواباً فرمایا کہ میں ظالم کو عادل نہیں کہہ سکتا پھر انہیں حضرت سے کہا کہ نبوت کے خاتمہ کو عقل تسلیم نہیں کرتی۔ اس فدا نبوت نے فوراً اپنے پاؤں سے جوتی نکال کر سلطان کے منہ پر دے ماری جس کی منز میں انہیں قلعے کے اوپر سے خندق میں ڈال دیا گیا و گزرا بار بار (اخبار الاخیار ص ۱۲۹)

اسی طرح جب وہ اہل حق علماء اہلسنت کو اپنا اڈہ مشیران بے عزت کا ہمنوا بناسکا تو علماء اہلسنت اور آثار اسلام کے ساتھ وہ ستم آرائیاں کیں جن کے پڑنے سے دل اور لکھنے سے قلم لرزتا تھا مثال کے طور پر چند نمونے ملاحظہ ہوں خواجہ سید محمد گیسو دراز فرماتے ہیں کہ

"در دہلی زیارت گاہ بسیار بود بعد خرابی دہلی کہ سلطان محمد ابن تغلق کرد آن زیارت ہا بکلی مضحک شد (جوامع الکلم ص ۱۳۳)

دہلی میں بہت سی زیارت گاہیں تھیں دہلی کی اس بربادی کے بعد جو سلطان محمد ابن تغلق کے ہاتھوں مل میں آئی وہ تمام زیارتیں برباد ہو کر رہ گئیں۔

(غور کیجئے کہ علامہ شامی نے اپنے زلمے میں محمد ابن عبدالوہاب نجدی کی تحریک اور اس کے اثرات کا جو ذکر کیا ہے کیا اسی تصویر کا وہ سرارخ ہیں ہے؟)

حضرت خواجہ نقیر الدین چراغ دہلوی (جو اس دور کے مشہور صوفی اور اہلسنت کے عالم تھے) پر مظالم کے ایسے پہاڑ توڑے گئے جو بیان سے باہر ہیں ایک بار حضرت

قرآن کی بھی دائرہ سی پنحوالی۔ اور آخر میں شہاب الدین کے ہاتھ پاؤں میں تھکڑیاں ڈال کر
 چودہ دن تک بھوک اور پیاس سے تڑپا یا پھر کھانا بھیجا تو شیخ نے فرمایا کہ میرا رزق
 زمین سے اٹھ گیا ہے سلطان نے ان کے منہ میں زبردستی گوبر ڈال دیا پھر قتل کر دیا
 (عجائب الاسفار ص ۱۳۹) شیخ شمس الدین ابن تاج العارفین علیہ الرحمہ جب
 سلطان کے بلائے پر نہ آئے تو ان کو قید کر دیا پھر ان کو ان کے بیٹوں سمیت قتل کر دیا
 (عجائب الاسفار ص ۱۴۱) شیخ قطب الدین منور شیخ فخر الدین زراوی سید
 قطب الدین حسین کرمانی شیخ ہو شیخ رکن الدین وغیرہم علیہم الرحمہ پر کسے کسے
 کیا کیا جاتی تاریخ کے اوراق آج بھی کسی قدر اپنے سینے میں لئے ہوئے ہیں۔ بعض
 واقعات شاید ہیں کہ عام غلط کاروں کی طرح اس سلطان کو بھی موت سے پہلے
 ضمیر نے ملامت کیا اور اپنی غلطی پر نادم ہوا مگر دقت کل اور پانی سر سے گزر چکا تھا
 اور "یارانِ حیلہ واں" اپنا کام کر چکے تھے اور اپنے منحوس مقصد میں شیخ نجدی ایک
 حد تک کامیاب ہو چکا تھا۔ بعد میں سلطان فیروز شاہ تغلق نے اس طرح کا کفارہ ادا
 کرنے کی کوشش کی کہ اہل حق کے دربار مقتولین یا وہ لوگ جن کے ہاتھ پاؤں آنکھ
 ناک کان کاٹ دیئے گئے تھے۔ کسی سے معافی مانگ کر کسی کو مال دے کر معافی لئے لکھوا
 اور ایک صندوق میں رکھ کر اپنی قبر کے سرہانے اس عقیدے سے رکھوا دئے
 کہ شاید حق تعالیٰ اپنے کرم عام سے معاف فرما دے (فتوحات فیروز شاہی ص ۱۱) اور
 بقول پروفیسر خلیق احمد نظامی "نامردانہ ذلیت" کی اس سے بڑی اور کیا مثال ہو گی۔
 کہ جب سخت پر بیٹھا تو پدر کش کہلا یا جب تک جیا ظالم اور بے دین کے طعنے سے مرا تو
 قبر پر معافی لئے رکھ کر تشہیر کی گئی تاریخ ہند میں اس کی جگہ متعین کرتے وقت
 نظر اس ناکامی پر نہیں بلکہ اس جذبہ پر ہونی چاہئے جو اس ناکامی کا سبب تھا
 (سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۳۸۸)

اس طرح کی مثالیں آپ کو لودھی اور مغل خانہ اؤں میں بھی عام ملیں گی۔ ہمارے ملک میں ہمدیت اور دین الہی جیسی تحریکیں اور بعض سلاطین کے زمانے میں علماء اہلسنت و مشائخ طریقت کے بے شمار ناحق قتل سب اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں آخر کار اس رسوائے زمانہ "طلیقہ" نے جس طرح بنو امیہ کو تباہ کیا عباسی سلطنت کو غارت کیا عثمانی حکومت کو اپنی غداریوں سے برباد کیا، دہلی کی سلم حکومت کو بھی لے ڈوبا اور تباہ تاریخ کے اس پس منظر میں دیکھئے اور غور کیجئے کہ

"امام احمد رضا"

امام احمد رضا ۸۵۳ھ میں جب مسلم حکومت مٹ گئی اور عوام انتشار کا شکار ہوئے تو میدان کھل پانکہ یہ عفریتی لشکر ہر چار جانب سے اسلامی عقائد و اعمال کا بنیاد کھوکھلی کرنے کے لئے اسلام اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوا غضب بالائے غضب یہ کہ اب یہ "گندم نما جو فروش" ان راستوں سے نمودار ہوئے خرد ع ہوئے جن پر اعتاد کرنا اور چلنا اسلامیان ہنہا پنہا دنیاوی فلاح اور اخروی

غیور و راز نے بیان کرنا چاہا تھا مگر ان کے دل کو اتنی تسکین نہ ہوئی کہ بیان کرنے کی ہمت نہ ہو سکی (جو ا مع الکلم ص ۱۶) تاریخ محمدی میں ہے کہ

”محمد بن تغلق بادشاہ جبار و شہر بار و قہار بود آں بزم گوار بجفتار و کردار
انواع آزار قہار کردا پسند آں پیر دین دار ایچ سگاہے از صمیم سینہ آبے درد
آلودہ نیادر دے و دعا گئے کہ موجب اہندلم بنائے دولت اد بودے
نکردے مدت مدید بدان جفا و شدید مبتلا ماند

محمد بن تغلق بڑا جابر و قاسر بادشاہ تھا اس نے انہوں کو زبان و عمل سے بہت زیادہ تکلیفیں پہنچائیں لیکن وہ پیر دین دار کبھی اپنے سینے سے درد بھری آہ تک نہ کھینچے۔ کبھی ایسی دعا کرتے جو اس کی سلطنت کے انہدام کا سبب بن جائے طویل مدت تک اس تکلیف میں مبتلا رہے۔

اردو یکھے "زیر استخوانہ کے گھوسو راجا کتاہند آں استخوانہا را بر سہا حکم لہن
فرمود و گفت کہ آں ر سہا را بر بلند ی بندید دریشاں را آدیزالدارید
(سبع سنالہ ص ۷۷)

ان کے گھلے کی پٹیوں میں سوراخ کر دیئے تھے اور ان پٹیوں کو رسیوں سے مضبوط باندھنے کا حکم دیدیا تھا اور کہا کہ ان رسیوں کو بلند پر باندھا جائے اور ان کو لٹکا کر رکھا جائے۔

۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱

شیخ برہان الدین غریب علیہ الرحمہ نے دیوگیر (دولت آباد) میں حضرت
چراغ دہلوی پر بادشاہ کے ان مظالم کی داستان سنی تو بہت روئے
ادر فرمایا کہ

”چه کنم خوند مولانا محمود حلیم دکریم است اگر ادبخواهد این زمین ادر
اد جمله لشکر و خلق داسپان دبیلان ادر خرد برد ادر دغی بر نیارد
(جوامع الکلم ص ۲۲)

کیا کروں کہ خوند مولانا محمود دہلوی کی تم نفیس ہیں در نہ اگر وہ چاہیں تو زمین سلطان کو اس کے پورے لشکر کے آدمیوں کو گھوڑوں کو اور ہاتھیوں کو اس طرح نگلی جائے کہ ڈکار تک نہ لے۔

حضرت شیخ شہاب الدین ابن شیخ احمد جام جو اس وقت کے مشہور بزرگ تھے کا درجہ بھی زچنے کے لئے شیخ ضیاء الدین سمنانی کو حکم دیا جب انہوں نے انکار کیا

نجات تصور کرتے تھے۔ کبھی جہاد اور تقدیر ایمان اور کبھی صراطِ مستقیم کے نام سے تو کبھی تجدید و احیاء دین کے نام سے بغرض سلطنتِ برطانیہ کی سرپرستی میں (جس کا اس ملک کے لئے لڑاؤ اور حکومت کر دہ اصول تھا) اہلسنی کی جھولی سے نکال کر وہ نئے عقائد و خیالات لئے گئے کہ الامان و الحفیظ۔ تبھی قدرتِ مسکرائے کرنا والا یہ آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری دین ہے جس کی حفاظت میرے ذمے ہے اور جو ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ ہاں تم اپنی عاقبت جتنی چاہو خراب کر سکتے ہو مگر یہ گلستان کبھی نزاں رسیدہ نہ ہوگا۔ یہ شیخ ہمیشہ روشن رہے گی اس کی تو کبھی جھپک نہیں سکتی، تم اپنی آگ میں جل مرو گے مگر اس عرشِ آشیان "بیت النور" پر کبھی آ پنا رخ نہ آ سکے گی۔ اس لئے کہ ہمیشہ حسین اعظم ائمہ اہلبیت احمد ابن حنبل غزالی عبدالقادر جیلانی، معین الدین چشتی، نظام الدین اویلیا جیسے جیلے اور غازی اور ان کے متبعین دنا نہیں اس کے امانتدار رہیں گے۔ اور نبی اسی زمانے یعنی ۱۸۵۷ء میں ملک کے مشہور شہر اور شہر کے مشہور علم و فضل دلمے گھرائے میں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام والدین نے احمد رضا رکھا اس نے ہوش سنبھالا تو ملت اور قوم کے گرد و پیش پر ایک جائزہ نگاہ ڈالی اور "یارانِ بے ایمان" کو رنگ برنگے بلوسات میں دیکھ کر اس کے لبوں پر مسکرا کھیل چمکی گویا کہ رہا ہو مگر

بہر رنگے کو خواہی جامہ می پوشی۔ من اندازِ قدرت مرا می شناسم
۱۸۶۹ء میں دیرار حبیب کی زیارت کا اور محاضری دیکر اس بارگاہِ بیکیں پناہ (علیہ التیمید والثناء) سے طریقہٴ اسلاف کے مطابق اپنے فرض اور ذمہ داری کو نبھانے کے لئے استمداد استعانت کیا چال سے داسلاف کے قلوب دارِ داغ ہمیشہ منور ہوتے، نور حق کی تابانیوں کا ایسا سایہ نصیب ہوا کہ باطن تو باطن تھا ظاہر سے بھی پھوٹا پڑتا تھا صاحبِ تذکرہ علامہ ہندوستانی "آپ مقام ابراہیم میں تھے کہ شیخ مفتی شافعیہ آئے بغور دیکھا اپنے ساتھ لے گئے اور پھر آپ کی پشانی پر پڑ کر فرمایا: واللہ! انی لا جد نور اللہ من ہذا الحبیب۔ کہ خدا کی قسم میں اس پشانی سے خدا کا نور پار ہا ہوں (ترجمہ) اور واپس آکر اس مقصد کی تکمیل کے لئے جس کے لئے قدرت نے آپ کو پیدا فرمایا تھا اور اس فرض کی ادائیگی کے لئے جس پر رضائے مصطفیٰ علیہ التیمید والثناء کی ہر گئی ہوئی تھی جب اپنی زبان اور اپنے قلم کو جنبش دی تو ایرانِ باطل کے ہر ہر گوشے میں (خواہ وہ ضلالت کا ہو یا بدعت کا کفر کا ہو یا ارتداد کا) کھلبلی مچ گئی تھلک اور زلزلہ بپا ہو گیا۔ اسکے قلم کی نوک نے مذہبِ اسلام کے ہر نقاب پوش ڈاکو کے چہرے سے نقاب الٹ دی اور اس کا خونخاک اور مکروہ اصل چہرہ اسلامیوں کے سامنے کر دیا بقول ایک معاصر "میں خیال کرتا ہوں کہ ہر فتنہ انگیز کو فتنہ پھیلانے سے پہلے یہ خیال و تہامت تک باز رکھنا ہوگا کہ علامہ حضرت کا سیفِ زبان دلمے کا کیا جواب ہوگا؟

(علامہ حضرت کے مختصر حالات ص ۱) میزان کا سوالیہ نشان ہے کہ "امت مسلمہ کو کیا دیا؟" اور میں سوچتا ہوں کیا نہیں دیا؟ بلاشبہ جس دور میں آپ کا وجود ہوا اس کے تقاضے کے مطابق ملتِ اسلامیہ کے لئے جو کچھ سب سے ضروری تھا وہ سب کچھ دیا۔ دیکھئے جب شاطرائِ مذہب نے قرآن کے تراجم میں کتر بیونت کر کے اسلامیوں کے عقائد پر حملہ کرنا چاہا تو اس نے قوم کو قرآنِ عظیم کا صحیح ترجمہ دیا جب فریب کاروں نے اس کی تفسیر میں اپنی رائے خالی کر کے قوم کو گمراہ کرنا چاہا تو مسلمانوں کو ہوشیار رکھنے کے لئے تمہید ایمان بآیات القرآن دیا۔ غور کیجئے کہ جب اہل ضلالت نے ملت کو سنت کا نام لیکر احادیث کے غلط معانی و مطالب بتانے شروع کئے تو اس نے اہل ایمان کو سینکڑوں کتابیں دیں۔ جب اہل بدعت نے تقلید کے لباس میں غیر مقلدیت اور نفع کے روپ میں حیلہ سازوں اور گمراہیوں سے امت کے اعتقاد و اعمال کو زخمی کرنا چاہا تو اس نے قوم کو وہ لازوال فائدے دیے جو اپنے دلائل و براہین سے ہمیشہ تابندہ رہیں گے۔ اگر نہیں؟ تو مجھے بتائیے کہ دشمنانِ اسلام نے جب اس ذاتِ قدوس اور بے عیب خدا پر کذب کے معنی درست کر کے اسلامی عقیدہٴ توحید پر ضرب لگانے کی کوشش کی تو کس کا قلم ان کے لئے شمشیرِ خارشگا بنا؟ جب شاطرائِ نبوت نے مسلمانوں کے عقائد نبوت کو مجروح کرنا چاہا تو کس کا قلم ان بد نصیبوں پر زوالِ فقر و حیران بن کر ٹوٹا۔ مجھے جواب دیجئے کہ دین و مذہب کے ڈاکوؤں نے جب مومنوں کے سینوں سے اس امانتِ خداوندی یعنی عظمتِ مصطفیٰ (علیہ التیمید والثناء) کو چھین لینے کا خواب دیکھا تو ان کے خوابوں کے قلعے کو تعبیر سے پہلے کس کی زبان قلم اور قلم نے مسمار کر کے رکھ دیا۔ اور جب مکاروں نے پیری اور شیخی کے لباس اور ڈھلتے دل کی نالائس میں بزرگانِ دین و علماء اسلام کی عقیدت کے حلیے چراغ کو بھیلنے کے لئے ناپاک تناؤں کے محلات تیار کئے تو کس کی نشی پیہم نے ان کو زمین بوس کر کے تہس نہس کر دیا۔ جب مولیتِ ماعیائے نے انارِ اسلام اور مقاماتِ مقدسہ کی عزت و حرمت کو قوم و غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے داغ سے نکال پھینکنے کی جرأت کی تو کس کی زبان پاک و قلم بیباک نے ان کی چال کیوں کے پرودی کو چاک کیا؟ سنئے کہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے مسیح موعود کے نام کا فتنہ ہو یا جہدی مہمود کے نام کا شانِ نبوت کی توہین کا ہو یا فاضل رسالت کی تنقیص کا یا نچریت کا ہو یا دہریت کا تقلید ہو یا غیر مقلدیت کا تفصیل کا ہو یا زنا کا خارجیت کا ہو یا بدعتیت کا۔ ان تمام فتنوں کے سینوں میں اس کا حق نویسی قلم اسلام و سنت کی شمشیر و سنان بکراتر گیا اور ان کے مقابلے میں اس کی زبان حق و زبانا سلام و اسلامیوں کے لئے سپرین جمنی ۵

دہ رمنکے نیرے کا مہر کہ مدد کے سینے میں غار ہے

کیسے چارہ جوئی کا دار ہے کہ یہ دار دار سے پار ہے

ہی درجہ حق کو ملت نے اسکو شیخ الاسلام و المسالین کہا، قوم نے حجتہ اللہ فی الارضین

کے لقب سے یاد کیا اور امت نے اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، رفیع الدرجتہ جیسے خطاب سے نوازا اور حبیب دوبارہ دیار حبیب کی سلسلہ میں زیارت کی اور آستانہ نبوت پر حاضری دی تو قوم کے مرکز نے (علمائے حرمین شریفین نے) اس کو اس صدف کا مجدد و مجدد المائتہ الحاضرہ قرار دیا۔ وہ آج ہم میں نہیں مگر اس نے جو کچھ دیا ہمارے دلوں نگاہوں اور ہاتھوں میں موجود ہے۔ ہاں اس کی تخلیق کے مقصد سے بنے نادانوں نے دوسروں کی طرح اس کے قلم کو بھی خریدنے کی کوشش بے جا کی تو اس نے کہا ۵

کردن مدح اہل دل رخصتا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گداہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں

اور جب کبھی ان حالات نے اس کے دل کو بوجھل کیا تو اس طرح کے تمام دنیادی سہاروں کو ٹھکرا کر امت کے دال جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا ۵

ایک طرف حاسدیں اک طرف اعدائے دیں

بندہ ہے تنہا شہاتم پہ کرد وں درود

اور سر عام اعلان فرمایا ۵

خاک ہو جائیں عدد جل کر مگر ہم تو رضا

دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا ساتھ جائیگے

اور اب غور کیجئے کہ کیا یہ تاریخی حقیقت نہیں کہ اس ذات نے اسلامی عقیدہ

توحید ایلانی عقیدہ رسالت اسلاف کی وراثت و تصور ولایت تصوف

و طریقت، کو گمراہوں (میسری جماعت) سے بچا کر اس طرح ہم تک پہنچا دیا کہ

بقیہ احیائے دین

فرمایا حضرت ابراہیمؑ اور جبرک بنیاد پر اس دن کا خوف کرتے ہوئے جس میں آنکھیں پھٹی

کی پھٹی رہ جائیں گی ۵

در اصل آپ میں وہ ساری خوبیاں یک وقت مجتمع ہو گئی تھیں جو ایک مجدد کیلئے

ضروری تھیں آپ نے تیرہویں صدی کا آخری زمانہ اور چھہویں صدی کا شروع زمانہ بھی

پایا۔ عشق رسولؐ تو گویا آپ کی رگ رگ میں موجود تھا۔ مسلمان فہمی میں آپ کی کھلے

روزگار تھے۔ قادیان و بیس میں اسلامی ایڈوکیٹ کی طرح بہترین مفتی تھے۔ بے بناء دکان

جس کے مالک قوت فیصلہ کے آمر اور مجسم عمل تھے۔

» اسی لئے ہم انہیں بے خدا و خطر چودہویں صدی کا امام مجدد کہتے اور ملتے

آج بنیادی عقائد تو بڑی بات ہیں ہماری زندگی کے وہ اعمال جو بنیادی نہیں مگر صدیوں سے شعارِ نبیت ضرور ہیں جیسے مجالس میلاد پاک، استمداد از انبیاء و اولیاء زیارت قبور نذر و نیاز و فاتحہ خوانی تصور شیخ سلام و قیام تقبیل الایہام (انگوٹھے چومنا) احترام مشائخ و سادات و غیرہ مسائل پر قوم کے لئے ان کے محرر اگر عقل و نقل و دلائل و براہین کی اتنی پختہ ایسٹوں سے ایسی مضبوط تفصیل کھینچ دی ہے کہ قیام قیامت کا لفظ کی ترانہ بازی اثر انداز نہ ہو سکے گی اور مومنین کو روحانی و دنیوی فیض و سکون بخشی رہے گا۔ اور تب گزشتہ اور موجودہ تاریخی جھلکیوں میں جھانک کر دیکھئے اور بتائیے کہ المیزان کے سوا لیہ نشان کیا دیا؟ کاتاریخی حقیقت کے طور پر اس کے سوا اور کیا جواب ہو گا کہ قوم کو کیا نہیں دیا؟ اور اس دوسرے سوال کا (جو المیزان کے سوال سے پیدا ہوا) بھرپور جوابی مظاہرہ آپ مسلمانوں کی روزمرہ کی زندگی میں اس وقت دیکھئے جب مسلمان اس ذات سے لے لپٹے اسلاف کی امانت کا اعتقاد اور عملی طور پر اظہار کرتا ہے اور مخالفین (میسری جماعت کے افراد) اس کو جھنجھلا کر "بریلوی" کہتے ہیں۔ کیوں؟ غور کیجئے اور اپنے دل سے جواب لیجئے کہ المیزان کے سوا لیہ نشان کا مکمل جواب اسی میں مضمر ہے۔ حالانکہ یہ اسلام کی نورانی شمع آج ہمارے سامنے نہیں ہے بلکہ سلسلہ چون ۵ سال تک قوم و ملت پر نوز رکھنا پاشی کرتے ہوئے ۱۹۲۱ء میں اصل نور سے جالی، مگر اس کی روشنی باقی ہے اور باقی رہے گی اور تاریخ اسلام جب بھی ایسے دور سے دوچار ہوگی تو یہ تاریخی حقیقت آوازے گی ۵

کیونکہ رضا آج گلے سوئے ۵

اٹھ میرے دھوم مچانے والے

ہیں جہنم کے تجدید و احیائے دین میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ۵

عمر ہمارے دیت خانہ می نالہ حیات

ناز بزم عشق یک دانلے راز آید بردن

بزم عشق کے اس دانلے راز جس کو لوگ پہچاننے کیلئے امام احمد رضا کہتے ہیں

سرزمین قندھار کو بجا طور پر فرماتے ہیں کہ آپ جیسے علمی سنی مہار کی برہی خانان سے

تعلق رکھتی تھی۔ ہندوستان کی خاک کو بھی اس پرناز ہے کہ منصب مجددیت پر فائز سنی

نے اس سرزمین پر قدم رنج فرما کر ہندوستان کی آبرور رکھ لی۔

اصلاح عقائد

حضرت مولانا صوفی سلیم اللہ قادری بنارس
رکن آل انڈیا جمعیتہ الصوفیہ

تقاضوں کو بچانا اور اس حقیقت کے ساتھ کہ.....
چند شکوک کی سلیف سے اگر ترتیب ہو
بجلیوں کو بھی طواف آسٹیاں کرنا پڑے

حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اورنگ قیادت پر قدم رکھا۔ علمائے
ملت اسلامیہ کے منتشر شیرازہ کو مجتمع کیا اور بڑے ہی عزم و احتیاط کے ساتھ اپنے
علم و عمل کو تحریک کی شکل دیکر الحق یعلو ولا یعلو کا پرچم لہرایا۔ اگر یہ صحیح ہے کہ
حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا تو مجھے کہنے دیجئے کہ مولانا احمد رضا صرف مولانا
احمد رضا نہیں بلکہ امام احمد رضا ہیں اور اس منصب کے مستحق..... ہ آج شجرہ ہدایت پر
جو برگ و بار نظر آ رہے ہیں، اس کے بھی کچھ وجوہ ہیں۔ یہ ایک سلسلہ حقیقت ہے کہ ہر تحریک کے
پچھے محرک کا مزاج کا فرما ہوتا ہے۔ اگر تحریک کی دعوت کے سلسلہ میں محرک کا مزاج
پیش نظر نہ ہو تو تحریک کا رخ بدل جاتا ہے۔ یہ وقت کی ستم ظریفی ہے کہ امام احمد رضا کی
تحریک کے موجودہ داعیان میں اکثر امام احمد رضا کے مزاج سے ناواقف محض ہیں اور تحریک
کی دعوت دے رہے ہیں اور اپنے مزاج کے مطابق دعوت دے رہے ہیں جس کا لازمی
نتیجہ اختلاف و انتشار۔ اور یہی اختلاف و انتشار شجرہ ہدایت کو بار آور کر رہا ہے۔ کیا
داعیان تحریک کے اس عمل سے امام احمد رضا کی روح خوش ہوگی؟ کیا کوئی ہے جو تنجیدگی
سے اس پر غور کرے؟

خدا بھلا کرے ادارہ المیزان کے ذمہ دار حضرات کا جنہوں نے وقت و حالات
کی نزاکتوں کو محسوس کیا اور امام احمد رضا نمبر نکال کر امام احمد رضا کی عظیم شخصیت کو اجاگر کر
نہیں کیا بلکہ اپنے اس کردار سے دنیا کو ایک پیغام بھی دیا۔ کہ

یہاں کو تائی ذوقِ علی ہے و جدِ محمدی
جہاں بارِ دستِ پیروں میں صیادِ توبہ ہے

اللہ عز و جل اپنے مقبول بندوں کے طفیل ادارہ المیزان اور سنی لیگ کو مائدین کے حسد
اور معاصرین کی نظر بد سے محفوظ رکھے۔ آمین بجاہ نبیہ الکریم علیہ التحیۃ و التسلیم۔

دنیلے انسانیت کا ہر ذی شعور اس حقیقت سے واقف ہے کہ اسلام کی
ترقی و ترقی کے لئے صوفیاء کرام نے جس خلوص و لگن سے کام لیا ہے اوقاف و مل تاریخ میں
اس کی کوئی مثال نہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اسلام مختصر عرصہ میں ربع مسکون پر چاروں
بن کر چھا گیا۔ اور ہر ترقی پذیر فرد و جماعت نے اس سے اکتساب فیض کیا۔

اسلام کے مخالفین و منافذین نے اسلامی سیلاب کو روکنے کے لئے سازش کی۔
اور تصوف کے مقابل میں توہم کی بنیاد ڈالی۔ یہی وجہ ہے کہ حالیہ توہم نے معمولات
تصوف پر شرک و بدعت کے نادرے صادر کئے، مختلف پارٹیاں بنائیں اور مختلف
سمتوں سے درگاہوں، خانقاہوں پر حملے شروع کر دیئے۔ مقصد یہ تھا کہ اسلامی
مجاہدین کی صفوں میں انتشار پیدا کر دیا جائے تاکہ مسلمان مختلف اکائیوں میں تقسیم
ہو کر رہ جائے، اور اسلام کا یہ بڑھتا ہوا سیلاب رک جائے۔ لیکن

نکالیں سیکڑوں نہریں کہ پانی کچھ تو کم ہوگا
مگر پھر بھی میر دریا کی طغیانی نہیں جاتی

ہندوستان کی سرزمین پر اصلاح عقائد کی نقاب ڈال کر دہلیت نے جب
قدم رکھا تو استاذ الاساتذہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی، تاج الفحول حضرت
علامہ فضل رحول بدایونی اور دوسرے اساطین امت نے دہلیت کے کردہ چہرہ کو
بے نقاب کیا۔ امام الہامیہ کے تقدس کا گریبان پکڑا اور دہلی کی جامع مسجد میں ان کے
علم و دانش کے پرچم کی دھجیاں بکھیر دیں۔ یہ نہایت ایسی رسوا کن تھی کہ مذہبی دنیا میں
کہیں پناہ نہ مل سکی۔ برٹش ڈپلومی کا سہارا لیا اور اسی سہارے پر ملت اسلامیہ پر دہلیت
کے تیر برساتے رہے۔

غدر ۱۸۵۷ء کے بعد کا دور بڑا ہی صبر آزما دور گزرا ہے۔ علمائے اہلسنت
کے اکابر دریائے شور بھیجے گئے۔ کتنے پھانسی کے تختے پر لٹکا دیئے گئے اور
اکثر کجلیوں میں محسوس کر دیا گیا۔ ایسے صبر کن دور میں حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ
علیہ نے اس خدمت کی ذمہ داری قبول کی۔ حالات کا اندازہ لگایا۔ وقت کے

تجدید و احیاء دین

از: صاحبزادہ سید محمد حسینی اشرفی راجپوری مدرس دارالعلوم امجدیہ ناگپور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَنَحْمَدُكَ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِكَ الْکَرِیْمِ
یہ حقیقت ہے کہ جب کبھی باطل نے اپنی پوری قوت کے ساتھ سر اٹھا کر اللہ تبارک
و تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو پیدا فرمایا اس کی قوت کو کمزور فرمادیا۔ حق و باطل میں کبھی صلح
نہیں ہوئی اور نہ اس کا خاتمہ ہوا، غرض کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر ہمارے
آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر دور میں ایسا ہی ہوتا رہا، حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دنیا سے تشریف لے جاتے ہی، مسلمۃ الکذاب، منکرین زکوٰۃ
اور منافقین کی ریشہ دوانیاں مختلف شکل میں نمودار ہوتی رہیں اور براہِ حق کو سر بلندی عطا
ہوتی رہی، حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی نصف عہد خلافت
تک بظاہر ملت اسلامیہ میں امن و سکون رہا اور سترہ سال تک مسلمانوں نے دنیا کا بڑا
حصہ اور اہم رقبہ فتح کر کے اس پر پرچم اسلام کو لہرایا اور دنیا کا باقی بچا ہوا حصہ اس
منور حصہ کے مقابلے میں کوئی قدر و قیمت اور اہمیت نہیں رکھتا تھا، اور اگر مسلمانوں
کی طاقت چاہتی تو باقی تمام دنیوی طاقتوں کے مجموعہ کو آسانی کیل سکتی تھی لیکن
عبداللہ ابن سبا اور یہودیوں اور نصرائیوں اور منافقوں کی ملٹی سازش نے نئے روپ
میں اگر اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کی سئی ناکام میں مشغول رہی، بالخصوص
عبداللہ ابن سبا اور دیگر منافقین نے اسلامی جامہ پہن کر مختلف قسم کے فتنے امت
مسلمہ میں برپا کیے مسلمانوں کو مبتلائے مصائب اور خانہ جنگی میں مصروف کر دیا، غرض کہ
عبداللہ ابن سبا نے مدینہ، بصرہ، کوفہ، دمشق، قاہرہ، تمام مرکزی شہروں میں تھوڑے
تھوڑے ذوق قیام کر کے جو برائی و عداوت و عصبیت بنی امیہ و بنی ہاشم میں اسلام
کی وجہ سے مردہ ہو چکی تھی پھر زندہ کر کے، حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف
نہایت چالاک و ہوشیاری سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق دار خلافت ہونے
کی ناپاک سازش کی آخر کار اس سازش کا نتیجہ یہ نکلا، بصرہ، کوفہ، اور قاہرہ کے فساد
عناصر نے مل کر مدینہ کی طرف کوچ کیا، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا
حادثہ ظہور میں آیا اس فتنہ نے سترہ سال تک مسلمانوں کو خانہ جنگی میں
مصروف رکھ کر اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے کام کو نقصان پہنچایا اور حضرت سیدنا

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کے اس تفرق کے بد نتائج کو محسوس فرمایا کہ حضرت معاویہ
رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح فرمایا کہ اسلام پر اسان غنیمت فرمایا کہ عبداللہ ابن سبا اور اس کے
ساتھیوں کے پیدا کردہ فتنہ کا بڑی ہمت و بہادری سے خاتمہ فرمایا، اور امت مسلمہ پھر
ایک مرکز سے وابستہ ہو گئی، بیس سال امن و امان اور بحری و بری فتوحات اسلامیہ کے بعد
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات، یزید کی تخت نشینی، اور کربلا کے حسرت ناک حادثہ
نے ایک طرف مشرکوں و کافروں اور دوسری طرف منافقوں کو پھر جرات دلا کر مصروف کار
بنادیا، اس مرتبہ جو طوفان آیا اس میں بظاہر حکمران گوشت رسول سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور
آپ کے ساتھی شہید ہوئے اس کے باوجود حق کو ہی سر بلندی عطا ہوئی اور مشرکوں و کافروں
و منافقوں کو مسلمانوں کے مقابلے میں کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہو سکی ان فتنوں نے تقریباً
بارہ تیرہ سال تک بڑے بڑے نقصانات پہنچائے جو بہت سخت ثابت ہوئے پہلے طوفان میں
جو سترہ سال تک قائم رہا تھا صحابہ کرام کی بڑی تعداد زندہ تھی اس طوفان میں
سترہ سال تک برپا رہا اس میں بہت سے صحابہ کرام فوت ہو چکے تھے صرف چند نفوس
قدسیہ باقی تھے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت علی اور حضرت معاویہ
رضی اللہ عنہما کے عہد میں دشمنان اسلام کی سازشیں، جنگ جمل و جنگ صفین میں منافقین
کی ریشہ دوانیاں حادثہ کربلا تک مسلسل فتنے برپا ہوتے رہے، انھیں فتنوں میں منافقوں کی
اسلام و مسلمانوں کے خلاف اسلامی بارہ میں کئی بڑی جماعتیں پیدا ہوئیں اور ان باطل قوتوں نے
دنیا کے اسلام پر اپنا اچھا خاصہ اثر جمایا پھر امت مسلمہ میں طرح طرح کی بدعات و بدعتیں گھسٹ
پھیلی گئیں، یہ طاقتیں برابر اسلام کے خلاف اپنا کام کرتی رہیں، آخر کار انھیں فتنوں کی
زد میں سترہ سال میں حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی، آپ کی شہادت
کے بعد عبدالملک بن مروان کی حکومت شروع ہوئی بظاہر منافقوں کی ریشہ دوانیاں
اور مسلمانوں کی خانہ جنگی موقوف ہوئی لیکن پہلے کے جو اثرات قائم ہو چکے تھے اس کا مستنا
مشکل تھا عبدالملک ابن مروان کے بعد ولید ابن عبدالملک اسکے بعد یسار ابن عبدالملک
آخر کار وہ دور مسعود بھی آیا کہ جس کو دیکھ کر عہد فاروقی کی یاد تازہ ہوتی تھی، یعنی حضرت سیدنا
عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں جو فتنے و بدعات و بدعتیں گھسٹ

امت میں پھیلی تھیں اس کو مٹانے اور سنتوں کو تازہ فرمانے میں سختی مشکور فرمائی، اور امت پر بہت بڑا احسان فرمایا، مسلمانوں نے ہر قسم کی دینی و دنیاوی ترقی کی اور اندلس و مراکش سے لیکر سندھ، بلخ اور چین اور دور دور تک اسلامی روشنی پھیل گئی اور اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہو گیا، اگرچہ اموی دور حکومت کا پچاس سالہ زمانہ بالخصوص خلافت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیر و برکت و اسلامی فتوحات و اتحاد و خدمات کے اعتبار سے خلافت راشدہ کے ابتدائی پچیس سالہ زمانہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی تاہم بالخصوص حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا دور خلافت اسلام و مسلمانوں کے لئے خلافت راشدہ کے علاوہ پچھلے و آئندہ تمام زمانوں سے بہتر اور اسلام کی عظمت کے لئے عمدہ ان کے تربیت یافتہ حضرات یعنی تابعین رضی اللہ عنہم ان کی جگہ اسلام کی حفاظت اور دشمنان اسلام کے فتنوں کو ختم کرنے میں معروف رہے دور تابعی میں حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا دور مسعود ہے کہ آپ اور آپ کے شاگردوں نے اسلام کی اشاعت اور دشمن اسلام کے فتنوں کو ختم کرنے میں مصروف رہے، یہ بھی عجیب بات ہے کہ یہ شرف کو ذی سرزمین کو نصیب ہوا اسی کو ذی سرزمین میں کر بلا کا حادثہ عظیم بھی پیش آیا یعنی جب یزید کی مردہ روح زندہ تھی تو اس سے کوفیوں کی فوج پیدا ہوئی اور جب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا اور آپ کو حیات ابدی بخشی گئی تو اسی کو ذی سرزمین سے حضرت ابراہیم خلی، امام حماد، امام اعظم، امام شعبی، سفیان ثوری رضی اللہ عنہم جیسے اکابر ائمہ نکلے جو بھی آئے وہ سب اسلام کی حفاظت اور دشمنان اسلام کی سرکوبی کے لئے آئے، لیکن اسلام کے اس عروج و فتحی کے زمانہ میں بھی دشمنان اسلام اکثر اسلامی لبادہ پہن کر مسلمانوں کو ذک پہنچانے میں مصروف رہے، اس کے باوجود حق کو عروج و فتحی نصیب ہوئی، اسلام کے خلاف ان کی سازشیں اندر ہی اندر سلگتی رہیں اور خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے بعد چند ہی سال کے اندر اس کے شعلوں نے بلند ہو کر اسلام اور اسلامی سطوت و شوکت کو برباد کرنے، اسلام کی مرکزی حکومت کو کئی ٹکڑوں میں تقسیم کرنے اور دین اسلام کے عقائد و اعمال میں انواع و اقسام کے رخنے ڈال کر اسلام کے شیرازہ کو منتشر کرنے اور دین اسلام کے عقائد و اعمال کو برباد کرنے کی سعی ناکام میں لگے رہے، اسلام کے خلاف ان دشمنان اسلام کی سازشوں نے عباسیوں کی حکومت و خلافت قائم ہونے تک ان گمرہ فرقوں کو اسلامی فرقے سمجھا اور خوارج جو شیعوں کے ہو سکتے تھے سیدنا علی و معاویہ رضی اللہ عنہم کو (معاذ اللہ) مشرک سمجھنے والے اور حضرات اہل بیت اطہار کو ناحق سمجھنے والے اور دیگر عقائد باطل رکھنے والے جیسے لوگوں کی مستقل زوردار جماعت تیار ہوئی جو سب کے سب مسلمان سمجھے جانے لگے، ان کی سازشوں کا پیرامبر کہ حضرت موسیٰ، بحرین، عراق و ایران بن گیا، حجاز و شام میں ان کا کوئی خاص اثر نہیں تھا، غرضیکہ اسی دنیا میں کفر و اسلام اور نور و ظلمت کی کش مکش قیامت تک جاری رہے گی، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنا کر صراط مستقیم پر

گامزن رہے، آخر کار ہندوستان میں بھی اسلام کی روشنی پھیلنی شروع ہوئی پہلی صدی ہجری میں مسلمانوں کا قبضہ اور چوتھی صدی ہجری کے آخر اور پانچویں صدی ہجری میں سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کا قبضہ ہوا اسی زمانہ میں باطل پرستوں کی ایک سازش نے اسلام کے خلاف ملتان میں قرامطہ اور مباحیہ کے نام سے دو ٹولی کو جنم دیا سلطان محمود غزنوی نے قرامطہ اور مباحیہ کے فتنوں کو ختم کیا پھر اسلام کی منور کرنیں پنجاب آسام و بنگال اور اس کماری تک سارے ہندوستان میں پھیل گئیں اور کن، ملابار، کنار، کیرل، وغیرہ میں اسلام شروع ہی سے پہنچ چکا تھا، اسلام مستقل طور پر ان علاقوں میں سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کے ذریعہ دور دور تک پہنچا اور افغانستان، سیستان، طبرستان، اصفہان، وغیرہ میں اسلام دشمن عناصر اپنی ٹولیاں بنا کر اسلام کے خلاف مصروف کار رہیں، کچھ عرصہ تک ان کا اثر حجاز و پھر حرم کا ہی غلبہ ہوا، دو سو سال تک اسلام ہندوستان کے کچھ ہی علاقوں میں محدود رہا اور اسی دور سال کے عرصہ میں خاندان غزنوی جو پنجاب پر قابض اور محمود غزنوی کی وفات کے بعد ہی سے مسلسل خانہ جنگی میں مبتلا تھا تو اسی خانہ جنگی دور سے فائدہ اٹھا کر اہل باطل پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئے اس نازک حادثہ کو دیکھ کر علماء و ملت اسلامیہ اور اولیاء کرام، ان باطل فرقوں سے نبرد آزما شروع کی، اولیاء کرام کی کرامات اور علماء اسلام کی خدمات سے اسلام کو بہت زیادہ تقویت حاصل ہوئی اسی زمانہ میں اور دیگر علماء کرام کے علاوہ علامہ قدوری احمد بن احمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات جلیلہ ہیں کہ جنہوں نے پہلے بدعات و بدعتوں کو ہندوستان سے مٹایا اور فقہ کی اشاعت کی اور اولیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی کشف و کرامات سے کفر و شرک کا خاتمہ کیا اور اسلام کی اشاعت میں مصروف رہے، خاص طور پر حضرت مخدوم علی ابو بکر المعروف بہ داتا گنج بخش لاہوری رضی اللہ عنہ ایک داعی اسلام کی حیثیت سے پنجاب میں وارد ہوئے اور غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کیا، سلطان محمود غزنوی اور ان کے خاندان والے سنی صحیح العقیدہ مسلمان تھے لیکن افغانستان کے علاقہ میں قرامطہ اور باطنیہ نے خاطر خواہ اپنا اثر جمالیہ، محمود غزنوی کے جانشین جو اپنی خانہ جنگیوں میں مصروف رہے، اور افغانستان والوں کے عقائد و اعمال پر وہ زیادہ کچھ اثر جمانے سکے، یہ خدمت علماء کرام نے ادا کی علماء کرام ان سے مقابلہ کر کے ان قوت کو کمزور کر دیا اور افغانستان میں اسلام کی خدمت کا اہتمام کا حقہ کہاں ممکن تھا، افغانستان کا غوری خاندان جس نے غزنیوں کو برباد کیا ان کے زمانہ میں بہت سے ملحدانہ عقائد پھیل گئے مگر چونکہ اس عرصہ میں مادر النہر سے لیکر عراق و شام تک بخوبی چھا گئے تھے، سلجوقیوں کا اثر افغانستان کے قبائل پر بتدریج پڑتا رہا۔ سحر سلجوقی غوری سرداروں کو گرفتار و بامگرار بنا کر افغانستان پر اپنا بہت قوی اثر ڈالا پھر سلطان شہاب الدین غوری نے ان باطل پرستوں اور ملحدوں کے ناپاک اثرات کو ختم کر کے خالص سنیہ کی اشاعت کی، اور اسی زمانے میں امام غزالی رازی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان تشریف لائے آپ نے مذہب حقہ کی اشاعت کی سنتہ میں ہندوستان

میں ملاؤں کا بادشاہ قطب الدین ایبک لاہور میں تخت نشین ہوا، اس عرصہ میں ہندوستان میں حضرت خواجہ خواجگان سلطان الاولیاء ولی الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ کشریف لائے آپ نے اپنی کشف و کرامات سے ہزاروں غیر مسلموں کو اسلامی دولت سے نوازا۔ سندھ و سندھ تک جو اولیاء کرام اپنی کشف و کرامات و خدمات جلیلہ و تصنیفات سے خدمت اسلام میں معروف رہے ان کے چند مشہور اسماء اگر امی یہ ہیں حضرت شیخ مجدد الدین بغدادی، شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت عمی الدین ابن عربی و حضرت شمس الدین تبریزی حضرت شیخ سعد الدین عمویہ مولانا جلال الدین رومی وغیرہ صدم الاولیاء کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام کی خدمت انجام دی اسی طرح ہندوستان میں پورے سو سال گزرنے نہ پائے تھے اس ملک میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، شاہ علاء الحق پنڈوی، شیخ فرید الدین گنج شکر، شیخ بوعلی شاہ قلندر پانی پتی شاہ خواجہ نظام الدین اولیاء، مخدوم سلطان سید اثر جہانگیر سمانی، شاہ جہام الدین تیغ برہنہ بکری شاہ برہان الدین وغیرہم رضی اللہ عنہم ہر لہا اولیاء کرام غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام فرمایا کفر و شرک و الحاد و بے دینی کی مسموم قضا کو پاک و صاف فرمایا، غرضیکہ آٹھویں صدی ہجری میں سلطان علاء الدین خلجی نے ملحدوں، وگراہوں نے اسلام کے خلاف جو حالات پیدا کیے تھے اس میں سدھار پیدا کیا اور ملحدوں و بے دینوں کو کفر و کفر کو پہنچایا، اسی سلطان کے زمانہ میں فقہی کتابوں اور علماء کی تصانیف کی اشاعت ہوئی اسکے بعد سلطان محمد تغلق تخت نشین ہو کر جگہ جگہ شہروں میں دارالقضا قائم کیا اس دور میں بھی قاضیوں اور اماموں مفتیوں، اور علماء کے ذریعہ دین و سنیت کی اشاعت ہوئی، آخر کار حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے لگاڑ پیدا کرنے کے سبب وہ ختم ہو گیا، اسلامی سلطنتوں میں یہی ہوتا رہا، باطل پر حق کی فتح بالآخر وہ دودھ بھی آیا جسے الحادی دور کہتے ہیں اکبر اعظم کا دور لاندہی کی لعنت میں مبتلا ہو کر اسلام اور مسلمانوں کا تسخیر اٹانے لگا آخر کار لاندہیت اور مسلمانوں کی عام جہالت امر اور بار کی جاہ طلبی و شاہ پرستی نے ایک نیا مذہب ۹۸۵ھ میں جاری کیا جس کا نام دین الہی رکھا گیا، گوارا، دین، دیو، وغیرہ سے نصرانیوں کی معرفت تو ریت و انجیل وغیرہ نصرانیوں اور یہودیوں کی کتابیں منگو کر ترجمہ کرائی گئیں اور ہندوستان کی مذہبی سنسکرت کتابوں کی اشاعت کی گئی، اس طرح دین میں اکبر پہلا صلح کلی بادشاہ ہے کہ جس نے دین میں الحاد پیدا کیا غور فرمائیے اسلام کے خلاف یہ کتنا زبردست حملہ تھا کہ خود شہنشاہ اور اس کے حواری اسلام کو مٹانے میں مصروف ہیں ان کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب ہند میں اسلام مٹ چکا، لیکن جب باطل کی طاقت انتہائی کمال کو پہنچی رحمت خداوندی جوش میں آئی ایسی نازک و خطرناک حالت میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہم اللہ علیہم، کتاب و سنت کا وہ کام انجام دیا کہ باطل کی

کرہمت کمزور ہو گئی بالخصوص حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جلیلہ سے ہندوستان کے اکثر حصوں میں دین حق کی مشعلیں روشن ہو کر الحاد و بے دینی و بدعتیہ کفر و شرک کے تاریک پردوں کو چاک کر دیا۔ شہنشاہ شاہ جہاں ایک کٹر مذہبی و الحاد دشمن انسان تھے اور وہ خود عالم و فقیہ تھے، لیکن پھر بھی آپ کا بڑا لڑکا داراشکوہ جو اکبر کی طرح کٹر صلح کلی تھا اس کی محبت میں ضرورت سے زیادہ گرفتار ہو گئے جس کی وجہ سے باوجود شاہ جہاں کے اس میاں پر ہونے کے صلح کلی ہو گئے۔ اور چشم پوشی اختیار کی جس کی وجہ سے اسلام و سنیت کو سخت نقصان اور ملحدوں و بے دینوں کو تقویت پہنچی شروع ہوئی آخر کار حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ خود ایک فقیہ اور گیارہویں صدی کے مجدد تھے اور اورنگ آباد (دکن) میں عہدہ صوبہ داری پر مامور تھے، اپنی شہزادگی اور صوبہ داری کے زمانہ میں اپنے والد شہنشاہ شاہ جہاں کو یہ تحریر فرماتے ہیں، مجھے یہ تحقیق معلوم ہو کہ حضرت کی بیماری کے زمانے میں شہزادہ کلاں نے پورا استقلال پیدا کیا، آئین کفار کی تردید و اشاعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دین کی جڑ اکھڑنے میں کمر چسپت باندھی مملکت میں الحاد پھیلایا، اور ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں، شہزادہ کلاں جو مسلمانی رنگ رکھتا ممالک محروسہ میں کفر و الحاد کو بلند کیا اس کا مدافع کرنا مجھ پر شرعاً و عقلاً واجب ہوا، اس لئے ان حدوں کی جانب کوچ کیا (یعنی آگرے کی طرف داراشکوہ سے مقابلہ کے لئے نکل پڑے) ملاحظہ ہو نیکو ہیدہ (یعنی داراشکوہ صلح کلی اور اس کی فوج سے جنگ ہوئی) میری نیت بخیر (یعنی خالص اسلام و سنیت کی اشاعت و حفاظت و کفر و ارتداد و بے دینی و الحاد کو ختم کرنا) تھی جمیعت قلیل (یعنی بارہ ہزار فوج) سے اس متحرکہ میں مظفر و منصور ہوا اور چشم زخم سے محفوظ رہا شاہ جہاں نے دوبارہ تلاش کی شہزادہ میدان میں آئے الحاد کی چہرہ افروزی ہو اس صورت میں باگ ڈھیل کرنا عباد و بلاد کی خرابی کا سبب ہوتا (یعنی مسلمان صلح کلی و مرتد بن جاتے) اجرو ثواب کی امید نے مجھے اس بار گراں کے اٹھانے پر راضی کیا (یعنی شاہی بوجھ میں نے برداشت کیا) اس سبب سے اس بار گراں کو شاہ جہاں کے دوش سے اتار دیا اگر مجھ سے کوئی بہتر ان میں مشغول ہوتا تو حاشا یہ اطاعت گزاردیہ قبول نہ کرتا (شمس العقائد) یعنی ہندوستانی مسلمانوں کے اندر جو داراشکوہ کا الحاد و بے دینی و صلح کلی مذہب پھیل چکا تھا اس کو فنا کرنے اور مٹانے کے لئے اورنگ زیب عالمگیر غازی رحمۃ اللہ علیہ اٹھے اور اس فتنے کو ختم کرنے اور کفر و شرک کے زور کو ختم کرنے میں مشغول ہوئے اور داراشکوہ گرفتار کیا جا کر ارتداد کے جرم میں قتل کیا گیا اور عبرت کے لئے اس کا سر درلی کے غونی دروازہ پر لٹکا دیا، سلطان اورنگ زیب غازی عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں چن چن کر ملحدوں صلح کلیوں، بے دینوں، وگراہوں کو ختم کیا گیا فقہ اسلامی کی تردید و اشاعت کی گئی اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے ملحد داراشکوہ کو اس کے انجام تک پہنچایا اور شاہ جہاں کو گرفتار کر کے آگرہ میں قید و بند کر کے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا اور فساد عالمگیری کے نام سے فقہ حنفی کی ایک ضخیم کتاب بہت سے علماء کی مدد سے تصنیف و تالیف

کرائی اور داراشکوہ کے صلح کل الحاد و بدعات کے خاتمہ کے بعد یہ فرمان جاری کیا کہ اہل سنت و جماعت کے دین کے خلاف کسی سے کوئی چیز سرزد ہو تو وہ سیاست شاہی میں ماخوذ کیا جائے گا، اس حکم کی پابندی محمد شاہ کے دور تک سختی کے ساتھ ہوتی رہی محمد شاہ کے دور کے بعد حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کا تہذیب ڈھیلا پڑ گیا، پھر وہی اسلام دشمن عناصر نے اسلامی لباس کے ساتھ تفرقہ ڈالنا شروع کیا پھر بدعات و بدعتیہ گلیاں والحاد پھیلنا شروع ہوا اور محمد شاہ کے دور تک ہی سلطنت کی شوکت قائم رہی اس وقت تک اسلام و سنت کے نام پر کوئی مذہب پیدا نہیں ہوا تھا، اس طرح پورے ہندوستان میں اہلسنت و جماعت ہی تھے اور محمد شاہ کے دور تک کسی کو فساد عالمگیری کے خلاف کرنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی محمد شاہ کے بعد غیر ملکی سیاست مختلف شکل میں ہندوستان میں دخیل ہو گئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں خود مختاری کے لیے کوشاں ہو گئیں اور انگریز اندرونی طور پر پورے ملک میں اپنا اثر جما چکے تھے پھر ملک ہند میں طوائف الملکی شروع ہو گئی آخر کار اسی طوائف کی زد میں ۱۲۱۳ھ میں شاہ عالم ثانی کو آٹھ لاکھ کے سالانہ وظیفہ پر معزول کیا گیا جب ملک ہند میں انگریزوں کا تسلط ہوا تو انہوں نے نہایت چالاکي سے ہندوستانی عوام کا بغور مطالعہ کیا کہ باوجود اس طوائف الملکی کے مسلمان اسلام و سنت اور اعتقاد کے مضبوط رشتے میں بندھے ہیں اور ان کے اندر صحیح عقیدہ اور اسلام و سنت پر ثابت قدم رہنے کی وجہ سے باوجود اس اختلاف کے ان کے اندر ایسی روحانی قوت ہے کہ ہم ان پر فتح حاصل نہیں کر سکتے اور نہ انہیں تلوار و بندوق سے ختم کر سکتے ہیں، عہد عالمگیری ہی سے عوام اور حکومت علماء کے فتوؤں پر عمل کرتی تھی انگریزوں نے دیکھا کہ ملک ہند کی عوام پر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ کا سکھ بیٹھا ہوا ہے شاہ عالم ثانی کے بیٹے اکبر ثانی کے زمانے میں انگریزوں نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے گھرانہ میں کسی کو اپنے دام فریب میں لانے کے لیے تلاش کی انگریزوں کا بلا آخر حضرت شاہ صاحب کا بھتیجا اور مولانا عبدالغنی صاحب کا لڑکا اسماعیل دہلوی مل گیا، انگریز نے اس کے ساتھ یہ چال چلی کہ انہیں پنجاب اور سرحد پر قبضہ کرنے کا لالچ دیکر انگریز نے اسلام کے نام پر بدعات و گمراہیاں پھیلانے کے لیے آدمی اور دیوبند پھیلا دیا اور ان علماء اہلسنت کو جو اپنی طاقت سے انگریزی سامراج کو مٹانا چاہتے تھے چنانچہ مجاہد جلیل علامہ فضل حق خیر آبادی انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ صادر فرما چکے تھے جس کی سزائیں کلے پانی کی سزا جھیل رہے تھے اور بہت سے حق پرست علماء کو پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیا گیا علماء اہلسنت کا شیرازہ منتشر تھا آپسی اتحاد ختم ہو چکا تھا ملت اسلام کے ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے تھے ایسے ماحول میں برطانیہ کی گورنمنٹ مولوی اسماعیل دہلوی پر مہربان تھی چنانچہ سرحد کے سنی عوام جو انگریز کے خلاف جہاد کا جذبہ رکھتے تھے اس کو ختم کرنے کے لیے پنجاب پر حملہ کے نام سے ایک

فوج تیار کی گئی جس کا کمانڈر مولوی اسماعیل دہلوی کو بنایا گیا مولوی اسماعیل خالص ابن عبدالوہاب نجدی کا متبع تھا، یہی نجدی جس کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا، ھٰذَا لَفِ الزَّلَالِ وَالْفِتَنِ وَبِهَا يُطْلَعُ قُرُونُ الشَّيْطَانِ وہاں (یعنی نجد میں) زلزلہ اور فتنے ہیں اور وہیں ہے اس کا ساتھی (یعنی عبدالوہاب نجدی) مع اپنی جماعت کے ظاہر ہوا جس کا یہ عقیدہ تھا کہ یہی لوگ مسلمان ہیں باقی سب کافر و مشرک و گمراہ و بد مذہب و بدعتی ہیں، اس نے اگلے گمراہ فرقوں سے کچھ عقائد اور اپنے باطل عقائد پر مشتمل ایک کتاب لکھی جس کا نام کتاب التوحید رکھا اسی کتاب التوحید کا ترجمہ مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویت الایمان کے نام کر کے انگریز حکومت کی مدد سے شائع کر دیا، اب اس خاندان سے الحاد و بے دینی پھیلنی شروع ہوئی جس پر مغلیہ حکومت اور ہندوستانی عوام کو اعتماد تھا، اس کتاب میں ان تمام چیزوں کو ناجائز و حرام و شرک و بدعت بتایا گیا جس پر دور صحابہ سے لیکر اس دور تک تمام اولیاء اقطاب و اغواث و علماء و ائمہ مجتہدین اصفیاء کا ملین فقہاء و محققین سلف سے لیکر خلف تک جتنے لوگ ہیں اتفاق تھا اس لئے اختلاف کی آگ پورے ہندوستان میں پھیل گئی چنانچہ کتاب ادراد ثلاثہ شائع شدہ اشاعت العلوم متصل مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور پوپ جیبر مولوی اثر علی تھانوی کا حاشیہ ہے اس میں تحریر ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویت الایمان اول عربی میں لکھی تھی چنانچہ اس کا ایک نسخہ میرے پاس اور ایک نسخہ مولانا گنگوہی کے پاس اور ایک نسخہ مولوی نصر اللہ خوجوی کے کتب خانہ میں تھا اس کے بعد مولانا نے اس کو اردو میں لکھا اور لکھنے کے بعد اپنے خاص لوگوں کو جمع کیا جن میں سید صاحب مولوی عبدالحی صاحب شاہ الحق صاحب مولانا یعقوب صاحب مولوی فرید الدین صاحب مراد آبادی، مومن خاں صاحب علوی، استاد امام بخش صاحب صہبائی اور مولانا ملوک علی صاحب بھی تھے اور ان کے سامنے تقویت الایمان پیش کی گئی اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا الفاظ تیز بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی فکھ دیا گیا اور ان سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش مزور ہوگی۔ اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو آٹھ دس برس میں بیان کرتا لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپس کے بعد عزم جہاد (یعنی سرحدی سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کا قاتل) ہے اس کام سے محذور ہو گیا اور میں دیکھتا ہوں کہ دوسرا اس بار کو اٹھائے گا نہیں، اس لئے میں نے یہ لکھ دی ہے کہ اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لوگ لڑ بھڑک کر ٹھیک ہو جائیں گے یہ میرا خیال ہے، اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جاوے ورنہ اسے چاک کر دیا جائے اس پر ایک شخص نے کہا کہ اشاعت تو ضرور ہونی چاہیے۔ مگر فلاں فلاں ترمیم ہونی چاہئے اس پر مولوی عبدالحی صاحب شاہ الحق صاحب عبداللہ خاں علوی، مومن خاں نے مخالفت کی اور کہا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں، اس پر آپس میں گفتگو

ہوئی اور گفتگو کے بعد بالاتفاق یہ طے پایا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں اسی طرح شائع ہوئی چلے جتنا ہی اسی طرح شائع ہوگئی، ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ نفاذ کی بنیاد کس نے ڈالی؟ تقویت الایمان کے ذریعہ پورے ملک میں دہائیت کے فتنے میں شدت پیدا کی گئی تو مولانا غمض اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے اس کے رد میں ایک کتاب لکھی جس کا نام میدان الایمان رکھا اور فرمایا یہ کتاب یعنی تقویت الایمان تمام انبیاء کی توحید کے خلاف ہے، جب تقویت الایمان عام ہوئی تو اسماعیل دہلوی کے عم بزرگوار حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر بیاریوں سے مجبور نہ ہوتا تو تحفہ اثنا عشریہ کا سارہ لکھتا ناظرین کرام آپ نے امت مسلمہ میں باطل پرستوں اور گمراہوں کی فتنہ سازیاں ملاحظہ فرمادیں اسلام کی حقیقت روز اول ہی دنیا میں موجود رہی ہے اور ہمیشہ موجود رہے گی انسان کی پیدائش اسی لئے تھی کہ وہ اس دولت گراں مایہ کو اپنے سینے سے چمکے رکھے مگر اسی عالم انسانیت میں ایسے بھی موسم آتے رہے جس کا مختصر ذکر پچھلے صفحات میں گزر چکا انھوں نے اس ہرے بھرے شاداب چمن کو تاراج کیا اور پھر پروردگار عالم نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پرہیزگار بخت کریمہ سے لے ہر ابرابھر کر دیا اس چمنستان اسلام کی اپنے پورے کمال کے ساتھ آراستگی رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بخت مقدمہ پر ختم کر دی گئی مگر باطل پرستوں کا موسم خزاں دنیا سے کب ختم ہونے والا تھا اگرچہ نبوت و رسالت کا ظہور ختم کر دیا گیا مگر باطل پرستوں کی دین اسلام پر غارتگری کب ختم ہونے والی تھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک سے اب تک برابر ایسے موسم آتے رہے کہ باطل پرستوں اور گمراہوں و بے دینوں، ملحدوں کے ہاتھ دین کی جڑیں اور اس کے تنے اور شاخوں پر پڑتے رہے جن کی انگلیوں کے نشان آج دین اسلام کے شجر مرہر و شاداب پر دکھائی دیتے ہیں۔ کیا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ غیب داں کیا ان حوادث سے بے خبر رہ سکتی تھیں آپ نے قیامت ہونے والے فتنوں سے امت کو آگاہ کر دیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ ان اللہ عزوجل تبعث بھذہ الامۃ علی داس کل مائتہ سنۃ من یجد دلہا امودینہا (ابوداؤد، از مشکوٰۃ) اللہ عزوجل اس امت کے لئے ہر صدی کے شروع میں ایک ایسی ذات کو مبعوث فرماتا رہے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے گی فتنہ اٹھانے والے اپنی پوری قوت کے ساتھ فتنے برپا کیے دین اسلام کو تباہ کرنے کی ناپاک کوشش کرتے رہے ہیں مگر پروردگار عالم کی رحمت کاملہ اپنے حبیب کی امت کو یوں ہی ان کے حال پر ہمیں چھوڑ گیا بلکہ ہر صدی میں ایسی ذات پیدا ہوتی رہے گی جو دین کی اصل حالت میں نکھار پیدا کرے اور الحاد و بے دینی، گمراہی و بد مذہبی و بد عقیدگی، و بدعات کو مٹا کر دنیا کے سامنے پیش کرے گی یہی وہ امر ہے جسے احیاء دین کہا جاتا ہے جیسا کہ یہ تجدید احیاء دین کے کام کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر امام مالک و حضرت ابو حنیفہ امام شافعی حضرت مجدد الف ثانی حضرت اورنگ زیب عالمگیر اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہم اللہ وغیرہ نے ہر صدی میں یہ کام کیا، اب ذرا پچھلی صدیوں میں دین اسلام کے اندر جو فتنے برپا ہوئے

تھے اس پر ایک نظر ڈال لیا جائے (عقائد باطلہ) (۱) حکم (یعنی ثالث بنانا شرک ہے) (۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ شریک نبوت ہیں (۳) قرآن کریم پورا پورا محفوظ نہیں ہے (۴) روح ایک جسم ہے دوسرے جسم میں جانا (یعنی تلخ ممکن ہے) (۵) قرآن عظیم مخلوق ہے (۶) عرش قدیم ہے (۷) بندہ اپنے افعال نیک و بد کا خالق ہے (۸) حساب و کتاب، میزان وغیرہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے (۹) زکوٰۃ دینا فرض نہیں (۱۰) اہل جنت کے لئے سونا مانا دونوں ہوں گے (۱۱) بندہ مجبور و محض ہے (۱۲) ایمان کے بعد کوئی چیز فرض نہیں (۱۳) شیطان کا کوئی وجود نہیں ہے (۱۴) عذاب قبر، منکر نکیر کا سوال، حوض کوثر، ملک الموت کی کوئی حقیقت نہیں (۱۵) صفات الہی مخلوق ہیں (۱۶) صفات الہی حادث ہیں (۱۷) حق تعالیٰ مکان میں ہے (۱۸) پلصراہ کوئی چیز نہیں (۱۹) جنت و دوزخ قیامت کے دن ہی پیدا کیے جائیں گے (۲۰) جنت و دوزخ دونوں فنا ہو جائیں گے (۲۱) جو صرف لا الہ الا اللہ کہہ لے اور جو چاہے کرے اس پر عذاب نہ ہوگا (۲۲) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام محض نظام خلق کو برقرار رکھنے کے لئے عذاب و سزا کا ذکر فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ عذاب کرنے سے بے نیاز ہے کہ کسی کو عذاب ہوگا (۲۳) اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے مقبول اور گناہ کرنے سے گناہ نہیں ہوتا (۲۴) ایمان عمل ہے وغیرہ وغیرہ آپ ان مذکورہ بالا دین کے اندر جو فتنے پیدا ہوئے تھے اس پر نظر ڈالیے تو خود ہی فیصلہ فرمائیں گے کہ دین اسلام کے شاداب شجر کو جڑ سمیت اکھاڑنے کی کوشش کی گئی ہے ان سب فتنوں کو دیکھ کر کون کہہ سکتا تھا کہ اسلام باقی رہے گا، مگر ایسے ماحول میں ایسے لوگ بھی موجود تھے، کہ جنھوں نے مال و دولت، عزت و آبرو جان و مال کو قربان کر کے اور ہزاروں تکلیفوں کو برداشت کر کے اپنی زبان و قلم سے اس کی حفاظت فرمائی، بلکہ اس کی حفاظت کو سرمایہ ایمان جانتے تھے چنانچہ ہر دور میں ان فتنوں کو مٹانے کے لئے محافظان دین نبی پیدا ہوتے رہے کہ جنھوں نے ایمان و کفر، حق و باطل، حرام و مستقیم، روئے و گمراہی، حلال و حرام، جائز و ناجائز کے درمیان خط امتیاز کھینچنا آخر کار حق حق ہی رہا اور باطل باطل ہو کر منہ کالا کیا، موجودہ صدی کے شروع میں جو فتنے پیدا ہوئے اسے بھی ملاحظہ فرمائیں عقائد باطلہ (۱) اللہ تعالیٰ بہت شروع میں جو فتنے پیدا ہوئے اسے بھی ملاحظہ فرمائیں عقائد باطلہ (۱) اللہ تعالیٰ بہت زمانہ مکان سے پاک نہیں (۲) اللہ تعالیٰ کذب (جھوٹ) اور دوسرے نقائص قادر ہے (۳) نبی کی حیثیت کاؤں کے چودھری اور زمیندار کی ہے (۴) وہ ذرہ ناپیز سے کمتر ہیں (۵) انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عظمت کو گھٹانا اور بھائی بنانا (۶) تمام انبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل ممکن بنانا (۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال نماز میں آبلے کو بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر بنانا (۸) اللہ تعالیٰ کے علم کو مشیت پر موقوف رکھنا (۹) اپنے شیخ و مرید کو خدائے قدوس کا جلیس بنانا (۱۰) اپنے پیر کے لئے وحی حقیقی ماننا (۱۱) اپنے پیر کا حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا بنانا (۱۲) شرک اور غیر شرک کفر و ایمان، حرام و حلال، مختلف الاحکام مسائل کا بزور زبان ایک ہی حکم بنانا (۱۳) شیطان کے علم کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے بڑھانا (۱۴) رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی وحی و اہام کو غلط بتانا (۱۶) نبی کو شریعہ مکار، بد عقل، فحش گو بتانا (۱۷) اپنی جھوٹی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے انبیاء کرام کو جھوٹا بتانا (۱۸) انبیاء کرام کی بارگاہ میں ناپاک گالیاں و گستاخیاں کرنا (۱۹) صرف لا الہ الا اللہ پر مدارِ نجات رکھنا (۲۰) جنت و دوزخ حشر و نشر کو بے حقیقت قرار دینا (۲۱) اپنی رائے سے غلط تفسیر کرنا (۲۲) تقلیدِ ائمہ اربعہ کا انکار کرنا (۲۳) ائمہ دین سے آزاد رہ کر اپنی روش بتانے کے لیے ائمہ دین کی قدروں کو گھٹانا (۲۴) ائمہ فقہ سے مسلمانوں کو آزاد کر کے اپنے فقہ کو ان پر مسلط کرنا (۲۵) خالص دین اسلام کی تعلیم میں نئی تعلیم کالج اور اسکول کی شکل میں عام کرنا جس سے نچریت، دہریت، صلح کلیت دین سے بے زاری کا جذبہ پھیلے وغیرہ وغیرہ، پھر اس پر کمال یہ کہ اپنے عقائد باطلہ کو ثابت کرنے کے لئے قرآن و حدیث کا ہی سہارا لیا گیا اور اپنے تقدس کا جال بھی بچھا یا گیا، حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں عیش و عشرت کے بعد کا دور سب سے بڑا انقلابی اور آزمائشی دور تھا جب کہ سلطنت مغلیہ کا چراغ گل ہو گیا تھا اور ہندوستان کی سیاست بہت پیچیدہ اور الجھی ہوئی تھی مسلمان انگریزوں کے ظلم و ستم سے مجبور ہو چکے تھے اور دین کے نام پر مذکورہ بالا فتنے اٹھ چکے تھے دین اسلام کے وقار کو خطرہ پیدا ہو چکا تھا، اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویت الایمان پھیلائی گئی تھی، عین ایسی نازک حالت میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پورا ہوا کہ ہر صدی میں ایک رہنمائے کامل بھیجتا ہے جو مردہ سنتوں کو زندہ کرتا اور بدعات کو مٹاتا مگر ایسی کو دور کرتا اور قوم کو بھولی بستی باتوں کی یاد دلاتا ہے جس کی پہلی کڑی حضرت عرب بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے اور درمیان میں مشہور شخصیتیں جو اس کام کی انجام دہی کے لیے پیدا ہوئے حضرت امام مالک امام شافعی، رازی، غزالی، ابوبکر باقلانی، مجدد الف ثانی شاہ اورنگ زیب عالمگیر شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رضی اللہ عنہم اور اس کی آخری اس صدی میں امام احمد رضا ہیں، آپ ایسے وقت پیدا ہوئے یہ فتنے جو ہم نے ذکر کیے ہیں اٹھ چکے تھے انگریز حکومت کے ذریعہ ان فتنوں کو ہندوستان کے ہر گادے ہر شہر ہر گھر میں پھیلا یا گیا تھا آخر کار ایک مرد مومن کامل و ارث علم رسالت تاجدارِ اہلسنت امام احمد رضا خدا و رسول کا سہارا لیکر ان باطل پرستوں اور انگریز حکومت سے مقابلہ کیا اٹھ کھڑے ہوئے کہ جنہوں نے اپنی زبان اور نوک قلم کو حرکت دے کر اس طوفانِ کافرانہ کیا انگریز اور سچے غلام یعنی مولوی اسماعیل دہلوی ان کے متبع علماء و دیوبند چلا اٹھے جو مجدد کی ذمہ داری ہوتی ہے یعنی جو لوگ کتاب و سنت پر عمل ترک کر چکے ہوں اور سنتیں مٹتی جا رہی ہوں تو سنتوں کو زندہ کرنا اور کتاب و سنت پر عمل کرنے کے لیے حکم دینا اور کوشش کرنا اور باطل پرستوں سے جہاد کرنا وغیرہ امام احمد رضا اس کو اپنے پورے کمال و ہمت کے ساتھ کر دکھایا، مجدد کی تعریف یہ ہے کہ جو علم و فضل و کمال کے معراجِ شہرت پر نمایاں طریقے سے علماء و وقت کا مرکز علم بنے یہاں تک کہ علماء و حرمین طیبین کا اور تفقہ الدین کے کمال پر جہاں علماء و بصیرت بھی نہ پہنچ سکیں اور جو احادیث صحاح ستہ کے ساتھ ساتھ اور دیگر معتد و مستند کتب احادیث کو مع سلسلہ رواۃ کے زبانی یاد کرے اور صرف و نحو

اور معانی و بیان منطق و فلسفہ کلام و تفسیر وغیرہ علوم کا امام ہو اور اس کے ساتھ ساتھ تقویٰ و طہارت میں کامل ہو، ایک مجدد کو صحت عقائد، تقویٰ آمیز عمل کے ساتھ بصیرت اسلامیہ و تفقہ فی الدین عطا کیا جاتا ہے جو تجدیدِ احیاء دین کی جان ہے اور یہ وہ نور ہے جس کی روشنی میں وہ اسلام دائرہ میں رہ کر بحرِ العقول کا رنلے انجام دیتا ہے جس سے دوسرے صاحب کمال اذہان خالی ہوتے ہیں اور علوم قرآنیہ پر وہ پوری پوری نظر رکھتا ہے جس میں ایک طرف وہ مشا دین سے اچھی طرح واقف ہو تو دوسری طرف تفسیر بالرائے سے محفوظ رہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات صحابہ کرام، ائمہ دین کے اقوال و تفسیر کے ساتھ کامل نگاہ رکھے اصول احادیث اور علم الرجال سمیت احادیث پر پوری پوری دستگاہ رکھتا ہو اور احادیث کا مفہوم ناخ و منسوخ کو اچھی طرح جانتا ہو ان علوم میں کمال کے لیے عربی صرف و نحو و علم لغت و معانی و محاورات عرب میں مہارت تام حاصل ہو یہ سب باتیں امام احمد رضا میں بدرجہ اتم موجود تھیں آپ کی ذات گرامی ایسی نہیں ہے کہ آپ کے علوم کا احاطہ ہم جیسے لوگ کر سکیں پھر بھی کچھ علوم کی فہرست جس میں آپ ماہر اور امام تھے ملاحظہ فرمائیں قرآن کریم تفسیر، قرآۃ، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، اسماء الرجال، جمع و تعدیل، فقہ، اصول فقہ، معقول، منطق، کلام، ادب، معانی، بیان، بدائع، بلاغت، صرف، نحو، عروض، قوافی، تصوف، سلوک، تواریخ فی تاریخ، سیر، مناقب، علم ہندسہ، حساب، جبر و مقابلہ ریاضی، ہنیات، طبیعیات، نجوم، علم جفر، تفسیر، توقیت وغیرہ، بعض وہ علوم ہیں جن پر یورپ کو اقتیاد اور فخر تھا اور یورپ ہی ان علوم کا مرکز سمجھا جاتا تھا اور جو صرف انگریزی ہی میں تھے، ان پر عبور ایک کرامت تھی، امام احمد رضا نے مختلف علوم و فنون میں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن کے مطالعے آپ کی بحر علمی اور جامعیت کا انداز کیا جاسکتا ہے آپ کی تصنیفات کم و بیش بارہ سو ہیں اور بعض بعض کتابیں کئی کئی جلدوں میں فقہ و احکام شرع و علوم اسلامیہ میں امام احمد رضا کے بلند پایہ مجدد ہونے کی شہادت، آپ کا مجموعہ فتاویٰ ہے جس کا تاریخی نام العطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ ہے جو بڑی تقطیع کی بارہ جلدوں میں ہے اور ہر جلد میں ایک ہزار سے زائد صفحات ہیں اس فتاویٰ مبارک میں مسائل فقہ اور جزئیات و جوابات مدلل اور مکمل ہیں مگر بے شمار نازک تر ضمنی مسائل اور ان تحقیقی علوم و فنون کا ایسا نادر ذخیرہ ہے جو فقہاء متقدمین و متاخرین کے بسوط مصنفات میں بڑی سرگردانی اور کاوش کے بعد مل سکیں، آپ نے متعدد کتابیں عربی زبان میں تحریر فرمائیں ہیں جو تحقیقات کے خزانے ہیں جن کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے آپ کو ہر علم و فن میں کمال عطا فرمایا تھا آپ نے قرآن کریم کا نہایت سلیس جامع ترجمہ بھی فرمایا ہے جو اپنی شان میں تمام ترجموں سے ممتاز ہے اور با محاورہ ہونے کے باوجود صحت کے اعتبار سے بے مثل اور اہل علم میں بہت مقبول ہے، آپ کی بحر علمی اور شان تجدیدیت کا اعتراف علماء عرب، مصر، شام عراق، اردن بیروت افغان و ہندوستان وغیرہ کے ان جلیل القدر حنفی، مالکی، شافعی علماء کرام و مفتیان عظام کو ہے جن کی بارگاہ میں صاحبان کمال صاحب علم کی پیشانیاں جھکی رہتی تھیں ملاحظہ ہو سام الحامی، الدولہ المکیہ وغیرہ۔

تیرہویں صدی ختم ہوئی حکم الحرام کا آفتاب نمودار ہوا تو مجدد دین ملت امام
بریلوی نے فرمایا اب صدی بدلی، گویا اب تک جو اہل باطل و گمراہوں بد مذہبوں کا رد
و البطل ایک مفتی شرع اور عالم دین کی حیثیت سے تھا لیکن اب چودہویں صدی میں
جو کام ہو گا وہ ایک مجدد ہونے کی حیثیت سے ہو گا اور تمام علوم قدیمہ و جدیدہ میں
فرق کیا جائے گا، ہر مظلوم و بے دین، و مصلح کی و بد مذہب و بد عقیدہ کو جہاد فرما کر تلوار
قلم سے اس کے کفر کو دار تک پہنچایا جائیگا اور ناموس رسالت کی حفاظت
کی جائے گی ہر ذل مسلم کے اندر عشق خدا و رسول محبت اولیاء کی دولت بھر
دی جائے گی، اگرچہ میرے مقابلے میں انگریز حکومت اور اس کے وفادار غلام
دین اسلام کے ٹھیکیدار بن کر علماء دیوبند کی شکل میں آئیں گے ان آمرانہ و جارحانہ
طاقتوں کے خوف سے بے نیاز ہو کر بلا خوف و مہمت لایم حق کا پرستار ہو کر بڑی بے باکی
جرات و ہمت کے ساتھ ان کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی خدا داد صلاحیتوں کے
ساتھ تجدید احیاء دین کا کام کیا جائے گا، چنانچہ آپ نے تجدید احیاء دین کا کام
شروع کیا جس طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء اٹھ
اکبر کے دین الہی کے فتنے کو دبا کر رکھ دیا اور لوگوں کو دین مصطفیٰ علیہ التیمۃ و الثناء
کی طرف متوجہ کیا اور دنیا آج تک اکبر کے اس فتنے کو تحقیر اور حضرت مجدد الف
ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس کارنامے کو تحسین کی نگاہوں سے دیکھتی ہے، انصافاً
پسند غور فرمائیں کہ اکبر کے دین الہی کے فتنے کی بیخ کنی کو دین کو مسخ کرنا کہیں گے یا

تجدید احیاء دین؟ یقیناً ہر منصف مزاج دل پکارے گا کہ اسی کو تجدید احیاء
دین کہتے ہیں، چنانچہ مجدد دین و ملت امام احمد رضا نے اس صدی میں جو
علماء سود برطانیہ گورنمنٹ کے ذریعہ فساد برپا کرنے کے لئے پھیلائے تھے مثلاً
مولوی اسماعیل دہلوی اور علماء دیوبند نے جو باطل عقائد پھیلائے جن کا ذکر پہلے
گزرا چکا ان کے خلاف جہاد فرمایا اور ان فتنوں کو دبا کر صحیح اسلامی روپ پیش
کیا، کیا اس کو فساد کہا جائے گا؟ یا تجدید احیاء دین؟ امام احمد رضا نے اہل بدعت
و ضلالت، قادیانیت و نجدیت، سامراجیت و دہریت کا رد فرمایا اور جو کافر
تھے انہیں کافر بتایا جس کی تمام عرب و عجم کے علماء نے تصدیق کی جب علماء دیوبند
کی ان دین سوز عبارتوں پر سارا عرب و عجم پکارا اٹھا بڑے بڑے مفتیان
عظام اور علماء کرام لرز اٹھے تو پھر یہ کیسے ممکن کہ مجدد وقت خاموش رہتا امام
احمد رضا کو اسلام کے انتہائی درد مند نے چین کر دیا باطل کی نقاب کشائی فرمائی
اسی کو تجدید احیاء دین کہتے ہیں اور اسی وجہ سے آج عالم اسلام امام احمد
رضا کو مجدد دین و ملت کہتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد والہ
و صحبہ و اہل بیتہ اجمعین
برحمتک یا ارحم الراحمین

ریڈی مکسڈ پینٹس

وارنش

ترپنٹائن

تھینر

لیننڈ آئل

بلیٹومین و انٹرس وغیرہ کے لئے

ہمیشہ بھی ناہیکاد رکھئے

پینٹ

پروپرائٹڈ
بجرا لاجیڈ دھولپوری

شرف علی بلڈنگ ۳ پائیس اسٹریٹ۔ بائیکل اسٹیشن روڈ بمبئی ۴۰۰۱۱۲

امام احمد رضا

حدیث نبوی کی روشنی میں

مولانا عزیز احمد اشرفی بستوی

مولانا عزیز احمد اشرفی ملت اسلامیہ کے اس جوان سال عالم کا نام ہے جسے ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے پردہ خاک کیا تیس سال یہ نوجوان عالم ایک ذی استعداد مدرس، کامیاب خطیب و مقرر، باصلاحیت مفتی تھا بنظم و نسق اور حرکت و عمل میں مولانا عزیز نے جو اہم رد و اد کیا ہم انہیں بھلا نہیں پارہے ہیں۔ دارالعلوم دیوان شاہ بھیرنڈی کو ایک نخلص اور ہونہار عالم ملا لیکن جلد ہی داغ مفارقت بھی مٹ گیا مولانا عزیز ضلع بستی کی تحصیل بانسی کے موضع چوکھوا کے رہنے والے تھے اور شمالی یوپی کی شاندار درسگاہ دارالعلوم فیض الرسول براؤں کے قابل تلامذہ میں سے تھے۔

گزشتہ سال آل انڈیائی لیگ کے پچھم تلے مجدد اعظم کانفرنس (منعقدہ ۹ مارچ ۱۹۵۷ء) میں مولانا عزیز نے امام احمد رضا پر ٹھوس تقریر کی جسے حاضرین نے بہ حد سراہا۔ آل انڈیائی لیگ کی تحریک دہر و گرام سے متاثر ہو کر مولانا موصوف نے امام احمد رضا نمبر کے لئے ذیل کاموں تلبنہ کیا تھا اور خواہش ظاہر کی کہ یہ مضمون نمبر میں ضرور شریک اشاعت ہو۔ ہم مولانا عزیز احمد اشرفی کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں کہ جدا ہونے سے پہلے اپنے امام احمد رضا کی بارگاہ میں خراج عقیدت کا ایک انمٹ گلہ سہ پیش کر کے خود کو احساس شناسوں کی صف میں شامل کر دیا۔ مولانا فیض موصوف کی قبر پر اپنی رمتوں کی بارش فرمائے۔

(ایڈیٹر)

اور محض ساقطہ بنالیا تھا۔ تم اس ذوالفقار حیدری سے خوب واقف ہو جس نے خوراج کا برحق ہوں خارجیت کے تلخ کو تلخ کر دیا اور اس کے وجود سے دنیا کو پاک و صاف کر دیا۔ ہم امام عالی مقام کو غلوب نہ کہو گے جن کے قطرات خون نے یزید کی جبروتی اور طاغوتی حکومت کے تخت کو ایک سال کے اندر پلٹ دیا۔ تم زید شہید کو مقہور و مظلوم نہ کہو گے جن کی چند آہوں نے عباسیوں کے عروج و ارتقاء کو جلد از جلد ٹٹی میں ملا دیا۔

غرض اسلام کے مقابلے میں کبھی یزید کی بادل آئے اور کبھی مجاہد غبار کبھی مامون طاقت نے اس کے سلسلے کے جرات کی اور کبھی تاتاری قوتیں اس سے ٹکرائیں کبھی خارجی شور و شکر نے اس سے مقابل کیا تو کبھی نفس کی طاقت نے اسی کو زیر کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن سب کے سب اس مضبوط و مستحکم پیادے سے ٹکرا کر پاش پاش و زیرہ و زیرہ ہو گئیں اور ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
انتہائی یہ ابھرے گا جتنا ہی دباؤ لگے

بہر حال باقی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پہلے ہم نے جنتان کی ہر طرح سے مخالفت کی گئی اور ہر زمانہ میں اس گلشن کا بھرپور مخالفت و عداوت کی گئی اور ہر نئے

لا یزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الخ لا یضرهم من خالفهم
والخ لا یعلو ولا یصلی

ترجمہ :- ہمیشہ میری امت کی ایک جماعت غالب رہے گی اس کی مخالفت کرنے والے اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ اور حق بلند بالا رہتا ہے اور وہ مغلوب نہیں ہوتا

یہ ارشاد نبوی محدثین کے معیار اصول پر درج صحت کو پہنچنے چکے ہے اور حاملین شریعت فقہائے کرام نے متعدد مسائل میں اس حدیث پاک سے احتجاج کیلئے عمار دینی مسائل میں بطور دلیل بیان کیلئے اور اگر تم تواریخ دیر کے اسلامی اوراق کا بغور غایت مطالعہ کر دو گے تو تمہیں دور ماضیہ کا ہر قرن اور ہر زمانہ کا ایک ایک ماحول اور ہر ایک واقعہ کی نرالی ادا تم کو اسی شان میں نظر آئے گی جس کا حدیث شریف میں تذکرہ فرمایا گیا ہے۔

اے مسلمانو! تم نے تواریخ دیر کے ان اوراق کا مطالعہ کیا ہے اور ان محرومہ کا حال پڑھا ہے جن کے ارتداد نے اسلام کو ٹھٹھا کرنا چاہا تھا مگر سیف ہدایت نے سب کوئی انا کر دیا۔ تم نے عثمان اسلام میں اس فرعونی حکومت کا حال پڑھا ہو گا جس کی تاجدار اور سلطنتی قیصر دوسری کے لئے تھی لیکن ناردقی سلطوت و جلالت عدالت نے ستیاناس کر دیا۔ تم نے عثمانی سلاب فتح کا مطالعہ کیا ہو گا جس نے خشکی کے پہاڑوں اور سمندر کے موجوں کو اپنا ایک چھوٹا سا درہ

دن کوئی نہ کوئی تفتہ۔ مقدس اسلام کے مقابل اپنا سر اٹھاتا تھا مگر خداوند قدوس نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقدس اسلام کی حفاظت اور نگہبانی کے لئے ہر قرن ہر زمانہ اور ہر صدی میں اپنے پاک بندوں کو بھیجتا رہا جو مصطفیٰ پیارے کے اس پہلے گشت کی آب یاری کرتے رہے اور خالفین اسلام کی بڑھتی ہوئی طغیانیت اور سرکشی کی دھجیاں بکھیرتے رہے۔ اور پرچم اسلام و عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند کرنا اپنا شعار زندگی بنا رکھا۔ یہی لوگ ہیں کہ غلبہ جن کا غلام اور نصرت جن کی کیت رہے اور کیوں نہ ہو۔ ع

جہاں پہنچے زمین کو آسماں سے کر دیا اور نجا

دور کیوں جا رہے ہو اسی ہندوستان کو دیکھو جس نے عرصہ سے ہردن میں نیا فتنہ کھڑا کر کے پر صلف اٹھالیا ہے۔ نیچری خدا کے وجود سے انکار کرتا ہے جنت اور دوزخ کو دھکی کے الفاظ قرار دیتا ہے تو اسی ہند پاک میں کوئی انبیاء علیہم السلام کی نقیص و توبین کو اپنا مذہب قرار دیتا ہے کسی نے پیدا لایا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی پیدا ہونے کا دعویٰ کیا تو کوئی دوسرا اپنے کو خود نبی ہونے کا دعویٰ کر لیا۔

غرض وہ کون سا دن ہے جس دن آفتاب کا طلوع ایک نئی گمراہی اور سیدی پر نہ ہو۔ مگر اس حقیقت کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی مانا ہوا اور مسلم ہو چکا ہے کہ دین اسلام کو مٹانے یا بدلنے کیلئے جب بھی کسی طاقت نے سرا بھارا تو فوراً خداوند قدوس نے اس کو ختم کرنے کے لئے اپنے خاص بندوں میں کسی نہ کسی کو انبی غیبی نصرتوں سے ضرور نوازا جن نے خالفین اسلام کی شمشیر سرکوبی کی۔ ہماری زبانوں پر اب بھی ہر فرعون نے رام کی لاپرواہی کا پرہیز جلا بیٹھا ہے۔

مگر بات ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مقدس دین حق کو دنیا میں تشریف لائے دنیا میں تقریباً پونے چودہ سو سال کا طویل عرصہ گزرا۔ اس مدت میں اس پاک دین نے ہزاروں بلاؤں سے مقابلہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پہلے گشت کے لئے بہت تیز اندھیلا آئیں اور اپنا اپنا زور دکھا کر چلی گئیں۔ نہ جانے کتنے مصائب اور فتنوں سے اس دین پاک کو مقابلہ کرنا پڑا۔ بارہا اس آفتاب پر تاریک بادل اور غبار آئے مگر آفتاب حق اس طرح بھی چمکتا و دھکتا ہے جس طرح بال اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو روشن و نور کیا تھا اور کیوں نہ ہو جب کہ خود خلاق کائنات اس دین کا حافظ و ناظر ہے۔

مگر بے وفاداران مصطفیٰ علیہ القیۃ والثناء مقدس اسلام کے خالفین میں اور ان تمام فتنوں میں زبردست فتنہ اور تمام مصیبتوں میں زبردست و خطرناک مصیبت۔ وہاں، نجدیل کا فتنہ ہے جن کی خبر غیر صادق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی دیدی تھی اور طرح طرح سے اس فتنہ سے مسلمانوں کو آگاہ کر دیا تھا ملاحظہ ہو مشکوٰۃ جلد دوم۔

حدیث نبوی کے مطابق جہاں وہ دن دیکھنا پڑا۔ جب کہ نجدیوں نے اپنے مخصوص انداز میں دہمیت کی ابتداء کی اور دیکھتے دیکھتے یہ دہمیت و نجدیت پوری قوم میں مبالغہ کی طرح سے اُٹھتی چلی آ رہی تھی جس کا مقصد اصل صرف مسلمانوں کے دلوں سے الفت رسول و محبت مصطفیٰ

کو نکالنا تھا۔ بالفاظ دیگر ایمان والوں کے ایمان کو چھیننا تھا۔ اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار و نقوش کو مٹانا تھا۔ غرض رسول جن و بانی عناصر اپنے اس کردار میں کامیاب ہوتے جا رہے تھے۔ یعنی جہاں رسول کے دلوں سے الفت رسول نکال رہے تھے مسلمانوں کے متعلق ایمان لوٹنے میں بھرپور جملہ کر رہے تھے۔ یعنی پرچم مصطفیٰ و عظمت رسول کو سرنگوں کرنے کے لئے اُنھک کوشش کر رہے تھے۔ خاص کر ہند پاک کی فساد و دہمیت و نجدیت کے تیز و تند اندھیوں سے غبار آلود ہو چکی تھی۔ ہر طرف الحاد و بدعتی کی گھٹا ٹوپ تاریکی بھائی ہوئی تھی۔ بدعتی بدعتی کی کالی کالی گھٹاؤں نے ایمان و ہدایت کی روشنی کو ڈھانپ رکھا تھا۔ بستم بالائے تم یہ تھا کہ یا رسول اللہ کہنے والوں کی زبانیں تراش لی جاتی تھیں اور ان پر فوراً کفر و شرک کا فتویٰ لگنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا جاتا۔ رحمت پر درہگاہ کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے خالفین کا بیکردار دیکھنا کی خلاق کائنات نے اپنی قدیم عادت کے مطابق اپنے فضل خاص سے سر زمین بریلی کو نوازا اور اس بڑھتی ہوئی طغیانیت جو بیشک دہمیت نجدیت رو نما ہوئی تھی، اس کو تار و مار کر کے احقان حق و باطل باطل کے لئے فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کو منتخب فرمایا۔ وہ فاضل بریلوی جس نے ایمان و یقین کے ستے ہوئے نفوس کو اپنے تجدیدی کارناموں سے اجاگر کر دیا۔ جس نے حدیث نبوی کے مطابق کیمیری امت کی ایک جماعت غالب رہے گی۔ الخ۔ امام احمد رضا نے اس جماعت کی قیادت کی باگ دوڑ اٹھائی اور بارگاہ مصطفوی کے دیدہ و بینوں کی سازشوں کو بے نقاب کیا جو سراب نور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا وارث بن کر اپنے تحقیقی کارناموں سے بد مذہبیت کی کالی گھٹاؤں کو چاک کر دیا جس نے صدیق اکبر کا نائب بن کر گستاخان رسالت کو موت کے گھاٹ اتار دیا جس نے امام اعظم کا آئینہ بن کر اسلامی مسائل اور شرعی احکام کے چہروں سے گرد و غبار صاف کر کے ان کو اصلی شکل میں پیش کر دیا۔ جس نے شہنشاہ ہند کا نظریہ کر الحاد کی گھٹا ٹوپ تاریکی کو چیر دیا۔ جس نے آفتاب رشد و ہدایت بن کر دہمیت کی تیز و تند آندھیوں کا مقابلہ کیا جو محمدی کچھار کا شیر بن کر نام نہاد مذہب بھیر یوں کا تلخ قلعہ کر دیا جس نے امت مرحومہ کا دین تازہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مردہ سنتوں کو زندہ کر دیا۔ وہ فاضل بریلوی جن کو پوری دنیا امام اہلسنت کہتی ہے۔ مجدداتہ حاضرہ کہتی ہے۔ دور حاضرہ کا عظیم المرتبت مجدد جہاں اپنی شان مجددیت میں درخشاں دتا ہاں۔ وہیں علم و کمال کا ایک بحر ذخار بھی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے دین کے اس عظیم ارشاد کو وہ بلند مرتبہ عطا فرمایا اور علم و فضل کے اس مقام پر سرفراز فرمایا جس کے سامنے بڑے بڑے فلاسفوں اور منطقوں نے بعد احترام زانوئے ادب طے کیا جس نے اپنی خدا داد علوم کی تابناک شاعروں سے بڑے بڑے حکماء و فلاسفہ کو چکا چوندھ کر دیا۔ مجدداتہ حاضرہ امام احمد رضا نے یہ کھرب مسلمانوں کے عظیم رہنما و رہبر تھے بلکہ تحریری میدان کے ایک عظیم شہ سوار بھی تھے جب سیف قلم لیکر میدان میں اترے تو جہاں حق و باطل میں خطا مٹیا دیکھنا ہی نہیں بڑے بڑے شرار و دابارہ حکماء و مفتیوں کو اپنا اپنا سر ٹیک دینا پڑا اور کیوں نہ ہو۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رخصت مسلم

جس سمت آگے ہو سکتے بھاد دینے ہیں (بقیہ صفحہ ۷۸۳)

دینی خدمات

محترمہ خدیجہ نشاط شرفی

لئے دی جاتی ہے کہ جرم کا انحصار ہو، چور کو چور مجسٹریٹ نہیں بناتا، بلکہ اس کی چوری کے جرم نے اس کو چور بنایا، مجسٹریٹ نے تو چور کو اس لئے سزا دی کہ دوسرا اس جرم کا ارتکاب نہ کرے۔

علمائے سابق نے رد و بابت کے سلسلہ میں زیادہ تر تقریر سے کام لیا جس سے مرث اس دور کے لوگ فیض پا چکے، لیکن حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقریر کے ساتھ ساتھ تحریری رد کے بھی اخبار لگا دیئے جس سے مستقبل میں آنے والی نسلیں بھی مستفید ہو سکیں۔ آپ نے ایک طرف احتیاق حق و ابطال باطل کی خاطر اپنے دور کے تمام فتوؤں کی سرکوبی فرمائی تو دوسری طرف حق کو بند رکھنے اور باطل کو کچلنے کیلئے سنیوں کو دلائل اور براہین کے محزن سے مالا مال کر دیا۔ تاکہ جب کوئی بیدی فرقہ سرابھارے تولے دیں کچل کر رکھ دیا جائے، یہ اطمینان کی تحریروں کا فیض ہے کہ آج بھی سنی عالم اپنے اسٹیج سے دہائیوں کی بے دینی کی دھجیاں اڑاتا ہے ان کے کفر و ازداد کو بے نقاب کرتا ہے۔ اور میدانِ مناظرہ میں ہمارے خاطر باطل پرستوں کو ایک شکست دینے میں کہ سوائے فراہ کے اور کوئی راہ نظر نہیں آتی۔

تاریخ میں ایسی مثال شاید ہی ملے کہ کسی مذہب کی پیروی کو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا مرتکب ہوا ہو، لیکن یہ دہائی اور دیوبندی اسلام کے نام پر ہی باقی اسلام سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں، تبلیغ دین کا دھونگ رچا کر دین کی بنیاد کو کھوکھلا کرتے ہیں۔ سرکارِ ہی کے بتائے ہوئے ارکانِ نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ کو تو پابندی سے ادا کرتے ہیں لیکن ان کے علمِ فہم کے حکریں — اسلام کی بستی کو تسلیم کرتے ہیں اور باقی اسلام شاہ کوہِ نین کی عظمت و رفعت سے انکار کرتے ہیں، ان کی تعظیم کو شرک و بدعت کہتے ہیں، کسی بھی مذہب کو تسلیم کرنے سے پہلے باقی مذہب پر اعتقادِ مجدد ضروری ہے اور اعتقادِ اسکا پر کیا جاتا ہے جس کی عظمت سے دل خاں ہو، جس کی رفعت کو فعل تسلیم کرتی ہو، جس کی بستی کے آگے دنیا کی ہر چیز بیچ نظر آئے تب ہی اس کے فرمان پر یقین کیا جاسکتا ہے۔ اس کی صحیح سچائی میں پیروی کی جاسکتی ہے اور اس کے بتائے ہوئے راستہ پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر باقی مذہب کی عظمت و رفعت کا دل منکر ہو تو ظاہر ہے وہ عقیدت پیدا ہی نہیں ہو سکتی جو ایمان کی جان ہے۔ اور عقیدت اگر کھوکھلی ہے تو ایسے مذہب سے کیا فیض

امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت سنیوں کی دنیا میں ماہ نیم ماہ دہر نیم روز کی طرح درخشاں ہے۔ دنیائے اسلام و سنت پر ان کا یہ احسان ہے کہ انھوں نے دہائی اور دیوبندیوں کے خلاف کھلی تحریک چلائی اور ان کی کفری عبارتوں کی وضاحت فرما کر ایمان والوں کو ان کی پیروی سے محفوظ رکھا۔ در نہ بہت سے سیدھے سادے سنی مسلمان جن کو ان کی کتابوں کے مطالعہ کا کبھی اتفاق بھی نہیں ہوا ان کے ظاہری تقویٰ کے جال میں پھنس کر اپنا سراپا ایمان کھو بیٹھے۔

دہائی اور دیوبندی چونکہ اپنے آپ کو سنی کہتے ہیں اور حنفی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، قرآن و حدیث پر عمل کا اظہار کرتے ہیں، نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ سنیوں کی طرح ادا کرتے ہیں، اس لئے ان کی پہچان سیدھے سادھے سنی مسلمانوں کے لئے محال تھی۔ ایسے عالم میں حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیوبندی مذہب کے خیالات فاسدہ و عقائد باطلہ کو بے نقاب کر کے ان کی اصلی شکل سے زمانے کو روشناس کرایا۔ ان کے دلیل و دکر سے سنیوں کو آگاہ فرما کر ان کے قریب کا پردہ چاک کر دیا نیز ان کی بے جا اطاعت سے سنیوں کو محفوظ رکھ کر ان کے ایمان کی حفاظت فرمائی۔ اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت سے جو عین ایمان ہے بلکہ ایمان کی جان بھی ہے، سنیوں کے دلوں کو معمور کر دیا۔ انہوں نے دامنِ رسول کو ہی مسلمانوں کی پناہ گاہ بنا کر ہمیشہ کیلئے ان کو اس دامن سے وابستہ کر دیا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن دین و ایمان ہے، اس کو چھو کر خواہ کچھ بھی ہو لیکن مسلمان نہیں ہو سکتے، یہ ایک ایسا نظریہ انھوں نے مطافِ ریاض پر کل بھی سنیوں کا عمل تھا آج بھی ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ بھی رہے گا۔

دیوبندی علماء جو بارگاہ رسالت میں گستاخی کرنے کے عادی ہو چکے تھے جب ان کو اپنی تحریک کمزور نظر آنے لگی اور اپنے مشن کی ناکامی کا احساس ہوا تو انھوں نے غم و غصہ کے اظہار میں امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفر ساز مشین کہہ کر مخاطب کرنا شروع کیا لیکن بقول حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ و رضوان — کوئی بھی کسی دوسرے کو کافر بنانے کی سکت ہی نہیں رکھتا، کفر کہنے والا خود اپنے آپ کو کافر بناتا ہے، البتہ اس کے کفر کہنے اور کفر بننے سے امتِ اسلامیہ کو باخبر کر دیا جاتا ہے تاکہ ان سے بچیں اور کفریات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں۔ دنیا جانتی ہے کہ مجرموں کو سزا اس

حاصل کیا جاسکتا ہے اس کی اہمیت ہی کیا ہوتی ہے۔ خود سرور دو عالم کا فرمان ہے کہ اس (ذات پاک) کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اس کی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (بخاری شریف) اسی حدیث کے پیش نظر حضرت فاضل ریوی نے اپنی آخری مجلس میں لوگوں کو یہ نصیحت فرمائی کہ "اے لوگوں! تم پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھیر میں ہو اور بھیرے تمہارے چاروں طرف ہیں" وہ چاہتے ہیں کہ (حدیث نبوی کی دو مشنی میں کا بقیہ)

امام اہلسنت مجدد اعظم امام احمد رضا نے تقریباً تمام فنون کے متعدد کتابیں تصنیف کی اور ایسی مضبوط و مستحکم تصنیفات آپ کی ہیں کہ دوسرے مصنف اور مؤلف کو اس کے سامنے دم مارنے کی ہمت نہیں ہوتی ہے۔ مگر آہ اے مسلمانوں! اس عظیم رہبر کی نہ جانے کتنی تصنیفات سے ابھرا تک ہم محروم ہیں۔ حالانکہ ہمارے اس عبقری رہنما نے ہمارے لئے بیشمار تحائف رکھ چھوڑے ہیں مگر ہم ہی کہ اس کا طرف توجہ نہیں کرتے صبر ارباب ک بادل الٹے یا سنی لیگ اور ہندو ہزار مبارک یاد ماہنامہ المیزان کو جس نے سنی لیگ کی مجلس رضا کے زیر اہتمام امام احمد رضا خاں کے اشاعت کا اعلان فرمایا۔ دقت اُٹھ گیا ہے کہ ہم بیدار ہو جائیں اور سونے والوں کو جگا دیں، اور جاگنے والوں کو متحرک کریں نئی نسل کی ابھرتی ہوئی توانائی کا نام ہے سنی لیگ اور دھڑکتے دلوں کے ترجمان کا نام ہے المیزان۔ بولنا تو اُنہی تمام مسلمانوں کو امام احمد رضا کے تجدیدی و تحقیقی کارناموں سنی لیگ کے پر درگرموں اور المیزان کے پیغاموں کو قبول کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ نقطہ

خادم بارگاہ اشرفیت

عزیز احمد اشرفی بستوی

25-10-75

دارالعلوم دیوان شاہ۔ بھیت پری۔ تھانہ

ہمیں بہت کم تہیں فتنہ میں ڈالیں۔ ہمیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں۔ ان سے بچو۔ اور دور بھاگو۔ دیوبندی، دہلوی، قادیانی، رافضی اور پنجری، سب فریضے بھیرے ہیں۔ تمہارے ایمان کی ناک میں ہیں ان کے حلوں سے ایمان کو بچاؤ۔ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم، رب العزت جل جلالہ کے نزدیک ہیں۔ حضور سے صحابہ کرام روشن ہوئے، ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے اور ان سے ہم روشن ہوئے اب ہم تم سے یہ کہتے ہیں کہ یہ نور ہم سے ہے اور ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو اور نور ہے کہ اللہ و رسول کی سچی محبت ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تحکیم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت۔ جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ، جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایسی بہت سی نصیحتوں کو سنی مسلمانوں نے اپنا دین و ایمان بنالیا ہے۔ اور ان حالات کو دیکھتے ہوئے دیوبندیوں اور دہلویوں کو اچھی طرح اندازہ ہو گیا کہ مسلمان جب تک "مجدد اعظم" کے دامن سے وابستہ رہیں گے ان کو دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی اپنے دین و ایمان سے برگشتہ نہیں کر سکتی، حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم و کمال کا تذکرہ صرف ہندوستان ہی میں نہیں، عرب مصر شام میں بھی رہا۔ حرمین شریفین کے علمائے ان کے علم و فضل کا کمال تسلیم کیا اور ان کی بیعت سے مستفیض ہوئے، ان سے خلافت و اجازت حاصل کی۔ اگر بارگاہ رسالت کے ہندو گستاخ ان کو "مجدد الفطیل" کہہ کر ان کے علم و کمال کو تسلیم کریں تو اس سے ان کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا، وہ ایک مارت و کمال ہونے کے ساتھ ساتھ شریعت کے عظیم المرتبت امام و پیشوا تھے۔ جن کی زندگی کا ہر لمحہ کتاب و سنت کے اتباع میں گزرتھا۔ اور جن کی تپاوت کو آج بھی سنی مسلمان باعث فخر سمجھتے ہیں۔

الانڈیا سنی لیگ کے مستقل خدمت گزار

کلائٹ ہاؤس

پبلک جلسوں، کانفرنسوں، شادی اور دیگر تقریبات کے لائٹ ڈیکوریشن اور لاؤڈ اسپیکر کے ماہر و ممتاز کنٹرولر سس اور ریڈیو ریسپورڈر

یعقوب گلی، قریب جے جے ہسپتال، بمبئی نمبر ۳

مالک: محمد سجاد

شان تجرید

حضرت مولانا سید شمس الضحیٰ پریل چیمہ رحمت
اور نیٹیل کالج غازی پور

سالمہاد رکعت وبت خانہ می نالہ حیات
تاز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

فضائے بسید میں الحاد و دہریت، کفر و شرک، بدعت و ضلالت، دین سے بے رغبتی
و بے اعتنائی اور بارگاہ ربانی و شان رسالت میں مونہ گائیوں کے مہلک جراثیم پوری طرح
سرائت کر چکے تھے۔ رہنروں اور عیاروں نے ارشاد و ہدایت کا بادہ اوڑھ کر افتراق و انتشار
اور ضلالت و گمراہی کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ امت مسلمہ کے مراکز ایمان و اسلام پر نقب زنی
کا طاعون قیامت فرشتہ صورت و بد باطن مذہبی پیشواؤں نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا۔

ولادت باسعادت

(۱) ولادت باسعادت :- ایسے ہیبت و تاریک ماحول میں ضرورت تھی ایک ایسے
آفتاب کی جس کی نورانی کرنوں سے باطل پرستوں کی نگاہیں خیرہ اور مسلمانوں کے قلوب
جگمگا اٹھیں۔ اور ایک ایسے صلح دہری کی جو اپنے ارشاد و ہدایت سے بہکتی ہوئی اور گمراہی
کی طرف بڑھتی ہوئی دنیا کا رخ پھیر کر صراطِ مستقیم کی طرف کرے۔

۱۲ شوال المکرم ۱۲۸۷ بروز شنبہ بوقت ظہر مطابق ۱۲ جون ۱۸۷۰ء موافق ۱۱
جیٹھ صدی ۱۲۸۷ء سمیت کو جسولی بریلی شریف میں اسلامی تاریخ کا وہ بطل جلیل پیدا ہوا
جس پر روز اول ہی سے اولیٰ کتب فی قلوبہم الایمان داہد ہم بروح
بالقدس کی مہر لگادی گئی تھی۔ اور جس کو دنیا احمد رضا اور عقیدت و محبت کی زبان
میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ناموں سے یاد کرتی ہے۔ چہستان مجددیت میں ایک شاداب
پھول کھلا جس کی بھینسی و غطر بیز خوشبوؤں سے کائنات ارضی ہلک اٹھی اور فرشتے
گیتی پر حق و صداقت کا علم پھرا پی سابقہ شان و شوکت کے ساتھ ہر آنے لگا ہر زبان
پکار اٹھی۔

جگمگا اٹھی تیسری دنیا کس کے نور سے
میرے گردوں پر مرامہ تمام آہی گیا
شان تجرید

(۲) شان تجرید :- جب دنیا ضلالت و گمراہی اور شر و نساد کی آماجگاہ بن جاتی

ہے تو ختمی مرتبت مصطفیٰ جانِ رحمت کے ارشاد گرامی ان اللہ عن وجل یبعث
لہذہ الامۃ علی راس مائتہ سنۃ من یجد دلا مودہ ینہا
(رواہ ابو داؤد۔ مشکوٰۃ شریف ص ۲۷ کتاب العلم) کے مطابق ہر صدی میں کوئی
نہ کوئی مجدد ضرور پیدا ہوتا ہے۔ جو تجدید احیاء دین کا بیڑا اٹھالے۔

چودھویں صدی ہجری کے لئے نگاہ قدرت نے زمانے کے عظیم ترین اور مشہور
عرب و عجم علامہ روزگار اسرار شریعت کے نکتہ رس اور اسلام کے صحیح مبلغ مولانا احمد
رضا خان قادری بریلوی کا انتخاب کیا جو منصب تجرید کے صحیح مستحق اور والہی
ینبغی ان یكون المبعوث علی راس المائۃ رجلاً مشہوراً معروفاً مآداً الیہ قد
کان قبل کل مائۃ ایضاً من یقوم باموال الدین والمالۃ ابدال دین من نقضت وہو علی
مشار الیہ ملخصاً (مرواۃ السعد سنن ابی داؤد) کے میاں پر پورا اترتے تھے کیا کبھی اس عظیم انسانی شخصیت
میں خلوص و للہیت، علم و فضل، ذکاوت و ذہانت بلند اخلاق اعلیٰ ظرفی غرضیکہ تمام
اعلیٰ صفات ان کے اندر جمع تھیں۔ اور اسلامی افکار و نظریات کا ناشر و مبلغ عشق رسالت
میں کامل شریعت و طریقت کا سنگم۔ اسلام کرام کا اعلیٰ نمونہ و فرائض و واجبات اور
سنن و مستحبات پر مبنی نظائر و انوار علی الکفار و حارب منہم کی سچی تصویر بحر علم و فن کا غواص
زبان و قلم کا شہنشاہ صاحب تصانیف کثیرہ المختصر یہ کہ وہ اپنے زمانہ کی نادر الوجود
اور عظیم المثال شخصیت تھی اور جو صفات ایک مجدد میں پائی جانی چاہئیں وہ آپ کی
بارکت اور عظیم شخصیت میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل

آپ نے تیرہ سال دس مہینہ کی مختصر عمر میں ۱۲۸۷ء مطابق ۱۸۷۰ء میں
تمام علوم عقلیہ و نقلیہ کی سند فراغت حاصل کیا۔ مع پیر و مرشد آپ کے اساتذہ کی
تعداد چھ تک پہنچی ہے۔ ۱۔ نام معلوم نہیں۔ ۲۔ مولانا
مرزا قادر بیگ صاحب، ۳۔ مولانا ابوالحسن احمد نوری صاحب، ۴۔ والد ماجد مولانا
نقی علی خان صاحب، ۵۔ مولانا سید آل رسول صاحب، ۶۔ مولانا عبدالملک صاحب
سند فراغت حاصل کرنے کے ساتھ ہی آپ پر افتاء کی عظیم ذمہ داری بھی ڈال دی

جوابات دیئے گئے ہیں انھیں دیکھ کر ہر نفس بے ساختہ پکار اٹھتا ہے۔
سارے کا سمندر موجزن ہے جس کے سینے میں

وہ مقبول درخیر البشر احمد رضا خاں

خارجی و داخلی محاذ

وہ سیدی ناضل بریلوی علیہ الرحمہ جس نے خارجی محاذ پر تثلیث کے فرزندوں کی عیارانہ چالوں کو واشگاف کیا۔ الحاد و دہریت کے ناخداؤں مغرب کی مادہ پرست تہذیب اور سوشل و ڈارون کے فلسفائے باطلہ کے تار و پود بکھر کر رکھ دیا اور طاغوتی طاقتوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے سامنے چٹان بن کر کھڑے ہو گئے اور بہت حد تک مسلمانوں کو گمراہ ہونے سے بچایا۔

اور داخلی محاذ پر دہریت و تفریقیت کے پھیلنے اور بڑھنے کے حوالے جراثیم کو ختم کر کے قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلام کی صحیح تصویر پیش کی تا دایمان سے پیروی کے بلند بانگ دعویٰ کی قلمی کھوکھری اور نجدیت و دہریت کے قلعوں پر وہ کاری ضربیں لگائیں جس سے ان کی دیواریں مستحضر ہو کر رہ گئیں۔

آپ کے سینے میں جو سب سے بڑا خزانہ تھا وہ عشق مصطفیٰ علیہ التہیہ و الشہادہ کی انمول دولت تھی۔ آپ کے انگ انگ سے عشق و محبت کا چشمہ چھوٹا پڑتا تھا اور اس عشق جنوں خیز نے سینے میں وہ بلا کی آگ بھڑکائی تھی کہ گستاخان بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نشست و برخاست تو کجا ان سے ادنیٰ سی سماعت بھی گوارہ نہیں فرماتے تھے۔

بیشہ اسلام کا یہ وہ جبری اور بہادر شیر تھا جس کے فولادی پنجوں سے ساندین اسلام اور گستاخان رسول کی لاشیں تڑپتی ہوئی نظر آتی ہیں اور جس کے نوک زبان و قلم سے ہمیشہ دریدہ دہنوں اور گستاخوں کا ہوش بکٹتا تھا۔

کیا نوک قلم سے چاک ہر پیرا ہن باطل

حرلیوں کے لئے برق و شر احمد رضا خاں

وصال مبارک

آپ نے زندگی کا سارا حصہ اسلام کی حمایت مسلک اہلسنت کی ترویج و اشاعت اور علوم و فنون کی خدمت میں گزارا آخر وہ وقت سو غود آ ہی ہو چکا جس سے کسی انسان کو مفرا و مجال دم زدن نہیں۔ بروز جمعہ پچیس اگست ۱۲۹۴ھ کو موزن نے جی علی الفلاح کی آواز دی اور یہ دیوانہ رسول اپنی نلاج سعادہ پر نازاں و خنداں اپنے خان و حبیب سے جاملا و لطف علیہم باقیہ من فضیلتہ و اکاب

۱۲۹۴ھ

گئی جسے آپ نے بحسن و خوبی انجام دیا۔ اور زندگی کے آخری لمحات تک اسی کام کو انجام دیتے رہے۔

تحریر علمی

تحریر علمی کا یہ حال تھا کہ تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، اسرار الرجال، جرح و تعدیل، اصول فقہ، منطق، فلسفہ، عقائد و کلام، ادب، معانی، بیان، بدیع، بلاغت، نحو، صرف، عروض، قوافی، تصوف، سلوک، تاریخ و سیر، مناقب، لغات، ہندسہ حساب، جبر و معاد، ریاضی، طبیعیات، ہیئت، نجوم، اوقاف، تعمیر، توحید، زہد و غیر اچاسوں علوم و فنون میں ہزار کتابیں لکھیں۔ علوم و فنون کا ایک سمندر تھا جو ان کے سینے میں ہمیشہ موجزن رہتا تھا۔ صلاحیت کا لوہا بڑے بڑے اہل علم اور مشہور زمانہ علماء و فضلاء نے مانا ہے۔ اپنوں کی تو بات ہی کیا غیروں کی مجلس میں بھی آپ کے علم و فضل کا طوطی بول رہا ہے۔ جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی کا یہ تاثر پڑھئے

غیروں کی نظر میں

مولانا غلام علی صاحب نائب مولانا مودودی مدظلہ العالی نے مولانا احمد رضا خان صاحب کی کتابیں لے کر مطالعہ فرمائیں تو فرمایا کہ حقیقت ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کے بارے میں ہم لوگ سخت غلط فہمی میں رہے ہیں ان کی بعض تصانیف اور فتویٰ کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے۔ اور عشق خدا و رسول تو ان کے سطر سطر سے چھوٹا پڑتا ہے۔ (مہفت روزہ شہاب لاہور ۲۵ نومبر ۱۹۷۲ء)

اور ماہنامہ سارے کا یہ تبصرہ چشم حیرت سے پڑھنے کے قابل ہے۔

مولانا شاہ احمد رضا صاحب اپنے وقت کے زبردست عالم، مصنف اور فقیہ تھے۔ انھوں نے چھوٹے بڑے سیکرٹوں فقہی مسائل سے متعلق رسالے لکھے ہیں قرآن کا ایک سلیس ترجمہ بھی کیا ہے ان کی کارناموں کے ساتھ ہزار ہا فتوؤں کے جوابات بھی انھوں نے دیئے ہیں ان کے بعض فتوے کئی کئی صفحے کے ہیں فقہ اور حدیث پر ان کی نظر بہت وسیع تھی۔ (ماہنامہ سارے کا عظیم گڈ ۱۹۷۲ء)

یہ تاثرات چرخ چرخ کر پکار رہے ہیں کہ یہ شخصیت اپنے دور کی مفرد اور با مثال تھی بالخصوص فقہ میں تو آپ کی نکتہ دہی و باریک بینی اور کمال کا ہر موافق و مخالف معترف ہے قتادہ و رضویہ جو بارہ جلدوں میں ہے اس کے چند حصے شائع ہو کر منظر عام پر آگئے ہیں جس کی ایک ایک جلد تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۹ء سے ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۴ء تک کے مستفسر و سوالات کے نہایت علمی اور تحقیقی

مجددِ ملت

مولوی محمد خواجہ اویس بنکاپوری

معلم دارالعلوم دیوان شاہ - بیونڈی۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے لوری پہ روتی ہے

بڑی شکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ورسیدا

ہارا اور آپ کا دوزمرہ کا شاہد ہے کہ زندہ قویں ان کی قومیت کی شیرازہ بندی جس کے ہاتھوں سے ہو چکی اس کی یادگار مناتی ہیں اور اس کو اپنی قوی زندگی کا بیم بھیجتی ہیں۔ دنیا نے مان لیا ہے کہ جو قوم اپنے قوی محضوں کو بھول گئی تو زندگی نے ساری قوم کو بھلا دیا اور موت کے منہ میں ڈال دیا۔ یہ قومیت کا فطری جذبہ نہ کسی دلیل نقلی کا محتاج ہے نہ برہان عقلی کا۔ اس کا تعلق صحیح انسانیت اور درستی پرش و حواس سے ہے۔ جو انسان محض قوم کی یادگار منانے سے چڑھنے لگتے ہیں تو ان کو دنیا نے صرف یہ کہا اس قومیت سے خارج قرار دیا بلکہ انھیں ایک قسم کا اکل سمجھ لیا گیا۔ یادگار منانا چونکہ فطری جذبہ ہے لہذا اسلام جس کا دوسرا نام دین فطرت ہے اس میں اس جذبہ کو اجاگر رکھنے کی تعلیم اپنے روحانی انداز میں بہت صاف و صریح ہے۔ یہ جو قرآن کریم میں ارشاد ہوا و ذکر ہم بایا م اللہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے دوزن کی یاد دلایا کہ وہ۔ یوں تو سب دن اللہ کے ہی گرا لیے دن بھی تو ہیں جن دوزن کو خاصان خدا نے خصوصیات عطا فرمادیں اور جن کی یاد سے اللہ تعالیٰ یاد آجاتا ہے۔ ایسے دن جن کی بدولت حامل ہوں اس کا گویم ولادت سے وقت وفات تک کا ہر دن اور وفات سے لے کر حشر تک کا ہر دن و لا آخرۃ خیر ملک من الاولیٰ والے آقا کے وسعت دامن میں پتا ہی رہتا ہے۔ اور بڑھتا ہی رہتا ہے۔ مگر ان سارے دنوں میں انتخاب قدرت یوم پیدائش و یوم وصال و یوم حشر و نشر ہے۔ ظاہر ہے ہر اہمیت رکھنے والی شخصیت کی اہمیت دیکھنے کے بعد وہ دن یاد آجاتا ہے جبکہ اس نے سب سے پہلے زمین پر قدم رکھا۔ پھر وہ دن اہمیت رکھتا ہے جب اس نے دوسرے عالم کا سفر کیا جس کو دیوبندی گروپ کے صف اول کے لوگ جینی اور مرتیو منانا کہتے ہیں۔ اور مسلمان اس کو یوم میلاد و یوم عرس کہتے ہیں، اور ملت نے یہ خیال ہے کہ تعین و تخصیص ان اللہ والوں کے لئے جہاں نبیاء علیہم السلام ہیں عبارة النص ہے۔ تو ان اللہ والوں کے لئے جو ادب و عظام و علماء کرام میں اقتضا و النص ہے یعنی دوزن کے لئے

قرآن کی نص قطعی منصوص ہے۔ بات میں بات نکلتی ہے یہاں جملہ مترضہ سن لیجئے کہ قرآن کریم میں خاصان خدا کے تین وقتوں کی تعین فرمائی گئی ہے جو منائی جائے۔ یوم میلاد جیسا کہ ہم میلاد شریف کی عقل کرتے ہیں دوسرے یوم وصال جیسا کہ ہم سلمان اعراض بزرگان دین کرتے ہیں۔ لیکن تیسرا دن یوم حشر ہے جبکہ مقبولان بارگاہ الہی کی شفاعت فرمانے کا دن ہوگا۔ اس کی یادگار منانا ہمارے بس کی بات نہیں۔ یہ وہ خود ہم پر کرم فرما کر منائیں۔ اور انشاء اللہ منائیں گے تو قرآنی تعبیر یہ ہوئی کہ مسلمانو! یہ تین دن ہیں ان میں پیدائش و وصال منانا تمہارا کام ہے۔ اگر تم اس یادگار منانے کے عادی ہو جاؤ تو تیسرا دن محبوبان خدا کی شفاعت کا دن ہے اس کے مستحق ہو جاؤ گے اور جو تمہیں کرنا ہے اگر نہ کیا تو شفاعت سے محروم ہو جاؤ گے۔ یہ حال ہم قرآن عظیم کا سہارا لیکر اس عظیم دن کی یاد منانے کے لئے جمع ہوتے ہیں جس مبارک دن اللہ کا ایک مقبول بندہ سچا نائب رسول جس کو ہم اور آپ عہد اعظم اعظم حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے نام نامی سے یاد کرتے ہیں۔ کیا سہانی ساعت ہوگی۔ اشوال الکرم ۱۲۵۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۲ء بروز شنبہ بوقت ظہر محلہ جبولی شہر بریلی میں اس اللہ کے محبوب بندے کی ولادت باسعادت ہوئی۔ تاہم نام المختار رکھا گیا جدا مجد حضرت مولانا مولوی رضا علی خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا نام احمد رضا رکھا۔ بارہویں صدی ہجری سے جن ضلالتوں اور گمراہیوں کا آغاز ہوا ان میں فتنہ مجذبت سب بڑی گمراہی تھی اور اسی ایک فتنہ ضلالت کی بدولت نہ جانے اور کتنی گمراہیاں عالم وجود میں آئیں جو اسی فتنہ کا ضمیمہ ہے۔

سید کائنات سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان کے مطابق سرزمین نجد سے ذریت شیطان نے سراٹھایا اور بالاعلان توہین رسالت کو اپنی زندگی کا مشن بنا لیا۔ پھر بعد میں واقعات و حالات نے بھی اس ذریت کی مدد کی اور حجاز کی سرزمین مقدس ان کے ناپاک قدموں سے آلودہ ہو گئی۔ اس ذریت ابلیس نے جس طرح دہانے کے لئے مقدس باشندوں پر مظالم کئے ان کا مقدسہ کہ جس جس طرح بے حرمتی کی گئی وہ روز روشن کی طرح اب بھی عیاں ہے۔ پھر یہ فتنہ چند جاہ پرست اور خود غرض

بلند پایہ نفعت کو ساعر بھی ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ حمد لکھنا آسان ہے اور نفعت لکھنا بہت مشکل ہے کیونکہ نفعت میں یہ احتمال رہتا ہے کہ تعریف اتنی نہ ہو جائے کہ خدا سے مل جائے اور کہیں اتنی کم نہ ہو جائے کہ مرتبہ رسالت سے گر جائے۔ آپ کو فقہ میں جہاد دامت کا مقام حاصل تھا۔ اس پر فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدیں شاہد عدل ہیں اور آپ سلسلہ عالیہ رضویہ کے ایک بلند پایہ بزرگ تھے اور علمی اعتبار سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نائب سمجھے جاتے تھے۔ آپ کا ظاہر و باطن ایک تھا آپ کو رسول کریم سے بے پناہ عشق تھا کہ جب کوئی حج بیت اللہ شریف سے واپس آتا آپ اس سے دریافت فرماتے کہ حضور سرور کائنات کی بارگاہ میں حاضری دی، وہ ہاں کہہ دیتا تو فوراً اس کے قدم چوم لیتے تھے۔ یہ تھا عشق رسول آپ کی جانب، بیگانہ کی اور ضرورت مندوں کی حاجت ردائی کے لئے ماما نہ رقوم مقرر تھیں۔ آپ ۲۴ گھنٹے میں صرف دو گھنٹے آرام فرماتے اور بقیہ اوقات تمام تبلیغ دینیہ کے لئے وقف کر رکھتے تھے پانچوں نمازوں میں مسجد میں حاضر ہو کر نماز باجماعت ادا فرماتے تھے۔ آپ کے خلفاء و مریدین دن و نوسلسین ہندوپاک کے علاوہ عرب و عجم میں بھی کثیر تعداد میں پلئے جاتے ہیں۔ آپ کے چند مشہور خلفاء کے اسما گرامی یہ ہیں۔ (۱) شہزادہ اکبر حجۃ الاسلام حضرت مولانا مولوی حامد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۲) شہزادہ اصغر سرکار مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب دامت برکاتہم القدسیہ (۳) صدر الشریعہ خاتم الفقہاء حضرت مولانا مولوی امجد علی صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ (۴) شیخ المحدثین حضرت مولانا سید دیدار علی صاحب (محدث اعظم لاہور) (۵) شیریشۃ المہنت امام المناظرین حضرت مولانا حسنت علی خاں صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ وغیرہ بہر حال مضمون تفصیل چاہتا ہے۔ کہنا یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت مجدد اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات ایک ایسی جامع شخصیت تھی کہ قدرت صد ہا سالوں کے بعد ایسے افراد کو پیدا فرماتی ہے کہ جن کی درخشاں حیات کے تاباں درخشاں لمحات انصائے عالم کو نور کر دیتی ہے۔

افراد کی بدولت ہندوستان پہونچا اور اس جاہ پرست طبقہ نے بھی شیخ نجدی کی تقلید میں توہین رسالت کو اپنا شیوہ بنالیا۔ علماء کے روپ میں نہ معلوم کتنے بہرہ و پیئے آتے رہے اور شرک و بدعت کے فتوؤں سے مسلمانوں کو شرک بناتے رہے۔ یہاں تک کہ ضلع سہارنپور (یو۔ پی) کے ایک مقام کو اپنا مرکز بنا کر اس کو توہین رسالت کا اڈہ بنالیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر رختوں کے پھول برسائے کہ انھوں نے سب سے پہلے مسلم نجدیت کی سرکوبی فرمائی مگر آگ پورے طور پر نہ بچ سکی۔ کچھ شعلے بھڑکتے رہے یہاں تک کہ بارہوی صدی ہجری کے آخر میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا مکمل منصب شہود پر آئی اور شامان رسالت کے گلوں پر خنجر پھیر دیا کہ وہ زبانیں جو توہین رسالت کے عادی بن گئی تھیں قطع ہو گئیں۔ اس مرد مجاہد کے غیور حملوں سے صحرائے دہلیت میں کھلبلی مچ گئی۔ یہ حقیقت امر ہے کہ جب فضائے حقانیت پر باطل کی تیرہ و تار یک گھٹائیں چھلنے لگیں تو دفعتاً آفتاب حقانیت اپنی پوری تابانی و درخشانی کے ساتھ چمکتا ہے اور باطل کی تاریکیاں کا فور ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جس دہلیت کی تبلیغ کے دیوبند کو مرکز بنایا گیا تھا۔ اور جہاں سے مسلمانوں کو شرک و بدعتی بنانے کے لئے فتوے ڈھلے جا رہے تھے اس مرکز باطل پر قبہ الہی کی کرکھی بجلیاں گر رہی اور بزعم خویش توحید کے مدعی دشمن وقار رسالت حائے فرار ڈھونڈنے لگے۔ ازل ہی کے روز سے سرزمین بریلی کو یہ شرف حاصل ہونے والا تھا کہ وہ نفعت صاحب لولاک و لاما مرکز بنے۔ اعلیٰ حضرت امام المہنت مجدد اہل حاضرہ کے وہ مقدس کارنامے کہ ہر باطل مذہب کی گردن کشی کی اہم خصوصیت کے ساتھ دہلیت کی سرکشی اس کا روشن شاہد ہے اور شاہدہ کسی دلیل اور ثبوت کا محتاج نہیں ہوتا۔ یہاں ہیں یہ بتانا مقصود ہے کہ دہلیت کا جو طوفان صحرائے نجد سے اٹھ کر فضائے ہند پر چھا گیا تھا۔ اس طوفان کو دفع کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت نے کیا کیا کوششیں فرمائی ہیں۔ مختصراً اتنا ہی کافی ہے کہ دنیا کے توہین میں مجدد اعظم کا نام ہی ایسی شمشیر بے پناہ ہے کہ اشتراک صفوں میں اب بھی سراپگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ مجدد اعظم رضی اللہ عنہ کا دنیا کے سبب پر یہ لسان عظیم ہے کہ اس امتداد و اتزری کے دور میں مجدد اعظم کی شخصیت ایک منارۃ نور ہے جس کی لازوال روشنی میں مسلمان بے خوف و خطر راہ حیات طے کر رہے ہیں اور کسی بد باطن اور دین دایان کا خطرہ نہیں رہا۔ آج بھی اعلیٰ حضرت کے دصال کو پچیس سال گزر چکے ہیں۔ ان کے تصانیف مشعل ہدایت ہیں اور راہروا سی روشنی سے فیضیاب ہو رہا ہے۔ بہر حال اعلیٰ حضرت کی جامع شخصیت نے جہاں عدائے دین و رسالت کی سرکوبی فرمائی وہاں اپنی تصانیف کے ذریعہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں ایک شمشیر بے پناہ بھی دی کہ وہ ہر عدو کے دین کی گردن کشی کرے۔ خداوند کریم نے آپ کو اتنے کثیر علوم سے نوازا کہ پچاس فنون میں آپ کے کتب تصنیف فرمائیں اور بہت سے مردہ فنون مثلاً تکمیر، ہیئت اور نجوم کو دوبارہ زندگ بخشی اور آپ ایک بہت بڑے

کرناٹک میں سنی کار کا ایک بے باک ترجمان

ماہنامہ تسخیر السنائیت منظر

ایڈیٹر مولانا منظر علی خاں اشرفی۔ سالانہ ۱۲ روپے۔ فی شمارہ ۱/۲۵

پتہ

تسخیر السنائیت ۳۴۹ آسٹن ٹون بنگلور

آلے اندیا سنیے لیگے اور المیزانے کو ہم زبردست
خارج تحسینے پیشے کرتے ہیں
جنھوں نے "امام احمد رضا غابر" شائع کردے ہم
سب کو "حساسے قوم" ثابتے کردے کیا

میسرز ماڈرن بیڑی ورس

ملک و قوم کی ترقی و فلاح میں ماڈرن بیڑی ورس بھی اپنا
حصہ ادا کرتی ہے

خوش ذائقہ اور اعلیٰ تباکو سے بھرپور ماڈرن بیڑی کو اپنا سا بھتی بنائیے
ایم غلام بیڑی سے مرچنٹے
کھٹنے — ایم پی

مخزن فلسفہ میں معدن منطق بھی ہیں
گلشن رشد و ہدایت بھی ہیں اعلیٰ حضرت

علوم حشر

امام احمد رضا جدید سائنس کی روشنی میں

امام احمد رضا بحیثیت منطقی و فلسفی

جدید سائنس کی روشنی میں

ایم حسن امام ملک پوری

ایم۔ ایس سی۔ بی۔ ایل۔ بی۔ ایڈ۔ مظفر پور

محترم حسن امام صاحب ملک پور (بہار) کے رہنے والے۔ ایم۔ ایس سی۔ بی۔ ایڈ۔ بی۔ ایڈ۔ ایڈ۔
انتہائی سلیم الطبع اور ذہینے و طباع ہیں۔ عابدہ ہائے اسکول مظفر پور میں سائنس کے پھر ہیں۔
موصوف نے فتاویٰ رضویہ جلد اولے ملاحظہ فرمایا تو پھر مک اٹھے اور زیر نظر گرانقدر مقالہ سائنس کی
روشنی میں ترتیب دیکر امام احمد رضا نمبر کے لئے مرحمت فرمایا۔ (ایڈیٹر)

مطالعہ کی روشنی میں امام احمد رضا کے صرف ایک حصہ تصنیف "کتاب اطہارہ"
(اصل تصنیف جو فتاویٰ رضویہ کے نام سے مشہور ہے جن کی ضخیم بارہ جلدیں ہیں
اس کی پہلی جلد کا پہلا حصہ "کتاب اطہارہ" اس وقت میرے زیر مطالعہ ہے) اس
اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ امام احمد رضا علم دین کے ہی بحر بکراں نہیں، علم ارضیات،
مادیات، فلکیات اور علم ریاضی و ہندسہ کے بھی انتہا سمندر ہیں۔ اس سلسلہ
میں ثبوت فراہم کرنا آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ پھر بھی قارئین
کی دلچسپی کے لئے میں مذکورہ کتاب کے صفحہ ۳۲۱ اور اس سے کچھ آگے کے اوراق
کا اقتباس پیش کر رہا ہوں۔

۳۳۲

بسم الله الرحمن الرحيم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کنویں کا دور کئے ہاتھ ہونا چاہیے
کہ وہ دھردرہ ہو اور نجاست گرنے سے ناپاک نہ ہو سکے۔ بیوا تو جروا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

محمد ء و نصلی علی رسولہ الکریم

الجواب:

اس میں چار قول ہیں ہر مذہب کے لئے خود وجہ رکھتا ہے۔ اور تحقیق جدا ہے۔
قول اول اڑتالیں ہاتھ خلاصہ دعا لکیر یہ میں اسی پر جزم فرمایا اور محیط امام شمس
سرخسی و فتاویٰ کبریٰ میں اسی کو احوط بتایا۔ یہ مخطاوی نے اسکا اتنا ع کیا۔ ہندیہ
میں ہے۔ کان المحوض مد والعتبر ثمانیۃ واربعون
ذرا عاکذا فی الخلاصۃ وهو الا حوط کذا فی محیط السرخسی

آج کل کی ترقی یافتہ دنیا نے اسلام کے پیوت کے کارناموں کو اس طرح بھلا
دیہے جیسے اس قوم نے بنی نوع انسان کے لئے کچھ کیا ہی نہ ہو۔ اوروں کو توجہ نہ
دیجئے خود بہترے موجودہ مسلمان ہی اس حد تک احساس کمتری کے شکار ہیں کہ
وہ دنیاوی علوم و فنون کو ناقابلِ تسخیر سمجھتے ہیں۔ اُن کا فتن غالب ہے کہ یہ علوم
ہمارے لئے نہیں اگر یہ ہمارے لئے ہوتے تو ہمارے آباؤ اجداد بھی اس میدان
میں تاریخی کارنامہ انجام دیئے ہوتے اور فخر سے کہتے کہ آج کی سائنسی ترقی بھی ہمارے
سلف کے کارناموں کی مرہون منت ہے۔ ہم ہیں اس حد تک جانتے ہیں کہ ہمارے
علماء صرف علم دین میں رقیق نظر ہیں، قرآن کریم اور حدیث نبوی کی انہیں باکمال وفایت
ہے۔ وہ ان کی روشنی میں بہت کچھ سوچ سکتے ہیں اور ہمارا حال یہ ہے کہ غور و فکر کو
عروج دے کر کبھی تو ہم اپنے اسلاف کو کافر اور بھٹکا ہوا ثابت کرتے ہیں اور
کبھی اپنے معاصر کو۔ حالانکہ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں تو صاف پتہ چلے گا کہ
ہم اپنے جن اسلاف کو بھٹکا ہوا ثابت کرتے ہیں ان کے مطالعہ میں کتنی عمیقگی
ہے اور ہمارا مطالعہ کتنا سطحی ہے۔ خیر اس بحث کو ہمیں چھوڑیئے (اللہ ہمارے ان
بھائیوں کو راہ مستقیم پر چلنے کی توفیق دے جو آج بھٹک رہے ہیں۔ آمین)

ہاں تو میں یہ کہنے جا رہا تھا کہ احساس کمتری کی بنا پر ہم نے اپنے اسلاف کا
جو معیار مقرر کیا ہے اس سے وہ کہیں بالاتر تھے۔ مثال کے لئے تو ان گنت شخصیتیں
ہیں۔ فی الحال میں امام احمد رضا بریلوی کے بارے میں عرض کرنا چاہوں گا
کیونکہ امام احمد رضا کی مذہبی، علمی، ادبی، ریاضی، ارضیاتی، فلکیاتی اور مادی یا سائنسی
صلاحیتوں نے راقم الحروف کو کافی حد تک متاثر کیا ہے۔ راقم الحروف کے پاس مذہبی
معلومات کا فقدان ہے۔ اقوات اور ارضیات کا قدرے مطالعہ ہے اور اپنے اس

یہاں R اور D علی الترتیب دائرہ کے نصف قطر RADIUS اور قطر
DIAMETER کو ظاہر کرتے ہیں اور π ایک مستقل مقدار ہے جس کی قیمت $\frac{22}{7}$ یعنی
3.142857 ہے جو 3.1415926535 سے زیادہ اور 3.142857 سے کم۔ اب اس
قیمت کو اگر قطر سے ضرب کیا جائے تو حاصل شدہ محیط کی قدر اور امام احمد رضا کے
فارمولہ محیط = $3.1415926535 \times C$ سے حاصل شدہ قدر محیط میں برائے نام فرق ہوگا
اب سوال اٹھتا ہے کہ صحیح قدر کون سی ہوگی۔ اس سلسلہ میں یہ کہنا نا مناسب
نہ ہوگا کہ مردوجہ فارمولے سے حاصل شدہ قدر بھی EXACT نہیں کہی جاسکتی کیوں کہ
 π کی EXACT قیمت سے قطر کو ضرب نہیں دیا جاسکتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ π کا یہیں
LIMITING VALUE معلوم ہے EXACT VALUE نہیں۔

EXACTNESS کا تلاش امام احمد رضا کو یقینی طور پر تھی یہی وجہ ہے کہ آپ نے مساحت دائرہ کے لئے جو چار فارمولے

(1) مساحت دایره = محیط \times قطر

$$\frac{\text{قطر}}{7} \times \text{قطر} = \text{قطر} \quad (2)$$

$$(3) \quad \text{نصف قطر} \times \frac{\text{محيط}}{2} = \text{ " "}$$

(۴) = قطر x محیط ، مرتب کیسے وہ ترکی زبان میں

ایک اقلیدس کی کتاب کا عربی ترجمہ (جسے محمد عظیمہ مصری نے ترکی سے عربی میں ترجمہ کیا ہے) سے ماخوذ ہیں۔

امام احمد رضا اس بات سے کافحہ واقف تھے کہ محیط اور قطر میں ایک خاص
رشتہ تناسب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ محیط جس مقدار سے
۳۶۰ درجے ہے قطر اس سے ۱۱۴ درجے ۳۵ دقیقے ۲۹ ثانیے ۲۶ ثانیے ۲۵ رابے
ہے یعنی قطر اگر ایک ہے تو محیط $\frac{۳۶۰}{۱۱۴,۵۹۱,۵۵۹,۱۵۴}$ یعنی ۱۴۱۵۹۲۶۵ : ۳
بہر حال جدول ۱ میں اسی رشتہ تناسب کو کام میں لا کر امام احمد رضا
نے قطر محیط اور مساحت کے درمیان رشتہ کو فارمولہ لاکھنی شکل دیا ہے جو آج بھی
عمدہ کاوش کا چشمہ دے رہا ہے۔

مگر امام احمد رضا کی تلاش حق نے یہاں بھی دم نہ لینے دیا۔ اب آپ نے علم ریاضی کی اعلیٰ نصاب کی طرف توجہ فرمائی اور پھر آپ نے لوگارٹم (جو عربی میں لوغا کہلاتا ہے) اور انگریزی میں LOGARITHM کہلاتا ہے) کی مدد سے دوسرا جدول تیار کیا جو دائرہ کے قطر، محیط و مساحت کے درمیانی رشتہ کو جاننے کے لئے اپنی مثال آپ اور آئندہ نسل کے لئے ایک بیش بہا تحفہ ہے۔

ہندوستان میں موجودہ نصاب کے تحت LOGARITHM کی پڑھائی کا آغاز عام طور پر یونیورسٹی کے انٹرمیڈیٹ کے درس سے شروع ہوتا ہے لہذا اس جدول کا انگریزی ترجمہ بے کار نہ ہوگا۔

مطلوب معلوم	لوقطر	لومحيط	لومساحت
لوقطر	-	لوق + ۱۳۹۹، ۳۹۰ د. ۲	لوق + ۸۹۹، ۸۹۵ د. ۲
لومحيط	لوط + ۲۸۵، ۱ د. ۲	-	لوط + ۴۹۰، ۱ د. ۲
لومساحت	لوم + ۱۰۴۹۱، ۱ د. ۲	لوم + ۱۹۹۲، ۹۹ د. ۲	ل

یہاں مساحت معلوم ہے ۱۰۰ ہکتے جس کا لوگارشم ۲.۰

$$2.0103910 = \frac{5050.5}{100000}$$
 یہ قدر قطر ہوئی نیز $\frac{350992.99}{100000} = 3.5099299$ کہ لوگارشم
 ۳.۵۰۹۹۲۹ کا ہے یہ مقدار دور ہوئی
 ہمارے بیان کی تحقیق یہ ہے کہ

۱۰۶۰۰۱۶ = ۴ ÷ ۲۰۰۵۰۰۶۵۱۶ = ۳۵، ۲۲۹ × ۱۱، ۲۸۴
 کہ ساتھ سے صرف ۱۶ یعنی $\frac{1}{۶۲۵}$ زائد ہے کہ ایک اونگل عرض کا $\frac{۲۴}{۶۲۵}$
 یعنی اونگل کے پچیسویں حصے سے بھی کم ہے بخلاف سراج در شر نبلا لیه کہ ان کے
 خیال سے ۱۹ اونگل اور واقع تین ہاتھ سے بھی زیادہ بڑھتا ہے۔

اب راقم الحروف کو کچھ کہنے دیجئے۔ اگر ہمارے اسلاف صرف لکیر کے فقیر ہوتے تحقیق و تجدید کو کفرانِ نعمت سمجھتے تو مفتی ہونے کی حیثیت سے امام احمد رضاؒ مذکورہ بالا سوال کے جواب میں چاروں اقوال کو کتبِ فقہ کے حوالہ کے ساتھ بیان کرتے ہوئے یہ کہہ سکتے تھے کہ کونوں مذکور کا رد و ردِ چھتیس ہاتھ ہی صحیح و درست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مگر اللہ تبارک تعالیٰ کی بخشی ہوئی صلاحیتوں کا تقاضہ اسی جواب پر اکتفا کر کے آئندہ نسل کے لئے ایک سوائیہ نشان چھوڑنا نہ تھا بلکہ تحقیق، تجدید و اجتہاد سے مسائل کو حل کرنا مقصود تھا۔

غور کا مقام ہے کہ چھتیس ہاتھ اور ۴۴۹، ۳۵۱ ہاتھ میں آدھے ہاتھ سے
 ابھی زیادہ کا فرق ہے۔ کنواں مذکور کے صحیح دور کی دریافت یعنی ۴۴۹، ۳۵۱ ہاتھ کی
 دریافت کے لئے امام احمد رضا نے علم الحساب کی کس باریکی کا مصرف یا ہے اس کا اندازہ
 ایک ماہر علم ریاضی دہشتہ سہ ہی لگا سکتا ہے۔

کوئٹہ کا کراس سیکشن CROSS SECTION عام طور پر دائرہ نما ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں موجودہ راج کچ فارمولے اس طور پر ہیں۔

$2\pi R = \text{CIRCUMFERENCE OF A CIRDE}$ دائرو کا محیط یا دور
 $\frac{\pi D^2}{4} \text{ یا } \pi R^2 = \text{AREA OF A CIRDE}$ دائرو کی مساحت یا رقبہ πD

KNOWN QUANTITY	UNKNOWN QUANTITY		
	LOG D	LOG C	LOG A
LOG D	-	LOG $\frac{D}{2} + 0.4971499$	2 LOG $\frac{D}{2} + 7.8950899$
LOG C	LOG $\frac{C}{2} + 7.5028501$	-	2 LOG $\frac{C}{2} + 2.9007901$
LOG A	$\frac{LOG \frac{A}{2} + 0.1049101}{2}$	$\frac{LOG \frac{A}{2} + 1.0992099}{2}$	

HERE D = DIAMETER OF THE CIRCLE
C = CIRCUMFERENCE OF THE CIRCLE
A = AREA OF THE CIRCLE

امام احمد رضا کے غور و فکر کو ملاحظہ فرمائیے کہ امام احمد رضا سے یہ بات بھی پوشیدہ نہ تھی کہ علم ریاضی و ہندسہ کی ضروری چیز لازمی و کافی شرائط (NECESSARY AND SUFFICIENT CONDITIONS) کا پورا ہونا ہے۔ چنانچہ آپ حاصل شدہ قطر اور محیط کی مقدار کو ضرب دے کر ترکی اقلیدسی کتاب کے فارمولا (۴) پر جانچتے ہیں کہ حاصل شدہ مساحت ۱۰۰ آتی ہے یا نہیں۔

$$\text{مساحت} = \frac{\text{قطر} \times \text{محیط}}{2}$$

$$\frac{355 \times 113.1}{2} = 20050.575$$

یہ تعداد ۱۰۰ کے بہت ہی قریب تصور کی جاتی ہے۔ لہذا مذکورہ دریافت جو قطر اور محیط کے لئے زیادہ موزوں ہے۔

اب بعض قارئین نے سوچا ہوگا کہ کیا ضروری ہے کہ گواہ دائرہ نما ہی ہو۔ یہ مثلث نما، مربع نما، مستطیل نما وغیرہ بھی ہو سکتا ہے۔ تو اس سلسلہ میں یہ کہہ دوں کہ امام احمد رضا نے بھلے ہی ان شکلوں کے گواہوں کو نظر نواز نہ کیا ہو مگر اسی مسئلہ کے جواب میں آگے مختلف شکلوں کی مساحت ان کی دوران کے ضلع وغیرہ کی بابت بالتشریح اور استحکم و مدلل وضاحت کی ہے۔ اب قارئین نے سمجھ لیا ہوگا کہ امام احمد رضا کا مقام علم ریاضی و ہندسہ میں کتنا بلند ہے۔ اسی طرح مذکورہ کتاب کے باب تمہیم میں آپ نے جنس ارضی اور

اس LOGARITHMIC TABLE سے LOGARITHMICAL
تک آتی ہے اس کا اندازہ بھی آپ دائرہ کے اسی معیاری مساحت سے کیجئے جو پانی کی ادھری سطح کے لئے اس واسطے ضروری ہے کہ اس کا پانی نجاست گرنے سے ناپاک نہ ہو یعنی ۱۰۰ البتہ (آپ سوچتے ہوں کہ رقبہ کی اکائی میں مربع کا استعمال ضروری ہے تو اس کے لئے امام احمد رضا نے جدول کے آغاز کے پہلے صفائی پیش کر دی ہے بہر حال جدول میں مطلوب معلوم اپنی اپنی اکائیوں اور وسعتوں DIMENSIONS (UNITS AND MAGNITUDE) میں تصور کی جائیں۔ یہاں فارمولے کی جانچ صرف قدر پر کرنی ہے۔

$$\begin{aligned} \log C &= \log A + 1.0992099 \\ &= \log 100 + 1.0992099 \\ &= 2.0 + 1.0992099 \\ &= 3.0992099 \end{aligned}$$

$$\text{OR } \log C = 1.5496049$$

$$\text{BUT } 1.5496049 = \log 35.449$$

$$\log C = \log 35.449$$

$$\text{HENCE } C = 35.449$$

یعنی دائرہ کا محیط یا دور ۳۵.۴۴۹ آتا ہے اور اسی طرح قدر کی مقدار حاصل کرنے پر ۲۸.۴ آتی ہے۔

کے بیچ ELECTRON کا لین دین ہوتا ہے جب جا کر ایک مرکب (نئی شے) کی تشکیل ہوتی ہے عام طور پر ELECTRON دیتے ہیں DONAR ATOM اور لینے والا ACCEPTOR کہلاتا ہے۔ زیادہ میں بھی عرف عام میں نرسو DONAR اور مادہ کو ACCEPTOR کہا جاسکتا ہے۔ لہذا زیادہ اور نکاح یا اتصال کی بابت تو موجودہ نظریے اور اعلیٰ حضرت کے بیان میں کافی ہم آہنگی نظر آتی ہے مگر ایک شے غور و فکر کے لئے باقی رہ جاتی ہے کہ کان سے نکلنے والی اشیاء تو بے شمار ہیں جیسے لوہا، سونا، چاندی، تانبا، ابرک، جستہ، کوئلہ وغیرہ تو کیا یہ سبھی چیزیں گندھک اور پارے کی اہل سے تعلق رکھتی ہیں؟

مکن ہے آج کے ماہر علم کیمیا اسے دہیات سمجھیں مگر وہ یہ نہ بھولیں کہ آج کے FATHER OF MODERN SCIENCE یعنی THEORY OF EINSTEIN کو بھی ان کے ہم عصر دہیات تصور کرتے تھے۔

سطحی مطالعہ دیکھ لے کیمیاگر فوراً ہی کہہ سکتے ہیں کہ پھر آج گندھک اور پارے باہمی ازدواجی اختلاط یا باہمی اتصال سے نت نئے معدنی عناصر یا مرکب کو ظور پذیر کیوں نہیں کرتے تو اس کے لئے بلاتناہی کہنا کافی ہوگا کہ زیادہ کے باہمی اختلاط سے جو اسی جیسی جنس ظور پذیر ہوتی ہے اس کے لئے بھی شرائط ہیں۔ نہ تو ہر جڑے ہی ہم جنس کی پیداوار کے لائق ہوتے ہیں اور نہ ایک ہی جوڑا اپنی تمام عمر تک اس صلاحیت کو برقرار رکھتا ہے۔ اب کیمیاوی عمل کے سبب بنی نئی شے کے موجودہ نظریے کی طرف آئے۔ کیا دو مادے یا عناصر ہر حال میں ایک ہی مرکب کی تشکیل کرتے ہیں؟ نہیں۔ بالکل نہیں قطعی نہیں۔ ہر کیمیاوی عمل کے لئے کچھ نہ کچھ لازمی شرائط NECESSARY CONDITION ہوا کرتے ہیں: کوئی کیمیاوی عمل تیزابی واسطہ ACIDIC MEDIUM میں ہوتا ہے تو کوئی گھاری واسطہ BASIC MEDIUM میں۔ کوئی آہ واسطہ تلاش کرتا ہے تو کوئی خشک واسطہ۔ کس CATALYST کی ضرورت پڑتی ہے تو کس میں PROMOTOR کی۔ کس ENZYME کی ضرورت پڑتی ہے تو کس میں دباؤ یا اونچے درجہ حرارت کی۔ کس میں اور ہوا درکار ہوتی ہے تو کس میں خشکی اور خلا، اگر ان شرائط کی تکمیل نہ ہو تو مادہ کیمیاوی عمل میں حصہ لے ہی نہیں سکتے۔ تو کیا جب گندھک اور پارے ہی نے تمام معدنیات کو اُس اُس وقت ظور پذیر کیا ہو جب اس کے لئے معقول ماحول SUITABLE ENVIRONMENT دستیاب ہوا ہو۔ مثلاً دباؤ۔ درجہ حرارت اور جگہ جہاں عمل ہو۔

اب اگر کوئی علم کیمیا کا ماہر اظہار نفی کرتا ہے تو وہی کیا میں دنیا کے عظیم ماہر کیمیا سے صحت ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ جس وقت زمین صحت یال کا گورنر تھی اور اس میں ENERGY کے ماسوا کچھ نہ تھا تو سب سے پہلا مادہ MATTER جو وجود میں آیا وہ کون سا تھا؟ آج تو آئنسٹین نے ایک مرحلہ بھی طے کر دیا ہے

آگ کا تذکرہ اور ایک سو اسی چیزوں کے نام جن پر تیمم کیا جاسکتا ہے اور پھر ایک سو تیس چیزوں کے نام جن پر تیمم جائز نہیں اس تفصیل و وضاحت کے ساتھ مدلل تذکرہ کیا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں کہ آیا حضرت علوم دینی و دنیوی کے مخزن ہیں یا کہ منبع و سرچشمہ۔ اسی کو لیجئے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہر اس چیز سے تیمم جائز ہے جو جنس ارض ہو اور وہ چیز جس سے مغلوب نہ ہو اور ہمارے تمام ائمہ کے نزدیک غیر جنس ارضی سے تیمم جائز نہیں ہو چاہے غیر سے زمین معلوم ہو یا نہ ہو۔ اس لئے اعلیٰ حضرت نے جنس ارضی کی تجدید و تہذیب کا تفصیلی بیان شروع کیا ہے اور اس کو چار مقام پر تقسیم فرمایا ہے۔ مقام اول تجدید جنس ارض کے لئے مخصوص فرمایا ہے اس کے تحت پانچ الفاظ کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔

(۱) احتراق (۲) ترمز (۳) لین (۴) دوبان (۵) انطباع پھر ان الفاظ خمسہ کے معنی اور ان کی باہمی نسبتوں کا ذکر اس انداز سے فرمایا ہے کہ اہل علم کی نگاہ خیرہ ہو جاتی ہے کہ علم کیمیا میں بھی امام احمد رضا کو کیسا کمال اور یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ اس کی دلیل کو فتاویٰ رضویہ کتاب الطہارۃ سے نقل کرنا تطویل کا باعث ہے اس لئے عبارتوں کے نقول کو ترک کرتا ہوں اور صاحب علم و فکر حضرات سے گزارش کروں گا کہ وہ مذکورہ کتاب کو صفحہ ۶۶۸ سے آخر تک مطالعہ فرمائیں بلکہ اچھا تو یہ ہوتا کہ اس بحث کو پورے طور پر مطالعہ کیا جاتا جس کا نام ”حسن التعمیم بیان حد التعمیم“ ہے۔

اس ضمن میں علم کیمیا سے تعلق رکھنے والے حضرات سے میرا یہ عرض کرنا ہے جا نہ ہوگا کہ SRNELTING 'ROASTING' COMBUSTION نیز METALHIRGY وغیرہ کے سلسلہ میں احتراق اور اس سے متعلقہ مذکورہ بالا الفاظ کی تفصیل بے حد معاون ہے۔ صرف معاون ہی نہیں بلکہ اس سے نئی راہ بھی کھلے گی جو COMBUSTION کے متعلق مزید معلومات فراہم کرے گی میرے خیال سے آگ اور آگ کا مادہ سے پراثر سے متعلق جتنی باتیں آپ یہاں اس باب میں یکجا پائیں گے اسے آپ اگر نایاب نہ کہیں تو نہ کہیں کیا اب ضرور کہیں گے۔ میرا اندازہ ہے کہ اسے اور اس قسم کے نسخہ کیمیا کو اگر BASIS بنا کر ریسرچ کیا جائے تو موجودہ علم کیمیا فقط ارضی کی یاد میں کر رہ جائے گی۔ ایک انوکھی چیز جو اس باب میں دیکھنے کو ملی ہے وہ یہ کہ کان کی ہر جگہ گندھک اور پارے کے نکاح کی اولاد ہے۔ گندھک نہ ہے اور پارہ مادہ۔ یہ چیز علم کیمیا کے محقق کے لئے دعوتِ فکر ہے یوں تو عناصر یا مادوں کے مابین جو کیمیاوی عمل ہوتا ہے اس میں LAW OF MASS ACTION اور LAW OF AFFINITY کو کافی دخل ہے۔

اول الذکر کے تحت ایک عنصر دوسرے عنصر کے لئے چاؤ لگن اور کشش رکھتا ہے جس کے تحت دونوں قریب آتے ہیں پھر دونوں کے جوہروں (ATOMS)

ENERGY یعنی توانائی اور MATTER یعنی مادے آپس میں متبدل ہیں اور اس کے لئے اس نے جو مساوات ہمارے سامنے پیش کیا ہے $E = MC^2$ جہاں E توانائی، M مقدار مادہ اور C روشنی کی رفتار کو واضح کرتا ہے اس سے تو ہم پر یہ عیاں ہو گیا ہے کہ آگ کے گولے زمین کی موجودہ شکل کو نکر حاصل ہوئی۔ مگر مجھے یہ کوئی بتا دے کہ پہلا مادہ جو ظہور پذیر ہوا وہ کونسا تھا؟ کیا وہ اب بھی موجود ہے اور کیا اس کی سابق خاصیت بدستور ہے؟ ہمارے قارئین یقین کریں کہ آج کی دنیا کا عظیم ترین سائنسدان بھی اس سوال کے جواب میں بغلیں جھانکتا نظر آئے گا۔

پھر کیا ہے دیکھی رکھنے والے ہمارے قارئین کے ذہن میں دوسری بات یہ پیدا ہو سکتی ہے کہ دو عناصر کے باہمی عمل سے عنصر کی تشکیل نہیں ہو سکتی۔ مرکب ہی بن سکتا ہے تو اس کے لئے یہی کافی ہو گا کہ آج جب یورینیم URANIUM اور اسی جیسے زیادہ ATOMIC NUMBER والے عناصر کے BOMBARDMENT سے جب عنصر سے عنصر ظہور پذیر ہو سکتا ہے تو دو عناصر اپنے ایک نئے عنصر کی ظہور پذیری بعید از قیاس نہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی عنصر سے عنصر نکلا ہو اور دوسرے نے وجہ عمل کا کام کیا ہو۔

مزید برآں جب سارے عناصر کا جزو آخر ایک ہی ہے یعنی ہر عنصر میں صرف PROTON, ELECTRON اور NUTRON ہی ہیں اور انہیں جزو عنصر کی تعداد کا فرق عناصر کے طبعی اور کیمیائی خاصیتوں کے فرق کا سبب بنتا ہے اور عناصر کے ELECTRON کی تعداد توانائی کے ذریعہ گھٹائی یا بڑھائی جاسکتی ہے تو پھر عنصر سے دوسرے عنصر کی تشکیل پھر دوسرے سے تیسرے کی بعید از فہم و فراست نہیں۔

اب میں اپنے قارئین کی توجہ امام احمد رضا کی فلکیاتی صلاحیت کی طرف

مبذول کرنا چاہوں گا۔ فتاویٰ رضویہ کی جلد چہارم صفحہ ۶۱۹ کی بابت عرض کر رہا ہوں کہ ایک صاحب دین نے جب دریافت کیا کہ رمضان شریف کی رات کے ساتویں حصہ کے باقی رہنے پر کھانا پینا چاہیے کہ نہیں جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے کہ ترک کر دینا چاہیے تو اس کے جواب میں امام احمد رضا نے جو فتویٰ تحریر فرمایا ہے وہ نہ صرف آپ کی مذہبی معلومات کے گنج گرانمایہ کی عکاسی کرتا ہے بلکہ تلاش حق کے لئے آپ کی جو کاوشیں آپ کے جو عزائم تھے اس کے لئے بھی ہر تصدیق ثابت کرتا ہے۔

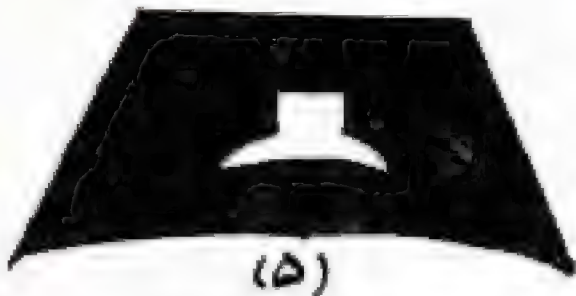
جواب میں اعلیٰ حضرت اپنے تجربات و مشاہدوں اور فلکیاتی مطالعوں کی بنیاد پر فرماتے ہیں کہ مذکورہ عام طریقہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے کبھی رات کا ہنوز چٹا حصہ باقی رہتا ہے کہ صبح ہو جاتی ہے اور کبھی ساتواں، آٹھواں، نواں یہاں تک کہ مرن دسواں حصہ رہتا ہے کہ اس وقت صبح ہو جاتی ہے۔

یہ تو فتویٰ کا اقتباس ہے۔ اب قارئین غور فرمائیں۔ سائل چونکہ شہر کمنہ بریلی کے رہنے والے تھے لہذا امام احمد رضا نے بریلی اور اس کے موافق العرض شہروں کے لئے رؤس اور برج کا ایک ایسا نقشہ ہی مرتب کر دیا جو تاج ابدان مضافات کے لئے رات اور صبح کی نسبت کی نشاندہی کرتا ہے گا اور اس کا تجھٹ ہی نہ رہے گا کہ انتہائے وقت سحری کیا ہوگی۔ یہاں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ افق حقیقی پر انطباق مرکز خمس جانب مغرب سے اسی پر انطباق مرکز جانب مشرق تک شب بخوی ہے اور افق حسی بالمعنی الثانی سے تجاوز کرنا آفریں شمس جانب مغرب سے اسی افق سے ارتفاع کنارہ ادیس شمس جانب مشرق تک شب عربی ہے۔ اس کی تحصیل میں دونوں جانب کے دقائق انکار بھی شب بخوی سے ساقط کئے جاتے ہیں اور افق حسی مذکور سے تجاوز کرنا آفریں شمس سے طلوع فجر صادق تک شب شرعی ہے۔

نقشہ مذکور درج ذیل ہے۔

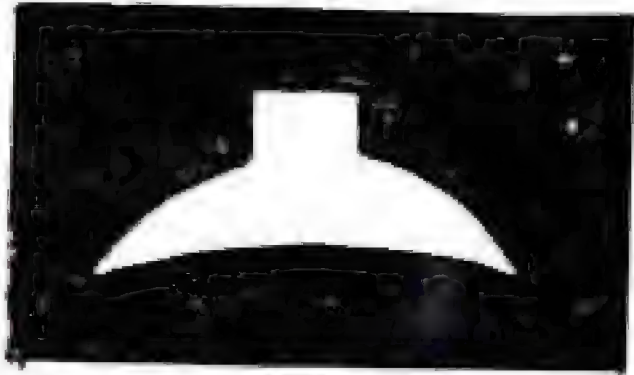
تاریخ شمسی	راس برج	مقدار شب بخوی	مقدار شب عربی	مقدار صبح	مقدار شب شرعی	صبح کے منٹ	شب عربی منٹ	تخمینی نسبت
۲۰ مارچ	حمل	۱۲	۵۴	۲۰	۳۲	۸۰	۴۱۴	نواں حصہ
۲۲ مارچ	ثور	۱۱	۵۴	۲۳	۳۰	۸۲	۶۶۴	آٹھواں حصہ
۲۲ مئی	جوزا	۱۰	۲۲	۳۱	۵۱	۹۱	۶۲۲	ساتواں حصہ
۲۲ جون	سرطان	۱۰	۶	۳۶	۳۰	۹۶	۶۰۶	چھٹا حصہ قدرے کم
۲۲ جولائی	اسد	۱۰	۲۲	۳۱	۵۱	۹۱	۶۲۲	ساتواں حصہ
۲۲ اگست	سنبلہ	۱۱	۵۲	۲۳	۳۹	۸۳	۶۶۲	آٹھواں حصہ
۲۳ ستمبر	میزان	۱۲	۵۲	۱۹	۳۳	۷۹	۷۱۲	نواں حصہ
۲۲ اکتوبر	عقرب	۱۲	۴۲	۱۹	۲۳	۷۹	۷۶۲	نواں حصہ قدرے کم
۲۲ نومبر	قوس	۱۳	۲۲	۲۲	-	۸۲	۸۰۲	دسواں حصہ
۲۲ دسمبر	جدی	۱۳	۳۰	۲۵	۱۵	۸۵	۸۰۲	دسواں حصہ
۲۲ جنوری	دلو	۱۳	۲۲	۳۲	-	۸۲	۸۰۲	دسواں حصہ
۲۱ فروری	حوت	۱۲	۴۲	۱۹	۲۳	۷۹	۷۶۲	نواں حصہ قدرے کم

اس کے بعد ہی دونوں پہلو سپید ہو جاتے ہیں اور شمالاً و جنوباً اس کا عرض بہت خفیف ہوتا ہے۔ بعض نے اس وقت کو صبح قرار دیا ہے اور یہی احوط ہے اور بعض نے اسے بھی کاذب میں رکھ لیا ہے اور یہی اوسع ہے۔



(۵)

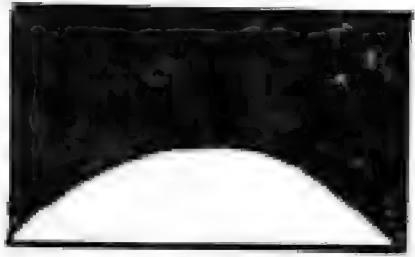
پھر آنا فانا جنوباً اور شمالاً پہلوؤں کی سپیدی پھیلنا شروع کرتی ہے اور خفیف دیر میں پھیل جاتی ہے۔



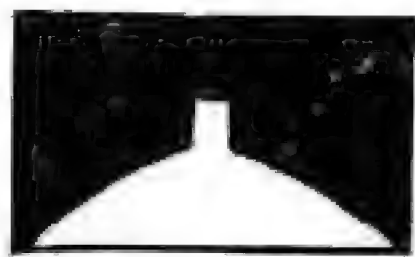
(۶)

یقینی اجماعی صبح صادق ہے یہاں سپیدی والا عمود ہنوز باقی ہے

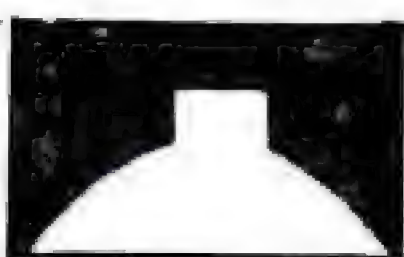
مگر یہ سچی سپیدی جیسے جیسے جنوب و شمال میں پھیلتی ہے ساتھ ہی نیچے سے اوپر چڑھتی جاتی ہے اور وہ عمود سپید رفتہ رفتہ اس منتشر سپیدی میں گم ہوتے ہوتے فنا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ نقشہ ۸ اور ۹ سے ظاہر ہے



(۹)



(۸)



(۷)

اب یہ سپیدی جس طرح آسمان پر بڑھی زمین کی جانب بھی متوجہ ہوتی ہے اور صحن دہام کو روشن کر دیتی ہے۔ یہ وقت اسفار کا ہے کہ نماز صبح کا مستحب وقت ہے اور اس سے پہلے اندھیرے میں پڑھنی خلاف مستحب اسی طرح رویت ہلال کے سلسلے میں آپ نے

LOGRITHMIE CALCULATION سے زمین کے ایک درجہ کی قدر ۴۹۵.۵۴۷ میل نکالا اور پھر طویل تشریح کے بعد مسئلہ رویت ہلال کو بالکل صاف اور واضح کر دیا۔

امام احمد رضا کے یہاں ایک نادر چیز جو ملتی ہے وہ ہے وضاحت مسئلہ خواہ کسی موضوع کا ہو۔ روحانی ہو۔ مادیاتی ہو، نفسیاتی ہو، علمی ہو یا مذہبی ہر جگہ مکمل وضاحت نظر آتی ہے اور تحریر میں وضاحت جب آتی ہے کہ تحریر کرنے والے کو موضوع بحث پر عبور حاصل ہو۔ چونکہ یہاں انواع اقسام کے موضوعات ہیں اور ان پر مدلل اور مکمل بحث ہے اس سے مجھے تو کم از کم یہی اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا کی صلاحیت کبھی نہیں بلکہ الہامی دہی (باقی صفحہ ۳ پر)

علم نجوم یا علم توقیت سے تعلق رکھنے والے قارئین ہی اب بتائیں کہ شہر مذکور کے لئے اتنا واضح چارٹ مرتب کرنے والے شخص کو ہم باہر علم نجوم یا علم توقیت کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔

دوسرے مسئلہ سحری و صبح صادق و صبح کاذب کے متعلق صبح کاذب اور صبح صادق کا وجود واضح نقشہ آپ نے پیش کیا ہے اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے صرف کتابی باتوں پر اعتماد کیا نہ خالی دلائل ہندسہ پر نہ تنہا تجربہ و ذاتی مشاہدہ پر بلکہ سب کو جمع کیا اور پھر خدا داد ذہنی جدتوں سے کام لیا۔ ایک چونکا دینے والی جدت ملاحظہ کریں۔

صبح کاذب کو حدیث میں تسطیل یعنی لمبی اور صادق کو مستطیل یعنی پھیلی ہوئی فرمایا ہے۔

اولاً

بعض کتب میں صبح کاذب کی درجہ نسیمہ یہ لکھی ہے یعقبہ ظلمتہ فالافق یکذبہ یعنی کاذب کے عقب میں ظلمت ہوتی ہے۔ بعض کتب بیت اور ان کے اتباع سے۔ جب آفتاب افق سے ۱۵ درجے نیچے رہتا ہے تو اس وقت صبح صادق ہوتی ہے اور صبح کاذب ۱۸ درجے کے انحطاط پر۔

ثانیاً

ثالثاً

سپیدی زمین کے کنارے یعنی افق سے نہیں اٹھتی بلکہ کچھ اونچائی پر اٹھتی معلوم ہوتی ہے کیوں کہ افق میں بخارات کا اثر دہام اور خطوط نظر کا صد ہا میل بخار وغیرہ کثافت کو طے کر کے افق تک جانا دھوپ کو نیلا کر کے دکھانا ہے اور سرخی معلوم ہوتی ہے۔

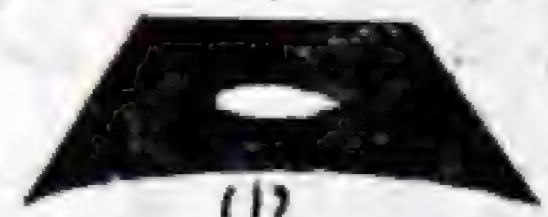
رابعاً

بعض کتب میں واقع ہے کہ صبح رات کا ساتواں حصہ ہے اب اس کی تفصیل اعلیٰ حضرت یہ بیان کرتے ہیں کہ صبح رات کا کون سا حصہ ہوگا یہ عرض بلند پر منحصر ہے۔

خامساً

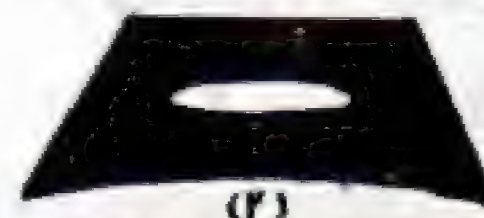
لیکن عام جگہوں کے لئے مندرجہ ذیل مشاہدہ ہے۔ جو نقشہ کے ساتھ مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) افق سے کئی نیزے بلندی پر جانب شرق آج جہاں سے آفتاب نکلنے کو ہو اس کی سیدھ میں یعنی دائرہ منطقہ البروج کی سطح میں کرہ بخار پر رات کی تاریکی میں ایک خفیف سپیدی کا دھبہ پیدا ہوتا ہے جو صبح کاذب کی بنیاد ہے۔



(۱۱)

پھر شکلے یوں ہوتے ہیں



(۱۲)



(۱۳)



(۱۴)

پھر یوں

ماہنامہ الطیغران ممبئی

امام احمد رضا بحیثیت منطقی و فلسفی

شبیر حسن بستوی صدر مدرس جامعہ عزیز العلوم نانپارہ ضلع بہار

محترم شبیر حسن ضلع بستوی کے متوطن ہیں اور الجامعۃ الاسلامیہ بارک پور ضلع اعظم گڑھ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ میں صدر مدرس کے لئے تشریف لے گئے تقریباً دس سال سے وہیں درس و تدریس میں مشغول ہیں۔ پیش نظر مضمون ان کی صلاحیت کا آئینہ ہے ہم شکر یہ کے ساتھ شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ (ایڈیٹر)

حسان الوقت نظر آ رہے ہیں۔ اور بڑے بڑے صوفیاء و مناطقہ و فلاسفہ آپ کے اشعار لغت کے مطالب سمجھنے سے قاصر ہیں نیز خوبی یہ کہ سارے علوم آپ کی شاعری میں مضمر ہیں۔ علم ریاضی کی حیثیت سے فاضل موصوف کی ذرا گرامی پر نظر ڈال جاتا ہے تو اقلیدس بھی محو حیرت بن جائے۔ اور ریاضی کے بہت سے اصول موضوعہ کو باطل فرما دیا۔ اور بہت سے علوم ایسے ہیں جنہیں فاضل موصوف نے سرے سے جنم دیا۔ اور ان علوم میں مرتبہ ایجاد پر فائز تھے۔ کیوں نہ ہو ایسا جبکہ علامہ زین قطب وقت حضرت والد گرامی مولانا نعیمی علی صاحب علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اپنے علوم دینیہ کی طرف متوجہ رہو۔ ان علوم کو خود کر لو گے۔ مولیٰ تعالیٰ عزوجل اپنے مقبول و محبوب بندوں کے ارشاد میں برکتیں رکھتا ہے۔ منطقی و فلسفی حیثیت سے فاضل موصوف کو دیکھا جائے تو امام المنطق و الفلسفہ نظر آ رہے ہیں کہ ارسطاطالیس و بوعلی ابن سینا وغیرہا مناطقہ آپ کے حلقہ درس میں آکر منطق و فلسفہ کا درس سیکھیں۔ غرضیکہ حضرت موصوف گرامی کو جس حیثیت و جہت سے بھی دیکھا جائے وہ اس حیثیت سے امام ہی نظر آ رہے ہیں۔ اسی لئے تو محدث نعمت کے طور پر فرماتے ہیں ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم جس سمت آگے ہو کے بٹھائیے ہیں

سچ فرمایا فرماتے والوں نے کلام الامام امام اسکلام۔ منطق و فلسفہ میں اس درجہ کمال حاصل تھا کہ منطق و فلسفہ سے مناطقہ و فلاسفہ کے اکثر اصول منسحبہ و اصطلاح مزخرفہ کو باطل فرما دیا۔ مناطقہ نے علم کی تعریف

یوں تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا فاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں دنیا نے سینت کا گوشہ گوشہ ان کے علم و عرفان سے روشنی منور ہے مجھے منطقی و فلسفی حیثیت سے فاضل موصوف علیہ الرحمہ کا اجمالی تعارف کرانا ہے۔ ویسے میری بساط ہی کیا کہ حضور مجدد مائتہ حاضرہ کا تعارف کراؤں اس لئے کہ تعارف و تعریف فرع ہے معرفت کی! توجہ تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ فاضل موصوف کا منطق و فلسفہ میں کیا مقام ہے تو کما حقہ تعارف کیسے کوئی کر سکتا ہے پھر میری ہی بات نہیں بڑے بڑوں نے مجدد مائتہ حاضرہ کے جلالت علمی کا وہاں تسلیم کیا ہے اور یہ بے ساختہ کہہ پڑے ہیں کہ سچ فرمایا فاضل بریلوی نے جس سمت آگے ہو کے بٹھائیے ہیں۔

انہیں جس حیثیت سے بھی دیکھا جائے وہ اپنا ایک مقام رکھتے ہیں بصورت کی حیثیت سے ان کی ذات گرامی پر نظر ڈال جاتی ہے تو گروہ صوفیاء کے امام نظر آتے ہیں۔ مفسر کی حیثیت سے دیکھا جائے تو تفسیر میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ حدیث و ان کی حیثیت سے نظر ڈالئے محدث اعظم نظر آ رہے ہیں۔ فقہی حیثیت سے دیکھئے تو اپنے زمانہ کے امام اعظم نظر آ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ علامہ نے فرمایا کہ اگر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ اظہر میں ہوتے تو ان کے صاحبان کرام میں ہوتے۔ بخوی و صفی حیثیت سے حضرت موصوف گرامی کو دیکھا جائے تو امام النحو و الصرف نظر آ رہے ہیں کہ سیبویہ بھی فاضل موصوف کے عہد مبارک میں ہوتا تو موصوف گرامی کی شاگردی کا شرف حاصل کرتا۔ شعر و شاعری کی حیثیت سے دیکھئے تو نعت گوئی میں

ز دقہ اسے اس پر پل کرتے ہیں کہ نفس ہی رب ہے اور یہ کفر خالص ہے قل الروح من امر ربي نہ کہ ما ذا الله ربی اور جو اپنی حقیقت سے جاہل ہو اور وہ دوسرے کی حقیقت کیا بتا سکتا ہے جو اپنے آپ کو نہ جان سکے دوسرے کو کیا جان سکتا ہے ۵

تنت زندہ بجاں جان نہسانی

توازاں زندہ دجاں راندانی

اور علم کی تعریف موصوف گرامی نے اس طرح کی ہے کہ علم وہ نور ہے کہ جو شے اس کے دائرہ میں آگئی منکشف ہوگئی۔ اور جس سے متعلق ہو گیا اس کی صورت ہمارے ذہن میں ترسیم ہوگئی۔ جب فلاسفہ و مناطقہ اپنے علم کو نہ پہچان سکے علم الہی کو کیا جانیں گے حق سبحانہ و تعالیٰ ذہن و صورت دار تمام نور عرضی سب سے پاک و منزہ ہے اس کی علم حضور معلوم کا محتاج نہیں اس کا علم حضوری و حصولی دونوں سے پاک و منزہ ہے۔ اس کا علم اس کی صفات قدیمہ قائمہ بالذات و لازمہ نفس ذات ہے۔ اور کم و کیف سے منزہ ہے۔ وہاں جوں و چرا و چگونوں کا دخل نہیں تو مناطقہ کا علم حق سبحانہ و تعالیٰ میں کلام کرنا کیسا جہل تام ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں ارشاد ہوا تفکروا فی الامر اللہ ولا تفکروا فی ذات اللہ فتمهلكوا۔ اللہ کی نعمتوں میں فکر کرو اور اس کی ذات میں فکر نہ کرو ورنہ گمراہ و ہلاک ہو جاؤ گے۔ علم باری میں فکر کرنا اس کی ذات میں فکر کرنا ہے۔ اس لئے کہ اس کی صفات کو ذات سے کسی موطن میں بھی جدائی ممکن نہیں غاضل موصوف مناطقہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حیوانات بھی ناطق ہیں بلکہ ہر شے ناطق ہے۔ شجر و حجر دیوار و در ب ناطق ہیں نص ہے۔

انطقنا الله الذي انطق كل شيء

کی ہے۔ الصورة الحاصلة من الشيء عند العقل۔ اس تعریف کو فاضل موصوف نے رد فرمادیا۔ اور فرمایا کہ ان سفہاء نے اصل و فرع میں فرق نہ کیا۔ اگر علم نہ ہو تو حصول صورت کیونکر ہو مطلب یہ ہوا کہ علم سے حصول معلوم ہوتا ہے نہ کہ حصول صورت سے علم۔ اور جب مقسم باطل ہے تو اس جہت سے علم کا انقسام بھی تصور و تصدیق کی طرف باطل ہو گیا نیز مناطکہ جہلا فن منطق میں معرف و حجت سے بحث کرتے ہیں چونکہ ان کے وہاں معرف و حجت منطق کا موضوع ہے اور معرف کی چار قسمیں بتاتے ہیں حد تام حد ناقص رسم تام رسم ناقص قطع نظر ان اعتراضات سے کہ حد تام وغیرہ کی تعریفیں دوری ہیں۔ ذاتیات و عرضیات کی تیز بہت مشکل ہے تحصیل حاصل لازم آتا ہے اور آج تک مناطکہ حد تام کی مثال حیوان ناطق کے سوا کوئی دوسری مثال نہ پیش کر سکے بلکہ گڑبگڑ کے اور انسان کی یوں تعریف کی ہو حیوان ناطق۔ انسان کی تعریف ملائکہ پر بھی صادق آتی ہے یہ کیا ضروری ہے کہ حیوان جنس قریب اور ناطق فصل قریب ہو سکتا ہے کہ اس سے قریب تر کوئی دوسری جنس ہو وغیرہ اعتراض کو نظر انداز فرماتے ہوئے فاضل موصوف فرماتے ہیں کہ ان سفہاء نے جو انسان کی تعریف حیوان ناطق سے کیا وہ بھی غلط کیا انسان پر حیوان ناطق کسی طرح صادق نہیں آتا۔

اس لئے کہ حیوان کی تعریف جسم نامی حساس متحرک بالارادہ سے کی اور ناطق کے معنی گڑھے مد رک کلیات و جزئیات و مستبط نتائج جو اصل زبان عرب کے مساعذ نہیں۔ ان مناطکہ سفہاء نے تو آوازوں پر عدد کا مدار رکھا گھوڑا حیوان مابل نگہ صاحب حیوان نامی انسان حیوان ناطق کلام کرنے والا بھر مزید دوسرے معنی گڑھے مد رک کلیات و جزئیات۔ خیر یوں ہی سہی اب سوال یہ ہے کہ انسان نام بدن کا ہے یا نفس مناطکہ کا۔ اگر انسان بدن کو کہا جائے تو بدن میں قوت ادراک نہیں۔ اس لئے کہ ادراک و استنباط نتائج کا ر نفس ہے نہ کار بدن۔ اور اگر انسان نفس مناطکہ کو کہا جائے تو نفس حیوان نہیں اس لئے کہ نفس مناطکہ جسم نہیں اور نامی بھی نہیں بلکہ ان کے یہاں متحرک بھی نہیں ہے اور اگر دونوں کے مجموعہ کو انسان کہا جائے تو بقول مناطکہ نتیجہ ادون کے تابع ہوتا ہے حیوان و لد حیوان کا مجموعہ لا حیوان ہوگا اور ناطق و لا ناطق کا مجموعہ لا ناطق ہوگا غرضیکہ انسان کی تعریف انسان پر کسی طرح صادق نہیں آتی۔ اس تعریف کو غلط ثابت کرنے کے بعد حضرت موصوف گرامی فرماتے ہیں کہ انسان نام روح متعلق بالبدن کا ہے اور روح کی معرفت بغیر معرفت رب حاصل ہو نہیں سکتی۔ اسی لئے اولیائے کرام فرماتے ہیں من عرف نفسه فقد عرف ربه جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا یعنی معرفت نفس اسی وقت حاصل ہوگی جب پہلے معرفت رب ہوئے بعض جہلا و

موصوف گرامی کو ہر علم میں انتہائی کمال حاصل تھا منطق کی مشہور کتاب ملا جلال میرزا مد کا حاشیہ عربی میں تحریر فرمایا حاشیہ شمس باز فہ عربی میں تحریر فرمایا اصول طبعی کا حاشیہ اردو میں لکھا اور بہت سی کتابوں کے حواشی شریح موصوف گرامی نے لکھے ہیں۔ کل آپ کی تصنیفات ایک ہزار بھی زائد ہیں جیسا کہ ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین علیہ الرحمہ نے حیات اعلیٰ حضرت میں تحریر فرمایا ہے تقریباً پچاس علوم و فنون میں کتابیں لکھی ہیں۔ اور آپ کے حواشی و شریح اردو کے حواشی و شریح کی طرح نہیں کہ متون و شریح سے ماخوذ ہیں بلکہ خود آپ کے افادات و افاضات میں اور جودت و طبع کے جوہر بے بہا ہیں۔

اور جب فلاسفہ اپنے آپ کو فلسفی کہلانے والے حالانکہ فلسفہ جس کا نام ہے
ان سفہاء کو فلسفہ سے کوئی تعلق نہیں اسی لئے میں نے عرض کیا ہے کہ اگر
یہ موصوف گرامی کے دور مبارک میں ہوتے تو موصوف گرامی سے منقطع و
فلسفہ کیلئے فلسفہ نے اپنے موعومات باطلہ پر ایسے کمزور دلائل پیش
کئے ہیں جو ہر ذی فہم پر روشن ہے کہ فلسفہ جدیدہ کو اصلاً عقل سے ربط و
تعلق نہیں موصوف گرامی نے فلسفہ جدیدہ کے رد میں "فوز میں در حرکت زمین"
نامی کتاب مستطاب تحریر فرمائی جس میں ایک سو پانچ دلائل سے حرکت زمین
باطل کی اور سائے موعومات فلسفہ جدیدہ کو غلط ثابت فرمادیا اور وہ
روشن رد فرمائے کہ جن کے مطالعہ سے ہر ذی انصاف پر آفتاب سے
زیادہ روشن ہو جائے گا کہ یقیناً فلسفہ کو عقل سے سس نہیں اور فلسفہ
قدیمہ کے وہ دلائل جو حرکت زمین کے رد میں تھے۔ ان دلائل کا بھی ابطال
فرمایا اور فرمادیا کہ فلسفہ جدیدہ کی طرح فلسفہ قدیمہ بھی بازیکچہ اطفال سے
زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ فلسفہ قدیمہ کے رد میں الکلمۃ الملہمہ
نامی کتاب مستطاب تصنیف فرمائی جس میں فلسفہ قدیمہ کے بھی ایک ایک
موعومات باطلہ کا ابطال فرمایا فلسفہ قدیمہ کا پہلا مسئلہ جزو لا یتجزی کا ابطال
ہے اور جزو لا یتجزی پر فلاسفہ کے اکثر موعومات منہی ہیں۔ جزو لا یتجزی
کے ابطال سے فلاسفہ کی منشا یہ ہے کہ جسم کی ہیولی و صورت سے ترکیب
ثابت کریں اور پھر اسی سے عالم کی قدامت ثابت کریں۔ اہل سنت و جماعت
کے نزدیک ذات و صفات باری تعالیٰ کے سوا کوئی شے قدیم نہیں۔ قدامت
ذات باری تعالیٰ کو زیبا ہے کائنات عالم کا ایک ایک فرد حادث مخرج
من العدم ہے جزو لا یتجزی باطل موصوف کے نزدیک باطل نہیں موصوف گرامی
الکلمۃ الملہمہ کے اکتیسویں مقام کے موقف اول میں فرماتے ہیں "ہمارے
نزدیک جزو لا یتجزی باطل نہیں" موصوف گرامی نے فلاسفہ کے دلائل
ابطال کا ابطال فرمایا اور جزو لا یتجزی کا امکان بلکہ اثبات فرمایا۔
متکلمین نے جزو لا یتجزی کے امکان پر جو دلائل قائم کئے ہیں اس کے بارے
میں فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک تام نہیں۔ اگرچہ ان میں سے بعض کو
شرح مقاصد کے اندر قوی بتایا جزو لا یتجزی کا اثبات قرآن مقدس سے
فرماتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ہنر قناہم کل صمستی
تمن لیتی پارہ پارہ کرنا۔ ہم نے ان کی کوئی تمزین باقی نہ رکھی سب
بالفعل کر دیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں تمزین موجود مراد نہیں ہو سکتی کہ
تحصیل حاصل نالکھن ہے۔ لاجرم تمزین ممکن مراد یعنی جہاں تک تجزیہ
کا امکان تھا سب بالفعل کر دیا لا ضروری تجزیہ ان اجزاء پر منتہی
ہوا جن کے آگے تجزیہ ممکن نہیں ورنہ کل مزق نہ ہوتا کہ ابھی تمزین نہیں

باقی تھیں اور وہ اجزاء اجزاء کا تجزیہ ناممکن ہو وہ نہیں مگر اجزاء لا یتجزی
تو اس تقدیر پر حاصل یہ ہوا کہ اجسام کے تمام اتصالات حسیہ کے ہر حصے
اور ہر حصے کے حصے باطل فرما کر ان کے اجزاء لا یتجزی دور دور کبھی
کہ اب کسی جزو کو دور جزو سے اتصال حسی نہیں رہا۔ موصوف گرامی قرآن
کریم سے استدلال کے بعد فلاسفہ کے دلائل کا ابطال فرماتے ہیں اور یہ
فرمادیا کہ جزو لا یتجزی باطل نہیں اور فلاسفہ کی ساری دلیلیں اتصالات جزوین
کو باطل کرتی ہیں۔ نفس جزو کا بطلان کسی دلیل سے بھی نہیں ہوتا۔ فلاسفہ
ترجیح بلا مرجح مطلقاً باطل مانتے ہیں۔ موصوف گرامی فرماتے ہیں کہ ترجیح
بلا مرجح کا بطلان مطلقاً باطل نہیں۔ مصدر اگر صراحت مصدر پر ہو یا
مبنی الفاعل ہو تو ہر گز محال نہیں ہدایت واقع ہے ہاں مبنی للمفعول ہو تو محال
کہ وہی ترجیح بلا مرجح ہے اس کی مثال بیان فرمائی ہے کہ عقل انسانی میں
آدمی اپنے ارادے کو دیکھ رہا ہے کہ دو متصادیوں میں بے کسی مرجح کے
آپ تخصیص کر لیتا ہے دو جام یکساں ایک صورت ایک لطافت کے
دونوں میں ایک سا پانی بھر اسو اس سے ایک قرب پر رکھے ہوں یہ چننا چاہے
اس میں سے جسے چاہے اٹھائے گا۔ ایک مطلوب تک دور راستے
بالکل برابر دیکھا ہوں جسے چاہے چلے گا۔ ایک سے دو کپڑے ہوں
جسے چاہے گلپھنے گا۔ فلاسفہ کا اصول ہے الواحد لا یصدر عنہ
الا الواحد یعنی جو واحد محض ہو اس سے ایک ہی شے کا صدر
ہو سکتا ہے۔ اور حق سبحانہ تعالیٰ ایسا ہی واحد ہے لہذا اس نے
صرف عقل اول کو بنایا "نفوذ باللہ من مدادہ العقائد" فلاسفہ
دس عقلیں اور زائد انک کے قائل ہیں حضرت موصوف گرامی اس قضیہ
نامرضیہ پر بہت سے سوالات قاہرہ قائم فرمائے ہیں کسی ایک کا جواب
فلاسفہ سے نہیں بن سکے گا۔ اور آخر میں فرمایا: قاعدہ الواحد
لا یصدر عنہ الا الواحد خود ہی باطل مردود ہے
اور محل متناہین ہے۔ اس لئے مؤثر من حیث ہو مؤثر کا واحد محض
ہونا محال! اور تم نے اس کو ایسا ہی فرض کیا کہ وصف عنوانی کے حکم
ضمنی میں نقیضین کو جمع کر لیا۔ یعنی وہ واحد محض کہ ہرگز واحد محض نہیں
اس لئے ایک ہی شے صادر ہوگی ایسا جامع نقیضین خود ہی محال ہے
نہ کہ اس سے کسی شے کے صدور و عدم صدور کی بحث۔ نہ کہ اس سے
صدور واحد کی تجویز اتراستنا کا حکم صریح بھی باطل۔ یہ ہے ماہرین فلاسفہ
کا فلسفہ کہ ان کے بولے سینا سے لے کر ملا محمد جو پوری تک اسی
قسم کے لطالات کی پیروی کرنے آئے اور اب تک اس کے سوار
انہیں کچھ نہ مل سکا۔

تقریباً ۵۰ علوم و فنون میں کتابیں لکھی ہیں۔ اور آپ کے حواشی و شرح اردو کے حواشی و شرح کی طرح نہیں کہ متون و شرح سے ماخوذ ہیں۔ بلکہ خود آپ کے افادات و اضافات اور جودت طبع کے جوہر بے بہا ہیں۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگے ہو سکے بٹھائیے ہیں۔

حضرت موصوف گرامی کو ہر علم میں انتہائی کمال حاصل تھا۔ منطق کی مشہور کتاب ملاجلال میرزا ہد کا حاشیہ عربی میں تحریر فرمایا۔ حاشیہ شمس بارغہ عربی میں تحریر فرمایا۔ اصول طبع کا حاشیہ اردو میں لکھا۔ اور بہت سی کتابوں کے حواشی و شرح موصوف گرامی نے تحریر فرمائے ہیں۔
کل آپ کی تصنیفات ایک ہزار سے بھی زائد ہیں۔ جیسا کہ ملک العلماء
حضرت مولانا ظفر الدین علیہ الرحمہ نے حیات اعلیٰ حضرت میں تحریر فرمایا

بقیہ :- جدید سائنس کی روشنی میں

جیسے واضح، ٹھوس اور سلجھے ہوئے مذہب میں غیروں کے دام اطماع کے زیر اثر پیچیدگیاں پھیلانا اپنا شعار بنا رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج اسلام حنفی المذہب کے کٹر مخالف بھی جب آپ کی تصانیف کا مطالعہ کرتے ہیں تو انگشت بہ دندان رہ جاتے ہیں کہ اب دین محمدی (علی صا جہا النبیہ و النوار) پر کس رخ سے حملہ کیا جائے۔ حالانکہ ان پر روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہے کہ دین محمدی (علی صا جہا النبیہ و النوار) سارے مذاہب عالم کے لئے اپنی مستحکم اور پائیداری کی بنا پر چیلنج کا دعویٰ رکھتا ہے۔ یہ دین کسی بھی چمک کو قبول کرنے سے انکار کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا۔

تھی کیونکہ کسب کے ذریعہ اتنے علوم پر عبور حاصل کر لینا عام ذہن کا کام تو ہو نہیں سکتا بلکہ انتہائی ذہن رسا کے بھی بس سے باہر ہی ہے۔ اس لئے اس بے تحاشہ و بی حدی اور فراست ایمانی کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ بہر کیف اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو جس طرح بھی نوازا ہو، ہمارے لئے ہی نہیں بلکہ پوری انسانی عالمی برادری کے لئے آپ کی شخصیت اور علمی استعداد قابل فخر رہے گی۔

آپ کی تصانیف جہاں غیروں کی حق طلبی کے لئے دعوت غور و فکر ہیں وہاں ہم میں سے ان کے منہ کے لئے زوردار طمانچے بھی ہیں جنہوں نے اسلام

امام احمد رضا خاں کی اشاعت پر

ادارہ المیزان ممبئی کو

مبارکباد

محمد یوسف ایچ علی

ہاؤس آف بسٹ فرینچر

۱۰۲۔ کھارائٹنگ روڈ، ممبئی ۴۰۰۰۰۳

بارگاہ امام احمد رضا

میں

گلہائے عقیدت

پیش کرتا ہوں

ہمہ اقسام کے زیورات کے تاجر

ابراہیم منصوری

برہانی بلڈنگ، ٹن اسٹریٹ ممبئی ۴۰۰۰۰۳

کیوں رضا آج گلی سونی ہے
اٹھ مرے دھوم مچانے والے

امام احمد رضا کی روح پُرفستوح کو

انتہائی عقیدتوں کا نذرانہ

مَدَنِ سَہ عَوَشیہ

راہوڑی، تھانہ (مہاراشٹر)

عقیدہ فیش

نور شید اللہ خان

سٹی سرکل، نئی بستی

پہلی راہوڑی، ضلع تھانہ، مہاراشٹر

تیری شان عالمانہ نے یہ ثابت کر دیا
تجھ کو زیبا ہے امامت سیدی احمد رضا

تالیفات

(۱)

امام احمد رضا کی تصنیفات

(۲)

امام احمد رضا پر کتابیں

تصنیفات

ماخوذ

میدان تصنیف و تالیف میں امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان کا دوسرے مصنفین و مولفین سے موازنہ کرنے پر یہ بخوبی سمجھ میں آتا ہے کہ نہ صرف ان کے دور میں بلکہ ان سے پہلے کے اقدار میں بھی تحقیق و تدقیق، تجربہ علمی اور کثرت تصانیف کے لحاظ سے امام موصوف بلاشبہ نادر و نادر بزرگ تھے اور جامعیت علوم میں تو کوئی بھی عالم آپ کا مد مقابل نہ ٹھہرے گا۔

آپ کے محبوب شاگرد اور خلیفہ ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے آپ کی ۱۳۲۷ھ تک تصانیف کی فہرست کو ایک کتاب کی صورت میں ترتیب دیجر شائع کرایا ہے جس کا نام الجمل المحدث تصانیفات المجدد ہے۔ اس کتاب میں آپ کے تین سو پچاس کتابوں کو شمار کرایا ہے جس میں سن تصنیف، زبان، مسودہ، مبیضہ یا مطبوعہ کی کیفیت اور مضامین کا تذکرہ فرمایا ہے۔

ایک اندازہ کے مطابق فاضل بریلوی نے ایک ہزار کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ حضرت ملک العلماء نے باوجودیکہ اپنی تصنیف میں سارے تین سو کتابوں کا تذکرہ فرمایا ہے لیکن امام احمد رضا کی تصنیفات کے ایک عظیم ذخیرہ کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ انہوں نے اپنے تئیں جلد تصانیف کا تذکرہ کر ڈالا تھا مگر بعد میں انہیں ۹۶ رسائل و کتب ملے۔ اور انہوں نے تصریح فرمادی کہ یہ فہرست ۱۳۲۷ھ تک کی بھی مکمل نہیں ہے بلکہ اس وقت جن کتابوں کے نام معلوم ہو سکے درج کر دئے گئے وہ خود فرماتے ہیں۔

”میں نہیں کہتا کہ سب اسی قدر ہیں بلکہ یہ صرف وہ ہیں جو اس وقت کے استقرائیں میرے پیش نظر ہیں۔ فضل خدا سے امید واثق کہ اگر تفحص تام اور تمام قدیم و جدید دستوں پر نظر کی جائے تو کم و بیش پچاس رسالے اور کتبیں کہ پہلی بار ادانہ صفر میں یہ فقیر اپنے زعم میں تمام تصانیف کی فہرست تمام کر چکا تھا پھر دوبارہ قدیم بستے اور فتویٰ کی جلدیں دیکھنے سے چھپانے والے رسالے اور کتب جن میں بعض مطبوعات تھیں کہ باوصف طبع مجھے یاد نہ آئے اور باقی سب مبیضہ پائے“ (الجمل المحدث تصانیفات المجدد ص ۴)

علاوہ ازیں امام احمد رضا ۱۳۲۷ھ کے بعد لگ بھگ ۱۳ سال تک باجیات رہے اور آپ کی زندگی کے آخری دور کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دور آپ کی تصنیف و تالیف کا مصروف ترین دور تھا۔ ہم وقت تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ رہتے۔ مصروفیت کا عالم یہ تھا کہ ایک ایک دن میں کئی کئی سو سوالات پیش ہوتے جن کے جوابات پورے اہتمام سے سمجھوائے جاتے اور ایک ایک دو دو دن میں پورا رسالہ قلم بند کر دیا جاتا۔ اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ جس کی ابتداء اتنی شاندار تھی اس کی انتہا کا کیا عالم ہوگا۔

آئندہ صفحات میں ہم امام احمد رضا کی تصنیفات کی فہرست دے رہے ہیں جسے ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے ترتیب دیا تھا۔ ان میں بہت سی وہ کتابیں جن کے سامنے غیر مطبوعہ لکھا ہے وہ زیر طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں مگر انہیں ہم نے بچہ نہ بننے دیا ہے ان ترتیب میں تغیر و تبدل ہوا ہے۔ نیز اس مضمون کو ترتیب دینے میں سوانح اعلیٰ حضرت مولفہ مولانا بدر الدین احمد قادری صاحب کا بھی سہارا لیا گیا ہے اور حضرت مولانا مفتی محمد اعظم صاحب مفتی مرکزی دارالافتاء سوداگران بریلی شریف نے بھی تعاون فرمایا ہے۔ اس طرح ہم نے کل ۵۴۸ کتابوں کا تذکرہ کیا ہے جس کی تفصیل باعتبار فن درج ہے۔ ابھی بھی فاضل بریلوی کی تصنیفات کی فہرست نامکمل ہے۔ انشاء اللہ بہت جلد تصنیفات و تالیفات کی فہرست کی طرف آل انڈیائی لیگ کی مرکزی مجلس ضابطہ ہوگی اور اس کام کے لئے کسی باصلاحیت شخص کا انتخاب کریں جو کچھ ہو سکا حاضر ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔ (ایڈیٹر)

تفسیر

نمبر شمار	سن تصنیف	نام کتاب	بہ زبان	کیفیت	موضوع
۱	۱۳۰۰	الزلزال الانقی من بحر سبقتہ الاتقی	عربی	مبیضہ	آیہ ایمان اگر تم عند اللہ اتقا کم کی تفسیر اور صدیق اکبر کی تفسیر
۲	۱۳۰۶	نائل الراح فی فرق الترح والریاح	فارسی	"	اطلاق ترح وریاح کا فرق
۳	۱۳۰۹	الوار الحکم فی معانی میعاد استجب لکم	"	"	اجابت دعا کے کیا کیا معنی ہیں اثر ظاہر ہونا دیکھ کر بیدل ہونا حماقت ہے۔
۴	۱۳۱۵	المصمام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام	اردو	"	ڈاکٹروں کا ادعا اور پادریوں کا رد
۵	"	النفعۃ الفاتحہ من مسک سورۃ الفاتحہ	"	مسودہ	سورہ فاتحہ سے فضائل حضور و رد وہابیہ
۶		حاشیہ تفسیر بیضاوی شریف	عربی		
۷		حاشیہ عنایت القاضی	"		
۸		حاشیہ معالم التنزیل	"		
۹		حاشیۃ الاتقان فی علوم القرآن	"		
۱۰		حاشیہ الدر المنثور	"		
۱۱		حاشیہ تفسیر خازن	"		

حدیث و اصول حدیث

۱۲	۱۲۹۶	النجوم الثواب فی تخریج احادیث الکواکب	عربی	مسودہ	فضائل علم میں رسالہ والد ماجد کے احادیث کی تخریج
۱۳	۱۲۹۶ تا ۱۲۹۹	الروض البہج فی آداب التخریج	"	"	حدیث کی تخریج میں عالم کو کس کس بات کا لحاظ درکار ہے
۱۴	۱۳۰۵	البحث الفاضل عن طرق احادیث الخصائص	"	"	حدیث خصائص اقدس کے طرق و الفاظ کی جمع حادی
۱۵	۱۳۰۵	اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین	عربی اردو	مبیضہ	شفاعت اقدس میں چہل حدیث
۱۶	"	تلاوا الافلاک بجلال حدیث لولاک	"	مسودہ	حدیث لولاک کا ثبوت
۱۷	۱۳۰۶	ذیل المدعی لاجن الوعا	اردو	مطبع الہنت	دعا کے آداب و اوقات و مکانات و اسباب اجابت کے بیان میں رسالہ حضرت والد ماجد کا ذیل
۱۸	۱۳۰۹	انبار الخذاق بمسک النفاق	اردو	مسودہ	نفاق اعتقادی و علمی کا فرق اور اس کے بارے میں احادیث کثیرہ کا جمع کرنا
۱۹	۱۳۱۰	اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد	"	مبیضہ	کن کن عمل کے سبب حقوق العباد سے نجات مل سکتی ہے
۲۰	۱۳۱۱	الہدایۃ المبارک فی خلق الملائکہ	"	"	ملائکہ کی پیدائش و موت کا بیان
۲۱	۱۳۱۳	الہاد الکاف فی حکم الضعاف	"	مطبع بہمنی	حدیث ضعیف پر عمل کے احکام
۲۲	"	مدارج طبقات الحدیث	عربی	مبیضہ	کتب حدیث کا تفرقہ مراتب
۲۳	"	الاحادیث الراویہ لمدح الامیر مجاہد	عربی اردو	مسودہ	مناقب امیر مجاہد کی حدیثیں
۲۴	۱۳۲۳	الاجازۃ الرضویہ لکلمۃ البہیۃ	عربی	مطبوع	علمائے مکہ کو حدیث کا اجازت نامہ کہ مصنف نے دیا
۲۵		فصل القصائد فی رسم الافتاء	عربی		

نمبر شمار	تصنيف	نام كتاب	به زبان	كيفيت	موضوع
۲۶		حاشية الكشف عن تجاذب الامم عن الالف	عربي		
۲۷		حاشية مجمع بخاري شريف	"		
۲۸		حاشية صحيح مسلم شريف	"		
۲۹		حاشية ترمذي شريف	"		
۳۰		حاشية نسائي شريف	"		
۳۱		حاشية ابن ماجه شريف	"		
۳۲		حاشية تيسير شرح جامع صغير	"		
۳۳		حاشية تقريب	"		
۳۴		حاشية مسند امام اعظم	"		
۳۵		حاشية كتاب الحج	"		
۳۶		حاشية كتاب الآثار	"		
۳۷		حاشية مسند امام احمد بن حنبل	"		
۳۸		حاشية طحاوي شريف	"		
۳۹		حاشية سنن دارمي شريف	"		
۴۰		حاشية خصائص كبرى	"		
۴۱		حاشية كنز العمال	"		
۴۲		حاشية ترغيب وترهيب	"		
۴۳		حاشية كتاب الاسماء والصفات	"		
۴۴		حاشية القول البديع	"		
۴۵		حاشية نيل الاوطار	"		
۴۶		حاشية المقاصد الحسنة	"		
۴۷		حاشية الآلي المصنوع	"		
۴۸		حاشية موضوعات كبرى	"		
۴۹		حاشية الاصابة في معرفة الصحابة	"		
۵۰		حاشية تذكرة الحفاظ	"		
۵۱		حاشية عمدة القاري	"		
۵۲		حاشية فتح الباري	"		
۵۳		حاشية ارشاد الساري	"		
۵۴		حاشية نصب الراية	"		
۵۵		حاشية جمع الرسائل في شرح الشامل	"		
۵۶		حاشية فيض القدير شرح جامع صغير	"		
۵۷		حاشية مرقاة المفاتيح	"		

نمبر شمار	تصنیف	نام کتاب	بہ زبان	کیفیت	موضوع
۵۸		حاشیہ اشعۃ اللمعات	عربی		
۵۹		حاشیہ مجمع بحار الانوار	"		
۶۰		حاشیہ فتح المنیث	"		
۶۱		حاشیہ میزان الاعتدال	"		
۶۲		حاشیہ العلل المتناہیہ	"		
۶۳		حاشیہ تہذیب التہذیب	"		
۶۴		حاشیہ خلاصہ تہذیب الکمال	"		

عقائد و کلام

۶۵	۱۲۸۵	صورۃ النہایت فی اعلام احمد والہدایت	عربی	مبیضہ	حمد و ہدایت کی تعریف
۶۶	۱۲۹۰	السعی المشکور فی ابداء الحق المہجور	"	مسودہ	مسئلہ صفات باری تعالیٰ و تحقیق مذاہب اہل سنت
۶۷	۱۲۹۴	معبر الطالب فی شیون ابی طالب	اردو	مبیضہ	شرح الطالب میں شامل کر دیا گیا
۶۸	۱۲۹۷	مطلع القمرین فی ابانۃ سبقتہ العربین	"	مسودہ	تفصیل شیخین میں کمال مسودہ کتاب
۶۹	۱۲۹۸	اعتقاد الاحباب فی الجمل والمصطفیٰ وآل والاصحاب	"	مبیضہ	اللہ و رسول، اصحاب آل کے باب میں اہلسنت کے اعتقاد
۷۰	۱۳۰۰	البشری العاجلہ من تحف آجلہ	عربی	مسودہ	تفضیلیہ و مضائق امیر معاویہ کا رد
۷۱	۱۳۰۴	مفتاح الحدیر علی خد المنطق الجدید	اردو	مبیضہ	کتاب المنطق الجدید کا خلاف عقائد ہونا
۷۲	۱۳۰۵	نجلی یقین بان نبینا سید المرسلین	"	مطبوعہ	سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسب انبیاء سے افضل ہونیکا بیان
۷۳	"	حیات الموات فی بیان سماع الاموات	"	"	اموات کے دیکھنے اور سننے کا بیان
۷۴	۱۳۱۲	الکوکتبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ	"	"	سنزدہ سے امام دہابیہ پر فقہاء کے نزدیک لزوم کفر
۷۵	۱۳۱۲	عرش الاعزاز والاکرام لاول لموک الاسلام	"	مسودہ	مسئلہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
۷۶	"	ذب الامواء الواہمہ فی باب الامیر معاویہ	"	نا تمام	امیر معاویہ پر سے مطاعن کا دفع
۷۷	"	فتاویٰ القدودہ لکشف دین الذودہ	"	مطبوعہ	رد عقائد ندودہ
۷۸	۱۳۱۷	فتاویٰ الحرمین برجف ندودہ المین	"	"	رد ندودہ میں حرمین شریفین کے فتوے
۷۹	۱۳۱۸	قوارع القہار علی المجتہد الفجار	"	مبیضہ	دہابیہ کے اس خیال کا رد کہ خدا عرش پر بیٹھا ہے
۸۰	۱۳۱۹	المقال الباہر ان منکر الفقہ کافر	"	"	فقہ کا منکر کافر ہے
۸۱	۱۳۲۰	العمد المستند بنیاء نجات الابد	عربی	مطبوعہ	عقائد اہل سنت کا بیان اور طوائف حادثہ باطلہ کا رد
۸۲	۱۳۲۰	السوء والعقاب علی المیخ الکذاب	اردو	"	قادیانی کی تکفیر
۸۳	"	رد الرفضہ	"	"	رد افض زمانہ سنی کے وارث نہیں اور نہ ان سے نکاح
۸۴	۱۳۲۲	دفعتہ الباس علی جاحد الفاتحہ والفلق والناس	"	مبیضہ و مطبوعہ	جو سورہ فاتحہ یا مودتین کی قرآنیت کا منکر ہے کافر ہے
۸۵	۱۳۲۳	قہر الدیان علی مرتد بقادیان	"	مطبوعہ	رد عجائبات قادیانی
۸۶	۱۳۲۴	حسام الحرمین علی منکر الکفر والین	عربی	"	علماء دہابیہ کے بارے میں حرمین شریفین کے فتوے
۸۷	۱۳۲۵	مبین احکام و تصدیقات اعلام	اردو	"	ترجمہ حسام الحرمین

نمبر شمار	تصنیف	نام کتاب	بہ زبان	کیفیت	موضوع
۸۹	۱۳۲۵	الفیوضات الملكية لمحہ الدولة الملكية	عربی	مسودہ	الدولة الملكية کا حاشیہ
۹۰	۱۳۲۶	تمہید ایمان بآیات قرآن	اردو	مطبوعہ	شان رسالت میں ادنیٰ گستاخی کفر ہے
۹۱	"	دامان باغ سخن السجود	"	"	امکان کذب میں خیالات و ہابیہ کا رد
۹۲	"	المبین ختم النبیین	"	مسودہ	خاتم النبیین میں لام کی تحقیق
۹۳	۱۳۲۷	مقال عرفا باعزاز شرع و علماء	"	زیر طبع	جو طریقت و شریعت میں تفریق کرے بد دین ہے اور اہل طریقت علم و علماء کے محتاج ہیں۔
۹۴	۱۳۱۲	لمعة الشمعة لہدی شیعة الشنعة	"	مسودہ	تفضیلہ و تفسیق کے متعلق سات سوالوں کا جواب
۹۵	۱۳۰۵	الجرح الراجح فی بطن الخوارج	"	مبیضہ	تفضیلہ و مفسقہ کا بیان
۹۶	۱۳۰۴	الصمصام الجیدری علی حق العیار المفسری	"	مبیضہ	تفضیلہ و مفسقہ کا بیان
۹۷	۱۳۲۴	مبین الہدی فی نفی امکان المصطفیٰ	"	مطبوعہ	مثل مصطفیٰ محال ہے
۹۸	۱۳۱۵	الصمام الربانی علی اسراف القادیان	"	مطبوعہ	عقائد قادیان کا رد
۹۹	۱۳۲۳	ظفر الدین الجید طقب بہ بطش عینب	"	"	مسئلہ غیب میں سوالات
۱۰۰		العقائد الکلام	اردو		
۱۰۱		الفرق الوجیز بین النبی العزیز والولہ ابی الرجیز	"	"	
۱۰۲		دوام العیش فی الائمۃ من قریش	"	"	
۱۰۳		حاشیہ شرح فقہ اکبر	عربی		
۱۰۴		حاشیہ خیالی علی شرح العقائد	"		
۱۰۵		حاشیہ شرح عقائد عضدیہ	"		
۱۰۶		حاشیہ شرح مواقف	"		
			"		
		حاشیہ شرح مقاصد	"		
		حاشیہ سامرہ و مسایرہ	"		
		حاشیہ التفرقة بین الاسلام والزندہ	"		
		حاشیہ الیواقیت والحواہر	"		
		حاشیہ مناقح السعاده	"		
		حاشیہ تحفۃ الاخوان	"		
		حاشیہ الصواعق المحرقة	"		
		تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال	اردو	مطبوعہ	چھ خاتم النبیین والوں کا رد
		جواہر تہذیب ترکہ ترکہ	"	"	"
		الرائحة العنبریہ عن الجمرة الجیدریہ	"	"	مسئلہ تفضیل و تفضیل من جمیع الوجہ کا بیان
		اخباریہ کی خبر گیری	"	"	مسئلہ امکان کذب بادی کا بیان
		چابک لیث براہل حدیث	"	"	جناب خدا و رسول میں عقائد و ہابیہ کا رد

فقہ و اصول فقہ، لغت فقہ، فرائض، تجوید

نمبر شمار	تصنیف	نام کتاب	بہ زبان	کیفیت	موضوع
۱۱۹	۱۲۹۵	نقاء النیرہ فی شرح الجوہرہ ملقب بہ النیرہ	اردو	مطبوعہ	مسائل حج و زیارت کا بیان یہ رسالہ باداؤل کے حج میں مکہ میں ایک دن میں تالیف کیا۔
۱۲۰	۱۲۹۸	احکام الاحکام فی التناول من یدین مالہ حرام	"	مبیضہ	مال حرام والے کے ساتھ معاملات اور ان کے نفقات
۱۲۱	"	انفس البقر فی قربان البقر	"	"	ہندوستان میں گلے کی قربانی بیان
۱۲۲	"	الامر باخرام المقابر	"	مطبوعہ	الہاک الوہابین میں شامل کر دیا گیا
۱۲۳	۱۲۹۹	اقامۃ القیامہ علی طاعن القیام لنبی تہامہ	"	مبیضہ	مسئلہ قیام و مجلس میلاد مبارک
۱۲۴	"	حسن البراءۃ فی تنفیذ حکم الجماعۃ	عربی	مسودہ	جماعت اولیٰ اور مسجد واجب ہے
۱۲۵	"	النعیم المقیم فی فرحتہ مولد النبی الکریم	اردو	مطبوعہ	اشاعت الکلام میں شامل کر دیا گیا
۱۲۶	۱۳۰۰	بذل الصفا لبعید المصطفیٰ	"	مبیضہ	عبدالنبی، نبی بخش ناموں کا جواز
۱۲۷	۱۳۰۱	منیر العین فی حکم تقبیل الالبہابین	"	مطبوعہ	اذان میں نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا
۱۲۸	"	المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرہ	عربی	مسودہ	جو بدعت کفری رکھتا ہو تمام احکام میں مثل مرتد ہے
۱۲۹	"	المجل المدردان ساب المصطفیٰ مرتد	عربی اردو	مبیضہ	حضور کی شان میں ادنیٰ گستاخی ارتداد ہے
۱۳۰	۱۳۰۲	اجود القری لمن یطلب الصحتۃ فی اجارۃ القریٰ	اردو	"	دیہات کا رائج ٹھیکہ حرام ہے اور جواز کی یہ صورت ہے
۱۳۱	"	لیم الصبار فی ان الاذان یجوز الوہاب	"	مسودہ	رفع دبا کو اذان
۱۳۲	۱۳۰۳	الاعلیٰ من السکر لطلبتہ سکر و سر	"	مطبوعہ	شکر در سر وغیرہ صدام جزئیات کا قانون
۱۳۳	"	جمال الاجال لتوقیت حکم الصلوۃ فی النعال	عربی	مسودہ	نیا جوتا پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے
۱۳۴	"	منزع المرام فی التداوی بالحرام	"	نا تمام	حرام چیز بطور دوا استعمال نہیں ہو سکتی۔
۱۳۵	۱۳۰۴	معدل الزال فی اثبات الہلال	اردو	مبیضہ	انجن اسلام یہ بریلی کو اثبات ہلال میں غلط فہمی
۱۳۶	"	طوالع النور فی حکم السرج علی القبور	"	نا تمام	قبروں پر چراغ جلا نا کیسا ہے۔
۱۳۷	"	البارقۃ اللہ علی ساند نطق بالکفر طوعا	عربی	مسودہ	جو قصد اکلا کفر کہے کافر ہے۔
۱۳۸	"	جل مجید ان المکررۃ تنزیہا لیس بمعصیہ	"	"	مکررہ تنزیہی جائز ہے گناہ کہنا خطا
۱۳۹	"	انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ	اردو	"	یا رسول اللہ یا علی کہنے کا جواز
۱۴۰	۱۳۰۵	انہار الاوار من یم صلاۃ الاسرار	"	مطبوعہ	نماز غوثیہ کا ثبوت
۱۴۱	"	البسط المسجل فی امتناع الزوجۃ بعد الوطی للمجل	"	مبیضہ	زوجہ بعد طہی مہر محل لینے کے لئے اپنے نفس کو روک سکتی
۱۴۲	"	النبی الاکید عن الصلوۃ ورا بدعی التقلید	"	"	غیر مقلدوں کے پیچھے نماز نا جائز ہے
۱۴۳	"	صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین	عربی	"	حرمین میں مجاور بنکر رہنا کیسا ہے
۱۴۴	"	ازکی الالہال بابطال ما احدث الناس فی امر الہلال	اردو	مطبوعہ	چاند کی خبر میں تاؤ اور خط کا اعتبار نہیں
۱۵۵	"	باب غلام مصطفیٰ	"	مبیضہ	شامل رسالہ بذل الصفا کیا گیا
۱۴۶	"	التجیر بباب التدبیر	"	"	تقدیر پر ایمان کے ساتھ تدبیر سنت اور منکر گمراہ
۱۴۷	"	احسن المقاصد فی بیان ما تنزہ عنہ الساجد	"	نا تمام	کیا کیا کام مسجد میں ناروا ہیں

نمبر شمار	تصنیف	نام کتاب	بہ زبان	کیفیت	موضوع
۱۴۸	۱۳۰۵	ازین کافل لحکم العقدۃ فی المکتوبۃ والنوافل	عربی	نامتوم	فرض و نفل میں قعدہ فرض ہے یا واجب۔
۱۴۹	۱۳۰۶	صفائح اللجین فی کون القصارح بکفی الیدین	اردو	مطبوعہ	مصافحہ دلدلوں ہاتھوں سے سنت ہے
۱۵۰	"	اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام	عربی	مبیضہ	ہندوستان دارالحرب نہیں
۱۵۱	"	تبیان الوضوء	اردو	"	وضو و غسل کی احتیاطیں
۱۵۲	"	الحلاوہ والطلاوہ فی کلم توجب سجود السلاوہ	عربی	مسودہ	سجدہ تلاوت کتنا پڑھنے سے واجب ہوتا ہے
۱۵۳	۱۳۰۷	حکم رجوع من دلی فی نفقۃ العرس والجماع والخلی	اردو	مبیضہ	دلہن کو جہیز یا شادی میں خرچ وغیرہ کا حکم
۱۵۴	"	الملح الملیحہ نیانہی عن اجزاء الذبیحہ	عربی	مسودہ	ذبیحہ سے بایں چیزیں کھانے کی ممانعت
۱۵۵	"	الزہر الباسم فی حرمة الزکوۃ علی بنی ہاشم	اردو	مطبوعہ	سادات کو زکوۃ کھانا حرام ہے
۱۵۶	"	تجلی مشکوۃ لانارة اسئلۃ الزکوۃ	"	"	مسائل زکوۃ کے بیان
۱۵۷	"	التبصیر النجد بان صحن المسجد مسجد	"	مبیضہ	مسجد کا صحن بھی مسجد ہے۔
۱۵۸	"	حک العیب فی حرمة تسوید الشیب	"	"	سیاہ خضاب حرام ہے
۱۵۹	"	حقۃ المرجان لمہم حکم الدخان	"	مطبوعہ	حقہ اور تمباکو کے احکام
۱۶۰	"	عجاب الانوار لانکاح بمجرد الاقرار	"	مبیضہ	صرف اقرار مرد و زن سے ہی نکاح نہیں
۱۶۱	"	الحجۃ الفاکحہ لطیب التعلین والفاکحہ	"	"	دن معین کرنے اور فاکحہ کا بیان
۱۶۲	"	سرور العید السعید فی حل الوعاء بعد صلوۃ العید	"	"	نماز عید کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت
۱۶۳	"	الصافیۃ الموجبۃ لحکم جلود الاضحیہ	عربی	"	پوست قربانی مسجد و مدرسہ میں صرف ہو سکتا ہے۔
۱۶۴	"	الطہ فی ستر العورہ	"	مسودہ	مرد و زن کے ستر و عورت کا بیان
۱۶۵	۱۳۰۸	الحرف الحن فی الکتابۃ علی الکفن	"	مبیضہ	کفن پر کلمہ وغیرہ لکھنے کا بیان
۱۶۶	"	البرالمقال فی استحسان قبلۃ الاجلال	"	"	بوسہ مانگنے کی تنظیم کا بیان
۱۶۷	"	فتح الملیک فی حکم التملیک	عربی	"	تملیک نامہ و ہبہ نامہ میں کوئی فرق نہیں
۱۶۸	۱۳۰۹	الطیب الوجیز فی امتعۃ الورق والایریز	اردو	"	چاندی سونے کے استعمال کا بیان
۱۶۹	۱۳۱۰	ریع المدارک فی حکم السواب و ما طرح الممالک	"	"	گنکامیں گنہہ وغیرہ ڈالنے کا بیان
۱۷۰	"	جلی الصوت لنبی الدعویۃ امام الموت	"	"	اہل میت کی طرف سے اغنیاء کی دعوت
۱۷۱	"	بسر الزادلین ام الضاد	عربی	مسودہ	تحقیقات حرف ضاد در راہ مارہرہ گم شد
۱۷۲	۱۳۱۱	الامن والعلی لنا عتی المصطفیٰ بدفع البلاء	اردو	مطبوعہ	فضائل اقدس و شرک ہابیہ میں بے مثل کتاب
۱۷۳	"	برکات الامداد لاہل الاستمداد	"	"	اویاس سے استعانت کا ثبوت
۱۷۴	"	بذل الجواز علی الدعاء بعد صلوۃ الجنائز	"	"	نماز جنازہ کے بعد میت کیلئے دعا کا جواز
۱۷۵	"	رحیق الاحقاق فی کلمات الطلاق	"	مبیضہ	الفاظ طلاق کا بیان
۱۷۶	"	المنی والدرد لمن عمدنی آردر	"	مسودہ	منی آرڈر کرنا روا ہے
۱۷۷	۱۳۱۲	وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید	"	مطبوعہ	عید کے بعد معانقہ اور نمازوں کے بعد مصافحہ جائز ہے
۱۷۸	"	وصاف الرحیم فی بسلۃ الترادتک	"	"	ختم تراویح میں بسم اللہ ایک بار پڑھنا ہے
۱۷۹	"	القلادۃ المرصعۃ فی بحر الاجوبۃ الاربعہ	"	مبیضہ	اشرف علی تھانوی کے چار فتوؤں پر تحریر

نمبر شمار	سن تصنیف	نام کتاب	بر زبان	کیفیت	موضوع
۱۸۰	۱۳۱۲	سبل الاصفیاء فی حکم الذبح ولا ویلار	اردو	مطبوعہ	مدار کے مرغ اور چیل تن کی گلے وغیرہ کا حکم
۱۸۱	"	ستر جمیل فی مسائل السراویل	"	مبیضہ	ڈھیلے جاموں کا بیان
۱۸۲	"	اطائب التہانی فی النکاح الثانی	"	"	نکاح ثانی میں تشدد باطل ہے
۱۸۳	"	راد القحط والوبار بدعوة البحران ومواساة الفقراء	"	"	قحط و وباؤں میں مسلمانوں کی دعوت نافع ہے
۱۸۴	"	سلب الثلب عن الثقالین بطہارة الکلب	عربی اردو	"	کتے کے بخش و غیر بخش ہونے کا بیان
۱۸۵	"	رعایۃ المنۃ فی ان التہجد نفل اوسنہ	"	"	تہجد نفل یا سنت ہے۔
۱۸۶	"	حق الاحقاق فی حادثۃ من نازل الطلاق	"	"	مسئلہ طلاق کی نفیس تحقیق
۱۸۷	۱۳۱۳	حاجز البحرین الواقع عن جمیع الصلاۃین	اردو	مطبوعہ	سفر میں دو نمازیں ملا کر پڑھنا جائز نہیں
۱۸۸	"	لوامع البہا فی المصر للجمعة والاربع عقیبہا	فارسی	مبیضہ	جمعہ کے لئے شرط شہر
۱۸۹	"	الکاس الدہاق باضافۃ الطلاق	عربی	"	طلاق میں زوجہ کی طرف اضافت و نسبت
۱۹۰	"	القطوف الدانیۃ عن احسن الجماعۃ الثانیۃ	عربی اردو	"	جماعت ثانیہ کا جواز اور اس کی تفصیل
۱۹۱	"	الراد لا شد البہی فی بحر الجماعۃ علی الکنگہی	اردو	مسودہ	جماعت ثانیہ کے بارے میں
۱۹۲	۱۳۱۴	نقد البیان لحرمة ابنتہ انخی اللہان	عربی	مبیضہ	دودھ کی بھتیجی حرام ہے
۱۹۳	"	ہادی الاضحیۃ بالشائر الہندیۃ	اردو	"	چھ مہینے کی بھیر قربانی میں روا ہے
۱۹۴	۱۳۱۵	لمعة الضحیٰ فی اعفاء اللہی	"	مطبوعہ	دار طہی رکھنے کا وجوب
۱۹۵	"	النہی الحاجر عن تکرار صلاۃ الجنائز	"	"	ایک جنازہ پر دو بار نماز جائز نہیں
۱۹۶	"	شفاء الوالہ فی صور الحبیب ومزارہ ونعال	"	"	نقشہ مزار مبارک و نعل مبارک کا ادب
۱۹۷	"	مروج النجاء و خروج النساء	"	مبیضہ	عورت کو کہاں جانا جائز ہے
۱۹۸	"	تجويز الرد عن تجويز الابد	"	"	ولی بعد کا کیا ہوا نکاح
۱۹۹	"	ہبتۃ النساء فی تحقیق المصاہرہ بالزنا	"	"	ساکس کو شہوت سے چھونے کے احکام
۲۰۰	"	الاعلام بحال التجویر فی الصیام	"	مطبوعہ	دھوئیں سے روزہ کے احکام
۲۰۱	"	التحریر الجدید فی سبح حق المسجد	"	مبیضہ	مسجد کی اشیاء کے احکام
۲۰۲	۱۳۱۶	الوفاق المتین بین سماع الدین وجواب الیمین	"	مطبوعہ	سماع موتی کا بیان
۲۰۳	"	ازالة العار بحج الکرام عن کتاب النار	"	"	بد مذہب سے شادی کا بیان
۲۰۴	"	تفاسیر الاحکام لفدیۃ الصلوۃ والصیام	"	مبیضہ	بعد موت نماز و روزہ کے فدیہ کے مفصل مسائل
۲۰۵	"	انجاء الجدد فی حفظ المسجد	"	"	مسجد قدیم پر سے دعوؤں کا رد
۲۰۶	۱۳۱۷	الشرعة البہیۃ فی تحدید الوصیۃ	"	"	وصیت کی تعریف اور ان کی دونوں قسموں کا بیان
۲۰۷	"	ماجی الضلالہ فی النکتۃ الہندیۃ و بنجالہ	"	"	ہند و بنگال کے رائج نکاحوں کی اصلاح
۲۰۸	"	الحجۃ الصاد عن منن الضاد	"	مطبوعہ	مسائل حرف ضاد اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ
۲۰۹	۱۳۱۸	ابجل ابداع فی حد الرضاع	عربی	نامتام	دست رضاع میں قول امام کی تحقیق
۲۱۰	"	لب الشوریٰ باحکام الشوریٰ	"	مبیضہ	موتے سروریش وغیرہ کے متعلق احکام
۲۱۱	"	خبر الامال فی حکم الکلب والسوال	"	"	کمانے اور سوال کرنے کے احکام

نمبر شمار	سن تصنیف	نام کتاب	بر زبان	کیفیت	موضوع
۲۱۲	۳۱۸	الفقہ التمجیلی فی عجین النارجیلی	عربی	مسودہ	در بارہ اشربہ قول امام کی تحقیق
۲۱۳	"	افصح البیان فی حکم مزرع ہندوستان	عربی اردو	مطبوعہ	ہندوستان کی زمین پر شرعی وظیفہ
۲۱۴	۱۳۲۰	الحلیۃ الاسماء بحکم بعض الاسماء	اردو	"	بعض ناموں کا جواز عدم جواز
۲۱۵	"	طریق اثبات الہدال	"	مبیضہ	ثبوت ہلال کے سات طریقوں کا شرعی بیان
۲۱۶	"	یتجان الصواب فی قیام الامام فی المحارب	فارسی	"	معانی محارب اور اس میں قیام امام کی تحقیق
۲۱۷	"	نور الجوہرہ فی السمرۃ السکرہ	عربی	"	سجار کا بیمہ
۲۱۸	"	الاحکام والعلل فی اشکال الاحکام والبلل	عربی اردو	مسودہ	احکام اور تری دیکھنے کی صورتیں
۲۱۹	"	مرقاۃ الجمان فی الہبوط عن المنبر لدرج السلطان	اردو	مبیضہ	خطبہ میں مدح سلطان کی وقت ایک سیڑھی اترنے کا بیان
۲۲۰	"	اجل البحر فی حکم السماع والمزایر	"	"	سماع و مزامیر و وجد کا بیان
۲۲۱	"	را فی زاعیان معروف بہ دفع زیع زاع	اردو	مطبوعہ	کوئے کی حرمت کا بیان
۲۲۲	"	او فی اللعۃ فی اذان الجمعہ	"	"	جمعہ کی اذان ثانی بیرون مسجد
۲۲۳	۱۳۲۱	الفتح الحکومتہ فی فصل الخصومہ	"	مبیضہ	ایک مقدمہ کا فیصلہ
۲۲۴	"	اعالی الافادہ فی تعزیرۃ الہند و بیان الشہادۃ	"	مطبوعہ	تعزیر داری، شہادت نامہ وغیرہ کا بیان
۲۲۵	"	افقہ المجاہدہ عن حلف الطالب علی طلب الموائبہ	"	مبیضہ	شفیع کا طلب موائبہ
۲۲۶	۱۳۲۲	آکلا تحقیق باب التعلیق	فارسی اردو	"	تعلیق طلاق کا بیان
۲۲۷	"	اہلک الوہابین علی توہین قبور المسلمین	اردو	مطبوعہ	قبر مسلم پر چلنا اور مکان بنانا
۲۲۸	۱۳۲۳	ہدایۃ الجنان باحکام رمضان	"	مبیضہ	مسائل متعلقہ رمضان
۲۲۹	"	ہادی الناس فی اشیاء من رسوم الاعراس	"	"	شادی کی رسومات سے متعلق
۲۳۰	"	ما یجلی الاصر عن تحدید المصر	"	"	معنی شہر اور نماز جمعہ و عید کا بیان
۲۳۱	"	رد القضاۃ الی حکم الولاۃ	"	"	ریاستوں کے فتوے جو بطور مراعات آئے
۲۳۲	۱۳۲۴	الجود الخلو فی ارکان الوضو	عربی اردو	مطبوعہ	وضو کے علی و اعتقادی فرائض
۲۳۳	"	تنویر القندیل فی احکام المنذیل	"	"	بعد وضو غسل بدن پوچھنا
۲۳۴	"	الطراز العلم فیما ہو حدث من احوال لدم	"	"	کیسے خون نکلنے سے وضو نہیں جاتا
۲۳۵	"	لح الاحکام ان لا وضو من الزکام	"	"	زکام سے وضو نہیں جاتا
۲۳۶	"	ہدایۃ المتعال فی حد الاستقبال	اردو	مبیضہ	سمت قبلہ کہاں تک ہے
۲۳۷	"	الحق المجتلی فی احکام المبتلی	"	"	جزامی سے بھاگنے نہ بھاگنے کی تحقیق
۲۳۸	"	کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم	عربی	مطبوعہ	نوٹ سے متعلق مسائل کا بیان
۲۳۹	۱۳۲۵	نبہ القوم ان الوضو من ای نوم	عربی اردو	"	کیسے سونے سے وضو نہیں جاتا
۲۴۰	"	تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون	اردو	"	طاعون سے بھاگنا حرام ہے
۲۴۱	"	السم الشہابی علی خداع الوہابی	"	مبیضہ	ایک غیر تقلد کی کتاب کا رد
۲۴۲	۱۳۲۶	فقہ شہنشاہ وان القلوب بید المحبوب	اردو	مطبوعہ	سرد کائنات کو شہنشاہ وغیرہ کہنا
۲۴۳	"	مقار الجبر فی الصلوۃ بمقبرۃ او جنب قبر	"	مبیضہ	قبر یا مقبرہ کے پاس نماز پڑھنے کی تحقیق

نمبر شمار	تصنیف	نام کتاب	بر زبان	کیفیت	موضوع
۲۴۴	۱۳۲۶	بدرالانوار فی آداب الآثار	اردو	مبیضہ	تبرکات شریفہ کے متعلق احکام
۲۴۵	۱۳۲۷	الہادی الحاجب عن جنازة الغائب	"	مطبوعہ	غائب کے جنازہ پر نماز جائز نہیں
۲۴۶	"	شامة العنبر فی محل النداء بازاء المنبر	عربی	مبیضہ	اذان جمعہ بیرون مسجد محاذی منبر چاہیے
۲۴۷	۱۲۹۵	الطرة الرضیہ علی النیرۃ الرضیہ	"	مطبوعہ	النیرۃ الرضیہ پر حاشیہ
۲۴۸	۱۲۹۹/۱۲۹۶	فصل القضاء فی رسم الافاء	"	نامتوم	رسم مفتی کا جامع بیان
۲۴۹	"	المجہر الثمین فیما یستحق بہ الیمین	"	"	کن کن اشیاء کی قسم شرعی قسم ہے
۲۵۰	"	الطراز المذہب فی الرد علی غیر الکفر و فحالف المذہب	اردو	"	غیر کفر و خلاف مذہب سے نکاح کے احکام
۲۵۱	۱۲۹۹	عبقری حسان فی اجابۃ الاذان	عربی	مسودہ	اذان کا جواب زبان سے دینا واجب ہے
۲۵۲	۱۳۰۰	شوارق النساء فی حد المصر و الفناء	"	"	مصر و فناء مصر کی تعریف
۲۵۳	"	لمعة الثمن فی اشتراط المصر للجمعة	"	"	جمعہ کے لئے شرط شہر ہونے کا ثبوت
۲۵۴	۱۳۰۴	البدور الاجل فی امور الاہل	اردو	"	تحقیق ہلال کے شرعی مسائل
۲۵۵	"	نور الادل للبدور الاجل	"	"	رسالہ سابقہ کی شرح ہے
۲۵۶	"	رفع الحلة عن نور الادل	"	"	اس شرح پر حاشیہ
۲۵۷	۱۳۰۵	الدور للمعقود لبيان حکم امراءة المفقود	عربی اردو	مبیضہ	مفقود کی عورت کا نکاح
۲۵۸	۱۳۰۷	ایذان الاجر فی اذان القبر	اردو	مطبوعہ	قبر پر اذان دینے کا جواز
۲۵۹	۱۳۱۰	رعاية المذہبین فی الدعاء بعد الخطبتین	"	"	دو دن خطبوں کے درمیان دعاء کا بیان
۲۶۰	۱۳۱۱	رشاقۃ الکلام فی حواشی اذاقۃ اثم	"	"	در بارہ مجلس میلاد و قیام رسالہ والد پر حاشیہ
۲۶۱	۱۳۲۶	البيان شافیا لقو نوغرافیا	"	"	فونوگراف سننے کے احکام
۲۶۲	"	جد التمار من رد المحتار	عربی	مسودہ	رد المحتار پر حاشیہ
۲۶۳	"	العطايا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ	عربی فارسی اردو	مطبوعہ و مسودہ	بارہ جلدوں میں فتاوی کا مجموعہ
۲۶۴	۱۳۰۳	اناج المکل فی امارۃ مدلول کان یفعل	عربی	نامتوم	کان یفعل دوام میں نص نہیں
۲۶۵	۱۳۱۲	السیوف الخیفہ علی عاصب ابی حنیفہ	اردو	مبیضہ	فتاوی عالمگیری کے قول جو شخص قیاس امام عظمیٰ کو کہے گا فرج
۲۶۶	۱۳۱۳	اعز نکات بجواب سوال ارکات ملقب بہ الفضل	"	مطبوعہ	حدیث پر چلنے کے لئے کیا کیا درکار ہے
۲۶۷	۱۳۱۹	الحائس الصیب علی ارض الطیب	عربی اردو	"	فرضیت تقلید
۲۶۸	۱۳۰۰	احسن الجلوہ فی تحقیق البیل لذراع و الفراع و الخلوہ	عربی	مبیضہ	بیل، ذراع، فرسخ و غلوہ کی تحقیق مقادیر
۲۶۹	۱۳۱۵	المقصد النافع فی عصوبۃ الصنف الرابع	اردو	"	جو عصبہ مثلاً بیس پشت پر جا کر ملے اسکی درشت میں شہا کا جواز
۲۷۰	۱۳۱۷	طیب الامعان فی تعدد الجهات و الابدان	عربی اردو	"	ذوی الارحام میں تعدد جہات فرسے تعدد اصل کی تحقیق مفرد
۲۷۱	۱۳۲۱	تجلیۃ السلم فی مسائل من نصف العلم	فارسی اردو	"	بعض مسائل فرائض کی تحقیق اور اہام بعض انکے زبان کی اصلاح
۲۷۲	۱۳۰۶	برارت نامہ انجمن اسلامیہ بانس بریلی	اردو	مطبوعہ	متعلق کاروائی انجمن رویت ہلال
۲۷۳	۱۳۱۵	نعم الزاد لردم الضاد	فارسی	مبیضہ	حرف ضاد کی تحقیق
۲۷۴	۱۳۰۳	الاسد الصول علی اجتہاد الطراز الجہول	"	"	مسئلہ رضاعت میں ایک دہائی کا رد
۲۷۵	۱۳۱۶	مزمع النفرانی و التقسیم الایمانی	"	مطبوعہ	بعض پادریوں کا قرآن پر اعتراض اور اس کا جواب

نمبر شمار	تصنیف سن	نام کتاب	بر زبان	کیفیت	موضوع
۲۷۶	۱۳۱۶	اجتناب العمال عن قنادی الجہال	اردو	مطبوعہ	قوت نازلہ کا بیان اور ایک دہائی کا رد
۲۷۷	۱۳۱۸	سیف ولایتی برداہم ولایتی	"	"	مسئلہ روشنی میں ایک دایم کا رد
۲۷۸	۱۳۲۰	البرق الخیب علی بقاع طیب	"	مبیینہ	رسالہ ملاطفہ کا پہلا رد
۲۷۹	۱۳۲۱	العطر المطیب لنیت شفتہ الطیب	عربی اردو	مسودہ	" " " دو برابر رد
۲۸۰	"	الآمانۃ القاصفہ لکفریات الملاطفہ	"	"	" " " تیسرا رد
۲۸۱	۱۳۲۲	الجائفہ علی تہافت الملاطفہ	"	"	" " " چوتھا رد
۲۸۲	۱۳۲۳	سباط المودب علی رقبۃ المستحب	"	"	" " " پانچواں رد
۲۸۳	۱۳۲۶	الرد النازہ علی ذام النہی الحاجر	اردو	"	بعض جہاں کی زبان درازی کا جواب
۲۸۴		نفی العار من معائب المولوی عبدالغفار	"		
۲۸۵		قوانین العلماء	"		
۲۸۶		سد الفراء	"		
۲۸۷		تبویب الاشباہ والنظائر	عربی		
۲۸۸		احلی نجوم رجم بر ایڈیٹر النجم	اردو		
۲۸۹		السيف الصمدانی	"		
۲۹۰		الطلبتۃ البدیعۃ	"		
۲۹۱		حاشیہ فوائذ الرحمت	عربی		
۲۹۲		حاشیہ حموی شرح الاشباہ والنظائر	"		
۲۹۳		حاشیۃ الاسعاف فی احکام الاوقاف	"		
۲۹۴		حاشیہ التحائف البصار	"		
۲۹۵		حاشیہ کشف الغمہ	"		
۲۹۶		حاشیہ شعراء السفار	"		
۲۹۷		حاشیہ کتاب الخراج	"		
۲۹۸		حاشیہ معین المحکم	"		
۲۹۹		حاشیہ میزان الشرعیۃ الکبریٰ	"		
۳۰۰		حاشیہ ہدایہ اخیریں	"		
۳۰۱		حاشیہ ہدایہ فتح القدیر غنائہ حلبی	"		
۳۰۲		حاشیہ بدائع الصنائع	"		
۳۰۳		حاشیہ جوہرہ نیرہ	"		
۳۰۴		حاشیہ جواهر اخلاطی	"		
۳۰۵		حاشیہ مراقی الفلاح	"		
۳۰۶		حاشیہ مجمع الانہر	"		
۳۰۷		حاشیہ جامع الفصولین	"		

نمبر شمار	سر تصنیف	نام کتاب	بہ زبان	کیفیت	موضوع
۳۰۸		حاشیہ جامع الرموز	عربی		
۳۰۹		حاشیہ بحر الرائق	"		
۳۱۰		حاشیہ تبیین الحقائق	"		
۳۱۱		حاشیہ غنیہ المستلی	"		
۳۱۲		حاشیہ فوائد کتب عدیدہ	"		
۳۱۳		حاشیہ کتاب الاذکار	"		
۳۱۴		حاشیہ رسائل شامی	"		
۳۱۵		حاشیہ فتح المعین	"		
۳۱۶		حاشیہ شفاء الاستقام	"		
۳۱۷		حاشیہ طحاوی علی الدر المختار	"		
۳۱۸		حاشیہ فتاویٰ عالمگیری	"		
۳۱۹		حاشیہ فتاویٰ خانیہ	"		
۳۲۰		حاشیہ فتاویٰ سراجیہ	"		
۳۲۱		حاشیہ خلاصۃ الفتاویٰ	"		
۳۲۲		حاشیہ فتاویٰ خیریہ	"		
۳۲۳		حاشیہ عقود الدار	"		
۳۲۴		حاشیہ حدیثیہ	"		
۳۲۵		حاشیہ فتاویٰ بزازیہ	"		
۳۲۶		حاشیہ فتاویٰ زرینبیہ	"		
۳۲۷		حاشیہ فتاویٰ غیاثیہ	"		
۳۲۸		حاشیہ رسائل قائم	"		
۳۲۹		حاشیہ اصلاح شرح الفیاح	"		
۳۳۰		حاشیہ فتاویٰ عزیزبیہ	فارسی		
۳۳۱		حاشیہ رسائل الارکان	عربی		
۳۳۲		حاشیہ الاعلام بقواطع الاسلام	"		

تنقیدات

حل خطا و الخط	۱۲۸۸	۳۳۳	عربی	مبیضہ	رد خط اسماعیل دہلوی
النذیر الہائل لکل جلف جاہل	۱۳۰۰	۳۳۴	اردو	مسودہ	مجلس میلاد میں فتویٰ نذیر حسین دہلوی کا اقرار و رد کی توضیح
الابلال بفیض الاولیاء و بعد الوصال	۱۳۰۳	۳۳۵	"	مطبوعہ	حیات الموات میں شامی کر دیا گیا۔
الادلۃ الطاعنۃ فی اذان الملاعنہ	۱۳۰۶	۳۳۶	"	مبیضہ	روافض کی اذان میں کلمہ بلا فصل کی حرمت ادران پر بحث کا ثبوت
النیر الشہابی علی تدلیس الوہابی	۱۳۰۹	۳۳۷	"	"	دربارہ تقلید غیر مقلدوں کے بعض شبہات کا جواب
فتح النسرین بجواب الاسئلۃ العشرین	۱۳۱۱	۳۳۸	"	مسودہ	دل بیت کے متعلق ۲۰ سوالوں کا جواب
مراسلات سنت و ندوہ	۱۳۱۳	۳۳۹	"	مطبوعہ	ناظم ندوہ سے دربارہ ندوہ خط و کتابت

نمبر شمار	سن تصنیف	نام کتاب	بہ زبان	کیفیت	موضوع
۳۴۰	۱۳۱۳	سوالات حقائق مبارک دس ندوۃ العلماء	اردو	مطبوعہ	ندوہ پر ستر سوال کا مجموعہ
۳۴۱	۱۳۱۷	ترجمہ الفتویٰ وجہ ہدم البیوی	"	"	ندوہ سے متعلق فتویٰ حرمین کا ترجمہ
۳۴۲	"	خلص فوائد فتویٰ	"	"	خلاصہ مضامین فتویٰ مذکورہ
۳۴۳	۱۳۱۸	رأدع التعسف عن الامام ابی یوسف	"	مبایضہ	حیلہ زکوٰۃ کے بارے میں امام ابو یوسف پر اعتراض غیر مقلدین کا رد
۳۴۴	۱۳۲۰	الجزائر المہیا نغمۃ کنہیا	"	"	مجلس میلاد مبارک پر فتویٰ گنگوہی کا رد
۳۴۵	"	انظار الحق الجمل	"	"	مقدمہ غیر مقلدہ آریہ میں ۱۹۶ سوالات کے جوابات
۳۴۶	۱۳۲۰	معارک الجروح علی التوبہ المقبوح	"	"	۹۶ جرحیں جو اہلسنت کی طرف سے مقدمہ مذکور میں داخل کی گئیں۔
۳۴۷	"	بیل مرثوہ آراء کفران نصاریٰ	"	"	بیل سے اسلام کی حقانیت اور بطلان نصرانیت
۳۴۸	۱۳۲۱	اصلاح النظر	"	"	مساجد اہلسنت میں غیر مقلدوں کے آنے پر نظیر محو کا جواب
۳۴۹	"	اکمل البحث علی اہل الحدیث	"	"	دہا بیہ کو مساجد سے نکالنے کی بحث جو داخل کچہری ہوئی۔
۳۵۰	۱۳۲۲	خلاصہ فوائد فتاویٰ	"	مطبوعہ	حسام الحرمین کے مضامین کا خلاصہ
۳۵۱	۱۳۲۴	البارقة الشارقة علی المارقة الشارقة	عربی فارسی اردو	مبایضہ	مجموعہ فتاویٰ کثیرہ مصنف در رد وہابیہ
۳۵۲	۱۳۲۶	ایقان الارواح لدریائیم بعد الارواح	اردو	"	روحوں کا بد موت پسے گھرا نا اور گنگوہی کا رد
۳۵۳	۱۳۲۲	مرحی الاجابات لدعاء الاموات	"	نا تمام	اموات کی دعا کے قبول و ناقبول کا بیان
۳۵۴	۱۲۹۹	سیف المصطفیٰ علی ادیان الافتراء	"	مبایضہ	دہا بیہ کے پیشوا کی نقل عبارت میں خیانتوں کی نشاندہی
۳۵۵	۱۳۰۰	فتح خیر	"	مطبوعہ	مناظران تفضیلیہ کے فرار کا واقعہ
۳۵۶	۱۳۰۳	نشاط السکین علی خلق البقر السین	"	مبایضہ	مسئلہ فاتحہ و تقبیل ابہامین وغیرہ کا بیان در رد وہابیت
۳۵۷	۱۳۰۵	صمصام حدید برکول بے قید عدو تقلید	"	"	رد غیر مقلدان
۳۵۸	۱۳۰۷	نہایت النصرہ بردا لاجوبۃ العشرہ	"	"	ایک دہابی کے دس مسائل کا رد
۳۵۹	۱۳۱۲	انتصار الہدی من شعوب الہوی	"	مطبوعہ	ختم تراویح میں ۱۱۴ بار اسم اللہ پکار کر پڑھنے والوں کا رد
۳۶۰	۱۳۱۳	اشتہارات خمسہ	"	"	رد ندوہ
۳۶۱	"	غزوہ لہدم سماک دار الندوہ	"	"	خرافات ندوہ کا رد
۳۶۲	"	ندوہ کا نتیجہ روداد سوم کا نتیجہ	"	"	ندوہ کی تیسری روداد کا رد
۳۶۳	۱۳۱۵	بارش بہاری بر صدف بہاری	"	"	ایک ندوی تحریر کا رد
۳۶۴	"	سیوف العنوی علی ذمام الندوہ	"	"	رد ندوہ
۳۶۵	۱۳۱۶	صمصام سینت بگلوتے بجدیت	"	"	ایک دہابی نے کفر یا دہوی کے کچھ جواب دے تھے ان کا رد
۳۶۶	۱۳۲۱	صمصام القیوم علی تاج الندوہ عبد القیوم	"	"	رد تحریر رکن ندوہ
۳۶۷	۱۳۲۶	پردہ در امر تسری	"	"	مولوی ثناء اللہ امرتسری کا رد
۳۶۸	۱۳۰۰	الاستدفاض علی الطوائف الباطلہ	"	"	دہ سوالات جو متعدد لوگوں سے کئے گئے اور وہ عاجز رہے
۳۶۹	۱۳۱۹	سوالات علماء وجوابات ندوۃ العلماء	"	"	خیالات ندوہ کا بے مثل رد
۳۷۰	۱۳۱۶	کیفر کفر آریہ	"	مبایضہ	رد آریہ

نمبر شمار	تصنیف	نام کتاب	بہ زبان	کیفیت	موضوع
۳۷۲	۱۲۹۶	نور عینی فی الانتصار الامام عینی	عربی	مسودہ	امام عینی پر اعتراض کا جواب
تصوف، افکار، اوفاق، تعبیر، اخلاق					
۳۷۳	۱۳۰۸	کشف حقائق داسرار ووقائق	اردو	مطبوعہ	سوالات تصوف کا جواب
۳۷۴	۱۳۱۱	بوارق تلوح من حقیقتہ الروح	عربی	مسودہ	روح کیا شے ہے
۳۷۵	۱۳۱۲	اللطیف بجواب مسائل التصوف	اردو	"	سوالات تصوف کا جواب
۳۷۶	۱۳۱۹	نقاء السلاخ فی البیعة والخلافہ	"	مبیضہ	بیعت و خلافت کے احکام
۳۷۷	۱۳۰۵	ازہار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار	عربی	"	طریقہ و نکات نماز غوثیہ شریف
۳۷۸	"	زہر الصلاۃ من شجرۃ الکرم الہدایۃ	"	"	درود میں شجرہ طیبہ کے اوراد
۳۷۹	۱۳۱۲	العروس المعطارۃ فی زمن دعوة الافطار	اردو	"	دعا کے افطار، افطار سے پہلے یا بعد
۳۸۰	۱۳۱۸	المنۃ الممتازہ فی دعوات الجنائزہ	عربی اردو	مبیضہ	جنازہ کی دعاؤں کا حدیث سے استخراج
۳۸۱	۱۳۰۴	ماقل وکفی من ادعیۃ المصطفیٰ	اردو	"	صبح و شام و اوقات خاصہ کی کارآمد دعائیں
۳۸۲	۱۳۲۶	الفوز بالآمال فی الاوفاق والردا	عربی فارسی	مبیضہ	اعمال و نقوش و تعویذات خدائی و ایجابی کا دریا
۳۸۳	۱۳۰۷	شرح الحقوق لطرح العقوق	اردو	"	ابوین دزد جین و استناد و غیر رسم کے حقوق کا بیان
۳۸۴	۱۳۰۹	مشبلۃ الارشاد الی حقوق العباد	"	"	اولاد کے پیدا ہونے سے لیکر بالغ ہونے تک کے حقوق
۳۸۵	"	اعز الاکتفاء فی رد صدقۃ تلخ الزکوٰۃ	"	"	جو زکوٰۃ نہ دے اس کے صدقات قبول نہیں
۳۸۶	"	الیا قوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابط	"	"	"
۳۸۷	"	حاشیہ اجیاء العلوم	عربی	"	"
۳۸۸	"	حاشیہ حدیقہ ندبہ	"	"	"
۳۸۹	"	حاشیہ دخل اول دوم سوم	"	"	"
۳۹۰	"	حاشیہ کتاب البرزخ	"	"	"
۳۹۱	"	حاشیہ کتاب الزواجر	"	"	"
تاریخ، سیر، مناقب، فضائل					
۳۹۲	۱۳۲۲	جمع القرآن وجم عزوہ لعثمان	اردو	مبیضہ	قرآن عظیم کیسے جمع ہوا اور حضرت عثمان غنی کو خاص جامع القرآن کیوں کہتے ہیں
۳۹۳	۱۳۱۲	اعلام الصحابۃ الموافیقین الامیر معاویہ و ام المومنین	"	نام تمام	کون اصحاب امیر معاویہ اور ام المومنین کے ساتھ تھے
۳۹۴	۱۳۱۶	جان التاج فی بیان الصلوٰۃ قبل المہراج	عربی اردو	مبیضہ	مہراج سے پہلے نماز کس طرح تھی
۳۹۵	۱۳۱۷	لطق الہلال بارخ ولاد الحبيب والوصال	اردو	مطبوعہ	تاریخ ولادت اقدس و وصال شریف کی حلیہ تحقیق
۳۹۶	۱۳۲۰	منبأ المنیہ لوصول الحبيب الی العرش والردیۃ	"	مبیضہ	سیر عرش اور دیدار الہی کا بیان
۳۹۷	۱۳۲۲	جالب الجنان فی رسم احرف من القرآن	"	"	قرآن عظیم کے بعض کلمات کے رسم خط کی تحقیق
۳۹۸	"	سلام کسیر	"	نام تمام	بہنمن ولادت تا وفات شریفہ وغیرہ کا بیان

نمبر شمار	تصنیف	نام کتاب	بہ زبان	کیفیت	موضوع
۳۹۹	۱۲۹۷	الکلام للہی فی تشبیہ الصدیق بالنبی	اردو	مبیضہ	صدیق اکبر کی نبی کریم سے مشابہتیں
۴۰۰	"	وجہ المشقوق بجلوة اسماء الصدیق والفاروق	"	"	صدیق و فاروق کے اسماء و حدیث آمدہ کا بیان
۴۰۱	۱۲۹۶	نفی النفی عن بوزہ انار کل شی	"	"	حضور کو سایہ نہ تھا
۴۰۲	۱۲۹۷	سلطنتہ المصطفیٰ فی ملکوت کل الوری	"	مسودہ	فضائل اقدس میں
۴۰۳	۱۲۹۸	اجلال جبریل بجملہ خادما للمحبوب الجلیل	"	"	جبریل امین خادم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں
۴۰۴	۱۲۹۹	مدی الحیران فی نفی النفی عن شمس الاکوان	فارسی، اردو	مبیضہ	سایہ اقدس کا ثبوت اور ایک مخالف کا رد
۴۰۵	۱۳۰۳	بحیر معظم شرح قصیدہ اکثر اعظم	فارسی	"	فضائل سرکار غوثیت رضی اللہ عنہ
۴۰۶	۱۳۰۶	العروس الاسماء الحسنی فیما لبینا من الاسماء الحسنی	عربی، اردو	نا تمام	حضور کے ہزار سے زائد اسماء کا ذکر
۴۰۷	۱۳۱۲	تزیینہ المکانۃ الحیدریۃ عن وصیۃ عہد الجاہلیہ	اردو	مبیضہ	مولیٰ علی پر کبھی بالیق بھی لفظ کفر نہ آیا
۴۰۸	"	انجاء البری عن وسواس المفتری	عربی، فارسی	"	شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کی جناب میں عقیدہ
۴۰۹	"	جیل ثناء الائمہ علی علم سرائح الائمہ	"	مسودہ	ائمہ نے علم امام اعظم کی کیا کیا مدح فرمائی
۴۱۰	۱۳۱۵	شمول الاسلام لا اباہ الرسول الکرام	"	مبیضہ	والدین حضور موجد تھے
۴۱۱	۱۳۱۸	انباء المصطفیٰ بحال سراخفی	"	مطبوعہ	مسئلہ علم غیب کا مجمل و کافی بیان
۴۱۲	۱۳۲۳	الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ	عربی	"	رسالہ علم غیب جو مکہ میں تصنیف ہوا
۴۱۳	۱۳۲۵	حدائق بخشش	عربی، فارسی	"	منتخب دیوان نعت
۴۱۴	۱۲۹۶	قر التمام فی نفی النفی عن سید الانام	"	مسودہ	سایہ نبوی نہ ہونے کا بیان
۴۱۵	۱۳۱۰	فتاویٰ کرامات غوثیہ	"	مطبوعہ	ذکر بعض کرامات شریفہ
۴۱۶	۱۳۲۶	دیوان القصائد	عربی	مبیضہ	قصائد و نعت و منقبت کا مجموعہ
۴۱۷	۱۳۰۲	اکسیر اعظم	فارسی	"	قصیدہ غوث پاک
۴۱۸	۱۳۰۴	سلسلۃ الذہب نافیتہ الارب	"	مطبوعہ	شجرہ عالیہ قادریہ منظومہ
۴۱۹	۱۳۰۵	ذریعہ قادریہ	اردو	"	نظم و نعت و منقبت غوث پاک
۴۲۰	۱۳۰۸	فضائل فاروق	"	نا تمام	سیدنا فاروق کے مناقب در نظم
۴۲۱	۱۳۰۹	نظم معطر	فارسی	مطبوعہ	رباعیات در شان غوث پاک
۴۲۲	۱۳۱۵	مشرقستان قدس	اردو	"	قصیدہ مدحیہ حضرت نوری میاں
۴۲۳	"	چراغ انس	"	"	قصیدہ مدحیہ در شان تاج الفہول بدایونی
۴۲۴	۱۳۲۱	وظیفہ قادریہ	فارسی	"	قصیدہ غوثیہ کا نظم ترجمہ مع مدعا
۴۲۵	۱۳۲۴	حضور جان نور	اردو	"	حاضری اقدس کے موقع پر نعت کبی
۴۲۶	"	نعت و استعارات	"	نا تمام	نعت شریف کا رسالہ پر مغز استعاروں وغیرہ پر مشتمل
۴۲۷	"	سراپا نور	"	"	قصیدہ نور ۶۰ مطلع پر مشتمل
۴۲۸	"	مناقب صدیقہ	"	"	ام المؤمنین کی منقبت
۴۲۹	۱۳۰۰	حمائد فضل رسول	عربی	مطبوعہ	مولانا فضل رسول بدایونی کی مدح
۴۳۰	"	مدائح فضل رسول	"	مبیضہ	"

نمبر شمار	تصنیف	نام کتاب	بر زبان	کیفیت	موضوع
۴۳۱	۱۳۰۰	نذر گداور تہنیت شادی اسری	اردو	مطبوعہ	معراج اقدس کا بیان
۴۳۲	۱۳۱۳	سرگزشت و ماجرائے ندوہ	"	"	ندوہ پر بریلی میں کیا گزری
۴۳۳	۱۳۲۳	ابرار المجنون علی انتہاکہ علم المکنون	عربی	مبیضہ	مسئلہ علم غیب میں ابرار المکنون کا رد
۴۳۴	۱۳۲۴	ماجیۃ العیب بایمان الغیب	اردو	"	علم غیب میں فتویٰ مولوی عین القضاۃ کا رد
۴۳۵	۱۳۲۵	میل الہدایہ لبرر عین القضاۃ	عربی	"	علم غیب میں التحقیق المجتبیٰ کا رد
۴۳۶	۱۳۲۶	اراحتہ جوایح الغیب عن ازاحتہ العیب	"	"	علم غیب میں ازاحتہ العیب کا رد
۴۳۷	"	الجللاء الکمال کعین قضاۃ الباطل	"	"	علم غیب میں البیان الصائب کا رد
۴۳۸		حاشیہ حاشیہ ہمزہ	"		
۴۳۹		حاشیہ شرح شفا	"		
۴۴۰		حاشیہ شرح زرقانی شرح مواہب	"		
۴۴۱		حاشیہ بہجتہ الاسرار	"		
۴۴۲		حاشیہ الفوائد البہیہ	"		
۴۴۳		حاشیہ کشف الطنون	"		
۴۴۴		حاشیہ عصر الشارد	"		
۴۴۵		حاشیہ خلاصۃ الوقایہ	"		
۴۴۶		حاشیہ مقدمہ ابن خلدون	"		

ادب، نحو، لغت، عروض

۴۴۷	۱۳۱۲	صنائع بدیع فتح المعطی بتحقیق معنی الخاطی والمخطی	عربی فارسی	مبیضہ مسودہ	دیوان صنائع و بدائع و تواریخ خاطی و مخطی میں کیا فرق ہے
۴۴۸		آلغاف العلی بسکفر فکر السنبلی	"	مبیضہ	
۴۴۹		تبلیغ الکلام الی مدحۃ الکمال فی تحقیق رسالہ المصدر	عربی		
۴۵۰		المصدر والافعال			
۴۵۱		ایزمرۃ القمریہ	اردو		
۴۵۲		حاشیہ صراح	عربی		
۴۵۳		حاشیہ تاج العروس	"		
۴۵۴		حاشیہ میزان الافکار	فارسی		
۴۵۵	۱۳۱۵	شرح مقالہ مذاقیہ	اردو	مطبوعہ	ایک مدعی ادب کے جہالات عربی ادب کا جواب
۴۵۶	۱۳۱۶	مشرقتان اقدس	"	"	قصیدہ مشرقتان پر اعتراض کا جواب
۴۵۷	"	عذاب ادنیٰ براد ادنیٰ	"	"	اد ادنیٰ باستقاط الف دوم پر اعتراض کا رد
۴۵۸	۱۳۱۸	آمال الابرار و آلام الاشرار	عربی اردو	"	قصیدہ عزاد دربارہ مجلس المسنت مقابل ندوہ

زیجات

النکستہ ستاروں کی تقویم اور وقت کا طالع نکالنے کا طریقہ

مبیضہ

اردو

مضر المطلق للتقویم والطالع

۱۳۲۲

۲۵۹

عربی

حاشیہ برجندی

۲۶۰

"

حاشیہ زلاات البرجندی

۲۶۱

فارسی

حاشیہ زنج بہادر خانی

۲۶۲

"

حاشیہ فوائد بہادر خانی

۲۶۳

عربی

حاشیہ زنج البخانی

۲۶۴

فارسی

حاشیہ جامع بہادر خانی

۲۶۵

۲۶۶

جفر و تمکیر

علم تکمیل اور مصنف کے ایجادات کثیر

تمام

عربی

اطالب الاکیر فی علم التکیر

۱۲۹۶

۲۶۷

کو اکب در یہ پر مصنف کے حواشی

مبیضہ

"

الثوب الرضویہ علی الکواکب الدیہ

۱۳۲۱

۲۶۸

علم جفر کے متعلق مصنف کی ایجادات جدیدیں

"

"

الجداد الرضویہ للسائل الجفریہ

۲۶۹

سوالات جفر سے مصنف کا جواب

"

"

الاجوبۃ الرضویہ للسائل الجفریہ

۲۷۰

فارسی

رسالہ در علم تکمیر

۲۷۱

اردو

۱۱۵۲ مرجمات

۲۷۲

عربی

حاشیہ الدر المکنون

۲۷۳

عربی

الرسائل الرضویہ للسائل الجفریہ

۲۷۴

اردو

مجتلی العروس

۲۷۵

"

الجفر الجامع

۲۷۶

عربی

اسهل الکتب فی جمیع المنازل

۲۷۷

"

رسالۃ فی علم الجفر

۲۷۸

جبر و مقابلہ

جبر و مقابلہ کے مساوات درجہ سوم پر نظر

تمام

فارسی

حل المعادلات لقوی المکعبات

۱۳۲۵

۲۷۹

"

حل ساداتہائے درجہ سوم

۲۸۰

"

رسالہ جبر و مقابلہ

۲۸۱

عربی

حاشیۃ القواعد الجلیلہ

۲۸۲

مثلث، ارشاد طبعی، لوگارتم

ہم ایک مربع بنا نا چاہتے ہیں کہ جس قدر مربع منظور ہوں ان کا مجموعہ ہو اور ایسے مربعات کے سلسل کا بیان

مسودہ

عربی

الوجہات فی المربعات

۱۳۱۹

۲۸۳

نمبر شمار	تصنیف	نام کتاب	بہ زبان	کیفیت	موضوع
۴۸۳	۱۳۲۳	البدور فی ادراج المجزور	فارسی	مبیضہ	مربع و مکعب وغیرہ قوتوں کے متعلق فائدے
۴۸۴	۱۳۲۵	کتاب الاثمار طبعی	"	"	اعمال اربعہ حسابیہ اور ان کے نتائج و باہمی نسب کی اعلیٰ کنہ و حقیقت جو اسی رسالہ میں ملے گی۔
۴۸۵		رسالہ در علم مثلث	فارسی		
۴۸۶		تلخیص علم مثلث کردی	"		
۴۸۷		وجوز واپا مثلث کردی	"		
۴۸۸		حاشیہ رسالہ علم مثلث	"		
۴۸۹		رسالہ در علم لوکارٹم	اردو		

توقیت، نجوم، حساب

۴۹۰	۱۳۱۹	الانجب الانیق فی طرق التعلیق	فارسی	مبیضہ	نماز روزہ کے اوقات کلیہ سے ہر مہینہ کے اوقات جزئیہ نکالنے کے طریقے
۴۹۱	"	کلام الفہیم فی سلاسل الجمع والتقسیم	عربی	"	سلسلہ جمع و تفریق و ضرب و تقسیم کا بیان اور علوم تازہ کا اضافہ
۴۹۲	"	زنج الاوقات للصوم والصلوات	اردو	نامتام	ہندستان بلکہ تمام اشیاء کے شہروں کے نماز روزہ کے اوقات کا استخراج
۴۹۳	۱۳۲۰	تاج توقیت	فارسی	مبیضہ	اذقات خمسہ نماز و سحری و افطار نکالنے کے طریقے و قواعد
۴۹۴	۱۳۲۲	کشف الخلاء عن سمت القبلة	اردو	"	ہر شہر کے لئے ٹھیک سمت قبلہ نکالنے کا طریقہ
۴۹۵	۱۳۲۵	ازکی البہا فی قوۃ الکواکب وضعفہا	فارسی	"	زاچہ ولادت میں ستارہ کن کن وجوہ سے خیال اہل نجوم قوی یا ضعیف ہوتا ہے
۴۹۶	۱۳۲۶	در البقح عن درک وقت الصبح	اردو	"	سحری کے وقت کی جلیل تحقیق اور اسے رات ساتواں حصہ جاننا محض خطا ہے۔
۴۹۷	۱۳۲۰	سر الاوقات	"	مطبوعہ	تعدیل الايام کا بے مثل بیان
۴۹۸		رویت ہلال رمضان	"		
۴۹۹		مستویات السہام	"		
۵۰۰		البرہان القویم علی الرض والتقویم	"		
۵۰۱		استنباط الاوقات	فارسی		
۵۰۲		تسہیل التعدیل	اردو		
۵۰۳		میول الکواکب و تعدیل الايام	"		
۵۰۴		استخراج تقویات کواکب	فارسی		
۵۰۵		طلوع وغروب نیرین	اردو		
۵۰۶		حاشیہ زبدۃ المنتخب	عربی		

نمبر شمار	تصنیف	نام کتاب	بہ زبان	کیفیت	موضوع
۵۰۷		ترجمہ قواعد نائیکل المنک	اردو		
۵۰۸		جدول اوقات	"		
۵۰۹		حاشیہ جامع الافکار	عربی		
۵۱۰		حاشیہ حدائق النجوم	"		
۵۱۱		حاشیہ خزانة العلم	"		
ہیئت، ہندسہ، ریاضی					
۵۱۲	۱۳۰۶	الاشکال الاقیدس نکس اشکال اقیدس	عربی	مسودہ	اقلیدس کے بعض اشکال پر امتحانی اعتراض
۵۱۳	۱۳۱۹	عوم البازی فی جوہر ریاضی	عربی فارسی اردو	مبیضہ	مختلف علوم و ریاضی میں تحریرات نفیسہ
۵۱۴	"	اقمار الانشراح لحقیقۃ الاصباح	عربی	مسودہ	صبح کیسے ہوتی ہے اور اس کے بارے میں امام رازی کے اعتراض کا جواب
۵۱۵	"	الصراح الموجز فی تبدل المركز	فارسی	مبیضہ	ہیئت قدیمہ و جدیدہ پر مرکز شمس کی تبدل معلوم کرنے کا طریقہ کہ تقویم حاصل ہو۔
۵۱۶	"	اعالی العالی فی الاضلاع والزوايا	عربی فارسی	"	مثلث مسطح مثلث کردی کے اضلاع و زوایا میں معلوم سے مجہول کا جاننا اور شکل مغنی و ظلی و نافع کا بیان۔
۵۱۷	۱۳۲۰	المجل الدائرہ فی خطوط الدائرہ	فارسی	"	جیب و ظل و سهم و وتر و قاطع کے بیان اور طرق استخراج
۵۱۸	۱۳۲۳	ستین و لوکارثم	اردو	"	ستہی حساب اور لوکارثم بنانے اور جدول سے نکالنے کا طریقہ۔
۵۱۹	۱۳۲۵	جاذۃ الطلوع والممر للیاریۃ والنجوم والقمر	عربی	"	قمر و منجرات و ثوابت کے طلوع و غروب نصف النہار کا وقت نکالنے کا بیان
۵۲۰	۱۳۱۹	جداول ریاضی	عربی فارسی	"	جداول میل و ظلال و غیرہ کا استخراج از مصنف
۵۲۰		مقالہ مفردہ	اردو		
۵۲۱		معدن علمی و درہنہ بحری و عیسوی و ردی	"		
۵۲۲		طلوع و غروب کوکب و قمر	"		
۵۲۳		قانون رویتہ الہ	"		
۵۲۴		کسوز اعشاریہ	فارسی		
۵۲۵		المعنی المجلی للمغنی والظلی	"		
۵۲۵		زاویہ اختلاف المنظر	"		
۵۲۶		بحث المعادلات الدرہ الثانیہ	عربی		
۵۲۷		رویتہ الہلال	اردو		
۵۲۸		الکسر العشری	عربی		
۵۲۹		استخراج وصول قمر براس	فارسی		

موضوع	کیفیت	بہ زبان	نام کتاب	تصنیف	نمبر شمار
		عربی	رسالۃ العادقہ		۵۳۰
		"	حاشیہ تصریح		۵۳۱
		"	حاشیہ شرح چغینی		۵۳۲
		"	حاشیہ علم الہیت		۵۳۳
		"	حاشیہ کتاب الصور		۵۳۴
		فارسی	جدول برائے جہتری شصت سالہ		۵۳۶
		عربی	حاشیہ اصول الہندسہ		۵۳۷
		"	حاشیہ تحریر اقلیدس		۵۳۸
		"	حاشیہ رفع الخلاف		۵۳۹
		"	حاشیہ شرح باکورہ		۵۴۰
		"	حاشیہ طبیب النفس		۵۴۱
		"	حاشیہ شرح تذکرہ		۵۴۲
فلسفہ، منطق					
		اردو	فوز مبین در بد حرکت زمین		۵۴۳
		"	الکلمۃ اللہیہ فی الحکمۃ المحکمۃ		۵۴۴
		"	معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین		۵۴۵
		عربی	حاشیہ ملا جلال میرزاہد		۵۴۶
		"	حاشیہ شمس بازغہ		۵۴۷
		اردو	حاشیہ اصول طبعی		۵۴۸

تعداد کتب

۱۱

۴

۸

۲۲

۳۱

۶

۵۴۸

موضوعات

جفر و تکبیر

جبر و مقابلہ

ثلث، ارثا طبقی، لوکارثم

توقیت، نجوم، حساب

ہیئت، ہندسہ، ریاضی

منطق و فلسفہ

تعداد کتب

۱۱

۵۴

۵۳

۲۱۴

۴۰

۱۹

۵۵

موضوعات

تفسیر

عقائد و کلام

حدیث و اصول حدیث

فقہ، اصول فقہ، لغت فقہ فرائض، تجوید

تفتیات

تصوف، اذکار و اذواق، تعبیر، اخلاق

تاریخ، سیر، مناقب، فضائل

ادب، نحو، لغت، عروض

امام احمد رضا پر کتابیں

ڈاکٹر محمد اسد مکہ میٹروی (علیگ)

عوام اور خواص کیلئے اعلیٰ حضرت کے کارناموں شخصیت اور کردار سے آگاہی کی ضرورت شدت سے محسوس ہو رہی ہے وقت کے اس اہم تقاضہ کی تکمیل کیلئے حضرت مولانا محمد جیلانی محمد صاحب مدظلہ العالی نے ماہنامہ المیزان بھی کا امام احمد رضا نمبر شائع کر کے بے قیاس قدم اٹھایا ہے۔ ان کی خاص رہنمائی میں ان کتب کی ایک فہرست عاجز نے مرتب کی ہے۔ اگر وہ نظر کرم نہ فرماتے بادل کتابوں کی فہرست مرتب کرنا شاید ممکن نہ ہوتا جو کہ مستقلاً اعلیٰ حضرت پر بھی گئی ہیں یا جن میں بطور خاص ذکر کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں براہِ محترم و مکرم محمد صادق قصوری (لاہور) مدظلہ العالی اور براہِ محترم قبیلہ محمود احمد قادری صاحبان اور براہِ عزیز محب الحق اتقاری رستوی کی امداد کا بیحد شکور و ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب حضرت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں مزید علمی معادنت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ فقط۔ (محمد اسد مکہ میٹروی)

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	ناشر	سن طباعت	صفحات
۱	حیات اعلیٰ حضرت جلد اول	ملک العلماء مولانا ظفر الدین صاحب	مکتبہ رشویہ آرام باغ کراچی	-	۳۲۰
۲	حیات اعلیٰ حضرت جلد دوم	"	غیر مطبوعہ	-	-
۳	حیات اعلیٰ حضرت جلد سوم	"	غیر مطبوعہ	-	-
۴	حیات اعلیٰ حضرت جلد چہارم	"	غیر مطبوعہ	-	-
۵	الملفوظ حصہ اول	حضرت مصطفیٰ رضا خاں صاحب مفتی اعظم ہند	کتب خانہ سہنائی مدر اسلامی انڈر کوٹ میرٹھ	-	۱۰۴
۶	الملفوظ حصہ دوم	"	"	-	۱۱۴
۷	الملفوظ حصہ سوم	"	"	-	۸۰
۸	الملفوظ حصہ چہارم	"	"	-	۸۰
۹	مقالات یوم رضا حصہ اول	قاضی عبدالنبی کوکب	دائرة المصنفین لاہور	۱۳۳۲ھ	۱۳۳
۱۰	مقالات یوم رضا حصہ دوم	"	"	۱۳۳۲ھ	۸۳
۱۱	مجدد الاسلام	محمد صابر القادری نسیم بستوی	نوری پبلیکیشنز کراچی	۱۹۵۹ء	۲۲۰
۱۲	سوانح اعلیٰ حضرت	بدر الدین احمد قادری	مکتبہ غوثیہ ضلع بستی	۱۹۶۳ء	-
۱۳	کرامات اعلیٰ حضرت	اقبال احمد نوری	"	-	-
۱۴	فاضل بریلوی اور ترک کلام	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب	مرکزی مجلس رضالاہور	۱۹۶۰ء	-

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	ناشر	سن طباعت	صفحات
۱۵	اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام	اختر شاہ جہا پوری	مرکزی مجلس رضالاہور	۱۹۶۱ء	
۱۶	سوانح سراج الفقہاء	مولانا عبدالحکیم شرف قادری	"	۱۳۹۳ھ	۲۰
۱۷	پیشانیات یوم رضا	محمد مقبول احمد قادری	"	۲۱ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ	۲۸
۱۸	فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں	پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب	"	۱۹۶۳ء	۲۶۴
۱۹	ابجمل لمعدرتالیفات المجدد	ملک العلماء وظفر الدین بہاری	"	۱۹۶۴ء	۳۲
۲۰	فاضل بریلوی کا فقہی مقام	علامہ غلام رسول سعیدی	"	۱۹۶۵ء	۲۰
۲۱	محاسن کنز الایمان	ملک شیر محمد اعوان	"	ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ	۵۶
۲۲	مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری	"	"	۱۳۹۲ھ	۴۸
۲۳	اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر	سید نور محمد قادری	"	۱۳۹۵ھ	۳۸
۲۴	مولانا احمد رضا خاں بریلوی	الحاج وصیت یاب خان	تخلیق مرکز ۸۳۳ شاد عالم گیت	۱۹۶۵ء	۱۶
۲۵	یاد اعلیٰ حضرت	محمد عبدالحکیم شرف قادری	مکتبہ قادریہ لاہور	۱۳۹۵ھ	۶۴
۲۶	اعلیٰ حضرت نمبر	مجلس ادارت سید سعاد علی جمیل احمد نعیمی	ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی	مارچ ۱۹۶۵ء	
۲۷	اعلیٰ حضرت نمبر	احمد میاں بکائی	ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی	جون ۱۹۶۳ء	
۲۸	رضا نمبر	مجیب الاسلام نسیم اعظمی	پندرہ روزہ الحسن پشاور	یکم مارچ ۱۹۶۵ء	۳۲
۲۹	اعلیٰ حضرت نمبر	مدیر سید محمد امیر شاد قادری گیلانی	ہفت روزہ تعمیر وطن لاہور	۱۶	
۳۰	اعلیٰ حضرت نمبر	ایس ایم ناز	ہفت روزہ الہام بکلاہور	۱۹۶۵ء	۲۳
۳۱	حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی	ایڈیٹر مسعود حسن شہاب	ود و نامہ سعادت لاہور لاہور	۱۲	
۳۲	علیہ الرحمۃ نمبر	ایڈیٹر ناسخ سیفی	مکتبہ رفویہ کرشنا سٹریٹ گجرات	ستمبر ۱۹۶۵ء	۳۲
۳۳	اعلیٰ حضرت بریلوی کی سیاسی بصیرت	سید نور محمد قادری	ماہنامہ تجلیات ناگپور	جون ۱۹۶۶ء	۱۷۶
۳۴	مجدد اعظم نمبر	مدیر غلام محمد خاں اشہر	ماہنامہ پاسپان الہ آباد	اپریل ۱۹۶۶ء	۸۰
۳۵	امام احمد رضا نمبر	مدیر مشتاق احمد نظامی	(زیر طبع)	تقریباً	۱۰۰۰
۳۶	حیات فاضل بریلوی	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	مرکزی مجلس رضا لاہوری	مکتبہ منظر عام پرائیویٹ	۲۰
۳۷	خلفاء اعلیٰ حضرت	محمد صادق قصوری	مطبوعہ کراچی	۱۹۶۳ء	۲۰
۳۸	علامہ ان پٹکس (انگریزی)	ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی	بنجاب یونیورسٹی شعبہ دائرۃ المعارف اسلام آباد	۲۸	
۳۹	انسائیکلو پیڈیا آف اسلام	پروفیسر عبدالشکور شاد کابل یونیورسٹی کابل	پروفیسر عبدالشکور شاد کابل یونیورسٹی کابل	۱۹۶۴ء	۱۶۱
۴۰	اعلیٰ حضرت بریلوی	گل محمد نیفی بی اے	مکتبہ اکرم رحیل شریف سرگودھا	اکتوبر ۱۹۶۴ء	۸۰
۴۱	آزادی کی ان کی کہانی	محمد احمد مصباحی	حق اکیڈمی مبارکپور	۱۳۹۱ھ	۳۲
۴۲	تذکرہ رضا	محمد احمد مصباحی	حق اکیڈمی مبارکپور	۱۳۹۱ھ	۳۲
۴۳	راہی میں یوم رضا	محمد احمد مصباحی	خانقاہ قادریہ بھوانی پور مظفر پور	۱۳۹۱ھ	۲۶ تا ۲۷
۴۴	تذکرہ علمائے اہلسنت	محمد احمد قادری			

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	ناشر	سن طباعت	صفحات
۴۴	تذکرہ نوری	پروفیسر محمد ایوب قادری	سنی دارالاشاعت لاہور	۱۹۶۸ء	۷۲۵
					۱۷۱۵
					۴۱۲۲۰
					۲۰۶ تا ۲۰۵
					۱۲۰ تا ۱۵۹
۴۵	اعلیٰ حضرت کی علمی و ادبی خدمات (ڈاکٹریٹ مقالہ)	حکیم محمد ادریس خاں	(غیر مطبوعہ)	۱۹۷۵ء	۱۵۰۰
۴۶	تذکرہ علمائے مذہب	مولانا رحمان علی	مطبع نول کشور لکھنؤ	۱۹۱۳ء	۱۸ تا ۱۵
۴۷	اردو انسائیکلو پیڈیا	ڈاکٹر عبدالوحید	فیروز سنز بمبئی لاہور	۱۹۶۲ء	۸۶
۴۸	نزدہتہ الخواطر جلد ہفتم	سید عبدالحی لکھنوی	مطبوعہ حمید آباد	۱۹۷۰ء	۳۸ تا ۴۱
۴۹	مذہبستان کے عربی شعراء	ڈاکٹر حامد علی خاں	غیر مطبوعہ		۲۴ تا ۲۴۶
۵۰	قاموس الکتب	مولوی عبدالحق بابائے اردو	انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی	جون ۱۹۶۱ء	۴۶ تا ۴۶۳
					۳۸۲
					۱۸۶
					۲۱۸
					۸۸۳
					۹۱۰
					۹۲ تا ۹۲۳
					۱۰۰۰
					۱۰۶۳
					۱۰۲۳

۵

۵۱	حضرت مولانا احمد رضا انصاری صاحب مدظلہ العالی	محمد رفیع احمد خاں	(زیر طبع)		
۵۲	حافظات اعلیٰ حضرت	مدیر اعلیٰ نظیر الدین قادری	ماہنامہ استقامت کانپور	دسمبر ۱۹۷۵ء	۳۰ تا ۲۶
۵۳	اعلیٰ حضرت نمبر	مدیر محمد افضل کوٹلی ایم اے	ماہنامہ فیض رضا لاہور	۱۹۷۰ء	
۵۴	اعلیٰ حضرت نمبر	مدیر محمد افضل کوٹلی ایم اے	ماہنامہ عرفات لاہور	اپریل ۱۹۷۰ء	

بابائے اردو نے اعلیٰ حضرت کی کتب کا مفصل تذکرہ فرمایا ہے اور اس پر فوٹ قلم بند کئے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت کی شخصیت و علمیت کو کوہر باب میں مد نظر رکھا ہے۔ (اسد)

مجاہد اسلام مجدد مائتہ حاضرۃ امام احمد رضا رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ
کے بارگاہ میں

نذر عقیدت پیش کرتے ہیں

اور

امام احمد رضا کالفرنس کے انعقاد پر

آل انڈیا سنی لیگ کو

اور

امام احمد رضا نمبر کی اشاعت پر

ادارۃ ماہنامہ المیزان عہدہ کو

مبارکباد پیش کرتے ہیں

انصار ایکسٹریکٹس ریڈرس

۲۵۴ - چوتھا نظام پور - دھبیونڈے - ضلع، تھانہ - ہاراشٹرا

ہے عِشْقِ رَسُوْلِ اللہ سے مخمور تو
ہو نہ پھر کیونکر خدائے دو جہاں تیرا خلیل

سوانحیات

۱
امام احمد رضا شخصیتی جائزہ

۲
امام احمد رضا علوم و فنون کا ہمالیہ

۳
امام احمد رضا اور ان کی خصوصیات

۴
امام احمد رضا نائب رسول اعظم

۵
امام احمد رضا الیشیاء کا عظیم محقق

۶
امام احمد رضا دین کا امام

۷
امام احمد رضا سوائی نخی خسا کہ

۸
امام احمد رضا اور محبت سادات

شخصیتی جائزہ

پروفیسر مختار الدین احمد ڈیفنٹیلی آف آرٹس مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

منتہ۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش فرما دیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے ان کا مدد فرمائی ہے۔

بسم اللہ خوانی کس عمر میں ہوئی معلوم نہیں لیکن اس قدر یقین ہے کہ بہت کم عمری میں ہوئی ہوگی اس لئے کہ چار سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید ناظرہ ختم کر لیا تھا اس سے آپ کی ذہانت و فراست کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ بسم اللہ خوانی کا عجیب واقعہ پیش آیا۔ استاد نے بسم اللہ کے بعد الف باتا جس طرح پڑھایا جاتا ہے پڑھایا، آپ پڑھتے رہے، جب (لام الف) کی نوبت آئی تو آپ خاموش رہے۔ استاد نے دوبارہ کہا میاں: لام الف۔ آپ نے فرمایا یہ دونوں حرف تو پڑھ چکے ہیں لہذا ابھی اور الف بھی، اب یہ دوبارہ کیوں؟ بعد ازاں مولانا رضا علی خاں موجود تھے بولے: بیٹا، استاد کا کہا مانو جو کہتے ہیں پڑھو۔ حضرت نے تعمیل کی اور بعد ازاں کی طرف دیکھا۔ وہ فراست سے سمجھ گئے کہ اس بچے کو شبہ ہو رہا ہے کہ یہ حرف مفردہ میں ایک مرکب لفظ کیسے آگیا، فرمایا بیٹا تمہارا شبہ درست ہے مگر شروع میں تم نے جو الف پڑھا ہے وہ دراصل ہمزہ ہے اور یہ درحقیقت الف ہے لیکن الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور ساکن کے ساتھ ابتدا نامکن ہے اس لئے ایک حرف یعنی لام اول میں لا کر اس کا تلفظ بتانا مقصود ہے۔ آپ نے فرمایا تو کوئی ایک حرف ملا دینا کافی تھا لام کی کیا خصوصیت ہے۔ با، دال، سین بھی اول میں لا سکتے تھے۔ بعد ازاں نے غایت محبت و جوش میں گلے لگایا۔ دل سے دعائیں دیں اور پھر اس کی توجیہ ارشاد فرمائی۔

حیات اعلیٰ حضرت مؤلف ملک العلماء فاضل مولانا اختر الدین قادری رضوی میں ان کے بچپن کے کچھ حالات لکھے ہیں۔ ایک دو ٹکڑے آپ ہی سن لیجئے۔ ایک مولوی صاحب حضرت کو قرآن پاک پڑھایا کرتے تھے۔ ایک روز وہ کسی آیہ کریمہ میں بار بار ایک لفظ اٹھیں بتاتے تھے مگر آپ کی زبان سے نہیں نکلتا تھا، وہ زیر تہمت تھے آپ زیر پڑھتے تھے۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضرت کے بعد ازاں نے

حضرت مولانا احمد رضا خان، جنہیں اپنے وقت کے مشہور عالم حضرت مولانا عبد القدیر بدایونی نے ”مجدد مائتہ حاضرہ“ کا لقب دیا تھا اور جنہیں خواص اب بھی اسی لقب سے یاد کرتے ہیں۔ اسلامی دنیا میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے مورث اعلیٰ قندھار کا بل کے ایک با عظمت قبیلے کے ایک پٹھان سید اللہ خان تھے جو منلوں کی حکومت میں لاہور آئے اور معزز عہدوں پر فائز ہوئے۔ لاہور کا ریش محل انہی کا جاگیر تھا۔ جب وہ لاہور سے دہلی منتقل ہوئے تو وہ شش ہزاری عہدے پر مقرر تھے۔ ان کے بیٹے سعادت یار خاں کو حکومتِ مغلیہ نے ایک جنگی مہم سر کرنے کے لئے رد ہیل کھنڈ بھیجا۔ فتح یابی کے بعد ان کا یہیں انتقال ہوا۔ ان کے تین بیٹوں میں اعظم ناں بریلی آئے اور کچھ دن حکومت کے بعض اہم عہدوں پر فائز رہے پھر انہوں نے ترک دنیا کر کے بریلی میں سکونت اختیار کر لی۔ کاظم علی خاں بدایوں کے تحصیلدار انہی اعظم خاں کے بیٹے تھے جن کے پاس دو سو سواروں کی بٹالین تھی۔ اور جنہیں آٹھ گاؤں جاگیر میں ملے تھے۔ ان کے بیٹے رضا علی خاں (متوفی ۱۲۸۲ھ) تھے اپنے وقت کے قطب اور دہلی کا دل اور رد ہیل کھنڈ کے بزرگ ترین علماء میں تھے۔ اس خاندان میں انہی کے زلمے میں ہکرائی کا دو رختہ ہو کر فقر و درویشی کا رنگ غالب آیا۔ ان کے صاحبزادے مولانا نقی علی خاں (م ۱۲۹۴ھ) علوم ظاہری و باطنی دونوں سے متصف جلیل القدر عالم تھے۔ آپ کی تصنیف سرور القلوب فی ذکر مولد المحبوب اس زمانہ کی مقبول کتابوں میں ہے۔ علامہ محمد حسن علی جن کے لکھے ہوئے خطبات ہندوستان ہر جگہ رائج ہیں اور جمعہ و عیدین میں شہر شہر اور گاؤں گاؤں میں انہی کا خطبہ پڑھا جاتا ہے حضرت ہی کے شاگرد تھے۔ وہ بے مثل مناظر اور بہت کامیاب مصنف بھی تھے۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی انہی مولانا نقی علی خاں کے صاحبزادے تھے۔ ان کی ولادت بریلی میں دس شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۲ جون ۱۸۵۶ء کو ہوئی۔ ولادت کا سن ہجری اس آیت کریمہ سے استخراج ہوتا ہے اولئک کتب فی قلوبہمہم الایمان وایئدہم بروح

انہیں اپنے پاس بلایا اور کلام پاک کا وہ نسخہ منگوا کر دیکھا تو اس میں کاتب اعراب کی غلطی ہو گئی تھی اور جس کی مطلع میں تصحیح نہیں ہو سکی تھی۔ جدا مجد نے نسخے میں تصحیح کر دی اور حضرت سے پوچھا جس طرح مولوی صاحب بتاتے تھے اس طرح کیوں نہیں پڑھتے تھے؟ فرمایا میں ارادہ کرتا تھا مگر زبان پر قابو نہ تھا۔

ایک روز مولوی صاحب موصوف حسب معمول بچوں کو پڑھا رہے تھے کہ ایک بچے نے اگر سلام کیا، مولوی صاحب نے کہا جیتے رہو۔ اس پر حضرت نے فرمایا یہ سلام کا جواب تو نہ ہوا۔ وعلیکم السلام کہنا چاہیے تھا۔ مولوی صاحب شکر بہت خوش ہوئے اور بہت دعائیں دیں۔

حضرت مولوی صاحب بنی پڑھتے تو ایک دوبارہ دیکھ کر کتاب بند کر دیتے۔ استاد جب بنی سنتے تو لفظ بلفظ یاد۔ روزانہ یہ حالت دیکھ کر مولوی صاحب سخت متعجب ہوئے ایک دن کہنے لگے: امن میاں (یہ آپ کا بچپن کا نام ہے) تم آدمی ہو یا فرشتہ، مجھ کو پڑھاتے دیر لگتی ہے مگر تم کو یاد کرتے دیر نہیں لگتی۔ اس قسم کے متعدد واقعات مولوی صاحب کو بار بار پیش آئے تو ایک روز تنہائی میں حضرت سے کہنے لگے: صاحبزادے سچ بتا دے میں کسی سے کہوں گا نہیں، تم انسان ہو یا جن؟ آپ نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ میں انسان ہی ہوں بس اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال ہے۔

ابتدائی زندگی کے حالات کم ملتے ہیں تذکرہ علمائے ہندولفہ جن علی میں لکھا ہے کہ چار سال کی عمر میں قرآن شریف ناظر و ختم کیا اور چھ سال کی عمر میں ماہ ربیع الاول شریف میں بڑے مجمع کے سامنے میلاد شریف پڑھا۔ عربی کی ابتدائی کتابیں مرزا غلام قادر بیگ اور دوسرے اساتذہ سے پڑھ کر چودہ سال کی عمر میں تمام علوم دینیہ معقول و منقول کی تکمیل اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خان سے کی۔ ۱۲۴۱ شعبان ۱۲۸۶ھ کو فاتحہ فرائض ہوا۔ اسی دن رضاعت کے ایک مسئلے کا جواب لکھ کر والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا جو بالکل صحیح تھا۔ والد ماجد نے ذہین و طباع دیکھ کر اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام ان کے سپرد فرمایا۔ ۱۲۹۲ھ میں مارہرہ حاضر ہو کر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی کے مرید ہوئے اور غلانت و اجازت جیح سلاسل و سند حدیث سے شرف ہوئے۔ ۱۲۹۵ھ میں زیارت حرمین طیبین سے شرف و افتخار حاصل فرمایا اور اکابر علمائے دیار مثل حضرت سید احمد دھلان مفتی شافعیہ و حضرت عبدالرحمن سراج مفتی حنفیہ سے حدیث و فقہ و اصول و تفسیر و دیگر علوم کی سند حاصل فرمائی۔ مصنف تذکرہ علمائے ہند ہی راوی ہیں کہ ایک دن نماز مغرب مقام ابراہیم میں ادا کی کہ امام شافعیہ حضرت حسین بن سلیمان نے بلانوارف سابق آپ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں اپنے دولت خانے لے گئے اور دیر تک آپ کی پیشانی کو پکڑ کر فرماتے رہے انی لاحد نور اللہ فی ہذا الجبین (بیک میں اللہ کا نور اس پیشانی میں پانا ہوں) اور صلاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دست مبارک

سے لکھ کر عنایت فرمائی۔ اس سند کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں امام بخاری تک فقط گیارہ واسطے ہیں۔

آپ کے اساتذہ کی فہرست بہت مختصر ہے۔ مکتب کے استاد جن کا نام معلوم نہیں اور مرزا غلام قادر بیگ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ والد ماجد سے علوم دینیہ کی تکمیل کی غالباً ۱۲۸۸ھ کا قصہ ہے کہ آپ کو اپنے بعض اعزہ کے یہاں رام پور تشریف لے جلے کا اتفاق ہوا۔ آپ کے خسر شیخ فضل حسین مرحوم نواب کلب علی خان صاحب کے یہاں کسی ادب کے عہدے پر مامور تھے، ان سے حضرت کا ذکر آیا، نواب صاحب چونکہ علمی ذوق رکھتے تھے اور علماء، شعراء، حکماء اور اہل فن کی خاصی جماعت ان کے دربار سے منسلک تھی اور وہ علمی و ادبی گفتگو کرتے رہتے تھے انہیں ایک ایسے لائق طالب علم سے ملنے کا اشتیاق ہوا جس نے چودہ سال کی عمر میں درسیات سے فراغت حاصل کر لی تھی، جب حضرت نواب صاحب کے پاس پہنچے تو انہوں نے خاص پلنگ پر بٹھایا اور وہ بہت لطف و محبت سے باتیں کرتے رہے۔ دوران گفتگو میں انہوں نے فرمایا: آپ ماشاء اللہ فقہ و دینیات میں بہت کمال رکھتے ہیں۔ ہمارے یہاں مولانا عبدالحق خیر آبادی مشہور منطقی موجود ہیں بہتر ہو آپ ان سے کچھ منطق کی انتہائی کتابیں قدامت کی تصانیف سے پڑھ لیں۔ اتفاق سے اس وقت مولانا عبدالحق خیر آبادی تشریف لے آئے۔ نواب صاحب نے تعارف کرایا اور فرمایا باوجود کم سنی کے ان کی سب کتابیں ختم ہیں اور فارغ التحصیل ہیں۔ مولانا خیر آبادی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ دنیا میں ڈھائی عالم ہیں۔ ایک مولانا بحر العلوم دوسرے والد مرحوم اور نصف بندہ ناجیز۔ وہ ایک کم عمر لڑکے کو کیا عالم ملتے پوچھا منطق میں انتہائی کتاب آپ نے کیا پڑھی ہے؟ جواب دیا۔ قاضی مبارک۔ یسن کر دریافت کیا کہ شرح تہذیب پڑھ چکے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کیا جناب کے یہاں قاضی مبارک کے بعد شرح تہذیب پڑھائی جاتی ہے۔ علامہ خیر آبادی نے گفتگو کا رُخ بدل دیا اور پوچھا۔ بریلی میں آپ کا کیا شغل ہے؟ فرمایا تدریس، تصنیف اور افتاد۔ پوچھا، کس فن میں تصنیف کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا جس مسئلہ دینیہ میں ضرورت دیکھی اور رد و ہامیہ میں۔ علامہ نے فرمایا آپ بھی رد و ہامیہ کرتے ہیں۔ ایک دن ہمارا بدایونی خطبہ ہے کہ ہر وقت اس خطبہ میں مبتلا رہتا ہے۔ یہ اشارہ فتح الغول محبت الرسول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی کی طرف تھا جو علامہ کے استاد بھائی دوست اور ساتھی تھے۔ اعلیٰ حضرت آذر وہ خاطر ہوئے اور بولے: جناب والا سب پہلے رد و ہامیہ حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی حضور کے والد ماجد نے کیا اور تحقیق الفتویٰ سلب الطغویٰ نام کی کتاب رد و ہامیہ میں تصنیف کی۔ بہر حال حضرت کے استاد ہونے کا فخر رام پور ہی کے ایک دوسرے عالم ہیئات کے مشہور فاضل مولانا عبدالحق رام پوری کو حاصل ہوا جن سے حضرت شرح حنفی کے کچھ سبق لے آئے حضرت سید شاہ ابراہیم احمد لاری مارہری سے علم تکمیر و جفر حاصل کئے، ان کے

کر میں نے طاعون زدہ کو دیکھ کر وہ دعا پڑھ لی ہے جسے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھے گا اس بلا سے محفوظ رہے گا، وہ دعا یہ ہے الحمد للہ الذی عافانی عما ابتلاک بہ وفضائی علی کثیر ممن خلق تفضیلاً۔ جن جن امراض کے مریضوں، جن جن بلاؤں کے مبتلاؤں کو دیکھ کر میں نے اسے پڑھا الحمد للہ آج تک ان سب سے محفوظ ہوں اور جو نہ تعالیٰ ہمیشہ محفوظ رہوں گا۔ مجھے ارشاد حدیث پر اطمینان تھا کہ مجھے طاعون کبھی نہ ہوگا۔ آخر شب میں کرب پڑھا تو دل نے درگاہ الہی میں عرض کی اللھم صدق الحبیب وکذب الطبییب، کسی نے میرے داہنے کان پر منہ رکھ کر کہا سوک اور سیاہ مچیں۔ میں نے سوک اور سیاہ مریح کا اشارہ کیا۔ جب دونوں چیزیں آئیں اس وقت میں نے سوک کے ہلکے پرتھوڑا ٹھوڑا منہ کھولا۔ اور دائیں میں سوک رکھ کر سیاہ مریح کا سفوف چھوڑ دیا۔ پس ہوئی مریحیں اس رامے داڑھوں تک پہنچیں تھوڑی ہی دیر ہوئی کہ ایک کلی خالص خون کی آئی مگر کوئی تکلیف واذیت محسوس نہ ہوئی، اس کے بعد ایک کلی خون کی اور آئی اور بعد اللہ وہ گلیاں جاتی رہیں۔ منہ کھل گیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور طبیب صاحب سے کہلا بھیجا کہ آپ کا وہ طاعون بفضلہ تعالیٰ دفع ہو گیا، دو تین روز میں بخار بھی جانا رہا۔

اسی طرح ایک بار کثرت مطالعہ کے سبب آنکھوں میں تکلیف شروع ہوئی، اس وقت کا ایک بہت سربر آوردہ ڈاکٹر اندرسن نامی تھا اس نے معائنہ کے بعد کہا کہ کثرت کتب بینی سے آنکھوں میں یوست آگئی ہے۔ پندرہ دن کتاب نہ دیکھے، ان سے پندرہ دن بھی کتاب نہ چھوٹ سکی۔ اعلم حضرت کہتے ہیں:

حکیم سید مولوی اشفاق حسین صاحب مرحوم سہوانی ڈپٹی کلکٹر طبابت بھی کرتے تھے اور فقیر کے مہربان تھے فرمایا۔ مقدمہ آب نزول ہے، میں برس بعد (خدا ناکرہ) آنکھوں میں پانی اتر جائے گا۔ میں نے التفات نہ کیا اور نزول آب والے کو دیکھ کر وہی دعا پڑھ لی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک پر مطمئن ہو گیا۔ ۱۳۱۶ھ میں ایک اور حاذق طبیب کے سامنے ذکر آیا، کہا چار برس میں (خدا خواستہ) پانی اترے گا۔ مجھے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر وہ اعتقاد نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے معاذ اللہ متزلزل ہونا۔ الحمد للہ میں درکنار تیس برس سے زائد گزر چکے ہیں۔ نہ میں نے کتب بینی میں کمی نہ کی کر دوں گا۔ میں نے یہ اس لئے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائم و باقی معجزات ہیں جو آج تک آنکھوں دیکھے جا رہے ہیں اور قیامت تک اہل ایمان مشاہدہ کریں گے۔

البتہ ایک بار اس دعا کے پڑھنے کا مجھے افسوس ہے۔ مجھے نو عمری میں اکثر آشوب چشم ہو جایا کرتا تھا اور بوجہ حدت مزاج بہت تکلیف دیتا تھا۔ ۱۹ سال کی عمر ہوئی کہ رام پور جاتے ہوئے ایک شخص کو آشوب چشم میں مبتلا دیکھ کر یہ دعا پڑھی جب اُن تک آشوب چشم پھر نہیں ہوا۔ افسوس اس لئے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ

علاوہ کسی کے سامنے زانوئے ادب نہ نہیں کیا، مگر فضل خدا اور ان کی محنت خدا داد ذہانت کی وجہ سے لٹنے علوم و فنون کے جامع بنے کہ چاس فنون میں اپنے تصنیفات فرماتے اور علوم و معارف کے وہ دریا بہائے کہ تلامذہ و معتقدین کا تو کنا کیا۔ معاصرین بھی جو ان کی شدت اور سلاست فی الدین کی وجہ سے آپ کے ناخوش تھے۔ یہ کہنے پر مجبور تھے کہ مولانا احمد رضا خان قلم کے بادشاہ ہیں۔ جس مسئلہ پر انھوں نے قلم اٹھایا موانع کو ضرورت اضافہ نہ مخالف کو دم زدن کی گنجائش۔

تلامذہ کی تعداد خاصی ہے۔ مشاہیر میں حجتہ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خان مفتی اعظم حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان متع اللہ المسالین بطول بقاء، سلطان المناظر مولانا سید احمد اشرف، کچھ چھوٹی، محدث اعظم مولانا سید محمد کچھ چھوٹی، ملک العلماء و فاضل بہار مولانا ظفر الدین قادری۔ سلطان الاعظین مولانا عبدالاحد علی بھتی، رئیس الاطباء مولانا سید حکیم عزیز غوث بریلوی قابل ذکر ہیں۔

اعلم حضرت ۱۲ سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرمایا کرتے تھے جرین شریفین افریقہ، ہندوستان وغیرہ کے جن اکابر علماء اسلام کو ان سے اجازت و خلافت ہوئی ان میں کچھ مشہور و معروف حضرات کے اسمائے گرامی الاجازات المتینۃ اور الاستمداد میں درج ہیں۔

ان میں مولانا سید محمد عبدالحی محدث بلاد مغرب، شیخ صالح کمال سابق مفتی خفیہ، سید اسماعیل کی حافظ کتب خانہ حرم شریف، مولانا مصطفیٰ بن خلیل کی سید ابوحسین محمد مزدقی کی، شیخ اسد دہان کی، شیخ محمد عابد بن حسین کی مفتی مالکیہ غیریم اور ہندوستانی علماء میں حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان متع اللہ المسالین بطول بقاء، ملک العلماء و فاضل بہار مولانا ظفر الدین قادری صدر الشریعہ مولانا امجد علی، صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، شیخ الحدیث مولانا سید دیدار علی شاہ محدث لاہوری، مبلغ اعظم مولانا عبدالحلیم صدیقی میرٹھی حامی سنت مولانا عبد السلام جبل پوری، سلطان الاعظین مولانا عبدالاحد علی بھتی فاضل جلیل مولانا برہان الحق جبل پوری، عالم حقانی مولانا سید فتح علی شاہ کھڑوہ سید حامی شریعت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری، ماتحی بدعت مولانا ابومحماد امام الدین کوٹلی لودھانہ (پنجاب) قابل ذکر ہیں۔

ان کا ایمان کس قدر پختہ تھا اور سرور کائنات کے ارشادات پر کس قدر یقین تھا اس کی ایک مثال انہی کی زبان قلم سے سنئے:

بریلی میں مرض طاعون شدت تھا، ایک دن میرے سوڑھوں میں دم ہوا، اور اتنا بڑھا کہ خلق اور منہ بالکل بند ہو گیا۔ بخار بہت شدید اور کان کے چھپے گلیاں طبیب نے بغور دیکھ کر سات اکٹھ مرتبہ کہا: یہ وہی ہے یہ وہی ہے یعنی طاعون۔ میں بالکل کلام نہ کر سکتا تھا اس لئے انھیں جواب نہ دے سکا حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں، نہ مجھے طاعون ہے اور نہ انشاء اللہ العزیز کبھی ہوگا اس لئے

علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ تین بیماریوں کو مکروہ نہ جانو، زکام کہ اس کی وجہ سے بہت سی بیماریوں کی جڑ کٹ جاتی ہے، کھجلی کہ اس سے امراض جلدیہ جنم وغیرہ کا انسداد ہو جاتا ہے اور آشتوب چشم کہ نابینائی کو دفع کرتا ہے۔

اعلیٰ حضرت صوم و صلوٰۃ اور طہارت وغیرہ میں بہت احتیاط فرماتے تھے دھوئیں بال کی جڑ تک پانی پہنچانے کا پورا اہتمام کرتے تھے، کوشش بلوغت فرماتے کہ ہر جگہ سے سیلان آب ہو جائے اور بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہ جائے۔ اس مقصد کے لئے پانی کے دو لوٹے ان کے لئے رکھے جاتے تھے۔ بریلی میں جب ٹوب دیکھا وادح ہوا تو اپنے یہاں فوراً لگوا دیا، لگوا کر بہت خوش ہوئے فرمایا اب کنواں میں چڑیوں کی بیٹ یا کسی نجاست کے گرنے کا احتمال نہیں رہا۔ جو کام لٹے ہاتھ کے کرنے کے ہیں ان کے علاوہ وہ ہر کام کی ابتدا سیدھے ہاتھ سے کرتے۔ عامہ کا شلہ سیدھے شانہ پر رہتا، علم کے بیچ سیدھی جانب ہوتے۔ دروازہ مسجد کے زینے پر قدم رکھتے تو سیدھا، صحن مسجد میں ایک صف کھینچ رہی تھی اس پر قدم پہنچتا تو سیدھا، ہر صف پر قدم سیدھے قدم سے فرماتے یہاں تک کہ محراب میں مصلیٰ پر قدم سیدھا ہی پہنچتا۔ اگر کسی کو کوئی چیز دینی ہوتی تو سیدھے ہاتھ میں دیتے۔ اور بسم اللہ کے اعداد ۷۸ عام طور سے جب لوگ لکھتے ہیں تو ابتدا الٹی طرف سے کرنے میں یعنی پہلے ۷ لکھتے ہیں پھر ۸ پھر ۶۔ اعلیٰ حضرت سیدھی طرف سے ابتدا کرتے تھے پہلے ۶ پھر ۸ پھر ۷ آخر میں ۷ تحریر فرماتے۔

تمام عمر جماعت سے مسجد میں آکر نماز پڑھی اور باوجودیکہ گرم مزاج کے تھے مگر کبھی ہی گرمی کیوں نہ ہو ہمیشہ عامہ اور انگریزوں کے ساتھ نماز پڑھتے خصوصاً فرض نمازیں تو کبھی صرف ٹوپی اور کرتے میں ادا نہیں کیں ایک بار عصر کی نماز پڑھ کر آپ مکان تشریف لے گئے۔ کچھ دیر کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ آپ مجد آکر نماز پڑھ رہے ہیں۔ ایک صاحب جو خود حضرت کے پیچھے نماز پڑھ چکے تھے بہت متحیر ہوئے کہ بعد عمر نوافل نہیں۔ اور اگر کسی وجہ سے نماز نہیں ہوئی تھی تو حضرت کا اہل اہل ایسا نہیں تھا کہ مجھے بھول جاتے اور مطلع نہ فرماتے۔ جب حضرت نے سلام پھیرا تو انہوں نے عرض کیا کہ حضور یہ نماز کیسی؟ فرمایا اقدہ اخیر میں بعد تشہد سانس کی حرکت سے میرے انگریز کے کا بند ٹوٹ گیا تھا، چونکہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی ہے اس لئے میں نے اسے کچھ نہیں کہا اور گھر جا کر انگریز کے کا بند درست کرا کے اپنی نماز دوبارہ پڑھ لی۔

ایک مرتبہ آنکھوں میں کچھ تکلیف ہوئی تھی، متعدد بار ایسا اتفاق ہوا کہ کسی کو نماز کے بعد بالاکر پڑھتے کہ دیکھو تو آنکھ کے حلقے سے باہر پانی تو نہیں آیا ہے ورنہ وضو کر کے نماز کا اعادہ کرنا ہوگا۔

یہاں آپ کی بعض عادات و خصلات کا ذکر ضروری ہے: مفتی میں دوبار حمد اور شنبہ کو لباس تبدیل فرماتے، ان اگر پنجشنبہ یا شنبہ کو یوم عیدین یا یوم

النہی آکر پڑے تو دونوں دن لباس تبدیل فرماتے۔ ان دونوں تقریبوں کے علاوہ سوایوم مہین کے کسی اور وجہ سے لباس تبدیل نہ کرتے۔ ایک مرتبہ مولانا وحی احمد محدث سورتی کے عرس سے پٹی بھیت واپسی صبح کی گاڑی سے ہوئی اعلیٰ حضرت نے اس وقت اسٹیشن پر آکر وظیفے کی صندوقچی اپنے خادم خاص حاجی کفایت اللہ صاحب کے طلب فرمائی۔ کسی نے جلدی سے ڈینگ روم سے اس زمانے کی لمبی آرام کرسی لا کر بچھا دی۔ دیکھ کر ارشاد فرمایا۔ یہ تو بڑی تکبرانہ کرسی ہے جتنی دیر تک وظیفہ پڑھتے رہے آرام کرسی کے ٹیکے سے پشت مبارک نہ لگائی۔ حضرت اپنا وقت کبھی بیکار نہیں فرماتے تھے، ہم وقت تالیف و تصنیف و فتاویٰ نویسی کا شغل جاری رہتا، اسی وجہ سے اندر کے کمرہ میں تشریف رکھتے تھے کہ باتوں میں کام نہیں ہوگا یا بہت ہی کم ہوگا۔ صرف پنجگانہ نماز کے لئے باہر تشریف لائے تاکہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں یا کسی مہمان سے ملنے کے لئے۔ جمعہ کو بعد نماز پچانگ میں تشریف رکھتے۔ روزانہ عصر کی نماز پڑھ کر پچانگ میں چارپائی پر تشریف رکھتے اور چاروں طرف کرسیاں رکھ دی جاتیں۔ یہی وقت عام لوگوں کی ملاقات کا تھا۔ جب لوگ مسئلہ مائل دریافت کرتے یا آپ خطوط کے جوابات دیتے یا استفسار کے جوابات لکھواتے۔ اس وقت علوم و فیوض و برکات کے دریا جاری ہوتے اور حضار آستانہ متفیض ہو کر تے۔ مغرب کی نماز کے بعد زمانہ مکان میں تشریف لے جاتے اور وہیں تصنیف و تالیف و کتب بینی اور اوراد و اشغال میں مصروف رہتے۔

آپ حدیث کی کتابوں کے اوپر کوئی دوسری کتاب نہ رکھتے۔ اگر اقوال رسول کی زحافی فرما رہے ہیں اور اس درمیان میں کوئی شخص بات کاٹتا تو سخت کبید خاطر ہوتے۔ ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے زانوں پر رکھ کر بیٹھنے کو ناپسند فرماتے۔ بیلااد شریف کی مجلسوں میں شروع سے آخر تک ادب و نزاکت رکھتے اور اسی طرح دوزانہ بیٹھ کر وعظ فرماتے۔ چار چار یا پنج پارے لکھتے ممبر پر تقریر کرنا ہوتا جب بھی زانوں بدلتے۔ کبھی ٹھٹھانہ لگاتے۔ جاتی آتے ہی انکلی دامنوں میں دبالتے۔ قبلہ کی طرف کبھی پاؤں نہ پھیلاتے۔ بغیر صوف پڑی دوات سے لکھنا پسند نہ کرتے۔ یونہی لوہے کی نب سے اجتناب کرتے۔ خط بولتے وقت اپنا کنگھا اور مشیت استعمال فرماتے۔ آخر عمر میں پان کھانا چھوڑ دیا تھا ورنہ پہلے کثرت سے ان استعمال کرتے تھے مگر بغیر تبا کو کے۔ بوت و وعظ پان مطلق نہ کھاتے، ان ایک چھوٹی سی صراحی شیشے کی پاس رکھی ہوئی ہوتی اس سے خشکی رفع کرنے کے لئے غرارہ کر لیا کرتے۔ اعلیٰ حضرت ضعیف الجشہ اور نہایت قلیل الغذائے تھے۔ ان کی عام غذا چکی کے لیے ہوئے آٹے کی روٹی اور بکری کا تورہ تھا۔ آخر عمر میں ان کی غذا اور بھی کم رہ گئی تھی۔ ایک پیالی شوربا بکری کا بغیر مریج کا اور ایک یا دو ٹھٹھ بکٹ سو جی کا۔ کھانے پینے کے سلسلے میں اس قدر سادہ مزاج تھے کہ ایک بار بیگم صاحبہ نے انکی

انہیں متوجہ کر رہے تھے۔ حضرت مولانا قیام الدین عبدالباقی فرنگی علی تخریک کے متاثر ہو چکے تھے اور فرنگی محل میں گاندھی، علی برادران اور دوسرے سیاسی اکابر آتے رہتے تھے۔ ان لوگوں کو خیال ہوا کہ بریلی میں مولانا احمد رضا خان صاحب سے مل کر انہیں بھی اس طرف متوجہ کرنا چاہیے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے ایک بڑے حلقے پر ان کا اثر ہے۔ اس طرح بہت سے مسلمان تحریک خلافت کا ساتھ دے سکیں گے ایک صاحب ایک دن بہت خوش خوش آئے اور گاندھی جی کا پیغام حضرت کے پاس لائے کہ وہ بریلی آکر آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ حضرت نے بہت مختصر جواب دیا فرمایا: گاندھی جی کا دینی مسئلے کے متعلق مجھ سے باتیں کریں گے یا دنیوی معاملات پر گفتگو کریں گے اور دنیوی معاملہ میں میں کیا حصہ لوں گا جبکہ میں نے اپنی دنیا چھوڑ رکھی ہے اور دنیوی معاملات سے کبھی کوئی غرض نہیں رکھا۔

آپ کی صلابت مذہبی و فنی کوئی کا ایک واقعہ سنئے: حضرت ایک بار مولانا فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز کے عرس میں امرہ تشریف لے گئے کسی نے مولوی سراج الدین صاحب آٹو لوی کو میلاد شریف پڑھنے بٹھا دیا۔ انہوں نے اٹھائے تقریریں کہا کہ قیامت کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک میں فرشتے روح ڈالیں گے۔ چونکہ اس میں حیات انبیاء علیہم السلام کے مسلمہ اصول سے انکار نکلتا تھا، سن کر حضرت کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ انہوں نے مولانا عبدالقادر سے فرمایا آپ اجازت دیں تو میں ان کو منبر پر سے اتار دوں۔ مولانا عبدالقادر نے مقرر کو بیان سے روک دیا اور مولانا عبدالغفور صاحب فرمایا کہ مولانا ایسے لوگوں کو مولانا احمد رضا خان صاحب کے سامنے میلاد شریف پڑھنے کو نہ بٹھایا کیجئے جن کے سامنے بیان کرنے والے کے لئے علم اور زبان کو بہت نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔

آپ کی ذات الحب للہ والبنص للہ کی زندہ تصویر تھی۔ اللہ اور رسول سے محبت رکھنے والے کو اپنا عزیز سمجھتے اور اللہ و رسول کے دشمن کو اپنا دشمن سمجھتے۔ اپنے مخالف سے کبھی کج خلقی سے پیش نہ آئے، کبھی دشمن سے بھی سخت کلامی نہ فرمائی بلکہ علم سے کام لیا لیکن دین کے دشمن سے کبھی نرمی نہ برتی۔ اعلیٰ حضرت کی زندگی کا ہر گوشہ اتباع سنت کے انوار سے منور ہے۔ آپ نے بعض مردہ سنتوں کو زندہ کیا انہی میں نماز جمعہ کی اذان ثانی ہے جس کو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی سنت کے مطابق خطیب کے سامنے دروازہ مسجد پر دلوانے کا رواج قائم کیا۔

آج ہندوستان، پاکستان، افریقہ، افغانستان، کاشغر اور دوسرے ممالک جہاں جہاں جمعہ کی اذان ثانی دروازہ مسجد پر دی جا رہی ہے وہ آپ ہی کی مبارک کوششوں کا نتیجہ ہے۔

اعلیٰ حضرت اس امر پر اعتقاد رکھتے تھے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام

علمی مصروفیت دیکھ کر جہاں وہ کاغذات اور کتابیں پھیلانے ہوئے بیٹھے تھے۔ دسترخوان بچا کر فورہ کا پیالہ رکھ دیا اور چائیاں دسترخوان کے ایک گوشے میں پلیٹ دیں کہ ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔ کچھ دیر بعد وہ دیکھنے تشریف لائیں کہ حضرت کھانا تناول فرما چکے یا نہیں تو یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئیں کہ سالن اپنے نوش فرمایا ہے لیکن چائیاں دسترخوان میں اسی طرح لپٹی رکھی ہوئی ہیں، پوچھنے پر آپ نے فرمایا: چائیاں تو میں نے دیکھی نہیں، سمجھا ابھی نہیں پکی ہیں۔ میں نے اطمینان سے بوتلیاں کھالیں اور شوربا پی لیا۔ اور خدا کا شکر ادا کیا۔ حیات اعلیٰ حضرت میں لکھا ہے کہ رمضان المبارک کے زمانے میں افطار کے بعد پان نوش فرماتے۔ سحری میں صرف ایک پیالے میں فیربنی اور ایک پیالے میں چٹنی آیکرتی تھی وہی نوش فرمایا کرتے تھے کسی نے دریافت کیا کہ حضرت فیربنی اور چٹنی کا کیا جوڑ ہے فرمایا: نمک سے کھانا شروع کرنا اور نمک ہی پر ختم کرنا سنت ہے۔

آپ نے اور دنیا سے کبھی تعلق نہیں رکھا۔ آپ کے آباد اجداد سلاطین دہلی کے دربار میں اچھے منصبوں پر فائز تھے۔ جب آپ نے آنکھ کھولی تو گرد و پیش امارت و ثروت کا نقشا پائی۔ خود زمیندار تھے لیکن ساری جائیداد کا کام دوسرے عزیزوں کے سپرد تھا۔ انہیں تماموں کی خریداری، سادات کی بہان نوازی اور گھر کے اخراجات کے لئے ماہانہ ایک رقم مل جاتی تھی چونکہ داد و دہش کے عادی تھے اس لئے کبھی ایسا ہوا ہے کہ خلدان میں ۱۲ آغے سے زائد موجود نہیں رہے لیکن انہوں نے کبھی نہیں پوچھا کہ کاؤں کی آمدنی کتنی آئی اور مجھے کتنی ملی۔

ایک جگہ خود تحریر فرماتے ہیں: الحمد للہ میں نے مال من حیث ہو مال سے کبھی محبت نہ رکھی، صرف اتفاق فی سبیل اللہ کے لئے اس سے محبت ہے۔ اسی طرح اولاد میں حیث ہو اولاد سے بھی محبت نہیں صرف اس سبب کہ صلہ رحمی نیک ہے۔ اس کا سبب اولاد ہے اور میری اختیاری بات نہیں میری طبیعت کا تقاضا ہے۔

ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین صاحب قادری کو ایک ذاتی خط میں تحریر فرماتے ہیں ”خط کے جواب میں یہ چاہتا تھا کہ آیات و احادیث دربارہ ذمہ دینا و منع التفات برتول اہل دنیا لکھ کر بھیجوں مگر وہ سب بفضلہ تعالیٰ آپ کے پیش نظر ہیں، فلاں کو دست غیب ہے، فلاں کو حیدر آباد میں رسوخ ہے۔ یہ تو دیکھا مگر یہ نہ دیکھا کہ آپ کے پاس بعونہ تعالیٰ علم نافع ہے، ثبات علی السنتہ ہے، ان کے پاس علم نافع یا علم مضر ہے، اب کون زندہ ہے کس پر لغت حق بیشتر ہے بشرط ایمان و عدہ علو و غلبہ باعتبار دین ہے نہ یہ کہ دنیوی امور میں مومنین کو تفوق ہے۔ دنیا بجن مومن ہے بجن میں جتنا آرام مل رہا ہے کیا محض فضل نہیں۔ دنیا فاحشہ ہے اپنے طالب کے بھاگتی ہے اور ہار بکے پیچھے دوڑتی ہے۔ دنیا میں مومن کا قوت کفایت ہے۔“

تحریک خلافت کے زمانے میں گاندھی جی پورے ملک کا طوفانی دورہ کر رہے تھے مسلمان عوام کے ساتھ علماء کو بھی اپنا ہم خیال بنا رہے تھے اور تحریک خلافت کی طرف

اور حضور اقدس تبلیغ و ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے اور علمائے کرام و رشتہ الانبیاء میں۔ اسی طرح اس پر یقین رکھتے تھے کہ علماء کے ذمے دو فرض ہیں۔ ایک تو شریعت مطہرہ پر پورے طور پر عمل کرنا دوسرے مسلمانوں کو ان کی دینی مسائل سے واقف کرنا۔ اس لئے جہاں کسی کو خلاف شرع کرتے ہوئے دیکھتے فرض تبلیغ بجالاتے اور اس کو اپنے فرائض میں داخل سمجھتے۔

مصنف حیاتِ اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں: آپ کے سب کام محض اللہ تعالیٰ کے لئے تھے، نہ کسی کی تعریف سے مطلب نہ کسی کی لامنت کا خوف تھا۔ حدیث شریف من احب لله و ابغض لله واعطى الله و منع الله فقد استكمل الايمان کے مصداق تھے۔ آپ کسی سے محبت کرتے تو اللہ ہی کے لئے، مخالفت کرتے تو اللہ ہی کے لئے، کسی کو کچھ دیتے تو اللہ ہی کے لئے اور کسی کو منع کرتے تو اللہ ہی کے لئے۔ اگر وہ بد مذہبوں اور بے دینوں پر اشد تھے تو دینداروں اور علماء اہلسنت کے لئے ”رحماء بینہم“ کی زندہ تصویر بھی تھے۔ حضرت تاج الفحول محبہ رسول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی قدس سرہ العزیز کی بہت عزت کرتے تھے اپنے قصیدہ امال الابرار و آلام الاشرار میں علمائے اہلسنت کی تعریف فرمایا ہے۔

اذا حلوا تمصرت الیادوی

اذا را حوا فصار المعربید

یہ علمائے کرام ایسے ہیں جب کسی دیرانے میں اترتے ہیں تو ان کے دم قدم سے دیرانہ پر رونق شہر ہو جاتا ہے اور وہ حبیب روانہ ہوتے ہیں تو شہر دیرانہ بن جاتا ہے۔ مصنف حیاتِ اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں کہ میں نے عرض کیا بعض مبالغہ شاعرانہ معلوم ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا نہیں بالکل واقعہ ہے۔ حضرت مولانا عبدالقادر کی یہ شان تھی جب تشریف لایا کرتے تو شہر کی حالت بدل جاتی تھی عجیب نئی اور جیل پہل ہوتی تھی اور جب تشریف لے جاتے تو باوجودیکہ سب لوگ موجود ہوتے مگر ایک دیرانی اور ادا کی چھا جاتی۔

مسئلہ عینیت و غیرت صفات باری تعالیٰ میں دونوں کا اختلاف تھا مولانا عبدالقادر فرماتے تھے کہ صوفیہ کے صفات کو عین ذات ماننے اور فلاسفہ کے عین ذات ماننے میں فرق ہے اور حضرت اس فرق کے ماننے میں تامل فرماتے تھے۔ اس موضوع پر تفصیلی اور طویل گفتگو ہوئی حضرت نے آخر میں فرمایا میں بغیر دلیل تسلیم کئے لیتا ہوں کہ صوفیہ کے قول عینیت اور فلاسفہ کے قول عینیت میں فرق ہے اس لئے کہ میرے مرشدان عظام فرماتے ہیں کہ ہم جو صفات کو عین ذات مانتے ہیں وہ اس طرح نہیں جس طرح فلاسفہ مانتے ہیں۔ اگرچہ دلیل سے یہ فرق میرے ذہن میں اب تک نہیں آیا ہے لیکن چونکہ میرے مرشدان عظام یہ فرماتے ہیں اس لئے اپنے مرشدان عظام کے ارشاد پر تسلیم خم کئے دیتا ہوں حضرت مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین سرکار کلاں مارہر شریف فرماتے

تھے کہ جب میں بریلی آتا تو اعلیٰ حضرت خود کھانا لاتے اور ہاتھ دھلتے جب سٹور ایک بار ہاتھ دھلتے وقت فرمایا حضرت شاہزادہ صاحب! یہ انگوٹھی اور چھلے مجھے دیدیجئے۔ میں نے آنا کر دیدیئے اور وہاں سے بھی چلا گیا۔ ممبئی سے مارٹن واپس آیا تو میری لڑکی فاطمہ نے کہا: آبا بریلی کے مولانا صاحب کے یہاں سے پارسل آیا تھا جس میں انگوٹھی اور چھلے تھے۔ اور مولانا میں مذکور تھا: ”شاہزادی صاحبہ یہ دونوں طلائی اشیاء آپ کی ہیں“ یہ تھا اعلیٰ حضرت کا امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور اکابر و شیعہ کی تعظیم و توقیر۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم سے ہے کہ وہ چیز جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت و اصافہ ہے اس کی تعظیم و توقیر کرنی اور ان میں سادات کرام جزو رسول ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ مستحق توقیر و تعظیم ہیں اس پر پورا عمل کرنا بالبقول حضرت ملک العمار، اعلیٰ حضرت کسی سید صاحب کو اس کی ذاتی حیثیت و لیاقت سے نہیں دیکھتے تھے بلکہ اس حیثیت سے ملاحظہ فرماتے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جزو ہیں۔ پھر اس اعتقاد و نظریہ کے بعد جو کچھ انکی تعظیم و توقیر کی جائے کہ ہے۔

سادات سے محبت اور ان کے احترام کی بہت سی مثالیں حیاتِ اعلیٰ حضرت میں درج ہیں۔ حضرت اپنے ملفوظات میں اس سوال کے جواب میں کیا سادات کے بچے کو استاد تادم سزا دے سکتا ہے فرماتے ہیں: قاضی جو حدود اللہ قائم کرنے پر مجبور ہے اس سے سامنے اگر کسی سید پر حد ثابت ہوئی تو باوجودیکہ اس پر حد لگانا فرض ہے اور وہ حد لگائے گا لیکن اس کو حکم ہے کہ سزا دینے کی نیت نہ کرے بلکہ دل میں یہ نیت رکھے کہ شہزادے کے پر میں کچھ لگ گئی ہے اسے صاف کر رہا ہوں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی محبت بلکہ عشق شہنشاہ زمانہ ہے۔ یہ سطور پڑھیے۔

خبردار جانی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب ہے بلکہ چار ہاتھ فاصلے سے زیادہ قریب نہ ہو جاؤ، یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا، اپنے موجد اقدس میں جگہ بخشی، ان کی نگاہ کریم اگرچہ ہر جگہ تمہاری طرف تھی اب خصوصیت اس درجہ قرب کے ساتھ ہے۔ واللہ

سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کے ساتھ کبھی بعض اصحاب ص یا صلعم اور انبیاء کرام کے اسمائے گرامی کے ساتھ اختصاراً، م کا لکھنا انھیں سخت ناپسند تھا بلکہ وہ اسے کفر سمجھتے تھے ایک خط میں ملک العلماء لکھتے ہیں: ”تا تاریخہ سے ایک عبارت علامہ طحطاوی نے حاشیہ میں بالواسطہ نقل فرمائی ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام پاک کے ساتھ علیہ السلام کا اختصاراً ع م لکھنا کفر ہے کہ تحفیف شان نبوت ہے۔ اب کبھی بانگی پور جانا تو اس عبارت کو ضرور تلاش کیجئے۔ (باقی صفحہ ۳۳۸ پر)

علوم و فنون کا ہمالہ

عالیجناب مقبول جہانگیر (لندن)

ہیں اور لوح و قلم اس سے گزر کر اب اس کے علم و دانش کا چراغ کشور دل کے شبنازوں میں جل رہا ہے۔ عشق و ایمان کی روح اس کے وجود میں رگ رگ میں اس طرح رچ بس گئی کہ اپنے محبوب کی شوکت جمال کے لئے ہر وقت بے چین رہتا ہے۔ اس کے جگر کی آگ کبھی نہیں بجھتی، اس کے دل کا دھواں کبھی بند نہیں ہوتا نقش و نگار جاناں کے لئے اس کے قلم کی روشنائی نہیں سکتی۔ پلکوں کا قطرہ ٹھٹھلکے نہیں پاتا کہ اس کی جگہ آنسوؤں کا سیاہ لوناں اُٹنے لگتا ہے۔

وہ اپنے محبوب کے وفاداروں پر اس درجہ مہربان کہ قدموں کے نیچے دل کا فر ش بچا کر بھی اہتمام شوق کی تشنگی محسوس کرتا ہے جہاں وہ اہل ایمان کے لئے لالہ کے جگر کی ٹھنڈک ہے، وہیں اہل کفر و بغاوت کے حق میں غیظ و غضب کا ایک دھماکا ہوا انگارہ اپنے محبوب کے گستاخوں پر جب وہ قلم کی تلوار اٹھاتا ہے، تو انگلیوں کی ایک ایک جنبش پر تڑپتی ہوئی لاشوں کا انبار لگ جاتا ہے۔ باطل کے جگر میں اس کے نشتر کا ڈالا ہوا شگاف زندگی کی آخری ہچکیوں تک مندر نہیں ہوتا۔ اس کو اپنے خون کے پیا سوں کو بھی معاف کر سکتا ہے، لیکن محبوب کی حرمت سے کیلینے والوں کے لئے اس کے ہاں صلح و درگزر کی کوئی گنجائش نہیں۔ دوستی کا پیمانہ تو بڑی چیز ہے، وہ تو ان دشنام طرازدوں سے ہنس کر بات کرتا بھی ناموس عشق کی توہین سمجھتا ہے۔ اگر کاہر و عزت اور شان رسالت میں اس کا ذوق احرام و ادب اس درجہ لطیف ہے کہ مشکلم کے قصد دیت سے قطع نظر وہ الفاظ کی ٹوک پلک پر بھی شرعی تعزیرات کا پہرہ بٹھادیتا ہے۔ اس کے نکرہ نظر کا احباب، علم و فن کی انفرادیت، شریعت و تقویٰ کا التزام، مجدد شرف کا برتری، تجدید و ارشاد کا منصب امارت اور دین و ملت کے فروغ کے لئے اس کے دل کا اخلاص عرب و عجم نے تسلیم کر لیا ہے۔ وہ اپنے زباں کا بہت بڑا سخن در بھی ہے، لیکن آج تک کبھی اس کی زبان اہل دنیا کی منقبت سے آلودہ نہ ہوئی۔ وہ بھری کائنات میں مرنے والے محبوب یحییٰ علیہ السلام کی مدح و سرائے سے شاد کام رہتا ہے۔ اپنے سریم کے در کی گدائی پر دونوں جہاں کا اعزاز نشا رکھ چکا ہے۔ دیکھ کے ارباب ریاست مرنے اس آرزو میں بارہا اس کی چوکھٹ تک آئے کہ اپنے حضور میں مرنے کا بار یا بھونے کا اجازت دے دے، لیکن زمانہ نشا ہے کہ ہر بار انہیں شکستہ خاطر لوٹنا پڑا۔

پرانے شہر بریلی کے ایک محلے میں صبح ہند سے ہر طرف چل چل ہی دلوں کی سر زمین پر عشق رسالت کا کیف اور سرور کالی گھاؤں کی طرح برس رہا تھا۔ بام و دیوار آتش آگ کی لہروں کا ہتھکڑا، رگزاروں کی صفائ اور دور دور تک زنجین جھنڈیوں کی ہمار ہر گزرنے والے کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی۔ بالآخر چلتے چلتے ایک راہگیر نے مدیا نیت کیا۔

”آج یہاں کیا ہونے والا ہے؟“

کسی نے جواب دیا: دنیا سے اسلام کی عظیم شخصیت اور دین کے مجدد اہل سنت کے امام عشق رسالت کے گنج گراں مبارک اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی آج یہاں تشریف لائے والے ہیں۔ انہی کے خیر مقدم میں یہ سارا اہتمام ہوتا ہے۔

”کہاں سے تشریف لائیں گے؟“

”اسی شہر کے محلہ سوداگران سے۔ جواب سن کر راہگیر حیرت زدہ رہ گیا۔ وہ دیر تک کھڑا سوچا کہ آئے والا اسی شہر سے آ رہا ہے وہ آنا چاہے، تو ہر صبح و شام آ سکتا ہے، مگر کچھ اتنی طویل نہیں کہ وہاں سے آنے والے کو خاص اہمیت دیکھ جائے اور اس کے خیر مقدم کا شاندار اہتمام کیا جائے۔ آخر لوگوں کے سامنے اپنے دل کا غش کا اظہار کئے بغیر اس سے نہ بگیا۔ ایک بوڑھے آدمی نے صاف صاف انہیں جواب دیا:

”جہاں پہلے تم یہ سمجھ لو کہ کتنا کلاس حیثیت کا ہے۔ اس کی ہتھ کس شان کا ہے۔ اعزاز و کلم کہ بنیاد مسانت کے قریب و بعد پر نہیں، شخصیت کی جلالت اور فضل و کمال کی برتری پر ہے۔ آنے والے جہاں کی زندگی یہ ہے کہ وہ اپنے دولت کے سے کل کر یا تو فراتین بندگی کے لئے خانہ خدا میں جاتا ہے یا چرچہ عشق کی پیش بڑھ جاتا ہے تو دیار حبیب کا سفر کرتا ہے، اس کے علاوہ اس کے شام و سحر اور شب و روز کا ایک ایک لمحہ دینی ہمت میں اس درجہ مصروف ہے کہ نگاہ اٹھا کر دیکھنے کا بھروسہ ملت نہیں ملتی۔ اس کے حرم دل پر ہر وقت عشق بے نیاز کا پہرہ ہے۔ ہزار انداز و لڑائی پر بھی آج تک خیال غرور و اجازت نہیں مل سکی۔ اس کی لاک قلم سے نکل ہوئی روشنائی کا ایک ایک قطرہ نکرہ استفادہ کی جنتوں میں کوثر و نسیم بن کر بہ رہا ہے۔ اس کے خون جگر کی سُرخی سے دیرازوں میں دین کے گلشن اہلبا اہل طے ہیں۔ اس کے عرفان و آگہی کی داستاںیں جن جن پہنچ گئی

بڑھنے جذباتی انداز میں اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا :
اب تم ہی بتاؤ کہ اپنے وقت کی اس عظیم دہر تر شخصیت جس کی دینی و ملی شوکتوں کا پرچم عرب و عجم میں لہرا رہا ہے اور جسے عشق مصطفیٰ کی وارستگی نے دونوں جہاں سے بھین لیا ہے، آج اگر وہ یہاں قدم نہ فرماتے کہ لے مائل کر رہے، تو کیا یہ ہماری قسمتوں کی معراج نہیں؟ اگر ہم اس کے غیر مقدم کے لئے اپنے دلوں کا فرش بچھا رہے ہیں، تو اپنے جذبات شوق کے اظہار کے لئے اس سے زیادہ خوشگوار اور جنوں انگیز موسم اور کیا ہو سکتا؟
(صاحب اہل سنت کی سواری کے لئے پاکی مکان کے دروازے کے سامنے لگا دی گئی ہے۔ سینکڑوں مشتاقان دید انتظار میں کھڑے ہیں۔ حضرت نے وضو کیا، پھر کپڑے زیب تن فرمائے، علامہ باندھا اور عالماذقار کے ساتھ باہر تشریف لائے۔ چہرہ انور سے فضل و تقویٰ کی کرنیں چھوٹ رہی ہیں۔ شب بیدار آنکھوں میں تقدس و پاکیزگی کی شمع ہے۔ طلعت جمال کی دل کشی سے مجمع پر ایک رقت انگیز بخودی کا عالم طاری ہے۔ گویا پردانوں کے ہجوم میں ایک شمع فردناں مسکرا رہی ہے یا عندلیبان شوق کی انجمن میں ایک گلی ربنا کھلا ہوا ہے۔

بڑی مشکل سے سواری تک پہنچنے کا موقع ملا ہے۔ پاؤں کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد ہار دینے پاکی اٹھائی ہے۔ آگے پیچھے دائیں بائیں نیاز مندوں کی بھیر چل رہی ہے۔ پاکی کے کھوڑی دور ہی چلے ہیں کہ یکایک امام اہل سنت کی آواز سنائی دیتی ہے :
"پاکی روک دو"

حکم کے مطابق پاکی روک دی گئی۔ مہرا چلنے والا مجمع بھی وہیں روک گیا۔ حضرت اضطرار کی حالت میں پاکی سے برآمد ہوئے کہاڑوں کو اپنے قریب بلایا اور بھرائی ہوں آواز میں پوچھا : آپ لوگوں میں کوئی آل رسول تو نہیں؟ اپنے جدِ اعلیٰ کا واسطہ پہنچتا ہے، میرے ایمان کا ذوق لطیف تن جانان کی خوشبو محسوس کر رہا ہے۔

اس سوال پر اچانک کہاڑوں میں سے ایک شخص کے چہرے کا رنگ فنی ہو گیا۔ پیشانی پر غیرت و پشیمانی کی لکیریں ابھر آئیں۔ بے زوائی، آشفہ حالی اور گردشِ ایام کے ہاتھوں ایک پامال زندگی کے آثار اس کے انگ انگ سے آشکار تھے۔ دیر تک خاموش رہنے کے بعد تقریباً بکائے ہوئے دہ زبان سے کہا کہ

"مزدور سے کام لیا جاتا ہے، ذات پات نہیں پوچھی جاتی۔ آہ! آپ نے میرے جدِ اعلیٰ کا واسطہ دے کر میری زندگی کا ایک سرسبز راز فاش کر دیا۔ سمجھ لیجئے کہ میں اس جن کا ایک مڑھایا ہوا پھول ہوں جس کی خوشبو سے آپ کی مشام جاں معطر ہے۔ رگوں کا خون نہیں بہ سکتا، اس لئے آل رسول ہونے سے انکار نہیں، لیکن اپنی اپنی خانماں برباد زندگی کو دیکھ کر یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ چند ہی دن سے آپ کے اس شہر میں آیا ہوا ہوں۔ کوئی ہمز نہیں جانتا کہ اسے ذریعہ معاش بناؤں۔ پاکی اٹھانے دے ان کہاڑوں سے رابطہ قائم کر لیا ہے۔ ہر روز سویرے ان کے محروہ میں آن کر بیٹھ جاتا اور شام کو اپنے حصے کی مزدوری لے کر بال بچوں میں لٹ جاتا ہوں۔"

ابھی اس مزدور کی بات تمام نہیں نہ ہو پائی تھی کہ لوگوں نے پہلی بار تاریک کایہ حیرت انگیز واقعہ دیکھا کہ عالم اسلام کے ایک مقتدر امام کی دستار اس کے قدموں پر رکھا ہوئے ہے اور وہ آنسوؤں کی بارش میں مزدور سے التجا کر رہا ہے۔

"معزز شہزادے! میری گستاخی معاف کر دو۔ لاکھوں میں یہ خطا سرزد ہو گئی ہے۔ اسے بغضب ہو گیا۔ جن کے کفش پاک تاج میسر کر سب سے بڑا اعزاز ہے۔ ان کے کاغذ پر میں نے سواری کی قیامت کے دن اگر کہیں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھ لیا کہ احمد رضا! کیا میسر فرزند کا دوش ناز میں اس لئے تھا کہ وہ تیرا سواری کا بوجھ اٹھائے، تو میں کیا جواب دوں گا۔ اس وقت بھرے میدانِ حشر میں میرے ناموس عشق کی کتنی بڑی رسوائی ہوگی! آہ! اس ہولناک تصور سے کلیجہ شق ہوا جاتا ہے۔

دیکھنے والوں کا بیا لب سے کہ جس طرح ایک عاشق دلیگر دھٹھے ہوئے محبوب کو مانتا ہے۔ اسی انداز میں دقت کا یہ عظیم المرتبت امام اس سیدزادے مزدور کی منت سماجت کر رہا ہے اور لوگ بھی بھٹی بھٹی آنکھوں سے عشق کی ناز برداریوں کا یہ رشتہ انگیز تماشا دیکھ رہے ہیں کئی بار زبان سے معاف کر دینے کا اقرار کر لینے کے بعد امام اہل سنت نے ایک آخری التجائے شوق پیش کی:

"چونکہ راہِ عشق میں خونِ جگر سے قیادہ و جاہت و ناموس کی قربانی عزیز ہے، اس لئے لاشعور کی ایک تقصیر کا گناہ بھی ہو گا کہ اب تم پاکی میں بیٹھو اور میں اسے اپنے کاغذ پر اٹھاؤں۔"

اس التجا پر جذبات کے غلام سے لوگوں کے دل ہل گئے ہیں۔ و فور اثر سے فضا میں جین باندھ رہی ہیں۔ ہزار انکار کے باوجود آخر سیدزادے کو عشقِ جنوں خیر کی ضد پوری کر لی پڑی۔ یہ منظر کس قدر دل گداز ہے! اہل سنت کا جلیل القدر امام کہاڑوں میں شامل ہو کر اپنے علم و فضل جبہ و دستار اور عالم گبر شہرت کا سارا اعزاز خوشنودی حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک گناہ مزدور کے قدموں پر نثار کر رہے ہیں۔ شوکتِ عشق کا یہ ایمان افروز نظارہ دیکھ کر تھرد دل بھی پھٹ گئے ہیں، کہ درتوں کا غبار چھٹ رہا ہے، غفلتوں کی آنکھ کھل گئی ہے اور دشمنوں کو بھی مان لینا پڑا ہے کہ آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احمد رضا خاں بریلوی کے دل کی عقیدت و اخلاص کا جب یہ عالم ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ دارِ نشی و صحبت کا کیا ٹھکانا ہو گا۔

ہے ان کے مٹے ہوئے گریبان سے مست گل، گل سے چمن، چمن سے صبا اور صبا سے ہم اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے کردار و اخلاق کی ایک جھلک آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس نوع کے بے شمار واقعات آپ کی سیرت میں ملتے ہیں۔ انیسویں صدی عیسوی نے یوں تو برصغیر پاک و ہند میں بڑے بڑے آدمی پیدا کئے، ان میں ہر کتب اور ہر طبقے کے لوگ شامل ہیں۔ مگر جیسی جامعیت اور جیسی انفرادیت مولانا احمد رضا خاں کے حصے میں آئی وہ اپنی جگہ بے مثال و بے نظیر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ماہ و سال کی گردشوں نے مولانا کی عظیم شخصیت پر غفلت کے دبیر پر سے ڈال دیے ہیں، لیکن جب ہم یہ

سانس سے یکا یک ایک بزرگ سفید ریش، نہایت شکیل و وجہ تشریف لائے اور مجھ سے فرمانے لگے:

"منا ہے بچے، آج کل عبدالعزیز ہے.... اس کے بعد الحمد... اس کے بعد عبدالرشید" یہ کہہ کر فوراً نظر سے غائب ہو گئے۔

آپ کی عمر پانچ چھ برس کی ہوگی کہ مکان پر ایک مولانا بچوں کو قرآن شریف پڑھانے کے لئے تشریف لائے گئے۔ احمد رضا بھی ان سے کلام اللہ پڑھنے لگے۔ ایک روز ایسا ہوا کہ مولانا کسی آیہ کریمہ میں بار بار ایک لفظ کا تلفظ سنئے احمد رضا کو بتاتے، مگر آپ کے زبان سے وہ تلفظ ادا نہ ہو رہا تھا۔ مولانا زبیر بتاتے اور آپ زیر پڑھتے۔ یہ کیفیت آپ کے جدِ امجد مولانا رضا علی خاں بھی دیکھ رہے تھے، انہوں نے کلام پاک سنا کر دیکھا، تو اس میں اس لفظ کے اعراب کا تب نے غلط ڈال دئے تھے۔ یعنی زیر کی جگہ زبر لکھ دیا تھا۔ گویا غیر شعوری طور پر بچے کی زبان سے جو لفظ نکل رہا تھا، وہی صحیح تھا۔ دادا نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا: "بیٹا! مولانا صاحب جس طرح بتا رہے تھے، تم اس طرح کیوں نہیں پڑھتے تھے؟" سنئے احمد رضا نے جواب دیا، حضرت! میں ارادہ تو کرتا تھا کہ اسی طرح پڑھوں، مگر زبان پر قابو نہ پاتا۔ زبر کے بجائے ہر بار زیر ہی سے زبان کام کرتی!"

اس طرح کے بہت سے حیرت انگیز واقعات درس تدریس کے دوران میں پیش آئے ایک روز قرآن مجید پڑھانے والے مولانا نے تنہائی میں اپنے شاگرد احمد رضا سے کہا: صاحبزادے! سچ بتا دو کسی سے کہوں گے نہیں۔ تم ان ہو یا جن؟ آپ سن کر ہنس پڑے اور فرمایا: خدا کا شکر ہے میں ان ہی ہوں، البتہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال ہے! ایک روز یہی مولانا حسب معمول بچوں کو پڑھا رہے تھے کہ ایک بچے نے ان کو سلام کیا مولانا نے جواب دیا جیسے رہو! احمد رضا نے عرض کیا: حضرت! یہ تو سلام کا جواب نہ ہوا! وعلیکم السلام کہنا چاہئے تھا! یہ سن کر مولانا بہت خوش ہوئے اور شاگرد کو دعائیں دیں۔

رمضان المبارک کا مہینہ ہے۔ اعلیٰ حضرت بھی کم سین ہیں۔ روزہ رکھوایا گیا ہے۔ گری کا زمانہ ہے۔ سہ پہر کے وقت کاشا اقدس میں روزہ کشائی کی تیاریاں ہو رہی ہیں، ایک الگ کمرے میں انظار کے دوسرے سامان کے ساتھ فرنی کے پیالے بھی چنے ہوئے ہیں۔ آپ کے والد ماجد یکا یک آپ کو اسی کمرے میں لے جاتے ہیں اور کوار بند کر کے ایک پیالہ اٹھاتے ہیں اور بیٹے کی طرف بڑھا کر کہتے ہیں: "لو اسے کھا لو" بیٹا حیران ہو کر عرض کرتا ہے: "آبا حضور میرا روزہ ہے کیسے کھاؤں؟"

ارشاد ہوتا ہے: "میاں کھا بھی لو کچھ کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ میں نے کوار بند کر دئے ہیں، کوئی دیکھنے والا بھی نہیں، جلدی سے کھاؤ!" یہ سن کر بیٹا ادب سے کہتا ہے: "آبا حضور جس کے حکم سے روزہ رکھ رہے، وہ تو دیکھ رہا ہے" یہ سنئے ہی آپ کے والد ماجد کی آنکھوں سے بے اختیار اشکوں کا تار بندھ جاتا ہے فرط محبت سے پیارے بیٹے کو سینے سے لگالیتے ہیں۔

بیٹا اگر ان کے ظاہر و باطن کا جائزہ لیتے ہیں، تو ان جیسے آدمی اختلافِ جدید میں تو کیا، اختلافِ قدیم میں بھی دور دور تک نظر نہیں آتے۔ مولانا آج جامع حیثیات شخصیت تھے اور اتنے علوم و فنون میں کامل تھے کہ ان کے ذکر ہی سے عقل حیرت میں آتی ہے اور وجدان وجد کرنے لگتا ہے۔ یہ کہنا کہ وہ اپنی ذات میں اک انجمن تھے، شاید ان کے مرتبے سے فز تر بات ہوگی، مگر اس کے سوا اور کہا بھی کیا جائے کہ وہ عقل و عشق دونوں میں اس مقام رفیع پر رونق افروز ہیں جہاں نمودار ہوتے ہوئے خیال کے بھی پرجھلنے لگتے ہیں۔

مفسر، محدث، نقیبہ، اصول، مکمل، مفتی، حافظ، تاروی، شاعر، مفسر، آدابِ علوم عقل و نقلی کا فاضل متبحر، اپنے عہد کا بہت بڑا شیخ طریقت اور مجددِ شریعت اور ان سب خصوصیتوں سے بالاتر ایک نرالا تراکیم نرالا، انوکھا عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ع

عالم میں تم سے لاکھ سہی تم مگر کہاں؟

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بن مولانا نقی علی خاں بن مولوی رضا علی خاں کی ولادت ردہیل گھنڈ کے مشہور شہر بریلی کے محلہ جھولی میں ہوئی سالِ ولادت ۱۲۷۲ ہجری، ماہ شوال، تاریخ دس بوقت ظہر، روز چار شنبہ۔ انگریزی تقویم کے مطابق ۱۸۵۶ء ماہ جون تاریخ ۱۴۔ بقول ایک صاحب دل ۱۲۵۷ء کے انقلاب ایک سال قبل پیدا ہوئے والا یہ بچہ اپنے نکری و نظری الفتلاب کے بے باک نقیب ہونے پر دلالت کر رہا تھا۔ آپ کے جدِ امجد حضرت مولانا رضا علی خاں ان دنوں حیات تھے۔ پوتے کے پیدا ہونے کی خبر ان کے کانون تک پہنچی تو خوش ہوئے۔ اعلیٰ حضرت کے بھائی علی محمد خاں صاحب کی روایت ہے کہ میری والدہ مرحومہ اعلیٰ حضرت کی بڑی بہن تھیں، ان کا ارشاد ہے جب احمد رضا پیدا ہوئے، تو والد مرحوم ان کو حضرت دادا جان قدس سرہ العزیز کی خدمت میں لے گئے دادا نے گود میں لیا اور معائنہ غیب سے فرمایا: "میرا یہ بیٹا بہت بڑا عالم ہوگا" اعلیٰ حضرت کی یہی بڑی بہن فرمایا کہ میں ہم سے تمام خاندان میں یہ بچہ اپنے مزاج، اطوار اور ذہانت کے اعتبار سے الگ نظر آتا، ایک روز کسی نے دروازے پر صدا دی، احمد رضا کی عمران دنوں فوس برس تھی، باہر گئے، دیکھا ایک بزرگ فقیر کھڑے ہیں۔ انہوں نے آپ کو دیکھتے ہی کہا: "ادھر آؤ بیٹا" کہہ کر سر پر ہاتھ پھیرا اور پھر فرمایا: تم بہت بڑے عالم ہو۔

مولوی عرفان علی صاحب قادری جو اعلیٰ حضرت کے مرید تھے بیان کرتے ہیں کہ کبھی اعلیٰ حضرت اپنے بچپن کے حالات بیان کرتے تھے، ایک روز ارشاد فرمایا میری عمر تین ساڑھے تین برس کی ہوگی اور میں اپنے محلے کی مسجد کے سامنے کھڑا تھا کہ ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں جلوہ فرما ہوئے۔ انہوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی، میں نے بھی فصیح عربی میں ان کی باتوں کا جواب دیا۔ اس کے بعد اس بزرگ ہستی کو پھر کبھی نہ دیکھا، اسی ذکر میں اعلیٰ حضرت نے یہ واقعہ بھی بیان فرمایا کہ میری عمر دس گیارہ برس کی ہوگئی اور میں ایک دن حکیم وزیر علی صاحب کے اہل جا رہا تھا، کوئی دس بجے کا وقت تھا۔

والد نے آپ کا نام محمد اور جدِ امجد نے احمد رضا رکھا۔ تاریخِ نام المختار ہے جس سے ۱۲۸۲ ہجری برآمد ہو رہی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے بہت برس بعد قرآن کی اس آیت سے اپنی پیدائش کا سن برآمد فرمایا:

اولئک کتب فیہم الایمان وایدہم بروح منہ

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا ہے

آپ کبھی کبھی بڑی دل سوزی سے فرماتے: بھلا اللہ تعالیٰ اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لا الہ الا اللہ اور دوسرے پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہو گا۔

اعلیٰ حضرت کے والدِ ماجد اور جدِ امجد دونوں اپنے اپنے عہد کے متبحر عالمِ دلی کمالِ عارفِ اللہ، صاحبِ کشف وکرامات اور شیخِ طریقت وشریعت تھے۔ آپ کے والد مولانا نقی علی خاں صاحبِ بے شمار کتابوں کے مصنف، حب و نسب کے اعتبار سے بھی اعلیٰ حضرت خاندانی شرف و تدار اور دجاہتِ دنیا و دنیوی کا اقرار رکھتے تھے۔ آپ کے جدِ اعلیٰ حضرت محمد سعید خاں رحمۃ اللہ علیہ تنہا کے موثر قبیلے بڑیچ کے پٹھان تھے۔ شاہانِ مغلیہ کے عہد میں نادر شاہ کے ہمراہ لاہور تشریف لائے اور تہذیب و معزز عہدوں پر فائز رہے۔ لاہور کا شیش محل اپنی کی جاکر تھا۔ پھر لاہور سے دہلی چلے گئے۔ سعید اللہ خاں شش ہزاری منصب پر فائز تھے اور شجاعت جنگ کا خطاب رکھتے۔ ان کے بیٹے سعادت یار خاں صاحب شاہِ دہلی کی جانب سے ایک خاص ہم پر بریلی روہیل کھنڈ بھیجے گئے۔ فتح یابی پر انہیں بریلی کا صوبے دار بنانے کا فرمان دہلی سے آیا، لیکن ایسے وقت جب وہ بسترِ مرگ پر تھے، ان کے من بیٹے تھے اعظم خاں، معظم خاں اور مکرم خاں۔ یہ تینوں مناصب جلیلہ پر ممتاز۔

اعظم خاں صاحب نے بریلی میں مستقل رہائش اختیار کرکے اور دنیا سے منہ موڑ کر ایک گوشے میں جا بیٹھے۔ محلہ محاروں بریلی میں شہزادے کا تکیہ آج بھی انہی کی نسبت سے معروف ہے۔ وہیں اعظم خاں صاحب کا مزار ہے۔ ان کے بیٹے حافظ محمد کاظم علی خاں ہر جمعرات کو اپنے والد کے سلام کے لئے حاضر ہوتے اور ہمیشہ گرانقدر رقم حاضر کرتے۔ مگر آپ وہ رقم ضرورت مندوں میں بانٹ دیتے اور اپنے پاس کچھ نہ رکھتے۔ ایک مرتبہ جاڑے کے موسم میں حافظ صاحب اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حسبِ معمول حاضر ہوئے، دیکھا کہ شاہِ محمد اعظم اس کڑا لکے کے جاڑے میں ایک دھولے کے قریب تشریف فرما ہیں اور جسم پر کوئی مرائی پوشاک نہیں، معاداً مندی بیٹے نے فوراً اپنا بیش بہا دوشالہ آمار کر والد پر ڈال دیا، حضرت نے نہایت استغناء سے وہ دوشالہ آگ میں ڈال دیا، حافظ صاحب کے دل میں دوسرہ پیدا ہوا کاش! اس قیمتی دوشالے کو آگ میں ڈالنے کے بجائے کسی محتاج کو عطا فرما دیا جاتا، یہ دوسرہ دل میں آنا تھا کہ شاہِ اعظم نے آگ کے بھڑکنے والاؤں میں سے دوشالہ نکال کر چھینک دیا اور فرمایا: فقیر کے ہاں یہ دھکر دیکھو کا معاملہ نہیں ہے اپنا دوشالہ!

دیکھا، تو اس میں آگ نے کچھ اثر نہ کیا تھا ویسا ہی صاف شفاف تھا۔

حافظ کاظم علی خاں شہرِ بریلیوں کے تحصیل دار تھے۔ دوسو سواروں کا دستہ ہر وقت خدمت میں رہتا۔ آٹھ گاؤں جاگیر کے عطا ہوئے تھے۔ انہی حافظ صاحب کے صاحبزادے حضرت قدوة الاولیٰین، زبدۃ الکالمین، قطب الوقت مولانا رضا علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ کے حالات مولانا رحمن علی نے اپنی معروف تالیف ”تذکرہ علماء ہند میں تفصیل سے رقم کئے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا رضا علی بنفرو تصوف میں کامل جہارت رکھتے تھے۔ تقریر بہت پرتائیر۔ زہد و قناعت، علم و تواضع اور تجرید و تقرید کی تصویر تھے۔ ان کی بہت سی کرامتیں اور خرقہ عادات و واقعات عوامِ خواص میں مشہور ہیں۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا کی پیدائش کے ساتویں روز جس دن عقیقہ ہوا۔ آپ کے انہی جدِ امجد مولانا رضا علی نے ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر یہ تھی کہ یہ فرزندِ احمد رضا دعادت ہوگا، چنانچہ سب تاریخیں اور سوانح نگار اس امر پر متفق ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے چار سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ ختم کیا اور چھ سال ہی کے تھے کہ ماہِ ربیع الاول میں منبر پر بیٹھ کر بہت بڑے مجمع میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ آپ نے صرف دو خطوں کے کتاب میں حضرت مولانا مرزا غلام قادر بیگ سے ملحق پھر تمام علوم اور فنون اپنے والدِ ماجد امام المتکلمین مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کئے۔ تیرہ برس کی عمر میں صرف، نحو، ادب، حدیث، تفسیر، کلام، فقہ، اصول معانی و بیان، تاریخ، جغرافیہ، ریاضی، منطق، فلسفہ، ہیئت وغیرہ جمیع علوم و فنیہ عقیدہ و نقلیہ کی تکمیل کر کے ۱۲۸۶ شعبان ۱۲۸۶ ہجری کو سندِ فراغت حاصل کی اور تدارِ نفیلتِ زیب سر فرمائی۔ اسی روز سب سے پہلا جو فتویٰ پیش ہوا، وہ یہ تھا کہ اگر بچے کی ناک میں کسی طرح دودھ چڑھ کر کوئی مہلک چیز ہو جائے، تو کیا حکم ہے؟ آپ نے بڑے محققانہ انداز میں اس کا جواب تحریر فرمایا کہ منہ یا ناک سے عورت کا دودھ جو بچے کے پیٹ میں پہنچے گا، حرمتِ رضاعت لائے گا۔

اعلیٰ حضرت کی بے مثل ذہانت اور بے نظیر حافظے کے کمالات اتنے ہیں کہ انہیں بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہئے۔ مولانا احسان الدین ابوالفتحی تعلیم میں اعلیٰ حضرت کے ہم سبق تھے ان کی روایت ہے کہ شروع ہی سے ذہانت کا یہ حال تھا کہ استاد سے کبھی چوتھائی سے زیادہ کوئی کتاب نہیں پڑھی۔ چوتھاں کتاب استاد سے پڑھنے کے بعد بقیہ تمام کتاب از خود پڑھ کر ادراک کر کے سنا دیا کرتے۔ بعض لوگ نام کے ساتھ حافظ لکھ دیا کرتے، چنانچہ خیال ہوا کہ قرآن مجید حفظ کر لیا جائے، لہذا صرف ایک ماہ میں پورا قرآن آسانی سے حفظ فرمایا۔ سید ابوب علی صاحب کا بیان ہے کہ روزانہ ایک پارہ حفظ کر لیتے۔ مشکل سے مشکل فتویٰ کا جواب شاگردوں اور احباب کو اس طرح ظہم بند کر دیتے کہ حیرت ہوتا ہے شمار کتابوں کے حوالے اس سلسلے میں دے اور سب زبان فرماتے الماری میں سے فلاں جلد نکال لو۔ لئے ورق الٹو، فلاں صفحہ پر اتنی سطروں کے

بعد یہ مضمون ہوگا، اسے نقل کر دو غرض کہ ان کا حافظہ اور دماغی تائیس عام لوگوں کی سمجھ کر
بامرئیں۔

اعلیٰ حضرت کے ایک شاگرد جو فتاویٰ کا تحریر کے کام پر لگائے گئے تھے، ایک عجیب و غریب واقعہ حضرت کی ذہانت اور حافظے کی اون بیان فرماتے ہیں۔ میں نے حساب کی تعلیم اسکول میں پائی تھی، لہذا مجھے حساب دانی میں بڑی ہلارت حاصل تھی۔ اعلیٰ حضرت صاحب دلیہ استغفار حل کرنے کے لئے زیادہ تر میرے ہی سپرد فرماتے۔ ایک مرتبہ درٹے کی تقسیم کے سلسلے میں پندرہ بلیں کا نسخہ آیا۔ ظاہر ہے کہ مورث اعلیٰ کی پندرہویں پشت میں درجنوں وارث ہوں گے۔ مجھے اس کے جواب میں دو راتیں اور ایک دن مسلسل محنت کرنا پڑی، ایک ایک پیسے اور درجنوں وارثوں کا حق قلمبند کر دیا۔ عصر کے بعد حسب معمول اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بیٹھا تاکہ حساب کی مکمل تفصیل آپ سے عرض کر دوں اور آپ اصلاح کے ضرورت محسوس فرمائیں تو اصلاح کر دیں۔ میں نے وہ استغفار پڑھا شروع کیا۔ کیا دیکھا ہوں کہ اعلیٰ حضرت سنتے سنتے اپنی انگلیوں کو بھی حرکت دے رہے ہیں۔ یہ استغفار چونکہ پندرہ پشتوں کے درجنوں وارثوں کے حساب کتاب پر مبنی تھا، اس لئے یہ فل سکیپ کے دو صفحوں پر پھیلا ہوا تھا۔ میں نے استغفار یعنی صرف سوال ہی پڑھ کر ختم کیا اور ابھی جواب میں تحریر کے ہوئے وارثوں کے حصے ظاہر نہ کئے تھے کہ اعلیٰ حضرت نے بلا توقف فرمانا شروع کیا۔ آپ نے فلاں کو اتنا، فلاں کو اتنا، غرض درجنوں وارثوں کے نام اور ان کے حصے بتا دیے۔ اب میں جبران و ششدر تھا کہ مجھے اپنی حساب دانی پر اتنا ناز استغفار کو میں نے اپنے طور پر بس دو پڑھا، ہر ایک نام بار بار پڑھ کر ان کے حصے کا اس کے بلو جو مجھ سے کوئی ان سب وارثوں کے نام پوچھے، تو حصے گجا میں نام بھی شاید پورے نہ بتا سکوں جب تک لکھے ہوئے کو سامنے نہ رکھوں... اللہ العالیٰ یہ کیا تبحر کیسی وسعت ادراک اور کتنی عظیم خداداد صلاحیت تھی جو حق تعالیٰ کسی کسی کو عطا فرمائیے۔ اعلیٰ حضرت نے علوم دینیہ کے علاوہ دوسرے علوم و فنون کی بھی تحصیل فرمائی حیرت کی بات یہ کہ بعض علوم ایسے ہیں جن میں کسی استاد کی راہنمائی کے بغیر آپ نے اپنی خداداد ذہانت سے کمال حاصل کیا۔ ایسے تمام علوم و فنون کی تعداد تقریباً ۲۲ ہے۔ کئی فن اس میں ایسے ہیں کہ دیرِ جدید کے بڑے بڑے محقق اور عالم انہیں جانتا تو درکنار شاید ان کے ناموں سے بھی آگاہ نہ ہوں گے۔ اعلیٰ حضرت کے علوم و فنون کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔

علم قرآن علم حدیث اصول حدیث، فقہ (جلد فارسی)، اصول فقہ، جہد تفسیر
عقائد کلام، نحو، صرف، معانی، بیان، بدیع، منطق، فلسفہ، تفسیر، ہیئت، ریاضی، ہند
قراءہ، تجوید، تصوف، سلوک، اخلاق، اسرار الرجال، سیر، تاریخ، لغت، ادب،
اثرنا ملحق، جہد مقابلہ، حساب سینما، گوگل ٹرانزات، توقیت، مناظرہ و مایا، اگر، زیجات
مثبت کردی۔ ثلث سطح، ہیئت جدیدہ، مریجات، جعفر زائر جہ۔ ان تمام علوم و

فنون کے علاوہ علم الفرائض، عروض و قوافی، نجوم، ادباق، فنی تاریخ (اعداد) نظم و شعر فارسی
نظم و شہندی، خط نسخ اور خط نستعلیق میں بھی کمال حاصل کیا۔ ان علوم کو دیکھئے تو
اندازہ ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت ایک چلتی پھرتی انسائیکلو پیڈیا تھے اور یہ واقعہ ہے کہ عالم اسلام
میں مشکل ہی سے کوئی ایسا عالم نظر آئے گا جو اعلیٰ حضرت کا ان علوم میں ہم پلہ یا قدر مقابل ہو،
آپ نے عربی زبان میں قرآن کریم کی نہایت عظیم الشان تفسیر لکھی۔ اس کے علاوہ
بیضادی، معالم، اتفاق، بدیع الثور اور تفسیر خازن پر عربی میں بے نظیر حواشی تحریر فرمائے۔
حدیث و اصول حدیث میں آپ نے ہفت کتابیں تالیف فرمائیں جن میں صحاح ستہ
کی شرح شامل ہیں۔ پھر ان کی معرفت شروح یعنی عمدة القاری، ارشاد الساری اور
فتح الباری پر بھی حواشی لکھے۔ عقائد الکلام پر آپ کی تصانیف کا تعداد بائیس ہے فقہ
دعوت پر آپ کی ستر تصانیف ہیں۔ تصوف، انوار، اذات و تیس کے علوم پر نو کتابیں تصنیف
فرمائیں۔ تاریخ، سیرت و مناقب میں گیارہ کتابیں لکھیں۔ ادب، نحو، لغت، عروض کے
موضوع پر آپ نے چھ کتابیں تلمیذ کیں۔ علم زیجات میں سات، علم جفر و تکمیر میں گیارہ،
علم جبر و مقابلہ میں چار، علم مثلث، ارثماطیقی، ہندسہ اور ریاضی میں اٹھائیس کتابیں تحریر
فرمائیں۔ فلسفہ اور منطق میں چھ کتابیں لکھیں۔ ان میں ایک کتاب حرکت زمین کی تردید
میں ہے اور دوسری کتاب سورج کے گھومنے اور گردش کے ثبوت میں۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے دانش پاندر ڈاکٹر سر ضیاء الدین مرحوم نے یورپ میں
 تعلیم پائی تھی اور برصغیر کے بلند پایہ ریاضی دانوں میں آپ کا شمار تھا اور فی الحقیقت اس فن
 میں کمال رکھتے تھے۔ اتفاق سے ڈاکٹر صاحب کو ریاضی کے کس مسئلے میں اشتباہ ہوا،
 ہر چند کوشش کے مگر مسئلہ حل نہ ہوا۔ چونکہ صاحب حیثیت آدمی تھے اور غلم کے شائق،
 اس لئے تصدیق کر جرمی باکر یہ مسئلہ حل کریں۔ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب اس
 زمانے میں یونیورسٹی کے شعبہ دینیات میں ناظم تھے، ڈاکٹر صاحب نے ایک روز گفتگو کے
 دوران میں ان سے اس مسئلے اور اپنی مشکل کا ذکر کیا۔ مولانا سلیمان اشرف نے شورہ دیا آپ
 بریلی جلیے اور اعلیٰ حضرت احمد رضا خان سے دریافت کیجئے وہ اسے مفروضہ حل کر دیں گے
 ڈاکٹر ضیاء الدین نے حیرت سے کہا، مولانا، یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ کہاں کہاں سے تعلیم
 پا کر آیا ہوں، ریاضی کے ادق سے ادق مسئلے حل کرنا جانتا ہوں۔ جب میں یہ مسئلہ حل نہ کر
 سکا، تو مولانا احمد رضا جنہوں نے کبھی یورپ کا تصور تک نہیں کیا ہے وہ نہ ایسے مسئلے ریاضی
 کے انہوں نے جدید یونیورسٹیوں میں سیکھے ہیں۔ ان بے چاروں نے تو اپنے ملک کے کسی کالج
 میں بھی تعلیم نہیں پائی، وہ کیونکر یہ مشکل مسئلہ حل کر سکیں گے؟ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے سفر
 یورپ کا سامان شروع کر دیا۔ مولانا سلیمان اشرف نے ایک دن پھر کہا آپ بریلی تو ہو آئے
 اور ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت سے ملاقات تو کر لیجئے، پھر آپ کو اختیار ہے یورپ جائیں
 یا امریکہ۔ یہ سن کر ڈاکٹر ضیاء الدین کا پیشانی پر بل پر گئے۔ تلخ لہجے میں کہا، مولانا آپ
 مجھے کیا رائے دیتے ہیں، آخر عقل بھی کوئی چیز ہے، فضل میرا وقت برباد ہو گا۔ یہ
 مسئلہ مولانا احمد رضا خان کے بس کا نہیں۔ مولانا سلیمان اشرف نے زور دے کر کہا کہ آخر

اس میں حرج ہی کیلئے ہے۔ بریل کچھ زیادہ دور تھے نہیں، چند گھنٹے کا سفر ہے۔ قصہ مختصر ڈاکٹر صاحب مولانا سلیمان اشرف کی معیت میں بریل پہنچے۔ اعلیٰ حضرت کے دوست کدے پر گئے، اندر اطلاع بھیجی حضرت کا طبیعت نامساوی تھی۔ مگر مولانا سلیمان اشرف کا نام سن کر فوراً بلوایا۔ ڈاکٹر صاحب کی بھی مزاج پر کسی فزائی اور پوچھا کہ تشریف آوری ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا ریاضی کا ایک مسئلہ آپ سے دریافت کرنے آیا ہوں، جب وہ ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ فوراً بیان کر دیا جائے۔ ذرا اطمینان کی صودت ہو تو کہوں۔ حضرت نے فرمایا: بیان کیجئے۔ ڈاکٹر صاحب نے مسئلہ پیش کیا، اعلیٰ حضرت نے سنتے ہی فرمایا اس کا جواب یہ ہے۔ جواب سنتے ہی ڈاکٹر صاحب کو حیرت سے کہہ ہو گیا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے آنکھ سے پردہ سا اٹھ گیا ہے اختیار بول اٹھے میں سنا کرتا تھا علم لدنی بھی کوئی شے ہے آج آنکھ سے دیکھ لیا۔ میں تو اس مسئلے کے حل کے لئے جرمی مانا جاتا تھا کہ مولانا سلیمان اشرف نے رہبری فرمائی۔ اب آپ سے اس کا حل سن کر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے آپ اس مسئلے کو کتاب میں دیکھ رہے تھے دیر تک اسی فن اور اس کے متعلقات میں گفتگو ہوتی رہی۔ اعلیٰ حضرت نے اپنا ایک قلمی رسالہ منگوایا جس میں اکثر مثلثوں اور دائروں کی شکلیں بنی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب نے بنات استجاب سے وہ رسالہ دیکھا اور فرمایا: میں نے یہ علم حاصل کرنے میں بہت صعوبت اٹھائی۔ ملک ملک کا سفر کیا۔ بے انتہار پیسہ صرف کیا۔ یورپین استادوں کی جوتیاں سید کیں تب کچھ معلومات ہوئیں، مگر جو کچھ علم آپ جانتے ہیں، اس کے مقابلے میں میں اپنے آپ کو طفلِ مکتب سمجھ رہا ہوں۔ مولانا یہ تو فرمائیے اس فن میں آپ کا استاد کون ہوگا؟ اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا: میرا کوئی استاد نہیں۔ میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے صرف چار تالیفات جمع، تفریق، ضرب، تقسیم محض اسلئے سیکھے تھے کہ ترکہ کے کمالی میں ان کی ضرورت پڑتا ہے بشرح جعینی شروع کی ہی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا کیوں اپنا وقت ضائع کرتے ہو، مصطفیٰ پیارے صلی اللہ علیہ وسلم اکا سرکار سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دئے جائیں گے، چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں اپنے مکان کی چار دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہا ہوں۔ یہ سب سرکارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم ہے۔

ڈاکٹر ضیاء الدین پڑھنے والی حضرت کی علمی جلالت اور اعلیٰ اخلاق کا ایسا اثر ہوا کہ بریل سے علی گڑھ آتے ہی انہوں نے دائرہ رکھ لی اور صوم و صلوٰۃ کے بھی پابند ہو گئے۔ علم ہیئت، فوجیت، نجوم اور جفر میں بھی اعلیٰ حضرت کو ایسی دستگاہ تھی کہ بیا سے ماہر۔ مولانا غلام حسین صاحب، حضرت کے معاصرین میں ایک صاحبِ کمال بزرگ تھے۔ ہیئت اور نجوم کے ماہر۔ اکثر اعلیٰ حضرت کے ہاں تشریف لاتے اور بڑی دلچسپ گفتگو انہی فنون پر ہوتی اور اپنے اپنے تجربات کے جانچ دوٹوں حضرات فرمایا کرتے۔ ایک دن مولانا غلام حسین تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت نے پوچھا فرمائیے بارش کا کیا انداز ہے، کب تک ہوگا؟ مولانا نے ستاروں کا وضع سے ناکہ بنایا اور فرمایا اس

مہینے میں پانی نہیں، آئندہ ماہ میں ہوگا۔ یہ کہہ کر وہ زائچہ اعلیٰ حضرت کی طرف بڑھا دیا جعفر نے دیکھ کر فرمایا اللہ کو سب قدرت ہے وہ چاہے تو آج ہی بارش ہو۔ مولانا نے کہا یہ کیسے ممکن ہے؟ آپ ستاروں کی حال نہیں دیکھتے جعفر نے فرمایا سب دیکھ رہا ہوں اور ساتھ ساتھ ان ستاروں کے بنائے دئے اور اس کی قدرت کو بھی دیکھ رہا ہوں سامنے کلاک لگا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے پوچھا دقت کیا ہے؟ بولے سو گیا رہنے میں فرمایا بارہ بجنے میں کتنی دیر ہے؟ جواب ملا پون گھنٹہ جعفر نے فرمایا اس سے قبل نہیں؟ کہا نہیں۔ ٹھیک پون گھنٹے بعد بارہ بجیں گے یسن کر اعلیٰ حضرت اٹھے اور بڑی سوتی گھادی۔ فوراً ٹیٹن بارہ بجنے لگے جعفر نے فرمایا۔ مولانا، آپ نے کہا تھا ٹھیک پون گھنٹے بعد بارہ بجیں گے، یہ اب کیسے بارہ بج گئے؟ مولانا نے کہا آپ نے کلاک کی سوتی گھادی۔ درنہ اپنی رفتار سے پون گھنٹے بعد ہی بارہ بجتے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا اسی طرح رب العزۃ جل جلالہ تادریق ہے کہ جس ستارے کو جس وقت جہاں چلے پہنچا دے۔ وہ چلے تو ایک مہینہ، ایک ہفتہ ایک دن کیا، ابھی بارش ہونے لگے۔ آنا زبانِ مبارک سے نکلنا تھا کہ چاروں طرف سے گنگھڑ گنگھڑا چھائی اور پانی برسنے لگا۔ غرض اعلیٰ حضرت کا اعتقاد اس قسم کے علوم پر ایسی ہی نوعیت کا تھا۔ ستاروں کے اثرات کے قائل۔ مگر اصل ناعل حضرت عرۃ جل جلالہ کا ذکر جانتے تھے۔

علمِ تکسیر اور علم جفر میں تو اب کمال حاصل تھا کہ بیرونِ ملک سے علماء یہ علوم سیکھنے آپ کے پاس آتے۔ اعلیٰ حضرت نے یہ علم خود اپنے ذوق اور شوق سے سیکھا اور ہر سوال کا جواب بالکل صحیح صحیح برآمد کر لیتے۔ ایک روز نواب دزیر احمد خاں صاحب نے فرمایا ایک عجیب و غریب علم ہے۔

اس میں سوال کا جواب منظوم عربی زبان، بحر طویل اور حرف لام کی ردیف میں آتا ہے اور جب تک جواب پورا نہیں ہوتا، مقطع نہیں آتا جس کو صاحبِ علم کی اجازت نہیں ہوتی، نہیں آتا۔ میں نے اجازت حاصل کرنا چاہی، اس میں کچھ پڑھا جاتا ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لاتے ہیں۔ اگر اجازت عطا ہوئی، حکم مل گیا، درنہ نہیں۔ میں نے تین روز پڑھا، تیسرے روز خواب دیکھا۔ ایک وسیع میدان اور اس میں بڑا پختہ کنواں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور چند صحابہ کرام بھی حاضر ہیں جن میں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو میں نے پہچان لیا۔ اس کنویں میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پانی بھر رہے ہیں۔ اس میں سے ایک بڑا تختہ نکلا کہ عمر ڈیڑھ گز اور طول میں دو گز ہوگا۔ اس پر منبر کپڑا پڑا ہوا تھا جس کے وسط میں سفید روشن بہت جلیقلم سے اہ ذ کے حروف اسی شکل میں لکھے ہوئے تھے جس سے میں نے یہ مطلب نکالا کہ اس علم کا حامل کرنا ہدیان فرمایا جاتا ہے۔ ان حروف سے یہ قاعدہ جعفر اذن اجازت حاصل کر سکتا ہے۔ ہ کو بطور صدر و موخر آخر میں رکھا۔ اس کے عدد پانچ ہیں۔ اب وہ اپنی پہلی جگہ سے ترقی کر کے دوسرے مرتبے میں آگئی اور پانچ کا دوسرا مرتبہ پانچ دہائی سے یعنی پچاس جس کا حرف نون ہے اور نون اذن سمجھا جاتا۔ مگر میں نے اس طرف التفات نہ کیا

”میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان فتوؤں کو اگر ابو حنیفہ نعمان رحمۃ اللہ علیہ دیکھتے تو یقیناً

ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچی اور اس کے مؤلف کو اپنے تلامذہ میں شامل فرماتے۔“

شاعر مشرق علامہ اقبال اعلیٰ حضرت کے معاصرین میں سے تھے۔ آپ کو نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ایک موقع پر علامہ اقبال نے فرمایا یہ روایت ڈاکٹر عابد احمد علی مرحوم کی ہے:

”ہندوستان کے دورِ اخیر میں مولانا احمد رضا خاں جیسا طباع اور ذہین نقیب پیدا نہیں ہوا۔ ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے یہ رائے قائم کی اور ان کی ذہانت، نظامت، جودت، طبع، کمال، نقاہت اور علومِ دینیہ میں تبحر علی کے شاہدِ عادل ہیں۔ مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے ہیں، اس پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں۔ یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے ہیں۔ اسی لئے انہیں اپنے شرع، فیصلوں اور فتاویٰ میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑتی۔ بایں ہمہ ان کی طبیعت میں شدت زیادہ تھی۔ اگر یہ چیز درمیان میں نہ ہوتی، تو مولانا احمد رضا خاں گویا اپنے دور کے امام ابو حنیفہ بن جوتے۔“

اقبال نے اعلیٰ حضرت کے ہاں جس ”شدت“ کا ذکر فرمایا ہے، اس میں نفایت کا شائبہ بھی نہ تھا۔ الشہادہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی سوزش تھی، جسے حدت کہہ لیجئے یا شدت۔ اور یہ شدت بھی صرف اعدائے خدا و رسول کے لئے تھی۔ روزِ اعلیٰ حضرت تو ہر مومن اور ہر اہل محبت کے لئے سراپا لطف و کرم تھے یا بقول اقبال ع:

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم

فاضل بریلوی نے سلوک و طریقت کی منزلیں حضرت شاہ آل رسول ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر طے فرمائیں اور آپ کے دستِ حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔ پیر و مرشد نے آپ کو نام سلاسل میں اجازت و خلافت کا شرف عطا فرمایا۔ بیعت کا واقعہ ۱۲۹۴ھ کا ہے یعنی ان دنوں کا جب اعلیٰ حضرت کی عمر اکیس بائیس برس سے زیادہ نہ تھی۔ آپ کے والد ماجد مولانا محمد تقی علیؒ بھی اس عالم رنگدبو میں تشریف فرما تھے اور وہ اپنے پاکباز اور ہونہار فرزند کو شاہ آل رسول کی خدمت میں لے گئے۔ شاہ صاحب کی وفات ۱۲۹۷ھ میں ہوئی۔ گویا فاضل بریلوی کو اپنے پیر و مرشد سے تقریباً تین برس تک شرفِ ہدایت حاصل رہا۔ اعلیٰ حضرت کے نعتیہ دیوان ”حدائقِ بخشش“ میں ایک منقبت حضرت شاہ آل رسول کی شان میں موجود ہے۔ اس کا مطلع ہے:

خوشاد لئے کہ دہندش دلائے آل رسول

خوشا سرے کہ کندش دلائے آل رسول

شاہ صاحب بھی اعلیٰ حضرت سے بہت محبت فرماتے اور انہیں دیکھ کر خوش ہوتے ایک بار آپ نے ارشاد فرمایا:

اور لفظ کو ظاہر پر رکھ کر یہ فن چھوڑ دیا کہ اند کے معنی میں فضول ہو گیا۔

تاریخ گول کا فن بھی اعلیٰ حضرت کے پاس اکتسابی نہیں، وہی تھا۔ آپ نے کبھی ادنیٰ سے توجہ بھی اس فن کے حصول کی جانب نہ فرمائی، پھر بھی اس میں وہ ملکہ کہ ان جنینی دیر میں کوئی مفہوم لفظوں میں ادا کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت انہی دیر میں بے تکلف تاریخی مارے اور جملے فرما دیا کرتے تھے جس کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ حضور کی تصانیف کثیرہ میں بہت کم ایسی ہوں گی جن کا نام تاریخی نہ ہو۔ بعض عربی اور اردو کے تصانیف اور تاریخائے رسال جو بہت طویل ہیں، ان کے ہر ہر مصرعے سے تاریخ برآمد ہو لایا ہے۔ خوش نویسی اور خطاطی میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ نسخ، نستعلیق، خط مستقیم اور خطِ شکستہ جیسے تمام اقسام و انواع کے رسم الخط میں آپ بے نظیر مہارت سے لکھتے تھے۔

”اگر پیش ازین کتبے درین فن نیافتہ شود، پس مصنف را موجد تصنیف ندانی توان گفت اگر ایں فن میں اور کوئی کتاب نہ ہو، تو مصنف کو ایں تصنیف کا موجد کہا جاسکتا ہے۔ علمِ توقیت میں کمال کا یہ عالم کہ دن کو سورج اور رات کو ستارے دیکھ کر گھڑی ملا لیا کرتے، وقت بالکل صحیح ہوتا اور کبھی ایک منٹ کا بھی فرق نہ پڑتا۔ ایک دفعہ آپ برائوں شریف تشریف لے گئے، مسجد خرمی میں حضرت محبت الرسول مولانا عبدالقادر بدایونی نے آپ کو نازِ فجر پڑھانے کا ارشاد کیا، اعلیٰ حضرت نے قرأت انہی طویل کی کہ مولانا عبدالقادر کو شک ہوا شاید سورج کل آیا۔ ناز کے بعد لوگ باہر نکل کھڑے کی طرف دیکھنے لگے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ابھی سورج نکلنے میں تین منٹ ۸۸ سیکنڈ باقی ہیں۔ علمِ تیسر (توقیت) میں بھی پیر مولانا مشق داد اک کے مالک تھے۔ توقیت پڑ کرنے کے بعد تمام طریقوں سے واقف ”حیاتِ اعلیٰ حضرت“ کے مؤلف مولانا ظفر الدین بہاری اعلیٰ حضرت کا خلیفہ اور شاگرد بھی تھے ان کے پاس ایک شاہ صاحب تشریف لائے اور بڑے فخر سے کہنے لگے میں نقش مربع سولہ طریقوں سے پڑ کر لیا ہوں۔ آپ کتنے طریقے جانتے ہیں۔ مولانا ظفر الدین نے انکار سے کہا مجھے تو نقش مربع پڑ کرنے کے گیارہ سو باون طریقے آتے ہیں۔ شاہ صاحب کو یہ ناقابلِ یقین بات سن کر اس قدر تعجب ہوا کہ اعتبار نہ آیا۔ پوچھا یہ فن آپ نے کس سے حاصل کیا۔ مولانا نے جواب دیا اعلیٰ حضرت سے اور اعلیٰ حضرت ۳۲ سولہ طریقوں سے نقش مربع پڑ کرنا جانتے ہیں آخر کار شاہ صاحب نے وہ کتاب دیکھی جس میں مولانا ظفر الدین نے نقش مربع حیارہ سو باون طریقوں سے پڑ کیا تھا تو یقین کئے بغیر چارہ نہ رہا۔

اعلیٰ حضرت کا علمی سرمایہ بڑا بے پناہ ہے، لیکن آپ کا فقہی شاہکار فتاویٰ رضویہ ہے جس کی بارہ جلدیں ہیں۔ ان میں سے پانچ جلدیں چھپ چکی ہیں۔ ہر جلد جہازی سائز کے ایک ہزار سے زیادہ صفحات پر مشتمل۔ تاریخ الفوائد میں یہ مجموعہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مجموعے کے چند اوراق اعلیٰ حضرت نے مکہ معظمہ کے فاضل سید اسماعیل خلیل حافظ کتب العوام کو ارسال فرمائے تھے۔ مصنف نے اپنے مکتوب میں ان اوراقِ فتاویٰ پر تبصرہ فرمایا اس کا آخری جملہ دیکھئے۔

بروز حشر اگر باری تعالیٰ پر چھ گکارے آلِ رسول! دنیا سے میرے لئے کیا لایا ہے؟
تو عرض کر دوں گا کہ لے پروردگار! میں تیرے لئے احمد رضا لایا ہوں۔
اعلیٰ حضرت کو جن سلاسلِ طریقت میں اجازت و خلافت حاصل تھی، ان کا تعداد تیرہ
ہے جن میں مشہور و معروف سلسلے تادریچشتیہ، نظامیہ، محبوبیہ، سہروردیہ، نقشب
بندیہ، صدیقیہ، نقشبندیہ طبریہ وغیرہ شامل ہیں۔

حضرت شاہ آلِ رسول کی بیعت سے ایک سال بعد یعنی ۱۲۹۵ھ میں آپ کو اپنے
والدین کی بیعت میں پہلی بار حج کی سعادت نصیب ہوئی: "المفروض" کی جلد دوم میں
اس سفر حج سے واپسی کے حالات خود حضرت کا زبانی سن کر مرتب نے درج فرمائے
ہیں اور نہایت اثر انگیز ہیں۔ مولانا رحمت علی نے بھی اپنی تالیف تذکرہ علمائے ہند میں اس
حج کے واقعات و حالات تفصیل سے درج کئے ہیں۔ اسی سفر میں حرمین شریفین کے
اکابر علماء اور شیوخ سے آپ کی ملاقاتیں رہیں۔ مثلاً مفتی شانیہ سید احمد حلال
مفتی خفیہ شیخ عبدالرحمن سراب و غیرہ۔ ان دونوں حضرات سے آپ نے حدیث تفسیر
فقہ اور اصول فقہ میں سندیں حاصل کیں۔ ایک روز اعلیٰ حضرت حرم مبارک میں حاضر
تھے اور مغرب کی ناز سے نارغ ہوئے ہی تھے کہ امام شانیہ شیخ حسین بن صالح بغیر کسی تاخیر
تعارف کے آگے بڑھ کر آپ کا ہاتھ پکڑتے ہیں۔ اور اپنے ساتھ گھر لے جاتے ہیں۔ فرطِ محبت
سے دیر تک آپ کی زانو پشالی دیکھتے رہتے ہیں اور جوشِ عقیدت میں اُن کے منہ سے
نکلتا ہے۔

انی لا جدد لور من هذا الجبین

بے شک میں پیشانی میں اللہ کا نور پاتا ہوں

شیخ حسین بن صالح نے اعلیٰ حضرت کو صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت
اپنے دستخط خاص سے عنایت فرمائی اور آپ کا نام ضیاء الدین احمد رکھا۔ شیخ نے اپنی ایک
کتاب "الجہرۃ المفیۃ" کی شرح لکھنے کی فرمائش کی۔ نوجوان فاضل بریلوی نے صرف دو روز
میں اس مشکل کتاب کی شرح عربی زبان میں تحریر فرما کر ان کے حوالے کی اور بعد میں تعلیقات
دعاشی کا اماندہ کر کے اس کتاب کا تاریخی نام بھی تجویز کیا۔ واپس میں تین روز تک مسلسل سمنڈ
میں طوفان رہا اور ایسا شدید کہ بقرہ اعلیٰ حضرت: لوگوں نے کہیں پہن لئے تھے حضرت والدہ
ماجدہ کا اضطراب دیکھ کر ان کا تسکین کے لئے بے ساختہ بری زبان سے نکلا آپ اطمینان رکھیں
خدا کی قسم! یہ جہاز نہ ڈوبے گا۔ یہ قسم میں نے حدیث رسول ہی کے اطمینان پر کھائی تھی۔ یہ وہ
حدیث ہے جس میں کشتی پر سوار ہوتے وقت غرق سے حفاظت کا وہ ارشاد ہوا ہے
میں نے وہ دعا پڑھ لی تھی اور حدیث کے وعدہ صادق پر مطمئن تھا۔ الحمد للہ وہ مخالف ہوا جو تین
دن سے چل رہی تھی، دو گھنٹے میں بالکل موقوف ہو گئی۔ وہ تین شبانہ روز کی سخت تکلیف
یاد تھی، بریلوی پہنچ کر اور مکان میں پہلا قدم رکھتے ہی والدہ نے مجھ سے فرمایا: حج فرض اللہ تعالیٰ
نے ادا فرمادیا۔ اب میری زندگی بھر دوبارہ حج کا ارادہ نہ کرنا۔ اُن کا یہ فرمانا مجھے یاد رہا اور
ماں باپ کی ممانعت کے ساتھ حج نفل جائز نہیں، یوں خود دوبارہ حج ادا کرنے سے مجبور تھا۔

۱۹۰۵ء میں اعلیٰ حضرت کے چھوٹے بھائی اور بڑے صاحبزادے حبیب حج کے سفر
پر روانہ ہوئے، تو آپ کی طبیعت سخت بے چین ہوئی، دل چاہتا تھا پر لگ جائیں اور اگر
حرم شریف میں پہنچیں، مگر والدہ کی اجازت ضروری فرماتے ہیں۔ اجازت کا مسئلہ نہایت
اہم اور اس کا یقین کہ والدہ اجازت نہ دیں گی۔ کسی طرح ان سے عرض کر دوں۔ آخر کار
زمانہ مکان میں گیا۔ دیکھا حضرت والدہ ماجدہ چادر اوڑھے آرام فرماتی ہیں۔ میں نے آنکھیں
بند کر کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھیں اور فرمایا کیا ہے؟ میں نے عرض کیا
حضور! مجھے حج کی اجازت دے دیجئے۔ پہلا لفظ جو فرمایا یہ تھا: خدا حافظ! میں نے اپنے پیروں
باہر آیا اور فوراً سوار ہو کر اسٹیشن پہنچا۔ حج سے جب واپس آیا تو معلوم ہوا کہ ابھی اسٹیشن
تک بھی نہ پہنچا ہوں گا کہ والدہ نے فرمایا: میں اجازت نہیں دیتی۔ اُسے بلاو۔ مگر میں جا چکا
تھا کون بلاتا؟ چلتے وقت جس لنگن میں میں نے دھنکیا تھا اس کا پانا والدہ نے میری واپسی
تک پھینکنے نہ دیا کہ اس کے دھنک کا پانی ہے۔

والدین کے ادب، احترام اور اطاعت کی ایسی بہت سی مثالیں اعلیٰ حضرت کی حیات
میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ جب آپ کے والد ماجد مولانا مفتی علی خاں صاحب کا انتقال ہوا، تو
اعلیٰ حضرت اپنے حصے کی جائداد کے خود مالک و منتار تھے، مگر سب اختیار والدہ ماجدہ
کے سپرد تھا۔ وہ مالک کی حیثیت سے جس طرح چاہیں صرف فرماتیں۔ حضرت کو کتاب و غیرہ
کی خریداری کے لئے کسی بڑی رقم کی ضرورت پڑتی، تو والدہ کی خدمت میں درخواست کرتے
اور جب وہ اجازت دیتیں تب تک نہیں خریدتے۔

اعلیٰ حضرت کے اس دوسرے حج کے واقعات نہایت عظیم الشان اور سبق آموز ہیں
اس موقع پر آپ نے ایک نعت کہی جس کا مطلع ہے:

شکر خدا کہ آج گھڑی اُس سفر کی ہے

جس پر نثار جان صلاح و ظفر کی ہے

علمائے حجاز نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی، حد درجہ مدارات سے پیش آئے۔ بہت
سوں نے درخواست کی انہیں سند اجازت مرحمت فرمائی جائے، چنانچہ اعلیٰ حضرت
نے ہر درخواست منظور فرمائی۔ حضرت کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں نے اس
سفر کے حالات تفصیل سے رقم فرمائے ہیں۔ بعض علمائے کرام نے علم غیب کے بارے
میں چند سوال لکھ کر اعلیٰ حضرت کے پاس بھیجے اور صرف دو دن میں لکھ دینے کا مطالبہ
کیا۔ آپ کی طبیعت ناما ساز تھی اور نہ حوالے کے لئے کوئی کتاب موجود، مگر آپ نے
محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان تمام سوالوں کے جواب فصیح و بلیغ عربی میں، صرف
آٹھ گھنٹے کے اندر اندر قلم بند کروادے اور اس طرح چار سو صفحے کی ایک ضخیم کتاب
تیار ہو گئی۔ آپ نے اس کتاب کا جو نام تجویز فرمایا وہ بھی ایسا ہی ہے۔ اس سے نہ صرف
موضوع کی مباحث ہوتی ہے، بلکہ یہ بھی معلوم ہو جائے کہ کتاب کہاں تصنیف کی گئی اور کس
میں لکھی گئی۔ کتاب کا نام ہے:

الدولة الملكية بالمادة الغيبية
۱۳۲۳ھ

پران کی ہر غیر معلومات، سرعت و تحریر اور ذہانت دیکھ کر سب کے سب حیران و ششدر رہ گئے۔

اعلیٰ حضرت کو عربی زبان پر ایسا عبور تھا کہ خود اپنی عربی رشتہ کرتے، آپ کے ایک خلیفہ مولانا شیخ ضیاء الدین مدنی جو بفضلِ خدا حیات ہیں اور مدینہ منورہ میں قیام ہے، ان کی روایت ہے کہ: ایک مرتبہ مصر کے فاضل ترین علمائے کرام کے اجتماع میں میں نے اعلیٰ حضرت کا ایک قصیدہ عربیہ پڑھا جو سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں تھا۔ سب نے بیک زبان کہا کہ یہ قصیدہ کسی فصیح اللسان عربی النسل عالم کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ میں نے بتایا اس قصیدے کے لکھنے والے مولانا احمد رضا بلوی ہیں جو عربی نہیں عجمی ہیں۔ علماء مصر یہ سنکر حیرت کے سمندر میں ڈوب گئے کہ وہ عجمی ہو کر عربی میں اتنے اہر ہیں؟

اعلیٰ حضرت جامع کمالات بزرگ تھے جس فن اور جس موضوع پر قلم اٹھایا، اپنی انفرادیت کا سکہ ثبت فرمادیا۔ ان کی اصل دولت حبِ رسول تھی۔ اس پاک جذبے سے ان کی روح سرشار رہی۔ اعلیٰ حضرت کی شاعرانہ حیثیت بھی اتنی ہی دقیق اور عظیم تھی جتنی ان کی دوسری حیثیتیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ دنیا میں جو اچھے اچھے نعت گو شعرا مگر رہے ہیں۔ ان سب کا ذکر کسی نہ کسی حیثیت سے ادب کی کتابوں میں موجود ہے مگر اعلیٰ حضرت کی بہترین شعری تخلیق کا طرف توجہ نہ دی گئی شاید اس لئے کہ ان کی شاعری دوسرے علوم و فنون کے نیچے دب گئی۔ یہ حقیقت ہے کہ ان کا نعتیہ کلام بڑے بڑے شاعر کے کلام کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ ان کے ہاں جذبہٴ دل کی بے ساختگی خیال کا رعب، الفاظ کی شان و شوکت اور عشقِ رسول کی جھلکیاں قدم قدم پر موجود ہیں۔ ان کی نعتوں میں کیف و اثر کی ایک دنیا آباد ہے۔ اعلیٰ حضرت کے سوانح نگار مولانا بدر الدین احمد کا مشاہدہ یہ ہے، آپ عالمِ اربابِ سخن کی طرح صبح سے شام تک اشعار کی تیار میں مصروف نہیں رہتے تھے، بلکہ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد پڑ پاتی اور درجہٴ عشق آپ کو قیام کرتا تو از خود نعتیہ اشعار زبان پر جاری ہوتے اور پھر یہی اشعار آپ کے شورشِ عشق کی تسکین کا سامان بن جلتے۔ چنانچہ آپ اکثر فرمایا کرتے کہ جب سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد پڑ پاتی ہے، تو میں نعتیہ اشعار سے بے قرار دل کو تسکین دیتا ہوں، در نہ شعر و سخن میرا مذاق نہیں۔

اعلیٰ حضرت کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضائیت خوش گو اور نفیس شاعر تھے فصیح الملک نواب مرزا داغ دہلوی سے تلمذ تھا، ایک روز انہوں نے اعلیٰ حضرت کی نعتیہ غزل کا یہ مطلع داغ کو سنایا کہ

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن لے بہار پھرتے ہیں

مطلع سنکر داغ جھوٹے لگے، بار بار پڑھواتے اور دہر دہر کرتے، بہت تعریف کی اور فرمایا: "مولوی ہو کر ایسے اچھے شعر کہتا ہے"

مدینہ منورہ میں بھی بے حد کرام و اعزاز سے نوازے گئے۔ اس کا آنکھوں دیکھا حال شیخ محمد عبدالحق الدہلوی ہاجری رحمۃ اللہ علیہ کی زبان لکھتے ہیں:

مدینہ منورہ میں کئی سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہوں۔ برصغیر کے ہزاروں صاحبِ علم آتے ہیں ان میں علماء، ائمہ، سب ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ شہر کے گل کوچوں میں مارے پھرتے ہیں اور کوئی انہیں مرکز بھی نہیں دیکھتا، مگر فاضل بلوی کی شانِ عجیب ہے۔ یہاں کے علماء اور بزرگ بھی ان کی طرف جوق در جوق چلے آ رہے ہیں اور ان کی تعظیم میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

مدینہ طیبہ میں بھی آپ سے اکثر ملائے حدیث کی اجازت حاصل کی۔ مولانا جعفر شاہ پھلواری جس زمانے میں کپور تھلہ کی مسجد کے خطیب تھے، انہوں نے اپنے والد حضرت شاہ سیلان پھلواری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر اعلیٰ حضرت کے اسی دوسرے مسافر جے متعلق ایک ایمان افروز واقعہ ہنایت موثر انداز میں بیان کیا تھا۔ آپ بھی اس کی سماعت میں شریک ہو جائے۔

"جب مولانا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ دوسری مرتبہ زیارت بنوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے شوق دیدار میں روضہ شریف کے ماحم میں درود پڑھتے رہے اور یقین کیا کہ ضرور سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم عزت افزاں فرمائیں گے اور بالواجہ زیارت سے مشرف فرمائیں گے، لیکن پہلی شب ایسا نہ ہوا۔ آپ نے کچھ کبیدہ خاطر ہو کر ایک نعت کہی جس کا مطلع ہے کہ

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن لے بہار پھرتے ہیں

نعت کے مقطع میں عجیب انداز سے اپنی محرومی اور نارسائی کا اشارہ کیا کہ کوئی کیوں پوچھے تیسری بات رضا تجھ سے کتنے ہزار پھرتے ہیں

یہ نعت ملاحظہ شریف میں عرض کر کے انتظار میں مودب بیٹھے تھے کہ قسمت جاگ اور چشم سر سے بیداری میں زیارت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے مدینے میں حضرت کا قیام طویل رہا۔ اکتیس بار مسجد نبوی میں حاضری نصیب ہوئی۔ صبح سے عشا تک علماء، شیوخ اور طلباء کا ہجوم رہتا۔ کوئی حدیث پڑھنے آتا، کوئی اجازت لینے اور کوئی بیعت کرنے، حضرت کسی کو یا دوس نہ کرتے۔ مولانا حکیم سید عبدالحق لکھنوی صاحبِ نزہۃ الخواطر اپنی مگرالقدر تالیف میں اعلیٰ حضرت کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آپ نے کئی بار حرمین شریفین کا سفر کیا اور علماء و مجاز سے بعض مسائل فقہیہ اور کلامیہ میں مذاکرہ بھی کیا۔ بعض رسائل بھی قیام کے دوران میں لکھے اور علماء حرمین نے بعض سوالات کے، ان کے جوابات بھی تحریر کئے۔ فقہ، حدیث اور اخلاقی مسائل

یہ بہترین داد ہے جو استاد داغ کسی شاعر کو دے سکتے تھے۔ حضرت محدث کچھ چھوڑ کر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ لکھنؤ کے شعرا کی ایک محفل میں اعلیٰ حضرت کا قصیدہ معراجیہ اپنے خاص انداز میں پڑھا تو سب جھومنے لگے اور ایک آواز کہا کہ اس قصیدہ کی زبان تو کوثر میں دھلی ہوئی ہے۔ اسی قسم کا ایک اور واقعہ دہلی میں پیش آیا۔ سرآمد شعرا دہلی نے کہا: سبحان اللہ مولانا احمد رضا کی شاعری کے کیا کہنے! آپ بھر پڑھتے رہیں، ہم عمر بھر سنتے رہیں گے۔

مولانا محمد علی جوہر نے ملازمت اقبال کے لئے کہا تھا کہ انہوں نے مسلمانوں کے دل قرآن کی پھر دئے، لیکن مولانا احمد رضا خاں کا اعجاز شاعری یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے دل صاحب قرآن کی طرف پھیر دئے۔ نعتیہ شاعری کا کمال یہ ہے کہ اس سے شاعر کے کمال عشق کا سکھ دل پر چھ جائے۔ شاعر شاگرد ہوتے ہیں، مگر عاشق شاگرد نہیں ہوا کرتے۔ مولانا احمد رضا خاں نعتیہ شاعری میں کسی کے شاگرد نہ تھے، وہ عاشق صادق تھے

نصفان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو وہ کچھ دیا کہ بس سوچا کیجئے؟
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور بے شمار شعرا نے اپنی اپنی حسن نیت اور توفیق الہی کے باعث سلام لکھ کر ہدیہ عقیدت پیش کیا، مگر اعلیٰ حضرت کے لکھے ہوئے ایک سلام کو ایسا قبول عام نصیب ہوا کہ صدی گزر چکی، برصغیر پاک و ہند ک فضا میں آج بھی اس سلام کی دالہاں آواز سے گونج رہی ہیں۔ ایک ایک شعر جذبہ کیف اور عشق پرستی کا مرقع ہے۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
شہر یارِ ارم، تاجدارِ حرم
نوبارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

حضرت اظہار پوری اردو کے مشہور شاعر تھے اور اُن کا شمار نہایت جید اساتذہ غزل میں تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کی موجودگی میں نعت سنا کر مطلع پڑھ لیا

کب ہیں درختِ حضرت والا کے سامنے
مجنوں کھڑے ہیں خیمہ لیل کے سامنے

مطلع سنکر اعلیٰ حضرت ناخوش ہوئے اور فرمایا اس کا دوسرا مصرع مقام نبوت کے لائق نہیں۔ اظہار صاحب محبوب ہو کر چہرہ دیکھنے لگے۔ اعلیٰ حضرت نے برجستہ فرمایا اے لون کر دیجئے۔

کب ہیں درختِ حضرت والا کے سامنے
نڈی کھڑے ہیں عرشِ معلیٰ کے سامنے

حضرت محسن کا گوروں کا قصیدہ معراجیہ بہت مشہور ہے جس کا آغاز یوں ہے
سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لالہ ہے صبا گنگا جل

حضرت محسن یہ قصیدہ اعلیٰ حضرت کو سنانے کے لئے بریلی تشریف لائے۔ پھر کے بعد دو شعر سنئے، پھر ارشاد فرمایا عصر کے بعد باقی قصیدہ سنا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت نے عصر سے پہلے اپنا طویل قصیدہ معراجیہ سنایا۔ محسن نے جب آپ کا قصیدہ سنا تو اپنا قصیدہ لپیٹ کر جیب میں ڈال لیا اور کہا مولانا آپ کے قصیدہ سے کے بعد میں اپنا قصیدہ نہیں سنا سکتا۔

آپ چونکہ عربی، فارسی بھاشا اور اردو زبانوں پر پوری قدرت رکھتے تھے اس لئے ان زبانوں میں بے تکلف شعر کہتے۔ ایک مرتبہ احباب کی فرمائش پر ایسی نعت کہی جس میں یہ چاروں زبانیں استعمال کی گئی ہیں۔ بعض قصائد نہایت عجیب اور مشکل صنعتوں میں بھی کہے۔ غرض اعلیٰ حضرت کا یہ رُخ بھی نہایت حسین اور یلگا رہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے اخلاق و عادات نہایت عمدہ اور اچھے تھے۔ پوری زندگی حب نبوی اور اتباعِ شریعت میں گزری۔ اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام لینے نہ کچھ شکا کرتے، مگر خدا و رسول کا معاملہ ہوتا، تو ہرگز دروغ نیا کرتے، پانچوں وقت نماز نہایت اہتمام سے ادا کرتے، طبیعت شدید ناماں ہوتی، تب بھی مسجد میں تشریف لاتے اور جماعت سے نماز ادا کرتے۔ فرض روزوں کے علاوہ اکثر نفل روزے رکھتے ایک بار رمضان میں بیمار پڑے اور حالت نازک ہو گئی۔ طبیعوں نے ہر چند اصرار کیا کہ روزہ توڑ دیجئے، مگر زمانے اور روزے کی برکت ہم سے صحت حاصل ہو گئی۔ رات کو سوتے وقت نام اقدس محمد کی شکل میں لیٹتے۔ سلام کرنے میں ہمیشہ پہل کرتے، کسی چیز کے لینے اور دینے کے لئے دایاں ہاتھ بڑھاتے، کبھی تہنہ نہ لگاتے، جسم فرماتے، قبلے کی طرف نہ کر کے کبھی نہ تھوکتے، قبلے کی طرف پاؤں کبھی دراز نہ کرتے، آہستہ آہستہ چلتے، اکثر نگاہیں نیچی رکھتے، ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھ کر بیٹھتے، کو ناپسند کرتے، اگر آپ کوئی حدیث بیان کر رہے ہوں یا قرآن کی آیت کا ترجمہ کر رہے ہوں یا درمیان میں کوئی قطع کلام کرتے، تو سخت ناراض ہوتے۔ نہایت سخی اور سیر چشم تھے جو دروازے پر آتا مالی نہ جاتا، غریبوں، طالب علموں، ناداروں، یتیموں اور بیواؤں کے دُعاؤں مقرر تھے۔ بیرونی مزمت مندوں کو منی آؤں کے ذریعے رتیں بھیجتے۔ روپیہ جمع کر کے نہ رکھتے، فوراً تقسیم فرمادیتے۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا میں نے کبھی ایک پیسہ زکوٰۃ کا نہیں دیا، کیونکہ میرے پاس بھی اتنی رقم جمع ہوئی ہی نہیں کہ سال گزر جانے کے بعد اس پر زکوٰۃ واجب ہو۔ اعلیٰ حضرت کو بیت اللہ اور حرمین شریفین سے جو عشق تھا، اس کا تذکرہ سوز و گداز سے ہے۔ دوسرے جگہ کے موقع پر جبکہ آپ مکہ معظمہ میں تھے، شدید بخار میں مبتلا ہوئے۔ ایک ترکی ڈاکٹر رمضان آفندی نے بہت قلیل مقدار میں ایک ٹمک دیا اور کہا آب زمزم میں ملا کر لیو۔ اعلیٰ حضرت یہ سن کر خوش ہوئے، فرماتے میں ڈاکٹر صاحب نے دوا دے بتائی جو مجھے بالطبع محبوب اور مرغوب تھا یعنی زمزم شریفہ، میری عادت ہے کہ باسی پانی نہیں پیتا اور اگر پیوں، تو فوراً زکام ہو جاتا ہے، مگر زمزم کی برکت دیکھئے کہ صحت

اعلیٰ حضرت نے ۲۵ صفر المنظر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء عیوم حجتہ المبارک دہرہ دکن
کر ۴ منٹ پر بریلی میں وصال فرمایا۔ چند ماہ قبل اعلیٰ حضرت نے قرآن مجید کی اس آیت
سے اپنا سند وفات برآمد فرمایا تھا۔ ويطاف عليهم بأنيّة من فضة و
اڪواب۔ اس آیت کے حروف سے ابجد کے مطابق ۱۳۴۰ عدد برآمد ہوتے ہیں مولانا
حسین رضا خاں نے اعلیٰ حضرت کے الوداعی سفر کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا ان
کا بیان ہے:

اعلیٰ حضرت نے وصیت نامہ تحریر کرایا، پھر اس پر خود عمل کرایا۔ اس روز تمام کام
گھڑی دیکھ کر ٹھیک وقت پر ہوتے رہے۔ دو بجے میں چار منٹ باقی تھے کہ وقت پوچھا
عرض کیا گیا اس وقت ایک بجکر ۵۶ منٹ ہو رہے ہیں۔ فرمایا گھڑی رکھ دو، یکایک ارشاد
ہوا تصویر بٹا دو۔ حاضرین کے دل میں خیال گزرا کہ یاں تصاویر کا کیا کام۔ یہ خطرہ
گزرنا تھا کہ خود ارشاد فرمایا یہی کارڈ، لفافہ، ردپہ، پیسہ، پھر ذرا دتفہ سے اپنے بچے
مولانا محمد رضا خاں صاحب سے خطاب فرمایا و صوکر آؤ، قرآن عظیم لاؤ۔ ابھی وہ تشریف
نہ لائے تھے کہ اپنے چھوٹے بیٹے مولانا مصطفیٰ رضا خاں سے پھر ارشاد فرمایا اب بیٹھے
کیا کر رہے ہو؟ سورہ یسین شریف اور عدد شریف تلاوت کرو۔

اب آپ کی عمر کے چند منٹ باقی رہ گئے ہیں جب انکم دونوں سورتیں تلاوت
کی گئیں۔ ایسے حضور قلب اور تيقظ سے سنیں کہ جس آیت میں اشتباہ ہوا یا سننے میں
پوری نہ آئی یا سبقت زبان سے زیر و زبر میں فرق ہوا، خود تلاوت فرما کر تباہی۔ سفر کی تباہی
جن کا چلتے وقت پڑھنا مسنون ہے تمام و کمال، بلکہ سونے سے زائد پڑھیں۔ پھر کرطبیہ
پورا پڑھا۔ جب اس کی طاقت نہ رہی اور سینے پر دم آیا۔ ادھر ہونٹوں کی حرکت اور
ذکر پاس انفاس کا ختم ہونا تھا کہ چہرہ مبارک پر ایک لڑکی کرن چکی جسمیں جنبش تھی
اس کے غائب ہوتے ہی وہ جان لازجسم اظہر حضور سے پرواز کر گئی۔

اِنَّ اللّٰهَ وَاِنَّا الیْہِ راجعون

خود اسی زمانے میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا: جنہیں ایک جھلک دکھادیتے ہیں، وہ شوق
دیار میں ایسے جاتے ہیں کہ جانا معلوم بھی نہیں ہوتا۔

مولانا عبدالعزیز محدث مراد آبادی استاذ دارالعلوم اشرفیہ، اعظم گڑھ، درگاہ اہیر
شریف کے سجادہ نشین دیوان سید آل رسول کے علم محترم کی زبان ایک واقعہ نقل فرماتے
ہیں جسے یہاں درج کرنا مناسب ہوگا۔ موصوف کا ارشاد ہے۔

ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ میں ایک شاہی بزرگ، دہلی تشریف لائے اُن کی آمد
کی خبر پکڑ گئی سے ملاقات کی۔ بڑی شان و شوکت کے بزرگ تھے۔ طبیعت میں بڑا
استغنا اور سلطان جس طرح عربوں کی خدمت کیا کرتے، اُن بزرگ کی بھی خدمت کرنا
چاہتے تھے۔ نذرانہ پیش کرتے، مگر وہ قبول نہ فرماتے اور کہتے بفضلہ تعالیٰ میں نارسا ہوں
ہوں۔ مجھے ضرورت نہیں، اُن کے اس استغنا اور طویل سفر سے تعجب ہوا۔ عرض کیا حضرت
یہاں تشریف لانے کا سبب کیا ہے؟ فرمایا مقصد تو بڑا زریں تھا، لیکن حاصل نہ ہوا

میں مرض میں، دن میں، رات میں تازہ، باسک کثرت سے پایا۔ بخار کثرت میں رات
کو جب آنکھ کھلتی، کل کرنا اور زخم پیتا۔ وضو سے پہلے پیتا۔ وضو کے بعد پیتا۔ پونے
تین پینے کے معطر کے قیام میں میں نے حساب کیا، تو تقریباً چار من آب زمزم میرے پینے
میں آیا ہوگا۔

ادھر محرم میں صحت ہوئی اللہ کے فضل سے۔ وہاں ایک سلطانی حمام ہے۔ میں
اس میں نہایا۔ باہر نکلا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان پر بارہے جرم شریف پہنچتے پہنچتے پانی
برسنا شروع ہوا مجھے حدیث یاد آگئی کہ جو میز برستے میں طواف کرے، وہ رحمت الہی
میں تیرتا ہے۔ نوراً حجر اسود کا بوسہ لے کر بارش ہی میں سات پھیرے طواف کیا۔ بخار
پھر ہو گیا۔ مولانا سید اسماعیل مکتی نے فرمایا ایک ضعیف حدیث کے لئے تم نے اپنے بدن
کی بد احتیاطی کی۔ میں نے کہا حدیث ضعیف ہے، مگر امید ہے اللہ تعالیٰ قوی ہے۔ یہ طواف
بہت مزے کا تھا۔

علماء اور طلباء کا حد درجہ احترام کرتے اور ان کے آنے پر بے حد مسرور نظر آتے۔
بہانوں کے ہاتھ خود ڈھلاتے اور عمدہ سے عمدہ کھانے انہیں کھلاتے۔ مزاج میں عجب
غور اور کبر بالکل نہ تھا۔ سادات کرام کے سامنے فرط تواضع اور انکارسے کچھ بچھ
جاتے۔ آپ کے ہاں ہر تقریب میں سادات کرام کو دو ہر جمعہ دیا جاتا، ایک دفعہ نو
دس برس کی عمر کے ایک صاحبزادے امور خانہ داری کے لئے ملازم رکھے گئے۔ بعد میں پتہ
چلا کہ سید ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے لکھنؤ والوں کو تاکید فرمادی خیردار، صاحبزادے سے کوئی کام
نہ لیا جائے، اسلئے کہ وہ محمد دم زاد سے ہیں جس چیز کی انہیں ضرورت ہو، حاضر
کی جائے اور جس تنخواہ کا وعدہ ہوا ہے وہ بطور نذر پیش ہوتی رہے۔ ایک دفعہ اسی
موضوع پر گفتگو فرماتے ہوئے کہا: قاضی وقت اگر سید کو حدنگائے تو یہ خیال نہ کرے
کہ میں سزا دے رہا ہوں، بلکہ یہ تصور کرے کہ شاہزادے کے پاؤں میں کچھ بھر گئی
ہے، وہ دھور ہوں... مدینہ منورہ میں سید محمد سعید مغربی کے الطاف کا تحہ ہی نہ
تھی۔ اس فقیر سے خطاب میں یا سیدی فرماتے، میں شرمندہ ہوتا۔ ایک بار میں نے عرض
کہ حضرت سید تو آپ ہیں، فرمایا واللہ! تم سید ہو۔ میں نے عرض کی میں سیدوں
کا غلام ہوں۔ فرمایا تو یوں بھی سید ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مولیٰ القوم منہم قوم کا غلام آزاد شدہ اپنی میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ سادات
کرام کی سچی غلامی عطا فرمائے۔

مزاج میں نہایت اعلیٰ درجے کی لطافت اور مزاج تھا کسی ہندو آریہ نے اپنے
ذہب کے باوے میں ایک کتاب لکھی اور اس کا نام "آریہ دھرم پرچار" رکھا اور کتاب
کا ایک نسخہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھی ارسال کیا۔ حضرت نے وہ کتاب ملاحظہ فرمائی
مگر جگہ جگہ پر اس کا رد لکھا اور کتاب کا نام لکھا، وہاں سیاہ روشنائی لے کر علی
نظم سے لفظ "پرچار" کے بعد حرف "نکھ" دیا اب اس کتاب کا نام یوں ہو گیا۔ آریہ
دھرم پرچار حرف۔

حسین کا زینس ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ۲۵ صفر ۱۳۴۴ھ کو میری قسمت بیدار ہوئی۔ خواب میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حاضر دربار ہیں، لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے۔ قریب سے معلوم ہوتا تھا کسی کا انتظار ہے۔ میں نے باگاہ رسالت میں عرض کیا مذاک ابی دہی! کس کا انتظار ہے؟ ارشاد فرمایا احمد رضا کا۔

میں نے عرض کیا احمد رضا کون؟ فرمایا ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں۔

بیداری کے بعد میں نے تحقیق کی۔ معلوم ہوا مولانا احمد رضا خاں صاحب بڑے

بقیہ: شخصیتی جائزہ

حضرت کا حسن ادب بارگاہ رسالت میں اس قدر تھا کہ ایک بار حضرت مولانا سید شاہ اسماعیل حن میاں نے آپ کے سیزدہ درود شریف نقل کرایا، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت میں لفظ حسین اور زاہد بھی تھا حضرت نے نقل میں یہ دو لفظ تحریر نہ فرمائے اور فرمایا کہ حسین صبیحہ تصغیر ہے اور زاہد اسے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ان الفاظ کا لکھنا مجھے اچھا نہیں معلوم تھا لیکن پھر میاں کے حکم کا احترام کرتے ہوئے نہایت لطافت کے ساتھ حسین کا لفظ اس طرح استعمال فرمایا کہ یہ صبیحہ تصغیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان ظاہر کر رہا ہے۔ اب درود شریف کی عبارت یوں ہوگی: اللھم صل وسلم وبارک علی سیدنا و مولانا محمد بن المصطفیٰ رفیع الشان ہ المرتضیٰ علی الشانہ الذی رجیل من امتہ خیر من رجال السابقین و حیین من زمرتہ حسن من کذاو حسنًا من السابقین ۵

سرور کائنات سے محبت کا ایک اور ثبوت دیکھئے۔ مولانا عرفان علی بیلپوری کا ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

وقت مرگ قریب ہے اور میرا دل ہندو ہند کہ مغربی بھی مرنے کو نہیں چاہتا اپنی خواہش تو یہی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کے ساتھ موت اور یقیع مبارک میں خیر کے ساتھ دن نصیب ہو اور وہ قادر ہے۔

لیکن قدرت کو ابھی ان سے کچھ اور کام لینے تھے وہ چار سال اور زندہ رہے اور اس دوران میں برابر علمی کام کرتے رہے اور دین کی خدمت بجالاتے رہے، آخر جمعہ مبارک ۲۵ صفر ۱۳۴۴ھ کو یہ نامور مصنف اپنے زمانہ کا جلیل القدر عالم دین کا خادم، اور اپنے رسول کا شیدائی سورۃ یسین اور سورۃ رعد سننا ہوا اور کلمہ طیبہ در کرتا ہوا اور سفر کی دعائیں پڑھتا ہوا اس جہاں سے رخصت ہوا۔ رحمہ اللہ

جلیل القدر عالم ہیں اور بقید حیات ہیں۔ مجھے مولانا کی ملاقات کا شوق ہوا۔ ہندوستان آیا۔ بریلی پہنچا، پتہ چلا ان کا انتقال ہو گیا اور وہی ۲۵ صفر ان کی تاریخ وصال تھی۔ میں نے یہ طویل سفر موت ان کی ملاقات کے لئے کیا۔ مگر انسوس ملاقات نہ ہو سکی۔

شہر بریلی، محمد سوداگران میں دارالعلوم مظہر اسلام کے شمالی جانب ایک پر شکوہ عمارت میں آپ کا مزار مبارک ہے۔

عمر ہا در کعبہ و بیت خانہ می نالہ حیات
ماز بزم عشق یک مانائے راز آید بروں

درجۃ واسعة۔ حضرت کی حیات اور ان کے کارناموں پر کتابیں لکھی جائیں گی۔ لیکن ان کی زندگی کا ایک جھلک ان کے اپنے ان دو شعروں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

نہ مرا فوش ز بھیں نہ مرا نیش ز طعن
نہ مرا خوش بدحوہ نہ مرا گوش ز دے
منم و کینہ خولی کہ نہ گنجد دروے
جز من و چند کتابے و دولت دلی

آل انڈیائی لیگ کو خراج تحسین

ہم خاک اڑائیں گے جو وہ خاک نہ پائی

آباد رضا جس پہ مدینہ ہے ہمارا

محمد احمد موٹر والا

۱۶/۱۴ بارہ امام روڈ

بمبئی ۴۰۰۰۰۳

ان کی خصوصیات

از: حضرت علامہ خواجہ ابرار حسین صاحب فاروقی
لکھنؤ، راجہ خاں طلبیہ کالج، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

تہمید !

العلماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل (حدیث شریف)

(ترجمہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے مانند ہیں۔)

اس حدیث شریف کے تفسیر و تشریح میں بعض حضرات کو تسامح ہو رہا ہے۔ فی الحقیقت مشبہ موجود، مشبہ بہ موجود اور حرف تشبیہ بھی موجود۔ لیکن وجہ تشبیہ طلب ہے۔ اس حدیث شریف کا مطلب صرف یہ نہیں ہے، کہ علماء امت محمدیہ کامر تہ بنی اسرائیل کے انبیاء کے برابر ہے۔ بلکہ اس میں سب سے بڑا راز یہ ہے کہ جس طرح سے انبیاء بنی اسرائیل علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہر اپنی امت کے ہدایت و اصلاح میں مصائب برداشت کرنے پڑے اور اس ابتلا و آزمائش میں کامیاب رہے، اسی طرح سے علماء امت محمدیہ کو بھی مسلمانوں کے اصلاح اور ہدایت میں انھیں کے مانند مصائب اور مشکلات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس سلسلہ میں اس جگہ ذیل کی دو ہی مثالوں پر اکتفا کر دیں گے۔

خلیفہ عباسی ہمدی کے زمانہ میں زندیقوں نے سراٹھایا اور قرآن پاک کا جواب دیکھنے پر تل گئے، علماء اور حکماء اسلام نے مقابلہ میں آکر ان کا چیلنج قبول کیا، اور مصائب بھگتے مگر مقابلہ سے نہ ہٹے، آفران کو کامیاب ہوئی اور اس طرح سے یہ فتنہ ختم ہوا۔ اس کے بعد دو سو بارہ ہجری ۲۱۶ء میں بے عہد خلیفہ مامون بن خلیفہ ہارونی رشید نے فتنہ خلق قرآن کا اٹھا، اس فتنہ سے ائمہ مجتہدین بھی نہ بچ سکے چنانچہ جس وقت ۲۱۸ء میں مامون نے خلق قرآن کو مان کر نہ صرف علماء کی اس عقیدہ کے ماننے پر مجبور کیا بلکہ انکار کرنے والے علماء ذی اقتدار کو دار و رس سے نوازا حتیٰ کہ مجتہد اعظم امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام اہلسنت والجماعت کو بھی اٹلے زنجیروں اور مدوح علیہ الرحمۃ کے برائے احقاق پر مصیبت برداشت کی، آخر کار مکہ مکرمہ کے ایک مجتہد اعظم امام عبدالعزیز کی شافعی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے جب اس فتنہ کے زہریلے اثر کو پھیلنے دیکھا جو جذبہ اسلام نے دار و رس کے پرواہ کئے بغیر مکہ مکرمہ سے دار الخلافہ کے لئے انھوں نے شہر حال کیا اور جناب پونچ کو دشمن دین متزلی بنام بشر بن فہات مری کی فتنہ پر دازی کا قلع قمع کیا لہٰذا وہ بار خلافت میں — امیر المومنین کو بھی حکم بنا کر دار و رس متزلی کا مقابلہ کر کے اس کو شکست دی اور اس طرح سے اس فتنہ کو ختم کیا (ملاحظہ ہو کتاب حیدہ معنف امام مومنین)

یہ تفسیر متذکرہ بالا حدیث شریف، جو انبیاء بنی اسرائیل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مصائب کی طرف واضح اشارہ فرماتی ہے اس کی تائید اس سے زیادہ حدیث شریف فرماتی ہے۔
لایزال من امتی تا نمین علی الحق حتی یأتی اموالہ و ہم الغالبون (حدیث شریف)

(ترجمہ) میری امت کے ان شخصوں میں ہمیشہ حق پر ثابت قدم رہیں گے یہاں تک کہ حکم خدا سے وہ اپنے (مخالفین) پر غالب ہو جائیں گے۔

بہر حال علماء کرام کی وہ تہما ز تراور محبوب ترجماعت تھی، جس نے ہمیشہ امت اسلام کو کدیم رہبری کر کے اس کو صراطِ مستقیم پر لگایا اور ادا کاں خمہ کا ہمیشہ درس دیکر اس کو گمراہی سے بچایا (فان اللہ خیر من خافظا) اس واسطے کہ حدیث شریف

الاختلاف امتی رحمۃ (ترجمہ) میری امت میں اختلاف رحمت ہے۔
امت کے اختلاف کو نہ صرف جائز فرمایا بلکہ رحمت فرمادیا۔ اس کی صحت کا مظہر چاروں ائمہ مجتہدین کا مسلک ہے جو مسلمانوں کی عبادت کی بنیاد ہے، قرآن ایک، حدیث ایک، چنانچہ اسی قرآن و حدیث سے ائمہ نے اپنی تفقہ سے مسائل استنباط کر کے مسلمانوں کی رہبری کی اور مسلمانوں نے اپنے اپنے ماحول کے مطابق مسائل قبول کئے، اسی طرح حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی مسلک دین اسلام میں پھیلے اور اب تک اختلاف امت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

۲۔ مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیدائش اور تعلیم و تربیت

حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلی میں تاریخ۔ اشوال المکرم ۱۲۵۳ھ (۱۸۳۷ء) میں پیدا ہوئے۔

حضرت کے دادا حضرت مولانا رضا علی خاں نے اپنے پوتے کو گود میں لیکر فرمایا۔ یہ میرا بیٹا بہت بڑا عالم ہوگا۔ یہ قول حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوا جب کہ ائمہ کی تفسیلات سے واضح ہوگا۔
حضرت اقدس کا اصل اسم مبارک عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں اور تارخی نام "المختار" تھا حضرت اقدس کے والد بزرگوار کا اسم مبارک حضرت مولانا مفتی علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھا

یہ اپنے وقت کے مشاہیر علماء میں سے تھے تعلیم و تربیت ان کی من اولیٰ اہمیت تھی۔ ان کے والد بزرگوار حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز نے فرمائی تھی۔

حضرت شاہ مولانا احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز نے بقول راویان فقہ جہاں رسال قرآن پاک ناظرہ ختم فرمایا۔ ذہن و ذکاوت کی یہ لاجواب مثال ہے۔ اس حافظ کا یہ عالم تھا کہ جو سبق ایک بار پڑھ لیا وہ ازبر ہو جاتا تھا۔ مکتب کے تعلیم کے بعد جب درسیات شروع ہوئیں تو جلد مقبول و مقبول کا درجہ اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لیا۔ بقول سوانح نگار ثلثہ ۱۳ شعبان ۱۲۸۶ھ تقریباً بعمر ۱۸ سال سند فراغت حاصل فرمائی۔ طبع رسا اور ذہن صفا کی یہ ایک انمول مثال ہے کہ اتنی کم عمر میں پورے دس کی تکمیل فرما کر عالم ہو گئے۔

سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ سند فراغت حاصل ہوئے ابھی چند ہی روز ہوئے تھے کہ ایک استفتاء بابت رضاءت حضرت اقدس کے سامنے آگیا اس کا جواب لکھ کر حضرت اقدس نے بغیر تصحیح اپنے والد ماجد قدس سرہ العزیز کی خدمت میں پیش کیا۔ مدوح الصدر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ: "شاہ جواہر بالکل صحیح ہے۔"

مدوح الصدر رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روز سے فتویٰ نویسی کا کام اپنے نوجوان بلکہ کس مگر ممتاز تربیٹے کے سپرد کیا جس کے متعلق یہ کہنا مبالغہ ہے نہ غلط!

برنامہ پیش زمزم شہیدی می تافت ستارہ بلندی

موصوف الصدر قدس سرہ العزیز کے ذہن و ذکاوت و حافظہ و طبع رسا کا علم ہر اس شخص کو ہے جس نے تعلیم پائی یا جس سے ذرا بھی واسطہ ہوا اس کو بدرجہ اتم ہو گیا تھا۔

بہر حال مقولات و منقولات ختم کرنے کے بعد دارالافتاء کا کام جو والد بزرگوار قدس سرہ العزیز نے سونپا تھا پھر شمس الملوکی انجام فرماتے تھے۔ اس کام نے حضرت کو جو والد بزرگوار کی نگرانی میں ہونا تھا۔ تفقہ میں کامل کر دیا۔ اب فقہ کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں تھا جس کا حل حضرت اعلیٰ و اقدس کے پاس نہ ہو۔

۳۔ علم فلسفہ و ہیئت

مقولات میں جس کو درجہ اولیٰ حاصل ہے وہ فی الحقیقت علم ہیئت ہے جس میں ریاضی کو بڑا دخل ہے۔ حضرت اقدس کے والد بزرگوار نے اس میں بھی موصوف الصدر کو کامل فرما دیا تھا۔ بہر حال حضرت موصوف الصدر رحمۃ اللہ علیہ نے علم فلسفہ پڑھا ضرور مگر اس سے ہمیشہ نفرت ہی رہی۔ چنانچہ اپنی ایک تصنیف "الکلیلا للہم" میں جو رد فلسفہ قدیم پر ہے فلسفہ کے متعلق اپنا خیال یوں ظاہر فرماتے ہیں۔

"ابتداءً ہی سے فلسفہ کو سخت مکروہ جانا اور صرف دو چار کتابیں دس میں پڑھ کر اور دو ایک بار پڑھا کر جو چھوڑا تو (۴۵) سال سے زائد ہو گئے اس کا نام نہ لیا۔" (الکلیلا للہم ص ۱۸)

بہر حال فلسفہ کے شعبہ علم ہیئت میں جو کمال پیدا کیا اور جو جرات حاصل فرمائی اس کے ثبوت کے لئے حضرت اقدس کے ایک شاگرد رشید حضرت مولانا طہر الدین قادری ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی لامثال تصانیف ذیل ہیں

(۱) ان الاوقات برائے عرض شہر بہار

(۲) بریلی

(۳) نین تال

(۴) الجواہر المواقیت فی علم التوقیت

علم ہیئت پر مفید تر تصانیف میں جو ہر اعتبار سے لامثال ہیں۔ اور وہ اسناد کی بحر علی پر شاہ عادل ہیں۔ فی الحقیقت علم ہیئت کا سیکھنا دینی حیثیت سے ضروری ہے تاکہ ہر مقام کے اوقات نماز اور میام صحیح طور پر معلوم ہو سکیں۔ کیونکہ اوقات کی غلطی سے عبادات میں خلل پڑتا ہے اور اس سے دین میں خلل واقع ہوتا ہے۔

بہر حال یہ مشتے فوض صرف ایک مثال حضرت اقدس کے علم ہیئت کے بحر علی کی دیدہ گئی ہے اگرچہ وہ بالواسطہ ہے۔ کیونکہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تصانیف ہیئت کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ ثلثہ راویوں کا قول ہے کہ مدوح الصدر رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کے تعداد چھوٹی تری چھٹو کے قریب ہے جو مضامین کے اعتبار سے نہ صرف متنوع ہیں بلکہ انہیں بیشتر وہ ہیں جن کو جواہر پارے کہنا مبالغہ نہ ہوگا۔ ان میں فتاویٰ بھی ہیں اور مناظرے بھی۔ انداز و مصالح بھی اور علم ہیئت کے شہ پارے بھی۔ مولوی رحمان علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف بنام تذکرہ علماء ہند میں تصانیف کی تعداد چار سو لکھی ہے یہ تذکرہ علماء ہند کے تصنیف کے زمانہ تک کی ہیں۔ اس کے علاوہ اور اس کے بعد مختلف تصانیف نظر عام پر آئیں جن کا شمار شکلا ہے۔ اور (۶۰) تصانیف کا بحوالہ بعض سوانح نگاراں ذکر کیا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس بیان میں کچھ تسامح و اوہر لیکن یہ امر یقیناً ہے مشغولیت تصنیف کثیر تعداد کی طرف اشارہ ضرور کرتی ہے (واللہ اعلم)

۴۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ

مدوح الصدر رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کی تعداد سوانح نگاروں نے صرف پانچ اس تفصیل سے لکھی ہے۔

۱۔ مکتبی تعلیم کے چند اساتذہ۔

۲۔ ابتدائی عربی تعلیم کے استاذ مرزا عبد القادر بیگ مرحوم۔

۳۔ مولانا عبد العلی رام پوری استاد تعلیم علم ہیئت۔

۴۔ سید شاہ ابوالحسن نور محمد رحمۃ اللہ علیہ استاد تعلیم علم جفر و علم حکسیر

۵۔ حضرت مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ (والد بزرگوار حضرت اقدس قدس سرہ العزیز جنھوں نے پوری درسیات ختم کرائیں۔)

فی الحقیقت فہرست اساتذہ۔ مندرجہ بالا برائے نام ہی ہے حضرت نے حقیقی تعلیم

اپنے والد بزرگوار سے ہی پائی جنھوں نے پوری درسیات (مع حدیث صحاح ستہ)

ختم کرائیں بعد ہجرت تقریباً ۱۸ سال (۱۲۸۶ھ) میں فارغ التحصیل ہوئے۔ اس کے بعد فتویٰ نویسی

کی استعداد بدرجہ اتم ایسی پیدا ہوئی کہ فتویٰ نویسی میں کمال ہو گیا تھا یہاں تک مدوح الصدر رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے علماء بھی مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ فی الحقیقت۔

کر سکتا ہے۔ یہ تو صرف صاحب علم ہی کا حصہ ہے اصحاب علم اس سے قطعاً محروم ہیں۔ اس لئے اس پر کسی نے روشنی نہیں ڈالی۔ اور نہ دانی چاہیے تھی۔

بہر حال یہ یقینی ہے کہ مسئلہ وحدۃ الوجود کو پیچیدہ ہے لیکن یہ مسلم ہے کہ اس نوع تو حید کا طرف قرآن پاک نے بھی اس طرح اشارہ فرماتا ہے۔

”فایما تولوا فثم وجه اللہ“ (سورہ بقرہ)

ترجمہ۔ جہ تو جو کرو دیدار خدا ملے گا۔

یہ اعلان خداوند عالم ”دادی، غیر ذی ذرع“ میں ہوا۔ جس کی آواز بازگشت ایران و خراسان میں بھی پہنچی جو گلوکار اور سبزدار تھے۔ اسی کو بخنے وہاں کے اہل دل کو سیدار کیا۔ جو بایں اعلان بول اٹھے۔

برگ درختان بہر در نظر ہو شیار

ہر دستہ دفریست معرفت کردگار

حضرت سعدی قدس سرہ العزیز کے اس اعلان نے جو دہاں کے سواد اعظم کی ترجمانی کرتا ہے۔ بارگاہِ مہدیہ سے سند مقبولیت بھی حاصل کی۔ چنانچہ حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور و معروف کتاب ”نفسیات الانس“ میں فرماتے ہیں۔

”یکے از مشائخ ازیغ (سعدی) انکار سے داشت در واقعہ دید کہ ہوائے آسمان کشادہ اند و ملائکہ با طبقات نورنازل گشتند (انما ملائکہ شیخ) بہ کمال حیرت پر رسید۔ ایں چہیت گفتند۔“

برائے سعدی بہر را راست کہ بسلسلہ بیت مقبول ادا ز جانب حق تعالیٰ و تقدیر ارزانی شدہ (ترجمہ) حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی (بزرگی سے) ایک (مقامی) شیخ منکر تھے چنانچہ ایک رات خواب میں دیکھا کہ فرشتے نور کے طبق لئے ہوئے آسمان سے اتر رہے ہیں شیخ نے اتہا حیرت سے پوچھا کیا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ۔

سعدی کے مشہور و مقبول شعر کے معاد میں اللہ تعالیٰ نے یہ انعام عطا فرمایا ہے۔

اس سچے خواب سے شیخ کے خیالات ایسے بدلے کہ وہ فوراً حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آکر غور خواہ ہوئے بہر حال یہ تو تھا ایک تاریخی واقعہ جو توضیحاً بیان کیا گیا۔ فی الحقیقت وحدۃ الوجود کے ثبوت میں وہ شعر ہے جو حقیقت کا مظہر ہے۔ اسی شعر کے مفہوم کو سامنے رکھ کر ایک اور دشتاغر بھی خاموش نہ رہ سکا اور اس نے گویا آیت شریف کا صحیح ترجمہ اپنے اس مصرع میں پیش کیا۔

”جہر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے“

بہر حال وحدۃ الوجود ہی مسلک حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کا تھا۔ ان کی پوری حیات باسعادت اس کی نظر ہے۔

۴۔ عادات و خصائل

ایک بار ایک خادم نے ایک خط لاکر پیش کیا جس میں کسی گستاخ نے حضرت کی شان

ایں سادت بنور بازو نیست گزر بخشہ فدائے بخشندہ۔

اتنی کم عمری میں اتنا بھاری و درسیات پر اتنا مبدا اگر سعادت و کرامت نہیں تو اور کیلئے بہر حال فتویٰ نویسی کا کمال اور اس میں لامثال بہارت۔ فتادی کے جلدات شہادت دے رہے ہیں سند فراغت تو دلیری چکی تھی جس کے معنی یہ تھے کہ مشہور درس نظامی کا تکیل ہو گئی تھی جس میں نقد اور احادیث و منطق وغیرہ جملہ فنون داخل ہیں۔ لیکن اسی پر اکتفا نہیں فرمایا۔ بلکہ اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ ۱۲۹۹ھ میں ماہِ ربیع الثانی میں حاکم سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ العزیز کے دستِ حق پرست پر بیعت فرما کر اجازت و فلانت کے ساتھ (جس کا تفصیل ذکر آئندہ اوراق میں ملے گا) سند حدیث سے بھی مشرف ہوئے۔ اس کے بعد ۱۳۰۹ھ میں اپنے والد بزرگوار قدس سرہ العزیز کے ہمراہ برائے حج و زیارت حرمین شریفین (ذاب دھما اللہ شش فاد و تعظیماً) میں ہو کر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے اکابر علماء سے سند صحاح ستہ بھی حاصل فرمائی یعنی جن محدثین مرووفین سے سند احادیث حاصل فرمائی ان میں خاص طور پر قابل ذکر حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مکہ منظر کے حضرت میرا احمد زین دعلان مفتی شافعیہ۔

۲۔ حضرت شیخ عبدالرحمان سراج مفتی حنفیہ۔

۳۔ حضرت شیخ ضیاء بن صالح جمال اللیل امام شافعیہ۔

الغرض اسناد حدیث صحاح ستہ کئی علماء محدثین حجاز مقدس سے حاصل فرمائی۔ اسی کا یہ طفیل تھا کہ حاجات باسعادت سلسلہ درس و تدریس اور تصنیف جاری رہا۔

۵۔ بیعت و تصوفی مسلک

یہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد بزرگوار قدس سرہ العزیز کے ہمراہ ماہِ ربیع الثانی میں حضرت سید شاہ آل رسول قدس سرہ العزیز کے دستِ حق پرست پر بیعت فرمائی اور حضرت ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے جملہ سلاسل میں ان کو سند خلافت عطا کرتے ہوئے سند حدیث بھی عطا فرمائی۔

ہندوستان میں بالعموم چشت اہل بہشت کا طریقہ رائج ہے۔ اسوا اس کے نقشبندیہ سہروردیہ اور طغوریہ طریقے بھی رائج ہیں۔ البتہ شاذلیہ طریقہ مصر سے آگے نہ بڑھا۔

بہر حال جو طریقہ ہو سوائے ذکر جہر و خفی یا پھر سماع وغیر سماع کے ریاض و مجاہدہ ہیں۔ سب طریقے یکساں ہی ہیں جو کوئی شخص صحیح طور پر جان سکتا ہے جو اس دادی کا مسافر ہو۔

البتہ ایک مسلکی اختلاف۔ جو کہ دھوکہ دہائی کرتا ہے۔ اور بھی ہے اور وہ مسلک ”وحۃ الوجود“ اور ”وحۃ الشہود“ ہے۔ جن کو توحید وجودی اور توحید شہودی بھی کہتے ہیں۔ لیکن سواد اعظم کا مسلک وحدۃ الوجود ہی رہا۔ وحدۃ الشہود بیت کم صوفیانے اختیار فرمایا۔

جہاں تک حضرت مولانا جناب حافظ شاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز کے صوفیہ مسلک کا تعلق ہے۔ وہ وحدۃ الوجود ہی ہے۔ اگرچہ کسی صاحب تذکرہ نے اس کی وضاحت کی طرف توجہ نہیں فرمائی جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ مسئلہ اس قدر پیچیدہ ہے جس کی توضیح تلم نہیں

یہ نازیبا الفاظ استعمال کر کے اپنی سفاقت کا ثبوت دیا تھا آپ نے اسے فرمایا اور اٹھ کر اندر چلے گئے۔ تھوڑی دیر میں چند لفافے ہاتھ میں لئے ہوئے تشریف لائے۔ اور ان صاحب کے آگے ڈاکر فرمایا کہ ان کو پڑھ لو۔ وہ سمجھے کہ شاید انہیں بھی کچھ ایسے ہی الفاظ ہوں گے اس لئے کچھ تامل کیا۔ حضرت اقدس نے ان سے فرمایا۔

”تم ان کو پڑھ لو پھر فیصلہ کر دو کون مقول اور کون نامقول ہے“

انھوں نے اس کو پڑھا تو ان سب خطوط میں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل حمیدہ کا تذکرہ تھا جب وہ پڑھ چکے تو اس وقت فرمایا۔ ”شیطان فصاحت چند ہوتے ہیں اور ان کی فصاحت بہت ہوتے ہیں“

”لہذا تم کو اس کا کچھ برا نہیں ماننا چاہیے“

حضرت سعدی علیہ الرحمۃ نے اس موقف کے متعلق یہ فیصلہ کن بات فرمائی ہے۔

بدی را ہدی سہل باشد چیر : اگر مردی احسن الی من لسا

حضرت اقدس داعی رحمتہ اللہ علیہ کم و بیش کا یہی مسلک رہا ہے۔ اور ہمیشہ بدی سے پرہیز فرمایا۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ قرآن پاک کے اس فیصلہ کن اصول پر عمل رہا۔

ویدروون بالحسنۃ السیۃ

(ترجمہ ہزان کا بدلہ اچان سے دیتے ہیں۔ سورہ رعد رکوع ۸، سورہ قعص رکوع ۹)

حضرت اقدس میں نہ صرف غریب پروری حد درجہ تھی بلکہ غریب نوازی میں بھی حضرت یکتائے روزگار تھے۔ غریبوں کی دعوت قبول فرما کر ان کے خس پوش اور خستہ حال گھروں پر قدم رنجہ فرما کر اس چیز کو جس کی عادت نہیں ہوتی تھی خوشی خوشی نوش فرماتے تھے اور دعا برکت و خوش حالی سے آپ کو نوازا تے تھے۔ غریب لوگ از قسم خستہ حال مزدور وغیرہ محض حصول دعا کی خاطر دعوتیں کیا کرتے تھے اور حضرت قبول فرما کر ان کی خوشی پوری کرتے تھے۔ حضرت اقدس شدت و رحمت میں بے عدلیٰ فضائل کے حامل تھے مسائل دین میں ان کی شدت کا یہ عالم تھا کہ غیر مشروع حرکت یا بات ایک آن پسند نہیں تھی جس پر فوراً ہی نصہ اُجاتا تھا جس پر پتھان ہونے کی چھاپ لگ جاتی تھی لیکن جب کبھی اپنی غلطی محسوس فرمالتے تھے تو معذرت خواہی میں پتھان شدت کرم کا مظاہرہ فرماتے تھے۔ رحم و کرم کی مثال اس پر دیدی گئی معذرت خواہی کی شدت کی مثال بھی پیش ہے۔

آغاز تحریک آزادی کے زمانہ میں ممتاز علمائے فرنگی محل کا ایک وفد بریل حضرت اقدس کی خدمت میں ایک دینی معاملہ میں تبادلہ خیال کے لئے آیا۔ علماء کے اس وفد کے ساتھ ایک نوجوان پیرزادہ بھی تھے جن کی داڑھی مٹھی ہوئی تھی۔ علماء سے گفتگو کے بعد حضرت نے فرمایا۔

”یہ داڑھی مٹے صاحبزادے جو آپ کے ہمراہ ہیں، کیا یہ بھی وفد کے ہمراہ ہیں جن کا صورت قطعاً غیر شرعی ہے“

یہ تو فیض نوجوان پیرزادہ کے لئے سخت ناگواری کا باعث ہوئی۔ تاہم وفد نے جو ایک عالم تھے، چلتے وقت حضرت سے فرمایا۔

”صاحب زادہ سیدزادہ اور پیرزادہ ہے۔“

ان کو آپ کی تعظیم اور تفریض سخت ناگوار ہوئی ہے۔

حضرت اقدس جو عاشقِ رسول و آل رسول تھے۔ بیستے ہی کہ وہ صاحبزادہ آل رسول ہی تیار ہو گئے۔ اور فرمایا کہ سیدزادہ اور پیرزادہ پر میری تفریض ناخاسب تھی۔ اس کے بعد سخت معذرت خواہ ہوئے اور نوجوان پیرزادہ سے عذر خواہی کا کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا مگر نوجوان سیدزادہ اور پیرزادہ بھی آپ سے باہر تھے۔ معاف کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ آخر کار سربراہ وفد نے نوجوان پیرزادہ سے فرمایا کہ۔

ایک بزرگ عالم تاجر۔ جو آپ سے عمر میں بہت زیادہ بڑے ہیں اور مرتبہ میں بہت بلند ہیں معذرت خواہ ہیں آپ معاف کر دیجئے۔

چنانچہ جب نوجوان نے اپنی زبان سے کہہ دیا کہ معاف کر دیا اس وقت حضرت اقدس کو اطمینان ہوا۔ یہ ملی جل شدت اس چٹائی جذبہ کا مظہر ہے جو چٹانوں میں بالعموم پائی جاتی ہے۔

حضرت اقدس کی علالت تاریخ و سال وفات

موت العالم موت العالم

(ترجمہ) عالم کی موت جہاں کی موت ہے۔

یہ وہ مسئلہ ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا ہے۔ حضرت مدوح الہد رحمتہ اللہ علیہ کی حیات باصداقت من اولہ و آخرہ خدمت دین یا خدمت انسانی میں گزری۔ جملہ تعانیات حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی ان خدمات متواتر و متواصلہ کی خدمات دیتی ہیں۔ مدوح الہد رحمتہ اللہ علیہ کی وفات سے اسلامی دنیا میں وہ غلبہ پیدا ہو گیا تھا جس کا احساس عالم اسلام کو عرصہ دراز تک رہا۔ حضرت اقدس کی وفات۔ وطن الوطن بریلی (یوپی) معمولی علالت کے بعد۔

تاریخ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ، ۱۹۲۱ء

یہ عمر (۷۸) سال ہوئی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

خاتمہ

فیض احباب۔ بالخصوص عزیزم پروفیسر فتاح الدین احمد صاحب آرزو صدر شعبہ عربی و دینی تعلیمات آف آرٹس مسلم یونیورسٹی علی گڑھ محترم حضرت سید امین اشرف ایم اے لکچرر شعبہ انگلش مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور پروفیسر دارعب الحق طالب علم اہل خاں طیبہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پیہم اصرار پر حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حقیر سوانح اس امید پر ہدیہ ناظرین کو تیار ہوں کہ اس میں جو بھولیں ہوئی ہوں۔ ان کو معاف فرماتے ہوئے میرے لئے دعا فرمادیں حضرت سے معنون فرمائیں۔ دینا لا تنفغ قلوبنا بعد از ہدیتنا و ہب لنا من لودنک رحمتہ

انک و انت الموحاب

سورہ آل عمران۔ رکوع (۱)

نائب رسول عظم

حضرت علامہ سید شاہ محمد قائم رضوی حقیقی نظامی، قاتل

{نافل د عالم توریت دا بخیل — ایم — اے}

{سجادہ نشین آستانہ چشتیہ نظامیہ، دانا پور، بہار}

کو کاثر مشرک بنادیا، چاند سورج، چاند چھربانی، آگ درخت، دیو تک کو بکرا دیا، حتیٰ کہ بیت المقدس میں جن احمد بیت اللہ شریف میں تین سو سٹھ بٹ کھول کے سب کو سجدہ کرادیا، کہ دفعۃً ایک ایک نقشہ الٹ گیا یعنی آدمؑ آخر الزماں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی جبرسرت اثر پہنچی کہ ابج خدا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریف لارہمیں۔ یہ سننا تھا کہ ادھر ایک طرف ابیس اپنے ذریعہ کے ساتھ جبل ابو قیس پر رونا اور ماتم کرنا شروع کیا اور ادھر دوسری طرف آسمان وزمین بلکہ پوری کائنات غلغلہ شادمانی و صدا اے مبارکبادی پر یا نبی سلام علیک، پڑ پڑ کر جھومنے لگی۔ یہیں سے دوا سکول قائم ہو گئے، نور اور مئی ملے، یہ لفظ میلاد بھی عجیب مدد نافع ہے، صلی اللہ علیہ وسلم۔

یونیورسل پروفٹ :- المختصر طور پر دین اسلام ہو گیا اور ابیس اپنی تیار کردہ فوجوں کا معائنہ کرتا رہا اس لئے کہ اس لعین کے پیاریوں اور چیلوں کے سوا اور کوئی دوسرا تھا ہی کون، مگر تھا ہوش سے گزرا ہوا ہر وقت اسی خیال میں تھا کہ ادھر سے کچھ اعلان ہو تو پہلے گھر ہی سے مقابلہ شروع کیا جائے یہاں تک کہ وہ وقت بھی آگیا اور حکم بھی ہو گیا کہ اے میرے محبوب اب اپنی رسالت کا اعلان کر دو چنانچہ جیسے ہی اعلان ہوا وہ اپنی رسول اللہ (لیکم جمیعاً)، گھر لو ہی فوج کے انفرالو لب نے آگے بڑھ کر نہایت سخت الفاظ میں انکار کیا، یہ اس جنگ عظیم کا پہلا حملہ تھا اور جنگ شروع بھی ہو گئی، ادھر ابیس اپنی فوج بڑھاتا رہا، ادھر قدرت نے اسلامی فوج تیار کرنا شروع کی، آج یہ مسلمان ہوئے، کل وہ انکار اس خبیث کی بھی جاری رہی اور حملے بھی شروع ہو گئے، ابیس نے اپنے معاونین کو پکارنا شروع کیا، یہودیوں کو لانا چاہا تو توبیت نے بڑھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ارشاد یاد دلایا :- میں ان کے لئے انہیں کے بھائیوں میں سے تیرے مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہ ان سے کہے گا۔

توریت باب استثناء: ۱۸-۱۸

ابتداءً انسانیت بجا نبوت سے ہوئی۔ (۱) لوکل پردقت (۲) یونیورسل پردقت، لوکل پردقت یعنی مقامی نبی جس کا رقبہ نبوت محدود امت محدود کتاب و صحیفہ دینی، شریعت و نبوت محدود ہر رقبہ میں متعدد انبیاء بیک وقت، یونیورسل پردقت یعنی ساری کائنات کا بلا شرکت غیرے دامد و نہا نبی اس کا دین کامل و دائمی، شریعت اکمل جس میں تفسیر و تبدل کی گنجائش ہی نہیں، کتاب باقیامت محفوظہ، حضرت آدم تا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب کے سب لوکل پردقت ہیں یا کہ خود انجیل مقدس شاہد ہے۔

آفرینش انسانی ہی سے حق د باطل کی ایک شدید جنگ کا آغاز ہوا جو قیامت کے روز ہی ختم ہوگی، ملائکہ و اجنہ پہلے ہی سے مخلوق موجود تھے۔ ابتداءً انسانی کی مذاخلفات کے ساتھ جب ہوئی تو ان سب کے ہوش اٹ گئے، کچھ کہ ہم سب اب ہمہ میں آگئے، سخت احتجاج کیا مگر نامقبول، خوش ہو گئے مگر بڑی سخت یہاں تک کہ وہ وقت آگیا کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کا کالبہ شریف مع اس قدر مشہد کے تیار بھی ہو گیا، ایک تو کربلا کریم دوسرے چرخانیم، حکم ہوا کہ آدم کو سجدہ کر دو، جتنے تھے ایک ایک کر کے سجدے میں گر گئے مگر گردنی اٹھ گئے، کھٹکھٹا لگا یہ انکار کی آواز اس پر غور کے ساتھ جاریا، انکار کا سبب پوچھا گیا تو کہتا ہے کہ کیا اب ہم اتنے بکے اندیری آنکھ سے گر گئے کہ ہمیں حکم دیتا ہے کہ بشکر سجدہ کر جو نبی سے بنا ہوا ہے، اسی جواب پر وہ راندہ گیا اور اپنی طوق لغت اس کے گلے میں پڑ گیا۔ خدیجہ انتقام سے مجبور ہو کر اس نے دوائی زندگی مانگی، چنانچہ وقت معلوم ہو گئی تو کہتا ہے کہ اے میرے رب تیرے عظمت و جلال کی قسم آدم کی ایک ایک ذرہ تیرے گمراہ دے دین کر دوں گا۔ چنانچہ اٹنی میٹم بھی ہو گیا اور جنگ بھی شروع ہو گئی یہاں کہ خود حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت محمد، حضرت عیسیٰ علیہ نبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے حالات و امتعات سے ظاہر ہے۔ جب لوکل پردقت کے دور ختم ہو چکے تو ابیس بڑا غل بچانے لگا کہ ابتداءً دم کی تمام اطلال

میاں کو پکارا تو انجیل نے بھی سبقت کی اور بشارت عیسیٰ دے دی اور داؤد علیہ السلام یاد رلائی۔ بشارت عیسیٰ :- ”چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے نجد سائیک بنی پیدا کرے گا جو کچھ وہ کہے اس کی سنتا۔“

انجیل : اعمال :- ۳-۲۲

بشارت عیسیٰ :- ”اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ کتاب جہاں کا سردار آتا ہے اور نجد میں اس کی کوئی چیز نہیں ہے۔“

انجیل - یوحنا : ۴-۳۰

بشارت یحییٰ :- ”یحییٰ نادی کرتا تھا کہ میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جو مجھ سے قوی تر ہے میں اس لائق نہیں کہ جھک کر اسکی جوتیوں کا سہم کھوں“

مرقس :- ۱-۷

بشارت داؤد :- ”دیکھو دیکھو وہ آ رہا ہے زمین کا انصاف کرکے وہ ساری دنیا کا انصاف صداقت و راستی کے ساتھ کرے گا۔“

زبور : ۱۳-۹۶

حتیٰ کہ بندہ مصنفوں کی بھی نہ ہی کتاب نے یوں خبر دی۔ کھجک میں سارے جہاں کا بنی آنے والا ہے اس کے باپ کا نام یوشوہیکٹ (مید اللہ) اور ماں کا نام سوتی (آمنہ) ہوگا، بیاہکے گا بارہ تاریخ سہار کے دن دو گھنٹہ دن چڑھے دکنہ کی جمع صادق، سمل دیپ (عرب) میں پیدا ہوگا۔ پر مرام (اللہ) کھو (غار حل) میں اس کی تعلیم کرے گا، جس سے ناراض ہو کر اس کے ملک کے لوگ اسکو ملک سے نکال دیں گے، وہ اپنے ملک سے (تردینہ) میں طاقت پیدا کر کے پھر اپنے ملک کو فتح کر لے گا دفتح مکہ اس حکمت گرد سے پاس ایک علی کا گھوڑا ہوگا جس پر چڑھ کر وہ زمین اور ساتوں آسمانوں کی سرکریکا (موراج)۔“

دسکی (اولد مطبوعہ لاہور) دنگلی اقرار احمد صاحب مصنفہ پراگ یونیورسٹی (الابو) المختصر اس نصیبت نے اپنے تمام جیلوں کے ساتھ جو اس کو مل گئے ہمیشہ تھوڑے تھوڑے سالوں پر بڑی بڑی فوج لیکر اترا مثلاً جنگ یدر، اور مقدون وغیرہ مگر اللہ کے فضل سے ہمیشہ اسلام کامیاب ہوا اور دشمنوں کا منہ کالے کالا ہی رہا۔“

اس لکھنے نے اپنے جیلوں نے قرآن عظیم پر بھی مختلف مذاہن سے حاکم کیا مگر کام ربا۔ آخر کار قرآن کے سب سے چھوٹے سورہ کا مثل لکھا گیا تو سارے ارباب عرب منہ دیکھتے رہ گئے کسی سے بھی جواب یا اس کا مثل نہ ہو سکا قرآن عظیم کی تعریف اور صداقت تو حضرت داؤد علیہ السلام ہی بالقاف ذیل فرما گئے ہیں۔

”خداوند کا حکام پاک ہے اس چاندی کے انہ جو بھی میں مٹی پر تیاں گئی ہے اور بات بار صاف کی گئی ہو تو ہی اے خداوند ان کی حفاظت کرے گا تو ہی ان کو اس پشت سے ہمیشہ تک بچا رکھے گا۔“

زبور : ۱۲-۷۵

الغرض ابیس ادھر اپنے جیلوں کو شمشیر قلم لیکر برقعہ چلا اور غلامان مصطفیٰ اس طرف سے نبرد آزما ہوتے رہے خوب خوب مقابلہ ہوا۔ خوب خوب تیغیں طیں ڈگھیر کر قلم کی بات آگئی ادھر بھی اللہ نے ایسے ایسے اہل قلم پیدا کر دیے کہ ابیس اپنے تمام شاگردوں کو لیکر میدان میں اترا۔ اللہ اللہ کیسے اللہ دین و ملاہ کرام مقابلہ پر آئے اور کیا کیا نہ حالانہ کمال دکھایا، اس محاذ پر بھی اللہ دین نے کیا کیا نہ قلم دکھایا کہ کس کس طرح دشمنوں کو زیر کیا۔

ہر مقام پر ابیس معین کو سوائی ہوئی، آخر اپنی حکمت خاش کو مومناں کے محاذ جنگ کی طرف متوجہ ہوا اور یہ بولا کہ محاذ جنگ ہی کو بدلایا جائے، یہ وہ یڑے گرئی بات کجا ابد بہت دور کی بات بولا۔ وہ یہ کہ دین تو عقیدے کا نام ہے، عمل کا تو ہے نہیں، جیسے بے عقیدہ بھی عمل اکارت، اگر عقیدہ غلط ہے تو نماز روزہ حج زکوٰۃ سب نامقبول ہیں اپنے ہنواؤں کے ساتھ مشرور کی کہ محاذ جنگ ہی کو بدلایا جائے اور آخر فیصلہ یہ ہوا کہ کہاں تک کس کو کس کو خورد آتوا بیکایا جائے کس کس سے نماز ترک کرائیں کس سے روزہ چھڑائیں کس کو سود کھلائیں کس کو شراب پلائیں ان گناہوں سے کوئی کار تو ہوگا نہیں ان گناہوں کی تو قہمی سزا مقرر ہے وہ بھی محدود یا ممکن ہے کہ معاف بھی ہو جائے پس ان کے عقیدے بگاڑو، ان کے عقائد خراب کر دو کہ یہ اسلام ہی سے خارج ہو جائیں اس کو یہ معلوم تھا کہ بنی کی آواز سے اپنا آواز کو ادائی کرنا یا بنی کو آگیا سمجھنے سے سارے اعمال خطا ہو جاتے ہیں۔ اور بنی کا عمل بنی کا فروع خارج از اسلام ہونے میں خطا نہیں ہوتا، بس یہ معلوم کیا کہ ان ایمان والوں سے بنی کے حق میں گستاخی کراؤ جیسے کہ انبیاء شام رسل خارج از اسلام ہوتے ہیں، ایدی جہنمی، مائٹی دوزخی، چاہے وہ

نماز پڑھیں، روزہ رکھیں، کلمہ پڑھیں، درود پڑھیں، بیوروں کی تو بنی قطع کفر ہے۔ پس اس نے چند باقی خریدے اور ان ہاتھوں کو ہاتھ پکڑنے کی تعلیم دی جو تعلیم پانے کے بعد کہنے باقی کہلاتے ہیں اور انہیں کے ذریعہ باقی پھنساے جاتے ہیں، شیطان انسان کو چھو کے خطا کرتا ہے، جس کو اس خبیث نے خطا کی اس کی وہ بالکل خطا ہو جاتا ہے، بس اس نے اپنے خریدے ہوئے باقی کو جو تعلیم پاکر کٹنا باقی کہلاتے ہر طرف چھوڑے پس بھولے، کندہ ہم میں باہم جنس پر داز، انہیں کے ہم جنس و ہم شکل سیدھے ساؤ لوگ خود بھی صحیح العقیدہ تھے، انہیں اس قسم کے عقائد کی تعلیم دیا شرمناک

(۱) نبوت ختم نہیں ہے، لہذا صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پچھلے اور آخری بنی ہرگز نہیں ہیں آپ کے وقت میں یعنی آپ کی موجودگی میں بھی اور آپ کے بعد بھی بنی آسکا ہے، یہ غلط ہے کہ سلسلہ نبوت ہی آپ پر ختم (وینتخبطہ الشیطان من المس)

(۲) بنی کو امت پر عمل میں نفیست ہی کیا، عمل میں امت آپ کے برابر اور آپ سے بڑھ ہی جاتا ہے۔

(۳) بنی کو علم غیب سے کیا واسطہ، حضور کو تو دیوار بھی کی بھی خبر نہیں ہے۔

(۴) حضور کا علم غیب کیا، ایسا غیب اللہ جیسا حضور کو کہتے ہیں دیا تو بچوں، پاگوں اور جنابم یعنی حکماء جیل دوزخ کو بھی ہے۔

(۵) اگر نبی کا خیال (صرف ہمت) نماز میں آجائے تو اس سے چند منٹ تو بدتر ہے کہ اپنے کانے گدھے کا خیال آئے۔

(۶) نبی تو بڑے بھائی کے برابر ہیں، نبی کی عزت بڑے بھائی سے زیادہ نہیں کرنی چاہیے۔

(۷) جس کا نام علی یا محمد ہے اس کو کچھ بھی اختیار نہیں ہے

(۸) حضور شافع محشر نہیں ہیں۔

(۹) حضور کے علم سے شیطان کا علم زیادہ ہے۔

(۱۰) آپ کی عزت اللہ کے سامنے چار چارے چار کی سی ہے

اس قسم کے عقیدے جو حضور اور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پھیلائے جا رہے ہیں اگر لکھتا چلا جاؤں تو ایک ضخیم کتاب ہو جائے، دنیا کا بھی یہی قاعدہ درست ہے کہ اسلحہ خانے میں بیک وقت تمام قسموں کے اسلحے ہر وقت موجود دتیار رکھتے ہیں، ضرورت کے لحاظ سے اس کا استعمال ہوتا ہے، تلوار، بندوق، رائفل، ایم ایم، ہائیڈروجن بم وغیرہ تمام قسموں کے اسلحے موجود رہتے ہیں مگر موقع اور ضرورت سے کام میں لائے جاتے ہیں، چنانچہ جس دور میں جیسے علماء و امام کی ضرورت پڑی جیسے ہی حضرات بھیجے گئے، اب ابیس نے محاذ جنگ ہی بدل دیا ہے۔ اس محنت نے تبدیلی مقام کا حربہ چلایا ہے جس سے جماعت کی جماعت، فرقہ کا فرقہ کافر سمجھا جاتا تھا تو قدرت نے بھی ویسا ہی امام بھیجا جو جماعت کی جماعت کے گردہ، گردہ کے گردہ کے فرقہ کو داپس لے آئے، یہ وہی منتخب و مخصوص امام ہے جو ضرورت کے لحاظ سے تشریف لایا ہے جس سے ابیس جماعتیں، فرقہ و فرقہ، گردہ و گردہ تہہ دیا لائیں، اسی مجدد اسی امام کا نام نامی واسم گزرا، احمد رضا خاں ہے جس نے الحمد للہ جماعت حق کی ایسی شیرانہ بندی کی اور اس طرح دشمنان دین و ایمانی کو زیر کیا کہ یہ اب سارے کے سارے دک دم بھاگے پھرتے ہیں والحمد للہ علی ذلک

حضور اور تاجدار مدینہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
ملاحظہ ہو — ان اللہ عزوجل یبعث لہذک الا مئینہ علی راس کل مائتہ سنۃ من یجد لہا دینہا " (سنن ابی داؤد و تواتر)

ترجمہ: — بیشک اللہ جل مجدہ اس امت کے لئے ہر سو سال کے سرے پر ایسے بندے پیدا کرے گا جو اس کے لئے اس کے دین کو نیا اور تازہ کرنے رہیں گے۔ اس حدیث پاک کو پڑھنے کے بعد تو دشمنوں کو چاہیئے تھا کہ مجدد مائتہ حاضر ہو

حضرت امام احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ کے قدم چومنے کے وہ لوگوں کو یہ عقیدہ لگی سے بچا کر رہے ہیں کہ اللہ کے کروردوں بندوں کا ہمتا فرا کر ان کو مدد و نجات سے چھٹکارا دلویا اور بہشت الفردوس میں پہنچایا، مگر ابیس نے حکم پانے پر جب حضرت آدم کو نہانا تو اس سے یا اس کے ذریعے سے کیا توقع ہو سکتی ہے۔

حکیم بخت کے راکہ باقند سیاہ یہ آب کو شرد زمزم سفید نتران کرد
یہ دشمن جو اس قدر گھبرائے ہوئے ہیں اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ حضرت امام احمد رضا صاحب کے تجرملٹ دنیا میں ایک خور و پاکر کھا ہے، دشمنوں کے دل کی بات ظاہر کرنا امد اللہ کے ہزاروں لاکھوں بندوں نے توبہ کی اور ان لوگوں کے دامن فریب سے نکل گئے اور نکلتے جا رہے ہیں۔ علماء عرب نے آپ کے تبر علی کا اقرار فرمایا۔ آپ کی شان میں اونچے اونچے الفاظ استعمال کئے، دشمنان دین کدے بری توہین رسالت کا مل معلوم ہوا تو حضرت علماء عرب نے ان دشمنوں کا زرداً فرداً نام سیر عر کا علیحدہ علیحدہ فتوحات شائع کیا جن میں کہ معطر کے میں علماء امد مدیر طیبہ کے تیرہ علماء کرام ہیں جسے دیکھنا ہو دیکھ لے اور ہندوستان پاکستان کے تو کئی سو علماء کے فتوے ہیں، کتاب بھی ہوئی ہے۔ تمام ملحق ہے، حضرت امام احمد رضا خاں صاحب کا یہ وہ گراں بہا کا نام ہے جس نے بدترینوں کا بیاد باری اور حقیقت کھلوانے پر لاکھوں نے از سر نو توبہ کی اور صحیح راستے پر لگ گئے۔

حضرت امام احمد رضا خاں صاحب کا دوسرا ایسا ہی کلام امر "فتاویٰ رضویہ" ہے جو تقریباً پندرہ ہزار صفحوں میں کئی بلبلوں پر مشتمل ہے۔ ہزاروں گمراہوں نے ان فتوؤں کو پڑھ کر توبہ کی اور صراط مستقیم پا گئے، حضرت کو جتنے علموں پر اللہ نے عبوری بنایا اتنے علموں کا جاننے والا ہندوستان میں تو نظر نہیں آتا۔ ایک ہزار سے کم ہر کتب و رسائل آپ کی تصنیف سے ہیں جن سے قوم نے بڑی اصلاح پائی اور مسائل صاف ہو گئے۔ قرآن عظیم کا ترجمہ اکثر زبانوں میں ہوا ہے اور ہر باقی رہا ہے۔ ایک ترجمہ ناب رسول اعظم امام احمد رضا سے سرہ کا بھی ہے۔ ترجمہ کرنا خود ایک مستقل فن اور بڑا ہی نازک فن ہے ایک ایک لفظ کا صحیح معنی و مقبوم، محل استعمال، سیاق و سباق، شان نزول، مطلب و روشنی، ہم گیری کا پوری احتیاط کے ساتھ سمجھنا اور سمجھانا نزل ادق و دشوار ہے، اور تراجم سے اس ترجمے کا مقابلہ کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت نے جس عالمانہ و محققانہ انداز پوری جزئی دانائی و نفسیات کی کامل آگاہی کے ساتھ فن ترجمہ کی ہر آزمائش کو طے کیا ہے وہ کہ آپ ہی کا حصہ تھا، اب تو بیرونی یونیورسٹیاں بھی اس طرف توجہ ہو رہی ہیں، اس ترجمہ میں جو احتیاط کی گئی قابل قدر ہے۔

حضرت امام احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز کو فن شعور و سخن میں اللہ تعالیٰ نے یہ طولی بخشا تھا، ایسا حس و درتقی القلب ان بھی کم ہوتا ہے آپ کی شاعری صرف حمد و ثناء کے لئے مخصوص رہی، آپ کے اشعار قرآن و حدیث کی تفسیر میں ہیں۔ نیت شاعری میں جس نازک مرحلوں سے گزرنا ہوتا ہے، اللہ اکبر! آپ دم چھونک چھونک کر ان راہوں سے نہایت کامیاب ہوئے، آپ کے درد و بیان صدائیں بخشش و معافی و عطیات نہ کورہ تمام ادھاف و کالات کے شاہ عالم ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، حضرت امام احمد رضا خاں صاحب کا ایسا مشہور و معروف عالم العلوم بھی ہے جو دشمنوں کی آنکھوں میں کاشا ہے۔ یہ دارالعلوم حقیقتاً ایک نہاد علم ہے جو

ہندستان پاکستان و بیرون ہند سے اپنی شعاع فیض و برکات کی بہروں میں
آسمان علوم پر آفتاب نیر و نکا طرح چمک رہا ہے، ہزاروں علماء کا نیلے بنی
اسرائیل، بنکر کھلے اور کھلتے رہتے ہیں جس کے طوفان علمی سے دشمنوں کے سیکڑوں
چراغ نکل جو کچھ بڑا حال ہے کہ اس نے راستے صاف کر دیئے، ایسے مدرسے
کی امداد اللہ حق کی امداد ہے، اللہ تعالیٰ ابو عظیم عنایت فرمائے گا۔

حضرت امام احمد رضا خاں صاحب قدس اللہ سرہ انوار طریقت
سے ہیں معرور و معبود ہیں اور آج تک آپ کا فیض جاری ہے بلکہ حق تویہ ہے
کہ آپ جمع البحرین ہیں یعنی شریعت و طریقت کے سنگم ہیں، آپ کریمیت
سیرے عبد المجید سید السارات قطب العالم حضرت سید محمد کاظمی قدس اللہ سرہ النیر
سے بواسطہ حضرات مبرہہ شریف موصول تھی۔ آپ کے مریدین و متوسلین
کی تعداد اللہ ہی جانتے، آپ کے تقاضے نظم و نثر سے صاف ظاہر ہے کہ آپ
مقام "خاتمی الرسول" میں ہیں، میرا کیا باطل آپ کے مناقب و محامد لکھ
سکوں، — وسیلہ اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقنا، سیدنا و مولانا
محمد و علی و آلہ و صحبہ و اہلبیتہ و ائمہ علیہ سائر الانبیاء و المرسلین
اجمعین برحمتک ارحم الراحمین، و آخر دعوانا الحمد للہ رب العالمین

پر خلوص تمناؤں کے ساتھ

غور سے سن تو رہنا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کار و وضعہ دیکھو

عبداللہ عسیٰ موہر والا

چمنابوچرا سٹریٹ بمبئی ۳۰۰۰۰۳

نیک تمنائیں

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

حاتم بھائی اوجین والا

پارسی چال - پاکوڈیا سٹریٹ

بمبئی ۴۰۰۰۰۳

امام احمد رضا نمبر کی اشاعت پر مبارکبادیاں

اے رضا و صف رخ پاک سنانے کے لئے
نذر دیتے ہیں چمن مرغ غزل خواں ہم کو

واحد خاں شکور خاں

اولڈ کلا تھ مرچنٹ

کھنڈوانی بلڈنگ مولانا آزاد روڈ بمبئی ۴۰۰۰۰۴

ایشیا کا عظیم محقق

مولانا عبدالکریم نعیمی (بنگلہ دیش)

محرم مولانا عبدالکریم صاحب نعیمی بنگلہ دیش کے مشہور معروف مذہبی رہنما ہیں جن کی کانٹے فروغ اور خدمت نسبت میں آپ کا نمایاں حصہ رہا ہے۔ دینی تعلیم کی شہرہ درگاہ مدینہ عزیزہ جلالہ اسلام پوسٹ مفت گنج ضلع فرید پور کے مہتمم ہیں۔ آپ کا زیر نظر تحقیقی مقالہ شکرہ کے ساتھ حاضر ہے۔ ایڈیٹر

یہ مسلم بات ہے کہ قوموں کا ارتقا اور استحکام سلف کے کارناموں سے آگاہی حاصل کر کے ان کے نقش قدم پر عمل پیرا ہو کر ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ ملت کے نوبال، مذہب اسلام کے جلیل القدر فرزندوں کی سیرت پاک سے آشنا ہو کر ہی نیا دلولہ، عزم و ہمت اور کامرانی کا راستہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اکابر ملت کی سیرت کے نقوش و آثار جس قدر دل کی گہرائیوں میں اترتے جائیں گے اسی قدر کامیابی کی منزلیں آسان سے آسان تر ہوتی چلی جائیں گی۔ اور عظیم شخصیتوں کے نمایاں کارناموں کا تصور جب قدر و صدا جائے گا اتنا ہی مقصد کا حصول مشکل سے مشکل تر ہوتا جائے گا۔

تقریباً ہر دور میں ایسے افراد انسانی بکثرت پائے گئے جنہوں نے حق و صداقت کے خلاف آواز اٹھائی۔ باطل کی پشت پناہی کی لیکن ان کا طرز عمل تلف رہا ہے کسی نے کھل کر باطل کی اشاعت کی اور حق کی مخالفت کی تو کسی نے اہل اقتدار کا دامن تھام کر اپنی ناپاک سازشوں کو عمل جا رہ پھیلنے کی کوشش کی۔ ایسے اشخاص بھی کچھ کم نہیں ہوئے جنہوں نے اہل حق کا بادہ اوڑھ کر اپنی اسکیم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی جدوجہد کی۔ غرض یہ سلسلہ بہت دیر سے شروع ہے لیکن مردان حق کی کوششوں نے ہمیشہ ایسے لوگوں کے عزائم کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیا۔ ان کی پر غلوس سائی جیل نے فریب کاروں کے گھنٹارے منصوبوں کا پردہ چاک کر کے بروقت مید سے سادے مسلمانوں کا تعلق سرکار ابد قرار دے کر تاجدار احمد مختار نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے مضبوط اور مستحکم کر دیا۔ یہ حضرات کام داد و تحسین یا طعن و تشنیع سے قطعاً مبرا رہ کر عوام و خواص کو ملت بیضا و دین تیس اسلام کی نورانی تعلیمات کی یاد دہانی کراتے رہے۔

اہل اسلام کے انہی عظیم محسنوں اور راہنماؤں میں تحقیق و تدقیق کے بادشاہ شریعت و طریقت کے آگاہ امام اہلسنت موجودہ صدی کے مجدد شیخ الاسلام والسین حمۃ اللہ النورانی المعروف امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد نبوا میر اور نبو عباس نے اسلام

اور مسلمانوں کی مذہبی، معاشی، معاشرتی اور تعلیمی خدمات انجام دینے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ ان کے علاوہ دیگر مسلمان بادشاہ بھی حتی الامکان اپنے فرائض سے غافل نہ رہے۔ ہندوستان میں سلطان محمود غزنوی بھی اسلامی تعلیمات کے تعارف کے لئے معاون ثابت ہوئے۔ سلطان محمود غوری سے لیکر محل خاندان کے آخری چشم و چراغ تک مسلمان بادشاہوں نے ملت اسلامیہ کی بقا و استحکام کے لئے حد امکان کوششیں کیں۔ ان فرمانرواؤں میں محمد تغلق اور حضرت شاہ اورنگ زیب کے نام نامی سرفہرست نظر آتے ہیں۔

بادشاہوں کی اس جدوجہد اور کاوشوں کو تسلیم کرنے کے بعد یہ بھی ضرور ماننا چاہیے گا کہ اردین، اولیائے کرام، صالحین اور علمائے ربانی بھی تبلیغ اسلام و تعلیم دین تیس کے فرائض سے غافل نہیں رہے۔ اگر ہم ان کی حیات طیبہ کا بغور مطالعہ کرتے تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان کی دینی و ملی خدمات بادشاہوں کے مقابل میں زیادہ بھی ہیں اور گراں بہا بھی۔ ان علمائے کرام کی فہرست میں صوفیائے کرام کے علاوہ حضرت محدث عبدالحق دہلوی حضرت شاہ عبدالعزیز حضرت مجدد الف ثانی سرہندی، حضرت عبدالقادر بدایونی وغیرہم کے علاوہ ایسے علمائے ربانین بھی ہیں جنہیں ہم علمائے تافریں کے نام سے منسوب کر سکتے ہیں۔

ان علمائے تافریں میں حضرت امام احمد رضا مجدد بریلوی کا نام نامی دائم گرامی سرفہرست ہے۔ انہوں نے اس عالم رنگ و بوم میں اس وقت آنکھ کھولی جب ضلیہ خاندان کا اقتدار آخری سالیں لے رہا تھا۔ ان کا بچپن اس وقت کا آئینہ دار ہے جب براعظم ہندوستان پر انگریزوں کا مکمل تسلط ہو چکا تھا۔ انہیں شعور زندگی اس وقت نصیب ہوا جب ہندوستانی مسلمان انگریزوں کے نرغے میں پھنسے ہوئے تھے۔ مذہبی قدریں زوال پذیر تھیں۔ بد مذہبی و لادینی کا دور دورہ تھا۔ فرق باطلہ ہندوستان بھر اپنے آہنی پنجہ پیوست کرنے کی خاطر ہر ممکن و غیر ممکن کوششوں میں مبتلا تھے۔ تو جب کا سیلاب آدھم رسالت کا طونان برپا تھا۔ اسلامی زندگی کا ہر پہلو مجروح ہو چکا تھا۔ مذہب ہند ابلسنت کے رہنما سوچنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ

اس سلسلے میں ملت اسلامیہ کے صحیح و سچے رہنماؤں نے اپنے مخصوص انماؤں میں قوم کو جھوٹے، انھیں ماضی کی جھلک دکھانے و بیدار کرنے کی جتنی المقدور کوششیں کیں مگر حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے۔ اور کفر و ضلالت اور بد مذہبی و لادینی کی تاریک گھٹاؤں نے ہر طرف ڈیرے ڈالنے شروع کر دیے۔ ایسے نازک و پر آشوب وقت میں امام احمد رضا بریلوی نے اسلام و ناموس رسالت کے تحفظ و بقا کے لئے تن میں دھن کی بازی لگادی اور مسلمانوں کو بے دریغ اور بے لوث خدمات انجام دینے کا بیڑا اٹھایا۔

علمائے کرام کا بیان ہے کہ بارہوی و تیرہوی دو صدیوں میں دنیائے اسلام میں اعلیٰ حضرت جیسے جامع و مانع متصف بہ صفت کوئی عالم پیدا نہیں ہوا۔ آپ کی ذات گرامی بے شمار اوصاف و محاسن اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ جلالت علمی و کمال ملی میں آپ کی نظیر نہیں ملتی۔ دسنت علم اور رائے کی نچنگی میں پورے دور میں آپ کا کوئی ثانی نہیں۔ خدمت دین میں جس خلوص سخی سلسل اور بے باکی کا آپ نے مظاہرہ فرمایا وہ آپ کی کا حصہ تھا۔ ایک دفعہ انوس کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری عمر سے دس گنا زیادہ کام میرے ذمے فرمایا ہے اگر دس آدمی میری امداد کو ہوتے تو جو کچھ سینے میں ہے کسی قدر باہر آجاتا۔ اور ایک دفعہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے میری عمر سے دس گنا زیادہ کام لے لیا ہے یہ اس کا اہتمام نفس و کرم ہے۔

ایشیا کا عظیم محقق

حقیقت بھی یہ ہے کہ جہاں آپ کی خدمت فیض و رحمت میں حاضری دی اسلئے برعکاس اس بات کا اعتراف کیا کہ آپ علم و فضل کے بحرناپید اکنار ہیں۔ آپ کا ایک ہزار کے لگ بھگ تصنیفات آج بھی اس بات کی صداقت پر شاہد عدل ہیں صرف قناب و رضویہ ہی کو لیجئے اس میں آپ نے ہزاروں سائے پر بے لاگ تحقیق و تدقیق فرمائی ہے آپ کی تصنیفات کے مطالعہ کرنے والوں کو پہلا احساس یہ ہوتا ہے کہ آپ قلم کے بادشاہ ہیں اور کتاب و سنت اور علمائے ملت کے فرمودات پر بہت ہی گہری نظر رکھتے ہیں جس نے قناب و رضویہ کی جلد اول کا مطالعہ کیا وہ اس بات کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ بیشک آپ اس صدی کے مجدد تھے پچاس علم و فنون میں آپ کے تحریری مشہ پارے موجود ہیں۔

شعبان ۱۲۸۶ھ سے لیکر ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ تک پورے جون برس سندافشا پر لکھن

رہے اور اس عرصہ میں اتنا لکھا کہ حضرت علامہ الحاج مولانا شاہ محمد حسین رضا خان صاحب نے جب حساب لگایا تو نو دن چھپن صفحات کتابت و تحریر کے نکلے۔ قوت تحریر کا یہ عالم تھا کہ کوئی سوال آیا تو اس کے جواب میں دلائل کا انبار لگ جاتا پھر بھی آپ کے قلم حقیقت و تم کو میری نہ ہوتی تھی۔ آپ کی ایک ایک کتاب معلومات کا خزانہ اور تحقیقات کا گنجینہ ہے۔ اور بے شمار حقائق و معارف سے مملو ہے۔ ہر تصنیف کا نام ایسا پیارا اور دلکش ہے جسے پڑھ کر اہل علم و فضل و عارف حشر میں ہر کتاب کا نام حسین و جمیل اور فخریوں کی صورت میں علم و ادب

میں ڈوبا ہوا، نصاحت و بلاغت میں ڈوبا ہوا اور معانی و بیان کی میزان پر وزن کیا ہوا ہے۔ اور جس کتاب میں جس موضوع پر کلام ہے اس کے نام میں تقصیر طور پر اس کا بیان ہے۔ اس پر طرہ پر تصنیف کا نام یاد رکھئے۔ اس طرح ہر کتاب کے شروع میں اس میں بیان شدہ مسئلے کے مطابق علیحدہ علیحدہ عربی خطبہ ہے جو آپ کے علمی تجربہ پر شاہد عدل ہیں۔

آپ کے علمی کو صرف علمائے ہند ہی نہیں بلکہ ایشیا، عرب و علم خصوصاً مدینہ اور مکہ مفتیان مذاہب اربعہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔

جہاں آپ کی معلومات مذہبی علوم کے علاوہ سائنسی فنون کے متعلق تھیں وہاں آپ کی نظر ملکی سیاست اس دور کے مسائل پر بھی دلیسے ہی تھے اور اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام وغیرہ۔ آپ کی اس موضوع پر بے نظیر تصانیف ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی نے انگریز نواز علماء کے خلاف تلم اٹھایا۔ آپ نے انگریز حکومت

تحریک آزادی

اور انگریزوں کے خلاف تحریر و تقریر کے ذریعے سے شدید نفرت کا اظہار کیا مگر انوس کے اکثر مومنین کی ستم ظریفی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ جو لوگ انگریزوں کے اشاروں پر شب و روز مصروف کار رہا کرتے تھے اور انہی کی رضا مندی حاصل کرنے کیلئے فرزند ان اسلام کو کاؤ خرک قرار دیکر اتراخان و انشا پھیلاتے تھے بلکہ مسلمانوں کے خون میں ہاتھ رنگ کر مسرت محسوس کرتے تھے آج انھیں شہید مجاہد و تحریک آزادی کے قائد جیسے القاب سے شہور کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس وہ حضرات جھولنے بانگ و دل کفار سے نفرت دلائل اور ان کی تعظیم نہ کرنے کا سبق سکھایا انھیں تھب اور تنگ نظری کی بنا پر تاریخ کے اوراق میں جگہ دینے سے بھی انکار کیا گیا بلکہ یہ کوشش کی گئی کہ ان کو قتل کر دیا جائے ان عظیم جان شادوں کا ذکر بھی نہ آنے پائے خود میں سے بہت کم افراد ایسے ہونگے جو باہر ملت امیرانہ میں علامہ فضل حق خیر آبادی، شاہ احمد اللہ علی بنی غایت احمد کاکوری، علامہ کانی، اعلیٰ حضرت بریلوی، صدق الاناقل امیر ملت پیر جماعت علامہ شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عظیم امین کے باہر انکار ناموں سے واقف ہوں گے۔ یہ وہ بزرگ ہیں جن کا جلد از جلد ناموں سے انگریز حکومت کو کھلنا پڑا اور سامراجیت کے الزاموں میں رلزل پیدا ہوا۔

حالیہ دور میں پرسی کی طاقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا جن جماعتوں کے پاس نشر و اشاعت کے ذرائع ہیں وہ کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی بہت کچھ ہیں اور جن کے پاس پرسی نہیں وہ بہت کچھ ہرے کے باوجود بھی کچھ نہیں۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ ہمارا کوئی ادیب، کوئی شاعر کوئی صحافی اس خصوصی موضوع پر قلم اٹھا اگر انہیں کوئی اور اگر کبھی ایسی جرأت کو تا بھی ہے تو اس کی نگارشات پرسی پر قابض حضرات کی مسکیت اندیشی کی نذر ہو جاتی ہے۔

شعرو شاعری

باجو داس کے کہ آپ جملہ علوم دینیہ کے علاوہ جفر نجوم، ریاضی اور محکمہ وغیرہ علوم و فنون میں نادر روزگار تھے۔ آپ شکر گوئی میں بھی مدلولی رکھتے تھے۔ شاعری آپ کا شغل تھا اور نہ ہی اس کے لئے کوئی تیاری وغیرہ کرتے بلکہ جب بھی مدنیہ طلبہ یا خاک لند کے دریا سوزن ہوتے تو بے ساختہ لبست و الفت کے جذبات شعروں کے سلسلے میں اظہار زبان پر آجاتے۔ آپ کی بیشتر لہجوں میں بے ساختگی سوز و گداز

آپ نے بڑی خوبی سے احادیث اور آیات قرآنہ کا اقتباس اپنے مخطوطات میں شامل کیا۔ چونکہ آپ عربی و فارسی وغیرہ زبانوں پر پوری قدرت رکھتے تھے۔ اس لئے بلا تکلف ہر زبان میں شریکتے تھے۔ آپ کی ایک نعت شریف کا پہلا شعر یہ ہے۔

لم یأت نظیو ک فی نظر مثل ترون شد پیدا جانا

جگ راج کوتاج تورے سرسہ ہے تجھ کو نہ دسرا جانا

یہ نعت چار زبانوں کے حسین امتزاج کا مرتع ہے۔ اس سے آپ کی جدت طرازی اور ایجاد کی قوت کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔

کاش کوئی مرد خدا امام بریلوی کے نعتیہ کلام کی طرف توجہ کرتا اور اس کی خوبیوں کو اجاگر کرتا بلکہ اس کی مبسوط شرح لکھ کر اعلیٰ دنیا میں اسے پوری طرح تعارف کراتا۔ آپ کی شاعری کا محور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور تعظیم اولیائے کرام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی زبان و قلم ہمیں کسی دنیا کے تاجدار کی قصیدہ خوانی سے ملوث نہیں ہوتی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

کردن مدح اہل و دل رضا ہے اس بلا میں مری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ نان نہیں

مسلمانوں کا حقیقی سرمایہ درحقیقت عشق رسول و امام بریلوی رسول ہی ہے۔ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین

اغواث، قطاب ابدال اور اولیائے عظام کی زندگیوں کے مطالعہ کے بعد نظر اسی نکتہ پر رکھتا ہے کہ ان سب حضرات کی زندگی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محور پر گھومتی رہی صحابہ کرام کے جان نثاروں، تابعین اور تبع تابعین و سلف صالحین کا جذبہ تبلیغ، ایمان اور نقباء کے دینی اجتہادات، اغواث، قطاب ابدال اور اولیائے کرام کی ریاضتیں اور محراب نفس کا مرکز حقیقی عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی رہا ہے۔

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد بھی یہی ہے کہ ان کی ذات والا صفات کو ان کا اتنی اپنے ماں باپ، بیوی بچوں اور مال و متاع سے زیادہ عزیز رکھنا ہوگا۔ بلکہ سلف کی بارگاہ زندگیوں پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا مقصد حیات صرف اور صرف عشق رسول ہی تھا۔ یہی وہ مرکز ہے جس سے مسلمانوں نے تقریباً ایک ہزار برس تک اس دنیا میں اپنا اقتدار رکھا۔ اور آج بھی ان کی برتری کا راز اسی مرکز سے وابستگی میں منظر ہے۔

کی قسم سے دنا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

حضرت امام بریلوی کی زندگی کا اصل مقصد عشق رسول ہی ہے اور حب مصطفیٰ ہی انکی حیات کا منظر ہے۔ تمام حیات آپ کی ظاہری و باطنی زندگی میں عشق نبوی کی روشنی برابر جگمگا رہی تھی۔ جہاں تک آپ کی ظاہری زندگی کا تعلق ہے آپ نے علوم دینیات، علم تفسیر اور علم حدیث کی تکمیل صرف چودہ سال کی عمر میں کر لی تھی۔ آپ کے والد بزرگوار نے جو آپ

کیف و جذب، فصاحت و بلاغت جوش بیان اور پاس شریعت غرض آپ کے کلام میں ہر طرح کا حسن صوری و معنوی بدرجہ اتم موجود ہے۔ آپ کے نعتیہ کلام کو ہام کوثر کہا جائے تو یقیناً بجا ہوگا۔ آپ کا نعتیہ کلام اہل ایمان و بہت کے سادہ روح کا دلنواز نغمہ معلوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ذوق سلیم رکھنے والے حضرات آپ کے کلام کو سن کر جھوم جھوم جاتے ہیں۔ آپ خود حدیث نعت کے طور پر فرماتے ہیں۔

یہی کہتی ہے بلبل باغِ جاں کہ رضا کی طرح کوئی سحر مایا

نہیں ہند میں دامن شاد ہر کلمے خوش طبع رضا کی قسم

برصغیر ہند و پاک میں اہل محبت کی شاید ہی کوئی محفل ایسی ہوگی جہاں آپ کے کلام اور مشہور زائد سلام مصطفیٰ جان رحمت پہ لا کھوں سلام کی گونج خانی نہ دے۔ آخر کیوں نہ ہو آپ کی نعتوں سے ایک ایک شریعت شاہ مدیہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ آپ خود فرماتے ہیں۔

گونج گونج اٹھے ہیں نفاتِ رضا سے بوستان

کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں دامنِ انوار ہے

اکثر شعراء جوش شاعری میں کچھ کچھ کہہ جایا کرتے ہیں۔ بالآخر آرائی کی سطح پر اگر زمین و آسمان کے قطاب ملا دیتے ہیں مگر امام بریلوی نے شاعری میں ایک نئی طرح ڈالی اور نعت گوئی کی ایک حد فاصل قائم کر دی۔ آپ کی نعتوں میں کہیں بھی رشان رسالت کی گستاخی و بے ادبی کا پہلو نہیں نکلتا اور نہ ہی دامن شریعت آپ کے ہاتھ سے چھوٹتا ہے کہیں حد سے تجاوز پایا جاتا ہے۔ اپنی نعت گوئی کے تعلق فرماتے ہیں۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت غفلت بے جا ہے ہے النعت للہ محفوظ

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی یعنی رہے احکام شریعت محفوظ

بے شک ایک عالم دین کی یہ شان ہونی چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و ثناء آپ کی غذا ہے۔ روح تھی۔ ذرا انداز کلام دیکھئے۔

اللہ کی سرتاب قدم شان ہیں یہ ان سانہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

آپ کے فن نعت گوئی اور شاعرانہ کمال کا اعتراف جب بڑے علماء و اساتذہ نے کیا ہے۔ کس غفل میں آپ کی یہ نعت

وہ کمال حسن ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں

یہی بھول خار سے دے یہی خیمے کہ دھواں نہیں

سنگر ابوالاثر حفیظ جالندھری نے اظہار خیال کیا تھا..... یہ تو کوئی

استاذ اساتذہ معلوم ہوتے ہیں۔ شاعر اسی کا نام ہے۔

امام بریلوی سے اختلاف کرنے والے ممکن ہے بہت سے حضرات ملیں لیکن یہ ناممکن ہے کہ آپ کے کمال نعت گوئی سے کسی کو اختلاف ہو۔ آپ کی نعت گوئی میں دو رائیں ہوتی ہیں سکتیں۔ ویسے بہت دھڑکی کا کوئی علاج نہیں۔

کے والد بزرگوار نے جو آپ کے استاد محترم بھی تھے آپ کو صرف چودہ سال کی عمر میں فتویٰ نویسی کی سند اور اجازت دیدی تھی۔ اس کم سن میں مذکورہ علوم کی تکمیل نے اللہ جل جلالہ اور اس کے پیارے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق ان کے دل میں جاگزی کر دیا تھا۔

علامہ بریلوی عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں ورثہ میں بھی ملا تھا۔ آپ کے اجداد و اسلاف میں اولیاء کرام کے نام ہی آتے ہیں جس کا اثر آپ کی ظاہری زندگی پر جگہ جگہ نمایاں نظر آتا ہے۔ ہوش بھالنے کے وقت سے موت کی آغوش میں سوجانے تک زندگی کے کسبے میں بھی اپنے کتاب اللہ سنت رسول اللہ علیہ السلام سے گریز نہیں فرمایا۔ انتہا یہ ہے کہ آپ کا اٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا، چلنا پھرنا تک کتاب و سنت کے مطابق انجام پاتا تھا۔ جب آپ سونے کے لئے لیٹے تو لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل بنالیتے۔ عشق رسول کی اس انتہا کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ یہ جذبہ لامتناہی نہیں تھا۔

حضور نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے ہر گوشے کا مطالعہ کرنے کے بعد جب حضرت امام بریلوی کے اخلاق و کردار اور زندگی پاک کے ہر شعبہ کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بات آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہو جاتی ہے کہ حضرت امام بریلوی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پیرو اور ان کے عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اب رہی آپ کی باطنی زندگی۔ سو حقیقت یہ ہے کہ ظاہری زندگی باطنی زندگی کے نور کا سرچشمہ ہوتی ہے۔ انسان اسی وقت درج کمال طے کر سکتا ہے جب اس کے ظاہر و باطن میں اتحاد اور یکسانیت پائی جائے۔ اس یکسانیت و یگانگت میں ظاہری زندگی تو سداں ہوتی رہی ہے مگر ظاہری زندگی کے جو اجزاء عبادات سے متعلق ہیں وہ زیادہ معاونت کرتے ہیں۔ یہ اجزاء دوسروں میں بٹے ہوئے ہیں۔ پہلے حصے کو حقوق العباد کہتے ہیں اور دوسرے حصے کو حقوق اللہ کہتے ہیں۔

حقوق العباد کی فہرست میں اطاعت والدین کے علاوہ بزرگوں کا ادب، چوٹوں پر شفقت، عزیز و اقارب اور اصحاب کی دلراری، اولاد کی نگرانی، علما کا احترام، حامیوں کی تحکیم اور سادات کی تعظیم سب کچھ آتا ہے جس میں حضرت امام بریلوی ہر طرح پورے اترے، حقوق اللہ میں بھی آپ کے زہد و ریاضت، خاموشی، نفس، تصرف وغیرہ نمایاں اوصاف آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود تھے۔ اس طرح باطنی اعتبار سے آپ کا پایہ بہت بلند اور اونچا قرار پاتا ہے جسکی دلیل وہ کرامات جو وقتاً فوقتاً ظہور میں آتی رہتی تھیں۔ مریدین اور متبعین کی کثیر تعداد ایک طرح پر آپ کی باطنی ترقی اور درجہ کا آئینہ دار ہے۔ یہ سب کچھ دوسرے معنوں میں عشق رسول کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔

عشق رسول کا صلہ — دوسری دفعہ آپ ۱۳۲۳ھ میں حج و زیارت

کے لئے گئے حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ پہنچے، یہاں آپ کے ندادار علم و فضل کا شہر و دہان پہنچ چکا تھا۔ امام بریلوی مدینہ طیبہ کی حاضری کے لئے قیام کیا تھا لیکن بشریہ رعالت سفر میں مانع تھی۔ اور مدینہ منورہ کے علمائے کرام ایک نظر آپ

کی زیارت حاصل کرنے کو بہ قرار تھے۔ شیخ الدلائل حضرت مولانا شاہ عبدالقادر ہاجر مکی علیہ الرحمۃ کے غرض شاگرد حضرت مولانا کریم اللہ ہاجر مکی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ہم سالہا سال سے مدینہ طیبہ میں مقیم ہیں۔ اطراف و افاقہ سے علمائے ہجرت اور جو تباہ و برباد چلے جاتے ہیں۔ کوئی بات نہیں پوچھتا۔ لیکن امام بریلوی کے پہنچنے سے پہلے ہی علماء و علما اہل بازار تک آپ کی زیارت و ملاقات کے مشتاق تھے۔ چنانچہ جب مدینہ منورہ میں آپ کی حاضری ہوئی اور آمد کی خبر ہر طرف پھیلی تو صبح سے عشا تک آپ کے پاس علمائے مدینہ کا ہجوم رہتا تھا۔ ملاقات و زیارت کرنے والوں کی بھیڑ بارہ بجے رات سے پہلے چلنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ (تذکرہ نوری ص ۱۷)

جب آپ سنہری گندمی آرام فرماتے دالے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں دل بیتاب اور درج بہ قرار لیکر حاضر ہوئے۔ اس وقت دلی میں یہ تمنا ابھری کہ کاش مجھے اس جمال جہاں آرا کی زیارت و بیداری کی حالت میں ہوجائے (خواب میں تو کئی دفعہ زیارت سے نوازا جا چکے ہیں) امواجہ شریف میں کھڑے ہو کر دیر تک درود شریف پڑھتے رہے لیکن پہلی شب مراد بر نہ آئی۔ کبیدہ خاطر ہو کر ایک غزل تحریر فرمائی جس کا مطلع یہ تھا۔

دہ سوئے لا زار پھرتے ہیں

ترے دن اے بہار پھرتے ہیں

آخری شرمی انتہائی انکساری اور بے کسی کا مظاہرہ فرماتے ہیں۔

کوئی کیوں پوچھے تری بات رہنا

نچھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

یہ غزل امواجہ شریف میں پڑھ کر ادب و شوق کی تصویر شکر کھڑے ہوئے کہ وقت بیدار ہوئی دل کی آرزو مراد کو پہنچی اور حضور رزق درحیم علیہ السلامہ و التسلیم کی زیارت سے بیداری میں مشرف ہوئے۔ سبحان اللہ عشق رسول کا کیا صلہ ملا۔

اسی صیبا و اتد تھیں ہمدی کے دلی کامل سیدنا حضرت امام کبیر رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں بھی ردنا ہوا تھا۔ ۵۵۵ھ میں آپ برائے حج بیت اللہ تشریف لے گئے اور بعد حج پیارہ پہلے ہوئے مدینہ طیبہ پہنچے۔ بعد نماز عصر حرم شریف نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوئے اس وقت نمبر ہزار سے زیادہ زوار حرم مبارک کے اطراف جمع تھے حضرت محمد جے قریب ہو کر خطہ سلام پیش کیا اور فرمایا۔ السلام و علیکم جہی۔ جواب آیا۔ و علیکم سلام یا ولدی۔ حاضرین نے آواز مبارک سماعت کی۔ آپ پر ایک کیفیت طاری ہوئی آپ نے نہایت عقیدت و انکساری کے ساتھ دست اقدس طلب فرمایا۔ اس وقت قریب ایک ہزار ہستی دست معززنا، ہر پر ضیا، جلوہ آرائی انجمن عالم ہوا۔ خود حضرت نے دست مبارک کا بوسہ دیکر فوائد ظاہری و باطنی حاصل کئے۔

قوت حافظہ

ایک مرتبہ امام بریلوی نے فرمایا کہ بعض نادانف حضرات میرے نام کے ساتھ حافظہ لکھ دیتے ہیں۔ حالانکہ میں حافظہ

نہیں ہوں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ کوئی حافظ صاحب کلام پاک کا کوئی کلمہ کو سنائی اور پھر دوبارہ پڑھ لیں۔ چنانچہ آپ نے ایک ماہ کی قلیل مدت میں قرآن کریم حفظ فرمایا۔

بقول مولف تذکرہ نوری "مولانا غلام شہر قادی نوری بدایونی۔ پھر بڑی خوبی تھی کہ روزانہ ایک پارہ زبان حفظ کرنے کے بارے میں قادی بار کو لکھنے میں شریعت و احکام دینیہ کی تعلیم فرمانے اور وقت میں پرسند نشیں ہدایت ہو کر اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین مقدسہ سے غافل رہنے میں کسی طرح کا کوئی فرق نہ آنے پایا۔ آپ صرف تھوڑا سا رقت نماز قرب کے بعد قرآن پاک حفظ کیا کرتے تھے"

بقول حضرت محدث اعظم ہند کچھ چھوٹی رحمتہ اللہ علیہ اس کو آپ زیادہ سے زیادہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ خداوند عز و جل حافظ سے سادہ چودہ سو برس (۱۲۵۰) کی کتابیں حفظ تھیں یہ چیز بھی اپنی جگہ پر حیرت ناک ہے۔

ذالک بفضل اللہ یوتیہ من یشاء

تاریخ گوئی فن تاریخ گوئی کوئی آسان فن نہیں۔ یہ ایک فن ہے جسے سیکھنے کے لئے وقت درکار ہے۔ تاریخی مادہ نکالنے کے لئے وسیع مطالعہ

اور ہمارے تمام کی ضرورت ہے۔ اور اس کی ہمارے اس پر عبور حاصل کرنے کے لئے وقت کی ضرورت ہے۔ حضرت امام بریلوی کے اتہام مصروف زندگی گزارتے تھے لیکن تاریخ گوئی میں آپ کو اتنا کمال اور دخل تھا کہ موقع و محل کے مطابق بغیر دوات و قلم کے برجستہ تاریخی مادہ ارشاد فرمادیتے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ کا ارشاد کیا ہوا تاریخی مادہ غلط ثابت ہو۔ آپ کی تصنیفات کتب و رسائل کے نام تاریخی ہیں۔ اور یہ تاریخیں کتابوں کے

باحث و موضوعات پر بھی چسپاں ہوتی ہیں۔ بعض اوقات آپ ایک ہی موقع پر دو چار صدیوں کی تاریخیں نکال دیتے تھے۔ آپ نے کئی شعراء کے دیوانوں کی تاریخیں بھی نکالیں۔

لوگ اکثر فرمائش کرتے کہ ان کے نومولو و بچوں کے تاریخی نام ارسال فرمائیے۔ آپ نے کبھی کسی کو ایسا نہیں فرمایا۔ بعض اوقات ایسے وظائف بھی پڑھنے کو بتا دیتے کہ وظیفے کے اعداد

اور وظیفہ خوانی کے نام کے اعداد برابر ہوتے۔ جیسے جناب ابوب علی رضوی سے ان کے عرض پر ارشاد ہوا کہ "یا لطیف" کا در در کھیں۔ لطیف اور ابوب علی کے اعداد ایک سو اسی (۱۲۹) ہیں۔

جناب مولانا عمود اسماعیل قادری نقشبندی کا وفات پر آپ نے عربی زبان میں دس تاریخی مادے شریک رنگ میں نکلے اور دو تاریخی خطاات سپرد قلم کئے۔ پہلے قطعے میں "سیرۃ شہیدی

اور درستی میں اسی (۱۲۹) اور مصرعے سے موسون کی تاریخ وفات نکلتی ہے۔ والد گرامی کی زندگی کے حالات پر جو رسالہ جواہر البیان فی اسرار الابرار کا تصنیف فرمایا ہے۔ اس میں بھی کئی ایسے

تاریخی مادے شامل کئے ہیں جن سے تاریخ وفات یا تاریخ ولادت نکلتی ہے۔ آپ نے اکثر عمارات کے تاریخی مادے نکلے اکثر بزرگوں کی وفات کے تاریخی مادے استخراج کئے۔

ملک العلماء حضرت فاضل جہاد نے بذریعہ خط اپنے نومولو و بچے کے تاریخی نام تجویز فرمائے کہ درخواست کی تھی۔ فاضل بریلوی نے فی البدیہہ ارشاد فرمایا نام تو تیار الدین

ہونا چاہیے۔ دیکھئے تو سید صاحب (سید ابوب علی) شاید تاریخ گوئی ہو گئی بسید صاحب نے حساب لگایا تو پھر سے ہوئے اور کئی کن ولادت تھا۔

لطف بالا کے لطف یہ ہے کہ امام بریلوی نے اپنے مکتوبات شریف میں اپنا سن ولادت حسب ذیل آیت کریمہ سے استخراج فرمایا۔

أَوَّلِيكَ كَتَبْتُ فِي تَلَوْنِهِمَ الْإِيمَانَ، وَأَبْدَهُمْ بَرُوحٍ مِنْهُ،

اس آیت شریف کے عدد بھی ۱۲۵۲ ہوتے ہیں جو موصوف کا سال ولادت ہے۔ آیت کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ میرے لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کی نقش فرمایا ہے۔ اور ان کی طرف سے روح القدس کے ذریعے مدد فرمائی ہے۔

اس طرح آپ نے اپنی وفات کی تاریخ اس آیت کریمہ سے اخذ فرمائی۔

وَيُطَاغُ بِمِلْكٍ بَاقِيَةٍ مِنْ نَفْسٍ ذَاكُورٍ

ترجمہ:۔ خدام چاندی کے کٹورے اور گلاس لئے ان کو گھیرے ہیں۔

اس آیت شریف کا عدد بھی ۱۲۵۲ ہوتا ہے جو آپ کا سن وفات ہے۔

آپ نے اپنی تاریخ وفات سے چار ماہ قبل بھولائی میں خود ارشاد فرمائی تھی۔ اس

حقیقت سے جس طرح ایک طرف فن تاریخ گوئی میں آپ کی توت استخراج کا پتہ چلتا ہے تو دوسری طرف آپ کی باطنی نگاہ و کمال بصیرت کا سراغ بھی ملتا ہے۔

ایک طرح ریاضی دانی، علم ہیئت و توقیت، علم بحیر، علم جعفر وغیرہ بشیر علوم دنوں میں

بھی امام بریلوی کی قابلیت و ہمارے کا آفتاب پوری طرح چمکتا دکھاتا ہوا نظر آتا ہے۔

تمام منع انکسار، اطاعت والدین، بزرگوں کی تعظیم، چھوٹوں پر شفقت جذبات بخشش و سخاوت، احتیاط فی الدین، حق گوئی، حلم و عنود وغیرہ شہوں میں بھی آپ کی زندگی مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔

یہ قطعہ امام بریلوی کی کمال سوانح عمری ہے اور خود انہی کے قلم سے ہے

قطعہ

ذمراؤش ز تحسین ز مرانیش ز طعن

ذمراؤش بدی ز مراہوش ذی

منم و کج غولی کہ ز گنج دروے

جز من و چند کتابی و دوات و قلم

حضرت امام بریلوی کی بعض خصوصی عادتیں

۱۔ لفظ محمد "سکر صلی اللہ علیہ وسلم ضرور فرماتے تھے۔

۲۔ سوتے وقت جسم مبارک کو لفظ "محمد" کی شکل میں کر لیتے تھے۔

۳۔ قبل کلام رخ کر کے کبھی نہ تھوکتے اور قبل کلام پاؤں نہ کرتے تھے۔

۴۔ جاہی لیتے وقت دانتوں میں انگلی دبا کر آواز پیدا نہ ہونے دیتے۔

۵۔ کبھی تہققہ بلند نہ کرتے تھے۔

کہ رکھوں جانوں کی قیمت سے اعلیٰ ہے تو کیا مقتضائے عقل ہے کہ کھوئی چیز بے قیمت نہیں
اور ایسی عظیم نعمت ہوئی دولت خود ہاتھ سے کھوئی جائے۔ صابر دل کو اجر حساب سے نہ دیا
جائے گا۔ بلکہ بے حساب یہاں تک کہ جنھوں نے صبر کیا تھا روز قیامت تمنا کر لینگے۔ کاش
ان کے گوشت قنچوں سے کترے جاتے اور یہ ثواب پاتے۔ دوسرے کے جانے کی فکر اس
وقت چاہئے کہ خود جان نہ ہو اور جب اپنے سر پر جانار کھا ہے تو فکر اس کی چاہئے کہ
جانا اچھی طرح ہو کہ وہاں مسلمان عزیزوں سے نعمت کے گھر میں ایسا ملنا ہو کہ بھر بھی جدائی
نہیں۔ لاجل شریف کی کثرت کیجئے اور ساتھ بار پڑھ کر پانی پر دم کر کے پلایا کیجئے۔ آپ
بفضلہ تعالیٰ غافل ہیں۔ اور دل کو ہدایت صبر کیجئے سب کو دعا و سلام۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۸ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

”حیات العظمیٰ“ صفحہ ۲۱۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۲)

راحت جانم برادر دینی مولوی عرفان علی سلمہ

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ نفی الحار کی کاپیاں ہو رہی ہیں سلامت اللہ
لا اھل السنۃ غالباً آج چھپ گیا ہوگا۔ ماہ مبارک میں مطبعہ والے بھی بہت سست کام
کرتے ہیں۔ تادمی نطا علی صاحب کا مضمون اب شاید بعد رمضان دیکھا جائے۔ میرا ارادہ
ضرور ہے کہ

یہ سہ ہوا اور وہ سنگ در، وہ سنگ در ہوا اور یہ سہ

رضا وہ بھی اگر چاہیں، تو اب دل میں یہ ٹھانی ہے

وقت مرگ قریب ہے۔ اور میرا دل ہند تو ہند مکہ معظمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا
ہے۔ اپنی خواہش یہ ہے کہ نہ بنی طیب میں ایمان کے ساتھ موت اور بقیع مبارک میں خیر
کے ساتھ دفن ہو۔ اور وہ تادہ ہے۔ بہر حال اپنا خیال ہے۔ مگر جائداد کی جدائی،
یہ لوگ کسی طرح نہ کرنے دیں گے۔ خریدار کو مجھ تک پہنچنے ہی نہ دیں گے کوئی مقولہ نئی
نہیں کہ بازار بھی بیکر نیلام کر دی جائے۔ اور خالی ہاتھ بھیک پر گزیر کرنے کے لئے جانا نہ شرعا
جائز نہ دل کو گوارا۔ دعا کیجئے کہ ہر بات کا انجام بخیر ہو۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۰ ماہ رمضان ۱۳۳۳ھ

”حیات العظمیٰ“ صفحہ ۳۱۶

حضرت امام بریلوی رضی اللہ عنہ

اپنے کلام کے آیتے میں

اے خدا بہر جناب مصطفیٰ چار یار پاک دال باصفا

بہر جیب چاک عشق نامراد بہر خون پاک مردان جہاد

پر گن از مقصد ہی دامن ما از تو پذیرفتن زما کردن دعا
(حدائق بخشش)

ترجمہ:۔ اے ہر بان خدا جناب مصطفیٰ کے لئے، ان کے پاک صحابہ کے لئے آل باصفا
کے لئے! اس دامن کا قصد، جو عشق نامراد سے چاک چاک ہوا۔ اور اس پاک خون کا
واسطہ جو مردوں نے میدان جہاد میں بہایا۔

ہماری جھولیاں مقصد سے خالی نہ رکھ۔ ہمارا کام ہے دعا مانگنا تیرا کام ہے قبول کرنا۔

رنگ قمر ہوں، رنگ رخ آفتاب ہوں ذرہ ترا جوں شہ گروں جناب ہوں

بے اصل بی ثبات ہوں، بحر کرم مدد پروردہ کنار سراب و جناب ہوں

مگر آنکھ ہوں تو ابر کی چشم پر آب ہوں دل ہوں تو برق کادل پر اضطراب ہوں

حسرت میں خاک بوی طیب کی اے رضا چکا جو چشم ہر سے وہ خون تاب ہوں

نقصان نہ لگے گنجے نصیاں میرا غفران میں کچھ خرچ نہ ہو گا تیرا

جن سے تجھے نقصان نہیں کرنے عاف جس میں ترا کچھ خرچ نہیں دے سولی

دنیا میں ہر آفت سے۔ بچانا مولیٰ حقے میں نہ کچھ رنج دکھانا مولیٰ

بیشعور جو در پاک ہمیر کے حضور ایمان پر اس وقت اٹھانا مولیٰ

کس درجہ بے روشن تن محبوب الہ جام سے عیاں رنگ بدن ہے واللہ

کچھ نہیں سیکھیں اس گل کے رضا فریاد کو آئی ہے سیاہی گناہ

تیرے قدموں میں جو میں غیر کا رکھیں کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوار تیرا

دل عبت خون سے پتا سا اڑا جاتا ہے پلہ لہکا ہی بھاری ہے بھروسہ تیرا

ایک میں کیا مرے نصیاں کی حقیقت کتنی مجھ سے سولا کہ کو کا ہے اشار تیرا

تجھے سے دور سے گناہ گناہ سے ملو کنت میری گردن میں بھیجے دور کا ڈورا تیرا

اس نالائکے جو گناہ میں نہیں لگے جاتے حشر تک میرے گئے ہیں پتا تیرا

میرے، چورسی، لجرم ناکارہ سہی لے وہ کیا ہی سہی ہے تو کر یا تیرا

واسطہ پاک کا ایسا ہو کہ جو سخی مرے یوں نہ فراموش ترے شاہد کہ وہ ناجر گیا

عرش پر دعویٰ نہیں وہ مومن صالح ملا فرش سے اتم تھے وہ طیب و طاهر گیا

ٹھوکر کی کھاتے پھر گئے ان کے در پر پڑو قائل تو اسے رضا ادا کیا آخر گیا

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کس خدا جس کو سو درد کا مزہ ناز دوا اٹھنے کیوں

راہ نبی میں کیا کی فرشتہ باطن دیدہ کی چادر ظلال ہے لگتی زیر قدم بھلے کیوں

سنگ در حضور سے ہو خدا نہ صبر سے جانا ہے سر کو جھکے دل کو قرار کیوں

آنے دیا ڈوبو داب تو تھاری جانب کتنی تھیں چھوڑی لنگر اٹھا لے ہیں

میرے کریمے گر نظر کسی نے مانگا دیا یہاں سے ہی دہب ہا سئے ہیں

ملک سخن کی شاہی تم کو دنا مسلم جس سمت آئے ہو سکے شہادے ہیں

ہاں ہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد ہیں سے چار تھے ہر نوا داد

ایں در پر شتران اشاد گوارے و عشا کرتے ہیں

لب آجاتا ہے جب نام جناب میں گھلنا ہے شہد نایاب

دج جس کے ہم اسے جان بے تاب اپنے لب چوم لیا کرتے ہیں

- ۸۔ اناج قبر پر نہ لے جائیں۔ قبر تیار ہونے تک یہ دعا پڑھیں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ اللھم ثبت عبدک هذا بالقول الثابت بجلا نبیک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
- ۹۔ بعد تیار کی قبر سر پہنے کھڑت الم تا مفلون پڑھی جائے۔ پانچ کی کھڑت آمن الرسول تا اخیر پڑھی جائے۔

حامد رضا خان سات مرتبہ اذان دیں بتلیق کرنے والے قبر کے مواجہ میں تین بار بتلیق کریں۔ پھر اگھنہ تک قبر پر مواجہ میں درود شریف با آواز بلند پڑھا جائے اور مکن ہو سکے تین شہادہ دہ تک با آواز بلند قرآن پاک اور درود شریف پڑھوائے جہاں تک اس نے مکان میں دل لگ جائے۔

- ۱۰۔ کفن خلافت سنت نہ ہو۔
- ۱۱۔ میری ماتم کا کھانا صرف غربا کو کھلایا جائے۔
- ۱۲۔ تاحمیں طویل وقفہ نہ کیا جائے۔ غذا مرغین ہو تو کوئی حرج نہیں۔
- ۱۳۔ حامد رضا خان نفعی میاں سے صاف دہی در نہ میری روح ناراض ہوگی۔
- ۱۴۔ سب بھائی اتفاق سے رہیں۔ اتباع شریعت نہ چھوڑیں اور جس دن پر بی جلاسل اس پر طبعی ان مذکورہ قیمتی دھابا میں ہمارے لیے کافی سبق موجود ہیں۔ یہ ہمارے لیے نیک راہ آخرت ہیں

مکتوبات شریف

امام بریلوی کے مکتوبات شریف بھی بے شمار حقائق و معارف اور مسائل دینیہ سے بھرپور ہیں۔ آپ کی ظاہری و منوی خوبیوں کا رنگ بھی ان کے سطر سطر پر چڑھا ہوا ہے۔ شان تجلی کا جو ہر بھی ان مکتوبات میں چمکتا ہے۔ افراد اہلسنت کے لئے ان میں بھی کافی ہدایات اور سبق موجود ہیں۔ آپ کی تعلیمی سرگرمیوں کی جھلک اور دینی دینی خدمات کی کرن بھی ہر ہر عبارت پر دکھائی دیتی نظر آتی ہے۔ کلام الامام امام الکلام کا حکیمانہ انداز بھی ہر مکتوب میں پایا جاتا ہے۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چاشنی بھی بعض بعض مکتوب میں پائی جاتی ہے۔ یہاں صرف ہم آپ کے دو ایمان افروز مکتوب گزراں حیات اعظم حضرت جلالہ مولف ملک العلماء مولانا فخر الدین صاحب رضوی سے نقل کرتے ہیں جو بیش قیمت نصاب دینی رسول کے حالی ہیں۔

(۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادر دینی و یقینی مولوی عرفان علی سلمہ

بعد ہدیہ سنت مولیٰ عزوجل مرحوم کو جو ارادت میں جگہ دے اور مدارج عالیہ بخشے اور آپ سب صاحبان کو ہمدردا جرم طاعت کرے اور مدارج عالیہ بخشے..... اگلا کہ ہے جو اس نے لیا اور اسی کہ ہے جو اس نے دیا اور ہر چیز کی اس کے یہاں ایک غم سقر ہے جس میں کمی بیشی نامتصور ہے۔ اور محروم تو رہے جو..... قرب سے محروم رہا۔ بے صبری سے جانے والی چیز دہی ہے مگر نہیں مگر مولیٰ تبارک و تعالیٰ کا ثواب جائے گا۔ وہ ثواب

- ۶۔ نماز عام باندھ کر پڑھتے۔
- ۷۔ اپنا کنگھا اور شیشہ الگ رکھتے۔
- ۸۔ مسواک ضرور کرتے۔
- ۹۔ سر مبارک میں پھیل ڈلواتے
- ۱۰۔ تعویذ خدمت خلق کے طور پر مفت دیتے تھے۔
- ۱۱۔ دو کا نذر آپ کو مفت سودا دینے کی خواہش کرتے یا کم لینا چاہتے مگر آپ ہمیشہ بازار کی قیمت ادا کرتے تھے۔
- ۱۲۔ لوگوں کا دل رکھنا بہت ضرور سمجھتے تھے۔
- ۱۳۔ مسجد سے گھر جاتے ہوئے عام بٹل میں دبا لیتے تھے۔
- ۱۴۔ چلتے وقت بہت آہستہ قدم اٹھاتے اور لگا ہی عام طور پر نیچے رکھتے۔
- ۱۵۔ زیادہ وقت تالیف و تصنیف یا فتادی نویسی میں گزارتے۔
- ۱۶۔ ہمانوں اور عام لوگوں سے بیک وقت عصر کے بعد مستقل ملاقات فرمایا کرتے تھے۔
- ۱۷۔ نماز بہت آہستہ اور سکون سے پڑھتے۔
- ۱۸۔ ہر شخص کے ساتھ اخلاقیات سے پیش آتے۔
- ۱۹۔ حیثیت کے مطابق ہر شخص کی تعلیم بھی کرتے۔
- ۲۰۔ سادات کرام کی بڑی عزت اور خاطر و مدارات کرتے۔
- ۲۱۔ کسی کو فلاح شرع کام یا باتیں کہتے ہوئے دیکھتے تو فوراً اس پر تنبیہ فرماتے۔

امام بریلوی کی سبق آموز وصیتیں

- ۱۔ نزع کے عالم میں کارڈ، لفافے، رد پیر، پیر، تصویر، جنب، حائضہ اور کتابان میں خدائے پائی
- ۲۔ سورہ یسین اور سورہ رعد سینہ پر دم آنے تک پڑھی جائیں درود شریف بھی متواتر پڑھی جائے۔ رونے والے بچوں کو درود رکھا جائے۔
- ۳۔ قبض روح کے فوراً بعد آنکھیں بند کر دی جائیں۔ اور ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیے جائیں بسم اللہ علی ملہ رسول اللہ مگر نزع میں تھنڈا پانی پلایا جائے۔ رونا بھی ممنوع قرار دیا۔
- ۴۔ غسل مطابق سنت ہو۔ مولانا حامد رضا خان فتادی میں تحریر کی ہوئی دعائی یاد رکھیں تو مولانا الحد علی نماز جنازہ پڑھائیں۔
- ۵۔ جنازے میں بے وجہ تاخیر نہ کریں۔ جنازے کے آگے آگے ذریعہ قادر یہ اور انہی کی نیت تم پکڑو درود پڑھی جائے۔
- ۶۔ کوئی مدحیہ شمسہ ہرگز نہ پڑھایا جائے۔
- ۷۔ قبر میں آہستہ آہستہ بیچھے نرم نمی کا پستار لگائیں۔ داہنی کمر پر ذریعہ قادر یہ پڑھ کر لائیں۔

دین کا امام

مولانا ابوالاثر محمد مود احمد صاحب رضوی

ذہنیت عنوان دین کا وہ امام ہے جس کے کمالات علم و عمل عریا و عجم میں دیندار دنیا کے قلوب پر اپنا سکہ جاچکے ہیں۔ اور قریب و بعید ممالک و بلدان میں ان کو شہرت تمام حاصل ہے ان کے فیض علم کی برکت نے بریلی کو تمام جہاں کا دارالافتاء بنا دیا۔ عرب و عجم ایشیا۔ افریقہ و غیرہ براعظموں کے معاملات نصف صدی سے زائد عرصہ تک آستانہ عالیہ رضویہ سے فیصلہ ہوتے رہے۔ آپ کا فتاویٰ حجم و تحقیق میں علماء ماسبق کے مجموعات فتاویٰ سے کہیں بڑھ گیا۔ آپ کی تصانیف صد ہا کے اعداد سے شمار کی جائیں گی۔

انداز بحث و قوت کلام آپ کا انداز بحث محققانہ اور منطقی مقالات و مضامین سے بالکل پاک

ہے مدقّق اس قدر کہ علماء کو مطالب تک پہنچنے کے لئے بسا اوقات مطالعہ میں عرق ریزی اور جانفشانی کی ضرورت ہوتی ہے احتمالات مخالف کی تمام راہیں زیر دست و لاٹک سے اول بند کر دی جاتی ہیں جس بحث میں قلم اٹھایا ہے لیکن نہیں ہو اگر مخالف کو جائے دم زدن باقی رہی ہو۔ معاندانہ مکارے اور سفیانہ سبب شتم تو کسی علمی تحقیق کا جواب نہیں ہو سکتے اور اس کام کا انجام دنیا ہر زبان دراز عظیم المروت والحمیاد کو آسان بھج ہے۔ مگر علمی معارک میں ہرزہ مار کر کیا بار پائے کے قابل ہے مگر نہ دیکھا گیا کہ محققانہ طور پر کبھی کسی شخص کو اس امام المتکلمین کے سامنے لب کشائی کی جرأت ہوئی ہو۔ فتاد پر نظر ڈالنے والا اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے بہت سے علوم عنایت فرمائے تھے جن سے آج دنیا کے ہاتھ خالی ہیں۔ مجھے

اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ میں ان کے وسعت معلومات و قوت نظر۔ علوم و مذاہن بند کی تحقیق و وجود کلام کی تعریف کرنے سے قاصر ہوں۔ باد صغف اپنی بے بضاعتی کے ان کے کمالات تک میرے ناقص فہم کی جتنی رسالت ہے اور ان کو جیسے الفاظ سے میں تعبیر کر سکتا ہوں وہ حاضر ہے۔ لیکن یہ اس امام جلیل کا رفعت منزلت کی پوری تصویر نہیں ہو سکتی۔ ایک خدا داد نعمت

تھی ایک وہی فیض تھا جس کو سمجھنے سے عقل حیراں ہے۔

علم فقہیت علم فقہ میں جو تجرّد و کمال حضرت ممدوح کو حاصل تھا اس کو عرب و عجم مشارق و مغارب کے علماء نے

گردنیں جھکا کر تسلیم کیا ہے۔ تفصیل تو اس کی فتاویٰ دیکھنے پر موقوف ہے مگر اجمال کے ساتھ دو لفظوں میں یوں سمجھئے کہ موجودہ صدی میں دنیا بھر کا ایک مفتی تھے جس کی طرف تمام عالم کے حوادث و وقائع استفسار کے لئے رجوع کئے جاتے تھے۔ ایک قلم تھا جو دنیا بھر کو فقہ کے فیصلے دے رہا تھا۔ وہی تمام مذہبوں کے جواب بھی لکھتا تھا۔ اہل باطل کی تصانیف کے باطل رد بھی کرتا تھا۔ اور زمانہ بھر کے سوالوں کے جواب بھی دیتا تھا۔ امام احمد رضا کے مخالفین کو بھی تسلیم ہے کہ فقہ میں ان کا نظیر آنکھوں نے نہیں دیکھا۔ فتاویٰ رضویہ میرے اس دعوے کا ثبوت ہے۔

علم حدیث علم حدیث میں مجاہدہ فرد تھے اپنا ہمتانہ رکھتے تھے علم رجال میں ان کو وہ دستگاہ حاصل تھی کہ ایک ایک

راوی کے حالات نوک زبان پر تھے اور معنی میں بحث۔ ناسخ و منسوخ کی تیز۔ متعارفین کی توفیق یہ تو ان کا خاص حصہ تھا۔ جمع بین الصلاہین کی بحث میں آپ کی ایک نفیس و جلیل تصنیف "حاجز البحرین عن جمع بین الصلاہین" قابل دید ہے جس میں مولوی نذیر حسین دہلوی پیشوائے غیر مقلدین کا رد فرمایا ہے اگرچہ شان و کھنہ ہو تو اس کتاب کا مطالعہ کیجئے۔ علم تفسیر و اصول فقہ و اصول حدیث و عقائد کلام ادب و عروض میں آپ اپنا جواب نہیں رکھتے تھے اور اگر آپ کی نظیر تلاش کی جائے تو آج سے دو صدی قبل کے علماء کی جستجو کرنا پڑے گی۔ بہت سے علوم وہ ہیں جو آپ کے ساتھ دفن ہو گئے۔ اور آپ کے زمانہ میں کوئی ان علوم میں کامل تو کیا ناقص بھی نہ پایا گیا۔

جودت ذہن اور خوبی ذکاوت و فہم کرامت کی شان رکھتے ہیں ایک ماہ میں اس طرح قرآن پاک کا حفظ کر لیا کہ تمام

مشاغل بدستور جاری رہیں اور کسی میں فرق نہ آئے۔ اور دیکھنے والوں کو قیصر نہ ہو کر کوئی خاص کام کیا جا رہا ہے کس قدر حیرت انگیز ہے اور اس کو کراست نہ کہا جا تو اور کیا کہا جائے۔

صدر الافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین صاحب قدس سرہ العزیز نے بیان کیا کہ مجھ سے امام احمد رضا نے فائدہ صلاۃ مسعودی طلب فرمایا مگر پاس تھی نسخہ تھا۔ وہ میں نے پیش کیا امام احمد رضا نے تمام کتاب پر سرسری نظر ڈال اور صرف یاد سے اس تمام کتاب کی مکمل فہرست اس کے اڈل میں تحریر فرمادی۔ یہ بات سنی بھی نہیں گئی کہ کوئی شخص کتاب پر ایک نظر ڈال کر اس کا حافظ ہو جاتا ہے کہ اس کی صفحہ دار فہرست بنا سکے۔ حضرت مولانا مرحوم سے مسئلہ اذان میں تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس تمام کتاب میں اذان کا ذکر اتنی جگہ ہے اور ہر جگہ بانگ نماز ہی کے تلفظ سے اس کو یاد کیا ہے مجھے وہ عدد محفوظ نہیں رہا اتنا یاد ہے۔ کوئی بڑا عدد تھا۔ تعجب تو یہ ہے کہ کسی کتاب میں ہے کہ جس سے یہ بتایا جاسکے کہ اس کتاب میں فلاں بحث میں اس قدر الفاظ ہیں اسی طرح حضرت علامہ مولانا طفر الدین صاحب فرماتے ہیں کہ امام احمد رضا ایک مرتبہ پہلی بحیث تشریف لے گئے اور حضرت مولانا دعی احمد صاحب محدث سورتی قدس سرہ کے ہمارے اثنائے گفتگو میں عقود الدریہ فی تنقیح الفوائد الحامدیہ کا ذکر نکلا حضرت محدث سورتی صاحب نے فرمایا کہ میرے کتب خانہ میں ہے۔ اتفاق وقت باوجودیکہ امام احمد رضا کے کتب خانہ میں بکلا برکات کا ذخیرہ تھا اور ہر سال معقول رقم کی نئی کتابیں آیا کرتی تھیں۔ مگر اس وقت تک عقود الدریہ منجھوانے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ امام احمد رضا نے فرمایا میں نے نہیں دیکھی ہے۔ جاتے وقت میرے ساتھ کر دیجئے گا۔ حضرت محدث سورتی نے بخوشی قبول کیا اور کتاب لا کر حاضر کر دی۔ مگر ساتھ ساتھ فرمایا کہ جب ملاحظہ فرمائیں تو بیچ دیجئے گا۔ امام احمد رضا کا قصد اس دن دسویں کا تھا۔ مگر آپ کے ایک جان نثار مرید نے حضرت کی دعوت کی اس وجہ سے رک جانا پڑا۔ شب کو امام احمد رضا نے عقود الدریہ کو (جو ایک ضخیم کتاب دو جلدوں میں تھی) ملاحظہ فرمایا دوسرے دن دوپہر کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر گاڑی کا وقت تھا۔ بریلی شریف روانگی کا قصد فرمایا۔ جب اسباب درست کیا جانے لگا۔ تو عقود الدریہ کو بجائے سامان میں رکھنے کے فرمایا کہ محدث صاحب کو دے آؤ مجھے تعجب ہوا کہ قصد لے جانے کا تھا، واپس کیوں فرما رہے ہیں۔ لیکن کچھ بولنے کا بہت نہ ہوا اور حضرت محدث صاحب کی خدمت میں میں نے امام احمد رضا سے ملنے اور اسٹیشن تک ساتھ جانے کیلئے تشریف لا ہی رہے تھے کہ میں نے امام احمد رضا کا ارشاد فرمایا ہوا جملہ عرض کیا۔ اور پھر کتاب کو لئے ہوئے حضرت محدث صاحب کیساتھ واپس ہوا، حضرت محدث صاحب نے فرمایا کہ میرے اس کہنے کا جب ملاحظہ فرمائیں تو بھیج دیجئے گا مگر اس کو کہ اس کتاب کو

واپس کیا۔ فرمایا قصد بریلی ساتھ لیجانے کا تھا اور اگر کل ہی جاتا تو اس کتاب کو ساتھ لیا جاتا۔ لیکن کل جانا نہ ہوا تو شب میں اور صبح کی وقت پوری کتاب دیکھ لی اب بجائے کی ضرورت نہ رہی۔ حضرت محدث سورتی صاحب نے فرمایا بس ایک مرتبہ دیکھ لینا کافی ہوگا۔ امام احمد رضا نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ دو تین مہینہ تک توجہاں کی عبارت کی ضرورت ہوگی۔ فائدے میں کچھ دنوں کا اور مضمون تو انشاء اللہ عمر بھر کے لئے محفوظ ہو گیا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت نحیف و لاغر تھے۔ بدن مبارک کے استخوان ہائے لطیف نمایاں معلوم ہوا کرتے تھے۔ اس کا باعث آپ کے ریاضت و مجاہدات تھے۔ قلم کو آپ کی مدت حیات میں استراحت نہ ملی۔ شب و روز کے تمام اوقات خدمت دین و ملت ہی میں صرف ہوئے۔ بہت کم وہ دن ہولنگے جن میں کچھ گھنٹے استراحت فرمائی ہو در نہ چار پانچ گھنٹے خواب کے لئے معمول تھا۔ اور کبھی کبھی یہ بھی حذف ہو جایا کرتی تھی۔ اسی کا اثر تھا کہ جسم لاغر و ناتواں اور کمزور و ضعیف ہوتا گیا۔ مگر یہ حیرت ہے کہ قوائے عقلیہ و دماغیہ اسی نسبت سے ترقی کرتے رہے۔ اکثر بدن میں درد ہو جاتے تھے۔ کبھی سر میں۔ کبھی شاذوں میں کبھی گردن میں کبھی معدے اور اسکے حوالی میں۔ مگر ان میں سے کوئی چیز کام کرنے والے ہاتھ اور زبان کو نہیں رک سکتی تھی۔ باوجود جو ناگوں ملائوں کے تکلف کے ساتھ اپنے دقتوں پر سجد میں حاضر ہونا اور اپنی تمام کلفتوں کو فراموش کر کے قیام کے ساتھ سنن و آداب کی رعایت سے نہایت خشوع و خضوع کیساتھ نماز ادا کرنا غلبہ روحانیت پر دلالت کرتا ہے۔ ایک سال سے یہ عوارض اور امراض بہت ترن کر گئے تھے اور مزاج میں پوست اور حرارت نے غلبہ پالیا تھا۔ جو کثرت ریاضت کا نتیجہ لازم ہے۔ تھوڑے تھوڑے زمانہ میں درووں کے شدید دورے پڑنے لگے۔ مگر الحمد للہ کہ مرض کی ان تمام شدتوں نے کسی درد اور معمول کو بھی تو اس کی جگہ سے نہ ہٹایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اسلامی لٹریچر کا عظیم اشاعتی ادارہ

حق اکیڈمی

ہر قسم کی مذہبی، اصلاحی اور دینی کتابوں کا عظیم مرکز
تاجربین کتبے کو خصوصاً رعایت دی جاتی ہے
فیجر: حق اکیڈمی۔ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی

سوانحی خاکہ

ان :- حافظہ موسیٰ اسماعیل لنکا سٹریو کے

ولادت باسعادت آپ کی ولادت شہر بریلی شریف کے محلہ حبولی میں آپ کے آبائی مکان میں ہوئی۔ ارشوال المکرم

روز شنبہ وقت ظہر مطابق ۴ جون ۱۸۵۵ء میں آپ نے اس دار فانی میں جلوہ فرمایا۔ تارنخی نام المختار ہے آپ کے والد بزرگوار کا نام حضرت مولانا مفتی علی خان تھا حضور کے آبا و اجداد قندھار کے مقرر قبیلہ بڑھچ کے پٹھان تھے شاہان مغلیہ کے دور میں وہ لاہور آئے اور معزز خاندان پر فائز رہے لاہور کا شیش محل انہیں کی جاگیر تھا پھر وہاں سے دہلی ہوتے ہوئے بریلی تشریف لائے اور یہ معزز خاندان وہیں مستقل طور پر مقیم ہو گیا۔

آپ کے جد امجد نے آپ کے عقیدے کے دن ایک خوشگوار خواب دیکھا جس کی تعبیر یہ تھی کہ یہ فرزند فاضل و عارف ہوگا چار سال کی عمر میں قرآن ناظرہ ختم کیا اور چھ سال کی عمر میں ماہ مبارک ربیع الاول شریف میں منبر پر بہت بڑے مجمع میں میلاد شریف پڑھا تمام علوم دینیہ معقول و منقول سب اپنے والد ماجد سے حاصل کر کے تاریخ ۱۲ ماہ شعبان ۱۲۸۵ھ میں فاضل فرما کر کیا اور اسی دن ایک رضاء کا مسئلہ لکھ کر والد ماجد صاحب کی خدمت میں پیش کیا جواب بالکل صحیح تھا والد ماجد صاحب نے ذہن نقاد و طبع قاری دیکھ کر اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد فرمایا ۱۲۹۲ھ میں عالیجناب حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور خلافت بھی پائی۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن نوری نے حضرت سید آل رسول سے عرض کی کہ حضور آپ بے شقت و مجاہدہ کے کیسے امام احمد رضا کو خلافت دے دی۔ مرشد برحق نے فرمایا کہ اور لوگ رنگ آلود سیلا کھیلانے لگے ہیں اس کی صفائی اور پاکیزگی کے لئے مجاہدات طویل و ریاضات شاقہ کی ضرورت پڑتی ہے اور احمد رضا صاف ستھرا پاکیزہ دل لیکر ہمارے پاس آئے ان کو صرف اتنا نصیب کی ضرورت تھی اور مرید ہوتے ہی حاصل ہو گئی پھر مزید آپ نے فرمایا کہ مجھے اس بات کی بہت بڑی تکلیف رہتی تھی کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ لے آل رسول! تو میرے

انسانوں میں تین قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو جانوروں کی طرح پیٹ بھر لینا اپنے ہی مفاد کی خاطر دنیا کا ہر کام انجام دینا ایک چمکا دڑ کی طرح دنیا کی نگاہوں سے اپنے آپ کو چھپا کر زندگی گزارنا اور ایک روز بڑی ہی خاموشی کیساتھ اس دنیا سے چلا جانا اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کی دنیا میں اکثریت ضرور ہے مگر دنیا کو نہ ایسے لوگوں کے آنے کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ جانے کی کیونکہ ایسے لوگوں کی زندگی پہاڑوں اور جنگلوں کے خورد و درختوں کی طرح ہوتی ہے جو اپنے آپ اگتے ہیں پر دان چڑھتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں ان سے کوئی خاص فائدہ کسی کو نہیں ہوتا۔

دوسری قسم کے لوگوں کی زندگی کا معیار کچھ بلند ہوتا ہے اور ان کی عملی زندگی ایک مخصوص حد میں ہوتی ہے ان کی زندگی ایک ایسے چراغ کی طرح روشن ہوتی ہے جس سے آس پاس کے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور جب ایسے لوگوں کی اس دنیا سے خفگی ہو تو ان کی ذات سے مستفید ہونے والے جی بھر کر آنسو بہاتے ہیں اور کچھ وقت تک ان کی یاد اپنے دلوں میں قائم رکھتے ہیں ایسے لوگوں کی موت سے دنیا کے کسی گوشہ میں کچھ اداسی ضرور پیدا ہو جاتی ہے مگر دنیا پر اس اداسی کا کوئی خاص اثر نہیں ہوتا۔

اب رہ گئے تیسری قسم کے لوگ تو ایسے لوگ بہت کیاب ہوتے ہیں اور ان کی اس کیابی سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کی زندگی بڑی نایاب اور نہایت ہی کارآمد ہوتی ہے ایسے لوگ دنیا میں چاند اور سورج کی طرح نمایاں ہوتے ہیں اور اپنی مبارک شعاعوں اور کرنوں کو ہر خاص و عام پر پھیلا دیتے رہتے ہیں ان کی زندگی کا ہر کارنامہ لامحدود ہوتا ہے ایسے ہی لوگ جب دنیا سے کوچ کرتے ہیں تو دنیا کے ذرہ ذرہ پر غناک اور اسی چھا جاتا ہے اور زمانہ کبھی نہیں جھوٹا بس ایسے لوگ یادگار زمانہ بن جاتے ہیں انہیں یادگار زمانہ انسانوں میں چودھویں صدی ہجری کا عظیم مجدد حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں جنہوں نے اپنی بے مثال تجدیدی صلاحیتوں سے شجر اسلام کو ایک عجیب لکھار بخشا۔

لے کیا لایا ہے تو میں بارگاہ الہی میں کون سی چیز پیش کروں گا لیکن آج وہ فخر میرے دل سے دور ہو گئے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ پوچھیں گے تو میں عرض کروں گا الہی تیرے لئے احمد رضا لایا ہوں۔

منظر غوث اعظم

اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندہ امام احمد رضا خان کو مقدس دین اسلام کی خدمات جلیلہ کے صلہ میں ولایت کاملہ کا منصب عظیم عطا فرمایا تھا اور سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی غلامی نے امام احمد رضا خان کو قطبیت کا تاج کرامت بخشا تھا چنانچہ ایک طرف سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نائب ہیں تو دوسری طرف حضور سیدنا غوث اعظم محی الدین عبد القادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منظر بھی ہیں، آپ نے جس شان سے احیاء دین و تجدید ملت کے فرض منصبی کو انجام دیا وہ شاید عدل ہے خود آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ ایک بار میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت والد ماجد کے ساتھ ایک بہت نفیس اور اونچی سواری ہے حضرت والد ماجد نے کمر بکپڑ کر مجھے سوار کیا اور فرمایا گیارہ درجے تک تو ہم نے پہنچا دیا آگے اللہ مالک ہے، میرے خیال میں اس سے سرکار غوثیت کی غلامی مراد ہے۔

تصانیف

اجلہ علماء کا بیان ہے کہ گزشتہ دو صدی کے اندر امام احمد رضا خان جیسا کوئی متبحر جامع عالم نظر نہیں آیا چنانچہ تفسیر حدیث، عقائد، کلام، فقہ، سلوک، تصوف، اذکار، اوقاف، تاریخ، سیر، نبات، جغرافیہ، کیمیا، ادب، نحو، لغت، عروض، زیچات، علم ثلث، جبر و مقابلہ، لوگاریتم، ارتقا، طبقات، ہدیت، ہندسہ، ریاضات، ترقیت، نجوم، منطق، فلسفہ، حساب و غیرہ علوم و فنون میں آپ کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ بے مثل تصانیف کی تعداد ایک ہزار سے بھی زیادہ ہے۔

اخلاق کریمہ

آپ کا ظاہر و باطن ایک تھا جو کچھ آپ کے دل میں ہوتا وہی زبان مبارک سے ادا فرماتے اور جو کچھ زبان سے فرماتے اسی پر آپ کا عمل ہوتا کوئی شخص کتنا ہی پیارا ہو کتنا ہی معزز ہو کبھی اس کی رعایت سے کوئی بات شرع کے خلاف نہ زبان سے نکالتے نہ تحریر کرتے رعایت مصلحت کا وہاں گزر ہی نہ تھا، جب کسی عالم سے ملاقات ہو جاتی دیکھ کر باغ باغ ہر جاتے اور اس کی ایسی عزت و قدر کرتے جس کے لائق وہ اپنے کو نہ سمجھتا، جب کوئی صاحبِ بیت اللہ کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ان سے پہلے ہی پوچھتے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بلیکس پناہ میں بھی حاضری دی؟ اگر وہ ہاں کہتا تو فوراً اس کے قدم چوم لیتے اور اگر کہتا کہ نہیں تو پھر اس کی جانب بالکل توجہ نہ فرماتے بسا اوقات اقدس سے کوئی سائل خالی واپس نہ ہوتا بیوقوفان کی امداد و ضرورت مندوں کی حاجت روائی کے لئے آپ کی جانب سے اہوار زمیں مقرر تھیں اور یہ امداد صرف مقامی لوگوں کے لئے نہ تھی بلکہ بیرون

میں ذریعہ منی آمد و آمدی رقم روانہ فرمایا کرتے۔

سیاسی رہبری

آپ نے عملی طور پر تو کبھی سیاست میں حصہ نہیں لیا کیونکہ آپ کے شب و روز کے عمل اور مذہبی تبلیغی مشاغل ہی اس قدر تھے کہ کسی اور شغل کی اس میں گنجائش ہی نہ تھی، امام اسناد در میں حبیب بھی کبھی مسلمانوں کو سیاسی طور پر گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی تو آپ نے اپنے مخصوص انداز میں تحریریں طور پر مسلمانوں کو خبردار کیا، تحریک خلافت کے خلاف آپ نے قلمی جہاد کیا اور اسکے مضمرات سے مسلمانوں کو آگاہ کیا، اسی طرح انگریزی حکومت کا پروردہ جماعتوں اور ملاؤں کا پردہ آپ نے اچھی طرح فاش کیا، جب انگریزوں کے خیر خواہ ملاؤں نے شش مثل کا فتنہ برپا کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم حضرت ابراہیم حضرت نوح وغیرہ انبیاء کرام کے مثل زمین کے باقی طبقوں میں اور بھی محمد، آدم، ابراہیم وغیرہ نبی ہیں تو آپ نے ان کے رد میں تفسیر الجہال اور جوابائے ترکہ برترکی ۱۲۹۲ھ میں تصنیف فرما کر شائع کیا جس سے یہ فتنہ ہمیشہ کے لئے راہی ملک عدم ہو گیا۔

جب انگریزوں کی شہ پاک مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے اپنے امام مہدی اور مسیح ہونے کا پھر نبی اور رسول ہونے کا اعلان کیا اور حضرات انبیاء کی مقدس شانوں میں گالیاں دینی شروع کیں تو امام احمد رضا خان نے قہر الدیانت علی المرتضیٰ بقادیان نامی ایک اہتمام اس کے رد میں شائع کیا اور چھ کتابیں اس کے جھوٹے دعویٰ کے رد میں تصنیف کیں۔

وصال شریف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے ۲۵ صفر ۱۳۱۱ھ کو جمعہ مبارک کے دن عین اذان جمعہ میں ادھر جی علی الفلاح کی پکار سنی ادھر روح پر فتوح نے داعی الی اللہ کو لبیک کہا، ٹھیک اسی دن بیت المقدس میں ایک شامی بزرگ نے خواب دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم حاضر دربار ہیں لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے، ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ کسی آنے والے کا انتظار ہے وہ شامی بزرگ بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں حضور! کس کا انتظار ہے؟ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا احمد رضا خان کا، انہوں نے عرض کی احمد رضا خان کون ہے؟ حضور نے فرمایا ہندوستان میں بریل کے باشندے ہیں، جب شوق دیدار میں وہ بزرگ بریلی تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ عین اسی دن ان کا انتقال ہو چکا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

محبت سادات

از: مولانا عبید اللہ خاں صاحب اعظمی سکریٹری آل انڈیا سنی لیگ

میں نے عرض کی حضرت سید تو آپ ہیں۔ فرمایا واللہ سید تم ہو میں نے عرض کی میں سید کا غلام ہوں۔ فرمایا تو یوں بھی سید ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مولیٰ القوم منہم، کا آزاد شدہ غلام انہیں میں سے ہر اللہ تعالیٰ سادات کرام کی سچی غلامی اور ان کے صدے میں آفتاب دنیا و عذاب قبر و عذاب حشر میں کامل آزادی عطا فرمائے آمین (الملفوظ مکمل ۱۲) ایک شاگرد کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک استاد مناسب تادیبی کارروائی کے لئے ہاتھ اور زبان دونوں استعمال کرنے کا پورا پورا حق رکھتا ہے بشرط اس پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا بلکہ خداوند کریم اپنے رحم و کرم سے اسے نوازے گا۔ مخدوم الملہ حضرت سید محمد کچھو چھو معترف بہ محدث اعظم ہند حصول تعلیم کے لئے بارگاہ رضویہ میں تشریف لے گئے ہیں ایک موقع پر برائے تربیت امام موصوف نے جو طریقہ اختیار فرمایا ہے۔ انتہائی دلچسپ اور ناموس عشق کی حرمت سے مملو ہے محدث اعظم ہند کی زبان میں ملاحظہ ہو۔

کار افتاد کے لئے جب میں بریلی حاضر ہوا۔ تو میرے اندر لکھنؤ میں آٹھ سال رہنے کی خوب کانی موجود تھی۔ شہر کے جعفرانیہ میں بازار اور تفریح گاہوں کو وہاں کے لوگوں سے پوچھتا رہا کہ جمعہ کے دن کی فرصت میں کچھ سیر سپاٹا کر دوں۔ جمعہ کا دن آیا تو مسجد میں سب سے آخری صف میں تھا نماز ہو گئی تو مجھے دریافت فرمایا کہ کہاں ہیں بریل کے لئے بالکل نیا شخص تھا لوگ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے یہاں تک کہ اہل حضرت خود کھڑے ہو گئے اور باب مسجد پر جھک کر دیکھ لیا تو مصلے سے اٹھ کر صف آخر میں آکر مجھ کو مصافحہ سے نوازا۔ اس سے زیادہ کا ارادہ کیا تو میں تھرا کر گر پڑا۔ اہل حضرت پھر مصلے پر تشریف لے گئے اور سنسنی و لڑائی ادا فرماتے گئے۔

(مجلد اسلام ص ۱۶)

چنانچہ آپ نے بعد نماز جمعہ تفریح کا قصد فرمایا اور ایک پان کی دوکان پر پان لینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ امام احمد رضا کا انہاز آپ کے ساتھ لوگ دیکھ چکے تھے اس لئے مصافحہ و دست بوسی کا سلسلہ جو شروع ہوا تو آپ کو واپس ہوتے ہی بنا۔

ارباب فکر و نظر کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی ثانی الرسول اور عشق بن کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس سرحد کو عبور فرما چکے تھے جہاں محبت کے احساسات و تصورات کا الفاظ کے پیکر میں ڈھالنا ممکن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے ہوں یا بیگانے امام موصوف کے متعلق کوئی لکھتا ہے کہ احمد رضا کی سطر سطر سے عشق رسول پھوٹا پڑتا ہے اور کسی نے لکھا کہ محبت رسول ان کا قیمتی اور قابل قدر سرمایہ ہے اور کوئی کہتا ہے کہ رسول کریم سے اتنی دالہا ز محبت رکھتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسے الفاظ بھی سننا گوارا نہیں کرتے تھے جو قابل تادیب ہوں مگر میں کہتا ہوں کہ امام احمد رضا کا عشق و محبت رسول کے وہ درمکون ہیں، جس کی ضیا پاشیوں سے دنیا کے بیشتر خوشوں میں سرور کائنات سے محبت و شیفتگی کا لوگوں نے سلیقہ پایا۔

یوں تو آپ کے نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" کے ہر شعر میں محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم سے دالہا ز عشق و عقیدت کا سمندر موجزن ہے اور جذبات و احساسات کا ایک جہاں آباد ہے مگر عمل و ذکر و ارک و رشتی میں دیکھا جائے تو امام موصوف کا مقام اس سے بھی بلند کچھ میں آتا ہے۔

یہ محبت رسول کا ہی اثر ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبت تعلق رکھنے والے اشخاص یعنی سادات کرام کا بے پناہ احترام اور محبت فرماتے اور اس بات میں آپ سن و سال، قد و قامت، عالم و جاہل امیر و غریب اور نیک و بد کا امتیاز رکھ کر حسن سلوک و فراتے بلکہ رشتہ خون کا لحاظ کرتے ہوئے سمجھ کے ساتھ نیاز مند کی کاروبار دیکھتے۔

حضرت مولانا سید محمد سعید مغزوں آپ کے علم و فضل اور تقویٰ و لمہارت سے متاثر ہو کر حسب رواج عرب سلسلہ کلام میں مخاطب کے وقت "یا سید" فرمایا کرتے تھے بظاہر یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ اس مخاطب سے شرمندگی محسوس کی جائے مگر امام احمد رضا کے جذبہ عشق نے اس بات کو گوارا نہ کیا اور اس سید زادے کے قدم نماز پر علم و فضل کا تاج بچھا دیا کرتے ہوئے فرمایا۔

حضرت مولانا سید محمد سعید صاحب مغزوں کے الطاف کو حد ہی نہ تھی۔ اس نغیر سے خطاب میں یا سید کا فرماتے شرمندہ ہوتا، ایک بار

امام احمد رضا کا جذبہ عشق رسول سادات کرام کی ادنیٰ سی پشمانی پر بے پناہ مجروح ہو جاتا اور امام موصوف ایسے کسی حادثہ پر بے چین ہو کر سید زادے کی جبین سعادت کے عرق ندامت کو خلوص و وفا کی نسیم خوشگوار کے جھونکے سے سکھانہ دیتے مطمئن نہ ہوتے اس قسم کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔

جن زمانہ میں اعلیٰ حضرت کے دولت کدے کے مغربی سمت حبیبین کتب خانہ نیا تعمیر ہو رہا تھا عورتیں اعلیٰ حضرت کے قدیمی آبائی مکان میں حبیبین مولانا حسن رضا خاں صاحب برادر اوسط اعلیٰ حضرت مع متعلقین تشریف رکھتے تھے قیام فرما تھیں اور اعلیٰ حضرت کا مکان مردانہ کر دیا گیا تھا کہ ہر وقت راج مزدوروں کا اتباع رہتا اسی طرح کئی مہینے تک وہ مکان مردانہ رہا۔ جن صاحب کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں باریابی کی ضرورت پڑتی بے کھٹکے پہنچ جایا کرتے۔ جب وہ کتب خانہ مکمل ہو گیا۔ مستورات حسب دستور باقی اس مکان میں چلی آئیں۔ اتفاق وقت کہ ایک سید صاحب جو کچھ دن پہلے تشریف لائے تھے اور اس مکان کو مردانہ پایا تھا پھر تشریف لائے اور اس خیال سے کہ مکان مردانہ ہے بے تکلف اندر چلے گئے جب نصف آنگن کے اندر چلے گئے تو مستورات کی نظر پڑی جو زمانہ مکان میں خانہ داری کے کاموں میں مشغول تھیں۔ انہوں نے جب سید صاحب کو دیکھا تو گھبرا کر ادھر ادھر پردہ میں ہو گئیں۔ ان کے جلنے کی آہٹ سے جناب سید صاحب کو معلوم ہوا کہ یہ مکان زمانہ ہو گیا ہے مجھ سے سخت غلطی ہو گئی جو میں چلا آیا اور ندامت کے مارے سر جھکائے واپس ہونے لگے کہ اعلیٰ حضرت دکن طرف کے سائبان سے فوراً تشریف لائے اور سید صاحب کی لکیر اس جگہ پہنچے جہاں حضرت تشریف رکھا کرتے تھے اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے اور سید صاحب کو بٹھا کر بہت دیر تک باتیں کرتے رہے حبیبین سید صاحب کی پریشانی اور ندامت دور ہو۔ پہلے تو سید صاحب خفت کے مارے خاموش رہے پھر معذرت کی اور اپنی لاعلمی ظاہر کی کہ مجھے زمانہ مکان ہونے کا کوئی علم نہ تھا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ حضرت یہ سب تو آپ کی باندیاں ہیں۔ آپ آقا اور آقا زادے ہیں معذرت کی کیا حاجت ہے میں خوب سمجھتا ہوں حضرت المینان سے تشریف رکھیں۔ غرض بہت دیر تک سید صاحب کو وہیں بٹھا کر ان سے بات چیت کی۔ پان سنگو یا ان کو کھلایا جب

دیکھا کہ سید صاحب کے چہرہ پر آثار ندامت نہیں ہیں اور سید صاحب نے اجازت چاہی تو سید صاحب تشریف لائے اور باہر کے پھاٹک تک پہنچا کر ان کو رخصت فرمایا۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۰۴)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و السلام سے عشق و محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک سید زادے کی گزارش پر لاکھوں کے مجمع میں شکست و ذلت کو زیب گلو کرنے کا واقعہ سید الطائفہ حضرت سیدنا جنید رضی اللہ عنہ کا تو تاریخ کے صفحات میں ملتے۔ لیکن نادانستگی اور غیر شعوری طور پر ایک مزدور سیدنا دے کے

کاندھے پر سواری کر لینے کے بعد ندامت و شرمساری کا انداز اور اس نادانستہ جرم پر نظر عشق کے ازالہ کا منظر امام احمد رضا کے علاوہ سے چشم فلک نے بھی نہ دیکھا ہوگا۔ علامہ ارشد القلاری صاحب کی زبانی ملاحظہ ہو۔

کہار دے پانکی اٹھائی۔ پانکی لیکر تھوڑی ہی دور چلے ہیں کہ یکایک امام اہلسنت کی آواز سنائی دیتی ہے پانکی روک دو حکم کے مطابق پانکی رکھ دی گئی حضرت اضطراب کی حالت میں پانکی سے برآمد ہوئے کہار دے کو اپنے قریب بلایا اور بھڑائی ہوئی آواز میں پوچھا آپ لوگوں میں کوئی آل رسول تو نہیں؟ اپنے جد اعلیٰ کا واسطہ سچ بتائے میرے ایمان کا ذوق لطیف تن جاناں کی خوشبو محسوس کر رہا ہے۔

اس سوال پر چائیک کہار دے میں سے ایک شخص کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا بیانی پر غیر پوشمانی کی لکیریں ابھر آئیں۔ دیر تک خاموش رہنے کے بعد نظر جھکائے ہوئے دہ زبان سے کہا۔ مزدور سے کام لیا جاتا ہے ذات بات نہیں پوچھی جاتی۔ آپ نے میرے جد اعلیٰ کا واسطہ دیکر میری زندگی کا ایک سرسبزہ راز فاش کر دیا۔

ابھی اس مزدور کی بات تمام بھی نہ ہو پانکی تھا کہ لوگوں نے پہلی بار تاریخ کا یہ جبرست انگیز واقعہ دیکھا کہ عالم اسلام کے ایک مقتدر امام کی دستار اس کے قدموں پر رکھی ہوئی ہے اور وہ آنسوؤں کی بارش میں مزدور سے التجا کر رہا ہے۔

معزز شہزادے۔ میری گستاخ معاف کر دو لاعلمی میں یہ خطا سرزد ہو گئی ہے۔ پہلے غضب ہو گیا۔ قیامت کے دن اگر سرکار نے کہیں پوچھ لیا کہ احمد رضا کیا فرزند کا دوش نازیں اس لئے تھا کہ وہ تیری سواری کا بوجھ اٹھائے تو میں کیا جواب دوں گا اس وقت بھرے میدان حشر میں میرے ناموس عشق کی کتنی بڑی رسوائی ہوگی۔

دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جس طرح ایک عاشق دلگیر و دھٹھے ہوئے محبوب کو مانتا ہے۔ اسی انداز میں دقت کا عظیم المرتبت امام اس سید زادے مزدور کی منت و سماجت کر رہا ہے اور لوگ بھٹی بھٹی آنکھوں سے عشق کی ناز برداریوں کا یہ رقت انگیز تماشا دیکھ رہے ہیں کئی بار زبان سے معاف کر دینے کا اقرار کرا لینے کے بعد امام اہل سنت نے ایک آخری التجائے شوق پیش کی۔

چونکہ راہ عشق میں خون جگر سے قیادہ و جاہت و ناموس کی قربانی عزیز ہے اسلئے لاشعور کہ ایک تقصیر کا کفارہ جی بھی ہوگا کہ اب تم پانکی میں بیٹھو اور میں اسے اپنے کاند پر اٹھاؤں۔ ہزار انکار کے باوجود آخر سید زادے کو عشق جنوں خیز کی ضد پوری کرنی ہی پڑی۔

یہ منظر کس قدر دلگداز ہے۔ اہل سنت کا جلیل القدر امام کہار دے میں شامل ہو کر اپنے علم و فضل جبہ و دستار اور عالمگیر شہرت کا سارا اعزاز خوشنودی حبیب کے لئے ایک گناہ مزدور کے قدموں پر نثار کر رہا ہے۔ (اعلیٰ حضرت ص ۳۰۲)

عشق رسول کی بنیاد پر سادات نوازی اور دیوانگی کی حد تک ان کا اخرام اور عزت و توقیر کا مظاہرہ جو امام احمد رضا بریلوی کے یہاں ملتے صدیوں تک نظر ڈال جاتے ہیں۔

صاحب تشریف رکھتے اور تقسیم کرنے والے کی فوری طلبی ہوئی اور سخت اظہارِ ارادت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ ابھی ایک سینی (دخان) میں جس قدر حصے آسکیں بھر کر لاؤ چنانچہ فوراً تعمیل ہوئی۔ سید صاحب نے عرض کیا کہ حضور میرا یہ مقصد نہ تھا۔ ہاں قلب کو مزور تکلیف ہوئی جسے برداشت نہ کر سکا۔ فرمایا سید صاحب یہ شیرینی تو آپ کو قبول کرنا ہی ہوگی۔ ورنہ مجھے سخت تکلیف رہے گی اور قاسم شیرینی سے کہا کہ ایک آدمی کو سید صاحب کے ساتھ کر دو جو اس خان کو مکان تک پہنچائے انہوں نے فوراً تعمیل کی۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۱)

یہ تو سادات کرام کو عام لوگوں سے ممتاز کرنے والا ایک واقعہ تھا۔ اب دوسرا واقعہ ملاحظہ فرمائیے عشق کی نظر میں چھوٹے بڑے کا سوال نہیں تھا بلکہ جذبات کی لہریں ہر ایک کو شاداب کرتی ہیں۔

جناب سید ارباب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک کم عمر سا جزا دے خانہ داری کے کاموں میں امداد کے لئے کاشانہ اقدس میں ملازم ہوئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ سید زادے ہیں لہذا گھر والوں کو تاکید فرمادی کہ صاحب سے خبردار کوئی کام نہ لیا جائے کہ محذوم زادے ہیں کھانا وغیرہ اور جس شے کی ضرورت ہو حاضر کی جائے جس تنخواہ کا وعدہ ہے وہ بطور نذرانہ پیش ہوتا رہے۔ چنانچہ حسب الارشاد تعمیل ہوئی رہی کچھ عرصہ کے بعد وہ صاحب زادے خود ہی تشریف لے گئے۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۱)

سطور بالا میں درج کئے گئے دو چار واقعات دیکھنے میں بہت عام اور سادے معلوم ہوتے ہیں لیکن تھوڑا غور و فکر کیا جائے تو ہر واقعہ کے مختلف گوشے ہیں اور درس نتائج کے حامل ہیں۔ اب ہم امام احمد رضا کے مندرجہ ذیل ارشاد پر اپنے مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ آپ سے کسی نے سوال کیا تھا کہ حضور کس سید زادے کو استاد ارشد کہتے ہیں؟ استفسار کا بصیرت افزا جواب ملاحظہ فرمایا جائے۔

قاضی جو حدود الہیہ قائم کرنے پر مجبور ہے اسکے سامنے اگر کسی سید پر حد ثابت ہوئی تو باوجودیکہ اس پر حد لگانا فرض ہے اور وہ حد لگائے گا۔ لیکن اس کو حکم ہے کہ سزا دینے کی نیت نہ کرے بلکہ دل میں یہ نیت کرے کہ شہزادے کے پیر میں کچھ ڈنگ گئی ہے اسے صاف کر رہا ہوں تو قاضی جس پر سزا دینا فرض ہے اس کو تو یہ حکم تا بہ معلوم چہ رسد (المفہوظ مکمل ص ۱۱) امام موصوف کے تمام واقعات ہمیں درس عبرت دیتے ہیں کہ سادات کرام کے ساتھ محبت و عزت، عزت و توقیر، تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آنا چاہئے ایسا کرنے سے نہ صرف یہ کہ امام احمد رضا کے نقش قدم پر ہم کامزن ہوں گے بلکہ امام احمد رضا کے ارشاد ادا کرنے کے اعمال کی روشنی میں یہ کہنا ہے جو گا کہ ایسا کر کے ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کریں گے۔ خداوند کریم ہمیں سادات کی عزت و توقیر کرنے اور محبت و عقیدت رکھنے کی توفیق رفیق بخشے آمین۔

جیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ ناز کا۔ تو ہے عین لاریت سراسر اب گھرانا ناز کا

مگر ایسی شخصیت نہیں دکھائی دیتی جو عشق و محبت میں سرشار ہو کر جذبات فراوان کو عملی شکل دیکر بھی زبانِ حال سے یہ عرض کرے کہ "حقاً تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا"

ایک سید صاحب بہت غریب مفلوک الحال تھے عسرت سے بسر ہوتے تھے اسلئے سوال کیا کرتے تھے مگر سوال کی شان عجیب تھی جہاں جلتے فرماتے "دلاؤ ایک سید کو" ایک دن اتفاق دقت کی پھاٹک میں کوئی نہ تھا۔ سید صاحب تشریف لائے اور سید سے زمانہ دروازہ پر پہنچ کر صدا لگائی دلاؤ سید کو۔ اعلیٰ حضرت کے

پاس اسی دن ذاتی اخراجات ملی یعنی کتاب کاغذ وغیرہ داد و دہش کے لئے دوسو روپے آئے تھے۔ جس میں لاٹ بکھلتے اور اٹھتی چونی پیسے بھی تھے کہ جس چیز کی ضرورت ہو مرت فرمائیں۔

اعلیٰ حضرت نے آفس بکس کے اس حصے کو جس میں یہ سب روپے تھے سید صاحب کی امداد سنئے ہی ان کے سامنے لا کر حاضر کر دیا اور ان کے رو برد لئے ہوئے کھڑے رہے جناب سید صاحب دیر تک ان سب کو دیکھتے رہے۔ اس کے بعد ایک چونی لے لی۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا حضور یہ سب حاضر ہیں سید صاحب نے فرمایا مجھے اتنا ہی کافی ہے۔ الغرض جناب سید صاحب ایک چونی لیکر سیرٹھی پر سے اتر آئے اور اعلیٰ حضرت بھی ساتھ ساتھ تشریف لائے۔ پھاٹک پر ان کو رخصت کر کے خادم سے فرمایا۔ دیکھو سید صاحب کو آئندہ سے آواز دینے صدا لگانے کی ضرورت نہ پڑے۔ جس وقت سید صاحب پر نظر پڑے ایک چونی حاضر کر کے سید صاحب کو رخصت کر دیا کرو۔ سبحن اللہ و مجدہ تعظیم سادات ہو تو ایسی ہو۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۱)

اسی واقعہ کو مقدم الملتہ حضور محدث اعظم ہند نے بھلائے انداز میں بلسہ جشن یوم ولادت امام احمد رضا ربوئی منعقدہ ناگپور کے خطبہ صدارت میں بیان فرمایا ہے جسے دن تجلیات ناگپور نے مجدد اعظم نمبر میں شائع کیا ہے۔

راہِ ورہ عشق کے مختلف انداز ہیں جو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے شہزادوں کی تعظیم و توقیر اور عشق و محبت کے جذبات کے ذریعہ نذر عقیدت پیش کر کے ناموس عشق کا سر بلند کر رہا ہے۔

حضور کے یہاں مجلس میلاد مبارک میں سادات کرام کو بہ نسبت اور لوگوں کے دو گنا حصہ بردقت تقسیم شیرینی ملا کرتا تھا۔ اور اسی کا اتباع اہل خاندان بھی کرتے ہیں۔ ایک سال یہ موقع بارہویں شریف۔ ماہ ربیع الاول ہجوم میں سید محمود جان صاحب علیہ الرحمہ کو خلاف معمول یکہرا حصہ یعنی دو دھڑیریاں شیرینی کی بلا نقد پہنچ گئیں۔ موصوف خاموشی کے ساتھ حصہ لیکر سید صاحب حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا حضور کے یہاں سے آج مجھے عام حصہ ملا فرمایا سید

امام احمد رضا نمبر کی اشاعت پر نیک خواہشات قبول فرمائے

اُن دو کا صدقہ جن کو کہا میرے پھول ہیں
کچے رضا کو حشر میں خند اداں گل

اشرفی الوویر

ڈیزل اسپر پارٹس ڈیلر

چمنابوچرا سٹریٹ اور ڈاکیا رڈ روڈ بمبئی

شاعر مفکر کون تھا قائد مدبر کون تھا
آزادی اقوام کا یا سیدی احمد رضا

سیاسیات

امام احمد رضا کی دینی و سیاسی بصیرت

امام احمد رضا اور جنگ آزادی

امام احمد رضا اور قومی و شرعی اکیمر جنسی

امام احمد رضا کا آفاقی پیغام

دینی و سیاسی بصیرت

علامہ سید الزماں احمد دی
پرنسپل عکابدہ ہائی اسکول مظفر پور

عہد نوح علیہ السلام و اختلاف عقاید

ارشاد ربانی ہے: **كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً** (لوگ ایک دین پر تھے) سورہ بقرہ پارہ سیم قول کی اس آیت کریمہ کی تشریح تفسیر خزان العرفان میں اس طرح ہے: "لوگ ایک دین پر تھے حضرت آدم (علیہ السلام) کے زمانہ سے عہد نوح تک سب لوگ ایک دین اور ایک شریعت پر تھے۔ پھر ان میں اختلاف ہوا اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا یہ بعثت میں پہلے رسول ہیں (بہ حوالہ خازن) تفسیر خازن کی عبارت کا ترجمہ اس بات پر واضح دلیل ہے کہ اختلاف انسانی کا آغاز عہد نوح علیہ السلام سے ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اختلاف دین اور عقیدہ ہی کا اختلاف تھا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں سورہ نوح کی تلاوت اس کی مزید تشریح و توضیح کے لئے دلیل کافی اور برہانی و دانی ہے۔ اس ضمن میں مزید وضاحت کے لئے قرآن حکیم کی دیگر آیت کو باعث شرف نگاہ بنائیے۔ ارشاد الہی ہے:

كَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِي مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ، وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُفْتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ ۗ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

پھر اللہ نے انبیاء بھیجے خوشخبری دیتے ایمانداروں اور فرماں برداروں کو ثواب کی اور ڈر سناتے کافروں وافرمانوں کو عذاب کا اور ان کے ساتھ کچھ کتاب آسمانی (جیسا کہ حضرت آدم و شیث و ادریس پر صحائف اور حضرت موسیٰ پر تورات، حضرت عیسیٰ پر انجیل اور خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم) لوگوں میں ان کے اختلافوں کا فیصلہ کر دے اور کتاب میں اختلاف انہیں نے ٹھوٹا جس کو وہی گئی تھی یہ اختلاف تبدیل و تحریف اور ایمان و کفر کے ساتھ تھا جیسا کہ یہود و نصاریٰ سے واقع ہوا بعد اس کے کہ ان کے پاس روشن حکم آپ کے یعنی یہ اختلاف نادانی سے

دینے حق کا ابتداء اور تقابیر غایہ نگاہ ڈالنے پھر اس کے عروج و نزول اور بندہ دست پر جو دنیا و وقت مختلف اوقات میں لاحق ہوتی رہیں ترجمہ خصوصی کیجئے تو یہ بات بہ خوبی واضح ہو جائے گی کہ خلائق کائنات کی حکمت بے پایاں اور شیت ایزد کی نے دین متین کو ہمیشہ امتحان و ابتلا کی منزلوں میں رکھ لیا ہے۔ آخر اس میں راز قدرت اور فلسفہ الہی کیا ہے اسے جاننے کے لئے قرآن حکیم کی آیات کا مطالعہ ہمارے اور آپ کے لئے بے حد مفید ہو گا۔

بہ الفاظ دیگر سیدھے سادے جملوں میں یہ بات آپ اپنے ذہن کے گوشوں میں محفوظ فرمالیں کہ خیر و شر کی جنگ اور حق و باطل کا معرکہ روزِ اول ہی سے مختلف اقلاد اور مختلف صورت میں جاری رہا ہے۔ دنیا میں جتنی بھی جنگیں لڑی گئیں اگر ان کا ابتدا معلوم ہے تو انتہا سے بھی واقفیت ضرور حاصل ہے۔ لیکن حق و باطل، نیکی و بدی اور کفر و ایمان کی جنگ کا آغاز تو معلوم ہے لیکن اس کا انتہا معلوم نہ ہو سکی۔

حق و باطل کی جنگ! حق و باطل کی جنگ کا آغاز حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام اور شیطان ابلیس کے درمیان

تحلیق آدم کے بعد ہوا ہے لیکن بنی نوع انسان یعنی ذریعہ حضرت آدم کے مابین بنی خود انسان ہی میں کسی قسم کے دینی و اعتقادی اختلاف کا وجود کب سے ہے بشیطان یعنی نے ذریعہ آدم کے درمیان اس اختلاف کا بیج کب سے بکریا۔ اس ضمن میں تاریخی طبعی حقائق اس طرح شاہد ہیں کہ حضرت سیدنا آدم علی نبینا و علیہ السلام کے آغازِ خلافت و رسالت سے حضرت سیدنا نوح علی نبینا و علیہ السلام کے عہدِ اولین تک تمام انسان اور اہل آدم ایک دین اسلام پر متحد و متفق تھے۔ ان میں کسی بھی قسم کا دینی و اعتقادی اختلاف رونما نہیں ہوا تھا لیکن حضرت نوح علیہ السلام کا دور ہی وہ دور ہے جہاں سے اختلاف عقاید کا آغاز ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان اختلافات کی تیرہ قرار داد میں حقانیت و صداقت کا روشن سورج بنا کر حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا کہ خیر و شر اور نور و ظلمت کی تیز نوع انسانی کے لئے دشوار نہ ہو میرے اس دور کے ثبوت میں قرآن حکیم کی ان مقدس آیتوں کا مطالعہ کیجئے۔

سے نہ تھا بلکہ آپس کی سرکشی سے تو اللہ نے ایمان والوں کو وہ حقیقات سمجھا دی جس میں جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے اور اللہ جسے چاہے سید ہم راہ دکھائے۔
مذکورہ بالا آیات کی تشریح توضیح میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے ترجمہ کنز الایمان اور حضرت صدر الافاضل کی تفسیر خزائن العرفان دونوں کو یکجا صورت میں پیش کرنے کی جرات انہام ذہنیم کی سہولت اور تسلسل دروانی کے برقرار رکھنے کی خاطر کی گئی ہے۔ حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کا اخذ جلالین۔ بیضادی، خازن اور مدارک جیسی بہتر بالشان تفسیریں ہیں۔

چنانچہ قارئین کے طمانیت قلب کی خاطر جلالین و بیضادی کی عبارتیں بھی نقل کی جارہی ہیں جلالین شریف کی عبارت اس طرح ہے: **كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً** (علی الایمان) لوگ ایک دین پر تھے یعنی ایمان پر تھے۔
فَاخْتَلَفُوا فَاَمِنْ بَعْضٌ پھر لوگوں نے اختلاف کیا پس بعض ایمان لائے
وَكَفَرَ بَعْضٌ اور بعض نے کفر کیا۔

جلالین شریف میں علی الایمان پر ایک ماضیہ درج ہے اسے بھی ملاحظہ فرمائیں
بَعْدَ الطُّوفَانِ اَوْ فِيمَا بَيْنَ اَدْرَ وَاِذْ رِيسٌ مُّوَحَّدٌ مِنْ مَّمْتَلِكَيْنِ
بَيْنَ بَيْنِهِ الْاَجْمَعُ قَبِيلٌ مِنْ قَابِلٍ وَتَابِعِيهِ اِلَى زَمَنِ اَدْرِيسَ۔
لوگوں کے درمیان اختلاف عقائد طوفان نوح کے بعد ہوا یا حضرت آدم اور ادریس علیہما السلام کے عہد کے درمیان پہلے وہ سب خدا کو ایک ماننے والے تھے اور اس کے دین کو مضبوطی سے حضرت ادریس کے زمانے تک پکڑنے والے تھے مگر قابیل اور اس کے تابعین کی ایک مختصر جماعت اس سے الگ تھی۔

تفسیر بیضادی کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔
كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً - مُتَّفِقِينَ عَلَى الْحَقِّ فِيمَا بَيْنَ
أَدْرَ وَاِذْ رِيسٌ وَلُوح - اَوْ بَعْدَ الطُّوفَانِ - اَوْ مُتَّفِقِينَ عَلَى
الْجِهَالَةِ وَالْكَفْرِ قَبِيلَةٌ اِدْرِيسَ وَلُوح -
لوگ ایک جماعت تھے۔ آدم و ادریس و لوح کے عہد رسالت کے درمیان حق پر متفق تھے یا طوفان نوح کے بعد یا حضرت ادریس اور لوح کی بعثت سے قبل جہالت و کفر پر متفق تھے جبکہ وحی کا سلسلہ بند تھا۔

مُتَّفِقِينَ عَلَى الْجِهَالَةِ پر جہالت تفسیر بیضادی کا ایک نوٹ خصوصی طور سے مطالعہ کے لائق ہے۔
قَوْلُهُ اَوْ مُتَّفِقِينَ اَلْمُ وَصَّيْفَ بَآئِهِ لَمْ يُعْلَمْ اَلاتِّفَاقُ عَلَى
اَلْكُفْرِ حَتَّى لَا يَكُونُ مَوْصِفًا اَوْ مُتَّفِقِينَ اَلْعَصَابِ قَائِلٌ
وَيُمْكِنُ اَدْيَقَالُ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً مستعدین بقول
العقود مواد دین علی الفطرة ففی ذلک لہم الشیطان اعمالہم
فقد هم عن السبیل فاختلہوا

بیضادی کا یہ قول کہ جہالت و کفر پر متفق تھے ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ اس مسئلے کو کفر پر (یعنی نوح انسانی کا) متفق ہونا معلوم نہیں کیونکہ اگر ایسا ہو تو زمانوں میں سے کتنی زمانہ میں کسی مومن کا دُج و قطعی نہ ہوگا (یہ بات بعید از قیاس ہے) غور و فکر لازم ہے۔ ہاں ممکن ہے کہ کہا جائے کہ لوگ ایک جماعت تھے اور جن کے قبول کرنے کی استعداد رکھنے والے تھے۔ فطرت پر پیدائے جاتے تھے۔ پس ان کے لئے شیطان نے ان کے عملوں کو آراستہ و پیراستہ کر دیا پس ان کو راہِ حق سے روک دیا پھر وہ لوگ مختلف ہو گئے۔

مذکورہ بالا آیتیں اور ان کی تشریحات سورۃ بقرہ سے پیش کی گئیں جن سے بہت حد تک یہ بات واضح اور روشن ہو چکی کہ اختلاف عقائد کا نزاع حق و باطل کی معرکہ خیزی اور خیر و شر کی کشمکش حضرت نوح علیہ السلام کے دور ہی سے چلی آرہی ہے حکمت ربانی اور مشیت الہی ہی تھی۔ اس ضمن میں مزید تشریح و توضیح کے لئے سورۃ نوح کی اس آیت کبیرہ پر غور فرمائیں جن سے حکمت الہی اور مشیت ایزدی کا تقاضا آتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے جس کے ترجمہ و تفسیر میں ترجمہ رضویہ اور تفسیر نعیمی کو ایک ساتھ ملا کر محض مطلب کے سمجھنے میں آسانی کے لئے نقل کر رہا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں
وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا اِنْ اَرَادَ تَكْرَهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا صَوْغِينَ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَوْصِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ۔

اور اگر تمہارا رب چاہتا۔ زمین میں جتنے ہیں سب کے سب ایمان لے آتے یعنی ایمان لانا سعادت ازلہ پر موقوف ہے۔ ایمان وہی لایمیدگے جن کے لئے توفیق الہی مسما ہو اس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی ہے کہ آپ چاہتے ہیں کہ سب ایمان لے آئیں اور راہِ راست اختیار کریں پھر جو ایمان سے محروم رہ جاتے ہیں ان کا آپ کو غم ہوتا ہے۔ اس کا آپ کو غم ہونا چاہیے۔ کیونکہ ازل سے جو شقی ہے وہ ایمان نہ لائے گا تو کیا تم لوگوں کو زبردستی کر دے گے یہاں تک کہ مسلمان ہو جائیں اور کسی جان کو قدرت نہیں کہ ایمان لے آئے مگر اللہ کے حکم سے اور اس کی مشیت سے۔ اور ایمان میں زبردستی نہیں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ایمان ہوتا ہے تصدیق اور اقرار سے اور جبر و اکراہ سے تصدیق قلبی حاصل نہیں ہوتی۔

صاحب جلالین کی ایک مختصر عبارت ملاحظہ کیجئے۔
اَقَامَتْ تَكْرَهُ النَّاسَ بِمَا لَمْ يَشَاءِ اللّٰهُ مِنْهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مَوْصِينَ۔ لا

کیا آپ لوگوں پر زبردستی فرمائیں گے اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے ان سے نہ چاہا کہ وہ مومن ہو جائیں۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔

قرآن حکیم کی ایک تیسری آیت بھی پیش نظر رکھیں جس کے ترجمہ و تفسیر میں کنز الایمان کا ترجمہ اور خزائن العرفان کی تشریح یکجا کر دی گئی ہے۔ خالق کائنات اللہ عزوجل

سلسلہ حرب عقاید اور فتنہ ارتداد

قرآن حکیم کے واضح الفاظ سے اس غیبی یقینی خبر کی اطلاع بھی ملتی ہے کہ حق و باطل کے معرکہ کی یہ انتہائی جنگ جب سے ستیزہ کار ہوئی اس وقت سے اب تک جاری ہے۔ یہاں تک کہ عقاید جہد و باطلہ کی جنگ اس آخری اُمت یعنی امتِ مسلمہ میں بھی جاری رہے گی۔ دین اسلام میں داخل ہو جانے کے بعد بھی کچھ لوگ ارتداد دین سے مڑتے ہوئے راہ اختیار کرینگے۔

قرآن پاک کے دُجہ اعجاز میں سے ایک اہم دُجہ "اخبار بالغیب" غیب کی خبر دیتا ہے۔ قرآن کریم کی اس غیبی خبر کے مطابق "مرتدین" کی جماعت ظاہر ہوتی رہے گی۔ اس کے ثبوت کے لئے آپ کو دُر جہنم کی ضرورت ہے۔ اور نہ آج کی خبر پوچھنے کی حاجت ہے۔ صدرِ اول کی اولین منزل خلیفہ اول کی خلافت کے آغاز ہی میں ارتداد کا فتنہ رونما ہوا اور مسکین زکوٰۃ کی ایک جماعت نکل آئی۔ خلیفہ اسلام سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سربراہانِ خلافت ہوتے ہی اس فتنہ عظیم کے مقابل آئے اور انہیں بہ دُج و حسن اور بہ رنگ تشدد اس فتنہ سے نمٹنا پڑا اور آج تک یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ اور یہ حدیث حدیث منقطع نہیں بلکہ مسلسل ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ان کے نامزد۔۔۔ چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی
اب سورۃ مائدہ شریف کی اس آیت مبارکہ کی تلاوت سے شرعاً حاصل کیجئے۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَدَّ مَنكُم عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِيَ اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ نُؤْمُسَهُمَ لَئِي سَیَحْطَ الْحَیْ

اے ایمان والو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا۔ کفار کے ساتھ دوستی و موالا بے دینی و ارتداد کی مستعدی ہے۔ اس کی مانفت کے بعد مرتدین کا ذکر فرمایا اور مرتد ہونے سے قبل لوگوں کو مرتد ہونے کی خبر دی۔ چنانچہ خبر صادق ہوئی اور بہت سے لوگ مرتد ہوئے تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ کا پیارا۔ مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت۔ اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والوں کا اندیشہ نہیں کریں گے۔

یہ صفت جن کہے وہ کون ہیں؟ اس میں کئی قول ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ حسن دقاہ نے کہا کہ یہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق اور ان کے اصحاب ہیں۔ جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہونے اور زکوٰۃ منکر ہونے والوں پر جہاد کیا۔ عیاض بن غنم اشعری سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کی نسبت فرمایا کہ یہ ان کی قوم ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ

کا ارشادِ باطن ہے۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَئِنْ لَوْنٌ مُّخْتَلِفِينَ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَعَثَّ كَلِمَةً رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

اور اگر تمہارا رب چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی اُمت کر دیتا تو سب ایک ہی دین پر ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں چاہا اس لئے اب، اور وہ ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے کوئی کسی دین پر کوئی کسی دین پر مگر جن پر تمہارے رب نے رحم کیا اور وہ دین حق پر متفق رہیں گے۔ اور اس میں اختلاف نہ کریں گے۔ اور لوگ اسی لئے بنائے ہیں یعنی اختلاف دالے اختلاف کے لئے اور رحمت دالے اتفاق کے لئے اور تمہارے رب کی بات پوری ہو چکی کہ بے شک ضرور جہنم بھر دوں گا جنوں اور آدمیوں کو بھرا کر کیوں کہ اس کو علم ہے کہ باطل کے اختیار کرنے والے بہت ہوں گے۔

سورۃ ہود کا مذکورہ بالا آیت کے سلسلہ میں صاحبِ جلالین کی مخصوص تحریر بھی ملاحظہ فرمائیں تاکہ اس سے تفسیر خزان العرفان کا مزید تائید ہو سکے۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً (أَهْلَ دِينٍ وَاحِدٍ) وَلَئِنْ لَوْنٌ مُّخْتَلِفِينَ (فِي الدِّينِ) إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ (أَرَأَيْتُمْ كَيْفَ يَخْتَلِفُونَ فِيهِ) وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ (أَيَّ أَهْلِ الْأَخْتِلَافِ لَهُ دَاهِلِ الرَّحْمَةِ لَهَا) وَتَعَثَّ كَلِمَةً رَبِّكَ (رَدِّهِ) لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ (الْجَنِّ) وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

تاریخ کرام! مجھے مذکورہ بالا تحریر سے صرن یہی بتانا مقصود ہے کہ اختلاف عقائد اور معرکہ حق و باطل کوئی نئی چیز نہیں اور ایسا بھی نہیں کہ محض اُسے وقتی اور جزوی شے سمجھ کر اس سے چشم پوشی یا پلوتھی کر لی جائے۔ بلکہ آیات کریمہ نے عقل انسانی پر یہ بات اچھی طرح واضح اور آشکار کر دی کہ لوح علیہ اسلام کے عہد مسعود ہی سے حق و باطل کا آویزش اور اختلاف و عقائد کا معرکہ عالم انسانی میں نظر آ رہا ہے۔ پھر حکمتِ الہیہ اور منشا ربانی نے اس کی مدافعت اور اصلاح کے لئے جس طریقہ کار کو پسند فرمایا وہ بھی آیاتِ بالا سے واضح ہے۔ خلائق کائنات یقیناً اس بات پر قادر ہے کہ اختلاف کا وجود ہی نہ ہونے دیتا اور دنیا کے تمام انسان ایک دین حق پر گامزن ہوتے لیکن اس نے ایسا نہیں فرمایا۔ یقیناً اس میں بھی خلائق و دُعا عالم کی عظیم مصلحت اور عظیم حکمت ہے۔ خیر و شر حق و باطل، جنت و جہنم، ثواب و عقاب اور کفر و ایمان کے منازل و مدارج بھی تو حکمتِ الہیہ پر مبنی ہیں۔ پھر رسولین عظام اور ہادیان کرام کی بعثتِ طیبہ اور ان کے علی جد و جد کی منزلیں پھر ان پر بے پایاں ثواب کا ترتیب بھی تو مشیتِ ربانی کا ایک عظیم شاہکار ہیں جن کا وجود ایسی صورت میں ممکن ہے۔ جب اختلاف عقائد اور حق و باطل کی معرکہ خیزی نام و دُجہ میں نظر آئے۔

لوگ اہل میں ہیں جن کی تعریف بخاری و مسلم کی حدیثوں میں آئی ہے۔ یہی وہی وہی کہ یہ لوگ انصار ہیں جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لادراں اقبال میں کچھ منانات نہیں کیونکہ ان سب حضرات کا ان صفات کے ساتھ متعین ہونا صحیح ہے۔ اس جگہ بھی رضوی ترجمہ اور تفسیر نفی کرکے پیش کیا گیا ہے۔ اس کی مزید تائید کے لئے جلالین شریف کی اس عبادت کا مطالعہ فرمائیے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ تَرْتَدُّوا بِأَلْفِكَ وَالْإِذْغَامِ بَيْنَ جَعْمِكُمْ عَنْ دِينِهِ إِلَى الْكُفْرِ إِخْبَارٌ بِمَا عَلَّمَ تَعَالَى وَتَوَعُّهُ وَقَدْ إِنَّمَا تَدَّ جَمَاعَةً تَبْعُدُ مَوْتِ الْبَنِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِدَلٍّ لَهُمْ بِقَوْمٍ يُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَهُ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمْ قَوْمٌ هَذَا أَوْ أَشْأَنَ إِلَى أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِي صَحِيحِهِ إِذْ لَقِيَ عَاطِفِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَجْزَأَ أَشَدَّ عَلَى الْكُفْرَانِ يَجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةً لَأَثْمَ نِيَمًا يَخَافُ الْمُنَافِقُونَ لَمْ يَدَّ الْكُفْرَانِ ذَلِكَ الْمَذْخُورُ مِنَ الْأَوْصَانِ فَضَّلَ اللَّهُ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ كَثِيرٌ الْفَضْلُ عَلَيْهِمْ بِمَعْنَى هُوَ أَكْبَرُ

اے ایمان والو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا (یہ تدا د کی قرأت تک کے ساتھ بھی ہے یعنی دونوں والوں کے ساتھ اور ایک قرأت ادغام کے ساتھ بھی ہے یعنی ایک شد وال کے ساتھ) یعنی جو کوئی اپنے دین سے کفر کی طرف لوٹے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک دقور پذیر ہونے والے واقعہ کی خبر دی گئی ہے جس کا واقعہ ہونا علم الہی میں ملے ہو چکا ہے چنانچہ حضور جان نور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرامی کے بعد ایک جماعت تڑ ہو گئی تو عنقریب مرتد ہونے والوں کے عوض میں ایسی قوم کو منعہ شہود پر ظاہر فرمائے گا جن کو اللہ تعالیٰ محبوب بنائے گا اور وہ بھی اللہ تعالیٰ سے محبت فرمائیں گے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ ابو موسیٰ اشعری کی قوم ہیں اس کو حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے یہ ظاہر ہونے والے حضرات مؤمنین کے حق میں نہایت ہی رحیم و مہربان ہوں گے اور کافروں پر نہایت ہی سخت و شدت کرنے والے ہوں گے اللہ تعالیٰ کی راہ کے مجاہد ہوں گے اور اس دینی مجاہدہ میں کس ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ خاطر میں نہیں لائیں گے جب طرح منافقین کافروں کی ملامتوں سے ڈرتے ہیں یہ مذکورہ اوصاف مولیٰ تعالیٰ کا فضل ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے اس فضل سے نوازتا ہے اور اللہ تعالیٰ کثیر و واسع الفضل ہے اور وہ اس فضل کے اہل کو خوب جانتا ہے۔

مذکورہ بالا آیتوں کے مطالعہ سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ خود ایمان کا دعویٰ کرنے والوں اور بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھنے والوں میں بھی مرتدین کی ایک جماعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پردہ فرمائی کے فوراً بعد صحابہ کرام کے عہد اولین ہی میں ظاہر ہوئے جس کے مقابلہ اور انہیں دافعتہ کے لئے خود صحابہ کرام

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین صف آرا ہوئے۔ معرکہ جہاد میں فی سبیل اللہ مجاہدین بن کر نظر آئے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا قطعی اندیشہ دیکر بھی ہنسی بھی وہ حضرات ہیں جن کو اللہ عزوجل نے اپنے مخصوص فضل سے نوازا اور خاتی کائنات کی بے انتہا عنایتوں نے انہیں سارے عالم سے ممتاز بنا دیا۔

نفاق، کفر سے زیادہ خطرناک ہے!

قانون الہی کی اس عظیم وند سے کسی کو بھی انکار کی قطعی گنجائش نہیں کہ نفاق کی صفت کفر کی صفت سے زیادہ خطرناک ہے اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت ہے خصوصاً دین میں اختلاف اور عقاید میں فساد کا فتنہ تو اس قدر ہلکا اور مغرب ہے جس کی شناخت اہل علم اور اہل بصیرت حضرات کے علاوہ دوسروں کے بس کی بات نہیں اختلاف دین اور فساد عقاید کے فتنے سے برد آزا ہونے کے لئے اور اس فتنہ عظیم کا مجاہدانہ مقابلہ کرنے کے لئے اللہ تبارک تعالیٰ اپنے نیک بندوں میں سے کسی مخصوص بندہ کو منتخب فرماتا ہے پھر مولیٰ تعالیٰ اسے اپنی تائید خصوصی سے نوازتا ہے۔ پھر اس کے ذریعہ اعزاز دین اور فروغ شریعت کا وہ عظیم کارنامہ انجام پاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیت کے مطابق ہوتا ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست۔۔۔ تانہ بخشدے خداے بخشنده
مذکورہ بالا آیات کریمہ میں صرف اسی امر پر اکتفا نہیں کیا گیا کہ محض ارتداد کی خبر دے کر سکوت فرمایا گیا ہو۔ حاشا کہ کلام الہی ہرگز نہیں بلکہ ایک ایسی جماعت کے ظہور پذیر ہونے کی بھی اطلاع دی گئی جو ہر لحاظ سے برگزیدہ اور پسندیدہ جماعت ہوگی پھر اس کارگاہ کائنات میں ان کا فعل و عمل کیا ہوگا۔ ان صفوں کو بھی واضح کر دیا گیا کہ وہ حضرات عرصات جدوجہد میں اپنی پامردی استقامت دینی اور عزیمت شان کے ساتھ ہمیشہ مشغول کار رہیں گے۔ وہ کسی کے برا بھلا کہنے اور ملامت کرنے سے بے نیاز ہو کر اپنی ننگن میں مست رہیں گے۔ ان کے کاموں کا سلسلہ جاری رہے گا اور انہیں جنگی آمار اور چڑھاؤ کا مطلقاً کوئی ڈر اور اندیشہ نہیں ہوگا۔ یہ نفوس قدسیہ ہر آن اور ہر حال میں مرضی مولیٰ از ہر ادلا کو اپنا شعار زندگی اور ذلیفہ حیات بناتے ہوئے اپنے قدموں کو تیز سے تیز کرتے رہیں گے اور ان کے تار نفس کا سلسلہ رنلے مولیٰ کی جبل المتین کے ساتھ ہر حال میں وابستہ نظر رکھیں گے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک اور متباق خصوصی کا تذکرہ فرمایا جس کے مطالعہ کا شرف آپ کے لئے سلسلہ تحریر میں مفید ثابت ہوگا۔ سورہ آل عمران شریف کے اختتام کے قریب اس متباق کا تذکرہ اسی طرح کیا گیا ہے۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ اَلَّذِينَ اٰتَوْا الْكِتَابَ لَنُبَيِّنَنَّ لِّلنَّاسِ دَلٰلَتَهُمْ
فَنَبَيِّنُهُمْ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ وَاِشَارَتِهٖمْ ثُمَّ اَقْبَلْنَا فَيَسِّرْ
مَآيَسْرَهُمْ وَنَافِلَتَهُمْ

اور یاد کر جب اللہ نے عبدیہ ان سے جنہیں کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کر دینا اور نہ چھپانا تو انہوں نے اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھیک دیا اور اس کے بدلے ذیل دام حاصل کئے تو کتنی بڑی خریداری ہے۔
ترجمہ کے بعد اس کا تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱ اور یاد کر جب اللہ نے عبدیہ ان سے جنہیں کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کر دینا اور نہ چھپانا۔ اللہ تعالیٰ نے علمائے توریت و انجیل پر واجب کیا تھا کہ ان دونوں کتابوں میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرنے والے جو دلائل ہیں وہ لوگوں کو خوب اچھی طرح مشرح کر کے سمجھا دیں اور ہرگز نہ چھپائیں تو انہوں نے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھیک دیا اور اس کے بدلے ذیل دام حاصل کئے اور شوقین بیکر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کو چھپا یا جو توریت و انجیل میں مذکور تھے تو کتنی بڑی خریداری ہے۔ علم دین کا چھپانا ممنوع ہے۔ حدیث شریف میں آیا کہ جس شخص سے کچھ دریافت کیا گیا جس کو وہ جانتا ہے اس نے اس کو چھپا یا اور نہ قیامت اس کو اس کی نگاہ لگا کر جائے گا۔

(مسئلہ) علماء پر واجب ہے کہ اپنے علم سے فائدہ پہنچائیں اور حق ظاہر کریں اور کسی غرض فاسد کے لئے اس میں سے کچھ نہ چھپائیں۔

عہد و میثاق کی صورتیں
حضرت گرامی! اگر آپ اقرآن کریم کی تلاوت کا لطف ہر صبح و شام اٹھتے ہو گے تو اس میں جا بجا کچھ عہد و میثاق کے ذکر کی آیتیں بھی پڑھی ہوں گی۔ ان میں حسب ذیل باتوں پر عہد و میثاق کا تذکرہ ملا ہوگا۔
(۱) توحید الہی در ربوبیت باری کا عہد :- اس ضمن میں جو آیت کریمہ ہے اس کا یہ جزو "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" فالو ابلی، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سمجھو نے کہا ہاں کیوں نہیں، انعام و خواص کی زبان زد ہے۔

(۲) رسالت محمدیہ علی صاحبہا التیمۃ والرشاد کا عہد میثاق :- یہ میثاق انبیاء کرام سے ابلیغ نظام اور انفع کلام کے ساتھ ہی خصوصی طور پر لیا گیا۔ یقیناً انبیاء عظام کی تخصیص تبسم اُم کی خاطر تھی کیونکہ جس کے امام کو رسالت عامہ کا پابند کیا گیا ہو اُن کے مقتدی اس قید سے سطر آزاد ہو سکتے ہیں اُنہوں کے انبیاء جس عہد میں داخل ہیں اُن کی امتیں اس میں یکے داخل نہیں ہوں گی، یہی مفہوم عقلی ہے جس کا انکار سراسر بد عقلی اور نا سمجھی کے سوا کچھ نہیں۔ گویا ان دونوں میثاقوں کا مفاد ہی کلمہ اسلام کی اصل اور بنیاد ہے۔ اس کو یوں سمجھئے کہ میثاق اول میں لا الہ الا اللہ کا بیان ہے اور دوسرے میں محمد رسول اللہ کا تذکرہ ہے۔ (۳) - انبیاء کرام سے تبلیغ رسالت اور تشریح شریعت کے عہد و میثاق کا بیان :- ظاہر ہے ہی اُن مقدس حضرات کی پشت کا مقصد تھا اس لئے اس امر کا واضح نشان دہی قرآن حکیم کی آیات مقدسہ کرتی ہیں۔ (۴) اُن علماء ملت سے اخذ میثاق جو آسمانی کتابوں کے پابند ہیں۔

ان حضرات سے اس قسم کا میثاق لیا گیا کہ وہ سرور کائنات فخر موجودات محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی رسالت عظمیٰ کے دلائل اور محبوب کبریٰ علیہ التیمۃ والرشاد کے فضائل و کمالات کی نشر و اشاعت تادم آخر کرتے رہیں اور ہرگز ہرگز ان باتوں کو کسی دنیاوی مفاد کا خاطر نہ چھپائیں اور اس قسم کا میثاق دحق پورشی کے جواز کے لئے کسی مصلحت قومی و اغراض سیاسی و خدمات قبی کو توڑ نہ بنائیں اور جو بھی احکام شرعیہ ہیں ان کو بہر حال جملہ مواقع و حالات میں آشکار کرتے رہیں۔ یہی ان کی جانب سے قوم و ملک کی خدمت ہوگی اور یہی ان کی صحیح سیاسی، اقتصادی اور قلمی خدمات ہوں گی۔ ناذک سے آئندہ موقع پر بھی اس کو فراموش نہ کریں۔ جان جائے تو جائے مگر عظمت سرکار د عالم پر حرف نہ آنے دیں بلکہ اس قسم کے شک و شبہ کو بھی اس میں دخل نہ ہونے دیں۔

دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو گئے۔ ہے ایسی تجارت میں مسلمان کا خسارہ ان مذکورہ بالا چاروں عہدوں اور میثاقوں پر خصوصی توجہ کیجئے پھر جملہ مذاہب و ادیان کی تاریخ پر نگاہ ڈالئے خصوصاً مذاہب اسلام کی چودہ سو سال کی تاریخ پر نظر عمیق فرمائیے تو انسانی جماعت دو گروہوں میں منقسم نظر آئے گی اور وہ نمایاں مذاہب و ادیان دو فرقوں میں بٹے ہوئے دکھائی دیں گے۔

یہ حقیقت ہے کہ ان ہی عہد و میثاق کی بنیاد نے نوع انسانی کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ان میں ایک جماعت "علمائے حق" کہے اور دوسری جماعت علمائے سوء کہے علمائے حق ہمیشہ اپنے اعمال و اقوال و احوال سے حق کی اشاعت کرتے رہے۔ اور کتمان حق کی معصیت سے کوسوں دور رہے۔ علمائے سوء کا ہمیشہ اس کے برعکس عمل رہا۔

علمائے سوء کی دیدہ دلیری
عالموں کی یہ بدترین جماعت جنہیں علماء سوء کہا جاتا ہے اسلام اور ہادی اسلام کی عظمت کے خلاف رہے۔ پھر ہی اٹنا غلط پردہ پیگندہ بھی کرتے رہے کہ علمائے خلاف اہل حق ہی فساد، تفرقہ انداز، فتنہ انگیز اور شیرازہ امت کو پراگندہ و منتشر کرنے والے ہیں۔ یہ علمائے سوء اپنے دفتر جرم اور سرزدین کو چھپانے کے لئے قوم و ملک کی خدمات کا سیاہ نقاب اپنے سیاہ چہروں پر ٹٹلتے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ فجران حق پوش اور دزدان گندم نا جو فردوش اگر نئے نئے من گھڑت عقاید و اعمال اور انی من مانی اختراعات و بدعات سے شریعت کی صورت مسخ نہ فرماتے تو کبھی بجا آخرت ملت کا بھی ایک صورت پیدا نہ ہوتا اور امت مسلمہ کبھی تشدد و انزاق کا شکار نہ ہوتا بلکہ ہمیشہ اتفاق و اتحاد کے مستحکم رشتہ میں منسلک اور منضبط رہتا۔

ذرا ان اور مذہبی عقل دانوں کو "ادنیٰ ہی بات" تو ملاحظہ کیجئے کہ لوگوں کو چھوٹا دیکھ جائے کہ وہ ہر دن نئے عقیدے جو ہیں اور اس کی بنیاد پر جماعت سازی کریں اس کے ملنے اور نہ ماننے پر آخر دی نجات و عدم نجات کا مدار رکھیں اور اس

سے اُمت مختلف خانوں میں بٹی چلی جائے۔ یہ فعل عمدہ اور مستحسن بلکہ بہت عمدہ اور بہت اچھا۔ اس سے اتحاد اُمت میں فرق نہیں آتا۔ لیکن جہاں علمائے حق نے اس باطل عقیدہ اور فاسد رائے کے مزاحمت و مداخلت کی اور اُمت کو وحدت عقائد کی دعوت دی تو دین و ایمان سے عاری اور غیرت و حیلے سے خالی حضرات کو تفرقہ اُمت کا جھوٹا غم ہونے لگا ایسے ہی موقع کے لئے کہا گیا ہے کہ ع۔

چہ دلا در ست و زردے کہ کلف چراغ دارد

ان باطل پرست حضرت کی کھلی بددیانتی اور حماقت انگریز طریقہ فکر پر نونگاہ ڈالنے کے جدید عقیدہ سازی سے حرب عقاید کا بازار گرم کر کے اُمت مسلمہ کو ٹکڑیوں میں تقسیم کر کے متحدہ نماز بناتے ہیں اور دعوت اتحاد دیتے ہیں حالانکہ اتحاد اُمت کے غم میں گھلنے والوں کو سب سے پہلے ایک عقیدہ صحیح مطابق شرع کی روشنی کرنی چاہیے۔ جب عقیدہ ایک ہوگا۔ عقاید مختلف نہ ہوں گے۔ پھر خود ہی اتفاق و اتحاد اور محبت و داد کے رشتہ میں سبھی منسلک ہو جائیں گے۔ اور (واعتصموا بحبل اللہ جمیعہ) کا دل و دین متظر دنیا کے سامنے ہوگا لیکن ع۔

نیش عقرب نہ از پئے کیں است۔۔۔ مقتضائے طبیعتش این است

بھوکا ڈنک مارنا کینہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی طبیعت کا مقتضا ہی یہ ہے۔ یہی حال علمائے سو کا ہے کہ بدعقیدگی، اہانت رسول، تحقیر رسالت اور مسلمانوں کی دل آزاری اب کینہ کی منزل سے ہٹ کر ان کی فطرت و طبیعت بن چکی ہے۔ یہ بات آپ کے یقیناً مشاہدہ میں ہوگی۔ آپ حالات ملکی پر نظر کرنے کے بعد کبھی کبھی غور بھی فرماتے ہوں گے کہ کاک میں اتنی سیاسی جماعتیں کس طرح ظہور پذیر ہوئیں۔ ایک کانگریس کے بطن سے اتنی پارٹیاں کیسے پیدا ہو گئیں تو اس کا جواب صرف یہ ہے کہ اصول و نظریات جیسے جیسے بدلتے گئے جماعتیں بنتی گئیں۔ اسی طرح ادیان و مذاہب کے اختلاف کو بھی سمجھنا چاہئے۔

علمائے حق، ہادیان دین، غازیان اُمت
جمہاں باطل سے برسرِ پیکار رہیں اور

راہ کئے ان کی تعریف و توصیف یوں تو قرآن کریم کہ بہت سی جگہوں میں ہے۔ مگر میں صرف سورہ مجادلہ شریف کی چند آیتیں نقل کر رہا ہوں یہ آیتیں ارشادِ ربانی کا وہ آئینہ مجلی و معیار مصطفیٰ ہیں جس میں مدعیوں کی صورتیں دیکھی جاسکتی ہیں۔ اور دیکھ کر ان حق اور اہل باطل میں امتیاز و شناخت پیدا کیا جاسکتا ہے۔ اور اس معیار پر جانچ اور پرکھ کر کھرے کھوٹے میں امتیاز کیا جاسکتا ہے۔

باری تعالیٰ کا ارشاد مقدس ہے۔
لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ آدَانِیًّا الْآخِرِ یُؤْمِنُونَ مَعًا
حَادًّا لِلَّهِ ذَرْ سَوَّلَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ وَابْنَاهُمْ اَوْ اُخُوَانَهُمْ
اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ اَوْ لِبَنَاتِهِمْ كَتَبَ فِی قُلُوبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَلَمَیْذَنَ

بِرُوحٍ مِنْهُ وَ یَذِیْلُ خَلْقَهُمْ حَتَّى تَخْضَعُوا لِلَّهِ
خَلِیْدِیْنَ فِیْهَا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضَوْا عَنْهُ اَوْ لَیْسَ
حِزْبُ اللّٰهِ اِلَّا اَرْبَ حِزْبٍ اللّٰهُ هُمُ الْمَفْلُحُونَ۔
آیات بالا کا ترجمہ اور تشریح ملاحظہ فرمائیں۔ ترجمہ رضویہ و تفسیر نعیمی پیش نظر ہے۔

”تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی یعنی مومنین سے یہ ہو ہی نہیں سکتا اور ان کی یہ شان ہی نہیں اور ایمان اس کا گورا ہی نہیں کرتا کہ خدا رسول کے دشمن سے دوستی کرے اس آیت سے معلوم ہوا کہ بددینوں اور بد مذہبوں اور خدا و رسول کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں سے مودت اور اختلاط جائز نہیں اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ والے ہوں چنانچہ حضرت ابو عبیدہ ابن جراح نے جنگ احد میں اپنے باپ جراح کو قتل کیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روز بدر اپنے بیٹے عبد الرحمن کو مبارزت کے لئے طلب کیا لیکن رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اس جنگ کی اجازت نہ دی اور مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی عبد اللہ بن عمر کو قتل کیا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو روز بدر قتل کیا اور حضرت علی بن ابی طالب و حمزہ و ابو عبیدہ نے ربیعہ کے بیٹوں عقبہ و شیبہ کو اور ولید بن عقبہ کو بدر میں قتل کیا جو ان کے رشتہ دار تھے خدا و رسول پر ایمانی لانے والوں کو قربت و رشتہ داری کا کیا پاس؟ یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کے روح سے ان کو مدد دی۔ اس روح سے یا اللہ کی مدد مراد ہے یا ایمان یا قرآن یا جبریل یا رحمت الہی یا نور اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہیں ہیں ان میں ہمیشہ رہیں۔ اللہ ان سے راضی ہو سب ان کے ایمان و اخلاص و طاعت کے اور وہ اللہ سے راضی اس کے رحمت و کرم سے۔ یہ اللہ کی جماعت ہے۔ سنا ہے اللہ کی جماعت کا یہاں ہے۔“

جیسا طرح اس جگہ حزب اللہ کا تذکرہ ہے اسی طرح اس سے متعلق اور پرکی آیتوں میں حزب الشیطان کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
اِسْتَحْوِیْ ذَعْلَیْهِمُ الشَّیْطَانُ فَاَنْشَلَهُمْ ذُكْرُ اللّٰهِ
اَوْ لَیْسَ حِزْبُ الشَّیْطَانِ اِلَّا اَرْبَ حِزْبٍ الشَّیْطَانِ
هُمُ الْخٰسِرُونَ اِنَّ الْقَبِیْطَ یَحَادُّونَ اللّٰهَ وَ
رَسُولَهُ اَوْ لَیْسَ فِیْ اِلٰذِیْنِ کَتَبَ اللّٰهُ لَاغْلِبَنَّ اَنَا وَرَسُوْلِیْ
اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ

ان پر شیطان غالب آگیا تو انہیں اللہ کی یاد بھلا دی وہ شیطان کے گروہ ہیں سنا ہے بے شک شیطان کا گروہ ہاں میں ہے کہ جنت کی دائمی نعمت سے محروم اور

جہنم کے ابدی عذاب میں گرفتار۔ بے شک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں اللہ کچھ چکارح محفوظ میں کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول محمدؐ کے ساتھ یا تلوار کے ساتھ۔ بے شک اللہ قوت والا عزت والا ہے۔

قارئین کرام! قرآن حکیم کے اسلوب بیان و طرزِ ادا پر توجہ فرمائیے تو جگہ جگہ آپ کو یہ بات نظر آئے گی کہ فریقِ دُشمنین کا تذکرہ پہلو پہلو ہے۔ جہاں مومنین کا ذکر ہے وہیں کافروں کا بھی تذکرہ ہے۔ اسی طرح حزبِ الشیطان کا ذکر حزبِ اللہ کی متضاد اور راسخہ الاقویاز صفتوں کا ذکر بھی نظر آئے گا۔

ان آیات کی روشنی میں اگر اسلامی تاریخ کا بے نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو آپ کو دم گاہ عقاید میں دونوں گروہ اپنے اوصاف کے ساتھ برسرِ یکا نظر آئیں گے۔ اس تاریخ کا کا حقہ، تذکرہ صدی بے صدی کے ساتھ تحریر کرنا اس مختصر مقالے کے لئے ممکن نہیں اسلئے محض تمہید اور مقصدِ اصلی کے ربط کی خاطر ایک اجمالی خاکہ اپنے ذہن میں مرکز فرمائیے۔

(۱) نبی امیہ کے امراء و حکام کی بدعتوں نے جب اپنے ہاتھ پاؤں نکالنے شروع کئے اور اسلام کی مستقیم شاہراہ غبار آلود ہوئے لگی تو اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو ان بدعتوں کی تغیر و ازالہ کے لئے سربراہِ راستے خلافت کیا۔ جنہوں نے لوگوں کو صحیح کتاب و سنت و نہاجِ نبوت پر قائم کرنے کی کوشش کی اس لئے اس مقدس ولیفہر کو اسلام کا پہلا مجدد مانا جاتا ہے۔

(۲) خلقِ قرآن کے فتنے کے وقت حضرت امام احمد بن حنبل کی جاں نشانیان قربانیاں پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر طرح کی رسوائیوں کا برداشت کرنا اظہر من الشمس ہے۔ احیائے سنت و عقیدہ اہل سنت کی مزاحمت و دفاع میں ان کے ایمان افزہ اقدام کو کبھی داستانِ کہن سمجھ کر فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

(۳) جب یونانی فلسفہ کے تراجم عربی زبان میں ہوئے اور ان ترجموں نے مسلمانوں میں بے جا عقلیت کا جنون پیدا کر دیا پھر اسی جنون کی رو میں فرقہ و معتزلہ پیدا ہوا تو اس کے ازالہ کے لئے حجت الاسلام امام غزالی کی پیش ہاتھ تصنیفیں حمایتِ حق ہی کی خاطر عام وجود میں آئیں جس سے دنیا پوری طرح واقف ہے۔

(۴) جب تیمیائی (ابن تیمیہ کی) اعتقادی بدعتوں کا شگوندہ پھوٹا گیا تو اس کے ازالہ کے لئے اس وقت کے علمائے حق نے سیفِ لسان و قلم دونوں کو حرکتیں دیں چنانچہ علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام اس سلسلہ میں بہت بلند ہے اور ان کی تصنیف "شفاء السقام" معرکہ آرا ہے۔

(۵) سرزمینِ ہند میں جب الفِ ثانی (دوسرے ہزار) کے آغاز میں اکبری فتنہ دین الہی کا آغاز ہوا تو اس سلسلہ میں امام ربانی مجدد الفِ ثانی قدس سرہ اسای نے جو رسانی اور جانی جنگیں کی ہیں ان کی یاد تازہ ہے۔ اور یہ ان کا عظیم الشان کارنامہ۔

چودھویں صدی کا عہد

مندرجہ بالا تاریخی حقائق کی روشنی میں اب

چودھویں صدی کے عہد کا یعنی تیرہویں صدی

کے دورِ آخر اور چودھویں صدی کے دورِ اولیٰ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیجئے۔ اس عہد میں ہندوستان کی سیاست کا مقام کیا تھا۔ مسلمانوں کی دینی حالت کیا تھی ان کی اقتصادی حالتِ مذکورہ زوال تھی یا رو بہ ترقی۔ اس دور میں اسلامی عقائد کس طرح پر تھے تشنئے بدعتی عقاید اور کفری خیالات اشاعت پذیر ہو رہے تھے یا نہیں۔ ان امور پر غور و فکر کیا جائے۔

مثلاً مشہور ہے "الاشیاء علیٰ غرض" یا "حنداً و دھماً" چیزیں اپنی ضد و انتہا سے پہچانی جاتی ہیں۔ اس قاعدہ کے مطابق اس عہد کے پس منظر کو جاننا اور اس کے گرد و پیش کا مطالعہ کرنا بے حد ضروری ہے۔

ہندوستان سے مغل حکومت کا اقتحام اور اسکے بدلے انگریزی تسلط کا آغاز کچھ عرصہ قبل ہوا تھا اور ظاہر ہے کہ انقلابِ حکومت اپنی آغوش میں بہت سے فتنوں کو دبائے ہوئے رہنا ہوتا ہے۔ ذرا ان فتنوں کا مختصر خاکہ ملاحظہ کیجئے۔ سب سے پہلا فتنہ شیخیت کا بنا۔ اسلام رو نہا ہوا۔ یہ فتنہ کئی طور پر دبا بھی نہیں تھا کہ شیخیت کے بطن سے ندویت پیدا ہوئی۔

یہ فتنہ ایسا دل نشیں و دل فریب تھا کہ اچھے اچھے پلے وقت کے سنی علماء بھی اس کے زرب میں آ گئے اس کے ساتھ دہا بیت و نجدیت کے عقیدہ کو زیب گلو اور تاج سر بناتے ہوئے دیوبندیت کے فتنے سے سراٹھایا۔ دیوبندیت کے فقہی و اقتصادی نظریات کے بل بوتے پر قادیانیت نے نبوت کی تردید و اشاعت شروع کر دی، گویا یہ زمانہ بدعتی گدگی کے آخری کارنامہ بنا ہوا تھا العیاذ باللہ جس طرح دارایمان شہر مدینہ پر احزاب کفار نے جنگ مسلط کر دی تھی اسی طرح ہندوستان میں شریعتِ مدینہ پر اس احزاب کفر نے حملہ ڈال دیا تھا، مگر بعونِ تعالیٰ احزابِ جنگ میں سرکارِ فاج رہے، اسی طرح شریعتِ نبویہ علیٰ صاحبہا اعلیٰ حضرت کے بدولت مظهر و منقول ہی یہ زمانہ اکابرِ علمائے خالی نہ تھا۔ اور اس عہد میں دینی و سیاسی و فنی جو مختلف انداز سے سراٹھائے ہوئے تھے ان کی سرکوبی جُزئی طور سے

بعض علمائے کرام نے بھی کی لیکن ہر عہد فتنہ پر طریمانہ قوت قلبی کے ساتھ برد آزا ہونے والی ذاتِ تنہا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ہی کی تھی۔ خالق کائنات نے بے شک شبہ اعلیٰ حضرت ہی کے حصے میں یہ نعت عظمیٰ مقسوم فرمائی تھی۔ یوں تو سرزمینِ عرب میں زین العہد شیخ الاسلام علامہ سید دحلل اور علامہ شاہ ولی غفرم نے اہل نجد کے سرکوبیاں فرمائی تھیں لیکن سرزمینِ ہند میں نام فتنوں کا مقابلہ اور قیام بے دین جانتوں کی سرکوبی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی۔

امام احمد رضا

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

دلائل باسنادت ۱۰ اشوال ۱۲۶ھ کی مقدس تاریخ میں ہوئی

سرزمینِ ہند میں بریلی شریف کا مقدس خطہ آپ کے منصفیہ شہود میں آنے کی منزل قرار پایا۔ آپ نے لاشعور میں علومِ مردجہ و رتبہ سے فراغت حاصل کی اور مستند افتاء پر بیٹھائے گئے اس دن سے ان کی زندگی کا اگر ایماندارانہ جائزہ لیا جائے تو ان کا مجددی کا

ہونا ہر نیم روز کی طرح ظاہر آشکارا ہے۔ آپ کی تقریری و تحریری جامعیت، علوم حقہ کی فراوانی، آپ کی مضافات و مصالحت تصنیفات، ہر فن اور ہر محاذ سے مقابلہ کے لئے آپ کی عظیم شان، کتابوں کے لاکھوں صفحات پر آپ کے علمی شاہکار، تقریباً تمام اہم اور مفید عنوانات پر آپ کے علمی رسائل اور جملہ فنون پر آپ کی تصنیفیں و تشریحیں ہر اہل علم پر اس بات کو واضح و آشکارا کرتی ہیں کہ خلاق کائنات نے جامع علوم و فنون بنا کر خاص خدمت دینی کے لئے آپ کو منتخب فرمایا تھا اور ان تمام خوبیوں کا جامع ہی مجدد و مت کھلانے کا بجا طور پر مستحق ہے۔

مجھے پیش نظر مقالہ میں صرف اسی عنوان پر بحث مقصود ہے کہ علامہ حضرت کے عہد میں ہندوستانی مسلمانوں کی جو تعلیمی تہذیبی، ملی اور سیاسی حالت تھی اور مسلمان ہند جس بحرانی کیفیت سے دوچار تھے۔ ایسے عالم میں علامہ حضرت کا مہم کیا رہا اور مسلمانوں کی صحیح رہنمائی مجددانہ انداز میں کس طرح فرمائی۔ کیونکہ یہ امر علامہ کی تصنیفات سے بخوبی واضح ہے کہ نچریت اندیت، قادیانیت، دہلیت اور دیوبندیت کے فتنوں کا ازالہ انتہائی محققانہ انداز میں فرمایا گیا ہے۔ اس لئے مجھے ان عنوانات سے مفصل بحث مقصود نہیں۔ جو عنوان مقصود بحث ہے۔ اس پر بھی علامہ حضرت کا رسالہ، الحجۃ المومنہ فی آیات الممتحنہ موجود ہے جس کی اشاعت ہو چکی ہے اور علامہ حضرت نے اس ضمن میں بھی جس عزم و شجاعت سے صحیح فیصلہ اور درست رہنمائی فرمائی ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔

علامہ حضرت کی قومی و سیاسی خدمات

عزیزانہ مقابلہ کیا چاہے یہ بے دینی سیاست کے روپ میں ابھری ہو چاہے مذہب کے نام پر ہو یا اصلاح قوم و ملت کے نام پر۔ نچریت کے سلسلہ رد میں جو کچھ آپ نے دکھا وہ بھی محض نال ہے اگرچہ نگاہوں سے اب ادھجھل ہے۔ ”صہام حسن“ کے یہ چند اشعار سماعت فرمائیے جس کو خود علامہ حضرت نے اپنے رسالہ ”بارک“ الحجۃ المومنہ فی آیات الممتحنہ میں نقل فرمایا ہے۔ یہ رسالہ اپنے مضامین و مباحث میں بے نظیر ہے۔ اور تصانیف کی دنیا میں شاہکار ہے۔

نچریلوں کا رد

نچریاں راست خدا درکند :- نچر و قانون دراپائے بند
سرتواند کہ زینچر کشد :- خطبہ خدا تیش سینچر کشد
کیست سینچر سی دایس آست :- گول بکول آمدہ نچر پرست
چون شدہ استارہ ہند آں دغل :- غس و بلند آمدہ ہچوں زحل
عرش و فلک جن و فلک حشر :- مار و جاناں جملہ غلط کرد و ظن

کیست نبی پُر دل پُر جوش گو :- و چاہے باشد سخن جوش آرد
برزہ بر ہم مہ از اصل و فرع :- دین لا آرد و دوز آرد و شرع
ریش حرام ست و دم فرق زمین :- حج مولے انگیند بود طبع ارض
گفت یا قوم شنو قوم من :- ہیں سوئے اغراز بد قوم من
ذلت تادین مسلمانی ست :- دایے بر انکس کد نہ نفرانی ست

رسالہ مذکورہ میں اشعار مذکورہ کے پہلے مصنف علیہ الرحمہ والرضوان نے اس اعتراض کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ حضرات انگریزوں کی خوشی کے لئے لکے ایما سے تحریک خلافت کی مخالفت میں دینی فتویٰ دیکر مسلمانوں کو بہکا رہے ہیں۔

انصاف کیا ہوا اہل حق نے انگریزوں کے خوش کرنے کو معاذ اللہ مسلمانوں کا تباہ کرنے والا مسئلہ نکالا یا ان اہل باطل نے مشیر کیں کے خوش کرنے کو مراحتہ کلام اللہ کے پادشہ کے نیچے مل ڈالا، مسلمان کو خدا لگتی کہنا چاہیے، کلام الہی و احکام الہی بیان کے یہ تو ان کے دھرم میں انگریزوں کے خوش کرنے کو ہوئے وہ جو پیر نچر کے دد میں نصرانیت کی غلامی ادنیٰ تھی جسے اب آدھی صدی کے بعد لیڈر رونے بیٹھے ہیں، کیا اس کا رد ملکے اہل سنت نے نہ کیا وہ کس کے خوش کرنے کو تھا، کیا بکثرت رسائل و رسائل اس کے رد میں نہ لکھے گئے، حتیٰ کہ اسکے بچے مذکور کے رد میں پچاس سے زائد رسائل شائع کئے جن میں جاہ جاس نیم نصرانیت کا رد بلیغ بھیجے۔ یہ کس کے خوش کرنے کو تھا۔

اب ندوہ کے بارے میں روکے اشعار ملاحظہ کیجئے۔

ندویاں کیں جلوہ دراپسچ و کچری کنند :- چون بہ سنت ہی رسنداں کا ردیگری کنند
بخت درخت تخت دیں میں جلوہ با صد ش آلا :- پاڈری دسکاٹ با مٹر براڈری کنند
ساز و ساز عالم میں نظم بزم دیں بدیں :- میر و اسٹیج و ٹکٹ ہال و کلب گفری کنند
مفت مفتی یا نت ایں عزت کہ اورا ہمیش :- ابا ماں نچ و ہم چٹ و کلکڑی کنند
زین سگا شہاچہ نا شہا کہ خود ایں سرکشان :- داور دادار را برش گورنری کنند
اس کے بعد وہ دل افروز ایمان انگیز روح پرور عبارت ملاحظہ کیجئے جس سے علامہ حضرت کی سیاسی بصیرت اور سیاسی موقف و بنیاد و نیز مسلمانوں کے مسائل تعلیم کے متعلق ان کی رائے و اصلاح ہویداد آشکارا ہوئی ہے۔ اور آج اس کی صحت و استقامت ہر اسلامی در در رکھنے والوں کے نزدیک مسلم ہے۔

انگریزوں کی تقلید و فیشن دینرو سے آزادی اور دہریت و نچریت سے نجات بہت دل خوش کن کلمات ہیں خدا ایسا ہی کرے مگر صرف ترک امداد و الحاق سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ اس آگ کو بجھانے سے طیس گے جو سیٹھا احمد خاں نے لگاؤ اور اب تک بہت سے لیڈروں میں اس کی لپٹیں مشتعل ہیں۔ انگریزی اور وہ بے سود و تبصیح اوقات تعلیم جن سے کچھ کام دین تو دین دنیا میں بھی نہیں پڑتا کہ نچریت دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو اور وہ یہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا ہے، حیا کرنا

طور پر مشہود و معروف ہیں جب تک یہ نہ پھوڑی جائیں اور تعلیم تکمیل عقاید حقہ و علوم صدقہ کی طرف باگین نہ موڑی جائیں۔ دہریت و پھریت کی بیخ کنی ناممکن ہے کیا لیدر اس میں سامعی میں ہرگز نہیں صرف امداد و امداد ترک کرتے ہیں جو ظاہری تعلق ہیں اور تعلیمات کے گہرے تعلقات نہ پھڑکتے ہیں نہ پھوڑیں گے کیا انہیں میں نہیں وہ لوگ جن سے پوچھا جاتا کہ صاحبزادوں کو قرآن نہ پڑھایا تو جواب دیتے کیا ان سے رسوم کے چنے پڑھوانا ہے کیا اب یہ جواب نہ دینگے کہ پرانے علم سیکھ کر کیا کھائیں کیا انہیں شہل کے شر بھول گئے۔

سارے ہیں اب نئی چمک کے ... وہ ٹھٹھ بدل گئے فلک کے اب صورت نکاد دین نکلی ہے ... افلاک نئے زمیں نئی ہے سب بھول گئے ہیں یا سستی کو ... گردوں نے اٹل دیا ورق کو القصد یہ بات کی تھی تسلیم ... یعنی کہ علوم نو کی تسلیم تدبیر شفا جو ہے تو ہے ... اس دکھ کا دوا جب ہے تو ہر تعویذ کہن سے ہاتھ اٹھائیں ... تہذیب کے دائرے میں آئیں سیکھیں وہ مطالب نرائیں ... یورپ میں جو ہو رہے ہیں تلقین وہ گنج گراں دانش فن ... وہ فلسفہ جدید سیکھیں کپڑے وہ نکتہ آنسوئی ... یونٹن کے سائیل یقینی

اور بہ فرض غلط ایسا ہو بھی تو اکثر لیدر کہ انہیں تعلیمات فارغہ کے بل پر لیدر بنے کس معارف کے رہیں گے جب وہ مرد و خود مطرہ کیا اس وقت یہ شر حال ان تہ جان نہ ہوگا۔

جو کوئی تہلی ہو تو کچھ کام آئے ... مگر ان کو کس مد میں کوئی کھپائے نصاریٰ کی یہ غلامی کہ پر پھر نے تھائی لیدر جس کے اب زبانی شاکی ہیں اور دل سے پڑنے حامی اس کے نتائج تشبہ وضع و تحقیر شرع و شریع دہریت و فردغ پھریت مطابقی نہ تھے بلکہ انزائی اب اگر بعد خرابی بصرہ آنکھیں کھلیں اور اسے چھوڑنا چاہتے ہوں مبارک ہو اور خدا پرست کرے اور راست لے۔

اقتباسات بالاکو غور سے مطالعہ فرمائیے صاف مسلمانوں کو اقتصادی تعلیمی و سیاسی موقف کا صحیح ترجمانی ہے۔ انگریزوں سے مال نہ لینا اور اپنا مال انہیں دینا کیا یہ بات اقتصادی طور پر مسلمانوں کو مغلوب کرنے کی نہیں تھی۔ ایسی تعلیم جس سے مسلمان مسلمان ہی نہ رہے اور اپنے دین کی طرف سے بالکل اندھا بہرہ بن جائے کیا تعلیم دین کے اعتبار سے مسلمانوں کے لئے صحیح ہو سکتی ہے۔ اس لئے ایسی تعلیم کے مفاد کو بیان کر کے اعلیٰ حضرت نے اس کی جگہ صحیح تعلیم کی تلقین فرمائی جس سے مسلمان مسلمان رہتے ہوئے سیاسی میدان کو جولان گاہ بنائیں کوئی مذالفتہ نہیں۔ جائز تمول سے کوئی حرج نہیں مسلمان رہتے ہوئے سربراہان سلطنت ہو جائے تو راعی اور مگر دین سے یک لخت ہاتھ دھو کر بادشاہ قوت ہو جائے۔ قارون جیسا سرمایہ

اکٹھا کر لے، اتحادی تعلیم کی اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگریاں حاصل کر لے دنیا کے اعتبار سے یہ چیزیں لاکھ دیدہ زیب یا دل فریب ہوں مگر عند اللہ پرکاش سے بھی کمتر و بے وزن ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اسی صحیح بنیاد کو ہر محاذ پر پیش کیا۔ میں نے تو مختصر اقتباس پیش کیا ہے۔ آیات ممتحنہ والا رسالہ اہل اسلام از اول تا آخر غیر جانب دارانہ مطالعہ کریں تو صاف نظر آئے گا کہ اعلیٰ حضرت کی چاہت مسلمانوں کی دنیاوی و دینی امور میں بالکل دہی رہی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے کلام پاک اور اس کے حبیب حبیب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چاہت رہی ہے۔ سیرت و شریعت کا خلاف کہیں بھی نظر نہ آئے گا۔ ایک اقتباس صفحہ ۱۷ اور نقل کر رہا ہوں اسے بھی زینت نگاہ بنائیں۔ اور تعلیم دین کے لئے گورنمنٹ سے امداد قبول کرنا جو نہ مخالفت شرع سے مشروط اور نہ اس کی طرف منہج ہو یہ تو نفع بے غالی ہے جس کی تحریم پر شرع مطہرہ سے اصلاً کوئی دلیل نہیں۔ دین پر قائم رہو مگر دین میں زیادت نہ کرو کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سلاطین کفار کے ہدایا قبول نہ فرمائے جو جوہر شاعت آپ نے ان ہمارے میں لکھیں کہ اور غیاف اسلام حتیٰ کہ توہین سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام کی تعلیم داخل تھا ہے بے شک جو اس قسم کے اسکولوں یا کالج ہوں ان میں نہ فقط اخذ امداد بلکہ تعلیم و علم سب حرام قطعی بلکہ مستلزم کفر ہے۔

... کیا لیدر صاحبان فہرست دکھائیں گے کہ ان برسوں کی مدت اور لاکھوں روپیوں کی امانت میں اتنا فائدہ مرتب ہوا۔ انہوں نے تو کرایا پھوڑیں۔ انہوں نے تجارتیں، انہوں نے زمینداریاں۔ طرفہ یہ کہ ان کے خون گرم حامی ہمد و محرم۔ اخبارات اس ترک تعلیم پر بڑے بڑے زور لگا رہے ہیں خود اپنے اخبارات و مطابع کیوں بند نہیں کرتے، ان صیغوں کو تو انگریزوں سے جو گہرے تعلقات ہیں دوسرے صیغوں کو کم ہونے کے کیا اور ان کے لئے شور و فغاں اور اپنے لئے نوش جاں ...

حیرتے دارم ز دانش مند مجلس باز پرس: تو بہ فرمایاں چرا خود تو بہ کم تری کند ہجرت کا نل مچایا اور اپنے آپ ایک نہ سرکا ... جو ابھارنے میں آگئے ان مصیبت زدوں پر جو گزری گزری یہ سب اپنے جو روپوں میں چین سے رہے۔ ہر آگاہ پھٹکری اور ترک تعاون میں بھی کیا کسی لیدر کے پاس زمینداری یا کسی قسم کی تجارت نہیں نہ ان کا کوئی انگریزی ریاست میں ملازم ہے پھر انہیں کیوں نہیں پھوڑتے ...

غور کیجئے اعلیٰ حضرت کی دینی و سیاسی بصیرت کا یہ عالم تھا۔ آخر جب اس حقیقت کے آثار ظاہر ہونے لگے تو خود ان رہ نمائوں نے محسوس کیا اور اس سے نکلنے لگے اور پچاؤ کی دوسری راہیں اختیار کرنے کے لئے کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ خیر کچھ تو پچاؤ کیا اور بچے بھی لیکھی کلی طور سے مسلمان ہر محاذ میں شکست خوردہ رہے

اندکے پیش تو کھنٹم غم دل ترسیدم کہ دل آزرہ شوی در سخن بسیار است اختتام مقالہ پر تہذیب و تمدن کے طوطے پر چند اہم ضمنی باتیں گوش گزار ہیں آپ حضرات

کی توجہ دے کر رہے۔

(۱) سورہ مائدہ شریف کی آیتوں کے مضامین میں جن محبوبانِ خدا و محبوبانِ الہ کے ظہور کی پیش گوئی فرمائی گئی ہے۔ اس کا مکمل مصداق اعلیٰ حضرت کی کریمانہ و متواضع ذات موصوف باعلیٰ صفات بھی ہے آپ کی حیاتِ طیبہ کے قری، علیٰ تصنیفی کارنامے اس حقیقت کے شاہدِ عدل ہیں خصوصاً (الایمان فون کوہۃ لاسلم) کے پیکر تھے۔ اظہارِ حق کے وقت ان کے دل میں خوفِ خدا و ہیبتِ رسالت کے سوا کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔ شریعتِ عزاکے مقابلہ میں ان کا نہ کوئی اپنا عقائد کوئی پرایا نیکانہ تھا نہ بیگانہ نہ رشتہ تھا نہ کنبہ، نہ ہم خیال نہ مخالف، نہ پیر بھائی تھا نہ استاد بھائی "الْحُبُّ فِي اللَّهِ وَ الْبُغْضُ فِي اللَّهِ" کی شرابِ معرفتِ زیب در جامِ دل تھی۔ اذکار کے وقت حضورِ رب و شہودِ محبوبِ رب کے سوا ان کی نگاہوں کے سامنے کسی اور کی تصویر نہیں ہوتی تھی۔ محض رضائے خدا کی خاطر خدمتِ دین کا مشغلہ تھا اور کسی غرض ذاتی یا دنیادی مفاد کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ تھا۔ اس ہنر و خوبی کے اعتراف کے بجائے دشمنِ دین و ایمان اس کو اعلیٰ حضرت کے لئے معائب و مطاعن کے طور پر استعمال کرتے ہیں کہ یہ سب کو العبادِ بالہ کافر کہتے ہیں۔ نہ پیر بھائیوں کو چھوڑا، نہ ہم خیال علما کو بخشا، نہ متصوفوں کو نظر انداز کیا پھر ہم کس گنتی میں ہیں۔

حالانکہ یہی ان کا ایمان کمال گواہی دے رہا ہے کہ آنجناب کو کسی سے ذاتی پر خاش نہ تھی نہ دنیاوی کدورت دخلِ دشمن تھی۔ بلکہ بلا کم و کاست در رعایتِ بیان شریعت ان کا کام تھا جس کی زد میں جو بھی آئے سوائے مگر شریعت پر ضرب نہ آنے پائے اگر ایسا نہ ہوتا تو البتہ دیوبندی حضرات کہتے کہ دیکھئے میرا اور فلاں کا جرم ایک ہے لیکن ہماری تکفیر کی۔ فلاں صاحب ان کے ہم عقیدہ و ہم خیال تھے اس لئے ان کی تکفیر نہیں کی یہ دوزنگی بعض اغراض دنیاوی کی بنا پر ہے۔

(۲) سورہ مجادلہ شریف نے فرمایا۔ اہل ایمان کا یہ حال نہ ہاؤ گے کہ جو مخالفینِ خدا ہیں ان سے یار نہ، دوستانہ تعلقات رکھیں گے۔ اگرچہ ان کے باپ، بیٹے بھائی کہنے ہیں کہ لوگ کیوں نہ ہوں۔ یہی ہے جن کے دلوں میں ایمان نقش کر دیا گیا ہے۔ اور "روح" سے ان کی تائید کی گئی ہے یہی اللہ تعالیٰ کے کردہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کردہ ہی بامراد و کامیاب ہے "مفہوم"

اس آیت کے مفہوم کی قبا بھی اعلیٰ حضرت کے ایمانی قد زیا پر زیب دے رہی ہے۔ آپ کی زندگی سے حزبِ اللہی شان و حزبِ اللہی کامیابی نمایاں ہے۔ زندگی کے کسی موڑ پر بھی لمحہ بھر کے لئے بھی کسی دشمنِ خدا سے مروت، رافت، ہمت کی بوسلک آنے نہیں دی سیاسی معرکہ ہو تمدنی مسئلہ ہو، فقہی فتویٰ ہو، کلامی گفتگو ہو، قوی و قوی ہی خواہیوں کا تقاضا ہو ہر محاذ پر دشمنانِ دین سے صفِ آرا پائیں گے۔ مگر "حزب الشیاطین" سے کہیں دوستانہ مراسم کا نام نشان

بھی نظر نہ آئے گا صرف بالصفات اہل ایمان کو اتنی سعی زحمت گوارا کرنی ہوگی کہ آیا سورہ مجادلہ شریف کی مذکورہ آیت کے مضمون کا انطباق اعلیٰ حضرت کی حیاتِ طیبہ پر ہوتا ہے یا نہیں۔ محنت کش طالبِ حق کا اپنی طلب کے اختتام پر صرف ایک جواب ہوگا۔ ضرور ضرور انطباق ہے اور کمال انطباق ہے جس میں ذرا بھی خلا نہیں۔

سیاست اور اسلام

(۳) مشکوٰۃ شریف۔ باب الامارۃ ص ۳۲ میں یہ حدیث ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور جان نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کانت بنو اسرائیل تسوس سہم الانبیاء کلما ہلک نبی خلفہ نبی و انہ لانی بعدی و سیکون خلفاء فیکشرون۔ قالوا فاما تائم قال فوا بیعہ الاول فالاول اعطوہم حقہم فلن اللہ ما ملہم عما استبوا غاہم متفق علیہ۔

حدیث شریفہ کا مفہوم یہ ہے انبیائے کرام ہلکے ہاتھ میں بنی اسرائیلوں کی سیاست تھی جب جب ایک نبی پردہ فرما جاتے تو دوسرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جانشین ہوتے و اسی طرح تہاری سیاست میرے ہاتھ ہے میرے بعد چونکہ یہ تحقیق کوئی کسی قسم کا نبی نہیں ہے اس لئے میری رد پوشی کے بعد میرے جانشین کوئی نبی نہیں ہوگا۔

بلکہ خلفاء ہوں گے اور بکثرت مدعیانِ خلافت ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا ایسے وقت میں ہمارے لئے کیا حکم ہے حضور نے جواب دیا پہلے خلیفہ کی بیعت پر قائم رہنا پھر اسکے بعد جو اول ہے۔ اس کے زیر بیعت رہنا ترقیبی سلسلہ ہی برقرار رہے۔ ان خلیفوں کا حق تم ادا کرنا خلفاء سے اللہ تعالیٰ باز پرس کرے گا کہ انہوں نے لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔

اس حدیث کی نقل کا مقصد صرف اتنا ہے کہ نبی تعلیم و جدید روشنی والے مسلمان جو بزمِ خویش پر سمجھتے ہیں کہ اسلام میں دین الگ ہے۔ اور سیاست الگ اور علما سیاست کیا جانیں یہ تو ہمارا پیدائشی حق ہے۔ وہ اپنے اس باطل عقیدہ و خیال سے توبہ کریں اور اپنا خیال درست فرمائیں۔

انبیائے کرام دینِ حق کے ساتھ مبعوث ہوتے ہیں اور دین کے جملہ شعبوں کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ سیاست اہم شعبہ حیات ہے۔ اور اسکے نتائج و فوائد نہایت ہی دور رس ہوتے ہیں اسلئے قیوم بخش فائدہ رسالہ صحیح سیاست مدہ ہے جو انبیاء کرام کہے۔ دین حقہ کہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انبیائی سیاست کو وہ اعلیٰ و مکمل مقام بخشا ہے۔ جو سیرت و ان حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ اس لئے علامتِ حق ہی دارش رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہونے کی بنا پر دارش سیاست اسلامی بھی ہیں۔

اور نفاذ سیاست کا اصل حق بھی انہیں کا ہے۔ سرکارِ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست کے ناشرین علماء ہر دور میں گذرے ہیں۔ چودھویں صدی میں سرکارِ بظاہر کے دارش علم و سیاست اعلیٰ حضرت بھی تھے اس حقیقت پر آپ کی صد ہا تعینفین گواہ ہیں۔ خاص کر سال الحجۃ المومنین خاص اسی موضوع پر بے نظیر کاوش نگارش ہے۔

(۴) بہت سے معاندین یہ بھی کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے تکفیری مشغلہ اتنا بڑھا دیا اور اس میں بہت زیادہ وقت صرف کیا اس سے قوم و ملت کو کچھ فائدہ ہوا۔ اس کا جواب وہ حدیث کریمہ ہے جو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ
اِنَّ يَكُوْنُ حِمْلُ النِّعَمِ رَوَاكِبًا يَّجَارِي مِثْلَ مَجَارِي الْمَوْتِ سَهْلٌ مِّنْ سَعْدِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ۔

خدا کی قسم بے شک یہ بات کہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے سبب سے ایک شخص کو ہدایت فرما دے تیرے لئے سرخ اونٹوں کے اٹک ہونے سے بہتر ہے۔ یہ حدیث بنیادی و مسلم ہے سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ۱۲

یعنی کوئی دنیا کی دولت بٹورنے میں نکلے اس کو اس کی پرواہ اور کچھ مطلب نہیں کہ گمراہی دے دینی کیا ہے اور اسلامی صراط مستقیم کیا ہے۔ اور اس کے برعکس اہل ایمان اپنی پوری توانائی اس جدوجہد میں بھجوتے ہیں کہ کس طرح لوگ راہ راست پر آجائیں۔ اس کی وجہ سے ایک بھی ہدایت یاب ہو گیا تو یہ آخرت کے اعتبار سے زیادہ فائدہ میں رہا اور پہلا چند روزہ متاع دنیا کی لذتوں کے بعد برابر گھٹے و خسارت میں رہے گا۔ اعلیٰ حضرت کی بروقت حق گوئی حق بینی حق نویسنے و معلوم کتنے لوگوں کو گمراہی سے بچالیا اور کتنے کج رجحان و مستقیم گامزن ہو گئے اور اگر ایک دہائی ہدایت یاب ہوئے ہوں تو اعلیٰ حضرت کے حق میں بشارت کبر کل ہے اگر بالفرض کوئی بھی راہ حق قبول نہ کرتا تو اس میں بھی اعلیٰ حضرت کا کیا نقصان کیا حدیث شریف میں نہیں آیا کہ بعض نبی کریم پر ان کی اُمت کا ایک فرد بھی ایمان نہیں لایا۔

سیاست اور اعلیٰ حضرت

(۵) اصل حقیقت اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی ہے کسی کے ماننے یا نہ ماننے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ایک حقانی، ربانی عالم باعمل کا فریضہ ہے کہ وہ علوم شرعیہ و حقہ کا اظہار کرے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ بدعات کا شیوع ہوا اور لوگ شریعت کی تبدیل کے دہے ہوں چنانچہ حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ:-
اِذَا ظَهَرَ الْفِتْنُ اَوْ قَالَ الْبِدْعُ فَالْيُظْهَرِ الْعَالَمُ عَلَيْهِ مِنْ لَمَّا يَفْعَلُ ذَالِكَ فَحَلِيهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ اَمْلِكْتَهُ وَاَنْتَ اَجْمَعِينَ لَا يُفْصِلُ اللّٰهُ مَنَّهُ صِرَافًا وَلَا عَدَلًا۔

سب نکتے یا فرمایا بد مذہبیاں ظاہر ہوں تو فرض ہے کہ عالم اپنا علم ظاہر کرے اور جواب نہ کرے اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت۔ اللہ اس کا نہ فرض قبول کرے گا نہ نفل۔

اس حدیث کے مضمون کے مطابق ہمیشہ علمائے اہل سنت نے ہر بدیعی عقاید و اعمال سیاست و معاملات کے ظہور کے وقت کتاب و سنت کی تیغ برہنہ بن کر ازالہ منکر کے لئے ہمہ تن مصروف ہوتے آئے ہیں یہی فریضہ اپنے زمانہ کے بدیعی عقیدوں و مملو سیاستوں کے ظہور کے وقت اعلیٰ حضرت نے بھی انجام دیا۔

اسلام میں ازالہ منکرات، ہی کے لئے جہاد کی تعلیم دی گئی ہے۔ زمانے کے لحاظ سے اس جہاد کی تین قسمیں ہیں: ۱۔ سنی، ۲۔ قسم امام یا بادشاہ کی زیر قیادت، ۳۔ ہی ظہور پذیر ہو سکتی ہے۔ ہر شخص اس فرض کے ساتھ مامور نہیں۔

(۶) لانی:- یعنی زبان و قلم سے ازالہ منکر کا حق ادا کیا جائے۔ یہ کام بحمد اللہ تعالیٰ خادین شریعت ہمیشہ سے کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ جلالہ و رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد شامل حال رہی تو دم آخر تک کریں گے۔ اسی جہاد لانی کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے اعلیٰ حضرت نے دہلیہ، نیا چرہ، دیابند، قادیاہ، غیر مقلدین ندویہ، آریہ، نصاریٰ وغیرہم کا رد فرمایا اور اس ازالہ منکر پر سختی سے قائم رہتے ہی دینی فریضہ کا تقاضا تھا کہ اعلیٰ حضرت نے ایک متحدہ سیاسی گمراہی سے بھی برسرِ پیکار ہو کر اس حق بیانی کے صلے میں بہت ایندھن سہیں جن کو ان کی غزبت نے خندہ پیشانی کر برداشت کیا۔

(۳) جناف:- یعنی کفر و بدعت، فسق کو برا جاننا یہی جہاد ہر کافر، بدعتی اور فاسق سے ہر سچے مسلمان کو حاصل ہے۔ وہ ایسوں کو دل سے ضرور برا جانتے ہیں مگر جو نام نہاد مسلمان اسلام کو سلام کر چکا اور اپنے آپ کو کفار کا غلام بنا لیا اس کا راہ الگ ہے اس کا دین غیر دین خدا ہے۔

ہمارے ان معروضات کے دلائل اعلیٰ حضرت کی نگاہ ہزار کے قریب تصنیفیں ہیں۔ اب تک جو زیور طبع سے مزین ہو چکی ہیں وہ بھی کم نہیں ہیں۔ میراد عوی ہے ان کتابوں کے مطالعہ سے ہر ذی انصاف، غیر متعصب، ایماندار اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ اعلیٰ حضرت ہر این آن سے بے نیاز اپنے رب کریم کے حضور، حضورِ قلب سے حاضر اور اپنے حبیب پاک صاحبِ ولایت صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور میں محو۔ اہل دنیا کی ستائش و طعن اور نوش و نیش سے بالکل بے خبر رہے۔ اپنی ایک رباعی میں اپنی زندگی کا پاکیزہ صحیح نقشہ نگاہِ عالم کے سامنے دکھایا۔

نہ مرا نوش ز تحسین نہ مرا نیش ز طعن:- نہ مرا گوش بد حسی نہ مرا ہوش ذمے منم و کینج و نخوی کہ گنجیدہ دروے:- جز من و چند کتاب و دوات و قلمے اسی رباعی پر اپنا رد لیدہ بیان و شکستہ تحریر ختم کرتا ہوں مولانا تعالیٰ قبول فرمائے اور میری مغفرت اور خلق کی ہدایت کا ذریعہ بنائے آمین ثم آمین۔

خانوادہ اشرفیہ کے پاکباز شہزادوں کو خراج عقیدت

علی کا گھر بھی کیا گھر ہے کہ اس گھر کا ہر اک بچہ
جہاں پیدا ہوا شیر خدا معلوم ہوتا ہے

امام احمد رضا پر رسیاں کیلئے علی کے گھرانے نے جو راہ دکھائی ہے
اسی پر چل کر ہم اپنے ملی فرائض کو ادا کر سکتے ہیں

میزبانی کا حکم چوہدری ابوالکلام محمد

اسکن ہر چنٹ

چھوٹی مدار ٹیسکری جیلپور ایم پی

تار - دھیر جیلپور فون 4426

جنگ آزادی

غازی ملت مولانا سید محمد ہاشمی میاں صاحب
صدر آلہ امتدیا سنی لیگ

نہ قلم تھانہ کاغذ کوئے سے کپڑوں اور لکڑیوں پر تحریر کی گئی یہ کتاب بھارت کے سوراوٹوں اور ملک دلت کی سالمیت کی خاطر جان دینے والوں کے لئے مشعل راہ ہے کتاب مذکور کے ترجمے سے پہلے جناب رئیس احمد صاحب نے جو تعدادی نوٹ تحریر فرمایا ہے ناظرین اسے ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا فضل حق خیر آبادی یگانہ روزگار
عالم تھے عربی زبان کے کمانے ہوئے ادیب

اور شاہ عر تھے علوم عقلی کے امام و مجتہد تھے اور ان سب خصائص سے بالا ان کی شخصیت تھی کہ وہ بہت بڑے سیاست دان بہتر اور مفکر بھی تھے۔ مسند درس پر بیٹھ کر وہ علوم نون کی تعلیم دیتے تھے اور ایوان حکومت پر پہنچ کر وہ دور رس فیصلے کرتے تھے۔ وہ بہادر اور شجاع بھی تھے غدر کے بعد نہ جانے کتنے سوزا اور رزم آرا ایسے تھے جو گوشہ عایت کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے تھے۔ لیکن مولانا فضل حق ان لوگوں میں تھے جو اپنے کپڑے پر نادم اور پشیمان نہیں تھے۔ انھوں نے سوچ سمجھ کر میدان میں قدم رکھا تھا اور اپنے اقدام و عمل کے نتائج بھگتنے کے لئے وہ ہوصد مندی اور دلیری کے ساتھ تیار تھے۔ سرسبکی اور ہشت اور خوف یہ وہ چیزیں تھیں جن سے مولانا بالکل ناواقف تھے۔

مولانا کی شخصیت، سیرت، کردار اور علم و فضل پر ضرورت تھی کہ ایک نکل کتاب لکھی جاتی لیکن وہ ایک زود فراموش قوم کے فرد تھے فراموش کر دیئے گئے اور کچھ دنوں کے بعد لوگ حیرت سے دریافت کریں گے کہ یہ کون بزرگ تھے؟
مولانا کے حالات دسائیں کی کمی کے باوجود جو کچھ بھی مستند طور پر دریافت ہو سکے وہ وہ غمخوار پر درج کے جاتے ہیں۔

آزادی میں علماء کا حصہ
اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکا کہ ۱۸۵۷ء کی تحریک میں علماء نے نمایاں حصہ لیا۔ بقول ایک اہل قلم اور محقق کے:-

مولانا فضل امام خیر آبادی صدر الصدور دہلی مفتی صدر الدین خان آزاد، مفتی عثمان احمد کاکوروی مفتی صدر امین کول دہری، مولانا فضل رسول بدایونی سررشتہ دار کلکتہ مفتی صدر دفتر سہواں مفتی عنایت اللہ گوباسوئی قاضی دہلی دسرکاری دکن آباد مولانا مفتی لطف اللہ

بھارت کی دھرتی پر انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کرنے والے اکثر و بیشتر سنی علمائے کرام ہی تھے اسی لئے برٹش سامراج دادیوں نے علمائے اہلسنت کو جسمانی اور روحانی دونوں طرح کی تکلیفیں پہنچائیں جسمانی تکلیف جیلوں میں بھر کر اور پھانسی کے تختے پر لٹا کر اور روحانی تکلیف اپنے زور خرید مولویوں کے ذریعہ شرک و بدعت کے فتوے لگوا کر۔ اس وقت علمائے اہلسنت کی قیادت علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ کے ہاتھ میں تھی اور اور قدرت نے انھیں دواہی بڑی مفتیں عطا فرمائی تھیں جسے بغیر تکمیل انسانیت تک نہیں علم اور عقل۔ غیر معمولی علم اور بے پناہ معقولیت کے حسین امتزاج کا نام ہے علامہ فضل حق۔ چنانچہ علامہ نے ایک ہی وقت میں دونوں کی خبر ل۔

فرنگی سامراجیت کی بھی اور شرک و بدعت شریعت کی بھی
غدر ۱۸۵۷ء میں جب دیگر مکاتب فکر کے علماء گوشہ عایت ڈھونڈ رہے تھے۔ بلکہ بعض انگریزوں کی خوشامد کر رہے تھے ٹھیک اسی وقت علمائے اہلسنت بھارت کے ماتھے پر لگے ہوئے غلامی کے داغ کو دھو رہے تھے۔ تاریک گواہ ہے کہ علامہ فضل حق نے ہی انگریزوں کے خلاف مسلمانوں کو منظم کر کے برطانوی سامراج کے قلعوں کی بنیادیں تیز کر دیں تھیں اور آپ کے بعد جس قدر جماعتیں بنیں ان میں انگریزوں سے برسر پیکار ہوئیں وہ سب علامہ کے نقوش قدم کی رہنمائی میں حضرت علامہ اور آپ کے تمام ساتھی سنی بڑوں کے علمائے جب انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تو بعض شک پروردوں اور انگریز دوست مولویوں کے اشارے پر ان مجاہدین کو جیل کی کال کوٹھری میں بند کر دیا جانا انگریز جیل کی تاریک دنیا بھی ان خامان حق کے عزم میں کچھ رکاوٹ پیدا نہ کر سکی انگریزی اقتدار کی تیغ گئی میں حضرت علامہ نے جو مصائب برداشت کئے اگر پہاڑ پر ڈال دیئے جاتے تو ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ حضرت علامہ نے خود اپنے چشم دید واقعات و حالات اور اپنے مصائب و آلام کا تذکرہ اپنی گران قدر تصنیف ”رسالہ غریبہ“ میں کیا ہے۔ جسے مولانا ابوالکلام آزاد نے ”الشوۃ الہند یہ“ کے نام سے طبع کرایا۔ حضرت علامہ نے یہ کتاب بھارت کے پراسن جیل میں نہیں لکھی بلکہ جزیرہ اٹمان میں کالایان کی سزا کے دوران تحریر فرمائی۔ جبکہ ان کے پاس

دنہر سہسراں مفتی انعام اللہ گویا سٹی قاضی دہلی دسرکاری وکیل الہ آباد دسولانا مفتی لطف اللہ علیگر ٹھہری سررشتہ دار امین بریلی علامہ فضل حق خیر آبادی سررشتہ دار ریزہ ڈنسی دہلی دسر الصدور لکھنؤ دہتم حضور تحصیل اودھ مولوی غلام قادر گویا مولوی ناظر سررشتہ دار عدالت دیوانی دتھیلدار گود گادوں مولوی قاضی فیض اللہ کشمیری سررشتہ دار صدور الصدور دہلی دغیرہ یہ سب اپنے وقت کے بے نظیر و عظیم المثل اکابر علمائے تھے حکومت کی باگ ڈور انہی کے ہاتھ میں تھی مسلمانوں کو سلطنت کی بربادی ان کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ موقع کا انتظار تھا سررشتہ دار وقت آیا تو سب میں پیش پیش ہی حضرات تھے دایان ریاست دار اکین دولت میں ناقوس حریت بھونکنے والے ہی تھے۔ عوام کو ابھارنا اور فتویٰ جہاد جاری کرنا انہیں کا کام تھا اور انقلاب شمسہ میں سب سے زیادہ مصائب اٹھانے اور آتش حریت میں جھننے والے ہی تھے شیعہ شہستان آزادی کے پردے تھے۔

سرسید احمد کا خراج عقیدت

جناب مولانا مولوی فضل حق یہ غفلت ارشید میں جناب مولانا فضل امام کے زبان تلم نے ان کے کمالات پر نظر کر کے فرخاندان کہا ہے۔ اور فکر دینی نے جب ہر کار کو دریافت کیا فرخ جہاں پایا جمیع علوم و فنون میں یکساں روزگار میں اور منطق و حکمت کی تو گویا انہیں کی حکمہ عالمانہ بنا ڈالی ہے علمائے عصر بل فضلاء دہر کو کیا طاقت ہے کہ اس سرگرداں اہل کمال کے حضور میں بساط منظرہ آراستہ کر سکیں بار بار دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو یگانہ روزگار سمجھتے جب انکی زبان سے ایک حرف سنا دعویٰ کمال کو فراموش کر کے نسبت شاگردی کو ابنا فرماتے۔ (تذکرہ اہل دہلی - سرسید)

مجاہد اعظم مولانا سید کفایت علی کافی مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سید کفایت علی کافی مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو جانے والہ شخصیت تھی کہ مراد آباد کی سرزمین جن کے مقدس خون کو آج تک داد و فادے رہی ہے۔ آپ مراد آباد کے معزز ترین سادات کرام کے خاندان میں پیدا ہوئے علوم عقلیہ و نقلیہ کے جلیل فاضل ہو کر شاعری میں یگانہ مقام حاصل کیا علم حدیث فقہ اصول، منطق فلسفہ میں یگانہ ہر روزگار تھے۔ آپ کا فنیہ کلام غزل کے پیرائے میں ہے۔ آپ نے تعاضد سے گریز کیا کہ ان میں مبالغہ کی آمیزش ہوتی ہے۔ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جب تک تحریک آزادی ہند شروع ہوئی تو گویا مولانا کافی رحمۃ اللہ علیہ کا ہاشمی خون پہلے سے ہی جذبہ شہادت سے سرشار تھا۔ مولانا نے حوالی مراد آباد میں نرنگی سامراج کے خلاف علم جہاد بلند فرمایا جدھر آپ کا رخ ہوا برطانوی سامراج کے پرچے اڑتے گئے سلطان بہادر شاہ ظفر نے آپ کو بلایا اور جہاد کے مشورے لئے مولانا نے جنرل بخت خان شیخ افضل مدد یق شیخ بشارت مل خان، مولانا سبحان علی نواب محمد الدین مولانا شاہ احمد اللہ مدراسی کی محبت میں مختلف محاذوں پر انگریزوں کو شکستیں دیں واپس مراد آباد کے اکثر

معر کے سرکے۔ بالآخر انگریزوں کے چٹھو کلاں فخر الدین اور بعض خاندانوں کی سازش سے ۳۰ اپریل ۱۸۵۷ء مطابق ۶ رمضان المبارک ۱۲۷۴ھ مولانا گرفتار کر لئے گئے اور مراد آباد جیل سے متصل برسر عام انگریزوں نے آپ کو تختہ دار پر لٹکا یا پھانسی کے وقت مولانا مندرجہ ذیل اشعار بڑے ترنم و ذوق سے پڑھ رہے تھے۔

کوئی گل باقی رہے گا نہ جن رہ جاے گا

پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جاے گا۔

ہم میفر دباغ میں ہے کوئی دم کا ہچکچا

بلبلں اڑ جائیں گی سونا جن رہ جاے گا

اطلس و کجواب کی پریشاک پر نازاں نہ ہو

اس میں بے جان پر خاک کفن رہ جاے گا

سب فنا ہو جائیں گے کافی و لیکن حشر تک

نعت حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائیگا

دیگر ہمارے مجاہدین اکابرین کرام و علماء و شہدائے تحریک آزادی ہند

مولانا عبد الجلیل شہید علیگر ٹھہری

پڑھا شفی عارت باللہ را سنا تھے تحریک آزادی ۱۸۵۷ء میں مجاہدین نے انگریزوں کو علیگر ٹھہ سے نکال دیا تو زمام قیادت آپ کے حوالے گئی دوبارہ انگریزوں نے

چڑھا ان کی زد شکن سے مقابلہ میں بہت سے مجاہدین شہید ہوئے مولانا عبد الجلیل بھی ان شہداء میں حیات ابدی پلگئے۔ اور ان بہتر شہداء کے ساتھ جامع مسجد علی گڑھ میں دفن ہوئے

(۲) مولانا امام بخش مہیال دہری رحمۃ اللہ علیہ (۳) مولانا رحمۃ اللہ کیرانی مہاجر کی رحمت علیہ (۴) مولانا ڈاکٹر وزیر خان بہاری رحمۃ اللہ علیہ (۵) مولانا مظفر حسین کاندھلوی

(۶) مولانا فی الدین بدایونی۔

ان مفصل حالات کے لئے تواریخ انقلاب آزادی ۱۸۵۷ء پڑھئے۔

دوسرے سرفروشان ملک و ملت سنی بریلوی قائدین تحریک آزادی ہند

مفتی صدر الدین صاحب دہلوی، مفتی عنایت احمد کاکڑی، مفتی رسول بخش کاکڑی

سید احمد اللہ شاہ، جنرل بخت خان، مولانا بیات علی الہ آبادی، جنرل عظیم اللہ خان مفتی مدد الدین

خان دہلوی، مولانا افتخار علی، مولوی امام بخش مہیال، سید باقر علی صاحب ناظم محک دیوان،

مولوی نور الحسن صاحب، سید مرتب علی صاحب، مولوی خواجہ تراز علی صاحب سید حسن علی صاحب

مولوی رحمت علی صاحب مفتی ریاض الدین صاحب، مولوی غلام جیلانی صاحب، مولوی غلام مرتضیٰ

صاحب مفتی رسول بخش صاحب، مفتی انعام اللہ صاحب، شیخ محمد شفیع صاحب، موسیٰ علی صاحب

باسط علی صاحب، محمد عظیم الدین صاحب محمد قاسم صاحب داتا پوری، معین الدین صاحب

مولانا کریم اللہ صاحب، صدر الصدور قاضی محمد کاظم علی صاحب، تاج الدین صاحب

مزین ہیں اور ان نامراد مورخین پر سخت انوس ہے جنہوں نے مولانا شاہ احمد اللہ کو ننگ دین ننگ وطن سید احمد بریلوی و مولوی اسماعیل کے عزائم کا تکلیف کنندہ لکھ کر یا ان سے تعلق دار بنانے کے لئے خواہ مخواہ ان غداروں کو مولانا شاہ احمد اللہ کے حالات میں گھسیٹ کر ان کے مقدس عقیدہ و کردار کو داغدار کرنے کی کوشش کی ہے۔ مولانا احمد اللہ خالص سنی حنفی صوفی عالم اور ممتاز مجاہد تھے سید احمد و اسماعیل جیسے بدعقیدہ نام نہاد مجاہدوں سے شہید موصوف کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ مولانا کے مجاہدانہ کارنامے آزادی وطن کے لئے جوش و خروش مختلف محاذوں پر انگریزوں سے مقابلے اور بالآخر اللہ کی راہ میں شہادت تحریک آزادی کی مفصل تواریخ میں دیکھئے اور سنی بریلوی علماء کی دینی و ملی خدمات کو بالتفصیل پڑھئے۔

استاد الہند حضرت مولانا مفتی صدر الدین خان آزر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتب عشق کا دستور لادیکھا : اسکو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا تحریک آزادی ہند ۱۸۵۷ء میں جن خدمات حضرت مولانا مفتی صدر الدین علیہ الرحمۃ نے کی ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں بلکہ اس تحریک کا مدار الہام کی ذات گرامی پر ہی کہنا زیادہ ہے۔ قلم کو کیا طاقت کہ ان کے علم و نفس کے بحر سے کنارے سے ایک سرتی باہر لاسکے اور دفتر کے دفتر ان کے مکالم و محاسن کے لئے سنا کا فائدہ ہے۔ ۱۲۰۴ء میں دہلی میں پیدا ہوئے اکثر علم مولانا امام الہند فضل امام خیر آبادی رحمۃ اللہ والد ماجد مولانا فضل حق خیر آبادی شہید تحریک حریت سے جاس کے، حدیث حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی سے پڑھی۔ اور یگانہ روزگار عالم بنے چار دانگ عالم میں ان کے علم و نفس کا پرچہ ہوا۔ دہلی میں صدر الصدور رہے انگریزوں کا اقتدار بڑھتا دیکھا تو تحریک آزادی کا جھنڈا اٹھایا۔ فتوے جہاد نشر کیا مجاہدین و اکابرین تحریک آزادی کی قیادت کی تمام جائیدادیں تحریک پر خرچ کر دیں۔ ملک کے گوشہ گوشہ میں ان کے تلامذہ موجود ہیں۔ شعر گوئی میں کمال رکھتے تھے معقول فلسفہ ریاضی کے مدیم الشل استاذ تھے۔ فقہ کے ممتاز ماہر مفتی تھے خالص سنی حنفی صوفی عالم دیگانہ روزگار امام العلم تھے۔

وہابیت کی بیخ کنی میں ان کی مساعی مشکوہ اور آزادی ہند میں ان کی جدوجہد محتاج قیادت نہیں۔ آج تک دہلی میں دیوبندیوں نے ایسا عالم پیدا ہوا نہ مجاہد بخشنہ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ بمطابق ۱۹۶۵ء میں دہلی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

آسمان تیرکلچد پر نور افشانی کرے

من از سر نو جلوه دہم دار در سن را

عالم باعلی مفتی عنایت احمد صاحب کاکوروی

لطیف احمد خیر آبادی، مولانا غلام امام شہید مفتی عبدالوہاب صاحب کاکوروی، ڈاکٹر ذریغ خان صاحب، مولوی بنی احمد صاحب بدایونی، حضرت سید نواب علی شاہ صاحب سجادہ نشین نیکہ شریف کاکوروی، مولانا حاج الدین مراد آبادی، نواب محمد والدین حافظ محمد عبداللہ وغیرہ یہ اکثر حضرات جنہوں نے شیع حریت روشن کی سنی بریلوی صوفی اعتقاد و روش مسلک ہی تھے۔ مولانا فضل حق شہید رحمۃ اللہ علیہ کو اس کارزار جہاد میں مرکزی اور قائدانہ حیثیت حاصل ہے وہ آپ ملاحظہ فرمائیے ہیں۔ مذکور الصدر قائدین تحریک آزادی میں سے چند ایک کے متعلق مختصر کچھ حالات بطور نو پیش خدمت ہیں ملاحظہ ہو۔

مجاہد اعظم مولانا سید احمد اللہ شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ

ع بنا کردند خوش رسے نجاک و خون غلطیدن

تحریک آزادی ۱۸۵۷ء کے تمام مجاہدین علماء و مشائخ اکابرین علماء

سنی بریلوی تھے۔ اور جب کہ سید احمد بریلوی اور مولوی اسماعیل مدون بالا کوٹ نے اپنی پیٹ پوجا کو مقدم دکھ کر انگریزی اقتدار قائم کرنے کے لئے ایک تحریک معاندت برطانیہ چلائی تو برطانوی اقتدار کے پرنچے اڑنے والے سنی بریلوی علماء کے اولوالعزم اکابر علماء دین و قائدین آزادی و انہما ہی تھے جن میں سرفہرست شہید ملت شیع حریت مولانا شاہ احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ مدرسی کا اسم گرامی آتا ہے جنہوں نے قن من دھن سب کچھ ملک و ملت پر نثار کر کے بالآخر شہادت نوش فرما کر داخل جنت ہوئے ۱۲۰۴ھ میں بمقام چنیا پٹن تعلقہ بونالی سامل دریائے شبر تعلقات مدراس میں پیدا ہوئے آپ کے والد نواب سید محمد علی سلطان پور شہید کے عظیم مقرب و صاحب اور چنیا پٹن کے نثار نواب تھے۔ مولانا احمد اللہ شاہ نے قابل افاض و اساتذہ عصر سے تمام علوم و فنون عربیہ اسلامیہ کی تکمیل کی اور سب عالم دیگانہ روزگار و رشتی پر ہینرگا رہبر ہوئے حیدر آباد روپ کی سیاحت کی پھر راج سے شرف ہوئے پھر راج پور میں حضرت قربان علی شاہ کے دست اقدس پر بیعت کی اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں ملوک طے کیا پھر ٹونک پہنچ کر جہاد کے جذبات پیدا کئے گویا میں پہونچ کر مشہور عارف پیر عرب شاہ قلندر سے خرقہ خلافت حاصل کیا انگریزوں نے مذکور کا علم جہاد بلند کر کے حریت کے پروانے اور تحریک کے قائد اعظم کی حیثیت سے بخت خان کے دست راست بن دہلی پہونچے انگریزوں کو چنے چہاد دیئے پھر آگرہ میں انگریزی استبداد سے ٹکر لے پھر کاجور میں برطانوی پرچے اڑائے پھر لکھنؤ میں محاذ فتح کئے پھر فیض آباد اور شاہ جہاں پور میں فرنگی سامراج کا ستیا ناس کیا اور بالآخر پاکستان عالم بے مثال مجاہد دیگانہ روزگار پیر فاتح اعظم بطل جلیل میدان کارزار میں ۱۳۰۷ھ بمطابق ۱۹۸۷ء کو جام شہادت نوش فرما گئے۔

تحریک آزادی کی تمام تاریخیں اس بطل جلیل کے مفصل کارناموں سے

اسیرانڈومن (علما و اہلسنت زندہ باد)

دل گرے نگاہ پاک بینے، سینہ بیتابے

مولانا مفتی عنایت احمد کا کوڑی نہایت متقی و متحرر نامیل تھے۔ علمائے ہند میں شمار کئے جاتے تھے۔ مفتی صاحب بمقام دیوبند ۹ شوال ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو پیدا ہوئے۔ کا کوڑی کے ممتاز خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ جدِ امجد کا نام مفتی لطف اللہ تھا ان کے صاحبزادے مفتی غلام محمد اور ان کے فرزند مفتی محمد بخش مفتی عنایت کے والد بزرگوار تھے عنایت احمد صاحب سن شوگر کوہ پونچے تو سن شوگر کوہ پونچے تو تحصیل علوم کی غرض سے رامپور بھیجے گئے وہاں مولانا حیدر علی صاحب اور سید محمد صاحب کے زیر تعلیم رہے اور علومِ مردجہ کی تکمیل کی بعد ازاں دہلی گئے اور شاہ محمد اسحق محدث سے حدیث شریف کے فارغ التحصیل ہوئے پھر علی گڑھ جاکر علم مقبول و منقول میں سند حاصل کی مولانا بزرگ علی صاحب سے بھی تحصیل علم کی اور انھیں کے مدرسے میں مدرس مقرر ہوئے

کچھ عرصہ بعد آپ بریلی چلے گئے۔ اس دوران ہند میں انگریزی اقتدار بڑھتا تھا اکابر علماء اور رہنما اسباب کی سرکردگی میں تحریک انقلاب کی سلسلہ جنبانی جاری تھی مفتی صاحب بھی شب و روز بریلی کے انقلاب گروہ کی مشاورتی مجالس میں شرکت کرنے لگے۔ اور نواب خان بہادر خان کی قیادت میں جہاد حریت کی تنظیم کے لئے سرگرم عمل ہوئے وہ سیکرٹری اور بریلی مجاہدین آزادی کا عظیم مرکز تھا اور اس علاقہ میں انٹی برٹش تحریک کے قائد جلیل امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے جدِ امجد مولانا رضا علی خان صاحب تھے ان کے مکان و مسجد مجاہدین کے مرکز تھے مفتی صاحب بھی حلقہ جہاد میں شریک ہو گئے اور مجاہدین کے لشکر میں داخل ہو کر محاربات میں عملی حصہ لینے لگے۔ جبکہ خان بہادر خان کے دست راست بنے کمال جرات و ہمت سے لڑتے رہے جنرل بخت خان بریلی پونچے اور دارلنجات دہلی کے مرکزی محاذ پر شرکت کے لئے (رامپور مراد آباد ہوتے ہوئے) روانہ ہوئے تو ان کی معیت میں مفتی عنایت احمد بھی شکرآزاد کے ساتھ رامپور گئے اور جنرل بخت خان مولوی سرفراز علی صاحب کے ساتھ نواب یوسف علی خان دہلی رامپور سے محاربہ آزادی میں شرکت کے لئے گفت و شنید کرتے رہے ان کے ہمراہ مفتی عنایت احمد بھی اس مشاورت میں برابر شریک رہے اور جب نواب رامپور جنگ آزادی میں مجاہدین کی اعانت سے انکار کیا تو جنرل بخت خان نے فوج کشی کر دی اس جنگ میں بھی مفتی صاحب نے بڑے شہرہ پڑا کردہ حصہ لیا۔

رئیس الاحرار مولانا محمد علی کے چچا زاد بھائی حافظ احمد حسن صاحب شوق نے اپنے تذکرہ کا ملان رامپور میں اس معرکہ کا حال اس طرح بیان کیا ہے۔

۹ جون ۱۸۵۷ء کو بخت خان کئی ہزار فوج کے ساتھ رامپور آیا مولوی سرفراز علی اسکی طرف سے سیفر تھے۔ تمام شہر کو مورچہ بند کیا شہر کے مفسد خود ہاکر

بخت خان کو بھڑکاتے تھے ان کا منشا تھا کہ وہ سپہ دریا جائے اور دلی عہد بہا۔ در ریاست (نواب کلب علی خان) سے فوج دہلی کو ساتھ چلیں یہ مرحلہ سب سے زیادہ سخت تھا۔ علی بخش خان نے اس مرحلہ کو بطائف جلیل طے کیا اور ۱۳ مارچ کو بخت خان رامپور سے چلا گیا۔ نواب نے ازراہ چالیسویں جان بچانے کی خاطر بخت خان کو خوب رسد بھجوائی اور مبالغہ کی حد تک مولوی سرفراز علی کی عزت انزال کی۔ اور اس طرح اپنے آپ کو بچایا۔

جنرل بخت خان نے رامپور کے نواب سے صلح کر لی اور مراد آباد کو بچ کر گئے اس وقت مفتی عنایت احمد صاحب مولوی سرفراز علی صاحب کے مشورے سے پھر دہلی واپس چلے گئے۔ وہاں ابھی تک ہنگامہ کارزار گرم تھا مفتی صاحب میدان شجاعت میں تیغ آزمائی بھی کرتے رہے اور خان بہادر خان کی مجلس مشاورت میں خاص طور پر شریک رہے۔

خان بہادر کے لشکر مجاہدین میں ایک دستہ غازیوں کی فوج کا بھی یہ سب سب مفتی صاحب کے تربیت یافتہ اور انکی تحریک پر سر سے کفن باندھ کر جان لینے اور جان دینے کے لئے آمادہ تھے۔ اس فوج کا ہر مجاہد شوق شہادت کے نشہ میں جورد تھا گوراپٹن کے ایک انگریز سارجنٹ میجر نے جنگ آزادی کے چشم دید واقعات پر مبنی ایک کتاب "۱۸۵۷ء کے معرکوں کی یادداشت" لکھی تھی۔ اس میں بریلی کے معرکہ کا حال لکھتے ہوئے غازیوں کے اس دستہ کے بارے میں آنکھوں دیکھی کیفیت اس طرح بیان کرتا ہے۔ "ان لوگوں کی ڈاڑھیاں سفید تھیں انگلیں پانڈی کی آنکھیں پینے ہوئے تھے جس کے نیکہ پر اللہ" کندہ تھا۔ ہر غازی کی کمر میں سبز رنگ کا پٹکا باندھا ہوا تھا وہ دلی کی سدھی پہنچے ہوئے اور سر پر سفید پٹریاں باندھے ہوئے تھے جن پر سرخی کے چھپتے پڑے ہوئے تھے ان کے ہاتھ میں تلوار بھی اور

پشت پر ڈھال بھی۔ دین کا نعرہ لگا کر ہمارے سامنے آئے اور مدد آور ہونے سے پہلے ان کا سردار جو ایک ۲۰ سال کا بے ریش نوجوان تھا جبکہ آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ صف میں آگے بڑھ کر یوں مخاطب ہوا۔ کیا تم کافروں میں کوئی صلہ مند ہے جو میرا مقابلہ کر سکے۔ اگر ہے تو سامنے آئے۔ اسکا آواز پر ہماری صفوں میں سناٹا مچا گیا کوئی نوجوان آگے نہیں بڑھا۔ ایک منٹ بعد پھر یہی تبلیغ دیا اور کہا میں پانچ آدمیوں سے تمہا مقابلہ کر سکتا ہوں۔ لیکن پھر بھی کوئی حرکت نہ ہوئی آخر جھنجھلا کر اس نے تلوار سیان سے باہر نکالی اور ہماری صفوں پر حملہ آور ہوا اس نے اس شدت سے حملہ کیا کہ چشم زدن میں اٹھارہ سپاہیوں کو زخمی کر کے ڈال دیا۔ اسکی بے نظیر شجاعت سے کمانڈنگ آفیسر سردار متاثر ہو کر اس نے حکم دیا کہ اس نوجوان کو زندہ گرفتار کر لیا جائے۔ لیکن اس نے کہا تم زندہ شیر کو گرفتار نہیں کر سکتے چنانچہ زخمی ہو جانے کے باوجود جب کہ اس کے جسم کے ہر حصے خون کے زارے ابل رہے تھے اس نے دوبارہ اس شدت سے حملہ کیا جب کمانڈنگ آفیسر نے یہ دیکھا کہ اس کو قتل نہ کیا تو شاید ساری کھیتی کا سفار

کر دے گا۔ آخر مجبوراً اس نے حکم دیا کہ سنگینوں سے خاتمہ کر دو یہ سنکر سپاہیوں نے اسے نرغہ میں لے کر اپنی سنگین بیک وقت اس کے سینے میں پیرست کر دیں۔ لیکن جب تک اسکی روح جسم میں باقی رہی برابر تلوار کے جواہر دکھاتا رہا اس کا ہاتھ اس وقت تک اسکی روح پر داز کر گئی۔ یہ بصیرت افروز منظر ایک انگریز نے قلمبند کیا ہے جرمینی شہر اوران غازیان دین کا جانی دشمن تھا لیکن ان ندایان اسلام کے جوش ایمانی نے اسے اس قدر متاثر کیا کہ حقیقت حال بیان کرنے پر مجبور ہو گیا جس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ انگریزی نوج کے شیرعل انسروں اور ساری سپاہ کی شجاعت و دلیری کا کیا عالم تھا ایک مجاہد غازی کے ہمت و حوصلہ کے سامنے انکے سیکڑوں کے جگر آب ہو جاتے تھے اور اس ایک تیغ بکف نوجوان کو قابو کرنے کے لئے ہزاروں سنگینیوں کی ضرورت ہوتی تھی۔ اور واقعہ سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ مجاہدین کے جذبہ فدائیت کی کیا کیفیت تھی حقیقت یہ ہے کہ انگریزوں کے غلبہ کا موجب صرف "رد باہی حربے" اور سازش و غداری تھی در نہ ہر محاذ پر پہلی فتح شکر مجاہدین کو حاصل ہوئی جو ان کی مردانگی و جرات اور عزیمت کے باعث تھی بریلی کے غازیوں کی اس جمعیت کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن رہنماؤں کے تربیت یافتہ مجاہدین کی جان بازی اور سرفروشی کا یہ حال تھا تو وہ مردان حق کسی عزم و حوصلہ کے مالک تھے اور میدان کارزار میں ان کے کارنامے کیا کچھ ہوں گے مفتی عنایت احمد صاحب نے دوسرے رہنمایان حریت کی معیت میں محاربہ بریلی میں اول اول فتح حاصل کی لیکن انجام شکست نصیب ہو کر وطن دشمن غداروں کی ناپاک حرکات پر لعنت بھیجے شہیدان حریت کی ارواح پاک پر رحمت کے پھول نچھاور ہونے کی دعائے خیر کرتے میدان سے رخصت ہو گئے۔

مفتی صاحب انگریزی تسلط کے بعد گرنٹار کر لے گئے اور جس دوام بعبور دریائے شور کی سزا ہوئی کالے پانی بھج دیے گئے اس علاقہ کی سختیاں وطن اور اعزاز سے جدائی کا صدمہ اور مصائبیں سہتے ہر طے بھی درس تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔

مفتی صاحب کو جزیرہ اندمان میں کوئی کتاب پکھننے کو نہ ملتی تھی اور نہ وہاں کس علم کی کوئی کتاب دستیاب ہو سکتی تھی اسکے باوجود ذاتی علمیت و واقفیت کی بنا پر مختلف علوم و فنون میں مختصر اور طویل تصانیف تیار کیں جب رہائی کے بعد وطن واپس تشریف لاکر اور تصانیف کے سورتات کی تصحیح کی غرض سے کتابیں دیکھیں تو سب مساکل نقطہ بلفہ صیح تھے اسیری کے زمانہ میں ہی فقہ البلدان کا ترجمہ دو سال میں کیا۔ اور اس کامیابی و خوبی سے کیا کہ ایک انگریز حاضر محل فرمائش پر یہ ترجمہ کیا تھا، سنے ان کی بے حد تعریف کی اور ان کے علمی تفائل کا اعتراف جس ان کی رہائی کی پرزور سفارش کی جو منسلک ہوئی اور حضرت مفتی صاحب شہید

میں بحیرت اپنے وطن عزیز کا کوری آگے

ان کے ایک غیور شاگرد مولوی لطف اللہ صاحب نے رہائی کی تاریخ

کہی اور ان کی خدمت میں کاکوری حاضر ہو کر خود پیش کی۔

چوں بفضل خالق ارض و سما : استاد م شد بقید غم رہا

بہر تاریخ خلاص آں جناب : برو شتم ان استاذی نجیا

مفتی صاحب کچھ عرصہ بعد کاکوری سے کانپور چلے گئے اور وہاں مدرسہ فیض عام

قائم کر کے مستقل قیام فرمایا۔ بقول دقار حبیب الرحمن خان خیروانی اسی مدرسہ

کا فیض بالآخر سارے ہندوستان کو پہونچا دو سال بعد مفتی صاحب نے راج

بیت اللہ کا قصد کیا اور مدرسہ کا انتظام مولوی سید حسین شاہ صاحب بخاری

کے سپرد انھیں مدرسہ اول مقرر کر کے کیا۔ اور مولوی لطف اللہ مدرسہ ثانی مقرر

ہوئے اس زمانہ میں باد بانی جہاز چلتے تھے۔ جدہ کے قریب پہنچ کر انکا جہاز

پہاڑ سے ٹکرا گیا اور حضرت مفتی صاحب غار ادا کرتے ہوئے احرام باندھے جہاز کے

ساتھ غرق ہو کر واصل بحق ہوئے۔

یہ حادثہ ۱۷ شوال ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۷ اپریل ۱۸۸۳ء کو رونما ہوا۔

اس وقت مفتی صاحب کی عمر ۵۲ سال کی تھی آپ کی کل تصانیف کی تعداد بیس ہے

جس میں تاریخ حبیب اللہ (سیرت نبوی) لوامع العلوم و اسرار العلوم، الکلام

المبین، علم الصیغ، خمسہ بہار، احادیث الحبیب المبتکر اور ترجمہ تقویم البلدان

زیادہ مشہور اور خاص ہیں حضرت مفتی صاحب حقیقت میں ایک بحر العلوم تھے انہیں

ریاضی میں خاص امتیاز حاصل تھا۔ انکی ذات ستودہ صفات ان علماء

کامین میں سے تھی جو ایک طرف دین اور دوسری طرف وطن کے تحفظ کے لئے

مگر بھر سینہ سپر رہے۔ وہ پیشہ علم کے مرد لگانے تھے

دل گرے، نگاہ پاک بینے، جان بیتا ہے۔

مفتی بریلوی علماء کے مجاہد اعظم

مبلغ دین و مجاہد ملت حضرت مولانا فیض احمد عثمانی بدایونی

وہ عالم باعمل جسکی رہنمائی نے دین و ملت کو روح عمل بخشی

غدا ریوں نے پھونک دیا آشیاں میرا

انقلاب ۱۸۵۷ء کی رہنمائی اور جہاد حریت میں برسر میدان شرکت

کرنے والوں میں بے شمار علماء و فضلا کے اسمائے گرامی شامل تھے جنہیں

تاریخ نے بھی محو کر ڈالا ان اکابرین میں مولانا فیض احمد عثمانی بدایونی کا نام

نایم خاص طور پر قابل ذکر ہے لیکن حیرت ہے کہ ان کے تفصیل حالات کسی قدیم

تاریخ میں کچھ طور پر محفوظ نہیں مختلف دستاویزات اور بزرگوں کی روایات سے

جو حالات مرتب ہوتے ہیں انہیں سے اکثر ایسے ہیں جو قدیم تذکروں میں نہیں پائے جاتے
مفتی انتظام اللہ شہابی کے تذکرہ ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علمائے ہند میں
انکا ذکر صرف دو سطروں میں نہایت سرسری طور پر کیا گیا ہے مفتی صاحب فرماتے ہیں
مولوی فیض احمد عثمانی . . . صدر بورڈ میں پیش کار تھے۔ دلی گئے وہاں مجسٹریٹ
کے گئے پھر جنرل بخت خان کے ساتھ رہے۔

حالانکہ حضرت مولانا کے عظیم کارناموں میں تبلیغ اسلام اور رد عیسائیت
کے شاندار معرکے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

مولانا فیض احمد کے والد بزرگوار بدایوں کے مشہور دکن تار خاندان کے
فرد حکیم غلام احمد صاحب تھے جو مولوی اول میں رہتے تھے۔ فیض احمد صاحب
کی ولادت ۱۸۰۸ء مطابق ۱۲۲۳ھ میں بدایوں ہی میں ہوئی ان کی عمر صرف تین سال
کی تھی کہ والد صاحب نے وفات پائی ان کی والدہ ماجدہ نے یتیم کیمین بیٹی کی
پرورش و تعلیم و تربیت کی وہ خود بدایوں کے عالم فاندان شیوخ کی تعلیم یافتہ
خاتون تھیں ان کے ایک بھوٹن جناب محمد ایوب قادری بی اے نے مولانا کے
ذکر فیہ میں بیان کیا ہے کہ مولانا کو قدرت نے شروع ہی سے وہ دل و دماغ
بخشا تھا کہ جس پر آپ کے ہمدرد طلباء کو رشک آتا تھا جو چیز ایک بار پڑھ لی
یاد ہو گئی۔ اور ایک دفعہ نظر سے گزر گئی دل پر نقش ہو گئی تحقیق و تدقیق آپ
کا حصہ تھا۔

اہل فاندان خیال کرتے تھے کہ مستقبل قریب میں یہ بچہ فخر فاندان
ہو گا والد نے اس پر نہایت بچہ کو اپنے بھائی مولانا فضل رسول کے سپرد دیا آپ
نے نہایت محبت اور ناز و نعم سے پرورش فرمائی مولانا فیض احمد نے تمام علوم
منقول و منقول صرف چودہ سال کی عمر میں حاصل کر لئے اور پندرہویں سالگرہ سے
قبل آپ کو اجازت درس مل گئی دوسرے فنون و مردہ خطاطی و شعر و شاعری وغیرہ
میں بھی آپ نے کمال حاصل کیا ایک قلیل عرصہ میں مولانا کا شہرہ ہو گیا اور تشنگان
علم نے اس منبع علم و فضل کے طوطی کی طرح کیا

مولانا نے علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علوم باطنی کی طرف توجہ کی اس وقت
حضرت اچھے میاں صاحب مارہروی کے خلیفہ اعظم آپ کے نانا حضرت مولانا شاہ
عبد الحمید صاحب کی بارگاہ رشد و ہدایت مرجع خلافت ہو چکی تھی مولانا نے سلسلہ قادریہ
میں اپنے نانا صاحب قبلہ سے بیعت کر کے علوم طریقت کی تکمیل سے بھی فراغت کی مولانا
فیض احمد کے درگاہ طلباء کے لئے حصص تعلیم کا مرکز نہ تھی بلکہ ہر طالب علم کو آپ
جملہ ضروریات کے کفیل و معاون ہوا کرتے یہی سبب تھا کہ مولانا کے شاگردوں
کا شمار دشوار تھا۔ آپ طلباء کی امداد کے لئے دوسروں سے ادھار لیتے مگر کسی
کو حاجت مند نہ دیکھ سکتے

بے خطر کو دیر آتش نمرود میں عشق

مولانا تحریک آزادی میں :- آپ متواضع اور مخلص انسان تھے
معنف اکمل التواریخ آپ کی مزاجی کیفیت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ باوجود
ثروت و وقار کے دل فقیرانہ مزاج شاہانہ تھا۔ فقر سے محبت اور غربا سے
الفت طلبہ کے شائق اور علم کے شیدائی تھے۔ شاگردوں کی تمام ضروریات کے
خود کفیل ہوتے تھے۔ سلسلہ دس مدرس اگرہ کے قیام کے دوران بھی برابر جاری رہا

جب ہندوستان میں انگریزوں نے اپنے اقتدار کی بنیادیں مضبوط
کرنے کے سلسلے میں تبلیغ عیسائیت کا فتنہ اٹھایا جبکہ
جگہ اسکول و کالج کھول کر مسیحی تعلیم عام کی جانے لگی اس وقت اگرہ میں علماء
عصر نے ایک مشاورتی مجلس میں اس فتنہ کو روکنے کے لئے عملی تدابیر سوچیں
چنانچہ مولانا فیض احمد ان علماء کرام کے ساتھ شریک ہر تبلیغ دین کی خدمات
انجام دینے لگے باوجود سرکاری ملازمت کے انھوں نے جابجا جھوٹے بالمقابل تبلیغ اسلام
میں مشغول رہے ۱۸۵۴ء جب پادری سی سی ڈی فخر جوب ہندوستان دار
ہوئے اور انھوں نے فتنہ امداد کا ہنگامہ بپایا تو مولانا اسید احمد اللہ شاہ
ڈاکٹر ذریخان صاحب وغیرہ حضرات نے اس کے رد کے لئے انتظامات شروع
کئے۔

چنانچہ پادری فخر جوب اور علماء اسلام کے مابین ۱۸۵۵ء بمقام آگرہ جو منظر
ہوا اس میں ڈاکٹر ذریخان صاحب اور مولانا رحمت اللہ صاحب کے معاون
خصوصی کی حیثیت سے مولانا فیض اللہ صاحب بھی موجود تھے۔ اور انھیں تین محضرت نے
فخر جوب اور ان کے رفقاء کے ساتھ وہ معرکہ آثار و مناظر کیا اور اسے ایسی شکست
فاش دی کہ وہ فوراً ملک بدر ہونے پر مجبور ہوا اس مناظرہ کی پوری کیفیت "البحث
الشریف فی اثبات التبیح والتحریف" کے نام سے وزیر الدین نے مرتب
کر کے باہتمام خانقاہ عبداللہ فخر المطابع شاہجہاں پور سے ۱۲۷۰ھ میں طبع و
شائع کرائی تھی اسکی طباعت و اشاعت کے جملہ مصارف حضرت بہادر شاہ ظفر کے
ولی عہد مرزا فخر مرحوم نے ادا کئے تھے اور تمام ملک میں مفت تقسیم کرایا تھا۔

آگرہ کی جامع مسجد اس زمانہ میں نہایت خستہ و بوسیدہ حالت میں تھی مسجد
کی اس شکستگی کے سبب نمازی بھی رائے نام نظر آتے تھے۔ مولانا فیض احمد نے اس کی
مرمت و تعمیر کا بیڑہ اٹھایا اور جبکہ وہ دوسرے کے رقوم جمع کیے۔ چنانچہ آپ کے کڑ کاوش
اور جدوجہد سے مسجد کی شاندار عمارت تعمیر ہوئی اور مرکز دین و علوم بن گئی۔

مولانا احمد اللہ شاہ صاحب کے آگرہ کے قیام کے دوران مولانا فیض
احمد صاحب بھی اس حلقہ مجاہدین کے سرگرم رکن بن گئے جو اگرہ میں جہاد حریت کی تنظیم و اقامت
کی غرض سے قائم ہوا۔ اور ہر اجتماع میں جوش و خروش سے شریک ہوتے رہے۔ اور ضروری
مشورے دیتے رہے۔ اگرہ اور گرد و نواح میں مولانا نے دوسرے کے جہاد
حریت کی تبلیغ کی اسی سلسلے میں سرکاری ملازمت سے سبکدوشی حاصل کر لی۔ اور میدان

اور میدان عمل میں تیغ بخت اتر آئے دہلی کے معرکوں میں جنرل محمد بخت خان کی قیادت میں ہندو آزما رہے مجاہدین نے جب دہلی میں انگریزوں کو شکست دیکر سلطنت مغلیہ کے احیاء کا اعلان کیا اس وقت مولانا فیض احمد مرزا مغل کے شہنشاہ کے فرائض بھی انجام دیتے اور لشکری انتظامات کے سلسلہ میں جملہ امور کی نگرانی کرتے شکست دہلی کے بعد آپ جنرل بخت خان اور مولانا سید احمد اللہ شاہ صاحب کی معیت میں لکھنؤ گئے اور ہر محاذ پر ان کے شریک کار رہے۔ سکندر باغ کے محاذ پر خصوصیت سے مولانا فیض احمد نے اپنی علی تدابیر سے لشکر مجاہدین کی اعانت کی اور معرکہ آرا نظر آئے لکھنؤ کے بعد آپ مولانا سید احمد اللہ شاہ کے ساتھ شاہ جہاں پور بھی گئے۔ اس علاقہ کے محاربات میں جن رہنما مجاہدین کے نام آتے ہیں ان میں مولانا فیض احمد بھی پیش پیش تھے بعد ازاں جب قصبہ محمدی میں مولانا احمد اللہ شاہ صاحب کی حکومت قائم ہوئی ان کی کونسل کے رکن رکن بنے جب محمدی پر انگریزوں نے حملہ کیا تو مولانا لشکر مجاہدین کے دستباز و بنے ہوئے تھے۔

مولانا سید احمد اللہ شاہ کے قیام شاہ جہاں پور کے دوران مولانا فیض احمد کی تجویز پر مجاہدین کے چند دستے بدایوں بھیجے گئے جنکی رہنمائی ڈاکٹر وزیر خان شہزادہ فردوز بخت اور مولانا فیض احمد کے سپرد تھی بدایوں کے معرکے میں داد شجاعت دینے کے بعد ننگرانہ کے محاذ پر بھی مصروف کار زار رہے اور سر فرشتہ کار نامے انجام دیتے نظر آئے۔ یہاں سے ہی محمدی کی حکومت قائم ہونے پر کاغذ میں شامل کئے جانے کی غرض سے دوسرے اکابرین کے ساتھ طلب کئے گئے تھے سازش و غداری کے سبب حضرت احمد اللہ شاہ کی شہادت کے بعد دہلی رہنا اور بقیہ جمعیت مجاہدین کے منتشر ہونے پر مولانا بھی روپوش ہو گئے بعض حضرات کا خیال تھا کہ خلافت ترکیہ کے دارالسلطنت قسطنطنیہ میں قیام پذیر ہیں اس کے لئے آپ کے مانوں کبرسی کے باوجود تلاش میں سرگرداں قسطنطنیہ پہنچے لیکن آپ کا کوئی پتہ نہ چلا کچھ لوگوں کو قیاس ہے کہ جنرل بخت خان کے ساتھ نپال چلے گئے اور وہاں روپوش ہو کر گریلا جنگ میں مصروف رہے بہر حال آپ کا پتہ معلوم نہ ہو سکا اور سن و مقام وفات کا بھی کسی کو علم نہیں ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

شہید حریت منشی رسول بخش کاکوری
تحریک انقلاب کے ایک سربراہ اور دہ رکن جو وطن فردشی کا نشانہ بنے

تحریک انقلاب ۱۸۵۷ء مسلمانان ہند کی صدر سالہ عظیم جدوجہد اور سر فرشتہ شیروں کا ایک غلیظ سلسلہ تھا جو ۱۸۵۷ء میں غازی نواب سراج الدولہ

کی شکست و شہادت کے بعد برطانوی سازشوں کے پرفریب جال توڑ پھینکنے اور سرزمین وطن کو آزاد کرانے کے لئے مصروف جہاد رہے اس انقلابی تنظیم میں نوابین اور سب سے زیادہ علماء و صوفیائے کرام کی جماعتیں پیش پیش تھیں ۱۸۵۷ء کے محرکات کی تفصیل تو کتب تواریخ میں ملانے کی جاسکتی ہے ویسے سرگزشت مجاہدین کے سلسلہ میں پیام یائے نبوت کو پہنچ چکا ہے کہ گزشتہ تنظیم میں ۱۸۵۷ء کے محاربہ عظیم سے پانچ چھ سال پہلے روح علی دودڑی نظر آنے لگی تھی جن علماء و فضلاء نے اس تحریک میں جان ڈالی ان میں مولانا سید احمد اللہ شاہ مولانا سر فرزا علی شاہ جہاں پوری مولانا بیات علی آبادی علمائے بدایوں کے علاوہ دہلی آگرہ کاکوری وغیرہ کے علماء کا بڑا حصہ تھا ان حضرات میں منشی رسول بخش کاکوری کا نام بھی سرفہرست ہے جنھوں نے ابتداء سے عوام میں بیداری پیدا کرنے اور علم جہاد بلند کرنے میں برسوں دے دے سخی قدمے جدوجہد جاری رکھی۔ منشی رسول بخش صاحب، مولانا سر فرزا علی صاحب اور مولانا احمد اللہ شاہ صاحب و جنرل عظیم اللہ خان کی معیت میں مدتوں تنظیم انقلاب کیلئے ملک کے گرد و نواح میں دورے کرتے رہے اور شہر شہر قصبہ قصبہ میں گھومتے پھرتے عوام کو معرکہ آزادی میں شریک ہونے کی دعوت حق دیتے رہے منشی صاحب نے بھی دیگر رہنما مجاہدین کی طرح دیسی افواج میں جہاد حریت کی تبلیغ کر کے سپاہیوں میں جوش عمل پیدا کیا۔ اور سپاہیوں وغیرہ کو تقسیم و تنظیم وغیرہ کے پردگام میں نہایت سرگرمی سے شریک تھے۔

منشی صاحب کے جد امجد مولانا ابو بکر حاجی علوی تھے جنکے صاحبزادے ملک بہاؤ الدین سلطان شریف کی جانب سے کاکوری فتح کرنے تشریف لائے تھے فتحیابی کے بعد وہیں سکونت اختیار کی منشی صاحب کے والد فیض بخش بہادر نواب شجاع الدولہ کی افواج میں صوبیدار تھے وہ صاحب علم و ہنر و شجاعت و دلیر بزرگ تھے ان کی تعینت "چشمہ فیض" مشہور ہے منشی رسول بخش کی ولادت کاکوری میں ہوئی اور وہیں ابتدائی تعلیم ہوئی تحصیل علم کے بعد سلطان واجد علی شاہ کے فوج میں عہدہ دار مقرر ہوئے اسی وقت سے ان کے دل میں جذبات حریت مرجزن تھے سلطان کے فوجی معتمد بن کر لشکر سلطانی کی اعلیٰ تربیت میں مصروف رہے اور اسی دوران میں سپاہ کو غیر ملکی تسلط کے خلاف آمادہ بیکار کرتے رہے کیونکہ سلطان نے فوجی تربیت کا اہتمام بھی آزادی وطن کی جدوجہد کے لئے کیا تھا یہی سبب تھا کہ چند غدار امراء سلطنت نے ساز باز کر کے ان منصوبوں کی اطلاع انگریز حکام کو دیدی اور انعام و اکرام کی لالچ میں جاسوسی کرتے رہے جس کے نتیجے میں انگریزوں نے سلطانی لشکر کو یہ کہہ کر برطوت کرادیا تھا کہ آپ کو اس لاؤشکر کے لازم رکھنے اور معدن کا بار اٹھانے کی کیا ضرورت ہے ہماری فوجیں آپ کی حفاظت کے لئے موجود ہیں۔ جب کوئی ضرورت ہو آپ انھیں طلب کر سکتے ہیں چنانچہ اسی معاہدہ کے

برجہنہ نوان گھڑی کے ہنگامہ کے دوران امیر المجاہدین اور انکی جمعیت کو گورہ پٹن نے توپ دم کیا تھا سلطان فوج کی برطرفی کے بعد ہی رسول بخش صاحب لکھنؤ سے کا کوری چلے گئے اور مستقل طور پر وہاں مقیم ہو کر جہاد حریت کی تبلیغ میں مصروف رہے۔ مختلف مقامات میں تبلیغی دورے کرنے کے بعد آخر میں انھوں نے کا کوری کے عوام کو نظم کیا اور خفیہ طور پر فوجی تربیت دینے میں مصروف ہو گئے۔ چنانچہ کا کوری میں مجاہدین کی وہ جمعیت تیار ہو گئی جو منشی صاحب کی قیادت میں آزادی وطن کے لئے لڑنے میں کوہر وقت آمادہ تھی اور اس کا ہر جانب جہاد دشمن کے مقابلہ میں جان دینے اور جان لینے کو مین ایران سمجھتا تھا جنگ آزادی کے چند ماہ پیشتر اطراف و جوار کے علماء و جہاد حریت کی رہنمائی میں مصروف تھے اگر میں جمع ہو گئے کیونکہ دہلی کے بعد اس زمانہ میں اگر کو اسلئے اہمیت حاصل ہو گئی کہ وہ برطانوی صوبہ کا صدر مقام بنا دیا گیا تھا حضرت مولانا احمد شاہ نے جب آگرہ پہنچ کر تحریک انقلاب کے اقدام کے لئے مشاورتی مجالس منعقد کیں اور یہ شہر باب علم و فضل کامرکز بن گیا مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی حالات انقلاب میں لکھتے ہیں۔

مفتی انعام اللہ خان بہادر محکمہ شریعت کے مفتی رہ چکے تھے اب بہت بڑے وکیل تھے حضرت آزرہ (مفتی صدر الدین) صاحب کے خط کے ذریعہ شاہ صاحب (مولانا احمد اللہ شاہ) ان کے یہاں آگرہ مقیم ہوئے ان کا گھر علماء کامرکز بنا ہوا تھا مفتی صاحب کے صاحبزادے مولوی اکرام اللہ صاحب "تصویر الشعراء" مرید ہوئے۔

علماء و فضلاء کا یہ گلدستہ جسکی شیرازہ بندی اتیک علمی ادبی ذوق نے کر رکھی تھی مولانا شاہ احمد اللہ شاہ صاحب کے پہنچنے پر اس میں سیاسی رنگ پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ اور مجلس کی شکل میں اس اجتماع کی تشکیل کی گئی اسکے ارکان کی مختصر فہرست ملاحظہ ہو۔

مولوی شیخ اعتقاد علی بیگ صاحب، مولانا امام بخش صہبائی، سید باقر علی صاحب ناظم محکمہ دیوانی، مولوی نور الحسن صاحب، سید مراتب علی صاحب، مولوی خواجہ تراب علی صاحب، سید حسن علی صاحب، رحمت علی صاحب، مفتی ریاض الدین صاحب، مولوی غلام جیلانی صاحب، غلام مرتضیٰ صاحب، منشی رسول بخش صاحب، شیخ محمد شفیع صاحب، موسیٰ علی صاحب، باسط علی صاحب محمد عظیم الدین حسن صاحب، محمد قاسم صاحب دانا پوری، معین الدین صاحب، مولوی کریم اللہ خان صاحب، صدر الصدور قاضی محمد کاظم علی صاحب، تاج الدین صاحب طفیل احمد صاحب خیر آبادی، مولانا غلام امام شہید مفتی عبدالوہاب صاحب گویا منڈی ڈاکٹر وزیر خان صاحب، مولوی فیض احمد صاحب بدایونی، مفتی انعام اللہ صاحب ————— یہ حضرات صدارت نظامت وغیرہ کے مختلف عہدوں

پر فائز تھے۔ یاد دلانے کے جنھوں نے اس مجلس کی رکنیت منظور کی اور ۱۸۵۷ء درے قدمے شاہ صاحب کی تائید و اعانت شروع کی۔

بالآخر اس اجتماع میں انقلابی اقدام کا پروگرام مضبوط ہو گیا اور جو حضرت بیرونی مقامات سے اپنے علاقوں کی نمائندگی کرنے آئے تھے عملی اقدامات کی رہنمائی کے لئے ان مقامات پر واپس چلے گئے اور اپنے اپنے محاذ پر جنگ آزادی کے اعلان کا انتظار کرنے لگے۔ جس کی ابتدا اچانک وقت موعودہ سے پہلے ہو گئی چنانچہ مجاہد ملت رسول بخش صاحب مقررہ پروگرام کے مطابق کا کوری کے لئے روانہ ہوئے اور کانپور میں جنرل عظیم اللہ خان سے ملکر جہاد آزادی کے سلسلے میں طے شدہ لائحہ عمل کے سلسلے میں صلاح و مشورے کرتے راستہ میں چند دیگر رؤساء اور جاگیرداروں کو انگریزوں کے مظالم اور جبر و استبداد کی فحاشی و نفرت دلا کر بغاوت پر آمادہ کر لیا۔ اور وہ مجاہدین کی ہر ممکن اعانت کے لئے تیار ہو گئے رہنمایان جہاد نے طے کیا تھا کہ اودھ کے تمام اطراف و جوانب کے علاقوں میں منظم سرکرائی کے بعد پرچم آزادی بلند کر کے دارالسلطنت لکھنؤ میں جمع ہونا چاہئے۔ جہاں سلطنت اسلامیہ کے احیاء و استحکام اور انگریزوں کی حکومت کا طبع قلع کرنے کا اہتمام مکمل کیا جائے گا۔

منشی صاحب کا کوری پہنچ کر اپنے علاقہ کی تنظیم و تربیت میں نہک ہو گئے۔ انکی جمعیت مجاہدین میں لکھنؤ کی اودھ شاہی فوج کے برخاست شدہ سپاہیوں کی ایک جماعت بھی تھی اس کے سب جوان مردان کے اشارے پر سر فوڈی کے لئے حاضر تھے منشی صاحب نے انقلابی تنظیم کے استحکام کی خاطر کئی پولیس افسروں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور ان سے گہرے تعلقات پیدا کر کے اپنا راز دار بنایا تھا تاکہ آڑے وقت میں وہ مجاہدین کی اعانت کر سکیں۔

۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ چھاؤنی کے قبل از وقت اعلان بغاوت کی خبر سننے ہی انھوں نے فوراً طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق لشکر مجاہدین کو آراستہ کیا کہ حکام وقت کے خلاف نبرد آزمائی شروع کر دیں اور فتحیاب ہو کر مرکز جہاد لکھنؤ کی جانب کوچ کریں لیکن ایک راز دار پولیس افسر غدار سی پر آمادہ ہو گیا اور اس نے گورہ پٹن کے انگریز افسر سے مجاہدانہ عزائم کی مخبری کر دی۔ اور بمصدق گھر کا بھیدی لٹکا ڈھائے، انگریز افسر نے اسی وقت اپنی فوج کو حرکت دی اور لشکر حراصلے کر عین اس موقع مجاہد رہنماؤں کا محاصرہ کر لیا جب کہ رسول بخش صاحب اپنے رفقاء کے ساتھ ایک مسجد میں بیٹھے تھے اور مشاورتی مجلس میں مصروف تھے۔ اور مجاہدین کو اقدام کے لئے آخری ہدایات دینے کے بعد حملہ کی تیاری پر بحث کر رہے تھے منشی صاحب کے ساتھ اس وقت ان کے دست راست منشی عبدالعزیز اور دوسرے رفقاء کار موجود تھے جن کی مجموعی تعداد اٹھارہ تھی انگریزی فوج نے ان نئے رہنماؤں کو گرفتار کر لیا اور ملافتیش و مقدمہ ان سب حضرات کو شاہ پر محمد کے ٹیلے پر بھانسی دے دی

کافی تھے۔

ان رہنماؤں کی قیادت اور مولانا دہاج الدین کے عملی اقدام نے مرآۃ
میں انگریزوں کو شکست دے کر قومی حکومت قائم کر دی نواب مجو خان حاکم ضلع
مقرر کئے گئے لشکر مجاہدین کا سپہ سالار نواب شہر علی خان کو بنایا گیا مولانا
کفایت علی صدر شریعت مقرر ہوئے۔

مولانا دہاج الدین نے اپنے لئے کوئی عہدہ منتخب نہیں کیا بلکہ تمام
میں تبلیغ جہاد اور تنظیم انقلاب کے فرائض اپنے ذمہ لئے اسد علی خان قوب خان کے
افسر علی مقرر کئے گئے۔ مولانا دہاج الدین ہر سہ ماہ بعد نماز عوام سے خطاب کرتے اور
اور انھیں غیر ملکی تسلط کے خلاف ہر ممکن جدوجہد اور عزم و استقلال سے سنبھلے
رہنے کی تلقین کرتے جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ ضلع بھر کے مسلمان ان کے پرچم تلے
مجمع ہو گئے تھے حتیٰ کہ رامپور کے چٹانوں نے جب دیکھا کہ نواب یوسف علی
خان (والی ریاست) کسی طرح انگریزوں کی طرنداری سے باز نہیں آتے تو چپکے
چپکے جتھوں کی صورت میں مراد آباد آئے گئے۔ اور لشکر مجاہدین میں شریک ہو گئے۔
ڈسٹرکٹ گزٹ مراد آباد میں بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں نے بن

جٹ القوم ضلع بھر میں برطانوی حکومت سے اپنی مخالفت کو نہایت صاف
اور واضح طور پر ظاہر کیا۔ وہ ملکھنڈ کے دوسرے اضلاع کی طرح مراد آباد
کے ضلع میں بھی غیرت دینی اور انگریزوں کے ہر بات سے نفرت کے جذبات نے
مسلمانوں کو عام بغاوت پر آمادہ کر دیا تھا۔ مولوی دہاج الدین صاحب نے قیام
حکومت کے بعد جو دورے کئے اور دوسرے مجاہد رہنماؤں سے رابطہ اتحاد
کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں بریلی بھی پہنچے اور نواب خان بہادر خان
سے مشورے کئے اس دورے میں مولانا کافی بھی ان کے ہمراہ تھے۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ تمام انگریز حکام راہ فرار اختیار کر کے مٹی نال میں پناہ
گزیں ہو چکے تھے۔ اور ان کی حمایت و رسد رسانی نواب رامپور نے اپنے ذمہ
لی تھی۔ اور ساتھ یہ تجویز کی کہ سارا دھلیکھنڈ بریلی اور مراد آباد (بدایوں وغیرہ)
اپنی فوج بھیج کر فتح کر لیں لیکن انگریز مرنے مرنے بھی یہ گوارہ نہ کر سکتے تھے کہ انکی بجائے
کوئی اور ملک کے کسی حصہ پر قبضہ کر لے۔ چنانچہ نواب نے مجبوراً دوسری تجویز یہ
پیش کر دی کہ مراد آباد پر حملہ کرنے اور اسے فتح کرنے کی اجازت دی جائے اور فوراً
اپنے چچا عبدالعلی خان کو مراد آباد روانہ کر کے جہاد حریت کے رہنماؤں سے گفت و
شنید شروع کر دی نواب مجو خان اور منو صاحب نے انھیں صاف جواب دے دیا کہ
آپ شوق سے پھر لائیں انگریزوں کے خلاف پہلے جہاد کا اعلان کریں اور مجاہدین
کی سرکردگی اختیار کر لیں ورنہ اگر آپ کا خیال یہ ہے کہ انگریزوں کے طرفدار بنکر ہمیں
دہائیں اور فتحیاب ہو کر ضلع کو دشمنوں کے حوالہ کر دیں تو ہم ہر طرح معرکہ آرائی کیلئے
تیار ہیں۔ ہمیں گوئے وہیں میدان نواب رامپور نے مجاہدین کے تیور دیکھ کر اور

منشی رسول بخش صاحب ان شہدائے حریت میں سب سے آگے تھے ان
کے دو صاحبزادے منشی عبدالحی اور منشی عبدالعزیز اس وقت اپنے مکان
میں تھے جب ان کو اس سانحہ کی خبر ملی باچشم زم صبر و شکر کرتے خاندان کے
عورتوں بچوں کو لے کر نکلے کہ کسی طرف نکل جائیں اور اعتراف کی عزت بچائیں۔

حضرت شاہ تراب علی شاہ سجادہ نشین تحفہ شریف کا ظہیر کا کوری نے
اپنے صاحبزادگان کو بھیج کر اپنے پاس بلا لیا۔ اور بحفاظت تمام روپوش کر دیا مجاہدین
کی جماعت میں یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی اور انھوں نے کسی کو سردار لشکر مقرر
کر کے انگریزی فوج اور پولیس اسٹیشن پر حملہ کر دیا۔ خوں ریز معرکہ آرائی ہوتی
رہی کشتیوں کے پٹنے لگ گئے مگر مجاہدین نے ہار نہ مانی انگریز افسر تنگ
آ گئے۔ آخر کسی نے حکام کو مشورہ دیا کہ منشی رسول بخش صاحب کے
صاحبزادگان اور اہل خاندان کی تلاش بند کر کے انکی مداف کا اعلان کر دیں تو
یہ لڑائی بند ہو جائے گی۔ چنانچہ مجبوراً یہی کیا گیا عارضی طور پر امن بحال ہو گیا
اور منشی صاحب کا خاندان اپنے گھر آباد ہوا لیکن کچھ عرصہ بعد وہ لوگ اطمینان
سے گھر خالی کر گئے اور کسی محفوظ جگہ چلے گئے اب مجاہدین نے از سر نو جدال و
قتال کا بازار گرم کر دیا اور مدتوں مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے۔ بالآخر بریلی ملک
حاصل کر کے انگریزوں نے انھیں شکست دیدی۔ افسوس کہ غداروں نے
ابتداء سے اس محاذ کو ناکام بنا دیا لطف یہ ہے کہ کسی تاریخی کتاب میں منشی رسول
بخش کا حال درج نہیں کیا گیا۔ اور مورخین نے اس شہد وطن کی مجاہدانہ سرگرمیوں
کا ذکر تک نہیں کیا۔ صرف ایک دو جگہ ان کا نام ضرور لیا ہے۔ حالانکہ تفصیل
کا کوری کی سرکاری دستاویزات اور تحفہ رپورٹس میں تفصیلی تذکرہ موجود ہے جنک
بنابر یہ حالات مرتبہ نقل کئے گئے۔

شہید حریت مولانا دہاج الدین کے اولوالعزم کارنامے

۱۸۵۷ء کے زمانہ میں ضلع مراد آباد کے مجسٹریٹ سی بی سائڈ میں جے
جے کیمبل جرائنٹ مجسٹریٹ اور جے کرافٹ ولسن سیشن جج تھے۔ کرافٹ ولسن
کو مراد آباد میں ۱۷ سال گذر چکے تھے اور وہ یہاں کے تمام عائدین سے بخوبی
واقف تھا شہری مزاج سے بھی اسے پوری واقفیت حاصل تھی۔ یہی سبب تھا
کہ جب حکام ضلع کو مراد آباد اور اس کے اطراف و جوانب میں جنگ حریت کے شعلے بھڑکتے
نظر آئے تو ضلع کی نظامت انھیں کے سپرد کی گئی۔

جو اصحاب شہر میں جہاد حریت کی دہائی کر رہے تھے انہیں مولانا دہاج
الدین پیش پیش تھے۔ ان کے ساتھ دوسرے سربراہان و علماء اور مجاہدین میں
سے ضرورتاً قاضی عصمت اللہ فاروقی، نواب عباس علی خان، اسد خان،
نواب محمد الدین خان، نواب مجو خان، نواب شہر علی خان مولانا کفایت علی

مراد آباد کے جویش و خروش کا حال معلوم کر کے نواب جو خاں کو پیام دیا کہ ہم تم کو اپنا ناظم تسلیم کرتے ہیں۔ تمہاری حکومت رامپور کے ماتحت رہے گی جب بریلی میں نواب خان بہادر خان کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے فوراً جنرل بخت خاں کو ان کے لشکر مجاہدین کے ساتھ

اور نواب رامپور کو مراد آباد کے مجاہدین کے ساتھ ساز باز نہ کرنے دیا، شہزادہ فیروز شاہ پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے۔ جنرل بخت خاں رامپور ہوتے ہوئے (جس کی تفصیلی کیفیت گزشتہ مضامین میں بیان ہو چکی ہے) مراد آباد وارد ہوئے اور مجاہد رہنماؤں سے ملاقات کر کے صورتحال معلوم کی۔

مجاہدین کی سرگرمیوں کا یہ عالم دیکھ کر نواب رامپور نے اپنے نمائندوں کو مورخ کے دس بلالیا۔ جنرل بخت خاں کو اطمینان ہو گیا کہ وہاں کی حالت بہت تشویش ناک نہیں ہے اور نواب جو خاں اور مولانا دہاج الدین نے ان کو پوری طرح یقین دلایا کہ ہم کسی قیمت پر بھی انگریزی حکومت کے ہوا خواہوں سے تعاون کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ شہزادہ فیروز شاہ کی موجودگی کے سبب بھی مجاہدین کو بڑی تقویت پہنچی ہوئی تھی اس لئے جنرل بخت خاں مراد آباد سے ۱۷ جون کو دہلی روانہ ہو گئے لیکن نواب رامپور کی مداخلت ہوئی وہ انگریزوں کی شہر پر براہِ مراد آباد والوں کی سلسلہ جہانی کرتے رہے اس کی پوری تفصیل تحریک انقلاب کے حالات میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے آخر نواب رامپور کی فوجوں کے ساتھ مکر مراد آباد کی فتح کی تیاریاں کرتے رہے لیکن عرصہ دراز تک مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی اور انگریزوں کی حکمت عملی غداروں کے جال بھانے میں کامیاب ہو گئی، شہزادہ فیروز شاہ پہلے اپنی فوج کو لیکر اطراف و جواب میں مکر کے آرائی کے لئے چلے گئے تھے تقریباً ایک سال بعد دوبارہ مراد آباد آ گئے کیوں کہ لکھنؤ دہلی اور بریلی وغیرہ سے مقامات پر انگریز قابض ہو گئے تھے۔ ۲۲ اپریل ۱۸۵۷ء کو رامپور کی فوج کے ساتھ کاظم علی خان اور گوراپٹن اور گورکھوں وغیرہ کے لشکر کثیر کے ساتھ جنرل جاس نے مراد آباد پر حملہ کیا، مولوی دہاج الدین اور دوسرے رہنماؤں کی معیت میں اور شہزادہ فیروز شاہ کی قیادت میں مجاہدین نے ان فوجوں کا جی توڑ کر مقابلہ کیا۔

روایت ہے کہ خواتین مراد آباد مردانہ لباس زیب تن کر کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر مجاہدین کے گردہ میں شریک ہو گئیں اور مراد آباد کے دلیری کے ساتھ اپنے مردوں کے مدد و شہدائے لڑائی رہیں، اندرونی سازشوں اور مجنوں کی ذلت کے سبب مجاہدین کے پاس سامانِ حرب کی کمی ہونے لگی اس کے باوجود انہوں نے ہتھیار نہ ڈالے اور میدانِ کارزار میں ڈٹے ہوئے دشمنوں کے دانت کھٹے کرتے رہے مگر تاباں کے انگریزوں پر دستِ اعانت اور قوت کے سبب غالب آئے اور شہر پر قبضہ کر لیا شہزادہ فیروز شاہ سبھل والی سرکے روانہ ہو کر کنگدی ہوتے ہوئے آٹولہ اور وہاں بریلی پہنچے انگریزوں نے بقیۃ السیف جا بانانِ حریت کی گرفتاریاں شروع کیں اور شہر میں

لوٹ مار مچانے لگے، جگہ جگہ پھانسی کے پھندے لگائے گئے جس کو جاسوس اور کینے مجنوں نے مجاہد بتایا اسے پکڑ کر پھانسی پر لٹکا دیا، کوئی پریشاں اور چارہ جوئی نہ تھی ان شہداء نے حریت کی یاد میں جو پھانسی پکڑ کر سر زمینِ وطن پر قربان ہوئے اور وہیں دفن کر دیئے گئے، محلہ گل شہید آباد ہو گیا جواب تک اسی نام سے مشہور ہے

مولانا دہاج الدین صاحب ردپوش ہو گئے اور درپردہ دوبارہ موقع کی تلاش میں رہے کہ ایک بار پھر قسمت آزادی کر سکیں وہ اپنے مکان ہی میں سکی گزرتے تھے مگر کسی مالک کی یہ جرأت نہ تھی کہ تلاشی کا حکم دے۔ چنانچہ مجنوں کو ان کے پیچھے لگا دیا گیا، مولوی صاحب کے لئے جلنے والے غلصین اب بھی حیفہ طور پر ان سے ملاقات کے لئے جانے رہتے اور وہ حسبِ عادت ہر چھوٹے بڑے ملتے، گو کسی حد تک قتل و کشتہ ایک تک حرام غدار جو مولوی صاحب ہی کے مکرڑوں کا پلا ہوا تھا ایک روز موقع پا کر اپنے ساتھ ایک حیفہ سرکاری جماعت کو مسلح لیکر ان کے دروازہ پر جا پہنچا، تمام لوگ ادھر ادھر چھپے رہے اور اس نے دروازہ پر آواز دی، مولوی صاحب نے اس کی آواز پہچان کر ذکر سے دروازہ کھولنے کو کہہ دیا کہ آنا فنا ایک مسلح گروہ چاروں طرف سے ہڑ کر کے فوجی رسالہ کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ مولوی صاحب کے ایک دفا دار ملازم نے مداخلت کی جو فوراً شہید کر دیا گیا، مولوی صاحب نے اللہ اللہ کہہ کر پاس رکھی ہوئی بندوق اٹھائی لیکن اس سے پہلے کہ گولی چلائیں ہر طرف سے گولوں کی بوچھاڑ ہونے لگی اور حضرت مولانا کلمہ شہادت پڑھنے ہوئے داخل بھی ہوئے۔ آپ کی اور ملازم کی نعشیں فوجی رسالہ نے اٹھالیں اور اپنے ساتھ لے گیا اور آقا دلازم دونوں کو برابر دفن کر دیا۔ بعد میں دونوں کی قبریں پختہ تعمیر کی گئیں جو محلہ کچھ سرائے میں کچھری روڈ پر نقل بندوں کی مسجد سے متصل ایک احاطہ میں موجود ہیں اور ان پر نیم کے درخت کا سایہ ہے، مولانا علیہ الرحمۃ اور ان کے اہل خانہ کی تمام جائیداد اور اداک ضبط کر لی گئی۔

بے خطر کو دھڑا آتش نمرود میں عشق

شمس العلماء حضرت مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ بھی انگریزوں کی مخالفت اور طمانی استبداد سے مسلمانوں کی آزادی میں مولانا فضل حق مرحوم کی تحریک آزادی کے تقاریر رہنما تھے، مولانا مرحوم کا جو عزم جہاد انگریزوں کے خلاف تھا وہ آپ کی گرانقدر کتاب ہنگامہ اجیر سے ظاہر ہے۔ یہ کتاب بھی انگریزوں نے ضبط کر لی تھی چند نسخے جو بچ رہے وہ آج بھی کہیں کہیں ملائے اہل سنت کے پاس پائے جاتے ہیں۔

محمد علی شوکت علی

یہ دونوں صاحبان گو علماء و خطاطین کے طبقہ میں شامل نہیں مگر آزادی ہند و انگریزوں

کی مخالفت میں جو انہوں نے مساعی کی ہیں وہ قیاس و تعارف نہیں یہ دونوں صاحبان اعتقاداً مختلف تھے اسی وجہ سے دیوبندیوں نے انہیں بھی بدعتی اور مشرک قرار دیا ان کے علاوہ جلیلہ علماء میں مولانا ارشد حسین صاحب مجددی مولانا فخر اشتیاق آبادی مولانا ہدایت رسول وغیرہم سنی بریلوی علماء کی مقتدر ہستیاں مرن اسوجہ سے جیل کی کال کوٹھڑیوں میں محبوس رہا کہ یہ لوگ انگریزوں سے جہاد کرنے میں سرگرم عمل تھے ایسے تمام حضرات کے کارناموں کے لئے ایک وسیع کتاب کی ضرورت ہے جس کے لئے اس مضمون میں گنجائش نہیں۔

بھارت کی آزادی میں علمائے اہل سنت کی غیر معمولی قربانیوں کی ایک جھلک آپ نے دیکھ لی اب تصویر کا دسرا رخ ملاحظہ فرمائیں تاکہ دلوں کے غداروں سے ملک دولت کو بچایا جاسکے۔

سید صاحب اور شاہ اسماعیل

۱۲۳۵ھ میں سید احمد رائے بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی انگریزوں کے اشارے پر سکھوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ شاہ صاحب دغٹ کہتے ہیں خاصی بھارت رکھتے تھے۔ اسی لئے انہیں انگریزوں کی حمایت اور سکھوں کی مخالفت میں ایک گروہ کا بیانی بھی حاصل ہوئی۔ ایک مرتبہ وہ کلکتہ میں سکھوں کے خلاف دغٹ فرما رہے تھے کہ اٹھائے دغٹ کسی شخص نے ان سے دریافت کیا کہ آپ انگریزوں سے جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے وہ بھی تو عالم اور کافر ہیں تو اس کے جواب میں شاہ صاحب نے فرمایا: "انگریزوں کے جہاد میں مسلمانوں کو کوئی اذیت نہیں اور چونکہ ہم انگریزوں کی رعایا ہیں، ہمارے مذہب کی رو سے ہم پر یہ فرض ہے کہ انگریزوں سے جہاد کرنے میں ہم کبھی شریک نہ ہوں۔" ع

مرزا حیرت دہلوی فرماتے ہیں: "کلکتہ میں جب مولانا اسماعیل صاحب نے جہاد کا دغٹ فرمایا شروع کیا ہے اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی ہے تو ایک شخص نے درخت کیا کہ آپ انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے۔ آپ نے جواب دیا کہ ان پر جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں ایک تو ہم ان کی رعیت ہیں۔ دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے۔ تیسری ان کی حکومت میں ہر طرح کی آزادی ہے۔ بلکہ اگر کوئی ان پر حملہ آور ہو تو سلطان پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ برطانیہ پر آئینہ ڈالنے دیں۔" ع

دوسری صورت روایت کے انصار کے ساتھ لکھتے ہیں: "یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اٹھائے قیام کلکتہ میں ایک روز مولانا محمد اسماعیل شہید دغٹ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں۔ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسا بے رویا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں۔" ع

علا تواریخ عجیبہ ص ۲۶۶ دتاریخ نابھ الاسلام مطبوعہ لاہور ص ۶۶ حیات طیبہ معتمد مرزا حیرت دہلوی ص ۲۶۶ ع علا تواریخ عجیبہ ص ۲۶۶

سید صاحب خود فرماتے ہیں: "ہم سرکار انگریزی پر کس سبب جہاد کریں۔ در خلاف اصول مذہب، طریقہ کا خون بلا سبب گرا دیں۔" ع

تاریخ کا اہل فیصلہ ہے کہ: "آپ کی (یعنی سید صاحب کی) سوانح عمری اور مکاتیب میں بیشک سے زیادہ ایسے مقام پائے گئے ہیں جہاں اے اور اعلانیہ طور پر سید صاحب نے: "دلائل شرعی اپنے پیرو لوگوں کو سرکار انگریزی کی مخالفت کرنے سے منع کیا ہے۔" ع

کلکتہ میں دوران قیام شاہ اسماعیل نے جو انگریزوں کی حمایت کی ہے مومنین کے نزدیک ناقابل انکار ہے۔ یہ بات کسی ایک راوی کی روایت سے ثابت نہیں بلکہ سید صاحب کی سوانح عمری اور مکاتیب میں بیشک سے زیادہ ایسے مقام پائے گئے ہیں جہاں بالاعلان انگریزوں کی حمایت میں قرآن و حدیث کا سہارا لیا گیا ہے۔ انگریزوں کے خلاف جہاد کو نہ صرف ممنوع اور نامہ مست بتایا گیا بلکہ انگریزوں کے جہاد کی تائید کرتے ہوئے ان کی حکومت کو غیر متعصب اور بے ضرر قرار دیا اور سنم بالائے سنم یہ کہ مسلمانوں کو حکم دیا کہ اگر کوئی انگریزوں پر حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ ان مجاہدین آنادے سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ برطانیہ پر آئینہ ڈالنے دیں۔ یہ حمایت محض لفظی حمایت نہ تھی بلکہ سید صاحب امدان کے گردہ کے سر پر آور وہ حضرات نے عملاً ثابت کیا ہے کہ وہ انگریزوں کے دغا پر ہیں۔ میں آپ کا ذہن تاریخ کے ایک اہم واقعہ کی طرف بجا ناچا ہوتا ہوں حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ والرضوان نے جب انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا اور ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تو سنی مسلمانوں نے علم نبوات بلنکھا، اہل حق میں بندوں لیکر میدان میں نکل پڑے لیکن انہوں نے صدارتوں سے سنا کہ ان مجاہدین آزادی کا مقابلہ انگریزوں سے پہلے جس گردہ سے ہوا اسے آپ تذکرۃ الرشید در مرتبہ مولانا عاشق الہی میرٹھی میں ملاحظہ فرمائیں۔

"ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی در شید احمد گنگوہی، اپنے رفیق بانی مولانا قاسم نانوتوی اور طیب روحانی حضرت حاجی صاحب دینر حافظ ماسن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندہ تھیں (یعنی مجاہدین آنادی) سے مقابلہ ہو گیا۔ یہ نزد آزا طبقہ دہلی علمائے دیوبند، اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا۔ اس لئے اہل بہار کی طرح پرجا کر ڈٹ گیا اور سرکار پر باج شادی کے لئے تیار ہو گیا۔" ع

ای انگریزوں کا نتیجہ تھا کہ شاہ محمد اسحق دہلوی جو سید صاحب اور انگریزی حکومت کے درمیان رابطہ تھے وہ انگریزوں کے تعاون سے روپیہ حاصل کر کے سید صاحب کو پہنچا کرتے تھے۔ اس وقت ایک ہندی سات ہزار روپیہ کی جو بیرونیہ ساگر دہلی مرسلہ مولوی محمد اسحاق صاحب بنام سید صاحب روانہ ہوئی تھی، ایک پنجاب

علا تواریخ عجیبہ ص ۲۶۶ ایضاً ص ۳۳۶

ع ۳۳۶ تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۵۰۰

میں وصول نہ ہوتے پر اس سات ہزار روپے کی داپھی کا دعویٰ عدالت دیوانی میں دائر ہو کر ڈگری بحق مدعی بحال رہا۔ ۱۔ ع

سید صاحب نے انگریزوں کی مددنی طریقے سے کی۔ پہلی مدد اس طرح کہ انگریزوں کے خلاف جہاد کو شرعاً ناجائز قرار دیا۔ دوسری مدد اس طرح کہ خود انھوں نے ایسا ماحول بنا دیا کہ اکابر دیوبند مجاہدین آزادی سے ٹکرانے لگے اور میری مدد اس طرح کہ مسلم امراء اور رؤسا کو انگریزوں کا ہمنوا بنایا۔ چنانچہ حیات طیبہ کا مصنف بلا خوف و تردید لکھتا ہے۔

۱۔ لارڈ ہیننگز سید احمد صاحب کی بے نظیر کارگزاریوں سے بہت خوش تھا۔ دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا۔ اس میں تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا۔ امیر خاں لارڈ ہیننگز اور سید احمد صاحب۔ سید احمد صاحب نے امیر خاں کو بڑی مشکل سے شیشہ میں آٹا رکھا تھا۔ ۲۔ ع

امیر خاں کا پورا نام ذاب اعظمی خاں ہے۔ وائی تو نکلتے۔ انگریزوں نے جب ذاب امیر علی خاں صاحب کو شکست دے کر فانا برباد کر دیا۔ دولت و سطوت حسین لی تو مجبوراً امیر علی خاں نے گوالیار میں پناہ لی۔ ایسے انگریز دشمن کو کبھی شیشہ میں آٹا نہ سید صاحب کا واقعی ایک عظیم کارنامہ تھا جسے انگریز فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ انہی کارگزاریوں کا بنا پر سید صاحب کے لشکر کے لئے راشنی پانی کا انتظام انگریزوں نے اپنے ذمے لیا تھا۔ مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی فرماتے ہیں۔ ۱۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک انگریز گھوڑے پر سوار چند بالکیوں میں کھانا رکھے کشتی کے قریب آیا اور پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں۔ حضرت نے کشتی پر سے جواب دیا کہ میں یہاں موجود ہوں۔ انگریز گھوڑے پر سے اتر ادر لپی ہاتھ میں لئے کشتی پر پہنچا اور مزاج پرکھ کے بعد کچھ تین روز سے میں نے اپنے ملازم یہاں کھڑے کرائے تھے کہ آپ کا اطلاع کریں۔ آج انھوں نے اطلاع کی کہ اغلب یہ ہے کہ حضرت فائدہ کے ساتھ آج تمہارے مکان کے سامنے ہو نہیں۔ یہ اطلاع پاکر میں غروب آفتاب تک کھانے کی تیاری میں مشغول رہا۔ تیار کرانے کے بعد لایا ہوں سید صاحب نے حکم دیا کہ کھانا اپنے برتنوں میں منتقل کر لیا جائے اور کھانا لیکر فائدہ میں تقسیم کر دیا گیا اور انگریزین گھنٹہ بھر کر چلا گیا۔ ۲۔ ع

غور فرمائیے! بہادر شاہ ظفر سلطان میو اور علامہ فضل حق خیر آبادی کے نفوسے انگریزوں کی رات کی نیند حرام ہو جائے۔ تمام مجاہدین آزادی کو موت کے گھاٹ اتار دینا انگریز اقتدار کا نصب العین ہو، جواب دیا جائے کہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کیلئے والا انگریز سید صاحب کے لشکر کے لئے راشنی پانی کا انتظام کیوں کر رہا ہے؟ انگریزوں کی عیاری سے جو لوگ واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ ان کی چمکی چیری بالوں میں کتنی گہری سازش ہوتی ہے انگریزوں نے سید صاحب کو پادری صاحب کہہ کر دھوکا دیا۔ اول یہ کہ مسلمانوں کا انگریزوں کے خلاف متحدہ محاذ بنانے نہیں دیا۔ دوم یہ کہ مسلمانوں کی توجہ انگریزی نظام سے ہٹا کر سکھوں کی طرف مبذول کر دیا۔ انگریز خوب جانتا تھا کہ اس نے اقتدار مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھینا

ہے لہذا داپھی کی جدوجہد مسلمان کی طرح دوسری قوم ذکر کی گئی۔ اس لئے مسلمانوں کو متحد نہ ہونے دیا جائے چاہے اس کے لئے سید صاحب ابد ان کے لشکر کی پرورش ہی کرنی پڑے۔ انگریزوں نے تمام مسلم سپاہیوں کو جھوٹ دے رکھی تھی کہ وہ سید صاحب کے اعزاز و اکرام میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں کیونکہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی دوسرا ذبیہ نہ تھا۔ چنانچہ مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔

”حلقہ الہ آباد میں جو مسلمان سپاہی مختلف خدمات پر متین تھے اور تین سو کی تعداد میں تھے انھوں نے انگریز قلعہ دار کی اجازت سے حضرت سید صاحب کو قلعہ میں تشریف لانے کی رخصت دی۔ شہر نشین پر جو سلاطین سابق کی محنت گاہ تھی آپ کو بٹھایا۔ ۱۔ ع

سوچئے! مجاہدین آزادی پھانسی کے تختوں پر لٹکائے جا رہے ہیں علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ کو کال پانی کی سزا دی جا رہی ہے۔ اور سید صاحب کو انگریز قلعہ دار کی اجازت سے شہر نشین پر بٹھایا جا رہا ہے کیا تاریخ اسلام کی کئی امدت ہی رہنا کی ایسی مثال مل سکتی ہے۔ جس نے پوری قوم سے غداری کی ہے۔ اگر کوئی عقیدہ مند میرے اس ریمارک میں لچکی غموس کرتا ہو تو مجھے معذور سمجھئے اس لئے کہ جب کیلبر بھینٹنے لگا تو قلعہ دار کی شہ پاروں کے بجائے جگر کے ٹکڑوں کو پیش کرتا ہے۔

میں بار بار عرض کر چکا ہوں کہ سید صاحب کا سکھوں کے خلاف مسلمانوں کو صف آراء کرنا، انگریزوں کا سیاسی اسٹنٹ تھا۔ بہادر شاہ ظفر کے بچوں کا قتل دہلی میں مسلمانوں کے قتل عام کا روح فرسا منظر اور عورتوں، بچوں کا خون، مسلمانوں کی آنکھوں میں گھوم رہا تھا۔ انگریزوں کو خطرہ تھا کہ کہیں مسلمان متحد ہو کر اٹھ کھڑے نہ ہوں، کیوں کہ علامہ اہل سنت نے جہاد کا فتویٰ دیدیا تھا۔ چنانچہ انگریزوں نے اپنی پرانی پالیسی (۱) خرید و (۲) لڑاؤ (۳) حکومت کر دے پر عمل شروع کیا اس کے لئے ان کی نظر سید صاحب اور شاہ اسماعیل پر پڑی۔ سودا ہو گیا۔ پھر کیا تھا، سکھوں کے مظالم بیان کئے جانے لگے تاکہ مسلمانوں کی توجہ اصل دشمن سے ہٹ کر ہم وطنوں کی طرف مبذول ہو جائے۔ چنانچہ سید صاحب نے انگریزوں کی سوچی سمجھی ایکٹیم کے مطابق ہندوستانی مسلمانوں کے ذریعہ سکھوں سے جہاد کے نام پر مسلمانوں کی سلطنتوں کو مزید کھینچنے کا پورا پورا موقعہ دیا کیا۔ چنانچہ سید صاحب کا عقیدہ مند مورخ مولوی محمد جعفر تھانیسری رقمطراز ہے۔

”ملاحظہ مکتوبات احمدی یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ سید صاحب نے واسطے تباہی سلطنت پنجاب کے، جس قدر سیف و سنان کا کام لیا تھا اس سے زیادہ قلم و زبان سے اپنے کام لیا تھا۔ بخارا اور کاشغر اور افغانستان اور

سید صاحب کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

”نہ باکسے از امر اہل مسلمین تنازعہ داریم و نہ با یکے از رؤسائے موہنین مخالفت۔ ہاکنار مقابلہ داریم نہ بادیان اسلام۔ صرف بادرانہ موہین مقابلہ نہ باکسے گویان داسلام جوہان و نہ با سرکار انگریزی خاصیت داریم۔ و نہ بیچ راتنازعہ کرانہ رعایا دہستیم بمایش از نظام برابا۔“

ترجمہ:۔ کسی مسلمان حاکم سے ہمارا جھگڑا ہے نہ کسی مسلمان رئیس سے ہماری مخالفت نہ کافروں سے مقابلہ ہے اور نہ میان اسلام سے۔ ہماری جھگڑ صرف لالہ بالہ والوں (یعنی سکھوں) سے ہے۔ ہماری خاصیت نہ کھڑگو اور طالبان اسلام سے ہے اور نہ ہی سرکار انگریزی سے۔ کیونکہ ہم ان کی رعایا ہیں اور ان کی پناہ و حفاظت میں نظام سے محفوظ ہیں۔

”ہاکنار مقابلہ داریم نہ بادیان اسلام“ اور ”نہ با سرکار انگریزی خاصیت داریم“ ان دو واضح جملوں نے بنادیا کہ سید صاحب کی تمام لڑائیوں کی نوعیت کیا تھی؟ غور فرمائیے جو جنگ کفر داسلام کے اختلاف کی بنیاد پر نہ لڑی گئی ہو اسے اسلامی جنگ قرار دینا اور اس کے سپاہیوں کو مجاہدین بادر کرنا۔ کیا اسلام کے تصور جہاد کو مجروح کرنا نہیں ہے؟ سید صاحب نے اپنی ساری جدوجہد کو بے نقاب کر کے بتایا کہ اسکی تلقین کفار و مشرکین سے نجات حاصل کرنا نہیں ہے اور نہ ہی سرکار انگریزی سے انھیں کوئی خاصیت ہے وہ تو مسلمانوں کی مجموعی طاقت کو صرف لالہ بالہ والوں کے خلاف استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ انگریزی حکومت سے عدم خاصیت کی وجہ سید صاحب یہ بتاتے ہیں کہ وہ اور ان کی قوم انگریزوں کی پناہ و حفاظت میں نظام سے محفوظ ہے۔

بے شک سید صاحب اور ان کی حق سستی امت نظام سے محفوظ تھی۔ ظلم کے پہاڑ تو تحریک آزادی کے علمبرداروں پر ٹوٹے تھے۔ نظام کی موسلا دھار بارش علامہ فضل حق خیر آبادی اور دیگر علمائے اہل سنت پر ہو رہی تھی جنھیں انگریز دستہ میں بدعتی اور قریب بچا کہہ کر دل کی بھڑاس نکالی جاتی ہے۔ ظلم و ستم اور جبر و تشدد تو ان لوگوں پر روا رکھا گیا تھا جو انگریزوں کو ذلیل و رسوا کر کے ہندستان کو ان کے ناپاک وجود سے پاک کرنا چاہتے تھے۔ ایسے ظلم و جور کے دور میں سید صاحب اور ان کا مختصر سا گروہ یقیناً مامون و محفوظ رہا ہو گا کیوں کہ جسے انگریزوں کی سرپرستی حاصل ہو اس سے زیادہ انگریزوں کے اقتدار میں کون مامون و محفوظ رہ سکتا ہے۔ کاش سید صاحب کی سکھ دشمنی انگریز دستہ کا نیچو نہ ہوتی۔ منشی محمد جعفر قلعائری سوانح احمدی میں تحریر فرماتے ہیں۔

”یہ بھی صحیح روایت ہے کہ جب آپ سکھوں سے جہاد کرنے کو تشریف لے جاتے تھے کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ اتنی دور سکھوں سے جہاد کرنے کو جاتے ہیں۔ انگریز جو اس ملک پر حاکم ہے وہ دین اسلام سے کیا منکر نہیں ہیں۔ گھر کے گھر میں ان سے جہاد کر کے ملک ہندستان لیلو بہاں لاکھوں آدمی آپ کا شریک اور مددگار ہو جائے گا۔“

سید صاحب نے جواب دیا کہ کسی کا ملک چھین کر ہم بادشاہت کرنا نہیں چاہتے۔۔۔۔۔

عز سوانح احمدی ص ۲۳

ہوستان اور سندھ و پنجاب و کشمیر و کافان و غیرہ کے کل مسلمان امراء اور رؤساء اور خاندان شاہ شجاع بادشاہ کابل آپ کے ساتھ شریک ہو چکے تھے۔ عرا اگر سید صاحب انگریزوں کے وفادار نہ ہوتے تو وہ مذکورہ طاقتوں کو متحد کر کے انگریزوں کے خلاف استعمال کرتے اور کھوٹے ہوئے اقتدار کو حاصل کرنے کی جدوجہد کرتے لیکن ان کی تحریک کو چونکہ انگریزوں نے ختم دیا تھا اور سید صاحب کو ہر طرح کی مالی امداد حاصل تھی اسی لئے انھوں نے مثل باشاہوں کے معاونین جو افغانی مسلمان تھے کی توجہ انگریزوں کی طرف سے ہمارے سکھوں کی طرف مبذول کرانے میں کامیاب ہو گئے اور انگریزوں کی منفعت بھی اسی میں تھی کہ مسلمان سکھوں سے بھڑائی تاکہ ہندستان میں دونوں طاقتیں آپس میں لڑ کر کمزور ہو جائیں اور انگریزی اقتدار سلامت رہے۔

سید صاحب نے انگریز دستہ کا حق صرف اسی صورت میں نہیں ادا کیا کہ مسلم امراء اور رؤساء کی توجہ سکھوں کی طرف پھیر کے انگریزوں کو ہر طرح سے محفوظ رکھا، بلکہ انگریزی اقتدار کی بھی خواہی کے لئے مجاہدین آزادی سے خود جنگ کا جو غلیظ سلطنت کے حامی اور انگریزوں کے دشمن تھے۔ چنانچہ مولانا رشید احمد گنگوہی کا بیان سوانح نگار ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

”حضرت (گنگوہی) نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ مانتا جانی ساکن انیسٹہ نے مجھے بیان کیا تھا کہ ہم قائد میں ہمراہ تھے۔ بہت سی کرامتیں و فتناً سید صاحب سے دیکھیں۔ مولوی عبدالحی صاحب بکھنوی ۲ مولوی محمد سامیل صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسن صاحب رامپوری بھی ہمراہ تھے اور یہ سب حضرات سید صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے۔ سید صاحب نے پہلا جہاد مسیحی یا محمد خاں ملک یا عفتان سے کیا تھا۔ ۳ یا محمد خاں حاکم یا عفتان نہ کسی انگریز افسر کا نام ہے نہ کسی سکھ جہاد کا۔ یہ ایک کھڑگو اور اہل قبلہ کا نام ہے جس سے سید صاحب نے پہلی جنگ کی۔ اس سے زیادہ سید صاحب انگریزوں کی مدد اور کیا کر سکتے تھے۔ مسلمانوں کو مسلمانوں کے خلاف صف آراء کرنا اور ہندوستانی مسلمانوں کی توجہ انگریزی اقتدار اور ظلم و ستم کی داستان سے ہٹا کر سکھوں کی طرف مبذول کرنا اور کبھی کبھی انگریزی اقتدار کی حمایت میں اسے عادل اور محافظ باندھ کر اس سید صاحب کی ایسا دغا دیا ہے جسے انگریز کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ چنانچہ شمال مغربی سرحد میں سید صاحب نے جب اپنی ایک آزاد حکومت قائم کی تو ایک اعلامیہ شائع کیا جس کے مندرجہ ذیل فقرے غور سے پڑھنے کے قابل ہیں۔ ان فقروں نے سید صاحب کی انگریز دستہ کی بے نقاب کر دیا۔

دامن کو لئے باقہ میں کہتا تھا یہ قتال

کب تک اسے دھویا کروں لالی نہیں جاتی

عز توارخ مجلیہ ص ۱۹ مولانا گنگوہی اور مانتا جانی کی سب سے بڑی شہر کرامت یہ ہے کہ مولانا عبدالحی دہلوی کو مولوی عبدالحی بکھنوی بنادیا۔ ناظرین بکھنوی کے بکا دہلوی پڑھیں (یعنی ۳۲ ریت لکھنوی ص ۱۹)

سکھوں سے جہاد کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ بردہ اسلام پر ظلم کرتے ہیں اور اقلان
دیگرہ فرائض نہ ہی ادا کرتے سے مزاحم ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ اور سرکار انگریزی کو حکر
اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم و زیادتی نہیں کرتی۔ نہ انکو اداۓ عبادت سے روکتی
ہے۔۔۔ ع

انگریز دوستی کی اس سے زیادہ بدترین مثال اور کیا مل سکتی ہے کہ سید صاحب کو
سکھوں کے ظلم و جور یاد رہے۔ لیکن بے شمار مسلمانوں کا انگریزوں کے ہاتھوں موت کے
گھاٹ اتر جانا یاد رہا۔ کیوں کہ سید صاحب ظالم انگریزوں کی وفاداری کا حلف اٹھا
چکے تھے۔ سید صاحب نے سکھوں کے تعلق سے جتنی باتیں بیان کی ہیں حضرت شاہ
عبد العزیز محدث دہلوی نے تقریباً بنی سال قبل انگریزوں کے ہی مظالم کی ایسی ہی تفصیل
بیان فرمائی ہے اور اسی بنا پر انگریز کی مقبوضات کو حضرت شاہ صاحب نے دار الحرب
قرار دیا تھا۔ اس کے بعد بھی علمائے اہل سنت خصوصاً مجاہد حلیل علامہ فضل حق خیر آبادی
نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا۔ لیکن ان فتوؤں کا اثر ان لوگوں پر کیسے پڑتا جو
انگریزوں کی چوکت پر ملن کی مدھی میں سجدہ نیاز کر رہے تھے۔

سید صاحب نے انگریزی اقتدار کو مضبوط بنانے کے لئے نہ صرف مسلمانوں
کا رخ سکھوں کی طرف پھیرا بلکہ ہندوؤں کو بھی شتمل کر کے اپنے لشکر میں شامل کیا اور انہیں
بھی سکھوں سے لڑایا۔ چنانچہ راجہ رام ہندو پر سید صاحب کا جادہ اثر کر چکا تھا اور سید
صاحب نے اسے اپنا معتمد بنالیا یہاں تک کہ پورا توپ خانہ اسی کی کمانڈ میں دے
دیا تھا۔ شیخ الحدیث مولانا محمد میاں ناظم اعلیٰ جمعیتہ علمائے ہند اپنی کتاب علمائے ہند
کا شمار ماضی جلد دوم دہشتستانی مسلمان اور تحریک آزادی، میں راجہ رام ہند کو
سید صاحب کے لشکر میں شمولیت اور اس کے کارنامہ کا اقرار ان الفاظ میں کرتے
ہیں۔۔۔ راجہ رام ہندو سید صاحب کے توپ خانہ کا کمانڈر ہے اور سکھوں
کی فوج پر گولہ باری کر رہا ہے۔۔۔ ع

اب اس لشکر کے بارے میں قارئین کا کیا خیال ہے جو ہندوؤں اور مسلمانوں
پر شتمل ہو۔ کیا اس میں مرنے والے اسلامی شہید ہیں؟ کیا راجہ رام ہندو سید صاحب
پر جان قربان کر کے شہید بن سکتا تھا؟ تو پھر اس لشکر کے دیگر مقتولین کو اسلامی
شہید کیوں کہا جائے؟ جب کہ پورا لشکر انگریزوں کا ہایات پر عمل کر رہا تھا
ذہن پر بوجھ نہ ہو تو تاریخ کے چند تراشے ملاحظہ ہوں

① نبھلا مسلمانوں دہلی سید صاحب کی پارٹی، کو گورنمنٹ انگلش سے کیوں سرکار
ہونے لگا۔۔۔ ع

② ہماری عادل سرکار کے قبضہ میں آگئی۔۔۔ ع

علاؤ شاخ احمدی ص ۹۱ ع ۲ ملائے ہند کا شمار ماضی ج ۲ ص ۲۸
ع ۲ میات طیبہ ص ۳ ع ۲ ایضاً ص ۱۸

سید صاحب کی وفاداری کو بیان کرتے ہوئے ان کے عقیدہ مندوں نے عیسائی
مورخ کی تکذیب بھی کی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔

③ ”ڈاکٹر ہنر صاحب اور دوسرے متعصب مولفوں نے سید صاحب جیسے خیر
خواہ اور خیر اندیش سرکار انگریزی کے حالات کو بدل بدل کر مخالفت کے پیرایہ میں
لکھا ہے۔۔۔ ع

گویا سید صاحب انگریزوں کے مکمل وفادار تھے۔ ان کے متعلق یہاں
جس انگریز دشمنی بیان کی گئی ہے وہ ڈاکٹر ہنر جیسے سخت عیسائی اور دیگر مغربین
کا محض تعصب ہے۔ کیوں کہ سید صاحب فی الواقع سرکار انگریزوں کے خیر خواہ
اور خیر اندیش تھے۔ ع

دلی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

اب سید صاحب کا وہ فتویٰ پڑھئے جو انگریزوں کی غلامی میں ثوبا ہر ہے۔

④ ”پنجاب میں اس وقت ایک ایسی مادل اور بے ریا گورنمنٹ کی غلامداری تھی کہ
جس کے کسی طرح مخالفت بائز نہیں۔۔۔ ع

جب پنجاب پر انگریزوں کا قبضہ نہ تھا اس وقت سید صاحب نے سرحد پار اپنی ایک
آزاد ریاست بنائی پھر پنجاب جو اس وقت ہمارا بہر بنجیت سنگو کے قبضہ میں تھا کے
صول کے لئے جدوجہد شروع کی تاکہ انگریزی اقتدار کا راہ میں جو سب سے بڑی رکاوٹ
ہے وہ فتح ہو۔ سید صاحب نے اپنے معتقدین کو یقین دلایا تھا کہ فتح پنجاب سے
پہلے میں سروں گاہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سید صاحب کا الہام تھا، مولوی محمد جعفر قاضی
فرماتے ہیں۔

”وعدہ فتح پنجاب کے الہام کا آپ کو ایسا دھوکا تھا کہ آپ ان کو سرا سر
مصدق اور ہونہار کچھ کر بار ا فراتے اور اکثر کتابت میں کھا کرتے تھے۔۔۔ کہ فلک
پنجاب غرور میرے ہاتھ پر فتح ہو گا اور اس فتح سے پہلے مجھ کو موت نہ ہو گی۔ ع
یہ الہام کس طرح پیدا ہوا وہ بھی ملاحظہ ہو۔

”سلطنت پنجاب متعصب اور ظالم سکھوں کے ہاتھ سے نکل کر ایک ایسی
عادل اور آزاد اور لائبرل قوم کے ہاتھوں میں آگئی جس کو ہم مسلمان اپنے ہاتھ پر فتح ہونا
نقصور کرتے ہیں اور غالباً سید صاحب کے الہام کی صحیح تادیل یہی ہو گی جو ظہور میں
آئی۔۔۔ ع

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ سید صاحب نے سکھوں سے جنگ اسلام
اعمال اسلام کے لئے ہرگز نہیں کی تھی بلکہ انگریزی مملکت کی توسیع کے لئے یہ سب
پاؤں بیلے تھے جیسا کہ ان کے الہام کی صحیح تادیل سے معلوم ہوتا ہے۔ سید صاحب
کا ایک عقیدہ مورخ نیملہ کرتا ہے کہ۔۔۔۔۔

علاؤ شاخ مجیبہ ص ۲۳ ع ۲ ایضاً ص ۲۲ ع ۳ توارخ مجیبہ ص ۱۸
ع ۲ ایضاً ص ۱۸

مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب کا واقعہ ہے۔ اپنے بزرگوں سے منسوب ہے کہ جب گرفتار ہوئے تو انگریزوں کا تسلط ہوا تو شاہ صاحب کا جو وظیفہ مقرر تھا وہ ماری رکھا گیا تھا۔

مولانا شرف علی تھانوی

آپ کی ذات تمام تعارف بنی ہے۔ تو یہی رسالت ہے۔ مڑ کے جھانک کر جرم کھربک ہونے کے ساتھ ساتھ حقیقتیں ان پر انگریزوں کا بھی الزام ہوتا کرتے ہیں۔ چنانچہ مولانا بشیر احمد عثمانی صدر آل انڈیا جمعیت علماء اسلام ہستے ہیں۔

مولانا شرف علی تھانوی بابر آپ کے مسلم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے تعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنائے کہ ان کو چھ سو روپے ماہوار حکومت کا طرف سے دیئے جاتے ہیں۔

خود مولانا تھانوی اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ تحریکات کے زمانے میں میرے متعلق یہ شہور کیا گیا کہ چھ سو روپے ماہانہ گرفتار سے پاتا ہے۔ ایک شخص نے ایک ایسے مکان سے کہا کہ اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ یہ بھی خوف سے شاعر نہیں لیکن طبع سے شاعر ہے۔

مذکورہ بالا چھ سو روپے ماہانہ وظیفہ کی تادیلی مولانا بشیر احمد عثمانی بتائیں۔

اس کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہیں تھا کہ روپیہ حکومت دیتی ہے مگر حکومت ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ ان کو اس کا شبہ بھی نہ گزرتا تھا۔ اب اس طرح اگر حکومت مجھے یا کسی شخص کو استعمال کرے گا اس کو یہ علم نہ ہو کہ اسے استعمال کیا جا رہا ہے تو ظاہر ہے وہ ضرور اس میں مداخلت نہیں کر سکتا۔ یہ بات مولانا عثمانی نے صرف اس لئے کہی کہ ان پر بھی مولانا حافظ الرحمن صاحب ناظم جمعیت علماء ہند نے انگریزوں کی نمک خورائی کا الزام لگایا تھا۔ مولانا حافظ الرحمن فرماتے ہیں۔

حکومت میں جمعیت علماء اسلام حکومت کی مالی امداد اور اس کے ایمان سے قائم ہوئی ہے۔۔۔۔۔ (چند سطر بعد)۔۔۔۔۔ حکومت کو کے بعد طے ہوا کہ گرفتار ان کو کافی امداد اس مقصد کے لئے دی گئی چنانچہ ایک بیش قرار رقم اس کے لئے منظور کر لی گئی اور اس کی ایک خط مولانا آزاد سمائی کے حالہ بھی کر دی گئی اس روپیہ سے حکومت میں کام شروع کیا گیا۔ مولانا حافظ الرحمن نے کہا کہ یہ اس قدر یقینی روایت ہے کہ اگر آپ اطمینان فرمنا چاہیں تو ہم اطمینان کر سکتے ہیں۔

علا ملاحظہ ہو حفظ الامان صفحہ ۲۰۲ کالمۃ الصدورین صفحہ ۲۰۱ انافات الیومیہ ج ۱ صفحہ ۶۹ عزم کالمۃ الصدورین صفحہ ۵۰ کالمۃ الصدورین صفحہ ۵۰

”وہ اس آئندہ عملداری دینی انگریزی عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے۔“

حضرت بنگال صادق از دکن
ننگ آدم ننگ دی ننگ وطن

بڑی نا انصافی ہو گئی اگر سید صاحب کو میر جعفر ابیر صادق کے برابر کیا گیا۔ اس لئے کہ جعفر صادق نے انگریزوں کا ساتھ اس لالچ میں دیا تھا کہ انگریز بہادر انھیں قتل و سرپ دیا گئے لیکن سید صاحب کا معاملہ دوسرے دہ سو سے ہی حکومت کے خواہاں تھے بلکہ انگریزوں کی عملداری کو ہی اپنی عملداری سمجھتے تھے۔ اس لئے سید صاحب انگریزوں کی جعفر صادق سے بلند تر ہیں۔ انگریزوں کی غلامی میں میر جعفر اور میر صادق سید صاحب کے گرد پا کے برابر نہیں۔

بات اگر سید صاحب اور شاہ اسماعیل دہلوی کی انگریزوں کی پر ختم ہوئی گئی تو داستان غم بڑا اکٹھا ہو گا۔ لہذا ان کے نقش پا کو نہ جاننے والوں پر بھی آئے ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تاکہ حق تلفی کا الزام تاریخ ہم پر نہ لگ سکے۔

مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی

پچھلے اوراق میں آپ کا نام نامی اسم گرامی آچکا ہے۔ آپ بھی سید صاحب کے زیر دست پرورد بلکہ دست راست تھے۔ سید صاحب اور انگریزوں کے درمیان رابطہ کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔ ان کا منظم کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے انگریزوں کا مدد سہ پہرہ حاصل کر کے سید صاحب تک پہنچا دیا ہے۔

اس وقت ایک جہڑی سات ہزار روپے کی جو نذرینہ ساموکاران دہلی رسالہ مولوی محمد اسحاق صاحب بنام سید صاحب رمانہ ہوئی تھی ملک پنجاب میں رسول نہ ہونے پر اس سات ہزار روپے کی دہلی کا دعویٰ عدالت دیوانی دائر ہو کر دہلی جتن ملک کال رہا۔

اس وقت کامات ہزار روپیہ آجکل کے حساب سے ایک لاکھ روپے سے بھی زیادہ ہے۔ اتنی بڑی رقم اگر انگریزوں کے خلاف استعمال ہوتی تو کیا انگریز عدالت سے واپس کرائی جاسکتی تھی؟ یہ روپیہ بلا اعلان اس لئے سید صاحب تک پہنچا گیا کیوں کہ اسے انگریزوں کا بننا ہوئی اسکیم پر خرچ ہونا تھا۔ اسی لئے شاہ محمد اسحاق دہلوی کے لئے ان کی خدمات جلیلہ کے پیش نظر انگریز حکومت نے شاہرہ بطور وظیفہ ماری رکھا تاکہ انگریز عدالت کو صدمہ نہ پہنچے۔ جاہلادی تو علماء اہل سنت کی ضبط کی گئیں جو انگریز عدالت کے کر لئے تھے۔ شاہ صاحب کے بارے میں مولانا شرف علی تھانوی کا یہ کلام اعتراف موجب ہے۔

علا ملاحظہ ہو جمعیت صفحہ ۱۸۰ قرار تاریخ جمعیت صفحہ ۵۹

مولانا عثمانی نے اپنی جمعیت پر لکائے گئے مذکورہ بھیانک الزام کی تردید سے کتراتے ہوئے فرماتے ہیں: جو آپ نے مولانا آزاد سمیانی کے متعلق بیان فرمایا ہے جو روایت آپ نے بیان کی میں اس کی تصدیق کرتا ہوں نہ تکذیب۔ ممکن ہے آپ صحیح کہتے ہوں۔

مولانا عثمانی نے جب یہ محسوس کیا کہ مولانا حفظ الرحمن گھر کے بھیدی ہیں اور پول کھول رہے ہیں تو مجبوراً انھوں نے مولانا قحطاوی کا پول کھولنا شروع کر دیا کہ دیکھئے مولانا قحطاوی کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ ان کو حکومت چھ سو پچھلے ماہانہ دیتی تھی۔ اگر میری جمعیت علمائے اسلام کو بھی دے تو کیا حرج ہے۔ عثمانی صاحب کا بھولا پن ملاحظہ ہو کہ روپیہ ملنے کی تاویل اس طرح کرتے ہیں کہ روپیہ پانے والے کو خبر ہی نہیں کہ وہ انگریزی حکومت کا آلہ کار بن گئے۔ اور معاذ خدا میں چھ سو پچھلے ماہانہ پار رہا ہے۔ کیا یہ لوگ مورخین کو بھی مریدین کی صف میں رکھتے ہیں کہ ہم جو تاویل دے رہے ہیں مورخین بلا چوں دچرا تسلیم نہ کر دیں گے۔

تبلیغی جماعت

اس جماعت پر بھی انگریزی حکومت کی بڑی ہربانیاں تھیں۔ آج کل بھارت میں اسے جن سبب اور آرائیں اس کی سرپرستی حاصل ہے۔ انگریزی ہند میں یہ جماعت بھی وظیفہ خودی میں کسی سے چھپے نہ رہی۔ ملت دیانہء کا ایک ذمہ دار شخص قرار کرتا ہے۔

”مولانا حفظ الرحمن نے کہا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو ابتداً حکومت کا جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد کچھ روپیہ ملتا تھا۔ پھر بند ہو گیا۔“

بند ہونے کی وجہ یہ نہ تھی کہ تبلیغی جماعت نائب ہو کر انگریز دشمن بن گئی تھی بلکہ وجہ یہ تھی کہ جس مسلمان افسر نے تبلیغی جماعت کو خرید کر انگریزی اقتدار کی سلامتی کے لئے آلہ کار بنایا تھا اس کا تبادلہ ہو گیا اور اس کی جگہ ایک متعصب ہندو افسر آیا جو غالباً اپنی فرقہ پرست ذہنیت کے سبب انگریزوں کے سلم و فسادوں کی جگہ ہندو فسادوں کا فائدہ چاہتا تھا۔ اسکا ہندو افسر کی سفارش پر تبلیغی جماعت کی امداد بند ہوئی ہے۔ مولانا حفظ الرحمن خود فرماتے ہیں۔

”بہر حال اس مسلمان افسر کا تبادلہ ہو گیا اور ایک ہندو اس کی جگہ آ گیا جس نے گورنمنٹ کو ایک نوٹ لکھا جس میں دکھلایا گیا کہ ایسے لوگوں یا انجمنوں پر حکومت کا روپیہ صرف ہونا بالکل بریکار ہے اس پر آمندہ کے لئے امداد بالکل بند ہو گئی بات دماغی اور صرف اس لئے کہ قارئین پر یہ حقیقت واضح ہو جائے

علاء مکالمۃ الصدیقین صفحہ ۲۲ یعنی دیوبندی قوم صفحہ ۲۲ مکالمۃ الصدیقین صفحہ ۲۲

کہ صرف مولانا قحطاوی کو ہی سرکاری نعمت سے نہیں نوازا گیا بلکہ اس صف میں مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا آزاد سمیانی اور مولانا الیاس دہلوی کی تبلیغی جماعت بھی ہے۔

ذکر جب چھڑ گیا قیامت کا
بات پہنچی تری جوانی تک

بات چل رہی تھی مولانا قحطاوی کی ناظرین اپنے ذہن کا رشتہ دوبارہ قحطاوی صاحب سے جوڑ لیں۔ تحریک خلافت کو کون نہیں جانتا۔ انگریزوں نے اسے باغی بھٹا قرار دیا تھا۔ وہ صرف اس لئے کہ تحریک خلافت متحدہ ہندستان سے انگریزوں کو مار بھگانا چاہتی تھی۔ اس کی سرگرمیاں ملک کے طول و عرض میں اتنی سرعت کے ساتھ پھیل گئیں کہ انگریزی حکومت کو خطرہ لاحق ہو گیا۔ اسی لئے انگریزوں کو ضرورت محسوس ہوئی۔ ایسے علائقوں کو تحریک خلافت کو بے قاعدہ بے اصول اور بے ایمان قرار دیں۔ آخر کار چھ سو روپیہ ماہانہ نے اپنا اثر دکھایا اور مولانا قحطاوی نے کہنا شروع کیا کہ۔

”تحریک خلافت کے زمانے میں لوگ چاہتے تھے کہ جس طرح ہم بے قاعدہ اور بے اصول چل رہے ہیں نہ شریعت کے حدود کا تحفظ نہ احکام کی پروا۔ اسکا طرح یہ بھی شرکت کرے۔ میں نے کہا اگر تمہاری موافقت کی جائے تو ایمان بائے۔“

جب انگریزی حکومت کی جانب سے مسلمانان کشمیر پر نظام کے ہار گرانے کا سبب تھے مسلمانوں کی ماؤں اور بہنوں کی عصمت و عار برسرِ بار ہو رہی تھی جو قتل کا سہگ لونا جا رہا تھا تو اس وقت مجاہدین آزادی جتنے بنا کے کشمیر روانہ ہو رہے تھے مگر وہاں کے مسلمانوں کی امداد کریں۔ مسلم اور اسلام کے ناموں کی حفاظت کریں۔ مگر عین اسی وقت مجاہدین کے اس اقدام کو مولانا قحطاوی نے شراب ادب اور اسے تشبیہ و تکریم قرار دیا۔ وہ خود فرماتے ہیں۔

”کشمیر پر جو جتنے جارہے ہیں اس کے متعلق ایک صاحب مجھ سے دریافت فرماتے تھے کہ ان جتنوں کا جائز یا ناجائز ہونا تو الگ بات ہے مگر نافع یا مضر ہے۔ میں نے کہا جی ہاں مگر نافع ہی نافع ہے۔“

انگریزوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے جس وقت مجاہدین آزادی نے جیلوں کو بھریا اور بھوک ہڑتال کر کے انگریزوں پر رات کی نیند حرام کر دی اس وقت دیگر انگریز دستوں کے ساتھ خود مولانا قحطاوی بھی مجاہدین کے الی اقدامات کو فوج کشی سے تعبیر کر رہے تھے۔

”جتنوں کا جیل میں جانا یا پنا بھوک ہڑتال دینا کرنا خود کشی کے مترادف ہے اور اگر خود کشی سے کسی کو فائدہ پہنچے تب بھی تو باوجود موجب فائدہ ہونے کے جائز نہیں ہے۔“

مجاہدین آزادی کا جیلوں میں جانا وہاں انگریزی سامراج کے نظام برہداشت کرنا۔ اس لئے خود کشی قرار دیا جا رہا تھا کیوں کہ مولانا قحطاوی کے نزدیک انگریزی حکومت عادل اور حافظ مال نہ تھی امداد کے مقبوضات ان کے نزدیک دارالاسلام تھے۔

علاء افاضات الیومہ ج ۲ صفحہ ۶۵ افاضات الیومہ ج ۲ صفحہ ۶۵

مولانا تھانوی کی تعلیمات میں ایک بنیادی تعلیم بھی تھی کہ انگریز حاکموں کو ناراض نہ کیا جائے۔ یہ تعلیم اس لئے دی جاتی تھی کہ مسلمان انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند نہ کرے اور جہ مور و پے ماہانہ کے علاوہ بھی کچھ ملے۔ مولانا تھانوی فرماتے ہیں۔
ہ میں مسلمانوں سے کہا کرتا ہوں کہ تم حکام وقت کو ناراض نہ کرو۔ یہ طریقہ بہت

مفید ہے۔

انگریزی حکام کی اطاعت و فرماں برداری کا درس اگر وہ اپنی رائے کی حد تک دیتے تو صرف جعفر و ہادی کی فہرست میں ان کا بھی شمار ہوتا۔ اور لوگ زیادہ اہمیت نہ دیتے لیکن مومن کا کلیجو اس وقت پھٹنے لگتا ہے جب مولانا تھانوی اپنی انگریز دوستی کو قرآن کی تعلیمات کے عین مطابق قرار دینے لگتے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ وہ انگریزی حکام کی حمایت کرتے ہوئے قرآن پاک سے یوں استدلال کرتے ہیں۔

”اور شریعت کا امر ہے۔“ لَا تَلْقُوا بِأَيِّدِكُمُ إِلَى التَّهْذُكَةِ کہ اپنے آپکو ہلاکت میں نہ ڈالو تو ایسا کام نہ کرنا چاہئے جس میں حاکم کی ناراضی ہو کیونکہ اسکا انجام قریب بہ ہلاکت ہے اور مدت دراز تک مسلمانوں کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔“

مذکورہ آیت کریمہ کو دلیل بنا کے انگریز حاکموں سے مخالفت مول لینے کو تھانوی صاحب خلاف شرع بتا رہے ہیں۔ ظالم انگریزوں کی ناراضی کو ہلاکت بتانے کے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی جا رہی ہے کہ وہ انگریز بہادر کو اپنے کسی عمل سے ناراض نہ کریں ورنہ مدت دراز تک اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ آخر جس کوئی جواب دے کہ انگریز حاکموں سے جہاد کرنا اور ان ظالموں سے نجات حاصل کرنے کے لئے انھیں پریشان و حیران کرنا اگر ہلاکت ہے تو شہادت اور ایثار و قربانی کسے کہتے ہیں کیا شہادت و قربانی کی عظمتیں انگریزوں کی چوگیری میں پوشیدہ ہے؟ یا اس مرد مجاہد کو درجہ شہادت نصیب ہوتا ہے جو ظالم کے سامنے بلا خوف و خطر کھمق بلند کرتا ہوا قتل کیا جاتا ہے۔ مولانا تھانوی کا جہاد سے فرار، وہ بھی صرف چھ مور و پے ماہانہ یا اس سے کچھ نائد رقم کی خاطر ملت اسلامیہ سے کھل کر غداری ہے۔

کیا اب بھی انکی انگریز دوستی کو سمجھنے کے لئے رکسی اور گواہی کی ضرورت رہ گئی ہے۔ تمام محبت کے لئے ایک اور ایسی گواہی پیش کر رہا ہوں جس کے ہر لفظ سے انگریز کی محبت و عقیدت کے سونے پھوٹ رہے ہیں۔ مولانا تھانوی خود فرماتے ہیں۔
”ایک شخص نے مجھ سے دریافت کیا تھا کہ اگر تمہاری حکومت ہو جائے تو انگریزوں کے ساتھ کیا برتاؤ کر دے گے جس نے کہا محکوم بنا کے رکھیں گے، کیونکہ جب خدا نے حکومت دی تو محکوم بنا کے ہی رکھیں گے۔ مگر ساتھ ہی اس کے نہایت راحت و آرام سے رکھا جائے گا۔ اس لئے کہ انھوں نے ہمیں آرام پہنچایا۔“

۱۔ ماہنامہ الایقان، جلد ۱۵، ۹ بابت ماہ مئی ۱۹۵۵ء، صفحہ ۲۵۔

۲۔ ماہنامہ الایقان، جلد ۱۵، نمبر ۱۱ بابت جون ۱۹۵۵ء، صفحہ ۱۷۔

۳۔ افادات ابو میراج، ص ۶۹۔

تھانوی صاحب فرماتے ہیں۔

”حکومت انگریزی میں رعایا پر کسی قسم کی دار و گیر و بے المینائی سرکار کی جانب سے نہیں ہوئی بلکہ بدستور شخص اپنے جان و مال پر مطمئن رہا۔ (ان قولہ) بعض کے لئے امان اول باقی ہے بعض کے لئے امان ثانی بھی مثل دونوں جراثیم یا دونوں اتصالوں کے ہوگا اور ترجیح دارالاسلام کو دی جائے گی۔“

مولانا تھانوی کے مذکورہ بالا فتویٰ کا اثر مسلمانوں نے ذرہ برابر بھی قبول نہ کیا اور نہ ہی وہ انگریزوں کے جبر و تشدد سے حراساں ہوئے بلکہ انگریزوں کے مظالم جیسے جیسے بڑھتے گئے آزادی وطن کے متوالوں کا جوش و خروش بھی بڑھتا گیا۔ اور ہندوستانوں کا مشترکہ محاذ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا گیا ایک وقت ایسا بھی آیا جب کھلے اور واضح الفاظ میں ”سوراج“ کا نعرہ بلند کیا گیا جس وقت علمائے اہلسنت ملک کو آزاد کرانے کی جدوجہد کر رہے تھے سوراج کے خواب کو خرمندہ تعبیر بنانے کی جدوجہد میں معروف تھے ٹھیک اسی وقت بعض نثریہ مولویوں نے سوراج کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ اسے شیخ جلی کا خواب بتایا۔ آزادی وطن کو موت احتمال طفلی قرار دیا و غلط و نصیحت کی مجلسوں میں سوراج کو مضحکہ خیز انداز میں پیش کیا جانے لگا چنانچہ مولانا تھانوی اپنے ایک وعظ میں فرماتے ہیں۔

”طلب سلطنت محال کی طلب نہیں بلکہ احتمال کی طلب ہے گو اس احتمال کو پورا ہونا ایسا ہی ہے جیسے شیخ جلی کے احتمال کا پورا ہونا جیسے آج کل سوراج کی بہت سورش ہے۔ ہندوستانی بادشاہت کے طالب ہیں شاید تمکو ہی مل جائے احتمال تو ضرور ہے مگر بس احتمال ہی سے خوش ہو لو ورنہ یہ احتمال ایسا ہے جیسے ایک صاحب نے سیاہ کتے کو جھپک کر سلام کیا تھا کسی نے وجہ پوچھی تو کہا شاید تین ہوا درجنوں میں بھی بادشاہ ہو اور میرے سلام کی وجہ سے خوش ہو کر کچھ دیدے۔ بس ایسی ہی حالت آپ کی طلب کی ہے۔“

یا اللہ زمین بھٹ کیوں نہیں جاتی اور آسمان گر کیوں نہیں پڑتا۔ آزادی وطن کی جدوجہد کو سورش کہا جا رہا ہے اسے شیخ جلی کا خواب بتایا جا رہا ہے۔ قیامت کیوں نہیں آتی الہی ماحر کیا ہے۔

صرف چھ سو دو سو ماہانہ میں اتنا اثر تھا کہ سوراج کی جدوجہد کو شیخ جلی کا احتمال بتانے کے اور کالے کتے سے تشبیہ دیگر مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ تھانوی صاحب تو سونٹوں کے نیچے دب گئے ہیں اب انکے پیرو جواب دیں کہ وطن عزیز آزاد ہوا کہ نہیں؟ چھ سو دو ماہانہ دینے والے آقاؤں کو ہندوستان سے مار بھگا یا گیا کہ نہیں؟ اور سوراج جسکا تھانوی صاحب نے مذاق اڑایا ہے اب وہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ نہیں؟

۱۔ ایضاً صفحہ ۷۵۔ ۲۔ ماہنامہ الایقان، جلد ۲۴، ۲۵

بابت ۱۵ اپریل ۱۹۵۵ء، کراچی صفحہ ۲

ماہنامہ المیزان ممبئی

۳۰۳

بے شک انگریزوں سے آپ حضرات کو بہت اکرام ملا ہے۔ وطن فروشوں کے لئے انگریز کا خزانہ کھلا ہوا تھا تاریخ کا یہ فیصلہ ناقابل تردید حقیقت بن چکا ہے کہ مولانا ایسا دہلوی کی تبلیغی جماعت انگریزوں کے روپے سے بنی مولانا شبیر احمد عثمانی کی جمعیت علمائے اسلام کو انگریز نے ایک بیش قرار رقم دی۔ مولانا آزاد سہانی نے براہ راست انگریزوں سے روپیہ لیا مولانا اسحاق دہلوی کا باقاعدہ نظیف مقرر تھا سید احمد راے بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی کی پوری فوج کا راشن پانی انگریزوں کے ذمہ تھا۔ علاوہ ازیں سید صاحب نے ایک ہندسی سات ہزار روپے کی انگریزوں کی مدد سے حاصل کی۔ خود مولانا تھانوی کو چھ سو روپیہ ماہانہ ملا کرتا تھا۔ یہ وہ قسمیں ہیں جو ہر جوگیش (بھیبت سی خفیہ قسمیں ہیں جن پر دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں نقاب کشائی انشاء اللہ تعالیٰ میدان حشر میں ہوگی۔

جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آئیں کا

مولانا رشید احمد گنگوہی

آپ کا شمار اکابر علماء دیوبند میں ہوتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ ملتِ دیانہ کی قیادت آپ کے ہاتھ میں تھی تو غلط نہ ہوگا۔ آپ کو اپنے بارے میں جو خوش فہمی تھی وہ انھیں کے الفاظ میں ملاحظہ ہو دو سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور یہ قسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں۔ مگر اس زمانے میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔

خط کشیدہ وہ جلد ۱۰ میں کچھ نہیں ہوں۔ مولانا گنگوہی نے تو اضعا فرمائی ہے۔ ورنہ یہ جلد دو بھاری بھر کم دعویٰ کے بیچ میں مہل بن کے رہ جائے گا۔

پہلا دعویٰ :- حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے۔

دوم دعویٰ :- اس زمانے میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر ان دونوں دعویٰ پر تبصرہ کرنے کے بجائے صرف کہہ کر آگے بڑھ جانا

ہے کہ اس طرح کا خبط مرزا غلام احمد قاری کو ہوا تو موصوف کی پوری ذریت

غیر مسلم قرار دے دی گئی۔ دیکھئے گنگوہی صاحب کے ساتھ کب انصاف کیا جاتا

ہے۔ کیونکہ عالم الحروف تو یہی سمجھتا ہے کہ کوئی مجدد ہو یا محدث فقیہ ہو یا مجتہد

وہ خود اپنے اتباع کی دعوت نہیں دیتا۔ بلکہ اتباع شریعت کی دعوت دیتا ہے

اور یہ شان انبیاء و مرسلین کی ہے کہ وہ اپنے اتباع پر ہی ہدایت و نجات کو موقوف

قرار دیں۔ اب دیوبندی حضرات خود یہ فیصلہ کریں کہ گنگوہی صاحب کی اس دلی

آواز نے انکو قادیانی صاحب سے کتنا قریب کیا ہے؟

ظ۔ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

تعارف میں بات ذرا طویل ہوگئی۔ اس کتاب کا منشاء ان حضرات کی مدد

۱۔ تذکرۃ الرشید ج ۲ صفحہ ۱۲۷ ۲۔ یعنی دیوبندی مذہب کے پیرو۔

نوعیت کو واضح کرنا نہیں ہے اس کے لئے آپ زلزلہ مصنف علامہ ارشد القادری کا مطالعہ کریں جو بے حد مفید ہے۔ یہاں تو راقم الحروف صرف ان حضرات کی انگریز دوستی کو واضح کرنا چاہتا ہے تاکہ بے شمار تہوں میں دلی ہوئی حقیقت سے ملت اسلامیہ کو آگاہ کیا جائے اور مرکز قریب کی پوری بساط کو الٹ دیا جائے۔

اس موقع پر ہم زلزلہ کا ایک طویل اقتباس پیش کر رہے ہیں تاکہ علمائے

دیوبند کی انگریز دوستی کو بات کی تاریکی میں بھی دکھا جاسکے اور اسی کے ساتھ

لا جواب کتاب زلزلہ کا بھی مختصر سا تعارف جو جلد ۱ ص ۱۱۱ میں ملاحظہ فرمائیے

دارالعلوم دیوبند میں الحاد و لگے ہاتھوں انہی دیوان جی کا ایک کشف

نصرانیت کا ایک مکاشفہ اور ملاحظہ فرمائیے مولوی مناظر احسن گیلانی

اپنے اسی حاشیہ میں یہ روایت نقل کرتے

ہوئے کہتے ہیں "ان ہی دیوان جی کے مکاشفہ کا تعلق دارالعلوم دیوبند

سے ہی نقل کیا جاتا ہے لکھتے ہیں کہ مثالی عالم میں ان پر مکشف ہوا کہ دارالعلوم

کے چاروں طرف ایک سرخ ڈورا تھاتا ہوا ہے

۱۔ اپنے اس کشفی مشاہدہ کی تعبیر خود یہی کرتے تھے کہ نصرانیت اور تہجد و

آزادی کے آثار ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم میں نمایاں ہوں گے۔

مجھے اس مقام پر اس کے سوا اور کچھ نہیں کہنا ہے کہ جو لوگ اپنا عیب

چھپانے کے لئے دوسروں پر انگریزوں کی کاسہ لیس اور ساز باز کا الزام عائد

کرتے ہیں وہ گریباں میں منہ ڈال کر ذرا اپنے گھر کا یہ کشف نامہ ملاحظہ فرمائیں

کتاب کے مصنفین کو اس کشف پر اعتماد نہ ہو تو وہ ہرگز اسے

شائع نہ کرتے۔

ادریات کشف تک ہی نہیں ہے تاریخی دستاویزات بھی اس امر واقعہ

کی تائید میں ہیں کہ انگریزوں کے ساتھ نیاز مندانه تعلقات اور ساز بازانہ

ساز باز دارالعلوم دیوبند اور منتظمین و عاملین کا ایسا سنایاں کارنامہ ہے

جسے انھوں نے فخر کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اور یہ بات بھی ازراہ الزام نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ دیوبندی لٹریچر

۱۔ دیوان جی کا اصل نام یسین تھا اور بقول قاری محمد طیب رحمہ اللہ دیوبند

دیوان جی کا خصوصی تعلق مولوی قاسم نانوتوی سے تھا اور دیوبندی نانوتوی صاحب کی

خانگی اور ذاتی امور کا تعلق بھی انہیں سے تھا اور بقول مولوی حبیب الرحمن سابق ہنر

دارالعلوم دیوبند دیوان جی کی کشفی حالت اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ باہر جانے والے نظر

آتے تھے درود و وار کا حجاب ان کے درمیان ذکر کے وقت باقی نہیں رہتا تھا

حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ صفحہ ۱۲۷ ۲۔ مرتبہ مولوی مناظر احسن گیلانی

۱۔ سوانح قاسمی ج ۲ صفحہ ۱۲۷

سے جو تاریخی شہادتیں مجھے موصول ہوئی ہیں انکی روشنی میں اس کے سوا اور کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ نمونے کے طور پر چند تاریخی حوالے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں :-

انگریزوں کے خلاف افسانہ جہاد کی حقیقت

ایک دیوبندی فاضل نے "مولانا محمد احسن نانوتوی" کے نام سے موصوف کی سوانح حیات لکھی ہے جسے مکتبہ عثمانیہ کراچی (پاکستان) نے شائع کیا ہے۔ اپنی کتاب میں مصنف نے اخبار "انجمن" پنجاب لاہور مجریہ ۱۹ فروری ۱۹۵۸ء کے حوالے سے لکھا ہے کہ ۱۳ جنوری ۱۸۷۵ء بروز یکشنبہ نعت گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسٹی پامر نے مدرسہ دیوبند کا معائنہ کیا۔ معائنہ کی وجہ سے موصوف نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے اسکی چند سطریں خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہیں۔

"جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپے کے خرچہ سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے۔ جو کام پرنسپل ہزاروں روپے مانگا کر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ مانگا کر کر رہا ہے۔ یہ مہر خلات سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار، مدد و معاون سرکار ہے۔

(مولانا احسن نانوتوی ص ۲۱۷)

ع۔ مدعی لاکھ پچہ سبھاری ہے گواہی پتری

خود انگریز کی یہ شہادت ہے کہ "یہ مدرسہ خلات سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار مدد و معاون سرکار ہے۔"

اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ اس بیان کے سامنے اب اس افسانے کی کیا حقیقت ہے جس کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہ مدرسہ دیوبند سامراج کے خلاف سیاسی سرگرمیوں کا بہت بڑا اڈہ تھا۔

مدرسہ دیوبند کے قدیم کارکنوں کا انگریزوں کے ساتھ کس درجہ خیر خواہانہ اور نیاز مندانہ تعلق تھا۔ اس کا اندازہ لگانے کیلئے خود قاری طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کا یہ تہلکہ خیز بیان پڑھئے۔ فرماتے ہیں "مدرسہ دیوبند کے کارکنوں کی اکثریت ایسے بزرگوں کی تھی جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پنشنر تھے جن کے ہمارے میں گورنمنٹ کو شک شبہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔"

(حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ ص ۱۳)

آگے چلکے انھیں "بزرگوں کے متعلق لکھا ہے کہ مدرسہ دیوبند میں ایک موقع پر گورنمنٹ کی جب انکوائری آئی تو "اس وقت یہی حضرات آگے بڑھے اور اپنے سرکاری اعتماد کو سامنے رکھ کر مدرسہ کی طرف سے معافی پیش

کی جو کارگر ہوئی" (حاشیہ سوانح قاسمی)

گھر کارزار دار ہونے کی حیثیت سے قاری طیب صاحب کا بیان جتنا بوزن ہو سکتا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔

"اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ جس مدرسہ کے چلانے والے انگریزوں کا وقایہ نگار خوار ہوں اسے باغیانہ سرگرمیوں کا اڈہ کہنا آنکھوں میں دھول جھونکے کے مترادف ہے یا نہیں؟ اب انگریزوں کے خلاف دیوبند کا بر کے افسانہ جہاد اور بغاوت کی پرانی بساط اسٹوڈینے والا ایک سنسنی خیز کہانی اور سنئے۔

سوانح قاسمی میں مولوی قاسم نانوتوی کے ایک حاصر باش مولوی منصور علی خان کی زبانی یہ قصہ نقل کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مولانا نانوتوی کے ہمراہ نانوتہ جا رہا تھا کہ اٹھارے راہ میں مولانا کا حجام اتنا و خیزاں آتا ہوا ملا اور اس نے خبر دی کہ نانوتہ کے تھانیدار نے ایک عورت کے بھوکا گانے کے الزام میں میلا جالان کر دیا ہے۔ خدا را مجھے بچائیے۔ مولوی منصور خان کا بیان ہے کہ نانوتہ پہنچے ہی مولانا نے اپنے مخصوص کارندہ منشی محمد سلیمان کو طلب کیا اور پر جلال آواز میں فرمایا

"اس غریب کو تھانیدار نے بے قصور پکڑا ہے تم اس سے کہدو کہ یہ رحیم امیر آدمی ہے اسکو چھوڑ دو ورنہ تم بھی نہ بچو گے۔ اس کے ہاتھ میں ہتھکڑی ڈالو گے تو تمہارے ہاتھ میں بھی ہتھکڑی پڑے گی۔" (سوانح قاسمی ج ۱ صف ۳۲۱-۳۲۲) لکھا ہے کہ منشی محمد سلیمان نے مولانا نانوتوی کا حکم ہوہر تھانیدار تک پہنچا دیا۔ تھانیدار نے جواب دیا کہ اب کیا ہو سکتا ہے روز ناچہ میں اس کا نام میں لکھ دیا گیا۔

مولانا نانوتوی نے اس جواب پر حکم دیا کہ تھانیدار سے جا کر کہدو کہ اسکا نام روز ناچہ سے کاٹ دو منصور علی خان کا بیان ہے کہ مولانا کا یہ حکم باکسراہیل کی حالت میں تھانیدار خود ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔

"حضرت نام نکالنا بڑا جرم ہے۔ اگر نام اس کا نکالا تو نوکری جاتی رہی فرمایا۔ اسکا نام (روز ناچہ سے) کاٹ دو تمہاری نوکری نہیں جائے گی۔

(سوانح قاسمی ج ۱ صف ۳۲۳)

واقعہ کارا دی کہتا ہے کہ مولانا کے حکم کے مطابق تھانیدار نے حجام کو چھوڑ دیا۔ اور تھانیدار تھانیدار ہی رہا۔

مجھے اس واقعہ پر بجز اس کے اور کوئی تبصرہ نہیں کرتا ہے کہ مولوی قاسم نانوتوی اگر انگریزی حکومت کے باغیوں میں تھے تو پولیس کا حکم اس قدر ان کے تابع فرمان کیوں تھا؟ اور تھانیدار کو یہ دھمکی کرا سے چھوڑ دو ورنہ تم بھی نہ بچو گے؟ دہی دے سکتا ہے جسکا ساز بازار اوپر کے مرکزی حکام سے ہو۔

انگریزی قوم کی بارگاہ میں نیاز مند از ذہن کا ایک رخ اور ملاحظہ فرمائیے اس سلسلہ میں سوانح قاسمی کے مصنف کی ایک عجیب و غریب روایت سنئے۔

فرماتے ہیں۔

”انگریزوں کے مقابلے میں جو لوگ لڑ رہے ہیں ان میں حضرت مولانا شاہ فضل الرحمان گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ اچانک ایک دن مولانا کو دیکھا گیا کہ خود بھاگے جا رہے ہیں اور کسی چودھری کا نام لے کر جو باغیوں کی فوج کی افسری کر رہے تھے کہتے جاتے تھے کہ لڑنے کا کیا فائدہ؟ خف کو تو میں انگریزوں کی صف میں پار لہاؤں۔“ (حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ صفحہ ۱۰۳)

انگریزوں کے صف میں حضرت خضر کی موجودگی اتفاقیاً نہیں پیش آئی تھی بلکہ وہ ”نصرت حق“ کی علامت بن کر انگریزی فوج کے ساتھ ایک بار اور دیکھے گئے تھے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں کہ:-

”غدر کے بعد جب گنج مراد آباد کی دیران مسجد میں حضرت مولانا (شاہ فضل الرحمان صاحب) جا کر مقیم ہوئے تو اتفاقاً اسی راستے سے جیسے کنارے سے کسی وجہ سے انگریزی فوج گزر رہی تھی مولانا مسجد سے دیکھ رہے تھے اچانک مسجد کی میٹھیوں سے اتر کر دیکھا گیا انگریزی فوج کے ایک سائیس سے جو باگ ڈور کھوٹے وغیرہ گھوڑے کالے ہوئے تھے۔ اس سے باتیں کر کے پھر مسجد واپس آ گئے۔“

اب یاد نہیں رہا کہ پوچھنے پر یا خود بخود فرمانے لگے کہ سائیس جس سے میں گفتگو کی یہ خضر تھے۔ میں نے پوچھا یہ کیا حال ہے تو جواب میں کہا کہ حکم ہی ہوا ہے۔ (حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ صفحہ ۱۰۳)

بات ختم ہو گئی لیکن یہ سوال سر پہ چڑھ کے آواز دے رہا ہے کہ جب حضرت خضر کی صورت میں نصرت حق انگریزی فوج کے ساتھ تھی ان باغیوں کے لئے کیا حکم ہے جو حضرت خضر کے مقابلے میں لڑنے آئے تھے؟ کیا اب بھی انہیں غازی اور مجاہد کہا جاسکتا ہے؟

اپنے موضوع سے ہٹ کر ہم بہت دور نکل آئے لیکن آپ نگاہ پر بار نہ آئے تو اس بحث کے خاتمے پر اکابر دیوبند کی ایک دلچسپ دستاویز اور ملاحظہ فرمائیے۔ دیوبندی حلقے کے ممتاز مصنف مولوی عاشق الہی میرٹھی اپنی کتاب ”کرة الرشید“ میں انگریزی حکومت کے ساتھ مولوی رشید احمد گنگوہی کے نیاز مندانہ جذبات کی تصویر کھینچے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں

”آپ سمجھے ہوئے تھے کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار ہوں تو مجھ پر الزام سے میرا بال بیکانہ ہوگا۔ اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے (تذکرۃ الرشید ج ۱ صفحہ ۸۰)

کچھ سمجھا آپ نے؟ کس الزام کو یہ جھوٹا کہہ رہے ہیں یہی کہ انگریزوں کے خلاف انہوں نے

علم جہاد بلند کیا تھا میں کہتا ہوں کہ گنگوہی صاحب کی یہ پرخوس صفائی کوئی مانے یا نہ مانے لیکن کم از کم ان کے معتقدین کو تو ضرور ماننا چاہئے۔ لیکن غضب خدا کا کہ اتنی شد و مد کے ساتھ صفائی کے باوجود بھی ان کے ماننے والے یہ الزام ان پر آج تک دہرا رہے ہیں کہ انہوں نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تھا۔ دنیا کی تاریخ میں اسکی مثال شکل ہی سے ملے گی کہ کسی فرستے کے افراد نے اپنے پیشوا کی اس طرح تکذیب کی ہو۔

اور ”سرکار مالک ہے سرکار کو اختیار ہے“ یہ جیسے اسکی زبان سے نکل سکتے ہیں جو ”تن“ سے لے کر ”من“ تک پوری طرح کسی جذبہ غلامی میں بسیک چکا ہو۔

آہ! دلوں کی بد بختی اور روحوں کی شقاوت کا حال بھی کتنا عبرت انگیز ہوتا ہے۔ سوچتا ہوں تو دماغ پھٹنے لگتا ہے کہ خدا کے باغیوں کے لئے تو جذبہ عقیدت کا یہ اعتراف ہے کہ وہ مالک بھی ہیں مختار بھی! لیکن احمد مجتبیٰ اور محبوب کبریٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں ان حضرات کے عقیدے کی زبان یہ ہے۔

”جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک مختار نہیں“

(تقویۃ الایمان)

بے شک یہ جانے کا حق ملوک ہی کو ہے کہ اس کا مالک کون ہے۔ کون نہیں۔ جو مالک تھا اس کے لئے اعتراف کی زبان کھلتی تھی، کھل گئی۔ اور جو مالک نہیں تھا، اس کا انکار ضروری تھا ہو گیا۔ اب یہ بحث بالکل عبث ہے کہ کس کا مقرر کس مالک کے ساتھ وابستہ ہوا۔

یہاں پہنچ کر ہمیں کچھ نہیں کہنا ہے تصویر کے دونوں رخ آپ کے سامنے ہیں مادی منفعت کی کوئی مصلحت مانع نہ ہو تو اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ دلوں کی تلیم لکھی بادشاہت کا جھنڈا اگر اٹھا ہوا ہے۔ سلطان الانبیاء کا، یا تاج برطانیہ کا؟ (زلزلہ مصنف علامہ ارشد القادری صفحہ ۹۳ تا صفحہ ۱۰۱)

اس سے قبل کہ مولانا گنگوہی کی انگریز دوستی پر سیر حاصل گفتگو کی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قائد حریت مولانا فضل حق خیر آبادی کے بارے میں تاریخ کا ایک فیصلہ پڑھ لیا جائے۔ تاکہ تقابلی مطالعہ میں آسانی رہے۔ ”۱۸۵۸ء میں قسطنطنیہ جہاد کی پادشایاں جرم بنادت میں مولانا فضل حق خیر آبادی مانوہر کرستیا اور سے لکھنؤ لائے گئے۔ اور مقدمہ چلا یا گیا۔ بیچ بار بار روکنا تھا کہ مولانا آپ کیا کہہ رہے ہیں مگر مولانا کے شان استقلال پر قربان جالیے۔ خدا کا شیر گروہ کہ کہتا ہے کہ وہ فتویٰ صحیح ہے اور میرا ہی لکھا ہوا ہے اور آج اس وقت بھی میری وہی رائے ہے۔ مولانا کے اقرار و توثیق کے بعد اب گنہ گنہ کی کیا بات رہ گئی تھی چنانچہ عدالت نے جس دوام عبور دریا کے شور (کالا پانی) کا حکم سنایا۔ مولانا نے بکمال شہر

وغندہ پیشانی اس سزا کو قبول فرمایا۔“

علامہ غفرلہ کے آنسو حصہ اول مصنف مولانا مشتاق احمد نظامی صفحہ ۱۰۱

کے تختے تک پہنچا دے گی۔ لہذا تحقیق پر! طینان کا اظہار صحت وہی شخص کر سکتا ہے جو انگریز دشمنی میں قطعاً ملوث نہ ہو، بلکہ اس کا ربط مضبوط بھی باغیوں سے نہ ہو ورنہ سزا کے لئے اتنا ہی ثبوت کافی تھا۔ مولانا موصوف کا یہ وفادارانہ رویہ انگریزوں کے لئے باعث تسکین تھا چنانچہ انگریزی عدالت نے مولانا کو بے داغ بری کر دیا۔

مولانا فضل حق خیر آبادی اور مولانا رشید احمد گنگوہی کے کردار کا فرق دیکھئے حاضر عدالت دونوں ہوئے مگر اول الذکر کو کالا پانی کی سزا ہوئی اور ثانی الذکر کو رہائی کا پروانہ ملا جسے سزا ہوئی وہ عدالت میں شیر کی طرح گرج رہا تھا اور جسے رہائی ملی وہ اپنی انگریز دوستی پر اس قدر مطمئن تھا کہ تحقیق و تفتیش کا قید رگاہ رہا ہے۔

”یہی وجہ تھی کہ مولانا گنگوہی کا ایک خاص عقیدہ تھا جو ان کا مزاج آشنا بھی تھا رفقہ طراز ہے۔“ آپ کوہ استقلال بنے ہوئے خدا کے حکم پر راضی تھے اور سمجھتے ہوئے تھے کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بیکانہ ہوگا۔ اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے جو چاہے کرے۔“

مولانا گنگوہی کے بارے میں ان کا عقیدت مند یہ نہیں لکھتا کہ آپ انگریزی حکومت کے خلاف کوہ استقلال بنے ہوئے تھے بلکہ کوہ استقلال بنے رہنے میں جو جذبہ کا قرا تھا وہ انگریزی سرکار کی سکند و فساداری تھی اسی وفاداری کو آزادی ہند کا تاریخ میں غدار ہی کہتے ہیں۔ انگریزوں پر اطمینان کے باوجود مولانا موصوف

خدا کے انصاف سے گھبرائے ہوئے بھی تھے جس طرح ایک مجبور جرائم پیشہ بھی ایسے موقع پر مرضی مولانا کے آگے گردن جھکا دیتا ہے۔ واقعہ نگار کو قسم ہے کہ مولانا گنگوہی سمجھتے ہوئے تھے کہ میں حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بیکانہ ہوگا۔ جھوٹا الزام اسماء کو لگا رہا ہے کہ مولانا گنگوہی نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تھا۔ ذرا انگریزوں کا بارگاہ میں مولانا کا جذبہ سیردگی ملاحظہ فرماتے۔ ”سرکار مالک ہے جو چاہے کرے۔“ کاش مولانا نے گنبد خضرا کے کیس کو سرکار کہہ کے اپنا مالک کہا ہوتا۔ تو زندگی کے سارے پاپ کٹ گئے ہوتے۔ انگریز حاکموں کو سرکار اور مالک کہنے والی زبان نہ جانے کیوں ”بارگاہ مصطفیٰ“ میں گستاخ ہو جاتا ہے۔ جب انگریزوں کے خلاف عام بغاوت پھیل گئی تو انکی راتوں کی نیند حرام ہو گئی مگر افسوس انگریزی تشدد کے ساتھ بعض علمائے دیوبند کی چوچ گیری نے انقلاب کو ناکام بنا دیا اس افسوسناک واقعہ کا ذکر ٹبری بشارت سے ان الفاظ میں کیا جاتا ہے۔

”جب بغاوت و فساد کا نعرہ فرو ہوا اور رحمدل گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ

یہ تھے علامہ فضل حق خیر آبادی جن پر شجاعت و بے باکی ناز کرتی ہے۔ اب سنئے مولانا رشید احمد گنگوہی کا حال — آپ صحت شہید صحت عافیت عدالت ہوئے اور پھر بے داغ بری ہوئے آپ کا بھی مختصر و داد مختصر الفاظ میں سن لیجئے جسے انھیں کے عقیدتمندوں نے بیان کیا ہے۔

”جس وقت حاکم کے حکم سے عدالت میں بلائے جاتے تو ظاہر ہو کر بے تکلف بات کرتے اور جو دریافت کرتا بے تکلف اس کا جواب دیتے۔۔۔ اور حقیقت حال کے موافق — کبھی آپ سے سوال ہوا کہ رشید احمد تم نے مفسدوں کا ساتھ دیا۔ اور فساد کیا؟ آپ جواب دیتے۔ ”ہمارا کام فساد نہیں نہ ہم مفسدوں کے ساتھی“ کبھی دریافت ہوا کہ تم نے سرکار کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھائے؟ آپ اپنی قبیح کی طرف اشارہ کر کے فرماتے۔ ”ہمارا ہتھیار تو یہ ہے۔“ کبھی حاکم دھمکا تا کہ تم مگر پوری سزا دیں گے۔ آپ فرماتے۔ ”کیا مضائقہ ہے مگر تحقیق کر کے۔“

انگریزی عدالت نے چار سوالات کئے اور مولانا گنگوہی نے اس کے جوابات دینے آپ کی توجہ تھوڑی دیر کے لئے مولانا کے جوابات کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ (۱) ”حاکم جو دریافت کرتا بے تکلف اس کا جواب دیتے تھے۔ اور حقیقت حال کے موافق۔“ یعنی مولانا نے انگریزی عدالت میں بڑی بے تکلفی سے باتیں کی۔ یہ طرز عمل یا رانہ تعلقات پر خاصی روشنی ڈالتا ہے اور غالباً یہی وجہ تھی کہ مولانا کو اپنی گلو خلاصی کے لئے جھوٹ سے کام لینا ہی نہیں پڑا۔ کیونکہ حقیقت حال جب انگریزی حکومت کے موافق ہو تو خلاف حقیقت بیان کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔

(۲) ”ہمارا کام فساد نہیں نہ ہم مفسدوں کے ساتھی“ یہ جواب صاف ظاہر کر رہا ہے کہ مولانا مجاہدین آزادی کے لشکر میں اپنی شمولیت کے الزام سے برائت انگریزی عدالت میں سب کے سامنے کیا ہے اور مجاہدین کو مفسدوں کے لفظ سے یاد فرمایا ہے۔ انگریز بہادر کی خوشنودی مولانا کے لئے کس قدر ضروری تھی۔

(۳) ”ہمارا ہتھیار تو یہ ہے۔“ تسبیح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا فرمایا۔ ”گو یا موصوف انگریزی اقتدار کیلئے یا اپنی مفقویت کے لئے جہاد کا گورہ یہی وجہ ہے کہ انگریزوں کے خلاف نہ سیف و سنان سے کام لیا نہ قلم و زبان سے۔“

(۴) ”جب سزا کی دھمکی دی گئی تو فرمایا۔“ ”کیا مضائقہ ہے۔ مگر تحقیق کر کے“ یعنی مولانا گنگوہی کو یقین تھا کہ جب تحقیق کی جائے گی تو میری انگریز دوستی میں دُوبلی ہوئی زندگی کب حاکم کو سزا دینے کی طرف مائل ہونے دیگی۔ اسی لئے تو تحقیق کا شرط لگائی جا رہی ہے۔ اس طرح کی شرط وہ شخص نہیں پیش کر سکتا جس کی زندگی کا ہر لمحہ انگریز دشمنی میں گزر رہا ہو۔ کیونکہ تحقیق و تفتیش تو اسے بھانسی

غلبہ پاکر باغیوں کی سرکوبی شروع کر دی۔ (دوسرے کے بعد فرمایا جارہا ہے)
"بعض کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انھوں نے کپنی کے امن و عافیت کا
زمانہ قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا۔ اور اپنی رحمدل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت
کا علم قائم کیا، علیٰ

استغفر اللہ! کپنی کا دور مولانا گنگوہی کے نزدیک امن و عافیت کا زمانہ تھا
اور حکومت برطانیہ بڑی رحمدل گورنمنٹ تھی۔ یعنی وہ لوگ پاگل تھے جنہوں
نے انگریزوں کے دور کو قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا اور بغاوت کر
بیٹھے ان کے سروں پر موت کھیل رہی تھی۔

اللہ اللہ! انگریزی دور کو امن و عافیت کا زمانہ کہا جا رہا ہے یہ الفاظ
اسی کے منہ سے نکل سکے ہیں جو تن من دمن سے انگریزوں پر قربان ہو چکا ہو۔
— ظالم انگریزوں کے ظلم کی مثال پیش کرتے سے تاریخ قاصر ہے۔ انگریزی
منظوم سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ ان مظالم کو لکھتے ہوئے دل لرزتا ہے۔ سینہ قلم شوق
اور جگر قسطاں پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ مگر گنگوہی صاحب ایسے ظالم اور سفاک کی حکومت
کو رحمدل گورنمنٹ کہتے ہوئے آخرت کی باز پرس سے ڈرے نہ شرم دنیا کا کچھ ایس
دلخاظر تھا۔

ریارک میں تلخی ضرور آگئی ہے کیا کروں جب کسی مظالم کا دل جلتا ہے تو وہ
اپنی ٹیس کو چھپا نہیں سکتا۔ کون برداشت کر سکتا ہے کہ ظالم دجابر حکمرانوں
کی مطلق العنانی کو رحمدلی سے تعبیر کیا جائے چنگیز و ہاکو کی یاد تازہ کرنے والے انگریزی

دور کو امن و عافیت کا زمانہ کہا جائے۔

جب ہندوستان سے انگریزوں کا بوریہ بسترہ بندھے لگا تو ان کے
اپنی وفا شعار غلاموں نے دیوبند میں پناہ لی اور ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈال کے
باقاعدہ اسکی اشاعت میں مصروف ہو گئے تاکہ سامراجیت کے بطن سے پیدا ہونے
والے اس نئے مذہب میں سنی مسلمانوں کو بھی داخل کیا جائے اور اس طرح
وطن کے وفاداروں اور غداروں کے فرق کو مٹا دیا جائے۔ یہ جدوجہد ہنوز جاری
ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جنگ آزادی کا ہیرو انگریزوں کے زر خرید مولویوں کو بنایا جائے
بے شک ہندوستان انگریزوں سے خالی ہو گیا مگر اس کا پھیلا ہوا زہر
آج بھی دارالعلوم دیوبند اور اس کے اثرات کی صورت میں موجود ہے۔ جو دقت
ہند کے لئے ناسور بن چکا ہے۔ یہاں سے کبھی جارج فریڈرکسٹی کو ہوا دیجاتی
ہے کبھی آر۔ ایس۔ ایس۔ اڈہندو مہاسبھا کی زبان میں بیانات نشر کئے جاتے
ہیں۔ یقین نہ ہو جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت کو قریب سے دیکھے۔ خدا
ہمارے ملک کو ان انگریز دوستوں اور سامراجیت کے پروردہ مولویوں کے شر سے
محفوظ رکھے اور حکومت ہند کو توفیق دے کہ ماضی کے آئینے میں دوست اور
دشمن کے چہرے کو دیکھ سکے۔ تاکہ ملک کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھوں
میں نہ جانے پائے۔ جو سات سمندر پار والوں کے قدموں میں اسے ڈال دیں۔
ع ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

۱۔ تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۲۷۰ ۲۔ تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۲۷۱

نیکی و نیکوئی کے ساتھ

الشین لاکسم ڈیو

مرچنٹ بلڈنگ میٹرل سپلائر، کنسٹرکٹر

۲۲۶-۱۔ ایم آزاد روڈ بالقابل انقلاب بلڈنگ

مدنپورہ، بمبئی ۸۰۰۰۰۸

ماہنامہ المیزان بمبئی

۲۰۸

قومی و شرعی امیر جنسی

عالیجناب سید ایوب اشرف ایم اے ایل ایل بی
چوک لکھنؤ

کے نا عاقبت اندیشوں کے لئے ہوا کرتی ہے۔ امیر جنسی ملک کے اچھے شہری کو اچھے طریقے پر
جینے کی ضمانت دیتی ہے۔ اور اچھے شہریوں کے آرام کو حرام کرنے والوں کو لگام دیتی ہے۔ جون
ہے وہ امیر جنسی دنیا کی پہلی امیر جنسی تھی۔ اس سے قبل مصر، شام، عراق، افغانستان، مالک
میں بھی امیر جنسی لاکو لگتی تھی۔

خود ہندوستان کے لئے یہ امیر جنسی نئی نہیں ہے۔ بیرونی حملوں کے وقت حکومت نے
امیر جنسی کا نفاذ کیا۔ ہاں اندرونی انتشار و خلفشار کے لحاظ سے موجودہ امیر جنسی کو بھارت
کے لئے نئی امیر جنسی کہا جاسکتا ہے۔ انصاف سے دیکھا جائے تو اس امیر جنسی کے ذمہ دار
حکومت نہیں وہ افراد ہیں جو ملک میں جمہوری نظام کو ختم کر نیک پالیسی لیکر عوام میں بے چینی پھیلا کر حکومت
کا تخت لٹنے کا کام کوشش کر رہے تھے۔ پورا ملک انتشار پسند نہیں بن گیا تھا بلکہ چند سب بھر
تھے جو جارحیت اور فاشیسم کے ذریعہ ملک کے سکون کو ٹوٹنا چاہتے تھے۔ بالآخر سنگائی حالات
کا اعلان ہوا اور عوام کی عدالت سے نئی سازگاری عوام نے بھرپور انداز میں حکومت کے
اس اقدام کی تائید کی حکومت نے لاقانونیت پھیلانے والوں کے خلاف کارروائی کی بھرپور
نہیں دیکھا کہ کون کتنا بڑا ہے اور کون کتنا چھوٹا ہے۔ ماضی میں یہ دشمن جھگڑ رہا ہے یا قوم پرست
رہا۔ ان تمام موجودہ دشمن اور موجودہ نظریہ ملک کو، قوم کو حکومت کو نقصان پہنچا رہا تھا
لہذا ضروری ہو گیا تھا کہ ان کے خلاف اقدامات کئے جائیں اور امیر جنسی سے بھرپور نادمہ اٹھا کر
ملک کی سالمیت اور آزادی کی منطقت کو بچایا جائے۔

جس طرح قوم و ملک کو بچانے کے لئے قوم کے چند ناسوردوں کے خلاف اقدام
ناگزیر ہو جاتا ہے بالکل اسی طرح مذہب و ملت کو بچانے کے لئے بھی یہی سب
اقدامات ضروری ہو جاتے ہیں۔ اب آئیے ذرا آج سے سو سال قبل کے مذہبی حالات
کی روشنی کریں۔ یہی ہمارا ہندوستان ہے جس کے ماضی پر ابھی تقسیم کا ٹیکہ نہیں لگا ہے اور
جس کی باگ ڈور غیر ملکی طاقت کے اٹھوں میں ہے، آزادی کا بگڑ چکا ہے ہندو مسلم
بھی حصول آزادی کے نشے میں جو رہیں۔ جان و مال بچھا کر کے غلامی کے طوق کو اتار چھیننا
چاہتے ہیں۔ ایک طرف عظیم جدوجہد دوسری جانب چند سب بھروں کو خود ماضی سوچتی
ہے شریعت اسلامیہ کو سب کو سن کر، مسلمانوں کے دلوں سے محبت رسول ختم کرنے، اور شرک

ملک و قوم کی تاریخ میں نہ جانے کتنی مثالیں موجود ہیں کہ جب بھی لاقانونیت کا دور
دورہ ہوا اور ملک کی سالمیت کو خطرہ لاحق ہوا اور ملکی نظام کو درہم برہم کرنے کی جب
بھی نصابی گئی تو حکمران طبقے نے اُسے بڑھ کر اس کا حل تلاش کیا اور حالات پر تابوہلنے
کے ذرائع استعمال کئے۔ اقوام عالم کی تاریخ میں اس طرح کے سیکڑوں واقعات ملتے ہیں۔
کئی بھی ملک کو دو طرح کے خطرات درپیش ہوتے ہیں۔ (۱) بیرونی مداخلت۔
(۲) اندرونی زلزلہ۔ دہائی ملک کو تباہ کرنے میں دونوں ہی یکساں رد ادا کرتے ہیں بیرونی
مداخلت کے وقت دیکھا گیا ہے کہ عوام و حکومت دونوں نے ملکر اپنے ملک کے بچاؤ کے
لئے قربانیاں پیش کیں۔ اور اپنی آزادی کو بچا لیا رکھا۔ لیکن سب سے بھی ملک نظر اس وقت
آتا ہے جب اندرون ملک، ملک ہی کے وفاداروں کی شکل میں بیرونی طاقتوں کے ادا کار
بکر ملک کی تباہی میں منظم ہو جاتے ہیں۔ یہی وقت ملک کی سالمیت اور حکومت کی
استقامت کے لئے سنگین چیلنج بن جاتا ہے۔ بیرونی عناصر کو دشمن کہنے میں جو آسانی ہوتی
ہے اپنے اندر چھپے ہوئے گھناؤنے عناصر کو دشمن بنا کر دیکھنے میں وقت پیش آتی ہے
کیوں کہ وہ لوگ دیش جھگڑ اور علمبرداران جمہوریت بکر عوام کے سامنے آتے ہیں اور سب
پروردہ وہی سب کچھ کرتے ہیں جو ان کے بیرونی آقاؤں کی مرضی ہوا کرتی ہے۔

ابھی چند ماہ گزرے ہیں بالکل انہیں حالات سے ہمارا ہندوستان بھی گزر رہا ہے۔
ملک کی استقامت اور حکومت کی مشنری کو تباہ نہیں کر کے رکھ دیا گیا تھا۔ عالم یہ تھا کہ ہر چار سو
لاقانونیت، اتار کا بیج بودیا گیا تھا۔ اور سب غیروں نے نہیں بھارت کے اپنوں
نے کیا۔ ان لوگوں نے جنھوں نے جمہوریت کو ہی راہ عمل بنانے کا اعلان کیا۔ ان لوگوں نے
جنھوں نے دستور مند کے احرام کی قسم کھائی تھی، ان لوگوں نے جو قوم و ملک سے عقیدت و
محبت کا گیت گاتے تھے۔ ملک کے ذمہ دہروں نے پہلے ان حالات کو سمجھنے کی کوشش کی
انجام و تقسیم کے سارے طریقے استعمال کئے اور جب ہر راسے مایوس ہوئی تو ملکی فریضے کے
پیش نظر انھیں امیر جنسی کے تقاضے پر مجبور ہونا پڑا۔

امیر جنسی ڈکٹیٹر شپ کا نام نہیں، اس دشمنی کی فضا قائم کرنے کا نام ہے۔ امیر
جنسی آزاد ملک کی آزادی کے تحفظ کا نام ہے، امیر جنسی ملک کے وفاداروں کے لئے نہیں ملک

و بدعت کے نعرے لگا کر مذہبی پلیٹ نام پر بے چینی پھیلانے کی کوششیں شروع کر دی گئیں تاریخ داں جانتے ہیں کہ اس مذہبی سازش کے پیچھے بیرونی طاقتوں کا ہاتھ تھا۔ آخر یہ کوئی لوگ تھے، غیر مسلم نہیں تھے۔ اپنے تھے، مسلمان تھے جو ملت اسلامیہ کے لئے سنگین چیلنج بن کر سامنے آئے۔ غیر مسلم ہوتے تو انھیں دشمن با در کرنے میں مشکل نہ ہوتی یہ تو اسلامی فرزند ہی تھے، نام نہاد فرزند انھیں اسلام دشمن ثابت کرنا کوئی آسان کام نہ تھا کیونکہ یہ لوگ مذہب پرست اور علمبرداران اسلام بن کر سامنے آئے تھے۔ قرآن و احادیث کے بقلم خود بخود ان کا جواب تھا۔ ناموس مجاہد اور محبت اہلبیت کا گیت گنگناتے ہوئے نکلتے تھے، لیکن اندرونی طور پر اکی مضبوطی کی تکمیل میں لگے رہتے تھے جس کی تشکیل صیہونی دس امرامی اور نجدی قوتوں نے کی تھی اور وہ منصوبہ یہ تھا کہ مسلمانوں کے دلوں سے عظمت رسول کو مٹا کر رکھ دیا جائے کیوں کہ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے ناموس رسالت پر حرج آتے نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے اگر کوئی غیر مسلم سامنے آتا تو مسلمان اس کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ سامنے لائے گئے تو وہی لوگ لائے گئے جو دستور اسلام کے تحفظ کی قسم کھاتے تھے۔

الغرض پورے ملک میں شریعت سے لعنات کی نفاذ پیرا کی جانے لگی، نیجریٹ، دہریٹ، لادینیٹ اور دہریہ دہنیت کا ماحول پیدا کیا جانے لگا۔ اسلامی شعار کا کھلبندو استہزا کیا جانے لگا۔ شرعی اصول و ضوابط کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جانے لگا۔ ذمہ داران اسلام اور اولیاء امت کے خلاف ریشہ و دانیان شروع ہوئے لگے۔ نقد حقنی دشنامی سے انحراف کے قعرے بلند کئے جانے لگے۔ پورے ملک میں اور ملک کے اسلام یان ہند میں انار کی ادبے چینی پیدا ہو گئی تھی۔

ایسے نازک دور میں ملت کے ذمہ داروں نے اپنے فریضے کا احساس کیا۔ پہلے تو خاموش تماشائی بکر حالات کا جائزہ لیتے رہے کہ شاید چند دنوں کے بعد یہ اسلامی ہیر پنے چپ سادھ لیں لیکن ایسا نہیں ہوا۔ مذہبی بدامنی کو فروغ ملتا رہا۔ انہام و تقسیم کی بھی راہ اختیار کی گئی تاکہ ملک و ملت کو مذہبی انتشار سے محفوظ رکھا جاسکے۔ لیکن آئی ہماؤں کو اس راہ میں بھی باجوسی ہوئی۔ جب ہر چار طرف سے باجوسی و مجبور ہو گئے تو ان نام نہاد اسلامی علمبرداروں کے خلاف آخری اور قطعی فیصلہ لینے کی جانب قدم اٹھانا پڑا۔

اسلام کے خلاف نہ جانے کتنی بار محاذ آرائیاں ہوئیں، غیروں نے بھی کد اور اپنوں نے بھی۔ رسول کریم کے وصال کے بعد جن لوگوں نے زکوٰۃ نہ دینے سے انکار کیا تھا وہ عیسائی یا یہودی نہیں تھے اسلامی برادری کے ایک تھے۔ حضرت عمر سے لیکر امام حسین تک جتنی فاذائیاں ہوئیں سبھی اپنے تھے۔ تاریخ اسلام کے جانکار معلقوں کا کہنا ہے کہ اسلام کو خارجی فتنہ کرنے اس قدر خسران نہیں پہنچایا جس قدر داخل فتنہ نے پہنچایا۔

تاریخ کا یہ عجیب کناسہ کہ جب بھی اسلامی بارہ آورہ کر ایسے افراد میدان میں آئے انھیں ان کے صحیح مقام تک پہنچایا گیا۔ اور ہر بار ان کی سازشوں کو بے نقاب کیا گیا کیونکہ اس وقت ملت طاقت و قوت کے روپ میں رہی اور رہنمایان ملت کے ہاتھوں میں سربراہی و سرداری تھی۔ لہذا جم کر ایسے لوگوں کے خلاف ایکشن لیا جاتا رہا ہے۔ ایکشن کی وہی صورت ہو سکتی

تھی جسے ہمارے ملک کے رہنماؤں نے امیر جنسی کا نام دیا ہے۔

لیکن یہاں صورت حال ذرا مختلف ہے۔ یہاں اسلامی سربراہوں کے پاس نہ تو حکومت اور نہ ہی طاقت، اور طاقت تھی بھی تو مسلمانوں کی بھرپور تائید والی طاقت تھی۔

خود ساختہ مسلم رہنماؤں کے خلاف ایکشن لینے میں موجودہ صدی میں اگر کئی کوسر براہی و قیادت دی گئی ہے تو وہ ہیں مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی۔

مولانا احمد رضا نے اسلامی روایات کی روشنی میں ان تمام غلط فہمیوں کے خلاف شرعی فتویٰ صادر فرمایا ہے اگر ہم اسلامی امیر جنسی کا نام دیں تو بے جا نہ ہوگا۔

اسلامی امیر جنسی نے اکھنڈ بھارت کے بے چین مسلمانوں کو سکون دیا۔ خیریت محمدیہ کے تحفظ کی ضمانت دی، ملک کے شہریوں کو ملک و مذہب کا ونا، اور شہری بننے کا شعور دیا۔ ایک طرف بیرونی طاقتوں کی دخل اندازی کی شدید مخالفت تو دوسری طرف ملک کے اندر چھپے ہوئے انگریزی و نجدی طاقتوں کے آل کار کے حیران سے سیاہ نقاب اٹھا دیا۔ اسلامی امیر جنسی نے واضح اعلان کیا کہ جو اپنے مذہب اور بانی مذہب کا ونا دار نہیں وہ ملک اور ملک کی سلامتی کا بھی ونا دار نہیں ہو سکتا۔

جس طرح ہماری ذریعہ عظم نے ملک میں پھیلائی جانے والی علاقائی بغیبت، لسانی تنگ نظری، اقتصادی بد حالی، حاشی اتری اور قوی بے چینی کے خاتمے کے لئے امیر جنسی ہی کو ضروری و لازمی سمجھا۔ اس طرح مولانا احمد رضا فاضل بریلوی نے ملت میں پھیلائی جانے والی دہریٹ، نیجریٹ، نجدیت، لادینیٹ، فسادیت کے خاتمے کے لئے اسلامی امیر جنسی کے نفاذ پر مجبور ہونا پڑا۔

چونکہ فاضل بریلوی کے ہاتھوں میں اقتدار نہیں تھا حکومت نہیں تھی اس لئے ان نام نہاد مولویوں کے خلاف سرکاری سطح پر کچھ نہ کر سکے لیکن ہندوستان مسلمانوں کی عدالت سے تائید حاصل کی اور آگے بڑھ کر انھوں نے اپنے شرعی فتوے کو مزید مستحکم اور دور رس نتائج والا بنانے کے لئے ۹۰ء میں اس مقدس دیار کا سفر کیا جو عالم اسلام کا مرکز عقیدت تسلیم کیا جاتا ہے اور پھر علماء حرمین شریفین سے اپنے شرعی فیصلے پر ہر توثیق حاصل کی۔

جس طرح سمراندہ راگاندھی نے ہندوستان عوام کا بھرپور اکثریت کا تائید کے باوجود ملک کے سب سے طاقتور ادارہ پارلیمنٹ سے بھی امیر جنسی کے نفاذ کی حمایت حاصل کر کے ثابت کر دکھا یا کہ ملک کا تحفظ اور قوم کی سالمیت سے بڑھ کر چند نام نہاد سیاسی گروگوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ قومی و ملکی عظمت کے سامنے ہم سب سے بڑے لیڈروں کو ٹھکرا سکتے ہیں۔

اس طرح فاضل بریلوی نے اسلامیان ہند کی اکثریت کا تائید کے ساتھ ساتھ دنیائے اسلام کے اکابرین کی عدالت سے (مدنی طیبہ و مکر مغلطہ) اپنے شرعی اقدام کی تائید و حمایت حاصل کر کے ثابت کر دیا کہ ناموس معطفہ کا تحفظ اور قوم و ملت کی سالمیت سے بڑھ کر چند زور خرید مولوی کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ملادریبی عظمت و حرمت کے سامنے ہم سب سے بڑے مذہبی رہنماؤں کو ٹھکرا سکتے ہیں۔

انصاف کی عینک لگا کر دیکھا جائے تو اس شرعی امیر جنسی کے ذمہ دار اکابرین اہل سنت نہیں ہیں بلکہ وہی لوگ ہیں جو ملک و ملت کا ایک ساتھ سودا کرنا چاہ رہے تھے

تمام تر تمنائیں

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینہ پہنچے
تم نہیں چلتے رشتہ سارا تو سامان گیا

جمال چاندیند ستر

تاجرڈیزل و پیٹرول و ٹرک اسپر پارٹس

جمنابوچرا سٹریٹ بمبئی 400003

نیک تمنائوں کا نذرانہ

رضا کو نعمت نبی نے بلندیاں بخشیں
لقب زمین فلک کا ہوا اسمائے فلک

یوسف بھائی احمد

بارہ امام روڈ

بمبئی 400003

ایک جانب انگریز حکومت کا پشت پناہی دوسری طرف ملت اسلامیہ میں انتشار و خلفشار پھیل کر موجودہ بیرون حکومت کے ہاتھوں کو مضبوط کرنا تھا تا کہ گوری سامراجیت کے پاؤں کھارے دنوں کے رہ سکیں۔ لہذا مولانا احمد رضا کو شریعت کے ایک ذمہ دار اور سربراہ ہونے کے ناطے یہ حق حاصل ہو گیا تھا کہ وہ ایسے ملت و ملک دشمن عناصر کے خلاف آخری فیصلہ کریں اور انھوں نے نایاب یہ کیا۔ بارگاہِ معظفین کا گنگہ گستاخوں کے خلاف شرعی فیصلہ صادر کیا۔ اس طرح نہ صرف پوری مسلم قوم کو انتشار سے بچا لیا بلکہ غدارانِ رسول کی ریشہ دو دایوں سے ملت اسلامیہ کو محفوظ کر لیا۔

ناظرین کرام پر واضح ہو چکا ہو گا کہ دور حاضر کی قومی ایمر جنسی اور سو سال پہلے والی شرعی ایمر جنسی میں کس قدر مطابقت ہے۔

جس طرح آج کی ایمر جنسی ملک کے غداروں کے لئے تازیانہِ عبرت و باعثِ نصرت ہے اور ملکی دغا داروں کے لئے سکون و ترقی کی اسپرٹ پیدا کر رہی ہے۔

اسی طرح مولانا احمد رضا بریلوی کی شرعی ایمر جنسی غدارانِ معظفین کے لئے تازیانہِ آخرت ہے اور معظفین علیہ السلام کے دغا داروں کے لئے دین و دنیا کا سرخوردن و عطا فرماؤں ہے۔

کے غم سے دنیا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں جیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

امام احمد رضا کا فرنس کیلئے نیک خواہشات

ٹھوکرین کھاتے پھرو گے ان کے در پہ پڑ رہو
قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

عمر بھائی احمد

اولڈ کلا تھ مرچنٹ

ابراہیم رحمت اللہ روڈ بمبئی 400003

ادارہ ماہنامہ المیزان بمبئی کی خدمت میں
امام احمد رضا نمبر کی اشاعت پر
ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں

قادر سیٹھ

موٹر ریڈیٹر، آئیل کولر، بلڈوزرس، کمپریسرز، ٹریکٹرز
ریپیرنگ اور نیوکورس پلائرس اور مکمل فٹنگ کے آپٹلسٹ

کے، اے ویلڈنگ اینڈ ریپیرنگ ورکس
۲۱ و ۲۰ بابٹی روڈ (ایسٹ) کاپنچ والا بلڈنگ دہلی
بمبئی ۳۰۰۰۰۳

مجددین و ملت امام احمد رضا کی بارگاہ میں
حکماً عقیدت پیش کرتے ہیں

لکی فرنیچر ورکس

جدید طرز کا اسٹیل اور وڈن فرنیچر
بنانے والے اور گھریلو آرٹس کے ماہرین

۸۲، ۸۱، ۸۰ ٹن اسٹریٹ
بمبئی ۳۰۰۰۰۳

”المیزان“ کے امام احمد رضا نمبر
کی مثالی کامیابی کے لئے نیک خواہشات

السیدز کوٹج

آف

اولڈ وڈ کاروٹس، اینٹیکووس، برنڈا سیکچر

مینٹنگ، کراکری اور جوہری
۲۸ ٹن اسٹریٹ بمبئی ۳۰۰۰۰۳

فون: 339865

امام احمد رضا نمبر کی اشاعت اور
امام احمد رضا کانفرنس کے انعقاد پر
ادارہ ماہنامہ المیزان بمبئی اور آل انڈیا سنی لیگ
کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہیں

نجمی اینڈ برادرز

گورنمنٹ سپلائرس اینڈ کنٹرولرز
ہارڈ ویئر، سینٹری، اینڈ آل کانسٹس آف پائپ فٹنگ اینڈ ویلڈریس
۷۰ محمد علی روڈ، چوتھا منزلہ، بمبئی ۳۰۰۰۰۳

شورومر: بانو منزل، ڈاکٹر امید کر روڈ، کلیان

آفاقی پیغام

عالی جناب حیدر خاں پٹھان بی کام۔ ایل ایل بی ایڈوکیٹ بمبئی ہائی کورٹ

ہوئیں ڈاکٹر اشیر نگر کے ذاتی ذخیرے میں قانون النساء نام کا ایک مخطوطہ ہے
اس میں مسلمان عورتوں کے عادات و توہمات اور روحوں اور دیوی دیوتاؤں
پر انکے اعتقادات کا بیان ہے

اس میں خدائی دات۔ پیر دیدار کے کونڈے۔ بی بی کی صحنک۔ بی بی کی پوٹیا
مشکل کشا کے دونے رجب تہیلے کے مرغ۔ شاہ سلطان کے روٹ۔ بی جاگتی جوت
کی نوبت۔ بی سہجان کی کڑھائی۔ کہ مشکل سے آسان ہو۔

بی ٹیک کی پٹریاں کہ مراد ٹیک پڑے۔ توت پھرت کی پٹریاں۔ بی کشی
(مشکل) کا کونڈا جس سے مشکل آسان ہو... اس قسم کی بہت سی رسومات و توہمات کا
شکار ہمارا معاشرہ تھا... جس کا نفس اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا جس کی تعلیم
علم۔ عمل اور یقین سے انسانی مقدّر کو رضائے الہی کے ذریعہ سنوارنے کا پیغام
دیتی ہے

مفتی ملا عبد القادر بدایونی جیسا عالم و زاہد اکبر کے خرافات دیکھتے ہوئے
بھی اس کا درباری رہا اور نکتہ جینی کو ایک کتاب میں قلم بند کرتا رہا۔ مگر اجتہاد یا لغوہ
حق بلند نہ کر سکا۔

جب علماء و فضلاء مجہول روئے اختیار کریں وہاں عام مسلمان کو کون دعوتِ حق دے اور کون انہیں احیاءِ دین کا راستہ دکھائے صوفیائے کرام کا ایک طبقہ مایوس ہو کر وجودی باطنیت میں تبدیل ہو گیا شیخ فیض الدین نے ناتھ فرقے کی تعریف میں زورِ قلم صرف کیا

عبد الشکور علاء الدین اور سید سلطان نے شیو عقائد کی پرزور تائید کی
مرزا حسین نے کالی دیوی کے مدح میں اشعار کہے ستیہ ہیر جیسے دیوتا پیدا
ہوئے جن کی تعریف میں بنگالی ادب بھرا پڑا ہے

منہ پر ناتھ کے مندر میں ہندو مسلمان دونوں سر جھکاتے تھے۔۔۔ ستیہ دھرم کی تحریک میں مسلمان بھی شامل تھے

اکبر شاہ ثانی کے زمانے میں قرآن پاک کی صدوں کے ہندوستانی نام لکھے گئے تھے جن میں بعض تحقیر آمیز رکھے...

اماہد احمد رضا کی زندگی اور مشن کو صحیح طور پر پرکھنے کے لئے اس وقت کے معاشرے کا پورا نقشہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے عین اسی طرح تفہیم قرآن پاک کے چند نکات کو ذہن نشین کرنے کے لئے دورِ جاہلی کے ادب و تاریخ پر بھی نظر ضروری ہے اعلیٰ حضرت سے پہلے اور وقت کا ہندوستان اسلامی معاشرے کی مایوس کن تصویر پیش کرتا ہے مسلمان حکمرانوں کا دور مجبوری طور سے اسلامی حکومت کا دور نہیں کہا جاسکتا یہ مسلمانوں کی حکومت کا دور تھا ان حکمرانوں نے وہ تمام اقدام کئے جو ایک دنیا دار حاکم اپنی جاہ و شہرت و تار و تسلسلے کے لئے کرتا ہے خوشنیت سنگھ نے شاید اسی دور کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہا ہے ”اس ملک میں مسلمانوں کا خون بہتا بہتا ہے مگر مسلمانوں کے ہاتھوں بہت زیادہ“

اگر حالات ایسے نہ ہوتے ملاً شیخ نیازی کو شیخ الاسلام محذوم الملک کے سامنے بقا و دین کے لئے مجاہدہ نہ کرنا پڑتا یہ وہی شیخ الاسلام ہیں جو رمضان سے پہلے اپنی تمام ملکیت اپنی بیوی کو ہبہ کر دیتے ہیں تاکہ زکوٰۃ کے فریضے سے بچے رہیں۔

اسی پایہ تختِ دہلی میں ایک فتنہ اٹھاتا تھا جسے ”نمود و انمو“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یہ جوگیائی طریقوں سے نمودار ہوا تھا... اور ایک نیا قرآن ترتیب دیا گیا جس کا نام ”آئو زہ مقدمہ“ رکھا گیا اور اس کے موجد نے الہام کا دعویٰ کیا اور اپنے مقام کو نبوت اور وصیت کے درمیان بتلایا جس کا نام اس نے ”بیگوکت“ رکھا... اس کے کہنے کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ پہلے ”بیگوکت“ تھے۔ اپنے مریدوں کو وہ فریاد اکہہ کر لیکر لاتا تھا

اسی قسم کے کئی نئے مسلم سماج میں پیدا ہوئے جن کا ذکر اور تفصیل ایک کتاب کا مواد بن سکتی ہے فکر و روزگار نے اگر مہلت دی تو یہ کام میں انگریزی زبان میں انجام دینگا

اس قسم کے فنون اور تماشوں کا اثر عام مسلمان پر کیا ہوا اس کا بھی نقشہ دیکھ لیجئے مسلمان عمل اور یقین کھو بیٹھا... صرف ایہام تقدیر پرستی کا شکار ہو گیا مسلم خواتین جو درس و تدریس کی پہلی آماجگاہ تھیں کس بھونڈے پن کا شکار

انیسویں صدی کے اخیر میں مسلم پھر (اسلامی پھر نہیں کیونکہ وہ اس ملک میں پھیلا ہی نہیں)

انحطاط اور سڑاندگی منزلوں سے گذر کر دم داپس کا شکار ہو گیا مسلمان مایا و معاشی برتری بھی کھو چکا تھا بے علی۔ افزائری مایوسی اور گھٹن نے مسلمانوں کو دلہچ لیا... کوئی صورت انھیں نظر نہ آتی تھی ذہن ماؤف... سوچ بچار کے سوتے خشک۔ علی زندگی کے لئے وہ تیار نہ تھا:

یہ وہ پس منظر ہے جس میں امام احمد رضا کی زندگی اور شن کا آغاز ہوتا ہے۔

مسلمان سلطنت کھو چکا تھا مگر اس دور کی روایات زندہ تھیں... انگریز آتا تھا... فرنگی غلامی کا طبقہ گلے میں آپڑا...

اس وقت بھی تحریکیں اٹھیں جن میں سرسید احمد کی پجری۔ تحریک دہا بیت۔ اور قادیانی۔ سید احمد بریلوی کی اللہی تحریک

ان حالات میں اسلامی عقائد کا سرچشمہ کتنا گدلا ہو گیا اسکی بھی تصویر دیکھ لیجئے۔

سرسید احمد خاں انگریزوں کے بس میں تھے... اس وقت کا مسلم معاشرہ شرفا اور صنعت کاروں میں بٹا ہوا تھا... سرسید نے ایک نیا طبقہ پیدا کرنے کی ہم چلائی جو ان دونوں طبقوں کے بین بین تھی... وہ انگریزوں کی ملازمت بھی کرے اور جہاں تک ہو سکے اسلامی عقائد کو مسیحی عقائد کے متوازی چلائے... یہ طبقہ پجری کہلایا... انکا عقیدہ تھا کہ

(۱) اجماع امت حجت شرعی نہیں ہے

(۲) قیاس حجت شرعی نہیں ہے

(۳) تقلید ائمہ واجب نہیں

(۴) لفظ شیطان یا ابلیس سے کوئی ہستی مراد نہیں بلکہ انسان کے نفسِ امارہ کی طرف اشارہ ہے

(۵) اگر عیسائیوں نے چڑیوں کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا ہو تب بھی مسلمانوں کو کھانا جائز ہے

(۶) واقعہ معراج بیداری میں نہیں بلکہ خواب میں ہوا... شق صدر بھی خواب ہی میں ہوا

(۷) فرشتوں کا وجود الگ نہیں

(۸) قصہ آدم واقعہ نہیں مثال ہے

(۹) کلام پاک میں کسی مجرم کے صادر ہونے کا ذکر نہیں

(۱۰) مرنے کے بعد اٹھنا۔ حساب کتاب۔ میزان۔ پل صراط۔ جنت و دوزخ وغیرہ سب مجاز پر معمول ہیں

(۱۱) خدا کا دیدار نہ دنیا میں ممکن نہ عقبی میں ممکن ہے

(۱۲) قرآن پاک میں جنگ بدر و حنین کے بیان میں فرشتوں کی مدد کا ذکر ہے اس سے فرشتوں کا آنا ثابت نہیں ہوتا جبکہ فرشتوں کا کوئی وجود نہیں

(۱۳) چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا جو قرآن میں بیان ہوئی لازمی نہیں

سرسید کی تحریک کا اثر ادب اور سماج کے دیگر شعبوں پر بھی پڑا... اس کا مذہبی نتیجہ کیا ہوا اس کا فیصلہ اہل ایمان پر چھوڑنا ہوں مگر یہ بات تاریخ نوٹ کے بغیر نہیں رہ سکتی کہ سرسید کی پجری تحریک اور اس کی اولاد کی سیاسی و سماجی سرگرمیوں کا نتیجہ تھا کہ اس ملک میں قومی یک جہتی کو فروغ نہ ہوا اور ملک کے بٹوارے کی منحوس نوبت اسی غول کے ہتھکنڈوں کی وجہ سے آئی

اس چلتی گاڑی کے دوسرے سوار سر ڈاکٹر محمد اقبال ہیں... جنہوں نے اسلامی تصور کو توڑ مروڑ کر ذوق البشر جیسا نازی تصور مرد مومن کے روپ میں ڈھال دیا انہیں غریب صنعت کار اور مزدور مسلمان نظر نہیں آیا بلکہ پہاڑوں کی چٹانوں پر بسیرا کرنے والا شاہیں دکھائی دیا... اسلام جو اجماع کی روحانی اور مادی ترقی کا درس دیتا ہے اس کے برعکس شاہی اور سلطانی کا بلند بانگ نعرہ اپنے تخیل کے مرد مومن کو دے رہے تھے...

فقیری اور مومن کی شان میں انہوں نے نظیں شیش محل بھوپال میں لکھی ہیں... قول و عمل کا تضاد اسے کہتے ہیں

قادیانی فتنہ بھی امام احمد رضا کے دور کی پیداوار ہے اس ضمن میں تفصیل سے کہنے کا امکان نہیں مگر مختصراً یہ کہنا ضروری ہے کہ مسلمان جو اس ماحول میں کبھی اپنے آپ کی کھوج کرتا تھا تو کبھی اپنے مذہب و عقائد کی تلاش اس وقت قادیانی تحریک نے جنت منتر کی بھول بھلیوں والے راستے کا کام کیا... کہ بچا رہ کھویا ہوا مسلمان ہٹک بھی جائے

کچھ سید احمد بریلوی کی تحریک کے بارے میں بھی ذکر ضروری ہے انکے مدعوں نے کی پہلی شرط جہاد تھا یا ہجرت تھی... اس ملک میں ہجرت کی تحریک بھی چلی... بہت سے مسلمان اس ملک کو خیر یاد کہہ کر افغانستان چلے گئے... مگر افغانستان کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ ہندوستان کے تمام مسلمانوں کو اپنے ملک میں سما کے خود انھیں اپنے ملک کی سلامتی کا خطرہ پیدا ہو گیا... اس تحریک سے ایک نفسیاتی پہلو برآمد ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اسلامی تہذیب کے پیمانے پر ازمنہ نو تشکیل کے مسئلے پر اکابرین مایوس تھے اور راو فراد کو بھی عین اسلامی عمل قرار دیا اور مسلمانوں کی وطن پرستی پر بھی حرف آیا

دہلی تحریک امام احمد رضا کے دور سے پہلے کی تحریک ہے... اس تحریک کے اسلام کو منجر وادی میں تبدیل کرنا چاہا اور سرسید و شاداب عمل و یقین کی زندگی انکی

گرفت میں نہ آسکی۔ یہ تحریک خود اپنے توہمات کا شکار ہو گئی

رسالہ "لباس تقویٰ" ادارہ شرقیہ لندن (نوشہ ۳۹-۴۸) کا یہ پہلو خالی از دلچسپی نہ ہوگا

یہ رسالہ اس امر پر زور دیتا ہے کہ سید صاحب ۸۳۱ھ کی بالاکوٹ کی لڑائی میں شہید نہیں ہوئے بلکہ ہنوز زندہ ہیں اور کسی دن ہمدی کی حیثیت سے ظہور فرمائیں گے

مصنف کا دعویٰ ہے کہ اس نے خراسان صوبہ مغربی شمالی اور ٹونک کے سینکڑوں ایسے اشخاص کی شہادتوں کو جانچا ہے جنہوں نے خود جنگ مذکور میں حصہ لیا تھا یہ ایسے ہی اہام ہیں جن کو سید صاحب نے زندگی بھر دیکھا تھا۔ لیکن اس عقیدہ غیبت کو نہ صرف ان کے بعض خلفاء نے تسلیم کیا بلکہ اسے دعوتِ اویزہ ذریعہ بھی بنایا

دہلیت کی عقلیت پسندی کی یہ شکست فاش تھی

دہلی تحریک کی دوسری کمزوری مذہبی بھی ہے اور ملک دشمنی پر بھی قائم ہے جن طرح امام احمد رضا نے جدید علوم اور جدید ذہن سے انکار نہیں کیا بلکہ اسے انسانی فلاح و بہبود کے لئے آلہ کار بنانے پر زور دیتے رہے دہلی تحریک اس کے خلاف تھی جب اردو کے ذریعہ ایک غیر مذہبی علوم کا مدرسہ جاری کیا گیا تو اینٹیں اور گلے مڑے آم پھینک کر اس کی پذیرائی کی گئی یہ بات ڈاکٹر سیر کے حوالے سے کہہ رہا ہوں آج بھی جو دہلیوں کی تبلیغی تحریک چل رہی ہے وہ سائنٹی فک ارتقاء سے بے توجہی اور نہی ابھرنے والی قوتوں کی کار فرمائی سے بے اعتنائی برتی ہے جس کی وجہ سے اس تحریک کے جنگل میں آیا ہوا مسلمان نہ دین کے کام کا رہتا ہے نہ ملک کے ملفوظات۔ مولوی محمد الیاس مرتبہ محمد منظور نعمانی مدیر الفرقان لکھنؤ

صفحہ ۱

فرمایا۔ سرکاری یونیورسٹیوں کے جو امتحانات مولوی فاضل وغیرہ دے جاتے ہیں ہم لوگوں کو ان کی قباحت اور ان کے ہرزردہ پتی کا پورا اندازہ اور احساس نہیں۔ یہ امتحانات عموماً اسی لئے دے جاتے ہیں کہ انگریزی اسکولوں میں نوکری مل سکے گویا حکومت کا فرہ نے اپنے مصالح کے لئے جو نظام تعلیم رائج کیا ہے اور اس کے جو مقاصد ہیں ان امتحانات مولوی فاضل وغیرہ کے دینے سے گویا یہ مقصد ہوتا ہے کہ ان مقاصد کی تکمیل کے لئے اس کا فرانہ نظام کے موافق بلکہ اجرتی آلہ کار بننے کا استحقاق پیدا کیا جائے فوراً علم دین پر اس سے بڑا ظلم اور اس کا اس سے زیادہ غلط استعمال اور کیا ہوگا کہ اعدائے دین کے تعلیمی نظام کی خدمت کا کام اس سے لیا جائے۔ گویا یوں سمجھئے کہ ان امتحانات کے ذریعہ علم و دین کی نسبت اللہ رسول کی بجائے کافروں اور حکومت کا فرہ کی طرف کی جاتی ہے اس لئے یہ بڑی خطرناک چیز ہے

یہ مضمون پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ دہلی تحریک نہ مسلمانوں کی غیر خواہ

ہے نہ ہمارے ملک کی... ملک دشمنی کی اس سے زیادہ بدترین مثال اور کہاں مل سکتی ہے ایسی ہی تحریکوں نے ایسے ہی نام نہاد عالموں نے عام مسلمان کو دوسرے مذاہب کے بھائیوں سے دور رکھنے کی کوشش کی اور الگ تھلگ زندگی گزارنے پر اکسایا جس سے وہ غریب و محروم ہی نہیں رہا بلکہ ناسودہ بھی اور بے بنیاد غلط فہمیوں کا شکار خود اپنی نظر میں بھی اور غیروں کی نظر میں بھی رہا

اس پس منظر میں امام احمد رضا کے کام اور مشن کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے... انہیں مسلمانوں کی گمراہی دلواریں کا بھی انوس تھا اور حکم اللہ کو حب محمدی کے ذریعے عام کرنے کی سعی نہیں بھی... عشق محمدی کے ذریعے انہوں نے نہ صرف احکام الہی کے استقام کی جدوجہد کی بلکہ غیر مذاہب کے لوگوں کے سامنے انہوں نے عشق رسول کو پیش کیا اور اس کی عالمگیر آفاقیت پر زور دیا

عشق رسول اسلامی تہذیب کا ذریں پہلو ہے اور امام احمد رضا نے اپنے قلم کے ذریعے عشق رسول کے وہ محاسن۔ جیسے توبہ۔ زہد۔ ورع۔ صبر۔ رضا۔ توکل۔ محبت۔ مشاہدہ۔ دیقین۔ قناعت۔ صدق۔ اخلاق۔ شکر۔ ذکر و فکر و مراقبہ۔ اعتبار۔ وجد۔ فنا و بقا۔ معرفت نفس۔ و مجاہدات و دیاضات کیفیت و اخلاص وغیرہ وغیرہ عوام الناس کے سامنے رکھے تاکہ بھولا بھٹکا ہوا راہی صحرائے غربت و فلاں میں جہالت اور بے علمی کا بوجھ لئے نہ بھٹکے بلکہ احکام دین کی روشنی میں حب رسول سے مرشاد ملک و قوم کی خدمت کر کے

دہلیت۔ نچریت۔ قادیانیت یا اقبال کا مرد مومن نہیں بلکہ کلام اللہ اور نسبت رسول ہی دینی اور دنیوی زندگی کی کامیابی کی دلیل ہیں

امام احمد رضا کی زندگی اور کارناموں کی اہمیت مندرجہ بالا پس منظر میں دیکھی جائے تو اس کی اہمیت اور افادیت کا احساس ہوگا۔ مسلمان کو غوطہ زنی سے بچایا۔ انہیں نمونہ اکافر لود ہونے سے بچایا۔ دہلی عقل پرستی اور نچریت کے معجون مرکب سے عوام کو دور رکھا

جدید علوم میں خود بھی بے پناہ دستگاہ حاصل کی اور دوسروں کو بھی حوصلہ افزائی کی۔ امام احمد رضا کی تحریروں سے یہ سبق اخذ ہوتا ہے کہ اگر مسلمان اپنے آپ کو دستور الہی کا پابند کرے اور باطنی زندگی گزارے تو اس کے لئے کوئی پر اہم ہی نہیں... یعنی کدورت سے پاک حق سے متصل ہو

الَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ

ہے کھلاسب کے لئے میخانہ احمد رضا

آج بھی گردش میں ہے میخانہ احمد رضا

بیک تمنائیں

کیوں کوئی پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے شدید ہزار پھرتے ہیں

بھیا سبھی نامدار

چمنابوچرا سٹریٹ
مبئی ۳۰۰۰۰۳

امام احمد رضا نمبر کی اشاعت پر
ہر یہ خلوص

کرم نعت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں
کہ رضائے عجیبی ہو سگ حسانِ عرب

ابوبکر کوٹ والا

چمنابوچرا سٹریٹ
مبئی ۳۰۰۰۰۳

مبارکبادیاں ہی مبارکبادیاں

ہشت خلد آئیں وہاں کسب لطافت کو رضا
چار دن برسے جہاں ابر بہار ان عرب

محمد کھانی موڑ والا

کاپنخ والا بلڈنگ۔ بارہ امام روڈ
مبئی ۳۰۰۰۰۳

تمناؤں کا ہدیہ خلوص

رضا پل سے اب جد کرتے گزریے
کہ ہے ربِ سلم صدائے محمد

ذکر کھانی موڑ والا

موڑا سپیر پاپرس ڈیلر
ڈنکن روڈ، کراس لین ۲
مبئی ۳۰۰۰۰۳

تو نے اسرار حقیقت کر دئے سب پر عیاں
ہے مسلم تو جہاں میں اہل سنت کا اماں

تنقیدات

۱

امام احمد رضا کی بارگاہ میں مولانا ندوی کا دوہرا کردار

۲

امام احمد رضا اور سند تکفیر

۳

امام احمد رضا کی طرف منسوب تین اشعار

۴

امام احمد رضا ایک مظلوم مصلح

بارگاہ میں مولانا ندوی کا دہرا کردار

از: حکیم خلیل احمد جالسی پچھرا جمل خاں طبیبہ کالج
علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

کے شخصی حالات، علمی مقام اور ذاتی عقائد و رجحانات کی ترجمانی میں کہاں تک انصاف
دیانت، حق جوئی و حق گوئی کے منصب کو نبھاتا اور اپنے ذاتی عقائد و خیالات کی گرفت
سے بچ نکلتے ہیں کس حد تک کامیاب ہوتا ہے۔ سیرت نگار کے مقام اور
مرتبہ کا تعین اس کی انہیں کوششوں کے بقدر ہوا کرتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کی سیرت نگاری میں مولانا ندوی نے ایسی کوششیں کہاں تک
کی ہیں اور اس میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں۔ مضمون پر سرسری نظر ڈالتے
ہی حیرت و افسوس کے ساتھ فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ وسیع النظر اور فیرا
حوصلگی تو دور کی بات ہے مولانا ندوی انصاف اور دیانتداری کے مسلمہ اصولوں
کو بھی بروئے کار لانے میں انتہائی ناکامی سے دوچار ہوئے ہیں۔ اس میں شک
نہیں کہ مضمون میں جگہ جگہ ایسے الفاظ اور جملے بار بار آئے ہیں جن میں صاحب
سیرت کی ذہانت علمی جامعیت، تصنیفی، شغف و بہارت اور سرعت تحریر وغیرہ
کا اعتراف کیا گیا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی سارے مضمون کے بین السطور میں اس
التزام کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ جب جب اور جہاں جہاں تو صیغی الفاظ سیرت
ہوئے ہیں وہیں اور اس کے فوراً بعد ہی تنقیص و تحقیر بلکہ بے بنیاد الزامات و
اتہامات کے گرم گرم اور شعلہ بار الفاظ نے سیرت نگار کے دل کے پھپھوؤں کا روپ
دھار لیا ہے۔ تحقیر و تذلیل کے پہلو پہ پہلو بعض تو صیغی الفاظ جوڑ کر توڑن، کو
قائم رکھنے اور الطاف و عنایات کی نائش کرنے کا ناکام کوشش کی گئی ہے۔
جذبات عناد سے مغلوب ہو کر مولانا سے متعدد واقعات اور ان کے سن و سال
کے معاملہ میں نہایت فاش غلطیاں سرزد ہوئی ہیں جن کا مسلکی اختلاف سے کوئی
علاقہ نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ تسامح ہو یا شدت تعصب کا بے اختیار ردِ عمل۔

اس کے علاوہ جہاں جہاں مسلکی اختلاف اور اس سلسلہ کے واقعات اور عقائد
و خیالات کی ترجمانی کا موقع آیا ہے۔ یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ بایں ہمہ علم و آگہی
و آں فضل و کمال مولانا ندوی ان مقامات پر ایک متعصب، تنگ ظرف، تنگ نظر
اور بے لگام مولوی سے زیادہ بہتر کردار پیش کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ غلط

علمی ہند کے حالات پر مرتب کتاب "نزهة الخواطر و بهجة
المساجع والنواظر" مولانا عبدالحی الحسنی کی تصنیف ہے، اس کی دی
جلد میں یہ عنوان "المفتی احمد رضا البریلوی" اعلیٰ حضرت کے حالات
تلمذ کے لئے ہیں اصولاً تو یہ کتاب مولانا موصوف ہی کی تصنیف ہے، لیکن اس
کی از سر نو ترتیب و تکمیل میں ان کے نامور فرزند مولانا ابوالحسن علی ندوی کا بہت
بڑا ہاتھ ہے، خاص طور پر اعلیٰ حضرت کے تذکرہ میں ان کے والد کا حصہ بہت
کم اور بعض جذباتی بسطوں میں محدود ہے۔ اسکے بعد بریکٹ میں متعدد
صفحات پر مشتمل سارا مضمون مولانا علی سہاں ہی کے تالیف و فکر کا نتیجہ ہے۔
اس کتاب نے اپنے موضوع میں جو مقام بھی بنایا ہے وہ تمام تر مولانا ندوی
ہی کی فکر و نظر کا زمین منت ہے۔ اردو اور عربی ادب میں ان کی سلسلہ بہارت
و دنیا و تعلیمی موضوعات پر ان کے خاص نگرانی و رجحان کی ترجمان ان کی تصنیفات
و تالیفات نیز اپنے مخصوص مسلک کی دعوت و تبلیغ مولانا کا خصوصی اقتضا ہے
ایثار، افریقہ بلکہ یورپ کے بعض علاقوں تک اپنے مخصوص دائرہ فکر و عمل کو
موصوف نے جس حکمت اور مصلحت سے وسعت دیکھی، نیز علمی، تعلیمی اور
دعوتی جدوجہد کے جو نقوش ثبت فرمائے ہیں۔ ان سے مرث نظر نہیں کیا جاسکتا
جدوجہد کے پھیلاؤ سے فکر و عمل میں بھی وسعت آئی ہے۔ مولانا بھی بقدر ظرف
قانون نظرات کی اس نوازش سے محروم نہیں ہیں۔

لیکن یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوتی ہے کہ علاوہ دیگر موضوعات کے سیرت
نگاری پر بعض موقر کتابیں لکھ کر موصوف نے جو مقام حاصل کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت
کی سیرت نگاری کے سلسلہ میں وہ اس عظیم منصب سے سبکدوش ہونے میں قاصر
رہے، جن ہستیوں نے پہلے ہی سے دل اور دماغ کو مسحور کر لیا ہو ان کے حضور محبت
اور عقیدت کے نذرانے اندھے جذبات کی الہم سازی سے زیادہ حیثیت نہیں
رکھتے۔ سیرت نگار کی آزمائش کا اصل موقع تودہ ہوتا ہے۔ جب سیرت
نگار اپنے مخالف کی سیرت پر قلم اٹھاتا ہے اور ایسا کرتے وقت صاحب سیرت

بیانی، الزام دہی اور تہمت تراشی کے علاوہ کہیں کہیں معاذ مذہبات کی یو ر ش سے
مغلوب اور اپنے منصب و موقف کو بالکل ہی نیا منیا کر کے قوی الجدل و سخت
لڑاکو (شدید المعارضہ) (بیدھنگڑا) (شدید الاعجاب بنفسہ
و علمہ) (اپنی ذات اعلیٰ پر بے انتہاء مغرور) (شدید العنار) (بید نفیض
والا) (والتمسک برامیہ) (اپنی بات پر سٹھ دھرم) جیسی بازاری گالیوں
پر آئے ہیں۔

اس مضمون کے ذریعہ عام مسلمانوں میں اعلیٰ حضرت اور ان کے مذہبِ سنیّت و حنفیت کے بارے میں جو گمراہی پھیلانے کی دانتہ کوشش کی گئی ہے۔ وہ برصغیر تک ہی محدود ہوتی۔ اگر مضمون کسی علاقائی زبان مثلاً اردو میں لکھا گیا ہوتا۔ لیکن عربی جیسی تیز کے ترقی کرنے والی اور بین الاقوامی حیثیت اختیار کرنے والی زبان کو اس گمراہ کن مضمون کے لئے چُنا منصوبہ بند فساد و گمراہی کو اقصائے عالم کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دینے کی سازش کی واضح نشاندہی کرتا ہے۔ چنانچہ اس کے مطلقاً نایک سنے آنے بھی لگے ہیں۔ حال ہی میں "مکتبہ اشیتق" استنبول، ترکی سے علی گڑھ میں تحفہ وصول ہونے والی کتابوں میں اسی مکتبہ کے تعاون و اشتراک سے تازہ ترین شائع شدہ المخلصت کی چند اہم کتابیں بھی شامل ہیں جن میں ان کی ایک شہور کتاب "اجلی الاعلام" بھی ہے۔ اس کتاب کے شروع میں مؤلف (اعلیٰ حضرت) کے مختصر حالات درج کرتے ہوئے ایک سے زیادہ مقامات پر "نہتہ الخواطر" کے اسی مضمون سے حوالے پیش کئے گئے ہیں۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ المخلصت کے خلاف مولانا ندوی کی سازشوں کا حال برصغیر ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ ایشیا اور افریقہ کو پار کرتا بواہرِ پکے دور دراز علاقے تک پہنچ چکا ہے۔

ان حالات میں ضروری تھا کہ سیرت نگاری کے پردہ میں سیرت کشی کی اس ناپاک سازش کو بے نقاب کیا جائے۔ کاش کہ اعلیٰ حضرت پر ماہرانہ نظر رکھنے والے کسی عالم دین نے اس ذمہ داری کو اٹھایا ہوتا تو اس موضوع کا کما حقہ، حق ادا ہو جاتا، آحقہ کا منشاء بھی دراصل اہل علم کی توجہات کو اس جانب مرکوز کرنا ہے۔

مولانا ندوی کے زیر بحث مضمون کا سطحی مطالعہ ہی اس گمان کو تقویت دینے کے لئے کافی ہے کہ واقعات ہوں یا ذاتی حالات و عقائد کسی بھی معاملہ میں مولانا ندوی نے غالباً بذات خود اعلیٰ حضرت کے مطالعہ کی زحمت نہیں اٹھائی بلکہ ان کے معاندین کے خود ساختہ و بے بنیاد مواد پر آنکھ بند کر کے بھروسہ کر لیا ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ وہ ان مخالفین کے قلب و دماغ اور زبان و قلم کی ترجانی کے علاوہ اور کیا کر سکتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے مستند و مفصل حالات خود ان کے قریب تر تلامذہ و خلفاء مرتب اور شائع کر چکے ہیں۔ آپ کی علمی شخصیت اور عقائد کی تحقیق کے لئے خود آپ کی ایک ہزار تک پہنچی ہوئی مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصنیفات و

تالیفات موجود ہیں ایک سیرت نگار کو کچھ اور جتنا کچھ چاہئے اس سے کہیں زیادہ
وافر مواد بیان فرما رہے۔ اصلی حالات تک پہنچنے کے لئے اتنے بہتات و مسائل کے ہوتے
ہوئے غلط واقعات بے بنیاد الزامات اور بہت تراشیوں کا یہ طوفان بدتمیزی آخر
کیا معنی رکھتی ہے؟ اس صورتحال کے دو ہی اسباب ہو سکے ہیں۔ یا محض دشمنوں
کے ”کید و افزار“ پر تھکر سس کا ٹھپا لگا دینا ہی مقصد تھا۔ لہذا ذاتی مطالعہ اور تحقیق کا
سوال ہی نہیں اٹھتا..... سیرت نگاری میں اس سے بڑا جورم کیا اور بھی کوئی ہو سکتا
ہے؟ یا پھر اعلیٰ حضرت کے خلاف پس پردہ بین الاقوامی سازش ہی اصل مقصود و مطلوب
مضمون کا لفظ لفظ اسی جذبہ بے اختیار کا نماز ہے!

بیسوں سال سے مسلمانوں میں اعلیٰ حضرت کے مقابل کذاب بیانی اور افتراء پر دائر
سکالطوفان برپا ہے کہ وہ فساد، جھگڑا، لڑاکو، مغرور اور جانے کیا کیا تھے۔ آنکھوں
آئین اور دیکھیں کہ فساد کی آگ کدھر بھڑک رہی ہے اور اصل فساد، جھگڑا اور فتنہ
پرورد مفتوی اور مغرور کون ہے؟

کاش کہ دعوت تبلیغ کے یہ رسیا اپنی بے روح محنت کو شرمندہ معنی بنا سکتے اور
خشیتِ آلہی و محبتِ رسالتِ پناہی کی حقیقی دولتِ باہر گاہِ اعلیٰ حضرت سے کہ
کر سکتے تو یقیناً اس دعوتِ گاہِ ایمان و مسیت اور میناۃِ عشقِ رسالت سے
سے زیادہ ملے کر واپس ہوتے۔ مگر کاتبِ تقدیر کے اس فیصلہ کو کون بدل سکتا
کہ کردار سازی کے پردہ میں کردار کشی کی یہ معاونہ کوشش لوٹ کر خود
کے لئے "رسوال" کا سامان اور شکتی کے دار کا عنوان بننے والی تھی۔

کیا خوب کہا ہے کسی نے :

میں کو اکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ

دیتے ہیں دھوکا یہ باز یگر کھلا

اس اجمال کی تفصیل کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے مولانا کا اصل معنوں مع ترجمہ پیش کر دیا جائے۔ اس کے بعد واقعات اور حقائق میں اس کا تجزیہ کیا جائے۔

اصلے میں

المفتي أحمد رضا البريلوي
الشيخ العالم المفتي أحمد رضا بن نقي علي بن رضا
الافغانى الحنفى البريلوى المشهور بعبد المصطفى
ولديوم الاثنين عاشر شوال سنة اثنين وسبع
ومائتين بعد الالف ببلدة بريلى، واشتغل بالعلم
والدعة وللازمه مدة طويلة حتى برع في العلم
اقرانه في كثير من الفنون لا سيما الفقه والاصول
فخرج من تحصيله سنة ست وثمانين.

میں نہ ہک ہو گئے۔ آپ نے سید آل رسول حسین ادرہوی (رحمہما اللہ تعالیٰ) سے بیعت و خلافت حاصل کی۔

کان متشدد فی المسائل الفقہیۃ والکلامیۃ، متوسعاً و مسارعاً فی التکفیر، قد حمل لوار التکفیر و التفریق فی الدیار الہندیۃ العصر الاخیر و تولی کبرہ و اصبح زعیماً ہذہ الطائفۃ تنصرت لہ و تنصب الیہ و تحتج باقوالہ، و کان لا یتسامح ولا یسمع بتاویل کفر من لا یوانقہ علی عقیدتہ، و تحقیقہ، و من یری فیہ المخرافاً عن مسلکہ و مسلک آباءہ، شدید المعار لاسم التعقب کل حرکتہ اصلاحیۃ۔

وہ فقہی و کلامی مسائل میں متشدد تکفیر کے دائرہ کو رہا بات بات پر، بھیلنے والے، اور اس معاملہ میں جلد باز و اتع ہوئے تھے، آخر عمر میں ہندوستان کے طول و عرض میں تکفیر و تفریق کا جھنڈا اٹھا رکھا تھا۔ اور اس مشغلہ میں ان کا بہت بڑا حصہ تھا۔ چنانچہ وہ اپنے ہم عقیدہ گروہ کے قائد بن گئے تھے جو ان کی حمایت کرتا، اپنے کو ان سب سے نسبت دیتا اور ان کے اقوال سے استدلال کرتا تھا۔ وہ اس شخص کے کفر کی تادیل میں کوئی رعایت اور درگزر نہیں کرتے تھے، جو ان کے رائے اور عقیدہ کا مخالف اور ان کے ذاتی و آبائی مسلک سے منحرف ہو۔ وہ اصلاحی تحریکوں کا ہمیشہ بچھا کرنے والے اور سخت جھگڑا کرتے تھے۔

انہی حضرات حفلة "مدرسة فیض عام" سنة احدى عشرة وثلاث مائة والفاء فی کانپور، و حضرها اکثر العلماء انسابہیں، و ہی الحلفۃ الہی قاسست فیہا ندوة العلماء و من اکبر اغراضہا توحید کلمۃ المسلمین و اصلاح ذات البین بین علماء الطوائف و اصلاح التعلیم الدینی و حضرہا المفتی (احمد رضا المتوجہ) و خرج منها و قد قدر معاربتہ ہذہ الجمعۃ، فاصدر صحیفۃ اسماء الحفۃ الحنفیۃ لمعارضۃ ندوة العلماء

۱۳۱۱ھ میں، مدرسہ فیض عام کانپور میں ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں اکثر اکابر علماء و مشرک ہوئے یہیں ندوة العلماء کی بنیاد رکھی گئی جس کے اہم اغراض و مقاصد اتحاد مسلمین، علماء کے مختلف طبقوں میں تعلقات باہمی کی سہارا دہی تعلیم کی اصلاح تھی، اس اجلاس میں مفتی احمد رضا شریک ہوئے پھر اس سے علحدہ ہو گئے اور اب وہ اس جمیعت کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے چنانچہ التحفۃ الحنفیۃ لمعارضۃ ندوة العلماء نامی مراسلہ شائع کیا۔

ترجمہ: مفتی احمد رضا بریلوی شیخ عالم مفتی احمد رضا لدنی علی ولد رضا علی افغانی حنفی بریلوی محدث بہ عبد المصطفیٰ (رحمہما اللہ تعالیٰ)

۱۰۔ اشوال ۱۲۸۶ھ کو آوار کے دن بریلی میں پیدا ہوئے، تعلیم کا آغاز اپنے والد سے کیا، عرصہ داز تک انہیں کے زیر تعلیم و تربیت رہ کر مشہور ہوئے، اور مہارت حاصل کی حتیٰ کہ بیشتر علوم و فنون خصوصاً فقہ اور اصول میں اپنے معاصرین پر فوقیت لے گئے۔

و لہ اربع عشرة من عمرہ، و سافر للحج مع والدہ سنة ستة و ثمانین و مائتین والفاء، ثم حج سنة خمس و تسعين و اسند الحديث عن السيد احمد ذینی دحلان الشافعی المکی و الشیخ عبد الرحمن سراج مفتی الاحناف بمکہ و الشیخ حسین بن صالح جبل اللیل، ثم رجع الی الہند و صنف و درس مدة و سافر الی الحرمین الشرفین عدة مرات و فاکر علماء الحجاز فی بعض المسائل الفقہیۃ و الکلامیۃ، و الف بعض الرسائل اثناء اقامتہ بالحرمین۔ و اجاب عن بعض المسائل الہی عرضت علی علماء الحرمین، و اعجبوا بغزارة علم و سعة اطلاعه علی المتون الفقہیۃ و المسائل الاختلافیۃ و سرعة تحریرہ و ذکاؤہ

جبکہ ابھی ان کی عمر صرف ۱۴ سال تھی اسی سال ۱۲۸۶ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کا سفر کیا۔ دوسرا سفر حج ۱۲۹۰ھ میں اختیار کیا اور سید احمد زینی دحلان شافعی کی، مکر میں احناف کے مفتی شیخ عبد الرحمن سراج اور شیخ حسین بن صالح جبل اللیل سے حدیث کی سند حاصل کی۔ پھر ہندوستان واپس ہوئے۔

اور عرصہ تک تعینف و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا، انہوں نے حرمین شریفین کا سفر متعدد بار کیا۔ دوران قیام وہاں بعض فقہی و کلامی مسائل پر علماء حجاز سے مذاکرہ کیا اور وہیں چند رسائل بھی مرتب کئے۔ نیز علماء حرمین کی خدمت میں پیش کردہ بعض سوالوں کا جواب دیا، جسے پڑھ کر وہ حضرات ان کی علمی گیرائی، اختلافی مسائل و فقہی متون پر دسترس، سرعت تحریر، اور ذکاوت طبع سے حیرت میں پڑ گئے۔

ورجع الی الہند و اکب علی التالیف و تحریر المسائل و الرد علی مخالفیہ و الافتاء و کان قد اخذ الطریقة عن السيد آل رسول الحسینی المارہروی و نال الاجازۃ منه ہندوستان لوٹ کر وہ مسند افتاء پر متمکن ہوئے اور اپنے مخالفین کے رد و ابطال نیز مختلف موضوعات پر مسائل پر مضمون نگاری و تالیف کتب

والفہ نحو مائة رسالة وكتاب في الرد عليها، واخذ فتاوى العلماء في اتحاد الهند، وتوقيعاتهم في تكفير علماء الندوة وجمعهم في كتاب سماها "الجامع السنة لاهل الفتنة"، واخذ على ذلك توثيق علماء الحرمين، ونشره في مجموعة سماها "فتاوى الحرمين برجف ندوة المين" في سنة سبع عشرة وثلاث مائة والف.

پھر اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اس کے رد میں ستر کے قریب کتابیں دراصل مرتب کئے نیز علماء مندہ کی تکفیر پر ہندوستان کے اطراف و اکناف کے علماء سے فتوے اور دستخط حاصل کئے جنہیں "الجامع السنة لاهل الفتنة" نامی کتاب کی صورت میں مرتب کیا۔ پھر اس پر علماء حرمین کی تصدیق مزید فرام کی اور اس کے مجموعہ کو فتاویٰ الحرمین برجف ندوة المین کے نام سے شائع ہوا۔

ثم انصرف الى تكفير علماء ديوبند، كالامام محمد قاسم نانوتوي والعلامة رشيد احمد انكسوكوهم والشيخ خليل احمد السهارنفوري ومولانا اشرف علي التهانوي ومن دالاهم، ونسب اليهم عقائد هم منها براء، ورضي على كفرهم واخذ على زالك توثيقات علماء الحرمين الذين لا يعترفون الحقيقة ونشرها في مجموعة سماها "حسام الحرمين على منجر اهل الكفر والمين" قال فيها "من شك في كفرهم وعذابهم فقد كفر واشتغل بهذا الرد والنقض والمحاربة والمعارضة لانا خذه في زالك هواراة ولا يعتب به ومن حتى أصبح التكفير شغل الناس الشاغل، وكانت مضاربات ومحاکات وفتن ومشاعبات.

پھر علماء دیوبند مثلاً امام محمد قاسم نانوتوی، علامہ رشید احمد گنگوہی، شیخ خلیل احمد سہارنپوری، مولانا اشرف علی تھانوی اور ان کے ہمنواؤں کی تکفیر کرنے کا متوجہ ہوئے اور ان کی جانب ایسے عقائد منسوب کئے جن سے وہ لوگ بری ہیں ان کے کفر پر دلائل قائم کئے اور اس پر حقیقت سے بے خبر علماء حرمین کی تصدیقات حاصل کر کے اس کے مجموعہ کو حسام الحرمين علی منجر اهل الكفر والمين کے نام سے شائع کیا جس میں ان کا یہ قول بھی موجود ہے کہ جس نے ان کے کفر اور غدا میں شک کیا وہ بھی کافر ہے۔ اس رد و قدح میں وہ ایسے مشغول ہوئے کہ کسی قسم کی سستی اور کمزوری کو پاس تک پہنچنے نہ دیا۔ یہاں تک کہ تکفیر کو کلام مشغول بنایا اور باہمی جنگ و جدل، مناظرے اور فتنہ و فساد پھوٹ پڑا۔ وہ ان کے عقائد بان رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یعلم الغیب

علما کما، فكان يعلم منذ بدء الخليقة الى قيام الساعة بل الى الدخول في الجنة والنار جميع الكليات والخصايات لا تشذ عن علمه مشاذة، ولا تخرج من احاطته ذرة، وكان يعبر بقوله "علم ما كان وما يكون" وقد صنف في هذا الموضوع عدة رسائل منها رسالة "انباء المصطفى" ورسالة اخرى باسم "خالص الاعتقاد" وله رسالة في هذا المعنى بالعربية سماها "الدولة الملكية" وعلق عليها حاشية زادت عليها اضعافاً مضاعفة وسماها "الفيوض الملكية".

ان کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب کا کلی علم رکھتے تھے اور ابتداء سے آخرت تک ہر جگہ جنت و دوزخ میں ان کے متبعین کے چو پچ جلنے تک ساری کلیات و جزئیات سے باخبر تھے۔ حتیٰ کہ نہ کوئی چیز ان کے علم سے باہر تھی نہ کوئی ذرہ ان کے احاطہ علم سے خارج تھا۔ اپنے اس دعویٰ کی تعبیر وہ "علم ما کان وما یکون" سے کرتے تھے۔ اس موضوع پر انہوں نے متعدد رسائل تصنیف کئے مثلاً رسالہ "انباء المصطفى"، اور خالص الاعتقاد وغیرہ ایک رسالہ عربی میں ہے جو الدولة الملكية کے نام سے موسوم ہے۔ اس پر حاشیہ چڑھایا جو اصل سے کئی حنا بڑھ گیا۔ اس کا نام الفيوض الملكية رکھا۔

وكان ينتصر للرسوم والبدع الشائعة وقد ألف فيهما رسالتي مستقلة والف رسائل في الاستمداد والاستعانة بولياء الله واهل القبور وكان مع ذلك يصر على حرمة سجدة التحية والف فيهما رسالة سماها "الزبدة الزكية تحريم سجود التحيه" وهي رسالة جامعة تدل على غزارة علمه وقوة استدلاله وقت کے مروج رسوم و بدعات کی حمایت کرتے تھے جس پر انہوں نے مستند رسائل مرتب کئے، ادلیاء السداد اہل قبور سے مدد طلب کرنے کی جواز پر بھی تحریر کئے۔ اس کے باوجود سجدہ تغلیبی کو حرام خیال کرتے تھے۔ چنانچہ اس پر ایک رسالہ "الزبدة الزكية تحريم سجود التحيه" لکھ کر طبع کیا جو علاوہ جامع ہونے کے کہ وقت علم اور قوت استدلال پر دلالت ہے۔

وكذلك كان ينتصر للاعياد التي تقوم على القبور يسميها اهل الهند "الاعراس" ومع ذلك يحصر الغناء بالمزامير يحرر المنع المضامح منسوبة الحسين عليه وعلى آباءه السلام التي يصنعها اهل الهند بالقرطاس ويسمونها "تعزيت" اسی طرح وہ قبروں پر ہونے والے ان اجتماعات کی حمایت کرتے تھے جنہیں اہل "عرس" کہتے ہیں لیکن مزامیر کے ساتھ گانا (قوال) حرام سمجھتے تھے۔ نیز علی آباء السلام کی طرف منسوب قبروں کا بنانا حرام سمجھتے تھے جنہیں ہندو

لوگ کاغذ سے تیار کرتے اور تفریہ کے نام سے پکارتے ہیں۔

کان عالمًا متجددًا، کثیر المطالعة، واسع الاطلاع له قلم سیال
وفکر حافل فی التألیف، تبلغ مؤلفاتہ و رسائلہ علی روایۃ
بعض مترجمیہ خمس مائۃ مؤلف اکبر ہا، الفتاویٰ الرضویۃ
فی مجلدات کثیرۃ ضخمة کان قوی الجدل، شدید المعارضة
شدید الاعجاب بنفسہ و علمہ، قلیل الاعتراف بمعاصرہ
و مخالفیہ، شدید العناد والتسلک برائہ

وہ ایک متجرب عالم تھے جن کی معلومات وسیع اور مطالعہ بہت زیادہ تھا۔ وہ ایک
رواں و روان قلم اور تصنیف و تالیف میں جامع فکر کے حامل تھے۔ اپنے تذکرہ
نویسوں کے قول کے مطابق وہ ۵ سو تک پہنچنے والے رسائل و تالیفات کے مؤلف
تھے جن میں سب سے بڑی اور بہت سی ضخیم جلدوں پر مشتمل کتاب "فتاویٰ
رضویہ" ہے۔ وہ بڑا جگمگو، سخت لڑاکا اور اپنے علم و ذات پر بجد مغرور تھا اپنے
ممعصروں اور مخالفوں کا کم ہی اعتراف کرتا تھا۔ انتہائی بغض رکھنے والا اور ہٹ
دھرم تھا۔

یہ مذاہب و نظریہ فی عصرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی و جذبیائہ
و یشہد بذالک مجموع فتاویٰ و کتابہ "کفل الفقہ الفام
فی احکام قسطاس الدراہم" الذی الفہ فی مسکۃ سنۃ ثلاث
و عشرين و ثلاث مائۃ و الف و کان راسخاً طویل السباع فی
العلوم الدیاضیۃ و الہیئۃ و النجوم و التوقیت۔

فقہ حنفی اور اس کی جزئیات سے آگاہی رکھنے والا ان کے زمانہ میں ان کا
کوئی نظیر نہ تھا جس پر ان کا مجموعہ فتاویٰ اور کتاب "کفل الفقہ الفام فی احکام
الدراہم" شاہد ہے۔ جو مسکے میں ۲۲ مسکے میں تحریر کی گئی تھی، وہ علوم ریاضی
حیثیت، نجوم اور توقیت پر حاوی تھے۔

علما بالمرمل و الجفر، مشار کافی اکثر العلوم، قلیل البصاعۃ
فی الحدیث و التفسیر یغلو کثیر من الناس فی شانہ
فلیعتقدون انہ کان مجدد المائۃ الرابعۃ عشرۃ
مات لخص بقین من صفر سنۃ اربعین و ثلاث مائۃ و الف
و ۱ در جفر میں بھی دخل رکھتے تھے اور دوسرے بہت سے علوم میں ان کا
حصہ تھا۔ لیکن حدیث و تفسیر میں کم مایہ تھا، بہت سے لوگ ان کی شان میں مبالغہ
آرائی کرتے ہیں اور ان کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں۔

۲۵ صفر ۱۳۳۳ھ میں وہ مر گئے۔

مذکورہ بالا معنوں کے اصل اور ترجمہ نے الفاظ و معانی کی جو آئینہ بندی کی ہے
اس میں مولانا ندوی کا منعکس خد و خال ان کے متعارف خد و خال سے کتنی

مطابقت پیدا کر سکا ہے ہم ذیل میں اسی کی ایک جھلک پیش کرنا چاہتے ہیں۔
شرع معنوں میں چند سطر مد کے اندر جیسا کہ قارئین مطالعہ کر چکے ہیں، امام احمد رضا
کا مختصر نسبت نامہ حسن ولادت اور اپنے والد محترم ہی کے زیر سایہ تعلیمی شغل
کا ذکر ہے جس کے بعد ان کی تعلیمی فراغت اور علمی صلاحیت کا اظہار حسب ذیل
لفظوں میں کیا گیا ہے۔

حتی برع فی العلم وفاق اقرانہ فی کثیر من الفنون لاسیما الفقہ
والاصول

(ترجمہ) یہاں تک کہ فراغت و مہارت حاصل کی اور بہت سے علوم و فنون
خصوصاً فقہ اور اصول میں اپنے معاصرین پر فوقیت لے گئے۔

یہ جملے معنوں کے ابتدائی حصہ سے ماخوذ ہیں جو بریکٹ سے پہلے ہے اسلئے
ہم انہیں اصل مولف مولانا عبدالحی الحنفی الحسنی کے خیالات کا ترجمان سمجھتے ہیں موصوف
نے واشگاف الفاظ میں اعلیٰ حضرت کے زمانہ کے ہزاروں علماء پر ان کی علمی فوقیت
کو تسلیم کیا ہے۔ جن میں کوئی استاذ الاساتذہ تھا تو کوئی علامہ دوراں، کوئی امام
معقولات تھا تو کوئی شیخ تفسیر و حدیث، کوئی فقیہ النفس کے بھاری بھر کم خطاب
سے نوازا جاتا تھا۔ تو کوئی شیخ الہند، شیخ الاسلام اور حکیم الامت کے لقب
سے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سنہری دور علم و فضل کو ایسے ایسے اساتذہ اور
انہ علوم و فنون نے عزت بخشی تھی۔ جن کے فضل و کمال کا سکھ ممالک اسلامیہ کے
گمشدے گوشے حتیٰ کہ اعظم علماء عرب کے دلوں پر بیٹھا ہوا تھا۔ ہم ذیل میں ان ہزاروں
فضلاء و دقت میں سے چند اسمائے گرامی پیش کرتے ہیں تاکہ اس مبارک زمانہ
کی ایک جھلک ہمارے قارئین کے سامنے آجائے۔

اعلیٰ حضرت کے ہمعصر علماء

- (۱) مولانا ذراحمہ بدایونی (م ۱۳۰۲ھ)
- (۲) مولانا فیض الحسن سہارنپوری (م ۱۳۰۲ھ)
- (۳) ابوالحسنات مولانا عبدالحی فرنچی محلی (م ۱۳۰۲ھ)
- (۴) مولانا شاہ عبدالرزاق فرنچی محلی (م ۱۳۰۲ھ)
- (۵) مولانا ارشاد حسین رامپوری (م ۱۳۱۱ھ)
- (۶) مولانا عبدالحق خیر آبادی (م ۱۳۱۸ھ)
- (۷) تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر بدایونی (م ۱۳۱۹ھ)
- (۸) مولانا احمد حسن کانپوری (م ۱۳۲۲ھ)
- (۹) استاذ العلماء مولانا ہدایت اللہ خاں جوہنوری (م ۱۳۲۶ھ)
- (۱۰) مولانا صی احمد محدث سورتی (م ۱۳۳۳ھ)
- (۱۱) استاذ العلماء مفتی لطف اللہ علی گڑھ (م ۱۳۳۲ھ)

(۱۲) مولانا علی احمد محدث سہارنپوری محشی بخاری (م ۱۲۹۶ھ)

(۱۳) مولانا محمد قاسم نانوتوی (م ۱۲۹۶ھ)

(۱۴) مولانا محمد مظہر نانوتوی صدر المدرسین مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور (م ۱۳۰۲ھ)

(۱۵) نواب صدیق حسن قنوجی (م ۱۳۰۶ھ)

(۱۶) مولانا رشید احمد گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ)

(۱۷) مولانا احمد حسن امرہوی (م ۱۳۳۳ھ)

(۱۸) مولانا ندیم حسن دہلوی (م ۱۳۳۳ھ)

(۱۹) مولانا عبد الرحیم رحیم آباد مظفرپوری (م ۱۳۳۳ھ)

(۲۰) مولانا عبد اللہ غازی (م ۱۳۳۶ھ)

(۲۱) مولانا خلیل احمد انیسٹھوی (م ۱۳۳۶ھ)

(۲۲) مولانا نور شاہ کشمیری (م ۱۳۵۰ھ)

(۲۳) مولانا اشرف علی تھانوی (م ۱۳۶۳ھ)

(۲۴) مولوی محمد یعقوب نانوتوی صدر المدرسین مدرسہ دیوبند

(۲۵) مولوی رفیع الدین ہتھم مدرسہ دیوبند

(۲۶) مولوی محمود الحسن استاد مولوی حسین احمد ٹانڈوی

(۲۷) مولوی حسین احمد ٹانڈوی

یوں تو ان علماء میں سے ہر ایک آسمان علم و فضل کے ماہ و انجم تھے لیکن ان میں بھی علماء اہلسنت میں استاذ العلماء مولانا ہدایت اللہ خاں جو پوری تاج الفضول مولانا عبد القادر بدایونی اور ابوالحسنات مولانا عبد الحمیٰ قرنگی محلی وہ جامع کالات اور نازش علم و فضل تھے جن کی عظمت و جلال کا اعتراف اعظم علماء عرب بھی کرتے تھے۔ دوسری طرف علماء دیوبند میں مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید گنگوہی، مولانا خلیل احمد انیسٹھوی اور مولانا اشرف علی تھانوی جیسے اقران و اتباع زبان دیوبند شیخ الہند شیخ الاسلام امام وقت اور حکیم الامت تھے۔

مولانا عبد الحمیٰ الحسنی کے قول کے مطابق ان تمام اجداد پر علیحضرت کو فضیلت اور فوقیت حاصل ہے۔ گویا مولانا عبد الحمیٰ کو خود اعتراف ہے کہ ان علماء میں اگر کوئی استاذ العلماء امام دوراں اور صدر نشین علم و فضل ہے تو علیحضرت اس محفل علماء میں استاذ الاساتذہ، شیخ الشیوخ، امام الامم اور صدر الصدور کے مسند عظیم پر متمکن ہیں۔

الفصل شہدت بہ الاعلاء

مضمون کے مذکورہ بالا ابتدائی سطروں کے بعد متعدد صفحات پر متکل سارا مضمون مولانا علی ندوی کا اضافہ و تکرار ہے جو بریکٹ میں ہے آپ نے علیحضرت کی فطری ذکاوت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے ”ولہ اس لعشہ من عمق“ (ترجمہ ان کی عمر ۳۳ سال ہی تھی کہ وہ تعلیم سے فارغ ہو چکے تھے لیکن خود علیحضرت کی تحریر اور آپ

کے مستند سوانح نگاروں کے مطابق آپ کی فراغت کی عمر ۱۳ سال ۱۰ ماہ اور ۵ دن تھی۔ اگلے جلد میں آپ نے علیحضرت کے پہلے سفر حج کا ذکر مندرجہ ذیل نکتوں میں کیا ہے و سافر للحج مع والدہ مستمسک و شانیہ و مائتین و الف (ترجمہ) ۱۲۸۶ھ میں اپنے والد کے ساتھ سفر حج اختیار کیا۔ علیحضرت کا یہ پہلا سفر حج تھا جو دراصل ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں وقوع پذیر ہوا۔ ذکر ۱۲۸۶ھ میں جیسا کہ مولانا ندوی نے تحریر کیا ہے۔

آگے آپ علیحضرت کے دوسرے سفر حج پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔ شد حج خمس و تسعین و اسناد الی آخر (ترجمہ) دوسرا حج ۱۲۹۵ھ میں کیا اور (اعظم علماء حرمین شریفین سے) اسناد حاصل کیں یہاں بھی مولانا سے دو غلطیاں واقع ہوئی ہیں۔

۱۔ آپ نے دوسرے حج کا سال ۱۲۹۵ھ بتایا ہے حالانکہ صحیح اور مستند سال ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء ہے۔

۲۔ علماء حجاز سے اسناد و اجازات پہلے سفر حج کے موقع پر حاصل کی گئی تھیں لیکن تہات بے پرواہی سے ان واقعات کو دوسرے سفر حج میں شامل کر دیا گیا ہے۔

اس کے بعد مولانا ندوی فرماتے ہیں و سفل

الی الحرمین الشریفین عذہ لیت (ترجمہ) انھوں نے حرمین

شریفین کا متعدد بار سفر کیا۔ علیحضرت کے متعدد سوانحات اور تذکروں سے میں نے

رجوع کیا لیکن کہیں بھی مذکورہ بالا دو کے علاوہ اور کسی سفر حج کا ذکر نہیں ملتا جس

کی مزید تصدیق خود مولانا ندوی کے جملہ مابعد سے ہوئی ہے جو حسب ذیل ہے۔

وذا کہ علماء الحجاز فی بعض المسائل الفقیہ والکلا

(ترجمہ) اور (اسی دوران) علماء حجاز سے بعض فقہی اور کلامی مسائل پر گفتگو کی۔

علماء حجاز سے گفتگو اور دوسرے اہم واقعات دوسرے سفر حج سے تعلق رکھتے ہیں

جبکہ مولانا ندوی نے ”عدت ہرات“ کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے جس کا کوئی

تاریخی ثبوت نہیں ہے۔

مذکورہ بالا چند ہی سطروں میں مولانا علی میاں جیسے وقیع سیرت نگار سے اتنی بہت

سی غلطیاں نہایت افسوسناک اور غلط ذرائع معلومات پر تکیہ کرتے ہوئے اپنے غرض

سے روگردانی کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علیحضرت کے دونوں سفر حج کی اہم تفصیلات

پیش کر دی جائیں۔

۱۔ پروفیسر محمد مسعود احمد ”فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظریں“ ص ۶۷ وغیرہ
۲۔ فاضل بریلوی ص ۳۷، ۳۸ مولانا نسیم بستی ”مجدد اسلام“ ص ۳۸
۳۔ فاضل بریلوی ص ۳۷، ۳۸ مجدداً اسلام ص ۳۷، ۳۸

پہلا سفر حج | یہ سفر اعلیٰ حضرت کے عنوان شباب میں پیش آیا آئی کم عمری میں علوم و فنون پر ایسی دسترس! اکابرین علماء و مجاز حیرت و استعجاب میں پڑ گئے چنانچہ انھوں نے نہایت محبت اور عقیدت میں ڈوب کر اعلیٰ حضرت کو حدیث، فقہ، اصول، تفسیر اور دوسرے علوم کی اسناد اور اجازات سے سرفراز فرمایا ایسے بیشتر واقعات میں سے ہم صرف ایک واقعہ مثلاً درج کر رہے ہیں۔ امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح محل اللیل ایک دن بعد نماز مغرب حرم شریف سے واپس آ رہے تھے بغیر کسی تعارف کے اعلیٰ حضرت کو دیکھتے ہی ان کا ہاتھ تمام لیتے ہیں اور دیر تک ان کی پیشانی کو پکڑے ہوئے اخی لاجد نور اللہ من فہذا لجمین کے نورانی الفاظ سے نوازتے رہے بعد میں آپ نے صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اسی سفر میں انھوں نے انھیں امام وقت کی ایما پر رسالہ جوہر مضیہ کی بسیط شرح محض دو دن میں لکھ کر "النیرۃ الوضیۃ فی شرح الجوہر المضیہ" کے نام سے پیش فرمایا اور شیخ موصوف سے بھرپور داد تحسین حاصل کی ساتھ ہی اس پر نہایت مفید، مدلل اور مفصل تعلیقات اور حواشی بڑھا کر ایک مستقل رسالہ "الطریق الوضیۃ علی النیرۃ الوضیۃ" مرتب فرمایا جسے پڑھ کر فضلاء وقت حیرت میں پڑ گئے۔

دوسرا حج | اعلیٰ حضرت کا یہ سفر بے حد اہم اور تاریخی تھا اس کے اہم مختصرات حسب ذیل ہیں۔

پہلے حج کے موقع پر اعلیٰ حضرت کی علمی جلالت و جامعیت سے اکابرین علماء حرمین شریفین بے حد متاثر ہو چکے تھے۔ ہندوستان لوٹنے کے بعد ندوۃ العلماء کی تحریک شروع ہو چکی تھی۔ آپ نے اس کے تاسیس اجلاس میں شرکت فرمائی لیکن وہاں اسلام کی کھلی ہوئی اہانت اور سرسرفرازی کو دیکھ کر دیگر علماء نے مسندت کے ساتھ اس سے علیحدگی اختیار کر لی اور دلائل شرعیہ قاہرہ پر مشتمل فتاویٰ "الحجۃ السنۃ لاهل الفتنہ" شائع فرمایا۔ علماء حرمین شریفین نے اسے پڑھ کر آپ کی علمی گہرائی اور قوت استدلال کا برملا اعتراف کرتے ہوئے موثر تصدیقات اور عظیم خطابات سے نوازا۔ یہ تصدیقات اس کثرت سے حاصل ہوئیں کہ انھیں الگ "فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ الملین" کے نام سے شائع کرنا پڑا۔ اس سفر کا بے حد اہم اور بعض علماء دیوبند کے سیاسی کردار "کاعکاس علماء حرمین سے آپ کا وہ

تاریخی مذاکرہ ہے جو بقول اکابر علماء حرمین علم غیب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بعض ہندی مفسدوں کے اٹھائے ہوئے سوالات پر مبنی تھا جس کے نتیجے میں پڑا۔ گھنٹے میں "الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیہ" جیسی مشہور عالم کتاب وجود میں آئی۔ اس کے دلائل و براہین اور حوالوں نے انھیں مبہوت کر دیا چنانچہ ان کی عقیدت اور گرویدگی اتنی بڑھ گئی کہ نہ صرف عقیدت بیسز تقاریظ اور مہتمم باشان خطابات سے نوازا بلکہ حصول اسناد و اجازات کے لئے اس قدر ذوق و شوق کا اظہار کیا کہ دو ماہ کے طویل قیام کے دوران بھی یہ سلسلہ اوصور ایسا رہا اور بہت سے ایسے وعدے ہندوستان لوٹ کر پورے کئے گئے سند و اجازت کے لئے والہانہ ذوق و شوق اور بے تابانہ محبت و عقیدت سے لبریز یاد دہانیاں آج بھی "اجناسلۃ" وغیرہ کتابوں کی شکل میں محفوظ ہیں۔

مذکورہ بالا مذاکرہ پر اعلیٰ حضرت کے ارشادات کے اہم خلاصے حسب ذیل ہیں۔ مکہ معظمہ میں معلوم ہوا کہ مولوی خلیل احمد اور دیگر حضرات آئے ہوئے ہیں ان لوگوں نے شریف مکہ تک رسائی پیدا کر کے مسئلہ علم غیب چھیڑا ہے اور چند سوالات مفتی حنفیہ شیخ صالح کمال کی خدمت میں پیش کئے ہیں.... میں مولوی عبد الاحد کے ساتھ شیخ کے پاس پہنچا اور مسئلہ علم غیب پر دو گھنٹے تقریر کی.... شیخ خاموش سنتے رہے.... الماری سے نکال کر ایک پرچہ دیا.... جس میں "اعلام الاذکیاء" پر استفسار تھا.... اس کا جواب لکھنے کیلئے فرمایا پرچہ لیکر میں چلا آیا.... ۲۵ رزی الحجہ ۱۲۲۳ھ کو کتب خانہ حرم میں پھر ملاقات ہوئی.... اس بار شیخ نے علم غیب پر ۵ سوالات کا استفادہ عنایت فرمایا اور فرمایا کہ وہاں میرے شریف مکہ کی معرفت آپ سے جواب طلب کیلئے ہے.... میں نے جواب لکھنا شروع کیا۔ اسی دوران عالم جیل مولانا شیخ احمد ابوالخیر میر داد کی طلبی پر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے چند اوراق سماعت فرما کر بحث علم حرمین بڑھانے کی ہدایت کی۔ واپسی میں ادبازانو نے مبارک کو ہاتھ لگانا چاہا تو حضرت نے باں بزرگی فرمایا۔ انا قبل اس جلدکما، انا قبل تعادلکما (میں تمہارے قدموں کو بوسہ دوں۔ میں تمہاری جوتیوں کو بوسہ دوں)۔

مذکورہ سوال ان بعض واپریہ کا اٹھایا ہوا تھا جنھوں نے دل کھول کر اللہ و رسول کو کالی دی اور ہندوستان میں اس کی کتابیں شائع کیں.... انھوں نے جانا کہ میں مکہ معظمہ میں اپنی کتابوں سے جدا ہوں.... زیارت میں مشغول۔ مولیٰ و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضری کی جلدی.... انھوں نے سوال اس طمع پر اٹھایا کہ جلدی اور اس دھیان میں دل کا لگا ہونا، کتابیں پاس نہ ہونا مجھے اظہار جواب سے روک دے گا۔

عوض فاضل بریلوی (خلاصہ) ص: ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱،

شیخ کمال نے دودن کے اندر جواب پورا کر لینے کی ہدایت کی۔ شان الہی کر دوسرے دن سے بخار نے پھر عود کیا۔ اسی حالت میں تصنیف شروع کی۔ اسی دن شیخ ابوکر کی خدمت میں حاضری کا مذکورہ بالا واقعہ پیش آیا۔ لوٹ کر اسی شب جواب میں بحث ختم کر دیا۔

دوسرے دن صبح ہی مولانا سید عبدالحی ابن مولانا سید عبدالحکیم محدث ملک تشریف لائے، علوم حدیث کی اجازتیں لکھوائیں، پھر تک رہے، ساتھ نماز پڑھی اور عازم طیبہ ہوئے دن کا بڑا حصہ خالی گیا.... بخار بھی ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ باقی وقت میں بعد نماز عشاء تک (کل ۸ گھنٹہ میں) کتاب کی تکمیل ہو گئی۔

اس کتاب کی نام ”الدولة المسکيه بالمادة الغيبية“ رکھا.... شیخ کی خدمت میں پیش کیا انھوں نے تشریف کو دربار میں پیش کر دیا۔ پڑھنے کا حکم ہوا۔ شیخ نے پڑھنا شروع کیا۔ دربار میں دو وہابی موجود تھے ”احمد فکی اور عبد الرحمن“.... دونوں بیچ میں تھمتے رہتے مگر تشریف مکہ کی تہدید پر خاموش ہو جاتے.... نصف شب تک نصف رسالہ پڑھا گیا۔ تشریف بے حد متاثر ہوئے اور بے ساختہ کہا۔ اللہ اعظمی و هو الامین۔ (اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرماتا ہے اور یہ لوگ انکار کرتے ہیں)....

وہابیہ کو یقین ہو گیا کہ یہاں ان کی کچھ پیش نہ چلے گی۔ چنانچہ انھوں نے گورنر مکہ سے رجوع کیا.... کہ ہندوستان سے ایک عالم آیا ہے اس نے عقیدے بگاڑ دیے ہیں۔ شیخ محمد سعید البصیل، شیخ صالح کمال، مولانا ابوالخیر میرداد اس کے ہمنوا ہو گئے ہیں۔ گورنر نے یہ نام سننے تو کہا ”ان اکان لهؤلاء معه فهو لفسد ام لصلح“ (جب یہ حضرات اس کے ہمنوا ہیں تو وہ مفسد ہے یا مصلح؟) مخالفین خاموش ہو گئے۔ مذکورہ بالا بیان کی تصدیق و تائید مولانا شیخ اسماعیل بن خلیل کے حسب ذیل بیان سے ہوتی ہے: شیخنا العلامة المجدد شیخ الاساتذہ علی

الاطلاق المولوی شیخ احمد رضا صاحب ۱۳۳۳ھ میں حج کے لئے تشریف لائے، بعض فاسقوں کی مدد سے چند یہ نصیبوں نے اس وقت کے تشریف مکہ کے یہاں ضرر پہنچانے کی کوشش کی اور ان کے ساتھ مکر کرنا چاہا چنانچہ علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان کے پاس سوال بھیجا اور گمان کیا کہ وہ جواب زدے سکیں گے کہ سفر کی تیاری میں ہیں اور یہاں ان کے پاس کوئی کتاب بھی نہیں ہے تو مولانا نے اللہ ان کی تائید کرے.... وہ جواب لکھا جس سے ہر مسلمان کی آنکھ ٹھنڈی کی اور ہر کافر و فاسق و گمراہ بے نور کو ذلیل و خوار کیا۔ یہ حضرت امام احمد رضا خاں جواب سے فارغ ہوئے تو تشریف مکہ تے شیخ صالح

یکمال (سابق مفتی مکہ) کو حکم دیا کہ رسالہ ان کے دربار میں بر ملا پڑھیں، پڑھا گیا۔ سرکش گروہ کے افراد وہاں موجود تھے۔ سن سن کر حیرت زدہ رہ گئے اور ذلیل و خوار ہوئے.... تشریف مکہ پر ظاہر ہو گیا کہ مولانا احمد رضا خاں حق پر ہیں اور مخالفین گمراہ ہیں۔

یہاں تک کہ بعض ثقہ لوگوں نے مجھے خبر دی کہ تشریف مکہ کے ایک ملازم نے درخواست کی کہ حق شیخ میں (اعلیٰ حضرت کے ساتھ) ایک گواہت جاری کرنے کی اجازت دیں۔ تشریف مکہ نے انکار کر دیا اور فرمایا:-

”ایسے امر کا اجر اویوں کر ہو سکتا ہے، حالاں کہ تمام علماء اس کی مدد پر قائم ہیں اور وہی کہہ رہے ہیں جو وہ کہتا ہے اور ہم سب کا رجوع علماء ہی کی طرف ہے اور انھیں سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔“

مذکورہ بالا اقتباسات سے واضح ہو گیا کہ علماء حجاز سے اعلیٰ حضرت کے مذاکرہ کا موضوع علم غیب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا۔ اللہ پاک نے اپنے محبوب کے اس فدائی اور عاشق صادق پر قبولیت اور اعزاز و اکرام کی وہ باریں کی کہ بقول شیخ اسماعیل بن خلیل:-

علماء اور طلباء علم نے چاروں طرف سے انھیں (اعلیٰ حضرت کو) گھیر لیا، تو کوئی فائدہ حاصل کرنے کے لئے کوئی سوال کرتا، اور کوئی قول صحیح دریافت کرنے کیلئے کوئی مسئلہ پیش کرتا ہے، اور کوئی اجازت مانگتا ہے اور کوئی اشارہ کا انتظار کرتا ہے یہ ان کا حال تھا جب مکہ میں تھے۔

حیرت ہے کہ وہابیت اور سنیت کے بنیادی اختلافی مسئلہ پر دیوبندیوں اور وہابیوں کی طرف سے مذکورہ بالا پتھر چھڑا، اعلیٰ حضرت کو نقصان پہنچانے کی بھرپور کوششیں اور بظنہ تعالیٰ ان کے مقابل اعلیٰ حضرت کی شاندار کھسائی اور علماء حجاز کی دیوانہ وار عقیدت کی شیاں مولانا ندوی کی نظروں سے کیوں اوجھل ہو گئیں!

خاص طور پر یہ بات نوٹ کرنے والی ہے کہ پہلے حج میں اعلیٰ حضرت کا علماء حرمین سے اسناد و اجازات حاصل کرنا تو یاد رہا، لیکن دوسرے حج میں نہ صرف علماء حجاز بلکہ دوسرے ممالک سے آئے ہوئے اکابر علماء کی طرف سے حل مسائل، اسناد و اجازات حتیٰ کہ دست بوسی اور قد بوسی کے لئے اعلیٰ حضرت کو دیوانہ وار گھیر لینے کے حیرت ناک واقعات نظر انداز کر دیئے گئے۔

سیرت نگاری میں انصاف و دیانت کے امتحان کا اصل مقام وہی ہوتا ہے جب اپنے مخالف کی سیرت بیان کرتے ہوئے وہ نازک مرحلہ آجائے جہاں صاحب سیرت کی زندگی کا نقطہ عروج اور سیرت نگار کے ذاتی عقائد میں کراؤ کی نوبت پیش آگئی ہو!

علم مجدد اسلام (خلاصہ) ص ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲،

افسوس کہ آزمائش کے اس سخت مرحلہ پر مولانا علی میاں بے قابو ہو گئے ہیں اور انھوں نے جذبات کے ہاتھوں انصاف کی عصمت کو مجروح کرتے ہوئے آسمانِ علم و فضل کے چمکتے ہوئے سورج پر خاک ڈالنے کی ناکام کوشش کی ہے جسے ان کی تقدس مآب شخصیت اور ان کے منصبِ سیرت نگار کے جوڑنا بڑا ہی مشکل ہو گیا ہے۔

آگے ارشاد ہوتا ہے :-

والف بعض الرسائل اثناء اقامته بالحصین (ترجمہ) حرمین کے قیام کے واحباب عن بعض المسائل التي حضرت علي علماء دوران بعض رسائل مرتب كئي الحسين واعجبوا بجزله وعلوه وسعته اطلاعه على علماء حرمین پرش كئي چند المتون الفقهية والمسائل الخلافية وسرعة سوابه كالجواب دیا جس پر تحریک و ذکاوت ہے وہ حضرات ان کی علمی گہرائی، اختلافی مسائل و فقہی متون پر دوسری سرعت تحریر اور ذکاوت سے حیرت میں پڑ گئے۔

یہاں بھی مولانا کی متضاد جذبات کج شکار ہیں۔ وہ سنیت اور وہابیت کی تاریخی معرکہ آرائی، اعلیٰ حضرت کے دندان شکن جوابات اور یادگار کامیابی پر الف بعض الرسائل اور احباب عن بعض المسائل کے معیشت کر کے قاری کو حقیقت حال سے بے خبر رکھنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف حقیقت حال کو چھپانے سے قاصر رہ کر اعلیٰ حضرت کے حیرت انگیز کارناموں پر علماء حرمین کے قابل قدر تاثرات کو بتا کر اپنے منصب کا دفاع بھی کر رہے ہیں !!

دوسرے جج کے دوران اعلیٰ حضرت نے جو کتابیں تصنیف فرمائیں ان کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے :-

۱۔ الدولة المملکية بالمادة الغيبية :- کراچی کی مطبوعہ علاوہ تقریفات تین سو صفحات کی یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔

پہلے حصے میں سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب پر بحث کی گئی ہے جو آیات قرآنیہ، احادیث صحیحہ اور اقوال ائمہ کی روشنی میں ایسے دلائل قاطعہ و براہین قاطعہ پر مبنی ہے کہ مخالفین بہت اور غائب و خامس ہو کر رہ گئے۔

دوسرے حصے میں ان سوالوں کے جوابات دیے گئے جو مولانا شاہ سلامت اللہ کی کتاب اعلام الاذکیاء کی ایک عبارت اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلی کے ”مثال سراج النبوة“ سے تعلق رکھتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے اس جج کے دوران مولانا خلیل اللہ ٹیٹھوی جو غالباً طے شدہ منصوبے کے ساتھ اعلیٰ حضرت کے تعاقب میں ہندوستان سے مکہ معظمہ پہنچے تھے اور مولوی حسین احمد نانڈوی جو پہلے سے مدینہ منورہ میں مقیم تھے حرمین کی فضا کو اعلیٰ حضرت کے خلاف تیار کرنے میں شب و روز مصروف تھے اور جو بعد میں اعلیٰ حضرت کے مسکت جوابات سے قاصر ہو کر جھوٹے الزامات اور بے بنیاد اتہامات پر اتر آئے مثلاً ان کے کھلے بتانوں میں سے ایک یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ

وسلم کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے معاذ اللہ برابر قرار دیتے ہیں۔ جال بڑی ہوشیار سے بچھایا گیا تھا چنانچہ شریف مکہ نے ان کی ریشہ روانیوں کا شکار ہو کر ان کی ایما پر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ سوالات بھیجے اور جلد سے جلد جواب طلب کیا۔ یہ اعلیٰ حضرت کی زندہ کرامت اور ان کے آقا و مولیٰ کی عنایت بے غایت ہی تو تھی کہ بیش از بیش مصروفیات، بنجار کی حالت، اکابر علماء سے طویل ملاقاتیں کعبہ جسم سے کعبہ جان کی طرف سفر کی تیاریاں، حوالہ کی کتابوں کی عدم موجودگی پھر بھی محض ۸ گھنٹہ میں کتاب کو مکمل کر کے پیش کر دیا جس پر نہ صرف شریف مکہ بلکہ مقامی و بیرونی تمام علماء کبار حیرت و استعجاب میں ڈوب گئے اور نہایت پر شکوہ الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرنے لگے۔

بے بنیاد الزام کا مذکورہ دعویٰ مبالغہ یا بدگمانی پر مبنی نہیں۔ شیخ سید اسماعیل بن خلیل ملی اس جھوٹے بہتان کی بخیر درری کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

”بلکہ ایک اور نے اپنی تحریر میں یہ جھوٹ باندھا اور بہتان لگایا کہ حضرت احمد رضا نے اپنے رسالے میں جو اس سوال کے جواب میں لکھا، یہ حکم لگایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیر متناہی بالفعل سے متعلق ہے اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مثل علم الہی کے ہے۔ ان دونوں میں کچھ فرق نہیں۔ حال شاہد اللہ!۔ ہمارے شیخ مذکور نے ان میں سے کوئی بات کہی ہو کیسے یقین کیا جاسکتا ہے جب کہ رسالہ خود ہمارے ہاتھ میں ہے۔“

اعلیٰ حضرت نے اس عظیم بہتان کو ایسا داسگاف فرمایا اور علم الہی و علم رسول میں فرق و امتیاز کی اتنی شقیں بیان فرمائیں نیز علم رسول کی بے پایاں وسعت پر ایسے ٹھوس دلائل و براہین پیش فرمائے کہ مخالفین کا سارا مکر و فریب بے نقاب ہو کر خود انھیں کے لئے سامان رسوائی بنا اور دوسری جانب حرمین شریفین میں موجود مقامی و بیرونی مشاہیر علماء و فضلاء نعمت الہی اور آیات اللہ کے گرد و نوار اعلیٰ حضرت پر ٹوٹ پڑے۔ ”لک فضل اللہ لیوتیہ من یشاء۔“

اعلیٰ حضرت کے بڑے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ جو شریک سفر تھے لکھتے ہیں :-

”..... دوسری بار زیارت..... اور حج کے لئے متوجہ ہوئے۔ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں خوب خوب عزت و توقیر کی گئی۔ وہاں علماء و فضلاء اور شاہیر بڑے اعزاز و اکرام سے ملے، دست بوسی کی، حدیث مسلسل بالادۃ سنی..... صحاح و سنن و مسانید و معاجیم اور چاروں مصنفوں کی اجازت لی، یہاں تک کہ ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں منسلک ہوئے۔ اور یہ تمام باتیں چھوٹی اور بڑی سب ان عمائد، علماء اور اکابر کے اصرار سے ہوئیں۔ دراصل

علم فاضل بریلوی (خلاصہ) ص: ۱۰۹ بحوالہ ”الدولة المملکية“ ص: ۸

رسالہ الدولۃ المملکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ..... نے حرمین شریفین میں آپ کا غلطہ برپا کر دیا..... چنانچہ آپ سے استفسارات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔
۲۔ کفل الفقہ الفہم فی احکام قرطاس الدہم :-
اعلیٰ حضرت کے فضل و کمال سے متاثر ہو کر استفسارات کا جو غیر متناہی سلسلہ شروع ہو گیا تھا انہیں میں نوٹ کی شرعی حیثیت پر بھی کچھ سوالات تھے۔

خود اعلیٰ حضرت اس رسالہ کے آخر میں فرماتے ہیں :-

”مکہ معظمہ کے ڈو علماء کرام مولانا عبد اللہ احمد میرزا داماد مسجد الحرام اور ان کے استاد مولانا حامد احمد محمد جواد نے نوٹ کے متعلق جملہ مسائل فقہیہ کا سوال اس فقیر سے کیا جس کے جواب میں بفضل وہاب عز جلالہ ڈیڑھ دن سے کم میں رسالہ کفل الفقہ دہم لکھ دیا۔“

یہ کتاب بھی اپنے موضوع پر اتنی جامع، مدلل، اور عجوبہ روزگار تھی کہ اہل علم نے کرام و فقہائے عظام نے خود پڑھا، دوسروں کو سنایا اور ان کی نقلیں لیں۔

اصل کتاب میں اعلیٰ حضرت نے مولانا عبد الحئی لکھنوی کے بعض متعلقہ مباحث کی تردید فرمائی تھی۔

بعد میں اس میں اضافات فرمائے اور جب یہ معلوم ہوا کہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے بھی اس نوٹ کے خلاف کچھ لکھا ہے تو کچھ اور مباحث کا اضافہ فرمایا۔
چنانچہ خود فاضل مولف اس کی وضاحت فرماتے ہیں :-

..... اس وقت تک رقم سے کم، زیادہ کو نوٹ بیچنے کے بارے میں مولوی عبد الحئی صاحب لکھنوی کا خلاف معلوم تھا۔ یہ بھی معلوم نہ تھا کہ.... مولوی رشید احمد گنگوہی نوٹ کو تسک ٹھہرا کر سرے سے مال سے خارج اور کم و بیش درکنار برابر کو بھی اس کی خرید و فروخت ناجائز کر چکے ہیں۔ مناسب معلوم ہوا کہ ان دونوں تحریروں کا ذکر کروں اور ان کے فقرے فقرے کا جہاں جہاں اس کتاب میں رد مذکور ہوا ہے اس کو تبادوں اور باتقتنائے توجہ مستقل جو مباحث تازہ خیال میں آئے اٹھا کر دوں اور اس کا تاریخی نام ”کاسر السفیہ الواہم فی ابدال قرطاس الدہم“..... رکھوں۔

مکہ الاجانۃ الضوریۃ لمیجل مکۃ البھیۃ :-

یہ کتاب ان کثیر التعداد اجازات پر مشتمل ہے جو اعظم علماء حرمین و دیگر ممالک اسلامیہ نے اعلیٰ حضرت سے حاصل کی ہیں۔

۳۔ حسام الحرمین علی منحر الکفر والملین :-

حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمۃ کی کتاب المعتمد المنتقد پر اعلیٰ حضرت نے تعلیقات کا اضافہ فرمایا اور اس کا نام المعتمد المستند رکھا جو ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۲ء میں مکمل ہوئی۔ اس کا خلاصہ حرمین بھیج کر تصدیقات حاصل کیں۔ ان تقاریر و تصدیقات کو مفید اضافات کے ساتھ ”حسام الحرمین“ کے نام سے شائع کیا۔ اس کتاب میں اعلیٰ حضرت نے قادیانی اور دیوبندی اقوال و اعمال پر تنقید فرمائی ہے۔

دوسرے سفر حج سے اس کتاب کا تعلق یہ ہے کہ اس سفر میں اعلیٰ حضرت نے اپنے قادی کا خلاصہ ۲۱ رذی الحج ۱۳۲۲ھ کو علماء حرمین کے سامنے پیش فرمایا۔ انھوں نے اس پر بھی محبت و عقیدت میں ڈوب کر تقریریں تحریر فرمائیں۔

القاب و آداب، عہدہ اور وطن کی قید کے ساتھ ۳۴ علماء عظام کے اسامہ گرامی صاحب ”فاضل بریلوی“ نے بھی نوٹ فرمائے ہیں۔

حق و باطل کی اس تاریخی معرکہ آرائی اور اعلیٰ حضرت کی عظیم الشان کامیابی کو نہ کوں بالاریکارڈ کی موجودگی میں نظر انداز کرنا تو باعث بنامی تھا، ناچار مولانا نے سرگرمی کی راہ اختیار کی اور واجاب عن بعض المسائل التي عرضت علی علماء الحرمین کی تھکیاں دیتے ہوئے اپنی پر سیاست فراخ ذہنی پر علماء حرمین کے تاثرات و اعجاب و البعض علیہ وسعة اطلاعه علی الممتون الفقہیۃ والمسائل الخلافیۃ وسرعة تحریر کا نہ کی مہر ثبت فرمادی تاکہ سند رہے اور وقت پر کام آئے۔

اس کے بعد ایک دوسرے میں مولانا ندوی نے اعلیٰ حضرت کی حج سے واپسی شغل تصنیف و تالیف، فتویٰ نویسی اور بیعت و اجازت پر مختصر روشنی ڈالی ہے۔ یہاں بھی مولانا ندوی لکھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے افتاء کا کام ۱۳۲۸ھ سے شروع کر دیا تھا لیکن مولانا نے اس کو دوسرے سفر حج (۱۳۲۳ھ) بلکہ اور دوسرے اسفار حرمین کے بعد اس کا پہلی بار ذکر فرما کر یہ تاثر دیا ہے کہ آغاز افتاء ۱۳۲۲ھ یا اس کے بھی بعد سے ہوا۔ جو سن و تاریخ کی فاش غلطی کے علاوہ اعلیٰ حضرت کی فطری ذکاوت اور شان عبقریت کو گھٹانے کے افسوس ناک جذبہ کا بھی غماز ہے۔ اور جو مولانا کی زبان زد خاص و عام لچک (اور احتساب پسند خضر آ کی زبان میں سیاست و مصلحت اور دینی مداخلت) سے مطابقت نہیں رکھتا۔ کہتے ہیں کہ بغض و عناد اخلاقی قدروں کو گرا دیتا ہے۔ مگر یہاں بھی

مذہب فاضل بریلوی (خلاصہ) ص: ۱۰۶ بحوالہ مقدمہ کفل الفقہ الفہم فی احکام قرطاس الدہم ص: ۴-۶

مذہب فاضل بریلوی (خلاصہ) ص: ۱۵۸، ۱۵۹ بحوالہ کفل الفقہ ص: ۱۶۶۔ مذہب فاضل بریلوی (خلاصہ) ص: ۱۶۱، ۱۶۲ بحوالہ کفل الفقہ ص: ۱۲۲-۱۲۳

مذہب فاضل بریلوی: صفحات: ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴

اسی کی کار فرمائی ہو !

اعلیٰ حضرت کے حیرت انگیز فضل و کمال، روانی قلم اور ذکاوت طبع پر علماء حرمین کی شدت جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے ایسا لگتا ہے کہ اچانک ہمارے مولانا کو اپنی مدہوشی کا احساس ہوا لہذا ایک ہوئے قدموں کو سنبھالتے ہوئے دل بے اختیار کو سمجھانے لگے کہ ذاتی تاثر نہ ہی، علماء حرمین کی ترجمانی ہی سہی اخلاص کی نور بارغضا میں نہ ہی سیاست کے لمحہ لمحہ بدلتے ہوئے رنگ میں سہی عقیدت کیشی اور محبت پاشی کی خوشبو تو بہر حال پھیلے گی اور یہ کسی شکل میں گوارا نہیں۔ لہذا اس عطر بنز فضا کو مکر کرنے کے لئے انھوں نے کھلی بہتان طرازی اور بے بنیاد تہمت تراشی شروع کر دی اور اس پر اپنی شخصیت کی بھاری بھر کم ہر گادی کہ کم سے کم فدیوں اور وفاداروں کو تو بہکنے سے بچالیا جائے اس کوشش میں آپ کے بھڑکتے ہوئے آتش غناد کے شعلے اتنے بلند ہوئے کہ :-

زباں بگڑی تو بگڑی تھی، خبر لیجے دہن بگڑا

کی آواز نصیحت بھی ان کے فراٹوں کو دبا دسکی، چنانچہ وہ آتش فشاں کے بند دہانے کو کھولتے ہوئے فرماتے ہیں :-

کان متشدد فی المسائل الفقہیۃ (ترجمہ) وہ فقہی و کلامی مسائل والکلامیۃ متوسعا، مسئلۃ عافی التکفیر میں متشدد، دائرہ تکفیر کو والتفریق فی الدار الہندۃ فذلک لواء التکفیر فی العصر (زیادہ سے زیادہ) پھیلائے الاخیر و توطی کبرہ واصبح زعمی ہذا والے اور اس معاملہ میں بہت الطائفۃ تنصر لہ وتنسب الیہ و تحتج ہی جلد باز تھے۔ آخر عمر میں باقوالہ و کان لایتسامح ولاسمح ریاہندی تکفیر و تفریق کا جھنڈا بتاویل فی کفر من لا یوافقہ انحرافا عن اٹھالیا تھا، اس کوشش مسلک و مسلک آبائہ، شدید المعاضضہ میں ان کا بہت بڑا حقد دائم التعقب لکن حرکت اصلاحیہ تھی تھاتی کہ وہ اپنے ہم مشرب لوگوں کے قائم بن گئے تھے جو ان کی حمایت کرتے اپنے کو ان سے نسبت دیتے اور ان کے اقوال سے استدلال کرتے تھے۔ وہ (اعلیٰ حضرت) اس شخص کے کفر کی تاویل کو ہرگز قبول نہ کرتے اور نہ اسے کوئی رد و رعایت دینے کو تیار ہوتے جو ان کی رائے اور عقیدہ کا مخالف اور ان کے ذاتی و آبائی مسلک سے منحرف ہوتا وہ سخت جھگڑاؤ تھے اور اصلاحی تحریکوں کے ہر وقت پیچھے پڑے رہتے تھے مولانا نے اس موقع پر جھوٹے الزامات کی جو پے درپے گولہ باری کی ہے، انھیں ترتیب دیا جائے تو حسب ذیل ہیں :-

۱۔ فقہی و کلامی مسائل میں متشدد تھے۔

۲۔ معمولی معمولی باتوں پر تکفیر کا فتویٰ دے کر اس کے دائرہ کو پھیلاتے رہتے تھے

۳۔ تکفیر میں جلد باز بھی عیسٰی تھے۔

۴۔ آخر عمر میں ہندوستان کے چرچہ چرچہ پر تکفیر کا جھنڈا اٹھالیا تھا۔

۵۔ ہمنواؤں کی ایک ٹولی بنائی تھی جو ان کی حمایت پر کربستہ تھی اور ان کے اقوال کو سند کا درجہ دیتا تھا۔

۶۔ کسی شخص کے اپنے ذاتی اور آبائی مسلک سے انحراف و برداشت نہیں کرتے تھے اور اس کے کفر میں کسی تاویل کو سننا گوارا نہیں کرتے تھے۔

۷۔ سخت جھگڑاؤ تھے۔

۸۔ اصلاحی تحریکوں کے ہر وقت پیچھے پڑے رہتے تھے۔

بلکہ رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ

آئیے اس جنوں کے اس مرکز تحریک کو تلاش کیا جائے جس نے اس شائستگی کے ایک ایک تار کو ایسا اڑھیر کر رکھا ہے کہ حیرت و حسرت بھی انگشت بندناں اور عرق عرق ہو کر رہ گئی ہے۔

کان متشدد الی آخر :-

بغض و عناد کا خاصہ ہے کہ محاسن یہاں معائب کا روپ دھار لیتے ہیں۔ مولانا نے زیر بحث مضمون میں اعلیٰ حضرت کی طرف نسبت دیتے ہوئے لفظ شدت لٹشدد اور ان کے مختلف مشتقات جگہ جگہ کثرت استعمال کئے ہیں لیکن انھیں ایک جگہ بھی شدت میں حسن و خیر کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی۔ چنانچہ یہاں بھی انھوں نے اس کو نقائص و معائب کی طویل فہرست میں پہلی جگہ دی ہے اور تسکین نہیں ہوئی تو چند جملوں بعد اسی پیرا گراف میں پھر ایک جگہ شدت احساس سے بے اختیار ہو کر اظہار حال فرمایا ہے۔

سب کو علم ہے کہ شدت بذات خود کچھ نہیں، نہ بھلائی ہے نہ برائی۔ یہ تو ایک کیفیت اور صفت ہے جو موصوف کے ساتھ عارض ہو کر اسی کا روپ دھار سکتی ہے۔ چنانچہ مثلاً شرک و کفر، فسق و فجور اور اخلاق ذمیرہ سے منسلک ہو کر اگر وہ برائی اور نقص و عیب کی شکل میں سامنے آتی ہے تو دین و ایمان، توحید و سنت اور اخلاق حنہ کے کسی فرد کے ساتھ سراپائے حسن و خیر اور لائق راد تحسین بن جاتی ہے۔

ابھی چند سطر پہلے مولانا نے علماء حرمین شریفین کے مجاز و عقیدہ تہذیبی اثرات کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ فقہی متون اور اختلاف مسائل میں اعلیٰ حضرت کی وسعت نگاہی اور جامعیت و اہمیت پر حیرت بندہاں ہو گئے تھے۔ یہ اخلاقی مسائل کیسے تھے؟ اس کی کچھ تفصیل اور پرکھ چکی ہے۔ یعنی علماء دیوبند کا اپنی تحریروں کے ذریعہ شان الوہیت و رسالت میں گستاخی کرنا اور ان شرعی احکام اور فیصلوں کو علماء حرمین کی خدمت میں پیش کر کے ان کی شرعی رائیں اور فیصلے حاصل کرنا۔ یہ بھی آپ جان چکے ہیں کہ انھیں حالات میں مخالفین کی منصوبہ بند سازشوں کے نتیجے میں علماء حرمین سے متذکرہ بالا مذکورہ پیش کیا اور وہ تاریخ ساز کتابیں وجود میں آئیں جنھوں نے ان اکابرین کی آنکھیں کھول دیں اور وہ خدمت اعلیٰ حضرت میں سند اور اجازت و ارادت

کے فرط جوش میں دست بوسی اور قد مبسوطی تک کے جذبات پھار دیتے تھے۔

ظاہر ہے کہ اپنے مقتداؤں اور پیشواؤں کو شریعت حق کے بحر میں کھانا پکانے پر قابو رکھنا مولانا کے لئے کیسے ممکن ہوتا؟ دین متین کے ان عدالت ہائے عالیہ میں شرعی جرائم کی مذکورہ بالا پہلی رپورٹ مولانا کی نگاہ میں کتنا بڑا عظیم ہوگا۔ رپورٹ دینے والے کو ظاہر ہے کہ مولانا کے غضب و غضب کا نشانہ بننا ہی تھا۔

اعلیٰ حضرت کی طبیعت میں یقیناً شدت تھی لیکن بصورتِ فضل خداوندی و بشکلِ نعمت الہی قابلِ رشک اور باعثِ عنایت مولانا کی نگاہوں میں چھیننے والا کٹا جس کی خود کردہ اذیت انھیں بار بار چھڑتی ہے۔

قارئین خود بسکون دل غور کر سکتے ہیں کہ علماء دیوبند سے اعلیٰ حضرت کے اختلاف کی بنیاد دنیا اور اس کی آرائشیں نہ تھیں۔ خود اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ میرے اور علماء دیوبند کے درمیان اختلاف کا سبب نہ جائیداد ہے، نہ عہدہ نہ کوئی اور دنیاوی مفاد بلکہ اس کی اصل اور بنیاد وہ عبارات ہیں جو اللہ در رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معاذ اللہ توہین پر منتج ہوتی ہیں۔ واقعات شاہد ہیں اور مسلمانوں میں فتنہ اٹھانے والی اور تفرقہ ڈالنے والی وہ کتابیں اور عبارات آج بھی موجود ہیں جسے دین اور ربانی دین کی حرمت اور اپنے ایمان کی حفاظت کی تڑپ نصیب ہو وہ ان کتابوں کو اور ان پر اعلیٰ حضرت کی تنقیحات کو پڑھ سکتا ہے۔ یہ تنقیحات کسی عامی کے ناقابلِ اتفات خیالات و جذبات نہ تھے۔ فاضل بریلوی کا فضل و کمال اور اپنے ہم عصروں پر ان کی برتری مولانا عبدالحی الحسینی کو بھی خاف اقرانہ کے الفاظ میں مسلم ہے۔

اعلیٰ حضرت کی شدت میں معاذ اللہ سو کا پہلو تو اس وقت قابلِ غور ہوتا جب انھوں نے اپنی تنقیحات اور فیصلوں کو فہام و تفہیم کا موقع دینے بغیر پہلے ہی مرحلہ میں نافذ اور ناطق کہہ دیا ہوتا اور کسی کی کوئی معقول بات سننے کے لئے تیار نہ ہوتے۔ انھوں نے ایک دو سال نہیں پندرہ، بیس سال تک ان متنازعہ فیہا عبارات پر مختلف ذرائع سے توجہ دلائی، خطوط بھیجے، جہتیں ردا کر کے وصولیابی کی رسیدیں وصول کیں اور مذکورہ مناظرہ و تبادلہ خیال پر آمادہ کرنے کے لئے ہر ممکن طریقے اختیار کئے۔ لیکن دوسری جانب سے طویل خاموشی یا پھر ذاتی و خانہ دانی عیب جوئی، طنز و تعزین اور معرّفہ طبقوں میں رائج الفاظ کے وہ لگسالی سکے پیش ہوتے رہے۔ جو علمی سنجیدگی اور دینی تقدس کے لئے باعثِ شرم و عار ہیں۔ کبھی بھی اپنے دور کے اس تنازعہ علوم و فنون اور فقہ و کلام میں خود مخالفین کی مسلم شخصیت کے مدلل فقہی و کلامی مباحث کا کوئی سنجیدہ، مدلل اور مثبت جواب نہیں دیا گیا۔ مذکورہ بالا طویل ترین عرصے میں سینکڑوں مفادمتی کوششوں کے باوجود ۵۰، ۶۰، اور ۷۰، بلکہ بعض صورتوں میں اس سے زیادہ وجہ کفر پر توجہ دلاتے ہوئے بھی اعلیٰ حضرت

نے خود ان عبارات کے لکھنے والوں کی تکفیر سے گریز فرمایا۔ حتیٰ کہ اسی کمال احتیاط نے انھیں مسئلہ تکفیر میں متکلمین کا مسلک اختیار کرنے پر مجبور کیا خود بھی احتراز فرمایا اور دوسروں کو بھی روکا۔ کیا مولانا کی زبان میں اسی کا نام تشدد ہے جنوں کا نام خرد رکھ دیا، خرد کا جنوں

مقاہمت کے سارے امکانات کو آزمائینے کے بعد ایک عالم دین، فقیہ وقت، اور مفتی زماں سے اس کے منصب کا کیا مطالبہ ہو سکتا ہے؟ دین اور ربانی دین کے ناموں کا دغا کرنا یا مخالفت، معاندت اور سازشی کارروائیوں سے خائف ہو کر مصلحت سیاست اور مدافعت سے کام لینا۔

تاریخ اسلام کا ایک ایک ورق جرات دینی اور شدت ایمانی کے واقعات سے لبریز ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ایسے جاں نثار نبوت کو جس کی فراست ایمانی اور اصابت رائے کی تصدیق اکثر وحی الہی کے ذریعہ ہوتی رہی اور جس کی ذات والا صفات خود بزبان نبوت نبوی آثار و انعکاسات کا تمثال اور نشان امتیاز بنی رہی، اس کی سینکڑوں دینی و ایمانی ادلوں میں جو اس کے خالق کی منظور نظر بن کر اس کی شخصیت اور کردار کا عنوان قرار پائی وہ شدت ہی نہیں شدت علی الشدق یعنی بصیغہ مبالغہ اشد بلکہ مبالغہ علی المبالغہ یعنی بصیغہ جمع اشد علی الکفاس کا معزز و مفتخر خطاب ہے!

پھر اگر اس جامع آثار نبوت کے حالات کا جسے جسے مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس خدائے رسول کے ایمان کی روح اور ان کی ایمانی شدت کی جان ناموس رسالت تھی اور ہر گستاخ رسول کے وجود کو صغیر ہستی سے نیست و نابود کر دینے کا جذبہ! تاریخ اسلام کے کچھ طالب علم کو بھی معلوم ہے کہ ناموس رسول کے تحفظ کی ہی تڑپ تھی جو... کبھی صلح حدیبیہ میں کھلے ہوئے دشمنان رسول کفار و مشرکین

کے انکار نبوت کے گستاخانہ مطالبہ پر کبھی بن کر کوئی... اور کبھی اسلام کے پردے میں چھپے ہوئے دشمن رسول منافق پر جس نے عدل نبوت کی بے حرمتی کرتے ہوئے عدل فاروقی کا سہارا لیا چاہا تھا۔ اور اب ذرا اعلیٰ حضرت کی زندگی پر ایک طائر از نظر ڈال لیجئے تو فاروقی انعکاسات و انکسارات سے بننے والی اسی جیسی تصویر اور کمال مماثلت اور مشابہت دیکھ کر آپ حیرت میں پڑ جائیں گے۔ یہاں بھی آپ کو اعلیٰ حضرت کی حیات مبارکہ کا ایک ایک لمحہ اسی ایک عنوان تحفظ ناموس رسالت کی شرح و تفصیل کرتا ہوا نظر آئے گا۔ حسب کے طوالت کو کھرج کر انصاف و دیانت کی روشنی میں اعلیٰ حضرت کی زندگی کے ایک ایک ورق کو الٹ کر ایمان والے دیکھ سکتے ہیں کہ ان کی شدت کی روح تھی ایمان اور ایمان کی جان عشق رسول۔ کسی نے اعلیٰ حضرت کی حدت و شہ منزل پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا تھا: ایک تو مزاج گرم دوسرے علم کی گرمی۔ اس پر آپ نے فرمایا: حدیث میں ہے ان الحدیث تعترى قرا امتی

لجنة القسآن فی اجواء فہم (میری امت کے علماء اور اصطلاح علم حدیث)

مسئلہ تکفیر

ان :- محمد احمد مصباحی

مشہور شخصیت مولوی عبدالرزاق طبع آبادی کی عبارت ملاحظہ ہو جو انصاف پسند مصنف کم اور متعصب معاند زیادہ نظر آتے ہیں۔ تحریر کا بتور دیکھئے۔

یاد رہے مولانا احمد رضا خاں اپنے اور اپنے متقدموں کے سوا دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر بلکہ الجہل والہب سے بھی بڑھکر اکفر سمجھتے تھے۔ (ذکر آزاد ص ۱۲)

طبع آبادی صاحب کی بے بنیاد الزام تراشی سے بڑھکر جناب رئیس احمد صاحب ندوی کے بہتان عظیم پر ہمیں بے حد افسوس ہے کہ موصوف نے ایک فرضی بات کو تحریر کر کے جہاں غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے وہیں تاریخی حالات و شواہد اور دیانت کا نہایت بے دردی کے ساتھ گلا گھونٹا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

مولانا احمد رضا بریلوی مولانا عبدالباری فرنگی محل کے خلاف ۷۲ وجوہ پر مشتمل کفر کا فتویٰ دیا جس میں ایک وجہ یہ تھی کہ ان کا نام عبدالباری تھا اور لوگ انہیں باری کہتے ہیں اگر ان کا نام عبداللہ ہوتا تو لوگ انہیں اللہ میاں کہتے لہذا کافر (آزادی ہند مندرجہ بالا اور اسی قبیل کی بیسیوں عبارتیں دیوبندی مصنفین کی ہماری نظر سے گزریں جن کے متعلق فی الحال ہم یہ کہہ کر گزر جانا چاہتے ہیں کہ ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آئندہ مضمون سے خود بخود واضح ہو جائے گا۔ ہاں اتنی ضرور رہے کہ ان لوگوں نے الزام تراشی اور استہزاء و انداز اختیار کر کے عام مسلمانوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ بعض علماء دیوبند پر اہانت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارتکاب کی وجہ سے امام احمد رضا بریلوی نے جو کفر کا فتویٰ دیا ہے یا علماء حرمین سے ان کی تنقیصی عبارتوں پر جو استفادہ کے شرعی حکم شائع کیلئے وہ بھی اسی قسم کا ہے اور نہ ہی قابل اعتناء

تنقیصی عبارتیں

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی نے جن علماء دیوبند کے شان رسالت کا مجرم گردانا ہے ان کی عبارتیں پیش کر دی جائیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ مولوی خلیل احمد صاحب انیسٹھوی کی تحریر اور اس تحریر کی تائید مولوی رشید گنگوہی نے کی ہے اسلئے فاضل بریلوی نے ان دونوں حضرات کو بارگاہ رسالت کا گستاخ گردانا ہے ملاحظہ ہو۔

محمد ۸ و نصلی علی رسولہ الکریم
علمائے دیوبند تقریباً پچاس ساٹھ سال سے پریس و قلم کی طاقت کے ذریعہ مسلمانوں کو یہ یاد کرانے کی پوری جدوجہد کر رہے ہیں کہ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ مسلمانوں کی تکفیر و تفسیق میں نہایت عجلت پسند ہے باک، ہٹ دھرم، ضدی اور سخت گیر واقع ہوئے تھے خصوصاً علمائے دیوبند کی تکفیر میں نہایت عجلت پسندی، بے باکی اور ہٹ دھرمی کا ثبوت دیا اور اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر وقت نظر اور وسعت فکر کے ساتھ غور کیا۔

الزام تکفیر

چنانچہ مولوی ابوالحسن علی ندوی کے والد مولوی عبدالحی بکھنڈوی اپنی تصنیف نزہۃ الخواطر میں امام احمد رضا بریلوی کا تذکرہ کر رہے ہیں مگر تاریخی شواہد اور ان کی طرز نگارش کی روشنی میں ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ مولوی صاحب موصوف مسلکی عصیت کا شکار ہونے سے محفوظ نہیں رہ سکے۔ فاضل بریلوی کی عجلت پسندی کے متعلق رقمطراز ہیں۔

مسار غافی التکفیر قد حمل لواء التکفیر والتفریق فی الدیار الہند فی العصر الاخیر

ترجمہ: تکفیر مسلم میں بہت ہی عجلت پسند ہے۔ زائد اخیر میں اسی نے دیوبندیوں کو تکفیر و تفریق کا علم بلند کیا (نزہۃ الخواطر جلد ششم ص ۳۹)

کفری عبارتوں کی تائید کے متعلق فاضل بریلوی کا نقطہ نظر بیان کر رہے ہیں۔
وکان لا یتامع ولا یسمع تبادل فی کفر من لا یوانقہ علی عقیدتہ و تحقیقہ او من یدی فیہ اخرا فاعن مسلکہ و مسلک آباءہ ترجمہ: اور وہ ایسی تائید کفر نہ سننے دیتا اور نہ سنتا جو اس کے عقیدے اور تحقیق کے خلاف ہوتی یا جس میں اس کے آباؤ اس کے مسلک سے انحراف ہوتا۔

ترتیب الخواطر جلد ششم ص ۳۹
آئندہ صفحات میں حقائق کے ذریعہ ہم واضح کریں گے کہ مولوی صاحب موصوف اپنے دعویٰ میں سچے نہیں ہیں۔ پہلے آئیے اسی معاملہ میں دیوبندی کتبہ فکر کے دوسری

شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نفس سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نفس قطعی ہے کہ جس سے تمام نفوس کو رد کر کے ایک شرک ثابت کر لے۔
(براہین قاطعہ ص ۱۱)

اس عبارت کا واضح مطلب یہ ہے کہ شیطان اور ملک الموت کا وسعت علم قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وسعت علم قرآن و حدیث سے ثابت نہیں اس لئے حضور کے وسعت علم کو تسلیم کرنا شرک ہے

۲۔ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کو جس عبارت کی وجہ سے فاضل بریلوی نے بارگاہ نبوی کا گستاخ تسلیم کیلئے وہ عبارت ملاحظہ ہو۔

بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیا رسالت کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری میں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر میں بالذات کچھ تفصیل نہیں۔
(تخذیر اناس ص ۱۱)

دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں :

اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور نبی ہو جیسا کہ آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا۔ (تخذیر اناس ص ۱۱)

تیسری جگہ تحریر کرتے ہیں :

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا (تخذیر اناس ص ۱۱)

ان تینوں عبارتوں کا مطلب یہی ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام نبیوں کے بعد اور آخر میں ہوئی مگر علم والوں پر یہ بات واضح ہے کہ پہلے یا آخر میں آنے کی وجہ سے حضور کی خاتمت کی بالذات کوئی تفصیل نہیں بلکہ فرض کیا جائے کہ آپ کے زمانہ میں بھی کوئی دوسرا نبی ہو جائے گا۔ خاتم النبیین ہی رہتے اور آپ کے بعد آج بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے یا نبوت کا دعویٰ کرے جیسے بھی حضور کی خاتمت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

۳۔ مولوی اشرف علی صاحب کی جس عبارت پر امام احمد رضا بریلوی کو اعتراض ہے درج ذیل ہے۔

آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ صبی و یحییٰ بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے (حفظ الایمان ص ۱۱)

اس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ حضور کو اگر علم غیب مانو تو کل محال ہے اور بعض ماز تو اس میں حضور کی کوئی تخصیص نہیں کیونکہ حضور ایسا علم غیب تو زید و عمرو نہیں

بلکہ ہر بچے اور پاگل اور تمام حیوانات کو بھی حاصل ہے۔

ہم علماء دیوبند کی ان عبارتوں کے حسن و قبح پر تبصرہ نہیں کرنا چاہتے کیوں کہ اس کے حسن و قبح سے متعلق سیکرٹوں کتاب میں لکھی جا چکی ہیں مگر آنا ضرور کہیں گے کہ کوئی بھی خالی الذہن مسلمان ان عبارتوں کو پڑھے گا تو حیرت و استعجاب میں غرق ہو جائے گا۔ ہم کہتے ہیں ان عبارتوں کو لکھنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اس کے لکھنے سے کون سا دینی کام سرانجام پا گیا؟ اور نہ لکھنے سے کوئی مصیبت مذہب اسلام پر آن پڑتی؟ بلکہ میں تو کہتا ہوں ان عبارتوں کے نہ لکھنے میں دینی منفعت تھی آج جو اس کی وجہ سے مسلمانوں کے اندر افتراق و انتشار کی خلیج پائی جاتی ہے کبھی بھی نہ پائی جاتی اور نہ بدامنی کے اسکانات ہوتے۔

علمائے دیوبند پر ان کے گھر کا فتویٰ

مذکورہ بالا عبارتوں کے سلسلہ میں خود علماء دیوبند کے کیا تاثرات تھے ملاحظہ ہوں۔ تذریع الاناس کے سلسلہ میں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں۔

جس وقت مولانا نے تذریع الاناس لکھی ہے۔ کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہ کی۔ بجز مولانا عبدالحی صاحب کے

(الانافات الیومیہ جلد چہارم ص ۲۵۰ زیر ملاحظہ)

یہ وہی کتاب ہے جس کی تین عبارتیں ہم نے پیش کی ہیں اور امام احمد رضا بریلوی جسے تو ہمیں آمیز قرار دیتے ہیں۔ بقول تھانوی صاحب بھی یہ بدنام زمانہ کتاب ہے۔ اس کتاب میں حضور کے خاتم النبیین ہونے کی بحث کی گئی ہے اور معنی خاتم النبیین میں اختراع کیا گیا ہے۔ اس اختراع کے بالمقابل مفتی محمد شفیع صاحب دیوبند کا قول ملاحظہ ہو۔

ان اللغة العربية حاکمة بان معنی خاتم النبیین فی الآئۃ هو آخر النبیین لا غیہ۔ بے شک عربی زبان کا اٹل فیصلہ ہے کہ آیت کریمہ کے اندر خاتم النبیین کا معنی صرف آخر الانبیا ہے۔ دوسرا کوئی معنی نہیں۔ (ہدیت المہدیہ ص ۱۱)

خاتم النبیین کے معنی کے وضاحت کے بعد مفتی صاحب فیصلہ فرماتے ہیں کہ جو اس معنی کے خلاف کوئی معنی لے اور اس پر اصرار کرے توئی کفر اور قتل کا حق دار ہوگا۔

اجمعت علیہ الامۃ نیکفر مدعی خلاۃ و یقتل ان اصر۔ امت محمدیہ کا خاتم الّا کے اس معنی پر اجماع و اتفاق ہے۔ لہذا خاتم الانبیا کا دوسرا معنی گمراہی و الّا کافر قرار پائے گا۔ اور اگر اپنے گمراہی سے ہٹے معنی پر اصرار کرے تو قتل کیا جائیگا۔ (ہدیت المہدیہ ص ۱۱)

ان مذکورہ عبارتوں کا امام احمد رضا بریلوی نے جو نتیجہ اخذ کیلئے۔ اسی قسم کا

اگر کوئی عقیدہ رکھتا ہے تو ناظم تعلیمات دیوبند مولوی مرتضیٰ حسن درہنگی بھی اسے کافر و مرتد کہتے ہیں بظاہر مسلمانوں جیسے وضع قطع اور خدمت و تبلیغ اسلام کا اس کے کفر کو ختم کرنے کا کوئی اثر نہ ہوگا۔

جو نماز اور روزہ بھی ادا کرتے اور تبلیغ اسلام میں ہندوستان ہی نہیں تمام یورپ کی خاک چھانتا ہو بلکہ فرض کر دے کہ اس کی سعی اور کوشش سے تمام یورپ کو اللہ تعالیٰ حقیقی ایمان و اسلام بھی عنایت فرما دے مگر اس دعویٰ اسلام دایاں اور سعی تبلیغ اور کوشش دینے کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کو گالیاں دیتا ہو۔ یا اور ضروریات دین کا انکار کرے وہ قطعاً یقیناً تمام مسلمانوں کے نزدیک مرتد ہے کافر ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جس کو کسی دیوانہ کے نے کاٹ لیا ہو اور اس کا زہر اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا ہو اور ہر ٹک اٹھ چکی ہو۔ وہ تمام دنیا کو چاہے میرا بکر دے تمام ہندوستان کے دریا اور نہریں اس کے تدموند کے نیچے سے بہتی ہوں مگر اس بدنصیب کو ایک قطرہ پانی کا نصیب نہیں ہو سکتا وہ دنیا کو میرا بکر دے مگر خود نشہ کام ہی دنیا سے رخصت ہوگا۔

ان اللہ لیؤید هذا الدین بالرجل الفاجر دین کے کام کرنے سے مفرد نہ ہونا چاہیے کہ وہ خود بھی مسلمان ہے یا نہیں (اشد العذاب ص ۵) ان حوالہ جات کی روشنی میں ہر انصاف پسند یہی فیصلہ کرے گا کہ امام احمد رضا نے اپنے منصب کے لحاظ سے علماء دیوبند کے متعلق جو رویہ اختیار کیا بالکل صحیح اور ان کا یہ فعل اسلام کے بالکل موافق تھا۔ اب رہ گیا متعصب مفسدین کی الزام تراشی و بہتان طرازی کا مسئلہ تو اسے بھی تاریخ کے آئینہ میں ملاحظہ فرمائیں کہ حقیقت کیا ہے؟

حزم و احتیاط علماء دیوبند نے مسئلہ تکفیر میں فاضل بریلوی پر جس بہتان تراشی اور سطحیت کا مظاہرہ کیا ہے۔

اس کا تذکرہ خود امام موصوف نے بے حد دلچسپ انداز میں کیا ہے۔
ناچار عوام مسلمین کو غمگین کرنے اور دن دھاڑ سے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علماء اہلسنت کے فتویٰ تکفیر کا کیا اعتبار یہ لوگ ذرا اسی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں۔ ان کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتویٰ چھپا کرتے ہیں۔ اسماعیل دیوبند کو کافر کہہ دیا۔ مولوی اسحاق صاحب کو کہہ دیا، مولوی عبدالحی صاحب کو کہہ دیا۔ پھر جن کو حیا اور بڑھاپا ہو تو کہہ دے وہ اور ملتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو کہہ دیا، شاہ ولی اللہ کو کہہ دیا، حاجی املا اللہ صاحب کو کہہ دیا اور مولانا شاہ فضل الرحمان صاحب کو کہہ دیا۔ پھر جو پورے ہی حد حیا سے گزر گئے وہ یہاں تک بڑھتے ہیں کہ عباد اللہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی سرہندی علیہ الرحمہ کو کہہ دیا۔

یہاں تک کہ ان کے بعض بزرگواروں نے مولانا مولوی شاہ محمد حسین صاحب

الآبادی مرحوم و منقرض سے جا کر جڑی کرنا اللہ معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محمد الدین عربی قدس سرہ کو کافر کہہ دیا۔ مولانا کو اللہ تعالیٰ جنت عالمہ فرمائے۔ انہوں نے آیت کریمہ ان جاء کفر فاستن بنیاً فقتلینوا پر عمل فرمایا خط لکھ کر دیانت کیا جس پر یہاں سے رسالہ انجاء البری عن دسواس المصتری لکھ کر ارسال ہوا۔ (حسام المحرمین ص ۱۷)

امام احمد رضا بریلوی کا مندرجہ بالا فرمان بالکل صحیح اور حقیقت پر مبنی معلوم ہوتا ہے کیونکہ علماء دیوبند کے معادی کے برخلاف امام بریلوی کی تحریریں ثبوت فراہم کرتی ہیں اور واضح کرتی ہیں کہ آپ تکفیر و تفسیق مسلمین میں بے پناہ حزم و احتیاط رکھتے تھے چنانچہ ایک صاحب نے تکفیر مسلم کے بارے میں آپ سے سوال کیا تو یہ جواب مرحمت فرمایا۔

بلور سب شتم کہا تو کافر نہ ہوا گنہ گار ہوا۔ اور اگر کافر جان کر کہا تو کافر ہو گیا (الملفوظ مکمل ص ۳۰۷)

امام احمد رضا بریلوی مسئلہ تکفیر میں بے حد محتاط تھے۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی جن کی مشہور و معروف کتاب تقویۃ الایمان کی سطر سطر سے تو ہمیں رسالت کی بڑائی ہو بلکہ بعض جگہ پر کھلے الفاظ میں تو ہمیں رسالت کا ارتکاب بھی کیا ہے۔ اسی لئے بعض علماء مثلاً مولانا فضل حق خیر آبادی و مولانا فضل رسول بدایونی وغیرہ مانے ان کی تکفیر بھی کہے بغیر بریلوی نے بھی دہلوی صاحب کی تردید میں متعدد تبلیغ رسالے لکھے مگر ان سب کا آخر میں شرعی فیصلہ تحریر فرمایا۔

علماء متطالین انہیں کافر نہ کہیں یہی مواہب ہے (کنز البیوع عن عیب کذب مقبوح) انہیں کے متعلق در سری جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں کفار سے کف لسان ماخوذ و مختار و مناسب (اللوکبہ الشہابیۃ فی کفریات ابی ابوبکر) ایک قسری کتاب میں بھی اعلیٰ حضرت نے مولوی محمد اسماعیل دہلوی کی عبارتوں پر پوری پوری تنقید کر کے کفریات کی وضاحت فرمادی ہے اور حقیقت کو پڑھنے کے بعد ایک عام مسلمان بھی دہلوی صاحب کو مسلمان سمجھنے کے لئے آباد نہیں ہوگا لیکن امام موصوف کے حزم و احتیاط کا یہ عالم ہے کہ ان کے متعلق شرعی فیصلہ یوں فرماتے ہیں۔ لزوم التزام میں فرق ہے۔ اقرار کا کلمہ کفر ہونا اور بات اور قائل کو کافر مان لینا اور بات ہم احتیاط برتیں گے سکوت کریں گے۔ جب تک ضعیف سے ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے نہیں گے۔ (رسال السیرۃ المصنوعۃ علی کفر بابا الخدیج)

ایک طرف امام احمد رضا بریلوی نے مولانا اسماعیل دہلوی کی تکفیر میں اتنی حزم و احتیاط برتنے ہیں تو دوسری طرف مولوی رشید احمد غنوی مولوی محمد قاسم نازقی، مولوی خلیل احمد غنوی اور مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ پر حکم کفر بھی صادر فرمایا ہے۔ اتنے محتاط شخص کا ان علماء دیوبند پر حکم تکفیر کا ناظر ہر حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے لیکن حالات و واقعات کے تجزیہ سے پتہ چلتا ہے کہ امام احمد رضا صاحب موصوف کی اس معاملہ میں دیوبندی مہجوری تھی۔

امام صاحب موصوف کا کہنا تھا کہ مذکورہ عبارتوں کے ذریعہ ان لوگوں نے گستاخی کی ہے اور شان رسالت میں اہانت کے مرکب ہوئے ہیں اور اہانت و محبت حضور ضروری دین سے ہے اس لئے مذکورہ علماء نے اہانت کر کے ضرورت دین کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ ان عبارتوں سے رجوع کا امام صاحب موصوف نے مطالبہ کیا اور بار بار اس دینی ضرورت کی طرف توجہ دلائی پھر بھی ان لوگوں نے اس طرف کوئی توجہ نہ کیا اور لگ بھگ بیس سال تک یہ مسئلہ چلتا رہا۔ فاضل بریلوی جدوجہد کرتے رہے کہ اس دینی اور شرعی مسئلہ کا حل بچھ کر نکالیں کر یا جائے اور مفاہمت کی راہ نکال لی جائے۔

لیکن یہ افسوس ناک حقیقت ہے کہ علماء دیوبند خلوص دہردی کے جواب میں خلوص کے بجائے مناظرانہ داذیچ کے لئے تحریر کی راہ اختیار کی اور بالمشاذ گفتگو سے گریز کرتے رہے حالانکہ علماء دیوبند اگر امام موصوف سے اس دینی ضرورت میں تعاون کرتے تو آپس میں تصفیہ ہو جاتا اور مسلمانوں میں انتشار و افتراق کی خلیج ہرگز نہ پیدا ہوتی۔ الغرض علماء دیوبند کے باغیانہ رویہ اور ان مذموم عبارتوں کی بیس سال کے عرصہ میں بار بار اشاعت سے یہ سمجھ لیا کہ علماء دیوبند راہ راست پر آنے والے نہیں اس لئے امام حجت کے بطور آخری جدوجہد کی اور ایک خط بذریعہ حبیبی لکھا جس کی تحریر ملاحظہ فرمائی۔

آخر دعوت ہے اس پر بھی آپ سامنے نہ آئے تو الحمد للہ میں فرض ہدایت ادا کر چکا۔ آئندہ کسی کے غوغے پر التفات نہ ہوگا۔ منو ادینا میرا کام نہیں اللہ عزوجل کا قدرت میں ہے۔ والہ یمہدی من یشار الی صراط المستقیم (مجدد اسلامؑ)

جب اس آخری دعوت پر بھی بالکل خاموشی برتی گئی تو امام موصوف نے عامۃ المسلمین کو گراہیوں سے بچانے اور اپنے فرض منصبی سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ۱۳۲ھ میں مذکور عبارتوں پر ہر نادیدہ سے بحث کر لینے کا بعد ان لوگوں پر حکم تکفیر عائد کیا اور علماء حرمین سے بھی ان عبارتوں پر استفتا لیکر شائع کیا جو آپ کے حکم کے مانع تھا۔ امام موصوف حکم تکفیر لگانے کے بعد بھی جو توضیحی عبارت تحریر فرماتے ہیں آپ کے خلوص نیت محبت رسول اور حق بجانب ہونے کا ٹھوس ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

اٹھتر وجہ سے حکم نقبائے کرام لزوم کفر کا ثبوت دیکر یہی لکھ چکا تھا۔ ہزار ہزار بار عاشق اللہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔ جب کیا ان سے کوئی ملاپ تھا اب رنجش ہو گئی؟ ان سے جائداد کی کوئی شرکت نہ تھا اب پیدا ہو گئی؟؟ عاشق اللہ مسلمانوں کا علاوہ محبت و عداوت صرف محبت خدا و رسول ہے (حسام الحرمین ص ۱۱)

فاضل بریلوی کے حکم تکفیر عائد کرنے کا اس دینی مجبوری کا اعتراف خود مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو بھی ہے۔ حضرت اختر شاہ بھٹا پوری اپنی تعریف اعلیٰ حضرت کا نفی تمام "میں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا ایک قول نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

میں نے دل میں احمد رضا کے لئے بے حد احترام ہے، وہ ہیں کافر کہتا ہے لیکن عشق رسول کا بنا کر کہتا ہے کسی غرض سے تو نہیں کہتا (اعلیٰ حضرت کا نفی تمام)

مولوی مرتضیٰ حسن درویشی ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند بھی امام احمد رضا بریلوی

کو مسئلہ تکفیر میں مذہبی طور پر مجبور بتایا ہے ملاحظہ ہو۔

اگر خانہ صاحب کے نزدیک بعض علماء دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے سمجھا تو خانہ صاحب پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی۔ اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے جیسے علماء اسلام نے جب مرزا صاحب کے عقائد کفریہ معلوم کر لئے اور وہ قطعاً ثابت ہو گئے تو اب علماء اسلام پر مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر نہ کہنا فرض ہو گیا اگر وہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر نہ کہیں چاہے وہ لاہور کا یا قندھار کا یا قندھار کا کافر ہو جائیں گے کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے (اشد العذاب ص ۱۱)

امام احمد رضا بریلوی کی اس صداقت شعاری حق گوئی اور حزم و احتیاط کو دیکھتے ہو دین منورہ کے ایک مقتدر عالم دین حضرت شیخ عبدالقادر توفیق شہسبازی طرابلسی حنفی مدرسہ حرم طیبہ تحریر فرماتے ہیں، عربی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ فرمایا جائے۔

ہمارے سردار علماء نے اس وقت تکفیر کی راہ چلی جب کہ ثبوت پایا اور ائمہ مجتہدین کی قطعی جتہوں پر اعتماد فرمایا محض اندازے اور خبر کا بنیاد پر اس دن کا خوف کرتے ہوئے جیسے آنکھیں پٹی کی پٹی رہ جائیں گی (حسام الحرمین)

ان حقائق کے باوجود دیوبندی مصنفین کا امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ پر تکفیر مسلم کرنے کا الزام دیہان گناہ سرسبز زیادتی ہو گئی مگر یہ سلسلہ آج تک جاری ہے غالباً اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ صرف مسکنی تعصب و عناد کی بنیاد پر اس قسم کی ایسا تحریر کی جاتی ہیں جو رواداری اور انصاف پسندی کے بالکل خلاف ہے بلکہ سیدھے سادھے نادانق مسلمانوں کے ساتھ فریب کاری اور دھوکہ دہی کا سازش گردانی جیسا دوسرے یہ کہ ان مصنفین نے فاضل بریلوی سے متعلق کچھ مطالعہ ہی نہیں کیا ہے۔ صرف بنی سنائی باتوں اور افواہوں پر اعتماد کر کے جو کچھ سمجھ میں آیا تحریر کر ڈالا۔ ایک مصنف کو ایسا کرنا قطعاً زیب نہیں دیتا اور تصنیفی دیانت کے بھی منافی ہے کیونکہ کسی کے متعلق بغیر تحقیق و مطالعہ کے کوئی بے بنیاد بات تحریر کر دینا انتہائی گناہ ناجرم ہے۔

اس لئے ہم تمام روادار اور انصاف پسند دیوبندی مصنفین کو دعوت نکودہ دیتے ہیں کہ فاضل بریلوی کے متعلق لکھنے سے پہلے حالات کا پورے طور پر جائزہ لے لیں اور تحقیق و مطالعہ سے اپنے ذہن کو تیار کر لیں ہیں امید ہے کہ اس کے بعد ہر مسئلہ میں فاضل بریلوی کی عبقریت ہی ثابت ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ایڈیٹر نیٹریبل پبلشر۔ پروپرائٹر سید محمد حبیلانی نے اردو پریس واقع عقب ۹۷ لے جے راج بھائی لیس بی بی سے چھپوا کر دفتر المیزان ۱۵۷ ای سائیکل اسٹریٹ، جونی مسجد کپاؤنڈ بی بی سے شائع کیا۔

طرف منسوبین اشعار

مولانا شکیب ارسلان مصباحی
حق اکیڈمی مبارک پور اعظم گڑھ

ہونا لازمی تھا۔ لہذا ہم چاہتے ہیں کہ اپنی سابقہ برادری و بیزاری کا پھر اعادہ کر دیں تاکہ عوام و خواص کو پھر معلوم ہو جائے کہ ان اشعار کا انتساب اعلیٰ حضرت کی طرف غلط اور حدائق بخشش حصہ سوم کے ناشر کی تحت بھول اور غفلت پر مبنی ہے اور اعلیٰ حضرت کا دامن حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں ہر قسم کی گستاخی اور شائبہ گستاخی سے پاک ہے۔

اس سلسلے میں مفتی اشرفیہ حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ کی خدمت میں مختلف اطراف سے سوالات آئے۔ ذیل میں سو سو سو کا جواب ہدیہ ناظرین کیا جا رہا ہے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ دیوبندی قوم ایمان و دیانت سے بالکل خالی ہے۔ اس کو نہ خدا کا خوف نہ آخرت کا ڈر اور ایسے لوگوں کے نزدیک جھوٹ اور انحراف کی کوئی چیز نہیں، اپنا مقصد حاصل اور بس مقصد بھی کتنا اور چھٹا علمائے بریلی کی تحقیر و تذلیل اب تفصیل سنئے۔ مولانا احمد رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ کے تحت کا دیوان جس کے دو حصے حدائق بخشش کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کی حیات ہی میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور ساری دنیا انھیں کو مولانا احمد رضا خان صاحب کا دیوان جاننا اور ماننا رہی۔ اور آج بھی جانتی اور مانتی ہے۔ ۲۵۔ ۳۰ سال بعد مولانا محبوب علی خان صاحب بیٹا امام بڑی مسجد مدینہ منورہ بمبئی نے ایک اور مجموعہ اشعار شائع کیا جس سے بارے میں ان کا بیان ہے کہ مجموعہ میں نے ادھر ادھر سے ڈھونڈ کر حطرح سے اور شاعروں کے غیر مطبوعہ کلام لوگ فراہم کر کے شائع کرتے ہیں شائع کر رہا ہوں اور اس کو انھوں نے حدائق بخشش سوم کا نام دیا۔

یہ بالکل واضح حقیقت ہے کہ بڑے لوگوں کے نام سے ایسا کلام شائع کرنے والے یہ ضروری نہیں ہے کہ اصل شاعر کا بھی کلام شائع کریں چنانچہ یہ بہت مشہور بات ہے کہ عمر خیام کے نام سے بہت سی رباعیاں لوگوں نے شائع کیں تو تحقیق سے ثابت ہوئی کہ ان کی نہیں ہیں اور انوری کے نام سے تو قطران تبریزی کا پورا دیوان شائع کر دیا گیا ہے۔ امداد نے یہ ضروری نہیں کہ وہ کلام اعلیٰ حضرت ہی کا ہو۔ اس لئے ان پر کیا ذمہ داری، جو کچھ ذمہ داری تھی مولانا محبوب علی خان صاحب مرحوم خطیب بڑی مسجد مدینہ منورہ بمبئی کی تھی جس زمانہ میں یہ مجموعہ شائع کیا گیا اس کے تھوڑی ہی دنوں کے بعد خود ہماری ہی جماعت کے پرچے اپنا نام پاسبان میں اس کے تعلق مضمون شائع ہوا کہ یہ اشعار جو حضرت

راہ احمد چند سال سے علماء دیوبند کی طرف سے سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی شان میں طرح طرح کی غلط باتیں شہور کی جا رہی تھیں ویسے تو علمائے دیوبند کا طریقہ ہی رہا ہے، غلط پروپیگنڈہ اور الزام تراشی کا جس کا سلسلہ مدتوں سے جاری ہے مگر جب سے ناصر ملت مبلغ اسلام حضرت علامہ ارشد القادری صاحب کی نقاب کشائی کا بڑا زلزلہ "منظر عام پر آئی ہے۔ اس وقت سے ان کی پرانی سب گریماں تیز تر ہو گئی ہیں یا اس لئے کہ زلزلہ "نای کتاب کا جواب تو آپ تک علمائے دیوبند صحیح طور پر دیا اور نہ قیامت تک دے سکتے ہیں۔ ہاں اگر کچھ مناسب جواب نہیں مشورہ کیے دیا ہے تو وہ ہیں آنجنابی مولانا عامر عثمانی ایڈیٹر جلی کے علماء دیوبند کے پاس ان متضاد اقوال کا کوئی جواب نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ کتابیں جن میں متضاد باتیں ہیں، بیچ چور ہے پر رکھ کر نہ راتیں کر دی جائیں۔ اطمینان کے لئے دیکھئے جلی کا ڈاک نمبر ۱۱۱۱ جن غلط باتوں کو بڑے اونچے پیمانے پر اچھالا جا رہا ہے، ان میں وہ تین اشعار بھی ہیں جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں غلط اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب ہیں۔ اگرچہ تحریر و تہریر کے ذریعے تقریباً بیس سال سے اس سے برادری اور مکمل صفائی پیش کی جا رہی ہے متعدد اخبارات و رسائل میں اس کے متعلق مضامین شائع کئے جا چکے ہیں، مگر علماء دیوبند کی یہ بری ہی گھناؤنی سازش اور بھڑانہ حرکت ہے کہ بار بار ان اشعار کو پیش کر کے حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کا ذات پر کچھ اچھالنے کی ہنایت ہی ناروا کوشش کر رہے ہیں اور دیانت و صداقت کا کھلا خون بھی۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ابھی زلزلہ کے لاجواب معروضات گھر کر کچھ لوگوں نے خامہ فرسائی کو اصل جواب کے بجائے چند نازیبا اور غلط قسم کے اعتراضات کو سپرد قلم کر ڈالا تاکہ عوام کو خواہ مخواہ علماء اہل سنت اور زلزلہ "نای کتاب سے نفرت پیدا کیا جائے۔ چنانچہ ایک کتاب سامنے آئی بریلوی فتنے کا نیارہپ "اور اس کے علاوہ بھی چند کتابیں پھیلانی گئیں جن میں خصوصیت کے ساتھ چند اشعار حدائق بخشش حصہ سوم کے حوالے سے پیش کئے گئے ہیں۔ اور مذکورہ کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے عامر عثمانی نے بھی عوام کو خوب خوب اعلیٰ حضرت کے خلاف درغلا دیا ہے۔ لہذا ناواقف لوگوں کا حیرت زدہ ہونا اور تھوڑی دیر کے لئے اعلیٰ حضرت سے نفرت

(دوہرا کس دار کا بقیہ)

: قراء = علماء، کو گرمی پیش آئے گی۔ قرآن کی عزت کے سبب جو ان کے دلوں میں ہے۔ (مکملہ)

المحدث لتحتوي خیار امتی احدت میری امت کے بہتر لوگوں کو بجلی بنا دیتی ہے۔ (مکملہ)

افسوس کہ جس صفت حدت و شدت کو بانی اسلام علماء امت اور خیار امت کی تشائی فرمائیں، مولانا کی نگاہ تعصب میں وہ مذموم و معتبوب قرار پائے۔ وحشت میں ہر ایک نقشہ الٹا نظر آتا ہے۔

آئیے اور ذرا تصویر کے دوسرے رخ پر بھی ایک طائر از نظر ڈال لیجئے غصہ کی شدت میں اسلام اور اسلامی شیخوخت کے ساتھ انسانیت اور انسانی شرافت کو بھی سبکدوش کرنے والے صاحب "شہاب ثاقب" کے "گالی نامے" کے کچھ نمونے آئندہ کسی مناسب مقام پر آپ دیکھیں گے یہاں ہم صرف ایک واقعہ پر اکتفا کرتے ہیں جو اس گروہ کے "نفسی انتشار" اور شدت طبیعت کا رُخ متعین کرنے کے لئے کافی ہے۔

خواجہ حسن نظامی صاحب جب مدرسہ دیوبند میں زیر تعلیم تھے تو مولانا رشید احمد گنگوہی نے اپنے مخدوم حضرت حاجی امداد اللہ ہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور رسالے "فیصلہ ہفت مسئلہ" کی کاپیاں نذر آتش کرنے کے لئے خواجہ صاحب کو مرحمت فرمائیں۔ خواجہ صاحب نے پڑھ کر جو دیکھا تو آنکھیں کھل گئیں۔ استاد کے حکم کے احترام میں آدمی کاپیاں تو جلا دیں اور آدمی محفوظ کر لیں جس پر مولوی اشرف علی تھانوی نے دوام بطور انعام دیئے۔ اس وقت مولوی اشرف علی تھانوی متقدمین کے مسلک پر قائم تھے اور رسالہ کے مندرجات سے پوری طرح متفق اور کاربند تھے۔ (مکملہ)

اپنے مخدوم اور شیخ پر مولانا رشید احمد گنگوہی کے غیظ و غضب کی یہ شدت محض اس لئے لکھی کہ حضرت حاجی صاحب نے اس رسالہ کے ذریعہ عقائد و اعمال اہل سنت و فلاح میلاد اور قیام وغیرہ کی نہ صرف تائید و تصدیق فرمائی ہے بلکہ اپنا معمول بھی بتایا ہے۔

خود اپنے شیخ کے خلاف جس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر غلامی کی سند لی جا چکی ہو گستاخی اور جنوں خیزی کا یہ عالم!!! ناظرین اسے شدت کی کس قسم میں شامل کریں گے؟

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی شان میں معلوم ہو رہے ہیں، نہایت رکیک ہیں۔ اور اس جیز کو بہانہ بنا کر پورے ہندوستان کے دیوبندیوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا یا مضمون لکھے اور پورے بھٹی میں جلے گئے۔ ایک مجلس چلائی کہ امام موصوت کو مسجد سے علاحدہ کیا جائے اور اس سلسلہ میں اس مسجد بناد ہوا اور ایک قتل بھی ہوا۔ اور بہت دنوں تک مقدمہ چلتا رہا۔

مولانا محبوب علی خاں صاحب نے اسی وقت اپنی ذمہ داری محسوس کی اور ایک بیان شائع کیا کہ وہ اشعار ترتیب کی الٹ پلٹ سے چھپ گئے تھے۔ وہ اشعار ام المؤمنین کے بارے میں ہیں ہی نہیں۔ اصل ترتیب اس طرح سے ہے جس سے وہ اشعار تشبیہ کے ہیں اور عرب کی کافروں اور کفار کے بارے میں ہیں لیکن چونکہ اس میں میری کوتاہی کو دخل ہے جس کی وجہ سے اشعار ادھر کے ادھر چھپ گئے۔ اس لئے میں اپنی اس کوتاہی سے توبہ کرتا ہوں اور انھوں نے ایک رتن چھاپ کر اصل اور صحیح ترتیب کے ساتھ ان لوگوں کے پاس روانہ کے جن کے پاس کتابیں پہنچی تھیں اور اعلان کیا کہ جن کے پاس تصحیح شدہ اور آقا دیوبند سکیں وہ اپنے اپنے نسخوں میں اسکا کے مطابق ترمیم کر لیں۔

ہمارے ان مرویات کی روشنی میں یہ دو امر واضح اور روشن ہیں۔

• اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ وہ اشعار اعلیٰ حضرت کے ہیں۔

• اگر بالفرض ہوں بھی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ان کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس کے شائع کرنے والے نے اس کی صفائی کر دی اور ترتیب کی جس غلطی کو وجہ سے ایسا ہوا تھا اس کو درست کیا چھاپا یا اعلان کیا اور اس پر جسے انکی اس غفلت سے صاف صاف توبہ کر لی۔

مولانا محبوب علی کا یہ کارنامہ ایسا تھا کہ اس کو سراہا جائے کہ اعلان حق اور کوتاہی و غفلت کے اعتراف بلکہ توبہ سے ان کو ان کی عظمت اور دجاہت کوئی چیز مانع نہ ہوئی۔ اور انھوں نے صاف توبہ کی۔ کیونکہ آج تقریباً نصف صدی سے پورے ہندوستان میں آگ لگی ہوئی ہے بلکہ علمائے دیوبند نے اللہ اور اس کے رسول کو جو مذہب بھر کر گالیاں دی ہیں اس سے توبہ کریں اور اس کی اشاعت بند کریں مگر لوگ مر گئے نہ توبہ نصیب ہوئی نہ پوری قوم نے ان گالیوں کی اشاعت بند کی اس کے برخلاف اس مرد حق آگاہ نے اپنی ذرا سی غلطی کا توبہ نامہ شائع کیا۔ اور اسی غلطی کو درست کر کے اعلان کر دیا۔ مگر علمائے دیوبند کی یہ غیرت ہے کہ آج پھر اس کو ایک جرم بنا کر وہ بھی مولانا محبوب کا نہیں اعلیٰ حضرت کا چھاپ رہے ہیں کہ عالم دس پندرہ برس پرانا ہے اور عوام کو بھولنے کی عادت اور سارے ہندوستان میں پھیلی ہوئی ان کی امت پر ہونے لگا ہے۔ اس لئے دھوکہ دیا جاسکتا ہے۔

فقط والسلام

عبد اللہ انان غلامی خادم دارالافتار الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

۱۵ صفر ۱۳۹۵ھ

مکملہ فاضل بریلوی، ص ۳۳

مکملہ فاضل بریلوی، ص ۵۰ بحوالہ منادی (ماہنامہ) تہذیبی ریلو، جلد ۳۹، شمارہ ۱۲

ص ۲۲

ایک نظم مصلح

مولانا مرغوب حسن قادری اعظمی مدرس لجامعہ رقیہ بنارس

بود نکہت سے معطر کر رہے ہیں۔ عام سرخوشی میں کسی ہونہار نے
بڑے پتے کی بات کہی تھی۔

جہاں پہونچا نئی دنیا بسالی
یہ دیوانہ تو دیوانہ نہیں ہے

اللہ اکبر جس کو علمائے عرب و عجم کا ایک جم غفیر اپنی عقیدت کے
پھول بچھا کر رہے ہیں اور جسے علی الاطلاق مجدد وقت قطب الارشاد
کا خطاب دیا گیا ہو اس کے حق میں وہ کون سی ناقدری دیکھی گئی جسکی
بنابر آج احمد رضا کے ساتھ مظلوم لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی
ماہنامہ المسیران کا اعلان پڑھنے کے بعد مظلوم احمد رضا کا لفظ
دیکھ کر دفعتاً ذہن و فکر پر ایک چوٹ محسوس ہوئی۔ اور وقت کے
ایک عظیم رہنما کی بین الاقوامی زندگی اس کی خدمات اور اسکے احیائے
دین کا نقشہ نگاہوں کے سامنے آ گیا اور پھر ساتھ ہی ساتھ ہمارا وہ
تعاون جو ایک عظیم محسن کی بارگاہ میں ہونا چاہیے اس کے ساتھ
اپنی تہی دامن، تساہلی اور محرومی و بیگانگی کی خونچکان تصویر شاہد
کی طرح ناچنے لگی۔ و احسرتا ہا کہ جس ذات گرامی نے اپنی انتھاک
کوششوں سے قوم کی ڈوبتی نیا کو با مخالف کے تقیڑوں سے بچا کر محفوظ رکھا
تھا آج اس کا صحیح حق اور صحیح خبر گیری سے ہم محروم ہوتے جا رہے ہیں۔
اور رفتہ رفتہ یہ کمی ایک کمی نہیں بلکہ احسان فراموشی کے دائرے میں
داخل ہو گئی ہے۔ مظلوم احمد رضا مظلوم اس لئے مظلوم کہ ہر دور میں
مظلوم اور آج بھی نجدیت رونما ہو کر واد ظلم سے رہی ہے۔ اصلاح اقوام
میں ہمارے جن اصلاف نے اپنے خون جگر سے حق کی آبیاری کی تھی اور
یکے بعد دیگرے مجددین ملت نے جن کٹھنایوں سے گزر کر ابداراً لود فضاؤں
کو کسی قدر روشن کر دیا تھا۔ تیرہویں صدی کے آخر میں حل کردہ روشنی
پھر ماند پڑنے لگی اور یکایک نجد سے لیکر سہارنپور اور خانقاہ گنگوہ سے لیکر

علامہ فاضل، استاذ ماہر، دقائق کا خزانہ، روشن ستارہ و حیدر
یگانہ عصر صدی کا مجدد، صاحب عدل، مرکزہ دائرہ علوم کریم النفس
کا سر علماء کی آنکھوں کی ٹھنڈک، صاحب تصانیف مشہورہ و رسائل
کثیرہ قلم کا بادشاہ، زبان کا دھننی، عاشق رسول، عرفان و معرفت والا
دی کال مآرف باللہ، قطب وقت، منبع علم، جو اپنی آنکھوں کی
روشنی سے مشکلات اور دشواریوں کو حل کرتا ہے جو معنی کے اعتباراً
سے بھی احمد رضا ہے۔ اس کے کلام کا موتی اس کے منی کے جواہر ہے
مطابقت رکھتا ہے۔ وہ باریکیوں کا خزانہ ہے۔ جو ٹھیک دوپہر
کو چمکتا علموں کی مشکلات ظاہر و باطن کا نہایت کھولنے والا۔
گردن و ہایت پر تیغ برآں ہمارا سردار دریا ئے فضائل، امام پیشوا
کثیر الفضل، کثیر الاحسان، بحرنا پید اکنار، کثیر الفہم، میں نے ملاقات
کے بعد ان میں وہ کمالات دیکھے جن کا بیان طاقت سے باہر علم کا۔
کوہ بلند جس کا ستون نور ادنیٰ جن سے مسائل نہروں کی طرح چھلکتے
ہیں۔ اس دور فتن میں دین کو زندہ رکھنے والا جس کے وجود پر
نمانہ گونا رہے، صاحب تحقیق و تنقیح و تدقیق عالم علمائے اہل سنت
و جماعت۔ (از حسام الحقین علی منکر الکفر والمین)

یہ وہ القاب و خطابات ہیں جو علمائے حرمین طہین نے سیدنا
امام احمد رضا کی بارگاہ عالی مرتبت میں پیش فرمایا تھا۔ ایک گدائے
عشق کی بارگاہ میں نیاز مندی کا بیہوش یقیناً کسی غیر جذباتی
حقیقت کا اعتراف ہے۔ عناد کی عینک لگا کر دیکھا جائے تو
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک جنبش نظر امام احمد رضا اپنی جگہ مسند
ارشاد کا ایک کوہ گراں ہے اور اس پر پکھری ہوئی مختلف رنگ و بو کی
کونپلیں اپنے عشاق کو دعوت نظارہ سے رہی ہیں۔ وہ اپنی
جگہ مجسم پھول ہے۔ اور اس کے فدائی اپنی اپنی مشام جاں کو اس

صحن دیوبند تک مکاری و عیاری کا ایک جال بن دیا گیا۔ اب باطل کی کہیں گاہوں سے جو آواز حق کی آمیزش سے نکلتی تھی اس کی ہلاکت خیز تباہی و بربادی کا سامان اہل حق کی نگاہوں کے سامنے تھا مگر وہ کون رو بجاہد تھا جو بڑھ کر اس کتمان حق کی نشاندہی کرنا چاہتا تھا اس صدی میں سیدنا امام احمد رضا کی ذات ہی وہ شامِ حوالہ وہ بطلِ اعظم اور وہ حق انکار ذاتِ ظاہر ہوئی جسے اس صدی کے طوفانِ غرقاب کا نازد اکہنا ہو گا۔ عبارتِ پہلے بھی اکٹھے چکے تھے۔ آندھیاں پہلے بھی اٹھ چکی تھیں۔ طوفان پہلے بھی برپا ہو چکے تھے یہ طوفان وہ طوفان نہیں تھا جسے آسانی سے دبایا جاسکے۔ یہ تقصیر ہے وہ تقصیر ہے نہیں تھے جسے نرمی سے سلایا جاسکے۔

تشد کو تشدد سے دبا لیں یہ تو ممکن ہے

مگر شعلے کو شعلے سے بجھایا جانا نہیں سکتا

مگر واللہ ایک مبادیہ زندگی ضرور ایسی تھی جس نے باطل کے مکروہ چہرے سے حقیقت کا نقاب الٹ کر رکھ دیا۔ اور آج دشمن کے ہزار پر و پیگندوں کے باوجود وہ اپنی جگہ ایک فاتح کی حیثیت سے کھڑا مسکرا رہا ہے۔ وہ دعوتِ فکر و عمل ہے رہا ہے کہ حق کی سلامتی کیلئے اغیار کے طعنوں کو سننا ہو گا مگر نتیجہ اور انجام کی خسروی اس کے حق میں مقدس ہے جو اس پر بیچ موڑ پر اڑا رہا چنانچہ دنیا جانتی ہے کہ امام احمد رضا کی آواز مند و بیرونِ میند ہوئی تو غیروں نے کس طور پر چل بھول کر اپنے غارِ مان ٹھنڈے کئے اس کی بعض چند سطور ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔ مجددِ الکفر دھوکہ باز مکار۔ مجددِ التقلیل دجال بریلوی۔ دروغ گو بہتان تراش مجددِ المفترین شیطنیت کا جال پھیلائے والا اہل ہوا و بدع ابلیس لعین کا شاگرد و فیرہ وغیرہ۔ ایک سو بیس صفحے کی کتاب الشہاب الشاقب جس میں ۱۰۰ گالیاں حسین احمد ٹانڈوی نے دی ہیں۔ جسے دیوبندی مکتبہ فکر کے لوگ شیخ الاسلام کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

مگر شاید ٹانڈوی صاحب کو نہیں معلوم کہ جس کی بارگاہ میں وہ دریدہ دہنی کا مظاہر کر رہے ہیں اس کی ذات والا کو ان کی جماعت والوں نے بھی اور علمائے عرب و عجم مصر عراق افغان دمشق انڈونیشیا بیروت اور بغداد کے علمائے اکابرین نے کس قدر سراہا ہے۔ اور اس کے نقش قدم کو بھی مکرم و معظّم جانا ہے۔ وہ جب کا پرچم اقبالِ عرش کے گنگروں کو چھو رہا ہے۔ وہ انہیں لوگوں میں اجنبی بنا ہوا ہے جس کے لئے اس نے اپنا سب کچھ دیا۔ آخر شمشیر سے مظلوم نہ کہیں تو کیا کہیں کہ جس کا مبلغ علم ایک طرف علمائے عرب و عجم سے خراج تحسین حاصل کر رہا تھا تو دوسری جانب اپنے کٹر دشمنوں سے بھی اپنے قلم کا لوہا منور رہا تھا۔ مگر اس کے باوجود بھی اس کے اصل کارنامے ہماری نگاہوں کے سامنے نہ آسکے۔ ہم جب حقائق کا سراغ لگاتے ہیں تو کہیں وہ

اقلم صحافت کا بادشاہ کہیں علم و عرفان کا دھنی اور کہیں سند و ارشاد کا مالک نظر آتا ہے۔ علمائے محققین کا انداز ہے کہ جو علمی گہرائی اعلیٰ حضرت کے قلم میں پائی جاتی ہے وہ بہت کم لوگوں کی تحریر میں نظر آتی ہے بلکہ اس صدی میں تو ناپید ہے۔ مگر میں یہاں پر قلمی جو ہر پاروں کو نہیں رکھنا چاہتا جو اپنے جگہ ایک مستقل آئینہ حیرت ہیں۔ سر دست اس ماحول کو اجاگر کرنا چاہتا ہوں جو سیدنا اعلیٰ حضرت کے دور میں پہلے سے تھا یا ایک بیک حاسدوں کی جانب سے ہو گیا تھا۔ آپ کے پہلے مختلف عقائد و خیالات کے لوگ پیدا ہوئے اور اپنے عقائدِ باطلہ کی بنا پر اپنی موت آپ مر گئے۔ ان عقائد کے سدباب کے لئے مجددِ اول حضرت علامہ عمر ابن عبد العزیز، امام شافعی، امام فخر الدین رازی، امام غزالی، ابوبکر باقلانی اور حضرت مجددِ الف ثانی جیسی بلند پایہ شخصیتیں تھیں جنہوں نے اپنی حکمت عملی سے ان عقائدِ باطلہ کی تیغ کنی فرمائی۔ ان کی مختصر فہرست "تجلیات" ناگپور کے حوالہ سے مدیہ ناظرین ہے۔

پچھلی تاریخ کے عقائدِ باطلہ

- (۱) حکمِ دہانت بنانا شرک ہے۔ (۲) حضرت علی شریکِ نبوت ہیں۔
- (۳) قرآن عظیم پورا محفوظ نہیں ہے۔ (۴) تناسخ
- ۵ قرآن عظیم مخلوق ہے۔ (۶) عرش قدیم ہے۔
- (۷) بند اپنے افعال نیک بد کا فائدہ ہے (۸) حساب کتاب میزان کی کوئی حقیقت نہیں ہے
- (۹) زکوٰۃ دینا فرض نہیں ہے۔ (۱۰) بندہ مجبور محض ہے۔
- (۱۱) شیطان کا کوئی وجود نہیں ہے۔ (۱۲) عذاب قبر، سنگر کبیر کا سوال حوض کوثر، ملک الموت کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ (۱۳) صفات الہی مخلوق ہیں۔
- (۱۴) صفات الہی حادث ہے۔ (۱۵) حق تعالیٰ مکان میں ہے۔
- (۱۶) حق تعالیٰ جسمانیت رکھتا ہے۔ (۱۷) بلصراط کوئی چیز نہیں ہے
- (۱۸) جنت و دوزخ دونوں نسا ہو جائیں گے۔
- (۱۹) جو صرف لا الہ الا اللہ کہے وہ جو چاہے کرتا رہے اس پر کوئی عذاب ہو گا
- (۲۰) ایمان عمل ہے۔ (۲۱) ہر مذہب و دین کی باتیں اسلام کا منشا ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

مذکورہ بالا نظریات و معتقدات میں سے کون سا ایسا نظریہ ہے جس کے ذریعہ دین کو سنگ کرنے کی کوشش نہ کی گئی ہو مگر وہ جو کہا گیا ہے کہ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے کے بمقدار ہر دور میں مان گمراہ کن خیالات کے استیصال کیلئے لوگ پیدا ہوتے رہے اور یہی حدیث قدسی کا منہوم ہے۔ ان اللہ یبعث الخ بیٹک۔ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے

اخیر میں ایک رہنمائے کامل بھی تھا ہے جو قوم کو دین کی اصل حقیقت سے روشناس فرماتا ہے۔ موجودہ صدی میں جن روح فرسا خیالات کا اظہار کیا گیا اس سے نہ تو خدا کے واحد کی ذات پر کج نہ سکی نہ انبیاء و مرسلین کی عظمت محفوظ رہ سکی اور نہ قومی اہل کرام سے لیکر ائمہ مجتہدین و تبع تابعین کی حرمت برقرار رہ سکی۔ اور کیونٹ ہو انگریز گورنمنٹ کی پاسداری بھی تو ضروری تھی ورنہ ان کے ظلم و ستم کا نشانہ کون بنتا۔ چنانچہ تذکرۃ الرشید کے مصنف انگریزوں کی غلامی پر کس قدر نازاں ہیں اس کو خود ہی تحریر فرماتے ہیں: ”جب میں حقیقت میں سرکار (برٹش) کا فرما بردار ہوں ان جھوٹے سے میرا بال بچا نہیں ہو سکتا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔“ حصہ اول ص ۸۰ اور کہاں بواہوسی کا یہ عالم کہ جس کا نام محمد یا علی دہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان)

موجودہ صدی کے نئے نئے رنگ و روپ میں رونما ہوئے اس کی بھی مختصر فہرست ملاحظہ فرمائیں اور مظلوم احمد رضا کی الوداعی کی داد دیجئے جس نے ہر ایک کو باطن کا منہ کالا کر کے رکھ دیا۔

موجودہ عقائد باطلہ

- ۱۔ اللہ تعالیٰ چہت زماں و مکاں سے پاک نہیں۔
- ۲۔ اللہ تعالیٰ کذب اور دوسرے نقائص پر قادر ہے۔
- ۳۔ بلکہ اللہ جھوٹ بول بھی چکا۔
- ۴۔ نبی کی حیثیت گاؤں کے چودھری اور زمیندار کی ہے۔ (تقویۃ الایمان)
- ۵۔ انبیاء علیہم السلام کی عظمت کو گھٹانا اور بھائی بنانا۔
- ۶۔ خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل ممکن ہے (براہین قاطعہ)
- ۷۔ رسول اللہ کا خیال نماز میں لانا اپنے گائے اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر تھا بدتر ہے۔ (رسالہ یک روزی)
- ۸۔ اللہ تعالیٰ کے علم کو مشیت پر موقوف رکھنا۔
- ۹۔ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان)
- ۱۰۔ اپنے شیخ و پیر کو خدا کے قدموں کا جلیس بنانا کہ شیخ الاسلام نمبر ۱۱۔ شرک و غیر شرک کفر و ایمان حرام و حلال مختلف الاحکام مسائل کا ہر در زبان ایک ہی حکم بتانا۔
- ۱۲۔ رسول اکرم کے زمانہ اقدس اور بعد میں بھی کسی نبی کے آنے سے خاتمیت محمدی میں فرق نہ آنا۔ (براہین قاطعہ)
- ۱۳۔ شیطان کے علم کو نبی اکرم کے علم سے بڑھانا۔ (براہین قاطعہ)

- ۱۴۔ رسول اللہ کے علم کو زبیل چیزوں سے تشبیہ دینا (حفظ الایمان)
- ۱۵۔ اپنی نبوت کا دعویٰ کرنا۔
- ۱۶۔ عمل میں امتی کا نبی سے بڑھ جانا۔
- ۱۷۔ انبیاء علیہم السلام کے معجزوں کو سحر سیم یا معجزہ شق البقر کا انکار کرنا یا فرضی واقعہ بتانا۔
- ۱۸۔ حضرت عیسیٰ پر شیطانی الہام بتانا۔
- ۱۹۔ اپنی جھوٹی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے انبیاء کرام کو جھوٹا بتانا۔
- ۲۰۔ صرف لا الہ الا اللہ پر مدار نجات رکھنا۔
- ۲۱۔ اپنی رائے سے غلط تفسیر کرنا۔
- ۲۲۔ ائمہ فقہ سے مسلمانوں کو آزاد کر کے اپنے فقہ کو ان پر مسلط کرنا۔
- ۲۳۔ میلاد پاک کو کنہیا کا جہنم کہنا۔ (براہین قاطعہ مصنفہ خلیل احمد انیسوی)
- ۲۴۔ حضرت عیسیٰ کو جاہل چرچہ سے تشبیہ دینا نیز ان سے بہتر لینے کو بتانا۔
- ۲۵۔ بزرگوار امیر المومنین اور امام حسین کو لالچی و ناحق بتانا وغیرہ وغیرہ (نحوذ باللہ من ذالک)

ذرا غور فرمائیے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ظلم و طغیان کا ایک سیلاب بلا ہے۔ اور حق کا متلاشی اپنے دامن کو بچانے کیلئے کشاں کشاں پھرتے نکلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مگر امام احمد رضا کی ذات جو عالم کے لئے اس صدی میں ایک مجدد کی حیثیت سے رہبر بن کر آئی تھی۔ اور جس کو پورے عالم کا ذمہ دار بننا تھا وہ کب تک اس طوفان عظیم کو دیکھتا رہتا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے ہر ایک جھوٹے ہوئے تباہ کن جہنم کو بند کرنے کی کوشش کی۔ حوادث کی گرہ تیز سے تیز تر ہوتی گئی۔ مگر وہ اپنی جگہ مطمئن ہر ایک کا دندان شکن جواب دیتا رہا۔ آج جس کی بنا پر اس صدی میں اس کی بالغ نظری اور اس کے حسن تدبیر کا ہر ایک کو احساس ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ صرف رد لینے سے قوموں کے نہیں پھرتے ہیں دنیا اشک سامانی بھی ہو جہتے ہوئے پانی کے ساتھ حقائق و معلومات کی روشنی میں اگر ناضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی تصنیفات کو شہار یا جائے یا آپ کے مسلک سے تقویری دیر کے لئے صرف نظر کر لیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اپنے ایمان و اسلام کی سلامتی کا کوئی راستہ ہی نہیں ملتا۔ وہ کون سا ایسا شعبہ ہے جس پر آپ کے اقوال پر چھائیاں نہیں پڑتیں۔ لیکن ہم بھائے اس کے کہ ان کے ان تبرکات کو جو اپنے بعد بطور امانت آپ نے چھوڑا اسے منظر عام پر لاتے اس کی یاد سے ہی غافل ہوتے جا رہے ہیں۔ میری اس تحریر کا مقصد یہ نہیں ہے۔

کہ میں آپ کو آپ کی بے حسی کی داد دوں نہیں بلکہ اس نیلگوں شامیا نے کے اندر آپ کے جلتے ہوئے احساس کو کپڑا نہ قصود ہے۔ کون نہیں جانتا کہ مسلک و ملت کے لحاظ سے ہم سواد اعظم اہلسنت و جماعت کے افراد ہیں جس کی حقانیت پر آفتاب نصف النہار کی طرح ہمیں یقین ہے لیکن اسکے باوجود بھی ملک میں لاکھوں کی تعداد میں بکھرے ہوئے اپنے معتقدات و نظریات کی سلامتی کا کوئی راستہ نہیں دیکھ رہے ہیں۔ آج اخبار بھی ہم پر طعنہ زن ہیں کہ جس احمد رضا کے شیدائی اپنے کو سنگ بارگاہ صنوی کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں ان کے مرکز کی بے رونق پرشام غریباں کو بھی حسرت ہے۔ اور یہ بھی ہے جس محسن اعظم کے خوشہ چینیوں میں شمار ہونا ہم باعث سعادت جانتے ہیں اس کی فراموشی کئے ہمارا ایک ایک عمل گواہ ہے۔

ہم کو کرنا کیا تھا امام اہلسنت رضی اللہ عنہ کے پردہ فرمانے کے بعد آپ کے مسلکی اشاعت کے صرف دو طریقہ رہ گئے تھے۔ ایک تو دعوۃ و تقریر کے ذریعے آپ کے فرامین کو عام کیا جاتا۔ دوسرا آپ کی تصنیفات جلد سے جلد منظر عام پر لانے کی کوشش کی جاتی مگر ان دونوں طریقہ کار سے ہم گویا نابالغ نظر آ رہے ہیں اور اس کے سب سے بڑے بھرم وہ حضرات کہلاتے ہیں جن کے پاس یا جھکے ذمہ آپ کی تصنیفات کے مسودے اور مسیضے تھے۔ رہ گیا تقریر کی بدولت تو آج کے مقررین حضرات کا جو انداز مخاطب ہے وہ بھی اظہر من الشمس ہے۔

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی

برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی

ہاں مسودے حضرات یقیناً اس دور میں اب بھی موجود ہیں جو اب بھی تقریر و تحریر میں اس رہبر کامل مجدد مائۃ حاضرہ کے جذبات کی توضیح فرماتے ہیں موجودہ حضرات سے پیشتر بیگانہ عصر شریعہ اہلسنت رضی اللہ عنہ کا نام نامی اسم گرامی خاص کر قابل ذکر ہے۔ بہر حال اس وقت جو بھی تبلیغ کا ذریعہ ہمارے پاس ہے وہ لے دے کر تقریر ہے جس کے ذریعہ کچھ نہ کچھ خدمات ہو رہی ہیں۔ تحریری اشاعت کی جو کمی ہمارے پاس ہے اس کی کمی وقت کی ایک دردناک خلش ہے۔ ہماری انہیں کمزوریوں کو دیکھ کر باطل بھر خندہ زن ہیں کہ جنکی تعریف کے قلابے زمین سے آسمان تک لگائے جاتے ہیں ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ ابھی تازہ ترین خبر ہے کہ دیوبندی مسلک کے ایک نے کھلاڑی عبداللہ کھوجپوری میں جو شہر بلوچستان میں ہے کو بڑے علم خویش صدر مدرس ثابت کرتے ہیں انہوں نے ۱۹۶۰ء میں اجیر علی کا ایک سفر کیا تھا موصوف فرماتے ہیں میرے سفر کا منشا صرف یہ تھا کہ ہند کے طول و عرض میں

ان مزارات کی زیارت کروں جنکی بانی لوگ بہ ہزار عقیدت و محبت جھکتے ہیں۔ سفر کے دوران انہوں نے بریلی شریف مجدد اعظم امام اہلسنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ قدس پر بھی حاضری دی۔ اس سفر اجیر میں ان کی کیا غرض شامل تھی اس کو وہ خود ہی تحریر کرتے ہیں۔

آستانہ بریلی میری دیرینہ خواہش تھی کہ میں فاضل بریلوی احمد رضا صاحب کے مزار کو بچشم خود دیکھتا جن کی عظمتیں ان کے مستقرین عرش معلیٰ سے بلند و بالا تلاتے ہیں اور خطابات کو کچھ اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ امام الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بھی خوباں ان کی عظمت کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے حالانکہ ان کا مقام تصنیف و تالیف میں تقریر و تحریر میں خطابت و ولایت میں ہندوستان کی ہر جماعت کی صاحب نظر واضح ہے۔ (مزاروں کی جھلکیاں ص ۳)

• بہر حال میں دیرینہ خواہش کی تکمیل کیلئے احمد رضا کے مزار پر پہنچا جو مدہ تو اگر ان میں واقع ہے۔ راستے میں کچھ لوگوں کو طنز آمیز فقرہ استعمال کرتے ہوئے سنا۔ کہتے تھے یہ قبر پرست۔ بت پرست لوگ ہیں۔ قبر کی پرستش اور اعلیٰ حضرت کی حضوری میں تشریف لے جاتے ہیں۔ میری گردن شرم و ندامت میں جھک گئی۔ میں درطہ حیرت میں پڑ گیا سوچنے لگا یہ تو وہ مقام ہے جہاں سے جو وہ صدی کا نبی مجددین مصطفوی سے علیحدہ ایک نیا دین لے کر اٹھا اور اور اس مقام کو مرکزی حیثیت دے کر اس دین کی اشاعت میں اپنے شب و روز صرف کرتا رہا آخر یہ کیا طرزہ تماشا ہے کہ یہاں کے باشندے اس دین کے پیغام سے متاثر نظر نہیں آتے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں۔

• ایک غیر معروف شخص سے جو بریلی کا رہنے والا تھا وہ بھی ساتھ ہو گیا اور اس نے نہایت صفائی کے ساتھ بتلایا کہ یہاں کے باشندے نوے فیصد اس نئے دین اور مجدد سے سخت نفرت کرتے ہیں۔ اور ان کا پیغام خود بریلی میں صدا بصر ثابت ہوا۔

• جناب احمد رضا خاں صاحب کا مزار ان کے رہائشی مکان اور خانقاہ کے اندر ہے۔ یہ جگہ بہ نسبت دوسری درگاہوں کے بہت مختصر اور چھوٹی ہے دھندلی دھندلی روشنی پڑتی ہے۔ نہ مکمل روشنی ہے نہ تاریکی۔ مجھے انتہائی یکسی اور دیرانگی کا احساس ہوا۔ دوسرے مزاروں پر ناجائز ہیسی مگر ٹوٹی دیکھی۔ لوگوں کی گھم گھمی نظریں۔ مگر یہاں اس کے برعکس معاملہ نظر آیا۔ ممکن ہے کہ ایام عرس میں وہ صورت پیدا ہو جاتی ہو لیکن اس وقت تو وہ ایک بے بسی کا مزار ہی تھا۔ اس کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی۔ وہ منظر ایک معمر بن کر رہ گیا۔ آخر اتنی بے رونق اور بے بسی کیوں ہے۔ اب غور کرتا ہوں تو مختلف

آگے بکھتے ہیں۔

• ایک حصہ میں کتب خانہ رضویہ ہے جلی حروف میں لکھا ہوا تھا۔ اندر تین چار لکڑیوں کی الماریاں تھیں۔ وہ جگہ اتنی چھوٹی تھی کہ اسکے علاوہ اور الماریاں رکھی نہیں جاسکتی تھیں۔ لیکن ان الماریوں میں بھی کتابیں نہیں تھیں۔ صرف ایک الماری میں کتابیں نظر آئیں اور دوسری تمام خالی پڑی تھیں۔

• مجھے تعجب ہوا کہ یہی کتب خانہ ہے جس کی شہرت خدستان بھرس پھیلی ہوئی ہے۔

• میں نے تو خان صاحب کی چند مشہور کتابیں طلب کیں تو مجھے یہی جواب ملا کہ اس وقت زیر طبع ہیں۔ یہ حسن اتفاق ہی ہے کہ جو کتابیں طلب کیں وہ سب کی سب زیر طبع تھیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات نے مجھ سے کوئی حیلہ نہیں کیا بلکہ ان کے پاس واقعی کتابیں نہیں تھیں۔

• اس سے متصل ایک چھوٹا سا کمرہ نظر آیا جس پر جلی حروف میں لکھا تھا دارالافتاء یہ وہ جگہ ہے جہاں سے خدستان اور بیرون خدستان میں فتویٰ جاری کئے جاتے ہیں۔ لیکن میں نے فتوؤں کیلئے جن چیزوں کی ضرورت محسوس کی نہیں دیکھی نہ میں نے کتابوں کا ذخیرہ ہی دیکھا جس پر افتاء کی بنیاد ہوتی ہے سوائے چند چھوٹی کتابوں کے۔ نہ اس میں کوئی موجود تھا۔ جس سے اس کی حقیقت دریافت کی جاسکے۔ اور نہ میں نے اس کی صورت حال دیکھ کر اس کی اہمیت ہی محسوس کی کہ اس پر توجہ دوں۔

• گلی میں ایک کپڑے کا بورڈ لگا ہوا دیکھا جس پر لکھا ہوا تھا "برقی بقیہ مشین" خریدنے میں ہماری مدد فرمائیے ایسا محسوس ہوا کہ اب تک یہ فضا کی اشاعت کیلئے اپنے وسائل مہیا نہ ہو سکے تھے جو منظر عام پر نظر آتا ہے وہ دوسروں کی رہنمائی ہے۔ (صفحہ ۲۵)

مذکورہ بالا اقتباسات میں بھوجپوری صاحب نے جس کذب و دروغ گوئی کا اظہار کیا ہے یہ انہیں کو زیل ہے۔ ایک غیر مانوس چیز کو قوم کے سامنے پیش کرتے تو شاید لوگ مان بھی جلتے مگر جس نے بریلی کے کوچوں کو شب روز دیکھا ہو وہ کب کسی ٹری مار کے پچھلے میں آسکتا ہے۔ کتابوں کے بائے میں جس حقیقت کا مصنف صاحب نے کیا ہے واقعی بظاہر ایسا ہی معلوم ہو رہا ہے مگر اعلیٰ حضرت کی تصانیف کا مشاہدہ کرنا ہے تو آستانہ مبارکہ کے ادراپر اندروالی عمارت کا مشاہدہ کرے۔ نیز مرشد برجی حضرت مفتی اعظم خد کے دولت کدہ پر جائے اور اندر دیکھ کہ کیسے کیسے نادر و نایاب ذخیرے دیکھنے میں آتے ہیں واللہ العظیم۔ میری نگاہوں نے ایسی ایسی کتابوں کو دیکھا ہے کہ اگر وہ اشاعت پذیر ہو کر منظر عام پر آجائیں تو زمانہ

آج بھی امام احمد رضا کو غزالی دوراں اور فہیدہ وقت کہنے پر مجبور ہو گا۔ بھوجپوری صاحب نے لکھا ہے کہ بریلی کے نوے فیصد آبادی اس نے دین اور مجدد دونوں سے نفرت کرتے ہیں مگر عقل و ہوش کے دائرے میں جائزہ دیتے ہوئے اور آج بھی کسی کو تعصب کی عینک نہ دیکھنا ہو تو بریلی ہی نہیں اطراف و جوانب میں بھی اہلسنت و جماعت اور آپ کے مسلک دلت کی دھوم مچتی ہے۔

• کیوں رضا آج گلی سونی ہے
اکھڑے دھوم مچانے والے

بریلی شریف لاکھوں کی آبادی میں کوئی ایسا دن نہیں ہے جہاں پر صلوٰۃ و سلام کی صدائیں اور مسلک کی ترجمانی ہوتی ہو۔

• وہ کوئی اور جوں کے سیر ساصل دیکھنے والے

ہاں اگر آپ کے نزدیک اسلام اسکو کہتے ہیں کہ جب تک اپنے عقیدے کی تہا ب نہ پڑ جائے تب تک اپنے معتقدات کو چھپا کر نیا زونا نہ کرتے جاؤ جیسا کہ کانپور میں تھانوی صاحب نے کیا تھا۔

ہاں اگر آپ کے نزدیک اسلام و ایمان اسی کو کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ کی بجائے اشرف علی رسول اللہ کہا جائے۔ ہاں اگر آپ کے نزدیک اسلام و ایمان اس کا نام ہے کہ قوم کو دھوکہ دینے کیلئے نماز و روزہ کی آڑے کر عقائد کفریہ کو ترجیح دی جائے تو اس قسم کی منافقت و منافرت سے بریلی شریف واقعی پاک و صاف ہے۔ اگر آپ کے نزدیک مزارات پر حاضری و دینی قبر پرستی و بت پرستی ہے تو فتویٰ نگاریے مولوی قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند پر جو رڑکی (تحصیل سہارنپور) سے پیدل ننگے پاؤں حضرت صاحب کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر جاتے تھے۔

(سورنم قاسم جلد دوم صفحہ ۳۷ مولانا مناظر احسن گیلانی)

اگر مزارات کی حاضری نا جائز دنا روا ہے تو سو سالہ رسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں مولوی قاسم ناظم جمعیت العلماء اور مولوی ابوالوفا شاہ بھانپوری کو داد دے دیجئے جو ہر سال بہراکچ میں جاتے ہی نہیں تھے بلکہ چادر پوشی و دیگر رسومات کی ادائیگی بھی ان کے دست نازک ہوتی تھی۔ (تجلی دیوبند ص ۶۱)

بہر حال! بات کہاں سے کہاں آگئی۔ میں کہہ رہا تھا کہ آج اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہمارا کیا عالم ہے؟ میں نے اپنے نظریات آپ کے سامنے رکھ دیا ہے کہ حقیقت میں اگرچہ ہم حق پر ہیں مگر ظاہر آ بھی ہر قوم و جماعت کے کچھ اسلحے ہوتے ہیں جس کے ذریعہ وہ دشمنوں کی ہزار ہا ہزار فوجوں کو جنگیوں میں سل سکتی ہے۔

شیخ الاسلام سید مدنی میا کو مولیٰ تعالیٰ حیات خضر
عطا فرمائے

امیدوار کرم

بابو بھائی اشرفی ٹاؤن والے

بڑا پورہ نیا دلیسہ بناس کا ٹھکانا

گجرات

سکی اعتبار سے یقیناً ہم راست پر ہیں لیکن عمارتی اور تنظیمی لحاظ سے کیا ہمارا
یہی نصب العین ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب حوادثات زمانہ کی چنگاریاں
اثر انداز ہوتی ہیں تو ان کا نقصان کھینچ لیتے ہیں۔ زور دار افراد کے ذریعہ
رہنمائی پاش کرتے ہیں مگر عمل کیلئے اسی منزل دیران کی طرف دیکھتے
ہیں جہاں سے یہ سزا جوش و تمنا اٹھتے تھے۔ آج احمد رضا مظلوم
اس لئے مظلوم کہ اس نے اپنے زور قلم سے جن فتنوں کو سہارا کر دیا تھا آئے
دن اس کی شرانگیزیوں پھر ابھر رہی ہیں تو کیا ہمارا جذبہ ملی یہی ہے کہ ہم ساحل
پر بیٹھ کر اپنے عظیم محسن کے دُوبتے سفینے کو نذر رکھیں کر دیں۔ اس کے لئے
ضرورت ہے کہ ان کے منتشر باروں کو یک جا کریں اور دنیا کے سامنے
پھر اس کی صدائے غیبی کو اکبار پیش کر دیں جس نے اس جود ہوں صدی کے
جوش ربا دور میں اپنے عیش و آرام کو بھینٹ چڑھا کر امت کے لئے ایک
مشعل راہ ایک شمع فرزوں، ایک شمع ہدایت روشن کر دیا تھا خدا ہمارے
دلوں کو اس عظیم محسن کی بارگاہ سے وابستہ رکھے۔

تیرہ بھیگی ہوئی پلوں کے کنار
کیا مراد دہلے یاد آیا۔

امام احمد رضا نمبر اور کانفرنس پر اطمینان اور سنی لیگ کا

ہم دل کی گہرائیوں سے شکر یہ ادا کرتے ہیں

کیوں رضا آج نگلی سونی ہے
اٹھ مرے دھوم مچانے والے

نیو پیائیونیئر اسٹور

اعلیٰ ترین اشیاء کا جنرل اسٹور

ڈاکٹر ڈیویو زاروڈ۔ دادر، ممبئی ۲۸۔ فون: ۲۵۱۴۴۴

ماہنامہ اطمینان ممبئی

۴۴۲

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھائے ہیں

شعروادب

- (۱) امام احمد رضا کی عربی شاعری
- (۲) امام احمد رضا کی اردو اور فارسی شاعری
- (۳) امام احمد رضا کی مذہبی شاعری میں صداقت کے غماز
- (۴) امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری
- (۵) امام احمد رضا اور نعت رسول
- (۶) امام احمد رضا بحیثیت شاعر
- (۷) دیوان رضا عرفان و وجدان کا قاسم
- (۸) امام احمد رضا اور اصناف سخن
- (۹) امام احمد رضا و اصف شاہ ہدی
- (۱۰) امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری پر ایک نظر
- (۱۱) امام احمد رضا کی شاعری تحقیق کے آئینے میں
- (۱۲) امام احمد رضا ایک مکمل شاعر
- (۱۳) امام احمد رضا اور اردو ادب
- (۱۴) امام احمد رضا کی نعت گوئی
- (۱۵) امام احمد رضا امام شعر و سخن
- (۱۶) امام احمد رضا کا ذوق سخن

عشر نبی شاعری

ڈاکٹر حامد علی خاں، لیکچرار شعبہ عربی، علیگرہ مسلم یونیورسٹی

محترم ڈاکٹر حامد علی خاں صاحب ایم اے پی ایچ ڈی مسلم یونیورسٹی علیگرہ میں شعبہ عربی کے لکچرر ہیں۔ تحقیق و تلاش کیلئے آپ نے اپنے کو وقف کر دیا ہے۔ امام احمد رضا بنو علیؒ آپ نے جس انداز میں حوصلہ افزائی فرمائی اور خورد نوازی کا ثبوت دیا۔ ہم بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ موصوف کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ تحقیقی مقالہ پیش خدمت ہے۔ (ایڈیٹر)

عباسی عہدِ خلافت کے مشہور و معروف شاعر ابو تمام نے خلیفہ مستقیم

بالشک مدح سرائ کرتے ہوئے کہا تھا:

هُوَ الْبَحْرُ سَيْنُ أَيْتِ السَّوَابِجِ لَتَقْبَلَهُ

فَلَجَّتْهُ الْمَعْرُوفُ وَالْجَوْذُ مَسَاحِلُهُ

(اے مخاطب! ممدوح کے پاس جس جانب سے بھی تو پہنچے، اے سمندر کی مانند اپنے گہر کی گہرائی احسان و بھلائی ہے اور بخشش اس کا معاملہ ہے) شاعر نے ممدوح کی سرفرازی کی تعریف کرتے ہوئے یہ شعر کہا ہے۔ اگر اس شعر میں یہ تقرن کر دیا جائے کہ "وَالْجَوْذُ مَسَاحِلُهُ" کی جگہ "وَالْعِلْمُ مَسَاحِلُهُ" یعنی علم اس کا معاملہ ہے پڑھا جائے تو امام احمد رضا اس شعر کا صحیح مصداق قرار پائیں گے۔ آپ ہی جیسی ستودہ صفات سے متصف انسان کے لئے بجا طور پر شاعر مشرق علامہ اقبال کا یہ شعر پڑھا جاسکتا ہے۔

ہزاروں سال زنگیں اپنی بے لوری یہ روتی ہے

بڑی مشک سے بوتل ہے چین میں دیدہ درپیدا

آپ اپنی متنوع حیثیات میں منفرد تھے اور آپ کی شخصیت کو صفات حسنہ کی جامع شخصیت کہا جاسکتا ہے لہذا آپ کے بارے میں خامہ فرسائی کرنے کا ارادہ کوئی معمولی کام نہیں۔ اگر آپ کے حالات زندگی، مشاغل حیات اور عملی کارناموں وغیرہ پر کوئی اکیڈمی گن کے ساتھ کام کرے تو تحقیق کا کچھ حق ادا ہر سکے "مرکزی مجلس رضا لاہور" سے توقع ہے کہ اس کے ذریعہ تمام کام کا آغاز ہو چکا ہے اور خدائے جاہل و مستقبل میں منظم طریقے سے کام ہو جائے گا۔ آپ کے عقیدہ مند، حلقہ طریقت کے ارادتمند آپ کے مسلک کے علمبردار، آپ کے متوسلین و خوشہ چین اور آپ سے وابستگان برابر

لکھتے رہے ہیں اور یقین ہے کہ رتبہ نیا تک لکھتے رہیں گے اور لکھنے والوں کے لئے نئے نئے موضوعات پر مواد فراہم رہے گا۔ درحقیقت ممدوح ایک وقت بہت سی خوبیوں کے حامل تھے۔ آپ نے ایک طرف ظاہری علوم کی ترویج و اشاعت کر کے چہالت کو دور کرنے کی کوشش کی تو دوسری طرف شیعہ عرفان کو فروزاں کر کے مسندِ ارشاد کو زینت بخشی اور اندر کی ضلالت و کدورت کے زنگ کو نائل کر کے قلب کو روحانیت کے نور سے منور کیا۔ آپ رشد و ہدایت میں بے مثال اور علم و فضل میں بے بدل تھے۔ اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں کے انشا پرداز، خطیب، داعی، حق گو، مستحکم، مناظر، مفسر، محدث، فقیہ، مصنف اور مؤلف تھے۔ راقم کو اعتراف ہے کہ آپ جیسے محقق و مدقق کے کسی گوشہ حیات کے بارے میں تکمیل کی حد تک لکھنا ممکن نہیں البتہ راقم نے ہندوستان میں عربی شاعری پر تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈاکٹر طریٹ کی فیکس کر دی ہے اور دثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ عربی زبان میں علامہ کی شعر گوئی کے سلسلے میں ابھی تک کسی نے کچھ نہیں لکھا ہے۔ اس مضمون کے عنوان سے ظاہر ہے کہ راقم اپنی بے بضاعتی و کم مائیگی کے باوجود علامہ کی صرف اس ایک حیثیت کو قارئین کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرے گا اور معذرت کے ساتھ بطور تبرک علامہ کے سوانح حیات نہایت اختصار سے تحریر کرنے پر اکتفا کرے گا۔

امام احمد رضا بروز شنبہ ۱۰ شوال ۱۳۵۱ھ مطابق ۳۱ جون ۱۹۳۲ء بلونت نگر بریلی میں متولد ہوئے۔ آپ نسلاً پٹھان، مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے۔ آپ کا نام "محمد" رکھا گیا۔ تاریخی نام "المختار" (۱۲۷۲ھ) ہے لیکن بلند پایہ عالم اور صاحبِ دل جدِ امجد مولانا رضا علی خاں متوفی ۱۲۷۲ھ نے "احمد رضا" تجویز کیا۔ خود آپ نے اپنے نام کے ساتھ "عبدالمصطفیٰ" کا اضافہ فرمایا اور بعد میں "فاضل بریلوی" کے لقب سے شہرت پائی۔ آپ نے چار سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کر کے مولانا مرزا غلام قادر علی بیگ سے عربی

کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں متوفی ۱۲۹۶ھ سے معقولات و منقولات کی تعلیم پائی اور تیرہ سال و سہ ماہ پانچ دن کی عمر میں اکتسابِ علوم سے فراغت پاکر ایشیائے اہم فریضہ کمپنی سے ہی انجام دینا شروع کیا۔ چند دن راسپور میں قیام کر کے مولانا عبدالغنی خاں صاحب ریاضی داں سے شرح جہنمی کے متعدد سبق پڑھے۔ فطری ذہانت و ذکاوت کے تحت خود آپ کی طبع سلیم نے بعض علوم و فنون میں رہنمائی کی لیکن بعض غیر دینی اور ناپسندیدہ علوم مثلاً فلسفہ وغیرہ کو خود ترک کر دیا اور بعض علوم مثلاً ہیئت، ہندسہ، نجوم اور فنونِ ریاضی وغیرہ سے توجہ محض تفریح طبع کے لئے تھی، علاوہ ازیں ان سے وقت کی تعیین و تعدیل میں مدد ملتی ہے اور صوم و صلاۃ و وقت کی افادیت و اہمیت ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔ آپ نے سنتِ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے ہوئے ۱۲۹۱ھ میں شیخ فضل حسین صاحب کی دختر نیک اختر ارشاد بیگم سے احکام شریعت کے مطابق شادی کی غلط رسوم و رواج سے یکسر اجتناب کر کے بطور نمونہ اہل اسلام کے لئے شادی کی سادہ تقریب کی بنیاد ڈالی۔ آپ کی پانچ صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے ہوئے دونوں صاحبزادے مولوی حامد رضا خاں متوفی ۱۳۶۲ھ و ۱۳۶۱ھ اور مولوی مصطفیٰ رضا خاں جلیل القدر عالم ہوئے۔ ماہِ جمادی الاولیٰ میں محمد سوم شاہ آلِ رسول ماہر دی سے شرفِ بیعت حاصل کر کے تمام سلاسلِ تصوف کی خلافت و اجازت اور حدیث کی سند حاصل کی۔

آپ ۱۲۹۵ھ میں پہلی بار الدین کی پہلی ہجرت ہوئے۔ حجاز مقدس پہنچے تو شیخ الاسلام علامہ سید احمد زین و علل مفتی شوانغ اور شیخ عبدالرحمان مفتی احناف مکتہ سے تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور دیگر علوم کی سند حاصل کی۔ مسجد حرم کے امام حضرت حسین جمال الدین شافعی آپ کی نورانی صورت دیکھ کر بے حد متاثر ہوئے اور اپنے لطف و کرم کا اظہار فرما کر آپ کو اپنے دولت گھر پر لے گئے۔ موصوف نے ضیانت کے پر خلوص فرائض ادا کرنے کے بعد صحیح سنیہ اور قادر یہ کی اجازت و سند سے نوازا اور آپ کا نام "ضیاء الدین احمد" رکھا۔ آپ نے دوسری بار ۱۳۲۳ھ میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ اس وقت ملکِ عرب کے علماء اور مشائخ کبار عموماً اور کم مکرّمہ و مدینہ منورہ کے فضلاء خصوصاً تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آئے۔ انہوں نے ظاہری علوم کے ساتھ روحانی فیض کا بھی استفادہ کیا۔ علامہ صالح کمال، شیخ الخطباء احمد ابو النخیر مکی، مفتی احناف مکتہ علامہ عبداللہ بن عباس بن ہدلیق اور محدث جلیل علامہ عبدالحق الہ آبادی ہاجر نے تبحر علمی کا اقرار کیا۔ آپ کے حسنِ انشا و طرزِ استدلال اور جامعیت کا بہت زیادہ تعریف و تحسین کی اور انکے مجدد جیسے عظیم الشان القاب سے یاد کیا۔ سرعتِ تحریر، تصنیف و تالیف اور وسعتِ علمی کی بنا پر مکتہ معظمہ کی مسجد حرام کے امام شیخ محمد صالح نے آپ کو "راوی المولفین" قرار دیا۔ امام المصنفین بحکم اقرار (یعنی اپنے دور کے مولفین کے سردار)

اور اپنے ہم عصر علماء و فضلاء کے مطابق مصنفین کے امام کے نام سے سرشار فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے فاضل بریلوی پر افلاک کی بارش فرمائی اور بیشمار نعمتوں سے نوازا۔ خدا نے آپ کو قوی حافظ اور ذہین رسا عطا فرمایا۔ نیز اپنے فضل و کرم سے اپنی عطا کردہ صلاحیتوں کو صحیح عمل پر لگانے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ اسے تائیدِ غیبی سے ہی تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ آپ اپنے وقت کے فاضلِ اجل اور جملہ علوم و فنون میں ماہر و کامل ہوئے۔ مروجہ علوم میں سے ہر علم میں آپ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ پھر آپ نے درس و تدریس کی طرف توجہ کی تو تشنگانِ علم کا ایک وسیع حلقہ آپ سے برابر سیراب ہوتا رہا۔ آپ نے صرف اس پر ہی بس نہیں کیا بلکہ ملک میں دیگر علمی مدارس کے قیام کا کامیاب ارادہ فرمایا اور اپنے تربیت یافتہ تلامذہ سے کام لیا۔ آپ کے نامور اور ارشد تلامذہ کی فہرست بھی بہت طویل ہے۔ باری تعالیٰ نے ظاہر کے ساتھ آپ کے باطن کو بھی آراستہ فرمایا لہذا زہد و ورع، حزم و احتیاط اور اخلاص و تقویٰ سے شرف فرمایا۔ آپ کے حلقہ جو مشن نیاز مندوں کی تعداد بھی ہزاروں سے متجاوز ہوئی، آپ کے خلفائے شام تھے اور نہ صرف ہندو پاک میں بلکہ حرمین شریفین تک میں پھیلے ہوئے تھے۔ آپ دوسری بار حج کو تشریف لے گئے تھے تو قیام حرمین کے دوران چند اکابرِ مملکت اسناد و اجازت عطا فرمائیں اور خاصی تعداد کو الپسی کے بعد اپنے وطنِ الف بریلی سے حسبِ وعدہ اسناد و اجازت ارسال فرمائیں۔ مزید براں خانی اکبر نے آپ کو دوسری صفاتِ حمیدہ سے سزین کیا۔ اگلے اس میں دورائیں نہیں ہیں کہ آپ خوش خصال، خوش مزاج، ذکی و ذہین، خلیق و متین، نجی و کریم، صاحبِ فہم و ادراک، صاحبِ بعبارت و بصیرت، صاحبِ کمالات، حاضر جواب، صاحبِ الرائے اور اوصافِ رذیلہ سے متنفر تھے۔ آپ کا زندگی کے جس پہلو پر نظر ڈال جائے، وہ قابلِ ستائش اور اپنی مثال آپ ہے۔ اس کا واحد سبب یہ ہے۔

ایں سعادتِ بزرگوار و فیست: "ما نبخش خدائے بخشنده
اللہ جلّ جلالہ کا آپ پر خاص انعام و اکرام تھا۔ اگر آپ کے دامن سے خشک حضرات کے لئے بطور مثال امام شافعی کا شعر درج کر دیا جائے تو مناسب مقام ہوگا۔
امام شافعی نے یہ شعر امام اعظم حضرت ابو حنیفہ کی مدح کرتے ہوئے لکھا تھا:
أَعِذُ ذِكْرُ نَعْمَانٍ لَّنَا بِإِثِّ ذِكْرِهِ
هُوَ الْمُسْتَكْمَلُ مَا كَرَزَتْهُ يَتَخَوَّعُ

(امام اعظم حضرت نعمان بن ثابت ابو حنیفہ کے ذکر کا اعادہ کر دو۔ آپ کا ذکر تو بلاشبہ اصلی مشک ہے لہذا تو جہدِ زیادہ ذکر کرے گا، اسی قدر زیادہ مشک کی خوشبو پھیلے گی، جو ہر گونہ نفاذ میں انفرادیت ہی آپ کو اعظم حضرت امام کے معزز نقب سے پکارے جلنے کے ضامن بنی۔

امام احمد رضا میں امتیازِ علم کی اصلاح کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۳۱۸ھ سے ندوۃ العلماء کے سرکردہ اور با اختیار اربابِ علم و عقد سے

اختلاف ہونے پر ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ قادیانیت کے بڑھتے ہوئے ملحدانہ اثرات کو روکنے کے لئے مؤثر تدابیر پر عمل پیرا ہوئے، فقہ تفسیلات کے انسداد میں سعی بلیغ فرمائی۔ تصوف کی غلط ترجمانی پر کاری ضرب لگائی، ترکیب تقلید کی عام دبا کا قلع قمع کیا، اختلافی مسائل میں دیوبندی علماء کو ترکیب ترکہ دندان شکن جوابات دئے اور تحریک خلافت کی غیر اسلامی روش پر بیابان کے ساتھ بے لاگ تنقید کی۔ آپ مسلمانوں کے ہمدرد و نمکسار، مخلص و مہی خواہ اور مصلح امت تھے۔ اصلاح امت کا بلند نصب العین ہر وقت آپ کے پیش نظر رہا خواہ آپ سفر میں ہوں یا حضر میں، چنانچہ حرمین شریفین میں دوسری مرتبہ حاضری کا موقع ملا تو دیار عرب میں مکان بھر اصلاح کی آخری کوشش کی یہاں تک کہ بدعتیہ کی کوشش کو دفع کیا۔

امام احمد رضا نہایت بلند رتبہ صاحب قلم تھے اور بے شک دشبہ اپنے عہد کے لائق صاحب تصنیف و تالیف تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ قوتِ حافظہ میں مسائل مستحضر تھے اور کسی موضوع پر مواد فراہم کرنے اور ترتیب دینے کی ضرورت درکار نہیں تھی جس موضوع پر قلم اٹھانے کا ارادہ کیا، متعلقہ مباحث کو ذہن میں مرتب کیا اور سرعت سے اپنی فرست کلام میں لاکر مستحضر و مرتب کو تحریر کا جامہ پہنا دیا۔ آپ کا زہد و نسیب، برجستہ تحریر اور تصنیفی استعداد کی اعلیٰ صلاحیت یہ تھی کہ آپ نے برسوں کا کام دزن میں اور سینوں کا کھنڈن میں بہ حسن اسلوب انجام دے کر فضائل و دقت کو انگشت بدندان کر دیا۔ یہ آپ کا علمی و روحانی تقویٰ ہی تھا کہ گیارہ برس کی عمر سے تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا اور اپنی تمام مصروفیات اور معمولات کے ساتھ ساتھ بچاؤ سے زیادہ مختلف موضوعات پر عربی، فارسی اور اردو میں اپنی ایک ہزار علمی یادگاروں کا عظیم الشان ذخیرہ چھوڑ کر ٹھیک نماز جمعہ کے وقت درجہ حرارتیں نشا پر تار پڑی ۲۰ صفر ۱۳۰۷ھ (مطابق ۸ اکتوبر ۱۹۱۷ء) اپنی حیاتِ مستطارتِ آخری کے حوالے کی اور عالمِ ناس سے عالمِ بقا کو رحلت فرمائی۔

(إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ)

عربی زبان کی مثل ہے: "والفضل ما شہدت یہ الا عداؤ" یعنی حقیقی فیضیت وہ ہے کہ جس کا دشمن گواہی دیں۔ مولانا سید عبداللہ صاحب ناظمِ مدرّسہ اعلیٰ لکھنؤ نے ہندوستانی علماء کا تذکرہ لکھا تو اختلافِ مسلک کے باوجود علامہ کے سوانحِ حیات تحریر کرنے میں ریاضتِ دل کے ساتھ حسبِ ذیل امور کو بھی بیان کیا:

"حجاز کے علماء سے فقہِ اہل علم کلام کے بعض مسائل میں آپ کا منکرہ ہوا اور آپ نے حرمین میں اقامت کے دوران چند رسائل لکھے۔ چند مسائلِ علمائے حرمین کو بغرض استغناء پیش کئے گئے تھے، آپ سلطان کے جوابات تحریر اور مجلس، کلمات اور توت استدلال پر دہان کے بڑے بڑے علماء بالکل حیران رہ گئے۔

آپ متبحر عالم، کثیر السالک اور وسیع معارف و اطلاعات کے حامل تھے، آپ کا نظم و دان و دان تھا۔ آپ کی فکر و سبب جزئیات کا احاطہ کرنے والی تھی۔ آپ کثیر الشیخ تھے۔ اور بعض سائنس نگاروں کی روایت کے مطابق تصانیف و رسائل کی تعداد پانچ سو

ہے۔ آپ کی سب سے زیادہ اہم اور عظیم الشان دوبارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل تصنیف "العیایا النبویہ فی افتادی الرضویہ" ہے۔ آپ مباحثہ و مناظرہ میں بلند مرتبہ تھے۔ جنفی فقہ اور اس کی جزئیات کے علم میں اپنے عہد میں نادر روزگار اور اپنی نظیر آپ تھے۔ اس دعویٰ پر آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ اور کفیل الفقہاء فی احکام قرطاس الدرایم" شاہد ہیں۔ مؤخر الذکر کتاب کو آپ نے مکہ مکرمہ کے دوران قیام ۱۳۲۳ھ میں تالیف کیا۔ آپ کو علومِ ریاضی، علمِ ہیئت، علمِ نجوم اور علمِ توحید میں کامل دستگاہ اور بہارت تھی۔ علمِ رمل اور علمِ جفر میں بھی آپ کو کافی دسترس حاصل تھی اور زیادہ تر علوم و فنون میں آپ کو خاصا دخل تھا۔ (۱)

امام احمد رضا نے نہ صرف عربی، فارسی اور اردو تین زبانوں میں شاعری کی بلکہ بعض فطین التزام کے ساتھ ہندی بھاشا کی آمیزش سے لکھیں۔ آپ کا تخلص رضا تھا۔ آپ کا نقیہ دیوان "حدائقِ بخشش" کے نام سے تین حصوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اور تین چارادیشی کل چکے ہیں جسے سوم کے فاضل مرتب نے صراحت کی ہے کہ آپ کا عربی دیوان گم گمایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے خلف رشید جناب مولانا مصطفیٰ رضا صاحب سے مراسلت کرنے پر مجھے آپ کا عربی کلام دستیاب نہیں ہو سکا۔ اور بعد ازاں بریلی جا کر شرفِ ملاقات حاصل کرنے بھی کلام نہ دیکھا جاسکا البتہ مولانا ظفر الدین احمد صاحب مرحوم نے اپنی تالیف "المجلد المعد لتالیفات المجدد" (مطبوعہ ضعیف، طبع ۱۳۲۸ھ) میں صراحت کی ہے کہ آپ کے دیوان میں پندرہ سولہ عربی و فارسی کے قصائد ہیں؛ یقیناً کہ آپ کے وصال تک عربی و فارسی کلام کا معتد بہ اضافہ ہوا ہو گا کیونکہ امر اظہر من الشمس ہے کہ علامہ رضا عشق رسول میں مستغرق و مرشار تھے لہذا یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ نے فخر موجودات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی لغت اور خداوند عالم کی حمد و ثناء میں وارداتِ قلبی کو نظم کا جامہ نہ پہنا یا ہو۔ اسی طرح خود اپنی زندگی اور مقربین و مخلصین کی زندگیوں کے اہم واقعات، حوادث اور تقاریر وغیرہ پر آپ نے مزور اشعار کہے ہوں گے۔ مجھے اب تک اپنی تلاش میں محبوبی طود پر تین سوزے عربی اشعار حسبِ ذیل کتب میں دستیاب ہو سکے ہیں۔

۱۔ آمال الابرار و آلام الاشرار: نامی ایک سو ستر اشعار کا دایہ قصیدہ و مطبوعہ منشیہ عظیم آباد (اس قصیدے کے مقاصد دنیا کی مذمت، آخرت کی طرف رغبت، بدعتِ ندوہ کی تباحث، عظیم آباد میں منعقد ہونے والے جلسہ اہل سنت کی تعریف اور واقعہ فساد کا بیان ہیں۔

۲۔ حدائقِ بخشش حصہ سوم مرتبہ مولانا محمد محبوب علی خاں قادری برکاتی رضوی

(۱) نزہۃ النواظر و بیحۃ المسامح والنواظر (مطبع دارۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن ۱۳۹۰ھ) ۸: ۳۸: ۴۱: ۴۲
(۲) حدائقِ بخشش ۸: ۳ (۳) حاشیہ صفحہ آئندہ پر

مجددی (اسٹیم پریس) ریاست نابھہ (سلاطین) کے مختلف صفحات میں سچن اسبوح
انوار ساطعہ، رجب السامی فی مایہ لایستوی دجہاد جوہانی المساحہ، رسالہ
النور والنورق لاسفار المار المطلق وغیرہ چند تصانیف سے مختلف موضوعات
پر ستر عربی اشعار۔

۳۔ مواقع النجوم ومطالع اہلہ الاسرار والعلوم۔ شیخ محی الدین ابن العربی
(مطبع گلزار حسینی، بمبئی) ۱۵۳-۱۶۰ پر تیرہ اشعار کا قطعہ تاریخ وفات اور
چالیس اشعار کا مرثیہ بردفات محمد اسماعیل قادری نقشبندی شاذلی۔

۴۔ الإجازہ فی ذکر الجہر مع الجارہ۔ مولانا محمد عمر الدین قادری ہزاروی (مطبع
مجتبائی، بمبئی ۱۳۵ھ) ۳۵ و ۳۶ پر نوادرجوبیس اشعار کے دو مرثیے بردفات
مولانا عبید اللہ مدرس اعلیٰ جامع مسجد بمبئی۔

۵۔ العسل المصفی فی عقائد ارباب سنہ المصطفیٰ۔ سید شاہ ابوالحسن
احمد نوری ملقب بہ میاں صاحب قادری (مطبع جماعت تجارت متفقہ اسلامیہ
میرٹھ ۱۳۹ھ) ۲۱-۲۲ پر تقریظ کے سولہ شعر۔

۶۔ سراج العوارف فی الوصایا والمعارف۔ میاں صاحب قادری (دکڑ پریس
بدایوں ۱۳۱۳ھ) ۱۲۳ و ۱۲۴ پر تقریظ کے گیارہ شعر۔
۷۔ تذکرہ علمائے اہل سنت۔ مولانا محمد احمد قادری (رزاقی پریس، کانپور) ۱۳۹۱ھ

۸۔ اپر گیارہ اشعار بردفات مولانا محمد عمر حیدر آبادی۔
۹۔ ماہنامہ "الرضا" د بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ) پاپروس بردفات پیر

محمد عبدالغنی۔

۹۔ تذکرہ مشاہیر کاکوروی۔ مولانا حافظ محمد علی حیدر کاکوروی (مطبع صبح المطابع
لکھنؤ ۱۳۹۴ھ) ۱۲۳ و ۱۲۴ پر چار اشعار کا قطعہ تاریخ بردفات مولانا گھم
محمد حبیب علی علوی کاکوروی۔

۱۰۔ ۱۔ محضرت کی شاعری پر ایک نظر۔ سید نور محمد قادری (جسارت پرنٹرز، لاہور
۱۳۹۵ھ) ۲۶ پر تین شعر بردفات حکیم محمد خواں دہلوی۔
۱۱۔ شارح بنارس۔ عبدالسلام نعمانی (مطبع ندوۃ المعارف، بنارس)
۹۱ پر دو شعر۔

کاش امام احمد رضا کا تمام عربی کلام پیش نظر ہوتا مگر انفس کہ محفوظ نہ
رہا تاہم مذکورہ بالا تحریر کردہ تفصیل سے واضح ہے کہ دستیاب شدہ کلام اللہ تعالیٰ کی
حمد و خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی لغت، گمراہ فرقوں مثلاً دہلیہ، پنجریہ اور ردافین
وغیرہ کی مذمت، حق کی اشاعت اور اصل حق ہونے والے علماء کی حیثیت، ان
کے ساہماے وفات، کتابوں کی تقریظوں اور ان کے منہ طاعت سے متعلق ہے۔
اس قدر کلام کو سامنے رکھتے ہوئے آپ کی شعر گوئی کے بارے میں بڑی حد تک وثوق
کے ساتھ رائے پسند قلم کی جا سکتی ہے اور کلام کے مختلف نمونے درج کئے جا
سکتے ہیں۔

علامہ رضا کی شاعری وہی تھی۔ شاعری میں آپ کو کسی کا لہجہ نہیں تھا۔ خلاق
عالم نے آپ کی طبیعت میں ایسی موزونیت و دینیت فرمائی تھی کہ آپ سخن نہیں

(صفحہ سابق کا حاشیہ) — (۳) یہ طویل عربی قصیدہ قاضی عبدالوہید خفنی فردوسی متوفی ۱۳۱۳ھ کے نام سے شائع ہوا مگر یہ حسب ذیل وجہ سے صحیح نہیں ہے:
۱۔ میں نے ریسرچ کے دوران موصوف کے صاحبزادے قاضی عبدالودود صاحب سے مراسلت کی اور مزید عربی کلام و سوانح حیات کو طلب کیا۔ قاضی صاحب نے
براہ علم نوازی والد بزرگوار کے مختصر حالات زندگی تحریر کرا کے ارسال فرمائے اور عربی کلام کے دستیاب ہونے پر استعجاب پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ یہ بھی بطور پر لکھا کہ انہیں
اپنے والد کے عربی گو شاعر ہونے کا علم نہیں تھا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ ان کے والد عربی زبان کے عالم نہیں تھے۔ عربی زبان کو بہت مولیٰ واقفیت تھی۔ اگر قاضی عبدالوہید صاحب
کو عربی کا عالم مان لیا جائے تو بھی یہ بات خلاف عقل اور بعید از قیاس ہے کہ ایسا قادر الکلام شخص جس کی ہر سکوت ٹوٹے تو وہ اس قدر طویل عربی قصیدہ لکھے اور اس کے
بعد عربی زبان میں شعر گوئی سے توبہ کر لے۔ قصیدہ پڑھنے سے پہلے کوئی شعر کہا اور نہ بعد میں یا کہا تو ایسا محض رکھا کہ کانون کاں پتاز چلا اور گھر والے بھی بے خبر رہے یا
کہا مگر اس مطبوعہ قصیدے کے علاوہ ضائع کر دیا۔ مولیٰ سمجھ رکھنے والا سمجھ اس طرح کے احتمالات کو قبول نہیں کر سکتا۔

۲۔ حدائق بخشش حصہ سوم ص ۸ پر صراحت ہے کہ مذکورہ بالا قصیدہ فاضل بریلوی کا تحسیر کردہ قصیدہ ہے۔
۳۔ پروفیسر مختار الدین احمد صاحب صدر شعبہ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے بھی نشان دہی کی ہے کہ یہ قصیدہ اعلیٰ حضرت کا لکھا ہوا ہے۔ موصوف کا یہ صراحت شک و شبہ سے
بالا تر ہے کیونکہ آپ کے والد ماجد مولانا فخر الدین احمد صاحب مرحوم اور فاضل بریلوی کے درمیان مخلصانہ و عقیدت مندانہ تعلقات تھے۔ باخبر حضرات سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ
مولانا موصوف فاضل بریلوی کے اطاعت شعار تلمیذ رشید قابل فخر عالم و فادار نیازمند، سعادت مند مرید خلیفہ مجاز پر خلوص مداح، لائق اعتماد، پسندیدہ مقرب، اراد
رموز کے واقف کار، علی کاموں میں ایک حد تک مشیر اور معین و مددگار، دست راست اور قوت بازو تھے لہذا پروفیسر مختار الدین احمد صاحب کی حیثیت اس
سلسلے میں اس مثل کے مطابق ہے "صاحب البیت ادرئی بما فیہ یعنی گھر کا مالک گھر کے اندر و فی حالات سے زیادہ باخبر ہو سکے ہیں پروفیسر موصوف کی اس رہنمائی اور علی تعاون و
ہمدردی کا یہ صمیم قلب ممنون ہوں) — ۴۔ کلام کا انداز اور مضمون اس امر کی واضح دلیل ہے کہ یہ فاضل بریلوی کا کلام ہے۔

سے باخبر ہونے کی خاطر عربی اشعار کا ترجمہ بڑی حد تک با محاورہ اردو میں کیا گیا ہے۔ ترجمہ پڑھنے سے قدیم پرکم از کم یہ امر بھی عیاں ہو جائے گا کہ آپ نے عربی کلام میں درحقیقت کوزے میں دریا کو سمویا ہے۔

امام احمد رضا کے ایک خلیفہ اجل مولانا شیخ منیر الدین مدنی نے مولانا حافظ احسان صاحب اگوا لالہ سے بیان فرمایا: ایک مرتبہ مصر کے فاضل ترین علمائے کرام کے اجتماع میں میں نے اعلیٰ حضرت کا درجہ ذیل عربی قصیدہ پڑھا تو انہوں نے بیک زبان کہا کہ یہ قصیدہ کسی فصیح اللسان عربی النسل عالم دین کا لکھا ہوا ہے۔ میں نے بتایا کہ اس قصیدہ کے لکھنے والے مولانا احمد رضا خاں بریلوی ہیں جو عربی نہیں بلکہ بلوچی ہیں۔ علمائے مصر حیرت کے سمندر میں ڈوب گئے کہ وہ بلوچی ہو کر عربی میں اتنے ماہر ہیں۔ اس قصیدے کے ابتدائی اشعار یہ ہیں (۱)

الْحَمْدُ لِلْمُتَّوَحِّدِ بِجَلَالِهِ الْمُتَفَرِّدِ

خدائے یکتا کی حمد و ثنا ہے۔ وہ اپنے جلال میں یکہ و یگانہ ہے

وَصَلَوْتُهُ دَوَّامًا عَلَى خَيْرِ الْأَنَامِ مُحَمَّدٍ

تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ انسان سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا کی رحمت ہمیشہ نازل ہوتی رہے۔

وَالْأَلِ وَالْأَهْوَابِ هُمْ مَا وَآيَ عِنْدَ الشَّدَائِدِ

اللہ کی رحمت آپ کی اولاد اور ساتھیوں پر برابر نازل ہوتی رہے۔ مصائب و تکالیف کے وقت ال و اصحاب میسر و ملجا و مادی ہیں۔

قَالِي الْعَظِيمِ تَوَسَّلِي بِكَتَابِهِ وَبِأَحْمَدِ

(اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کی کتاب (قرآن مجید) اور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میرا وسیلہ ہیں)

وَبِمَنْ أَتَى بِكَلَامِهِ وَبِمَنْ هَدَى وَبِمَنْ هَدَى

بارگاہ الہی میں وہ میرا وسیلہ ہیں جو اللہ کے کلام کو لائے، جنہوں نے راہِ راست کی طرف رہنمائی کی اور جن کے ذریعے مخلوق کی ہدایت ہوئی یعنی شہنشاہِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

وَبِطَيْبَةِ وَبِمَنْ حَوْثِ وَبِمَنْ بَرٍّ وَبِمَنْ حَسْبِ

(میں مدینہ طیبہ، ہاجرین و انصار، منبر سرکارِ ابد قرار اور مسجد نبوی کے وسیلے سے اللہ کے تقرب کا طالب ہوں)

وَبِكُلِّ مَنْ وَجَدَ الرِّضَا مِنْ عِنْدِ رَبِّ وَاحِدِ

اور ہر ایسے برگزیدہ انسان سے متوسل ہے جو اپنے پروردگار کا جانب سے خوشنودی پا چکا ہے

(۱) فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں۔ ڈاکٹر محمد سعید احمد (جارت پریٹرز

لاہور ۱۳۹۴ھ) طبع دوم، ۱۹۶۱ء

حدائقِ بخشش حصہ سوم ۱۲۱

سخنِ سنجی اور سخن گوئی میں اپنی نظیر آپ تھے، اسی لئے آپ کے کلام میں آمد ہنگام ہے اور آورد کا نام نہیں۔ یہی عربی زبان تو اہل زبان عرب فضائلِ عربی تحریر میں حسنِ نشانہ کا اعتراف کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ شعر گوئی کی طرف آپ کی توجہ مبذول ہونے کی ضرورت تھی اور بس۔ آپ کے لئے عربی نثر و نظم دونوں کی یکساں حیثیت تھی مگر آپ نے ہمتِ بالشان کاموں کی انجام دہی کی وجہ سے شاعری کی طرف بہت کم التفات کیا اور شعر گوئی میں زیادہ وقت نہیں گزارا اور نہ آپ کے کلام کا مجموعہ نہایت عظیم ہوا۔

ساتھ ہی یہ بھی ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ آپ عالمِ دین کی حیثیت سے مشہور ہوئے، اس لئے آپ کی شاعرانہ تحقیقات کی طرف بہت کم توجہ کی گئی۔ بہر کیف یہ مسلمہ امر ہے کہ آپ اردو زبان کے طبقہ اول کے لغت گو شعرا میں تھے کیونکہ لغت گوئی کے لئے عشق و محبت شرطِ اول ہے اور آپ کے نعتیہ کلام کا مطالعہ کرنے سے یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ آپ کی لغت گوئی آدابِ عشق و محبت کا ایز و ارب ہے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی محبت نہ صرف ہر چیز سے بلند و برتر تھی بلکہ وہ الہانہ عقیدت اور حقیقی جان نثاری تھی۔ آپ نے جذباتِ حبِ رسول و راشت میں پایا تھا، پھر اپنے دل میں محبت و عقیدت کی باضابطہ پرورش کی تھی اور قلب و روح کو احرام و عقیدت کا خوگر بنایا تھا۔ عاشقانِ پاک طینت کی طرح آپ "شیع بزمِ ہدایت" کے پروانے تھے۔ آپ کا کلام عشق و مستی اور درد و سوز کی لغت سے مالا مال ہے۔ آپ کے کلام میں عاشقانِ صادق کی طرح حسنِ بیان اور غلوں و عشق کا صحیح امتزاج ہے۔

علامہ رضائے مخصوص حالات و کیفیات سے متاثر ہو کر اپنے جذبات کی نظم میں ترجمانی کی البتہ جتنا بھی لکھا خوب لکھا اور بغیر تک سے دائرِ تحسین پائی۔ جزالت و انسجام، سلاست و سادگی اور بے ساختگی و روانی آپ کے عربی کلام کی خصوصیات ہیں۔ عربی تراکیب کی بندش اور مناسب و بر محل الفاظ کے استعمال پر آپ کو مکمل قدرت حاصل تھی۔ تشبیہات و استعارات وغیرہ، لفظی و معنوی صنائع اور ضرب الامثال کا بے تکلف اور مناسب انداز میں استعمال ہے۔ آپ کا کلام فصیح اور شعری عیوب سے پاک ہے۔ نظم میں مشکل پسندی کے تاثر نہیں تھے اور زیادہ تر برجستہ ہی سوزوں و معنی لکھتے۔ آپ پر عربیت کا غلبہ اس قدر زیادہ تھا کہ آپ کا اردو کلام نہ صرف ہزاروں عربی الفاظ و تراکیب پر حاوی ہے بلکہ اردو کلام کے ضمن میں عربی اشعار، مصرعوں اور جملوں کا بے ارادہ استعمال ہوا ہے جیسا کہ "حدائقِ بخشش" کے مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ آپ کی اردو شاعری اردو مغل کا اعلیٰ شاہکار ہے، اسی لئے میں بلا خوفِ تردید کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے اردو کلام سے بھی درحقیقت وہی صحیح معنی میں لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ جیسے عربی و فارسی پر عبور ہو یا کم از کم اردو زبان کا اچھا فاضل و ادیب ہو۔ آپ کے عربی کلام کے مختلف نمونے ذیل میں درج ہیں اور ساتھ ہی اردو داں حضرات کے لطف اندوز اور مطالعہ

اللہ تعالیٰ سے امداد کی درخواست کرتے اور پناہ چاہتے ہوئے لکھا (۱)
عَذَى الْعَادُونَ وَجَارُوا وَرَجَوْنِكَ اللَّهُ مُجِينًا
(مخالفین نے ظلم و تشدد سے کام لیا اور خوب جو رستم کیا۔ میں نے اللہ سے تو گناہ بھی
کیونکہ وہ حقیقی پناہ دہندہ ہے)

وَكُنْ بِاللَّهِ وَبِأَسْمَاءٍ وَكُنْ بِاللَّهِ نَصِيرًا

(اللہ مالک و ولی ہونے کے لحاظ سے کافی ہے اور اللہ ہی معین و مددگار ہونے کی
حیثیت سے کافی ہے)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طعن عافیت میں پناہ پکڑتے ہوئے لکھا (۲)
رَسُولَ اللَّهِ! أَنْتَ الْمُسْتَجَارُ فَلَا أَخْشَى إِلَّا عَادِي كَيْفَ جَارُوا
اے اللہ کے رسول! آپ پناہ گاہ ہیں لہذا میں دشمنوں سے نہ بھی خائف نہیں کہ وہ
طرح ظلم وستم ڈھائیں؟

بِفَضْلِكَ أَنْ تَجِيَّ أَنْتَ عَنْ قَرِيبٍ تَعَزِّقُ كَيْدَهُمْ وَالْقَوْمُ بَارُوا
مجھے آپ کے لطف و کرم سے توقع ہے کہ آپ جلد ہی دشمنوں کے مکر و فریب کے
دام کو چاک فرادیں گے اور دشمنوں کا گردہ ہلاک ہو جائے گا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اعانت کی درخواست کرتے ہوئے رقمطراز ہیں (۳)
رَسُولَ اللَّهِ! أَنْتَ بَعِثْتَ فِينَا كَثِيرًا مِمَّا رَحِمَهُ جِصًّا حَصِينًا
اے اللہ کے رسول! آپ ہم میں کریم و رحیم اور حصین بنا کر بعثت کئے گئے
تَخَوَّفَنِي الْعِدَى كَيْدًا مَتِينًا أَجْرُ فِينَا يَا أَمَانَ الْخَائِفِينَ
اے خوزدہ اشخاص کے مجسم امن و امان! دشمن اپنے زبردست مکر و فریب
سے مجھے خائف بنا رہے ہیں، اس لئے آپ مجھے پناہ دیجئے اور میری حفاظت فرمائے

تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کرتے ہوئے لکھا (۴)
وَكُلُّ خَيْرٍ مِّنْ عَطَاءِ الْمُصْطَفَى صَلَّى عَلَيْهِ اللَّهُ مَعَ مَنْ يُصْطَفَى
ہر قسم کی نعمت و بھلائی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہے، اللہ تعالیٰ آپ
پر دیگر منتخب اشخاص کے ساتھ رحمت نازل فرمائے
اللَّهُ يُعْطِي وَالْحَبِيبُ أَنْفَاسِهِ صَلَّى عَلَيْهِ الْقَادَةُ الْأَكْرَمُ
(خدا عطا فرماتا ہے اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم فرمائے والے ہیں، اسی لئے نام
کے لقب سے موصوم ہوئے۔ اقوام کے معزز و مکرم سرور آپ پر صلوٰۃ و سلام
بھیجتے ہیں)

مَا نَالْ خَيْرًا مِنْ سِوَاكَ نَائِلٌ سَلَامًا وَلَا يَمُنُّ بِجَانِبٍ نَائِلٌ
کسی بھی پائے والے آپ کے علاوہ کسی سے بھی معول نعت نہیں پائے۔ یہ امر بالکل یقینی

ہے کہ سید کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی سے بھی بخشش کی توقع نہیں کی جاسکتی۔
مِنْهُ الرَّجَاءُ مِنْهُ انْعَاطُ مِنْهُ الْمَدَدُ فِي الدِّينِ وَالْدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لِلَّهِ بَدُ
(آپ ہی سے امید ہے، آپ کی طرف سے ہی جو دو عطا ہے اور آپ کی ہی جانب سے دین
و دنیا میں اور لائق ہی آخری زندگی میں مدد و اعانت ہے کیونکہ آپ زبردہ کائنات
خیر البشر، افضل الرسل، ساقی کوثر اور شافع محشر ہیں۔)

قصیدہ آمال الابرار و آلام الاشرار کے چند ابتدائی اور آخری اشعار
هِيَ الدُّنْيَا تَبِيدُ وَلَا تَبِيدُ فَأَنْتَ لِمَنْ يَرِيدُ وَمَنْ يَرِيدُ
(یہ دنیا ہی ہے جو ہلاک کرتی ہے اور فائدہ نہیں پہنچاتا ہے لہذا اس شخص پر انوس
ہے جو دنیا کا ارادہ کرے اور اس کو تلاش کرے۔)

نَفُوسُ الْجَهْلِ تَأْتِيهِ إِلَيْهَا فَمِلْتَمِسٌ وَآخِرُ مُسْتَمْتِنٌ
(نادان لوگ دینکے شائق اور آرزو مند ہوا کرتے ہیں تو ایک اسے ڈھونڈ رہا ہے اور دوسرا
زیادتی کی فکر میں لگا ہوا ہے۔)

وَلَمْ أَرِ مِثْلَ طَائِفَةٍ غَبِيًّا وَلَا كِبَشًا لِمَذْبُوحِهِ أَتَقَوُّ
(میں نے طالب دنیا کی طرح کوئی بے وقوف نہیں دیکھا یا تنک کہ وہ بے عقل مینڈھا
بھی نہیں کہ جسے میں مذبح کی طرف کھینچوں)

يُبَارِي جُهْدَهُ وَإِنْ اسْتَطَاعَ تَفَلَّتْ وَهُوَ عَنْ كَلْبِي شَرُّو
(وہ بھی اسکان بھر چلنے میں مدد کرے گا اور اسے موقع ملے تو اب بھاگے کر میں اسے گھاس
دکھاتا ہوں اور وہ پاس نہ آئے۔)

وَذَا لِمَنْ يَكُنْ يَعْدُو مَوْتُهُ بِأَرْجُلِهِ وَيَحْقِدُ مَنْ يَحِيدُ
(اور یہ بیچارہ بے وقوف خود اپنے پاؤں سے اپنی موت کی طرف دوڑ رہا ہے اور جو
خیر خواہی کرتے ہوئے روکے اس کا دشمن ہو جاتا ہے۔)

أَلَمْ تَرَ أَنَّ مَوْتَكُمْ قَوْمٌ هَوَتْ لِيَهْوَى فَأَهْوَاهَا السُّمُودُ
(کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ایک قوم (یعنی قوم مد علیہ السلام) کی بتیاں اللہ
دی جنس کیونکہ قوم باطل خواہش کی طرف مائل ہوئی اور ان کے لہو و لعبانے آ
کو تباہ کر دیا۔)

- | | |
|-----|---------------------------------|
| (۱) | حدائق بخشش حصہ سوم: ۹۰ |
| (۲) | ایضاً: ۹۳۱ |
| (۳) | ایضاً: ۹۳۲ |
| (۴) | ایضاً: ۹۳۰-۹۳۱ |
| (۵) | آمال الابرار و آلام الاشرار: ۲۱ |
| (۶) | ایضاً: ۲۱ |

دیر سے اندامیں سے کوئی بھی حق وحدانت میں کامیاب نہیں ہوا بلکہ اگر تم غور سے دیکھو تو ان کی ہدایت اس شخص و فاشاک کی مانند ہے جس کے ذرات صرف آفتاب کی کرنوں میں دکھائی دیتے ہیں۔

فَمَا مَعْنَى تَحَادٍ رُحْمُمْ وَلَكِنْ عَسَى الْخَنَاءُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ
(آپ نے راہ حق سے بھٹکے ہوئے لوگوں سے تمام مطالب پر گفتگو کر لی ہے لیکن ہدایت خدا کی مشیت میں ہے۔ وہ بڑا مہربان ہے۔ اور اپنی عنایت سے جسے چاہتا ہے راہ راست پر گامزن کر دیتا ہے۔)

ڈاکٹر خاں الدین احمد صاحب سے مجھے فاضل بریلوی کی ایک تصنیف دستیاب ہوئی۔ اس کا تاریخی نام "سبحن السبوح عن عیب کذب مقبوح" ہے۔ اس سے ۱۳۰۷ھ کے اعداد نکلتے ہیں۔ میسرمان نے اس کا قمری ڈریشن ہے جو مطبع اہلسنت وجماعت بریل سے چھپا ہے۔ اسے دیکھ کر اندازہ ہوا کہ محدث کے بعض عربی اشعار ان کی تصانیف میں بھی ملتے ہیں۔ اگر ان کا استقصا کیا جائے تو خاصے شرح جمع ہو جائیں اس تصنیف میں فرقہ دہا بیہ کالپنے آپ کو موصدا کہنے کا راز دمنشا بتاتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں: معتزلہ نے تعدد قدما سے بچنے کے لئے نفی صفات کی اور اپنا نام اصحاب التوحید رکھا۔ ٹھیک اسی طرح طائفہ جدیدہ نے اشتراک لفظ و وجوب سے بھاگنے کے لئے نفی انتضائے ذات کی اور اپنا نام موصدا تراشا۔ اس بارے میں میرا قول ہے:
خَيْرَ الَّذِينَ بِالْإِعْتِسَالِ وَالْإِعْتِسَالِ وَبِالتَّوَهُبِ جَاؤُا (۳)
(جن لوگوں نے قدیم زمانے میں اعتزال کو اور کچھ عرصے سے دہابیت کو اختیار کیا، ناکام و نامراد ہوئے۔)

ذَا أَهْلُ تَوْحِيدٍ وَذَا لَمْ مَوْحِدٌ عَوَّارُ
(فرقہ معتزلہ نے اپنے آپ کو اہل توحید اور اصحاب توحید) کے نام سے مشہور کیا اور دہابیوں کی جماعت نے موصدا کے لقب سے اپنے آپ کو موسوم کیا۔ دونوں ہی گمراہ حق سے محروم اور ہلاک ہونے والے ہیں۔)

نَعَمْ الْقُلُوبُ تَشَابَهَتْ فَتَنَسَّبَ الْأَعْضَاءُ
(چونکہ دونوں جماعتوں کے قلوب یکساں ہیں، اس لئے ان کے اعضاء بدن میں بھی بہت زیادہ مناسبت ہے،)

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ معتزلہ نے اس قدیم العدل پر بہت ظلم رکھی اور دہابیوں نے اس واجب الصدق پر افتراء کذب اٹھایا۔ میرا قول ہے:

هُمْ أَهْلُ الظُّلْمِ بَطْنَانِمْ وَلِيَكْهِمْ ذَا قَائِلٌ يُكْذِبُ بِالْكَذِبِ (الْهِم) (۴)

(۱) آمال الابرار وآلام الاشرار: ۲۲، ۲۱۔

(۲) انوار ساطعہ بحوالہ حدائق بخشش حصہ سوم: ۹۰۔

(۳) سبحن السبوح: ۵۷، (۴) سبحن السبوح: ۶۹۔

اُمْسِلُمْ اَعْذِبُوْهُمُ اللهُ مِنْهُمْ فَاتَّ مَعَاذَةُ الرَّكْنِ الشَّدِيدُ
دلے مسلم اشریروں کے شر سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آئیں کہ اسی کی پناہ نہایت مضبوط سہارا اور محکم ستون ہے۔)

وَلَذِيْرُ سُوْلِهِ قَلِيْدُهُ الْخَنُ وَعَاْهْدُهُ مِنَ اللهِ الْعُصُوْدُ
اور اللہ کے رسول کی پناہ لے کر کہ ان کی پناہ حق و درست ہے اور ان کی پناہ سے اللہ کے وعدے مربوط اور وابستہ ہیں۔)

عَلَى السُّوْلِ مِنَ الْأَعْلَى صَلَوَاتُكَ تَفِيْضُ فَتَسْتَفِيْضُ بِهَا الْعَبِيْدُ
ہمارے آقا سرور کون و مکان پر رب اعلیٰ کی ایسی رحمت کا نفعان ہو کہ جس سے ہم سب ان کے غلام نیفنیاب ہوں۔)

عَلَى الْوَالِي مِنَ الْعَالِي سَلَامٌ يَجُوْدُ فَيَجْتَدِي مِنْهُ الْعَبُوْدُ
ہمارے والی و حاکم پر اللہ تعالیٰ سلامتی کی بخشش فرمائے اور ان کے سب غلام اس بخشش سے مستفید ہوں۔)

صَلَوَاتُكَ لَا تَخْذُلُ وَلَا تَعْدُو لَا تَفْنِي وَإِنْ كُنَيْتُ أَبُوْدُ
آپ پر خدا کی ایسی رحمت نازل ہو جو بے حدود و حجاب ہو جو اعطاء و عداد سے خارج ہو اور جو منقطع نہ ہو اگرچہ طویل زمانے فنا ہو جائیں۔)

سَلَامٌ لَا يُكْنَى وَلَا يُنَادَى وَلَا يَسْتَلِي مَتَى بَلَيْتُ عَهْدُ
وآپ پر ختم نہ ہونے والا اور مؤخر نہ ہونے والا خدا کا سلام ہو اور جب زمانے پرانے ہوں تو اس میں کہنے پن نہ پایا جائے۔)

رَسُولَ اللهِ اَنْتَ كُنَّا الرَّحَاءُ وَفَضْلُكَ وَاسِعٌ وَجَدَاكَ جَوْدُ
اللہ کے رسول! آپ ہماری امیدوں کا مرکز ہیں۔ آپ کا فضل و کرم وسیع ہے اور آپ کی سخاوت حقیقی سخاوت ہے۔)

حَبِيْبُ اللهِ مَنْ تَقَرَّبَ حِفْظًا فَكُلُّ كَرِيْمَةٍ عَنْهُ بَعِيْدُ
جس شخص کی حفاظت کے لئے اللہ کے حبیب اس سے نزدیک ہوں تو اس سے ہر مصیبت دور ہے اور وہ عنایت میں ہے۔)

فرقہ دہابیہ کی تردید کرتے ہوئے "انوار ساطعہ" پر بطور تقریظ یہ اشعار لکھے۔
وَلَا أُذِرِيْ وَمَوْفِ أَحَالٍ أَذِرِيْ: أَقْوَمُ الْإِلَ تَجِدُ أَمْ نِسَارُ؟ (۶)
در درست مجھے ظلم نہیں ہے، البتہ امید ہے کہ کچھ دیر بعد مجھے حقیقت حال معلوم ہو جائے گی کہ میرے مخالفین نجدیوں کی اولاد میں یا عورتیں،

فَمَنْ فِي كَفِّهِ مِنْهُمْ خِصَابٌ كَمَنْ فِي كَفِّهِ مِنْهُمْ يَوَارُ
(لوگوں میں سے جس کے ہاتھ میں ہندی لگی ہو تو کیا وہ اس شخص کی طرح ہے جس کے ہاتھ میں جنگ کا جھنڈا بلند ہو۔)

فَمَا فِيهِمْ رَشِيْدٌ صِدْقِي إِلَّا وَإِنْ تَمَعْنِ قَدْ شَدَّ هُمْ هَبَارُ

معتزل و گسپنے آپ پر ظلم کرتے ہوئے اپنے حقیقی ایک کے ظالم ہونے پر ایمان لائے
اسی طرح وہابیوں نے دروغ گوئی کرتے ہوئے اپنے معبود کے کاذب ہونے کا قول کیا
لَا عَزَّ وَفِيهِ إِذَا انْقَلَبْتُ تَشَابَهْتُ فَإِنَّهُ نَزَّاعٌ إِلَى أَشْبَاهِهِمْ
ایہ بات کہ ایک جماعت نے ایک خلاف عقل مفت اللہ کے لئے تسلیم کی اور دوسرا
جماعت نے باری تعالیٰ میں دوسرے نقص کا اذعان کیا تو اس میں نہ حیرت ہے اور
نہ کوئی مضائقہ کیونکہ دونوں جماعتوں کے قلوب میں یکساںیت ہے اور یہ فطری قانون ہے
کہ کوئی چیز اپنی ہی جیسی مشابہ چیزوں کی نمائندگی کرتی ہے اس قدر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے
ہیں: یہ امام و مقتدی سب کے سب نہ ایک و کفر بلکہ صد کفر اور سراسر پاکفرین
ڈوبے ہوئے ہیں۔ میں قائل ہوں:

كُفِّرْ فَوْقَ كُفْرٍ فَوْقَ كُفْرٍ كَأَنَّ الْكُفْرَ مِنْ كَثَرِ دَوَقٍ (۱)
اکفر میں اضافہ در اضافہ اور زیادتی پر زیادتی ہے گویا کہ کفر اپنی کثرت کی انتہا پر پہنچ
چکا ہے۔

كَمَارِاهٍ فِي فَتْنٍ دَفِيرٍ شَتَا بَعِ قَطْرُهُ مِنْ ثَقْبِ كُفْرٍ
جس طرح کہ بدبودار پانی بہت زیادہ گندی و بدبودار جگہ میں ہو اور پہاڑ کی گھاٹی کے
سوراخ سے گندے قطرات کا برابر اضافہ ہو رہا ہو۔

مسیح الملک حکیم اجل خاں کے والد ماجد حکیم محمود خاں صاحب دہلوی کی وفات
حسرت آیات پر قدیمی تعلق کی وجہ سے حسب ذیل تین شعر کہے تھے جو اس
وقت بھی اس پتھر پر کندہ ہیں جو حکیم صاحب کی قبر کے سرانے لگا ہوا ہے:
بَكَتِ الْعُيُونُ، أَمَّا تَرِيدُ جُودًا، أَبْكُتُ شَرِيفًا صَادِقًا مُحَمَّدًا (۲)
آنکھوں نے آنسو بہائے، کیا آنکھوں نے اشک ریز ملک سے نہ ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا
ہے، کیا آنکھیں شریف، صادق اور محمود پر گریاں ہیں؟ حکیم صاحب کے جدِ امجد
اور والد بزرگوار کے اسماء بالترتیب حکیم محمد شریف خاں اور حکیم صادق علی خاں تھے۔
تینوں کی رعایت کو ترتیب کے ساتھ ملحوظ رکھا گیا ہے۔

أَسِفْتُ لِفَقْدِ الطَّيِّبِ عَمَّ قَوَامِهِ فَأَضْتُ دَهْلًا بِأَسَا تَحْسُ نَقِيدًا
آنکھیں غمگین ہیں کیونکہ طیب نے اپنے باپ صحت کا سہارا کھو دیا ہے۔ آنکھوں سے
اشک رواں ہیں کیا ہم سے رحلت اختیار کر کے مفقود ہو جانے والے پر آنکھوں کو
کسی غدا کے خطرے کا احساس ہے؟

أَمَلْتُ عَلَى مَشْوَاهِ يَوْمٍ مَعَادٍ قَبْلَ النَّجْوَى فِي الطَّيِّبِ مَا تَحْمِيدًا
دعائے صاحب کی وفات کے وقت آنکھوں نے اُن کے مرقد پر بزبان حال تحریر کرایا
یہ اس شخص کی قبر ہے جس نے نین طیب میں نیک نامی کی زندگی گزاری اور انتقال کے
بعد قابل ستائش قرار پایا۔

شاہ سید آل رسول احمد دہلوی کی وفات پر کہے ہوئے اشعار میں سے دو شعر
وَلِيَّ طَاهِرٌ بَدَّ إِمَامًا وَصُولُ طَيِّبٍ بَدَّ أَمِيرًا (۳)
شاہ صاحب اللہ کے دوست، معاصی کی گندگی سے پاک، نیک سیرت، بخلاق
کے پیشوا، میلنار، پاکیزہ، ماہِ کامل اور حاکم دایر تھے۔

وَحِيدٌ طَائِعٌ بَحْرُ أَمَانٍ وَدَوْدُ طَائِبٍ بَدَلُ آجِيرٍ
(موصوف اپنی حیثیات میں منفرد، خدا کے فرمانبردار، امن و امان کے بحرِ مکران، محبوب
و عاشق، نیک دل و نیک صفات، سخی و صالح اور صدقہ و خیرات کرنے والے تھے)

آپ نے اپنے دوست محمد اسماعیل قادری نقشبندی شاذلی کی وفات پر مرثیہ لکھا
تھا۔ مرثیہ بڑا کے چند اشعار ہیں۔

بَلَى تَبْلَى ذِي هَيْمٍ طَوِيلٍ وَسَيِّمًا هُمُومٌ عَلَى أَهْلِ مَهَائِمٍ جَلَّتْ (۴)
(اگر میرے خیر خواہ رفیق کے انتقال کی وجہ سے مجھ پر غم کی رات طویل ہو گئی ہے تو کوئی
تعجب کی بات نہیں ہے کیوں کہ شدید ربِّ عالم میں مبتلا شخص کی رات طویل ہی ہوا کرتی
ہے اور خاص طور سے دیرازوں اور بیابانوں کے رہنے والوں کے مصائب عظیم تر ہوا
کرتے ہیں۔)

أَلَا كُلُّ رَزِي فِي دُنْيَاكَ مُنْتَهَى وَكُلُّ مُحَاقٍ مُنْفِرٍ عَنْ أَهْلِهِ
(اے مددِ روح! آپ کی ذات گرامی ایسی تھی کہ آپ سے نزدیک ہونے پر ہر تکلیف
ختم ہو جاتی تھی۔ اللہ کا یہ مقررہ قانون ہے کہ جیسے کی آخری مین راتوں میں چاند دکھائی
دیتا ہے وہی تاریک کو ہلال بن کر جلوہ گر ہوتا ہے اور ماؤ اباں بناتے ہیں۔ اسی طرح آپ
کے پاس کوئی مغموم بچپنا زمرور ہو کر واپس ہوتا تھا۔)

شِمَالُ عُبَيْدِ اللَّهِ جَلَّتْ جَلِيلَةً وَشَمِيلُ إِسْمَاعِيلَ بِالنَّارِ مَلَّتْ
(عبید اللہ کا بایاں ہاتھ نہایت عظیم الشان تھا۔ دائیں ہاتھ کی عظمت کا تو کوئی ٹھکانا
نہیں یعنی خیر و صلاح، ہدایت و ارشاد اور علم و عمل میں بلند پایہ تھے۔ مرحوم اسماعیل کا
بایاں ہاتھ عبید اللہ کے پیچھے دوسرے نمبر پر تھا یعنی اسماعیل اپنی عظمت و درنعت
عادات و خصائل (دراد اعمال وغیرہ میں عبید اللہ سے انتہائی قریب تھے۔)
قَفْضِي نَحْبَهُ قَوْمٌ نَحْبٌ وَمَنْظَرٌ نَحْبِي وَنَحْشِي مِنْ شُرُورٍ أَظْلَمَتْ
(دنیا سے وہ قوم رختِ سفر باندھ چکی کہ جس سے ہیں تلی محبت تھی۔ راہِ حق پر گامزن
ہونے کی وجہ سے ہم معاصی جماعت کے منتظر رہتے، اُن سے اپنی امیدیں وابستہ کرتے)

(۱) سجن السجوح: ۱۲۸

(۲) اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر: ۴۶

(۳) حدائق بخشش حصہ سوم: ۹۸

(۴) موائع النجوم: ۱۵۶-۱۶۰

(اسماعیل مرحوم کی وفات پر رضا ایک حسین تاریخی وفات کہہ رہا ہے، دامن کوہ میں برسنے والے پانی سے لبریز بادل آپ کی قیام گاہ کو تر کر رہے ہیں یعنی آپ ہر قسم کی مسرت سے ہم کنار ہوں۔)

وَقَتْلِكَ مَرَاتِي اللَّطْفُ كُلُّ كَرِيهَةٍ سَقَطَتْ سَوَاقِي الرَّافِ اِنْجَ طَلَمَ
اللَّهُ عَزَّ اِسْمُهُ كَسَمَ الطَّافِ دَعَايَاتِ اسماعیل مرحوم کو ہر اذیت سے محفوظ رکھیں اور اُس کے کرم کا دیا ہوئی بارش سے تر کیے ہوئے معطر مرد کو میراب کرے یعنی فرحت و انبساط سے لطف اندوز ہوں۔)

إِلَيْكَ إِلَهِي بِالْحَبِيبِ تَوَسَّلِي بِهِ نَاغِفِ اللَّهُمَّ ذَنْبِي وَزَلَّتِي
(اے محبوب برحق! آپ کی بارگاہ میں پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا وسیلہ اور شفیع بناتے ہوئے استمداد ہے کہ میسر گناہوں اور لغزشوں کی مغفرت فرما دیجئے۔)

میاں صاحب کی تصنیف "سراج العوارف" پر تحریر کردہ تقریظ کے چند شعر
أَيَا سَيِّدِي يَا ابْنَ عَزِيزٍ غَطَّارِثٍ دَيَا أَحْمَدُ التَّوَرِ لُؤْلُؤُ الْأَعَارِثِ
(اے میرے سردار! اے معزز سرداروں کے بیٹے! ادرائے احمد جو خود بھی نور ہے، اور مشہور و معروف اکابر کا نور ہے یعنی نور کو دراشت میں بھی پایا ہے۔)
كَلَامُكَ نُورٌ بَهَّارِثٍ سَلَّاسِلِ وَشَهْدُ مُصْطَفَى عَنِ النَّزِيعِ صَارِثِ
(آپ کا کلام کتاب کی سطروں کی آب و تاب کا لڑ ہے، خالص دمان شہد ہے اور کج روی سے حق کی طرف پھیر دینے والا ہے۔)

وَتَحْقِيقُ تَرْوِيجِ كَشْفِ الْقُلُوبِ: دَلِيلُ الْيَقِينِ سِرَاجِ الْعَوَارِثِ
آپ کی تصنیف افسردہ قلوب کے رنج و غم کے سکون دہرام کا حقیقی سراپا، یقین کا دلیل اور علوم کی مشعلِ راہ ہے۔)

وَلَا عَزْوَاقَ لِنَجَاةِ مِلْكِ سِرَاجِ فَإِنَّكَ نُورِي نَادِي الْمَعَارِثِ
اگر آپ نے "سراج العوارف" نامی کتاب تصنیف کر کے شمع روشن کر دی ہو تو یہ کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے کیونکہ آپ علوم کی مجلس میں نور پھیلائے والے ہیں
أَرَانَا سِرَاجًا بِالنَّيْلِ شَمْسًا وَشَمْسًا بِالنَّيْلِ عَجَبًا وَطَارِثًا
(آپ کی تصنیف "سراج العوارف" نے ہمیں رات میں آفتاب دکھایا اور رات میں آفتاب کا وجود عجیب و غریب امر ہے۔)

فَقُلْ مِثْلَهُ فِي تَلْيِيدِ طَارِثِ دَائِنِ فَأَيْنَ تَرَاهُ الطَّوَارِثِ
(کیا قیوم اور جہدِ بذلے میں "سراج العوارف" جیسی کوئی تصنیف ہے؟ اور ایسی تصنیف کہاں ہے؟ جواب یقیناً نفی میں ہے۔ تو اُس جیسی کتاب آنکھیں کہاں دیکھ سکتی ہیں؟)

(۱) سراج العوارف: ۱۲۳: ۱۲۴

اور سایہ نگیں ہو جانے والے مصائب سے ہم خائف رہا کرتے۔
وَدَاخِلُ مَا نَجُوهُ أَنْ كَادَ وَدَنَا لِحَالِصِ دِينِ اللَّهِ مِنْ دُونِ عِلَّةٍ
(تمام متوقع امور میں سب سے بہتر یہی ہے کہ ہماری باہمی الفت و مودت اللہ جل جلالہ کے خالص دین کے لئے ہو اور اس میں کسی بھی خرابی کا شائبہ پایا جائے۔)

قَضَى اللَّهُ فِي جَنَاتِهِ جَنَعَ شَمْلِنَا وَبَوَّأَنَا فِي رَوْضَةٍ مَخْضُوتَةٍ
(خدا نے برترے نیکو فرما دیا ہے کہ ہم اہل حق کے گردہ کو اپنی جنتوں میں جمع کرے اور سرسبز باغات میں ہماری قلم گاہ بنائے۔)
حَبَّأَ اللَّهُ اِسْمَاعِيلَ فَضْلًا وَرَحْمَةً وَأَكْرَمَ مَشَاوَاهُ بِمَنْزِلِ خَلَّةٍ
(اللہ تعالیٰ اسماعیل کو نفل و رحمت سے اور اُن کی فرد گاہ کو دوستی کے اعلیٰ مرتبے سے نوازے یعنی جو اہل رحمت میں اپنے قریب سے نوازے۔)

فَلَمْ يَكُ فَمَا جَارًا يَأْتِي عَدِي وَلَا يَرْفُحُ فِي خَلَّةٍ أَيْ خَلَّةٍ
(ہمارے پاس اسماعیل مرحوم کی بھی دشنام آمد کسی معمولی سی بھی حاجت کے لئے نہیں تھی یعنی وہ مستغنی اور بے نیاز تھے اور خود وہ لوگوں کی ہر طرح حاجت روائی کرتے تھے۔)

صِيَانَةُ دِينِ أَذْوَ إِهَانَةٍ بِذَعَةِ إِبَانَةِ حَقِّ أَذْوَ إِهَانَةِ خَلَّةٍ
(دین اسلام کی حفاظت یا کسی بھی بدعت کی اہانت، حق کا اظہار یا محتاجوں کی امانت اسماعیل مرحوم کی خصوصیات تھیں۔)

نَوَالِ مَرِيَّةٍ أَذْوَ تَنَالِ مَرِيَّةٍ نَزَالِ مُزِيلِ أَذْوَ نِفَالِ مُضِلَّةٍ
(اسماعیل مرحوم کی مزید خصوصیات اراکندوں کی فلاح و بہبود، شریروں کی سرکوبی، راہ حق سے پھر جانے والوں کی اصلاح اور گم کردہ راہوں کی معرکہ آرائی میں سبقت و پیش قدمی ہیں۔)

يُحِبُّ تَمَانِي لِنَصْرِتِهَا الْهَدَى يَمِينِي مِنْ كَلَامِي جُمْلَةً بِمَجْلَةٍ
(چونکہ میری تعانیف ہدایت کے لئے معین و مددگار ہیں، اس لئے اسماعیل مرحوم کو میری تعانیف بے حد محبوب تھیں اور میرے طویل کلام کے ایک ایک جملے کو ایک ایک رسالہ سمجھتے تھے۔)

مَفْنَى وَهُوَ تَوَّانٌ إِلَى الْأَمْنِ وَالْعَلَى: قَالَ الْعَلَى وَالْأَمْنُ فِيمَا مَحَلَّةٍ
(اسماعیل مرحوم نے امن و بلندی کے اشتیاق میں عالم آخرت کا سفر اختیار کیا لہذا وہ اپنے اترنے کی جگہ پر بلندی دامن سے بہرہ ور ہوئے۔)

فَعَسَلَهُ صَوْبُ الصَّوَابِ بِهَلَّةٍ وَكَفَنَهُ تَوْبُ الثَّوَابِ بِعَلَّةٍ
(پھر اسماعیل مرحوم کو حق کی بارش نے بارش سے نسل دیا اور ثواب کے جلے نے بہترین لباس میں انہیں کفن پہنایا۔)

يُسَمِّي فَوَارِثِي رَحْلَتِهِ الرَّحَا: سَحَابٌ مَبِجُ السَّحَابِ مَوَالِ بَلَّتْ

مولانا محمد عرید آبادی کے قطعہ وفات کے سات شعر
 اَلَا سَقَى اللّٰهُ قَبْرَ اصْنَوْبٍ غَادِيَةٍ وَجَادَ بِالْجُودِ جُودًا وَهُوَ هَمَارُ (۱)
 (اللہ عم نوالہ مرحوم کی قبر کو صبح کے ابر کی بارش سے سیراب فرمائے اور اپنے فیض
 کی تیز بارش سے خوب شاداب فرمائے کیونکہ مرحوم بھی بہت داد و دہش کرنے
 ملے تھے۔)

قَبْرُ لُؤْيٍ بَشَّابِ اللّٰهِ فِيهِ عَمْرٍ مَعْمُورٌ نُورٌ اَلْهَدَىٰ لِلدِّينِ عَمَّارُ
 (وہ قبر جمیں اللہ کے عطا کردہ اجر عظیم کے ساتھ متوفی عمر مدفون ہیں، وہ ہدایت
 کے نور سے معمور و آباد ہے اور دین کے لئے صاحب وقار ہے۔)
 عَبْدٌ بِغُوثِ الْبَرِّ اِيَّا سَيِّدٍ سَنَدُ بِالْغُوثِ مَغْتَشِرٌ بِالْغَيْبِ مُدْرَا
 (مخلوق کی اعانت کی وجہ سے مرحوم مخلوق کے سردار اور سہارا تھے۔ وہ بے درپے در
 کرنے والے اور اپنی روش ضمیری کے باعث بکثرت غیب کی باتیں بتانے
 والے تھے۔)

بِالْطَّفِ مَعْصَمٌ بِاللَّانِ مُبْتَسِمٌ بِالْعَرَفِ مُبْتَسِمٌ بِالْعَرَفِ مِعْطَانُ
 (مرحوم لطف دکریم پر سختی سے عمل کرنے والے، خندہ پیشانی کے ساتھ عنایت سے

پیش آنے والے، بھلا کر کے شاداں و فرحاں ہونے والے اور خوشبو سے مہکنے والے
 یا صبر میں بلند مرتبہ تھے۔)
 عِلْمٌ وَحِلْمٌ وَسِلْمٌ فِي تَقَى وَتَقَى سَيَادَةُ مُؤَدَّدٌ وَفَضْلٌ وَارِثَارُ
 (مرحوم علم، حلم، صلح، تقویٰ، خلوص، سیادت، بزرگی، فضل اور ایشا رکی خوبیوں
 کے مالک تھے۔)

حَمَاهُ عَنْ كُلِّ ضَرٍّ مَن يَقَالُ لَهُ حَامِي الْحَقِيقَةِ نَفَاحٌ وَصَرَارُ
 (ہر مضر سے مرحوم کو وہ ذات پناہ ہیں رکھے جس کا خاصہ قابل حفاظت اشیاء کی
 حفاظت ہے اور وہ نفع و مضر کا حقیقی مالک ہے یعنی خدا دند عالم۔)
 قَالَ الرَّضَا السِّغَانِي عَامِ فَرَقْتِهِ مُحَمَّدٌ عَمْرُ الْفَارُوقِ شَطَارُ
 (مرحوم کے سال وفات پر رضا غم کے ساتھ گویا ہوا، محمد عمر صحیح و غلط میں تیز
 کرنے والے اور حق و باطل میں امتیاز کرنے والے منصف تھے۔)

(۱) تذکرہ علمائے اہل سنت: ۶۸۷

آل انڈیا سنی لیگ کی امام احمد رضا کانفرنس کو سجانے کی سعادت پر مبارکبادیاں

گورنمنٹ، نیو سپلٹی، ریلوے، پی ڈی، ایم ای ایس (ایس سی) اور دیگر

اداروں میں ہمارا نام سرفہرست نظر آتا ہے

ایچ کر مالی اینڈ ٹریڈنگ کمپنی

منڈپ ڈیکوریتیس اینڈ کنسٹرکٹ

332698
345068

فون

شریف مینشن - 115 ایس وی پی روڈ - ایسٹ ڈونگری بمبئی 9

اردو فارسی شاعری

ڈاکٹر وحید اشرف - ایم اے پی ایچ ڈی، بڑودہ یونیورسٹی

کی قدر دانی کے سبب فائدہ یہ ہوا کہ بادشاہوں کے کچلنے ان کے لئے وقت ہو گئے
چھاپہ خانہ نہ ہونے کے باوجود کسی کتاب کی نقل حاصل کرنا ان کے لئے دشوار نہ تھا۔
تجربات و مشاہدات کے لئے ان کے لئے دانا تجربہ (Dana Tajribah) اور اس کے تمام
اسباب چشمِ زدن میں فراہم ہو جاتے تھے اس کے برعکس مولانا احمد رضا کے پاس کوئی
(Dana Tajribah) تجربہ گاہ نہ تھی۔ کتابوں کا حاصل کرنا اس قدر آسان نہ تھا۔ یہاں
تک کہ جن حالات میں انہوں نے گرا نمایہ علمی کارنامے انجام دیئے اور جو کتابیں لکھیں وہ
سب آج تک نہ چھپ سکیں ان میں سے صرف کچھ کتابیں چھپ سکی ہیں۔ حالانکہ ساری کتابیں
خود انہیں کے ہاتھ میں شائع ہو جانا چاہئے تھیں۔ اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی
ہے کہ ان کے پاس وہ ذرائع آمدن نہ تھے جن سے یہ کام انجام پاتا۔ ان حالات میں
بھی لکھنے حوصلہ نہایت درجہ قابلِ داد ہے۔

بات میں بات نکل آتی ہے جن علماء اور عقلہ کا نام ہم نے اوپر لیا ہے ان میں سے اکثر کسی ایک
فن کے امام تھے لیکن مولانا کا حال یہ ہے کہ جس فن کی طرف نظر کرو وہ ان کے ازلہ گاہ کا سیر ہو کر رہ گیا
جس علم کی طرف توجہ کی اسے کمال تک پہنچا دیا۔ جس بحر میں غوطہ کھا تو اس کی پوری گہرائی تک پہنچ کر گہرا گونا
گون کتاب کے صفحات پر بکھر دیئے جس جن کی سیر کی اس میں اپنی بصیرت کے پھول کھلا دیئے
اور دراصل علم کا اصلی معیار تصانیف میں تحقیق و بصیرت اور وہ قیاسات و تعلیمیں جن سے مقولات
پر صحیح حکم لگایا جاسکے۔ لیکن مولانا ان علمی حدود سے گذر کر عقل کی اس منزل پر بھی نظر آتے ہیں جہاں
مختلف دیادری علوم میں بھی وہ ایجادات و اختراعات کے نمونے پیش کرتے ہیں اور وہ بھی
اس طرح کہ ان کے پاس کوئی تجربہ گاہ تھی اور وہیں فن میں ان کا کوئی استاد اور نہ ہی ان کا مقصد
حیاتِ ملکہ سے انہوں نے صرف بازیچہ بچوں کی سبھی کو نہ انہوں نے اپنی زندگی کا اصل مقصد
شریعت و طریقت کا کو قرار نہ رکھا تھا۔ ایسے شخص کو اپنے وقت کا امام کہنا اس دور میں اس لفظ
کا اُبرد کو قائم رکھنا ہے۔

ایک ایسا شخص جس نے معقولات و مقولات کی اکثر اصناف میں اپنی باندی فکر و حوت
ذہن اور قدرت و جدت کا ثبوت دیا ہوا اور جس کی تصانیف سینکڑوں کی تعداد میں پہنچتی ہوں
اس سے یہ ظاہر ہوتا کہ وہ شاعری کے نازک فن سے بھی پوری طرح عہدہ بردار ہو سکتا ہے عجائبات
میں سے ہے۔ ایسی صرف ایک شخصیت اور نظر آتی ہے جس نے علم معقولات میں زندگی گزارنے

دنیا سے اسلام میں ایسی شخصیتوں کی کمی نہیں جنہوں نے اپنے علم و عقل اور بصیرت سے ساری
دنیا کو مستفیض اور تبحر کیا ہے ابن سینا، عروجیام، امام رازی، امام غزالی، البیرونی، فارابی، ابن رشد
وغیرہ وہ شخصیتیں ہیں جن کے علمی کارناموں پر رہتی دنیا تک فکر کیا جائے گا۔ ان میں کوئی فلسفہ
وحکمت کا امام ہے کوئی ریاضی و ہنیت کا، کوئی فلسفہ اخلاق کا اور کوئی فلسفہ یونان کا۔ لیکن
ان سب سے زیادہ حیرت انگیز شخصیت سرزمینِ ہندوستان میں پیدا ہوئی اور موجودہ صدی
ہی میں اس نے اس دنیا کو الوداع کیا۔ مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت ایسی پہلو دار اور
جامع علوم ہے کہ آپ کے کسی ایک پہلو پر سیر حاصل بحث کیلئے اس فن کا ہر فن اس سے
عہدہ بردار ہو سکتا ہے یہ بات نہایت افسوس ناک ہے کہ آپ کی زیادہ تر تصانیف
اب تک زیورِ طباعت سے محروم ہے ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ شخصیت کا پورا مطالعہ
مکمل نہیں۔

مولانا کے علمی کمالات کا جائزہ لینا ہمارے موضوع علم اور دائرہ فکر سے بھی باہر ہے
یہ وہ سمندر ہے جس کی وسعت و گہرائی کو اپنے کے ہم اہل نہیں۔ وہ تو صرف چند موجیں ہیں
جو ہماری نظروں کے سامنے ہیں اور صرف ہی موجیں کسی بحرِ ذخار کا پتہ دیتی ہیں۔
مذکورہ بالا چند سطور صرف اس لئے لکھی گئی ہیں کہ اس پس منظر کے بغیر مولانا
کی شخصیت کے کسی پہلو کا بھی مطالعہ اس شخصیت کے بارے میں قاری کے دل
و دماغ میں صحیح احساس نہ پیدا کر سکے گا اگرچہ المیزان کے اس شمارے میں مولانا احمد رضا
کا زندگی ہی کے بارے میں ساری بحثیں ہیں تاہم یہاں ہم چند اور باتوں کا ذکر کر کے بغیر نہیں رہ
سکتے اس خیال سے کہ مبادا دورِ سرور نے انہیں نظر انداز کر دیا ہو۔

مولانا احمد رضا کی زندگی کے بارے میں جہاں تک مجھے علم ہے وہ الفقرِ فخری کے
پر دتھے۔ وہ جب تک زندہ رہے دنیا سے بالکل بے نیاز رہے تو کئی کارمزاد اس
کی شان ان کی زندگی سے نمایاں تھی۔ وہ بیعت بھی لیتے تھے اور فتوح بھی پاتے تھے۔
لیکن یہ فتوحات عرب و عجم کے بہت سے جاجمندوں کی حاجت روائی کا ذریعہ تھیں
معاش ہو یا نہ ہو فکرِ معاش سے وہ آزاد تھے مگر اس طرح نہیں کہ جیسے عروجیام یا ابو علی
سینا یا البیرونی وغیرہ ان کی آزادی ان کے ایمان کا نتیجہ تھی۔ اور ان لوگوں کی آزادی فکر
ادشاہوں کی مہربان منت بین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔ لیکن پچھلے دور میں علماء

کے باوجود شاعری کا ایک بالکل نیا چھوڑا ہے اگرچہ ضخامت کے اعتبار سے بہت ہی کم ہے اور وہ ہے عریضیام جس کی رباعیاں فن اور فکر کا مکمل نمونہ ہیں لیکن امام احمد رضا کی حلاوت اور ان کے علمی کارناموں کا جائزہ لیا جائے تو ان کے مقابل عریضیام کو نہیں لایا جاسکتا اور اس اصول کے پیش نظر کہ کوئی بھی صاحب فکر و نظر محقق اپنے تمام علمی سرمائے اور ذہنی صلاحیتوں کو کتاب کی قید میں نہیں لاسکتا تو امام احمد رضا کی تصانیف کے پیش نظر ان کی شخصیت پر لے دیتے وقت عقل حیرت زدہ ہو کر رہ جاتی ہے

امام احمد رضا کی اردو اور فارسی شاعری جو انماجات، لغت اور منقبت پر مشتمل ہے اس میں عظمت کے اعتبار سے غزل اور رباعی شامل ہیں۔ ان اشعار کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ہر صنف سخن پر پوری قدرت رکھتے تھے اور شاعرانہ ذوق اور فکر و فن سے پوری طرح بہرہ ور تھے لیکن انہوں نے اپنی اس صلاحیت کو صرف اپنے پسندیدہ موضوعات تک محدود رکھا۔ اس میں ان کا نظریہ یہ تھا کہ یہ تو شران کے لئے نادر آخرت اور سرمایہ نجات بن جائے راقم الحروف تک ایک روایت پہنچی ہے کہ کسی نے امام احمد رضا سے کہا کہ نواب ناپارہ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھ دیں۔ وہ شعروادب کے بہت قدر دان ہیں اور آپ کی بڑی عزت افزائی کریں گے۔ اس پر آپ نے ایک حسین و جمیل لغت لکھی اس واقعہ کی طرف مقطع میں برہنہ انداز سے اشارہ کیا ہے۔

کروں مدح اہل دہل رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدایوں اپنے کریم کا مرادین پارہ نان انیس
ناپارہ کے تعلق سے لفظ پارہ نان میں جو لطف بیان ہے وہ قماح وضاحت نہیں۔
امام احمد رضا کا مندرجہ ذیل قطع ان کی طبیعت، مزاج اور مشاغل پر پوری طرح چہاں پتا ہے
نہ مرا نوش ز تخمین نہ مرا نبش ز لہن
نہ مرا گوش بمردی نہ مرا ہوش ذی
نم و کج خوئی کہ نگنجد دروی
جنم و چند کتابی و دولت و قلمی
لغت کوئی میں انہوں نے اپنے اصول و نظریہ کو جگہ جگہ بیان کیا ہے ذیل میں ایسی دو رباعیاں نقل کی جاتی ہیں۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ
بے جا ہے ہے المنة للہ محفوظ
قرآن سے میں نے لغت کوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت محفوظ

توشے میں غم و اشک کا سامان بس ہے + افغان دل زار حدیچان بس ہے
رہبر کی رہ لغت میں گر حاجت ہو + نقش قدم حضرت حسان بس ہے
مولانا کا بیشتر کلام نقیہ شاعری پر مشتمل ہے اور بجا طور پر انہیں اردو کے ایک مستقل لغت گو شاعر کی حیثیت حاصل ہے اس لئے ہمارا موضوع سخن بھی اصولی طور

پر ان کی اردو لغت گنتی ہی پر مرکوز رہے گا۔

عام طور پر مسلم ہے کہ لغت کا فن بہت مشکل فن ہے اس کے کئی وجوہ ہیں۔ لغت کے مضامین قرآن سے ماخوذ ہوتے ہیں، انہیں مضامین کو جلدت اسلوب کے ساتھ ادا کرنا ہے اور طرز ادا میں بھی جو آزادی دوسرے معشوقان مجازی کے ساتھ ہوتی ہے یہاں نہیں برقی جا سکتی۔ یہاں چشم زدن کے لئے بھی ادب کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا ہے اور شاعر جب تک پوری طرح آزاد نہ ہو اپنے فن کے کمال کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔

اس کے علاوہ محض وصف نگاری شاعری نہیں۔ کوئی بھی صنف شاعری ہو اگر وہ داخلیت سے خالی نظر آئے تو وہ محض تک بند ہوگی یا دوسرے لفظوں میں اسے کلام منظم کہہ لیجئے۔ خارجی اور داخلی شاعری کی تقسیم اصل موضوع کے اعتبار سے ہے شعور و حقیقت شاعر کی داخلیت کا مظہر ہوتا ہے خارجی موضوعات کے تحت اشعار کا مطالعہ کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس میں شاعر کا ذاتی تاثر کس حد تک اور کس صداقت کے ساتھ شامل ہے یہ شاعری کی جان ہے اور شعر کا حسن اور اس کی تاثیر اس پر منحصر ہے۔

نبی اکرم کے ساتھ عشق و محبت کا جذبہ ایک مومن کے لئے سرمایہ حیات ہے لیکن ایک لغت گو شاعر اس جذبہ کا اظہار اس آزادی کے ساتھ نہیں کر سکتا جو دوسرے موضوعات کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے۔ شاعری میں تصوف کا میدان بہت وسیع ہے اور اس میں شاعرانہ قدرت اور خوش و جذبہ کے اظہار کے لئے لامتناہی امکانات ہیں ایک صوفی خلد کے ساتھ عشق کا دعویٰ کرتا ہے اور حب وہ سراپا عشق بن جاتا ہے تو کبھی وہ سبحان ما اعظم شان کہا ہے کبھی ما الحق اور کبھی اس سے بے دان آتی ہے کہ الناس کلہم عبد مخلصی۔ اس طرح کے اقوال جو شیطیات میں شامل ہیں اور جو عالم سکریں صوفیہ سے ظاہر ہوتے ہیں وہ صرف عشق الہی میں جائز ہیں لیکن یہ جواز بطور فتویٰ نہیں ہے کیونکہ صوفیہ کلمات اپنے ارادہ و اختیار سے نہیں کہتے اور جب ارادہ و اختیار کو کوئی دخل نہ ہو تو جواز عدم مواد کا کوئی کاکوئی سوال نہیں رہ جاتا۔ لیکن یہ اقوال صوفیہ کی خواہ کسی کیفیت کا مظہر ہوں، نبی اکرم کے حضور کبھی جائز نہیں ہو سکتے یہی وجہ ہے کہ وہ بایزید جی سے سبحان ما اعظم شان کا قول منسوب ہے نبی اکرم کے حضور ان کی کیفیت ہے کہ

نفس گم گشتہ می آید جنید و بایزید ابی جا
اس بیان سے اس قول کا بھی مفہوم واضح ہو جاتا ہے کہ
یا خدا دیوانہ باش و یا محمد ہوشیار

ہشیاری کے ساتھ جذبہ عشق کا اظہار شاعری میں ایک مشکل ترین مسئلہ بن جاتا ہے اس لئے اکثر لغت گو شعراء کلام میں عشق و محبت کی وہ تاثیر نہ پیدا کر سکے جو صوفیہ اپنی متصوفانہ شاعری میں کرتے ہیں۔ اردو اور فارسی نقیہ شاعری میں علامہ اقبال بالکل منفرد اور مستقل مقام رکھتے ہیں، انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ اسلامی فلسفہ حیات کی ترجمانی کی ہے لیکن اس فلسفہ حیات کی اساس عشق ہے۔ اور ان کا یہ عشق بھی حال عمری کامرہوں منت ہے اس لئے درحقیقت علامہ اقبال کا وہ جذبہ عشق ہی ہے جس سے ان کے فکر کو جلائی ہے اور

جوان کی شاعری کا روح ہے۔ ذیل کے اشعار سے رسول اکرم کے ساتھ ان کے طہانہ عشق کا اندازہ ہوتا ہے۔

خاک یثرب اندر دوا عالم خوشتر است ای خاک شہری کہ آسجا دلبر است
مصطفیٰ برسان خوشتر است اگر باوند سیدی تمام بولہی است
ہر عشق مصطفیٰ سامان دوست بحر و بر در گوشہ دامن دوست

بس اتنی سی حقیقت ہے ہمارے دین و ایمان کی
کہ اس جان جہاں کا آدمی دیوانہ بن جائے
ترے شاگرد و سر رحمت سے چھپ کر رہے ہیں روزِ محشر
کہ اس کو پیچھے لگایا ہے گناہ اپنے دکھا دکھا کر

مذکورہ بالا اشعار میں اسلام کا فلسفہ حیات مضمر ہے لیکن بیان فلسفہ فلسفہ نہیں رہ جاتا بلکہ عشق رسول کے جذبے میں ڈھل کر شعر کا پیکر اختیار کرتا ہے جس کے بغیر اقبال کی شاعری مجرد فلسفہ ہو کر رہ جاتی ہے۔

ہم نے یہاں صرف اقبال کی مثال اس لئے دی ہے کہ وہ ایک مفکر شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ سراپا عاشق رسول بھی تھے اس لئے ان کے کلام سے ہمارے مذکورہ دونوں کی دلیل زیادہ واضح ہو سکتی ہے۔

نعت کے سلسلے میں بعض ناقدین نے مذکورہ بالا کلمہ سے ٹھکر بعض دوسرے معیار مقرر کئے ہیں انہوں نے نعت کا معیار مقرر کیا ہے کہ اس میں نبی اکرم کے صرف اخلاق کا ذکر ہو۔ اس سے ہر حال انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اخلاق ہی کی خوبیاں دوسروں پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اخلاق ہی سے شخصیت کی صحیح اور صحیح تصویر نگاہوں کے سامنے ابھرتی ہے اور یہ وہ چیز ہے جس کو ہم دنیا کی تمام قوموں کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ان سب اوصاف کو ایک مسلمان شاعر اپنی عقیدت کے ساتھ پیش کرے کہ اس میں کسی حد تک تاثیر بھی پیدا کر سکتا ہے۔ اور عقیدہ سے قطع نظر کوئی بھی حقیقت پسند شاعر ان اوصاف کو سچائی اور شاعرانہ حسن کے ساتھ بیان کر سکتا ہے لیکن یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت کہ محاسن شعری اور تاثیر کے اعتبار سے یہ شاعری اس شاعری کی برابری نہیں کر سکتی جو ایک ایسے شاعر کے احساسات کا نتیجہ ہو جس کا دل عشق کی کیفیات سے آشنا ہو چکا ہو۔ نبی اکرم کے ساتھ عشق و محبت اور اس کے ادب خود قرآن سکھاتا ہے ان ادب کو اصول زندگی قرار دینے کے بعد طلب پر یہ مفہوم واضح ہوتا ہے کہ الدین کمہ ادب ہے۔ ان ادب کو اصول حیات قرار دینے کے بعد قلب کو عشق کی کیفیات کا تجربہ ہوتا ہے اسی لئے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مرشد کامل اپنے کسی شاگرد کو عشق مجازی کی تلقین کرتا ہے لیکن یہ صرف ایسے شخص کے لئے ہے جس کا دل درد کے احساس سے نا آشنا ہوتا ہے اور وہ اس درد کو بغیر ذات یا آدمی تجربہ کے محسوس نہیں کر سکتا۔ جب اس کے دل کی سختی، نرمی سے بدل جاتی ہے اور وہ درد کی میں اور اس کی کیفیت کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ تو اس کی یہ کیفیت تعلیمات کے ذریعہ عشق رسول اور عشق

انہی کی طرف متوجہ کی جاتی ہے لیکن یہ اصول عام نہیں ہے اور بغیر مرشد کامل کے خطرہ سے خالی نہیں۔ الغرض ایک عاشق شاعر کی عشقیہ شاعری محض وصف نگاری سے کہیں مشکل ہے بلکہ دونوں میں موازنہ کرنا ناممکن درست ہے اور جب کہ یہ معلوم ہے کہ نعت گوئی میں اس جذبہ عشق کا اظہار تو نہایت نادر مقام اختیار کر لیتا ہے۔

دکنی زبان میں اردو شاعری کی ابتداء سے نعت گو شاعر کی اچھی خاص نندہ نظر آتی ہے۔ شمالی ہندوستان میں یوں تو سبھی شاعروں نے روایتی طور پر نعتیہ اشعار لکھے ہیں اور بعض شعرا نے خوب داد سخن دی ہے لیکن ایسے شعراء جنہوں نے صرف نعتیہ اشعار اپنے دیوان مرتب کئے ہوں وہ متاخرین میں کم ہی نظر آتے ہیں البتہ جدید دور میں ان کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا ہے اور ہر ماہ ہے۔ اس سلسلے میں جنہیں تفصیلی معلومات فراہم کرنا ہر وہ ڈاکٹر ظہیر ضوی برقی کی کتاب "اردو کی نعتیہ شاعری" ملاحظہ فرمائیں۔ یہ کتاب ایک موضوع کا صرف آغاز ہے جس پر ابھی بہت کچھ لکھنے کی ضرورت ہے۔

بعض ناقدین نے اردو نعت گوئی میں مولانا حالی کو سب پر فوقیت دی ہے لیکن اول تو مسدس میں مولانا حالی کا موضوع نعت نہیں ہے بلکہ اس کے مسدس کا موضوع قوم مسلم کا عروج و زوال ہے یہ قوم مسلم کا ایک مرتبہ ہے اور مولانا حالی نے موضوع کو جس طرح پھیلا ہے اس کے لئے تسلسل بیان کو قائم رکھنے کے لئے کچھ نعتیہ اشعار بھی ضروری ہو گئے۔ موضوع کا تقاضا یہ تھا کہ بیان رسول اکرم کے اخلاق اور آپ کے اخلاق کے تاریخی اثرات کا ذکر کیا جائے۔ موضوع کے اعتبار سے یہ ایک خارجی شاعری ہے جس کو مولانا حالی کے جذبہ کی صداقت اور ان کے فن نے لازوال تاثیر بخش دی ہے مسدس میں موضوع کے اعتبار سے مولانا حالی کی ایک بڑی مجبوری تھی اس لئے وہ رسول اکرم کے حضور اپنے جذبات کا پورا اظہار نہ کر سکے۔ انہیں تو اس وقت اپنی قوم اور دین کے سامنے آپ کے اخلاق اور کارناموں کا ذکر ہی مقصود تھا۔ وہ بھی اختصار کیساتھ کیونکہ مسدس کے موضوع کا صرف یہ ایک جزو ہے۔ نعت میں مولانا حالی کے جذبہ کا اگر مشاہدہ کرنا ہو تو اس مناجات کو پڑھئے جس کا عنوان ہے "عرض حال بہ جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات و اکمل التیات" اور جس کا مطلع ہے

اے خاصہ خاصانِ رسل وقتِ دہلے

امت پہ تری آئے عجب وقت پڑا ہے

اس میں بھی پہلے قوم مسلم کا مرتبہ ہے لیکن چند شعر میں حالی نے رسول اکرم کے شوق اپنے قلبی احساسات کی ترجمانی کی ہے وہ یہ ہیں۔

ایمان جسے کہتے ہیں عقیدے ہیں ہمارے وہ تیری محبت تری عزت کی ولا ہے
ہر چہ پیش دہر مخالف میں ترانہ نام ہتھیار جواں کا ہے پیروں کا عصا ہے
جو خاک ترے در پہ ہے جا رہا کراؤنی وہ خاک ہمارے لئے دار وے شفا ہے
جو شہر و تیری ولادت سے مشرف اب تک وہی قبلہ تری امت کا رہا ہے
جس ملک نے پائی تری ہجرت سے سعادت کبھی سے کشش اس کی ہر اک دل میں سوا ہے

حیرت ہے کہ تائید نے حال کے مندرجہ بالا اشعار کو کیوں نظر انداز کر رکھا حالانکہ انہیں اشعار سے رسول اکرم کے ساتھ عالی کی بے پناہ عقیدت ظاہر ہوتی ہے ان اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے فکر و ضمیر اور قلب ذہن پر عظمت رسول چھائی ہوئی ہے البتہ جس کے قلم سے ایسے اشعار نکلے ہوں اسی کے قلم سے یہ شعر زین نہیں دیتا۔

مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی

کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور اپنی بھی

نبی اور الٰہی ایک دوسرے کے مراد نہیں اور یہاں نبی کو الٰہی کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی جب کہ یہاں قافیہ کی بھی تنگی نہ تھی اور یہاں مصرع میں بڑی آسانی سے بجائے الٰہی کے نبی کا لفظ لایا جاسکتا ہے۔

حال نے نعت میں صرف چند اشعار لکھے ہیں اور اس کی بنا پر انہیں نعت گو شاعر نہیں قرار دیا جاسکتا شاید انہیں نعت گوئی کے لئے زیادہ فرصت بھی نہ تھی۔

اگر اردو شاعری میں تمام شعراء کی نعت گوئی کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کیا جائے تو امام احمد رضا اس میدان میں بھی درجہ اہمیت پر فائز نظر آئیں گے۔ امام احمد رضا اس میدان میں ہر جگہ سراپا عشق و نیاز نظر آتے ہیں۔ ان کی سرقت میں بھی ہشیاری ہے۔ انہوں نے عشق رسول کے تمام تر آداب قرآن سے سیکھے ہیں جو کبھی جاوید ادب سے انہیں سرسوخ نہیں ہونے دیتے۔ ان کا کلام عشق اور تائید میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔

گزشتہ سطور سے یہ بات واضح ہے کہ نعت میں تاثیر کیلئے ایک ضروری شرط یہ ہے کہ شاعر کا قلب عشق رسول سے معمور ہو۔ عشق رسول ہی عشق الٰہی کا ذریعہ ہے عشق رسول کے بغیر طاعت و عبادت میں بھی حلاوت نہیں محسوس ہو سکتی۔ اس کے بغیر بندہ عشق الٰہی سے بھی محروم رہتا ہے۔ بقول حسرت موہانی

کچھ بھی حاصل نہ ہوا نہ ہمد میں نخوت کے سوا

شغل بے کار ہیں سب ان کی محبت کے سوا

نعت گوئی میں معبود اور عبد کے فرق کا لحاظ رکھنا ضروری ہے رسول کی خواہ کتنی ہی تعریف و توصیف کی جائے لیکن اس کا مقام مقام عبدیت ہی ہے رسول اکرم کی عظمت کا لازمی حصہ ہے کہ وہ عبدیت کے بلند ترین مقام پر فائز ہیں اسی لئے آپ کو قرآن میں بھی عبد کے خطاب سے نوازا گیا ہے عبدیت کا یہ بلند ترین مقام آپ کو تمام مخلوقات میں افضل ترین اور بے شل قرار دیتا ہے۔

تقدیر بیک ناکہ نشانیہ دو محمل

لیلا حدوتہ تو دعدرا قندم را (عرفی)

لیکن اس مقام عبدیت کے اظہار میں ایک عاشق کیلئے ضروری ہے کہ محبوب کی محبوبیت میں فرق نہ لائے پائے بندہ بندہ کا رہے اور دامن ادب بھی ہاتھ سے نہ چھوٹے ایک سچا عاشق رسول اس ہادۂ ادب پر ہمیشہ قائم رہے گا اور جس سے یہ چھوٹا تو یہ نہ صرف اس کے لذت عشق بلکہ ایمان سے بھی محروم ہونے کی دلیل ہے۔ اس نکتہ کو خواجہ حافظ شیرازی نے کتنے

لطیف اور شاعرانہ انداز میں بیان کیا ہے۔

صبحم سرخ سحر با گل تو خاستہ گفت

گل بخندہ کہ اداس است ز نیم دل

امام احمد رضا کا جذبہ عشق انہیں ادب کے اس اصول سے سرسوخ نہیں ہونے دیتا

ذیل کے اشعار میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

پیش نظروہ ز بہار سجیدے کو دل ہے بے قرار

اے شوق دل یہ مجھ کو روا نہیں

وہی لامکان کے مکین ہوئے سرعش تخت نشین ہوئے

بغداد کا بھی ہے در نہیں اور کوئی مفرق

لیکن رضا کے ختم سخن اس پر کر دیا

اس طرح کے بہت سے اشعار ہیں جہاں ذرا سی لغزش یا زبرد اشت سے قلم رسول کے

مقام عبدیت سے متجاوز ہو سکتا تھا۔ اس نازک مقام سے گذر جانا امام احمد رضا کے جذبہ

عشق کے ساتھ دینی ذوق و شعور کی دلیل ہے۔ عشق دل کی ایک کیفیت ہے اس کیفیت

کو الفاظ کا ایسا جامرہ بنانا کہ اسے قاری یا سامع زیادہ سے زیادہ محسوس کر سکے نہایت

مشکل کام ہے اس شکل سے وہی ہمدہ برآ ہو سکتا ہے جو ہدایت فن کے ساتھ ایک سچے

عاشق کا دل رکھتا ہو۔ یہ ایک بدیہی امر ہے کہ کسی معشوق مجازی کے عشق میں گرفتار ہو کر ایک

سنگ دل بھی اس کے تئیں موم ہو جاتا ہے لیکن رسول اکرم کی محبت میں دل گراختہ ہو جانا

ایک مرد مومن کی شان ہے عشق کی یہ کیفیت اور مرد مومن کی یہ شان مولانا احمد رضا کی نعتوں

سے جس قدر اشعار نظر آتی ہیں اردو شاعری میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے امام احمد رضا کا

ہی وہ کمال ہے۔ جن پر اردو نعتیہ شاعری کو ہمیشہ ناز رہے گا۔ کلام میں اس کیفیت کو محسوس

کرنا ایک ذوق اور وجدانی چیز ہے جسے ہر وہ شخص جو اردو ادب کا ذوق رکھتا ہو یقیناً محسوس

کرے گا اور وہ دل جو ذوق کے ساتھ ایمان کی حلاوت بھی رکھتا ہو امام احمد رضا کے اشعار

پر لوٹ پوٹ ہو جائے گا۔ آپ کا سارا کلام اس رنگ میں ڈوبا ہوا ہے بطور نمونہ چند

مثالیں ملاحظہ ہوں

لحد میں عشق رخ شہ کا ذراغ لیکے چلے

اندھیری رات تھی تھی چراغ لیکے چلے

ذرتے حجرہ کرتی بیزاروں کے

تاج سر بنے ہیں سیاروں کے

سہ مفہوم یہ ہے کہ صبح کی چڑیا نے گل نورس سے کہا کہ ناز نہ کر تمہارے جیسے بہت سے بھول رکھے اور ختم ہو گئے۔ پھر انہوں نے کہا کہ مجھے کچھ بات سے تو تکلیف نہیں ہوتی لیکن یہ عاشق کا شیوہ نہیں کہ معشوق سے سختی کے انداز میں بات کہے۔

کے قلب پر باغ ارم کی بہاریں بھی شاربین امام احمد رضا کی یہ تعین اپنی شگفتگی اور غنائ
میں اپنی آپ مثال ہیں اور خود کلام ہی آفتاب آمد دلیل آفتاب کا مصداق ہے۔ مثلاً
سزا بقدم ہے تن سلطان ز من پھول لب پھول دہن پھول زقن پھول بدن پھول
صدقہ میں ترے باغ تو کیا الٹے ہیں بن پھول اس غنچہ دل کو بھی تو ایسا ہو کہ بن پھول
تنکا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہلتا تم چاہو تو یہ جو جائے ابھی کوہ و من پھول
واللہ حول جلے سرے گل کا پسینہ مانگے کبھی عطر نہ بھر چاہے دوہن پھول
ذمان و لب و زلف و رخ شر کے فداؤ میں درمدن محل میں مشک خشن پھول
بوہو کے ہاں ہو گئے تاب رخ شریں لوہے گئے ہیں اب تو حیلون کے دہن پھول
ہوں بارگنہ سے نہ خجل دوش عزیزاں اللہ مری بخش کر لے جان چمن پھول
دل اپنا بھی شیدا ہے اس ناخن پا کا اتنا بھی مہر تو یہ نہ اسے خرخ کہن پھول
کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جس کی حسین اور چمن پھول

وہ کمال حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
ہی پھول خار سے دور ہے ہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
میں تار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو نہ بان نہیں
وہ سخن ہے جہاں میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیان نہیں
ترا قدر تو نادر رہے اکوئی مثل ہو تو مثال دے
کہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سر و چار نہیں

امام احمد رضا کا لکھا ہوا معراج نامہ زبان و بیان کے اعتبار سے اردو زبان میں آپ
اپنا مثال ہے۔ اردو میں معراج نامہ لکھنے کا ادراج شروع سے رہا ہے لیکن یہ معراج نامہ
اپنی گوناگوں خصوصیات کے لحاظ سے سب پر فوقیت رکھتا ہے منظر نگاری، تغزل، جذبہ
کا ہوا و حسن کی باریش عشق کی وارستگی زمین سے آسمان تک شادی کی لچل اور انوار کا تلاء طم،
تشیہات اور استعارے کی کشش، عظمت رسول کا اظہار، لفظوں کا انتخاب یا محاوروں کی
ہندی لفظوں کا ہر محل استعمال، تراکیب کی شگفتگی اور ہر شکوہ انداز کے بجائے سادہ اور
شیریں زبان و بیان نے پوری نظم کو ایک حسین مرقع میں ڈھال دیا ہے۔

ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا نے اردو شعرا میں بعض اساتذہ کے کلام
کا مطالعہ کیا تھا اور ان کے تتبع میں انہوں نے اشعار بھی لکھے ہیں۔ غالب کی ایک زمین
میں انہوں نے چند تعین لکھی ہیں ان لغتوں میں وہی مدح سوزا ٹھہراؤ اور لہجہ میں تاننا
جس کا غالب کو سب پر فوقیت حاصل ہے۔ امام احمد رضا کا کلام پڑھ کر یہ یقین پختہ ہو
جاتا ہے کہ انہوں نے شاعری محض اس لئے نہیں کی تاکہ ان پر نصیب عالم کا الزام نہ لگ
سکے اور نہ محض مشق سخن یا فلسفہ طبع کے طور پر انہوں نے اشعار لکھے ہیں بلکہ شاعری
کا علم ان کو قدرت نے پوری طرح ودیعت کیا تھا۔ اور وہ فخر شاعری میں فخر شعور

عاجو اور شہنشاہ کا روضہ دیکھو کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو
دھوم دیکھی ہے در کعبہ پہ بیتابیوں کی ان کے مشتاقوں میں حسرت کا ترپنا دیکھو
واں مٹیوں کا جگر خون سے پانی پانی باں سید کاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو
بے نیازی سے وہاں کا پتی پانی ماعت جوش رحمت یہ یہاں ناز گنہ کا دیکھو
مترم سے تو گلے لگ کے نکالے ارباں ادب و شوق کا یاں باہم الجھنا دیکھو
رقص بس کی بہاریں تو منی میں دیکھیں دل خونابہ نشان کا بھی ترپنا دیکھو
خود سے سن تو رضا کہے سے آتی ہے سوا
میرا آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

یاد میں جس کی نہیں ہوش تن و جاں ہم کو پھر دکھا دے وہ رخ اسے ہر فردزاں ہنگو
کا شہر و بڑہ قندیل مدینہ ہو یہ دل جس کی سوزش نے کیا رشک چراغاں ہم کو
خون ہے سج خراشی سگ طیبہ کا ورنہ کیا یاد نہیں نامہ و افغان ہم کو
شمع طیبہ سے یہ پروانہ رہے کبتک دور ہاں جلا دے شرر آتش پہاں ہم کو
جب سے آنکھوں میں سمائی ہے دینے کی بہار نقراتے ہیں خزاں دیدہ گلستاں ہم کو
اسے رضا و صف رخ پاک ستانے کیلئے
نذر دیتے ہیں چمن مرغ غزل خماں ہم کو

مرد کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں بختے باغ خلیل کا گل دیا کہوں بختے
حرام نصیب ہوں بختے امید کہ کہوں جان مراد کاں تمنا کہوں بختے
گلزار قدس کا گل رنگین ادا کہوں درمان در بلبل شیدا کہوں بختے
صبح دہن پہ شام غزیاں کو دون شرف بیکن نواز گیسووں والا کہوں بختے
اللہ دے تیرے جسم منور کی تابشیں اسے جان جان میں جان تجلا کہوں بختے
بے داغ لالہ یا قربے کلف کہوں بے خار گلین چمن آرا کہوں بختے
مجرموں اپنے عفو کا سامان کروں شہا یعنی شفیع روز جزا کا کہوں بختے
اس مردہ دل کو مزہ جات ابد کا دوں تاب و توان جان میوا کہوں بختے
تیرے تو وصف عیب تنائی سے ہیں بری جہاں ہوں میرے شاہ میں کیا کہوں بختے
لیکن روضے نے خم سخن اس یہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں بختے

امام احمد رضا کے فقہ کام میں اچھی خاصی تعداد ایسے اشعار کی ہے جس میں رنگ تغزل
بھی اپنی کیفیت آفرین کے ساتھ جلوہ دکھاتا ہے۔ اس تغزل میں بھی دامن ادب ہاتھ
سے نہیں چھوڑتا۔ امام احمد رضا کا دماغ اگر مرد پروین سے خارج نہیں ہو سکتا تو ان

مدح یعنی قائم البینین صل اللہ علیہ وسلم کے فضائل تمام مخلوقات کے محیطہ اور اک سے باہر ہیں۔

کی بختگی کے حامل تھے یہ نہیں بلکہ جیسا کہ آگے ذکر آئے گا انہوں نے ہر صنف سخن میں مواد سخن دی ہے غالب کی زمین میں جو چند نفیس نغموں نے لکھی ہیں اس سے چند اشعار بیان نقل کئے جاتے ہیں۔

پوچھنے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کیوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کیوں
جو کہے شعرو پاس شرع دلوں کا حسن کیونکر کئے
لا سے پیش جلوہ زمرہ رضا کیوں

پھر کے لگی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
رخسرت قافلہ کا شور عرش سے ہیں اٹھائے کیوں
یاد حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم
جان ہے عشق مصطفیٰ روزِ فردوس کرے خدا
یا تو یہ نہیں تروپ کے جائیں یا وہی دام سے چھڑائیں
منت عزیز کیوں اٹھائیں کوئی ترس جتائے کیوں

امام احمد رضا کی قادر الکلامی کا اندازہ دیاں ہوتا ہے جہاں انہوں نے شگلاخ زمین کو موم اور سخت ردیف کو پانی کیا ہے ایسی ردیفوں سے نعتیہ کلام میں ہندہ برآمد ہونا مشکل ہو جاتا ہے مثلاً

رونی بزم جہاں میں عاشقانہ سوختہ
کہہ رہی ہے شمع کی گویا زبان سوختہ
عارض شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
شش کی آنکھوں کے مارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں
طوبی میں جو سب سے اونچی نازک سیلھی نکلی شاخ
مانگوں نعت نبی لکھنے کو روح قدس سے ایسی شاخ

ایک نعت میں قافیہ کی دشواری کے باوجود لہجہ کی تسانت اور مدح سوز دل کی اضطراب کیفیت اور عشق کا وہاں انداز اور منفرد اسلوب ملاحظہ کیجئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قافیہ خود بخود بندھا چلا آ رہا ہے۔

نہ آسمان کو یوں سرکشیدہ ہونا تھا
اگر غلوں کو خزاں نارسیدہ ہونا تھا
حضور ان کے خلاف ادب تھی بقیان
کنار خاک مدینہ میں راحتیں ملتیں
ہلال کیسے نہ بتا کہ ماہ کامل کو
چمکا رنگ جنوں عشق شہ میں ہر گل کو
بجھا عرش پہ خاک ہزار پاک کو ناز
حضور خاک مدینہ خمیدہ ہونا تھا
کنار خار مدینہ دمیدہ ہونا تھا
مری امید تھے آرمیدہ ہونا تھا
دل حزن تھے اشک چکیدہ ہونا تھا
سلام ابرو سے شہ میں خمیدہ ہونا تھا
رگ پیار کو خستہ رسیدہ ہونا تھا
کہ تجھ سا عرش نہیں آفریدہ ہونا تھا

گزرتے جان سے اک شور یا جب کیا تھا فغاں کو الہ طلق بریدہ ہونا تھا
رضا جو دل کو بانا تھا جلوہ گاہ حبیب
تو بار سے قید خودی سے رہیدہ ہونا تھا

امام احمد رضا نے ایک نعت میں عجیب جدت طرائف کا مظاہرہ کیا ہے اس میں التزام یہ رکھا ہے کہ ہر مصرعہ کے دو محذو ہوں اور ہر شعر کے چار محذو ہوں چاروں محذو ہوں چار زبانوں میں عربی، فارسی، اردو اور ہندی۔ مختلف زبانوں کے باوجود بحر کی ترنم ریزی، قافیہ اور ردیف کی پرکشش جھنکار، ہندی زبان کی آمیزش سے مدھر اور مٹھالی و لہجہ اور پوری نظم کا صوتی اور معنوی رنگ و آہنگ قابل دید و شنید ہے مختلف زبانوں پر قدرت رکھنے کے ساتھ لفظوں کا انتخاب اور پیرایہ مختلف اجزاء کو ایک متناسب اور مترنم سانچے میں ڈھال دینا امام احمد رضا کی ذہنی جودت و جدت کا مظہر ہے اس طرح کی مثال امیر خسرو کے یہاں ملتی ہے لیکن جو التزام امام احمد رضا کی نعت میں ملتا ہے وہ یہاں بھی نہیں ہے۔

لہذا یہ نعتیہ مکتبہ فی نظر میں توشہ پیدا جانا
ابو علاء الموحطی من بکس و طوفان ہوش ربا
یا شمس منظر الی لیلیٰ جو بطیبہ (مسیحی) جتنی

توری جوت کی جھلجھل جگ میں چمک رہی شب نے ددن ہونا جانا
لک جہد فی الوجہ الاول خط ہالہ مد زلف ابراہیل
تو ہے چند چند پروردگار رحمت کی بھون برسا جانا
اخانی عطیش و تنہاک اتم ای گیسوی پاک ای ابرکرم
برسن ابرے دم جم دم جم دو بوندا دھر بھی گرا جانا
یا قافلتی نرید کی اچلک رچی بر سر تفتہ بنک
مورا حیرالرجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا
واھا سوریات ذہبت ان عہد حضور بارگت
جب یاد آت موم ہے کر نہ پرت و رواہ مدینہ کا جانا
القلب شیعہ والہم تجون دل زار چنان جان زیر چون
پت اپنی بہت میں کاسے کہوں مرا کو نہ ہے ترے سوا جانا
الروح فلک فز و خرد کا یک شعلہ دگر بر زن عشقا
مورا تن من دھن سب بھونک دیا یہ جان بھی پایے جانا
بس فامہ خام قواسے رضا نہ یہ طر زمری نہ رنگ مرا
ارشاد اچھا نا اچھا چار اس راہ پڑا جانا

امام احمد رضا کی اکثر نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں، ثنوی اور رابعیوں کی شکل پر بھی کچھ لکھا ہے رباعی ایک فصل فن ہے آپ کی چند رباعیوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر اس صنف کی طرف بھی آپ توجہ دیتے تو اردو کے ممتاز رباعی گو شعرا میں آپ کا مقام ہوتا مونس کے طور پر چند رباعیاں درج ذیل ہیں۔

حالیکہ امام احمد رضا کی حیثیت ہمیشہ میر کارواں کی رہے گی کیونکہ درحقیقت وہ سدا کے رہبر ہیں۔ میرے پاس حدائق بخشش کا جو نسخہ ہے اس پر من طباعت نہیں درج ہے اس میں جگہ جگہ مفید حواشی کی وجہ سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی ہے لیکن کتاب کی بہت بداعت کی غلطیوں سے خالی نہیں ہے ضرورت ہے کہ کامل صحت اور عمدہ طباعت کے ساتھ کتاب شائع کی جائے۔

ادارہ تھا کہ اس مضمون میں امام احمد رضا کے اشعار کی زبان و بیان کی خوبیوں کی وضاحت کی جائے اور اس کے معانی زبان کا تجزیہ کیا جائے اور اس کے ساتھ ہی ایک جامع انتخاب بھی پیش کیا جائے لیکن وقت کی کمی اور عدم الفرصتی اس کام میں مانع ہے۔

یہ بھی خیال تھا کہ امام احمد رضا کی فارسی شاعری پر بھی ناقدانہ بحث کی جائے لیکن ان کا فارسی کا کچھ زیادہ کلام دستیاب نہ ہو سکا۔ اردو شاعری پر بھی گذشتہ سطروں میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ محض حدائق بخشش کی روشنی میں لکھا گیا ہے۔ ان کے جن اور منظوم کلام کا ذکر ملتا ہے وہ ہیں دستیاب نہ ہو سکے۔ حدائق بخشش ہی میں تھوڑا سا کلام فارسی زبان میں بھی شامل ہے۔ اگرچہ اس مختصر کلام سے بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اگر آپ فارسی زبان میں بھی مشق سخن جاری رکھتے تو آپ فارسی شاعر کی صف میں بھی جگہ پاتے تاہم یہ مختصر سا کلام فارسی شاعری میں آپ کی شخصیت کو متعین کرنے کے لئے ناکافی ہے۔ اس لئے اس پر تبصرہ کرنا کچھ زیادہ ضروری نہیں معلوم ہوتا البتہ یہاں بطور نمونہ بعض انتخاب پر اکتفا کیا جاتا ہے جس سے آپ کی فارسی شاعری کے رنگ کا اندازہ ہو سکتا ہے فارسی میں آپ نے ۱۶۱ اشعار کی ایک تنوی لکھی ہے اس کے آخر میں کچھ اشعار مناجات پر ہیں یہ مناجات حضرت فرید الدین عطار کا اس مناجات کی یاد دلاتی ہے جو اس طرح شروع ہوتی ہے بادشاہ جرم ملاد در گزار

ما گنگاریم و تو آمرز گار
مادر روانی میں وہی کیفیت ہے مولانا روم کی شاعری میں جگہ جگہ نظر آتی ہے۔ امام احمد رضا کی مناجات کے کچھ اشعار یہ ہیں۔

ای خدا ای ہر بان مولای من	ای انیس غلوت شہای من
ای کریم و کار ساز بنیاد	دائم الا حسان شہ بندہ لازم
ای بیادت نالہ مرغ سحر	ای کہ ذکر ت مرہم زخم جگر
ای کہ نامت راحت جان و دلم	ای کہ فضل تو کفیل شکم
ہر دو عالم بندہ اکرام تو	صد چو جان من فدا نام تو
ما خطا آرم و تو بخشش کنی	نورہ انی غفور و مینر
اللہ اللہ دین طرب جرم و خطا	اللہ اللہ زان طرب رحم و عطا
زہرا خواہم و تو شکرت دہی	خیر را دایم شر از گری
تو فرسادی بمار دشمن کتاب	میکنی با ما با حکمت خطاب
از لفیل آن صراط مستقیم	قوتی اسلام دادہ ای کریم
پہر سلائی ہزاران فتنہ صا	یک مدد داغ افزای دادی خدا
ای خدا ہر جناب مصطفیٰ	چار یار پاک و اول با صفا

کس نہ سے کہوں رشک عدا دل ہوں میں شاعر ہوں نصیح بے ممان ہوں میں
حقا کوئی صنعت نہیں آتی مجھ کو ہاں یہ ہے کہ نقصان میں کامل ہوں میں

تو شہ میں غم و اشک کا سا مان بس ہے افغان دل زار حدیثوں بس ہے
رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو نقش قدم حضرت حسان بس ہے

ہے جلوہ گزرا الی وہ رد قوسین کی مانند ہیں دونوں ابرو

آنکھیں یہ نہیں سبزہ مژگان کے قریب چرتے ہیں فضائے لامکان میں آہو

مردم نہ تھا سایہ شاہ ثقلین اس لڑکی جلوہ کہ تھی ذات حسین

نیشل نے اس سایہ کے دو حصے کئے آدھے سے حنہ بنے ہیں آدھے سے حسین

نقصان نہ دے گا تجھے عصیاں میرا غفران میں کچھ خرچ نہ ہوگا تیرا

جس سے تجھے نقصان نہیں کر دے معات جس میں ترا کچھ خرچ نہیں دے مولا

نعت کے بعد آپ کے کلام میں منقبت پر اشعار ملتے ہیں جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی مدح میں زیادہ اشعار ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدح میں چند اشعار ملاحظہ فرمائیے جس میں جوش بیان نمایاں ہے۔

رشک قمر ہوں رنگ رخ آفتاب ہوں	ذرہ ترے جوائے شہ گردوں جناب ہوں
دور بخفت ہوں گوہر پاک خوشاب ہوں	یعنی تراب رنگدہر و تراب ہوں
گرا آنکھ ہوں تو ابر کی چشم پر آب ہوں	دل ہوں تو برق کا دل پر اضطراب ہوں
خونیں جگر ہوں طائر بے آشیان ٹھما	رنگ پریمہ رخ گل کا جواب ہوں
میرت فراہے شرم گدے سے مرا سکت	گویا لب خموش لحد کا جواب ہوں
دل بستہ بیقرار جگر چاک اشک بار	غلو ہوں گل ہوں برق تپا ہوں سحاب ہوں
دوئی ہے سب سے تیری شفاعت پر بیشتر	دفتر میں عاصیوں کے شہا انتخاب ہوں
مٹ جائے یہ خودی تو وہ جلوہ کہاں نہیں	در دایں آپ اپنی نظر کا حجاب ہوں
صدقے ہوں اس پزار سے دے گا جو غلص	بل نہیں کہ آتش گل پر کسباب ہوں
میں تو کہا ہی چاہوں کہ بندہ ہوں شاہ کا	پر لطف حجب ہے کہیں اگر وجہ جناب ہوں

حسرت میں خاک ہو کی طیر میں ہے رضا
ٹپکا جو چشم ہر سے وہ خون تاب ہوں

امام احمد رضا کی اردو شاعری کے اس جائزے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ شاعری کا پورا لہر رکھتے تھے البتہ انھوں نے اپنی اس صلاحیت کو صرف نعت و حمد اور منقبت و مناجات تک محدود نہ رکھا۔ انھوں نے اردو کی نقیہ شاعری کو ایک مستقل فن بنادیا اور اس کو وہ دلخواہ اور سلاہار کیفیت عطا کی جو ہمیشہ تخیل و قلب کا کام کرتی رہے گی۔ انھوں نے اپنے قلم گوہر ایسے اردو شاعری کے دامن کو نیا جوہر عطا کیا۔ سادہ زبان، شگفتہ تراکیب، مترنم بحر اور رواں دواں نیز سحر و شگلاخ زمین میں وہ لطیف جوہر ی شیریں نکالے ہیں جس میں آپ حیات کا مزہ ہے آج اردو کی نقیہ شاعری ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور یہ شجر ثمار پھولتا پھلتا رہے

یارب بحال تا عبد القادر یارب نبوال عام عبد القادر
منکر بقصور و نقص ما قادر یان بنگر بحال تام عبد القادر

خور نور شد از ربه عبد القادر ام اذن طلوع از شہ عبد القادر
ماہ است گلای دیو ہر د این جا مہرست گلای مہ عبد القادر

ای قادر وای خدای عبد القادر قدرت دہ دستہای عبد القادر
بر عاجزئی با نظر رحمت کن رحم ای قادر برای عبد القادر
اپنی تمام خاکساری کے باوجود امام احمد رضا کو شاعری میں اپنے فن کی مہارت کا خود
احساس تھا اور کوئی بھی ماہر فن اس احساس سے عاری نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ خود کہتے ہیں
ملک سخن کی شاہی تملو رضا مسلم
جن سمت آگے ہو سکتے تھے دیئے ہیں
اگرچہ اس طرح کے اقوال مذہب شاعری میں جائز ہیں لیکن امام احمد رضا کا قول محض
روایتی نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہے۔

مردان در خواب ایشان در نماز
بہر شور خندہ طاعت کنان
بہر آہ سرد بھوران زیار
بہر خون پاک مردان چہاد
از تو پذیرفتن زما کردن دعا
جز دعا ی نیم شب ای مستعان
وین دعا ہم محض توفیق بود
فضل تو دل داد ای رب و دور
فضل تو دل داد ای رب و دور
اوست بس ما ماذو مستعان
جنا اللہ ربنا نعم الوکیل
امام احمد رضا کی فارسی کی ایک نعت بھی ملاحظہ ہو۔ زبان کی سادگی و شگفتگی بیان میں
روانی و شیرینی سہل الادب الفاظ کا استعمال اور شکل تراکیب سے اجتناب اور حسن و عشق کی جلوہ طازی
یہ تمام خوبیاں اس میں مجتمع نظر آتی ہیں۔

زکلت ماہ تابان آفریدند
داز بہر تو صرف ایما نیا شد
صبار مست از بویت بہر سو
برای جلوہ یک گلبن ناز
ز لعل نوشنم جالفرایت
نہ غیر کبریا جان آفرینی
پن نظارہ محبوب لا موت
نما کردند تا قصر رسالت
زہر و چرخ بہر خوان جودت

رحمت تا بہارتازہ محل کرد

رضایت را غزلخوان آفریدند

آپ نے فارسی میں متعدد بابا عیاں کئے ہیں اور بیشتر حضرت عبد القادر جیلانی کی مدح میں
ہیں کچھ رباعیوں کا انتخاب بھی ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

در حشر کہ جناب عبد القادر چون فشر کی کتاب عبد القادر
از قادر یان مجو جدا گانہ حساب مدی ثمر از حساب عبد القادر

نمکین گلی از ریاض عبد القادر تلویحی از ریاض عبد القادر
نور دل عارفان کہ شب صبح فاست سطری بود از ریاض عبد القادر

ہو الکل ہو المہین
شاہزادگان حضو حشا اعظم ہند
کی
عظیم الشان خدمات
اشاعت امام احمد رضا نمبر
و
العقاد امام احمد رضا کا نفرس
کے لئے خراج عقیدت پیش کرتے ہیں
وابستگان سلسلہ عالیہ افتخاریہ
وابستہ دامن حضرت وطن الشاہ محمود احمد افتخاری
محبوب منزل، بازار نور خان، حیدر آباد، آندھرا پردیش

مذہبی شاعری میں صداقت کے عناصر

از: ڈاکٹر سلام سندیلوی

شعبہ اردو، گورکھپور یونیورسٹی

محرم ڈاکٹر سلام سندیلوی اردو ادب کی قد آور شخصیت ہیں۔ اب تک تقریباً تیس کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ موصوف اردو، فارسی اور سہڑی میں ایم اے، ایل ایل بی، پی ایچ ڈی، ڈی لٹ اور ساہتیہ سہا کر ہیں۔ گورکھپور یونیورسٹی میں شعبہ اردو کے پچھر ہیں۔ مولانا محمد احمد مصباحی اور سالک گورکھپوری کی گذارش پر موصوف نے یہ معنون ارسال فرمایا ہم شکریہ کے ساتھ شایع کر رہے ہیں۔ (ایڈیٹر)

بڑی اہمیت ہے۔

جب ہم حضرت امام احمد رضا کی مذہبی شاعری کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس میں صداقت کے عناصر بدرجہ اتم موجود ہیں۔ آپ کے کلام میں صداقت کا انحصار مندرجہ ذیل باتوں پر ہے۔

۱۔ دراشت ۲۔ ماحول ۳۔ ذاتی مشاہدہ ۴۔ ذاتی تجربہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ بنیادی طور پر شاعری میں صداقت اور اصلیت مشاہدہ اور تجربہ کا بنا پر تائید کی دکھاتی ہے۔ مگر کسی نہ کسی حد تک یہ عناصر شاعری میں وارثت *Heaviness* اور ماحول *Environment* کا بنا پر بھی انبھرتے ہیں۔ اس نکتے سے رابرٹ وڈور مقرر *Robert Woodberry* اور ڈونالڈ مارکیوس *Donald Marquis* نے اپنی مشہور تصنیف میں مفصل طور پر بحث کی ہے۔

اگر ہم حضرت امام احمد رضا کی وارثت پر غور کریں اور ان کے خاندانی شجرہ کا مطالعہ کریں تو ہم کو ان کی شاعری میں صداقت کا سبب واضح طور پر نظر آئے گا۔ حضرت امام احمد رضا کا تعلق اعلیٰ نسب سے ہے۔ آپ کے مورث اعلیٰ حضرت مولانا سید اللہ خاں کا بلکہ قبیلہ بڑھپچ کے پٹھان تھے جو عہد مغلیہ میں ہندوستان تشریف لائے تھے۔ آپ کو مغلیہ حکومت نے جاگیر اور منصب سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد آپ کے بیٹے مولانا سعادت یا رخاں کو وکیل کھٹا کا گورنر بنا یا گیا مگر عہد قبول کرنے سے قبل ہی آپ کا وصال ہو گیا۔ آپ کے بیٹے محمد اعظم خاں نے بریلی میں قیام کیا آپ کے سپرد عہدہ وزارت کیا گیا۔ آپ کچھ عرصہ تک اپنے فرائض منصبی انجام دیتے رہے مگر بعد میں آپ تصوف کی طرف مائل ہو گئے۔ آپ کے بیٹے مولانا کاظم علی خاں

جس سے طرح زندگی کے ہر شعبہ میں صداقت کی اہمیت ہے۔ اسی طرح شاعری میں بھی صداقت ضروری ہے۔ مگر شاعری میں صداقت کی وہ نوعیت نہیں ہوتی جو سائنس میں ہوتی ہے۔ دراصل سائنس میں سائنسی صداقت *Scientific Truth* رونما ہوتی ہے مگر شاعری میں شاعرانہ صداقت *Poetic Truth* جلوہ دکھاتی ہے جب شاعری میں صداقت کے عناصر شامل ہوتے ہیں تو اس میں خلوص اور حقیقت کی گہرائی اور گیرائی پیدا ہو جاتی ہے۔

یہاں ایک امر غور طلب ہے شاعری میں صداقت کس طرح پیدا کی جائے۔ یہ سوال بہت اہم ہے اور اس پر صداقت کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ واضح طور پر شاعری کی دو قسمیں ہیں۔ ایک خارجی شاعری اور دوسری داخل شاعری خارجی شاعری میں صداقت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب شاعر خارجی مناظر کا بیان اپنے ذاتی مشاہدہ کی بنا پر پیش کرتا ہے۔ اور داخل شاعری میں صداقت اس وقت جلوہ گر ہوتی ہے جب شاعر داخل جذبات کا اظہار اپنے ذاتی تجربہ کی روشنی میں کرتا ہے۔ اگر خارجی اور داخل شاعری کا انحصار معنی مشاہدہ اور ذاتی تجربہ پر نہیں ہوتا ہے تو ایسے شاعری تاثر سے محروم ہوتی ہے۔ اور وہ قارئین کے دل پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ شاعری میں خلوص اور صداقت کے مسئلہ پر سب سے پہلے افلاطون نے روشنی ڈالی ہے۔ اس کا قول ہے کہ سارے اعلیٰ اور دائمی ادب کی بنیاد خلوص

Sincerity پر ہوتی ہے۔ کارلائل نے بھی خلوص کو ادب کی روح *Essence* پر قرار دیا ہے۔ رسکن کا قول ہے کہ ادب میں جدت کسی نئی بات سے نہیں پیدا ہوتی بلکہ اصلیت *Authenticity* سے ظہور پذیر ہوتی ہے غرضیکہ ادب اور شاعری میں خلوص، اصلیت اور صداقت کی

ہر برائیوں کے تحصیلدار تھے۔ اس کے باوجود آپ عبادت و ریاضت سے غافل نہیں رہے۔ تحصیلدار صاحب کے بیٹے مولانا شاہ رضا علی خاں اپنے وقت کے زبردست عالم اور پاک باطن صوفی تھے۔ شاہ رضا علی خاں کے بیٹے شاہ تقی علی بھی ایک کامل درویش تھے۔ آپ ہی کے بیٹے حضرت امام احمد رضا صاحب ہیں جن کی ولادت بریلی میں ۱۲ جون ۱۲۵۸ء میں ہوئی۔ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب کا خاندانی شجرہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ کو عظمت، تقدس اور تصوف بطور وراثت ملا تھا۔ یہ عناصر آپ کی شاعری میں بھی منتقل ہو گئے ہیں۔

وراثت کے علاوہ حضرت امام احمد رضا پر آپ کے ماحول کا بھی اثر پڑا۔ آپ نے اپنے وقت کے بزرگان دین سے کسب علم کیا۔ چنانچہ آپ نے مرزا غلام قادی بگ، مولانا سید آل رسول، مولانا سید ابوالحسن نوری، مارہروی اور علامہ عبدالعلی وغیرہ سے علوم دینی و باطنی حاصل کئے۔ چونکہ آپ کو بچپن ہی میں اعلیٰ اور ادبی ماحول مل گیا تھا۔ اس لئے اس ماحول نے آپ کے کردار کی تشکیل میں بہت مدد کی۔ آپ کے ماحول نے آپ کو ایک مذہبی انسان بنا دیا۔ آپ نماز پنجگانہ مسجد میں باجماعت ادا کرتے تھے۔ آپ نے ہمیشہ رسول اکرم اور صحابہ کرام کی پیروی کی۔ آپ حج کی برکت سے بھی فیض یا ب ہوئے۔ چنانچہ آپ پہلی بار ۱۲۸۸ھ میں حج کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ اس کے بعد ۱۲۹۵ھ میں آپ نے حرمین شریفین کی زیارت کی۔ اس طرح آپ نے خود اپنی آنکھوں سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مناظر دیکھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی لغت میں ان شہروں کے مناظر کا جو ذکر ملتا ہے۔ وہ عینی ہے قیاسی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ آپ اپنی لغت میں جس خلوص اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں یہ فرضی نہیں ہے بلکہ اصلی ہے کیونکہ زیارت حرمین نے آپ کے دل میں دلائل محمد کی چاندنی پھیلادی۔ انہیں اسباب کی بنا پر آپ کی شاعری میں صداقت پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں۔

السلام ہمار چنستان عرب
پاک ہیں لوٹ خزاں سے گل وریحان عرب
جوشش ابر سے خون گل فردوس گرس
چھڑ دے رگ کو اگر خار بیا بان عرب
کوچہ کوچہ میں مہکتی ہے یہاں بوے قیص
یوسفناں ہے ہر اک گوشہ کنفان عرب

ان اشعار میں حضرت امام احمد رضا نے عرب کے چنستان کی بہار و عرب کے گل وریحان، عرب کے بیا بان کے خار اور عرب کے کوچوں کا ذکر کیا ہے مگر یہ ذکر رسمی اور قیاسی نہیں ہے بلکہ اس ذکر میں صداقت کا اجالا موجود ہے کیونکہ حضرت امام احمد رضا صاحب نے عرب کے ان مناظر کا بذات خود مشاہدہ کیا ہے۔

حضرت امام احمد رضا کے مندرجہ ذیل اشعار بھی ملاحظہ فرمائیے۔

نظارہ خاک مدینہ کا اور تیری آنکھ
نہ اس قدر بھی قمر شوخ دیدہ ہونا تھا
کنار خاک مدینہ میں راحتیں ملتیں
دل حزیں تجھے اشک چکیدہ ہونا تھا
پناہ دامن دشت حرم میں چین آتا
نہ صبر دل کو غزال رمیدہ ہونا تھا

ان اشعار میں خاک مدینہ اور دشت حرم کی طرف اشارہ ہے۔ چونکہ حضرت امام صاحب خاک مدینہ اور دشت حرم کا بذات خود نظارہ کر چکے ہیں اس لئے وہ ان کی عظمت اور لطافت سے واقف ہیں۔ اسی لئے وہ دل حزیں کو تلقین کرتے ہیں کہ اس کو خاک مدینہ میں اشک بن کر ٹپکنا تھا اور غزال رمیدہ کو ہدایت کرتے ہیں کہ اس کو دامن دشت حرم میں چوکڑیاں بھرنا تھا، ان اشعار میں حضرت امام احمد رضا صاحب کا مشاہدہ جلوہ گر ہے۔

حضرت امام احمد رضا نے اپنی نعت میں خلوص کی تک بھر دی ہے یہ خلوص ان کے ذاتی تجربہ پر مبنی ہے۔ انہوں نے اپنے ہر نفس میں بوئے محمد کو محسوس کیا ہے اور ان کی موجیں ہم کو ان کی شاعری میں رقصان نظر آتی ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔
زہے عزت و اعتلائے محمد۔ کہ بے عرش حق زیر پائے محمد
مکان عرش ان کا، ملک نش ان کا، ملک خادمان سرائے محمد
بسی عطر عبودیت محمد یا سے بد صبائے محمد، قبائے محمد
دم نزع جاری ہو میری زبان۔ محمد محمد خدا کے محمد
ان اشعار میں تصنع اور آدر نہیں ہے بلکہ یہ اشعار شاعر کے دل کی گہرائی سے ابھرے ہیں اور صفحہ قرطاس پر موتی کی لڑیوں کی طرح چمک رہے ہیں۔ ایک نعت کے چند اور اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

مضطر جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
سرد ناز قدم مغزراز حکم
یک تاز فضیلت پہ لاکھوں سلام
صاحب رجعت شمس دشت القمر
نائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام
نہج باب نبوت پہ لاکھوں درود
ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

ان سارے اشعار میں خلوص و عقیدت کی تک عود و عنبہ کی خوش موجود ہے جن سے ہماری روح و جدمیں آجاتی ہے۔ یہ اشعار رسمی طور پر

کرم سبائش عالم ایماں منور آمدہ

حضرت امام احمد رضا نے یزید الشہید حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر بھی آنسو بہائے ہیں۔ ان آنسوؤں میں خون کی سرخی ملاحظہ فرمائیے۔

یا شہید کربلا یا دافع کرب و سبلا
صلی رضا شہزادہ گلگون تبا امداد دکن

اے حسین اے مصطفیٰ راحت جاں نور عین
راحت جاں نور عینم وہ بیاد دکن
اے تن تو گد سوار شہسوار عرش تاز
گد چاں پامال خیل اشقیاء امداد دکن

غرضیکہ حضرت امام احمد رضا صاحب کو رسول اکرم اور اہل بیت سے بحد عقیدت تھی۔ آپ کی عقیدت کی جھلک آپ کے اشعار میں موجود ہے۔ آپ کا دل ایک آئینہ ہے جس میں ان بزرگان دین کا عکس موجود ہے۔ اور وہی عکس صفحہ قرطاس پر رقصاں ہے۔

حضرت غوث الاعظم محمد الدین عبدالقادر جیلانی ایک اعلیٰ پایہ کے ولی گذر
ہیں جن کے متعقدین کی تعداد اسلامی ممالک کے ہر گوشہ میں بے شمار ہے۔ چنانچہ ہندوستان
میں بھی آپ کے عقیدت مندوں کا ایک وسیع حلقہ ہے۔ بارہرہ شریف کے سجادہ نشین
سید شاہ آل رسول کا تعلق سلسلہ قادریہ سے تھا اور حضرت امام احمد رضا کے
والد صاحب حضرت مولانا نقی علی نے سید شاہ آل رسول کے ہاتھ پر بیعت کی تھی
اس طرح حضرت امام احمد رضا کا تعلق بھی سلسلہ قادریہ سے ہو گیا۔ یہی وجہ ہے
کہ آپ نے حضرت غوث الاعظم کی تعریف میں بھی کافی تعداد میں اشعار کہے ہیں۔
چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالائیر
اد پنے اد پنے کے سرد سے قدم اعلیٰ تیرا

تو حسینی حسنی کیوں نہ محی الدین ہو
اے خضر جمع بحسب ہے چشما تیرا
عرض احوال کی پیاسوں میں کہاں تاب مگر
آنکھیں اے ابر کرم تکنتی ہیں رستا تیرا
بد سہی، چور سہی، مجرم دنا کارہ سہی
اے وہ کیا ہی سہی اے تو کریا تیرا

حضرت عبدالقادر جیلانی کی شان میں چند مزید اشعار ملاحظہ فرمائیے
بندہ قادر کا بھی تبار بھی ہے عبدالقادر
مراطن بھی ہے ظاہر بھی ہے عبدالقادر
منقہ شرع بھی ہے قاضی ملت بھی ہے۔ علم اسرار سے ماہر بھی ہے عبدالقادر

نئے ہیں بلکہ ان کے فضا میں اصلیت اور حقیقت کی بجلیاں کو نہ رہی ہیں۔

جب حضرت امام احمد رضا نے ششہ میں مدینہ منورہ کے سفر کی تیاری کی
اس وقت آپ کا دل جوش عقیدت سے امداد آیا اور آپ نے مندرجہ ذیل
اشعار نظم کئے۔

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو

کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

رکن شامی سے مٹی وحشت شام غربت

اب مدینہ کو چلو صبح دل آرا دیکھو

دھوم دیکھی ہے در کعبہ پر بے تابوں کی

اللہ کے مشتاقوں میں حسرت کا زہن دیکھو

خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلاف کعبہ

قصر محبوب کے پردے کا بھی حبلہ دیکھو

ایمن طور کا مکار کن یانی میں فردغ

شعلہ طور یہاں انجمن آرا دیکھو

جب حضرت امام احمد رضا صاحب ششہ میں حج کرنے کے بعد
ہندوستان واپس آئے تو ارض مقدس کے فراق میں آپ کی حالت دگرگوں
ہو گئی۔ جس کا اظہار آپ نے ایک غزل کی صورت میں کیا ہے۔

خواب حال کیا دل کو پر ملال کیا

تہارے کو چسے رخصت نے کیا نہال کیا

نہ روئے گل ابھی دیکھا نہ بوئے گل سو گئی

قفلے لاکے قفس میں شکستہ بال کیا

نہ گھر کا رکھنا نہ اس در کا دائے ناکامی

ہمارے بے بسی پر بھی نہ کچھ خیال کیا

مدینہ چھوڑ کے دیرا نہ بند کا چھایا

یہ کیا اے حواسوں نے اختلال کیا

حضرت امام احمد رضا کو حضرت رسول اکرم کے علاوہ حضرت علی کرم
اللہ وجہہ سے بھی زبردست عقیدت تھی۔ اس لئے آپ نے ان کی شان میں
ایک منقبت بھی ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

السلام اے احمدت صہر و برادر آمدہ

حمزہ سردار شہیداں، علم اکبر آمدہ

نم نرم از نرم دامن چیدہ رفتہ باد شد

یا علی چون بر زبان شمع مضطر آمدہ

من ز حق می خواہم اے خورشید حق آن پر تو

قطب و ابدال بھی ہے محور ارشاد بھی ہے

مرکز دائرہ سر بھی ہے عکس القادر

حضرت امام احمد رضا صاحب کو اپنے استاد مولانا سید ابوالحسن فوری
مارہروی سے بھی عقیدت تھی جن سے آپ نے علوم ظاہری و باطنی حاصل کئے
تھے۔ جب مولانا فوری صاحب کی مسند نشینی کا موقع آیا، اس وقت آپ
نے ان کی شان میں ایک منقبت کہی جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

برتر قیاس سے ہے مقام ابوالحسن

صدر سے پوچھ رفعت بام ابوالحسن

دارستہ پائے بستہ دام ابوالحسن

آزاد نارسے ہے غلام ابوالحسن

میلانگ ہے شان سیمائی دید ہے

مرے جبار ہا ہے خرام ابوالحسن

ذرہ کو ہر قطرہ کو دریا کرے ابھی

حر جوش زن ہو بخشش عام ابوالحسن

ان اشعار میں بھی خلوص کی گہرائیاں موجود ہیں۔ حضرت امام احمد رضا کی
شاعری کے مطالعہ کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی شاعری تصنع اور آؤ
سے پاک ہے اور اس میں حقیقی جذبات جلوہ انگن ہیں۔ دراصل اردو شاعری
کا بیشتر حصہ رسمی اور ردایتی ہے۔ مثلاً بہت سے شعرا نے واقعی کسی محبوب کو
عشق نہیں کیا ہے مگر وہ فراق یار میں گریہ دزاری کرتے ہیں۔ امیر مینا جیسے مقدس
شاعر بھی عشق کا مظاہرہ کرتے ہیں اور داغ کی سطح پر آجاتے ہیں۔

اسی طرح بہت سے اردو شعرا نے گلگون کو منہ سے نہیں لگایا ہے مگر انہوں نے
کافی تعداد میں خمریہ اشعار کہے ہیں۔ چنانچہ ریاض خیر آبادی کی ساری شاعری قیاس
ہے۔ کیوں کہ انہوں نے کبھی شراب نہیں پی ہے لیکن بے نوشی پر سیکڑوں اشعار
کہے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ بہت سے شعرا نے راہ تصوف کی ایک منزل بھی طے
نہیں کی ہے مگر صوفیانہ اشعار کی تخلیق کی ہے۔ مثال کے لئے غالب ہی کہہ لیجئے
غالب شراب بھی پیتے تھے، جو ابھی کھیلے تھے۔ اور غار بازی کی بنا پر جیل بھی جاتے
تھے پھر بھی انہوں نے صوفیانہ اشعار کہے ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ زیادہ تر اردو
شعرا کی شخصیت اور شاعری میں تفادیت نظر آتے ہیں مگر چنانچہ حضرت امام
احمد رضا صاحب کی شاعری کا تعلق ہے وہ رسمی اور ردایتی نہیں ہے آپ کو مذہب
سے زبردست علاقت تھا۔ آپ کو بزرگان دین سے عقیدت تھی، آپ حب رسول
میں غرق تھے۔ اسلئے آپ کی مذہبی شاعری میں صداقت موجود ہے۔ آپ کی شخصیت
اور شاعری میں فاصلہ نہیں ہے، بلکہ آپ کی شخصیت آپ کی شاعر ہے اور
آپ کی شاعری آپ کی شخصیت ہے۔ شخصیت اور شاعری میں اس قدر

گہری ہم آہنگی اردو کے چند ہی شعرا کے ہاں ملے گی۔ آپ کے کلام کے تین مجموعے
”حدائق بخشش“ کے نام شائع ہو چکے ہیں۔ یہ مجموعے واقعی بخشش کے باغات ہیں
جن میں علم و ادب، معرفت و حقیقت اور لطافت و نزاکت کے پھول کھلے ہوئے
ہیں جو ہماری روح کو محط کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں

سے بے پناہ عقیدت کے ساتھ

امام احمد رضا کا نفرنس

کی بے مثال کامیابیوں کے لئے نیک خواہشات

ح۔ الف انصاری بی: ایک عقیدتمند

بازگاہ امام احمد رضا میں

دل کی گہرائیوں سے نذر عقیدت پیش کرتے ہیں

الاء ٹریڈنگ کارپوریشن

جنرل بریکینگ آل ڈیکر

نیو ناگپاڑہ روڈ ممبئی نمبر ۸

مذہبی شاعری

ڈاکٹر امانت ایم اے پی ایچ ڈی
(صدر شعبہ اردو دفناری و ادبیات کالج پونہ)

کے ساتھ وہاں سے گزر جائے

اور سید رفیع الدین قادری صاحب رقمطراز ہیں کہ ”موضوع کا احترام شاعر کو
مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے تلی الفاظ، حسن خطاب اور حسن بیان کے ساتھ عقیدے
کی تفصیلات اور باریکیوں کو صحت کے ساتھ لیکر چلے اور قدم قدم پر اس کا لحاظ
کرے کہ تخیل کی پروا نہ کہیں ان مقامات تک نہ پہنچا دے جن سے صادق البیانی پر حرف
آئے اور نتیجتاً نعت نعت نہ رہے۔۔۔۔۔ نضال نبوی کے بیان میں شاعر میں سے
پروا نہ کر کے افلاک کی سیر کرتا ہے۔ وہ ستاروں سے آگے گزر کر مقام مصطفائی کا
مشاہدہ کرتا ہے۔ یہاں تک کہ تمام افلاک اس کے تخیل کی زد میں آ جاتے ہیں اور اب وہ اپنے
مروج کو عرش و کرسی پر جلوہ فرما پاتا ہے۔ اس لحاظ سے نعت گو شاعر کو طبع آزمائی کے لئے
ایک وسیع میدان ہاتھ آتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ نقاد کی دسترس سے بھی باہر رہتا ہے
اور اپنے معتقدات کو سپر جاتے ہوئے ہر عقیدے کا میاب گزر جاتا ہے۔“
صفات محمدی کو سمجھ کر رسول پاک کے مرتبے کے ذکر کے لئے علییت و بصیرت
کے علاوہ شاعرانہ صلاحیت بھی درکار ہوتی ہے۔ یہ ایسی صفات ہیں جو آسانی سے
یکجا جمع نہیں ہوتیں۔

نعت رسول اسلامی شاعری کے مقدمات میں شامل ہے۔ دربار رسول کے
ادین نعت گو حضرت حسان تھے۔ انہوں نے محض اپنے آقائے نامدار کی مدح نہیں
کی بلکہ اپنی صداقت اور حقیقت شناس نظروں سے کام لیتے ہوئے رسول پاک کے
مخالفین کے اعتراضات کا منہ توڑ جواب دیا۔ حضرت حسان کا کلام خلق نبی کا آئینہ دار ہے
انہوں نے دراصل تعلیمات نبوی کی صحیح ترجمانی کی ہے اور اس طرح آنحضرت سے اپنے

۱۔ لکھنؤ کا دبستان شاعری ص ۳۹

۲۔ لائے ادب (سرمای) بمبئی بابت ماہ اکتوبر ۱۹۵۶ء ص ۲۲-۲۱

۳۔ ایضاً ص ۲۳

یہ امر باعث حیرت و افسوس ہے کہ اردو ادب کی تاریخ کے مرتبین نے ان
بزرگ شخصیتوں کو دیدہ و دانستہ نظر انداز کر دیا ہے جنہوں نے مذہبیات یا کسی اور علم و فن
میں مہارت نامہ حاصل کر کے شہرت و دام پائی۔ قسرت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ عمر خیام
صحیح معنوں میں ایک فلسفی اور ماہر ریاضی تھا لیکن اس کی صرف چند سرباعیات نے اسے
بحیثیت شاعری شہرت و دام بخشی اور اس کے فلسفہ و ریاضی کی صلاحیت و کمال کو
پس پشت ڈال دیا گیا۔ ذاکر حسین، غلام السیدین، اوپندر ناتھ اشک اور ساغر نظامی
جیسی ادبی شخصیتوں کو قابلِ اعتناء نہ سمجھا گیا۔ مثال کے طور پر ڈاکٹر اعجاز حسین کی مختصر
تاریخ ادب ہی لیجئے جس میں مذکورہ حضرات کے تذکرے شامل ہی نہیں کئے گئے۔ یہی
سلوک کچھ مجدد اسلام حضرت امام احمد رضا کے ساتھ بھی روا رکھا گیا۔ آپ کی مذہبی خدمات
کے پیش نظر آپ کی نعتیہ شاعری کو چننا اہمیت نہیں دی گئی حالانکہ آپ کے نعتیہ کلام
میں ایسے اشعار کی کمی نہیں جن کا لب و لہجہ متغزلانہ ہے اور جو بہترین فکر پلے کہلائے
جاسکتے ہیں۔

عمر خیام کی رباعیات کی طرح انیس و دہری کی مرثیہ نگاری اپنا لوہا منوا کر دی، در نہ
مذہبی شاعری خصوصاً نعت گوئی پر ایک مستقل صنف ادب کے اعتبار سے جو کچھ لکھا
گیا ہے وہ بہت کم ہے۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے اپنے تحقیقی مقالے ”لکھنؤ کا
دبستان شاعری“ میں محسن کا کردی کو بحیثیت نعت گو و شناس کر لیا ہے بروہو
نے ضمناً شمالی ہند کے چند نعت گو شعرا کا بھی سرسری طور پر ذکر کیا ہے اور ڈاکٹر سید
رفیع الدین قادری نے نعت گوئی پر پی ایچ ڈی کا باقاعدہ تحقیقی مقالہ سپرد قلم کیا ہے۔
اردو ادب میں امیر مینائی، محسن کا کردی اور مہاراجہ سکرشن پرشاد شاد مشہور نعت گو ہیں۔
نعت گوئی ایک مشکل موضوع ہے جس سے عہدہ برآ ہونا آسان بات نہیں۔ ڈاکٹر
ابواللیث فرماتے ہیں ”نعت گوئی کی نضا جتنی وسیع ہے اتنی ہی اس میں پرواز کا شکل
ہے۔ پرواز سے پہلے یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ نضا ساز کا رہی لے گی یا نہیں، اگر ہمت پرواز
میں مقام پر پہنچا دے تو بھی اڑنے والے کا یہ کمال ہونا چاہیے کہ وہ ادرا کا میابی

خلوص و عقیدت کا ثبوت ہم پہنچا ہے۔ حضرت حسان کی زبان نے درحقیقت وہ کام کیا جو بڑے بڑے سحرالبیان خطیبوں سے ممکن نہ تھا۔

عربی اور فارسی زبانوں کے شعری سرسے میں نعت گوئی کا فقدان نہیں ہے غزل گو شعراء نے عموماً اپنے دیوان اور کلیات کا آغاز بالترتیب حمد، نعت اور منقبت سے کیا ہے مگر یہ تمام تر ایک ہی چیز تھی۔ اس لئے کہ ہندوستان کے غیر مسلم شعراء کے کلام میں بھی حمد و نعت اور منقبت کے نمونے پائے جاتے ہیں۔ دوسری قسم کے نعت گو وہ شعراء ہیں جنہیں زعم تہذیبی نہ تھا بلکہ انہوں نے محض رسول کریم سے اپنی دالہانہ محبت و عقیدت اور شیفتگی کی بنا پر نعت گوئی اختیار کی تھی۔ اردو ادب میں ایسے مسلم شعراء کی کافی تعداد موجود ہے۔ ان کی نعتیں رسمی اور اعتقادی نعت گوئی کی مثالیں ہیں۔ حضرت مجدد اسلام انہی شعراء کے حلقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ قرأتے ہیں یہ

نہ مرا زش زنجیں، نہ مرا نیش ز طعن

نہ مرا گوش بھرجی نہ مرا ہوشِ ذی

نہم دکنجِ خمولی کہ ننگِ در دی

جز من و چند کتابی و دواتِ دقلمی

(ترجمہ :- مجھے نہ تو تحین و آفرین ہی بطورِ نوش گوارا ہے اور نہ طعن و طعن میرے حق میں نیش ہیں۔ میں نہ تو اپنی مدح کی پروا کرتا ہوں اور نہ اپنی برائی پر کان دھرتا ہوں میں ہوں اور میرا گوشہ تنہائی جس میں چند کتابوں، قلم و دوات اور مری ذات کے سوا اور کوئی نہیں۔) عجز و خاکساری کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو سکتی ہے؟

مذکورہ بالا تظہر بیاختہ حافظ شیرازی کے اُس مشہور شعر کی یاد دلاتا ہے جس میں حافظ نے اپنے پُراکشوب زلمے کی طرف لطیف اشارہ کرتے ہوئے اپنے مسلکِ زندان کا اظہار کیا ہے

دربِ زمانہ رفیقی کہ خالی از خلل است

صراحی مے ناب و سفینہ غزل است

مجدد اسلام اپنے مسلکِ شاعرانہ کے تعلق ذمے ہیں

پیشہ مرا شاعری نہ دعویٰ مجھ کو

ہاں شرع کا البتہ ہے جنبہ مجھ کو

مولیٰ کی شان میں حکم مولیٰ کے خلاف

لوزیہ میں سیر نہ بھایا مجھ کو

صحیفہ آسمانی آپ کو درس نعت گوئی دیتا ہے

ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ

بچا ہے للہ انت محفوظ

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی

یعنی رہے احکام شریعت محفوظ

نعت گو شعراء نے جس زندگی کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے اس کا نمونہ زندگی کے گوناگوں مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ علامہ اقبال کی مقصدی شاعری رفعتِ محمدی کی ترجمانی کر رہی ہے۔ اقبال کا مردِ خدی، مردِ کامل، مردِ مومن، مردِ قلند، عشقِ عقل اور حکمت، سب کچھ اس ایک زندگی کی ترجمانی ہے۔ اقبال کی شاعری دراصل رسول کریم کے اسوہ حسنہ کی آئینہ دار ہے جو منطقی، حکیمانہ، ادیبانہ اور شعری دلائلوں کے ساتھ لغوی حیات بن کر زندگی کا پیام پہنچا رہا ہے۔ یہ قول بڑی حد تک مجدد اسلام کی نعتیہ شاعری پر بھی صادق آتا ہے۔

آپ کا شمار ان بزرگ و برتر ہستیوں میں ہوتا ہے جن کے قلوب عشقِ الہی و محبتِ رسول سے لبریز و سرشار ہیں۔ آپ فرماتے ہیں: "مجدد اللہ اگر میرے قلب کے دو کڑے کے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لا الہ الا اللہ" اور دوسرے پر محمد رسول اللہ (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہو گا۔

آپ کی حیاتِ مقدسہ کا ایک ایک لمحہ سرکارِ دہ عالم کے عشق و محبت میں بسر ہوتا رہا۔ آپ شریعت کے امام و مجدد ہونے کے ساتھ ساتھ طریقت و معرفت کے بادشاہ بھی تھے۔

محبوب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تین طریقوں پر عمل پیرا ہو سکتی ضرورت ہے۔ ایک تو براہِ راست محبوب کی مدح سرائی، دوسرے محبوب کے محبوب کی تعریف و توصیف اور تیسرے محبوب کے بدخواہوں اور دشمنوں کی مذمت۔ آپ نے اپنے عشق و محبت اور احترام در ضلعِ محبوب کی خاطر تینوں طریقے اختیار کئے۔ آپ کی تمنا آپ کے لبوں پر یوں دعا بن کر آتی ہے کہ "اے رب العزت! مجھے کم از کم اپنے محبوب کی مدح کرنے والوں کے دربار کا سگ ہی بنا دے۔ یہ میرے لئے بڑی دولت ہے۔

ہے کرم نعت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں

کہ رضائے عجبی ہو سگِ حسانِ عرب

آپ رشکِ عنادل شاعرِ فصیح بے مثال ہیں پھر بھی سراپا عجز و انکساری اور اپنی بچھڑائی کا اعتراف کس حسن و خوبی کے ساتھ کرتے ہیں

کس منہ سے کہوں رشکِ عنادل ہوں میں

شاعر ہوں، فصیح بے مثال ہوں میں

حقاً کوئی منت نہیں آتی مجھ کو

ہاں یہ ہے کہ نقصان میں کامل ہوں میں

جدید اردو شاعری میں نعتیہ کلام کا جواز دہ ہے وہ موجودہ زمانے کے مزاج اور تعلقاتِ آئینہ دار ہے۔ مسلمانوں کی اخلاقی، معاشرتی، سیاسی اور مذہبی زبوں حالی

لے نولکے ادب (سہ ماہی) بمبئی بابت ماہ اکتوبر ۱۹۵۶ء

۳۵۲ء مجدد اسلام ۳۹-۳۸

اس کی محرک ثابت ہوئی۔ مولانا حالی اور شبلی کا دور اردو شاعری کا اصلاحی دور کہلاتا ہے۔ اس کے اثرات سے نعتیہ شاعری کیونکر محفوظ رہتی؟ ان دونوں حضرات نے نعتیہ شاعری کی مقصدی مگر مصنوعی و غیر حقیقی روش ترک کر کے جدت طرازی سے کام لیا اور ایک ایسی راہ نکالی جس سے اصلاح قوم کا سامان فراہم ہو گیا۔ مجدد اسلام کی نعتیہ شاعری کے محرک بھی یہی اسباب تھے جنہیں آپ "صنف اسلام" سے تعبیر کرتے ہیں۔ "ثنوی رد امثالہ" میں فرماتے ہیں:-

گر یہ کئی بلبل! از رنج و غم
چاک کئے گل! اگر بیاں از الم
سنبلا! از سینہ برکش آہ سرد
لے قر! از فرط غم شور و دئے زرد
ہاں صنوبر! بر خیزد فریادی بکن
طوطیا! جز نالہ ترک ہر سخن
چہرہ پر رخ از اشکِ خونیں ہر گلیست
خون شملے غنچہ! اراں خندہ نیست
پارہ شملے سینہ نہ ہچو من
داغ شولے لالہ! خونیں کفن!
خرمن عیشت بوزاے برق تیز!
اے زمین! برفرق خود خاکی بریز
آفتاب! آتشی غم بر فردز
شب رسیدے شمع روشن! خوش بوز
ہچو ابرارے بحر! در گریہ بجوش
آسمان! جامہ ماتم بپوش
خشک شولے قلم! از فرط بکا
جوش زن لے چشم چشم ذکا
کن ظہور! اے مہدی عالی جناب!
بر زمیں آئیں گے دوں آفتاب
آہ آہ از صنف اسلام، آہ آہ
آہ آہ از نفس خود کام آہ آہ
مردماں شہوت را دین ساختند
صد ہزاراں رخنہا انداختند

اولیٰ اپنے "غزلخواں" ہونے کا جوازیوں پیش کرتے ہیں:-

لے حدائق بخشش (حصہ دوم) ص ۷۹

ز حسنت تا بہار تازہ گل کرد

رضایت را غزلخواں آفریدند

د آپ کے حسن و جمال سے اس دنیا میں ایک بہار تازہ مندار ہوئی اس لئے آپ کے
رضا کو غزلخواں بنا کر یہاں بھیجا گیا۔

عشق رسول میں رضائے مست و سرشار ہیں کہ آپ کی غزل بڑھ کر قصید
نزد میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

اے رضا! یہ احمد لوری کا فیض نور ہے

ہونگی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

رضائے سر پر غرور کیوں نیچا دکھاتے ہیں

رضا کسی سگِ طیبہ کے پاؤں بھی چومے؟

تم اور آہ کہ اتنا دماغ لیکے چلے

آپ کے نعتیہ کلام کا ایک ایک لفظ کیف دستی میں ڈوبا ہوا ہے۔ زبان نہایت
صاف شستہ رواں اور سلیس ہے۔ قصیدہ معراجیہ کی زبان تو کوثر و تسنیم میں
دھلی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:-

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے

نئے نزلے طرب کے سماں عرب کے مہان کے لئے تھے

وہاں فلک پر بیاں زمیں میں چمکتی شادی محی تھی دھو میں

ادھر سے انوار نہتے آتے ادھر سے نفحات اکٹھے تھے

نئی داہن کی بھین میں کعبہ نکھر کے سنورا، سنور کے نکھرا

حجر کے صدقے کر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ تھے

خوشی کے بادل اُمنڈ کے آئے، دلوں کے طافس رنگ لائے

وہ نعتِ نعت کا سماں تھا، حرم کو خود وجد آ رہے تھے

دہن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم گناخ، آنچلوں سے

غلافِ مشکیں جواڑ رہا تھا، غزال نالے بارہے تھے

بہاڑیوں کا وہ جن تریں، وہ ادبچی چوٹی و نازد تمکیں

صبا سے سبزہ میں لہریں آئیں دوپٹے دھانی چسے ہوئے تھے

نہلے نہروں نے وہ چمکا لباس آبِ رواں کا پہنا

کہ موجیں چھڑیاں تھیں، دھار چکا، حجابِ تاباں کے نکل گئے تھے

پُرانا، پُر داغ، ملگیا تھا، اٹھا دیا فرش چاندنی کا

عجم تا رنگ سے کوسوں قدم فرش باد لے گئے تھے

تجلی حق کا سہرا سر پر، صلاۃ و تسلیم کی پچھا در

دور و بید کی پرے جا کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے

براق کے نقشِ سم کے صدقے، وہ گل کھلائے کر سارے رستے

ہکتے گلبن، ہکتے گلشن، ہرے بھرے اہلبارہ تھے
چلا وہ سر و چاں خزاں نہ رک کا سدرہ سے بھی داماں
پک جھپکتی رہی وہ کب کے سب اب و آں سے گزر چکے تھے
تھکے تھے روح الامیں کے بازو چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی، امید ٹوٹی، نگاہ حسرت کے دلو لے تھے
جھکا تھا بھرے کو عرش اعلیٰ گئے تھے سجد میں بروم بالا
یہ آنکھیں قدیموں سے لے رہا تھا وہ گردن قربان ہو رہے تھے
خرد سے کہہ دو کہ سر جھک لے گاں سے گزیرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت لالے کسے بتائے کہ ہر گئے تھے
ادھر سے سیم تقاضے آنا، ادھر تھا شکل قدیم بڑھانا
جلال و ہیبت کا سامنا تھا جمال و رحمت ابھار تھے
حجاب اٹھنے میں لاکھوں پرک ہر ایک پرک میں لاکھوں جلو
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فترت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے
خدا کی قدرت کی چاندنی کے کوڑوں، منزل میں جلوہ کر تھے
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے ترکے آئے تھے
ثلثے سکر رہے فلیفہ قبول سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پردا، روی تھی کیا، کیسے قافے تھے

قصیدہ سراجیہ کل ۶۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ ہر شعر فصیح و بلیغ، مترنم اور وجد آفرین ہے۔ جی چاہتا ہے کہ بس پڑھتے رہیں اور سر دھنتے رہیں۔

حضرت رضا فوت گئی کے لئے حضرت حسان کا تقلید ہی کو اپنے لئے سرمایہ حمد و افتخار سمجھتے ہیں۔

توشہ میں غم و اشک کا ساماں بس ہے
افغان دل زار، اُحدی خواں بس ہے
دہر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو
نقش قدم حضرت حسان بس ہے

نادر شبیہات و استعارات، سہل متن، محاکات، دلکش منظر نگاری اور متغزلانہ رنگ و انداز بیان دیکھنا ہو تو درج ذیل انتخاب پر غور فرمائیے اور داغ بن دیجئے۔

ہے جلوہ گر نور الہی وہ رو
توسین کی مانند ہیں دونوں ابرو
آنکھیں نہیں سبزہ شرکاک قریب
چرتے ہیں فضا کے لامکاں میں آہو

سعد دم نہ تھا سایہ شاہِ ثقلین
اُس نور کی جلوہ دکھتی فات سین

تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کئے
آدھے سے حسن بنے ہیں آدھے حسین

سزا بقدم ہے تن سلطانِ زمین پھول
لب پھول، دم پھول، ذقن پھول، بدن پھول
کیا بات رضا اُس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول
نیل کی بوندیں ٹپکتی نہیں بالوں سے رضا
صبحِ عارض پہ لٹاتے ہیں سناٹے گیسو

عرش سے مژدہ بلقیس شفاعت لایا
طاہر سدرہ نشیں، مرغِ سلیمانِ عرب

دل بستہ، مقیّر، جگر چاک، اشکبار
غنجہ ہوں اگل ہوں، برقی تپاں میں محاب ہوں

نفس یہ کوئی چال ہے ظالم
جیسے خاصے بجا رہتے ہیں

دل اعدا کو رضا تیر نمک کی دھن ہے
اک ذرا اور چھڑکتا رہے خامہ تیرا

وہ محوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن لے بہار پھرتے ہیں
ہر چراغِ مزار پر قدسی
کیسے پروانہ دار پھرتے ہیں
ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں
پانچ جاتے ہیں، چار پھرتے ہیں
کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
بچتے کتنے کتنے ہزار پھرتے ہیں

دل کو ان سے خدا جُدا نہ کرے
بیکہ لوٹ لے، خدا نہ کرے

ہم خاک میں مل چکے ہیں کب کے
نکلانہ غبار تیرے جی سے

پڑ سکے، تنگ قفس اور لبیل
نور گرفتار ہے کیا ہونلہ ہے
کام زنداں کے کئے اور ہیں
شرقی گلزار ہے کیا ہونا ہے
دُور جان ہے، رہا دن حقوڑا

کیوں رضا آج گلی سُونی ہے ؟
اٹھ مرے دھوم مچانے والے
سونا جنگل، رات اندھیری، چھائی بدلی کالی ہے
سونیا لو جگتے رہو، چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھیں ملنا، جھنجھلا پڑنا، لاکھوں جاتی، انگریزانی
م پر لٹھنے کے لڑتا ہے، اٹھنا بھی کچھ گالی ہے
وہ نہایت ستا سودا یز رہے ہیں جنت کا
ہم مفاس کیا مول چکاتیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے

دشت حرم میں رہنے دے صیاد اگر تجھے
مٹی عزیز بلبل بے بال و پر کی ہے
لب داہیں، آنکھیں بندیں، پھیلی ہیں جھولیاں
کتے مزے کی بھیک ترے پاک کی ہے
آکھڑا دے عشق کے بولوں میں اے رضا
مشتاق، طبع، لذتِ سوز جگر کی ہے

آنکھ محو جلوہ دیدار، دل پر جوشِ وجد
لب پہ شکر بخش ساقی، پیالی ہاتھ میں
ہے انھیں کے دم قدم کی بارغِ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا، گردہ نہ ہوں عالم نہیں

سکھایا ہے کیس گستاخ نے آئینہ کو یارب
نظارہ روئے جاں کا باندہ کر کے حیرت کا
ہاں چھڑکا نکلاں، سرِ مہم کا نور ہاتھ آیا
دل زخمی نمک پروردہ ہر گس کی ملاحیت کا
نہ کھی گل کے جوشِ حُسن نے گلشن میں جا باقی
چٹکتا پھر کیاں غنچہ کوئی بارغِ رسالت کا

یارب ہر بہار ہے داغِ جگر کا بارغ
ہر مہر بہار ہو، ہر سال سالِ گل

نہ روئے گل ابھی دیکھا نہ بوئے گل سو گھی

قفل نے لاکے قفس میں شکستہ بال کیا

غم تو اُن کو بھول کر لپٹا ہے یوں
جیسے اپنا کام ہو جی جائے گا

حُسنِ یوسف پہ کیٹیں مصر میں انگشتِ زناں
مرکٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

رضا جو دل کو بنانا تھا جلوہ گاہِ حبیب
تو پایا بے قیدِ خودی سے رہیہ ہونا تھا

ہے بلبلِ رنگیں رضا یا طوطیِ نغمہ سرا
حق یہ کہ دامنِ صفا ہے ترا بھی نہیں دہی ہے

راہ دشوار ہے کیا ہونا ہے
جان ہلکان ہوئی جاتی ہے
بار بار ہے کیا ہونا ہے
روشنی کی ہیں عادت اور گھر
تیرہ دتار ہے کیا ہونا ہے

کس بلا کی ہے یہ سرشار ہم
دن ڈھلا ہوتے نہیں ہشیار ہم
دشمن کی آنکھ میں بھی پھول تم
دوستوں کی بھی نظر میں غار ہم
فصلِ گل، سبزہ، صبا ہستی، شباب
چھوڑ بی کس دل سے درخشاں ہم
میکہ چھٹا ہے اللہ ساقیا
ابھی ساغر سے نہ ہوں ہشیار ہم

اے رے ذوقِ بجزدی، دل جو سنبھلنے سالگا
چھکے مہکے ہیں پھول کی گرنے لگی صبا کیوں
جو کہے شرویاں شرعِ دونوں کا حُسن کیونکر آئے
لا اے پیشِ جلوہ زمزمہ رضا کہ یوں

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھو کریں سب کی کھلے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جلے کیوں
ہم تو ہیں آپ دلفکار، غم میں ہنسی بے ناگوار
چھڑ کے گل کو تو بہارِ خوں ہیں رُلائے کیوں
ہونہ ہر آن کچھ مراد کر حضور میں ہوا
در نہ مری طرف خوشی دیکھ کے مسکرائی کیوں

دید گل اور بھی کرتی ہے قیامت دل پر

ہم صغیر! ہمیں پھر سوتے قفس جلنے دو

کا نام ہے جگر سے غم روزگار کا
یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو

جب گرے، منہ سوتے میخانہ تھا
پیش میں ہیں یہ بے سکنے والے
کے کہاں اور کہاں میں زاہد!
یوں بھی چپکتے ہیں، چپکنے والے

امام احمد رضا خاں

نعت رسول

عظیم الحق جنیدی، ایم اے (ایگ) ریٹائرڈ پرنسپل ٹی بانی اسکول
سلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

محترم جنیدی صاحب پھر اداں ضلع مراد آباد کے علمی و روحانی خاندان میں پیدا ہوئے۔ کتب و مدرسہ کی تعلیم کے بعد کانپور اور علی گڑھ میں تعلیم حاصل کر کے محکمہ تعلیم
اتر پردیش سے ۲۳ سال منسلک رہے اس کے بعد علی گڑھ یونیورسٹی کے بانی اسکولوں میں ۱۳ سال پرنسپل رہ کر سسٹم میں ریٹائرڈ ہوئے۔ اردو انگریزی میں متعدد
کتابیں تصنیف کیں۔ ہم موصوف کا مختصر مگر انقدر مقابلہ شکر یہ کے ساتھ شامل امام احمد رضا نمبر کر رہے ہیں۔

بیٹوں کو ایک عاشق صادق کے والہانہ عشق کا اظہار بھی اپنی کج فہمی سے حدود شرع سے تجاوز
نظر آتا حالانکہ وہ یہ بھول گئے کہ تمام عشق پر نواز ہونے کے بعد غیر محبوب کا تصور ہی باقی نہیں رہتا
امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری میرے اس دعویٰ کی روشن ادب واضح دلیل ہے
فرماتے ہیں۔

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو

جب یاد آگئے ہیں سب سب بھلا دیتے ہیں۔

ماشقاۃ زندگی میں تین کیفیتیں گزرتی ہیں۔ ایک فراق اور اشتیاق و صل و سرے
و صل اور سرے بقول حسرت موہانی کے، ان سے تو مل کر اور بھی بڑھ گئیں بے تابیوں۔
امام احمد رضا ایک عاشق صادق کی طرح ان تینوں مقامات سے گزر رہے ہیں اور ان مقامات
کی جو کیفیات انھوں نے اپنے نعتیہ کلام میں بیان فرمائی ہیں۔ ان سے ان کے بندہ صادق اور
عشق محکم کا پتہ چلتا ہے وہ عام اصطلاح کے مطابق شاعر نہیں۔ شاعر سرکار ہے دلینہ،
قبول سرکار ہے تنہا۔ شاعری کی ہوس نہ پروائے ردیف تھی۔ کیسے قافیہ تھے۔ لیکن اس
کے باوجود تمام شاعرانہ خوبیاں ان کے نعتیہ کلام میں پائی جاتی ہیں۔ بیان کی سلاست، جذبات
کی شدت و صداقت، زبان کی شیرینی اور ان سے بالاتر حسن بیان، ان سب نے مل کر کلام
کو کلام الملوک، ملک الملوک، انکلام بنا دیا ہے۔

اب ملاحظہ فرمائیں اقتباسات۔

۱۔ غم ہو گئے بے شمار آقا بندہ ترے نثار آقا
بگڑا جاتا ہے کھیل میرا آقا! آقا! سوار آقا
مجھ سا کوئی غم زدہ نہ ہوگا تم سا نہیں غم گل آقا
گرداب میں پر گئی پرکشتی ڈوبا، ڈوبا، امار آقا

۲۔ جان ہے عشق مصطفیٰ، روز افزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ناز و ادا اٹھائے کیوں

اسلام معتقدات کے ایسے مجموعے کا نام نہیں جس پر یقین کر لینے کے بعد نجات
ملا سکتے ہیں۔ اور نہ صرف یہ کافی ہے کہ ارکان اسلام پر دل سے یقین کرنے کے بعد ان کا
زبان سے بھی اعلان کر دیا جائے۔ بلکہ حقیقت میں اسلام ایک ایسا مکمل نظام معاشرت ہے
جو اب تک جاری و ساری رہے گا۔ گویا صحیح مسلمان ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسانی زندگی
اسلامی نظام معاشرت کے سانچے میں ڈھال دیا جائے۔ یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ مسلمان
کی دینی اور دنیوی زندگی کے درمیان کوئی حد فاصل نہیں ہے اس کی دنیوی زندگی کو دینی زندگی
سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیوی زندگی علی پہلو ہے اس کی دینی زندگی کا
اس اساسی حقیقت کو واضح کرنے کے بعد ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ مسلمان
ایک کامیاب زندگی کس طرح گزار سکتا ہے۔ نہادند عالم کا حکم ہے اللہ کی اطاعت کر دو اور اس
کے رسول کی۔ اللہ کے احکام کی صحیح معنوں میں پیروی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ رسول
اسلام کی پیروی نہ کی جائے۔ اسی حقیقت کو اقبال نے شاعرانہ انداز میں اس طرح بیان کیا ہے
بہ مصطفیٰ! رہاں خویش را کردی از ہمداد دست

اگر بہ اور سیدی تمام بولہبی ست

اب یہ حقیقت تو واضح ہو گئی کہ بغیر اتباع رسول اکرم کے انسانی زندگی درجہ
کمال حاصل نہیں کر سکتی اور مسیح اتباع اس ذات سے جس کی پیروی تصور ہے نسبت
پیدا کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ نسبت اور اس نسبت کے سبب اتباع کا بندہ شدید
صرف والہانہ عشق سے پیدا ہو سکتا ہے۔ حقیقی مسلمان وہی ہے جو رسول اکرم سے والہانہ
عشق رکھتا ہو اور اس کے قلب کی ہر دھڑکن سے یا محمد کی صدا آتی ہو اور سنت رسول کی
پیروی نہ صرف شانہ بن گئی ہو۔ جب یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تو انسانی زندگی کا ہر لمحہ
بدر رسول کیلئے وقف ہوتا ہے اور جب یہ جذبہ شدت اختیار کر لیتا ہے تو اس کی
زبان سے سوائے محبوب کی یاد و نعت کے کچھ اور نہیں ادا ہوتا۔ بالکل یہی کیفیت
امام احمد رضا صاحب کی تھی کہ وہ عشق رسول میں اپنی ہستی کو اس طرح گم کر چکے تھے کہ کوتاہ

کعب تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو،
دکن شامی سے مٹی دشت شام غربت
اب مدینہ کو چلو مسجد دل آرا دیکھو
زیر نیزاب ملے خوب کرم کے چھٹے
ابر رحمت کا یہاں روز برسنا دیکھو
خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلاف کعبہ
قصر محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو

اور پھر آئنا محبوب دُعا عالم پر حاضر ہو کر کس جوش و خروش 'یقیناً تجز دنیا ز'
کے ساتھ سلام پیش کرتے ہیں۔

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شیخ بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
شہر یازدہم تابہ احرام
نوبہا شریعت پہ لاکھوں سلام
مہر چرخ نبوت پہ روشن درود
گل باغ رسالت پہ لاکھوں سلام
کھائی قرآن نے خاک گزر کی قسم
اس کف پاکی حرمت پہ لاکھوں سلام

ہم تو ہیں آپ دل نگار غم میں بسنی ہے ناگوار،
بھڑکے گل کو نوبہا ر خون ہمیں دلائے کیوں
سنگ در حضور سے ہم کو خدا مبرند دے
جس اہل سر کو جہان کے دل کو قرار آئے کیوں

یہ وہ واردات ہیں جو ایک عاشق، بھراں نصیب بے قرار وصل حبیب اور طاف
دیدار محبوب ہی کی زبان سے ادا ہو سکتی ہیں۔ اب وہ وقت آتا ہے جب دم بے اختیار
پکار اٹھتے ہیں۔

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھلے کیوں
دل کو جو قفل دے خدا تیری گلی سے جلنے کیوں

اور یہ جذبہ صادق باب اجابت تک پہنچتا ہے اور اذن باریابی کا مژدہ لالتہ ہے
حج بیت اللہ کیلئے تشریف لے جاتے ہیں۔ اور دیار حبیب کے قریب پہنچ کر شوق دیدار
ضبط کی حدود سے گزر جاتا ہے اور وہاں بھی دعا فرماتے ہیں۔

تو ہی بندوں پر کرتا ہے لطف و عطا، تجھی پہ بھر دے تجھی دعا
مجھے جلوہ پاک رسول دکھا تجھے اپنے ہی عزم و ملا کی قسم
اور جب اذن باریابی حاصل ہو جاتا ہے تو آپ کا جذبہ کیف، اضطراب، اشتیاق
دیدار جذبات کی سرشاری ملاحظہ ہو۔

جیسا کہ آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو

نیک تمنائیں

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگے ہو سکے بٹھادے ہیں

بفضل الہی! ٹرانسپورٹ کی دنیا میں حکما را بھی سکے جماہ

گجرات ٹرانسپورٹ کمپنی

فلیٹ اوٹر اور ٹرانسپورٹ کنٹریکٹر

ہیڈ آفس! 23/اے۔ بی سی کڑیا بلڈنگ بال مقابل مانڈوی فون اکپنچ محمد علی روڈ بمبئی 400003
فون ہیڈ آفس بمبئی 333821 332557 ڈیلوری گودام 328522 331320 337034
گودام! روڈ ماسٹر سورت بکنگ آفس 321824

امام احمد رضا

بحیثیت شاعر

کالیداس گیتنا رضا

تقریباً ربع صدی کے افریقہ کے قیام کے بعد مجھے ہندوستان ملنے کوئی زیادہ دن نہیں ہوئے اس لئے جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے نام اور کام سے بھی میری واقفیت چند ہی دنوں کی ہے تاہم جب میرے ایک دوست اور عزیز اشتیاق احمد خان اردوی نے مجھے مولانا کی دو چھوٹی چھوٹی کتابیں موسومہ حقائق بخشش (حصہ اول و حصہ دوم) برائے مطالعہ عنایت کیں تو معلوم ہوا کہ اسلامی دنیا میں ان کے مقام باند سے قطع نظر ان کی شاعری بھی اس درجہ کی ہے کہ انھیں انیسویں صدی کے اساتذہ میں برابر کا مقام دیا جائے۔

مولانا موصوف کے سلام اور نعتیں کبھی کبھار سننے میں آجاتے ہیں مگر وہ صرف مذہبی تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔ باہری حلقوں میں ادبی لحاظ سے ان کو پرکھا جاتا ہے نہ ان کے کسی قسم کا ادبی اور شعری حظ اٹھایا جاتا ہے۔ میری شاعری کی عمر بھی ۳۵ سال سے کچھ زیادہ ہی ہوگئی ہے اور میرے ذاتی کتب خانے میں شعر و شاعری سے متعلق تاریخی ادبی علمی کتابوں اور قدیم و جدید شعراء کے دیوانوں اور تذکروں کا قابل لحاظ ذخیرہ موجود ہے جو تقریباً تمام وکال میری نظر سے گزر چکا ہے مگر مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ حدائق بخشش کے ان دو نہایت معمولی لکھائی چھپائی والے مجموعوں کے علاوہ مولانا کے ہزارہا شعراء میں سے ایک حرف بھی میرے ہاں موجود نہیں ہے اور مذکورہ بالا دو مجموعوں کا حال یہ ہے کہ کتابت کی غلطیوں نے بہت سے اشعار کو بے معنی اور رزق کے ساتھ کر کے رکھ دیا ہے۔

مولانا کو جان بحق تسلیم ہوتے ایک عرصہ ہو چکا ہے مگر کسی تذکرے میں انھیں شعراء کے زمرے میں شمار نہیں کیا گیا۔ صرف ایک جگہ ان کا ذرا اتعارف نظر آیا ہے بھی براہ راست نہیں بلکہ اُن کے چھوٹے بھائی حسن بریلوی مرحوم کے ذریعے ہے۔

[دیکھئے "خمنانہ جاوید" (جلد دوم) از لالہ سری رام (صفحہ ۲۵) میں حسن بریلوی کا حال]۔
چونکہ بھائی ہونے کے ناتے حسن مرزوم اور مولانا کا صاحب نسب ایک ہی ہے اس لئے
یہاں اس ترجمے کا پہلا حصہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

دو سخنور خوش بیان ناظم شیریں زبان مولانا حاجی محمد حسن رضا خان صاحب حسن بریلوی

خلف مولانا مولوی نقی علی خان صاحب مرحوم و برادر مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب عالم المسند و شاگرد رشید حضرت نواب فیض الملک بہادر داغ دہلوی آپ کے صاحبزادے نے جو حالات ارسال کئے اُن کا خلاصہ یہ ہے ۔

آپ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کے آباء و اجداد دلی کے تھے
والے تھے آپ کے جد امجد سعادت علی خان صاحب کی وفات تک تو آپ کے خاندان
کا مکان اسی شہر میں رہا مگر اس کے بعد مستقل سکونت بریلی میں قرار پائی چلنے اب دی
وطن ہے۔ آپ کے بزرگوں میں حضرت محمد اعظم علی شاہ صاحب بہت بڑی دولت
و ثروت چھوڑ کر تارک الدنیا ہو گئے تھے اور صاحب کشف و کرامات گزرے ہیں۔
علم و فضل آپ کا خاندانی ہے۔ نعت گوئی میں اپنے برادر بزرگ مولوی احمد رضا خان
سے مستفیض ہیں اور عاشقانہ رنگ میں بلبل ہندوستان داغ سے تلمذ تھا۔۔۔“
بے شک حسن بریلوی مرحوم نہایت اچھے شاعر تھے تاہم حیرت ہے کہ اس
صغیر مذکورے میں ان کے بڑے بھائی ”عالم اہل سنت“ اور نعت گوئی میں ان کے
استاد جناب احمد رضا خان کے ترجمے نے جگہ نہ پائی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں خطا
اس پاکیزہ مسلک کی بھی ہے جس کے زیر اثر مولانا نے اپنی شاعری کو قطعاً لغتوں اور
سلاموں ہی تک محدود رکھا اور باقاعدہ شاعری سے احتراز کیا۔ اس طرح عوام نے
انہیں ایک شاعر کی حیثیت سے جانا ہی نہیں۔ تاہم نعتیں اور سلام ہی سہی ذرا سے
عوز و فکر کے بعد ان کے اشعار ایک ایسے شاعر کا پیکر دل و دماغ پر مسلط کر دیتے ہیں جو
محض ایک مخور کی حیثیت سے بھی اگر میدان میں اترے تو کسی استاد و وقت سے پیچھے
نہ رہتا۔

نہ رہا۔
 نہیں معلوم کہ انہوں نے کس سے باقاعدہ اصلاح لی تھی کہ نہیں تاہم اُن کے کلام
 اُن کے کمال صاحب فن اور مسلم البشیر شاعر ہونے میں شبہ نہیں۔ اور ان کی نعتیہ
 غزلیں تو مجتہدانہ درجہ رکھتی ہیں کہیں تشبیہ ہے کہیں خیال گوئی۔ عاشقانہ رنگ کا جو
 تفریق کہ جان ہے یہ رنج ہے کہ اگر نعت کے مخصوص رنگ کے اشعار الگ کر دئے
 جائیں تو بقیہ اشعار ایک بہترین غزل کی شان کے حامل ہوں گے۔ ذیل میں چند

داغ کے ہمصر امیرِ دنیا کے جو علم و فن میں داغ سے بھی بڑھے ہوئے تھے مشہور
مطلعوں میں ایک مطلع یہ ہے اور واقعی بہت خوب ہے۔
جبے باندھا ہے تصویر اس رُخ پر نور کا
سائے گھر میں نور چھلایا ہے سپر داغ طور کا
لیکن مولانا نے تقریباً اسی زمین میں ایسا نعتیہ مطلع کہا ہے کہ مضمون آفرین کی انتہا
کردی ہے۔

میل سے کس درجہ تھرا ہے وہ پتلا نور کا
ہے گلے میں آج تک کو راہی کرتا نور کا

ایک اور ہم قافیہ شعر ہے

امیر اے ضبط دیکھ عشق کی ان کو خبر نہ ہو
دل میں ہزار درد دکھائے آنکھ تر نہ ہو
رضا کا تبا میرے جگر سے غم روزگار کا
یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو

امیر کے دیوانِ مرآۃ الغیب کی ایک غزل کے چند ہم قافیہ اشعار ملاحظہ فرمائیے
مگر یہ نہ بھولئے کہ امیر کے اشعار ان کی غزل سے لئے گئے ہیں اور مولانا کے ان کی
نعتوں سے۔

امیر یہ تر و تازہ چین ہے کہ تہارا عارض
یہ دھواں دھار گھٹا ہے کہ تہارے گیسو
رضا سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائیں رحمت کی گھٹا بن کے تہارے گیسو

امیر بال کنکھی سے جو سلجھائے تو دل الہجایا
تیرہ بختوں کو بگاڑا جو سنوارے گیسو
رضا شانہ ہے سنجہ قدرت تیرے بالوں کے لئے
کیسے ہاتھوں نے شہا تیرے سنوارے گیسو

امیر پھلیاں دام سمجھ کر ہیں جو موجوں میں نہاں
کھل گئے کس کے یہ دیا کے کنارے گیسو
رضا تار شیرازہ مجموعہ کوئین میں یہ
حال کھل جائے جو اکدم ہوں کنارے گیسو

امیر دن کو رخسار دکھائے فروغِ خورشید
شب کو چمکاتے ہیں افشاں کے ستارے گیسو

غالب کی مشہور زمین "دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت..." میں داغ کی بھی
ایک غزل گلزارِ داغ میں ہے جو صحیح معنوں میں زبانِ داغ کا نمونہ ہے۔ اتفاق سے
مولانا رضا صاحب کی بھی ایک نعت اسی میں ہے۔ دونوں ہم عہد شاعر و دل بیک
وقت لطف اٹھائیے۔ ایک اپنے عہد کا سب سے بڑا استاد غزل اور دوسرا بڑا
نعت گو مگر بحیثیت شاعر گرام۔ چند ہم قافیہ اشعار ہی پر اکتفا کی جاتی ہے۔

داغ جلا رفیق و ہم طریق رہزنِ راہِ عشق نہیں
سایہِ خضر کیوں نہ ہو ساتھ ہمارے کئے کیوں

رضا جان سفر نصیب کو کس نے کہا مزے سے سو
کھٹکا اگر سحر کا ہو شام سے موت آئے کیوں

داغ عشق و جنوں سے مجھ کو لاگ ہو شش و خرد سے اتفاق
پرہ کیوں تو کیا کہوں میں نے ستم اٹھائے کیوں
رضا جان ہے عشقِ مصطفیٰ روزِ فردن کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ انا زد و اٹھائے کیوں

داغ ہاں نہیں غیرتِ رقیب خیر میں بے حیا ہی
جو نہ دوبارہ آسکے بزم سے تیری جائے کیوں
رضا دیکھ کے حضرت غنی پھل پڑے فقیر بھی
چھائے اب تو بھاؤنی خشری آئے جائے کیوں

داغ لاگ ہو یا لگاؤ ہو کچھ بھی نہ ہو تو کچھ نہیں
بن کے فرشتہ آدمی بزمِ جہاں میں آئے کیوں
رضا سنگِ درِ حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانم ہے سر کو جا چکے دل کو قرار کئے کیوں

غالب کا یہ شعر زبانِ زہد عام ہے۔

ہاں وہ نہیں خدا پرست جاؤ وہ بے وفا ہی
جس کو ہو دینِ دل عزیز اسکی گلی میں جا کیوں

سنانی کے ساتھ طرزِ ادا کا بائکین ایسا ہے کہ اس پر سو غزلیں قرآن۔ ردیف گویا
اس سے بہتر چسپاں نہیں ہو سکتی۔ مولانا نے غالب کی غزل کے صدقے لفظ میں کو سے سے
بدل کر نعت کہنے کا خیال ادا کر دیا ہے۔ نعت اور غزل کو یکجا کرنا اسی کو کہتے ہیں مطلع
دیکھئے۔

بھر کے گلی گلی تباہ ٹھو کریں سب کی کھلے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

رضا تیل کی بوندیں پختی نہیں بالوں سے رضا
صبح عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو

مندرجہ بالا زمین ردیف کی ثقالت کی وجہ سے ایسی بنجر ہے کہ اس میں رنگ
برنگ کے پھول کھلنا ممکن نہیں۔ لہذا دونوں کے اشعار میں ملاوت و خوش بیانی کا
ایک حد تک فقدان ہے لیکن اب ہم مولانا کے چند ایسے لختیہ اشعار پیش کریں گے
جو اساتذہ غزل کی شان کے ہیں۔ ان میں حسی و بندش، زبان کی گھلاوٹ اور فصاحت و
بلاغت کے وہ نمونے ملیں گے کہ لمحہ بھر کے لئے بھولنا پڑے گا کہ یہ اشعار لغتوں کے ہیں۔
شمع یادِ رُخِ جانان نہ بجھے۔

خاک ہو جائیں بھر کئے والے
کوئی ان تیز روؤں سے کہد و
کس کے ہو کر زہیں تھکنے والے
دل سلگتا ہی بھلا ہے لے ضبط
بجھ بھی جاتے ہیں دیکھنے والے
نخل سے چھٹ کے یہ کیا حال ہوا
آہ او پتے کھڑکے والے
جب گرے، منہ سوتے میخانہ تھا
ہوش میں ہیں یہ بہکنے والے

کام زنداں کے کئے اور ہیں
شوقِ گلزار ہے کیا ہونا ہے
بیچ میں آگ کا دریا حاصل
قصداً اُس پار ہے کیا ہونا ہے
دل ہیں تم سے لگانا ہی نہ تھا
اب سفر بار ہے کیا ہونا ہے
منہ دکھانے کا نہیں اور سحر
عام دربار ہے کیا ہونا ہے
چھپکے لوگوں نے کئے جس سے گناہ
وہ خبردار ہے کیا ہونا ہے

اُن کے نقشِ پا پر غیتہ کیجئے
آنکھ سے چھپ کر زیارت کیجئے
اُن کے حسنِ بلاحت پر نثار
شیرہ جاں کی حلاوت کیجئے

ڈوب کر یادِ لبِ شاداب میں
آبِ کوثر کی سباحت کیجئے
سر سے گزرتا ہے ابھی بارگشاہ
خیمِ ذرا فراقِ ارادت کیجئے

مولانا کسی صنفِ سخن میں بند نہیں انھوں نے جگہ جگہ صنعتوں کا استعمال بھی
کیا ہے رباعی بھی نہایت پختہ کہتے ہیں۔ اس مختصرے قتلے میں ان سب کی
گنجائش نہیں صرف چند ہی رباعیاں پیش کی جاتی ہیں تاکہ کہے کا پاس رہے۔
محصور جہاں دانی و عالی میں ہے
کیا شبہ رضا کی بے مثالی میں ہے
ہر شخص کو اک وصف میں ہونا ہے کمال
بندے کو کمال بے کمالی میں ہے

کس منہ سے کہوں رشکِ عنادل ہوں میں
شاعر ہوں فصیح بے مائل ہوں میں
حقا کوئی صنعت نہیں آتی مجھ کو
ہاں یہ ہے کہ نقصان میں کمال ہوں میں
مولانا نے ائمہ اطہار کی شان میں بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ ایک
رباعی سنئے۔

معدوم نہ تھا سایہ شاہِ ثقلین
اُس نور کی جلوہ گہ ہتی ذاتِ حنین
تمثیل نے اُس سایہ کے دو حصے کئے
آدھے سے حسن بنے آدھے سے حسین

بقیہ: اصنافِ سخن

بلکہ اس کے لئے احمد رضا خاں صاحب جیسے حکیم امت کی ضرورت پیش آیا کرتا ہے
جو قطرہ میں دریا کا جلوہ اس طرح دیکھ سکے کہ دونوں کی انفرادیت بھی برقرار رہے اور
دونوں ایک دوسرے کا جزو لا ینفک بھی معلوم ہوں۔

یہ میرے محو کی تاثرات ہیں جن میں وقت کی کمی کے باعث میں نے اجمالاً چند منظر
میں تحریر کر دی ہے۔ انشاء اللہ ان کی توضیح و تشریح "المیزان" کے کسی اگلے شمارہ میں
پیش کر دینگا۔

عرفان و وجدان کا قاموس

سید شمیم اشرف بے اے بیگ

سرتاب قدم ہے تن سلطان زمین پھول

لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول، بدل پھول

حدائق بخشش، حدائق العطیات اور مدح رسول اُن کی شاعری کے مجموعے ہیں۔
مورخ الذکر دو کتابیں نایاب ہیں۔ حدائق بخشش اُن کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ہے۔ کلام
کا بیشتر حصہ اردو میں ہے جو ایمان و آگہی کی چاشنی سے معمور ہے۔

مشہور جرمن فلسفی کانٹ KANT اپنی شہرہ آفاق کتاب تنقید عقل معض
THE CRITIQUE OF PURE REASON میں کہتا ہے: "کوئی
فن ریاضی کی طرح زورہ بکترپن کر نہیں سکتا۔"

فن تخلیقی ذہن کا لازماً سیدہ بچہ ہوتا ہے جو زمان و مکان کے نازک رشتوں سے بندھا
ہو اس سفر ارتقا شروع کرتا ہے۔ بلوغت اور بختگی کی منزل پر پہنچ کر اسکے بال و پر
میں کوئین کی سعیتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور پھر اُس پر فنی تعصب کا عمل جو ہی شروع
ہو جاتا ہے۔

شاعری کوئی منطقی شے نہیں ہے۔ جسے اس بات دلیل کا ڈرائی کلین کیا ہوا موٹ
پہنا کر صنعتی سمیت INDUSTRIAL TOXICOLOGY کے کسی بین الاقوامی سمپوزیم
میں کھڑا کر دیا جائے، حیات عام کا شعور رکھنے والا بھی شاعر ہو سکتا ہے۔ ہیرے
کی ساخت میں کاربن کا کاردار ربڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ جو ایک پتھر کو کوہ نور بنا دیتا
ہے۔ بڑے سے بڑا شاعر بقول شیلے: "شاعری کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا" کیونکہ ذہن
کے بجھتے ہوئے کوئلہ کو زندہ حرارت کی ضرورت ہوتی ہے اور ایک غیر مرئی طاقت اُسے
ہوا دیتی ہے۔ تب اُس میں نغائی انبساط کی چنگاریاں پیدا ہوتی ہیں اور اس کا لگونی
حسن پیدا ہوتا ہے۔

جوہری دُور کا مسلمان مذہب بیزاد نظر آتا ہے۔ وہ ارتقا کا چاند کاٹری میں ٹپھکر
رد حانیت کے تانے بانے توڑتا ہوا بیرونی خلا میں بے وزنی کی ہلک کیفیت کا شکار
ہے۔ وہ ٹھوس حقائق کا سامنا کرتا ہوا گھبراتا ہے۔ اُسے اپنے نظریات اور مفروضوں
کے تعبیر کے ہمے خالی اہرام پسند ہیں۔ صو اسرافیل اور صدائے ابوابول میں بڑا نفا

شامہ از بونے اور شک جنال

ہم معطر ز دقبائے مہ دشاں

فاضلے بریلوی کی شاعری کو احاطہ تحریر میں لاتے وقت مجھے اپنی بے ماہی
اور بے بغاوتی کا پورا احساس ہے، یہ مختصر مضمون اعتراف شکست کے مترادف
ہے کیونکہ ایسی بزرگ ہستی پر غامہ آرائی کرتے وقت لاشعور کے پردے پر فاضل بریلوی
کی جو تصویر ابھرتی ہے اُس کا تقدس دیوار بن کر حاصل ہو جاتا ہے۔ اُن کی ہر گزیر اور جہان
شخصیت کا صرف ایک رخ پردہ شہود پر آیا ہے۔ علوم ظاہر کا دباہنی کی دولت سے الامان
ایک مجدد جس کی جامع اور تازہ ساز شخصیت نے برصغیر ہندوپاک کے مذہبی اور روحانی
نقشہ پردہ میں اثرات مرتب کئے ہیں۔ ورنہ وہ اپنی گدڑی میں ایسا لعل بے با بھی رکھتے
تھے جس کی ضیا پاشیاں صرف محفل میلاد تک محدود رہیں۔ دقت آگیا ہے کہ کوہ بے ستون
میں تیشہ کو کھن کی ضربوں پر رقص کرنے والے اور قہر شیریں کے خوبصورت بام و درپہ
اپنے فلم کا جادو پھڑکنے والے اپنے ادراک کو اُس لعل گراں مایہ کی صفو نشانیوں سے منقل
کر کے "حدائق بخشش" کی طرف متوجہ ہوں جو عرفان و وجدان کا ایک ناموس ہے۔

یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ فاضل بریلوی ایک متجرب عالم اور مجدد تھے شاعر
نہیں تھے۔ اُن کے کلام میں وہ شیریں دیوانگی HARMONIOUS
MADNESS نہیں ملتی جو شاعروں کی دستار مروج میں طرہ افتخار کی حیثیت
رکھتی ہے۔ اُن کے کلام میں آتش سیال کی حرارت نہیں۔ وہ "شعلہ رنگ حنا" کی
جستجو میں تخیل کے وسیع صحراؤں کی خاک نہیں چھانتے۔ وہ تصور کا کاسہ در یوزہ
گری اٹھتے ہیں لئے الفاظ کے تیر و تار اور چڑچڑیج راستوں سے گزر کر لیلیاے
مغربی کے شہر نگاریں تک پہنچنے کی جگہ دو نہیں کرتے۔

اُن کی شاعری احکام شریعت کی حدود سے تجاوز نہیں کرتی۔ ان کی شاعری
میں الہام کی علامت ہے۔ تفہیم و افہام کی غمی نہیں۔ وہ شمع جال مصطفویٰ پر پرداز
دار کرتے ہیں۔ اُن کا سینہ عشق رسول کا بحر ذخاں ہے۔
کاش آدیزہ تشدیل مدنیہ ہر وہ دل چسکی سوزش نے کیا رشک چراغاں ہم کو

اور تفاوت ہے۔

فاضل بریلوی نے اس تضاد کو دیدہ باطن سے دیکھا۔ اور اس کا کسک محسوس کیا۔ اُن کی شاعری اسی کسک اور سوز و درد کا نقشہ تمام ہے۔ جو طالبان حق کے لئے شعل راہ اور شمع جمال مصطفوی کے پروانوں کے لئے نسخہ کیا ہے۔

اگرچہ چھلے ستاروں سے پڑ گئے لاکھوں
مگر تمہاری طلب میں تھکے نہ پائے فلک

تابِ مرآتِ سحر گردِ بیابانِ عیش
غازہٴ ردےٴ فرد و دچہ راغانِ عیش

ابتلائے آفرینش سے انسان دنیا کی بے ثباتی کو ایک حادثہ تصور کر کے قبول کر چکا ہے۔ فلاسفہٴ قدیم و جدید اس بات پر متفق ہیں کہ صرتِ تغیر و تبدل کو حیاتِ ددام حاصل ہے۔ اقدار بدلتی رہتی ہیں۔ ایک غلطی دیکھاں دیکھاں معاشرے میں بدلتی ہوئی قدر و کیمیا کے ملبے تلے دبا ہوا مسلمان بڑے گل کے خنک آنچل کی ہوا سے اپنے زخموں کا علاج چاہتا ہے اور گرمیِ حشر سے محفوظ رہنے کے لئے مردشوں کی عطر بیز لہو کا سایہ تلاش کرتا ہے۔

ہم سیہ کاروں پر یارب تپشِ محشر میں
سایہ افگن ہوں ترے پیار کے گیسو

خالص، پاکیزہ اور بے لوث عشقِ تصوف کا سنگِ بنیاد ہے۔ اسی عشق اور شیوہٴ تسلیم و رضا کی تکمیل کے لئے تاجدارِ کونین کے لئے غارِ حرا کو مکتبِ ایمان و آگہی بنایا گیا اور یہیں سے راہِ باطن ESATERIC METHOD اور تصوف MYSTICISM کے تھیں چشمےٴ رواں دواں ہوئے۔ جن سے تا ابد شریعتِ طریقت اور حقیقت کے لالہ و گلِ بالیدگی حاصل کرتے رہیں گے۔ عشقِ الہی اور عشقِ رسول کے بغیر منزلِ یقین کی لذتوں سے آشنا ہونا ناممکن ہے۔

جسکو تو صر صر مہر سجھا ہے جاں لے منہو!
اُنکے خوانِ جود سے ہے ایک نامِ سوختہ

شاعری کوئی منطقی شے نہیں ہے جسے
اسباب و علل کا ڈرائی کلین کیا ہوا شوٹ
پہننا کر صنعتی سمیت کے کسی بین الاقوامی
سمپوزیم میں کھڑا کر دیا جائے۔ جسیات
عامہ کا شعور رکھنے والا مجھے شاعر ہو
سکتا ہے۔ جرمِ فلسفی کا منط

میشیل اپنی مشہور نظم 'TO A SKYLARK' میں کہتا ہے۔

فاضل بریلوی کے شاعرانہ پر نصف
صدی سے تجاہل و تغافل کے ٹھنڈی
دھول جمے ہوئے ہے۔ خود ان کے مداحوں
اور عقیدت مندوں کو طاسم سکوت توڑ
اور اپنے قلم کا جہود ختم کرنے کا خیال
منہیں آیا۔ سید شمیم اشرف

OUR SWEETEST SONGS ARE THOSE THAT
TELL OF SADDEST THOUGHT

ہمارے شیریں ترین نغمات وہ ہیں جو ہمارے غمگین ترین خیالات کا ترجمانی کرتے ہیں۔ فاضل بریلوی کی شاعری پر نصف صدی سے تجاہل و تغافل کی ٹھنڈی دھول جمی ہوئی ہے۔ خود ان کے مداحوں اور عقیدت مندوں کو طاسم سکوت توڑنے اور اپنے قلم کا جہود ختم کرنے کا خیال نہیں آیا۔ ان کا نعتیہ کلام دہی سوز اندرون ہے جو "شیریں ترین نغمات" کا خالق ہے۔ جس کی شدت و حدت بادۂ عشقِ رسول کے مسہ لہروں کے لئے معراج یقین ہے۔

ٹپکنارنگ جنوں عشقِ شہ میں ہر گل سے... رگ بہا رکو شتر و سیدہ ہونا تھا
بجائے عرش پر خاک مزارِ پاک کو ناز... کہ تجھ سا عرشِ نشین آفریدہ ہونا تھا
خونیں جگر ہوں طائرِ بے آشیانِ شہا
رنگ پریدہ رخ گل کا جواب ہوں
محسن کا کوری کو آبِ توجہ کے آئینے میں شہناز لالہ رخ کے پیکرِ رعنا کا عکس لہراتا ہوا
نظر آتا ہے۔

آئینہ آبِ توجہ سے ہوا جاتا ہے
کہنے تصویر سے گرنا نہ کہیں دیکھ سنبھل
فاضل بریلوی کا جوئے رواں کے شیشِ محل میں جاں مصطفائی کا سحرِ تاباں اور اس کی
بزلونیت نظر آتی ہے۔ وہ اپنے مخصوص پوربِ انداز میں فرماتے ہیں۔

بنائے ہر دہ نے وہ چمکتا لباسِ آبِ رواں کا پہنا
کہ جو میں چھڑباں عقیں دھار لچکا حبابِ تاباں کے تھل ٹھلکے تھے
بچا جو تلوں کا اُن کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ و روغن
جنہوں نے دولہا کی پائی آرتن وہ پھول گلزار لار کے تھے

اُنکے نعتیہ کلام میں ایک سچے عاشقِ رسول کے دلِ خون گشتہٴ لالہ کاری بدرجہٴ اتم پائی جا
ہے۔ جو دیدہ و دل کے بھند پر دہوں پر ایک ملکوتی نور کا نقش ثبت کر رہا ہے۔
یہ مختصر معنوں فاضل بریلوی کی شاعری پر حروفِ آخر نہیں ایک ترغیب اور دعوتِ مکرر
ہے۔ یہ ایک خوش آئند سفر کی تقریب اور ابتداء ہے۔

اصنافِ سخن

(ایک جائزہ)

ڈاکٹر ملک زادہ منظور ایم اے پی ایچ ڈی (کنوینویریٹی)

ہاں اس سعادت کو اپنے لئے باعثِ خیر و برکت تصور کرتا ہوں کہ آپ نے مجھ سے یہ فرمائش کی کہ میں مجددِ اسلام اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کے عقیدہ کلام کے محاسن کی نشان دہی کروں اور اس ضمن میں میرے کیا تاثرات رہے ہیں تاثرات کے سلسلے میں پیش کروں۔ مولانا کے اکتسابات کا تقاضا نہ تو یہ تھا کہ اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کی جاتی اور ان کی قدر و قیمت کا بھرپور تعین کیا جاتا۔ مگر براہِ مہربانی اور سماجی علاقہ کا باوجود خواہش کے فرصت و فراغت کے وہ لمحات میسر نہ آ سکے جن میں اپنے جذب و شوق کی مغل سجال جاسکتی اور بقدرِ ظرف اس مضمون کو لکھنے کی گنجائش نکلائی، پھر بھی تعمیل حکم میں اپنے خیالات کو اجماعاً پیش کر رہا ہوں تاکہ میرا نام بھی ان کے ملاحوں کی فہرست میں شامل ہو سکے۔

میرا ہمیشہ سے یہ عقیدہ رہا ہے کہ دیگر اصنافِ سخن کے مقابلے میں نثر گوئی مشکل ترین صنفِ سخن رہی ہے۔ ہمارے عقیدت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ جب ہم ان کی طرح کریں تو اپنے جذبات کو مکمل طور پر آزاد چھوڑ دیں بجز غریب جذبات کی اس غیر ذمہ دار اڑان کو پسند نہیں کرتے اور اس بات کی متقاضی ہوتی ہے کہ ہر شے کو اس کی مناسب متعین شدہ حد میں رکھا جائے۔ جذبات اور عقیدت کی رد میں بہرے کا ثبوت کو الوداعیت کی سرحدوں میں داخل کر دینا یا شعری لوازمات کی تسکین کے لئے ایسے الفاظ کا استعمال کر دینا جن سے شعر سوء ادب کا ترک ہو جائے، اچھا نعت کا ہر دور میں سخت ترین مرحلہ رہا ہے اور اسی لئے مجموعی طور پر وہ نعتیں جو شعری اور شرعی دونوں تقاضوں کو پورا کر دیں ہمارے ادب میں نبتاً کم پائی جاتی ہیں دراصل نعت محض رسول کریم کی شاعرانہ توصیف کا نام بلکہ بقول ایک تنقید نگار نبوت کے حقیقی کلمات کی ایسی تصویر کشی کا نام ہے جس سے ایمان میں تادگ اور روح میں بالیدگی پیدا ہو سکے اور بیہ تادگ اور بالیدگی اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب ملاح کا دل رسول کی محبت کے حقیقی جذبات سے پُر ہو۔ صرف یہی نہیں بلکہ مقام و مرتبہ سے الگ ہٹ کر نعت گوئی کے راستے میں ایک اور بھی مرحلہ قرآن کے اس حکم کے بناء پر پیدا ہوتا ہے کہ ”تم نبی کو اس طرح نہ پکارو جیسے تم میں سے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں“ نتیجہ میں وہ تشبیہات و استعارات جن میں پاکیزگی تقدس اور لہارتِ دہم جامد سے بیکار ہو جاتے ہیں اور اس بات کی ضرورت پیش آتی ہے کہ صرف تغلیبی

صفا استعمال کے جائیں اور یہ منہ تراہیں لوگوں کے ہاتھ آتے ہیں جو جذبے اور وجدان کی آگ کے ساتھ ساتھ تضاد شعور و شریعت کو ہم آہنگ کرنے کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں مجددِ اسلام حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب اگر ایک طرف تبحر علمی، زہد و تقویٰ اور روحانی تصرفات کا معیار بنو نہ تھے تو دوسری طرف رسول اکرم سے ان کی بے پناہ محبت و عقیدت بھی مثالی تھی۔ انہوں نے اپنی علمی اور دینی صلاحیتوں سے مسلمانوں میں جو دینی انقلاب پیدا کیا، اس کی شہادت ہماری پوری صدی دے رہی ہے۔ تاریخ اسلام قرآن و سنو و زکات، حدیث اور علم الرجال پر ان کی جتنی گہری نگاہ تھی اس کے معترف و مداح ہندوستان ہی کے نہیں بلکہ تمام عالم اسلام کے علمائے کرام رہے ہیں اس کے ساتھ ساتھ شعر گوئی کا جو ملک انہیں حاصل تھا اس کی عادی و حائق بخشش میں شامل وہ نعتیں اور منقبتیں کرتی ہیں جو آج بھی گھر گھر میں پڑھی جاتی ہیں۔ ان نعتوں میں وہاں نہ ربودگی اور وفور جذبات کے ساتھ ساتھ ضبط و انقیاد کے وہ عناصر بھی پائے جاتے ہیں جو ترکیب نفس اور تالیف قلب دونوں میں عہد و معاون ثابت ہو رہے ہیں۔

حقائق بخشش کے دونوں حصے جنہیں مکتبہ علمی المنت انتظاریہ کاغذ نے شائع کیلئے صرف مجددِ ملت کے عقیدہ کلام کے مجموعے نہیں ہیں بلکہ ان میں نعت کے علاوہ منقبت اور قصائد بھی شامل ہیں۔ اور مختلف اصنافِ سخن میں خراجِ عقیدت پیش کی گئی ہے اور اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ خارجی مناظر کے بجائے داخلی جذبات و احساسات کی ترجمانی کی جائے اور میرت مقدسہ کے مختلف اور متنوع پہلوؤں کا احاطہ کر کے اسلامی تصورات عقاید و تعلیمات کے سیاق و سباق میں چراغِ مصطفوی کے نور کو اس طرح بکھیرا جائے کہ ”شرارِ بولہبی“ سے ستیزہ کار ہو جائیں اور ایک ایسی فضا کی تعمیر و تشکیل کریں جن میں صحت مند عقاید پنپ سکیں اور فسق و فجور سے رلوں کے آئینے صاف ہو سکیں یہ کام صرف مکتب کرامت اور جذبات کو اذان و بخور کے سانچے میں ڈھالنے کا کام نہیں ہے کہ بلکہ اس کے لئے اس فیضانِ نظر کی ضرورت بھی پیش آتی ہے جو امتوں کی تقدیر پر بدل دیا کرتی ہے۔ گرد و غبار سے آئینوں کو صاف کرنا اور پھر اسے ایسی مرکزہء جگہ پر رکھ دینا کہ صورتیں حقیقی ہوں اور خوبصورت بھی ایہ محض نیکار کے لبوں کی بات انہوں (باقی صفحہ ۴۷ پر)

واصف شاہ مدنی

از: ڈاکٹر طلحہ رضوی برقی دانا پوری۔ ایم اے، پی ایچ ڈی
صدر شعبہ اردو و فارسی، جین کالج آره بہار۔

تہذیب و ثقافت فلسفہ حیات انسانی کے دور وشن ترین باب

ہیں۔ ہر تہذیب ایک مذہب سے وابستہ ہے اور ثقافت اس کی اعلیٰ قدروں کی نمائندہ۔ ثقافت بنی نوع انسان بلکہ انسانیت کی ترقی کی آئینہ دار و ترجمان ہے۔ یہ دراصل عبارت ہے افراد قوم کی جالیاتی حس بلکہ جالیاتی شعور کی بیداری سے۔ مشہور فلسفی کانت نے جالیاتی شعور کو حس اور عقل کا مقام اتصال کہا ہے۔ حسن و جمال کی اہمیت قرآن حکیم کی بے شمار آیات کریمہ سے واضح ہے۔

ولکم فیہا جمال حین تریحون و حین تسرحون ۵

(سورۃ النحل آیت ۶)

خالدین فیہا حسنت مستقراً و مقاماً (الفرقان آیت ۷۶)

ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرۃ حسنة ط (البقرہ، آیت ۲۰۱)

قرآن حکیم ایک مکمل نظام حیات اور ایک بے مثل دستور العمل ہے۔ انسان کی ظاہری

و باطنی، انفرادی و اجتماعی زندگی کس طرح اعتدال و توازن، لذت و سرور اور کیف و

طاہریت سے ہمکنار ہے۔ وہ اپنے معبود کے حضور کس شان و عبادت کا اظہار کرے۔

آخرت کی اس کھینچی کر کس انداز سے شاداب و سرسبز رکھے کہ انجام کار "حسن المآب"

کی منزل نصیب ہو؟ یہ سب کچھ ہیں اسی ام کتاب سے حاصل ہے قرآن کا دعویٰ ہے

کہ کوئی شے ایسی نہیں جس کا ذکر اس میں موجود نہ ہو۔ تبیان لکل شیء ط الارطیب

و لا یابس الا فی کتاب مبین ط

حسن و جمال دراصل نظر افروزی و سرور انگیزی کی منزہ و نامنور شے

ہے۔ منزل "حسن مآب" یعنی جنت الفردوس میں مومن کے لئے اس سے بڑھ کر مسرت

افراغت اور کیا ہوگی کہ وہ اپنے خالق حقیقی کے دیدار سے مشرف ہو۔ و اتالہ عندنا

و حسن مآب ط (سورہ ص آیت ۷۵)۔ اس کے دیدار سے جس کی مثل کوئی شے نہیں

لیس کثادہ شیء ط اور جو سراپا جمال ہے۔ اللہ جمیل و یحب الجمال۔

اسے حسن پسند ہے۔ و صورت کما حسن صورتہا اور تہار کا موزن بنائیں

تو کیا ہی حسین صورتیں بنائیں (التغابن ۳)۔ حتیٰ کہ الذی احسن کل شیء خلقہ (اس نے جو چیز بھی بنائی حسین بنائی) سورۃ السجدہ آیت ۷۷۔ فطرت انسانی بھی ایک شے ہے۔ فطرت اللہ الہی فطر الناس علیہا ط اور ارشاد باری ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویر بلاشبہ ہم نے انسان کی فطرت کو بہت ہی حسین بنالیا ہے (سورۃ التین۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین (سورۃ المؤمن آیت ۱۴)۔ وہ تو حسن مطلق ہے، نور ہی نور اللہ نور السموات و الارض (سورۃ النور آیت ۳۵)۔ کائنات حسین ہے اس کے مناظر حسین ہیں۔ یہ ساری خلقت جو ماسویٰ اللہ ہے اضافی حسن سے معمور ہے۔ حسن سرخیز زندگی، مقصد حیات اور روحانی سرور و طمانیت قلبی کا منبع ہے۔ جس جب مجازی شکل اختیار کر لے تو وہ شکل جو یقینی کوئی شے ہوگی حسین و خوبصورت کہلائے گا اور ہم اسے خلاق عالم کی تخلیق کہیں گے۔ تخلیقی فعلیت کا یہی ہنر ہے۔ خلاق روح الوہیت کی سب سے پہلی صفت ہے جو بالا ارادہ ظہور پذیر ہوئی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہی روح جہ آدم میں ڈالی اور فرشتوں کو مجید کے حکم دیا۔ اذ قال ربک للملئکۃ انی فی خالق بشر اذن طین ۵ فاذا استویتہ و نفخت فیہ من روحي فقعوا له ساجدین ۵ (سورہ ص آیت ۷۱-۷۲)

(جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے انسان پیدا کرنے والا ہوں)

جب اس میں تناسب دم آہنگی (تسویہ) پیدا کر دوں اور اپنی روح اس میں پھونک دوں تو اس کے سامنے سجدے میں گر جانا۔)

مختصر یہ کہ اشرف المخلوقات بنی نوع انسان ہے جو تسویہ و تعدیل کی داخلی و خارجی

اصناف کے ساتھ ساتھ علم و ادراک اور فکر و تخیل کی نعمتوں سے نوازا گیا۔ لہذا حاکم

انسانی سرشت میں داخل ہوئی۔ روح جو من امر ربی ہے، اپنی صفت خلائی کا منظر

ہر حال میں کرے گا اور انسان اپنے ہیادہ احساس و عقل کے ساتھ حسن و فن سے

ہم آمیگ رہے گا۔ یہ اور بات کہ یہ رتبہ بلند جس کو ملا لیا گیا۔

عالم باعمل فاضل بریلوی حضرت احمد رضا خاں صاحب اسلامی تاریخ کی ایک ایسی عبقری شخصیت اور فردا بذہ کا نام ہے جس میں مجددیت کے سارے اوصاف مجتمع تھے۔

مت سہل ہیں جانو پھر تلہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں (میر)

علم و فضل کے میدان میں حضرت رضا کی بسیار جہتی اہل نظر سے خراج عقیدت وصول کرتی رہے گی۔ اُن کی شاعری فنی نقطہ نظر سے معیار و کمال کی حامل اور سرسبز حمد و نعت و منقبت پر ہی مشتمل ہے۔ اس کی کوئی شک نہیں کہ نعت ایک مشکل مگر بہترین صنف سخن اور باعث خیر و ثواب ہے۔ زور قلم اور جولانی طبع کے تحت اس فن میں قدم قدم پر خطرات کا سامنا ہے۔ وہ ذات مقدس جس کی سرکاری داستانہ و نالائحتہ ذرا بھی سوائے ادب جب اطاعا کا سبب ہو اس کی مدح و نعت برطے ہر شاعر کا کام ہے۔ با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار، کی منزل ہر دم پیش نگاہ رہنی چاہیے۔ "الملفوظ" میں حضرت فاضل بریلوی نے فن نعت گوئی کی طرف واضح اشارہ فرمایا ہے۔ اپنی نعت نویسی کے لئے قرآن و حدیث کو ہی منبع راہ بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا نعتیہ کلام افراط و تفریط کے عیب اور تخیل کی بے راہ روی سے پاک ہے۔ نعت گوئی میں آپ حضرت حسان کی پیروی کافی سمجھتے ہیں جن کی نعتیں سن کر خود رسالت مآب محفوظ ہوئے اور دعائیں فرمائیں۔ وہ لکھتے ہیں:

تو شہ میں غم و اشک کا سا ماں بس ہے

افغان دل زار بدی خواں بس ہے

رہبر کی رو نعت میں گر حاجت ہو

نقش قدم حضرت حسان بس ہے

احکام شریعت کی تبلیغ و نگرانی میں آپ بہت ہی نمت تھے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

میں ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ

بجائے للہ المنة محفوظ

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی

یعنی ہے احکام شریعت محفوظ

"حدائق بخشش" ہر دو حصص حضرت رضا کی نعمتوں کا مجموعہ اور ایک ایسی

معارف بے بہا ہے جس پر اردو کی نعتیہ شاعری ہمیشہ ناز کرے گی۔ حضرت رضا کی نعتیں سادہ، سہل، عام فہم، سوز و گداز قلب اور عاشقانہ جذبات سے ملبوس۔ مخصوص فنی نقطہ نظر سے بھی مشکل اور سخت زمیوں میں آپ کی نعتیں بندش و تراکیب اور قدرت بیان کا سارا حسن رکھتی ہیں۔

اردو کی کلاسیکی شاعری کے وہ سارے اوصاف جن پر اہل زبان کو ناز ہے حضرت رضا کے کلام میں بھرے پڑے ہیں۔ شوخی طبع کے باوجود آپ نے بڑی احتیاط

شاعری بھی ایک فن ہے اور انتہائی لطیف فن۔ فن کا ایک اہم مقصد فکر انگیزی اور قرائے عقلیہ کو متحرک کر کے اس سے مفید تر کام لینا ہے۔ قرآن حکیم نے لعنہم یتفکرون اور لعنہم تعقلون کہا کہ ہیں اس طرف متوجہ کیلئے۔ ہر تخیل محض کی بے راہ روی کی تقلید میں شاعر یتیم عہد الغاؤن کا مصداق نہ بن جائے۔ شاعر حسن ازل کی محرط ازلیوں اور جلوہ باریوں کو اپنے فن کی گرفت میں لانا چاہئے۔ ایک ایسا شاعر ایک ایسا فنکار جو سراسر اسلامی تہذیب و ثقافت کا نمائندہ افضل ہو وہ کیوں نہ حسن مطلق یعنی ذرا السموات والارض کی اس شاہکار تخلیق کو پیش نظر رکھے جس تخلیق اور خالق کل کے درمیان کوئی حد فاصل نہیں یعنی اس حدیث شریف کے رو سے "اول ما خلق الله نوری والخلق کلہم من نوری وانا من نور الله" خاتم النبیین محبوب رب العالمین سبب تخلیق کائنات ہیں (رواک لما خلقت الافلاک) آپ پر تجوال الہی و مظہر ذات کبریا ہیں۔ اس شاہکار تخلیق پر خود خالق فریفتہ ہے اور ساری کائنات بالخصوص جن وانس کو اس محبوب پر اپنی اس ذریفتگی کا شریک چاہئے۔ جن وانس کی تخلیق کا سبب یہ بتایا کہ "ما خلقت الجن والانس الا ليعبدون" انہیں پیدا کیا ہم نے جنوں اور انسانوں کو مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔ (الذاریات) اور روح عبادت عشق محمدی کو قرار دیا۔ عشق کا خاصہ ہے کہ وہ کیفیات دوار داتر الفت و محبت کا اظہار کرے۔ اللہ تعالیٰ خود اپنے ملائکہ کے ساتھ حضور انور پر درود و سلامتی بھیجتا ہے اور جن وانس کو ایسا حکم دیتا ہے کہ وہ بھی ایسا کریں۔ ان الله و ملائکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ و سلوا تسلیما طوبی رسول مقبول پر درود بھیجنا، ان کا ذکر کرنا، ان سے عشق و محبت کا اظہار کرنا خواہ وہ قولی ہو یا فعلی ایک طرح کی عبادت ہے۔ اس طرح مدح و توصیف رسول اور نعت نبی کا رشتہ عبادت الہی سے مل جاتا ہے۔

اس پیش گفتار سے میری مراد دراصل افغان الا فاضل حضرت امام احمد رضا خاں صاحب رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری میں فکر و فن اور حسن و عشق کی تابکاری کا جائزہ لینا ہے۔ ان کی فنکارانہ کاوشوں، شاعرانہ صلاحیتوں اور الہانہ جذبات عشق رسول کی نیرنگیوں پر نظر ڈالنے سے ان کا شعر و سخن میں بھی ان کے صحیح مقام اور مرتبہ کا تعین کیا جاسکے۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ تخلیقی فعالیت خاصہ روحیہ ہے۔ لہذا فنکار کے لئے فن میں حقیقت کی ترجمانی لازمی و لازمی قرار پائی۔ ایسے اپنے فن کو بہر حال اقتدار حقیقی کا آئینہ دار بنانا ہوگا۔ تفتن طبع اور ذہنی تفریح تخلیق فن کا مقصد کبھی نہیں۔ خالق کل فرماتا ہے و ما خلقتنا السموات والارض وما بینہما لعبینہ (اور ہمیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ درمیان ان کے ہے کھیلنے کے۔ سورہ دخان آیت ۳۸)

سے عروس سخن کو ان تمام زیورات سے آراستہ کیلئے جو لغت گوئی کے تقدس و اقرار کے ساتھ اس کے حسن کو چار چاند لگاتے ہیں۔ شاعر کو اپنی لیاقت فن کا پورا احساس تھا یہی کہتی ہے بلبل باغِ جناب کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں نہیں ہند میں و اصف شاہ ہدی مجھے شوخی طبع رضا کی قسم وہ ایک دہی شاعر تھے۔ فنکاری و حسن آفرینی کے لئے موزوں طبع از بس ضروری ہے۔ یہ محض فیضان الہی ہے اور کچھ نہیں، اسی لئے کہا گیا ہے الشعراء تلامیذ الرحمن۔ کیونکہ طبع موزوں نہ کسی دلی است از عطیات فیض لم یزل است

انہیں زبانِ دیوان پر مکملہ حاصل تھا۔ فارسی و عربی میں مہارت کے ساتھ ساتھ مقامی زبانوں کا سہرا شور رکھتے تھے۔ ان کی اردو لکھنؤ کی با محاورہ لکسالی زبان ہے سلام کی بنیدگ، لب و لہجہ کی بلند آہنگی، طنطنہ اور زور اس میدان میں بے مثل استاد کی دلیل ہے۔ ایک لغت شریف کے چند اشعار میرے اس دعوے کی تصدیق کریں گے۔ ملاحظہ ہوں۔

رنگِ قمر ہوں رنگِ رخِ آفتاب ہوں
دورہ ترا جولے شہِ گردوں جناب ہوں
درِ نجف ہوں گوہرِ پاکِ خوش آب ہوں
یعنی ترابِ رہگذرِ بو تراب ہوں
گر آکھ ہوں تو ابر کی چشم پر آب ہوں
دل ہوں تو برق کا دل پر اضطراب ہوں
خونیں جگر ہوں طائر بے آشیایں شہا
رنگِ پریدہ رخ گل کا جواب ہوں
بے اصل و بے ثبات ہوں بحرِ کرم مدد
پروردہ کنتار سحاب و جاب ہوں
عبثتِ فرا ہے شرم گنہ سے مرا سکوت
گویا لبِ خموش لحد کا جواب ہوں
دل بستہ بیقرار جگر چاک اشکبار
غنجہ ہوں گل ہوں برقِ تپاں ہوں سحاب ہوں
مولیٰ دہائی نظروں سے گزر کر جلا غلام
رنگِ مژہ رسبہ چشم کباب ہوں
مٹ جائے یہ خودی تو وہ جلوہ کہاں نہیں
درد میں آپ اپنی نظر کا حجاب ہوں
شام بچھے سقمرے اشکوں سے تانہیں
آبِ عبث چکیدہ چشم کباب ہوں

حسرت میں خاک بوسنی طیبہ کو اے رضا
ٹپکا جو چشمِ مہر سے وہ خونِ ناب ہوں
نامتخ ہوں کہ اسیر، غالب ہوں کہ موئن، انہیں شہرت و مقبولیت جس برتے
اور کمالِ فن پر حاصل ہوئی، کیا مندرجہ بالا کلامِ حق کسی طرح بھی اس معیار کیف و کم ہے؟ اس ایک نعتیہ غزل میں شعرو سخن کے کتنے محاسن جمع ہیں۔ نادر استعارے
تازہ کار تشبیہیں، صنعت لفظ و نشرِ حسن تضاد، مراعاة النظر، رعایت لفظی
سادگی، صفائی، لب و لہجہ کا باکپن، شوخی طبع، بضمون آفرینی، پرداز فکر اور کیا کچھ نہیں؟
غالب اردو کا مایہ ناز شاعر ہے۔ حضرت رفائے غالب کی جن زمیوں میں طبع آزمائی
فرماتی ہے ان سے کچھ نہیں رہے ہیں۔ نظر انصاف ہی دونوں کے اشعار دیکھیں اور
میار و نہاج کے پیش نظر ان پر صاد لگائے۔ غالب کی مشہور غزل ہے
غنجہ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کیوں
بوسے کو پوچھا ہوں میں منہ سے مجھے بتا کیوں
حضرت رضا فرماتے ہیں۔

میں نے کہا کہ جلوہ اصل میں کس طرح گئیں
صبح نے نوز مہر میں مٹ کر دکھا دیا کیوں
غالب کی ایک اور مقبول غزل ہے۔

دیر نہیں حرم نہیں در نہیں آستان نہیں
بیٹھے ہیں رہگذر پہ ہم کوئی ہیں اٹھائے کیوں
رضا کی غزل کا اندازہ اس شعر سے لگائیے۔

جان ہے عشقِ مصطفیٰ روزِ فردا کرے خدا
جس کو ہر درد کا مزانہ ددا اٹھائے کیوں

حضور انور کے جسم نور کا سایہ نہ ہونے کی بہت ساری شاعرانہ توصیہیں بیان
کی جاتی رہی ہیں۔ دیکھئے حضرت رضا کس خوب صورتی سے کہتے ہیں۔

راہِ نبی میں کیا کی فرسِ بیاض دیدہ کی
چادرِ ظل ہے لگجی زیرِ قدم بچھائے کیوں

ہے نورِ رضا زراستم جرمِ پگر لجا میں ہم
کوئی بچھائے سوزِ غم سازِ طرب بچھائے کیوں

آپ نے جو زمانہ پایادہ ہندوستان میں مسلمانوں کا زوال یافتہ عہد تھا۔ بادشاہ
ختم ہو چکی تھی۔ انگریزوں کی غلامی کا دور تھا۔ مسلم معاشرہ، مسلم تہذیب اور اسلامی
ثقافت کے عروج کو زیادہ دن نہیں گزرے تھے، ہزار عیوب کے باوجود فنونِ
لطیفہ کی دلکشی ابھی باقی تھی۔ شعرو سخن کا ہر طرف چربا تھا، محفلیں گرم تھیں، زبانِ
کے کچھلے جاتے تھے۔ حضرت رضا اپنی بے شمار صلاحیتوں کے ساتھ اگر مرنے
اس میدانِ زبانہ میں اپنا علم لہراتے تو کوئی مقابل نہ تھا مگر ان کی ساری توجہ حفاظت

اشعار موجود ہیں۔

اے رضا سب چلے مدینے کو
میں نہ جاؤں اے خدا نہ کرے

آنکھیں رو رو کے سو جانے والے
جانے والے نہیں آنے والے
ذبح ہوتے ہیں وطن سے بچھڑے
دیس کیوں گاتے ہیں گلے والے
کیوں رضا آج گلی سونی ہے
اٹھ مرے دھوم مچانے والے

اللہ اللہ کے نبی سے
زیادہ نفس کی بدی سے
شب بھر سونے ہی سے غرض بھی
تاروں نے ہزار دانت پیسے

ان کے آگے دعویٰ ہستی رضا
کیا کہے جاتا ہے یہ ہر بار ہم

ان کا تبحر علمی ان کے بیشتر اشعار سے ظاہر ہے۔ عربی و فارسی پر کامل
عبور نے اشعار میں عربی فقرات کا اتنا حسین اور برجستہ پویند لگایا ہے جسکی مثال
کم ملتی ہے۔

بے ابر کرم کے مرے دھتے
لا تغلھا البحار آقا
اتنی رحمت رضا پر کر لو
لا یقربہ البوار آقا
لا ملئن جھنم تھا وعدہ ازل
تو نہ کروں کو عبت بد عقیدہ ہونا تھا

لہریات نظیرک فی نظیر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تلخ تو ہے سر سو ہے کچھ کوشہ دوسرا جانا
آپ کی مشہور لغت ہے۔

واہ کیا جو د کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
مقطع کا حسن ملاحظہ ہو۔

اے رضا چنیت غم از جملہ جہاں دشمن تست
کردہ ام مامن خود قبلہ کا جاتے را!
ایک دوسری لغت ہے۔

دین مبین اور شریعت محمدی کی پاسانی پر رہی۔ اسلام کے بنیادی عقائد پر جو بالتحریک
چلے ہو رہے تھے۔ فتنہ نجدیہ نے جو طوفان برپا کر رکھا تھا اور جزیرۃ العرب کو ہلاتا
ہوا یہ زلزلہ جس تیزی سے ہندوستان میں بڑھ چلا تھا اگر امام احمد رضا خاں اس کا
توڑ نہ کرتے تو خدا معلوم کفریات و ہابیہ کا سیلاب کتنوں کے سفینۂ ایمانی کو غرق کر دیتا
حضرت فاضل بریلوی نے جس جانفشانی اور جگر کا دی کے ساتھ رد و ہابیہ کے لئے
خود کو وقف کر دیا۔ وہ سمجھ ان ہی کا حصہ تھا ع

ابن کارا ز او آید و مرداں چنین کنند

ان کا زندگی کا یہ مذہبی مشن ان کی شاعرانہ مقبولیت کی راہ میں حائل رہا اور وہ
اکثر ملتوں میں مورد وطن و ملامت ہے مگر یہ تو سنت روز ازل ہے کہ چسراغ
مصطفوی سے شرار بولہبی ستیزہ کار رہا ہے۔

اہل سنت و جماعت کے امام عصر حاضر حق کے لئے کسی کو خاطر میں نہ لائے۔
انہیں اس کا احساس تھا، وہ لکھتے ہیں۔

سینت سے کھٹکے سب کی آنکھ میں

پھول بن کر ہو گئے کیا خار ہم

لیکن حوصلہ یہ تھا کہ

کلب رضا خنجر خو خوار برق بار
اعدائے کبد و خیر نمائیں نہ شر کریں

رسول مقبول نے نجد سے متعلق جو پیشین گوئیاں فرمائی تھیں وہ سب کی سب
اپنے وقت سے ظاہر ہوئیں۔ ابن عبدالوہاب نجدی نے جو کچھ کیا وہ کس سے پوشیدہ
ہے۔ اس کے پیروؤں کے عقائد شیطانی پس معاذ اللہ۔ حب رسول کی شدت نے
دشمنان رسول کے لئے کلب رضا کو واقعی خنجر خو خوار و برق بار بنا دیا تھا۔ فرماتے ہیں۔

مومن وہ ہے جو ان کی عزت پر مرے دل سے
تغییم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے
تجھے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی
ذکر رو کے بفضل کلمے، نقص کا جو یا رہے
پھر کہے مرد کہ ہوں امت رسول اللہ کی
کرے مصطفیٰ کی امانتیں کھلے بند اس پر چڑا تیں
کرم کیا نہیں ہوں محمدی اے ہاں نہیں اے ہاں نہیں

حضرت رضا کی شاعری میں ان کی مذہبیت نے یہ رخ ضرور پیدا کیا ہے جو
مراسر حقائق پر مبنی ہے۔ اس کے باوجود اگر خالص فنی اقدار کا جائزہ لیا جائے تو
رضا کی شاعری دلی اور لکھنؤ کی میاں شاعری کے نونے پیش کرے گی۔

زبان کی صفائی، ہشتگی و جہتگی اور سہل منتہی کی مثالیں دیکھنی ہوں تو ذیل کے

پاٹ دہ کچھ، دھاریہ کچھ، زارہم
یا الہی کیونکر اتریں پارہم
مقطع میں فرماتے ہیں

چشم پوشی و کرم شانِ شما
کارِ مابینا کی داصرارہم

میں عرض کر چکا ہوں کہ حضرت رضا کی زبان خالص شمسالی زبان ہے۔ ان کے
یہاں کچھ ایسے الفاظ بھی بڑی عمدگی سے ادا ہوئے ہیں جو لکھنؤ کی خالص بیگانی اردو
کا جزو نہیں مثلاً منگتا، گنا، بھرن، خدائی خوار، گدگدی کرنا، سر پر بلا اٹھانا، ہوا بتانا
وغیرہ

ان کا منگتا پاؤں سے ٹھکرا دے وہ دنیا کا تاج
جن کی خاطر مر گئے منعم رگڑ کر ایڑیاں

ادشہ نمائے زہر در جام
گم جاؤں کدھر تری بدی سے

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادریا
لمعہ باطن میں گئے جلوہ ظاہر گیا

ہے کون کہ گریہ کرے یا فاتحہ کو آئے
بیکس کو اٹھائے تری رحمت بھرن پھول

اپنے کو چہ سے نکالائو نہ دو
ہی تو صبر کے خدائی خوارہم

غفلت شیخ و شاب پر ہنستے ہیں طفل شیر خوار
کرنے کو گدگدی عبث آنے لگی بہار کیوں
یاد دہن ستم کیا دشتِ حرم سے لائی کیوں
بیٹھے بٹھائے بد نصیب سر پہ بلا اٹھائی کیوں
نام مدینہ لے لیا چلنے لگی نسیم خلد
سوزش غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں؟

روزمرہ، محاورہ اور لب و لہجہ کا یہ ستھر اپن ان کے کلام کا خاص جوہر ہے
اس کے باوصف سخت اور دشوار زمینوں میں حضرت رضا نے جو مضامین باندھے
ہیں وہ ان کی قادر الکلامی پر دل میں آپ کی طبیعت شکل پسند تھی اور یہ شکل بھی نہیں
اتنی سہل تھی گویا کوئی تکلیف ہی نہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں

کیا ٹھیک ہو رخ نبوی پر مثال گل
پامال جلوہ کف پہ ہے جمال گل

رنگ مژہ سے کر کے فجل یاد شاہ میں
کھینچا ہے ہم نے کاموں پطر جمال گل

عارض شمس و قمر سے بھی ہیں انوار ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں
دو قمر، دو پنجہ بخور، دو ستارے، دس ہلال
ان کے ٹکڑے، پنجے، ناخن، پلے اظہار ایڑیاں
چرخ پر چڑھتے ہی چاندی میں سیاہی آگئی
کر چکی ہیں بدر کو نکال باہر ایڑیاں
تشبیہات کی کچھ اور تازہ کاری دیکھئے

دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخن پا کا

اتنا بھی مرنو پہ نہ لے چرخ کہن پھول

دل کھول کے خوں روئے غم عارض شد میں

نکلے تو کہیں حسرت خوں ناب شدن پھول

وہ بہادر شاہ ظفر کی طرح لمبی لمبی ردیف میں بھی اشعار بڑی آسانی سے کہتے ہیں

رنج دن ہے یا مہر نہما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

شب زلف یا مشک خطایہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

نہ آسمان کیوں سر کشیدہ ہونا تھا

حضور خاک مدینہ خیمہ ہونا تھا

رضا جو دل کو بنانا تھا جلوہ گاہ حبیب

تو پیارے قید خودی سے رسیدہ ہونا تھا

تلمیحات سے اشعار کا معنوی حسن ہوتا ہے۔ حضرت رضا کے کلام میں تلمیحات
کی کثرت ہے جو ان کی دست علمی اور ایجاد سخن کی دلیل ہے۔ شاعر کو اس صفت گری
پر کمال حاصل ہے۔

غنچہ ما دوحی کے جوچکے دنی کے باغ میں

بلبل سدرہ تک ان کی بسے بھی محرم نہیں

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زنان

سرکھاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

برق انگشت نبی چمکی تھی اس پر ایک بار

آج مکہ ہے سینہ میں نشانِ سوختہ

وہ رعایت لفظی سے بھی اپنے کلام میں بڑی دکشی اور جاذبیت پیدا کرتے ہیں۔

ہے خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا

جان کی اکیر ہے الفت رسول اللہ کی

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تہا ری داہ داہ

قرض لیتی ہے گنہ پر ہی سزا گاری داہ داہ

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیلے مجھ کو باندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری داہ داہ

(بقیہ صفحہ ۵۰۴ پر)

کی

نعتیہ شاعری پر ایک نظر

پروفیسر فاروق احمد صدیقی
چکیا کالج۔ بارا چکیا۔ ایسٹ چمپارن۔ بہار

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت پاک سے مشرت ہوئے۔ حضور نے اپنا دست
کرم ان کے اعلائے مفلوج پر پھیرا۔ وہ اسی وقت اچھے ہو گئے اور چادر رحمت
سے بھی نوازا گئے۔ الغرض اعلیٰ حضرت ہی کی زبان میں سے
کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی نہر الہی ہے
سکتے ہیں پڑی ہے عقل، چکر میں گماں آیا

فارسی نعت گوئیوں میں حضرت سیدی، جاسی، خسرو، اور قدسی (رحمہم اللہ)
کی نورانی اور عرفانی نعتوں سے کون صاحب ذوق واقف نہیں۔ ان عاشقانِ رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا بہ لحاظ فکر کیا۔ لحاظِ فن۔ نعتوں اور منقبتوں کا ایسا حسین
گلشن سنوار دیا ہے جس کی بہاریں صبح قیامت تک بہ خزاں رہیں گی۔

اردو شاعری اپنے دامن میں مقدارِ دیوار ہر دو اعتبار سے نعتوں کا
عظیم سرمایہ رکھتی ہے اور ابتداءً سے نعت گوئیوں کا سلسلہ نجومِ نظر آتا ہے۔ اردو
کا کوئی ایسا معقول شاعر نہیں جس نے نعت سرود کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کم از کم
ایک دو شعر بھی نہیں کہا ہو۔ لیکن حقیقتاً جن خوش نصیب حضرات نے اس منفِ لطیف
کو اپنے سینوں سے لگایا اور نجاتِ آخری کا ذریعہ سمجھا ان میں اعلیٰ حضرت مولینا
الشاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی (نور اللہ مرقدہ) حضرت مولینا غلام شہید،
حضرت مولینا حسن رضا خاں صاحب بریلوی، حضرت آس غازی پوری، حضرت محسن
کا کوری اور امیر سنائی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مگر تمام نعت گوئیوں میں از متقدمین تا متاخرین حضور اعلیٰ حضرت شاہ
احمد رضا خاں صاحب کا مقام اور ان کا کلام کئی جہت سے سب سے ممتاز اور منفرد
نظر آتا ہے۔ پہلی امتیازی خصوصیت تو یہ ہے کہ اردو کا کوئی بھی نعت گو آپ سے
زیادہ وسیع المعلومات، اسرارِ شریعت کا مازداں، کتابِ سنت کے بحرِ ذخاں کا
سچا شناس اور صاحبِ فضل و کمال نہیں ہوا۔ دوسری امتیازی صفت یہ ہے کہ
نعت گوئی میں آپ جس احتیاط و ادب شناسی کی منزل سے گزرے ہیں اس کا جواب
نہیں۔ اور یہ اس لئے کہ آپ نے قرآن سے نعت گوئی سیکھی اور حضرت حسان

ملک سخن کی شاہی تم کو رخصت اسلم
جس سمت آگئے ہو سکتے بٹھا دیئے ہیں

نعت گوئی ایک فن ہے اور مشکل فن ہے۔ یہ پل صراط طے کرنے سے بھی
دشوار تر ہے۔ اور چادرِ پر تل ہوا اللہ کا نقش لکھنے کے مترادف ہے۔ اس فن کی
نزاکتوں سے عمدہ برآ ہونے کے لئے بے ممتاط فکر و تخیل ہوشیاری اور ادب
شناسی کی ضرورت پڑتی ہے۔ کسی خیال کو فنی پیکر عطا کرنے سے پہلے اس کو سو بار احتیاطاً
کی چھنی میں چھان لینا پڑتا ہے۔ تب وہ کہیں جا کر عرضِ اظہار میں آتا ہے۔ علمائے
لفظ و نظر اور صاحبانِ علم فن کا اتفاق ہے کہ نعت کی راہ شاعری کی سخت ترین
راہوں میں سے ہے اور تمام اصنافِ سخن سے مشکل ہے۔ اگر حد سے تجاوز کرتا ہے
تو الوہیت کی تہل خاکِ سرگردے گی۔ اور کئی کرتا ہے تو تنقیصِ شانِ رسالت کی
تیز تلواریں کی گردن ناپ دے گی۔ اس لئے خوش نصیب میں وہ ملاحینِ رسول
(صلی اللہ علیہ وسلم) جنہوں نے کامیابی اور سرخروئی کے ساتھ اس وادی پر خار کو طے
کیا اور بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی عقیدت و محبت کا شعری گلدستہ
پیش کیا۔

نعت گوئی اور نعت خوانی ایسا مقدس و لطیف حیات ہے جس کی عظمت اور
مقبولیت کی سند خود بارگاہِ ممدوح، محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل چکی ہے
حضرت حسان بن ثابت حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم سے منبر پر کھڑے
ہو کر نعت پاک پیش کیا کرتے اور سرکارِ دو جہاں ان کو اللہ تعالیٰ سے وحیِ القدس
کا مژدہ جانفراسا کر دارین کی سعادتنوں سے نوازا کرتے۔ حضرت کعب بن زہیر
جو حالتِ کفر میں اپنی شاعرانہ بے احتیاطیوں اور بے ادبیوں کے جرم میں واجب
القتل قرار دے جا چکے تھے جب بارگاہِ رحمت میں سذرت خواہ ہو کر حاضر ہوئے
اور اپنا مشہور تاریخی قصیدہ "بانت ساد" سنایا تو حضور نے خوش ہو کر اپنی ردائے
مبارک ان کو مٹا کر دی۔ عہدِ مابعد میں صاحبِ "قصیدہ بُردہ" حضرت علامہ
بوسیری رحمۃ اللہ علیہ نے بعارضہٗ نابالغ ایک نعتیہ قصیدہ تحریر فرمایا۔ تو خواب میں

جیسے آشنائے منزل کو خضر راہ بنایا۔ خود فرماتے ہیں سہ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ
رہبر کی رہ نعت میں اگر حاجت ہو
نقش قدم حضرت حسان بس ہے

بہت کم شعرا ایسے ہوں گے جنہوں نے اپنی زبان و قلم کو صرف تذکرہ پاک
صاحب لولاک تک محدود رکھا ہو اور کبھی کسی اہل ثروت و منصب کی مداحی نہ کی
ہو۔ یہ امتیاز خاص بھی صرف اعلیٰ حضرت کا ہے کہ انہوں نے کبھی کسی دنیاوی جاہ و
حشمت و ولے کی طرف نگاہ غلط انداز تک نہیں ڈالی۔ ایک بار شاعروں نے ناپارہ
کے نواب کی شان میں مدحیہ تصانیف کیں۔ آپ سے بھی فرمائش کی گئی۔ جواب میں آپ
نے ایک نعت پاک کہی جس کا مطلع ہے سہ

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقش جہاں نہیں

یہی بھول خار سے در رہے ہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

اور مطلع میں اپنا یہ مسلک شاعری بھی ظاہر کر دیا سہ

کردن مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں

قدرت کلام کے آئینے میں دیکھئے تو یہاں بھی اعلیٰ حضرت اپنی انفرادی شان لئے
ہوئے نظر آئیں گے۔ ایک بار آپ سے درخواست کی گئی کہ ایک ایسی نعت کہیں جس
میں عربی، فارسی، اردو، ہندی زبانوں کے الفاظ شامل ہوں۔ آپ نے فی البدیہہ
دس اشعار پر مشتمل ایک نعت کہہ دی جس کا مطلع ہے سہ

لم یات تظہیرک فی نظری مثلی تو نہ شد پیدا جانا

جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شر دوسرا جانا

اس ضمن میں ان کی ایک خالص اردو نعت کے یہ چند اشعار بھی دیکھئے جن میں

الفاظ کی نشست و برخاست، خیالات کا اتار چڑھاؤ، لہجے کی گھلاوٹ، طرز
اداک رگشی، توانی کی شگفتگی اور صوتی حسن سے رنگ و نور کا سامان مد ہزار

لئے ہوئے نظر آتے ہیں۔ پڑھیے اور کمال سخنوری کی داد دیجئے سہ

زمین و زمان تمہارے لئے مکیں و مکان تمہارے لئے

چلین و چہاں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے

کلم و نبی سبج و صفی خلیل و رضی رسول و نبی

عقیق و صوفی و علی شاکر زبان تمہارے لئے

نزدوح ایس نہ عرش بریں نہ لوح میں کوئی بھی کہیں

خبری نہیں جو مزیں کھلیں ازل کی نہاں تمہارے لئے

جہاں میں چین چین میں سمن سمن میں چین چین میں چین

مزلے سخن پہ ایسے سخن یہ امن و امان تمہارے لئے

آپ نے اپنے عہد کے تمام مرد و عورتوں میں طبع آزمائی فرمائی لیکن ہر جگہ
اپنی انفرادیت کا نقش پائدار چھوڑا ہے۔ دوم درجے کی چیز کبھی نہیں کہی۔ غزل، تنقید،
مثنوی، مستزاد، تعلقات، رباعیات اور سلام جن میدان کی طرف رخ کیا ہے اپنی
شاعرانہ عظمتوں کا سد بھجھا دیا ہے یہ اعلیٰ حضرت کے لئے شایاں اگر یہ ادعا فرماتے کہ سہ

دونوں عالم پر ہوں میں چھایا ہوا

مستند ہے میرا فرمایا ہوا

لیکن انہوں نے ازراہ انکسار صرف اتنے ہی پر بس کیا سہ

یہی کہتی ہے بلبل باغ جہاں کر فاک طرح کوئی سحر بیاں

نہیں ہندیں و اصف شاہ ہدی مجھے شوخی طبع رخا کی قسم

اور خدا کی قسم اس میں کوئی شاعرانہ تعلی یا جذبہ احساس برتری نہیں۔ نعت مصطفیٰ

(صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ نے جس عشق و وارفتگی اور جذب و سرستی کا مظاہرہ

فرمایا ہے۔ دنیائے شکر و سخن میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ کا تنقید دیوان جو حدائق

بخشش کے دو حصوں میں ہر جگہ دستیاب ہے اس کا ایک ایک شعر اور شعر کا ہر لفظ

عشق رسول کی پاکیزہ شراب سے لبریز ہے۔ اور عقیدت و اخلاص کا آئینہ دار ہے

اور واقعہ یہ ہے کہ آپ کے اس باب پایاں عشق رسول اور قتال الرسول ہونے کی

ضہادت دشمنوں نے بھی دی ہے۔ الحق ما شہدت بہ الا عداۃ۔ اور

یہ قبولیت و لطف سخن اس لئے حاصل ہوا کہ آپ کا قال حال تھا اور حال قال تھا۔

آپ کا ظاہر باطن تھا اور باطن ظاہر تھا۔ از دل خیر و در دل ریزہ کی کیفیت سے

سارا کلام مملو نظر آتا ہے۔ یہ فیصلہ کرنا ہے مشکل ہے کہ کس شعر کو کس شعر پر ترجیح

دی جائے۔ بقول نظری سہ

ز فرق ما بقدم ہر کجا کی می نگریم

کر خرم دامن دل میکشہ کہ جا اپناست

”حدائق بخشش“ پر از ادل تا آخر تنقیدی نظر ڈال جائیے، دوست کی نظر

سے نہیں دشمن کی نظر سے، جانبداری کی نظر سے نہیں غیر جانبدار کی نظر سے، دور

بینی نہیں خور و بینی نظر سے کہیں ایک شعر بھی ایسا نہیں ملے گا جو کتاب و سنت سے

متصادم اور احکام شریعت سے مزاحم ہو۔ نہ کہیں افراط نہ تفریط۔ ایک خوشگوار

اعتدال و توازن کی چاندنی ہر جگہ چھٹکی نظر آتی ہے۔ اور لاریب اتنی کامیابی اور

خوش اسلوبی سے وہی عہدہ برآ ہو سکتا ہے جو یار گاہ رسالت کا ادب شناس اور

مؤیدین اللہ ہو۔ ہر چند اعلیٰ حضرت نے شعر گوئی کو کبھی مقصود بالذات

نہیں سمجھا۔ مقصد حیات مداحی سرکار تھا۔ انہوں نے شاعری برائے شاعری نہیں

کی ہے۔ بلکہ شاعری بطور عبادت کی ہے۔ انہوں نے کبھی کسی سے ستائش کی تمنا

نہیں کی اور ”صلہ کی پر دا“ کے تو اس بار گور بار سے جس کی شان انہیں کی زبان

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لائے نہ حاجت اگر کی ہے
لب داہیں، آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں
کتے مزے کی بھیگ ترے پاک در کی ہے
اس گل کا گدا ہوں میں جس میں
لمنگے تاجدار پھرتے ہیں
مرے کرم سے گر تھرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں۔ دُرب بہا دیئے ہیں

اور واقعی اس شہنشاہ کونین کی بارگاہ بکیں پناہ سے انھوں نے جو مانگا بلا
جو تمنا کی پوری ہوئی۔ صرف درداقتات کے ذکر پر اکٹھا کر دیا گیا۔ ایک بار حضور اعلیٰ
حضرت نے خواب دیکھا کہ اپنے مکان کے آگے شارع عام پر کھڑے ہیں اور ایک
بلوڑی نالوس ہاتھ میں ہے۔ اُسے روشن کرنا چاہتے ہیں لیکن دُشخص جو دائیں بائیں
کھڑے ہیں پھونک مار کر بچھا دیتے ہیں۔ اتنے میں حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ علیہ
وسلم ردق افروز ہوئے۔ آپ کو دیکھ کر وہ دونوں مخالف غائب ہو گئے۔ حضور
(صلی اللہ علیہ وسلم) اعلیٰ حضرت کے پاس تشریف لائے اور اُن سے اتنے قریب
ہو گئے کہ ایک بالشت سے بھی کم کا ناصلا رہ گیا اور بہ کمال رافت و رحمت ارشاد
فرمایا پھونک مارا اللہ روشن کر دے گا۔ آپ (اعلیٰ حضرت) نے پھونکا سارا نالوس
روشن ہو گیا (جلالی یقین صفحہ ۸۰)

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ دوسری بار جب سرکار اعلیٰ حضرت زیارت محبوب کی
غرض سے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو شوق دیدار میں رونمہ انور کے مواجہ میں درودوں
کی ڈالیاں پھار دیتے رہے اس حُسن نیت اور یقین محکم کے ساتھ کہ حضور پر نور (صلی اللہ
علیہ وسلم) اپنی زیارت سے شرف فرمائیں گے۔ لیکن پہل شب میں ایسا نہیں ہوا۔ تو آپ
نے بہ رنگ تنزل ایک نعت بھی جس کا مطلع ہے

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

اور اس کو نہایت ذوق و شوق کے ساتھ مواجہ اقدس میں عرض کیا۔ ادا داب
کے ساتھ بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں باب کرم دا ہوا اور آپ نے اپنے چشم سر سے
بحالت بیداری تاجدار کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جمال جہاں آما کی زیارت فرمائی
(حیات اعلیٰ حضرت بحوالہ السوانح اعلیٰ حضرت ۲۵۲)

حقیقت یہ ہے کہ جس کسی نے دل کی گہرائیوں سے محبوب کبریا کی محبت
و منقبت فرمائی وہ کبھی غمزدہ نہ رہا۔ اعلیٰ حضرت کو یہ سعادت عظمیٰ اس لئے حاصل ہوئی
کہ آپ سرکار کی محبت میں خلوص عظیم تھے۔ بظاہر آپ کا جسم مہذب لیکن روح گنبد

خضریٰ کی ٹھنڈی چھاؤں میں چلتی پھرتی نظر آتی۔ آپ کے نالہ نیم شب میں جو سوز و گداز اور
آہ صیگہ میں جو جوش اضطراب تھا وہ بالآخر رنگ لے ہی آیا۔ اور آپ کا یہ جذوب
عشق صرف سرکار دالالتبار کی ذات پاک ہی تک محدود نہیں بلکہ جلوہ گاہ محبوب مدینہ
طیبہ کے ذرہ ذرہ اور چپہ چپہ سے آپ کو بے پایاں عشق رہا ہے۔ اُس دیار قدس
کے پھول تو پھول کا ٹٹوں کو بھی آپ نے سینے سے لگا لیا ہے۔ وہاں کے ہر درو دیوار
گنبد اور مینار، مرغزار و کھار اور رنگزار و رنگزار کو آپ نے قریب سے
دیکھ لیا ہے۔ چشم و دل سے لگا لیا ہے اور پھر اُس کے حسین جلوؤں کو اپنے اشعار
میں سمیٹ لیا ہے۔ اور ایسا کرنا بھی چاہئے تھا۔ بقول شاعر سے

دَمِنْ مَذْهَبِي حُبُّ الدِّيَارِ لَا أَهْلُهَا

وَلِلنَّاسِ فِيمَا لَيْفَشَقُونَ مَوَاضِعُ

(میرے مذہب میں دیار سے محبت کرنا صاحب دیار کی وجہ سے ہے
اور عشق میں لوگوں کے الگ الگ مذہب ہو کر رہتے ہیں)

اور اب اُن کے دیوان سے چند متفرق اشعار میرے دعاوی کے
ثبوت میں ملاحظہ ہوں

اگر گلوں کو خزاں نار سیدہ ہونا تھا

کنار خار بدیت دمیو ہونا تھا

اے خار طیبہ دیکھ کے دامن نہ بھیگ جائے

یوں دل میں آکر دیدہ ترکو خبر نہ ہو

پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں

دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں

کیا دینے سے صبا آئی کہ پھولوں میں ہے آج

کھٹی بو بھینی بھینی پیاری پیاری واہ واہ

طیبہ میں سر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند

سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے

اسطوتِ دفعہ کا نور اس سمت منبر کی بہار

بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ

چرچے ہوتے ہیں یہ کھلائے ہوئے پھولوں میں

کیوں یہ دن دیکھتے، پاتے جو بیابان عرب

مدینے کے خط خدا تجھ کو رکھے

غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے

اسطرح کے ان گنت اشعار اُن کے دیوان میں نہ ونجوم کی طرح جگمگاتے
ہے ہیں جب کبھی اعلیٰ حضرت کے سامنے ذکر مدینہ آتا وہ فرط عقیدت و
محبت سے سرشار ہو کر سارے سامنے سے بے نیاز ہو جاتے اور دنیا کی حسین

ترین چیزوں میں بھی انھیں کوئی لطف و دلکشی نہیں ملے گی۔ فرماتے ہیں کہ
حورِ جنات ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا
چھڑے پردہ حجاز دیں کی چیز گائی کیوں
اور وہ خدا سے دعا کرتے ہیں کہ عشقِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آتش
فروزان کی بدولت جو داغ جگر کا لہلہاتا ہو باغِ عطا ہو کہ وہ ہمیشہ سرسبز و
شاداب رہے۔

یارِ بہرِ ابھر رہے داغِ جگر کا باغ
ہر مہر بہر سال ہر سال سالِ گل
دیکھئے "ہر روز روزِ عید اور ہر شب شبِ برات" کے کمال میں "ہر مہر بہر
بہار ہر سال سالِ گل" کا کتنا لطیف اور دل آویز مصرع ڈھلا ہے۔ پھر
پہلے مصرع میں "داغِ جگر" کو "باغ" سے تشبیہ دینا قدرتِ خیال اور جدت
بیان کی کتنی پاکیزہ مثال ہے۔ دوسرا شعر ملاحظہ ہو۔

دردِ دی صورتِ ہالِ محیطِ ماہِ طیبہ میں
برست امتِ عاصی یہ اب رحمت کا پانی ہے
علمِ ہدایت کی روشنی میں عوامِ الناس کا خیال ہے کہ جب ہالِ چاند کو اپنے
علقہ میں لے لیتا ہے تو یقیناً بارش کا نزول ہوتا ہے۔ اب اس نکتہ سے ناؤ
اتھاتے ہوئے حضورِ اعلیٰ حضرت معنی آفرینی فرماتے ہیں کہ امت کی جانب سے
دردِ دون کی پیہم ڈالیاں بچھا کر کی جاتی ہیں وہ بھی "ماہِ طیبہ" کے گرد بصورت
ہالِ اپنا حلقہ بنالیتی ہے۔ اس کے بعد ہر آن یہ اس لگی رہتی ہے کہ امت عاصی یہ
رحمتِ دنور کی موسلا دھار بارش اب ہوئی تو اب ہوئی۔ اعلیٰ حضرت کی یہ شاندار
نکتہ آفرینی اہل نظر سے خصوصاً داد و توجہ کی مستحق ہے۔

اردو کے ایک باکمال شاعر نے کہا تھا کہ
گلدستہ منی کوئے ڈھنگ سے باندھوں
اک پھول کا مضمون ہو تو سورنگ سے باندھوں
مجھے خبر نہیں کہ واقعی انھوں نے ایک پھول کے مضمون کو سورنگ سے
باندھا کہ نہیں لیکن اگر بابِ فکر و نظر دیکھ لیں کہ واقعی ہمارے امامِ اہلسنت
حضورِ اعلیٰ حضرت نے اک پھول کے مضمون کو سورنگ سے باندھا ہے۔ حدائقِ
بخشش حصہ اول میں ان کی ایک نعت ہے جس کی ردیف "پھول" ہے۔
یہ نعت سوڈا اشار پر مشتمل ہے۔ اور ہر شعر میں "پھول" کو ایک نئے معنی اور
نئے طرز و انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اور شاعروں نے "پھول" کو جتنے معنوں
میں استعمال کیا ہوگا وہ سب یکجا طور پر اس گلدستہ نعت میں
مل جائیں گے۔ تمام اشار کو نقل کرنا ممکن نہیں صرف چار اشار بلا تبصرہ
پیش خدمت ہیں۔

سرتا بقدم ہے تن سلطانِ زمیں پھول
لبِ پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول
صدتے میں ترے بلغ تو کیا لائے ہیں بن پھول
اس غنچہ دل کو بھی تو ایسا ہو کہ بن پھول
تنکا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہلتا
تم چاہو تو ہو جائے ابھی کوہِ حسن پھول
دل اپنا بھی شیدا بنی ہے اس ناخن پا کا
اتنا بھی مہ نو پہ نہ اے چرخِ کہن پھول

(تیسرے شعر میں "پھول" بمعنی ہلکا اور چوتھے شعر میں "پھول" بمعنی گھمنڈ
استعمال کیا گیا ہے)

مجھے یقین ہے کہ شعر و ادب کا تھرا ذوق رکھنے والے حضرات اعلیٰ حضرت
کے شاعرانہ کمالات کے اعتراف میں بخل سے کام نہیں لیں گے اگر وہ واقعی ایمان
و دیانت کے ساتھ ان کے دیوان کا مطالعہ فرمائیں۔ اگر غالب کی فکر بلند اور
علوئے حوصلے سارے "دشتِ امکان" کو ایک نقشِ پا قرار دیا تھا تو ان سے
کئی منزل آگے بڑھ کر ہمارے اعلیٰ حضرت کی عروسِ نکر نے زلفِ محبوب (سرکارِ
دعالم صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوشبودار لطافت کے مقابلے میں "ہشتِ خلد کی بارون"
کو ایک "چھوٹا سا عطردان" قرار دیا ہے۔

بزمِ شکر زلف میں میری عروسِ نکر کو
ساری بہارِ ہشتِ خلد چھوٹا سا عطردان ہے
اندازہ لگائیے ایک طرف "دشتِ امکان" ہے دوسری طرف "ہشتِ خلد"
اور جب یہ طے ہے کہ موجودہ دشتِ امکان سے ایک خلوکا طول و عرض کئی گنا
زیادہ ہے تو "ہشتِ خلد" کا عالم کیا ہوگا۔ اور پھر اس کی بہاروں کا خلاصہ اور
نچوڑ زلفِ سرکار کے نزدیک ایک چھوٹا سا عطردان ہو۔ ایسی اچھوتی اور
دل آویز بات شاید کسی مباح رسول نے کہی ہو۔ اور اب یہ شعر دیکھئے۔
وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھولِ خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

شرائے ندیم سے لے کر دورِ جدید تک کے دوادین کا بغور مطالعہ کر جائیے
تلاش و تفحص کے بعد آپ ایک شعر بھی ایسا نہیں پیش کر سکیں گے جس میں اپنے مدوح
کی مدح و ثنا اتنے خوبصورت اور ایمان آفرین انداز میں کی گئی ہو جتنے خوبصورت
اور پاکیزہ انداز میں اعلیٰ حضرت نے اپنے مرقور بالا شعر میں کی ہے۔ عام طور پر معدود
حسین کو مطلق "پھول" اور "شمع" دونوں سے مخاطب کیا گیا ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت
کا اپنا انداز ہی نرالا اور جداگانہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ صفت ہمارے حضور پر نور
(صلی اللہ علیہ وسلم) کا کمالِ حسن ہے کہ اس میں کسی طرح کے عیب و نقص کا وہم و گمان

بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ آپ عالم امکان کے لوت و عیوب سے بالکل پاک و منزہ جن و جمال کے خاتمہ نمود ہیں۔ پھول بھی خوبصورت ہوتا ہے مگر کانتے کا وجود اس کے لئے عیب ہے۔ شمع میں بھی من ہے مگر وہ جلتا ہے تو دھواں نکلتا ہے یہ اس کے لئے نقص ہے۔ یہ صرف کمال من حضور ہے کہ آپ "پھول" ہیں تو کانتے سے بیاز اور شمع" ہیں تو ایسی کہ اس میں دھواں پیدا ہونے کا سوال ہی نہیں اٹھتا یعنی ہمارا پھول "باغ عالم میں بے نظیر اور ہماری شمع "بزم امکان میں بے مثال۔ اردو کے ایک استاد شاعر آتش لکھنوی نے فن شاعری کو مینا کاری اور مرصع سازی کا فن قرار دیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ

بندش الفاظ جڑنے سے نگوں کے کم نہیں

شاعری بھی کام ہے آتش مرصع ساز کا

اور اب اعلیٰ حضرت کے اس شعر کو دیکھیے کہ

حسین یوسف پہ کس میں مصرعیں انگشت زناں

سرکٹے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب

اس شعر کے لفظی اور معنوی حسن کا تجزیہ کیجئے تو صناعی و فنکاری کی دنیا نظر آئے گی۔ اس شعر کا مفہوم محض اتنا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے غیر معمولی حسن سے بیہوش ہو کر عورتوں نے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں۔ دوسری طرف سرکٹے کے صرت نام پر مردان عرب سرکٹے اور جاں لٹنے کو تیار رہتے تھے۔

فنی اعتبار سے دونوں مصرعوں میں ایک ایک لفظ کا استعمال اس سلیقے اور ہنرمندی سے کیا گیا ہے کہ ان کے باہمی تقابل سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و تعظیم ثابت ہوتی ہے۔ پہلے مصرع میں "حسن" کا لفظ آیا ہے تو اس کے مقابلہ میں مصرع ثانی میں "نام" کا لفظ ہے۔ پہلے میں "کٹنا" لگایا ہے جس میں قصد و ارادہ کو دخل نہیں ہوتا تو دوسرے میں "کٹنا" لگایا ہے جس میں قصد و ارادہ کا شامل ہونا ناگزیر ہے پہلے میں "مصر" ہے تو دوسرے میں "عرب" اور ظاہر ہے کہ ایام و حالات میں موخر الذکر کی سرکشی اور خود دہری شہوت تھی۔ پھر پہلے مصرع میں "انگشت" ہے تو دوسرے میں اس کے مقابلہ میں "سر" پہلے میں "زناں" اس کے مقابلہ میں دوسرے میں "مردان" پھر پہلے میں لفظ "کٹیں" سے منظر ہے کہ ایک بار ایسا ہوا اور دوسرے میں کٹاتے سے ثابت ہے کہ استمرار و دوام کے طور پر ایسا ہوتا ہے۔ الخرض دونوں مصرعوں کا ایک ایک لفظ تفصیل سید عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا علمبردار ہے۔ اعلیٰ حضرت کے کمال تخیل کی داد دیکھ کر کس طرح ایک شعر میں اتنے فاسق لفظی و معنوی کا التزام کر دیا۔

اسی قبیل کا یہ شعر بھی ملاحظہ ہو کہ

کوچہ کوچہ میں ہکتی ہے یہاں بے قیص

یوسفستان ہے ہر اک گوشہ کنعان عرب

اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے

مصر سے اپنی قیصیں مبارک اپنے والد محترم کی رَدِّ بصارت کے لئے کنعان روانہ کی تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے دور ہی سے اس کی خوشبو محسوس فرمائی اور جب اس قیصیں مبارک کو اپنی آنکھوں سے لگایا تو ان کی کھوئی ہوئی روشنی فوراً لوٹ آئی۔ یہاں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ محبوب دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وجود پاک کی عطر بنیروں سے عرب کا ہر ایک گوشہ کنعان کی طرح یوسفستان نظر آتا ہے۔ اور پیر میں محبوب کی خوشبوؤں سے یہاں کا کوچہ کوچہ ہر راہ ہر راہ گزشتہ گزشتہ و خوشبودار نظر آتا ہے۔ اس شعر میں بے قیص، "یوسفستان" اور گوشہ کنعان عرب کی ترکیب و ترتیب اعلیٰ فنکاری اور مینا کاری، خاص طور پر یوسفستان کی ترکیب اعلیٰ حضرت سے پہلے شاید کسی اور نے استعمال کی ہو۔

گزشتہ سطور میں کہیں اشارہ کیا گیا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے فکر و نظر کی آبپاری کلام ربانی کے چشمہ مانی سے کی ہے۔ اور حضرت حسان کی رہنمائی میں چمنستان نبوت کے خوش رنگ و خوشبودار پھولوں سے اپنے گلہ سستہ نعت کی تزئین و آرائش کی ہے۔ آئیے ایک دو مثالوں سے اس کو واضح اور محکم کرتا چلوں۔ سب سے پہلے اعلیٰ حضرت کا یہ شعر سنئے جو قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔ اور خاص دعام کی زبان پر جاری رہتا ہے کہ

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم

خدا چاہتا ہے رہنا کے محمد

یعنی دونوں عالم کے رہنے والے خدا کی خوشنودی کے جویاں اور خواہاں ہیں اور خود خداوند قدوس اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کا طالب ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے اس فکر کی اساس آیات قرآنی قدری قلب و جھک توڑ کھٹا کر رکھی ہے جس میں تحویل قبلہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ آپ نے انھیں آیات مذکورہ کا صاف و بر ملا ترجمہ اپنے شعر میں کیا ہے۔ مگر سمندر کو کوزہ میں بھر دیا ہے اور اختصار میں جامعیت کی شان پیدا کر دی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سبزہ یہ تھا کہ تم باذن اللہ لکھو آپ مردوں کو زندہ فرمایا کرتے تھے۔ اور سید الانبیاء کا معجزہ شان یہ ہے کہ آپ نے بے جان کنکریوں کو قوت گویاں بخش دی۔ مردے تو بہر حال کس زمانے میں ذکر روح تھے لیکن سگریزے تو ہمیشہ جابد و غیر ذی روح رہے اس لئے اعجاز عیسوی سے اعجاز مصطفویٰ زیادہ انوکھی اور اچھوتی بات ہوئی۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ

ہے لب عیسیٰ سے جاں بخشی نزال ہاتھ میں

سگریزے پاتے ہیں شیریں معال ہاتھ میں

مصرع اول میں "لب عیسیٰ" اور دست مصطفیٰ کا تقابل بھی خوب ہے دوسرا مفہوم اس کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لب عیسیٰ سے بھی حضور ہی کے لبائے مبارک مراد ہیں اور اعلیٰ حضرت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضور کے دہان مبارک اور لبائے مبارک

کا انجاز مسلم ہے ہی آپ کے دست مبارک میں بھی یہ اعجاز تھا کہ انگشت پاک سے اشارہ فرمادیا تو سنگریزے بولنے لگے مصرع میں ثمان میں تیریں مقال کا مکر اڑا جاندار اور بلاغت آفریں ہے کیونکہ سنگریزوں نے دست کا فرم کلمہ اسلام پڑھ کر اپنا تارون کرایا تھا اس سے بڑھ کر اور تیریں مقال کیا ہوگی۔

اس نعت کا یہ شعر بھی ملاحظہ ہو رہ

ابریں ہاں مومنوں کو تیغ عریاں کفر پر

جمع ہیں شان جلال و جلالی ہاتھ میں

اس شعر میں آیت پاک محمد رسول اللہ والذین بتیم (پ) کی شاندار ترجمانی کی گئی ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مومنوں کے لئے روف و رحیم ہیں اور کفر کی حلقوم پر شمشیر برہمتہ کی مانند ہیں۔ اس طرح آپ کی ذات اقدس جمال و جلال و دونوں کی منظر ہے۔ اس کو استعارہ بدل کر یوں کہا گیا ہے کہ آپ کے دست کرم میں شائیں موجود ہیں۔ ایک پہلو جمالی ہے تو دوسرا جلالی ہے۔ پہلے مصرع میں ابرییاں کی مناسبت سے دوسرے مصرع میں لفظ جمالی کا استعمال اور تیغ عریاں کی رعایت سے لفظ جلالی کا انتخاب کتنا سوزوں مناسب اور شاعرانہ طرز بیان ہے۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضور نداء ابی دای کل عرصات قیامت میں داور محشر کے سامنے گنہگار ان امت کی شفاعت فرمائیں گے۔ اعلیٰ حضرت کی روح پروردنکتہ آفرینی دیکھتے کہتے ہیں کہ آپ کی شفاعت فرمائی کا انداز اتنا دالانہ اور دل پریر ہوگا کہ وہ قدسی نفس حضرات جن کے نامہ اعمال میں سیات کا شائبہ تک نہیں ہوگا وہ بھی یہ تمنا فرمائیں گے کہ کاش تھوڑا سا گنہگار جاتا تاکہ ہم بھی سرکار کی روح افزا شفاعت سے لطف اندوز ہوتے۔ دیکھتے کہتے پیایا اور اچھوتے انداز میں کتنی پیاری بات کہی گئی ہے

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمھاری داہ داہ

قرض لیتی ہے گنہ، پر ہیز گاری داہ داہ

اس شعر میں "واہ واہ" کی ردیف نے صنعت تکرار کا لطف تو پیدا کیا ہی ہے لفظوں کے زیر و بم اور معنی کے کیف و کم نے بھی عروس سخن کے سکھرے پر چار چاند لگا دیا ہے۔ توانی کی شگفتگی، بھر کی روانی اور ترنم کی حلاوت اس پر مستزاد ہے۔

انگلیاں ہیں فیض پر لوتے ہیں پیاسے جھوم کر

ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری داہ داہ

صلح حدیبیہ کے موقع پر اصحاب کرام کے سامنے قلت آب کا سلسلہ درپیش آگیا آپ نے ایک پیالہ میں اپنا دست کرم ڈال دیا۔ پھر تو ان نورانی انگلیوں سے اس قدر توجہ فرما دی کہ پھوٹے تمام لوگوں نے آسودہ ہو کر اپنی تشنگی رنج کر لی

اور پھر پانی پینے بھی گیا۔ اس واقعہ کو مندرجہ بالا شعر میں اعلیٰ حضرت نے کتنے دلکش اور دل نشیں انداز میں ادا فرمایا ہے۔ دست نبوت کی پانچ انگلیوں کو پنجاب رحمت کی ندیاں قرار دینا اور پھر ان سے رحمت کا پانی پینا یہ حضور اعلیٰ حضرت ہی کے ذہن رسا کا کام تھا۔

حدیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضور کے مزار پر انوار پرستہ ہزار فرستے صبح سے شام تک اور ستر ہزار شام سے صبح تک لگاتار، درود و سلام کی ڈالیاں بچھا کر کرتے رہتے ہیں۔ اس کو اعلیٰ حضرت نے یوں ارشاد فرمایا ہے

ستر ہزار صبح میں ستر ہزار شام

یوں بندگی زلف و رخ آنھوں پہر کی ہے

فتی لحاف سے اس شعر میں صبح و شام کی مناسبت سے زلف و رخ کا لانا کتنا لطیف اور شاعرانہ پیرایہ بیان ہے۔ اس طرح کی ہزاروں مثالیں حدائق بخشش میں موجود ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے جتنے محاسن ادبی و شری اور صنائع و بدائع سے اپنے کلام کو مزین فرمایا ہے اگر ان کی کا حقہ توضیح و تشریح کی جائے تو ایک دفتر تیار ہو سکتا ہے مگر

ع فرصت کہاں کہ اس کی تمتا کرے کوئی

اس لئے بلا تبصرہ چند پسندیدہ اشعار اور سن لیجئے۔ عجب نہیں آپ کا ذوق بلند براہ راست دیوان اعلیٰ حضرت کے مطالعہ پر مجبور کر دے

جہاں کی خاک روئی نے چمن آرا کیا تھا کو

صبا ہم نے بھی ان گلیوں کی کچھ دن خاک چھانی ہے

بجا تھا عرش پہ خاک مزار پاک کو ناز

کہ تجھ سا عرش نشیں آفریدہ ہونا تھا

ہیں عکس چہرہ سے لب لگاؤں میں سحر خیاں

ڈوبا ہے بدر گل سے شفق میں ہلال گل

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں

خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

ہلال کیسے نہ بیتا کہ بدر کا مل کو

سلام ابر دے شہ میں خیرہ ہونا تھا

وہ سرگرم شفاعت میں عرق انشاں ہے پیتانی

کرم کا عطر صندل کی زمیں رحمت کی گھائی ہے

صف نام اٹھے، خالی ہوزنداں تو ہیں زنجیریں

گنہگار و چلو مولیٰ نے در کھولا ہے جنت کا

نکیر بن کرتے ہیں تعلیم میسری

فدا ہو کے تجھ پہ یہ عزت ملی ہے

شاعری تحقیق کے آئینے میں

اشفاق احمد رضوی (بی۔ اے)

سے اعلیٰ حضرت کے کمالات دیر بے بہا ہیں۔ اسی دریکت کی شعری، ادبی جھلکیوں کو اپنی بساط بھر پیش کرنے کی سعی کر رہا ہوں۔ مولیٰ تالے اپنے حبیب پاک کے طفیل توفیق خیر سے مالا مال فرما لے۔ آمین۔

اردو شعرا کے کلام کو اس زمانہ میں جس معیار و کسوٹی سے ”معیار تنقید“ پرکھا جا رہا ہے اور جس پیمانہ سے ناپا اور جس ترازو سے

تولا جا رہا ہے اسی سوال و میزان کی توقع ہم سے نہ رکھیں کیونکہ ہمارے نزدیک کسی کے کلام کی جانچ پرکھ اور اس کے کلامی و شعری محاسن کی تعین و تشخیص اس اہل کلام کے ”عوامی و خاص التزام کی روشنی میں کرنا چاہیے۔

جس رعایت و لزوم کا اس نے اپنے آپ کو پابند کر لیا ہے۔ نگاہ تنقید اس نکتہ پر مرکوز ہے کہ آیا وہ اپنی متعین راہ پر قائم رہا یا ڈگمگا گیا۔ اس نے اپنی قائم کردہ روش نبایا یا نہیں۔ طریق ادا و اسلوب بیان ہو یا بلند خیال۔

مضمون آفرینی ہو یا محاسن لفظی۔ صنائع و بدائع کی رعایت ہو یا ترکیب بند کی چستی۔ فصیحانہ بے ساختگی ہو یا بلیغانہ اقتضائے کلام۔ ان تمام شعبوں میں شاعر اپنے التزام و ادعا سے عہدہ برآ ہوا ہے یا نہیں۔ اسی معیار کی

روشنی میں قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ کلام الامام احمد رضا کیا ہے یا نہیں؟ یہ حقیقت بالکل بے حجاب و بے نقاب ہے بلکہ روشن تراز

آفتاب ہے کہ اعلیٰ حضرت کا دل و دماغ، قلب و جگر چشم و گوش، ظاہر و باطن قلب و قالب سر سے پانک سا ہے اعضا، رگ و پے۔ فکر و خیال دین و ایمان سب میں محبت سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمرانی تھی۔ برآں حضور پر نور کی بدعت دروزبان رستی تھی کوئی لمحہ شائے رسول سے خالی نہ رہتا تھا۔

تعلیم حق رقم کا کوئی نقش اس کی کوئی تحریر ایسی نہیں جو محبت حبیب کبریا علیہ التیمہ و افتخار کے حیاض رحمت سے شربور نہ ہو اور عظمت حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کتلم سے پستی نہ ہو۔ اس کے باوجود شعری پیکر میں

مجدد دین و ملت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات مخزن برکات چودہویں صدی ہجری میں دنیا والوں کیلئے دینی، علمی و روحانی لحاظ سے رب کرم کی اعلیٰ نعمت و سراپا رحمت تھی۔ آپ کی زندگی کے حالات عینی شاہدوں کے بیانات، علمائے عصر کی شہادتیں، مفتیان حل و حرم کے فتاویٰ، مشائخ عرب و عجم کے تحمینی ارشادات کی بناء پر یہ کہنا بالکل بجا اور بے غبار حقیقت ہے کہ مجدد مائتہ حاضرہ موبد ملت طاہرہ ”آیت من آیت اللہ“ تھے۔ معجزۃ من معجزات سید المرسلین تھے (علیٰ صاحبہا التیمہ و الثناء) برہان اسلام، حجت دین، مسلک حق کیلئے ”آیت“ بنیاد تھے۔ یہ کلمات عقیدت ذرہ برابر بھی غلو و مبالغہ کے حامل نہیں ہیں۔ بلکہ اس دعویٰ پر اعلیٰ حضرت کے علمی، علمی کارنامے آپ کی تحقیقی تصنیفات، فتاویٰ رسائل و مسائل ایک مضبوط و مستحکم ثبوتی دستاویز ہیں۔

سطور بالا کے معروضات تخیلی پرواز نہیں ہیں بلکہ علمائے کرام کے ارشادات ہیں ورنہ اپنا

حال تو یہ ہے کہ دینی علوم میں مہارت و رسوخ تو درکنار دینی علوم کے اجدادوں کی صف نعال کے بھی لائق نہیں ہوں۔ پھر بھی ایسی باکمال شخصیت کے علم و فن پر جن کا سینہ دینی علوم کا خزینہ، کسی علم و فن کا گنجینہ، اظہار رائے کرنا چھوٹا بڑا ہے پھر بھی

”در بار رضویت“ کے اس ناچیز وابستہ دامن نے، اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے نعتیہ کلاموں کا بار بار مطالعہ کیا ہے جس کا تاریخی نام ”حدائق بخشش“ ہے۔ اس کے ساتھ اسکول دکان کی زندگی میں اردو شعرا و کلمے ”داد دین“ کے پڑھنے کا بھی موقع ملا ہے۔ اور اس پر نئے پرانے طرز کے نقادوں کی تنقید بھی دیکھی ہیں۔ اثنائے مطالعہ میں صائب کا یہ مصرعہ بار بار دماغ میں جکڑ لگتا رہا کہ ”خس بود بالائے دریا“ زیر دریا گوہر است۔

کتے خس بالا لے رہا ہیں ان کا حساب و کتاب کون پیش کرے گا؟ اسی طرح معلوم کتے ”زیر دریا گوہر“ ہیں۔ انہیں زیر دریا گوہر میں ہر گز

عروس نکر کو منصفہ شہود کی جلوہ گاہ بنانا ضمنی تھا۔ پیرایہ شعریں لذت گویٰ آپ کا مقصود حیات نہ تھا۔ مقصد زندگی تو احیائے سنت و شریعت حقہ کی حفاظت، اہل حق کی حمایت، اہل باطل کا ابطال و اذہاق تھا جس پر بدو شعور سے آخری سانس تک قائم رہے۔ حمایت حق نے اسی جوش نے آپ کو ان جملہ علوم کے احیاء و تجدید کی طرف مائل کر دیا جو احقاق حق و ابطال باطل میں کسی طرح بھی مدد و معاون ہو سکتے تھے۔ اور حال یہ تھا کہ وہ علم یا تو مٹ چکے تھے یا مٹنے کے قریب تھے۔ آپ کا شعری ذوق بھی اسی جذبہ حق گویٰ کے تحت نمودار ہوا اور حمد و نعت و مناقب کے رنگ میں آپ کے شاعرانہ کمالات منصفہ شہود پر جلوہ ریز ہوئے۔

آج کی گفتگو اسی محور پر گردش کرتی نظر آئے گی۔ بطور زیریں کے مطالعہ قبل چھان بین کے متذکرہ بالا اصول و نکتہ تبصرہ کی بنیاد و معیار کو اچھی طرح ذہن نشین فرمائیں۔

نعت گویٰ اور امام احمد رضا کا دعویٰ

(۱) ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ۔ بیجا سے ہے المنة لله محفوظ قرآن سے میں نے نعت گویٰ سیکھی یعنی ہے احکام شریعت ملحوظ حدائق بخشش حصہ دوم (رباعی ۲)

امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ:-

میں اپنے نعتیہ کلام سے نہایت ہی محفوظ و سرور ہوں۔ کیونکہ میرا کلام بفضل الہی ہر بیجا و نازیبا الفاظ و معانی سے پاک ہے۔ میرا ہر مصرعہ ہے میرے نعتیہ اشعار شریعت کے خلاف نہیں ہیں۔ اس میں ممنوعات و مخذورات شرعی کا نام و نشان بھی نہیں ہے۔ خلاف شرع مضامین و الفاظ کیسے آسکتے تھے جبکہ میں نے قرآن عظیم سے نعت گویٰ سیکھی ہے۔ اور قرآن حکیم کی نعت فرمائی و مدح نگاری کی شان ہی یہ ہے کہ احکام شریعت ملحوظ رہیں۔ اور ایک حرف بھی خلاف شرع آنے نہ پائے۔

اعلیٰ حضرت اپنی نعت گویٰ کے محرکات کی نشان دہی خود ہی اسی حصہ دیوان کی پہلی رباعی میں اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:-

(۲) پیشہ میرا شاعری نہ دعویٰ مجھ کو ہاں شرع کا البتہ ہے جذبہ مجھ کو مولیٰ کی شان میں حکم مولیٰ کا فلاں وزینہ میں سیر نہ بھایا مجھ کو

سطور بالا میں اس بات کی تصریح کر دی گئی ہے کہ اعلیٰ حضرت کی شاعرانہ ضمنیہ ہے مقصود حیات و متاع زندگی نہیں ہے اس رباعی میں اس صداقت کی صراحت ہے کہ شاعری میرا پیشہ نہیں۔ نہ مجھے شاعری کا دعویٰ ہے بلکہ یہ تو ہے ”جو آگ بجھانا دے گ وہ آگ لگائی ہے“ کے شعلے ہیں جو بے اختیار کبھی کبھی بھڑک اٹھتے ہیں۔ یہ شوق سخن کے

نمونے بھی نہیں ہیں بلکہ تپتے دل کی بھاسب ہے جو کبھی آنکھوں سے جلوہ فرما ہوتی ہے تو کبھی نوک قلم سے بسا و دین و ایمان پر گہر ریز ہو جاتی ہے۔ صرف شرع کی حمایت و پاسداری کا جذبہ محرک رہا ہے۔ جس کی وجہ سے سیف سانی و تیغ کلکی سے بھی کام لینا پڑا ہے۔ جب میری نعت گویٰ کا محرک شرع شریف ہے تو کبھی شریعت کے خلاف جو قصورات ہیں وہ سیر نعتیہ کلام میں کیسے بار پائی حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ ”مولیٰ“ کی مدحت و ثنائیں مولیٰ ہی کے حکم کا خلاف ہو۔ کیونکہ ایسا کرنا مولیٰ کی ثنا و تعریف نہیں بلکہ اہانت ہے۔ ایسی صورت میں معاملہ ہی مفلوب و محکوم سا ہو جائے گا۔ ثواب نجات کے بدلے عذاب و عقاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اسی حصہ دیوان کی رباعی ۵ ملاحظہ فرمائیے:-

توشہ میں غم و اشک کا ساماں بس ہے

افسانِ دل زار حد یخاں بس ہے

رہبر کی راہ نعت میں گر حاجت ہو

نقش قدم حضرت حسان بس ہے

اللہ اللہ جس امام مجدد وقت نے قرآن پاک سے نعت گویٰ سیکھی۔ جن کی نعت گویٰ و منقبت نگاری کا داعیہ ”جذبہ شرع“ ہے جن کو اگر وہ نعت میں رہبر کی حاجت ہو تو ”مداح الحبیب“ نعت گو صحابی جلیل حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا نقش قدم رہبری کیلئے کافی ہو۔ ان کے کلام شرعی نقائص و اسلاں نقائص سے پاک نہ ہوں گے تو کبھر کس کے کلام نمونہ شریعت ہوں گے؟

تلاش کیجئے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ نے اپنے کلام کے متعلق جن دعادی کا برملا اظہار فرمایا ہے آپ کے سامنے ہے۔ مخالفین ہوں یا موافقین، مخلصین ہوں یا مساندین سب کو دعوت تنقید کیجئے کہ اے ناقذین زمانہ سر جوڑ کر بیٹھئے، تلاشئے، ڈھونڈھئے۔ اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام میں نقائص شرعیہ، ممنوعات دینیہ، مخذورات اسلامیہ کے ثبوت میں ایک شعری لے آئیے۔ نہیں نہیں ایک مصرعہ ہی سہی۔ قرآن کریم ہر جگہ موجود ہے۔ حضرت حسان کے نقش قدم ”بشکل دیوان موجود ہیں۔ شریعت غراء مدون و منضبط صورت میں جلوہ فرما ہے۔ بتائیے نشانہ ہی کیجئے کہ فلاں شعر قرآن کے مزاج سے متصادم ہے۔ فلاں مصرعہ شریعت مطہرہ سے ٹکراتا ہے۔ فلاں مطلع اور حسن مطلع حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے نقوش عقیدت سے..... میل نہیں کھاتا ہے۔

بیجا نقادین

اعلیٰ حضرت کے حق گو اور بے باک ترجمانین
 و علمبردار شریعت ہونے کی وجہ سے ان کے
 بیجا و عنادی ناقدوں کا ایک جم غفیر سرزمین بند میں پھیل ہوا ہے جو عناد و
 غیظ و غضب کی آگ سے آتش زیر پا ہو کر نہ معلوم کتنے افرائی اعتراضات
 کئے ہیں اور کر رہے ہیں بے بنیاد بہتان اٹھائے ہیں اور اٹھاتے جا رہے
 ہیں۔ عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسبانی کے صلہ میں اعلیٰ حضرت کے
 خلاف بالکل بے اصل و بے حقیقت ہر قسم کے لادچھے گندے، مکروہ حربے
 استعمال کئے گئے ہیں اور اب تک کئے جا رہے ہیں۔ لیکن سیرِ علم کی مد تک کسی گروہ
 نے بھی آج تک اعلیٰ حضرت کی نعت گوئی میں شرعی عیوب نہیں نکال سکے ہیں۔ حالانکہ
 انبیاء و انبیاء کے لئے بھی رشک میں مبتلا تھے اور اب بھی ہیں۔ مگر اس باب
 میں مجھے کسی جانب کی نکتہ چینی کا علم نہیں ہے۔

غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے استمداد

متذکرہ بالا دونوں قسم کے ناقدوں کے
 سلسلے میں سرکار بغداد سے استعانت و استمداد فرماتے ہوئے اعلیٰ حضرت
 فرماتے ہیں:-

عدو بدین مذہب والے حاسد تو ہی تہنہ کار و زور دل ہے یا غوث
 حسد سے ان کے سینے پاک کر دے کہ بدتر دق سے بھی یہ سل ہے یا غوث
 امام اہل سنت نے بدین کو عدو فرمایا اور ہم مذہب حضرات کو حاسد ٹھہرایا
 اور سرکار غوثیت سے طالب مداد و اعانت ہوئے بھی تو کس چیز کے لئے۔
 بس یہ کہ اے غوث پاک ان کے سینے حسد سے پاک کر دیے جائیں۔ ان کی عداوتیں
 آپ کے ہوئے میرا کیا بگاڑیں گی۔ انہیں حاسدوں، مماندوں کا سرا نہیں نقصان
 ہے کیونکہ وہ حسد کی آگ انسان کے دین و دین کو اسی طرح خاکستر کرتی
 ہے جیسے ظاہرہ جسم کو سہل کی بیماری کا جاتی ہے۔ الغرض عظمت و توقیر رسالت
 کے چمچ بلند کرنے کی پاداش میں اہانت پسندوں نے وہ کون سی ایذا ایکیں تھیں
 جو اس پیکرِ حق کو نہیں دی ہیں۔ مگر جب رسالت کے اس سرچشمہ نے
 اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہوئے اپنے دشمنوں کو ان کی گالیوں کے
 بدلے دعائیں دی ہیں کہ ان کے سینے شرارتوں سے پاک کر دیئے جائیں۔
 کیا یہ تاریخی حقیقت نہیں ہے کہ جن کے بارگاہ کے اعلیٰ حضرت غلام ہیں اور
 جن کے دربار کے ہمیشہ سائل ہیں۔ اور یہ سائلانہ غرہ مگاتے رہے
 "رضایت سائل بے پر توئی سلطانِ لا تہر"

شہابہرازیں خوانم افشانی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
 اس اقلیم نبوت کے شہر یار و کشور رسالت کے تابدار صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنے اوپر ہونے والے جو رستم کے جواب میں دعائیں نہیں دی ہیں ضرور
 ہیں۔ اسی خلقِ نبوی کا اتباع کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت نے دعا کی ہے
 کہ ان کینہ و زور کے دلوں کو پاک فرمادے۔

دوسرے شعر میں ضحکِ حیرت اظہارِ حقیقت فرما رہے ہیں۔

سینت سے کھٹکے سب کی آنکھ میں

پھول ہو کر ہو گئے کیا خار ہم

اس لہجہ کا تذکرہ "سخن گسترانہ" طور پر کیا گیا ہے
 ورنہ کہنا یہی ہے کہ اعلیٰ حضرت پر ہر طرح کے ناروا حملے کئے گئے۔ مگر
 نعت گوئی میں کوئی بھی شرعی مصائب کا سراغ نہ پا سکے اور انشا اللہ
 آئندہ بھی نہ پاسکیں گے۔

پاسِ شرع اور حسنِ شعر

اچھے خاصے پڑھے لکھے حضرات کو یہ

بات دہراتے ہوئے سنا گیا ہے

کہ شرعی قید و بند میں جکڑے ہوئے شعروں کی شہرت گھٹ جاتی ہے۔

دکھتی ہو اہو جاتی ہے۔ واہ واہ کا سماں نہیں بندھتا۔ روکھا، پھیکا خشک

محض ہوتا ہے۔ مگر جب شعر و سخن کذب و مبالغہ کی اس ٹمکسال سے ڈھل کر

برآمد ہوتا ہے (جس کو دروغ بے فروغ کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا) تو البتہ

سامعین سر دھننے لگتے ہیں۔ واہ۔ واہ۔ داد تحسین و آفریں سے شور و غل

سے زمین و آسمان گونجنے یا کانپنے لگتے ہیں۔ ایسے حضرات کے خیال میں

حسنِ شعری و حسنِ شرعی دونوں یکجا جمع نہیں ہو سکتے۔ دونوں میں ایسی بیرو

ازلی دشمنی ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس باطل نظریہ کا رد لینے اس شعر میں کس خوبی سے فرمایا ہے۔

س جو کہے شعر و پاسِ شرع دونوں کا حسن کیوں کر آئے۔

لا اے پیشِ بلوہ زمرہ رضا کہ یوں

اعلیٰ حضرت جیسی باکمال اہل زہد صاحبِ انقا شخصیت سے

ایک شعر و سخن ہی نہیں بلکہ حمدِ شعبہ بائے زندگی کے مسائل میں ایسی ہی دینی

احتیاط و شرعی حسن کا یقین ہی رکھنا چاہئے۔

کیونکہ

آپ کے پیشِ نظر سورہ شعرا کی یہ آیت کریمہ بھی تھی جس کا ترجمہ فارسیں

کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں اور یہ

ترجمہ بھی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ ہی کا ہے۔

"اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ

وہ ہر زمانے میں سرگرداں پھرتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔

مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور بکثرت اللہ کی یاد کی اور

بدلہ لیا۔ بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کرٹ پر پلٹا کھائیں گے۔“

مذکورہ بالا رضوی ترجمہ ہے۔ اس ترجمہ پر جگہ جگہ ”ف“ کے نمبرات ہیں وہ حضرت صدرالافاضل مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی ”خزانة العرفان“ کے وضاحتی و تفسیری نوٹ ہیں۔ ان پر بھی غائرانہ نہ سہی طائرانہ ہی نگاہ ڈالیں تو بہتر ہوگا۔

یہ حقیقت ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ والرضوان کے ترجمہ قرآن کی رضا حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت ہی دشمنی انداز میں بڑی خوبی کے ساتھ کی ہے۔ سطور زیر میں ترجمہ اور توضیحی عبارتوں کو لا کر نقل کر رہا ہوں تاکہ سلاست و روان کا لطف باقی سے جانے نہ پائے۔

اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ ان کے اشعار ہیں کہ ان کو پڑھتے ہیں۔ رواج دیتے ہیں۔ باوجودیکہ وہ اشعار کذب و باطل ہوتے ہیں۔

”شان نزول“۔ یہ آیت شعراء کفار کے حق میں نازل ہوئی جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جہو میں شکر کہتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ جیسا محمد صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کہتے ہیں ایسا ہم بھی کہہ لیتے ہیں۔ اور ان کی قوم کے گمراہ لوگ ان سے ان اشعار کو نقل کرتے تھے۔ ان لوگوں کی آیت میں مذمت فرمائی

گئی۔ کیا تم نے دیکھا کہ وہ ہر زمانے میں سرگرداں پھرتے ہیں اور ہر طرح کی جھوٹی باتیں بناتے ہیں۔ اور ہر غلط باطل میں سخن آرائی کرتے ہیں۔ جھوٹی مدح کرتے ہیں۔ جھوٹی ہجو کرتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اگر کسی کا جسم پیسے بھر جائے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے کہ شعر سے یہ ہو مسلمان شعراء جو اس طریقہ سے اجتناب کرتے ہیں اس حکم سے مستثنیٰ کے لئے ہیں۔ مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے

اس میں شعراء اسلام کا استثناء فرمایا گیا وہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد کہتے ہیں۔ اسلام کی مدح کہتے ہیں۔

پند و نصائح کہتے ہیں۔ اس پر اجر و ثواب پاتے ہیں۔ بخاری شریف میں ہے کہ مسجد نبوی میں حضرت حسان کیلے دمبڑ بکھایا جاتا تھا وہ اس پر کھڑے ہو کر

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منہ پر پڑھتے تھے۔ اور کفار کی بدگوئیوں کا جواب دیتے تھے۔ اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں صاف فرماتے

تھے۔ بخاری کی حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”بعض شعر حرکت دیتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں اکثر شعر پڑھے جاتے تھے جیسا کہ ترمذی میں جابر بن سمرہ سے مروی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ شعر کلام ہے بعض اچھا ہوتا ہے بعض برا۔ اچھے

کو لا۔ برے کو چھوڑ دو۔ شعبی نے کہا حضرت ابوبکر صدیق شعر کہتے تھے۔

حضرت علی ان سے زیادہ شعر فرمانے والے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم“ اور کثرت اللہ کی یاد کی اور شجران کے لئے ذکر الہی سے غفلت کا سبب نہ ہو سکا بلکہ ان لوگوں نے جب شعر کہا بھی تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کی توحید اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور اصحاب کرام و صلحا راست کی مدح اور حکمت و موعظت اور زہد و ادب میں۔ اور بد لایا کفار سے ان کی ہجو کا۔ بعد اسکے کہ ان پر ظلم ہوا کفار کی طرف سے کہ انہوں نے مسلمانوں اور ان کے پیروؤں کی ہجو کی۔ ان حضرات نے اس کو دفع کیا۔ اور اس کے جواب دیئے۔ یہ مذموم نہیں ہیں بلکہ مستحق اجر و ثواب ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ مومن اپنی تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور اپنی زبان سے بھی۔ یہ ان حضرات کا جہاد ہے۔ اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم یعنی مشرکین جنہوں نے سید الطاہرین افضل المخلوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی کہ کس کرٹ پر پلٹا کھائیں گے موت کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ”پلٹا کھائیں گے“ جہنم کی طرف اور وہ برا ہی ٹھکانا ہے۔“

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی شاعری انہیں مومنین کی سی شاعری ہے جس کا استناد رب عظیم نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ مذموم و محمود۔ منوع و ماذون شاعری کے مابین جو صفات و شرائط فارق ہیں اور شاعری کی ان نون منقوشوں میں جو چیزیں مایہ لایا تیار ہیں اس کی روشنی میں پرکھئے اور جانچئے۔ بلاشبہ اعلیٰ حضرت کا کلام قرآن پاک کے مذکورہ بالا معیار پر پورا پورا اترتا ہے ذرہ برابر کہیں غلط نہیں۔ جائے انگشت ثنائی کہیں نظر نہیں آتی۔ اب رہیں وہ باتیں کیا اور کہنی ہیں۔ جن سے جاہلی شاعری اور اسلامی شاعری میں زمین و آسمان کا فرق نمایاں ہو گیا۔ اور جو سخن آرائی باعث عذاب بھی وہ اسلام کی بدد اجر و ثواب کا سبب بن گئی۔ اس کی تفصیل و شرح ہم سے نہیں۔ بلکہ مودودی صاحب کی تفہیم القرآن سے سنئے۔

”ہے شعراء تو ان کے پیچھے بیکے ہوئے لوگ چلا کرتے ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ وہ ہر داری میں بھٹکتے ہیں۔ اور ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں ہیں۔ بھڑان لوگوں کے جو ایمان لائے۔ اور جنہوں نے نیک عمل کئے اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا۔ اور جب ان پر ظلم کیا گیا تو صرف بدلہ لے لیا ص ۱۴۵“

مودودی صاحب نے اپنی ترجمانی کے بعد ص ۱۴۵ نمبر و دیگر جو اپنا تشریحی تفسیری نوٹ دیا ہے اسے بھی باصرہ نواز کیجئے۔

و یہاں شعراء کی اس عام مذمت سے جو ادب پر بیان ہوئی ان شعراء کو مستثنیٰ کیا گیا ہے جو چار خصوصیات کے حامل ہوں۔ اول یہ کہ مومن ہوں یعنی اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتابوں کو سچے دل سے مانتے ہوں۔

۴۹۴

ماہنامہ میزان نبوی

اور آخرت پر یقین رکھتے ہوں۔ دوسرے یہ کہ اپنی عملی زندگی میں صالح ہوں۔ بدکار اور فاسق و ناجائز نہ ہوں۔ اخلاق کی بندشوں سے آزاد ہو کر جگہ مانتے نہ پھریں۔

تیسرے یہ کہ اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہوں۔ اپنے عام حالات و اوقات میں بھی اور اپنے کلام میں بھی یہ نہ ہو کہ شخصی زندگی تو زندہ و تقویٰ سے آراستہ ہے مگر کلام سراسر زندگی و ہوسناکی سے لبریز۔ اور یہ بھی نہ ہو کہ شعر میں تو بڑی حکمت و معرفت کی باتیں بگھاری جا رہی ہیں۔ مگر ذاتی زندگی کو دیکھئے تو یاد خدا کے سائے آٹما سے خالی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں حالتیں یکساں مذموم ہیں۔ ایک پسندیدہ شاعر وہی ہے جس کی نجی زندگی بھی خدا کی یاد سے معمور ہو۔ اور شاعرانہ قابلیتیں بھی اسی راہ میں وقف رہیں۔ جو خدا سے غافل لوگوں کی نہیں بلکہ خدا شناس خدا دوست اور خدا پرست لوگوں کی راہ ہے۔

چوتھی صفت ان مستثنیٰ قسم کے شاعروں کی یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ شخصی اغراض کے لئے تو کسی کی ہجو نہ کریں، نہ ذاتی یا نسلی یا قومی عصبیتوں کی خاطر انتقام کی آگ بھڑکائیں۔ مگر جب ظالموں کے مقابلے میں حق کی حمایت کیلئے ضرورت پیش آئے تو بھر زبان سے وہی کام لیں جو ایک مجاہد تیر و شمشیر سے لیتا ہے۔ ہر وقت گھگھیاتے ہی رہنا اور ظلم کے مقابلے میں نیاز مند و معروضات ہی پیش کرتے رہنا مومنوں کا شیوہ نہیں ہے۔ اسی کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ کفار و مشرکین کے شاعر، اسلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف الزامات کا جو طوفان اٹھاتے اور نفرت و عداوت کا جو زہر پھیلاتے تھے اس کا جواب دینے کیلئے حضور خود شرائے اسلام کی محبت افزائی فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ کعب بن مالک سے آپ نے فرمایا اھجہم فوالذی نفسی بیدۃ لہو اشد علیہم من النبل ان کی ہجو کو کیونکہ اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ تمہارا شعر ان کے حق میں تیرے زیادہ تیز ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اھجہم وجبرئیل معک۔ اور قل وروح القدس معک" ان کی خبر لو اور جبرئیل تمہارے ساتھ ہے۔ "کہو اور روح القدس تمہارے ساتھ ہے۔" آپ کا ارشاد تھا کہ ان المومن یجاہد بسیفہ و لسانہ۔ مومن تلوار سے بھی لڑتا ہے اور زبان سے بھی۔

قارئین کرام! آپ کی نگاہوں کے سامنے امام اہل سنت شیخ الاسلام دلسین اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ترجمہ بھی ہے۔ پھر حضرت صدیق اکبرؓ فرمایا اے رسول اللہؐ کی تفسیری تشریح بھی ہے۔ مزید برآں موجودہ دور

کے امام المتجددین مودودی صاحب کی ترجمانی پھر ان کی تشریح بھی ہے اس مقام میں مسئلہ زیر بحث کے مفہیم و مطالب کے اندر ہمارے اور مودودی صاحب کے درمیان رتی برابر کبھی فرق نہیں ہے۔ مودودی صاحب نے مستثنیٰ قسم کے شاعروں کی جو چوتھی صفت بیان کی ہے اس کو سامنے رکھیں اور دیکھیں کہ اعلیٰ حضرت کی ذات اور ان کے کلام میں یہ صفت کس قدر شعور و کثرت و درشان و شوکت سے پائی جا رہی ہے۔

کیا اعلیٰ حضرت کا شعر کافروں، مرتدوں، بیدینوں کے حق میں تیرے زیادہ تیز نہیں ہے۔ کیا اس امام اہلسنت نے جس نے فرمایا ہے کہ:-

س رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو
نقش قدم حضرت حسان بس ہے

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہوئے اس حدیث پر عمل فرمایا ہے یا نہیں۔ جس کا سرکاری فرمان حضرت حسان کو مل چکا تھا اھجہم وجبرئیل معک "قل وروح القدس معک۔ ضرور ضرور عمل کیا۔ گہری و نذر عزیمت دے باک قلبی و اذعان کے ساتھ عمل کیا۔ اس کی شہادت اعلیٰ حضرت کا پورا نعتیہ دیوان باور بلند سائے عالم میں ہے رہا ہے۔ اب اس اعلان و شہادت کو چند مثالوں میں ملاحظہ فرمائیں اور فرمان رسالت کی اس حقیقت کا کہ "مومن تلوار سے بھی لڑتا ہے اور زبان سے بھی۔ ان مثالوں میں مشاہدہ فرمائیں۔

مثال اول

دشمن احمد پر شدت کیجئے	لمحدوں کی کیا مردت کیجئے
ذکر ان کا چھیڑیئے ہر بات میں	چھیڑنا شیطان کا عادت کیجئے
مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں	ذکر آیات دلاوت کیجئے
عنیز میں جل جائیں بدینوں کے دل	یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے
کیجئے چرچا انہیں کا صبح و شام	جان کا قرب و قیامت کیجئے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم صیب	اس بڑے مذہب پر نعت کیجئے
ظالمو محبوب کا حق تھا یہی	عشق کے بدلے عداوت کیجئے
یا رسول اللہ دہائی آپ کی	گو شمال اہل بدعت کیجئے

جس طرح حضرات کعب بن مالک و حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سرکار طیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ان کفار و مشرکین شرار کی تنقیص و ہجو کرنے کیلئے مامور کئے گئے جنہوں نے اپنے شعروں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی تنقیص و ہجو کی ان شرارے دربار رسالت نے اپنے فرائض متعلقہ کو انجام بھی دیا اور بطور انعام سرکار مدینہ کی دعا مستجاب ہوئی گئی۔

ٹھیک اسی طرح فرمان رسالت کی روشنی میں اور شعرائے صیاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اتباع و اسلاف کی راہ سلوک پر گامزن ہوتے ہوئے اعلیٰ حضرت نے بھی اپنے شعری کلام میں اپنے زمانے کے بدعقیدہ فرقوں کی سبب و مقصود کی ہے اور ان کے کفری عقائد و گستاخانہ جبارتوں کا پردہ چاک فرمایا ہے۔ آپ کے منظوم کلام میں ان خارج از اسلام مرتدوں کا بھی رد ہے جو صرف فقہی بنیاد ہی پر نہیں بلکہ کلامی اصول کے اعتبار سے بھی اپنے صریح اقوال کفریہ کی بنا پر جو ان کی کتابوں میں عرب و عجم کے مفتیان کرام کے فتاویٰ کی رو سے مرتد قرار دیے گئے ہیں اور ان گراہوں کا بھی رد ہے جو فقہی تکفیر کی زد میں آتے ہیں۔ اور ان بے دنیوں کا بھی رد فرمایا جنکی بد اعتقادات و درجہ کفر تک نہیں پہنچی ہیں بلکہ گمراہی دے دینے کی حد میں داخل ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے مذکورہ بالا فرقوں کے رد میں جہاں چھوٹے بڑے صد ہا رسائل تحریر فرمائے ہیں جو عالمانہ و محققانہ علمی مشورات کے بہترین نمونے ہیں بلکہ شاہکار ہیں۔ اسی طرح اپنے منظومات کلام میں بھی ہر بدعقیدہ و کار دفرمایا ہے۔ امام اہل سنت کا ایک منظوم رسالہ بھی ہے جس میں جملہ فرقہ باطلہ کا رد ہے جو بالکل ہی چھوٹی بحر میں ہے جس کا نام نامی "الاستمداد علی ارجال الارتداد" ہے۔

تقریباً ڈھائی تین سو اشعار ہیں اس میں انبیاء و ائمہ کا بھی تذکرہ ہے اور احباب و خلفاء کیلئے دعائیں بھی ہیں۔ اگر کوئی مختوم ازلی اس سنونہ روش کو شریعت کے خلاف سمجھتا ہے اور معتزضانہ زبان درازی سے پیش آتا ہے تو اس کی یہ روش خود اس کی دینی بے علمی شریعت ناشناسی اسلام دشمنی کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔

"دو حدیثوں کا ترجمہ" سطورہ بالا موقف کی مزید وضاحت و توثیق کیلئے "شکوۃ شریف" کے

"باب فی اخلاق و شمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم" کی دو حدیثوں کا ترجمہ پیش کر رہا ہوں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے نفس اپنی ذات کیلئے کسی چیز میں کبھی کسی سے بدلہ و انتقام نہیں لیا۔ مگر اس وقت انتقام و بدلہ ضرور لیا گیا جب کسی نے اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی حرمتوں کی بے عزتی و بے قدری کی ہے۔ اور حضور کا یہ انتقام لینا محض رضائے خداوندی کی خاطر تھا۔ اسی حدیث سے متصل ایک اور حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اُٹھا دیا کہ حضور جان نذر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات اور نفس کی خاطر کبھی کسی چیز کو اپنے مقدس ہاتھ مارا یا چٹا نہیں۔ نہ کسی عورت کو

نہ کسی خادم کو مگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے وقت کسی قیمت پر کسی کو بخشا بھی نہیں۔ اگر کسی نے آپ کی ذات کریم کو چاہے جتنی بھی تکلیف دینا اکیوں نہ پہنچائی ہو مگر اس سے کبھی اس کی ایذا و ساری کا بدلہ نہیں لیا مگر اس کرم نہائی و رحمت مآبی کے باوجود یہ کسی حقیقت ہے کہ جب وہی انسان رب تعالیٰ کے حدود و حرمت کی پردہ دری دے دے دقرا کرتا تو ضرور اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے بدلہ لیتے اور اس کے ساتھ کسی طرح کی بد رعایت نہ فرماتے

سراپا حب سول و پیکر عشق اعلیٰ حضرت کے عاشق رسول کریم ہونے میں علمائے

حق و مشائخ کرام ددراے نہیں رکھتے ہیں۔ جن دہ حدیثوں کا مطلب خیر ترجمہ پیش کیا گیا ہے اس کی روشنی میں اعلیٰ حضرت جیسے خدائی الرسول انسان سے یہ توقع ہی نہیں کی جاسکتی کہ آپ کسی موقع پر بھی عمد اخلاف سنت کو ٹکام کرتے یا سنت پر گامزن نہ ہوتے۔ اس کا ثبوت ان کی پوری زندگی ہے اور خاص کر زیر نظر نعتیہ دیوان ہے۔ تعظیم حبیب کبریا کا یہ سرنگونہ نہ ہونے پائے اس کے لئے آپ نے دن رات جو کوشش فرمائی اس کے صلے میں دشمنان دین نے سب دشمن کی غلطیوں کے انبار لگا دیئے۔ مگر اپنے کبھی ان کا جواب نہیں دیا۔ کبھی انتقام و بدلہ کی خلش نے دل میں راہ نہیں پائی۔ مگر جہاں کسی نے سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص کی اور رب تعالیٰ اور اس کی حرمتوں کی بے حرمتی کی اسکی فوراً نثر و نظماً خبری یہ آپ کی اعلیٰ ترین عبادت بھی تھی اور ریاضت سلوک بھی۔ آپ جس عہد میں تھے اس کے لحاظ سے جہاد بالسیف کا موقع کہاں۔ البتہ جہاد بالقلم و باللسان کا زمانہ تھا۔ انہیں ذریعوں سے جہاد کرتے تھے۔ اس لئے یہ آپ کا جہاد کا زمانہ بھی ہے۔ اور اتباع سنت حبیب بھی۔

آپ نے مودودی صاحب کا بیان مطالعہ فرمایا مگر اس کے خاص ضروری دو جملے ذہن نشینی کیلئے نقل کر رہا ہوں۔ لکھتے ہیں۔

"مگر جب ظالموں کے مقابلے میں حق کی حمایت کیلئے ضرورت پیش آئے تو پھر زبان سے وہی کام میں جو ایک مجاہد پیرو شمشیر سے لیتا ہے۔"

"ہر وقت گھگھیاتے ہیں خدا اور ظلم کے مقابلے میں نیاز مند نہ معروضات ہی پیش کرتے رہنا مومنوں کا شیوہ نہیں ہے۔"

مودودی صاحب کے مندرجہ بالا جملوں کو بار بار بار پڑھیں اور اسکی روشنی میں اعلیٰ حضرت کی شعری و نثری تصانیف کا مطالعہ کریں کہیں بھی

"گھگھیاتے" اور نیاز مند نہ معروضات ہی نہ پائیں گے بلکہ ہر جگہ ظالم کے مقابلے میں حق کی حمایت فرماتے ہوئے مجاہدانہ انداز و سوانہ شہید

شیراز گھن گرج پائیں گے۔ اس حقیقت کو کلام اعلیٰ حضرت کی دوسری مثال میں ملاحظہ فرمائیں۔

دوسری مثال

”حدیث نعت“ کے طور پر فرماتے ہیں۔
 ملک رقتا ہے خیر خوار برق بار اعدائے کبد خیر منائیں نہ شر کریں
 وہ رقتا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدد کے سینہ میں غار ہے۔

کسے چارہ جوئی کا دار ہے کہ دار دار سے پار ہے
 اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی بخدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا
 آج لعن کی پناہ آج مدد مانگنا ان سے

بکھرے مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا
 لف بخدیو نہ کفر نہ اسلام سب پہ حرف

کافر ادھر کی ہے نہ ادھر کی ادھر کی ہے
 لَا مَلِئِنَّ جَهَنَّمَ نَحْنًا وَعَدَا اَزَلٰی

نہ منکروں کا عبث بد عقیدہ ہونا تھا۔
 کرے مصطفیٰ کی باتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جراتیں

کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں
 کافروں پر تیغ دالا سے گری برق غضب ابراہیم چھا گئی ہیبت رسول اللہ کی
 صلی اللہ علیہ وسلم

سورج اٹھے پاؤں پٹے چاند اشائے سے ہو چاک
 اندھے بخدیو دیکھ لے صورت رسول اللہ کی۔ صلی اللہ علیہ وسلم

تجہ سے اور جنت سے کیا مطلب دہائی دور ہو
 ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی۔ صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر رد کے، فضل کاٹے عیب کا جو یاں ہے
 بھر کچھ مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی۔ صلی اللہ علیہ وسلم

بخدیو اس نے تجہ کو بہلت دی کہ اس عالم میں ہے
 کافر و مرتد پہ بھی رحمت رسول اللہ کی۔ صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر خدا و جان سے جدا ہوا بخدیو واللہ ذکر حق نہیں کبھی سحر کی ہے۔
 نہ معلوم کتنے اشعار کتنی بجدوں میں گستاخان ناموس رسالت کے رد

میں بلا خوف لومۃ لا کفر ارشاد فرمائے ہیں۔ طالب تحقیق
 ”حدائق بخشش“ کا مطالعہ فرمائیں۔ چند بجدوں سے کچھ ہی اشعار نقل

کرنے پر اقتباس کوچہ طویل سا ہو گیا ہے۔ اس کے مابین سیری مثال کا مطالعہ کریں۔
 تیسری مثال

حادثہ خدا و محمود رب اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کو

اعلیٰ حضرت نے شعروں میں جس خوبی سے ادا فرمایا ہے اس کی مثال علماء
 کے طبقہ میں ملنا دشوار ہے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ اگر اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ
 کے نعتیہ دیوان سے ایسے اشعار کا انتخاب کیا جائے جو سیرت
 کے مضامین پر مشتمل ہیں تو سیرت پاک کا ایک اچھا خاصا منظوم مجموعہ تیار
 ہو جائے گا جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و جمال صورت
 کی تجلیاں ضیاء پر محسوس ہوں گی۔

آپ حضرات نے حضرت صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا
 ارشاد گزشتہ اوراق میں مطالعہ فرمایا ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے کسی سے کبھی اپنی ذات کریم کیلئے انتقام نہیں لیا مگر جب (حد و شریعت
 معامدین) کا انتہاک و بے حرمتی کسی نے کی تو پھر ضرور چہرہ انور سے الہیہ
 جلال کی تجلیاں کوند نے لگتیں۔ قلب و قالب روح و جسم میں غیرت ربانہ
 کا ارتعاش رواں دواں ہو جاتا۔ آپ حضرات نے قرآن حکیم میں اس
 آیت مبارکہ استلذا علی الکفار و حماء بنینہم کی تلاوت ضرور فرمائی
 ہوگی۔ حضور کی سیرت میں اس تصویر کی دلکشی و دلپذیری ملاحظہ فرمائیے
 سیرت پاک کے اس انداز کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس شعر
 میں کھلی آنکھوں دیکھئے۔

ابنیں یاں مومنوں کو تیغ عریاں کفر پر
 جمع ہیں شان جمالی و جلالی با تھ میں

ایک دست کرم ہے مگر دو متضاد حکام ہیں۔ شان جمالی سے
 مومن نواز سے جا ہے ہیں۔ اور کافر شان جلالی سے جھل پڑے ہیں۔ پھر
 اس شعر میں لف و شرم تب کا حسن انگ ہے۔ (دربینیاں) پہلے ہے اور
 اس کی مطابقت شان جمالی کا ملکہ ابھی پہلے آیا ہے۔ تیغ عریاں پہنچے ہے
 اور اس کی مناسبت سے (شان جلالی) بھی پہنچے ہے۔ اور اس
 ترتیب و بیان ہی کو فنی میں لف و شرم تب کہتے ہیں۔ (دربینیاں)
 کی تقدیم (تیغ عریاں) کی تاخیر اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ فرما ہے
 کہ حضور پر نور کی ذات سرا پا جو دو کرم کی اصل شریعت رحمت ہی رحمت ہے
 لیکن عبدیت و موریات خداوند کریم کا تقاضا ہے کہ حکم ربانی کی
 سر تابی نہ ہو۔ اس لئے مالک جسم و جان صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عادت
 فطرت کے برعکس دشمن خدا کے ساتھ جلال و غضب کا برتاؤ فرماتے ہیں۔
 کافروں پر تیغ دالا سے گری برق غضب

ابراہیم چھا گئی ہیبت رسول اللہ کی صلی اللہ علیہ وسلم
 اس شعر میں بھی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مقدس سیرت
 کی منظر کشی کی گئی ہے کہ آپ سرا پا رحم و کرم ہوتے ہوئے بھی (حد و

شریعت کی بے حرستی کرنے والوں پر ایسے غضب و جلال کا مظاہرہ فرماتے کہ (اعوذ من غضب اللہ و غضب رسولہ) کالہرہ ہر طرف بلند ہو جاتا۔ تیغ دبرق کا ایک ساتھ تذکرہ لفظی محاسن و مناسبت کی رعایت کا بہترین شاہکار ہے۔ تیغ کی آبداری برق کی درخشندگی کی مناسبت کا لطف اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صیانت زبان و حلاوت لسان کا کیا کہنا۔ آپ کی خوشگامی اور نرم گفتاری محتاج بیان نہیں۔ گویا زبان اطہر سے پھول جھڑتے تھے۔ سامعین کلام نبوت کی خوشبو سے معطر و پرستار بن جاتے تھے اس حقیقت کو اعلیٰ حضرت نے اس طرح ادا فرمایا ہے۔

وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے

ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے
حضور کے لب ہائے نازک کو نزاکت کی وجہ سے پھول قرار دے کر ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور کے لب ہائے مبارک ایسے پھول ہیں کہ جن سے ہزاروں پھول جھڑتے ہیں۔ یعنی اس سے مراد خوش گوئی اور خوشگامی ہے۔ پھر براد تعجب فرماتے ہیں۔ اے بلبل! یعنی اے عاشقانِ رسول! تم نے گلشن میں بارہا گلاب دیکھا ہوگا۔ مگر یہ تو طرفہ تماشا ہے کہ گلاب میں گلشن نظر آ رہا ہے مطلب یہ ہے کہ حضور کے ایک گلاب دہن سے خوش بیانی و دینیت کلامی کے گلشن لہک رہے ہیں۔ اس مقام پر اس طرزِ ادا اور اس تمثیلی ندرت کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ دکھانا یہ ہے کہ حضور کے فطری طرزِ سخن کے خلاف کبھی کبھی آپ کے اسلوب بیان میں تیزی و تندہی حرارت و دلمخی بھی پیدا ہو جاتی تھی۔ جس کا بیان زیر تبصرہ شعر میں آ رہا ہے۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ناموس دین سے کھیلنے والوں پر حکمِ خدا سنت سے سخت تر تھے۔

چنانچہ بنام اسلام کچھ نام نہاد مصلح و مبلغ کے بائے میں حضور نے پیش گوئی فرمائی ہے جو روح کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ردپوشی کے بعد وقتاً فوقتاً قیامت رونما ہوتے رہیں گے۔ (ذیاب فی ثیاب) یعنی بھیرے انسانی لباس میں ہوں گے۔ اس حدیث پاک کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے شعری لباس میں یوں پیش کیا ہے۔

ذیاب فی ثیاب لب پہ کلمہ دل میں گستاخی

سلام اسلام ملحد کو کہ تسلیم زبانی ہے
دل میں گستاخی کا بھرا ہونا یہی بھیر یا پن ہے۔ لب پہ کلمہ یہ ظاہری

انسانی و اسلامی لباس ہے۔ جس میں اپنی ذیالی شان کو چھپانا مقصود ہے اسلام ملحد کو سلام کرنا یہ سلام متارکت ہے۔ اور اس کو یہ پیام متارکت اس کی تسلیم زبانی کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ وہی اسلام لائق تسلیم ہے جو تسلیم جنائی و تصدیق قلبی سے ہو۔ اور یہاں تسلیم قلبی معذور ہے۔ فرمائیے اس بیان میں اعلیٰ حضرت کی کیا خطا ہے۔ یہ تو فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ ہے۔

تیری جلو میں ہے ماہ طیبہ ہلال ہر مرگ و زندگی کا

حیات جاں کار کا ب میں ہے مہمات اعدا کا ڈاب یجن اس شعر میں ماہ طیب کے ذکر کے بعد ہلال کا ذکر کرنا پھر رکاب ڈاب کا تذکرہ جس کا ہلال کے ہم شکل ہونا ظاہر ہے۔ پھر مرگ و زندگی میں تقابلِ ضدین بھی ہے۔ ان سب محاسن کی وجہ سے شعر نے شہریت کا اعلیٰ مقام حاصل کر لیا ہے حضور وجہ تخلیق عالم ہیں۔ اس لئے مرگ زندگی کے مرکز بھی ہیں۔ پھر کمال یہ ہے کہ ادائے مطلب میں بارگاہ رسالت کے ادب کی شان بھی بہت واضح ہے کہ عاشقانِ رسول کی زندگی کا ہلال مرکب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب میں ہے۔ اور ادائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توثیق کا ہلال سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈاب یعنی خنجر کے ساتھ دابہ ہے۔ اس شعر کی لطافت کو بیان کرنے سے قلم قاصر ہے۔ روح کلام یہ ہے کہ اس شعر میں بھی اسی جلال و جمالی سیرت کا بیان ہے جس کے حضور جامع ہیں۔ اس عنوان کی وضاحت کے لئے چند نمونے پیش کئے گئے ہیں۔ اب بقوڑی توجہ دوسری سمت مبذول فرمائیے۔ وہ سمت دیگر فنی اعتبار سے کچھ منتخب اشعار پیش کرنے کی ہے۔ شرذمہ کی جان علم بدیع و علم بیان ہے۔ شعرا کے کلام کی لفظی و معنوی محاسن و نقائص کی جانچ و چھان بین اسکے اصول و قواعد سے کی جاتی ہے۔ اس فن کے اعتبار سے بالاستیعاب تفصیلی گفتگو کرنا محج جسے بہرہ علم و فن کی بساط سے باہر ہے۔ اس میں وآن کے کلام پر گفتگو نہیں ہے۔ بلکہ یہ کلام الامام ہے۔ اسی لئے امام الکلام بھی ہے۔

حسن تعلیل

کسی امر کی وہ ظاہری اور پسندیدہ علت بیان کرنا جو حقیقی علت نہ ہو اس کو حسن تعلیل کہتے ہیں۔ اس معیار پر اعلیٰ حضرت کے تنقیدیوں کے کچھ اشعار ملاحظہ فرمائیں۔ ہلال کیسے نہ بنتا کہ ماہ کامل کو سلام ابرے شہ میں خمیدہ ہونا یہ ظاہر ہے کہ ہلال کی خمیدگی حقیقتاً سلام ابرے شہ کیلئے نہیں ہے لیکن ایک ایسی وجہ لطیف بیان کی گئی ہے جس سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق کو دنیا عالم و جدید آ جاتی ہے۔ اس شعر میں دقت آفرینی بھی ہے

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چونکہ میں گنہگاروں میں سے ہوں
بڑا گنہگار ہوں اور شفاعت گنہگاروں کیلئے ہی ہے اس لئے اس کا
سب سے زیادہ مستحق میں ہوں۔ اس شعر میں حسن طلب کے ساتھ دعویٰ
مع الدلیل بھی ہے۔

لف و شمر تب

چند چیزوں کو پہلے فقرہ میں بیان کرنا
پھر ان چیزوں کے مناسبات کو دوسرے
فقرہ میں ترتیب وار لانا، اسی کو اصطلاح میں لف و شمر کہتے
ہیں۔ اس عنوان پر بھی شعر ملاحظہ فرمائیں۔

دل بستہ بے قرار جگر چاک اشکبار
غنچہ ہوں گل ہوں برق چیاں ہو سحاب
دل بستہ کی مناسبت سے غنچہ، بے قرار کی مناسبت گل، جگر کی مناسبت
سے برق چیاں، اشکبار کی مناسبت سے سحاب استعمال کیا گیا ہے۔
یہ مناسبات لف و شمر تب کی بے نظیر نظیر ہیں۔
اسی کے ذیل میں نیز بھی ملاحظہ فرمائیے۔

دندان و لب و زلف و رخ شہ کے فدائی
ہیں درعدن، لعل یمن، مشک ختن، پھول
دندان کے مناسب درعدن، اور لب کے مناسب لعل یمن اور
زلف کے مناسب مشک ختن اور رخ کے مناسب پھول۔
سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت شریف میں شرعی احتیاط اور
پاکیزگی کو برقرار رکھتے ہوئے اس شان کی نعت گوئی صرف انہیں
کا حصہ تھا۔

”صنعت تضاد“

اعلیٰ حضرت کے کلام میں صنعت تضاد کثرت
ہے۔ کوئی ایسی بحر اور زمین نہیں جس
میں یہ صنعت نہ ہو ایک زمین کے مقطع کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیے۔

رضنا یہ نعت بنی نے بلندیاں بخشیں
لقب زمین ملک کا ہوا سمائے نلک

زمین سہارا کی ضد ہے اور حسن کلام تو یہ ہے کہ فلک کیلئے زمین
ثابت فرمایا۔ گرچہ زمین یہاں موضوع نہ معنی میں مستعمل نہیں ہے۔ اس
طرح ایک مقطع کا یہ شعر بھی ملاحظہ ہو۔

اے رضا مضمون سوز دل کی رفعت نے کیا
اس زمین سوختہ کو آسمان سوختہ

اس میں بھی زمین و آسمان کا مقابلہ ہے۔ گرچہ اس شعر میں بھی
زمین و آسمان موضوع نہ معنی میں مستعمل نہیں ہے۔

اور بلند کی خیال بھی۔ ہلال ابرو کا ذکر کبیر سلام کیلئے جھکنا مجاہد شرفاء کے
یہ ظاہری آداب بھی ہیں۔ گرچہ سلام کے وقت مکلفین کیلئے جھکنا ممنوع
ہے۔ مگر ہلال مکلف نہیں۔ اس لئے سلام کی خاطر اس کا جھکنا شرعی
مذورات میں داخل نہیں۔ جیسے بارگاہ رسالت میں جانوروں، درختوں
کا سجدہ ریز ہونا احادیث میں مروی ہے۔ حسن تعلیل کی دوسری مثال
یہ شعر بھی ہے۔

سبزہ گردوں جھکا تھا بہر با بوس براق
پھر نہ سیدھا ہو سکا کھایا وہ کوڑا نور کا
ہر دیکھنے والے کو آسمان گنبد نما معلوم ہوتا ہے۔ آپ اکناف عالم
کی سر کر جائیں۔ مگر ہر جگہ آسمان اس حال میں نظر آئیگا۔ اعلیٰ حضرت
حسن تعلیل کے طور پر اس خمیدگی کی علت یہ بیان فرماتے ہیں کہ سراج میں
جب سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار سبزہ گردوں سے گزرے
تو سبزہ گردوں نہایت ہی ادب سے براق برق رفتار کی تدبیر سے گزرے
جھکا اس روز سے آج تک جھکا ہی ہوا ہے۔ اور قیامت تک جھکا ہے
گا۔ اس اسب فلک نے ایسا نورانی کوڑا کھایا کہ پھر سیدھا نہ ہو سکا۔
اللہ اللہ کیا شان ادب ہے اور کسی شان تعظیم و تجلیل ہے کہ سبزہ گردوں
نے اپنے آپ کو سرکار فلک وقار کے پائے ناز کی تدبیر سے لائق نہ
سمجھا بلکہ براق کے خم کو ہی بوسہ دیدینا اپنے لئے بڑے افتخار کی بات
سمجھی۔ آسمان کی محسوس شکل کے لئے حقیقتاً یہ علت نہیں ہے بلکہ حسن تعلیل
کے طور پر یہ ایک نادر تخیل ہے۔ بلند خیالی۔ بلند پروازی۔ معنی آفرینی
کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

حسن طلب

دل پسند طریقہ سے کسی چیز کو کسی سے طلب کرنا
فن میں اسکو حسن طلب کہتے ہیں۔ زیر تبصرہ

دیوان کے کچھ اشعار اس عنوان پر بھی ملاحظہ کیجئے۔
میرے کریم گنہ زہر ہے مگر آخر
کوئی تو شہید شفاعت حشیدہ ہوا تھا

شفاعت کی طلب اس انداز میں کہ میں مانتا ہوں گناہ سرا سز زہر
ہے لیکن اگر یہ زہر نہ ہوتا تو کوئی کس طرح شہید شفاعت سے اپنے
کام و دین کو لذت آشنا کرتا۔ لطف تو یہ ہے کہ اس شعر میں صنعت
تضاد بھی ہے۔ زہر، شہید دونوں متضاد صفت کے حامل ہیں۔ اسی
کے ہم معنی یہ شعر بھی ہے۔ اس میں حسن طلب کا نرالا انداز ہے۔ خوبی بالائے
خوبی یہ بھی ہے کہ اسی شعر میں دعویٰ دلیل کے ساتھ ہے۔
دعویٰ ہے کہ تیری شفاعت بہ بیشتر۔ دفتر میں اسیوں کے شہا انتخاب میں

آتش تر دامن نے دل کئے کیا کیا کباب

خضر کی جاں ہو جلا دد ماہیان سوختہ

تر دامن اور آتش بالکل متضاد ہیں۔ پھر آتش کی مناسبت سے دل کا کباب ہونا۔ حضرت خضر اور ماہیان سوختہ کی تلمیح پھر سرکار طیبہ کی ذات کریم کو جان خضر قرار دینا بھنی ہوئی مچھلی کا زندہ ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذہیل سے دریا میں چلا جانا اسی طرح عصیاں شعار دون کا گناہ کی آگ سے جل کر سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کی چھینٹوں سے زندہ ہونا عجیب و غریب ایمانی نشاۃ کا سرمایہ ہم کرتا ہے۔ ان سب لفظی و معنوی محاسن نے اس شعر کو نقطہ عروج پر پہنچا دیا ہے۔ جن حضرات کو شعر و سخن کا ذوق ہوگا۔ وہ اس شعر کی لطافت شعری سے ضرور فیضیاب ہوں گے۔

کسی شخص کا تذکرہ بہت سی صفتوں کے

ساتھ کرنا خواہ وہ صفات مدح ہوں

تنسیق الصفات

یاذم اس کو اصطلاح میں تنسیق الصفات کہتے ہیں۔ اس صنعت کی مثالیں بھی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نعتیہ کلام میں بکثرت ہیں۔ زیر نظر اشعار سے لطف اٹھائیے۔

اصالت کل امانت کل سیادت کل امارت کل

حکومت کل ولایت کل خدا کے بیاں تہا ر لئے

فرشتے قدیم رسول حشم تمام امم غلام کرم

وجود عدم حدود قدیم جہاں میں عیاں تہا ر لئے

اس زمین کے تمام اشعار میں (تنسیق الصفات) کی صنعت روائی ہے۔ اور الفاظ کی شان و شوکت، کمر و فر اور زور کلام و بیان کا گویا ایک نادر نگلہ ستہ ہے۔ اور اس میں قادر الکلامی کی شان آن بان کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

مشترک المعنی الفاظ کا استعمال

اعلیٰ حضرت کے

کلام میں ایک

ہی زبان کے مشترک المعنی لفظ کا اپنے کل معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور یہ استعمال ایک ہی مصرع میں موجود ہے۔ جیسے سونا" یہ اردو زبان میں چند معنی رکھتا ہے۔ ایک سونا جو دھات اور خلقی شے ہے۔ ایک کسی کا سوجانا۔ اس لفظ کو پیش کے اشباع کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کا معنی سناتا ہوتا ہے۔ اس لفظ کو ان تینوں معنی میں ایک ہی مصرع کے اندر اعلیٰ حضرت نے جمع فرما دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

سونا پس ہے سونا بن سونا ہر اٹھ پیار۔ تو کہتا ہے میٹھی میند ہے تیری مت ہی فرائی

اسی طرح ایک شعر میں دو معنی والے لفظ کا استعمال فرمایا گیا ہے لطف یہ کہ وہ لفظ عربی کا بھی ہے اور اردو کا بھی۔ صرف خطی نسخے ہیں۔ وہ لفظ "والی" ہے۔ یہ عربی میں مالک اور بادشاہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے والی سلطنت بولتے ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت رب تعالیٰ جل جلالہ کے اسمائے حسنیٰ میں بھی داخل ہے۔ اور اردو میں اظہار نسبت و فاعلیت کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ مذکور میں والا اور موت میں والی۔ جیسے کام کرنے والا۔ کام کرنے والی۔ یہ فاعلیت کی مثال ہے۔ مال و دولت والا۔ حسن و جمال والی۔ یہ نسبت کی مثال ہے۔ اس دو معنی اور دو لسانی لفظ کو اس زبان کے اپنے اپنے معنی میں اعلیٰ حضرت نے یکجا فرمایا ہے۔ اب حسن شعری کا نظارہ فرمائیے۔

نفا حق ہے مگر اس شوق کا اللہ والی ہے

جوان کی راۓ تجا لئے وہ جان اللہ والی ہے

پہلے مصرع میں اللہ والی ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

مالک و مالک ہے۔ دوسرے مصرع وہ جان اللہ والی ہے یہ اظہار نسبت

کیلئے ہے۔ اس استعمال نے حسن شعر کو دوبالا کر دیا ہے۔ اسی

طرح اسی انداز کے ایک اور شعر کو ملاحظہ فرمائیے۔

تراقد مبارک گلبن رحمت کی ڈالی ہے

اے بوکر تیرے رب نے بنا رحمت کی ڈالی ہے

پہلے مصرع میں ڈالی اسم ہے شاخ کے معنی میں ہے۔ دوسرے

مصرع میں ڈالی ہے اردو کا فصل ماضی قریب ہے۔ یہ لفظ بھی اردو

ہی کا ہے۔ اس دو معنی کے علاوہ اس کے اردو بھی معنی ہیں۔ جیسے

کسی کو ڈالی پیش کرنا۔ لطف یہ ہے کہ دونوں مصرعوں میں رحمت

کی ڈالی ہے۔ مگر معنی کے اعتبار سے زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اسم و فعل میں جو معنوی فرق ہے وہی امتیاز معنوی یہاں بھی ہے۔

اگر تنبیہ اور تلاش جاری ہے تو بہت سے اشعار اسی منوال و بیج

کے اردو بھی دستیاب ہوں گے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی

قادر الکلامی کی شان یہ ہے کہ ایک زبان کے ایک لفظ کو اس زبان میں

وہ لفظ جتنے معنوں میں مستعمل ہوا ہے اس کو ایک بحر کے شعروں میں جمع

کر دیا ہے۔ اس کی مثال پھول والی زمین میں بہت ہے۔ اردو زبان

میں پھول جتنے معنوں میں استعمال ہوتا ہے وہ سب معنی اس نعت

شریف میں موجود ہیں۔ پھول اپنے حقیقی معنی میں بھی استعمال ہوا ہے

اس کے علاوہ بلکا ہونا، غرور کرنا، لطیف و نازک ہونا۔ ان تمام

معنوں میں پھول مستعمل ہوا ہے۔ تمام شعروں کو نقل کرنا اطالت کا باعث

نہیں ہے۔

وجہ فوقیت۔ سبب برتری سمجھتے ہیں۔ اس پسند خاطر شے کی روشنی میں
اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا کلام فائق الکلام ازج الاشعار ہے۔ بعض بعض
شعر کے دونوں مصرعوں میں "مجادرات" زیب کلام "زینت سخن" میں۔
شاید ہی کچھ اشعار ایسے ہوں جن میں "مجادرات" روح اشعار نہ ہوں۔
مجادرات کی اتنی بہتات و کثرت ہے کہ اس لحاظ سے اشعار کا انتخاب
بہت ہی مشکل کام بن جاتا ہے۔ ذوق انتخاب حیران ہو جاتا ہے کہ کس شعر کو
لیا جائے۔ اور کس کو چھوڑ دیا جائے۔ ملاحظہ تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے کیونکہ
ایسے اشعار ایک پر ایک ہیں۔ نگاہ انتخاب حیرت کا شکار ہو کر مخصوص میں پڑ جاتی
ہے۔ نمونے کے چند اشعار زیب قرطاس ہیں۔

بندہ گئی تیری ہوا سا وہ میں خاک اڑنے لگی
بڑھ چلی تیری دنیا آتش پر پانی پھر گیا ہے۔

پہلے مصرعے میں بھی دو محاورے ہیں۔ ہوا بندھنا، خاک اڑنا۔ دوسرے
مصرعے میں بھی دنیا کا بڑھنا۔ آتش پر پانی پھرنا، دو محاورے ہیں۔ بلکہ یہ صرف
محاورے نہیں ہیں بلکہ کس خوبی سے اربہ عناصر کا ذکر ہوا، خاک، پانی، ایک
شعر میں جلوہ ریز ہے۔ تیز ہوا چلتی ہے تو دریا۔ تالاب خشک ہو جاتے ہیں۔
آمد سرکار و دہلیم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسرت میں تنی دھند آفریں ہوا چلی کہ
نہر سا وہ خشک ہو گئی۔ اور اس میں خاک اڑنے لگی اور مصیب کبریا صلی اللہ
علیہ وسلم کی تبلی میں تنی ضیاء ریز ہوئی کہ فارس کا آتشکدہ جو ہزار سال سے
دھکتا ہوا رہا تھا۔ یک بیک بجھ گیا۔ اور اس کی بھڑکتی ہوئی آگ پر پانی پھر گیا۔
اور اس کی ہزار سالہ زندگی فنا کے گھاٹ اتر گئی۔ اللہ اللہ اس کی خوبی بیان
باہر ہے۔

تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا

تیرے صدقے سے نجی اللہ کا بجزا تر گیا

بیڑا پار ہونا۔ بجزا تر جانا۔ خطرہ و مشکل سے نکل جانا۔ یہ محاورے
تلمیحی ہیں سیدنا حضرت آدم و نوح علیہما السلام کے واقعے کی طرف
اشارہ ہے کہ عفو، غفور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل و صدقہ میں مولیٰ تعالیٰ نے
حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی بھی
تلاطم و متوج خیز طوفان کی موجوں و لہروں سے نجات پاب ہوئی۔

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجھے کو جھکنا

تیری ہیبت تھی کہ ہر بیت تھر تھرا کر گر گیا

مجھے کو جھکنا۔ جھک کر سلام کرنا۔ بت کا ہیبت تھر تھرا کر گر جانا۔

یہ دو محاورے اس شعر میں ہیں یہ محاورے "ولادت مقدس" کے وقت

"بیت اللہ" شریف کی مسرت و شادمانی کے عکاس ہیں۔ کبھی مکرم اور معزز

ہوگا۔ اس لیے شعروں کو چھوڑتا ہوں۔ صرف ارباب ذوق سے گذارش
ہے کہ اس کا مطالعہ فرمائیں۔ اور اعتراف حقیقت فرماتے ہوئے
داد سخن دیں۔ اگر فن کے لحاظ سے مجاز مرسل۔ استعارہ، کنایہ کی مثالیں
بھی صراحت کے ساتھ تحریر کی جائیں تو "انجام یہ اطالت رسید" کا معاملہ
پیش آجائے گا۔ سر دست چند مصروفیات کی بنا پر اس کی انجام دہی
سے قاصر ہوں۔ زندگی نے وفا کی تو پھر دیکھا جائیگا۔ اس وقت
فہرست استعارہ تصریح کی مثال پیش کر رہا ہوں۔

استعارہ تصریح اگر صرف مستعار نہ کا ذکر ہو
اور مستعار نہ محذوف تو اسکو

استعارہ بالمعنی کہتے ہیں۔ مثلاً یہ مصرع

اے گل ہمارے گل سے ہے گل کو سوال گل

اس مصرع میں۔ اس مصرع میں دوسرا گل مستعار نہ ہے۔ مستعار نہ
کا ذکر محذوف ہے۔ یہاں مستعار نہ مالک فرش و عرش صلی اللہ علیہ وسلم
ہیں۔ اس لئے یہ استعارہ تصریح ہوا۔ پورا شعر ملاحظہ فرمائیے۔

جنت ہے ان کے جلوہ جہانے رنگ و بو

اے گل ہمارے گل سے ہے گل کو سوال گل

خلاصہ یہ کہ پہلا گل حقیقی معنی میں ہے۔ دوسرے گل سے

سید لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد ہے۔ تیسرے گل سے
مراد جنت ہے۔ چوتھا گل حقیقی معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے خاکی
گیتی کے گل۔ ہمارے گل۔ سید گل۔ امام المرسل۔ ہادی السبل صلی اللہ علیہ وسلم
سے جنت بھی گل کا سوال کر رہی ہے تو اوروں کا قاسم کنز نعمت صلی اللہ علیہ وسلم
کے دربار عالی کا سوال ہونا کوئی حجب کی بات نہیں ہے۔

تبصرہ کے اختتام پر صفت حفظی کی ایک قسم رد العجز علی الصدر کی بھی
چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔ عجز آخر صدر شروع کہتے ہیں۔ یعنی جو فقط شروع
نقروں میں ہو وہی آخری نقروں میں بھی آئے۔ اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

جن و بشر سلام کو حاضر ہیں اسلام

شمس و قمر سلام کو حاضر ہیں اسلام

سب مجرور سلام کو حاضر ہیں اسلام

عرض و اثر سلام کو حاضر ہیں اسلام

سب کرو فر سلام کو حاضر ہیں اسلام

دینائے شاعری کی پسندیدہ شے اور باد شعرا

میں استعمال محاورہ کو بڑی دقیق نگاہ دیکھتے ہیں۔ اسکو موازنہ میں سنگ ترجیح
نثر ہو یا نظم ہر ایک

مہمان کے تشریف لاتے وقت میز پانچندہ پیشانی خمیدہ سری سے استقبال کرتا ہے۔ اس طرح معزز مہمان ہی نہیں بلکہ شہنشاہ گیتی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم سینت لڑم کی سماعت میں بیت اللہ شریف سلام کے لئے جھک گیا۔ اور ظہور قدسی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں جھوم اٹھا۔ اسی تشریف آوری کا در سر اسخ یہ ہے کہ خانہ کعبہ میں جبریت تھے شاہ ہر دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف و ہیبت سے سرنگوں ہو گئے۔ واقعہ کے مطابق کتنا ہی مضمون فرمایا گیا ہے۔ اس کے باوجود شعر ادبی و شعری حسن کے نقطہ اعراد پر ہے۔ کہاں ہیں وہ حضرات جو یہ فرماتے ہیں کہ شعروں کا لطف جھوٹے مبالغوں میں ہے۔ آئیں اور اصدق ہر نبی کی شان ملاحظہ فرمائیں۔

تیرے بے دام کے بندے ہیں زمین و آسمان
تیرے بے دام کی بندی ہیں ہزاران عرب

بے دام کا سبب ہونا۔ مخلص بے غرض، جان نثار و غلام ہونا بے دام کی بندی ہونا۔ جان و نقد کے بغیر مہمان در غیبت قیدی ہونا۔ ہزاران عرب عاشقان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ فارسی زبان میں رام کے معنی ہوتے ہیں۔ قیمت۔ جان۔ دام پہلے مصرعے میں قیمت کے معنی میں ہے اور دوسرے میں 'جال' کے معنی میں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حضور جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس و مطہرہ سیرت و حسن خلق کی کشش ایسی تھی کہ خلیق بلا غرض و بلا طمع آپ کے جان نثار و پکے غلام ہو گئے۔ اور آپ کی عقیدت و محبت کے رشتہ کے قیدی بن گئے۔ اسی زمین کا مقطع مطاف فرمائیں۔

بہشت خلد آئیں وہاں کسب لطافت کو رضا

چار دن بر سے جہاں ابر نیسان عرب
شعریں بہشت خلد اور چار دن کے لانے سے سیاق الاعداد کی صنعت پیدا ہو گئی ہے جس سے شعریں چار چاندنگ گئے ہیں۔ کسب لطافت کیلئے بہشت خلد کا وہاں آنا جہاں چار دن بہار عرب کا ابر برس جائے تو اس مبارک خطہ زمین کے بارے میں آپ حضرات کا دینی فیصلہ کیا ہوگا جہاں ہر آن و ہر لمحہ بہار عرب یعنی سرکار عرش و قارصل اللہ علیہ وسلم کی بارش رحمت ہوتی رہتی ہے یقینی ایمان بول اٹھے گا کہ شہر طیبہ باغ جنان کا جنت الماد کی ہے۔

مومن وہ ہے جو ان کی عزت پر مرے دل سے

تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے

دونوں مصرعے میں 'مرے دل سے' ہے۔ پہلے میں 'مرے دل سے' مراد یہ ہے کہ مومن وہ ہے جو حضور کی عزت و حرمت پر جان و دل سے

نثار و قربان ہے گویا کہ یہ مومن کی شرعی تعریف ہے۔ رہ گئے نجدی تو وہ ہاں سے دل "مرے قلب سے نظام کبھی کبھی تعظیم رسول کر لیتے ہیں۔ گویا نجدی کی مذہبی تعریف یہی ہے کہ وہ مرے دل سے دکھانے کیلئے تعظیم کرتا ہے۔ اس لئے اس کی تعظیم پر بنائے ایمان نہیں بلکہ پر بنائے ریا و تقیہ ہے۔ پہلے مصرعے میں 'مرے فعل مضارع ہے۔ دوسرے میں 'مرے دل کی صفت ہے۔ لہذا معنادار دونوں میں وہی فرق ہے جو زمین و آسمان نور و ظلمت، بہار و خزاں، خار و گل کے معنوں میں ہے۔ یہ ہے انتہائی علم و فن کا کمال۔ یہ ہے ایمانی محبت کے سوز و گداز، خلوص و محبت کا نقطہ اعراد اسی زمین کا ایک اور شعر آپ حضرات کی ضیافت طبع کیلئے حاضر خدمت ہے۔

دریا چڑھا ہے تیرا کتنی ہی اڑائیں خاک

اترے گئے کہاں مجرم لے عفو تیرے دل سے

دریا کا چڑھا ہونا، خاک اڑانا۔ دل سے اترنا۔ تین نہیں کا درے مربوط انداز میں ایک شعر کے اندر لانا یہ اعلیٰ حضرت ہی کا حصہ ہے۔ پھر لطف بالائے لطف تو یہ انداز بیان ہے کہ 'لے عفو' مجرم کبھی تیرے دل سے نہیں اتریں گے۔ کیونکہ آپ کے جوہر کم کا دریا اتنا چڑھا ہوا ہے کہ بلا طلب آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا جہاں بخشش کرم کا یہ عالم ہو اس ذات بابرکات کے عفو پسند دل سے مجرم کبھی نہیں اتر سکتے۔ ہم بارگاہ ایزدی کے ناتر سلاک سببہ کاری و معصیت کی خاک اڑاتے ہیں۔ گناہوں کی کچڑ میں سننے ہوئے ہوں۔ لیکن کسی طرح آپ کے درد دل سے محروم نہیں ہوئیں گے۔ اس ادا کے مطلب سے شعر کو شامہ کار بنادیا ہے۔

صدقہ ہونے کو چلے آتے ہیں لاکھوں گلزار

کچھ عرب رنگ سے کھولا ہے گلستان عرب

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں کے صدقہ عرب کو بہ شرف نجد و فردمباہات حاصل ہے کہ لاکھوں گلزار ہر طرف سے اس پر نثار ہونے کے لئے بے تاب کھینچے چلے آ رہے ہیں۔ کیا موسم حج میں کعبہ و عرفات، مزدلفہ و منیٰ کی مرکزیت گنبد خضرا کے گرد ہجوم خلایق اس صداقت پر تصدیق ثبت نہیں فرماتے۔ گلستان عرب کا کھولا ہونا اور اس پر لاکھوں گلزار کا صدقہ ہونا ایسی خبر سن ہے جس نے شعر کو عجب مقام سے پہنچا کر دیا ہے۔ اس عنوان کو اب اس شعر پر ختم کر رہا ہوں۔

اے عشق تیرے صدقہ چلنے سے جھٹے بستے

جو آگ بجھا لے گی وہ آگ لگا لی ہے

قالت اليهود والنصارى نحن ابناء الله. یہود و نصاریٰ نے کہا ہم تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے و چیتے ہیں۔ (العیاذ باللہ) ان عقیدوں کے بیان کے بعد اسی سورہ میں ارشاد فرماتا ہے یا اہل الکتاب لا تغلو فی دینکم غیر الحق۔ یعنی اے اہل حق دین خدا میں ناحق غلو نہ کرو۔ معلوم ہوا کہ کسی مخلوق کے بارے میں غلو کے وہی تین امور ہیں جس مدح و ثنائیں یہ باتیں نہ ہوں وہ غلو سے پاک و صاف ہے۔

قرآن حکیم نے اسی سورہ مائدہ شریف میں رد غلو کے ساتھ ساتھ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل عظیمہ مناقب جلیلہ کو شرح بیان فرمایا ہے تاکہ کوئی گورمنز۔ بد باطن بیان فضائل و ذکر معجزات کو غلو نہ سمجھ بیٹھے حضرت روح اللہ علیہ السلام کے خداداد تصرفات و معجزات کو قرآن پاک نے اس طرح پیش فرمایا ہے۔

ابواء کم و ابرص۔ ہیت لیور کی تخلیق پھر اس میں نفخ روح اچائے سوتی۔ اخبار غیب۔ وجاہت وغیرہ اس قرآنی ارشاد سے یہ حقیقت۔ ماہ نیم ماہ۔ مہر نیم روز کی طرح ثابت و محقق ہو گئی کہ انبیاء کرام کے فضائل و معجزات لاکھ بھیر العقول ہوں مگر بیان کرنا ہرگز غلو نہیں بلکہ قرآنی سنت ہے۔ ہاں غلو جب ہی ہو گا جب کسی رسول و نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ اللہ۔ یا اللہ تعالیٰ کا بیٹا یا تین میں تیسرا شر میں یا نظم و شعر میں کہا جائے اس کے سوا لاکھ تعریف لاکھ قسم کے کہے جائے ہرگز غلو نہیں۔

بجہ تالی آج تک کسی سنی مسلمان یا اطلاق مسلمان نے کسی نبی کی ولی کی شان میں مذکورہ بالا مشرکانہ عقیدوں کا اظہار نہیں کیا۔ خاص کر مباحی شرک کفر صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت و نعت میں ان عقیدوں کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا ہے۔ حضرت بو صیری قدس سرہ نے قصیدہ بردہ شریف میں کیا ہی آپ سے لکھنے کے قابل ذریعہ نصیحت فرمائی ہے۔ سنئے اور نصیحت پر عمل فرمائیے

مدح ما ادعیہ النصارى فی بنیہم

و احکم بما شئت مدحافیه و احکم

یعنی نصاریٰ نے اپنے نبی کے متعلق جن کفری عقیدوں کا دعویٰ کیا ہے اے مسلمان اپنے رسول پاک کے حق میں ان کفری و شرکی دعوؤں کو قطعاً ترک کر دے۔ اس کے سوا حضور کی شان کریم میں جو بھی فضل و کمال جو بھی علمی و عقلی و عینی و غیبی ان ذہن و تصور میں آسکیں ثابت کر دو۔ نظماً و نثرًا بیان کر دو۔ اس اثبات و بیان میں تم حق بجانب ہو گے۔

اس تفصیلات شرعیہ کی روشنی میں اعلیٰ حضرت کے کلام میں غلو کی تلاش یا اس کا انتساب ایک حقیقت عدمیہ کی تلاش و جستجو کے سوا کچھ نہیں ایک بے سود کاوش و لا حاصل کاہش ضرور ہوگی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ

آگ بجھانا بھی محاذ ہے اور آگ لگانا بھی۔ لیکن آگ آگ کو بجھا دے عجیب معنی آفرینی ہے۔ دونوں آگ حقیقی معنی میں نہیں ہے۔ ایک عشق سرکار مدنیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آگ ہے دوسری جہنم کی آگ ہے جس خوش نصیب نے عشق سرکار طیبہ کی آگ اپنے دل میں لگائی ہے تو یہ آگ نار جہنم کو ضرور بجھا دے گی۔

یہ انداز بیان کس قدر اچھوتا اور ندرت آمیز ہے اس کا فیصلہ آپ کے ادب و شرمی ذوق کے سپرد کر دیا ہوں۔

غلو اصطلاح میں کسی بات کے بیان کرنے میں حد سے بہت زیادہ بڑھ جانے کو مبالغہ کہتے ہیں۔ مبالغہ کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) تبلیغ (۲) اغراق (۳) غلو۔

شرعی نعت گوئی میں مبالغہ متصور ہی نہیں۔ کیونکہ حضور پرے مثل و بے مثال صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف بشری طاقت سے باہر ہے۔ مع لا یمکن التناء کما کان حقہ ۱۱ زبان زد ہی ہے اس کے ماسوا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں۔

اے رضا خود صاحب قرآن ہے مداح رسول

تجھ سے بھر ممکن ہے کب مدحت رسول اللہ کی۔ صلی اللہ علیہ وسلم جن و بشر حورو ملک سے جس وجود ذی جود کی تعریف ہی ممکن نہیں اس کی مداحی میں حد سے بڑھ جانے کی صورت ہی پیدا نہیں ہو سکتی۔ لہذا نعتیہ بیان میں مبالغہ اپنی جملہ مصنفوں کے ساتھ سدوم و مفقود ہے۔ جہاں مقسم ہی کا پتہ نہیں وہاں کا اقسام کا وجود کہاں آ جا سکا۔ اس سلسلہ حقیقت کے ہوتے ہوئے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پاک میں غلو کے کیرٹے نکالنا انہیں غالیوں کا غلو ہے جن کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت و کسر شان میں توحید کے مہر و خشان نظر آتے ہیں۔ انبیاء کرام کی تعریف و توصیف میں غلو کے پائے جانے کی صرف تین صورتیں ہیں۔ (۱) رسالت کی اہمیت کا عقیدہ ۵۔ (۲) نبوت کی اہمیت کا عقیدہ۔ (۳) رسول و انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ثالث ثلاثہ یعنی تثلیث کا مصداق ماننا۔

قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پرستار عیسائیوں کے مذکورہ بالا غالیانہ اعتقاد کا رد تبلیغ شدہ انداز میں موجود ہے۔ سورہ مائدہ شریف میں ہے۔ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ہوا المسیح ابن مریم بیشک وہ کافر ہو گیا جس نے کہا اللہ تو مسیح ابن مریم ہی ہے۔ اسی سورہ میں ہے لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثہ۔ بیشک وہ کافر ہو گیا جس نے کہا اللہ تین کا تیسرا ہے۔ اسی سورہ مقدمہ میں ہے

غلو کا سد باب کس زور و شور سے فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

لیکن رضا نے ختم سخن اس پر کر دیا۔
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے
دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔

ممكن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبودیت کہاں
حیرت نے جھلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
حق یہ کہ ہیں مدیہ اللہ اور عالم امکان کے شاہ
برزخ ہیں وہ سر خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

الغرض اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کا کلام مالا کلام ہے۔
شریعت و قرآن پاک کی روشنی میں ہر شرعی تقاضا و ہر طرح کے عیب غلو
سے پاک و صاف ہے۔ سر دست اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام دیوان کے
متعلق انہیں کا یہ مصرعہ لکھ کر خاموش ہو گیا ہوں۔

وہ سخن ہے جس میں سخن نہ مودہ بیان ہے جب کیا نہیں
وامصفے شاہ ہمدانی کا بقیہ

حسن کحار موسیقیت کی جان ہے۔ حضرت رضا ان رموز فنی سے پوری طرح آگاہ
تھے۔ ترمیم، نغمہ اور موسیقیت بحروں کے انتخاب پر بھی موقوف ہے۔ ذیل کے
اشعار شاعر کے بالیدہ شور کی غمازی کرتے ہیں۔

کرتا تو ہے یاد ان کی، غفلت کو ذرا روکے

لہذا رمادل سے ہاں دل سے ارے دل سے

کرے مصطفیٰ کی امانتیں، کھلے بندوں اس پر یہ جراتیں

کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

اس میں زم زم ہے کہ تھم تھم اس میں جم جم ہے کہ بیش

کثرت کو تریں زم زم کی طرح کم کم نہیں

چمک تجھ سے پلٹے ہیں سب پانے والے

مرادل بھی چمکائے چمکانے والے

اس سے انکار ممکن نہیں کہ اگر فاضل بریلوی صرف شاعری پر ہی اکتفا کرتے تو
آج اردو دنیا میں ان کا مقام بیرو غالب ہی کی طرح محفوظ سمجھا جاتا اور شہرت ان
کے قدموں سے لگی رہتی لیکن اس عاشق رسول نے شعر گوئی و سخن طرازی کو اپنے جذبہ
عشق رسول کے اظہار کا وسیلہ بنایا۔ اظہار و ابلاغ کا یہ وسیلہ چونکہ اپنی نوعیت
میں فن تھا لہذا انھوں نے اس کے آداب و اخزام کو کا حقہ ملحوظ رکھتے ہوئے فنی
تقاضوں کو بہ تمام پورا کیا۔ وہ یہ کہنے میں حق بجانب تھے۔

ملک و سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم

جس سمت آگئے ہو سکے شہادے ہیں

نعتیہ شاعر سے پس ایکے نظر کا بقیہ

لطف ان کا عام ہو ہی جائے گا

شاد ہر ناکام ہو ہی جائے گا

سالم و امن سخی کا تھام لو

کچھ نہ کچھ انعام ہو ہی جائے گا

نیر حشر نے اک آگ لگا رکھی ہے

تیرے دھوپ ملے سایہ داماں ہم کو

اپنی رحمت کی طرف دیکھیں حضور

جاستے ہیں جیسے ہیں بدکار ہم

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کی یوں

کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کیوں

مختصر یہ کہ اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام فکر بلند اور فن لطیف کا شاہکار نمونہ
ہے۔ ساتھ ہی میں اپنے قلم کی بے مائیگی اور عجز بیان کا اعتراف کرتا ہوں کہ
”کلام الامام الامام الکلام“ جس دروں بینی اور ثروت نگاہی کا مستحق تھا وہ مجھ
سے نہیں ادا ہو سکا اور ان چند صفحات میں یہ ممکن نہیں تھا۔

پروار کار! میر مرشد حضور مضمیٰ اعظم منہ امت ربکاہم العالی

کو عمر خضر عطا فرما

غزروں کو رضا مرثدہ دیکھتے کہ ہے

بیکوں کا سہارا ہمارا نبی

اے، کے ہزار یا

رہلڈنگ کنٹرولر

گرین دلا گلی ۵ رام باغ

کلیان (تھانہ)

ایک مکمل شاعر

از: طارق سعید بی اے
شیوہ ڈگری کالج لکھنؤ یونیورسٹی لکھنؤ

فارسی وارد لکھنؤ یونیورسٹی جناب سید مسعود حسن رضوی ادیب کی تعریف پر بالکل کھرا اترتا ہے۔ ادیب صاحب فرماتے ہیں "شعر میں خیال کی اصلیت سے یہ مراد ہے کہ جس چیز سے وہ خیال متعلق ہے اس کا وجود حقیقت میں ہو، یا عقل یا اعتقاد کی رو سے ممکن ہو، یا مان لیا گیا ہو" امام رضا کے کلام میں ایک اہم خوبی ہے کہ مقتضائے حال کے مناسب ہوتا ہے۔ ان کے بیان میں حقیقت پسندی ہر جگہ نمایاں ہے مثلاً ایک ہندی کلام کو قلم بند کرتے وقت اپنی حقیقت پسندی اور سچائی کی وجہ سے واضح طور پر فرماتے ہیں کہ یہ نہ تو میری طرز ہے نہ میرا رنگ۔ فرماتے ہیں کہ

بس خلد خام نولے رضا طرز میری نہ رنگ میرا

ارشاد احبابنا طوق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

(ب) سادگی خیال :- خیال کی سادگی سے یہ مراد ہے کہ شاعر نے اپنے کلام میں کسی مقام پر الجھاؤ اور پیچیدگی سے کام نہ لیا ہو۔ امام رضا کی یہ خوبی ہے کہ عظیم سے عظیم خیال کو اس سادگی سے ادا کیا ہے کہ پڑھنے والا پوری طریقہ سے سمجھ بھی لیتا ہے اور پورا لطف بھی اٹھا لے گا مثلاً سنو کے بلوہ النور کی تصویر کشی ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ

سزا بقدم ہے تن سلطان زمن بھول

لب بھول، دہن بھول، ذوق بھول بدن بھول

کس صفت تکرار کے ساتھ سادگی خیال کا اہتمام کیا گیا ہے کہ شعر کا حسن بھی باقی ہے اور سلاست ہی سلاست۔

(س) بلندی و باریکی :- خیال کی بلندی اور باریکی سے یہ مراد ہے کہ بیان نرالا ہو، لوکاں کو اسطرح نہ ہو اور کہیں بھی بلاغی سے کام نہ لیا گیا ہو۔ یہ امر واقعہ ہے کہ جہاں رضا کے کلام میں اصلیت و سادگی پائی جاتی ہے وہیں بلندی اور باریکی بھی نظر آتی ہے نہایت باریک اور بلند خیال کو راضی نے اتنی آسانی سے ادا کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مشکل بات ہی نہ تھی۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ

میں خاتمیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زبان نہیں : وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیجا جس کا بیان نہیں

لکھن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکتے بٹھادیئے ہیں

اعلیٰ حضرت کا یہ مقطع شاعرانہ تعلی نہیں بلکہ حقیقت واقعہ کا عکاس ہے۔ کیوں کہ آپ نے ہزلیات اور لغویات سے بہت دور رہ کر فن سخن کے تمام اصناف میں طبع آزمائی فرمائی ہے۔ غزل، مثنوی، مستزاد، قطعات، رباعیات وغیرہ جس میدان کی طرف آگئے ہیں سب بٹھادیئے ہیں۔ فصاحت و بلاغت، طلاوت، ولاحت، لطافت و تخیل، جدت، تمثیل، صنعت، تلمیع و ترصیع، صنعت، تجنیس و تسبیح، فانی کا زور تسلسل بیان، تنوع مضامین، انتہائی جوش و جذبہ، والہانہ عقیدت، واردات وغیرہ سب چیزیں آپ کے کلام میں پائی جاتی ہیں۔ (از سوانح اعلیٰ حضرت)

امروا قہ ہے اور ناز و رخ ادب و سخن شاہد ہے کہ امام احمد رضا ایک مکمل شاعر تھے۔ میری ایک عادت کہے یا حقیقت پسندی کہ اس وقت تک کسی کو ادب و سخن کا دلدادہ تسلیم نہیں کرتا جب تک کہ پر و فیروز آل احمد سرور کی کسوٹی پر ناپ جو کچھ نہیں لیتا۔ "تنقید کیا ہے" میں سرور صاحب فرماتے ہیں۔ "تنقید کا کام فیصلہ کرنا ہے۔ تنقید دودھ کا دودھ، پانی کا پانی الگ کر دیتی ہے۔ تنقید وضاحت ہے۔ تجزیہ ہے۔ تنقید قدریں متین کرتی ہے۔ ادب و زندگی کو ایک پہچان دیتی ہے" آگے فرماتے ہیں "تنقید کے بغیر ادب ایک ایسا جنگل ہے جس میں پیداوار کی کثرت ہے۔ موزونیت اور قرینے کا پتہ نہیں۔" یعنی کہنے کا یہ مطلب ہے کہ ادب و سخن اور شعر و شاعری کا پرکھ صرف تنقید کی ہی کسوٹی پر ہو سکتا ہے۔ اور آج ہم نے بھی طے کیا ہے کہ امام رضا کی شاعری پر بے لاگ تبصرہ کریں گے۔ شعر کا جانچ دو طرح سے ہو سکتا ہے۔ ایک اس کی معنی خوبی کے نظریہ سے دوسری اس کی لفظی خوبی کے نظریہ سے۔

کلام رضا میں معنوی اوصاف

(۱) اصلیت : رضا کی شاعری کا ہر شعر اصلیت و اقیقیت کا بنیاد پر ہے بلکہ ہر سرائی صد شہید

آپ خود ہی دیکھ رہے ہیں کہ کتنا بلند اور باریک خیال ہے اور کتنا واضح بیان۔ شاید ہی کوئی فلم بند کر سکے۔

(د) تڑپ :- اس سے مراد ہے کہ خیال کے ساتھ جذبات بھی شامل ہوں۔ اگر کلام میں تڑپ یعنی جذبات کی آمیزش نہیں تو وہ شاعر خیال نہ ہوگا، حکیمانہ یا داعطانہ خیال ہوگا۔ علامہ اقبال نے خوب کہلے ہیں۔

حن اگر سوز سے نادر دھکت است

شمری گرد چو سوز از دل گرفت

مثال کے طور پر ایک ہندی کلام کو ہی لے لیجئے۔ امام رضا فرماتے ہیں :-

مجدھاریں ہوں بگڑی ہے ہوا، موری تیا پار لگا جانا

پت اپنی پیت میں کاے کہوں، مرا کون ہے تیرے سوا جانا

کیسی مجبوری، کتنا درد کا احساس اور کتنا سوز اور کیسی تمنّا۔ امر واقعہ ہے کہ گڑھا کے کلام کو پڑھنے کے بعد تڑپ بڑھ جاتی ہے۔

آکھ سنا دے عشق کے بولوں میں اے رضا

مشتاق طبع لذت سوز جگر کی۔

مندرجہ بالا بحث رضا کے کلام کی معنوی خوبی کی بنیاد پر تھی۔ اور اب تصویر کا دور رونے ہے۔ گڑھا کی شاعری میں لفظی کیا خوبیاں ہیں۔

احمد رضا کے کلام دیان میں ہر مقام پر سلیس، فصیح و بلیغ اور مدد لفظوں کا اصول قواعد و اختصار کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ غیر مانوس اور لفظوں میں تنافر پیدا کرنے والے تمام غیر ضروری چیزوں سے بچا گیا ہے۔ اگر رضا دیگر شعرا کی طرح مایوسانہ الفاظ کا استعمال نہیں کرتے، وہ ناکامی کا رونا نہیں روتے، وہ کہیں اپنا ہوش و حواس گم نہیں کرتے۔ مثلاً میر تقی میر فرماتے ہیں :-

عشق گیا، سو دین گیا، ایمان گیا، اسلام گیا

دل نے کچھ ایسا کام کیا جس سے میں ناکام گیا

عشق میر عشق الہی سے تعبیر کیا جاسکتا تھا مگر میر صاحب نے یہ کہہ اس کی گنجائش بھی نہ چھوڑی۔ فرماتے ہیں :-

کس کس اپنی کل کو رو دے، ہجران میں بیکل اس کا

خواب گئی ہے تاب گئی ہے، چین گیا، آرام گیا

میر صاحب عشق تباہ سے اتنے زیادہ خوف زدہ ہیں کہ فرماتے ہیں :-

جی ڈبا جائے ہے سحر سے آہ

راہ گزرے گی کس خرابی سے

احمد رضا بدحواس اور بے خودی کا کہیں ثبوت نہیں دیتے۔ ان میں سنجیدگی و متانت ہے۔ ان میں تہذیب اور سنگتگی ہے۔ وہ ہمیشہ مشستہ اور شفاف الفاظ کا ہی استعمال کرتے ہیں۔ وہ ناسخ نہیں کہ آنا بلے خود ہو جائیں کہ ”یاد آیا مجھ کو مجنوں آپ مجنوں ہو گیا“

یا ناسخ کی طرح یوں کہیں کہ :-

مجھ کو اب سانی گلفام سے کچھ کام نہیں

مے سے کچھ کام نہیں جام سے کچھ کام نہیں

ہے فراق بت خود کام میں ناسخ کا کلام

ہوں میں ناکام مجھے کام سے کچھ کام نہیں

مگر گڑھا کا اسلام و ایمان اتنا آسان نہیں جتنا میر، ناسخ وغیرہ کا ہے۔ رضایقین

کی منزل وہ دنیا کو ایک امتحان گاہ سمجھتے ہیں۔ وہ کام کی زبان میں بات کرتے ہیں۔ ان کی

تمنا و حسرت ہے کہ وہ جب دنیائے جاویں تو ساتھ خیریت و ساتھ ایمان جاویں، بالمد

جاویں، ناکامی اور مایوسی ان کے یہاں کوئی مقام نہیں رکھتی۔ وہ فانی نہیں ہیں کہ کہیں :-

نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم

راہ یہ دم کہ ہم ہیں وہ سو وہ بھی کیا معلوم

مگر امام رضا اپنے محبوب کیوں ملتے ہیں :-

ابھیں جانا ابھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام

لہ الحمد میں دنیائے مسلمان گیا

امام رضا بھی آپس بھرنے والے ہیں مگر ان کی آواز سوز و دسروں سے مختلف

ہے۔ ان میں بھی ”ہائے“ ”ہائے“ کی صدائیں لے گی مگر غالب کی ہائے کی طرح

نہیں۔ غالب فرماتے ہیں :-

زہر لگتی ہے مجھے آب و ہوائے زندگی

یعنی تجھ سے تھی اسے نسا ز گالی ہائے ہائے

مگر گڑھا کی آہ اس طرح ہے، ملاحظہ فرمائیے :-

آہ وہ آنکھ کے ناکام تمنّای رہی

ہائے وہ دل جو ترے دگر پاراں کیا

برابران جانے والا دل گڑھا کا ہی دل ہے۔ غالب و ناسخ تو اپنے محبوب کے دسے

نا امید و یوس لڑتے ہیں۔

مندرجہ بالا حقیقتوں کے علاوہ جو چیز گڑھا کو دوسرے شعرا کے مقابلہ میں سر بلند

اور اونچا کرتی ہے وہ ہے :- شائے سرکار ہے وظیفہ قبول، سرکار ہے تمنّا

یہ شاعری کی ہوس نہ پروردی تھی کیا کیسے قافیہ تھے

یہی مقصد زندگی ان تمام بغیر مقصد کن کوؤں سے ان کو سر بلند کرتی ہیں جو ناکام بے مراد اور ہائے

ہائے کرتے دنیائے فانی سے اٹھ جاتے ہیں :-

غم سے مرا ہوں کہتا نہیں دنیا میں کوئی :- کہ کرے تعزیت مہر و وفا میرے بعد

مگر گڑھا نہ تو غم سے مرتے ہیں اور نہ انھیں اپنی تعزیت کی فکر ہے کیوں کہ ان کا شمار دلیوں اور بزرگوں

میں ہونیوالا تھا جن کو نہ تائش کی تمنّا ہے نہ صلا کی پروا۔ امام احمد رضا کی شاعری کو پرفیسر آل احمد دہلوی

سوں کی پرکھا اگر علما و زبان داب پرکھیں تو بھی کو یہ کہنا پڑے گا کہ گڑھا، ایک مکمل شاعر تھے۔

اردو ادب

مولانا شاہد رضا شرفی ایم اے

ہوں۔ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ کرہ ارض کے تمام خطے ہمہ وقت تابناک نہیں رہتے بلکہ اگر زمین کا نصف حصہ تاریکی کی آغوش میں رہتا ہے تو نصف حصہ اجالوں میں جلتا ہے۔ شاید نظام قدرت کا یہ قانون فکر انسانی کو بھی راس آ یا ہے در نہ اردو کے عظیم موضوعین کی یہ روش میرے نزدیک حیرت انگیز ہے کہ وہ ایک ہی دور میں دماغ و آئینہ حاکمی و تشبیل، اکبر و ترسید کی خدمات پر تو اپنے آفتاب تحقیق کی کرنیں بکھیرتے ہیں لیکن امام احمد رضا کی شاعری، شریک نگاری اور ان کے علمی جاہ و جلال کو کمتر نظر انداز کر دیتے ہیں۔

ادب میں تعصب کی عینک سے مطالعہ میرے نزدیک ناپسندیدہ ہے اور میں اپنی ناپسندیدگی کو دوسروں کی پسندگان کرنے والوں میں بھی نہیں ہوں لیکن اردو ادب کا طالب علم جب ۱۸۵۷ء کے تاریخی انقلاب کے بعد ادب کی روشنی میں اپنا ذہنی سفر شروع کرتا ہے تو یہ حیرت اُست ضرور ہوتی ہے اگر نہیں ہوتی تو ہونی چاہیے۔ اور اگر اس ٹھاہیے کا بھی انکار ہے تو حقیقتیں ہر دور میں اتنی با اختیار ضرور ہوتی ہیں اور رہیں گی جب حقائق کی انٹل مائنٹوں نے محض تخیلاتی نظریات کے پھاڑوں کو چکنا چور کر دیا ہے۔ ایٹم (ATOM) کی سرکئی حقیقت نے نیوٹن کا بھرم اگر توڑا ہے صورت ذہنی کی کشمکش میں اگر منہ کو غلبہ حاصل ہوئے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ فاضل بریلوی کی ادبی و لسانی خدمات کا اعتراف نہ کیا جائے گا۔

ذہنی و علمی دنیا کی شاید یہ وہی مایوس منزل ہے جہاں انہوں نے شکوہ و شکایت کو تشدید اپنا "ت" کی خوبصورت تادیل کا لبادہ پہنا دیا جاتا ہے۔ میں بھی اپنے کرب و کسک کی اسی مایوس منزل پر ہوں جہاں مجھے انہوں سے شکوہ ہے۔ لیکن سوچا ہوں کہ اپنا کون ہے اس لئے یہ کہہ دینا ہی عافیت بخش ہے کہ مجھے سب سے شکوہ ہے کاشی! ہماری جماعت کے لوگ فاضل بریلوی کے اس رخ پر کچھ لکھتے تو آج حامد حسین قادری، رام بابو سکینہ، نسیم قریشی، عبد السلام ندوی کی تاریخ ادب کی کتابیں ذکرِ رضا سے نا آشنا نہ ہوتیں۔ وہ شہنشاہِ اقلیم سنن جس نے مشائخ شدہ تحقیق کی روشنی میں ۳۱ مختلف فنون کی ۵۷ کتابوں کا تحفہ اردو زبان کو دیا وہ "امام الکلام" جس کی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی شخصیت کا مخصوص دائرہ کار مذہبی تبلیغ و اسلامی حقائق کی حقیقی تشریح و تفسیر ہے۔ ان کی زبردست علمی صلاحیتوں کا میدان عمل بنیادی طور پر وہی ہے جو آپ کے پہلے کے صوفیائے کرام اور مجددینِ کمال کا رہا ہے۔ میرے اس مضمون کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ میں ان کی شخصیت کے بین الاقوامی تاثر میں کوئی تبدیلی چاہتا ہوں۔ آج بھی دنیا کے گوشہ گوشہ میں مسلمانوں کا صالح اور راست طبقہ انھیں "امام اہلسنت" کے نام سے یاد کرتا ہے اور یہ ایک صحیح اور سائنٹفک تاثر ہے۔

لیکن صوفیاء اور علماء اپنے نظریات و عقائد کی تبلیغ کے لئے جب اظہارِ مدعا کا کوئی پیرایہ متعین کرتے ہیں تو خود بخود کسی نہ کسی زبان و ادب کی خدمت اور توسیع و ترقی کا جواز پیدا ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے اپنی کتاب "اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیاء کرام کا کام" میں لکھا ہے۔

"یہ بزرگ اس زبان کے بڑے ادیب اور شاعر نہ تھے۔ یا کم سے کم ان کا مقصد اس زبان کی ترقی نہ تھی۔ نہ اس کا انھیں کچھ خیال تھا۔ ان کی غایت ہدایت تھی لیکن اس ضمن میں خود بخود اس زبان کو فروغ ہوتا گیا۔ اور عہد بہ عہد نئے نئے اضافے اور اصلاحیں ہوتی چکیں۔ اور ان کی مثال نے دوسروں کی ہمت بڑھائی جس سے اس کے ادب میں نئی شان پیدا ہو گئی۔"

اس کتاب میں بابائے اردو نے صوفیاء کرام کو اردو کا حسن بتایا ہے اور کہلے کہ اردو زبان کا مورخ ان کے احسان کو نہیں بھول سکتا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ تادمِ تحریر موضوعین اردو ادب نے اس احسان کو کہاں تک یاد رکھا ہے لیکن کم سے کم مجھے تو یہ احسان صرف یاد ہی نہیں بلکہ میرے احساسِ فکر کی دنیا میں ایک زندہ حقیقت بکرا آج مجھے پابندِ لوح و قلم بھی کر رہا ہے۔

امام احمد رضا کی پر وقار شخصیت سے اردو ادب کے رشتہ پر میری چھان بین کوئی اتفاق امر نہیں ہے بلکہ میں ارادی طور پر اس عنوان پر کچھ لکھنے کے لئے بیتاب

نعتیہ شاعری آج بھی اردو ادب میں حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے شعراء اردو کے تذکرہ میں گننام نہ ہوتا۔

میں جو کچھ قلم بند کر رہا ہوں اپنی بے بضاعتی کے بھرپور احساس کے ساتھ قلم بند کر رہا ہوں۔ ایک تنوع شخصیت کی رنگارنگی میں کسی ایک مخصوص رنگ کو منفرد انداز سے پیش کرنا وقت اور فضا کا مطالبہ ہے۔ اور اس قسم کے مطالبے بھی ان گنت رُخ رکھتے ہیں۔ اس لئے موضوع میں مکمل گفتگو کا دعویٰ نہیں کر سکتا اور نہ ہی ایسا کوئی ادبامیر مقصد ہے۔ بلکہ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ ادب کی ایک بھولی ہوئی اہم ترین ضرورت کا احساس جان "احساس جہاں" ہو جائے اور میری تنہا انہن بن جائے۔

ازل سے ایک جہاں سکوت لایا ہوں
شریک شرح نواہے راز کرنے کو

"ادب تنقید حیات ہے" یہ تھوڑا نلکا کا یہ وہ مقولہ ہے جو آج بھی اصناف ادب کے ضمن میں شاعری کی بھی حقیقی تعبیر سمجھا جاتا ہے۔ آئیے ہم بھی اس تعبیر کو اپنے خواب کا آئینہ بھرا کر اُسے برہنہ کر دیتے ہیں۔ یہ مقولہ ہے کہ پہلے ہم یہ سمجھیں کہ شاعری کس حیات کی تنقید ہے میرے نزدیک حیات کے دور رخ تو مسلم ہیں۔ حیات نانی اور حیات باقی۔ اسے آپ دنیوی اور اخروی حیات بھی کہہ سکتے ہیں اگر شاعری کو صرف دنیوی حیات (مادی حیات) کی تنقید سمجھا جائے تو پھر شاعری کا وہ دعویٰ مجروح ہوتا ہے جس کی روشنی میں اسے انسانی رہنمائی کا امتیاز حاصل ہے۔ اسی لئے بعض نقادوں نے آرتلڈ کے اس جلد میں حیات کے ساتھ اپنی جانب سے کوئی قید نہ لگا کر اسے شاعر کے شعور سے وابستہ کر دیا ہے جعفر علی خاں آخر اپنے مضمون پر دستخط کیا اور شاعری میں رقم طراز ہیں۔

"ادب تنقید حیات ہے مگر عام حیات کی نہیں بلکہ اُس حیات کی جس کی تشکیل شاعر یا ترجمان نے کی ہے۔"

اور جب حیات کی ادبی جہت نککار کے شعور سے وابستہ ہے تو ایک ایسا فنکار جو شعور کی طور پر نہ صرف حیات اخروی پر ایمان رکھتا ہے بلکہ وہ اسے ساری دنیائے انسانی کے لئے باعث نجات بھی جانتا ہے۔ جب حیات کی تنقید کرے گا تو اس کے نفس میں ایسے عقائد و جذبات کا اظہار ناگزیر ہو جاتا ہے جو اس کی نظر میں باعث نجات و عافیت ہو۔ یہی وہ تنقید حیات ہے جسے ہم نعتیہ شاعری یا مذہبی شاعری یا اعتقادی شاعری میں پوری طرح محسوس کر سکتے ہیں۔ اور یہی وہ نقطہ نظر ہے جس کی بنیاد پر ادب کا ہر شاخہ پارہ تنقید حیات کے دائرے میں آ جاتا ہے۔ خواہ وہ مذہبی شخص ہو یا لائے ہوئی اور غیر شخصی۔

فاضل بریلوی کی پوری اردو شاعری نعت و منقبت پر مشتمل ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ ان کے یہاں مسلک اور عقیدہ کا اظہار بھی شدت کے ساتھ موجود ہے۔ یہ ان

کے بے درازہ شعور کی بات ہے کہ انھوں نے حقیقی حیات کی تنقید کو اپنا موضوع سخن بنایا جنت و دوزخ، توبہ و قیامت، اتقا و تقدر، عذاب و ثواب، بخشش و توبہ اور اسی قبیل کے موضوعات اخروی ان کی شاعری کا اصل موضوع ہیں جس کا تعلق حیات بعد المات سے ہے۔ چند اشارے ملاحظہ فرمائیے۔

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا
دور کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیئے ہیں
حشر میں کیا کیا منزے دارنگی کے لولہ رضا
لوٹ جاؤں پاک کے وہ دامان عالی ماتھ میں
یا الہی گری محشر سے جب بھر کیس بدن
دامن محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

کھڑے ہیں مگر کھیر سر پہ نہ کوئی حامی نہ کوئی یادر
بتادو اکرمیرے ہمیر کسخت مشکل جواب میں ہے

بارگاہ رسالت میں جذبات و کیفیات کا منظوم نذرانہ بھی نبیات اخروی اور حیات ابدی کے حصول کا ایک پاکیزہ وسیلہ ہے۔ امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری بھی رفائے رسول اور حب نبوی کے آداب کا ایک مقدس انداز ہے اور یہی رضا و محبت اسلام میں تکمیل ایمان کا وہ سیارہ ہے جہاں انسان حیات کی اس منزل پر ہوتا ہے جس کے بارے میں اقبال نے کہا ہے۔

فرشتہ موت کا چھوٹا ہے گو بدن تیرا
تری حیات کے مرکز سے دور رہتا ہے

اور یہ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ فاضل بریلوی کے فن میں اسی حیات کی تنقید کے جلوؤں کا مجموعہ ہے۔ دراصل اسلامیات پر ان کا مطالعہ عقلی و وجدانی دونوں اعتبار سے مکمل تھا۔ اسلامی مقبولیت نے انہیں علم و نقل میں یگانہ روزگار بنایا اور ہوش و بصیرت سے سمور ان کی اسلامی وجدانیت نے اردو نعت کو شاعرانہ حسن و آفرین کے ساتھ شان و بزرگی عطا کی۔ اردو نعت گو شعراء کی ہندوستانی روایت میں فاضل بریلوی اُمیاز ہے کہ ان کے کلام میں "عقل و موسیٰ" اور وجدان "کا حسین اعتدال و امتزاج موجود امتیاز عقلی نے ارشاد حرم" کے مقدسین فاضل بریلوی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

وہ عالم دین کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہوئے۔ اسی لئے ان کی شاعرانہ تخلیقات کا طرہ بہت کم توجہ دی گئی۔ حالانکہ ان کا نعتیہ کلام اس پایہ پر ہے کہ انھیں طبقات اولیٰ کے نعت گو شعراء میں جگہ دی جانی چاہیے۔ انھیں فن اور زبان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ انکی بیان فصیح اور تکلف نہیں بلکہ بے ساختگی ہے چونکہ رسول پاک سے انھیں بے پناہ محبت اور عقیدت تھی اس لئے ان کا نعتیہ کلام شدت احساس کیساتھ مضمون جذبات کا آئینہ دار ہے۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ ان کی نعتیہ شاعری تخلیقی صلاحیت اور جدت نظراری سے آراستہ ہے۔ ان کی اس نعت کا چرچا آج بھی ہر سمت ہے جس کا پہلا شعر ہے۔
لم یأت نظمیک فی نظیر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ مانج کو تاج تورے سر سوبے تھکو شد دوسرا جانا
اس نعت میں عربی، فارسی اور ہندی کی اردو کے ساتھ آمیزش تو نعتیہ شاعری میں نادرالوجود نہیں کہی جاسکتی۔ لیکن ہاں! اس کی لسانیاتی تخلیق میں جو امتزاج و آہنگ ہے جو روانی اور سلاست ہے اس کی لطافت اور دلنشینی کی بازگشت سے آج بھی اردو کی نعتیہ شاعری محروم ہے۔

شاعری واردات قلب کے آراستہ اظہار سے عبارت ہے۔ امام احمد رضا کے ایمانی واردات جگر کو ملاحظہ فرمائیے۔

آنکھ وہ آنکھ کہ ناکام تنہا ہی رہی
ہائے وہ دل جو ترے در سے پُر امان گیا
جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینہ پہنچے
تم نہیں چلے رفتا سارا تو سامان گیا

کاش میرے جگر کا غم روزگار کا
یوں کھینچے لیجے کہ جگر کو خبر نہ ہو
لے خاریطہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آکر دیدہ تر کو خبر نہ ہو

اور نعتیہ مضامین میں شانِ قبل کے پہلو بہ پہلو خلوص و وفا کی رعنائیاں تو جیسے چھلکی پڑتی ہیں۔ وہ فوری شوق کے جلو میں بارگاہِ مصطفیٰ کے حضور سربایہ عقیدت کی یہ دلنواز پیش کش اردو شاعری میں کہیں کہیں ہی دکھائی دیتی ہے۔

گزرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر
رہ گئی ساری زمین مہر سارا ہو کر
وہی تو اب تک چھلک رہا ہے وہی تو جو بن چپک رہا ہے
نہلنے میں جو گرا تھا پانی کٹوڑے تاروں نے بھر لئے تھے
آنکلیاں میں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیان پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

اس شعر میں پنجابِ رحمت کی ترکیب اردو زبان کو فاضل بریلوی نے ہی دی ہے اور اس نعت کا دوسرا شعر تو پر داز نکر اور رفعتِ تخیل کی آخری حدود تک پہنچ گیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں ہمدرد واہ
انہی ہے کس شان سے گرد سواری واہ واہ

اس شعر کے خصوص میں میں نے دعویٰ کیا ہے کہ تخیل کی آخری حد شاعر کے ذہن

میں آ بسی ہے۔ اس ادعا کی تائید میں اقبال سہیل کو سینے۔

چلے ہیں فاروق اس اداسے نفائیں گونجی ہیں مرجاسے
جو ذرے اڑتے ہیں گرد پیاسے نجوم پر سکرار ہے ہیں

شعر کا مضمون نہایت واضح ہے شاعر فاروق اعظم کا پائے ناز چومنے والے ذروں کو نجوم پر فوقیت دے رہا ہے۔ لیکن میرے مقصد کو سمجھنے کے لئے ان دونوں شعر میں تقابلی سے پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ تخیل اور سببِ مصداق تخیل اور یہاں مصداق تخیل سببِ نیاز ہو کر صرف شاعر کی ذہنی پرداز کا تجزیہ مقصود ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے اس سرمدی شعور پر ذوقِ سلیم وجد کرنے لگتا ہے جو علوئے فکر اور فنی احساسات کی لطافت سے جگمگا رہا ہے۔ انھوں نے سواری رسول کے قدموں سے اٹھنے والی دھول کو ہر دمہ کے لئے مخزنِ کتاب نور بنا دیا ہے۔ ذروں اور ستاروں کا جو رشتہ انھوں نے اجاگر کیا ہے وہ کتنا لطیف اور بلند ہے۔ اسے فن شناس نگاہیں خوب جانتی ہیں۔ اقبال سہیل نے تو الفاظ کی شانِ دشوکت اور ترکیب کی سبج و صبح سے تخیل کو جلا بخشی ہے۔ لیکن فاضل بریلوی کے یہاں پرداز فکر کی جاذبیت سے الفاظ کی رگوں میں زندگی کا تازہ لہو گردش کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ ایک شاعر کی نگاہ صاحبِ تعریف کے قدموں پر چھہر گئی ہے۔ لیکن دوسری جگہ شاعر کی نگاہیں نسبت کے اعزاز تک جا پہنچی ہیں۔

تقابل کی بات ذہن میں آئے ہی دفعۃً فاضل بریلوی کا وہ شعر بھی یاد آگیا جو زبانِ زوفا میں دعا ہے۔

حسن یوسف پر کس مصر میں انگشت زباناں
سرکھتے ہیں تب نام پر مردانِ عرب

فنا اور زبان پر زبردست عبور کی یہ بات ہے کہ اس شعر میں ہر لفظ تقابل کی علامت بن کر شاعرانہ احساسات کے سانچے میں ڈھل گیا ہے۔ زنانہ مصر اور مردانِ عرب یا انگشت اور سر کا باہمی تقابل تو بالکل ناممکن ہے لیکن حسن یوسف پر انگلیوں کا کٹ جانا اور اسمِ مصطفیٰ پر سر کا دینا اپنی جگہ پر زبردست سنوئیت رکھتا ہے۔ کتنا غیر ارادی اور اضطراری فعل ہے۔ لیکن کاٹنا ارادہ اور مرضی کے بغیر ممکن نہیں۔ گویا مجبوری اور فشاری کا آنا سامنا ہو رہا ہے۔ اس طرح یوسف اور اسمِ سرور کا ثنائیت بھی شاعر کے فکر میں رد و برد میں جھرتا یوسف کے جمالِ جہاں آکر کو دیکھ کر بے اختیار میں انگلیاں کٹی ہیں۔ لیکن جمالِ مصطفیٰ کو دیکھ کر نہیں بلکہ صرف سن کر سرکھانے کی تمنا جو ان ہو گئی ہے۔ جس بارگاہِ وفا میں نام کی یہ تاثیر جو وہاں جلوۂ ذات کی تجلیات کا کیا عالم ہو گا؟ یہ فاضل بریلوی کی وہ ایمائیت ہے جہاں ٹھہر کر آپ جس قدر غور کریں گے عشقِ مصطفیٰ کی چاشنی دو آتشہ ہوئی ہو تو محسوس ہوگی جو کچھ کہا تو ترا حسن ہو گیا محمد

بڑی کچھ اور منطقی بات ہے لیکن یہ شاعر کا قادرا نکلا ہے کہ اس نے بہت کچھ کہہ کر بھی تذکرہ حسن یا "کو محمد و ذہن نہیں ہونے دیا ہے۔

محمد علی جوہر کا ایک نعتیہ شعر سنئے۔ جسے ان کے ایمانی احساسات کا بخوبی

بھنا چاہئے۔

شیخ ایمان کو خدا روشن رکھے
قبر میں جوہر کی پہلی رات ہے

اس شعر میں ایک عجیب کیفیت ہے اس کو بار بار پڑھیے تو دل میں یہ آرزو پیدا ہوتی ہے کہ کاش شاعر کی یہ پہلی رات "سب کو نصیب ہو لیکن وہ شیخ ایمان" جسے روشن رکھنے کی التجا بارگاہ رب العالمین میں پیش کی جا رہی ہے۔ کیسا یہ فکار کے دل میں پوشیدہ ہے۔ جذبات کے رخ پر پڑے ہوئے اس حجاب کو اٹھانے کے لئے عشق رسول کی جو سستی چاہئے وہ جوہر کے بیان مفقود ہے لیکن امام الکلام "کی یہ وارفتگی دیکھئے جس کے بل بوتے پر وہ بے حجابانہ پکار اٹھے۔

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لیکے چلے
اندھیری رات شنی تھی چہرا غ لیکے چلے

فاضل بریلوی کی یہ وہ خصوصیت ہے جو انھیں نعت رسول کی ننگی کا مکمل حق ادا کرتی ہے۔ ورنہ اس انجمن ناز میں سر کو لیکر جانا سب کے بس کی بات نہیں۔ ایمان و عشق کی شان ہی یہ ہے کہ پھانسی کے تختہ پر بھی اُسے تاریخ کی نگاہوں نے زندہ اور بے باک دیکھا ہے۔ ماحول کی شدید مخالفت کی چھاؤں میں بھی اُس کے لمحے پر شکست کی کوئی لکیر تلاش نہیں کی جاسکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی یہ وہ حق گوئی اور بے باکی ہے جسے کچھ لوگوں نے آئین جواں مرداں "تہ سمجھ کر افراط و تفریط" اور بے راہ روی "کا نام دیا ہے۔ بھے اس کا اعتراف ہے ان کے کلام میں شدت بھی ہے اور عقائد کا بے لاگ اظہار بھی۔ لیکن یہ شدت توفیق کی ایک خصوصیت ہے نہ کہ خدای حقیقی شاعر کے یہاں احساس و جذبہ کی شدت ایک نظری اور لازمی شے ہے۔ جہاں تک عقیدہ اور مسلک کے اظہار کی بات ہے اُس سے کسی کا اختلاف ممکن ہے لیکن خالص ادبی بنیاد پر کوئی عیب نہیں بلکہ فن کا حسن ترکیب ہے۔ ایسے خیالات کی بنیاد کو مستحرام محاسن کی کسوٹی بنانا میرے نزدیک ہرگز درست نہیں۔ سلامت اللہ خاں اپنے مضمون "ادب اور عقیدہ" میں لکھتے ہیں۔

"ادب عقیدہ کے بغیر بھی وجود میں آسکتا ہے یہ بات آئی
ہی غلط ہے جتنا کہ ادب الفاظ کے بغیر بھی تخلیق کیا
جاسکتا ہے۔"

(علی گڑھ میگزین نظر یاتی ادب نمبر ۸ ۱۹۵۸ء)

ادراگر ادبی تخلیقات میں مخصوص مقام کے بیان و اظہار کو غیر پسندیدہ قرار دیدیا جائے تو پھر راستے ادب و شاعری آقا اقبال و دیگر کے پیغام کے بارے میں بھی مسلمانوں فیصلوں پر نظر ثانی کی ضرورت ہے انکار کی گنجائش باقی نہ رہ سکے گی۔ PARADISE ۷۵۷ "یا مسجد قرطی" کی ادبی حیثیت کو برقرار رکھنا مشکل ہو جائے گا۔

کئی شاعر یا ادیب کے عقائد کو قبول کر لینا انتقاد یا تاری کے لئے ضروری نہیں لیکن

فکار کا فن اگر اس کے انفرادی نظریات و خیالات پر مشتمل نہ ہو تو اس میں اعلیٰ ادب کی نمایاں خصوصیت پیدا نہیں ہو سکتی۔ ادیب کا انفرادی نظریہ ہی درحقیقت فن کا محرک ہوتا ہے اور ادیب میں فصیح تخلیق کو روشن کرتا ہے۔

اقبال کی فلسفیت اور بین الاقوامیت بھی ان کے انفرادی نظریات و عقائد کی راہ میں حائل نظر نہیں آتی۔ وہ بر ملا کہتے ہیں۔

عجم ہنوز نداندر رموز دیں در نہ

ز دیو بند حسین احمد ای چہ برا بھلی است (اردغان مجاز)

شبلی کی جدیدیت اور ذہنی آزادی نے بھی اُن کا یہ انفرادی انداز نہیں چھینا

آستانوں کی ریارت کے لئے شد و حال { اسلام کے منزل کا اعلیٰ سبب }
اسمیں کیا شان پرستاری اصنام نہیں { کلیات شبلی اردو }

پھر فاضل بریلوی کے افکار و عقائد کا اظہار ادب کے ظرف میں کیوں افراط و تفریط کا کاہر گھولنے لگتا ہے اسے سمجھئے اب تک میں قاصر رہا ہوں۔

بتوں نے لوٹ لی ساری خدائی

خدا کے پاس اب رکھا ہی کیا ہے۔

ایک مادہ پرست ادیب کا شریب ادب کے شیش ٹال میں کون زلزل پیدا نہیں کر سکا تو پھر فاضل بریلوی کے مذکورہ ذیل اشارے ادب کا دھڑکیوں کا نتیجہ ہے۔

دشمن احمد پہ شدت کیجئے محدود کی کیا مروت کیجئے

کیجئے چرچا انھیں کا صبح و شام جان کا فر پر قیامت کیجئے

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے

یہ گھٹائیں آئے منظور برصا نا تیرا

مٹ گئے تھے ہی مٹ جائیں گے اعدا تیرے

نہ ملے نہ تھے گا کبھی چہر چا تیرا

شاعری کی صالح و پاکیزہ ذہنی آزادی کا تنقید کے نام پر استحصال ادب کی وقعت کو کم کرتا ہے۔ اقبال نے کہا ہے۔

جو بات حق ہو وہ مجھ سے جھپی نہیں رہتی

خدا نے مجھ کو دیلے دل خیر و بصیر

فاضل بریلوی پر ادبی مضامین "افراط و تفریط" کا الزام لگانے والوں سے اس لئے

میری اپیل ہے کہ وہ "ادب اور عقیدہ" کے اثر و رشتہ اور اس کی اہمیت پر اچھی طرح غور کریں۔ جہاں تک اختلاف مسلک کی بات ہے اُس کا تعلق "ذہنیات و مذہبیات" سے ہے۔ ادب میں دوسرے موضوعات کے اصولوں کو عیب دہن کی تشخیص کی بنیاد سمجھنا بے اصول ہے جس سے امتراژ کرنا ادب اور ادیب دونوں کی ابرو کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے۔

نعت گوئی

سید شمیم گوہر ایڈیٹر نمائندہ آباد

دنیا کا کوئی بھی انسان جو جس مذہب سے بھی تعلق رکھتا ہو وہ کسی منزل پر اپنے آپ کو غیر مذہبی نہیں تصور کرتا۔ خواہ اس کے ذاتی افعال و کردار کتنے ہی لائقیت کا کیوں نہ اترکاب کرتے رہتے ہوں۔ ہر کیفیت میں وہ خود کو مذہبی ہی گمان کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر ہندوستان کی ادبی دنیا کا عجیب عالم ہے بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ادیب و شاعر کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ وہ اپنے اپنے تخیلات کے خود ہی پروردگار ہوتے ہیں۔ ایسی غیر فطری نظریاتی تفرش یا ایسا بے بنیاد انکشاف کس کھوکھلے پن کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس کا خاطر خواہ جواب کوئی بھی نہیں دے سکتا کیوں کہ اشباتی طور پر نہ ہیں آج تک کوئی مسلم ادیب و شاعر ہند میں ششکھ بجاتا ہوا نظر آیا اور نہ ہی کسی ہندو ظلم کار کو مسجد میں قرآن حکیم کی تلاوت کرتے ہی دیکھا گیا۔ بات کچھ بھی نہیں یہ بالخصوص وقتی یا لمحاتی ادارہ طبعی کلبے بنیاد صاف ظاہر ہے ورنہ دنیا کا کوئی انسان غیر مذہبی ہو ہی نہیں سکتا ہم نے ایسی تہذیب کی ضرورت صرف اس لئے محسوس کی کہ امتنان سخن کے سلسلے میں ادب و مذہب کے گہرے مشتے گنایاں طور پر پیش کرتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ یہ واضح کر سکیں کہ ایسی بھرپور مذہبی حقیقت کی روشنی میں اردو کے مسلم شاعر نے متقدمین نے جہاں ہر صدی سخن کے ساتھ یکساں رویہ رکھنے کی کوشش کی ہے وہاں نعت گوئی کے سلسلے میں ان کا غیر یکساں پہلو کیوں سمجھ میں آتا ہے۔ تواریخ سخن کا مطالعہ کرنے والے ضرور جانتے ہوں گے کہ عربی دنیا کی اور سنسکرت کے بیشتر شاعر نے متقدمین کا شاعری خزانہ جس قدر حمد و ثنا اور اوصاف و کرامات کی شاعری بندش پر مبنی ہے کسی دیگر رجحان کے تہائی حصہ کا بھی پتہ نہیں چلتا پاکیزہ رویہ کا یہ حال تھا کہ راہ شاعری پر گامزن رہتے ہوئے انھیں اپنی اظہار ادبیت کے ذریعہ برابر بھی پرواہ نہیں ہوتی تھی بلکہ اپنے ذہنی خاصے کو اظہار مذہبیت ہی پر زیادہ ترجیح دیا کرتے تھے ان کے نزدیک دراصل اظہار ادبیت وہی چیز ہوتی تھی جو جزو مذہب کا چرہ دے سکتی رہی ہو مگر انفس کو ہندو پاک کے اردو شعراء کے نزدیک ادبیت کے مفہوم نے کچھ اس طرح پٹا کھایا کہ سادہ مذہب تمام ادبی تقاضے طبعی پھرتی ادبیت کا پازیب بن کر رہ گئے۔

نعتیہ فضاؤں کا تجزیہ کرنے کے بعد اس نتیجے کا تعین کرنا کوئی مشکل کام نہیں کہ اردو شعراء کی نعت گوئی کے مقابلے میں مالک اسلامیہ کی تاریخ نعت اتنی زیادہ معروج و سر بلند اور مکمل نظر آتی ہے کہ اس کا تہائی حصہ بھی اردو شعراء کے نصیب میں نہ آسکا۔ کسی قدر حیرت کی بات ہے جب کہ دیگر اصناف سخن پر طبع آزمائی کرنے والے ایک سے ایک شاعر قادر الکلام تسلیم کئے گئے۔ یہ مسلک از کم ہمارے لئے توبہ حد اہمیت رکھتا ہے کہ آخر ہندوستانی ادب کہے میں اردو کے انھیں مسلم شاعروں کے شعری سرمائے کو کیوں مسلم و مستحکم باور کیا جاتا رہا ہے جو نعت جیسے عظیم و بلند اور مفرد فن کی طرف اپنی تھوڑی توجہ بھی مبذول کرنے کی ہمت نہ کر سکے۔ کیا اصناف سخن میں نعت گوئی کا ایسا کوئی بھی مقام متعین نہیں کیا جاسکتا تھا جس کی روشنی میں کسی نعت گو کو باکمال شاعر تصور کیا جاسکتا تھا شاعری کے جمیع شعبوں کے پیش نظر یہ قاعدہ کلیہ ادب کی کسی بھی کتاب میں موجود نہیں ہے کہ شاعری کرنے والوں کے لئے یہی ضروری سمجھا جاتا ہو کہ وہ جمالیاتی یا تجرباتی غزل و نظم ہی کے میدان تک محدود رہے اور دیگر اصناف سخن کو تھوکر پر لے لے غیر مسلم شاعری و رجحان سے ہیں کوئی غرض نہیں مگر مسلم شاعری کی شریعت پر یہ الزام عائد کرنا نقلی درست ہوگا کہ ان کے اصناف سخن کا بیشتر انتخاب بے بنیاد و بے مقصد رہا۔ ہم کہتے ہیں ہندوستان میں دلی دکنی سے لیکر آج تک کی مسلم شاعری فضا نعت گوئی ہی کے انتخاب کی بنیاد پر جو ہر شاعری دکھانے کی کوشش کرتی رہی تو کیا شاعری کی دنیا ادھوری رہ جاتی۔ عربی حضرت حسن بن ثابت، حضرت ابوالالب کعب، بن زبیر، بومیری، اور شوقی، فارسی میں جامی، قدسی، عرفی، تمیزی، فہرزی، سعدی اور حافظ شیرازی وغیرہ جیسے شہرہ آفاق شاعر کے کلام کے شعری خزانے کا مایہ سب کرنے کے بعد جس عظیم الشان روحانی حقیقت کا انکشاف ہو رہا ہے کیا کوئی شخص اس سے انکار کرنے کی جسارت کر سکتا ہے۔ ان کا بیشتر اور اکثر شعری سرمایہ نعت یا نعت نما غزل ہی پر منحصر رہا ہے۔ اور اسی منفعہ نے انھیں آفاق حیثیت کا علمبردار بھی بنا کر دکھایا۔ کیا ہندوستان کا کوئی ادبی شاعر مذکورہ شاعروں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ حالی اور اقبال کی شاعری کئی نظریاتی ٹکڑوں میں ٹپی ہوئی ہے جسے مسلم معاشرہ کی اصلاح اور فلسفہ حیات کے سلسلے میں انادہ بخش تو ضرور سمجھا جاسکتا ہے مگر ان کی ایسی مختلف نظم گوئی

ہندوستان کے اردو ذخیرہ نعت کا تاریخی اور بھرپور محاسبہ کرنے اور اس کی فتنہ

کی بنیاد پر انھیں مکمل ایک نعت گو یا نعت نما غزل گو شاید کسی زادی سے تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ عربی و فارسی شعرا کے نعتیہ کارنامے ثبوت کے لئے بہت کافی ہیں اسی طرح انیس و دیر بھی حالات کر بلا، رنج و اندوہ اور منظر نگاری کی منزل تک محدود رہے نعت گوئی کا ذاتی تقاضا ان کے ہاں بھی محفوظ نہیں ہوتا اور بقیہ شاعر گزرے ہیں انھیں بھی اپنے رنگ تغزل، شبنوی نوازی اور مسکے باز قصیدے ہی سے فرست نہیں لی تو فن نعت کے لئے کیا رجحان سلامت رکھ سکتے۔

یہاں پر ہم اسلامی نہیں بلکہ ادبی نقطہ نظر سے یہ عقدہ کشائی کرنا چاہتے ہیں کہ کوئی دکنی سے لیکر آج تک کے مسلم شاعروں نے جو جو بھی شاعرانہ نفاذ کیا ہے اور جن جن رجحانات کا مصروف کیا ہے اس کا بیشتر حصہ یا تو نا انصافی کے غور پر گردش کرتا رہا ہے یا پھر فن نعت کے حقیقی رنگ و روغن ہی کو پرکھنے سے عاجز رہا ہے اس قسم کا فیصلہ دونوں نظریات کے لئے قائم کیا جاسکتا ہے مسلم شعرا کو یہ خاص طور سے خیال رکھنا چاہئے تھا کہ اصناف سخن میں سے فن نعت کا ایک ایسا نازک ترین مسئلہ ہے جس کا حل سوائے مسلمانوں کے اور کسی کے پاس نہیں۔ سب جانتے ہیں کہ اس فن کا صحیح نمائندہ مسلم شعرا کے علاوہ اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا مگر کس قدر حیرت و استعجاب کی منزل ہے کہ ایسے نازک ترین پہلو کے ہوتے ہوئے بھی شعرا نے متقدمین نے کوئی لحاظ نہیں رکھا اور صہرت زیادہ تر اپنی اپنی غزل گوئی، مرثیہ گوئی، قصیدہ گوئی اور شبنوی گوئی کی ذہنیت پر ریاض کرنے پر آمادہ رہے۔ اگر اس موقع پر کچھ اشخاص کے قول کے مطابق یہ تصور قائم کر لیا جائے کہ نعت گوئی کے فن کو اس لئے خاطر میں نہیں لایا گیا کہ یہ ایک مشکل ترین فن ہے۔ سب کے مان کی نہیں تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ کیا میر و آتش اور غالب دوسرے کے نزدیک بھی یہ فن دقت طلب اور دشوار کم ہو سکتا تھا اگر ماننا اس احترام کے پس پشت کچھ ایسی ہی حقیقت جلوہ افروز تھی تو پھر ہم میر و غالب کو کس اعتبار سے مسلم الثبوت شاعر تسلیم کرتے ہیں۔ اس کا جواب کیا ہو سکتا ہے۔ حیرت کا مقام ہے کہ ایسے بیشتر نادان کلام شاعر اپنی تفریح طبع یا ارتقا کے رنگ تغزل کے طور پر توساری عمر شاعری سے شغل کرتے رہے مگر نعت شریف جیسے پاکیزہ اور مانت تھیں فن کو ہاتھ تک نہ لگایا جب کہ یہ سلسلہ روز روشن کی طرح درپیش تھا کہ نعت گوئی کا صحیح تقاضا صرف مسلمان ہی شعرا پر عائد ہوتا ہے۔ کیا میر و غالب اور آتش و سنودانے اگر نعت گوئی ہی کے لئے زور قلم صرف کیا ہوتا تو کیا انھیں مسلم الثبوت شاعر تسلیم کرنے کے لئے ادبی دنیا کے پاس کوئی چارہ نہ ہوتا۔ کیا اردو زبان و ادب کو نکھارنے کے لئے نعت گوئی کے سہارے کو کافی نہیں سمجھا جاسکتا۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب ہم تمام شاعر و ناقد سے طلب کرتے ہیں۔

ہندوستان کی اردو دنیا بھی عجیب چوں چوں کا مرتبہ ثابت ہوتی رہی عربی و فارسی کے اکثر شعرا نے متقدمین کی ذہنی روش پر غور کیجئے تو پتہ یہی چلے گا کہ ان کے زیادہ تر شعری روئے ہمیشہ مذہبیت اور صالحانہ نتائج سے قریب ہونے پر غور و خوض

کرتے تھے اور اسی رویہ کی بنیاد پر وہ اپنی حقیقی ادبیت کا اظہار بھی کیا کرتے تھے۔ مگر ہندوستان کی اردو شعریعت نے کچھ ایسے ایسے انقلابات کو جنم دینا شروع کیا کہ بالآخر اس صنف کا شمار دائرہ عیب میں ہوتا چلا گیا۔ ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اپنے آپ کو مسلمان کہنے والا جو صحیح معنی میں اپنے مذہب ہی سے دلچسپی نہیں رکھ پاتا وہ دنیا میں ادب نواز کس طرح تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ ادب کا رشتہ مذہب سے بالکل اسی طرح ہے جس طرح مذہب کا تعلق ادب سے ہے۔ ”الحیاء من شعبة الایمان“ جیاد شرم ایمان کے شعبہ میں سے ہے۔ اسی جیاد شرم کا دوسرا نام ادب ہے۔ یہ نظریہ تو کبھی قابل قبول ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک طرف دعویٰ ادب بھی جنایا جائے اور دوسری جانب مذہب بھی رجحان سے احتراز کرنے کا مظاہرہ بھی کیا جائے۔ نتیجہ سولے اس کے اور کیا اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ایسی جھوٹی اور کھوکھلی ادبیت، فریب و کمکاری اور جلتراشی کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ باطنی و ظاہری طور سے مذہبی بننے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر ہر آدمی صرف اپنے باطن ہی پر اکتفا کرتے ہوئے مذہبی بنا رہنا چاہے تو یہ اتنا بہتر نہیں جتنا کہ باطن کی بنیاد پر ظاہری انحال و کردار کا وجود ضروری ہے۔ ہمارا مذہب بہت اچھا ہے مگر اس کا ثبوت ”حقیقتاً اسی کو تبلیغ کہتے ہیں جو ہر اردو مذہب کے درمیان اپنی اپنی مذہبی حقیقت کو واضح طور سے نمایاں کر سکے۔ دوسروں کے دلوں کو کھتر کرنے کے لئے مذہبی اعمال و حقائق کے ظاہری رنگ و روغن کے اثبات کو اسی لئے ضروری سمجھا جاتا ہے مگر ہم ادب نوازوں کی خاموشی (مدہوشی) مذہبیت کے بارے میں کیا عرض کریں آپ ہی فیصلہ کیجئے مگر ہاں اتنا ضرور ہے کہ نعت گوئی کی بنا و تہ میں ہی سب آوارہ رجحانات میں جنھوں نے صرف اپنے حق میں جگہ بناتے ہوئے فن نعت کے لئے تھوڑے بھی انصاف سے کام نہیں لیا در نہ کیا ادب نوازی کے صحیح مفہوم و روح کے اگے سجدہ ریز ہوتے ہوئے حمد و نعت اور منقبت وغیرہ جیسے عظیم اصناف کو آسمان تک نہیں پہنچایا جاسکتا تھا۔ مگر انیسویں صدی کے لکھنؤ و ادب کے صفحات پر کسی بھی ایسے نعت گو کا تذکرہ وجود نہیں ہے جس پر ادبی دنیا کا اتفاق ناز کرتا ہو اس زمے میں خواہ آتش و ناسخ آتے ہوں یا میر و غالب، انیس و دیر آتے ہوں یا اقبال و حالی۔ مذہبی نقطہ نظر سے اپنی اپنی ادب بازی کے چکر میں بھی مار کھاتے رہے۔ شان رسالت رسول اور حالات حبیب کر دگار کے سلسلے میں طویل شعری سلسلہ کسی کے بیان نہیں ملتا۔ یہی سبب ہے آج کہنا چڑھتا ہے کہ شعرا نے متقدمین نے اپنے اپنے اعتبار سے ایک سے ایک جو ہر شاعری دکھائے مگر خاص طور سے فن نعت سے متعلق کون سا ارتقائی پہلو اجاگر کیا گیا کوئی جواب نہیں۔ اقبال اور حالی کی اسلام پسندی اور عشق رسول میں کوئی شبہ نہیں۔ ان کی بہت ساری نظمیں جہاں خالص ہندوستانییت اور گنگا و جنا وغیرہ کی عظمت بیان کر رہی ہیں جو کہ وہاں خاص طور سے اسلامی رنگ و آہنگ سے بھی کام لیا گیا ہے۔ مگر خصوصاً نعت گوئی کا حقیقی پہلو دونوں کے ہاں غلط ہے چند نعتیہ کلام کی روشنی میں کسی کو عہد ساز نعت گو بھی باور نہیں کیا جاسکتا۔

ہندوستان اور ادب کی تاریخی عمر ابھی پھر بھی کافی مختصر ہے اور جتنی مختصر ہے اتنی ہی بے رحم بھی۔ دنیا کے سخن نے آج انھیں شمر نواز دل کو یاد رکھا جو اپنی تشہیر و تبلیغ کا خود آپ دریدہ بنے رہے مگر جنھوں نے "ان من الشجر لحکمتہ وان من البیان لاسحل" کا حوالہ کرتے ہوئے عشق رسول کے سمندر بہا دیئے۔

دنیلے انھیں اس طرح فراموش کر کے رکھ دیا جیسے علوم ہد خلا و نیان کا سارا خزانہ اسی قبیل والوں کے حصہ میں آگیا ہے۔ ہم اپنی ادب پر کی تحریر میں میں الزام عائد کرتے تھے تھے کہ اردو کی شری تاریخ نعت گوئیوں سے بالکل خالی ہے ایسا کوئی بھی سخن نواز نہیں جسے ادب دنیا ستفق ہو کر نعت گوئی کا تادرا کلام استاد تسلیم کر سکتی اور یہ صحیح بھی ہے مگر ہمارا یہ نظریہ صرف اسی طبقہ سے متعلق ہے جہاں کے ادب نوازوں کو ادب کی ٹھیکیداری لینے میں تو برا مزہ ہوتا ہے مگر فن نعت کو گلے لگانے میں کوئی بھی لطف نہیں حاصل کر پاتے ورنہ ان کی دنیا سے الگ چند ایسے مائے ناز نعت گو شاعر ضرور نظر آئیں گے جنھیں نہ کبھی اپنی ادب نوازی پر ناز نہ رہا اور نہ جنھیں ادبی دنیا اپنے صفحات پر محفوظ ہی کر سکی تھم بالائے ستم اسی کو کہتے ہیں۔ ہندو پاک اور عرب و عجم کی فضاؤں پر چھا جانے والے عظیم روحانی پیشوا حدیث و فقہ مسائل و فتاویٰ اور تراجم و تفاسیر کی ردحوں میں حقیقت شناسی کے آفتاب روشن کر دینے والے بالکل بجا ہر مضمون امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ جن کے علم و فضل کے سارے آج ساری دنیا میں چمک رہے ہیں۔ فن نعت کے میدان میں بھی وہ مقام پیدا کیے دکھایا اگر ادب کے کشکول میں ایک بھی دالہ انصاف ہوتا تو ایسے عہد ساز نعت گو کے تذکرے سے ان کی کتابیں محروم نہ رہنے پائیں۔ مگر چونکہ تنگ نظری ادب و اتفاق نے اپنا ہی قد اونچا لکھنا مناسب سمجھا اس بنا پر تاریخ کے ایک حقیقی گوشے پر ادبی دنیا کا اتفاق نہ ہو سکا ورنہ اس سلسلے میں تھوڑی بھی نرا فاضل عہد ساز شاعر با در مگر لینے کے لئے بہت کافی ہوتی۔ ویسے اس ستم کا زبردست دھوکہ کھانے کا فیشن ادب نوازوں میں تو پایا جاسکتا ہے مگر انصاف ہندو دنیا کے حصہ میں بھی جو ہر فریب آجائے یہ بہت مشکل ہے۔ فاضل بریلوی کی عظیم روحانی شاعری کو دنیلے شعور و ادب تسلیم کرے یا نہ کرے لیکن حق پسند اور شریشت اس دنیا کے افراد ان کی شاعرانہ عظمت اور فقیہ صداقت پر بیہرہ مال اتفاق کرتے رہیں گے اور یہ اس لئے نہیں کہ فاضل بریلوی کے احترام و مسک کی بنیاد پر اس اتفاق کو نذر کیا جا رہا ہے بلکہ ہم ادب کے صالحی اذہان کو دعوت دیتے ہیں کہ فاضل بریلوی کے فقیہ فرائض کا مطالعہ فرمائیں اور پھر یہ فیصلہ کریں کہ اتفاق رکھنے والوں کی صداقت پسندی کہاں تک ہمارے ذہنوں کا سارا رس پھوٹ لینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

آج کا زمانہ تجدد و پسند کی کا زمانہ ہے جدت نوازی کے اثرات سارے اصناف سخن پر چھائے جا رہے ہیں آج جس شاعر کے یہاں جلوہ تجدید نہائی نہیں وہ راندہ بارگاہ سما جاتا ہے فاضل بریلوی کے جیسے شعری حماس کا سلسلہ کہاں تک بھیلایا ہوا ہے چند صفحات کی قید میں اس کا بھرپور پراسر کرنا ممکن نہیں اس لئے ہم یہاں پر خصوصیت کے ساتھ اسی پہلو کو زیادہ اجاگر کرنے کی کوشش کریں گے جس کی روشنی میں صاف طور سے یہ بھی واضح ہو سکے کہ

فاضل بریلوی کی تقریباً شتر اسی سال پرانی فقیہ شاعری کن ٹھوس اثبات کے ساتھ جدت طرازی کی نشاندہی کرتی چلی جاتی ہے۔ یہ اطلاع عام طور سے مہیا ہوتی رہتی ہے کہ حمد و نعت کے سلسلے میں جدید شاعروں کے لئے ایسی کوئی اچھوتی راہ نہیں نکل پاتی ہے جس طرح کہ عام طور سے غزل و نظم کے لئے نئے نئے راستے بنتے جاتے ہیں گویا فن نعت کو محدود دائرہ نگر ہے تعبیر کرتے ہوئے انکشاف یہ کرنا مقصود رہتا ہے کہ غزل کی نسبت نعت گوئی کی راہ ساری کے لئے بہت کم امکانات کا پتہ چلتا ہے حالانکہ یہ سب کم ظرفی کی علامتیں ہیں اور وسیع النظری سے محروم سدھی، حافظا، جامی، غری اور قدسی وغیرہ نے وسعت نعت کے سلسلے میں زبانی کیسے کیے عظیم اثبات علی کا مشاہدہ کر کے دوسرے اصناف سخن پر پانی پھیر کر رکھ دیا مگر اردو کے جدید شاعر ہیں کہ انھیں نعت گوئی کے لئے کوئی نیا راستہ ہی نہیں مل پاتا۔ ہم اپنے دعویٰ میں اسی لئے تقویت محسوس کرتے جا رہے ہیں کہ فاضل بریلوی کی فقیہ شاعری میں قدامت و تجدید کا جو تہ دار اور بنی خیر استخراج ملتا ہے کیا وہ کس بھاری بھر کم جدید شاعر کی رہنمائی کونے کے لئے کافی نہیں۔ فقیہ شاعری کے موضوعات و بیانات اور تقدسات و تصورات چونکہ غزلیہ شاعری کے رنگ و آہنگ سے کافی مختلف ہو کرتے ہیں۔ اس لئے ذاتی مفاہیم و مطالب سے مقابلہ کرنے کا تو کوئی سوال ہی نہیں اٹھتا البتہ جہاں تک نئے نئے دالے و توانی تشلیات و استعارات اور اشارے و کنائے کا مسئلہ ہے۔ فاضل بریلوی کی شاعری ان سب کیفیات کی روشنی میں آسمان کو چھوتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ ایسے قیمتی تاثرات کے بعد مان لینا پرتا ہے کہ سر پرستان ادب برصورت علیہ الرحمۃ کی شاعری کو خواہ قدامت پسندی کے ترانہ پر رکھ کر تو لیں یا تجدد نوازی کی کسوٹی پر رکھ کر پکھیں دونوں میدان کی یکساں شہسوار نظر آئے گی۔ اور یہ دعویٰ بھی کرتی ہوئی نظر آئے گی کہ دائرہ ذہن تغزل کو تو محدود تصور کیا جاتا ہے مگر وسعت نعت کے متعلق ایسا سوچا جاسکتا نہیں جاسکتا۔ اتنی طویل تمہید کے بعد اب اہم پرست جدیدیئے فاضل بریلوی کے کچھ اشارات و تاثرات ملاحظہ فرمائیں اور اپنی بد طبعی نفل اور تیم غزلوں جن کی بنیاد پر عہد سازی کی منہ ملی ہے سامنے رکھ کر موازنہ کریں کہ حقیقت کی روح کس کے شعروں میں حلول کرتی ہوئی نظر آ رہی ہے۔

واہ کیا جو دو کرم ہے شہ بطمی تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
دل بے شخوت سے پتا سا اڑا جاتا ہے
پلہ کا سہیں بھاری ہے سہارا تیرا
ہے خاک سے تعبیر مزار شہ کوئین
معمور اسی خاک سے قبل ہے ہمارا
بے نشانوں کا نشان مٹا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا
گزرے جان سے اک شور یا جیب کے ساتھ
قعاں کو نالہ حلق بریدہ ہونا تھا

رے کریم گزہر ہے مگر آخر.....
 کوئی تو شہد شفاعت چشیدہ ہونا تھا
 جلتی تھی زمیں کیسی، تھی دھوپ کڑی کیسی
 لودہ قد بے سایہ اب سایہ کناں آیا
 حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
 سرگتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب
 آل احمد خذ بیدی یا سید حمزہ کن مددی
 وقت خزان عمر وفا ہو برگ ہدی سے عاری شاخ
 مجرم کو بارگاہ عدالت میں لائے ہیں
 نکلتا ہے بکیسی میں تری راہ لے خبر
 اگرچہ چھالے ستاروں سے پڑ گئے لاکھوں
 مگر تھاری قلب میں تھکے نہ پائے نلک
 دشمنوں کی آنکھ میں بھی پھول تم
 دوستوں کی بھی نظر میں خار ہم
 ایک ٹھوکریں اُحد کا زلزلہ جاتا رہا
 رکھتی ہیں کشتہ وقار اللہ اکبر اڑیاں
 پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کے کھلے کیوں
 دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں
 مالک کو نہیں ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
 دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں
 وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
 یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
 خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلاف کعبہ
 قصر محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو
 ہم بھی چلتے ہیں ذرا قافلے والے ٹھہرو
 گھٹریاں تو شہ امید کی کس جانے دو

اے رخصتا آہ کر یوں سہل کٹیں جرم کے سال
 دو گھڑی کی بھی عبادت تو برس جانے دو
 جن کے تلوں کا دھوون ہے اب حیات
 ہے وہ جان سیجا ہمارا نبی
 ان کی حرم کے خار کشیدہ ہیں کس لئے
 آنکھوں میں آئیں سر پہ رہیں دل میں گھر کریں
 عرض کردن حضور سے دل کی تو میرے خبر ہے
 پتی سر کو آرزو دشت حرم سے آئی کیوں
 تو بہ خورشید رسالت پیاس چھپ گئے تیری رفا میں تارے
 انبیا اور ہیں سب در پار سے تھ سے ہی نوریا کرتے ہیں

ان چند اشارہ کی دست نظری اور حیرت انگیز نگری حلیے کو ملاحظہ فرمائیے
 اور اندازہ لگائیے کہ تجدیدی نقطہ نظر سے حمد و ثناء اور منقبت وغیرہ پر طبع آزمائی
 کرتے ہوئے کیسے کیسے حکیمانہ اور منفرد گوشوں کو تلاش کرنے کا جدوجہد کیا گیا ہے ان
 مذکورہ اشارے بعض مفہیم و معانی کی تہ داری تک آج کا کون شاعر ہے جو اترنے کی
 جارت کر سکتا ہے۔ ایک پہلو سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ان شعروں کا کوئی بھی ردیف
 ایسی نہیں ہے جو شاعری کے دونوں رجحانات کا پتہ نہ دے رہی ہو۔ یہ بات ہم نے
 اس لئے کہی کہ تجدید پسندوں کو اپنے اپنے ردیف و تانیہ پر خصوصیت کے ساتھ برا
 ناز رہتا ہے اسی بنیاد پر ان کی جدید شاعری نقص بھی کرتی رہی ہے مگر نا غلہ بریلوی
 اس قسم کی جدت کا اظہار نہ جانے کتنے عرصہ پہلے ہی کر چکے تھے جبکہ اس نئی پیداوار
 کا وجود تک نہیں تھا (سوائے غالب کے) مگر حیرت کا مقام ہے کہ صرف جدید اخترانی
 نظموں کے پیش نظر جس کا شمار بھی اصناف سخن میں نہیں ہوتا اس پر زور قلم خانے کرنے
 والے ناقدین وقت کے نزدیک عہد ساز شاعر باوجود کر لے گئے مگر امام احمد رضا ناقل
 بریلوی رخصتا بریلوی کا اتنی عظیم، بلند اور پر بلال شاعری جو اردو نعتیہ شاعری پر احسان
 کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے ناقدین ادب نے فراوانی کر کے رکھ دیا۔

قاتل تو کوئی اتنا معصوم نہیں ہوتا
 کیا آپ ہی قاتل ہیں معلوم نہیں ہوتا

*

امام شمع و سخن

مولانا وارث جمال صاحب بستوی

مولانا وارث جمال بستوی سرٹھ اور براؤں میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مبارکپور پہنچے اور وہیں سے فراغت حاصل کی۔ فی الحال ممبئی میں بزنس کر رہے ہیں، پھر بھی دینی امور کی انجام دہی کے جذبات سے مغلوب رہتے ہیں، اب تک آپ کی متعدد کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، انداز تحریر صاف ستھرا، تحقیقی و معلومات ہے جس کی دلیل زیر نظر مقالہ ہے۔
(ایڈیٹر)

ملک سخن کی شاہی تم کو رخصت مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

نعت گوئی کی تاریخ بہت پرانی ہے اس کا تعلق براہ راست عہد ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی سے ہے درباری شعرا کی حیثیت سے حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ اور کعب بن زہیر نمایاں طہر پر شہرت کے بلند ترین مقام پر نظر آتے ہیں۔ احادیث و سیر کی کتابوں میں جن کا تذکرہ شرح دہب کے ساتھ موجود ہے۔

یہ سلسلہ حقیقت ہے کہ شاعری کے جملہ اصناف میں نعت گوئی بہت ہی مشکل فن ہے اس کے لئے جذبہ اخلاص و محبت اور گہری عقیدت کے ساتھ ساتھ امتدال و توازن اور حدود شناسی کی بھی شدید ضرورت ہے اس کے لئے عرفی شیرازی فرماتے ہیں

عرفی مشتائب این رہ نعت است نہ صحر است

آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را

نعت رسول کی پہلی شرط قلب کا عشق رسول سے معور ہونا ہے۔ وہ گئی فصاحت و بلاغت حلاوت و ملاحات، لطافت و نزاکت اور شاعری کے جملہ اصول کی بالکل رعایت تو یہ بعد کی چیز ہے۔ حالانکہ شاعر کو جب تک محبوب کائنات حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گہرا شغف اور دلبہاد شیفنگی نہ ہوگی بات نہ بنے گی۔

اس نظر سے امام احمد رضا کا دیوان حدائق بخشش پڑھتے جلیے بستر سے عشق و عقیدت کا پھوٹا ہوا آبشار نظر آئے گا کہ

کردن تیرے نام پہ جاں فدائے بس ایک جاں دو جہاں خدا

دو جہاں سے بھی نہیں جی بھر کر دوں کیا کر دوں جہاں نہیں

جان ہے عشق مسطفیٰ روز فرزند کرے خدا

جس کو ہو درد کا مزہ ناز ددا اٹھائے کیوں

الدُّخُحُ فِذَاكَ فَنَزِدُكَ قَاوِرَ شَعْلَةٍ وَكَرْبَرِ زَنْ عَشَقَا

موراقن من دهن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

دل میں جو چوٹ تھی دہی اے غضب ابھر گئی

پوچھو تو آہ سرد سے ٹھنڈی ہوا چلائی کیوں

تو نے تو کر دیا طبیب آتش سینہ کا علاج

آج کے درد آہ میں بوئے کباب آئی کیوں

حسرت میں خاک بوسہ طیبہ کی لے رضا

ٹپکا جو چمچم ہر سے وہ خون ناب ہوں

امام احمد رضا نے ہزلیات و لغویات نیز ذوق سخن سازی اور شوق خیا آرائی

سے بہت دور مٹ کر فن سخن کے تقریباً جملہ اصناف پر طبع آزمائی فرمائی اور حتیٰ یہ

ہے کہ ہر صنف میں شعر گوئی کا حق ادا کر دیا ہے آپ کا ایک مشہور مقطع ہے کہ

ملک سخن کی شاہی تم کو رخصت مسلم

جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

یہ کوئی تعل نہیں بلکہ حقیقت اور تحدیث نعت ہے۔ غزل، قصیدہ، مثنوی،

مستزاد، قطعات، رباعیات، استعارات، تشبیہات، اقتباسات جن تخیل

ندرت تخیل، جدت تمثیل، صنعت تلیح، صنعت تلیح، صنعت طباق و تضاد، صنعت

اتصال و تہجی، صنعت تہجی، تہجی مائل، تہجی مستوفی، تجاہل مارفانہ، مراعات

التنظیر وغیرہ وغیرہ کا وہ کون سا قابل ذکر میدان ہے جہیں شعر و ادب کے امام نے

یہ طبع رواد کا جو ہر نہیں دکھایا، رہ گئی فصاحت بلاغت حلاوت و ملاحات لطافت و نزاکت تو یہ بقول عابد نظامی پاکستانی یہ ان کے ہاں کی لڑکیاں ہیں (۱)

یہ ایمائے محض نہیں بلکہ اس کے شواہد و نظائر میں (جو کہ آ رہے ہیں) اور کہیں کہیں تو جلوؤں کے خمار کے مدہوش کن عالم میں جہاں پہونچکر شعور کو بھی نیند آجاتی ہے۔ وہاں پر امام احمد رضا کے پاس شرع احتیاطی الدین اور شریعت مطہرہ کی حرمت کا احترام دیکھ کر اغیار و مخالفین اور عشق رسالت میں غلو کا الزام دینے والوں تک کا آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتے ہیں۔

جب رسول کے بادہ پر کیف میں سرشار رہنے والا عاشق گنبد خضرا کی ٹھنڈی پھلاؤں میں پہونچکر جذبات کا تلامذہ اور اس کی حشر آفرینیوں کے باوجود شریعت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔ گنبد خضرا پر نظر پڑی دل کی چوٹ ابھر آئی۔ آنکھوں نے گوہر آبدار برسیا اور جذبات کی حشر خیزی لے شعر کا لباس پہن لیا۔

پیش نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بے قرار
روکے سر کو روکے ہاں یہی امتحان ہے

لے شوق دل یہ سجدہ گر ان کو روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو

عشاق روضہ سجدے میں سوئے حرم جھکے
اللہ جانتا ہے کہ نیت کدھر کی ہے

حضرت حسان جس کو چہ خباں سے سرفراز تھے اس کی طلب تو ہر عاشق صادق کے لئے سرمایہ حیات اور حاصل زندگی ہے کیوں کہ اس کے بغیر عاشقان جاں سوختہ کی بھور حیات سے سرور کا وہ موج نہیں اٹھ سکے گی جو ماضی حال اور مستقبل کی سہ حدود کو مٹاتی ہوئی ابدیت کی ان گہرائیوں سے جا ملتی ہے جہاں سے ستاروں کو روشنی، دریاؤں کو روانی، پھولوں کو بہک اور آبشاروں کو ترنم عطا ہوتا ہے۔

رونی بزم جہاں میں عاشقان سوختہ... کہہ رہے شمع کی گویا زبان سوختہ ہر عالم تاب جھکتا ہے پئے تسلیم روز... بیش ذرات مزار بے دلاں سوختہ کوچہ گیسوے جاناں سے چلے ٹھنڈی نسیم... بال و پیر نشان ہوں یارب بلبلاں سوختہ لے رضا معنوں سوز دل کی زنجیر کیا... اس زمین سوختہ کو آسمان سوختہ

شریعت کے حدود میں رہ کر شعر کہہ لینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں اس فن میں امام احمد رضا اپنے عہد کے میر کا رداں ہیں بغیر منقسم ہندوستان میں فن نعت گوئی کی امت کا ذریعہ تاج آپ ہی کے سر زیبا رکھا گیا۔ انہار نعت کے طور پر خود ہی ارشاد فرماتے ہیں۔

یہ کہتی ہے بلبل باغ جاناں کا رضا کی طرح کوئی سحر بیاں...

نہیں ہند میں داصف لے شاہ ہدی بھے شوخی طبع رضا کی قسم

نعتیہ شاعری کا یہ کمال اگر شاعر کے فن سے زیادہ اس کے کمال عشق کا سکروں پر بیٹھ جائے۔ فن شاعری میں امام احمد رضا کسی کے شاگرد نہیں تھے بلکہ عاشق صادق تھے فیضان عشق رسالت نے انہیں وہ سب کچھ دے دیا کہ جس سے چلنے کی

راہ بنی میں کیا کی فرشتے بیا من دیدہ کی
چادر ظل ہے ملگبی زیر قدم کھچائے کیوں

الہی منتظر ہوں وہ خیرام ناز فرمایا
بھکار کھلے فرشتے آنکھوں نے خواب بشار کا

ان کی حیرم کے خار کشیدہ ہیں کس لئے
آنکھوں میں آئیں، سر پہ رہیں دل میں گھر کریں

اب ہم ذیل میں شعر و سخن کے چند مشہور اصناف اور ان کے تحت امام احمد رضا کا کلام پیش کرتے ہیں۔

اس نظم کو کہتے ہیں جسمیں حسن و عشق اخلاق و تصوف وغیرہ مختلف مضامین ہوں اور ہر شعر الگ مضمون کا ہو۔ جیسے امام احمد رضا کی

غزل

نعتیہ غزل

یاد میں جس کی نہیں ہوش تن و جاں ہم کو
پھر دکھا دے وہ رخ لے ہر فردزاں ہم کو
جس تبسم نے گستاخ پہ گرائی عجبلی
پھر دکھا دے وہ ادائے گل خنداں ہم کو

تنگ آئے ہیں دو عالم تیری بے تاباں سے
چین لینے دے تپ سینہ سوزاں ہم کو
نیر حشر نے اک آگ لگا رکھی ہے
تیز ہے دھوپ طے سایہ داماں ہم کو

چاک داماں میں نہ تھک جایو لے وحشت دل
پر رزے کرنا ہے ابھی حبیب دگر بیاں ہم کو
پردہ اس چہرہ افر سے اٹھا کر اک بار
اپنا آئینہ بنالے بہ تاباں ہم کو

اے رضا وصف رخ پاک سنانے کے لئے
نذر دیتے ہیں چین مرغ غزل خواں ہم کو

حدائق بخشش حصہ اول ص ۵۶

۱۔ مقالات یوم رضا ص ۱۱۳

۲۔ تاریخ و تنقید حدائق حامد حسن قادری

قصیدہ ۱۵
اس نظم کو کہتے ہیں جو کسی کی تعریف و تحسین میں لکھی گئی ہو اور اس کی شکل غزل سے ملتی جلتی ہو اور ہر شعر مطلع

سے ہم قافیہ ہو ملے

مثلاً ۱۶ اشعار پر مشتمل قصیدہ کے یہ چند اشعار ملاحظہ ہو

میں طیبہ میں ہوئی بٹیا ہے باڑہ نور کا :- صدقہ لینے نور کا آیلے تارا نور کا
بارغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا :- مست بوہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کمرہ نور کا
تیرے ہی ماتھے رہا ہے جان سپرہ نور کا :- تو ہے عین نور تیرا سب گھرا نا نور کا
میں گدا تو بادشاہ بھرے پیالہ نور کا :- نور دن دو نا تیرا ہے ڈال صدقہ نور کا
تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹھکرا نور کا :- سایہ کا سایہ نہ ہونا اور نہ سایہ نور کا
بھیک لے سڑکار سے لاجلہ کاسہ نور کا :- ماہ لاطیبہ میں بٹیا ہے ہمینہ نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا :- تو ہے عین نور تیرا سب گھرا نا نور کا
مریگیں آنکھیں حرم حق کے وہ مشکین غزل :- ہر فضائے لامکان تک جن کا رہنا نور کا
چاند جھک جاتا جھرا نکلی اٹھتے ہمدیں :- کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلنا نور کا
ایک سینے سے مشابہک وہاں کی پادشہ :- حسن سبطیں ان کے جاموں میں پر نیا نور کا
صاف شکل پاک ہے دونوں کے لئے موعلا :- خط آرام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا
لے کیسہ وہ بنی ابرو آنکھیں دیکھ :- کیسے ان کا ہے چہرہ نور کا

لے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے

ہو گئی منزل منزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

مثنوی ۲ :- وہ نظم ہے جس میں ہر شعر کے دونوں مصرعوں میں قافیہ آئے اور ہر شعر کا قافیہ پہلے شعر کے علاوہ کوئی اور ہو۔

اپنے وقت کے مولانا آدم امام احمد رضا بارگاہ صمدیت میں عرض کناں ہیں :-
(۱۹۳۱ اشعار میں سے صرف چند)

لے خدا لے ہر ماں مولا لے من :- لے افس خلوت شہبائے من
لے کریم کار ساز بے نیاز :- دائم الاحسان شہ بندہ نواز
لے بیاد نالہ مرغِ نحر :- لے کہ ذکر ت مریم زخم جگر
ماحظا آریم و تو بخشش کنی :- نعرہ الی غفور زنی ...

لے خدا ہر جناب مصطفیٰ :- چار یار پاک دال با صفا
ہر حبیب چاک عشق نامراد :- بہر خون پاک مردان جبار
پر کن از مقصد نبی دامن ما :- از تو پذیرفتن زما کردن دعا

ترجمہ :- لے میرے خدا تو میرا مہربان، والی ہے۔ میری راتوں کی تنہائی کا مونس ہے
مناں بے نیاز کے باوجود تو وہ کار ساز کریم ہے جو ہمیشہ احسان فرماتا ہے اور تو وہ
شہنشاہ ہے جو اپنے بندوں کو نوازا ہے۔

رخ سحر کا آہیں تیری یاد میں ہیں اور تیرا ذکر زخمی دل کے لئے مرہم ہے ہم غلطیاں

کرتے زنجشس فرماتا ہے۔ تیرا ارشاد ہے کہ میں بخشنے والا مہربان ہوں۔
لے رب کریم مصطفیٰ پیارے کے لئے، ان کے پاک صحابہ کے لئے، آل با صفا
کے لئے صدقہ اس پاک دامن کا جو عشق نامراد سے تار تار ہوا اور اس مقدس خون
کا واسطہ جو مردوں نے میدان جہاد میں بہایا۔ ہماری خالی جھولیاں مقصد سے بھر
دے، میرا کام دعا کرنا ہے۔ تیرا کام قبول فرمنا۔

اس نظم کو کہتے ہیں جس میں صرف چار مصرعے ہوں۔ پہلا، دوسرا
رابعی اور چوتھا مصرعہ ہم قافیہ ہو دوسرا شعر خصوصاً چوتھا مصرعہ نہایت
لذت و عجیب ہوتا کہ سننے والا متحیر ہو جائے۔

(تاریخ و تنقید حامد حسن قادری ص ۱۱۵)

حضرت حسن کا کوردی کی ایک نعتیہ رباعی ملاحظہ فرمائیں :-
دنیا میں اور رسول لاکھ سہی :- ہے خاتمہ حسن عناصران پر
زیبا ہے مگر حضور کو تاج شہی :- میں مصرعہ آخر اس رباعی کو ہی
ساتھ ہی امام احمد رضا کی بھی دو رباعیاں درج ذیل ہیں، دونوں کو سونے رکھ کر
تعریف کے خط کشیدہ الفاظ پر غور کریں :-

اللہ کی سرتابہ قدم شان ہیں یہ :- ان سائیں انسان وہ انسان ہیں یہ

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں :- ایمان یہ کہتا ہے میری جان میں یہ

ہے جلوہ گہ نور الہی وہ رو :- تو سین کے مانند ہیں دونوں ابرو

آنکھیں نہیں یہ سبزہ شرکاء کے قریب :- چرتے ہیں فضائے لامکان میں آہو
غزل، رباعی یا اور کسی نظم کے ساتھ ایک ایک موزوں فقرہ
ملحق کر دیں تو اسے مستزاد کہتے ہیں۔

امام احمد رضا خاتم النبیین کے حضور مدح سرا ہیں :-

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہر تن کریم بنایا :- ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستان بنایا
..... تجھے حمد ہے خدا یا

وہ کواری پاک مریم وہ نفخت فیہ کلام :- ہے عجب نشان غلم مگر آمنہ کا جایا
..... وہی سب سے افضل آیا

ارسلے خدا کے بند کوئی میر دل کو ڈھکھو :- میرے پاس تھا ابھی تو ابھی کیا ہوا خدایا
..... نہ کوئی گیا نہ آیا

ہمیں لے رضا تیرے دل کا پتہ چلا مشکل :- دیرِ رومہ کے مقابل وہ ہمیں نظر تو آیا
..... یہ نہ پرچھو کیسا یا یا ؟

۱۔ تاریخ ادب اردو ص ۲۳

۲۔ نسیم البلاغت ص ۱۱۲ جلال الدین جعفری

۳۔ حدائق بخشش حصہ دوم ص ۲۱۴ ۲۱۵ و نسیم البلاغت ص ۱۱۲

کبھی خندہ زیر لب ہے کبھی گرہ ساری شب، کبھی غم کبھی طرح نہ سبب سمجھ میں آیا۔
... نہ اسی نے کچھ بتایا
کبھی خاک پر پڑا ہے سر چرخ زیر پا ہے۔ کبھی پیش در کھڑا ہے سر بندگی جھکا یا
... تو قدم میں عرش پایا
کبھی وہ تپک کہ آتش کبھی وہ ٹپک کی بارش۔ کبھی وہ ہجوم نالش کوئی جلنے پر چھایا
.... بڑی جوششو سے آیا
کبھی وہ چپک کہ بلب کبھی وہ مہک کہ خوشگل۔ کبھی زیر لب نفاں ہے کبھی چپ کہ دم نہ تھلا
... رخ کام جاں دکھایا

یہ تصورات باطل تیرے آگے کیا ہے مشکل

تیری قدتیں ہے کامل انہیں راست کر خدایا

... میں انہیں شیخ لایا

صنعت اتصال تربعی

ایسے چار مصرعوں کا مجموعہ جس کے
آخر میں وہی کلمہ دکھا جائے جو مصرع
کا ابتدائی کلمہ ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے یہ اشعار جو سیدنا غوث
الاعظم جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درج میں فرمایا "صنعت اتصال تربعی"
کا نمونہ ہیں۔

جات بالا تر زد ہم جا ہاں۔ جا لہا خود ہست ہر پالہا
پالہا چہ بود کہ سرا زیا پات۔ پات ہم کے چوں فردا آئی زجات
بہت سے قابل ذکر شعرا کے دوا دین نظروں سے گذرے مگر اس عجیب
ترین صنعت سے ان کے دیوان خالی ہی ملے۔

عظمت خداداد کو عقیدتوں کا خراج پیش کیجئے کہ ایسی ایسی مشکل ترین
صنعت پر رب ہوا قلم کو ذرا بھی جھجھک نہیں، سمند تخیل شریا کو شرار رہا ہے اہنت
کے غلیم تر امام۔ چودھویں صدی کے مجدد اعظم نے طبع رواں کیسے کیسے جوہر
دکھائے ہیں عقل حیران ہے کہ کتنے علوم فنون کی امانت کا ذریعہ تاج ان کے سر پر رکھا
گیا تھا بالکل بجا فرمایا ہے آپ نے کہ

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم

جس سمت آگے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

مگر اپنے مذکوروں اور تاریخوں میں ٹھیکہ دارانِ ادب کا تذکرہ رضا سے یہ غمازی
بے اعتنائی اور تغافل، قصداً ایک بڑے ایسے کی طرف اشارہ کرتا ہے جو
اجلادارانِ ادب کے کار و بار نہ، منافقانہ، مصلحت کو شانہ اور غیر مورخانہ
ذہنیت کی غمازی کر رہا ہے انہوں نے ادب برائے ادب کو ادب برائے تجارت
کی شکل دیکر ایسے علمی خیانت کا ارتکاب کیلئے جو ناقابل معافی اور شعروادب
کے روشن ادبناک پیشانی پر ایک بدنام داغ ہے۔

انہیں چاہئے تو یہ تھا کہ نعت گو شعرا کے ایسے جلیل القدر امام کے تذکرے کو
اقیازی حیثیت دیتے مگر بالعجب! اقیازی حیثیت تو الگ رہی۔ یہاں تو سرے
سے کوئی حیثیت ہی دینے کے لئے تیار نہیں۔ غالباً اس مذہبم جذبے کا محرک
کوئی ذاتی مصلحت ہے یا پھر تاریخ ادب اردو سے عدم واقفیت! بر تقدیر ادل سے
اردو تاریخ کی تذکرہ نگاری کے بجائے ادب کی بروہ فرشتا کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ ورنہ
کوئی وجہ نہیں کہ دقت کے ایک عظیم ترین نعت گو شاعر کے ذکر سے ادب کے سارے
تذکرے بکسر خالی ہوں، حالانکہ شعروادب کے اس راجلِ عظیم کو اپنی شاعری کا کوئی
پندار ہی نہیں اور نہ ہی نام و نمود کی کوئی خواہش! ۷

شائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا

نہ شاعری کی ہوس نہ پردا۔ ردی تھی کیا کیسے قافلے تھے

تاجرانِ ادب نے ادبی خدمات کی آرٹ میں شعروادب کی حرموں کا جو خون کیلئے اس کے
لئے انہیں دقت کے متدین اور منصف مزاج مورخ کے حضور جواب دہ ہونا پڑے گا

قریب ہے یار دروز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر

جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

اب بھی دقت ہے دعویٰ دارانِ ادب کے لئے کہ وہ اپنے اس جرم کا کفارہ ادا کر لیں
ورنہ مستقبل قریب کا منصف مزاج مورخ انہیں عاف نہیں کرے گا

نم اپنے تغافل کا گلہ کیوں نہیں کرتے

کیوں دیتے ہوا الزام میسر دیدہ نم کو

کلام میں ایسے دو لفظ لانا جن کے معنی ایک

دوسرے کے ضد ہوں، خواہ وہ دونوں اسم

ہوں، یا دونوں فعل ہوں یا دونوں حرف ہوں

جیسا کہ امام احمد رضا کے درج ذیل اشعار میں صنعت طباق و تضاد ہے ۸

(۱) دل عبت خوف سے پتلا اڑا جاتا ہے

پلہ ہلکا ہوا بھاری کلمے بھروسہ تیرا

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں

بہی بھول فار سے دور ہے ہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

پہلے شعر میں ہلکا اور بھاری اور دوسرے شعر میں کمال و نقص ایک دوسرے کے

ضد ہیں ۷

نامہ سے رضا کے اب مٹ جاؤ برے کام

دیکھو میرے پلہ پہ وہ اچھے میاں آیا

۸ حقائق بخشش حصہ دوم ص ۱۱۱ مکتبہ بریل شریف

۷ مختصر المعانی ص ۱۱۱

مومن ہے جو ان کا عزت پر مرے دل سے

تعظیم بھی کرتا ہے بخدی تو مرے دل سے

اس شعر میں بھی تینیں مستوی ہے پہلے شعر میں مرے فعل ہے اور دوسرے شعر میں مرے اسم ہے جو دل کی صفت ہے یعنی منکرین عظمت رسالت اگر بالفرض چند در چند مادی معارج کی با پر آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم بھی کریں گے تو بالکل مردہ دل سے۔ یَفْعَلُونَ رِیَاۃَ النَّاسِ۔

اسی نظم لکھنا جس کے ہر شعر کا ایک حصہ ایک زبان میں ہو۔
صنعت تلمیع اور بعض حصہ دوسری زبان میں ہو۔

جیسے امام احمد رضا کے یہ نعتیہ اشعار جو بارگاہ رسالت میں پیش کئے ہیں۔
لَمْرِیَاتِ نَظْمِیۃٍ فِی تَطْرِیۃٍ شَدِیدِیۃٍ جَانَا
جَنگِ رَاجِ کَوَاجِ تَوَرَّعِ سَرِوِہِ تَکْوَشِہِ دَوْرِ جَانَا

یَا شَمْسُ نَظْمِیۃٍ اِلٰی لَیْلِیۃٍ چوں بطیبہ رسی عرض بکنی
تو ری جوت کی بھلجیل جگ میں رچی میرے شب نے ندن ہونا جانا
لَکَ بَلَدًا فِی اَنۡوَجِہِ الْاَجْمَلِ خَطِّ اَلَمِ زَلْفِ اِبْرَاجِلِ

تو رے چندن چند پر دکنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا
اَلْقَلْبُ شَغُوۡلُۃٌ اَلْهَمُّ شُجُوۡنُۃٌ دَلِ زَارِچِنَاں جَاں زِیَرِچِنُوۡنِ
پتہ اپنی بیت میں کاسے کہوں میرا کون ہے جرے سوا جانا

ہیں خامہ خام لڑے رضا نہ طرز میری نہ یہ رنگ میرا
ارشاد احبابنا طلق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

وہ قصیدہ ہے جو مطلع یا حسن مطلع کے بعد کم از کم اٹھائیس
اشعار پر اس طرح مشتمل ہو کہ ہر پہلے مصرعے کے آخر میں
قصيدہ مرصعہ حروف تہجی کا بالترتیب ایک حرف آتا جائے۔

ہیں نہیں معلوم کہ اس زمین پر بھی کسی شاعر نے طبع آزمائی کی مگر بحمدہ تعالیٰ اقلیم
سخن کے تاجدار سیدنا مولانا امام احمد رضا نے شعروندہ کی اس زمین پر بھی طبع آزمائی
کرائی ہے جس کا روشن ثبوت قصیدہ درود شریف ہے ہم ناظرین کی ضیانت
طبع کے لئے ذیل میں یہ قصیدہ اختصار کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔

مطلع: کعبہ کے بدرا الدجی تم پہ کر دروں درود

طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کر دروں درود

حسن مطلع: شافع روز جزا تم پہ کر دروں درود۔ دافع جملہ بلا تم پہ کر دروں درود
الف) اور کوئی غیب کیا تم سے ہاں ہو بھلا۔ جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کر دروں درود
اب) ذات ہوئی انتخاب وصف لئے لا جو آ۔ نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کر دروں درود
ت) تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات۔ اصل سے ہے ظل بندھا تم پہ کر دروں درود

سنیم البلاغت ص ۱۰ جلال الدین جعفری

اس شعر میں برے اور اچھے ایک دوسرے کے ضد ہیں۔

بڑھ چلی تیری ضیا اندھیر عالم سے گھٹا: کھل گیا گیسو تیرا رحمت کا بادل گھر گیا

اس شعر میں بڑھ چلی اور گھٹا یہ دونوں شعر ایک دوسرے کے ضد ہیں نیز ضیا اور
اندھیر ایک دوسرے کے ضد ہیں۔

صنعت تجنیس کلام میں ایسے دو لفظ لانا جو بولنے یا لکھنے میں مشابہ ہوں
اور معنی میں مخالف اس کی کئی صورتیں ہیں۔

تجنیس ماثل کلام میں ایسے دو لفظ لانا جو لفظ میں مشابہ ہوں مگر معنی
میں مختلف لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ دونوں اسم ہوں یا

دونوں فعل ہوں یا دونوں حرف۔ مثلاً امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

جو گدا دیکھو لئے جا رہے توڑا نور کا

نور کا سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

اس شعر میں تجنیس ماثل ہے پہلا توڑا ٹھکرانے کے معنی میں ہے اور دوسرا توڑا کی
کے معنی میں اور یہ دونوں لفظ اسم ہیں۔

رسل دکن پہ درود ہو کوئی جانے ان کے شمار کو

مگر ایک ایسا دکھا تو دو جو شفیع روز شمار ہے

اس شعر میں تجنیس ماثل ہے پہلا شمار گنتی کے معنی میں ہے اور دوسرے شمار
سے قیامت کا دن مراد ہے۔

قرنوں بدل رسولوں کی ہوتی رہی۔ چاند بدلی کا نکلا ہمارا بنی

اس شعر میں بھی تجنیس ماثل ہے۔ پہلا لفظ بدلی (ایک دوسرے کے بعد آنا) کے
معنی میں ہے اور دوسرا بدلی ابر یعنی بادل کے معنی میں آیا ہے۔

اَلْاَبَدِیۃُ چھائی ظلمت زنگ بدلا۔ جبرنت ماہ طلعت لے لے بدلہ نور کا
ہاں بھی تجنیس ماثل پایا جاتا ہے۔ پہلا بدلا تغیر و تبدل کے معنی میں استعمال ہوا ہے
اور دوسرے بدلے سے مراد انتقام ہے

تجنیس مستوفی کلام میں ایسے دو لفظ لانا جو لفظ میں یکساں اور
معنی میں مختلف ہوں مگر یہ ضرور کلی ہے کہ ان میں

ایک لفظ اگر اسم ہے تو دوسرا فعل یا حرف ہو اور اگر فعل ہے تو دوسرا اسم یا
حرف ہو اور اگر حرف ہے تو دوسرا اسم یا فعل ہو۔

جیسے امام احمد رضا کا یہ شعر۔

صدقے میں تیرے باغ تو کیا لئے ہیں بن پھول

اس غنچہ دل کو بھی تو ایسا ہو کہ بن پھول

اس شعر میں تجنیس مستوفی ہے پہلا بن جنگل کے معنی میں ہے اور دوسرا بن
ہو جانے کے معنی میں ہے جس کا مصدر آلبے بننا پہلا لفظ 'بن' اسم ہے اور
دوسرا فعل ہے۔

ات) تم ہو حفیظ و منیت کیا ہے وہ دشمن خبیث، تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروں درود
(ج) وہ شب معراج راج وہ صف خشر کا تاج : کوئی بھی ایسا ہوا تم پہ کروں درود
(د) جان جان سحر دا کر دل ہے حیرت : بنفیں چھین دم چلا تم پہ کروں درود
(خ) ان یہ رہ سنگلاخ آہ یہ پاشخ شاخ : بلے میرے مشکل کا تم پہ کروں درود
(و) تم سے کھلا باب خود گسے ہے سب کا وجود : تم سے ہے سب کی بقا تم پہ کروں درود
(ز) خستہ ہوں اور تم معاذ لبسہ ہوں اور تم ملاؤ : آگے جو شہ کی رضا تم پہ کروں درود
(ر) گرچہ میں بے حد تصور تم ہو عفو عفو : بخش دو جرم و خطا تم پہ کروں درود
(ر) بے ہنر دے تیز کس کو ہوئے ہیں عزیز : ایک تمہارے سوا تم پہ کروں درود
(س) آس ہے کوئی نہ پاس ایک تمہاری ہی اس : بس ہی ہو آسرا تم پہ کروں درود
(ش) طارم اعلیٰ کا عرض جس کف پاکہ کفرش : آنکھوں پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروں درود
(ص) کہنے کو ہیں عام و خاص ایک نہیں موطا : بند سے کروں رہا تم پہ کروں درود
(ض) تم ہو شفکے مرض خلق خدا خود عسری : خلق کی حاجت بھی کیا تم پہ کروں درود
(ط) آہ وہ راہ صراط بندوں کی کتنی بساط : المدد سے رہنا تم پہ کروں درود
(ظ) بے ادب و بد لحاظ کرنے کا کچھ حفاظ : عفو پہ بھولا رہا تم پہ کروں درود
(ع) لوتہ دامن کی شمع جھونکوں میں روز جمع : آندھیوں سے حشر اٹھا تم پہ کروں درود
(غ) سینہ ہے کہ داغ داغ کہہ دو گراغ باغ : طیب سے آکر صبا تم پہ کروں درود
(ف) گیسو و قد لام اللہ کر دہ بلا منصرف : لاکے تیغ لا تم پہ کروں درود
(ق) تم نے رنگ فلک جیب جہاں کر کے شق : نور کا ترپ کا کیا تم پہ کروں درود
(ک) نوبت درہن فلک غلام درہن ملک : تم ہو جہاں بادشاہ تم پہ کروں درود
(ل) خلق تمہاری جیل خلق تمہارا جلیل : خلق تمہاری گدا تم پہ کروں درود
(م) طیب کے اہ تمام جملہ رسل کے امام : نوشہ ملک خدا تم پہ کروں درود
(ن) بر سے کرم کی بھرن پھولیں نعم کے چین : ایسی چلا دو ہوا تم پہ کروں درود
(و) اپنے خطا داروں کو اپنے ہی دامن میں لو : کون کرے یہ عطا تم پہ کروں درود
(ہ) کر کے تمہاری گناہ مانگیں تمہاری پناہ : تم ہو دامن میں آتم پہ کروں درود
(ہ) ہم نے خطا میں نہ کی تم نے عطا میں کی : کون کی سرور اتم پہ کروں درود
(س) کام غضب کے لئے اس پہ ہے سرکار : بندوں کو چشم رضا تم پہ کروں درود
کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروں درود

(دھاتی بخشش ص ۳۲ - ۳۱ - ۳۰ - ۱۲۹)

تلمیح

متکلم کا اپنے کلام میں کسی آیت یا حدیث یا کسی مشہور شعر یا کلامت
یا کسی مشہور واقعہ کی طرف اشارہ کرنا۔

رجعت شمس اور معجزہ شق القمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہ
اشارے سے چاند چسیر دیا چھپے ہوئے خود کو پھیر لیا

گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب دتواں تمہارے لئے
شب ہجرت میں پیش آنے والے غار ثور کے اس مشہور واقعہ کی طرف اشارہ کرتے
ہیں ۷ صدیق بلکہ فار میں جاں اس کو دے چکے
اور حفظ جان تو جان فردن غرر کی ہے
جنگ بدر میں کفار و مشرکین پر ایک مشت خاک اٹھا کر پھینک دیا تھا حضور
انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۷
میں تیسرا ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کافروں کا دفعتہ منہ پھیر گیا
بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں ۷

ان پر کتاب اتری بیا نالکلی شئی تفصیل جس میں ما بعد ما غبر کی ہے
پہلے مصرع میں اشارہ ہے آیت کریمہ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ
کی طرف اور دوسرے مصرع میں مَا عِبَدُوا مَا غَيْرُ (جو کچھ گزر گیا اور جو کچھ باقی رہا)
سے مراد یہ حدیث قِيلَ نَبُؤُ مِنْ قَبْلِكَ وَ خَلَوْ مِنْ بَعْدِكَ کہ ہے یعنی قرآن شریف
میں تم سے آگلوں اور پچھلوں سب کے احوال کی خبر ہے ۷

لَيْلَةُ الْقَدْرِ فِي مِيقَاتِهَا
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

حسن تعلیل

کسی وصف کے لئے ایسی علت کا دعویٰ کرنا جو حقیقی نہ ہو لیکن
اس میں کوئی ندرت و عمدگی ضرور ہو۔

امام احمد رضا فرماتے ہیں ۷

(۱) خم ہو گئی پشت فلک اس طعن زمیں سے بس ہم پر مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا
(۲) اگرچہ چھلے ستاروں سے پڑ گئے لاکھوں : مگر تمہاری طلب میں تھکے نہ پائے فلک
مفہوم کی جستجو کیجئے، معنی آخر نبی سے کام لیجئے : تحفیل کی ندرت پر عیش عیش کیجئے
اور سب سے اہم بات یہ کہ کسی گدا کے عشق کی نگاہ سے محبوب کی رگدڑ کے ان ذرات
آنکھوں میں بسا لیجئے جن سے ہکشاں کا جمال شرمندہ پھر جا کے کہیں محبوب دو عالم کی حقیقت
عظمتوں کی ایک ہکی سی جھلک ملے گی ۷

حسرت میں خاک بوسی طیب کی لے رضا
ٹپکا جو چشم ہر سے وہ خون ناب ہوں

اقتباس

کلام میں قرآن یا حدیث کا کوئی ایسا ٹکڑا لایا جائے جس کو بعینہ
کی آیت یا حدیث نہ کہا جائے۔

امام احمد رضا بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں ۷

۱۔ دروس البلاغت مع بدور الفحاح ص ۱۲
۲۔ مختصر الطائی ص ۲۷

جرم بلائے آئے ہیں جاؤ لک ہے گواہ

پھر دھوکہ یہ شان کریوں کے درک ہے
قرآن عظیم میں ہے وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ (الآیۃ) اور
اگر جب وہ اپنی جالوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ
سے معافی چاہیں اور رسول اس کی شفاعت فرمائے تو منور اللہ کو بہت آہستہ کرنے
والا ہر بان پائیں و ترجمہ رضویہ

نعرش امین اتی ذاہب میں مہمانی ہے

ن لطف اُذن یا اُحمد نصیب کن اتی ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اتی ذاہب سیّدین میں اپنے رب کے
پاس جاؤں گا وہ مجھے راہ دکھائے گا۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ شب معراج
اللہ رب العزت نے محبوب سے ارشاد فرمایا۔

اُذن یا اُحمد اُذن یا اُحمد اُذن یا اُحمد اُذن یا اُحمد اُذن یا اُحمد اُذن یا اُحمد
احمد۔ پاس آ۔ اے محمد۔ پاس آئے سارے جاؤں سے بہتر

کھلے کیا راز محبوب و محبستان غفلت پر

شراب قُدر الحق زیب جام من را اتی ہے

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں مَنْ رَأَى نَقْدَرُ
أَلْحَقْ بِنَبِيِّ حَبْلٍ دِيَارِ الْهَيْبِ

مراعات النظر چند چیزوں کا ذکر کرنا جن کا آپس میں مناسبت ہو
تفاد نہ ہو۔

امام احمد رضا کے یہ اشعار مراعات النظر کے نمونہ ہیں

واللہ جو مل جائے میرے گل کا پسینہ

انگے نہ کہیں عطر د پھر چاہے ددہن پھول

عطر۔ ددہن پھول۔ گل ان کا آپس میں مناسبت ہے تفاد نہیں

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں

یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

پھول۔ خار۔ شمع دھواں ان کا آپس میں مناسبت ہے

وہ باغ کچھ ایسا رنگ لایا کہ غنچہ گل کا فرق اٹھایا

گرہ میں کلیوں کے باغ پھولے گلوں کے تکے لگے ہوئے تھو

مصرعہ ادلی میں باغ غنچہ گل کا آپس میں مناسبت ہے اور مصرعہ ثانی میں کلیوں
باغ پھولے اور گلوں کا آپس میں مناسبت ہے کوئی تفاد نہیں۔

یہ ہے کہ پہلے متعدد اشارہ کا ذکر تفصیلاً
یا اجمالاً کیا جائے پھر ان میں ہر برائی کے

لئے ایک مناسب بات بغیر تعین کے لال جائے۔

ماہنامہ المیزان ممبئی

جیسا کہ امام احمد رضا کے درج ذیل اشعار میں لف و نشر مرتب پایا جاتا ہے

(۱) خوار و بچار و خطا دار و گنہگار ہوں میں

رافع و نافع و شافع لقب آقا تیرا

(۲) وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں وہ کرم کی سب سے قریب ہیں

کوئی کہہ دیا پس و امید سے وہ کہیں نہیں وہ کہیں ہیں

یعنی حضور سید الانبیاء نے بزرگی کے مرتبے کو زینت بخشی ہے جہاں دہم گمان
کے پر جلتے ہیں خود فرماتے ہیں يَا أَبَا بَكْرٍ لَمْ يُعْنِ فَنِي حَقِيقَتُهُ عَيْنُ رَقِي
لے ابو بکر میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کسی نے جانا نہیں۔ اور کرم یہ کہ ہم عیسا
شعاردوں میں تشریف لائے ایک پیکر لڑکا آخر ہم خاک زادوں سے نسبت ہی کیا
مگر یہ ان کا کرم ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا

دندان و لب و زلف و رخ شہ کے فدائی

ہیں در عدن۔ لعل میں مشک ختن پھول

یعنی عدن کا موتی دندان مبارک کا شہ ہے اور لب کا لعل لب اعجاز نبوت

پر نچھاورا اور ملک ختن کا مشک زلف عنبریں کا فدائی اور پھول رخ زیبا پر قرآن!

حضور آفتاب رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسن و زیبائی اور جمال و رعنائی کے

ایسے پیکر مجسم تھے جو اپنی مثال آپ تھے

نہیں جس کے رنگ کا دسرا نہ تو ہو کوئی نہ کبھی ہوا!

کہو اس کو گل کہے کیا ہے کہ گلوں کا ڈھیر کبیاں نہیں

کسی شخص کے قد و قامت کی تعریف زیادہ سے زیادہ ان الفاظ میں کی جاسکتی ہے

کہ وہ سر و قد اور شمشاد قامت ہے مگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے قد زیبا کو یہ ہستیا

چھو نہیں سکتے

تیرا قد لا نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے

نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سر و چہاں نہیں

لالہ دگل یا سین نستر بنبل و زگس۔ آفتاب و آفتاب لعل میں۔ در عدن۔

مشک ختن عنبر مارا دنوار جیم بشگفتہ غنچہ اور نجم السحر انسانی حسن و جمال اور اس

کی خوبی و رعنائی کے یہ تمام استعارے ہیں مگر محبوب کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے جمال کے شرح و بیان کے لئے یہ سب استعارے ناقص، ادھورے ناقص اور

۱۔ مختصر المعانی ص ۲۲۹

۲۔ یعنی خود مشکل اپنی طرف سے متعین نہ کرے کہ فلاں معنی فلاں شے کے لئے

مناسب ہے کیونکہ اگر مشکل کی طرف سے تعین ہوگی تو پھر اس صنعت کو لف و نشر مرتب

کے بجائے صنعت تقسیم سے موسوم کریں گے۔

تشبیہ و مماثلت کی سطح سے بہت فروتر ہیں۔

درخت مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ

نہ ہماری بزم خیال میں نہ وہ دکان آئینہ ساز میں

امام احمد رضا نے اس حقیقت صاف کو اچھی طرح سے سمجھ لیا تھا۔ اس لئے اس میدان میں آپ کا کوئی حریف نہیں حتیٰ کہ لسان العرب حضرت امام ابو میری حبیب قیصرہ بردہ شریف بھی سبقت نہ لے سکا۔ امام ابو میری نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا ہے کہ

كَانَ زَهْرٌ فِي ثَوْبٍ وَابْدُرٌ فِي شَرْفٍ
وَالْبَيْحُ فِي كَرَمٍ وَالذَّهْرُ فِي هِمَمٍ

یا رسول اللہ تازگی میں حضور شگفتہ غنچہ میں اور شرف و بزرگی میں چودھویں کی چاند جو دو عطا میں دریا اور مہبت عالی میں دہرا یعنی زمانہ کی طرح وسیع ہیں۔

كَانَمَا الْكُلُومُ الْكُنُوزُ فِي صَدَفٍ
مِنْ مَعْدَنِي مُنْطِقٍ مِنْهُ وَهَبْتِمْ

آپ کے دندان مبارک گویا موتی ہیں جو ایسے صدف میں پوشیدہ ہیں جس کا ایک معدن نطق اور دوسرا جسم ہے۔ مگر جمال مصطفیٰ کے شرح بیان کے لئے امام احمد رضا نے بھی استعارے استعمال کئے۔ تشبیہ کی یہ ندرت اللہ اکبر! جس کا جواب نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

وَدَانٌ وَلَبٌ دَرْفٌ دَرْخٌ شَدَّ فِدَائِي
مِنْ دُرِّ عَدَنٍ لَعَلَّ مِنْ مَشْكَ خَتَنِ عَمِيْلٍ

تشبیہ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ کسی صفت میں شریک قرار دینا حرف کے ذریعے کسی غرض سے مدح حبیب میں امام احمد رضا کے یہ اشعار بطور نمونہ پیش ہیں۔

دَلَّ كَرْدُ مَهْمَنْدَا مِرَادَهُ كَفَّ بِأُحَانِدَا
سِلْفِيَّ بِرُكْهَدِ ذَرَاتِمٍ بِكُرْدُورِ دُرْدِ

کف پامشہ چاند مشبہ بہ ما، حرف تشبیہ وجہ مشبہ چمک دمک۔ عرش سافرش زمین ہے فرش یا عرش بریں کیا زالی طسوز کی نام خدا رفتار ہے

عرش مشبہ فرش زمین مشبہ بہ ما حرف تشبیہ وجہ مشبہ سج دھج

تجاہل عارفانہ کسی نکتہ کے سبب کہ بات سے جان بوجھ کر انجان بننا۔

در نسیم البلاغت ص ۱۲۹

جیسے امام احمد رضا کا یہ نعتیہ شعر۔

ارے او خدا کے بند کوئی میرے دل کو دھونڈھو

میرے پاس تھا ابھی تو ابھی کیا ہوا خدا یا۔ نہ کوئی کیا نہ آیا

استعارہ

کسی لفظ کے حقیقی معنی کو ترک کر کے اسے مجازی معنی میں

استعمال کرنا جبکہ دونوں میں معنی تشبیہ کا تعلق ہو۔

(دروس البلاغت مع بدور الفصاحت ص ۱۵۱)

سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں جگر تازے ہوں جانیں میراب

پچے سورج وہ دل آرا ہے اجالا تیسرا

مصرعہ ثانیہ میں سورج سے مراد ذات رسالت ہے کیونکہ آسمان والا سورج دلوں کو نہیں چمکاتا اور دونوں معانی کے درمیان شبہ تو یہ ہے امام احمد رضا نے سورج کے ساتھ پچے کی صفت لگا کر استعارہ کی ذات کو مستعار منہ کی ذات سے افضل بنوا واضح کیا۔

مقابلہ

ذکر کرنا چند معانی کا جو آپس میں موافق ہوں پھر ہر معنی کے مقابلے میں

اس کے تضاد کا ذکر کرنا۔ جیسے قَلْبِيضَحْكُوا قَلْبِيْلًا وَيَكْبُوا

کثیرا

امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

حسن یوسف پہ کیٹیں مصر میں انگشت زناں: سرکٹے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب اس شعر کے دونوں مصرعوں میں ایک ایک لفظ ایک دوسرے کے مقابلے میں آیا ہے چنانچہ اپنے پورے کمال کے ساتھ جلوہ افروز ہے نیز محبت اپنے تمام تقاضائوں کے ساتھ رحیمہ حیات لئے زمین کی وسعتوں سے لیکر آسمان کی بندوبست محبوب کے نتنئے بکھرے ہوئے جلووں میں نہاں ہوئی نظر آتی ہے مگر ان کا ادراک ایک گدا کے عشق کا شعور ہی کر سکتا ہے جو کس قدر بیدار ہے ملاحظہ ہو۔

حسن یوسف پہ کیٹیں مصر میں انگشت زناں: سرکٹے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب (۱) وہاں حسن یہاں نام (۲) وہاں کٹنا جو عدم قصد پر دلالت کرتا ہے اور یہاں کٹنا کہ قصد دارادہ بتا رہے۔ (۳) وہاں مصر کہ اس کی تمدن معاشرت، علم، ہدیب شائستگی، شرافت، ممانت کا غلطہ اور یہاں عرب کہ زماں جاہلیت میں اس کی چالاکت و سرکشی، جنابت و کج روی ترمود خود سری کا شہرہ۔ (۴) وہاں انگلی یہاں (۵) وہاں سبک خوام نازک اندام صبح بہار کی طرح نکھری ہوئی ترقازہ حسیناں اور یہاں جنگجو قبائل کے مردان شیرانگن کہاں زماں مصر اور کہاں مردان عرب! (۶) وہاں انگلیاں کیٹیں جو ایک بار وقوع پذیر ہونا بتاتا ہے اور یہاں کٹتے ہیں جو استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ اور جدت تخیل کی یہ نظیر شعرا کے دواہن جس کی مثال سے خالی ہیں۔ سیدنا حسن مجتبیٰ و حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان عرض کرتے ہیں۔

ایک سینہ سے مشابہ اک وہاں سے پاشنگ

حسن سبطین ان کے جاموں میں ہے پینا نور کا

۱۲۹ دروس البلاغت مع البدور الفصاحت ص ۱۲۹

آرزوں کی جنت کو محبوبہ دلنواز کے نام الاٹمنت ALATAMENT کرنے والوں کی کوئی کمی نہیں اور خوابوں کے تاج محل کے ساتھ آج بھی لاکھوں شاہجہاں کی دھڑکیں دالت ہیں۔

مگر انہیں لاکھوں انسانی زندگیوں کے درمیان تنہا، منفرد، بے مثل اور عام سطح سے بالاتر ایک ایسی ذات بھی گذری ہے جس کی تنہا ہی زالی ہے۔ آرزوں کی بارات اس نے بھی سجا دی ہے۔ انگنوں کے ہجوم میں رات گزار کر تنداؤں کے ساتھ سویرا بھی کیلے ہیں انہوں نے اس کے یہاں بھی انگریزائیاں لی ہیں! مگر اس کی تنہا تو دیکھئے عجیب ترین آرزو! بھیگی ہوئی پلکوں کی چلن سے جھلکنے والے بے تابی شوق کا انداز نگاہ کے لئے تیار ہو جائیے تشریف آرزو کی یہ سچی نام! ۷

بے بسی ہو جو بچھے نامہ اعمال کے وقت :- دوستو کیا کہوں اس وقت تنہا کیلے کاش فریاد میری سننے کے یہ فرمائیں حضور :- ہاں کوئی دیکھو یہ کیا شور ہے غوغا کیا ہے کون آنت زد ہے کس پر بلا ٹوٹی ہے :- کس مصیبت میں گرفتار ہے ہمد کیلے کس سے کہتا ہے کہ لیلہ میری لے لے خبر :- کیوں ہے بے تاب یہ بے چینی کا ردنا کیلے یوں ملائک کریں معروض کہ اک مجرم ہے :- اس سے پرشس ہے تبا تو نے کیا کیا کیلے آپ سے کر لے فریاد کہ یا شاہ رسل :- بندہ بے کس ہے شہارحم میں دفعہ کیا ہے اب کوئی دم میں گرفتار بلا ہوتا ہوں :- آپ آجائیں تو کیا خوف ہے کھٹکا کیا ہے سن کے یہ عرض میری بحر کرم جوش میں آئے :- یوں ملائک کو ہوا رشاد پھر نا کیا ہے کس کو تم مورد آفات کیا چاہتے ہو :- ہم بھی تو دیکھیں ذرا آکے تماشا کیا ہے ان کی آواز پر کراٹھوں میں بے ساختہ شور :- اور ٹپ کر یہ کہوں اب مجھے پرنا کیلے لودہ آیا میرا حامی میرا غمخوار ام :- آگئی جان تنہا جہاں میں یہ آنا کیا ہے پھر تجھے دامن اقدس میں چھپالیں سرور :- اور فرمائیں ہٹو اس پر تقاضا کیا ہے بندہ آزاد شدہ ہے یہ ہمارے درکا :- کیا لیتے ہو حساب اس پر تنہا کیا ہے چھوڑ کر جھک کر فرشتے کہیں محکوم ہیں ہم :- حکم دلا کہ نہ تعیل ہو زہرہ کیا ہے یہ سماں دیکھ کے محشر میں اٹھے شور کہ دا :- چشم بد دور ہو کیا شالہیے رتبہ کیلے صدقہ اس رحم کے اس سایہ دامن پر نثار :- اپنے بندے کو مصیبت سے بچا یا کیلے

اے رضا جان عنادل تیسرے نفوں پر نثار

بلبل باغ مدینہ تیسرا کہنا کیا ہے

دھاتی بخش حصہ اول ۷۷-۷۸

جذبہ شوق کا اظہار وہ بھی اشعار کے قالب میں اللہ اکبر! نعتیہ شاعری کا یہ کمال! کشاغر کے فہم سے زیادہ اس کے کمال عشق کا سکھ دلوں پر بھٹھ جائے۔

آپ کا نعتیہ دیوان "دھاتی بخش" صرف نعتوں کا ایک دیکھش مجموعہ ہی نہیں بلکہ خدا و رسول کی عظمت و محبت سے خالی اذہان و قلوب کے لئے ایک کیمیا ہے سعادت ہے ایسے نازک ترین دور میں جبکہ سڑے گئے بدبودار بندے اپنے گنہگار وجود کو کاشا

صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں

خط توام میں نکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

اب خط کہ جس کے ذریعے ہم اور نازک ترین راز پہنچا جا رہا ہے اور یہ طریقہ زیادہ تر اعلیٰ خاندان کی وہ ذی حیثیت عورتیں اختیار کرتیں جو اپنے سے فروتر مرد کے درم عشق میں گرفتار ہوتیں اگر محبوب کو کوئی اطلاع دینا مقصود ہوتا تو کسی محرم راز ٹریڈ TRAND کر کے اس کے ذریعے وہ خط پہنچا تیں۔

خط لکھنے کا طریقہ یہ ہوتا تھا پہلے ایک کاغذ کے دو حصے کے جاتے اور جملے کا حرف ایک حصے پر اور دوسرا حرف دوسرے حصے پر لکھا جاتا اس طرح پورا خط لکھا جاتا پہلے ایک حصے کو تنہا بھیجا جاتا جب وہ منزل پر پہنچ جاتا تب دوسرا ارسال کیا جاتا جب خط کے دونوں حصے محبوب تک پہنچ جاتے تو وہ ان دونوں کو سامنے رکھ جوڑتا پھر اسانکے ساتھ پورا خط مکمل ہوتا پھر وہ اسی طریقے پر جواب بھیجتا۔ جب تک دونوں صفحے اکٹھے آئے سامنے نہ ہوں گے مقصد حاصل نہ ہوگا۔

خط توام کے اس مفہوم کو ذہن نشین کر لینے کے بعد اب آئے امام احمد رضا کے اس شعر پر غور کریں خط توام کا مطلب نمایاں طور پر واضح ہو جائے گا حضرت سرکار حسن مجتبیٰ اپنے نانا حضور سے سینہ تک مشابہ تھے اور امام عرش مقام شہید کربلا گلگوں تبا آئے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سینے سے قدم ناز تک ہم شبیہ حضور رحمت اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اگر جسمانی سراپا دیکھنا ہوتا اے مائیں انکریٹین المظلومین حضرت امام حسن و سیدنا حسین کو ایک جگہ دیکھو! شکل پاک رسالت اپنے پورے وجود کے ساتھ واضح طور پر نمایاں نظر آئے گی ۷

ایک سینہ تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک

حسن سبطین ان کے جاموں میں ہے نیا نور کا

صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں

خط توام میں نکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

زندگی کا یہ کارروماں تنداؤں کے ہجوم میں آگے بڑھتا ہے بشام دلا شوق میں گزارتا ہے اور ہر آنے والی صبح منت نئے خواہشات کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ سوچ۔ آرزو اور خواہش پر

کوئی پابندی نہیں اور نہ ہی ان کی کوئی قیمت! اسی لئے آج بھی خیالی فرار وادوں کی کوئی کمی نہیں، تنداؤں کے ناپید کنارہ دستوں کے گرد آج تک کوئی حصار نہیں قائم کیا جا سکا۔ آرزوں کی بارات میں تنداؤں کی آواز چڑھتی اترتی رہتی ہے۔ انگنوں کی ریت پر سیڑیوں خوابوں کے شیش محل بننے اجڑتے رہتے ہیں۔ آئے دن سببوں کی شہزاد کے لئے جلنے کتنے تیس و فریاد خیالی صحرا نور دی اور کوہ کئی میں معرکے عمل ہیں

رسالت کے ہم پلہ سمجھنے لگے اور ہمہری کے زعم باطل میں غمت انبیاء سے کھیلنے لگے
اور بنیاست کے اس غلیظ ترین ڈھیر پر اپنے حواریوں کے ساتھ مسند آرائی کر کے
اپنے زبان و قلم سے عشق کی سلامتی کا تار و پود بکھیرنے لگے تو ایسے وقت میں
"نغماتِ رقصا" دیوانوں کے قلوب میں اندھیوں کی زد پر عشق و عقیدت کا ایک چراغ
جلایا۔

گو بجا گونج اٹھے میں نغماتِ رقصا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں دام تقارب
اور مسلمانوں کے قلوب و اذان کو دربارِ رسالت کی طرف پھیر کر یہ تبادیل کہہ
مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ دوست
اگر باد نہ رسیدی تمام یو لہی است

پس رحمت و لور کی موسلا دھار بارش ہوئے امامِ اہلبیت قمری مرقد اور
پر اجماع عشق کے فیضان نے ہم گہگاہوں کو عظمتِ رسول کا احترام بخشا۔ تیری زندگی کا
ہر ورق ایک آئینہ محبت ہے جس میں آفتابِ نیم رز کی بات تو الگ رہی رات کو بھی جلو
کا سورانظر آتا ہے۔

ویسے وہ بدنصیب قطعی قابلِ اعتنا نہیں کر چکے قلوب عشقِ رسالت کے نعمت
کبریٰ سے محروم کر دیئے گئے ہیں وہ جلوہ محبوب کے اس آئینہ جلالِ کمال کو توڑ
بھی دیں تو کوئی تعجب نہیں کہ پہلو میں محبتِ آشنا دل نہیں مگر ان دردِ مندانِ دل
اور دارِ فغانِ آرزوئے شوق سے پوچھئے جو خاکِ طیبہ کو صرف اس جذبہ محبت
میں اپنی آنکھوں سے نکالتے ہیں کہ شاید پائے جیب سے مس ہو گئی ہے

امام احمد رضا کے روحانی فیوض کے طلب گار

جو نہ بھولا ہم غریبوں کو رضا
یا داس کی اپنی عادت کھجیے

میسرز فیروز ڈیلریڈس

ڈیلریڈس ٹاک کھلونے، پٹے، پرس

اے کینگ اسٹریٹ، کلکتہ

شیخ الاسلام علامہ مدنی میاں کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت

ہیں پشتِ پناہ غوثِ اعظم
کیوں ڈرتے ہو تم رضا کسی سے

میسرز بھارت کمپنی

لیڈیز ہینڈ بیگ اور سوٹ کیس سپلائر، ڈیلر فوم ریگزمین
لیڈر کلا تھ، پی وی سی فلیٹھ کلا تھ، ڈور فوم شیٹ اور پ، فاسٹنر

B-144 مولانا آزاد روڈ، مدنی پورہ

بمبئی ۸۰۰۰۰۴

المیزان اور سنی لیگ دونوں کو مبارکبادیاں

لے رضا سب چلے مدینے کو
میں نہ جاؤں اے خدا نہ کرے

میسرز بھارت پیوس منوفیکچرس

پروسس

ار بیکس، اسکول بیکس، لیڈیز ہینڈ بیگس

ٹراولنگ گڈس ناو لیٹرز

۱۵-۱۴-۱۳-تیسری سائیکل اسٹریٹ، بمبئی ۸۰۰۰۰۴

ذوق سخن

مولانا بدر القادری صاحب مصباحی الجامعة الاشرفیہ مبارکپور

مولانا بدر القادری مصباحی گھوسی ضلع اعظم کے متوطن۔ الجامعة الاشرفیہ مبارکپور سے فاضل ہیں۔ اہلسنت وجماعت کے ابھرتے ہوئے قلم کاروں میں آپ کو بھی شمار کیا جاسکتا ہے۔ الجامعة الاشرفیہ مبارکپور کا آرگن ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور آپ ہی کی زیر ادارت میں شائع ہو رہا ہے۔ (امید ہے)

محبت کے ذکر جمیل میں مندرجہ ذیل اشعار ثبت فرمائے۔

زندہ جاوید ہیں سوز محبت کے قلیل
یہ شہر ٹھنڈے نہیں ہوتے ہیں کچھ جاننے کے بعد
رتبہ شہید عشق کا گر جان جائے
قربان ہونے والوں پر قربان جائے
نسانی اللہ کی تہ میں بقا کا راز مضمحل ہے
جو جینا ہے تو مرنے کیلئے تیار ہو جاؤ
(انوار البشارة ص ۱۳)

قراردیں جا "آداب زیارت کے نصیحتوں کے باب میں ۲۹ دین نمبر پر وزارت
بقیع و قبا وغیرہ کا ذکر فرمایا۔ جس کے اخیر میں ایک ایسا جائزہ مصرع تحریر کیا جو آپ کے ذوق شری کے
ساتھ ساتھ عقیدت مندانہ گردیدگی کی نشانی ہے۔ لکھتے ہیں: "بقیع واحد کی زیارت سنت ہے
مسجد قبا کی دو رکعت کی سنت کا ثواب ایک عمرہ کے برابر ہے اور چاہو تو یہیں حاضر ہو سیدی
ابن الحمرہ قدس سرہ جب حاضر حضور ہوتے آٹھوں پہر برابر حضور میں کھڑے رہتے ایک دن بقیع
وغیرہ زیارات کا خیال آیا پھر فرمایا یہ ہے اللہ کا دروازہ بھیک مانگنے والوں کے لئے کھلا
ہوا اسے چھوڑ کر کہاں جائیں۔

ع سرائیں جاسجدہ این جابندگی این جا قرار این جا

(انوار البشارة ص ۱۲)

سجدہ گاہ اہل نظر مسجد الراہیہ جے ذباب بھی کہتے ہیں مدینہ طیبہ سے
شام کو جانے والے راستہ میں پہاڑ کی بلندی پر ہے مرکز جب غزوہ تبوک کیلئے تشریف لے
جائے تھے تو اس مقام پر خیمہ نصب ہوا تھا۔ اور حضور نے اسی جگہ نماز ادا فرمائی تھی۔ اس
کے ذکر جمیل پر بہت ہی مناسب شعر نصب فرماتے ہیں س
ہر مینے کہ نشان کف پائے تو بود ساہا سجدہ صاحب نظر ان خواہ بود

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ ایک جامع الصفات شخصیت کا نام
ہے۔ تاہم اگر کوئی کہے کہ اردو ادب و انشا کی حیثیت سے آپ نے کچھ نہیں کیا تو اس حد تک تو
بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آپ نے صرف ادب برائے ادب کچھ بھی نہ کیا۔ مگر جہاں تک ادب نوازی کا
سوال ہے آپ کے فتاوے کم و بیش لاکھ صفحات پر مشتمل ہیں جن میں عربی اور فارسی سے کہیں زیادہ
اردو ادب و انشا کے نادر نمونے موجود ہیں۔ آپ کے قصائد کے مجموعے حدائق بخشش کی دو
جلدیں ہیں جن میں صنائع و بدائع کی خوبیاں اپنے عروج پر ہیں مگر نظم ہر ایک کا مطالعہ ذہن پر
یہ اثر مرتب کرتا ہے کہ آپ کی تمام تر قلم کاری عشق و فرمان محمدی کے نشہ میں شرابور ہے۔ اس
سے جدا ہو کر آپ نے کبھی کچھ نہ لکھا۔ مندرجہ ذیل مضمون میں ہم صرف چند ایسے اقتباسات
درج کریں گے جن سے امام احمد رضا قدس سرہ کی شری دلچسپی اور عمل وقوع کے اعتبار سے
اشعار کے استعمال میں مہارت کا اندازہ ہو گا۔ بات ظاہر ہے کہ فتویٰ اور فقہ و تفسیر میں دگرگوں
کا اپنا الگ اسلوب بیان ہے جس میں اشعار کے استعمال کا ٹک ہی نہیں۔ لامحالہ جہاں محاکمات
سے کچھ سابقہ پڑا ہے امام کے قلم کی یہ صفت ظاہر ہوئی ہے اس مضمون کی ترتیب کیلئے
ہمیں آپ کی دس کتابوں سے مدد ملی۔ اور غائر نظر سے مطالعہ کے بعد ادب شناسوں کو
کہنا لازم ہو جاتا ہے کہ "ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگے ہو سکتے ٹھہرائے ہیں

"منزلہ جاوید" انوار البشارة حج زیارات کے موضوع پر آپ
کا نہایت جامع رسالہ ہے۔ ضروری مسائل اور مقامات زیارت وغیرہ پر مشتمل ہے۔ انہیں
جبل امداد کا ذکر ہے۔ جو قتیلان محبت کی آرام گاہ ہے۔ یہیں غزوہ محبت برپا ہو اور شہر
صحابہ کرام نے جام شہادت نوش فرمایا اور وہی لوگ آیت مبارکہ وَلَا تَحْزَنُوا الَّذِينَ
قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَالُ آبِلِ أَحْيَاءُ وَعِنْدَ رَبِّهِمْ يُؤْذِقُونَ
(آل عمران) جو لوگ راہ خدا میں شہید ہوئے انھیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے
پروردگار کی طرف سے روزی دیئے جاتے ہیں کے اولین مصداق ہیں۔ ان شہیدان

(یعنی جس زمین پر آپ کے قدم نازک نشان پڑ جائے وہاں اہل بصیرت کا ساہا سال مجدد ہوگا۔) (انوار البشارۃ ص ۱۲)

”توتہاداری“

الاستیعاب لعبد البکر کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عالم شیر خوارگی میں حمیرہ سودیہ کی گود میں تھے قبیلہ بنی سلیم کی تین کنواری لڑکیوں نے بھولا بھالا زورانی پیکر دیکھا تو منہ میں پانی بھر آیا پلک کر گود میں اٹھا لیا۔ اور اپنے پستان دین اقدس میں رکھ دیئے تینوں کے دودھ اتر آیا۔ ان تینوں کا نام عالمہ تھا۔ آگے خود انکی تحریر ملاحظہ کریں۔ ”یہ اس مرتبہ کی تکمیل تھی کہ مسیح کلمۃ اللہ (صلوات اللہ وسلامہ علیہ) کو بے باب کے کنواری بتوں کے پیٹ سے پیدا فرمایا۔ حبیب اشرف بریتہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تین عقیقہ لڑکیوں کے پستان میں دودھ پیدا فرمایا۔ آج خوباں ہمہ دارند توتہاداری (جتنی خوبیاں تمام انبیاء علیہم السلام رکھتے ہیں یا رسول اللہ تہنا آپ میں سب موجود ہیں۔) (شمول الاسلام ص ۲۵)

”دعوت فکر“

کذب باری کو ممکن جاننے والوں کے رد میں ایک موبائیس دلیل پیش کیں پھر بھی خاتمہ کتاب میں فرماتے ہیں ہزار ہزار بار حاشا للہ میں ہرگز انکی تکفیر پسند نہیں کرتا۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لالہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن و جل نہ ہو جائے اور حکم اسلام کیلئے کوئی ضعیف ما بھی محل نہ رہے۔

فَاتِ الْاِسْلَامَ يَعْزَمُوْا لَا يُلْعَلٰی (سبحان البقرہ ص ۱)

ذکر دلائل کے بعد غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں اور تمنا کرتے ہیں کہ کاش کوئی ایک دلیل بھی انھیں عقیدہ باطل سے لٹا دیتی تو میری محنت برآتی اسی مفہوم کو بیسٹ عبارت میں پروئے کے بعد یہ شعر نصب فرماتے ہیں

می توانی کہ دہی اشک مرا حسن قبول

اے کہ در ساختہ قطرہ بارانی را

کیا تم میرے آنسوؤں کو قبول کر سکتے ہو، اگر ایسا ہو گیا تو میں سمجھوں گا کہ بارش کے قطرے کو تم نے موتی بنادیا

(سبحی السبح ص ۱۱۵)

”امید کرم“

امام احمد رضا کی تحریروں میں اسلام دشمن عناصر کیلئے ملکی محضان کے تھیلب فی الدین اور الحلب للشر والبعث للشر کی وجہ سے ہے ایسا نہیں کسی دبا دیا دنیاوی لالچ نے انھیں ایسا کرنے پر مجبور کیا۔ بلکہ امام کا جذبہ حب رسول تو اس منزل پہ تھا کہ کسی دنیا دار کی فلاح و ستائش بھی وبال تصور فرماتے تھے جیسا کہ خود کہا۔ کروں مدح اہل دول و فضا پڑے اس بلا میں مری بلا میں گداہوں اپنے کریم کامرا دین پارہ ناں نہیں

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین صاحب ایمان تھے اسکے ثبوت میں دلائل پیش فرمانے کے بعد خود ہی اسکی علت بیان فرماتے ہیں کہ ”اس مسئلہ کو ضبط تحریر میں

لانے کا مقصود؟ شاید مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ تمام جہان سے اکرم و اہم ابر و ادنیٰ ہیں۔ محض اپنے کرم سے نظر قبول فرمائیں در نہ کسی صلے میں بلکہ اپنے خاص فضل کے صلے میں اس عاجز بیچارہ بیکس بے یار کا ایمان حفظ فرما کر دین میں عقاب و عذاب سے بچائیں۔

”فطرت روہانی“

چند متعصب مزاجوں نے دلائل الخیرات جیسے مقبول دعا و درود کی کتاب کو شرک و بدعت کا مجموعہ کہہ دیا۔ اس پر دیندارانہ برہمی فرماتے ہیں

”دلائل الخیرات شریف کو تالیف ہوئے ہونے پانچ سو برس گزرے جبکہ یہ کتاب مستطاب شرقاً غرباً باعماً تمام جہان کے علماء و اولیاء و صلحا و میں حرز جان و طیفہ دین و ایمان ہو رہی ہے۔ یہ حسن قبول خدا در رسول زید و عمر کے مٹائے نہیں مٹ سکتا۔ ہمہ شیران جہاں بستہ اس سلسلہ اند رو بہ از حیلہ چناں بگسلد اس سلسلہ را

(دنیا کے تمام شیر اس سلسلہ سے وابستہ ہیں لڑھی مکر سے اسے کہاں توڑ سکتی ہے) ہاں اب نئے زمانے فتنے کے گھرانے ہیں وہ گمراہ بھی پیدا ہوئے ہیں جو عیاذاً باللہ دلائل الخیرات کو معدن شرک و بدعت کہتے ہیں۔ مگر ان کے بکسے امت موجودہ کا اتفاق و اطمینان نہیں ٹوٹ سکتا۔ مہ نشاندہ نور و مسک غوغا کند ہر کے برخفت خودی تند

(چاند روشنی لٹاتا ہے اور کتا بھونکتا رہتا ہے۔ ہر شئی اپنی فطرت کے مطابق عمل کرتی ہے۔) (شفاء الوالہ ص ۱)

”روح“

روح اور عرفان نفس کے سلسلے میں ایک شعر کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”روح عالم امر سے ایک چیز ہے عقل کا حصہ اسی قدر ہے۔ آگے اسکی ماہیت اکابر اہل باطن جانتے ہیں۔ سبحان اللہ آدمی خود اسی روح کا نام ہے۔ اور یہ اپنے ہی نفس کے جاننے میں اس قدر ناکام ہے

تنت زندہ بجان جان نہائی

تاز جان زندہ و جان را ندانی

(کشف حقائق ص ۱)

”دیار حبیب کی عظمت“

حج و زیارت کے مسائل بیان کرتے ہوئے امام احمد رضا جب اس مقام پر پہنچے ہیں ایک دیوانہ رسول دیار حبیب میں قدم رکھ رہا ہے۔ منی و عرفات کے مراحل سے گزر کر حبیب میں پہنچ رہا ہے۔ اور سرکار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کی منزل آئی۔ ایسا لگتا ہے کہ مسائل بیان کرتے ہوئے بھی ایک مفتی اور فقیہانہ اسلوب تحریر کو ترک کر کے ایک دیوانہ رسول کے انداز میں رقم طراز ہیں۔

بھی پیش کیا کرتے تھے۔ چنانچہ مروّضی درود و قلب کے رموز پر رقم طراز ہیں: ”اور مروّضی درود و قلب لطائف حضرات نقشبندیہ (قدست اسرارہم) جن میں تجلیات حق کے رنگارنگ ذوق کا ادراک کا عیاں ہے۔ نہ کار بیان

ع ”ذوق این سنی شناسی بخدا تمانہ چشی“

(واللہ اس شراب کا لطف اس ذوق تک نہیں پاسکتے جب تک چکھانہ ہو۔
(کشف حقائق ص ۷)

”دیار قنوج“ مولوی بشیر الدین قنوجی جو علماء دیوبند کے نہایت چابکدست ہمنوا تھے۔ علماء اسلام کی عبارتوں میں کثرت بیعت اور خدفت و اضافہ اور چابکدستی کے ذریعہ اپنے آقا یان نعمت کے عقیدہ و نظریہ سے عطر کشید کرتے تھے۔ امام احمد رضا کا خیال ہیکہ طائفہ علماء دیوبند اس نئے قنوجی مہرے کو پا کر مجید سردور ہوا۔ مگر افسوس! اسکی کوششوں سے تیار شدہ امام کے الفاظ میں پہلی شیشی (کتاب تفہیم المسائل) اور دوسری شیشی (غایۃ الکلام میلاد شریف کے عدم جواز میں) بھی عقائد میں رخنہ انداز نہ ہو سکی۔ اور ان حضرات کے عقائد فاسدہ کی بابت ان کی فحش قلم کاری نے اہل ایمان کے مزاج کو جس قدر مکر کیا تھا قنوجی صاحب کی یہ شیشیاں اپنے حسن کلام کی خوشبو کے لحاظ سے کچھ مفید نہ ہو سکیں۔ امام تحریر فرماتے ہیں۔

”طائفہ بھر کا مشورہ ٹھہرا کہ اب انھیں کی عرق دینری سے کچھ عطر بنری کی امید ہو کر
لن یصلح العطار ما افسد الہ صر (جس نے زمانے کی فضا مکر کر دی
اسکی درستگی عطاء کا کام نہیں۔ قنوجی صاحب نے وہ گندی روش اختیار کی جس کی برکت سے
مذہب کے علاقہ بھر میں پرج کا پھول مارا گیا جہاں دیکھو تحریف و تصرف کا مو ا کھلا
اے باد صبا این ہمد آدر دہ تست

(سیف المصطفیٰ ص ۲۳)

”چھپر چھاڑ“ امام احمد رضا کی تحریروں کا تنقیدی جائزہ لینے سے قبل نہایت لطیف انداز میں اجازت طلب کرتے ہیں۔

”سرکارنا نک مزاجی سے اجازت ملے تو بطریق نمود اس خردار سے چند مشت پیش
کے ۵۰ کون کرتا ہے گلہ تم سے مکر جانے کا
چھپر کر لطف اٹھالیتے ہیں جھنجھلانے کا

(سیف المصطفیٰ ص ۲۳)

”خون دیانت“ قنوجی صاحب نے مذکورہ کتابوں میں درمختار سراجیہ و کلمات مطابقتہ المؤمنین وغیرہ کتب کی عبارتوں میں قطع و برید کا جو فی کار انداز استعمال کیا ہے اس پر امام انکی دیانت کا ماتم کرتے ہیں ۵۰

جعل مزاجی جھوٹ غذا ہو گیا

ہائے دیانت تجھ کیسا ہو گیا

(سیف المصطفیٰ ص ۲۹)

”راستے بھر درود شریف میں ڈوب جاؤ۔ جب حرم مدینہ نظر آئے بہتر یہ ہیکہ پیادہ پا ہو۔
سر جھکائے آنکھیں نیچے کئے۔ جب قبۃ انور پہ نگاہ پڑے درود و سلام کی کثرت کرو۔ جب
شہر اندس تک پہنچو جلال و جمال محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور میں غرق ہو جاؤ۔
ہر کے تونگے پاؤں چلو بلکہ

جلے سراسر است این کہ تو پانی نہیں پائے نہ بینی کہ کجا می نہیں
حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلا ارے سر کا موقع ہے ادب جانے والے

(انوار ابشارہ ص ۹۲)

”تاویل یار“ امکان کذب باری تعالیٰ اور علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے
میں علمائے دیوبند کی مہفوات کے جواب کی جانب جب علماء اہل سنت
نے توجہ کی تو انھوں نے اپنے اقوال ہی سے انکار و گریز اور تحریروں کی بعید از قیاس تاویلیں
شروع کر دیں۔ امام احمد رضا اس موقع پر ان عبارتوں کا مع حوالہ جات جائزہ لیتے ہوئے
نہایت بر عمل فرماتے ہیں۔

ع ”نہاں کے ماند آن رازے کر دسا زند مخفلہا“

(وہ داند بھلا کہاں چھپ سکتا ہے جس نے کئی مجلسیں آراستہ کر دیں)

(الاستمداد ص ۱۷۵)

”ناسف“ ڈپٹی کلکٹر مولوی امداد علی بہادر کو بعض علماء و مسو نے ایسا ہیکہ پایا کہ
امام اہلسنت اور علماء اسلام سے گفت و شنید تک بند کرادی کہ
بادا ہمارا ہانڈی ٹھنڈی ہو جائے۔ کلکٹر صاحب کو مخاطب بنا کر کتنا بر عمل شر ارقام
فرماتے ہیں۔

”صبر اس پر اس ہمارا حسرت دیدار کا

بند جس نے کر دیا ر دزن تری دیوار کا

(سیف المصطفیٰ علی ادیان الانرا ص ۱۷۵)

”پرس علم و دانش“ فتاویٰ رشیدیہ کے ایک بے سرو پا فتوے پر مرنایک
مصرعے کے ذریعہ کتنا جامع تبصرہ فرماتے ہیں۔ جو
ہے اندر طنز کی تلخی کیسا تھ ساتھ بھر پور معنویت لئے ہوئے ہے۔ من دعن ملاحظہ کریں۔
سوال۔ نصرانی یا ہندو وغیرہ مسجد بنادے تو اس میں نماز کا حکم کیسا ہے؟ ثواب ہوگا
نہیں؟

الجواب۔ جس کافر کے نزدیک مسجد بنانا عمدہ عبادت کا کام ہے اس کے مسجد بنانے
کو حکم مسجد کا ہوگا۔

ع تو مسجد اے فارغ از عقل و دین (الاستمداد ص ۱۸۵)

”سرو خفی“ علوم ظاہر کے علاوہ آپ علوم باطن کے بھی امام تھے عرفان و
حقیقت کے نئے چشمیدہ و بادہ کش تھے شرعی استفسا کا آپ
کے پاس تانا بندھا ہی رہتا تھا۔ بعض اہل دل عالم اسرار کے روحانی و عرفانی سوالات

”عقائد“ فتوحی صاحب نے بعض عبارتیں تو ایسی لکھ مادی ہیں جن کیلئے کسی کتاب کا نہیں بلکہ ان کے اخراجی ذہن کے صفحات کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ امام اس

پر ایک تشریحی شریعت فرماتے ہیں

نہ ملے قرض میں بھی ان کا پتہ لاکھ برس
ناز پروردہ عقدا ہیں حوالے تیسرے

(سیف المصطفیٰ ص ۳)

غایت الکلام میں فتوحی صاحب کتاب شرح معینہ اور عباد اللہ
المخلصین سے عدم جواز استدلال کیلئے استدلال کرتے ہیں

حالانکہ اسی کتاب میں توسل کے دلائل پیش کئے گئے ہیں مگر آنجناب اپنے مقصد کی عبارتیں کتر
کر لمبی چوڑی تمہید و تبصرہ کیساتھ کتاب میں نقل کرتے ہیں (جس کا مکمل جائزہ امام کی اسی محولہ
کتاب کے حاشیہ پر مولانا سلطان احمد خاں قادری نے لیا ہے) امام ان کی شوخی جتنی کی داد
اس انداز میں دیتے ہیں ”ایسا سچا دعویٰ آپ کی تو کیا تعریف کروں میں تو ان آنکھوں کا قائل
ہوں کہ ایسے ادعا کرتے وقت جن کے تیر تک نہیں بدلتے

شوخی و فتنہ تو ہر وقت ہے ان آنکھوں میں
کیوں حیا؟ تم کو بھی ہے حکم کبھی آنے کا

(سیف المصطفیٰ ص ۴)

”تجاہل عارفانہ“ نادانستہ طور پر غلطی کرنے والے اس شخص کے

احسان مند ہوتے ہیں جو اسے غلطی سے مطلع کر دے۔ مگر اس شخص کا کیا علاج جو دیدہ
دانستہ شریعت و دیانت کے خلاف کر رہے ہو۔ اسی مفہوم کو بیان کرنے کے بعد عربی
کایہ شریعت پر کرتے ہیں۔

فان كنت لاتدري فتلك مصيبة
وان كنت تدري فالمصيبة اعظم

بے علمی ایک مصیبت ضرور ہے مگر دیدہ و دانستہ لاعلم بننا تو بہت بڑی

مصیبت ہے۔ (سبحان السبوح ص ۹۳)

”کوہِ حشی“ زارع مردودہ کو حلال فرمانے والے اور ان کے ہم جماعت دیگر علماء کی
دہری اور قیادت کا تذکرہ فرماتے ہوئے کیا ہی مناسب شعر تحریر کیا

إذا كانت الخراب دليل قوم

سيضل بهم طريق الهايكينا

(اگر کو کسی قوم کا رہنا ہو تو وہ قوم جلد ہلاکت کے گھاٹ اترے گی۔

(سبحان السبوح ص ۹۹)

”أحوال دل“ مسائل مختلف فیہا میں دلائل قاہرہ سے مزین کتابیں پیش کرنے کے

باد جو دھند اور ہٹ دھرمی نے آپ کی آواز حق کو ہمیشہ ناقابل اعتنا

سمجھا۔ بارہا نہایت نرمی سے اس حق گریزی کا احساس دلاتے ہوئے لکھتے ہیں

کہنے کو ان سے کہتا ہوں احوال دل مگر
دور ہے کہ ناز حسن پر شکوہ گراں نہ ہو

(سبحان السبوح ص ۲۴)

حزم و احتیاط

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین صاحب

ایمان ہیں۔ بشمار دلائل و براہین سے ثابت کرنے کے بعد منکرین کو تنبیہ کے طور پر نہایت
بر محل مصرع تحریر کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

”طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو
ایذا نہ دو۔ یعنی حضور تو زندہ ابدی ہیں۔ ہمارے تمام افعال و اقوال پر مطلع ہیں۔ اور اللہ
عزوجل فرماتا ہے۔ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ
جو لوگ رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ عاقل کو چاہئے کہ اس جنگ
سخت احتیاط سے کام لے جہش را کہ وہ بردم تیغ است قدم را

(شمول الاسلام ص ۲۲)

”مرضی الہی“ انسانوں میں عقل و شعور مال و دولت وغیرہ کے لحاظ سے تفاوت
اور فرق ہوتا ہے۔ اسکی نہایت عمدہ مثال سے تفہیم فرماتے ہیں۔

”یفعل اللہ ما یشاء“ اللہ جو چاہے کرتا ہے اسکی شان ہے ”ان اللہ یحکم ما یریدہ“
اللہ جو چاہے حکم فرماتا ہے اسکی شان ہے، لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون“ وہ جو

کچھ کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اور سب سوال ہوگا۔ زید نے روپے کی ہزار اینٹیں
خریدیں۔ پانچ سو مسجد میں لگائیں۔ پانچ سو پانچ خانہ کی زمین اور قدیموں میں صرف کیا۔ اس سے

کوئی الجھ سکتا ہے کہ ایک ہاتھ سے بنائی ہوئی ایک مٹی سے بنی ہوئی ایک ادیں میں کئی ہوئی
ایک روپے کی مولیٰ ہوئی ہزار اینٹیں تھیں۔ ان پانچ سو میں کیا خوبی تھی کہ مسجد میں صرف کیں

اور ان میں کیا عیب تھا کہ جلنے نجاست میں رکھیں اگر کوئی حق اس سے پوچھے بھی تو
وہ یہی کہے گا کہ مری ملک تھی۔ میں نے جو چاہا کیا۔ جب مجازی جھوٹی ملک کا یہ حال ہے تو حقیقی

سچی ملک کا کیا پوچھنا۔ ہمارا اور ہماری جان و مال اور تمام جہان کا وہ ایک اکیلا پاک نرالا سچا
مالک ہے۔ اس کے کام اس کے احکام میں کسی کو مجال دم زدن کیا معنی؟ کیا کوئی اس کا ہمسر

یا اس پر افسر ہے؟ جو اس سے کیوں اور کیا کہے۔ وہ مالک علی الاطلاق ہے بے اشتراک
جو چاہا کیا۔ اور جو چاہے گا کرے گا۔ ذلیل فقیر بے حیثیت اگر بادشاہ جبار سے الجھے تو اس کا

سر کھچا یا ہے شامت نے گھیرا ہے اس سے ہر عاقل یہی کہے گا کہ۔ او بد عقل بے ادب اپنی
حد پر رہ جب یقیناً معلوم ہو کہ بادشاہ کمال عادل اور جیسے کمال و صفات میں یکنا و کامل ہے

تو تجھے اس کے احکام میں دخل دینے کی کیا مجال؟

گداے خاک نشین تو حافظا ممدوش

نظام مملکت خویش خرداں دانند (التجربہ باب التذکرہ)

”نظریہ توکل کی غلط توجیہ“ نظریہ توکل کی ایک مکروہ توجیہ یہ ہو سکتی ہے

کہ ہم ہر کام میں خود ہمت کرتے ہیں

ایمان و ایمان

”بے حیاباش“ ذات باری تعالیٰ کیلئے معائب کا امکان رکھنے والوں اور مراتب انبیاء علیہم السلام میں جنس و چنان کرنے والوں کو مبادا دین و شرع پر کلوح ذنی کے باوجود دعویٰ ایمان داری ہے۔ ان کے عقائد فاسدہ کی واضح تردید فرماتے ہوئے سبحان السبوح طاسبہ بے حیاباش ہرچہ خواہی کن یہ نہایت ستھری اور مبنی بر حقیقت تفسیر کرتے ہیں۔

تیر برجہ انبیاء و انداز طعن در حضرت الہی کن
بے ادبی و ہرچہ دانی کئے بے حیاباش ہرچہ خواہی کن (سبحان السبوح ص ۶۱)

شوخی و رفتار ائمہ مجتہدین اور فقہائے قدیم کی جسکے نزدیک کوئی وقعت نہ ہو اسے آپ کیا کہیں گے؟ انھیں حضرات میں کہ ایک شوخ چشم مجتہد العصر ہیں۔ امام احمد رضا نے ان کے اکیس اجتہادات پر گرفت فرمائی ہے۔ جس میں انھوں نے بزم خویش مسائل مختلف فیہا پر بڑے پنے تلے تیر مار رہے ہیں۔ مگر محو کتابوں سے اپنے مقصد کی عبارتیں اخذ کرنا اور عقائد حقہ کی تائید کے باب در باب نظر انداز کر دینا جو کہ ان حضرات کا جماعتی و طیرہ ہے۔ بڑی شدت سے عامل ہیں۔ امام فرماتے ہیں۔

العظۃ للہ در بارہ قیام ان کے ایک لفظ متعل پر جس کے معنی علامہ حلبی نے واضح کر دیئے اتنا اچھلنا اور اسی مجلس اقدس کے باب میں انھوں نے دفتر کے دفتر لکھے اور کسی زور و شور محققانہ سے اس کے عمدہ مستحبات اور اجلہ محسنات سے ہونے پر عرض تحقیق ثابت کر دیا وہاں یوں دے پاؤں نیچے نظریں بدن چرائے نکل بھلگے جانے ہم نے دیکھا ہی نہیں — اللہ ے تغافل

فتنہ آنکھیں ہیں غضب شوخ ہے چلنا تیرا
کر گیا کام یہ پنج پنج کے نکلنا تیرا

(سیف المصطفیٰ ص ۴۷)

”جدید فقہ“ ایک صاحب کو اردو فقہیات میں کچھ شہرہ ہو گئی۔ انگریزوں کی شہ پر اجتہاد کا شوق چرایا آپ نے اُو کا گوشت حلال کر دیا۔ پھوپھی اور بھتیجی کو حرم کی فہرست سے نکال کر حلت کے دائرے میں لا بٹھایا اس پر دنیا دار لوگ چاہے ے ٹمک ٹمک دیدم دم نہ کشیدم۔ بنے رہتے۔ مگر وقت کے امام کو کہاں تاب؟ ایسی خبر لی کہ ہوش ٹھکانے لگ گئے۔ ایک شر خاص انھیں کے لئے موزوں فرمایا۔

کہاں کا اسلام کیسی ملت مجوسیت کو نہال کیجئے

مرنے سے اُو کا گوشت کھا کر پھوپھی بھتیجی حلال کیجئے (سیف المصطفیٰ ص ۴۸)
”ہٹ دھرمی“ سابق والی محمد آباد نے بھی کچھ اسی قسم کی گل افشانی کی جس پر امام احمد رضا نے مواخذہ کیا تحریر کا آخری پیرا اگر ان ملاحظہ کریں

”منہ پر صاحب در مختار کو ان لوگوں میں داخل فرمایا جو صلوٰۃ الرغائب اور نماز نصف شبان کو بدعت منکرہ کہتے ہیں۔ یہاں بھی در مختار دیکھنے کا قصد نہیں دیتے مگر جناب ڈپٹی ایجوکیشنر بہادر کے رسالہ امداد المسلمین پر زور انگاہ رو برو ہو جائے کہ

اللہ تعالیٰ کے تحت روزی کا انتظار کرنے لگے۔ امام اس انداز توکل کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”ملاک کا بے آب و غذا زندگی گزارنا کے نہیں معلوم مگر یہ انسان میں خرق عادت ہے جس پر ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا چل و چلت بہاں تک کہ اگر تقدیر پر بھروسے کا جھوٹا نامہ دے کر خورد و نوش کا عہد کرے اور بھوک پیاس سے مر جائے تو بیشک حرام موت مرے۔ اور اللہ تعالیٰ کا گنہگار ٹھہرے مگر بھی تو تقدیر سے ہے پھر اللہ تعالیٰ نے کیوں فرمایا، ”ولا تعلقوا بایسید یکم الی التھلکۃ“ اپنے ہاتھوں اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالو۔ گرجہ مردن مقدس دے تو مرد در دہان اڑدھا (اگرچہ موت تقدیر ہی سے آتی ہے مگر جان بوجھ کر اڑدھے کے مزین نہ چلے جاؤ)

(التجیر باب التذیر ص ۶)

”حقیقی توکل“ توکل کی صحیح رخ سے توضیح کرتے ہوئے قلم بند فرمایا
”تلاش حلال و فکر معاش و معاطی اسباب ہرگز منافی توکل نہیں بلکہ عین مرض الہی ہے کہ آدمی تدبیر اور بھروسہ تقدیر پر رکھے اسی نے جب ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: اپنی اذنی کو اذاد چھوڑ دوں اور خدا پر بھروسہ رکھوں یا اسے باندھوں اور خدا پر توکل کروں۔ ارشاد فرمایا۔ قیّد و توکل باندھ اور خدا پر تکیہ رکھ (توکل نہ اؤئے اشتر بند)

(التجیر باب التذیر ص ۹)

”اٹھار افسوس“ ادلہ واضحہ ص ۱۰ کی ایک عبارت پر جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کیلئے بیوی بچے ہونا عقلاً محال ہوتا تو نصاریٰ اتنے عقل مند اور ایسے ضائع ہیں۔ وہ اُسے کیوں مانتے۔ امام احمد رضا ان گندم ناجو فردش و بنداروں کی عقل پر اٹھار افسوس فرماتے ہیں اور یہ شعر لکھتے ہیں ے

چشم باز و گوش باز و این ذکا
غیرہ ام در چشم بندی خدا

آنکہ کان صحیح سلامت ہوتے ہوئے عقل ایسی خدا تعالیٰ کی اس حکمت چشم بندی پر میں حیران ہوں۔ (پیرکان جانگداز ص ۱۵)

”خون ناحق“ علماء سوو کی تردید فرماتے ہوئے ان کے آزار قلم کی زبوں کاریوں کا ذکر کیا جس نے لاقعداد سچے مسلمانوں کو خارج از اسلام قرار دے دیا۔ جس کے دست برد سے صحابہ کرام تابعین علماء و صلحا حتیٰ کہ مولانا شاہ ولی اللہ اور مولانا عبد العزیز محدث دہلوی تک محفوظ نہ رہ سکے۔ پھر یہ خود اس سے بچ کر کہاں جلتے۔ انھیں خود انکی شامت اعمال نے درگزر نہ کیا امام تحریر فرماتے ہیں۔

”کے کرد کہ نیافت — کمال تدبیر قداں

۵ دیدی کہ خون ناحق پر دازشہ را چندان امان نہ دار کشب را بحر کذب (سبحان السبوح ص ۶۲)

ص ۱۲ پر فرماتے ہیں "بعض فقہاء جیسے صاحب درمختار وغیرہ نے حدیث پر اعتماد کر کے جو اذ لکھ دیا ہے۔ الغرض۔

رحم آتا ہے حیا مجھ کو تری غسرت پر
خوب شوخی نے لٹائی ہے کمانی تیری

(سیف المصطفیٰ ص ۱۸)

لو کھلا ہٹ " علم و استدلال کے میدان میں علمائے دیوبند نے
امام احمد رضا کی تصنیفات کے جواب لکھے۔ مگر
لو کھلا ہٹ میں اپنی بھیلی تحریروں کی خود ہی تردید کر گئے۔ چنانچہ تقویت الایمان اور صراطِ مستقیم
کو ایک ساتھ رکھتے تو ان میں بے شمار مسائل ایک دوسرے سے متصادم ہیں۔ انھیں
یہ عجیبوں کا ذکر تھا جس پر امام نے یہ شعر ثبت فرمایا۔

گہت شکنی گاہ بمسجد زنی آتش
از مذہب تو گرو مسلمان گلہ دارند

"زند رو بہ لنگ لاف شکار" میلاد مصطفیٰ ص ۱۸
علیہ وسلم میں قیام
تعظیم کا ثبوت دیتے ہوئے سینکڑوں دلائل پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"اب منصف انصاف کرے علماء مکہ و مدینہ و جدہ و حدیدہ و دروم و شام
و مصر و دیار مصر و ذہب و بصرہ و حضرموت، و حلب و حبش و برزنج و برع و کردو
و آغستان و اندلس و ہند کا اتفاق ادب و باب عقول کو قابل قبول نہ ہوگا۔؟ تعصب
کریں تو ہم ایک تدبیر بتائیں ذرا اپنے دل کو خیالات اس و اس سے رہائی دیجئے اور
آنکھیں بند کر کے گردن جھکا کر یوں دل میں مراقبہ کیجئے۔ کہ گویا یہ سینکڑوں اکابر ایک وقت
میں سب کے سب زندہ موجود ہیں۔ اور اپنے مراتب عالیہ کیساتھ ایک مکان عالی شان میں
جمع ہوئے ہیں۔ اور ان کے سامنے مسئلہ قیام پیش ہو رہا ہے۔ اور ان سب کے یک زبان ہو کر
باد اذ بلند فرمایا ہے کہ بیشک مستحب ہے۔ وہ کون ہے جو اسے منع کرتا ہے؟ ذرا ہمارے سامنے
آئے۔ اس وقت انکی شوکت و جبروت خیال کیجئے۔ اور مشتے چند مانعین ہندوستان میں
ایک ایک کامنہ چراغ لیکر دیکھئے ان میں سے کوئی بھی اس عالی شان مجمع میں جا کر ان کے
حضور اپنی زبان کھول سکتا ہے۔ اور یوں تو۔۔۔۔۔

۵۔ چون شیراں برفتند از مرغزار

زند رو بہ لنگ لاف شکار

(آامۃ القیمۃ ص ۲۱-۲۲)

متناؤں کی تبریک پیش خدمت ہے

حشر میں کیا کیا مزے دار فتگی کے لوں رضا

لوٹ جاؤں پا کے وہ داماں عالی ہاتھ میں

• رسل و رسائل کے میدان میں ہمارا نام اعتماد کی نشانی ہے

بیچ محال ٹرانسپوٹ کمپنی

23 ڈی۔ کمر یا بلڈنگ۔ بالمقابل مانڈوی ٹیلی فون اکسیج

محمد علی روڈ بمبئی 400003

337312

فون ڈیلیوری گودام

336331-32

330857

فون آفس

ہے یہ امید رضا کو تیری رحمت شہا
نہ ہو زندانی دوزخ ترا بندہ ہو کر

شیخ المشائخ عارف باللہ حضرت مولانا سید شاہ امیر اشرف اشرفی الجیلانی (محبوب الہی)
کی دعائیں ہم سب کے دارین کیلئے بہترین سرمایہ ہیں

عقیدہ تمتد

مختار احمد

انیس سالہ سائمنگ وکس

۵۶۷ - مرتضیٰ کمپاؤنڈ

بھیمڑی، تھانہ

آہ بے مانگی دل کہ رضاے محتاج
لیکراک جان چلا بہرِ نثارِ عارض

سلطان الہند سرکار خواجہ غریب نواز کے فیوض و برکات کے طالب ہیں

میسرز برنی سائرننگ ورکس بھئی سائرننگ ورکس

۱۔ حاجی محمد رمضان عبدالشکور ۲۔ فروغ احمد حاجی رمضان ۳۔ نثار احمد حاجی رمضان۔ فیاض احمد حاجی رمضان بھیمڑی۔ تھانہ

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

غوث الاعظم تاجدار بغداد کے فیض روحانی کا طالب

عبدالواحد حاجی محمد حسین

پارٹنر رائٹل سائرننگ ورکس

اگرہ روڈ۔ نظام پور۔ بھیمڑی۔ تھانہ

فون ۸۳۰۲

ملت کے بے باک ترجمان ماہنامہ المیزان کو خراج تحسین
یا الہی جب رضا خواب گراں سے سراٹھائے
دولت بیدار عشق مصطفیٰ کا ساتھ ہو

حفیظ اینڈ پنی

پاکستان پکٹروں کا قابل بھروسہ مرکز

۱۱ ناگد پوی اسٹریٹ - ناخدا محلہ بمبئی 400003
فون 345114

نئی نسل کی ابھرتی ہوئی قیادت آل انڈیا سٹی لیگ کو ہدیہ تبریک
جس نے امام احمد رضا نمبر شائع کر کے ملت اسلامیہ پر احسان کیا

بکینی آپوریم

فینسی کپڑوں کا شاندار مرکز

اشرفی منزل ۲۲ گوری پاڑہ یا مقابلہ میس ہائی اسکول تھانہ روڈ
بھینونڈی - ضلع تھانہ

میرے روحانی جدِ محترم امام احمد رضا کی یاد میں مشق شدہ

امام احمد رضا کا تفسیر

کے لئے

آل انڈیا سنی لیگ

اور

امام احمد رضا نمبر کے لئے ادارہ ماہنامہ المیزان کی خدمت میں

ہدایہ خلوص

الحاج عبد الغفور ضوی القادری

موٹر سائیکل والے

۱۰۔ کھارٹینک روڈ، بمبئی ۳ ————— فون نمبر ۳۳۵۶۴۰

نیک شتاؤں کی ساقہ

گلشنِ ایرانِ لیسٹون ط

لذیذ مغلی کھانوں کیلئے مشہور و معروف

خصوصیت کے ساتھ یہ سچ کباب

لحم گاہوں کے آرڈر پر کھانے پہنچانے کی خدمت بھی انجام دیتے ہیں

== پتہ ==

الکریم منزل، پلٹن روڈ، ممبئی نمبر ۱

ٹیلیفون: ۲۶۵۱۸۳

اگر سنا دے عشق کے بولوں میں اے رضا
مشتاق طبع لذت سوزِ جگر کی ہے

اپنے پیر و مرشد امیر الملت سیدنا مولانا امیر انشرف صاحب قبلہ ظلہ العالی کے روحانی فیوض و برکات
کے طلب گار

سیف و کسریٰ

قیصر باغ، تھانہ روڈ، بھیڑی، تھانہ (مہاراشٹر)

سرفراز احمد حاجی صدیق فقیہ انشرفی

سوداگر محلہ، بھیڑی

فون: ۸۲۳۱: ۴ — مکان: ۴۳۳۱: ۴

ماہنامہ المیزان کو بے پناہ مبارکبادیاں

کہا تو نے کہ جو مانگو ملے گا
رضایت سے ترسائل ہے یا غوث

اپنے روحانی رہبر شیخ طریقت حضرت مولانا الحاج شہید اکمل حسین اشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے فیوض کے طلب کار

محمد حنیف شہرت علی
اور برادرات

دھوبی تالاب، بھیمڑی، کھٹانہ

نیک تمناؤں کے ساتھ

ڈیلی
سروس

- اندور
- سیہور
- کٹنی
- برہر
- گنج باسوڑا
- بھوپال
- اشٹا
- شہدول
- گوالیار
- سیرنج
- بیراگر۔ ساگر
- المانی
- وڈیش

ایک لکھ روپے
ایک لکھ روپے

45-A مین واڑہ روڈ

بلیک ۳۰۰۰۰

فون: ۳۳۱۲۶۶
۳۳۳۵۲۵

نیک تمناؤں کے ساتھ

نٹل ج زری امپوریم

ہر قسم کا زری کامال اور ایمبراڈری کامان

۳۶۳۔ ابراہیم رحمت روڈ پائیدھونی

بلیک ۳۰۰۰۰

فون: ۳۳۲۶۳۶

نیک تمناؤں کے ساتھ

اورنٹل گرلز اسکول

(رجسٹرڈ ۵۳۲)

زیر اہتمام

یونیورسل ایجوکیشن سوسائٹی

دوسری راہوری تھانہ

بارگاہِ امام احمد رضا

ہیں

گلہائے عقیدت

پیش کرتے ہیں

یئر الائنڈ ریدنگ کالورین

نیوٹا گیارہ بمبئی ۸۰۰۰۰۲

امام احمد رضا نمبر کی اشاعت

و

امام احمد رضا کانفرنس کے کامیاب انصرام پر

مبارکباد

پیش کرتے ہیں

ریگل شوز

میحاری شوز کے عالمی برآمد کنندگان
ہوٹل ایڈوان متھل سن این سینڈ ہوٹل، جوہن پور بمبئی ۵۳۰۰۰۲
فون نمبر: ۵۷۹۴۸۱/۸۶
برانچ: اشوکا ہوٹل، دہلی

نیک تمناؤں کے ساتھ

یونائیٹڈ ٹمپرسٹریٹنگ کمپنی

ٹمبر چنٹ اور جنرل کنٹرول، ایکسپورٹ اور امپورٹ
پوسٹ باکس نمبر ۴۵۷۶

۳۴۔ آرائیس، نمکر مارگ (فارس روڈ) بمبئی ۸۰۰۰۰۲
:- فون :-

آفس: ۳۹۵۸۹۲ مکان: ۳۳۵۴۴۲
۳۷۸۳۳۸

نیک تمناؤں کے ساتھ

بمبئی گجرات روڈ

فلپٹ اونر اور ٹرانسپورٹ کنٹرول
ہیڈ آفس:

۷۷-۷۹۔ ابراہیم ایم مرچنٹ روڈ، کٹرک
بمبئی ۹۰۰۰۰۲

فون: ۳۳۳۴۳۲

اے رضا مضمون سوز دل کی رفعت کیا
اس زمین سوختہ کو آسمان سوختہ
حضرت سید شاہ تنویر میاد کو خلوص کا تحفہ

اپنی ہوٹل

لذیذ طعام کا بے مثال نظام

ندی ناکہ، بھیڑی، تھانہ فون: ۸۳۵۱

اے رضا آہ وہ بلبل کہ نظر میں جس کی
جلوۂ جیب گل آئے نہ بہار دامن
تاج الاصفیاء سرکارِ ایش علی شاہ علیہ الرحمتہ کے
اکرام خصوصی کے طالب

میسٹر ڈائمنڈ سائزس

نظام پور، چوتھا محلہ، بھیڑی، تھانہ

اپنے دل کا ہے انھیں سے آرام سونے ہیں اپنے انھیں کو سب کام
لو لگی ہے کہ اب اس در کے غلام چارہ در در رضا کرتے ہیں

اپنے آتشیدہ غوث الاعظم اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ علی حسین اشرفی الجیلانی قدس سرہ النورانی کی بارگاہ

بیکس پنہا میں تدر خلوص

جن کے در کی غلامی میرے لئے سعادت حارین ہے

(حاجی) محمد نسیم عبدالرشید سرمد

درگاہ روڈ بھیمڑی تھانہ فون ۸۳۳۱

اپنے روحانی قائد عارف باللہ شیخ المشائخ حضرت شاہ محمد یار علی قادری چشتی علیہ الرحمۃ والرضوان

(بانی دارالعلوم فیض الرسول بکراؤں شریف)

کو عقیدت و محبت کا ہدیہ خلوص

جن کی نگاہ خاص کا رہیں منت ہو

(حاجی) محمد سمیع سرمد

تھانہ روڈ بھیمڑی تھانہ

آل انڈیا سنی لیگ اور المیزان کیلئے نیک خواہشات

شفاعت کرے حشر میں جو رضا کی
سوا تیرے کس کو یہ قدرت ملی ہے

شیخ الہیکٹ کلر

انجنیئر اور کنٹرولر

ریڈیو پرائیٹ

محمد حنیف شیخ

۵-۳ مورلینڈ روڈ، تیسری گھیللا بھائی اسٹریٹ

مبئی ۸۰۰۰۰۸

کردن مدح اہل دول رضا پرے اس بلا میں مری بلا
میں گداہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں
زبدۃ العارفین شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ سید تنویر اشرف
کی خصوصی توجہات کا طالب

مختار احمد انیس ساؤنڈ ریکس

۵۶۷۔ مرتضیٰ کیساؤنڈ۔ بھیڑی، تھانہ

اعلیٰ حضرت ہادی ملت امام احمد رضا رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ
کی بارگاہ مہیب
خراج عقیدت پیش کرتے ہیں
والسترگان سلسلہ عالیہ نوریہ

محفل فضل نوری

۱۸۔ ابراہیم منزل روبر ودھرتی سینما پرل
بیبی ۱۲۰۰۰۰

حضرت تنویر میاں صاحب قبلہ کی خصوصی توجہات کا متنی

ہے بلبل رنگیں رضا یا طوطی نغمہ سرا
حق یہ کہ داصفحہ ترا یہ بھی نہیں بھی نہیں

غلام رسول ہدایت اللہ

قیصر باغ تھانہ روڈ
بھیڑی، تھانہ

اوپرین سلطان الہند کے دربار

اجیر مقدس ایشیا کی وہ واحد زیارت گاہ ہے جہاں لاکھوں کی تعداد میں عقیدتمند جمع ہوتے ہیں اور گوہر مراد حاصل کرتے ہیں فیوض و برکات کی ایک پُر جوش نہر جاری رہتی ہے ہر شخص اپنی بساط بھر لیکر ہی واپس ہوتا ہے

خواجہ نگری جانے سے پہلے لوگ کسی ایسے رہبر اور گائڈ کی تلاش میں رہتے ہیں جو معمولات عرس خواجہ سے اچھی طرح بہرہ مند کرا سکے بیت النور اجیر میں ایک خاندان ایسا بھی ہے جس کے توسل سے حاضری کی سعادت حاصل کرنے کی گزارش خاندان اشرفیہ کے اکابرین نے کی۔ اور خود صاحب سجادہ سرکار کلاں آستانہ اشرفیہ دامت فیوضہم نے اپنے پرسنل لیٹر ہیڈ پر ان الفاظ میں ہدایت فرمائی ہے

منجانب اکابرین خاندان اشرفیہ

اعزاز شد سید محمد ہادی صاحب سلمہ کے والد ماجد مولانا سید محمد غلام علی معینی علیہ الرحمہ کے تعلقات جو ہمارے آباء و اجداد وغیرہ سے تھے وہ تو تحریر سے ظاہر ہے ہمیشہ اعلیٰ حضرت سیدی و جدی علیہ الرحمہ کا قیام انھیں کے مکان پر ہوتا رہا اور وابستگان سلسلہ اشرفیہ کے قیام و زیارت کی خدمات انجام دیتے رہے آج بھی بالائے بھارہ بیت النور ہی میں قیام رہتا ہے لہذا تمام سلسلہ اشرفیہ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ اجیر شریف پہنچ کر سید محمد ہادی صاحب و سید محمد ہدی صاحب سلمہ یا یہ دونوں بھائی ہیں۔ انھیں کے ذریعہ سے آستانہ کی حاضری کی سعادت حاصل کریں دستخط سید محمد مختار اشرف سجادہ نشین کچھوچھہ شریف فیض آباد دستخط سید محمد مدنی اشرفی جیلانی غفرلہ دستخط سید محمد مظفر حسین کچھوچھہ شریف دستخط سید محمد مجتبیٰ اشرفی اشرفی جیلانی کچھوچھہ شریف فیض آباد دستخط سید اطہار اشرف کچھوچھہ شریف

امام احمد رضا

وہ مینارِ نور ہیں

جن سے آنے والی تسلیں

ہم سے نیک یادہ نور حاصل کریں گی

شاہ محمد الحاج محمد لویف

چایر مین: بمبئی سٹی و یورس کوآپریٹو سوسائٹی

صدر: مہاراشٹر پاور لوم و یورس ایسوسی ایشن صدر: آل انڈیا مونکافرنس مہاراشٹر اسٹیٹ

نائب صدر: پروگریسیو پاور لوم و یورس سوسائٹی بمبئی سکریٹری: آل انڈیا پاور لوم و یورس فیڈریشن

اللہ رکھا بلڈنگ مینس زوڈ، بمبئی ۴۰۰۰۱۱

فون: ۳۹۴۱۳۸

اے بہار گلستانِ شرع متیس ایک آنور ہی مداح تیرا نہیں
ہیں کھڑے دور تک یہ دل لئے کارواں کارواں قافلے قافلے

مناثرات

(اپنے اور پرانے)

امام احمد رضا قبلہ اہل دل

امام احمد رضا عالم باعمل

امام احمد رضا ایک فاضل اہل حدیث کی نظر میں

امام احمد رضا اپنوں اور بیگانوں کی نظر میں

قبلہ اہل دل

ڈاکٹر نسیم قریشی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

مدیر مکرم — سلام نیاز — یہ حقیر و بے باہر تحسیر محض نذر عقیدت ہے۔ کاش میں میر حاصل
مضمون لکھ سکتا، تحریر اگر شائع بھی نہ ہو تو مجھے کوئی شکایت نہ ہوگی۔ مجھے تو نذر عقیدت پیش کرنا تھی، سکون دل
میر آگیا۔ — نیاز کیش، نسیم

ایکے تاثر، حسین و خوش گوار تاثر، دلنواز، روح پرور جو ایک نقشِ تابندہ بن کر ذہن کے پردوں پر مرتسم ہو گیا ہے۔ بزمِ سیرت پاک
تھی، فضائل و شمائل ختمی مآب کی جلوہ سائیاں چشمِ تصور کے سامنے حیاتِ انسانی کا وہ گوشہ جہلِ ضلالتوں میں رہتا تھا جس نے رہتی دنیا تک کے لئے نورانی
فکر اور پاکیزہ عمل کی ایک شاہراہ بنا رکھی ہے۔ انسانیت کے فروغِ کمال اور صلاح و فلاحِ داریں کی راہ — ہادیِ برحق، مقتدائے انسانیت، شفیعِ محشر کا ذکر
پاک، روحانی سرخوشی کی ایک جوئے حیات افزا تھی کہ پڑی بہہ رہی تھی۔ اسی عالمِ کیف و مستی میں، عرضِ نیاز، سرشاری و سپردگی، الفت و عقیدت کا
ایک ترانہ شوق تھا کہ بلند ہوا۔
مصطفیٰ جانِ رحمت پر لاکھوں سلام

طبیعت بے اختیار وجد کمر اٹھی۔ ذہن کے درتپے بہارِ ابد کی جاں نزا ہواؤں کے لئے کھل گئے۔ وجود کا ذرہ ذرہ سماں سرمدی کی سرشاریوں میں
ڈوب گیا۔ کیا نغمہ، کیا نظم، کیا واپا ہاں سلام، لفظِ بیان کے بیچ و خم میں کہ نیازِ مندی کی تدرتہ کیفیتوں میں ہلکے اٹھے ہیں۔ حسنِ معنی ہے کہ حسنِ عقیدت
میں سو کر زمرہ داد دی کے پیکر میں ڈھل گیا ہے۔ سرورِ کائنات کے حضور شرفِ باریابی حاصل ہے۔ لڑائے شوقِ نغمہ واپا ہاں بن گئی ہے ذوقِ فنا
شباب پر ہے شیفگی دنیا ز کیشی، ہمہ آواز، ہم سرورِ مستان، ہم ارتعاشِ قلبِ مضطر ہو گئی ہیں۔ روحانی سرمدی کے عالم میں حضرت رمنہ
خلدِ آشیانی کی زبانِ حقیقت ترجمان سے جو حرف نکلتے ہیں، باغِ کامران کا سدِ ابھار پھول بن گیا ہے۔

نعت گوئی ادبیاتِ انسانی کا ایک بے انتہا پیش تیمت ذخیرہ ہے۔ نازک خیال شاعروں اور چابکدست، اہرینِ فن نے سوائے عقیدت کو وہ آب و
رنگ دیا ہے۔ یہ این اندازِ چمن طرازی فکر و بیان کی ہے کہ طبیعتِ جہوم جہوم اٹھتی ہے۔ کتنی عظیم سعادت آئی ہے، حضرت رمنہ کے حصہ میں کہ وہ مقبولین
بارگاہِ الہی اور نظرِ سرمدگان رسالتِ پناہی کے اس محبوبِ زمرہ میں ایک مقامِ خاص رکھتے ہیں۔ ایسا بلند مقام کہ انہیں حسانِ الہند کے مبارک لقب سے
یاد رکھنے بغیر ان کے بے پناہ جذبہ عشقِ رسول، ان کا وجدِ آفریں،
ہو ہی نہیں سکتا۔ محمدی لڑائے عظمتِ ابد کی چوٹیوں پر سرمدی شان سے ہمارا ہے اور اس کے مقدس سائے میں حضرت رضا بریلوی جادواں کامرائیوں

سے سرفراز و شاد کام ہو رہے ہیں۔

یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے۔

عالم باعمل

(خطیب اہلبیت مولانا سید عباس رضوی ممبئی)

جنگ نہ تھی سجدہ تعظیم سے بیرون تھا بلکہ سب کی روح اعظم حب اہلبیت سکد تھا۔ ایسے کڑے وقت میں بریلی کے متمول تعلیم یافتہ بزرگ خاندان سے احمد رضا خان صاحب قبلہ کی ذات گرامی نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ زبردست جہادِ اولیٰ کا درجہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے تنہا اتنے عظیم طوفان کا مقابلہ کیا۔ اقبال جیسے مفکر سے لوہا منوایا۔ غیروں سے تائید کرائی۔ اکابرین علمائے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ سے ہر تصدیق ثبت کرائی، مرثیہ خوانی، مجلس، تبرک درود فاتحہ کی اہمیت کو علی طور پر اجاگر کر کے زمانہ کو شجہہ بازی کی بھول بھلیوں سے نکال کر اپنے عاشقِ رسول اکرم اور محبتِ اہل بیت ہونے کا عظیم ثبوت دیا۔

مولانا احمد رضا خان صاحب قبلہ نے ناموسِ عترت اور تحفظِ ذکرِ اطہار کے لئے وہ عظیم کام کیا جو کسی شیعہ مجتہد سے بھی ممکن نہ تھا۔ ہندوستان میں آج جو مجالس محرم قائم ہیں اُسکے وجود کی بقا کے سلسلہ میں مولانا احمد رضا کی بے لوث خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت کا کلام پڑھیے تو پتا چلتا ہے کہ انہیں نیتِ پاک سے کس قدر عشق تھا۔ انما و اہلبیت سے کتنا لگاؤ تھا۔ اُن کا کلام عشقِ رسول میں ڈوبا ہوا ہے۔ اور ہمارے لئے ایک سبق ہے۔ کیوں نہ مبارک ہو وہ ذات گرامی جس کا نام حوریت کے ایقان سے لبریز ہو کر احمد سے شروع ہوا اور عرفانِ رفیع سے ختم ہوا۔ اختتامِ ہجرت کا اللہ کچھ نہ بھی ہے پھر بھی ہمیں تو اس نام نامی سے صرف اس لئے عقیدت ہے کہ اُسے اپنے نام کی بھرپور لالچ رکھی اور اپنے کام کو اپنے نام سے ہمیشہ وابستہ رکھا گویا اُن کا کام اُنکے نام کا رہن منت ٹھہرا۔ کسی بھی مدرسہ فکر و خیال کے علماء ہوں مولانا احمد رضا خان صاحب کا نام سنکر گردن نہ سہی دل ضرور خم کر دیتے ہیں اور یہ ایک ادنیٰ اعجاز ہے محبتِ اہلبیت ہونے کا۔ پچ تو یہ کہ مولانا احمد رضا جیسے محبتِ اہلبیت بزرگ صدیوں کے الٹ پھریں بھی پڑھیں تو قدرتِ انکو ایک خاص مقصد سے پیدا کرتی ہو۔ اور یہ خود دینِ فطرت کی خدمت کیلئے وجود میں آئے ہیں۔ المیزان مولانا احمد رضا نمبر نکال کر ایک بڑی خدمت انجام دے رہا ہے۔ مجھے عیدِ الفریقی کی بنا پر وقتِ نفل کا جو کچھ عسرات ہے وہ تو یہی چلتے چلتے سفرِ بچانے میں پیش کر دیئے ہیں۔ خدا اس نبر کو کامیاب فرمائے۔

تقریباً ڈیڑھ سو یا پھر دو سو سال کا زمانہ کہئے، تاریخِ اسلام میں عجیب اہمیت رکھتا ہے اس لیے کہ اہل بیت اطہار یوں تو ہر دور میں مظلوم رہے ہیں لیکن اس ڈیڑھ دو سو سال کے عرصہ میں جو واقعات رونما ہوئے ہیں اس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم کاؤ کو خود مسلمانوں کے پڑھے لکھے گروپ سے ایسا سیاہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا جس سے بچنا، بچنا، سرخرو ہو کر شعلوں سے نکل آنا، دشمن کو چاروں طرف سے چت کرنا معمولی دل گردے والے کا کام نہ تھا۔

۱۸۵۶ء سے ۱۹۱۵ء تک کا وہ خطرناک دور تھا جب ندوۃ العلماء کا سرِ فلسفہ اور دارالعلوم دیوبند کی مسموم فضا نے ہر خشک و تر کو ایسا بدترین موقع فراہم کر دیا تھا کہ خود انگریزی حکومت نے ہندوستان میں بھلے، خاصے چنگے خاموش طبع پنجابی نوجوان کو سیغیری کا دعویٰ دینا دیا۔ کمرشٹن، گوتم، رام اور علی بنادیا غلطی نبوت کی بیجاں روح پھونک دی۔ یہی وہ زمانہ تھا جب دیوبند سے تعزیرہ داری، مرثیہ خوانی، مجلس شہادت، تعظیمِ مرثیت و فاتحہ درود کے لیے کیسے کیسے تباہ و فسادے صادر ہوئے۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فقہی مسائل میں مے دانگیں کی لاگ کو پتہ نہ فرمایا گیا۔ اور پنجابی نبوت کے دعویٰ پر بڑے بڑے دو ذالہ ہو کر منتریں طے کرنے لگے۔ اسی زمانہ میں تو سر فخر اللہ خان صاحب کی والدہ محترمہ بغیر شوہر کی اجازت طلب کئے لاہور سے قادیان آکر بیعت سے مشرف ہوئیں۔ منکر فتنہ نبوت کی گستاخیاں حد سے تجاوز کرنے لگیں۔ قرآن حکیم کی عجیب عجیب مضحکہ خیز تفسیریں دنا دلیں کیجانی لگیں۔ اسلام میں صوفی ازم کو زک پہنچانے کی آڑ میں دراصل خود شجرِ اسلام پر کلھاڑی چلائی جا رہی تھی۔ اور یہ وہی شجرِ اسلام تھا جس کو خشک ہونے سے بچانے کے لئے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اپنے خون سے اس کی آبادی کر کے اسے شاداب زندگی بخش۔

تاریخ کا مطالعہ اگر بغور کیا جائے تو بہت جلد واضح ہو جاتا ہے کہ دراصل ایک فرد کی ذات کو نچا دکھانے کے لیے کیسے کیسے ذلیل حربے استعمال کیے گئے۔ نیکو خطرہ دشمنانِ دینِ مبین کو وحدانیت کے تصور سے نہ تھا، ہمہ اوست

ایک فاضل اہلحدیث کی نظر میں

از: ڈاکٹر پرو فیسر محی الدین الوائی جامعہ ازہر مصر

ڈاکٹر محی الدین الوائی ازہر یونیورسٹی میں تقریباً بیس سال سے دینی اور علمی خدمات میں مصروف ہیں الوائی صاحب کی شخصیت علماء ازہر اور ہندوستانی علماء میں تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ پروفیسر موصوف بیک وقت اردو، ہندی، میاں، عربی اور انگریزی جیسی زبانوں پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ حسن ادا اور شوکت الفاظ کی خوبیاں ان کی زبان میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ موصوف مسلکاً اہل حدیث ہیں لیکن ان کی وسیع القلبی اور وسعت نظری کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ اہل حدیث ہونے کے باوجود امام احمد رضا کی بحر علمی کا برملا اظہار کیا۔ ڈاکٹر الوائی کا یہ عربی مقالہ قاہرہ سے شائع ہونے والے مشہور جریدہ صوت الشرق ص ۱۶-۱۷ شمارہ فروری ۱۹۷۷ء میں اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔ قارئین المیزان کے سامنے کرمی محبت الحق اعظمی بی۔ یو۔ ایم۔ ایم۔ ایس طبیبہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے تفصیلی اردو ترجمہ کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ کاش اکابرین دیوبند بھی وسعت نظر اور روشن خیالی میں پروفیسر محی الدین الوائی کے شانہ بشانہ چلتے اور تعصب اور تنگ نظری سے ہٹ کر امام احمد رضا کی انقلاب آفریں ذات کا مطالعہ کرتے تو انہیں پتہ چلتا کہ فاضل بریلوی نے برصغیر ہندوپاک کے لئے علوم و فنون کے کس قدر خزانے چھوڑ کر آنکھیں بند کی ہیں۔ (ایڈیٹر)

شخصیات اسلامیہ من الہند

مولانا احمد رضا — بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

جن علماء ہند نے مروجہ علوم عربیہ و دینیہ کی خدمات میں اعلیٰ قسم کا حصہ لیا ہے ان میں مولانا احمد رضا خاں صاحب کا نام سرفہرست نظر آتا ہے۔ علوم عربیہ اسلامیہ کو آراستہ کرنے میں آپ کا بہترین ریکارڈ ہے۔ آپ نے جس طرح علم فقہ، تفسیر، حدیث و کلام، تصوف وغیرہ علوم فہدوات میں ترفیفات نہ مائی ہیں اسی طرح آپ کی بہت سی تصانیف ادب مثلاً صرف بلاغت، شعر و انشاء میں بھی ہیں۔ نینہ علوم عقلیہ مثلاً منطق

بعد مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ من طلیعہ علماء الہند المسلمین الذین ساهموا مساهمۃ فعالة فی خدمۃ العلم والدين واللغة العربیۃ فی انحاء مثبتة القارة الہندیۃ، وله صفحات بحیدۃ فی تاریخ نشر العلوم العربیۃ و اسلامیۃ فی ربوعہا وقد وضع مولفات عديدة فی التفسیر و الحدیث و الفقہ و علم الکلام و التصوف، و غیرہا من العلوم الاسلامیۃ، کما

ہیت، حساب، فلسفہ وغیرہ علوم پر بھی آپ نے قلم اٹھایا ہے۔

پیدائش

احمد رضا خاں ۱۰ شوال ۱۲۴۲ھ مطابق ۱۲ جون ۱۸۵۶ء کو ہوئی۔ آپ کا نام ولادت کے بعد محمد رکھا گیا پھر آپ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا کے لقب سے مشہور ہوئے۔

آپ کے اسلاف افغانستان کے مشہور شہر قندھارے دور مغلیہ میں ہندوستان آئے تھے۔ آپ کے والد عالم جلیل اور صاحب زہد و تقویٰ تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے صرف ایک ماہ کی قلیل مدت میں پورا قرآن کریم حفظ کر لیا تھا۔ آپ چودہ سال کی عمر میں بنیادی علوم اسلامیہ، عربیہ، تاریخ، حساب وغیرہ اپنے والد سے حاصل کئے۔ آپ کے مشہور اساتذہ میں یہ ہیں۔

۱۔ مولانا عبد العلی رامپوری

۲۔ شیخ ابوالحسن نوری مارہروی

۳۔ سید مرزا غلام قادر بیگ صاحب رحمۃ اللہ علیہما ہیں

تصوف کی جانب رجحان

احمد رضا بچپن ہی سے دنیاوی آرائشوں کی طرف تفت نہ تھے لوگوں سے معاملات میں حلم تواضع بلند اخلاقی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ ۱۲۹۳ھ میں آپ قطب زمان حضرت مولانا سید شاہ آل رسول رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔

آپ کی علمی سرگرمیوں میں تصوف، اتقا پر ہیزگاری کے بہترین نمونے ہیں۔ جس کی بنا پر آپ بہت جلد مارے ہندوستان میں مشہور ہو گئے اور آپ کے پاس نور و معرفت کے پروانے ہر طرف سے آنے لگے۔

سفر حرمین

شیخ احمد رضا دومرتبہ حج بیت اللہ زیارت روضہ نبوی کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے اپنے دونوں سفروں میں عرب کے اسلامی و ملی مرکزوں کو بھی دیکھا اور وہاں کے علمائے ملاقات

ان لم مولفات فی فروع الادب من صرف و بلاغہ و شعر و انشاء و قد صنف ایضاً فی العلوم العقلیۃ و المنطق و علم الھیئۃ و الحساب و الحکمۃ الطبیعۃ و غیرہما:

ولد احمد رضا خاں فی العاشر من شوال ۱۲۷۲ھ الموافق ۱۰ یونیۃ ۱۸۵۶ء و قد سمی (محمد) عقب ولادت شہر اشتهر بلقب (اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں) و كانت عائلۃ قد انحدرت من بلدة (قندھار) بافغانستان الی الهند فی عہد المغول فیہا، وکان والدہ عالمًا جلیلاً ذورع و تقی۔ و یقال ان مولانا احمد رضا خاں قد حفظ القرآن الکریم کلہ فی مدۃ شہر واحد، و نبغ فی مبادئ العلوم الاسلامیۃ و العربیۃ و التاریخ و الحنا و غیرہا تحت اشرف والدہ قبل ان یتجاوز سن الرابۃ عشرۃ وکان من اساتذتہ المشہورین۔

۱۔ مولانا عبد العلی رامپوری

۲۔ والشیخ ابوالحسن نوری مارہروی

۳۔ والسید مرزا غلام قادر بیگ رحمۃ اللہ علیہما

میلۃ الی التصوف

وقد بدت فی سلوک احمد رضا منذ الصغر انوار الزاہد فی متعہ الحیاۃ الدنیویۃ و التمسک بالاخلاق الفاضلۃ و التواضع و الحلم فی معاملتہ مع الناس و فی عام ۱۲۹۴ صبح مریداً عاملاً علی ید الصوفی الکبیر قطب الزمان سید شاہ نوری رحمۃ اللہ علیہ و قد تجلت مظاہر الورع و التقی و التصوف الخالص فی نشاط العلمی حتی ذاع صیتہ فی ارجاء الهند و یداء طلاب النور و العرفان یفدون الیہ من شتی البقاع

سفرۃ الی الحرمین

وقام الشیخ احمد رضا بحجۃ الی بیت اللہ الحرام و زیارۃ الروضۃ النبویۃ مرعین و قد اتاحت لہ ہاتان الرحلتان الفرصۃ للقیام بزیارۃ المراكز العلمیۃ

کی۔ علوم اور معاملات دینیہ میں مشورے بھی کئے، مجاز کے مشہور علماء حدیث کی مخصوص اسانید سے حدیث روایت کرنے کی اجازتیں بھی حاصل کیں۔ اور خود بھی اپنی مخصوص اسانید سے وہاں کے علماء کو حدیث روایت کرنے کی اجازت دی۔

علم ریاضی اور ڈاکٹر سر ضیاء الدین

مولانا محمد حسین صاحب میرٹھی ہائی علمی پریس بیان کرتے ہیں کہ مسلم یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر سر محمد ضیاء الدین صاحب مرحوم جنہوں نے ہندوستان کے علاوہ یورپ کے ممالک میں تعلیم پائی تھی اور علم ریاضی میں کمال حاصل تھا۔ ہندوستان میں کافی شہرت رکھتے تھے۔ اتفاق سے ان کو ریاضی کے کسی مسئلہ میں اشتباہ ہوا۔ ہر چند کوشش کی مگر مسئلہ حل نہ ہو سکا۔ کیونکہ صاحب حیثیت اور علم کے شائق تھے اس لئے قصد کیا کہ اس کو جرمنی جا کر حل کرائیں۔ جس اتفاق انہوں نے اساتذہ العالیہ شاہ سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے اسکا تذکرہ کیا۔ مولانا نے مشورہ دیا کہ آپ بریلی جا کر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے دریافت کیجئے انشاء اللہ ضرور حل فرمادیں گے۔ سر ضیاء الدین صاحب نے کہا کہ مولانا یہ آپ کیا فرما رہے ہیں کہاں کہاں تعلیم پا کر میں آیا ہوں اور حل نہ کر سکا اور آپ ان صاحب کا نام لے رہے ہیں جنہوں نے غیر ممالک تو کیا اپنے شہر کے کالج میں بھی تعلیم حاصل نہ کی بھلا وہ کیا حل کر سکتے ہیں۔ دوچار روز کے بعد مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے ان کو پریشان دیکھ کر دوبارہ یہی مشورہ دیا لیکن وائس چانسلر صاحب نے کہا کہ وہ کیا حل کر سکتے ہیں۔ اور یورپ جانے کی تیاری شروع کر دی۔ مولانا موصوف نے جب تیسری بار بریلی جانے کو فرمایا تو وہ غصہ بھرے لہجے میں بولے کہ مولانا عقل بھی کوئی چیز ہے آپ مجھے کیسی رائے دے رہے ہیں اس پر مولانا نے فرمایا کہ۔ آخر اس میں حرج ہی کیا ہے اتنے بڑے سفر کے لئے بریلی جانا تو کوئی چیز نہیں ہے علی گڑھ سے سیدھی گاڑی جاتی ہے چند گھنٹے کا سفر ہے آپ وہاں ہو تو آئیں۔۔۔ پھر تو ان کی سمجھ میں بات آگئی چنانچہ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کو لے کر لاہور شریف پہنچے اور وہاں سے اعلیٰ حضرت کے پیر زادہ والاہر جت جناب سید ہمدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین کو لے کر بریلی شریف اعلیٰ حضرت کے دولت کدے پر پہنچے

فی بعض البلدان العربیة والاسلامیة، والاتصال بعلمائها والتشاور معهم فی سؤن الذین والعلم۔ وانظم زیارته للبلاد العربیة، نال اجازة اجازة لروایة الاحادیث النبویة من بعض مشامیر علماء الحدیث فی الحجاز من اسانیدہم، کما اجازہو بنفسہ لبعض هؤلاء العلماء حق روایہ الحدیث من اسانیدہ الخاصة۔

نبوغہ فی الرياضیات

وجدید بالذکر ان مولانا احمد رضا خان قد امتاز عن کثیر من اقرانہ ومعاصریہ العلماء فی الجمع بین العلوم النظریة والعلمیة ومما یبدل علی مہارتہ فی الرياضیات والحساب والجبر وغیرہا۔ ان العالم الرياضی الشہیر الدکتور ضیاء الدین وکیل جامعۃ علی گڑھ الاسبق وامثالہ کالنواید ہون الیہ لحل بعض المشكلات العویصۃ فی المسائل الحسابیہ والهندسیہ ویحکی الدکتور ضیاء الدین انہ قد واجہ فی احدی تجار بہ الحسابیہ مشکلة عویصۃ فقدر ان ان یسافر الی جرمنی لیتناقش ہذہ المسألة مع احد اساتذتہ المعروفین هناك وأثناء سفدہ الی مینا بومبا فی قابل الدکتور ضیاء الدین فی القطار ومولانا احمد رضا خان بالمصارفۃ وماکان یعرف عنہ حین ذاک الا انہ عالم دینی متین وصوفی جلیل فتحرک الیہ الدکتور ضیاء الدین عن وجہۃ رحلتہ وغرضہ منها فطلب منہ مولانا احمد رضا ان یشرح مشکلة فاذا هو یحلہا بکل سہولۃ ووضوح فاعجب بہ الدکتور ضیاء الدین ومنذ ذلک الحین أصبح من المشر دین الیہ کما صادفتہ مشکل من مشکلات العلوم النظریة ادا العلمیۃ

اور اندر اطلاع بھی۔ ان دنوں اعلیٰ حضرت کی طبیعت ناساز تھی۔ اس لئے سید مسدی حسن صاحب نے کھلا بھیجا کہ میں آپ کو دیکھنے کو آیا ہوں فوراً پردہ کرادیا گیا۔ اور یہ تینوں حضرات اعلیٰ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اعلیٰ حضرت نے حضرت سید مسدی حسن میاں کی تعظیم و توقیر شایان شان فرمائی اور مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کے بھی بوجہ سیادت تعظیم کی اور جناب دانش چاندر سرنیا، الدین صاحب سے بھی مزاج پرسی فرمائی اور ان کی غرض دریافت کی تو ڈاکٹر نے بتایا کہ میں ریاضی کا ایک مسئلہ حل کرنے آیا ہوں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ پوچھئے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ وہ ایسی بات نہیں ہے جسے میں اتنی جلدی غرض کروں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آخر کچھ تو فرمائیے۔ غرض ڈاکٹر نے سوال پیش کر دیا۔ اعلیٰ حضرت نے سنتے ہی فرمایا کہ اسکا جواب یہ ہے۔ یہ سن کر ان کو حیرت ہو گئی اور گویا آنکھ سے پردہ اٹھ گیا اور بے اختیار بول اٹھے کہ میں نے سنا کرتا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی چیز ہے آج آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ میں تو اس مسئلے کے حل کے لئے جرمی جا رہا تھا۔ لیکن ہمارے پروفیسر جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے میری رہبری فرمائی۔ مجھے جواب سن کر تو ایسا معلوم ہوا ہے کہ جناب اس مسئلے کو کتاب میں دیکھ رہے تھے سننے ہی فی السیدہ نشی بخش نہایت اطمینان کا جواب مرحمت فرمادیا پھر ڈاکٹر صاحب بہت شاداں و فرحاں علی گڑھ واپس تشریف لے آئے۔

شاعری و علوم

ہرانا مشہور مقولہ ہے کہ شخص واحد میں در چیزیں تحقیقات علیہ نازک نیالی نہیں پائی جاتی۔ لیکن مولانا احمد رضا کی ذات گرامی اس تقلیدی نظریہ کے عکس پر بہترین دلیل ہے آپ عالم محقق ہونے کے ساتھ بہترین نازک خیال شاعر بھی تھے جس پر آپ کے دیوان "حدائق بخشش" "حدائق الدلیات و مدح رسول" بہترین شاہد ہیں۔ اس کے علاوہ فلسفہ علم فلکیات، ریاضی اور دین و ادب میں آپ ہندوستان میں صف اول کے ممتاز علما اور شعراء میں تھے۔

تصنیفات

آپ کی تصنیفات مطبوعہ دہلی، عربی، فارسی اور زبانوں میں ایک ہزار سے زائد ہیں جن میں سے ہم چند کا تذکرہ کرتے ہیں۔

العالم الشاعِر

قد یماقیل ان التحقیق العلمی الاصل والخیال الذہنی الخصب لا یجتمعان فی شخص واحد، ولكن مولانا احمد رضا كان قد برهن علی عكس هذه النظرية التقليدية، فكان شاعرا ذخیال خصب وتشهد له بذلك دواوئیه الشعریه باللغات الفارسیة والاردویة والعربیة ودیوانه المعروف باسم "حدائق بخشش" "حدائق العطیات" و"مدح الرسول" مشہور فی اوساط شعراء ہند بجانب مؤلفاته القیمۃ فی علوم الفلاسفہ والفلك والریاضۃ والدین والادب۔

مؤلفاتہ

ویبلغ مجموع مؤلفاتہ، مابین مخطوط و مطبوع حوالی الف کتاب فی مختلف اللغات، ونشیر ہذا الی بعض مؤلفاتہ العربیہ

- ۱۔ الزلال لا تفتی عن بحر سفینة التقی فی علم التفسیر
- ۲۔ حاشیة تفسیر البیضاوی
- ۳۔ حاشیة تفسیر خازن
- ۴۔ حاشیة الدر المنثور
- ۵۔ حاشیة معالم التنزیل
- ۶۔ مدارج طبقات الحدیث
- ۷۔ حاشیة البخاری
- ۸۔ حاشیة مسلم
- ۹۔ حاشیة الترمذی

۱۰۔ الروضة البهیج فی آداب التخریج

وله مؤلفات فی خمسين فنا من الفنون العدیلة ومن اغرب هذه الفنون التي الف فیها مولانا احمد رضا علم الزیجات وعلم الجبر والمقابلة وعلم طبقات الارض، وقد جمعت الفتاوی الشرعیة التي اصدرها مولانا احمد رضا فی شتی المسائل الفقہیة، فبلغت احد عشر مجلداً وتعرف باسم (الفتاوی الرضویة) ویقالان معلمان علمیان تخلید الزکری هذا العلم الجلیل۔

احدهما، الجامعة الرضویة، بمدينة (بریلی) والاخر، المدرسة الامجدیة، بمدينة، کراتشی ویعتبر کل منهما مرکز اشعاع للعلوم العربیة و اسلامیة۔

وفاته

توفي مولانا شاة احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فی سنۃ ۱۳۴۰ھ بعد حیات حافلة من انشاء العلمی والفکری، وبعد ان تولک ذخائر قیمۃ من نتاج لمجاریہ العلمیة والادبیة للاجیال القادمة وما زال ضربیحة بمدينة (بریلی) الولایة الشمالیة فی الهند مزاراً لیدیه ومحبیہ۔

- ۱۔ الزلال لا تفتی عن بحر سفینة التقی فی علم التفسیر
- ۲۔ حاشیة تفسیر بیضاوی
- ۳۔ حاشیة تفسیر خازن
- ۴۔ حاشیة در المنثور
- ۵۔ حاشیة معالم التنزیل
- ۶۔ مدارج طبقات الحدیث
- ۷۔ حاشیة بخاری
- ۸۔ حاشیة مسلم
- ۹۔ حاشیة ترمذی

۱۰۔ الروضة البهیج فی آداب التخریج

مولانا احمد رضا کی تصنیفات تقریباً پچاس فنون میں ہیں جن فنون پر آپ نے تصنیفات کی ہیں ان میں سب سے زیادہ نادر علم زیجات (وہ جدول جن سے ستاروں کی رفتار پہچانی جاتی ہے) و جبر و مقابله و علم طبقات الارض ہے۔ مولانا احمد رضا نے اپنی زندگی میں جن فتاوی شرعیہ کو صادر فرمایا۔ انہیں کتابی شکل میں جمع کر لیا گیا ہے۔ تقریباً ۱۲ جلدوں پر مشتمل ہے جس کا نام فتاوی رضویہ ہے۔ حضرت مولانا کی یادگار میں ۲ علمی مرکزی ادارے قائم کر دیئے گئے ہیں۔

- ۱۔ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف،
- ۲۔ دارالعلوم امجدیہ کراچی، جس میں سے ہر ایک علوم عربیہ اسلامیہ کی شعاعوں کا مرکز ہے۔

وفات

مولانا احمد رضا خاں آنے والی نسلوں کے لئے اپنی تصنیفات کے قیمتی ذخائر و علمی و فکری سرگرمیوں سے بھرے خزانے چھوڑ کر سنہ ۱۳۴۰ھ میں اس دار فانی سے دار بقا کی طرف رحلت فرمایا۔ آپ کا مزار بریلی میں مریدین و محبین کے لئے ہمیشہ زیارت گاہ رہے گا۔

(بشکریہ صوت الشرق قاہرہ)

نیک خواہشات

سادھن

کف دریائے کرم میں ہیں رضا
پانچ فوارے چھلکنے والے

ٹریڈر

فینسی پلاسٹک کی چوڑیاں بنانے والے اور ہول سیل ڈیلر

سادھنا کپاؤنڈ ۵ ویں کارٹر روڈ لین، بوریولی (الیٹ) ممبئی ۴۰۰۰۶۶

نیک تمناؤں کے کیا تھے

اے رضا آہ کے یوں ہل کیٹیں جرم کے سال
دو گھڑی کی بھی عبادت تو برس جانے دو

کاف میڈیوسٹورٹ

مغلائی اور لذیذ کھانوں کے لئے مشہور ہوٹل

جہانگیر مینشن - میٹرو سینما کے بازو میں

پہلی میرین اسٹریٹ، ممبئی ۴۰۰۰۰۱

فون: ۲۹۲۴۱۸

امام احمد رضا نمبر کی اشاعت پر مبارکبادیاں

کیوں رضا کر پھٹتے ہو منہ سے اٹھو
جب وہ غفار ہے کیا ہونا ہے

فلج ایپوریم

مردانہ، زنانہ اور بچوں کے ریڈی میڈ شرٹ، انڈا کرتا، پتلون

بابا سوٹ، میکسی اور فرائڈ کا واحد مرکز

ایک مرتبہ ہمارا اعتماد حاصل کیجئے

۲۲۶۔ ابراہیم رحمت اللہ روڈ، پوسٹ آفس کے سامنے

بھنڈی بازار، ممبئی ۴۰۰۰۰۳

اپنوں اور بیگانوں کی نظر میں

ڈاکٹر محمد اسد اکھڑوی، پبلی بھیتی (علیگ)

جناب ڈاکٹر محمد اسد صاحب اکھڑوی ضلع پبلی بھیتی کے متوطن مسلم پرنسپل علی گڑھ کے طبیہ کالج سے ڈاکٹری پاس کیا اور اب ٹریننگ پریڈ میں ہیں۔ مصروفیت کے باوجود آپ نے صرف یہ کہ مضمون لکھا بلکہ مضمون کی فراہمی میں بے پناہ تعاون فرمایا۔ (ایڈیٹر)

اعلیٰ حضرت مولانا مولوی الحاج حافظ الحاج احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے نام نامی اسم گرامی سے کون واقف نہیں ہے آپ کے علم و فضل کے کمالات کی بلند یوں کا اعتراف دنیا نے اسلام کے مشاہیر کر چکے ہیں۔ آپ کا قلم ایک طرف عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہونے کی وجہ سے نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نغمہ طراز ہے تو دوسری طرف ان اعتقادی گوشوں کی اصلاح کیلئے نثر ہے جہاں ذرہ بھر نظر پاتی خرابی دیکھتے ہیں ان دونوں مقامات سے گزر کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فقہی اور علمی میدان میں علمائے عرب و عجم سے اپنے کمالات کا لوہا منوایا ہے۔

مشاہیر ملت (انہوں اور بیگانوں) کی اعلیٰ حضرت کے متعلق آراء و پیش کی جاتی ہیں۔ جن آراء سے فاضل بریلوی کی مذہبی دلی اور سیاسی خدمات کا اظہار ہوتا ہے تیرہویں صدی کی یہ واحد شخصیت تھی جو ختم صدی سے پہلے علم و فضل کا آفتاب فضل و کمال ہو کر اسلامیات کی تبلیغ میں عرب و عجم پر چھا گئی اور چودہویں صدی کے شروع ہی میں پورے عالم اسلام میں اس کو حق و صداقت کا مینارہ نور سمجھا جانے لگا میری طرح سے سائے حل و حرم کو اس کا اعتراف ہے کہ اس فضل و کمال کی گہرائی اور اس علم و اسخ کے کوہ بلند کو آج تک کوئی نہ پاسکا۔ (فخر خانوادہ اشرفیہ جناب حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ)

۱۔ مجدد اسلام مطبوعہ نوری بک پوہاویں باغ کابنور ص ۱۲۲ و ۱۲۵۔

امام احمد رضا، سید الفقہاء حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد کی نظر میں

سید مغفور القادری کی نظر میں

اعلیٰ حضرت کا علمی مقام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے تقریباً بچپس علوم و فنون میں ان کی سیکڑوں کتابیں موجود ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ہر موضوع پر ان کی کتابیں متن کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ایک تاریخی ناقابل فراموش و معانی فرد گزشتہ ہوگی۔ اگر خدائے تعالیٰ کے ارادے سے عالم مفکر مصنف نعت گو اور سیاسی مدبرانہ انسان کی زندگی کو صرف نکل و نظر کے اختلافات کی وجہ گناہی کے گوشہ میں پھینک دیا جائے۔

سیدی و مولائی اعلیٰ حضرت مولانا مفتی الشاہ احمد رضا خان قادری برکاتی قدس سرہ العزیز اپنے دور کے جلیل القدر عالم دین اور شیخ طریقت تھے۔ اگرچہ وہ جملہ علوم معقول و منقول میں امامت کے درجہ پر فائز تھے مگر فقہ ان کا خاص موضوع تھا! اور اس فن میں سند و پاک میں ان کا کوئی ہم پلہ نہیں اور خاص بات یہ کہ عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا قیاس اور قابل قدر مہر تھا اللہ تعالیٰ نے نوپیدائش مذہب فرقہ کے استیصال اور ترویج و تہذیب اہل سنت و جماعت کی تائید کیلئے اعلیٰ حضرت کو منتخب فرمایا! اعلیٰ حضرت فراموشی کے ساتھ اس وقت کو سر انجام دیا کہ سند و پاک میں مذہب اہل سنت اپنی اصلیت میں جو نظر آ رہا ہے محض ان کے تمدنی کارناموں کا ثمر ہے۔

۲۔ مقالات یوم رضا حصہ دوم دائرۃ المصنفین لاہور۔ ص ۶۳

۳۔ مقالات یوم رضا حصہ دوم مطبوعہ دائرۃ المصنفین لاہور ص ۵۴۔

امام احمد رضا عبدالستار خاں نیازی صاحب مدظلہ العالی جنرل سکرٹری جمعیتہ العلماء پاکستان کی نظر میں

حتیٰ کہ اعلیٰ حضرت سے شدید اختلافات رکھنے والے حضرات کو آپ کے علم و فضل غیرت ایمان اور سیاسی تدبیر کا اقرار کرنا پڑا ہے اور یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ آپ قرآن و حدیث، تفسیر فقہ، علم کلام، تصوف اور سیاسیات ملک میں فضل و کمال اور بہارت تامل رکھتے تھے۔ اعلیٰ حضرت ایک نہایت ہی بائع نظر متوازن الفکر و مستدل المزاج مفکر اسلام تھے جنہوں نے علم و کمالات نبوت کو توحید ربانی کا عکس قرار دیا۔ علم غیب پر

ایسے ہمتاں اندازیں لب کشائی کی کہ مخالفین ایک دفعہ دم بخود رہ گئے اور خود ساختہ الزامات کی بیہودگی اور نامحقوقیت ان کے سامنے الم نشرح ہو گئی۔

عبدالستار خاں نیازی مدظلہ العالی
جنرل سکرٹری جمعیتہ علمائے پاکستان

امام احمد رضا

ملک شیر محمد خاں اعوان صاحب
آف کالا باغ کی نظر میں

احمد رضا خاں کسی فرد و امد کا نام نہیں، تقدیس رسالت کی تحریک کا نام تھا۔ عامۃ المسلمین کے زندہ ضمیر کا نام تھا۔ عشق مصطفیٰ میں ڈوب کر دھڑکنے والے پاک بابرکت اور پر سوز دل کا نام تھا۔ اور جب تک یہ سب چیزیں زندہ رہیں گی احمد رضا خاں کا نام زندہ رہے گا۔ اس نام کو خدائے قدوس نے سوج کی کرنوں کے ساتھ آسمان کی وسیع البسط حجابی پر ہمیشہ کے لئے ثبت کر دیا ہے۔ اور اب عادات حیات کا بیدار جھونکا اور زمانے کی کوئی سنگ دل کھوکھلا سے مٹا نہیں سکتی۔

امام احمد رضا - مولانا اشرف علی تھانوی کی نظر میں

میرے دل میں احمد رضا کیلئے بیحد احترام ہے۔ وہ ہیں
کافر کہتا ہے لیکن عشق رسول کی بنا پر کہتا ہے کسی
اور غرض سے تو نہیں کہتا۔

اشرف علی تھانوی

امام احمد رضا

صدالافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ
کی نظر میں

علم فقہ میں جو تجر و کمال حضرت ممدوح کو حاصل تھا اس کو عرب و عجم شارح و مغارب کے علماء نے گردنیں جھکا کر تسلیم کر دیا۔ تفضیل تو ان کے فتویٰ دیکھنے پر موقوف ہے مگر اجمال کے ساتھ دو غظوں میں یوں سمجھئے کہ موجودہ صدی میں دنیا بھر کا ایک مفتی تھا جس کی طرف تمام عالم اسلام کے حوادث و قلائع استفتار

۱۔ فاضل بریلوی ملائے حجاز کی نظر میں مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۲۵۹ - ۲۶۰

۲۔ محاسن کنز الایمان مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۲۵ - ۲۶

۳۔ مقالات یوم رضا حصہ اول مطبوعہ دائرۃ المعارفین لاہور ص ۵۳

۴۔ اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام - مطبوعہ لاہور

ماہنامہ المیزان بمبئی

کیلئے جو عکے جاتے تھے۔ ایک قلم تھا جو دنیا بھر کو فقہ کے فیصلے دے رہا تھا وہی تمام بدمذہبوں کے جواب میں لکھتا تھا۔ اہل باطل کی تصانیف کا باغ رو بھی کرتا تھا۔ اور زمانہ بھر کے سوالوں کے جواب بھی دیتا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے مخالفین کو بھی تسلیم ہے کہ فقہ میں ان کی نظیر آنکھوں نے نہیں دیکھی۔ سہ

امام احمد رضا سید انور علی صاحب ایڈوکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان کی نظر میں

مولانا احمد رضا خاں بریلوی

دنیا نے اسلام کے زبردست عالم اور شیخ طریقت تھے۔ امام اہنت کے نام سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ اور اس مقام کے وہ صحیح طور پر مستحق ہیں۔ عالم اسلام میں آپ کے متبعین اور مستفیدین لاکھوں کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کی شخصیت کے متعلق شبہات پیدا کرنے کیلئے آپ کے مخالفین نے جو الزامات عائد کئے تھے غالباً علوم اسلامیہ میں آپ کے تجربہ اور مذہب اسلام میں نوموود فرقہ دہا بیہ کے متبعین کے افکار و خیالات کی نشاندہی میں آپ کی استدلال و ترقی کی وجہ سے جو دن بدن آپ کی عزت و

شہرت میں اضافہ ہو رہا تھا اس سے مخالفین جل پے تھے۔ ۲
(سید انور علی صاحب ایڈوکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان)

امام احمد رضا پروفیسر محمد سعید صاحب کی نظر میں فاضل بریلوی متحر عالم اور بلند پایہ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ

سخن فہمی و سخن سنجی اور سخن گوئی میں اپنی نظیر آپ تھے۔ آپ نے نعت گور کو مسلک شری کے طور پر اپنایا۔ اور اس میدان میں خوب داد سخن دی۔ آپ کی نعتیں جذبات قلبیہ کا بے سرو پا اظہار نہیں بلکہ آداب عشق و محبت کی آئینہ دار ہیں۔ اس حیثیت سے اہل دوا دہ میں آپ کو شہرہ کے سرتاج ہیں۔
(پروفیسر محمد سعید صاحب محمد صاحب مجددی)

غلام رسول گوہر صاحب مدیر ماہنامہ انوار الصوفیہ

کی نظر میں

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی و علمی اور نظری و فکری فضیلت و برتری کا سورج نہ صرف ہندو پاک کو اپنی نورانی شعاعوں سے روشن کر رہا ہے بلکہ ان شعلوں نے اہل عرب اہل حجاز کو علمی اور نظری و فکری لحاظ سے مستند کیا ہے۔ وہاں کے اکابر و فضلاء نے آپ کی تصنیفات تالیفات اور آپ کی تحقیقات اور تحقیقات سے متاثر ہو کر آپ کی مدح نہایت پاکیزہ الفاظ میں کی ہے۔ مثلاً شیخ اسماعیل علیہ الرحمۃ (حافظ کتب الحرام مکہ معظمہ) نے آپ کے حق میں

امام احمد رضا علامہ اقبال کی نظر میں

ہندوستان کے دور آخر میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا۔ میں نے ان کے فتویٰ کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے اور ان کے فتویٰ ان کی ذہانت و طہانت جو دت طبع کمال نقابت علوم دینیہ میں بحر علمی کے شاہ نادر ہیں۔ مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے ہیں اس پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں۔ یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے ہیں۔ انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑتی۔ بایں ہمہ ان کی طبیعت میں شدت زیادہ تھی۔ اگر یہ چیز درمیان میں نہ ہوتی تو مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ گویا اپنے دور کے امام ابوحنیفہ تھے۔ ۲
(ڈاکٹر علامہ محمد اقبال صاحب مرحوم)

لکھا ہے۔

”میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو بیشک حق و صحیح ہے۔ ۳

غلام رسول گوہر صاحب مدیر ماہنامہ انوار الصوفیہ
(ضلع لاہور)

۱۔ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص ۴۰ - ۲۔ فتویٰ رضویہ جلد پنجم مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۲

۳۔ فاضل بریلوی علامہ کے حجاز کی نظر میں مطبوعہ لاہور ص ۲۳۹ - ۴۔ فاضل بریلوی علامہ کے حجاز کی نظر میں مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۸۵ - ۸۶ - ۵۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور ضلع لاہور شمارہ دسمبر ۱۹۷۳ء ص ۳۲

امام احمد رضا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی نظر میں

مولانا احمد رضا صاحب کے علم و فضل کا بیڑ دل میں بڑا احترام ہے فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی نظر رکھتے تھے۔ اور ان کی اس نفیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب

امام احمد رضا جسٹس شمیم حسین قادری کی نظر میں

فاضل بریلوی عاشق رسول تھے اور یہی عشق رسول کا مسلک عام کرنے کی ضرورت ہے کہ سرور کائنات کی محبت نہ صرف اس دنیا میں ہماری شکلات کا حل ہے بلکہ اگلی دنیا میں بھی نجات کا باعث ہے۔ قوم پر جب کبھی سیاسی اور تہذیبی شکل کا وقت آیا تو علمائے کرام ہی آگے بڑھے اور انہوں نے قوم کیلئے قربانیاں دیں۔

(جسٹس شمیم حسین قادری ہائی کورٹ مندرجہ پاکستان)

امام احمد رضا پیر محمد کرم شاہ ازہری ایم اے مدیریضیائے حرم لاہور کی نظر میں

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کی زندگی کے یہ چند سال جن کا گوشہ گوشہ علم و عمل کے نور سے منور ہے جن کا لمحہ ذکر خدا اور یاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے منور ہے جو دوسرا تالیفات کی تصنیف سے مشرف ہے جو بند و مواعظ اور ذکر و ارشاد کی مفلوکیں گونج رہا ہے۔ جو پھیلا تو کائنات کی پہنائیوں کو شرمسار کرتا گیا اور جو سمٹا تو عشق مصطفیٰ بن کر رہ گیا۔ یہی آپ کا ایمان تھا کہ جب حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم جان و ایمان اور روح و دین ہے اس کے پرچار میں

آپ نے اپنی ساری عمر صرف کردی۔ اس کے لئے اپنی ساری صلاحیتیں اور قابلیتیں وقف کر دیں۔

پیر محمد کرم شاہ ازہری ایم اے دارالعلوم مدیریضیائے حرم لاہور۔

امام احمد رضا علامہ علاء الدین صدیقی چیرمین آف اسلامی مشاورتی کونسل کی نظر میں

جس طرح ادیان عالم میں دین اسلام اسی طرح اسلام کے جملہ فرقوں میں اہلسنت کو خاص حیثیت حاصل ہے آپ مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا جب دین کی تدریس کو گرایا جا رہا تھا اس وقت مولانا الشاہ احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ آگے بڑھے اور انہوں نے دین کی تدریس ان کے صحیح مقام پر نشا۔ اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ امام اہلسنت تھے۔ اس لئے مسلمانوں کو فاضل بریلوی کی زندگی کو شعل راہ بنانا چاہئے۔

(علامہ علاء الدین صدیقی صاحب چیرمین آف اسلامی مشاورتی کونسل)

امام احمد رضا ڈاکٹر عبد الوحید صاحب بی اے (انٹرنل)

پی ایچ ڈی (لندن) کی نظر میں

احمد رضا خاں بریلوی مدرسہ کے بانی ۱۹۶۲ء میں پیدا ہوئے۔ محمد احمد رضا خاں نے علوم دینی و دنیوی کی تکمیل گھر پر اپنے والد مولوی

۱۔ مقالات یوم رضا حصہ دوم مطبوعہ لاہور ص ۱۸

۲۔ مقالات یوم رضا حصہ دوم مطبوعہ لاہور ص ۳۰

۳۔ مقالات یوم رضا حصہ دوم مطبوعہ لاہور ص ۳۲

۴۔ مقالات یوم رضا حصہ دوم مطبوعہ لاہور ص ۱۶

امام احمد رضا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی نظر میں

مولانا احمد رضا صاحب کے علم و فضل کا سیر دل میں بڑا احترام ہے فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی نظر رکھتے تھے۔ اور ان کی اس فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب

امام احمد رضا جسٹس شمیم حسین قادری کی نظر میں

فاضل بریلوی عاشق رسول تھے اور یہی عشق رسول کا مسلک عام کرنے کی ضرورت ہے کہ سردر کائنات کی محبت نہ صرف اس دنیا میں ہماری شکلات کا حل ہے بلکہ اگلی دنیا میں بھی نجات کا باعث ہے۔ قوم پر جب کبھی سیاسی اور تہذیبی مشکل کا وقت آیا تو علمائے کرام ہی آگے بڑھے اور انہوں نے قوم کیلئے قربانیاں دیں۔

(جسٹس شمیم حسین قادری ہائی کورٹ مندرجہ پاکستان)

امام احمد رضا پیر محمد کرم شاہ ازہری ایم اے مدیر ضیائے حرم لاہور کی نظر میں

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کی زندگی کے یہ چند سال جن کا گوشہ گوشہ علم و عمل کے نور سے منور ہے جن کا لمحہ ذکر خدا اور یاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سمویہ ہے جو دوسرا تالیفات کی تصنیف سے مشرف ہے جو بند و معظمت اور ذکر و ارشاد کی مفلوکیں سے گونج رہا ہے۔ جو پھیل تو کائنات کی پہاڑیوں کو شرمسار کرتا گیا اور جو سمٹ تو عشق مصطفیٰ بن کر رہ گیا۔ یہی آپ کا ایمان تھا کہ جب حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم جان و ایمان اور روح و دین ہے اس کے پرچار میں

آپ نے اپنی ساری عمر صرف کردی۔ اس کے لئے اپنی ساری صلاحیتیں اور قابلیتیں وقف کر دیں۔

پیر محمد کرم شاہ ازہری ایم اے مدیر ضیائے حرم لاہور

امام احمد رضا علامہ علاء الدین صدیقی چیرمین آف اسلامی مشاورتی کونسل کی نظر میں

جس طرح ادیان عالم میں دین اسلام اسی طرح اسلام کے جملہ فرقوں میں اہلسنت کو خاص حیثیت حاصل ہے آپ مولانا شاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا جب دین کی تقدیر کو گرایا جا رہا تھا اس وقت مولانا شاہ احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ بڑھے اور انہوں نے دین کی قدر و کی ان کے صحیح مقام پر نشات بخشا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ امام اہلسنت تھے۔ اس لئے مسلمانوں فاضل بریلوی کی زندگی کو شعل راہ بنانا چاہئے۔

(علامہ علاء الدین صدیقی صاحب چیرمین آف اسلامی مشاورتی کونسل)

امام احمد رضا ڈاکٹر عبد الوحید صاحب بی اے پی ایچ ڈی لندن کی نظر میں

احمد رضا خاں بریلوہ مدرسہ کے بانی ۱۹۶۲ء میں پیدا ہوئے محمد احمد رضا خاں نے علوم دینی و دنیوی کی تکمیل گھر پر اپنے والد

۱۸۔ مقالات یوم رضا حصہ دوم مطبوعہ لاہور ص

۱۹۔ مقالات یوم رضا حصہ دوم مطبوعہ لاہور ص

۲۰۔ مقالات یوم رضا حصہ دوم مطبوعہ لاہور ص

۲۱۔ مقالات یوم رضا حصہ دوم مطبوعہ لاہور ص

کی طرف بہت کم توجہ دی گئی۔ حالانکہ ان کا سبب
انہیں طبقہ اولیٰ کے نعت گو شعرا میں جگہ دی جانی چاہئے۔
زبان میں پوری قدرت حاصل ہے۔ ان کے یہاں تصنیع اور تکلف نہیں
بلکہ بے ساختگی ہے۔ چونکہ رسول پاک سے انہیں بے پناہ محبت اور
عقیدت تھی اس لئے ان کا نعتیہ کلام شدت احساس کے ساتھ ساتھ
خلوص جذبات کا اظہار ہے۔ ۳

امام احمد رضا

ملک غلام علی نائب مودودی صاحب کی نظر میں

حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے
میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں۔ ان کی بعض
تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ
جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی
ہے اور عشق خدا اور رسول تو ان کی سطر بہ سطر کھجور پڑتا ہے۔
(ملک غلام علی نائب مودودی صاحب)

امام احمد رضا معین الدین ندوی کی نظر میں

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی مرحوم اس دور کے
صاحب علم و نظر علماء مصنفین میں تھے۔ دینی علوم خصوصاً فقہ و
حدیث پر ان کی نظر وسیع و گہری تھی مولانا نے جس وقت نظر
اور تحقیق کے ساتھ علماء کے استفسارات کے جواب تحریر فرمائے
ہیں اس سے ان کی جامعیت علمی بصیرت قرآنی استفسار ذہانت اور
طبعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے عالمانہ محققانہ
نقطہ نظر مخالف و موافق ہر طبقہ کے مطالعہ کے لائق ہیں۔ ۵

(معین الدین ندوی)

محمد تقی علی خاں سے کہ۔ دومرتبہ حج بیت اللہ کے لئے گئے درس و تدریس کے
علاوہ مختلف علوم و فنون پر کئی کئی کتابیں تصنیف و تالیف کئے جن میں
بارہ جلدوں فقہی و فنی کا مجموعہ ہے۔ قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا۔ علوم
ریاضی اور جبر میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ شعر و شاعری سے بھی لگاؤ تھا۔
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں بہت سی نعتیں اور سلام لکھے ہیں
اور خوب لکھے ہیں ۲۵ صفر ۱۳۲۷ء کو وفات پائی۔ مسلمانوں کا بریلوی
فرقہ ان ہی کے نام سے موسوم ہے۔ ۱

ڈاکٹر عبدالوحید صاحب نے آئرنز پی ایچ ڈی۔ (لندن)

مولانا مہر القادری صاحب مدیر ماہنامہ فاران کراچی کی نظر میں

مولانا احمد رضا خاں بریلوی مرحوم دینی علوم کے جامع تھے یہاں تک
تک کہ ریاضی میں بھی دستگاہ رکھتے تھے۔ دینی علم و فضل کے ساتھ ساتھ
شیوہ بیان شاعر بھی تھے۔ اور ان کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ مبارکی
راہ سنن سے بہت کم صرف نعت رسول کو اپنے اندکار کا موضوع بنایا۔
مولانا احمد رضا کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا بڑے خوش گو
شاعر تھے اور مرزا داغ سے نسبت ٹھنڈ رکھتے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں
صاحب کی نعتیہ غزل کا یہ مطلع ہے

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں۔

جہاں استاد مرزا داغ کو حسن بریلوی نے سنایا تو داغ نے بہت

تعریف کی اور فرمایا مولوی ہو کر ایسے اچھے شعر کہتا ہے۔ ۲

(مولانا مہر القادری صاحب ماہنامہ فاران کراچی)

امام احمد رضا، افتخار اعظمی صاحب کی نظر میں

احمد رضا خاں بریلوی کے مسلک سے اختلاف ممکن ہے لیکن اس
میں کوئی شک نہیں کہ وہ غیر معمولی ذہین متبحر عالم تھے۔ وہ عالم دین کی
حیثیت سے زیادہ مشہور ہوئے اس لئے ان کی شاعرانہ تخلیقات

۱۔ اردو انسائیکلو پیڈیا مطبوعہ فیروز سنٹر لمیٹڈ لاہور ص ۸۶

۲۔ ماہنامہ فاران کراچی ستمبر ۱۹۷۳ء ص ۴۴-۴۵

۳۔ ارمان حرم مطبوعہ مکتبہ۔ ص ۱۴

۴۔ ہفت روزہ شہاب لاہور ۷۰ نومبر ۱۹۷۲ء

۵۔ ماہنامہ معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۷۹ء

کی طرف بہت کم توجہ دی گئی۔ حالانکہ ان کا نعتیہ کلام اس پایہ کا ہے کہ انہیں طبقہ ادلی کے نعت گو شعرا میں جگہ دی جانی چاہئے۔ انہیں فن اور زبان میں پوری قدرت حاصل ہے۔ ان کے یہاں تصنیع اور تکلف نہیں بلکہ بے ساختگی ہے۔ چونکہ رسول پاک سے انہیں بے پناہ محبت اور عقیدت تھی اس لئے ان کا نعتیہ کلام شدت احساس کے ساتھ ساتھ خلوص جذبات کا اُبھیر دار ہے۔ ۳

امام احمد رضا

ملک غلام علی نائب مودودی صاحب کی نظر میں

حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں۔ ان کی بعض تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے اور عشق خدا اور رسول تو ان کی سطر بہ سطر سے بھجوتا پڑتا ہے (ملک غلام علی نائب مودودی صاحب)

امام احمد رضا معین الدین ندوی کی نظر میں

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی مرحوم اس دور کے صاحب علم و نظر علماء مہنفین میں تھے۔ دینی علوم خصوصاً فقہ و حدیث پر ان کی نظر وسیع و گہری تھی مولانا نے جس وقت نظر اور تحقیق کے ساتھ علماء کے استفسارات کے جواب تحریر کرتے ہیں اس سے ان کی جامعیت علمی بصیرت قرآنی استفسار ذہانت اور طباعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے عالمانہ محققانہ نقطہ نظر مخالف و موافق ہر طبقہ کے مطالعہ کے لائق ہیں۔ ۵

(معین الدین ندوی)

محدث علی خاں سے کہ۔ دومرتبہ حج بیت اللہ کے لئے گئے درس و تدریس کے علاوہ مختلف علوم و فنون پر کئی کئی کتابیں تصنیف و تالیف کئے جن میں بارہ جلدوں فقہی و فنی کا مجموعہ ہے۔ قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا۔ علوم ریاضی اور جبر میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ شعر و شاعری سے بھی لگاؤ تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں بہت سی نعتیں اور سلام لکھے ہیں اور خوب لکھے ہیں ۲۵ صفر ۱۳۲۲ھ کو وفات پائی۔ مسلمانوں کا بریلوی فرقہ ان ہی کے نام سے موسوم ہے۔ ۱

ڈاکٹر عبدالوحید صاحب نے آئرز پی ایچ ڈی۔ (لندن)

مولانا مہر القادری صاحب مدیر ماہنامہ فاران کراچی کی نظر میں

مولانا احمد رضا خاں بریلوی مرحوم دینی علوم کے جامع تھے یہاں تک کہ کہ ریاضی میں بھی دستگاہ رکھتے تھے۔ دینی علم و فضل کے ساتھ ساتھ شیعہ بیان شاعر بھی تھے۔ اور ان کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ مباری راہ سنن سے ہٹ کر صرف نعت رسول کو اپنے افکار کا موضوع بنایا۔ مولانا احمد رضا کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا بڑے خوش گو شاعر تھے اور مرزا داغ سے نسبت ٹھنڈ رکھتے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی نعتیہ غزل کا یہ مطلع ہے

وہ سوئے لالہ زار بھرتے ہیں

تیرے دن اے بہار بھرتے ہیں۔

جہاں استاد مرزا داغ کو حسن بریلوی نے سنایا تو داغ نے بہت تعریف کی اور فرمایا مولوی ہو کر ایسے اچھے شعر کہتا ہے۔ ۲

(مولانا مہر القادری صاحب ماہنامہ فاران کراچی)

امام احمد رضا، افتخار عظمیٰ صاحب کی نظر میں

احمد رضا خاں بریلوی کے مسلک سے اختلاف ممکن ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ غیر معمولی ذہین متبحر عالم تھے۔ وہ عالم دین کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہوئے اس لئے ان کی شاعرانہ تخلیقات

۱۔ اردو انسائیکلو پیڈیا مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور ص ۸۶

۲۔ ماہنامہ فاران کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء ص ۴۴-۴۵

۳۔ ارمان حرم مطبوعہ مکتبہ ص ۱۴

۴۔ مہفت روزہ شہاب لاہور ۲۰ نومبر ۱۹۶۲ء

۵۔ ماہنامہ معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۶۹ء

امام احمد رضا

پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب کراچی کی نظر میں

علامہ فاضل مولانا احمد رضا خاں بریلوی چودھویں عیسوی کے نامور عالم اور مصنف تھے۔ ان کی تمام تر زندگی تصنیف و تالیف اور علوم اسلامیہ کی خدمت میں گزاری اور انہوں نے اپنے پیچھے تصانیف کا ایک گرانقدر ذخیرہ چھوڑا ہے جس کا بیشتر حصہ علم کلام عقائد اور فقہ پر مبنی ہے اگرچہ فاضل بریلوی تمام علوم متداولہ میں مہارت کاملہ رکھتے تھے۔ مگر فقہ میں ان کا کوئی مد مقابل نہ تھا۔ ان کی فقہی جامعیت کا اندازہ ان کے فتویٰ سے ہوتا ہے۔

فاضل بریلوی نے حنفیت کی بڑے زور و شور سے تبلیغ و اشاعت کی اور اس میں ان کو اس قدر شہرت ہوئی کہ وہ ایک مکتبہ فکر کے بانی قرار پائے۔ حقیقت یہ ہے کہ فاضل بریلوی خاتم الکما د مولانا فضل حق خیر آبادی اور مولانا فضل رسول بدایونی کے سلسلے کی آخری کڑی تھے۔ ۱۔ پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب کراچی

امام احمد رضا مفتی انتظام اللہ شہابی صاحب کی نظر میں

حضرت مولانا احمد رضا خاں مرحوم اس عہد کے چوٹی کے عالم تھے جزایات و فقہ میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ قاموس الکتب اردو جو ڈاکٹر مولوی علیہ حق مرحوم کی نگرانی میں مرتب کی ہے اس میں مولانا کی کتب کا ذکر کیا اور اس پر نوٹ لکھے۔ ترجمہ کلام مجید اور فتاویٰ رضویہ وغیرہ کا مطالعہ کر چکا ہوں۔ مولانا کا نعتیہ کلام پر اثر ہے۔ میرے دوست ڈاکٹر سراج الحق P.H.D. تو مولانا کے کلام کے گردیدہ ہیں۔ اور

مولانا کو عاشقِ رسول سے خطاب کرتے ہیں۔ مولانا کی دینی خدمات پر نگہری نظر تھی۔ ۲۔ (مفتی انتظام اللہ شہابی صاحب)

امام احمد رضا رئیس امر دہلی کی نظر میں

مولانا الشاہ احمد رضا کی وسیع تصانیف کا مطالعہ تو میں نہیں کر سکا البتہ کچھ چیزیں ضرور دیکھی ہیں۔ میرا خیال شاہ صاحب اردو سرے نقطہ ہائے نظر کے علماء کے متعلق یہ ہے کہ ہمیں چاہیے کسی بزرگ کی کچھ باتوں سے اختلاف بھی ہو جب بھی علم اور تاریخ میں ان کا جو حصہ شامل ہے اسے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا نیز تعمیری نقطہ نظر میں اسکو سمجھنا ہوں کہ ہم مختلف مدارس فکر کی شخصیتوں کو اپنے فائدان ملت کے شرکار مان کر ان کی اچھی باتوں سے استفادہ حاصل کریں اور اگر کچھ باتیں ہمارے معیاروں پر پوری نہ آئیں تو ان کو اچھا لے اور ان کو ذریعہ نفرت و نزاع بنانے کے بجائے ان سے صرف نظر کریں۔ یہ نقطہ نظر ایسے عناصر کے متعلق نہیں جو توحید یا منصب رسالت یا ختم نبوت یا کسی اور بنیادی عقیدہ کو مجروح کر کے مبرا گمانہ راستہ نکالنے والے ہوں ۳۔

(رئیس امر دہلی صاحب)

امام احمد رضا عبدالحی صاحب کی نظر میں

فقہ حنفی اور اس کے جزایات پر عبور حاصل کرنے میں اپنے زمانہ میں نامور و زگار تھے جس پر ان کے فتویٰ کا مجموعہ شاہد ہے بزرگان کی کتاب کفل الفقہ..... جسے انہوں نے ۱۳۲۳ھ میں قیام مکہ (مغلہ) کے دوران تحریر کیا شاہد ہے۔ ۴۔ (عبدالحی صاحب بکھنوی)

امام احمد رضا ڈاکٹر سید عبد اللہ کی نظر میں

وہ جید عالم تبحر حکیم عبقری فقہ صاحب نظر مفسر قرآن عظیم کثرت اور سحر بیان خطیب تھے لیکن ان تمام درجات رفیع سے بھی بلند ان کا درجہ ہے اور وہ ہے عاشقِ رسول کا ۵۔ (ڈاکٹر سید عبد اللہ صاحب)

۲ مقالات یوم رضا حصہ دوم مطبوعہ لاہور ص ۷۷
۳ نزہۃ الخواطر جلد ۸ مطبوعہ حیدرآباد ص ۳۹

۱ مقالات رضا حصہ دوم مطبوعہ لاہور ص ۷۷
۲ مقالات یوم رضا حصہ دوم مطبوعہ لاہور ص ۷۷-۷۸
۳ پنومات یوم رضا مطبوعہ لاہور ص ۳۵

تردیدیہ بات کہی جاسکتی ہے کہ وہ ہر ایک اعتبار سے ایک بلند مرتبہ شاعر ہیں اردو کی نعتیہ شاعری کا کوئی جائزہ حضرت کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا مسطورہ اکثر خلیل الرحمن عظمیٰ صد شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

امام احمد رضا

محمد عبدالحکیم شرف قادری بریلوی کی نظر میں

اعلیٰ حضرت کے والد ماجد امام المتکلمین فخر المحققین مولانا نقی علی خان صاحب اور جد امجد بحر العلوم والفنون و رئیس المدققین یگانہ روزگار ہستیاں تھیں۔ اور فضل و کمال میں بے مثال ان حضرات کی تربیت میں نے صرف ۱۲ سال و ۵ ماہ کی عمر میں تمام مروجہ علوم و فنون کی تکمیل کر لی اور ایک وہ وقت آیا جبکہ اہل علم نے آپ کو بالاتفاق مجدد عصر تسلیم کر لیا۔ آپ نے کم و بیش چھوٹی بڑی ایک ہزار کتابیں لکھیں لیکن جنہیں علماء و فضلاء کے طے میں نہایت وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اور اپنی افادیت کے پیش نظر بے حد مقبول ہیں۔ اگر مخالفین بھی کھنڈے دل سے مطالعہ کریں تو انہیں مصنف کی عظمت و جلالت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے و (محمد عبدالحکیم شرف قادری بریلوی ہری پور ہزارہ)

امام احمد رضا

سید عابد علی صاحب عابد بریلوی کی نظر میں

سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ عظیم الجہت امام اہلسنت مجدد دین و ملت فاضل اجل عالم بے بدل شامحمد احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات ستودہ صفات منہستان پاکستان اور عرب و عجم میں محتاج تعارف نہیں۔ ایسی جامع کمالات ہستی صدیوں میں ظہور پذیر ہوئی ہے۔ فقہ و حدیث فلسفہ منطق ادب و تاریخ تفسیر و کلام بیان و بدیع جملہ فنون ریاضیہ فن شعر و عروض غرضیکہ کون سا علم ہے جس میں آپ کو مہارت حاصل نہیں۔ زبردست خطیب و مقرر صاحب کثیر التعمانیت مصنف بلند پایہ محقق عربی و فارسی زبان و ادب کے زبردست اسکالر اردو کے بہت بڑے

امام احمد رضا بریلوی قسیر شمس کی نظر میں

مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے سرکار ابد قرار زدہ کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جو سلام متلوم پیش کیا ہے اسے یقیناً شرف قبولیت حاصل ہو گیا۔ کیونکہ منہ و پاک میں شاید ہی کوئی عاشق رسول ایسا ہو گا جس نے اس کے دو چار شعر حفظ نہ کر لئے ہوں۔ (پروفیسر یوسف سلیم شمس صاحب)

امام احمد رضا ڈاکٹر نسیم قریشی صاحب ریڈ شعبہ اردو

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی نظر میں

مولانا احمد رضا خاں مرحوم و مغفور علوم و فنون کے جامع تھے اور نعت گوئی میں کوئی ان کا ثانی نہیں ہے اور وہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ (ڈاکٹر نسیم قریشی صاحب ریڈ شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علیگڑھ)

امام احمد رضا ڈاکٹر خلیل الرحمن عظمیٰ صد شعبہ اردو کی نظر میں

حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی سے واقفیت بچپن ہی سے ہے۔ آپ کے علم و فضل تقویٰ و تقدیس حیات دینی و حرارت ایمانی کا ذکر اکثر اپنے بزرگوں سے سنا۔ فقیہ اسلام اور مترجم قرآن شریف کی حیثیت سے حضرت کو جو مقام و مرتبہ حاصل ہے اس کا اعتراف تمام اہل نظر لے لیا ہے۔ حضرت مولانا کے شاعرانہ کمالات سے کبھی حال ہی میں خناسائی ہوئی بالخصوص نعتیہ کلام نے خاص طور پر متاثر کیا۔ آپ کے کلام میں جو دلنہا سرشاری سپردگی اور سوز و گداز کی کیفیت ملتی ہے وہ اردو کے نعت گو شعرا میں انہی مثال آپ ہے۔ آپ کی نظموں اور غزلوں کا ایک ایک حرف عشق رسول میں ڈوبا ہوا ہے لیکن ہر جگہ حدود شرعی کا لحاظ رکھا گیا ہے نعتیہ شاعری بڑی ندرت امت و ممداری کا کام ہے اکثر شعراء سے اس راہ میں بغزش ہو جاتی ہے۔ حضرت کے کلام کے متعلق بلا خوف و

سے نکلے حق جو پورست ۱۹۹۷ء ص ۱۳ بحوالہ اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر مطبوعہ لاہور ص ۸۸
اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر طبع ثانی اندرون ٹائپل صفحہ ۲۲
روح رواں مرکز مجلس رضالامور - ۱۹۹۷ء ایڈان الابرار

عس غرضیکہ سندھستان میں ایسی باکمال مہتیاں بہت کم ہوئی ہوں گی۔
سندھ میں مسلمان اس مایہ ناز سستی پر جتنا بھی فخر کریں درست ہے۔ کمال
ظاہری کو دیکھ کر جمید علماء کی آنکھیں خیرہ اور حسن باطنی کو دیکھ کر اہل بصیرت
حیران علم و ہدایت کا سرچشمہ جس سے ہزاروں علماء نے دین و شریعت
فیضیاب اور لاکھوں تشنہ کا مان معرفت سیراب زندگی کا ایک ایک
لمحہ وقفہ رضائے مولا چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے سونے
جاگنے غرضیکہ تمام جزئیات حیات میں پیروی سنت کا التزام بات
چیت میں تحریر و تقریر میں نثر و نظم میں خیال و تصور غرض ہر امر میں
شریعت مطہرہ کا احترام یہ ہیں وہ اوصاف جنہیں ہر دیکھنے والی
آنکھ اس مقدس ذات میں دیکھتی رہی۔ ۱۔
(سید عابد علی صاحب عابد بریلوی)

امام احمد رضا ڈاکٹر حامد علی خان رضا کی نظر میں
مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی عابد و زاہد خوش خصال مزاجی حاضر و

ذکر و ذہن صاحب الرائے خطیب و مناظر اور جلیلہ علوم و فنون میں ماہر تھے۔
عربی و فارسی اور اردو میں ۳۵۰ علی یا نگاریں چھوڑ کر ۲۰ سو ۱۵ میں انتقال
کیا۔ رضا صاحب تینوں مذکورہ زبانوں میں شاعری بھی کرتے تھے۔ اور
ایک غیر مطبوعہ دیوان بھی ہے۔ ۲۔
ڈاکٹر حامد علی خان رضا صاحب لکچرار شعبہ عربی و اسلامیات یونیورسٹی علی گڑھ

امام احمد رضا

ابوالطاہر فدا حسین فدا مدیر ہر ماہ لاسو کی نظر میں

اعلیٰ حضرت ایک فاضل مفسر عظیم محدث اور بلند پایہ فقیہ ہونے
کے ساتھ ساتھ ایک فطری و ذہنی شاعر بھی تھے۔ انہیں جملہ مشہور
اصناف سخن مثلاً رباعی نعت اور قصیدہ وغیرہ پر کامل دسترس
اور سہارت تامہ حاصل تھی۔ ۳۔
(ابوالطاہر فدا حسین صاحب فدا مدیر ہر ماہ لاسو)

امام احمد رضا حافظ بشیر احمد غازی کی بادی کی نظر میں

ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ حضرت فاضل بریلوی نے نعت رسول
صلی اللہ علیہ وسلم میں شریعت کی احتیاط کو ملحوظ نہیں رکھا یہ سراسر غلط فہمی ہے
جس کا حقائق سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ ہم اس غلط فہمی کی صحت کے لئے
آپ کی ایک نعت نقل کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں

سرد رکھوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغ خلیل کا گل زریا کہوں تجھے

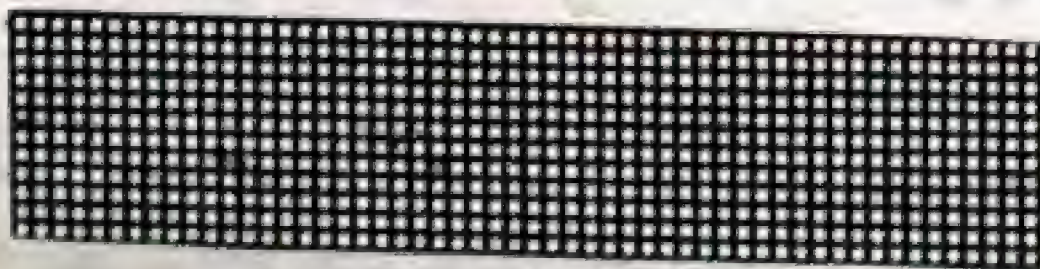
”بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر“ کی کسی فصیح و بلیغ تائید ہے۔
جتنی بار پڑھے کہ خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے“ دل ایمانی کیفیت سے
سرشار ہوتا چلا جائے گا۔ بیشک جس کے لئے زمین و آسمان پیدا کئے
گئے وہ خدا کا محبوب ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے معراج کی عظمت سے
نوازا جو شافع محشر ہے۔ وہ یتیم عبد اللہ آمنہ کا لال وہ ساقی کوثر
وہ خاتم الانبیاء اور خیر البشر وہ شہنشاہ کونین وہ سرور کون و مکان وہ تاجدار
دو عالم جس کا سایہ نہ تھا اس کا ثانی ہو ہی نہیں سکتا۔ بیشک وہ خالق کا بندہ ہے
اور خلق کا آقا ہے۔ ۴۔

(حافظ بشیر احمد غازی آبادی)

امام احمد رضا

مداح رحمۃ اللعالمین حافظ مظہر الدین حبیب کی نظر میں

اعلیٰ حضرت کے نفوس سے عشق و مستی کا جہاں آباد ہے دلوں کو نئی زندگی
مل رہی ہے۔ عشق کو فروغ نصیب ہو رہا ہے۔ اور محبت زمزمہ خواں بکر
روحوں کو سوز آستانہ بنا رہی ہے۔ ۵۔
(مداح رحمۃ اللعالمین حافظ مظہر الدین صاحب راولپنڈی)



سپہر علم و ادب آفتاب فضل و ہنر
امیر قافلہ فن امام نقد و نظر

ارشادات (نظم و منثر)

۱
امام احمد رضا مکتوبات کے آئینے میں

۲
امام احمد رضا سے ایک ڈگار انٹرویو

۳
کلام الامام امام الکلام

مکتوبات کے آئینے میں

مولانا مصطفیٰ علی خاں مہتاب فقہاری سکرٹری آل انڈیا سنی لیگ

احمد صاحب کو لکھتے ہیں۔

”مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے میاں اعز طلبہ سے ہیں اور میرے بھائی عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد میں تحصیل علوم کی۔ ادب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتاب میرے معین ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں سب سے یہ زائد ہیں مگر اتنا ضرور کہوں گا (۱) سنی خالص مخلص نہایت صحیح الحقیقہ ہادی ہدی ہیں (۲) عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں (۳) مفتی ہیں (۴) مصنف ہیں (۵) واعظ ہیں (۶) مناظرہ بھونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں۔ (۷) علماء زمانہ میں ”علم توقیت“ سے تنہا آگاہ ہیں۔ امام ابن حجر مکی نے زواجر میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے اور اب ہند بلکہ عامہ بلاد میں یہ علم علماء بلکہ عامہ مسلمین سے اٹھ گیا۔ فقیر نے بوفیق قدیر اس کا احیا کیا اور سات صاحب بن پائے جس میں بعض نے انتقال کیا۔ اکثر اس کی صحبت سے چھوڑ کر بیٹھے۔ انہوں نے بقدر کفایت اخذ کیا اور اب میرے یہاں کے اوقات طلوع وغروب و نصف النہار ہر روز و تاریخ کے لئے اور جملہ اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کے لئے بھی بناتے ہیں۔ یہ خط ۵ شعبان المکرم ۱۳۲۸ھ کو لکھا گیا تھا۔

اس خط کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ”امام احمد رضا علم توقیت سے کماحقہ واقفیت رکھتے تھے جیسا کہ اپنے ایک شاگرد کے ”علم توقیت“ پر عہد کو کس درجہ اعتماد کے ساتھ تحریر فرمایا ہے ادبیہ اظہار بھی مترشح ہے کہ آپ اپنے زمانے میں علم توقیت سے لوگوں کی عدم توجہی پر ماتم کناں ہیں اور اس علم کی اہمیت پر زور دینے کے لئے فرماتے ہیں کہ ”امام ابن حجر مکی نے زواجر میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے۔“ آج کی ہماری علمی درسگاہیں جنہیں ہم دارالعلوم کہتے ہیں اس علم سے کسی قدر بے خبر ہیں

کسی بھی شخصیت کے اصلی خدوخال پڑھنے کے لئے اس کے خطوط و مکتوبات کا مطالعہ سب سے بہترین مواد فراہم کرتا ہے۔ نئی مکتوبات میں تصنیع اور بناوٹ کا شائبہ تک نہیں ہوتا ہے۔ ہر لفظ بے لاگ اور ہر جملہ برجستہ ہوتا ہے۔ مکتوبات کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ اشخاص کی زندگی کا صحیح آئینہ دار ہوتے ہیں۔ مکتوبات میں مکتوب نویس کی زندگی و آداب و القاب کے بوجھ تلے دب کر نہیں رہ جاتی ہے بلکہ ایک صاف شفاف تالاب میں کنول کے پھول کی طرح ابھر کر وہ جلوہ طرازیں کرتی ہے کہ دیکھنے والے شش مش کرنے لگتے ہیں۔

دنیا کے ادب میں مکتوبات نے بھی ایک ادبی حیثیت حاصل کر لی ہے اور شخصیتوں کی زندگی کے ہر گوشے کو نمایاں کرنے کا بہترین ذریعہ سمجھا جا رہا ہے۔

ہم انہیں نظریات کی روشنی میں امام احمد رضا کے مکتوبات کا مطالعہ **مناظرہ** آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

آپ نے اپنے ایک خط مرقومہ ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ بنام مولوی ظفر الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

”مکتبہ میں دیباچہ کا جلسہ تھا وہاں بھی جا کر مناظرہ کا غل کیا پندرہ پندرہ ہزار روپے جمع کر دینے ٹھہرے۔ تاروں اور خطوں پر ۱۲ دن مکالمہ رہا مگر نہ تھاوی نے اقرار مناظرہ کیا نہ دیباچہ جم کے اسی طرح ماہ صفر میں رہتک ضلع پنجاب سے تھاوی صاحب نے پہلے ہی خط پر فرار کیا“

مندرجہ بالا سطور سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ مناظرے سے فرار دیوبندیوں اور وہابیوں کی عادت ثانیہ ہے۔ مناظرے سے پہلے تار اور خطوں کے ذریعہ الجھانے کی ہمیشہ کوشش نامسودان کا دلیو ہے۔ بھیڑی کے مناظرے میں بھی یہی سب کچھ ہوا تھا۔ جس کی طرف امام احمد رضا نے اشارہ فرمایا ہے۔

آپ اپنے شاگردوں سے بڑی محبت فرمایا کرتے تھے۔ اور شاگردوں کی محبت ان کی علمی قابلیت کو سراہتے تھے چنانچہ خلیفہ تاج الدین

علم توقیت وہ علم ہے جس کے ذریعہ اوقات طلوع و غروب و نصف النہار برائے زمانہ مستقبل آج بنایا جاسکے اس کے لئے علم ہیئت و ریاضی اور طول البلد عرض البلد کا جانتا بھی ضروری ہے۔

ایک خط میں جو مولوی ظفر الدین صاحب کے نام ہے وہابیہ کی فطرت لکھتے ہیں۔

"ہذا یہ پلندہ بزرگ مرسل ہے۔ وہابیہ نے اس مسئلہ کو طول دیا ہے مدت سے ان کی تمنا تھی کہ اصول دین چھوڑ کر کسی فرعی مسئلہ میں بحث آپڑے۔

نوٹ کیجئے وہابیوں کی فطرت کا کتنا اچھا تجزیہ کیا ہے وہ ہمیشہ سنیوں کو الجھانے کے لئے "اصول دین" سے ہٹ کر کسی "فرعی مسئلہ" کو چھڑ دیتے ہیں۔ یہ سنیوں کے لئے انتباہ ہے۔

امام احمد رضا جنھیں طب میں بھی شغف تھا۔ مرض سفید داغ کا مجرب نسخہ سفید داغ کے لئے ایک مجرب نسخہ تحریر فرماتے ہیں

صندل سفید، ماشہ، سم الفار سنکھا، اماشہ ہر دورا خوب سحق کردہ قد سے برداغ سفید خوب ہماند تا آنکہ آب از آن داغ برآمد۔ ہر دو وقت بمائد جوشن خواہد کرد و روغن بر آتش داشته ٹیکہ برگ نیم درآں اندازہ وقتیکہ سوختہ شود بردارد و روغن صفا کردہ بر جراثیم رساندہ خواہد شد و بدن برنگ اصلی می رسد۔

ترجمہ:- صندل سفید، ماشہ، سم الفار سنکھا، اماشہ دونوں کو خوب سحق کر کے کچھ سفید داغ پر خوب ملے یہاں تک کہ اس میں سے پانی نکلنے لگے۔ دو وقت ملے تیل کو آگ پر خوب جوش دے کر اس میں نیم کی پیوں کو ٹیکہ بنا کر تیل میں اتنا پکائے کہ وہ جل جائیں پیر ازاں تیل کو صاف کر کے ماش سے پیدا ہونے والے زخموں پر دھکا لگائے جسم کا رنگ اپنی اصلی حالت پر آجائے گا۔

ایک خط میں شب برات کی فضیلت تحریر فرماتے ہیں کہ شب برات کی فضیلت مسلمان سچے دل سے ایک دوسرے سے محبت کریں۔

آپس میں نفاق نہ رکھیں کہ نفاق مولا تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ سچے دل سے صلح و معافی ہونی چاہئے۔ مصالحت اخوان اور معافی حقوق یہ مسلمانوں کا شیوہ ہے۔ اس لئے اس کی اجراء میں کوشش ہونی چاہئے۔ یہ سنت حسنہ ہے۔ اسی لئے امام احمد رضا جو مژدہ سنتوں کو زندہ کرتے تھے اپنے منصب مجددیت کے فرائض کی انجام دہی میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ خطا کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ شب برات قریب ہے اس رات تمام بندوں کے اعمال حضرت عزت میں پیش ہوتے ہیں مولیٰ عزوجل

لطیف حضور پر نور شافع یوم الشوریٰ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام مسلمانوں کے ذنوب معاف فرماتا ہے مگر چند ان میں وہ دو مسلمان جو باہم ذنوی وجہ سے رنجش رکھتے ہیں فرماتا ہے ان کو رہنے دو جب تک آپس میں صلح نہ کریں۔

ہذا اہلسنت کو چاہئے کہ حتی الوسع قبل غروب آفتاب ۱۲ شعبان باہم ایک دوسرے سے صفائی کریں۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں یا معاف کرائیں کہ باذنہ تعالیٰ حقوق العباد سے صحائف اعمال خالی ہو کر بارگاہ عزت میں پیش ہوں حقوق مولیٰ تعالیٰ کے لئے توبہ صادقہ کافی ہے۔ التائب من الذنب لمن لا ذنب لہ ایسی حالت میں باذنہ تعالیٰ ضرور اس شب میں امید مغفرت تامہ ہے بشرط صحت عقیدہ و دھوا الخف و الرحیم۔ یہ سب مصالحت اخوان و معافی حقوق بحمدہ تعالیٰ یہاں سالہائے دراز سے جاری ہے امید کہ آپ بھی وہاں مسلمانوں میں اس کا اجرا کر کے من من فی الاسلام ستہ حنتہ فلہ اجر و اجر من عمل بها الی یوم القیمۃ لا ینقص من اجر و دم شیا کے مصداق ہوں۔

یعنی جو اسلام میں اچھی راہ نکالے اس کے لئے اس کا ثواب ہے اور قیامت تک جو اس پر عمل کریں ان سب کا ثواب ہمیشہ اس کے لئے اس کا ثواب ہے اور قیامت تک جو اس پر عمل کریں ان سب کا ثواب ہمیشہ اس کے لئے اس کا ثواب ہے اور بغیر اس کے کہ ان کے ثوابوں میں کچھ کمی آئے اور اس فقیر ناکارہ کے لئے عفو و عافیت دارین کی دعا فرمائیں۔ فقیر آپ کے لئے دعا کرے گا اور کرتا ہے۔ سب مسلمانوں کو سمجھا دیا جائے کہ وہاں نہ خالی زبان دیکھی جاتی ہے نہ نفاق پسند ہے۔ صلح و معافی سب سچے دل سے ہو۔

ایک خط میں اپنی طویل علالت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر علم کی پیاس فرماتے ہیں۔

۲۲ ذیقعد سے آج ۲۲ ربیع الاول شریف تک کامل چار مہینے ہوئے کہ سخت علالت اٹھائی۔ دنوں مسجد کی حاضری سے محروم رہا۔ جمعہ کے لئے لوگ کرسی پر بٹھا کر لے جاتے اور لے آتے۔ اس بیماری میں المنک ۱۹۱۸ء منگانی یاد نہ رہی۔

اس خط سے پتہ چلتا ہے کہ امام احمد رضا کو بیماری کے عالم میں بھی علم سے جو شغف تھا وہ بدرجہ اتم تھا۔ مطالعہ جاری رہتا تھا۔ ان کی زندگی کا کوئی لمحہ مطالعہ سے خالی نہیں تھا۔

دوسرے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مطالعہ کے معاملے میں اعلیٰ حضرت متعصب نہیں تھے بلکہ کتاب خواہ انگریز کی لکھی ہو یا کسی بیدین کی ضرور مطالعہ فرماتے تھے۔ اور اس سے فیض اٹھاتے تھے۔

المنک اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں ستاروں کی چال اوقات طلوع و غروب وغیرہ ہوتے ہیں جس کو ہندی میں پنچانگ کہتے ہیں۔ یہ اسپینی عربی لفظ المناخ

لانے کی ضرورت ہے۔ وہایت اور دیوبندیت کو اپنی عدم موجودگی سے قیست کے اعادہ کا موقع ہرگز نہیں دینا چاہئے۔

بیمہ یا انشورنس سے متعلق امام مسلمان غلط فہمی کا شکار ہیں۔ امام احمد رضا نے اپنے ایک خط کے ذریعہ اس گتھی کو بھی سلجھا دیا ہے اور انتہائی سادہ اور آسان لفظوں میں فرماتے ہیں۔ "جسکے بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے حرج نہیں مگر شرط یہ ہے کہ اسکے سبب اس کے ذمے کسی خلاف شرع احتیاط کی پابندی نہ عائد ہوتی ہو جیسے رخصتوں یا حج کی مانعت

ظاہر ہے کہ ہر وہ فعل جو خلاف شرع احتیاط کا پابند بنانا ہو مسلمان کے لئے کسی حالت میں بھی جائز نہیں ہے۔ اور بیمہ ایسی کوئی پابندی عائد نہیں کرتا ہے۔

امام احمد رضا کو جو بے پناہ عشق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا اس کو مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اسی دالہانہ عشق کا تذکرہ اپنے ایک خط بنام مولوی عرفان علی اس طرح کرتے ہیں کہ ہندو ہند بے مکہ میں مرنے کے لئے بھی راضی نہیں ہیں بلکہ ان کی دلی تمنا ہے کہ مدینہ میں اپنی جان دیں۔ کیا محبت ہے کیا جذبہ ہے۔

"دفترِ مرگ قریب ہے اور میرا دل ہندو ہند مکہ معظمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا ہے۔ اپنی خواہش یہی ہے کہ مدینہ طیبہ ایمان کے ساتھ موت اور بقیع مبارک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو اور وہ قادس ہے۔

امام احمد رضا اجاب کے مشورے کو نہایت اہم تصور فرماتے تھے چنانچہ ایک خط میں مولانا ظفر الدین سے لکھتے ہیں۔

"آپ کا رسالہ مؤذن الاوقات آیا۔ نام بھی نہایت مناسب و مؤذن پایا۔ اس کے مقصد اول و خاتمہ کو ضرور دکھانا چاہئے اور تذہیب کے احاطہ بہ حرج قبل طبع دکھانا فرض اہم ہے۔ مولانا کسی وقت اپنے آپ کو مشورہ اجاب مستغنی نہ کرنا بہت مفید فی الدین ہے۔

اب آخر میں ہم امام احمد رضا کے خط کا ایک اقتباس پیش کریں گے جس کو پڑھ کر ناظرین کو مرزا غالب کے مکتوبات پڑھنے کا لطف آئے گا اور ایسا معلوم ہوگا کہ امام نے اردو کے محلی تحریر فرمایا ہے۔

"سکند کے نمونے آگئے دافنی بہت گراں ہیں۔ حاجی عیسیٰ گئے

سے مشتق ہے کچھ ملائے لسانیات کا کہنا ہے کہ یہ مصری لفظ المنیخا ناما سے مشتق ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ علم کے معاملے میں انسان کو وسیع النظر ہونا چاہئے۔

ایک خط میں امام احمد رضا نے اپنی دینی خدمات کا ذکر فتاویٰ نویسی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انھوں نے پہلا فتویٰ ۱۳ سال کی عمر میں لکھا تھا۔ اور ۳۳۶ھ تک ان کے فتاویٰ نویسی کی عمر ۵۰ سال ہوئی تھی۔ "فقیر نے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو ۱۳ برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا۔ اگر ۷۰ سالہ اور زندگی باآخر ہے تو اس شعبان ۱۳۸۶ھ کو اس فقیر کو فتاویٰ لکھنے ہوئے بفسلہ تاملے پوسے پچاس سال ہونگے۔"

دشمنانِ امام احمد رضا نے یہ بے پرکی بات اڑا رکھی تھی کہ اعلیٰ حضرت کسی غیر سنی کی مجلس میں بیٹھنے سے تعصب کی حد تک پرہیز کیا کرتے تھے غیر سنیوں سے کسی قسم کی ہم مجلسی اور گفت و شنید کو برا سمجھتے تھے۔ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

"۱۳ تا ۱۵ رجب مطابق ۲۳ تا ۲۶ مارچ سے گاندھویوں (گاندھی دادیوں) کا بھاری جلسہ بریلی میں ہونے کو ہے اجاب کی بجائے ہے کہ اپنے ملا بھی ایام ندوہ کی طرح جمع ہوں۔ اگر یہ قرار پایا تو آپ کو آنا ضرور ہوگا۔ تیار رہئے اگر میں ۱۱ یا ۱۲ رجب کو تار دوں تو باذنہ تعالیٰ فوراً تشریف لائیے۔"

اس خط کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد رضا ایسے جلسوں میں شریک ہونے کو مفید سمجھتے تھے جو مشترکہ مقاصد کے حصول کے لئے منعقد ہوتے تھے چنانچہ امام موصوف اپنے نقطہ نظر اور سنی موقف کی وضاحت کے لئے اشد ضروری خیال فرماتے تھے کہ شرکت کی جائے۔

امام موصوف کی اس بنیادی وقت اور تدبرانہ روش کو مجروح کرنے کے لئے ہمارے بعض علماء بھی غیر شعوری طور پر اسیرانِ توہم کے پروپیگنڈہ کے شکار ہو گئے اس کی بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ہماری سمجھ میں صرف یہ آتا ہے کہ چونکہ ان علماء کا مبلغ علم سطحی ہوتا ہے۔ اس لئے ان میں احساس کمتری کے ساتھ جارحانہ طعندگی پسندی بھی پیدا ہو گئی۔ صرف درسی کتب کا مطالعہ کافی نہیں ہے جیسا کہ امام احمد رضا نے اپنے ایک خط مرقومہ ۱۵ اذی الحجہ یوم الاحد ۱۳۸۶ھ میں تحریر فرمایا ہے۔

"درسی کتابیں پڑھنے پڑھانے سے آدمی فقہ کے درجے میں بھی داخل نہیں ہوتا نہ کہ داعظ جسے سوائے طاقت لسانی کوئی لیاقت جنان درکار نہیں۔"

اس لئے ہم طعندگی پسندی کے رجحانات کو ترک کریں اور غیر سنیوں کو بائیکاٹ کرنے کے بجائے انھیں اپنے موقف سے آگاہ کریں۔ ہماری پالیسی میں بڑی تبدیلی

مولوی ابو جعفر صاحب کے آنے پر رائے معلوم ہوگی۔ کلکتہ میں بھی ایک عالم سنی کی بہت ضرورت ہے۔ حاجی صاحب کو اللہ تعالیٰ برکات دے۔ تنہا اپنی ذات سے وہ کیا کیا کریں سنیوں کی عام حالت یہی ہو رہی ہے کہ جن کے پاس مال ہے انھیں دین کا خیال ہے اور جن میں ہے۔ ورنہ کلکتہ میں حمایت دین کے لئے دو ہزار روپے ماہوار بھی کوئی چیز تھے۔ ادھر یہ مدرسہ شمس الہدیٰ جس کی نسبت میں نے سنا کہ سولہ ہزار روپے سالانہ کی جائداد اس کے لئے وقف ہے۔ اس کا بھی ہاتھ میں رکھنا ضرور ہے مبادا کہ کوئی دیوبندی قابض ہو جائے۔ العباد باللہ تعالیٰ۔ انیسویں کہ ادھر نہ مدرسہ نہ واعظ نہ ہمت خانے مالدار، ایک ظفر الدین کہہ کر جائیں اور ایک لعل خاں کیا کیا بنائیں۔ وحسبنا اللہ دلجم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

حاجی صاحب نے چٹائیوں کی نسبت پھر کچھ نہ لکھا اگر یہ اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے بطور خود یہ کام بہ نیت لوجہ اللہ کیا اس کے اس کا معاوضہ نہیں تو بیشک نہیں۔ وجہ اللہ تعالیٰ خیر اور اگر میرے لکھنے کی بنا پر میری وجہ سے ہے تو حاشا نہ یہ میرا مقصود تھا نہ اب منظور۔ ہذا بات صاف ہونا ضرور۔

(ماخوذ از جات اعلیٰ حضرت مولفہ ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ)

سیدی و آقائی قطب الملت

حضرت سید شاہ قطب الدین صاحب قبلہ

اور

خانوادہ اشرفیہ کے شہزادگان

کی خصوصی توجہ کا طالب

گدائے اشرفی شمس الحق سکریٹری
(بلیاوی شمس الکاتبین)

امام احمد رضا کو برادران وطن میں متعارف کرانے میں آل انڈیا سنی لیگ کی کوششوں کی ہم سرانہ کرتے ہیں
ٹرانیپورٹ کی دنیا میں ہمیں یاد کیجئے

جے بھوانی شکر ٹرانسپورٹ کمپنی

ہماری ڈبیلی سروس میں

بھوپال، اندور، گجرات، بمبئی، کانپور، دلی، ناگپور
اور رائے پور

ہمارا پتہ نوٹ کیجئے

جے بھوانی شکر ٹرانسپورٹ کمپنی بلدیہ باغ جلیپور، ایم پی
فون: ۴۷۵۲

کینسر اور السر کے اسپیشلسٹ

ڈاکٹر امداد حسین خاں ندیالی

جن کے ہاتھ میں قدرت نے شفا بخشی ہے

ہم نے اپنی آنکھوں سے کینسر و السر کے مایوس مریضوں کو شفا یاب
ہوتے دیکھا ہے

رابطہ قائم کیجئے

ڈاکٹر امداد حسین خان - امداد کلینک

واجه محلہ، بھیمپری، ضلع تھانہ - مہاراشٹر

ایک یادگار انٹرویو

از: حضرت ملا فاتح مبینی

المیزان کے قارئین کو یہ بتانے کی ضرورت تو نہیں ہے کہ مابعد دلت یعنی ملا فاتح المیزان کا قدیم کالم نگار ہے، اور آنکھیں میری باتیں ان کے عنوان سے المیزان کے صفحات میں آتا رہا ہوں۔ سب سے پہلے اگست ۱۹۷۹ء کے شمارے میں میری شرکت "دیوبند سے دیوبند تک" کے عنوان سے ہوئی۔ اس شمارہ میں آپ کے ملانے اپنا تعارف یوں پیش کیا تھا۔

محترم قارئین! ملا فاتح ایک معروف ترین بین الاقوامی شہر بھی میں رہتا ہے، یہی کی مخصوص بولی بولنے کا عادی ہو گیا ہے۔ جہاں اکثر یہ بولا جاتا ہے کہ "میں بولوں گا تو بولو گے کہ بولتا ہے" لہذا میرے الفاظ میں انداز بیان میں جہاں اشتراک بولی کی شیرینی دلتی بھی شامل رہی...

ستمبر ۱۹۷۹ء کے شمارہ سے ملانے عنوان کو بدل کر "آنکھیں میری باتیں ان کا" رکھا۔ اس عنوان میں شیخ الاسلام حضرت مولانا کی رائے شامل تھی، اس کا تفصیلی تذکرہ ستمبر ۱۹۷۹ء کے المیزان میں ہے۔ اور پھر اس کے بعد قلم چل پڑا، خوب چلا، ایک مضمون پر انعام بھی رکھا اور انعام تقسیم بھی کیا۔ ان مضمون ملا فاتح المیزان کی دنیا میں بھی ایک اہم مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہوا، مذہبی پلیٹ فارم پر آنے کے بعد میری معلومات میں کافی سے زیادہ اضافہ ہوا۔ اب تک تو میں صحافی محض تھا، المیزان کی وابستگی نے مجھے دین و دھرم سے کما حقہ واقف کرایا، مذہب کے نام پر تقسیم ہونے والی ٹولیدوں سے بھی کما حقہ آگاہی ہوئی۔

بات ہے یہ فردی مشہور کی جیکہ بھی کی گئی میں محرم الحرام کی مجلسوں کی دھوم مچی تھی۔ ملا فاتح کا یہ تو احوال دہا نہیں کہ مولوی حضرات کے جلسوں میں شرکت کی سعادت حاصل کرنا، مگر میں المیزان کے راہی صاحب کا مشکور ہوں۔ جنہوں نے میرے اندر پیچھے ہٹنے سے سنی "کو جگانے میں بڑی مدد کی۔ جو باپ دادا سے وراثتہ سینے میں محفوظ تھا۔

نیاز، فاتح، عرس و چلم، منک و چادر مبینی کی دھرتی پر اس کا مظاہرہ مسلسل دیکھنے میں آتا رہا ہے اب اب رہا صاحب کی بدلتی علماء کرام کے دعووں کا بھی نظارہ لہ رہا ہے، اور پھر اس طرح ۹ مارچ ۱۹۷۹ء کو مجدد اعظم کا لفرنس "میں بھی شرکت

ہوئی، آل انڈیا سنی لیگ کی کمان میں بولنے والوں کے مطابق پہلی بار یہ کانفرنس کی گئی جس کی صدارت نوجوان مولانا جناب عبید اللہ خاں اعظمی کر رہے تھے، اور خصوصی مقرر کی حیثیت سے مولانا ہاشمی میاں نے تقریر کی۔ فاضل بریلوی حضرت علامہ احمد رضا خاں کے بارے میں ملا فاتح کو پہلی بار اس قدر تفصیلات معلوم ہوئیں۔ بس پھر کیا تھا؟ دلچسپی میں اضافہ ہوا، حضرت فاضل بریلوی کو پڑھنے اور سمجھنے کو جی چلے گئے، خوشی یہ ہوئی کہ آل انڈیا سنی لیگ نے فاضل بریلوی پر کام کرنے کا اعلان کیا۔ اور مرکزی مجلس رضا کے قیام کا ریزولیشن پاس کیا، قوم کی خوش بختی کہ سنی لیگ نے ریزولیشن پاس ہی نہیں کیا بلکہ اس پر عمل کرنے کے لئے "المیزان" کو منتخب کیا اور "امام احمد رضا نمبر" کی تیاریوں کی جانب چل پڑی۔ ایک دن ایڈیٹر المیزان نے طلب فرمایا اور حکم دیا کہ ملا فاتح! تم بھی امام احمد رضا پر کچھ لکھو۔ کتابوں کی ضرورت ہو تو آفس سے لیجاؤ اور حجم کے مضمون لکھو آفس المیزان میں آ کر دیکھنا کہ ایک سے ایک علمی اور ادبی شخصیتوں کے قلمی شاہکار آرہے ہیں۔ اور پھر اپنے کو دیکھنا، اپنی علمی کمزوریوں کو تباہی کو دیکھنا، وقت کا مجدد، علم کا ہمالہ، فضل کا سمندر ایک طرف، دوسری طرف ایک کم علم، ناہم اور نکرہ شعور کا بھکاری ملا فاتح، لیکن المیزان کے امام احمد رضا نمبر میں شرکت کا سعید موقع آواز دے رہا تھا کہ ملا ایسا دقت بار بار نہیں آتا۔ اٹھو اور امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں جو کچھ بھی ہو سکے خراج عقیدت پیش کر کے احسان مندوں کے گردہ میں شامل ہو جاؤ۔ بہت سوچا، سمجھا، نہ کر سکا کہ المیزان کے تحقیقی اور تاریخی امام احمد رضا نمبر میں کس انداز سے شرکت کی جائے، آخر کار فکر کو سہارا ملا شعور کو راہ ملی اور شکل پڑا، بارگاہ امام احمد رضا میں وہ امام جو چودھویں صدی کا مجدد، ہزار کتابوں کا مصنف، پچاس علوم و فنون کا دافع کار، علماء حرمین کی آنکھوں کا تارا۔ ملت اسلامیہ کی کشتی کا کھینچون ہار، خاندان برکاتیہ کا روحانی فرزند، ملک و قوم کا عظیم راہنما، ایسے قائد کی بارگاہ میں ملا فاتح کی حاضری، تباہی نہ آ کیا یہ ملاء کی نیر و بختی نہ تھی، بہر حال ایک طرف امام احمد رضا جیسی بھاری بھر کم ذات، دوسری جانب سیکڑوں کی تعداد میں چھوڑے ہوئے علمی مشہور پارے اور پھر انہیں کے درمیان آپ کا ملاء، پھر کیا تھا۔

انٹرویو کی تیاری شروع کر دی، سوچا کہ امام احمد رضا سے انٹرویو لے لوں۔ وہ نہیں ہیں ان کی روحانیت قہر ہے، ان کا نگری انا اور علمی سرمایہ قہر ہے، امام احمد رضا کو انہیں سے ہی ہم جان سکتے ہیں، سمجھ سکتے ہیں۔ اور انہیں سرمایہ علم و فن سے ان کی تحریک ان کا مشن، ان کے تجدیدی کارنامے اور ان کی خدمات سے ہم آگاہ ہو سکتے ہیں۔ لہذا آج اس عظیم نمبر میں ملاقات کی

شرکت "امام احمد رضا سے ایک یادگار انٹرویو کے چونکا دینے والے عنوان سے ہو رہی ہے۔ انٹرویو لینے کی شکل یہ ہے کہ میری نگاہوں میں امام احمد رضا کا سراپا ہے، ان کی بے شمار کتابیں ہیں۔ اور ایک گوشے میں باادب ملاقات ہے، جو امام احمد رضا سے سوال کر رہا ہے۔

ملاقات! سرکار امام احمد رضا! آپ سے میں کچھ زیادہ واقف نہ تھا، آپ کے بارے میں مجھ تک جو اطلاعات ملی تھیں وہ اس قدر کہ آپ نے چند ہندوستانی مولویوں کو بے ہودہ عبارتوں پر گرفت کی، اس پر شرعی فتویٰ دیا اور اس کی تصدیق علماء حرمین سے کی، اور بس باقی آپ کی دوسری عظیم خدمات سے آج تک اہل علم فن کا حقہ واقف نہیں ہو سکے ہیں۔

امام احمد رضا: میں آج بارہا جداسے علوم دینی کا خادم ہوں، چوتھ سال سے میرے یہاں سے فتویٰ جاری ہے تمام ہندوستان اور کشمیر اور برما سے سوال آئے ہیں، ابھی چین سے چودہ مکملے دریافت کئے ہیں درس نظامی کی تمام کتب اور پچاس سے زائد کتب میگزین درس و تدریس و مطالعہ میں رہیں۔

ملاقات! حضور! آپ کے علم و فضل اور دینی خدمات کا اعتراف اپنے آپ نے غیر بھی کرتے ہیں۔ آپ نے فقہ حنفی کی زبردست خدمت کی اور اسے روز روشن کی طرح واضح کیا۔ علم و فن کے اتنے اعلیٰ مراتب پر پہنچنے کے باوجود آپ تقلید کیوں کرتے ہیں، کس مجبوری سے آپ کو تقلید کرنا پڑی۔

امام احمد رضا! جس مجبوری سے ایک لاکھ سے زائد صحابی مقلد ہوئے اور اس زمانہ میں عام مسلمان مقلد ہوئے یعنی منصب اجتہاد حاصل نہ کیا۔ ملاقات! ہم لوگ سنی مسلمان ہیں، اور اپنے

کو اہلسنت و جماعت سے جانتے ہیں۔ لیکن سرکار یہ نہیں معلوم کہ اہلسنت کی تعریف کیا ہے۔

قوم کے خوشے بختیے کہ سنیے لیگے نے رین و لیشنے پاس سے ہے نہیں کیا بلکہ اسے پر عملے کرنے کیلئے "المیزان" کو منتخب کیا اور "امام احمد رضا نمبر" کے تیار ہونے کے جانب چلے پڑے۔ ملاقات

امام احمد رضا! اہلسنت و جماعت جو سواد اعظم سلین کے پیرو ہیں جس کے اتباع کا سوا حدیثوں میں حکم ہے اور حدیث نے مذہب حق کی عام فہم بیان فرمائی ہے اتبعوا السواد الاعظم فانتم من شذ مشذ فی الناس مسلمانوں کے بڑے گروہ کی پیروی کرو جو اس سے جدا ہوا وہ جہنم میں جدا ہوا شرع عقائد نفسی میں ہے کہ اہلسنت و جماعت کا نام اس وجہ سے اہل سنت و جماعت ہوا کہ انہوں نے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و جماعت صحابہ کی پیروی کی، آج اہل سنت ان چار مذاہب حنفی، شافعی، مالکی حنبلی میں مجتمع ہیں۔

ملاقات! آپ نے رسول اللہ کی بارگاہ کے حناخوں کے چہروں سے سیاہ نقاب اٹھا کا جو زبردست کارنامہ انجام دیا۔ اور عرب و عجم کے اکابرین اسلام نے آپ کے شرعی موقف کی جو زبردست تائید کی، اس سے دریدہ و سنہ کی ٹولیوں کو جو دھچکا پہنچا، اس سے بلبل لٹھے اور سمجھی لکڑی آپ کے غلان ریشہ و داینوں میں لگ گئے۔ اور آپ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اور آپ کو گالیوں و فحش باتوں سے یاد کرنے لگے، ایسے لوگوں کے بارے میں آپ کا ارشاد گرامی کیا ہے۔

امام احمد رضا! بر ملا فحش گالیاں دیتے ہیں بعض چننا تو مغلفات سے بھرے برگہ خطوط بھیجتے ہیں پھر ایک نہیں اللہ اعلم کتنے آتے ہیں۔ مجھے اس کی پردہ نہیں، اس سے زیادہ میری ذات پر حملے کریں میں تو شکر کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل نے مجھے دین حق کی سپر نایا کہ جتنی دیر وہ مجھے کوستے گالیاں دیتے برا بھلا کہتے ہیں اتنی دیر اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص سے باز رہتے ہیں۔ (دھر سے کبھی اس کے جواب کا وہ بھی نہیں ہوتا اور نہ کچھ برا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری عزت ان کی عزت پر نشانہ ہو کر نہ لے لے بلکہ ان پر ہونا ہی عزت ہے۔

ملاقات! سرکار فاضل بریلوی! ایک بات کھل کر پوچھنا چاہتا ہوں، میں نے سنا ہے کہ سنی مولوی حضرات علم غیب کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کے علم غیب سے ملاتے ہیں اور دونوں کو غیب دان جانتے ہیں

میں تو شکر کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل سے مجھے دین حق کے سپر نایا کہ جتنی دیر وہ مجھے کوستے گالیاں دیتے برا بھلا کہتے ہیں اتنے دیر اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص سے باز رہتے ہیں۔ مجدد اسلام

بلکہ اس علم میں دونوں برابر ہیں۔ ایسا کہتے ہیں آپ لوگ! مجھ سے کئی غیر سنی مولویوں نے کہا کہ بریلی کے مولانا احمد رضا صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

طبع ہو کر شائع ہوا۔ اس سے بڑھکر امرکا اعتقاد میری طرف کوئی نسبت کرے
مفتی کذاب ہے۔ اور اللہ کے یہاں اس کا حساب
(خالص، اعتقاد)

مُلا فاسخ! ایک اہم سوال کی جسارت کر رہا ہوں۔ آپ کے بارے میں یہ مشہور ہے
کہ آپ مخالفین پر شدت کرتے ہیں، کوئی بھی آئے اگر آپ کے عقیدے
کا نہیں ہے تو آپ اسے ذلیل کرتے ہیں، ہتھکا دیتے ہیں، اس سے بات
بہین کرتے، اس کی بات کا جواب نہیں دیتے۔ بلکہ اسے سختی کے ساتھ نکال
باہر کرتے ہیں۔ مثلاً کو تو یقین نہیں آ رہا ہے کہ حضور دالا اس قدر سختی
برتنے ہوں گے پھر بھی اجاب کے دل سے غلط فہمی دور کرنے کے لئے سوال
کی ہمت کر رہا ہوں۔

امام احمد رضا! دیکھو انہی کے جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہرگز نہیں حاصل ہو سکتے۔
اگر اس شخص (ایک دہلی فاضل بریلوی کی بارگاہ میں حاضر ہو کر
بے پناہ متاثر ہوا اور آپ کے اخلاقی و علمی طاقات کا گنگ سگانے لگا، سے
سختی برتی جاتی تو ہرگز یہ بات نہ ہوتی جن لوگوں کے عقائد مذہب
ہوں ان سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں۔
(المفوض)

مُلا فاسخ! حضور! آجکل ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا لوگوں کی عادت سی
بن گئی ہے، اعلیٰ حسب نسب دلوں
بھی چنڈا ایسے ملیں گے جو دوسرے
کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے، دوسرے
کو انتہائی ترش روئی سے دیکھتے ہیں۔
ہمارے کچھ ایسے بھی لوگ ہیں حضرت
کہ اپنے برابر کسی کو سمجھتے بھی نہیں ہر
شخص کو کم تر اور ذلیل جانتے ہیں۔ مسلمانوں کو ذلیل درسا سمجھتے ہیں اور
اس میں مگن و مست رہتے ہیں اور اسی کو دین و دھرم کا خدمت سمجھتے
ہیں، اس سلسلے میں آپ کا موقف کیا ہے؟

امام احمد رضا! کسی مسلمان بلکہ کافر ذمی کو بلا حاجت شرعیہ ایسے لفظ سے پکارنا یا
تعبیر کرنا جس سے اس کی دل شکنی ہو اسے ایذا پہنچے شرعاً ناجائز و حرام ہے
اگرچہ بات فی نفسہ سچی ہو۔ (اراء الادب لفاضل النیب)
مُلا فاسخ! اعلیٰ حضرت! آپ کے تعلق سے اس بات کا زبردست شہرہ ہے کہ
آپ کافر بنانے میں جواب نہیں رکھتے، کچھ لوگ مکفر المسالین کہتے ہیں، کچھ
آپ کو کفر ساز مشین کہتے ہیں، کچھ کافر کہتے ہیں، کچھ کہتے ہیں کہ آپ
ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں، کچھ کہتے ہیں کہ آپ اکابرین اسلام

بارے میں علم ذاتی مانتے ہیں، اور اس پر اصرار بھی کرتے ہیں، اور اس
پر شدت سمیٹا کر قائم ہیں، اور اپنے اس عقیدے کو انہوں نے اپنی
کتابوں میں لکھا بھی ہے۔ ہذا سرکار عالی اس موضوع پر بھی کچھ اظہار خیال
فرمائیں۔

رضا! مسئلہ علم غیب میں اخترا چھلٹنے شروع کئے، کبھی یہ کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی بے عطائے الہی مانتے ہیں، کبھی علم الہی سے سادی مانتے
ہے، صرف عدم وحدوث کافرق کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔
حالانکہ اللہ واحد تبار و یکھ رہا ہے کہ یہ سب اُن اشقیاء کا اختراع ہے
سچے ہیں تو بتائیں کہ ان میں سے کون جملہ فقیر کے کس رسالے کس فتوے،
کس تحریر میں ہے۔ علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص
ہے اس کے جنم کے لئے محال ہے جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ
کتر سے کمتر غیر خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہے۔
..... اگر تمام اہل عالم اگلے پچھلوں سب کے جملہ علوم
جمع کئے جائیں تو ان کو علوم الہیہ سے وہ نسبت نہ ہوگی جو ایک بوند کے
دس لاکھ حصوں سے ایک حصے کو دس لاکھ سمندر سے
ہماری تقریر سے روشن و تاباں ہو گیا کہ تمام مخلوق کے جملہ
علوم فکر بھی علوم الہی سے سادی ہونے کا شبہ اس قابل نہیں کہ مسلمان
کے دل میں اس کا خطرہ گذرے۔

علم ذاتی اللہ عن وجل سے خاص ہے اس کے
غیر کلمے محال ہے جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ
ایک ذرہ سے کمتر سے کمات غیر خدا کے لئے مانے
وہ یقیناً کافر و مشرک ہے۔ امام احمد رضا

ہم ناہر دلیلیں قائم کر چکے
کہ علوم مخلوق کا جمیع معلومات الہیہ کو
محیط ہونا عقل و شرح و دونوں کی
سے یقیناً محال ہے۔
اجماع ہے کہ اس فضل جلیل میں

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ، تمام انبیاء، تمام جہاں سے ائمہ و عظم
ہے۔ اللہ عزوجل کی مطاع، حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے عقیدوں کا علم
ہے جن کا شمار اللہ ہی جانتے ہیں۔ مخالفین کو تو
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل کریمہ کی دشمنی نے اندھا
ہر کر دیا۔ انہیں حق نہیں سوچتا مگر تھوڑی سی عقل والا سمجھ سکتا ہے
کہ یہاں کچھ بھی دشواری نہیں۔ علم یقیناً ان صفات میں ہے کہ غیر خدا
کو بظائے خدا مل سکتا ہے۔ ہم نہ علم الہی سے
مسامحت مانیں، نہ غیر کے لئے علم بالذات جائیں۔ اور عطائے الہی سے
بھی بعض علم ہی ملنا آتے ہیں نہ کہ جمیع۔ میرا مختصر فتویٰ انسا
المصطفیٰ نبی و مراد آباد میں تین بار حوالہ سے ہزاروں کا اعتقاد میں

کو بھی کافر کہتے ہیں۔ غرض کہ آپ مسلمانوں کو کافر کہنے اور بکھنے میں بے باک ہیں۔ حالانکہ ملانے آپ کی تصنیفات پڑھی ہیں، آپ نے کسی بھی مسلمان کو آج تک کافر نہیں کہا ہے، آپ نے صرف کافر ہی کو کافر کہا ہے مگر پھر بھی آپ کی زبان اقدس سے بھی کچھ مستنجا چاہتا ہوں تاکہ آپ کے خلاف جو بین الاقوامی سطح پر جھوٹا پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے اس کی قلعی کھل جائے، امید ہے کہ حضرت والا اس پر بھی روشنی ڈالیں گے۔

امام احمد رضا! عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دھاڑے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علماء اہلسنت کے فتویٰ تکفیر کا کیا اعتبار یہ لوگ ذرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں۔ ان کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتوے چھپا کرتے ہیں۔ اسماعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا۔ مولوی اسحاق صاحب کو کافر کہہ دیا۔ مولوی عبدالحی صاحب کو کافر کہہ دیا پھر جن کی حیار بڑھی ہوئی ہے وہ اتنا اور ملتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو کہہ دیا شاہ ولی اللہ صاحب کو کہہ دیا حاجی امجد اللہ صاحب کو مولانا شاہ فضل الرحمن دکنی مراد آبادی کو کہہ دیا۔ یا پھر جو پورے ہی حد حیا سے اوپر گزر گئے وہ ہاں تک بڑھتے ہیں عیاذ باللہ عیاذ باللہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہ کو کہہ دیا غرض جسے جس کا زیادہ معتقد پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انہوں نے اسے کافر کہہ دیا۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض بزرگواروں نے مولانا شاہ محمد حسین صاحب الدہ آبادی مرحوم مغفور سے جا کر جڑ دی کہ معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر علی الدین ابن عربی قدس سرہ کو کافر کہہ دیا۔ مولانا کو اللہ تعالیٰ جنت عالیہ عطا فرمائے انہوں نے آتہ کریمہ ان جاء کھ فاستق بننا فتبینوا پر عمل فرمایا خط

لکھ کر دریافت کیا جس پر یہاں سے رسالہ انجاء البری عن دسوا اس المفتری لکھ ارسال ہوا اور مولانا نے مفتری کذاب پر لاحول شریف کا تحفہ بھیجا غرض ہمیشہ ایسے ہی

افتراء اٹھایا کرتے ہیں۔ مرنے کا کیا کرتا اب خدا و رسول کو حکایاں دینے والوں کے کفر پر پردہ ڈالنے کا حیلہ ہی رہ گیا ہے کہ کس طرح عوام بھائیوں کے ذہن میں جم جائے کہ علماء اہلسنت یہی بلاؤ لوگوں کو کافر کہہ دیا کرتے ہیں۔

مٹانا فتح! سرکار نے میری بڑی حوصلہ افزائی فرمائی، اس ناکارہ کو حضور والا نے جو عزت بخشی کہہ نہیں سکتا۔ حضرت والا شامری میں بھی جواب نہیں دیکھتے۔ صنف نعت میں آپ نے جو نیا رخ دیا ہے، اس کی مثال

نہیں ملتی، لیکن حیف صد حیف آپ پر جس طرح یہ زیادتی ہوئی کہ من گھڑت اور بے بنیاد الزامات لگائے جاتے رہے ہیں، اس طرح آپ کو بحیثیت مہاجر قبول کرنے سے اردو ادب کے ٹھیکیداروں نے نظر انداز کیا۔ شعراء بے کم و کسر میں آپ کی خدمات، آپ کے کارنامے نمایاں سے بھی واقف ہیں مگر پھر بھی آپ کی شان میں چند تعریفی کلمات نکالنے میں بھی ان لوگوں کا کلیجہ پھٹنے لگتا۔ نگارندہ جانتا ہے، حلق خشک ہو جاتا ہے، اس سلسلے اثرات فرمائیے۔

امام احمد رضا! نہ مراوش ز تحسین نہ مرا نیش ز طعن نہ مرا گوش بد سے نہ مرا ہوشش فتنہ منم و کینج خمولے کہ نہ گنجند در دے جزمین و چند کتابے و ودات و قلمے

(مجھے نہ تو لوگوں کی تعریف سے لطف آتا ہے، اور نہ ہی ان کے طعن و تشنیع سے جلن ہوتی ہے۔ نہ ہی میرے کان تعریف مدحت کا انتظار کرتے ہیں اور نہ ہی مجھے کسی کی مذمت سننے کا ہوش ہے بس میری دنیا تو میرا وہ گوشہ تنہائی ہے جس میں میرے علاوہ اور میری کتاب و میرے قلم کے علاوہ کسی دوسری چیز کی گنجائش ہی نہیں)

مٹانا فتح! مدینہ طیبہ کی عظمت و حرمت پر کچھ ارشاد فرمائیے۔

امام احمد رضا! حاجیہ! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو زینت کعبہ میں تھا لاکھ عروسوں کا بناؤ جلوہ فرمایاں کوئین کا دولہا دیکھو

غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتے ہیں صدای میری آنکھوں سے مرے پیار کا روضہ دیکھو

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد ہم عشق کے بندے ہیں کیوں تباہ حال ہر طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند سیدھی شکر یہ شہر شفاعت بیکر کا ہے

جنے لوگوں کے عقائد مذہب ہوتے ان سے نرمے برتے جائے کہ وہ ٹھیکے ہو جائیں۔ فاضل بریلوی

شان جمال طیبہ جاناں ہے نفع محض وسعت جلال مکہ میں سود و حضر کا ہے

کعبہ ہے بیشک انجمن آرا دہن مسگر ساری بہار دہنوں میں دوہلے گھر کا ہے

مٹانا فتح! سرکار ذرا اہلبیت اطہار کے تعلق سے بھی کچھ ارشاد فرمائیے۔

امام احمد رضا! کیا بات رضا اس چستان کرم کی زہرہ ہے کلا جبین حسین احسن پھول

مشکلیں حل کر شہ مشکل کشا کے واسطے

کر بلائیں روشہید کر بلا کے واسطے

سید سجاد کے صدقے میں ساجد رکھ مجھے

علم حق دے باقر علم ہدی کے واسطے

اہلسنت کلبے بیٹرا پار اصحاب حضور

بخم ہیں اور ناؤ ہے عزت رسول اللہ کی

ملاقات! کچھ لفظے باز قسم کے لوگ آپ کے بارے میں یہ بھی بولتے ہیں کہ

آپ خدا کے برابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھتے ہیں، اور آپ ان

کو انان نہیں سمجھتے، اس پر بھی کچھ ارشاد فرمایا ہے۔

امام احمد رضا! اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ

ان ساہنیں انسان وہ انان ہیں

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں

ایمان یہ کہتا ہے مری جاں ہیں یہ (حدائق بخشش)

ملاقات! میں چاہتا ہوں کہ کچھ سماجی اور معاشرتی باتیں بھی پوچھ لوں، ہمارے

معاشرے میں آجکل اگر کوئی کسی پر احسان کرتا ہے تو احسان سے زیادہ

اس کی اشاعت چاہتا ہے، کسی کی مدد کی، یا کچھ دیدیا یا غریبوں

دسکینوں کی اعانت کی تو پھر کل ایسا برتاؤ کرتے ہیں کہ جس سے خوشی

کے بجائے دل دکھتا ہے۔ سراج کے ایسے افراد کے لئے بھی کچھ ارشاد

فرمائیے۔

امام احمد رضا! فقراء آئین ان کی مدارات

دخاطر داری میں سعی جمیل کریں۔

اپنا احسان ان پر دکھیں بلکہ آنے

میں ان کا احسان اپنے اوپر جانیں

کہ وہ اپنا رزق کھاتے اور تیار

گاہ مٹاتے ہیں، اٹھلے بٹھانے

بلانے کھلانے کسی بات میں بڑا ذایا نہ کریں جس سے ان کا دل دکھے

کہ احسان رکھنے ایذا دینے سے صدقہ بالکل اکارت جاتا ہے، اس عمل

کو ایک ہی بار نہ کریں بار بار بھی لائیں کہ جتنی ہوگی اتنی اپنے لئے کثرت ہوگی اتنی

ہی فقرہ غریب کی منفعت بزرگست و نعت و سعادت دینی و دنیوی و جسمی

و جانی رحمت ہوگی۔

ملاقات! اب جب ہمارے سماج اور گھریلو معاملات کی بات چل پڑی ہے تو ایک

اور سوال کرنے کی جرات کر رہا ہوں، آجکل اگر کوئی ایسا نواب یا صد

وغیرات کس لئے دعوت دیتا ہے تو غریبوں کی تعداد کم ہوتی ہے امیر لوگ

اور کھاتے پیاتے لوگ زیادہ نظر آتے ہیں، اور لوگ بھی جم کر کھاتے ہیں۔

غریب و مفلس کا حق بھی مار جاتے ہیں، ایسے عناصر کے بارے میں سرکار!

آپ ضرور کچھ ارشاد فرمائیں۔

امام احمد رضا! زہار زہار ایسا نہ کریں کہ کھاتے پیتوں کو بلائیں محتاجوں کو چھوڑ دیا

کہ زیادہ مستحق دہی ہیں اور انہیں اس کی حاجت ہے تو ان کا چھوڑنا انہیں

ایذا دینا اور دل دکھانا ہے۔ مسلمان کی دل شکنی معاذ اللہ بھلائے عظیم

ہے کہ سارے عمل کو خاک کر دے گی ایسے کھانے کو حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم نے سب سے بدتر کھانا فرمایا کہ پیٹ بھرے بلائیں۔ جنہیں پر وہ انہیں

اور بھوکے چھوڑ دئے جائیں جو آنا چاہتے ہیں۔

(دراد القیود والوبار)

ملاقات! حضور دالنے مجھ پر کرم فرمایا کہ اور میرے سوالات کے جوابات مرحمت

فرمایا، اب میں رخصت کی اجازت چاہتا ہوں، میں نے بریلی شریف آکر آپ

کی بارگاہ میں حاضری دیکر بہت کچھ پایا، میں نے اپنی آنکھوں سے آپ کا جاد و جلال

دیکھا، فضل و جمال دیکھا، میں نے آپ کے بارے میں جو کچھ سنا یا مجھے جو کچھ

سنا یا گیا اور عمر کے اپنے اس حصے میں میں نے جو کچھ پڑھا تھا، ناقص تھا، آپ کے

بارے میں میری ذہن میں جو تصویر تھی وہ دھندلی تھی، تصویر کا صرف ایک

رخ تھا، حالانکہ آپ نے نہ جانے کتنی دینی و علمی خدمات انجام دی ہیں۔ علم

و فن کے دریا بہاے ہیں۔ ملت اسلامیہ کو رسول و شہنشاہ کی گھنڈا ڈنی سازش

سے محفوظ کیا ہے، افراد اسلام کو عشق

رمول کا ڈھنگ بتایا ہے، عرفان آپ

نے وہ سب کچھ دیا جو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی بول کے مطابق ہر صدی کا

”ایک مجدد“ دیتا ہے، لہذا اب آخر

میں ایک گزارش کر رہا ہوں یقین ہے

کہ سرکار عالی گزارش کو قبولیت کا درجہ

دیں گے، عرض یہ ہے کہ امت مسلمہ کے لئے کچھ ایمان افراد نصیحت فرما

دیں تاکہ ہم سب کے لئے مشعل راہ ثابت ہو۔

امام احمد رضا! اے لوگوں! تم پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑ میں

ہو اور بھیڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں وہ چلیتے ہیں کہ تمہیں بہکائیں۔

تمہیں فتنہ میں ڈالیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں، ان سے بچو اور در

بھاگو، ان کے حملوں سے ایمان کو بچاؤ۔ جس کو بارگاہ رسالت

میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے

اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ میں پونے

فقرار آئیں تو ان کی مدارات و خاطر داری میں سعی

جمیل کریں۔ اپنا احسان ان پر نہ دکھیں بلکہ آنے میں

ان کا احسان اپنے اوپر جانیں۔

مسلمان کا دل شکنی معاذ اللہ! وہ بلائے عظیم

ہے کہ سارے عملے کو خاک کر دے گی۔ امام احمد رضا

امام احمد رضا! فقراء آئین ان کی مدارات

دخاطر داری میں سعی جمیل کریں۔

اپنا احسان ان پر دکھیں بلکہ آنے

میں ان کا احسان اپنے اوپر جانیں

کہ وہ اپنا رزق کھاتے اور تیار

گاہ مٹاتے ہیں، اٹھلے بٹھانے

بلانے کھلانے کسی بات میں بڑا ذایا نہ کریں جس سے ان کا دل دکھے

کہ احسان رکھنے ایذا دینے سے صدقہ بالکل اکارت جاتا ہے، اس عمل

کو ایک ہی بار نہ کریں بار بار بھی لائیں کہ جتنی ہوگی اتنی اپنے لئے کثرت ہوگی اتنی

ہی فقرہ غریب کی منفعت بزرگست و نعت و سعادت دینی و دنیوی و جسمی

و جانی رحمت ہوگی۔

ملاقات! اب جب ہمارے سماج اور گھریلو معاملات کی بات چل پڑی ہے تو ایک

اور سوال کرنے کی جرات کر رہا ہوں، آجکل اگر کوئی ایسا نواب یا صد

وغیرات کس لئے دعوت دیتا ہے تو غریبوں کی تعداد کم ہوتی ہے امیر لوگ

چودہ برس کی عمر سے ہی بتا تارہا اور اس وقت پھر بھی عرض کرتا ہوں۔
اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کی حمایت کے لئے کسی بندے کو کھڑا کر دے گا مگر
ہمیں معلوم میسر بعد جو آئے کیا ہو اور ہمیں کیا بتائے اسلئے ان باتوں کو
خوب سن لو حجتہ اللہ قائم ہو چکی ہے۔

میں دقار ایسی ذات پر تحقیقات کے لئے آل انڈیا سنی لیگ کی مرکزی مجلس
رضائے المیزان بمبئی کے ذریعہ جو قدم اٹھایا ہے، ملا فاتح کی آنکھوں میں شکر
کی بوندیں پھلک رہی ہیں۔

امام احمد رضا! دعا کیجئے کہ آل انڈیا سنی

لیگ کا ہل وجودوں کا مرکب بن کر نہ رو
جائے، مگر سرکار! سنی لیگ آپ کے
دقار کو اپنوں اور بیرون کے ذہن د
نکر پر بجال کرنے کا ذریعہ بن جائے آپ کا
جملہ خدمت کی جا بجا کار مہلت اسلامیہ
کی نئی پود کو کرائے اور اس طرح آپ ہی
کے جلالی ہوتی شعل کی روشنی میں قوم و

کشادہ پیشانی سے بلند اقبال کے نشانی، انغانے آنکھیں سے
دشمنوں سے کوتاہیوں سے دوستوں کو تلاشیں۔ صراحتی دار
گودنے ملتے کے قیادت کے علامت، رنگے پختہ پختہ
ذہن و فکر کے نشانی

امام احمد رضا! دعا کیجئے کہ آل انڈیا سنی لیگ
کا ہلے الوجود سے کامرکب بن کر نہ رہ جائے۔ ملا فاتح

ملا کا یادگار انڈیا پوختہ ہوا۔ امام
احمد رضا کو دیکھ کر ان کے اخلاق و اخلاص
ان کی علمی رعب اور ان کی روحانی عظمت
کو دیکھ کر میں کقدر متاثر ہوا۔ کما حقہ
بیان کرنے سے قاصر ہوں، امام احمد
رضا کا سراپا آج بھی آنکھوں میں گردش
کر رہا ہے۔ کشادہ پیشانی بلند اقبال

کی نشانی، انغانے آنکھیں دشمنوں کو تا نہیں دوستوں کو تلاشیں، آنکھوں
کے ابرو خاندانی آبرو، سید کشادہ اس میں جو دل وہ بھی کشادہ اہل محبت
کے لئے ہر وقت کھلا رہتا۔ صراحتی دار گردن ملت کی قیادت کی علامت، رنگ
پختہ، پختگی ذہن و فکر کی نشانی چلیں تو چال ڈھال میں دقار بولیں تو بول چال

ملک کی رہنمائی، سنی لیگ کرنا چاہتی ہے، دعا فرمائیے کہ سنی لیگ کے موجودہ سربراہ
حرکت و عمل کے مجسمہ بنے رہیں۔ قارئین المیزان کو عرض ہے کہ میں نے امام احمد رضا سے جو
انٹرویو لیا ہے وہ پند آیا یا نہیں، اسکی اطلاع مجھے مزور کریں۔ اتنے تاریخی و تحقیقی نمبر میں
ملا فاتح کی شرکت ملا کی زندگی کا انتہائی قیمتی سرمایہ ہے، میری یہ شرکت آپ کو کیسی لگی
مجھے مزور خبر کریں میرا پتہ دی جوا المیزان کا ہے۔ اچھا خدا حافظ آپ کا اپنا! ملا فاتح

ماخوذات! انوار حق الجلی، خالص الاعتقاد، الملفوظ، اراۃ الادب لفاضل النیب، حمام الحرمین، حدائق بخشش، رواق خطہ الوہاب، وصایا شریف۔

ہر قسم کی

مضبوط، دیدہ زیب اور نفیس

بائسٹنگ کے لئے یاد رکھئے

فیاض بائسٹنگ ورکس

پروپرائٹ

ایم۔ الیاس

۶۲۲۔ اے بابوراؤ جگتا پے روڈ دہنس روڈ، مقابلے گار کے اینڈ کپن۔ بمبئی ۴۰۰۰۱۱

فون نمبر: 374368

کلام الامام امام الکلام

تینخص مفکر ملت سید حسن مثنیٰ اور ایم لے علیگ

میں دور ہوں تم تو میرے پاس
مجھ سا کوئی غمزدہ نہ ہوگا
گرداب میں پھر گئی ہے کشتی
کیا بھول ہے انکے ہوتے کہلائے
ان کے ادنیٰ گداپہٹ جائیں
سن دوسری بکا آقا
تم سا نہیں غمگسار آقا
ڈوبا ڈوبا اتار آقا
دنیلکے یہ تاجدار آقا
ایسے ایسے ہزار آقا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱)

واہ کیا جو دکر مہے شہ بطحا تیرا
دھارے چلے ہیں عطا کے وہ قطرہ تیرا
فیض ہے یا شہ نسیم نرالا تیرا
فرش دالے تری شوکت کا علو کیا جانیں
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہوا ملک کے حبیب
چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یا انکے خلاف
انکھیں ٹھنڈی ہوں جگر تازے ہوں جانیں گرا
ایک میں کیا مرے عصیان کی حقیقت کتنی
دور کیا جانے بدکار پہ کیسی گزرے
حرم و طیبہ و بغداد جدھر کیجے نگاہ
تیری سرکار میں لالہ ہے رضا اسکو شفیع

(۲)

محمد منظر کامل ہے حق کی شان عزت کا
نہ رکھی گل کے جوش حسن نے گلشن میں جاباتی
بڑھایہ سلسلہ رحمت کا دور زلف دلا میں
صف ماتم اٹھے خالی ہونداں ٹوٹیں زنجیریں
سکھایا ہے یہ کس گستاخ نے آئینہ کو یارب
ختم زلف نبی ساجد ہے محراب دو ابرو میں
مددائے جوشش گریہ بہادے کوہ اور محرا
یہاں چھڑکا ننگ داں مریم کا نور ہاتھ آیا
ابن منتظر ہوں وہ خسرو نام ناز فرمائیں
زبان خار کس کس درد سے ان کو سنائی ہے
رہائے خستہ جوش بحر عصیاں سے نہ گھبرانا

(۵)

لطف ان کا عام ہو ہی جائیگا
جان دید و عدہ دیدار پر
سائلو دامن سخی کا ہتھام لو
یاد ابرو کر کے ترپو بلبلیو
مفسدان کی گل میں جسا پڑو
بادہ خواری کا سماں بندھے تو دو
اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے
شاد ہر ناکام ہو ہی جائیگا
نقد اپنا دام ہو ہی جائیگا
کچھ نہ کچھ انعام ہو ہی جائیگا
ٹکڑے ٹکڑے دام ہو ہی جائیگا
باغ خلد اکرام ہو ہی جائیگا
شیخ درد آشام ہو ہی جائیگا
دل کو بھی آرام ہو ہی جائیگا

(۲)

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماوا ہے ہمارا
جس خاک پر رکھتے تھے قدم سید عالم
غم ہو گئی پشت فلک اس وطن زمین سے
اس نے لقب خاک شہنشاہ سے پایا
اے مدعیو خاک کو تم خاک نہ سمجھے
ہے خاک کے تعمیر مزار شہ کوئین
ہم خاک اڑائیں گے جو وہ خاک نہ پائی

(۳)

غم ہو گئے بے شمار آقا
ہلکا ہے اگر ہمارا پہلہ
مجبور ہیں ہم تو فکر کیا ہے
بندہ تیرے نثار آقا
بھاری ہے تیرا وقار آقا
تم کو تو ہے اختیار آقا

(۶)

لہریات نظیرت فی نظر مثل تونہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دودرا جانا
الحس علا والموج طغی من بے کس وطونان ہوشربا
منجد ہار میں ہوں بکڑی ہے ہوا موری نیسا پار لگا جانا
یا شمس نظرت الی بیل جوں بہ طیبہ رسی عرضی بکنی
توری جوت کی جھلجھل جگ میں چچی مری شہ نے نہ دن ہونا جانا
لک بدر فی الوجہ الاجمل خط ہالہ نہ زلف ابراجل
تورے چندن چندر پر دکنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا
انانی عطیش و سخاک اتم اے گیسوے پاک اے اکرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم درو بند ادھر بھی گرا جانا
یا قافلہ زیدی اجلک رحے بر حسرت تشنہ بیک
مورا جیرا لہجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا
واہا السو لجات ذہبت آں عہد حضور باد گہت
جب یاد آوت موہے کر نہ پرت درد اوہ مدینہ کا جانا
القلب شیخ و الہم شیخوں دل زار چناں جاں زیر چوں
پت اپنی بیت میں کا سے کہوں میرا کون ہے تیرے ہوا جانا
الروح فدا کی فز جوق ایک شعلہ دگر بزدن عشقا
مورا تی من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیار جانا
بس خامہ خام نوائے رضا نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ میرا
ارشاد اجنا ناطق تھا ناچار اس راہ پر ا جانا

(۷)

نہ آسمان کو یوں سرکشیدہ ہونا تھا
اگر گلوں کو خزاں تار سیدہ ہونا تھا
نظارہ خاک مدینہ کا اور تیری آنکھ
ہلال کیسے نہ بتا کر ماہ کامل کو
بجائے عرش پہ خاک مزار پاک کو ناز
مرے کریم گنہ زہرے مگر آخر
رضا جو دل کو بنانا تھا جلوہ گاہ حبیب

(۸)

شور فحس سرکش تھکتی دواں آیا
جب بام تجلی پر وہ نیر جاں آیا
کچھ نصت کے طبقے کا عالم ہی نہ لالہ ہے
ساتی میں تیرے صدقے مئے دھواں آیا
سرتھا جو گرا جھک کر دل تھا جوتیاں آیا
سکتہ میں پڑی ہے عقل چکر میں گناں آیا

طیبہ سے ہم آتے ہیں کہتے تو جہاں والو
لے طوق الم سے اب آزاد ہوا سے قمری

(۹)

کیا دیکھ کے جیتلے جو داں سے یہاں آیا
جھٹی لے بخشش کی وہ سرور رواں آیا

خراب حال کیا دل کو پر ملال کیا
نہ رٹے گل ابھی دیکھا نہ بوئے گل سوکھی
دہ دل کے خون شدہ ارمان تھے جھینٹا
چمن سے پھینک دیا آستیانہ بلبل
الہی سن لے رضا جیتے جی کر بولی لے

(۱۰)

بندہ ملے کو قریب حضرت قادریا
تیری مریضی پا گیا سورج پھر الٹے قدم
تیری آمد تھی کہ بیت الدجہ سے کھجکا
وہ کہ اس در کا ہو خلق خدا اس کی ہوئی
ٹھوگریں کھاتے پھر دگے نیکے در پر پڑا ہو

(۱۱)

نعتیں باٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
لے خبر جلد کہ غیروں کی طرف دھیان گیا
دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے مہور رہا
انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینہ پہنچے

(۱۲)

تاب مرآت سحر گرہ دیا بان عرب
المدالد بہار چمنستان عرب
جوشش ابر سے خون گل فردوس گرے
حسن یوسف پہ کٹیں مہر میں انگشت زناں
بزم قدسی میں ہے یاد لب جاں بخش حضور
کرم نصت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں

(۱۳)

پھر کھنچا دامن دل سے بیابان عرب
جس میں دو لعل تھے زہر کے وہ بھی کان عرب
آنکھیں وہ آنکھیں میں جو دل ہوں تریاں عرب
پھولے پھولے ہیں بے فصل گلستان عرب
عرش پہ دھوم سے ہے دعوت مہمان عرب

چمچے ہوتے ہیں یہ کھلائے ہوئے پھول ہیں
ہشت خلد آئیں وہاں کسب لطافت کو رہا
کیوں یہ دن دیکھتے پاتے جو بیا بان عرب
چار دن برسے جہاں ابر بہا دان عرب

(۱۳)
جو بون پر ہے بہا چن آرائی دوست
تھک کے بیٹھے تو در دل پہ تمنائی دوست
ہر کس منہ سے جلو داری جانان کرتا
مرنے والوں کو یہاں ملتی ہے عمر جاوید
ان کو لکنا کیا اور خلق بنائی یعنی
شرم سے جھکتی ہے محراب کہ ماجد ہی حضور
ربیع اعدا کا رخصتا چاہہ ہی کیا ہر جہاں بھین

(۱۵)
طوبی میں جو سب سے ادنیٰ نازک سیدھی نکلی شاخ
مانگوں نعت نبی لکھتے کو روح قدس سے ایسی شاخ
مولیٰ گلبن رحمت زہرا سبطین اس کی کلیاں پھول
صدیق و فاروق و عثمان جبر ہر اک اس کی شاخ
شاخ قامت شہ میں زلف و چشم در خسار و لب ہیں
سنبل زر گس گل پنکھڑیاں قدرت کی کیا پھولی شاخ
اپنے ان باغوں کا صدقہ وہ رحمت کا پانی دے
جس سے نخل دل میں ہو پیدا پیارے تیری دلا کی شاخ
ظاہر و باطن اول و آخر ذیہ فروع و زین اصول
بارغ رسالت میں ہے تو ہی گل غنچہ جڑ پتی شاخ

(۱۶)
نہے عزت و اعتلائے محمد
مکان عرش انکا نلک فرش انکا
خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
بس عطر محبوبی کبریا سے
دم نزع جادی ہو میری زباں پر
میں قربان کیا پیاری پیاری قربت
خدا ان کو کس پیار سے دیکھتا
اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
رفیق پل سے اب دجلہ کتے گزرتے

(۱۷)
اے شافع امم شہ زیاہ لے خبر
لعل لے خبر مری للعلل لے خبر

ماہنامہ طبعی انجمن

منزل کر رہے رات اندھیری میں نابلد
جنگل درندوں کا ہے میں بے یار و نسب قریب
وہ سختیاں سوال کی وہ صورتیں مہیب
محسوس کو بارگاہ عدالت میں لائے ہیں
اہل عمل کو ان کے عمل کام آئیں گے
مانا کہ سخت مجرم و ناکارہ ہے رخصتا

(۱۸)
گزرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر
رخ انور کی تجلی جو قمر نے دیکھی
وائے مردی قسمت کہ میں پھر اکی برس
چمن طیبہ ہے وہ باغ کہ مرغ سدرہ
ہے یہ امید رضا کو تیری رحمت شہا

(۱۹)
نار در رخ کو چمن کر دے بہار عارض
میں تو کیا چیز ہوں خود صاحب قرآن کو شہا
جیسے قرآن ہے درد اس گل محبوبی کا
طور کیا عرش جلے دیکھ کے وہ جلوہ گرم
طرفہ عالم ہے وہ قرآن ادھر دیکھیں ادھر
ترجمہ ہے یہ صفت کا وہ خود آئینہ ذات
آہ بے مانگی دل کہ رخصتے محتاج

(۲۰)
کیا ٹھیک ہو رخ نبوی پر مثال گل
جنت ہے ان کے جلوہ سے چوہے رنگ بو
رنگ مژہ سے کر کے نخل یاد شاہ میں
میں یاد شہ میں روؤں عنادل کہیں ہجوم
ہیں عکس چہرہ سے لب گلگوں میں سرخیاں
کر اس کی یاد جس سے ملے عین غزلیہ
ان دو کا صدقہ جن کو کہا میرے پھول ہیں

(۲۱)
سہر تا بقدم ہے تن سلطان من پھول
تنکا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہلتا
والہر جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
دل بستہ و خون گشتہ نہ خوشبو نہ لطافت

لب پھول دہن پھول ذوق پھول بدن پھول
تم چاہو تو مروجائے ابھی کہ محن پھول
مانگے نہ کبھی عطر نہ بھر چاہے دہن پھول
کیوں غنچہ کوں مرے آقا کا دہن پھول

دل اپنا بھی شیدا ہی اس ناخن پاک
کیا بات رضا اس چستان کرم کی
اتنا بھی نہ نوپ نہ اے چرخ کہیں پھول
ذہرہ ہے کلی جس میں جیس اور پھول

(۲۲)

ہے کلام الہی میں شمس و صبحی ترے چہرہ نور نزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دو تار کی قسم
ترے خلق کو حق نے عظیم کہا تری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حسن ادا کی قسم
وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم
ترا مسند ناز ہے عرش بریں ترا عہد راز ہے روح میں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا تری مثل نہیں ہے خدا کی قسم
یہی عرض ہے خالق ارض و سما وہ رسول ہیں ترے میں بندہ ترا
مجھے ان کی جوار میں دے وہ جگہ کہ ہے خلد کو جس کی صفا کی قسم
تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف و عطا ہے تجھی پہ ہر دم تجھی سے دعا
مجھے جلوۂ پاک رسول دکھا تجھے اپنے ہی عز و علا کی قسم
یہی کہتی ہے بلبل باغ جنات کہ رضا کی طرح کوئی بحر بیان
نہیں ہند میں دامن شاہ ہدی مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

(۲۳)

دشک تر ہوں رنگ رخ آفتاب ہوں
در نجف ہوں گوہر پاک خوشاب ہوں
دل بستہ بے قرار جگر چاک اشکبار
میں تو کہا ہی چاہوں کہ بندہ ہوں شاہ کا
حسرت میں خاک بوسے طیب میں لے رضا
ذہرہ ترا جو اے شہ گروں جناب ہوں
یعنی تراب رہ گذر تو تراب ہوں
فخو ہوں گل ہوں برق تیاں ہوں سنا ہوں
پر لطف جب ہے کہیں وہ عالتجا ہوں
ٹپکا جو چشم ہر سے وہ خون تاب ہوں

(۲۴)

پوچھتے کیا ہو عرض پہ یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں
دل کو ہے فکر کس طرح مرے جلاتے ہیں حضور
باغ میں شکر وصل تھا ہر میں ہائے گل
جو کہے شرد یاں شرع دونوں کا حسن کیونکر آئے
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی تباہ کیا کیوں
اے میں خدا لگا کے اک ٹھوکراے تباہ کیوں
لام ہے ان کے ذکر سے خبر وہ یوں ہوا کیوں
لا اے پیش جلوۂ زمزمہ رضا کیوں

(۲۵)

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تری گلی سے جلے کیوں
دخصت قافلہ کا شور غش سے ہمیں اٹھائے کیوں
سوئے ہیں ان کے سائے میں کوئی ہمیں جو گائے کیوں

یاد حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم
خوب ہیں قید غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں
جان ہے عشق مصطفیٰ روز و زون کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں
ہم تو ہیں آپ دل نگار غم میں ہنسی ہے ناگوار
چھڑکے گل کو تو بہار خون ہمیں دلائے کیوں
خوش رہے گل سے عنذیب خسار حرم مجھے نصیب
میری بلا بھی ذکر پر پھول کے خار کھائے کیوں
ہے تو رضا ترا ستم جرم پہ گرجائیں ہم
کوئی بجائے سوز غم ساز طرب بجائے کیوں

(۲۶)

یاد وطن ستم کیا دشت حرم سے لائی کیوں
دل میں تو چوٹ تھی دہی ہائے غضب ابھر گئی
نام مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیم خلد
کس کی نگاہ کی جیا پھرتی ہی میری نگاہ میں
حسرت تو کا سامنے سننے ہی دل بگڑ گیا
بیٹھے بٹھائے بد نصیب سر پہ بلا اٹھائی کیوں
پوچھو تو آہ مرد سے ٹھنڈی ہوا اچھائی کیوں
سوزش غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں
نہر گس مت ناز نے مجھ سے نظر چرائی کیوں
ایسے مرین کو رضا مرگ جواں سنائی کیوں

(۲۷)

اصل صراط روح امیں کو خیر کریں
ان فتنہ ہائے حشر سے کہد و حسد کریں
بد میں تو آپ کے ہیں بھلے ہیں تو آپ کے
ان کی حرم کے خاک کشیدہ ہیں کس نے
کلک رضا ہے خیر و خوار برق بار
جاتی ہے امت نبوی فرش پر کریں
نازدوں کے ہالے لگتے ہیں رہے گز کریں
ٹکڑوں سے تو یہاں کے پلے رخ کدہ کریں
انگوں میں آئیں سر پہ ہیں دل میں گھر کریں
اعدائے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

(۲۸)

دہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
جو ترے در سے یاد پھرتے ہیں
ہر چراغ مزار پر قدسی
اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں
در بدریوں ہی خواہ پھرتے ہیں
کیسے پروانہ دار پھرتے ہیں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں
تجھ سے شیدا ہزار پھرتے ہیں

(۲۹)

ان کی ہمت کے دل کے غمے کھلائے ہیں
اک ہمارا کیلے آزاد اس کے کتنے
ان کے نثار کوئی کیسے ہی رخ میں ہوا
ہم سے بقیہ بھی اب پھری کو اٹھتے ہونگے
جس راہ چل گئے ہیں کو چہ بسائے ہیں
تم نے تو چلے پھرتے مردے جلائے ہیں
جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلائے ہیں
اب تو غنی کے در پر بستہ جہادے ہیں

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا درود کے مصطفیٰ نے دریا بہاؤ ہیں
میرے کریم سے گزرتو کسی نے مانگا دریا بہاؤ ہے ہیں درجے بہاؤ ہیں
ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم جس سمت آگئے ہو سکے بھلائے ہیں

(۳۰)

ہے لب عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگ یزے پاتے ہیں شیریں مقامی ہاتھ میں
جو دشاہ کو شراپے پیاسوں کا جویا ہے آپ
کیا عجب اڑ کر جو آپ آئے پیالی ہاتھ میں
ابر نیساں مومنوں کو تیغ عسریاں کفر پر
جمع ہیں شان جمالی و جلالی ہاتھ میں
مالک کو نین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں
سایہ افغن سر پہ ہو پرچم الہی جھوم کر
جب لوا الحمد لے امت کا دالی ہاتھ میں
آہ وہ عالم کہ آنکھیں بند اور لب پر درود
وقت سنگ در جبین روضہ کی جالی ہاتھ میں
عشر میں کیا کیا مزے دارفتگی کے لون رضا
لوٹ جاؤں پا کے وہ دامن عالی ہاتھ میں

(۳۱)

راہ عزال سے جو ہم نادیدہ روحم نہیں مصطفیٰ ہے مسند ارشاد پر کچھ غم نہیں
پنجہ ہر عرب ہے جس سے دریا بہ گئے چشمہ خورشیدیں تو نام کو بھی غم نہیں
ادس ہر شہر پر پڑ جائے پیاسو تو سہی اس گل خنداں کا رونا گریہ مشہم نہیں
ہے انہیں کے دم قدم کی باغ عالم میں بہاؤ وہ نہ تھے عالم نہ تھا گم وہ نہ ہوں عالم نہیں
سایہ دیوار و خاک در ہویا اب اور رضا خواہش دہم قصر شوق تخت جہم نہیں

(۳۲)

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
میں تثار تیرے کلام پر مل یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں پر جس کا بیان نہیں
بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں کوئی اور مفر مفر
جو وہاں سے ہو یہیں آئے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں
کرے مصطفیٰ کی امانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جراتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

وہی نور حق وہی ظل اب ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب
انہیں انکی ملک میں آسمان کہ زمین نہیں کہ نہ ماں نہیں
وہی لامکاں کے ٹکس ہوئے سر عرش تحت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکال وہ عدل ہے جس کا مکال نہیں
کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ ہیں ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کر دوں کیا کر دوں جہاں نہیں
نہیں جس کے رنگ کا دوسرا نہ تو ہو بھی نہ کوئی ہوا
کہو اس کو گل کے کیا بنے کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں
کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارہ ناں نہیں

(۳۳)

زاؤں د پاس ادب رکھو جو جس جلنے دو انکھیں اندھی ہوئی ہیں انکو ترس جلنے دو
سوکھی جاتی ہے امید غربا کی کھیتی بوندیاں لکھ رحمت کی برس جلنے دو
پٹی آتی ہے ابھی وجد میں جان شیریں نغمہ قلم کا ذرا کانوں میں رس جلنے دو
ہم بھی چلتے ہیں ذرا قافلے والو شہر د گھریاں توشہ امید کی کس جانے دو
دید گل اور بھی ڈھاتی ہے قیامت دل پر ہم صغیر وہیں پھر سوئے نفس جانے دو

(۳۴)

چمن طیبہ میں سنبھل جو سنوارے گیسو حور بڑھ کر شکن ناز پہ دارے گیسو
ہم سید کاروں پہ یارب پیش عشر میں سایہ انگن ہوں تیرے پیار کے پیارے گیسو
آخر ج غم امت میں پریشاں ہو کر تیرہ بختوں کی شفاعت کو سدھا کرے گیسو
سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمھارے گیسو
کعبہ جاں کو پھنایا ہے غلاف مشکیں اڑ کے آئے ہیں جو ابر و پھارے گیسو
سلسلہ پاک شفاعت کا جھکے پرتے ہیں سجدہ شکر کے کرتے ہیں اشارے گیسو
دیکھ قرآن میں شب قدر ہے تا مطلع فجر یعنی نزدیک ہیں عارض کے وہ پیارے گیسو
تیل کی بوندیں ٹپکتی ہیں بالوں سے رضا صبح عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو

(۳۵)

یاد میں جسکی نہیں ہوش تن دجاں ہم کو پھر دکھا دے وہ رخ اے ہر فردزاں ہم کو
جس تبسم نے گلستاں پہ گرائی بجلی پھر دکھا دے وہ ادلے گل خنداں ہم کو
کاش آدیزہ قذیل مدینہ ہو وہ دل جسکو سوزش نے کیا رشک چراغاں ہم کو
عرش جس خوبی رفتار کا پایا مال ہوا دو قدم چل کے دکھا سرو فرماں ہم کو
مرے ہر زخم جگر سے نکلنے ہے صدا اے ملیح عربی کر دے نمکداں ہم کو
جب سے آنکھوں میں سمائی ہے مدینہ کی بہاؤ نظر آتی ہے خزاں دیدہ گلستاں ہم کو
نیر مشر نے اک آگ لگا رکھی ہے تیرے دھوپ ملے سایہ داماں ہم کو
چاک داماں میں نہ تھک جائو لے دستوں پرزے کر نلے ابھی جیب گریباں ہم کو

اے رضا وصف رخ پاک سانے کیلئے نذر دیتے ہیں چمن مرغ غزل خواں ہم کو

(۳۶)

حاجو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
رکن شامی سے مٹی وحشت شام غربت
آب زمزم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں
زیر منبر آب سے خوب کرم کے چھینٹے
دھوم دیکھی ہے در کعبہ پہ بے تابوں کی
خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلاف کعبہ
ایمن طور کا تھا رکن یمانی میں فسر رخ
رقص بسل کی بہاریں تو مٹی میں دیکھیں
غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو
اب مدینہ کو چلو صبح دل آدا دیکھو
آؤ خود شہ کوثر کا بھی دیدیا دیکھو
ابر رحمت کا یہاں روز برستا دیکھو
ان کے مشتاقوں میں حسرت بڑھنا دیکھو
قصر محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو
شعلہ طور یہاں انجمن آدا دیکھو
دل خون نابہ نشاں کا بھی ترپنا دیکھو
میری آنکھوں کے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

(۳۷)

پل سے آباد راہ گذر کو خبر نہ ہو
کاٹ مارے جگہ سے غم روزگار کا
فریاد امتی جو کمرے حال زار میں
کہتی تھی یہ براق سے اسکی بکری
ان کے سوا رضا کوئی حامی نہیں جہاں
جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو
یوں کھینچ لیجئے کہ جسکے کو خبر نہ ہو
نہیں کہیں کہ خبر بشیر کو خبر نہ ہو
یوں جائیے کہ گم دم سفر کو خبر نہ ہو
گزارا کرے پسر پہ پدر کو خبر نہ ہو

(۳۸)

یا الہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
یا الہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
یا الہی سرد مہری پر ہو جب خورشید حشر
یا الہی گرمی محشر سے جب بھڑکیں بدن
یا الہی نامہ اعمال جب کھلنے لگیں
یا الہی جب سر شمشیر پر چلنا پڑے
یا الہی جب دھواں خواب گراں سے سراٹھلے
جب پڑے مشکل نہ مشکل کشا کا ساتھ ہو
شاری دیدار حسن مصطفیٰ کا ساتھ ہو
سید بے سایہ کے ظل لوا کا ساتھ ہو
دامن محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو
عیب پوش خلق ستار خطا کا ساتھ ہو
رب سلم کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو
دولت بیدار عشق مصطفیٰ کا ساتھ ہو

(۳۹)

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمھاری واہ واہ
قرص لیتی ہے گنہ پر ہمیں زگاری واہ واہ
خامہ قدرت کا حسن دست کاری واہ واہ
کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ
اشک شب بھرا انتظار عفو امت میں ہمیں
میں خدا چاند ادویں اختر شماری واہ واہ
انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیلے جھوم کر

ندیا پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ
نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ
اٹھتی ہے کس شان سے گرد سواری واہ واہ
محمدموں کو ڈھونڈتی پھرتی ہے رحمت کی نگاہ
طالع برگشتہ تیری سازگاری واہ واہ
کیا مدینہ سے صبا آئی کہ پھولوں میں ہے آج
کچھ نئی بو بھینسی بھینسی پیاری پیاری واہ واہ
اس طرف روضہ کا نور اس سمت ممبر کی بہار
بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ
پارہ دل بھی نہ نکلا دل سے تحفہ میں رضا
ان سگان کو سے اتنی جان پیاری واہ واہ

(۴۰)

رواق بزم جہاں ہیں عاشقان سوختہ
جس کو تھر مہر سمجھا ہے جہاں اے منو
برق انگشت نبی چمکی تھی اس پر ابکبار
ہر عالم تاب جھکتا ہے پے تسلیم روز
آتش گلہائے طیبہ پر جلانے کے لئے
اے رضا مضمون سوز دل کی رفعت لے گیا
کہہ رہی ہے شمع کی گویا زبان سوختہ
ان کے خوان جو دے ہے ایک نان سوختہ
آج تک ہے سینہ میں نشان سوختہ
پیش ذرات مزار بے درلان سوختہ
جان کے طالب ہیں پیارے بلبلان سوختہ
اس زمین سوختہ کو آسمان سوختہ

(۴۱)

سب سے اولیٰ داعی ہمارا نبی
اپنے مولیٰ کا پیارا ہمارا نبی
بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا
بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں
خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل
حسن کھاتا ہے جس کے ملک کی قسم
جیسے سب کا خدا ایک ہے دیے ہی
قرآن بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
کون دیتا ہے دینے کو منہ چلے
لامکان تک اجالا ہے جس کا وہ ہے
غمزدوں کو رخصتا مژدہ دیجے کہ ہے
سب سے بالا ذوالا ہمارا نبی
دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی
نور ادل کا جلوہ ہمارا نبی
شمع وہ یکر آیا ہمارا نبی
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
وہ ملیج دل آدا ہمارا نبی
ان کا ان کا تمھارا ہمارا نبی
چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی
ہر مکان کا اجالا ہمارا نبی
بکیوں کا سہارا ہمارا نبی

(۴۲)

کس کے جلوہ کی جھلک ہے یہ اجالا کیا ہے
ہر طرف دیدہ حیرت زدہ تکتا کیا ہے

سرور کہوں کہ مالک دہلی کہوں تجھے
حرام نصیب ہوں تجھے امید کہہ کہوں
گلزار قدس کا گل رنگیں ادا کہوں
ہجرت وطن پہ شام غریباں کو دہن شرف
الدرے تیرے جسم نور کی تابش
مجرم ہوں اپنے عفو کا سماں کروں شہا
لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا

باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے
جان مراد کاں تمنا کہوں تجھے
درمان درد بلبیل شیدا کہوں تجھے
بیکس ناز گیسوؤں والا کہوں تجھے
اے جان جان میں جان تجھ کہوں تجھے
یعنی شفیق روز جزا کہوں تجھے
خالق کا بندہ خلق کا آغا کہوں تجھے

(۴۴)

اٹھا دو پردہ دکھا دو جلوہ کہ نور باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ ہر کب سے نقاب میں ہے
کھڑے ہیں منکر نیک سر پر نہ کوئی حامی نہ کوئی یاور
بتا دو آکر میرے پیمر کہ سخت مشکل جواب میں ہے
خدا نے تہا ہے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
بچا لو آکر شفیق محشر تمہارا بندہ غدا میں ہے
کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے
بتا دو اے مفلس کہ پھر کیوں تمہارا دل اضطراب میں ہے
کریم اپنے کرم کا صدقہ لیم بے قدر کو نہ شرم
تو اور رضا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے

(۴۵)

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کا جل صاف چرائیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گھڑی تاک ہے اور تو نے نیند نکالی ہے
بادل گرجے بجلی چمکے دھک سے کلجہ ہو جائے
بن میں گھٹا کی بھیانک صورت کیسی کالی کالی ہے
ساعتی ساتھی کہہ کے پکاروں ساتھی ہو تو جواب آئے
پھر جھنجھلا کے سردے ٹپکوں چلے رے مولی والی ہے
وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا
ہم مفلس کیا مول چکائیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے
تم تو چاند عرب کے ہو پیارے تم تو عجم کے مورچ ہو
دیکھو مجھ بیکس پہ شب نے کیسی آفت ڈالی ہے
مولی تیرے عفو و کرم ہوں میرے گواہ صفائی کے
ورنہ رضا سے چور پہ تیسری ڈگری تو اقبالی ہے

ہم ہیں ان کے وہ ہیں تیرے تو ہوئے ہم تیرے
اس سے بڑھ کر تری سمت اور وسیلہ کیا ہے
ان کی امت میں بنایا انھیں رحمت بھیجا
یوں نہ فرما کہ ترا رحم میں دعوی کیا ہے
زاہد ان کا میں گنہ گار وہ میرے شافع
اتنی نسبت مجھے کیا کم ہے تو سمجھا کیا ہے
بے بسی ہو جو مجھے پرستش اعمال کے وقت
دوستو کیا کہوں اس وقت تمنا کیا ہے
کاش فریاد میری سن کے یہ فرمائیں حضور
ہاں کوئی دیکھو یہ کیا شور ہے غوغا کیا ہے
کون آفت زدہ ہے کس پہ بلا ٹوٹی ہے
کس مصیبت میں گرفتار ہے صدمہ کیا ہے
یوں ملا ٹمک کریں معروض کہ کب مجرم ہے
اس سے پرستش ہے بتا تو نے کیا کیا کیا ہے
سامنا تہم کا ہے دفتر اعمال ہے پیش
ڈر رہا ہے کہ خدا حکم سناتا کیا ہے
آپ سے کرتا ہے فریاد کہ یا شاہ رسل
بندہ بیکس ہے شہارحم میں وقفہ کیا ہے
سن کے یہ عرض مری جسے کرم جوش میں آئے
یوں ملا ٹمک کو ہو ارشاد سٹھہرنا کیا ہے
کس کو تم مورد آفات کیا چاہتے ہو
ہم بھی تو آکے ذرا دیکھیں تماشا کیا ہے
ان کی آواز پہ کہ اکھٹوں میں بے ساختہ شور
اور تڑپ کر یہ کہوں اب مجھے پردا کیا ہے
پھر مجھے دامن اقتداس میں پھپھالیں سرور
اور فرمائیں ہٹو اس پہ تقاضا کیا ہے
چھوڑ کر مجھ کو فرشتے کہیں محکوم ہیں ہم
حکم والا کی نہ تمیل ہو زہرہ کیا ہے
یہ سماں دیکھ کر محشر میں اٹھے شور کہ داہ
چشم بد دور ہو کیا شان ہے تہہ کیا ہے
اے رمتا جان عناد دل ترے نعموں پہ نثار
بلبل باغ مدینہ تیرا کہنا کیا ہے

(۴۶)

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پہ جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نئے لے طرب کے سماں عرب کے میہمان کے لئے تھے
بہار ہے شادیاں مبارک جسے کو آبادیاں مبارک
ملک فلک اپنی اپنی لے میں یہ گھر عنادل کا بولتے تھے
وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی بھٹی شادی مچتی تھی
ادھر سے انوار ہنستے آئے ادھر سے نغات اٹھتے تھے
نئی دہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا ستار کے نکھرا
جر کے صدقے کر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤں کے تھے
یہ جھومامیاب زر کا جھومر کہ آ رہا کان پر ڈھلک کر
پھو مار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے
تجلی حق کا سہرا سر پر صلاۃ و تسلیم کی بچھا دہ
دور دیہ قدسی پرے جم کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے
براق کے نقش سم کے صفحہ گل کھلائے کسارے رستے
ہمکتے گلبن ہمکتے گلشن ہرے بھرے ہلہارے تھے
نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیساں ہوں معنی اول و آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے
بڑھایہ لہرا کے بحر وحدت کہ دھل گیا نام ریگ کزیت
فلک کے ٹیلوں کی کیا حقیقت یہ عرش و کرسی دو بلبلے تھے
روش کی گرمی کہ جس نے سوچا دماغ سے اک بھبھوکا پھوٹا
خود کے جنگل میں پھول چمکا دہر دہر پر پیر جل رہے تھے
جلو میں جو مرغ عقل اڑے تھے عجب برے حالوں کرتے پرتے
وہ سدرہ ہی پر رہے تھے تھک کر چڑھتا تھا دم تور آگئے تھے
قوی تھے مرغان دم کے پراڑے تو اڑنے کو اور دم بھر
اٹھائی سینے کی ایسی ٹھوکر کہ خون اندیشہ تھوکتے تھے
سنا یہ اتنے میں عرش حق نے کہ لے مبارک ہوں تاج والے
وہی قدم خیر سے پھر آئے جو پہلے تاج شرف ترے تھے
نبارک الدردشان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لب تیرانی کہیں تقاضے دھال کے تھے
خود سے کہہ دے کہ سر جھبکا لے گماں سے گزے گزے والے
پڑے ہیں یا خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے
حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

وہی ہے اول دیہی ہے آخر دیہی ہے باطن دیہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے
کمان امکان کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے
ادھر سے تھیں نذر شہ نمازیں ادھر سے انعام خردی میں
سلام و رحمت کے ہار گندہ کر گلوئے پلور میں پڑے تھے
زبان کو انتظار گفتن تو گوش کو صرست شنیدن
یہاں جو کہنا تھا کہہ لیا تھا جو بات سننی تھی سن چلے تھے
خدا کی قدرت کے چاند حق کے کروڑوں منزل میں جلوہ گر کے
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے ترے آئے تھے
نبی و رحمت شفیع امت رضا پہ للہم عناایت
اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے والے تھے
نمائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہو سس نہ پردادی تھی کیا کیسے قافیے تھے

انسا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے نہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

کعبہ سے اگر تربت شہ فاضل ہے
اس نکر میں جو دل کی طرف دھیان گیا
کیوں بائیں طرف اس کیلئے منزل ہے
سمجھا کہ وہ جسم ہے یہ مرتد دل ہے

تم چاہو تو قسمت کی مصیبت ٹل جائے
للسدا تھا و رخ روشن سے نقاب
کیونکر کہیں ساعت سے قیامت ٹل جائے
مولیٰ مری آئی ہوئی شامت ٹل جائے

یاں شبہ شبیہ کا گزرنا کیسا ہے
ان کا متعلق ہے ترقی پہ مدام
بے مثل کی تمثال سنورنا کیسا ہے
تصویر کا پھر کہئے اترا کیسا ہے

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
مہر مسدوخ نبوت پہ روشن درود
شہ یار ارم تاجدار حرم
نقطہ سر وحدت پہ یکتا درود
شیخ بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
گل باغ رسالت پہ لاکھوں سلام
نوبہار شفاعت پہ لاکھوں سلام
مرکز دور کثرت پہ لاکھوں سلام
مائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام
اوسکی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

تمہے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا
مہرینہ جانِ جہاں ہے وہیں لیں
مگر خدا پر جو رہے دروغ کا تھوپا
رضا کسی سگ طیبہ کے پاؤں بھی چومے

(۵۴)

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد انکی حیات
روح تو سب کہے زندہ ان کا
ادردن کی روح ہو کتنی ہی لطیف
یہ ہی جی ابدی ان کو رضا

(۵۵)

ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ
قرآن سے میں نے نصرت کوئی سیکھی
بجائے المنة للہ محفوظ
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

(۵۶)

تو شب میں غم و اشک کا سماں بس ہے
دہسہر کی رہ نصرت میں گرجا جت ہو
افغان دل زار ہدی خواں بس ہے
نقش قدم حضرت حسان بس ہے

(۵۷)

کس درجہ ہے روشن تن محبوب الہ
پکڑے یہ نہیں میلے ہیں اس گل کے رضا
جامہ سے عیاں رنگ بدن ہے والد
فریاد کو آئی ہے سیاہی گناہ

(۵۸)

ہے جلوہ گہ نور الہی وہ رو
آنکھیں یہ نہیں بڑھ مڑگاں کے قریب
تو میں کی مانند ہیں دونوں ابرو
چومتے ہیں فضلے لامکان میں آہو

(۵۹)

مردم نہ تھا سایہ شاہ ثقلین
تمہیں نے اس سایہ کے دھجے کئے
وہ سایہ تھا جلوہ گزشتات حسنین
آدھے سے حسن بنائے آدھے سے حسین

(۶۰)

دنیا میں ہر آفت سے بچانا مولیٰ
بیٹھوں جو در پاک پیمبر کے حضور
عقبی پہ نہ کچھ رنج دکھانا مولیٰ
ایمان پر اس وقت اٹھانا مولیٰ

(۶۱)

نقصان نہ دے گا تجھے عصیاں میرا
جس سے تجھے نقصان نہیں کرے معاف
غفران میں کچھ خسرج نہ ہوگا تیرا
جس میں تو کچھ خرچ نہیں دے مولیٰ

ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام
اوس خدا ساز طلعت پہ لاکھوں سلام
اوس سرتاج رفعت پہ لاکھوں سلام
اوس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام
چشمہ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
اسکے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام
اس نسیم اجابت پہ لاکھوں سلام
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام
اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام
اس جہانگیر بعثت پہ لاکھوں سلام
اس خداداد شوکت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

(۵۲)

زمین و زمان تمہارے لئے ممکن و مکان تمہارے لئے
چنیں و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے
دہن میں زباں تمہارے لئے بدن میں ہے جان تمہارے لئے
ہم آئے یہاں تمہارے لئے انکھیں بھی وہاں تمہارے لئے
فرشتے خدم رسول حشم تمام امم غلام کرم
وجود و عدم حدوث و قدم جہاں میں عیاں تمہارے لئے
امالت کل امامت کل سیادت کل امارت کل
حکومت کل دلایت کل خدا کے یہاں تمہارے لئے
نہ روح امیں نہ عرش بریں نہ لوح میں کوئی بھی کہیں
خبر ہی نہیں جو رمزیں کھلیں ازل کی نہاں تمہارے لئے
جہاں میں چمن چمن میں سمن سمن میں پھبن پھبن میں روہن
سزائے محن پہ ایسے منن یہ امن و امان تمہارے لئے
اشارے سے چاند چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب و توان تمہارے لئے
صبا دہ چلے کہ ہارغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے شامیں کھلے رضا کی زباں تمہارے لئے

(۵۳)

لہ میں مشر رخ شہ کا داغ لیکے چلے
اندھیری رات میں تھی چرخ لیکے چلے

امام احمد رضا

کے

دینی، علمی، تحقیقی، تجدیدی، ادبی، بیش بہا کارناموں کی

عالمی سطح پر اشاعت کیلئے

آل انڈیا سنی لیگ اور ادارہ ماہنامہ المیزان بمبئی کی

جہد مسلسل

پر

ہدیہ خلوص پیش کرتے ہیں

میرزا اکبر حسین طیب انڈیائی

تاجران

کارو گیٹڈ آفٹن شیش

محمدی اولڈ ٹمبر مارکیٹ، روبرو چھوٹا سونا پور، پکے ہاؤس مولانا شوکت علی روڈ بمبئی ۸۰۰۰۸

ٹیلیفون: آفس۔ ۳۳۳۲۹۹ مکان۔ ۳۷۳۰۹۳

اے امام ہدی وارث انبیاء عارف کبریا عاشق مصطفیٰ
تجھ کو کہتی ہے دنیا امام رضا تجھ سے اسلام یونکے مقد رکھلے

تجلیا حرمین

الامام احمد رضا اور مفتی الملکۃ السید احمد زینتی حلالان

امام احمد رضا اور مفتی مکہ السید احمد زینتی حلالان

امام احمد رضا علمائے عرب و عجم کی نظر میں

الامام احمد رضا مفتي مكة السيد زيني دحلان

رئيس القلم السيد عبد الكريم السيد علي الهاشمي
كارواري بمبائي -

An Arabic article on a hidden aspect of the life of Imam Ahmed Reza Khan connected with his visit to Medina for Ziarat in 1869 when he met along with Mufti Mecca Syed Zaini Dahlan the Ottoman Caliph Sultan Abdul Aziz and also the next would be Caliph Sultan Abdul Hameed Khan the Last Caliph of Islam.

On this occasion Imam Ahmed Reza Khan officially confirmed as a Mufti from India, the old Sunni Dogma of

وجوب سلام بقیام علی النبی علیہ السلام

By

Syed Abdul Karim Hashimi,

M.A.

بسم الله الرحمن الرحيم وهو حسي ونعم الوكيل - الحمد لله الذي من علينا برسوله وهدانا الى سواء سبيله واهمنا بتعظيمه وتكريمه وتجييله وفرض علينا (اي كل مؤمن ومسلم) ان يكون احب اليه من نفسه وابويه وخليله وجعل اتباعه سببا لمحبة الله وتفضيله (وايضا الانقياد له والاستسلام والتقليد والتسليم لذاته وصفاته ورفعته وعظمته بعد عظمة الله جل جلاله سببا لتعظيم الله) ونصب طاعته عاصمة من كيد الشيطان وتضليله ويغني عن جملة القول وتفصيله رفع ذكره وما اثنى عليه في محكم الكتاب وتنزيله صلى الله عليه وسلم صلاة دائمة بدوام طلوع الفجر واخراجه من ربه وقرب ربه منه وبما بينه وبين ربه (من الاسرار) لنفد البحر قبل ان تنفذ كلمات ربي "وما نفذت كلمات الله" ولي مع الله وقت "وكنت نبيا وادم بين الماء والطين" و"انك في اعيننا ذللة الغرة جبار الفرة لله" (رسولة) وبدوام ملك الله رب العالمين الذي خلقه من جلاله وزينه بجماله وتوجه بكماله واهله لرؤية ذاته وجعله محلا لاسمائيه وصفاته وبدوام ظهور ما يظهر من تحريف اسمائه وشمس افلاك صفاته وجوامع كماله بجلاله وجماله في غيب حضرة ذاته - اما بعد - الحمد لله على رحمته بواسطة ما اشرت اليه بقوله "ان رحمة الله قريب من المحسنين" وبقوله "صدقت يا ادم انه لاحب الخلق الى اذ سالتني بحقه قد غفرت لك ولولا حمد ما خلقتك وهو آخر الانبياء من ذريتك..."

اليوم عدد الناس في الارض يكون اربعة الف مليون ومنهم ٢٢٥ مليون يدينون بدين الاسلام واديان اخر من الملل واهواء الخلق والباقيون لادين لهم ولا مذهب ولا ملة وهم اطلاقا واحدة والذهبية ولا أدريّة اي الناس بعدم الاعتقاد بالله تعالى الذي نزل الكتاب على قلب محمد وهم الكومونستس يعني شيوعي اشتراكي متطرف وهم مشركون كما قال الله تعالى "وما يؤمن اكثرهم بالله الا وهم مشركون"

نحن بنى ادم محصورين اليوم بين قوتان عظيمتان متعارضتان منافستان منافضان ومخالفتان احدهم السلطات لاصحاب الاديان السماوية ومذاهب الارضية وهم الراسماليون يسمى كابيتليستس والثاني سلطات الاصحاب الاشتراكية وهم كومونستس الراسماليون (الحق ولا واحد منهم غير راس المال) لان الدول الارباح المال والتمويل والتجنيد تملك اكثر الذهب (ما فوق من عشرين الف طن) والفضة والجواهرات (من كنوز الملوك الفراعنة واليونان والروم والهند وغيرهم) والقصور والعقار والارضى الزراعية وفبارك والنيوك والشركات المعادن والبواخر وسكن الحد والطيارات وغيرهم وكل ثروة البلاد برا وبحرا في يد الحكومة والاهراء والتجار ويبقى الرعية فقيرة (مثل ذلك اليوم في المسلمين ملكة السعودية العربية وبحرين وكويت وامارات المتحدة العربية وفي غير مسلمين ولايات المتحدة الاميركية) كذلك الحال في بلدان الكومونستس - هناك ايضا كل شى يبقى بيد الحكومة فقط والرعية مالها اي ملك وهم مبسوطين ومطمئنين باحوالهم لان الحكومة لادينية يزين لهم حيا تهم الدنيوية وليس لديهم اي مشروع للعقبى لانهم لا يعتقدون بالآخرة ويظنون ان امل العقبى خدع عظيم والرعية في بلدان كابيتليستس ايضا يعيش مطمئنة لان لهم حرية الدين باعل العيشة الراضية في العقبى فقط وفي بلدان كميونستس العمل بالدين ممنوع لانهم يعتقدون ان اديان السماوية والسفلية غير عقلية وباطل بكونهم مخيف وغير معقول وان الراسماليون يلعبون بهم وبرقة الاحساس العواطف الدينية ولهذا الزعماء يسلون مالها بالدين لما يكفي لنا فقط مبدأ تعليمي وقانون من عقائد كارل ماركس الفيلسوف الماني عن المساوات الانساني والاخوة والاتحاد والحرية بان حياتنا هي حياة الدنيا فقط ولا بعث بعده

نسمع ان الى عام ١٩١٠ ميلادي العدد المسلمين في بلدان كميونستس كانت يفوق ٤٠٠ مليون ستنحفي واليوم هم اقل من ١٠٠ مليون وهم ما يعرفون الضلالة واللمح وفي بلدان كابيتليستس هناك ١٠٠ مليون مسلم وفيهم السنيون يزيدون سبعة في المائة ومنهم الخنفيون يزيدون سبعة في المائة والوهابيون اقل من عشرين في المائة - وهم يظنون ان اهل السنة قد ارتدوا عن اسلامهم

وصاروا من اهل الشرك والزليغ واهل البدعة (رأيت كتاب الدولة الملكية بالمادة الغيبية مصنف امام اهل سنت محمد دملت اعلى حضور مولانا احمد رضا خان صاحب قادري رحمة الله عليه - قد اثنى بطبعة جديدة بالأوفست حسين حلمي بن سعيد استانبولي سنة ١٩٧٥م - ووجدت فيها هذا... "ولاشك ان فرقة الوهابية اشقى الناس بحسد هم لرسول الله....) بناء على ما قال مولانا احمد رضا خان لاشك ان فرقة الوهابية في الهند (اي ديوبندية ندوية اصلاحية ولية من مدرسة باقيات الصالحات وغيرهم) نحن نقول ان اشقى الناس بحسد هم لاهل السنة والذين هم اسعد الناس بحبهم برسول الله). لانهم يعتقدون ان السنون مشركون.

اول من حكم على اهل السنة انهم مشركون هو امام (اعظم الامة الوهابية) عز الدين ابن عبد السلام قاضي القضاة دمشق هو الذي بدأ مذهب الوهابية باسم طريقة الاصلاح في الدين واحياء السنة فاصحح والبطل بدع كثيره منها صلاة الرغائب وصلاة نصف شعبان لان (كما قال القاضي) ما يفعله الناس (اي اهل السنة - منهم بالخاص الاتراك والاحناف) من احياء نصف شعبان والدعاء فيها بهذا الدعاء المعروف لا اصل له في الدين وايضا قال ان العلماء متفقون على انه من المحدثات اي البدعة او خلاف السنة - كان القاضي مع النصارى في حروب الصليبية وخلاف الاحناف الاتراك وكان موجودا بالدمشق لما سيدنا سلطان ركن الدين بيبرس انهزم جنود الصليبيين والتقى معركة عين جالوت وهي نصرة عظيمة للاسلام. فلما وقع الخلاف بين القاضي وبين ملك صالح اسماعيل اعلن اسقاطه من الحكم في المحلبة والملك حاضر في المسجد فالملك قبض عليه وجسه فضع الناس وتكلم العلماء فجاءوا عند الملك وفود من الافرنج يطلبون اطلاق القاضي من السجن وقالوا ايضا "والله لو كان هذا القاضي قسيسنا لخنسنا رجله وشربنا ما دهمنا". هذا عقيدة الوهابية وهم يقولون ان مذهبهم السنة النبوية وطريقتهم الطريقة المحمدية وان هم اخذوا الطريقة المحمدية من امامهم الاخير محمد بن عبد الوهاب النجدى وهو اخذه من شيخه الشيخ محمد حيات سندهى (نزول مدينة) وهو اخذه من ٢٧ مشايخه (كلهم نزول مدينة) وهم علماء الحديث في المدينة (هؤلاء ٢٧ كانوا محدثين الكبار ومدريين في مدرسة الحديث - است بواسطة الكتاب تقوية الايمان وامانا احمد رضا خان كان محارب كحركة صورية مع تلك المذهب في الهند) وهم اي ٢٧ محدثين العظام اخذوا من امام ابن كثير المتوفى سنة ٧٢٠ هـ وهو اخذه من جده امام محمد الدين ابن تيمية وهو اخذه من شيخه عز الدين ابن عبد السلام المتوفى سنة ٦٧٠ هـ - لما حرق المسجد النبوي في سنة ٦٥٠ هـ (يوم الجمعة اول رمضان - هذا هو المسجد بناها مهدي بن منصور خليفة عباسي - احرق كل شيء في المسجد سوى الصندوق المصاحف القران وجذع الحنافة وهدم مقبر النبي وايضا قبور الضميريين) قام السلطان ركن الدين بيبرس بتعمير الجديد وعمرانه وقام القاضي عز الدين عليه واعلن ان السلطان فاسق ومشرك يعبد قبر النبي واعلن اسقاطه من الحكم - كان السلطان يخاف من القاضي - لما توفي القاضي بمصر وهرت الجنازة تحت القلعة وشاهد الملك كثرة الخلق الذين معها من المسلمين والنصارى قال لبعض اخوانه اليوم استقر امرى في الملك لان هذا الشيخ لو كان يقول للناس اخرجوا عليه لانتزع الملك مني. وبناء على ذلك بدأ الحرب بين الوهابية (اي جماعة القاضي عز الدين) والاحناف من سنة ٦٦٠ هـ لما كانت المسجد النبوي يتلى بالزائرين خصوصا لاهناف الروم الاتراك الذين كانوا يعتقدون ان التوسل والاستغاثة والتشفع بالنبي عليه الصلاة والسلام واقع في كل زمان ومكان وحال قبل خلقه وفي مدة حياته (طوله مليون عام لما قال الله تعالى كنت كنز رحمة مخفية فاجبت ان اظهر نفسي) في الدنيا وبعد موته في مدة البرزخ وبعد البعث في عرصات القيامة - ولا زال هذا الحرب جاري الى اليوم وبناء على هذا احارب امامنا احمد رضا خان مع الوهابية في الهند الى اربعين عام بعد رجوعه من الحج الاول في سنة ١٢٠٦ هـ وبعد النقائه مع شيخه مفتي مكة السيد احمد زيني دحلان الملكي الذي هو كان اشد الاعداء الوهابيون الاصليون اي اهل النجد - الوهابيون في الهند كانوا مثل بناسيتي الى سنة ١٢٠٠ هـ ولاكن اليوم هم اشد من النجديين في الارض وكسى اي استقامة الراي والنجديون صاروا اليوم بناسيتي وهابى - لهذا سوا الان عن الوهابيون عموما (الارثوذكس اي قيراط و٢٠ قيراط و٢٠ قيراط) هل هم فرقة من ٧٢ فرق الاسلام؟ بالطبع الاجابة تاتي بالايجاب على هذا السؤال - هل هم مع اهل السنة واهل السنة بنفسهم؟ بالطبع

الاجابة تاتي بالنفي لان هناك توحيد بين الوهابية والبريطانية تحت شعار واحد واهداف واحدة بناء على ذلك نقول ان المذهب
دهابيه او وهابي ازم اسلامية ليست دين مستقل بل هو فرقة من اهل السنة والجماعة من منذ سنة ١٢٥٠ هـ وهم الذين وضعوا هذه المذهب في شكله الحديث
في ٧٢ فرقة وهم شيعة اخرجت من سلال اهل السنة والجماعة من منذ سنة ١٢٥٠ هـ وهم الذين وضعوا هذه المذهب في شكله الحديث

ايضا يمدحون الوهابية ويقولون ان الاحناف في تركستان الروس ايضا كانوا يعبدون القبور انا ما ادرى ما هو
المراد بالاسمايون وايضا الكورنيش والوهابيون كلهم يكنون القبور البتة كان امامنا احمد رضا خان يحرق السر ولا
جل ذلك هو قاتل ضد الوهابيون الذين قتلوا الانبياء والاولياء وفي الجواب في رد قولهم ان عوس القبور شرك قال
قال الله تعالى يا ايها الذين آمنوا لا تتولوا قوما غضب الله عليهم قد يستوا من الآخرة كما يئس الكفار من اصحاب القبور وفي
رد الوهابية قالوا ان النبي قال: اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبورا بنيائهم مآجدا. ولهذا قالوا اشتد
غضب الله على الاحناف الاتراك بانهم اتخذوا قبر النبي مسجدا وايضا قالوا ان الخلفاء العثمانيون قد جعلوا مسجدا
النبي كهيكل دانيال وكنيسة بوربون

بدأ مذهب الوهابية في قناع التنكر والتخديعة الدينية السياسية الدسيسة في سنة ١٢٥٠ هـ من نجد والى
سنة ١٢٥٠ هـ تقدم بسرعة الى القوة الهائلة حتى تغلب على اهل السنة في العالم وفي نفس العصر المحدثات الامور صار
لظهور الوهابيون (اي جماعة دينية وسياسة المخلوطة) في نجد وهم اسسوا الجمعية الاخوان باسم التوحيد الخالص و
توحيد العربي لاهياء الدين وتنقية وتطهير الحرمين الشريفين من دنس الشرك ونجاسة الاشراك (كما يقولون
علماء الشريعة والحديث) اتخذوا غير الله تعالى الها وعبادة غير الله تعالى وهدم خلافة العثمانية التي كانت عند هم
خلافة المسلمين اي خلافة الاحناف من الهجم الذين يعبدون مع الله الها اخر اي محمد رسول الله جل جلاله وعم نواله
ويشركون لعبادة وبهم احدا اي رسوله. هذا هو سفسطة الوهابية لانهم يعلمون ان الله لا يصلي على غير الله قط ومعنى الها
اخر واحد هو الشيطان الرجيم فقط. وفي نفس العصر طلع شمس الاتحاد الكومينزم من المغرب بكم امة كارل ماركس اليهودي الالماني
الذي نشر بروتوكول الامتراك الشيوعي في سنة ١٨٣٠ م. اخبرني استاذي شيخ الاسلام حنفي الشيم امين سويد مشق المتوفى سنة ١٩٢٥
ان الوهابيون (من نجد وهند) قد قاوا في الحيلة والخدعة والمكر والدهاوسيفر المشهود (LUCIPHER) باسم غود كبريت
ونجمة المسار اي مساء الدنيا وصبح الآخرة وبعد ذلك صار مستحيل لاهل السنة ان يبطلوا سحرهم وسندهم وغلبيتهم وسلطتهم لياسة
والدسيسة باسم الدين واهياء السنة النبوية والتوحيد الخالص ضد سنة الصحابة وتوحيد المسلمين. وبعد ذلك صار الهزيمة
لاهل السنة وما كان لهم اي قوة لدفع السلطة الوهابية على بيت الله المقدس ومسجد النبي الشريف ولوانهم عرفوا بالجد (حسب تعليم
السيد احمد دحلان واحمد رضا خان) كلاهما كانا عشاق النبي وحب النبي اكبر وثيقة اعتماد عند الله) ان الوهابيون قد قاموا
لهدم قوة الاحناف الاتراك عثمانيون وهدم خلافة الاسلام التركية التي اُسست في سنة ١٢٥٠ هـ وهدمت في سنة ١٩٢٥ هـ بعد ثورة الوهابيين
والحرب (المسلمين والنصارى واليهود) كلهم ساءى اي بنى سام ابن نوح عليه السلام) وثروات النصارى في بلقان بسبب التوحيد
النجد والبريطانية وتوحيد العرب مع الحلفاء الغرب ضد الاتراك الذين كانوا رب البيت ورب العالم لاختلاف العالم
الحرب الاول بين الوهابيون والسنيون ابدا في سنة ١٢٥٠ هـ في مكة المكرمة في ايام الحج وهذا الحرب كانت
بالكلام اي باللسان فقط اي المباحثة والمجادلة يسمى مناظرة. الوهابية غلبوا في هذا وصار الفتح لاهل السنة وبعد
ذلك هجموا الوهابية بالسيوف والبنادق والمدافع وقتلوا مائة الف مسلمين من سنة ١٢٥٠ هـ الى سنة ١٢٥٠ هـ واخيرا صار النجاش
للوهابيون وانهم مرا اهل السنة هزيمة شنيعة.

لما طبع خانها در نواب بهو فال صديق حسن (وكيل بريطانيا العظمى في الهند) ثلاثة تفاسير القرآن وفي هذا التفاسير

تقریباً عشر المحتویات مخمفة - عندی شہادۃ ان صدیق حسن قد حرف تفسیر ابن کثیر وتفسیر قاضی شوکانی وتفسیر شہاب الدین الوسی المسی روح المعانی - هذه التفاسیر المطبوعۃ جدا غیر مختلف عن المخطوطات الاصلیۃ الکائنۃ فی دار الکتب القدیمیۃ -

ان الذین جاہدوا وحاربوا بالقلم وبالسیف فی الجہاد ضد الوہابیۃ ہم اہل السنۃ وعلماؤہم الکبار ورئیسہم فی طلیعۃ الاخیار (مالنا ای طلیعۃ الیوم) کان مولانا سید احمد زینی دحلان المکی (وہو معروف عند الوہابیۃ باللقب السید الفساق والفجار الطغام وامام ضلال لہم ویدعتہم احمد زینی دحلان) والذی جاہد فی الہند اشد الجہاد قبل سنۃ ۱۸۸۶

احمد رضا خان بریلوی المولود فی سنۃ ۱۸۵۸ م وهو کان فقیہ وشارع الکبیر ومفتی وایضا صوفی وهو اخذ الطریقۃ الصوفیۃ من مشائخ طریقۃ القادریۃ واخذ درس السیاسة الدینیۃ من علماء الحرمین الشریفین وکان شیخہ الکبیر والمرشد الشیخ الادھم مفتی مکۃ (فی عہد خلیفۃ سلطان عبد الحمید خان) السید احمد زینی دحلان المتوفی سنۃ ۱۸۸۶ م. کما کان یقولون الوہابیۃ فی العرب ان السید احمد زینی دحلان کان مشرکاً الوہابیون فی الہند یقولون ان احمد رضا خان ایضا کان مشرکاً و"بدعتی" بآئہ کان ضد الوہابیۃ (فی العرب والہند) وکان مع الاتراک ضد الافرنج کما کان زینی دحلان ضد الافرنج ومع الاتراک. ولولا ہوتا لیحلسید المکی ما کان لہ ممکن ان یرئی طریقہ ویثبت احام هجوم الوہابیۃ (من مدارس دہلی بہو قال دیوبند وکھنوا ای النہدۃ ومدیسۃ باقیات الصالحات وغیرہم) ویصیر امام السنۃ وناصر الاحام الاعظم ابو خنیفۃ فی الہند۔ ولوان قد اجتہدوا السید احمد زینی دحلان واحمد رضا خان والوف من علماء اہل السنۃ تحت قیادتهما بھدم مذهب الوہابیۃ ما کان لہم حظ النجاح المقصود بسبب انہ کانت الامپراطوریۃ البریطانیۃ العظمیٰ مع الوہابیۃ فی العالم بسبب التوحید (ای الاتحاد والاتفاق) بینہم والميثاق تحت مشروع سیاسی واحد واهداف واحدۃ ضد الخلافۃ العثمانیۃ الخفیۃ من سنۃ ۱۸۵۲ م حیثما فتح السلطان محمد الثانی الفاتح عاصمۃ الامبرا طوریۃ البینظینیۃ المسمیۃ ای القسطنطنیۃ وسماہ آستانہ العالیۃ واسلام بول واستنبول الذی فیہ قصر توب کابی وفیہ آثار المقدسۃ لندکری النبی۔ لہما صاد الآستانہ عاصمۃ الخلافۃ غطلت التجارۃ بین الشرق والغرب من طریقۃ مشہورتان لتجارۃ الحریر والطیب والبخور وبسبب ذلك اضطرروا الاوروبائیون ان یفتش طریق البحر الی الشرق فوصل قاسکو دی جاما البرتغالی الی کوشین فی مالابار فی ۱۸۹۸ م والی سنۃ ۱۸۹۸ م کانوا العرب فی سواحل الخلیج الفارس (الیوم خلیج العربی) مع الاوروبائیون وضد العثمانيون الاتراک الاحناف۔

کان الامیر عبد العزیز بن محمد السعود المتوفی سنۃ ۱۸۵۸ م (ہو الذی ہجم علی المکۃ فی سنۃ ۱۸۱۸ م بعد مناظرۃ سنۃ ۱۸۱۸ م وقل سنین کانہم الکفار والمشرکون) مع البریطانیۃ العظمیٰ ضد الاتراک وکذا الک کان السلطان عبد العزیز بن سعود المتوفی سنۃ ۱۸۵۲ م تحت حمایتہ الافرنج من منذ سنۃ ۱۸۱۸ م وبسبب ذلك لما ہو قتم مملکۃ الحجاز وانہزم وطرد وکیل الخلافۃ العثمانیۃ الشریف المکۃ السید حسین الهاشمی اول من تعہد رسمیا مع الوہابیون القابضون علی الحرمین الشریفین فی سنۃ ۱۸۹۲ م ہی حکومتہ بریطانیۃ واول ما فعلوا الوہابیون لھدم کل شی من دستور اھل السنۃ (مخصوصاً للتابعین السید احمد زینی دحلان واحمد رضا خان) ہو منع جلوس المحمل الشریف لکسوة الشریفۃ للکعبۃ المشرفۃ وھذا ہی اول ہزیمۃ المہینۃ لاهل السنۃ ولبعد ذالک منعوا الوہابیون دستور التشفع والتوسل والاستغاثۃ والاستعانة بالنبی عند قبرہ المقدس وایضا دستور وجوب السلام بالقیام علی النبی علیہ السلام تشریفاً وتعظیماً وتسليماً ای بالتقلیل والانقیاد وانحناؤ الراس والقلب والروح لیدیہ وایضا منعوا التمس والتقبیل الشیكۃ المبارکۃ فی درابزان الشریف

للمسلمين فقط وهو ليس بتقريب من المنافقين والمنافقات والمشركين والمشركات الطائنين بالله ظن السور يعني ايضا الطائنين بالنبي
ظن السور انه قد مات (وقد صار كالمعدوم وغير موجود) هناك دليل آخر لظن السور الوهابية انهم
يقولون ما نحرف لما ذا يصيحون المجانين شي لله يا سيد المرسلين شي لله يا حبيب رب العالمين
اغثنى يا رسول الله سيدى يا رسول الله ديار رسول الله انت لها

ان الفرق بين الوهابى والسنى كما فسرہ امام احمد رضا خان هو هذا ان السنى يحب النبي حب المجنون
والوهابى ما يحبه كما هو اهل له لان العلماء الوهابيون يخافون ان حب النبي الى حد التعظيم وحر
العظيم يماثل الحب لغير الله تعالى والاتكال عليه (فى جلب المنفعة ودفع المضرة) ومنافى لاهل الله تعالى قل
اغير الله اتخذ وليا الحق كلام احمد رضا الحق وكلام رشيد رضا (رئيس الوهابيون) باطل - هذا رشيد رضا
لبنائى ثم مصرى كان ناصر الوهابيون فى الهند مثل رشيد احمد غنغوهى - هو الذى كان رئيس المجلس فى حفلة
مدسة ندوة فى ۱۹۱۲م تسعة سنين قبل وفات احمد رضا - هذا ضرورى لنا ان نعرف ما قال احمد رضا عن
رشيد رضا ومن اتى به الى الهند - قال احمد رضا ان علماء الوهابيون يقولون ان النبي غير موجود بيننا
اليوم والسنين يعتقدون ان معنى نحن اقرب الى الله قريب متنافى المجاز فقط وفى الحقيقة الذى قريب متنافى المجاز
والحقيقة هو رسول الله ولذلك الله محمد اقرب منا ولاكن مع ذلك ليس لنا علم ان نعرف معنى ويجدا اقرب حتى نتصل بمحمد اول اتصال
مع الله بعد ذلك لا يمكن لاحد ان يتصل مع الله قبل صالته بمحمد والوهابيون ينكرون هذا ويقولون ما لنا بمحمد وهو غير الله نحن نريد ان نتصل مع الله وحده فقط

انا اعرف ان السنين لانزال ضد الوهابيون وعلماءهم الاولون من ستة مائة عام ولاكن ليس
لديهم اى استطاعة ان يبينوا ويشبوا ان رسول الله ليس بغير الله - وانا اظن ان اغلب علماء اهل السنة ايضا
يصدقون ان النبي غير الله وما سوى الله كلمتان مترادفتان

اليوم عندنا الفرصة الوحيدة لابطال مذهب الوهابية لان افل شمس امبراطورية البريطانية العظمى
واليوم لا خليل لهم ولا ناصر كما كانوا فى قرون الماضية والحق ان اليوم ما بقى اى شئ من سلطة البريطانية
الغنى وسلطة المستعمرين فى اوروبا وليس لهم اى وقاد فى اى مملكة من ممالك الاسلامية - وايضا تولوا رجا
وا فيها الحمد لله وما شاء الله سبعين فى المائة من اهل السنة والجماعة ونحن قادرون ان نطقي نارا الوهابيين المنافقين
الطائنين برسول الله ظن السور بانه معدوم ومفقود وغير موجود وليس له اليوم اى قوة لانقاذ المسلمين من دركات
التفت وان معنى عزيز عليه ما غنم يكون شئ الذى مضى وما بقى منه شئ - نرى اليوم استيقاظ نهضة جديدة
وجميلة وجميلة فى المسلمين وهم يريدون حل جميع مسائل الدين والسياسة بنفسم وينجوا انفسهم من المشاكل
المحدثات الامور المكونة بفتنة الوهابيون مع فتن الاور وبايون كما اشر اليهم بقوله عسى يحد ثات الامور فكل محدث
ضلالة وكل ضلالة بدعة وكل بدعة فى النار اليوم بعد الايقاد بين المسلمين قد عرفوا التجار المراسمية والا
شتركية ايضا ان اليوم سوتهم فى الخطر لان الاسلام يرفع راسه ويظهر على رؤس قوتهم وسوتهم لابطال سطوتهم
فى العالم الذى كان تحت اقد مهم الى اربع مائة عام ولهذا نرى اليوم شدة بروفتند اى نشر الدعاية ضد الاسلام
ضد المسلمين ومذاهبهم وتهدد بهم وتمد نهم وطريقاتهم ومعيشتهم وشرائعهم وقوانينهم ثقافتهم
وسياستهم ويقولون ان قوانين الاسلام غير لائق للاستعمال ولازم تترك بدل قوانين الجديدة والحديثة
ولهذا نرى اليوم ان اكثر المتعلمين والعصريين يكرهون الاميين من المسلمين ويقولون انهم جهال و
اهل البدعة والمزيج والشرك - هذا العصريون المجددون يحبون التجديد مثل المحدثون والمجددون الذين يريدون التجديد
اى التبدل والتغير فى فقه الامم الاخرى باسم احياء السنة النبوية وسنة السلف الصالحين كان الامم الاخرى فقه ما كان يفهم السنة

النبوية وسنن الصحابة العظام من المهاجرين والانصار بناء على هذا العصريون يحبون المراسماليون والاشركيون والمجددون والمحدثون انهم اصحاب العقل والحكمة وان الاحناف من الضالين من بدوا الاهرا في منتهاه - الوهابيون والعصريون متفقون ان الوحنيفة وكل من تبعه اهل الزيغ والبدعة - بناء على هذا المجددون والعصريون يعتقدون ان السيد زيني دحلان واحمد رضا خان كانوا من علماء السوء لانهم كانوا ائمة اهل السنة يعني اخس المسلمين المنبوذين وضحكة على الاسلام - العصريون والمجددون والمحدثون والمجتهدون ومعهم الاورويايون كلهم كانوا احمر يصون على التدمير والتخريب تملوا راس مذهب الحنفية الصمدية في الهند ولولا احمد رضا خان البتهان صمد له وقاوم قيام الافغانية الخيل الحنفية ما كان لنا ممكن اليوم ان نفتخر اننا الحنفيون اى التائبون العابدون الحامدون الساجدون الراكعون الساجدون الامرون بالمعروف والناهون عن المنكر والحافظون لحود الله واهل الجماعة والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه

ولو ان مذهب الحنفية حق وهو مذهب اهل السنة (اى السنة النبوية والسنة اصحاب النبي وآله) ومذهب الجماعة (اى جماعة رسول الله) ما لدينا اليوم الا قليل من الرجال الذين يعلمون ويعتقدون ان اليوم ليس هناك اى دين الا دين الاسلام (كما قال الله تعالى ان الدين عند الله الاسلام) الدين الوحيد والفريد السماوى الذى فيه النظم الصميم لنجاة الدنيا من التهلكة من قارعات القنابل الذرية مسمى ايتم بمب - الاسلام هو الدين الاوحد التامين حياة بنى آدم والضمانة والكفالة بسلامة دنياهم وعقباهم - المراسماليون والاشركيون من غير مسلمين يضمن فقط في دنيا ناولم يستطيع يضمن شئ في عقبنا ليس لديهم اى مشروع بضمانة حيات الابدى بعد الموت - نحن السنيون عاكثون في الدنيا على امل العقبي ولذلك نعبد الله وحده ونعظم رسوله ونحترم اولياء الله ولاكن الوهابيون (اى اعداء سيد احمد زيني دحلان واحمد رضا خان) يمتعوننا من ذلك ويقولون ان هذا شرك مثل الشرك الكفار الذين كانوا في عهد النبي وهم حصب جهنم وكذلك السنيون حصب جهنم - ولو ان الوهابية (اى الديوبندية والتندوية وحلفائهم) يقدرون دلائل قوية في تائيد عقائدهم خلا عقائدنا ما لنا قلب ان نتول سبيل ايماننا السنيون السابقون (الوهابيون يقولون ان آباؤنا وابائهم اى السنيون السابقون في الهند كانوا اهل الشرك والبدعة) ونحن نقول ان آباؤنا وابائكم كانوا المجددة المسلمين الحسنين المتقين الناجين) ولهذا الوهابية يضروا وانا يضربوننا ضربا شديدا من كل جهات الستة - الفرق الكبير بين عقائد السنيون والوهابيون هو هذا الوهابيون يظنون ان تسعين في المائة من اهل السنة والجماعة قد ارتدوا من دين الاسلام وصاروا اهل الشرك والبدعة بعد اتباع احمد رضا خان وما لهم اى استحقاق لحيات الجنة مثل عدم استحقاق للكفار والمشركين والملاحدين والسنيون يعتقدون ان الوهابيون قد كفروا بعد ايمانهم واسلامهم بالنبي لانهم يؤمنون بالله فقط وما يسلون انفسهم تسليما لرسول الله لهذا هم اصحاب جهنم مثل المشركين (قال الامام الوحنيفة ان من كفر وبمحمد فهو مشرك ولهذا الوهابيون يظنون انه غلطان لان عندهم من يكفر بالله ليس بمشرك بل ومن يؤمن بالله ورسوله فهو مشرك - الوهابيون يعتقدون ان الاشركيون وايضا مثلهم الاشركيون لم يكونوا من المشركين لانهم كفار فقط وهو محال لاي كافر ان يكون مشركا كما هو محال للخنثى ان يزنى ويقال ذاق والدليل لذلك هذا ان المشرك لازم يكون بالتحقيق المؤمن بالله ولا ومع ذلك يعبد الاها الاخرى غير الله المفسر فيقولون ان المعنى الاها الاخر الشيطان والابن الوهابيون يقولون ان كل غير الله الاخر حتى النبي هو الاها الاخر لان السنيون يعبدونه يسلونها راعى الله تعالى وبناء على هذا يظنون السنيون مشركون لانهم يعتقدون ان الله تعالى ورسوله متفقين ومتحدين من الازل وبينهم توحيد اى الاتحاد والاتفاق مثل كولا بوليش اى الاشتراك العمل على مقصد واحد وتحت اهداف واحدة كما قال رسول الله في حديث قدسى اننى سفير محتمد مفوض ومختار لله تعالى وان الله تعالى قال لى يا ايها النبي انى شرفتك وفضلتك على جميع خلقى واشركتك فى امرى

ای جعلتک بحیث تذکر معی و امرت بطاعت مع طاعتی فی نحو اطيعوا الله واطيعوا الرسول... وایضا جار فی الحدیث الدعاء من النبی انه قال ادعوا الله کذا اللهم اشركنا فی دعاء الصالحین... بناءً علی هذا کان الامام احمد رضا خاں احد من عاشر ورافق و صاحب مع الصالحین و نادى یارقیق یا شفیق ولاجل ذالك هو کان یرافق مع الصوفیین من طریقة و سلسله السادات مآثره الشریف القادرية - جمیع اولیاء الله من اهل الطریقة من القادرية و الرفاعية و الشاذلیة و الجشتید و سهروردیه و النقشبندیة و غیرهم یعتمدون الحدیث فوقانی صمیم جدا ان الله تعالی قال لنبيه انی اشركتک فی امری "ولاکن الوهابیون یقولون ان هذا الحدیث و ما شا کله موضوعة و قلم یعم منه شی عند اهل الرایة ای الحفاظ الحدیث و المحدثین الکبار مثل ابن حجر العسقلانی و السنیون یقولون ان الامام المحدث احمد قسطلانی قال هذا حدیث صمیم و بنا علی ذلک کتب ان هناك التوحید ای ۷۸/۲۷ بین الله تعالی عزوجل و الاحد و الصمد و بین نبیه و رسوله محمد الاوحد بكونه المظهر الاعلی لذاته الله جل جلاله و عمن نواله - کان الله تعالی الاحد لما کان ای شی موجود من مخلوقاتہ و اول ما خلق الله هو نور محمد الذی هو باعث الخلق و لذالك قال الله تعالی لا یبونا آدم علیه السلام "ولولا محمد ما خلقتک" و قال فی القرآن "کتب الله علی نفسه الرحمة" و لولا محمد ما کان الله کتب علی نفسه الرحمة بان الاحد بكونه فی وحدة الوجود لذاته و بذاته لا یصل باحد حتی یظهر نفسه ان هو الله الصمد ای هو الذی یسد حوائج مخلوقاتہ - هذا هو معنی الله الصمد ان الله الصمد یسد جمیع حوائج الخلق و لیس له بنفسه و لنفسه ای حاجة الاحاجة الرحمة علی مخلوقاتہ بواسطة و بحرمة و بحق رسوله الکریم روف رحیم و لاجل هذا جعل الله رسوله وکیلہ و نائب لہ انہ المقدس و علی هذه القیاس عرفوا العارفون ان رسول الله الاوحد هو وحید و فرید

و بناءً علی هذا نحن السنیون یعتقدون کما کان یعتقد امامنا احمد رضا خاں الحنفی (وکل حنفی صمد ای ما یرفع الیدین ای ینحض امام احد الذی ما یتبع امامنا الاعظم ابا حنیفة النعمان بن ثابت بن زوطی ابن مہ مولى نيم الله و هو من وسط حمزة الزیات - کان نيم الله بن ثعلبة من اهل کابل ای بتهان - وایضا کان احمد رضا خاں بتهان و البتهان مایسوی هیند زب) ان کان رسول الله من الازل و سیکون الی الابد سیدنا و ملاذنا و مولانا و ملجانا و ماوانا "و ما له لغيره و لاه عز و زولہ العالمون فی اعواز" و هو مفوض معتمد و مختار لنا من عند الله و هو وکیلہ و حبیبه و وزیرہ یرجى منه حوائجنا و هو مغیثنا و مجیبنا و معاذنا فی البلاء و الرخا و لذالك لما سمع الاذان الصلاة نحن ندعوا الله تعالی و ابغثد لنا مقاما محمودا "ولاکن الاعداء احمد رضا خاں ینکرون کل ذالك و یقولون انه کان بشر مثلنا و بعد وفاته لا یتطیع ان یسمع مناجاتنا و یساعدنا فی کربنا و لاله ای حق و لاله ای قدرة الروحیه لانه روحه مقبدة فی البرزخ و لیس له ای التصرف فی تقادیر الله و الذی یعتقد انه رقیب علینا ای احمد رضا خاں فهو مشرک - هذا هو صمیم ان احمد رضا خاں یعتقد ان النبی حاضر و ناظر و هو رقیب علینا الیوم فی کل وقت و حین - وایضا کان احمد رضا خاں یقول ان قول الوهابية زخرت القول و الزور لا ننا نعتمد ما کتب امامنا الامام الاعظم ابو حنیفة ان "ما یضر مع الایمان شیء" و الحق اننا آمننا بالله و رسوله و ما آمننا بالله فقط - فکیف نفرق بین الله و رسوله فی محبتنا و طاعتنا و عبادتنا لاننا قد اسلمنا مع محمد لله رب العالمین و هذا هو موضوع جدنا مع الوهابية

اول من خاضع مع الوهابیون فی الحجاز و طبعاً فی العالم الاسلام هو مفتی مکة المکرمه السید احمد زینی دحلان و اول من خاضع مع الوهابیون فی الهند ای الوهابیون الذین کانوا یتبعون الشیخ محمد ابن عبد الوهاب بواسطة تلمیذہ تلمیذہ مولوی محمد اسماعیل الدهلوی الذی قتلوا البتهان لانه حادب معصم علی مسئلة الرفع الیدین فی الصلاة هو تلمیذ و مرید للسید احمد زینی ای مولانا احمد رضا خاں بریلوی - هو صار الی الحج مرتین اولاً لما کان عمره خمسة عشر سنة لما کان المفتی السید احمد حنی و بعد وفاته فی سنة ۱۹۰۱م - و لهذا القول ان السید احمد زینی دحلان المکی کان استاد

الکبير والمرشد الکبير لاحمد رضا خان ولولا ما كان يمكن لاحمد رضا ان يخاصم ويجادل مع الوهابيون في الهند لان الهند ما كانوا يعرفون وما كانوا يفهمون معنى اللفظ الوهابية وما كانوا يعلمون الوهابيون منهم وما دينهم وما مقصدهم وما اهداهم - البته ما خاصم احمد رضا خان مع الوهابية مثل شيعته في مكة ومشائخه الاخرى في الجازلات الوهابيون الهنديون كانوا اخاف ومن سلاطة احناف ويكونهم اهل التقية ما كان سهل على امامنا ان يفرق بين الحنفى اصلى وحنفى منافق اى الوهابى الوهابيون في الهند من ١٨٢٦ الى ١٩٢٦ ما اظهروا ما كان مخفى في قلوبهم كما هم اظهروا ما كان مخفيا وبالمرافق والمخل يايدهم ان يهدوا ما يدعوا من قد النبي وقبة الخضراء عليه - لو كان احمد رضا خان يعرف هذه السر في حياته كان يقوم عليهم للجهاد - الوهابيون كانوا يخفون هذا المشروع في ظلام قلوبهم الى سنة ١٩٢٥ وقبل انشاء هذه السر ما كان ممكن لائمة الاحناف ان يفهموا المقصد الاصلى في قعر قلوب الوهابيون الذين كانوا يقولون ليلا ونهارا "ان النبي محمد غير الله" وما عنده علم الغيب" و"ان التوسل بالذوات لم يشرع وكذا طلب الشفاعة من النبي في الدنيا والاستغاثة بغير الله تعالى محرمة في كل دين بالنصوص وهذا المقام لا يسع التحقيق..." واقوال الاخر مثل هذا ان النبي بكونه ميت ما يستحق اى تعظيم لذاته بل لسنته فقط وبناء على هذا كل وهابى كان يريد ان يهدم كل شى باقى مثل الاثار لذكرى رسول الله وهم كانوا يسيرون مولانا السلطان الشرف قانتباى الذى بنى القبة الخضراء ويسمونه الصنم الاكبر" مثل الصنم الثور الذى يعبدونه عبدة العجل - ولو ان احمد رضا خان ما كان يحرف ان الوهابيون يريدون ان يهدوا ما قبل النبي والقبة الخضراء هو كان يفهم ما هو فتنة رسالة التوحيد لابن عبد الوهاب وتقويت الايمان لاسماعيل دهلوى ان سياقى قوم مثل الصليبيون والتتر لهجوم على الحرمين الشريفين والهجوم يكون مثل هجوم على بيت المقدس في حرب الصليبي في سنة ١٠٩٩ - انا اظن ان في سنة ١٢٤٢ الوهابيون والاتحاديون كانوا يريدون ان يهدوا مواقبة الخضراء مثل الزمردا ولا بعد حرب العالمى الاول (اى حرب الصليبي الاخرى) وبعد ذلك يهدوا قبة الصفر مثل الذهب اى قبة المسجد الصغير المبارك ومجد الاقصى ومجد سيدنا عمر وبعد ذلك القبة الذهب في الكاهن والمشهد الشريف ليدنا على رضا وبعد ذلك جميع مشاهد اوليا ر الله في العالم حتى هزار الجشتى في اجمير الشريف لان السنيون يعبدون القصور واعظمهم وقبر النبي صلى الله عليه وسلم انما اعرف ان امام احمد رضا خان يحرف هذه الاسرار لانه ما كان شديد على الوهابية في الهند كما كان السيد احمد زينى دحلان بالمرّة شديد على الوهابية في بلاد العرب - البته هذا هو التحقيق ان احمد رضا خان قد قرأ جميع الكتب العربية ضد الوهابية وبناء على ذلك خاصم مع الوهابيون في الهند اى القاسميين والاحمديين اى تابعين لمرشد احمد غنوهى و غلام احمد قاديانى

السيد احمد زينى دحلان كتب ان الوهابية ومن تبعهم كانوا الكفار الذين قد كفروا بعد ايمانهم واسلامهم لذلك ورسول وبقوا المومنين بالله فقط وغير المسلمين لم رسول الله تعالى جل جلاله وعم نواله قال السيد ان الوهابية يؤمنون بكلمة التوحيد لا اله الا الله محمد رسول الله وهذا الكلمة مكتوب على لوائهم وفوقه المصحف القرآن تحته السيف ولاكن هم يظنون ان رسول الله ايضا غير الله - بناء على هذا كتب السيد احمد زينى دحلان ان الباقى للفرقة الوهابية النجدية ^{والهندية} وسأثر ببلدان الاسلامية باسم التوحيد الخالص هو الخبيث الوحيد وادل امام يدعاهم واخر امام ضلالتهم هو ابن عبد الوهاب المتوفى سنة ١٢٢٦ هـ (الموافق ١٧٨٦ م) هو الذى غرض شجرة ملعونة في القرآن والحديث والتاريخ الاسلامى باسم التوحيد الخالص وكانت توحيد و قبائل البد والوحش مع اعداء الاسلام اى الاتحاد بروستانتى (بالنسبة الى المذهب الانجيلي واصحاب بروستانتية المحتج ومقيم الحجّة ضد الاحناف المسلمين المسلمين لله ورسوله) وطلعت قرن الشيطان اى زمان ابليس وعهد الشيطان من هذا الحرف التوحيد المجد يد التوحيد النجدى البريطانى بعد ما فتح نابوليون بونا بارت مصر والفسطين والشام ومن هذه القرن اى ابوق الشيطان خروج الصوت

الصور الابليس اللعين الذى اتى ان يسجد لآدم لانه راي فيه نور من نور محمد وهو مظهر رحمة الله وهو الوحيد الاوحد والقريب ان يكون مهبط الرحمات من الله رب العالمين للعالمين. وبعد ابن عبد الوهاب اخذ البوق تلميذه قاضى محمد بن على بن محمد بن عبد الله الشوكاني اليمى حليف بریطانى. بناء على هذه القول السيد احمد زينى دحلان نستطيع نقول ان اول من اتى بهذه البوق الشيطانى فى الهند هو احمد شاه ولي الله الدهلوى واول من نفخه فى الهند ونسف ودك اهل السنة هو ملا محمد اسماعيل دهلوى المشهور بابا الشهدا الذى مات مقتولا فى سنة ١٢٢٠م فى غزواته ضد طائفة سيكه اهل السنة هو ملا محمد اسماعيل دهلوى المشهور بابا الشهدا الذى مات مقتولا فى سنة ١٢٢٠م فى غزواته ضد طائفة سيكه وطائفة الاحناف الاثنا عشرى التى تسمى بتهان. واسفا على العرب الذين رفعوا ايادىهم امام فقه بروستانتى الاوروباتى فى طول الزمان من قرن الثانى عشر ميلادى وايضا فى قرن الثانى عشر الهجرى وقاموا ايضا ضد الاحناف الاتراك وسبواهم انهم مشركين ومبتدعين اى مخالفين السنة النبوية بانهم يرفعون ايادىهم فى الصلوة ويرفعون ارواحهم فى الصلاة على النبي. هي هي يا وهابيون اعلموا كيف ترفع ايادينا امام وينكم الباطل حينما تقولون ان فى قول الله تعالى عز وجل "صلوا عليه وسلموا تسليما" التاويل التسليم ليست التسليم اى تقليد والتقليد والقيام بالانحناء الراس تعظيما لرسول الله رب العالمين ولا بمعنى الاستسلام الخضوع العبودية بل اذعان لادامه فقط حينما انتم ترفعون اصواتكم فوق صوت النبي وعلى النبي ايضا وايضا ترفعون رؤوسكم على راس النبي ولا ترفعون ايادىكم وقلوبكم عند ذكرى النبي مالتا ان ترفع ايادينا امامكم فى الصلاة. قد قال امامنا احمد رضا خاں فى اشعاره فى المدح النبوى ان عندنا الصلاة هو نماز وايضا درود وبدون هذه الصلاة اى درود لا صلوة لنا اى لانما زلنا مثل ما قال الامام الشافعى ان من لم يصل على النبي لا صلاة له. نحن ما نرفع ايادينا مثلكم فى النماز بل نرفع اجسادنا وارواحنا وقلوبنا فى الدرد. قولوا انتم ترفعون ايادىكم فى الصلاة اى المائلين؟ وان تقولوا لله رب العالمين فقط نسئلكم هل تذكر ان النبي كان يرفع اياديه الله رب العالمين ام لا اذا قلتم نعم هذه السنة النبوية كيف تقولون ان ذكرى النبي فى الصلاة يبطل الصلاة. اليس هذا هو قول الجيشت النجدي ابن عبد الوهاب (وقول ملا اسماعيل الذى ينقل هذا ما ستوس واثن) ان رعاية النبي فى الصلاة يبطل الصلاة اى المفسد النماز. ما نى غلطان ان اعتقد ان الامام احمد رضا خاں الذى رجع من الحج فى سنة ١٢٧٠م (بعد لقاءه مع السيد احمد زينى دحلان وكثير من علماء اهل السنة فى مكة ومدينة) كان متيقن ان مولانا احمد شاه ولي الله محدث دهلوى كان من اولياء الله لما هو قال ان معنى اللهم صل على محمد يكون بار خذ ايا تعظيم كن محمد رادردنيا واخرت راي اللهم عظم شان محمد فى الدنيا والاخرة) ولاكن كان حفيده ملا محمد اسماعيل اول من رفع صوت صفير الشيطان اى بوق الشيطان النجدي فى الهند حين كتب كتابه تقوية الايمان وكتب فيه ان كل منى الذى يقرأ "شيئ لله يا سيد المرسلين" او يا شيخ عبد القادر جيلانى شيئا لله فهو مشرك لان الشرك فى العباد والشرك فى الطاعة والشرك فى التعظيم والمجارد هذا الشرك وذلك الشرك ظلم عظيم. لهذا قال الشيخ احمد رضا خاں ان ملا محمد اسماعيل كان احد علماء السوء فى الهند الذى ارتد وصار من اهل الحديث وغير مذهب به الحنفية وغش كثير من علماء الاحناف الذين كانوا يمجيدون ويعظمون جده مولانا شاه احمد ولي الله. كل حنفى الذى امن بتقوية الايمان صار مخالف لعقائد حجة الاسلام امام محمد بن محمد بن محمد الغزالى وامام فخر الدين الرازى وامامنا فى التفسير والتفسير الشيخ الاكبر محيى الدين ابن العربى اندلسى ومولانا السيد شريف جرجانى وامام سعد الدين تفتازانى ومولانا حافظ الدين نسفى سندى ومولانا الشيمى ملا جيون لكهنوى وغيرهم من الوف كبار علماء اهل السنة الجماعة فى عالم اسلامى من اندلس الى اندونيسيا.

الوهابيون فى الهند يعتقدون ان التقوية الايمان يكون اجل واعظم من جميع التفاسير حتى تفسير رازى تفسير بياضى تفسير ابن العربى تفسير نسفى وتفسير شيخ جيون. ان الذين يرفعون شان ملا محمد اسماعيل انه مجتهد الاعظم بكونه حفيد محدث الاعظم

ولی اللہ یظنون ان السید احمد زینى دخلان كان احد الشياطين من علماء السوء (هم يظنون ان الامام الاعظم ابو حنیفة كان من اهل البدعة وايضا خلفائه مثل الامام محمد بن الحسن شيباني صاحب الجامع الصغير في الفروع والبولوسف الانصارى وملائور الدين على القارى وصدر الشريعة برهان الدين محمود وصدر الشريعة عبيد الله بن مسعود وصدر الشريعة احمد بن حمال الدين عبيد الله المحبوبي البخارى الحنفى وغيرهم) ولهذا تلميذه ومريده احمد رضا خان ايضا كان من اهل الشرك والبدعة لانه كان يعبد النبي وينادي به يا مولائى ويا مالك - هم الذين يقولون ان امامنا امام الاعظم ابو حنیفة ايضا كان امام اهل الزيف لانه منع رفع اليدين في الصلاة وخالف السنة النبويه - بناء على هذا جميع الوهابيون في الهند يظنون ان ابا الحنیفة قد صار حصب لجهنم لانه ترك السنة النبويه والتخذ البدعة - والهند الاصحاب الحديث يقولون بالهجرة ان كل من تبعه (اى ابو حنیفة) من الاموات والاحياء (وهم اليوم ۷۰۰ مليون نفر) قد ترك السنة النبويه وضل ضلالا بعيدا - واول من قال هذا في الهند هو احمد شاه ولى الله في كتابه جلاء العينين في رفع اليدين وبعده ملا محمد اسماعيل بن عبد الغنى في كتابه تنويز العينين في اثبات رفع يدين - فلما رد الامام احمد رضا خان على هذه التفتيد من الدهليون وعلى انفسهم استمر في تقليد الامام الاعظم ابو حنیفة وتبع مسالك الامام تقى الدين احمد ابن السبكي وامام احمد ابن حجر المكي واما جلال الدين سيوطى والسيد احمد زينى دخلان وغيرهم قاموا جميع الوهابية بانواعهم المختلفة في الهند وسموه مشرك واما اهل البدعة والزيف في الهند - ليس فيه عجب لانهم بسوا الامام الاعظم ايضا كذلك كل ملا ومولوى الوهابى في الهند - ينفخ في نفس البوق نفير لوم وزم على اهل السنة بلهجة واحد واسلوب واحد ولحن واحد - هؤلاء المومنين الموحدين بزعمهم اى الوهابيون ايضا يظنون ان النبي محمد كان بالتحقيق بشر مثلهم وهم كذا بشر مثله وان النبي كان مذب مثلهم وهم ايضا مذبنين مثل النبي والدليل عندهم لتحقيق هذه القيدة الفاسدة تاويل الآية في سورة الفتح "ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر" وهذا الدعيم عند المفسرين القديم - هم يعتقدون ان معنى ذنبك الذنب الامة لان النبي مسئول عنه ولاجل ذلك قال النبي لرب "رب هب لى امتى مع ثوابه وذنوبه لاني مسئول على ذلك كله -

طبعاً كان لا احمد رضا خان الحق ان يهجم على الوهابية مثل هجوم السيد احمد زينى دخلان الذى هجم عليهم مثل هجوم الملائكة في معركة البدر على الكفار والمشركين لنصرا لمصطفى هادى البشر - لان الوهابيون شاعوا كتاب تقوية الايمان في الهند كله من سنة ۱۲۵۰ الى سنة ۱۲۸۰ وعشرة في المائة من ۱۰۰ مليون من الاحناف ارتدوا وغيروا مذهبهم الحنفية الى مذهب الوهابية اى مذهب السب واهانة وشتم على النبي انه ليس المسيح والمخلص لانه بل المرسال ومبلغ فقط - اليوم ايضا اكثر الاحناف يظنون ان الرسول كان فقط المرسال واليوم لارسالة له اى مائتى اليوم اى مكاملة بينه وبين الله وسلسلة المراسلات بينهم القديمة من الازل قد قطعت من كسرهم ورب العرش ما يتكلم مع التراب في الارض تحت القبة المحضراء - لما عرفوا الوهابيون ان الكتاب تقوية الايمان صارت مشهورة وما لوف لدى الجمهور الاحناف عرفوا ان الى السنة ۱۲۵۰ كل حنفى يصير وها بى مثلهم ولا يبقى اى عزة لابو حنیفة بحثية الامام والسنين يتركون كثرة الصلاة والسلام على النبي عليه السلام وايضا يتركون انعقاد مجلس مولد النبي كالعادة السابقة كانوا بدعة وسبب لجهنم وايضا يتركون السلام بالقيام على النبي عليه السلام كانه شرك لان التعظيم بغير الله تعالى ظلم عظيم - ولاكن الحمد لله وما شاء الله مرانا احمد رضا خان دهرهم تدميرا واعلى ما قال الله تعالى كلما اوقدوا نار الحرب اطفاها الله ورد الدين كفروا بغيرهم لم ينالوا خيرا وكفى الله المومنين القتال ولاكن غير الاحوال في جزيرة العرب من بعد سنة ۱۹۰۰ م (لما غزل الخليفة عبد الحميد خان القادرى والشاذلى) وما كان هناك اى حول ولا قوة عند اهل السنة لمقاومة ضد الشياطين اى التجديس - لما راح احمد رضا خان لجم الشاذلى في ۱۹۰۱ م وقام في المدينة شهر كامل شاف ان السنين لاسلاح لهم وهم في كارثة

عظيمة وهذا هو خاص مع بعض العلماء اهل السنة على برودتهم على هزلما. والى سنة ٩٢٦ هـ انهم هم اهل السنة الهزمية الشيعية والوهابيون منحوا قراءة دلائل الخيرات وبنوا دستور المولد النبي تاما وايضا منعوا الحج ان يقوموا عند قبر النبي للصلاة والسلام على النبي عليه السلام.

بدات حركة الوهابية في سنة ١٢٠٦ هـ من مدينة بيدة علامة البوذيب واخروا كبر ظهورها كانت ايضا من مدينة من سنة الى سنة ١٢٠٥ هـ واول من درس هذه الحركة والمذهب هو السيد احمد زيني دحلان المولود في سنة ١٢٢٢ هـ سنة عشرة سنة بعد هجوم الاول من الوهابية على مكة المكرمة. وهو راى بعينه في شبابه الحروب الشديدة بين جنود الوهابية وبنو محمد علي باشا الخديو. وكتب ١٢ كتابا واكثرهم ضد الوهابية واشهرهم الكتاب الدرر السنية في رد الوهابية. وبعد السيد زيني كتب مولانا الشيخ داود بن سليمان بغدادى نقشبندى كتب اربعة كتب ضد الوهابية: ١. اشد الاجتهاد في ابطال دعوى الاجتهاد ٢. رسالة في الرد على محمود الراسي ٣. سلم الاخوان من اهل الايمان وبيان الدين القيم في تبرئة ابن تيمية وابن قيم. ٤. النخلة الذهبية في رد الوهابية وبعد ذلك كتب مفتي بغداد مولانا جميل افندي صديقي زهادى الكتاب اسمه "الفخر الصادق في الرد على منكري التوسل والكرامات والخوارق ايضا على النفس الموضوع " وهاى ازم " كتب مولانا رومى بك خالدى قدس الكتاب اسمه "اسباب انقلاب عثمانى. مولانا رومى بك كان ماهرا في لغة الفرنسية ودية وبكونه موظف كبير في باريس عند الحكومة هو كان يعرف سيايات جميع حكومات في ادروبا. لهذا هو درس السياسة واكتشف ان مذهب الوهابية قد يكون نصف ديني ونصف سياسى وايضا اكتشف ان البريطانيين العظمى والامانية والفرنسية كانوا يساعدون الوهابية ضد الاتراك. لما قرأت مقالات مولانا رومى بك عرفت ما عرفوا السيد احمد زيني دحلان وحمدوا ان الخلافة العثمانية اى خلافة الاحناف كانت فاصلا بين اهل السنة والجماعة من سنة ١٢٠٧ هـ وكانت بريطانيا ناصر الوهابيون ضد اهل السنة والخلافة بنى عثمان ما اظن ان اى واحد سوى احمد رضا خان من علماء اهل السنة في الهند كانوا يعرفون اسما هذه الكتب في رد الوهابية. العلماء الكبار من اهل السنة في الهند لا يعلمون بالتحقيق ان احمد رضا خان كان من معتقدين السيد احمد زيني دحلان وانه تلميذه ومريده وانه قد حصل الكتب المذكورة اعلى من مشايخ حرمين الشريفين وبعد ذلك قام ضد الوهابية في الهند اى جماعة ملاح محمد اسماعيل وان لولا هذه العلاقة بينه وبين السيد احمد زيني دحلان ما كان ممكن لاحمد رضا خان ان يتحرك اى ثورة ضد الوهابية الاسماعيلية في الهند وبخاصة على تلاميذ والمريدين وخلفاء مولانا حاجى امداد الله بها جرمكى (ايضا صاحب السيد احمد زيني دحلان ومن احد كبار ائمة اهل السنة في الهند) مثل علامة رشيد احمد غنوهى وعلامة قاسم نانوتوى وعلامة شيخ الهند محمود الحسن وعلامة حسين احمد مدنى وعلامة خليل احمد امبيطهوى وعلامة اشرف على تهاوى وغيرهم. العلماء اهل السنة يظنون ان احمد رضا خان ما كان تابع لاحمد زيني بل كان مستقلا منه وغير مرتبط وليستغل نفسه علوية من علماء الحرمين الشريفين. والوهابية في الهند يظنون انه ما كان يعرف حقيقتهم الاصلى انهم كانوا مع الوهابية في نجد الى مائة عام ولذلك خطا في ارسال استفتاء مزورة الى مفتى مكة وحصل الفتوى عليهم بالكذب وكان الفتوى طبعها كاذبة انه كافر والبعد ايمانهم واسلامهم. انا اعرف بالتحقيق ان احمد رضا خان كان بالمرّة مطلع على احوال والاسرار الوهابية في نجد والهند وكان يعرف توحيدهم في العقائد والمقاصد والاهداف في تشهير انذار فضيحة وشاية تعظيم رسول الله ﷺ لانهم يعتقدون ان التوسل والتشفع والاستغاثة والاستعانة بالنبي شرك عظيم بكونه غير الله والاستغاثة بغير الله تعالى محرمات بالنصوص القرآنية والحديث. لكن بالاسف هو ما عرف فتنة نواب بهو قال صديقي حسن خان

اسٹاد اوف انڈیا و ذوج کراؤں اوف انڈیا ای سیدہ شاہ جہان بیگم ملکہ بوفال

کلی واحد من علماء اهل السنة والوهابية في الهند اما ساذج ای عديم المعرفة او متکبر فی رفض الاعتناق ای تجاهل عار فانه ان الثواب بهو بال خانبهادر صدیق حسن کان مواطی کبیر ای شریک فی الذنب العام الکبیر الوهابی محمود شکری آلوسی بغدادی فی اشاعته کتابه المسمی غایة الآمانی فی رد علی النبهانی وانه کتب هذا الکتاب فی رد کتاب شواهد الحق فی الاستغاثة بسید الخلق وهذا الکتاب مؤلف من سقرین کبیرین ردفیهما ماجاء به النبهانی فی کتابه من الجهالات والنقول الکاذبة والآراء السخيفة والدلائل المقلوبة فی جواز الاستغاثة بغير الله تعالى ما کر دستان العلمیة ۱۳۲۷ھ (طبعت هذا الکتاب بعد اربعة عام لما رجع احمد رضا خان من الحج والزيارة) وهما ما یعلمون ان هذا هو آلوسی جمال الدین ابوالمعالی محمود شکری المتوفی ۱۲۴۲ھ هو الذي قد انتدب الی الموتور الشرقي المنعقد فی استوکهام (سویڈن) فی عام ۱۸۹۹م فاستحق تالیفه التقریط كما استحق المؤلف الثناء وفاز دون سواء بالجايزة والوسام الذهبي. وهذا آلوسی جمال الدین کان من اصحاب نواب بهوپال (کلاهما کانا مثل مواطی ادوی من النذل لبریطانیة) الذي کان اکبر رئیس الوهابية فی الهند و امام اعظم اهل الحديث الملقب بامیر المؤمنین ووالاجاه حضرت محدث الاعظم کان الوسی هذا ابن الاخ خیر الدین نعمان الوسی المتوفی ۱۲۱۷ھ وصنف کتاب جلال العینین فی محاکمة الاحمدین وهو رد علی مولانا شهاب الدین احمد ابن حجر الهيتمي المکی المتوفی ۹۷۴ھ فی انتقاده الامام احمد ابن تیمیہ طبع باهر نواب صدیق حسن فی ۱۲۹۲ھ وهذا نعمان الوسی کان من اولاد مولانا ابوالثناء شهاب الدین محمود الوسی بغدادی الحسني الحسيني متوفی ۱۲۷۰ھ وهو صاحب تفسير روح المعانی فی تفسير القرآن العظيم والسبع المثانی الذي طبعه نواب صدیق حسن فی ۱۳۰۱ھ فی تسعة اجزاء لاکن بالاسف هذه التفسير المطبوع محرف جدا وليس موافق لمخطوطة الاصلی الذي موجود اليوم فی استنبول (وفي استنبول) ايضا کان امام احمد رضا خان بالمرّة معروف ومحبوب وکان له مقام اعلى فی دار الخلافة بنا علی هذا ومن اخبار الصيغ عن فتن الوهابية وفتن نواب صدیق حسن انا استطیع اقول ان هذا خان بهادر نشر مذهب الوهابية فی الهند باسم تقوية تقوى الايمان بعد تحريف فی الطباعة ثلاثة نفا سید القرآن ای تفسیر ابن کثیر تفسیر قاضی شوکانی وتفسیر وتفسیر روح المعانی) لاجل تشهير انذار ونصيحة تعظیم رسول الله تعالى وهذا ضروري اليوم لذكری امامنا احمد رضا خان ناصر اهل السنة ان علماء اهل السنة يحققوا عن هذه الفتن الکبیرة المسیة وهابية. الحق ان امامنا احمد رضا خان وقف حياته علی درر هذه الفتن ورد عقائد الفاسدة والجنیثة ضد مذهب الخنفیة المقدسة.

خرج هذا العقيدة الکاذبة ان النبی غیر الله اولاً من دمشق من کتب شیخ الاسلام حنبلی (ومواطی النصاری) تقی الدین ابن تیمیة المشهور بابن الزفیل وبعد ذالک علی نفس العقيدة نشر مذهب الوهابية من مدينة منورة بواسطة ۲۷ محدثین الکبار بین ۱۰۹۰-۱۱۵۰ھ شیخ نوبال الدین محمد عبد الهادی سندھی وشیخ ابراهیم کردي وشیخ ابوطاهر محمد ابراهیم الکرانی وشیخ ابن علی عجمی وشیخ تاج الدین وشیخ محمد حیات سندھی (وکلهم مهاجرین من اوطانهم ونزیل مدينة ربما علی حاب بریطانیة او شیاطین الانس اخراى عباد الها آخر) وکان شیخ محمد ابن عبد الوهاب تلميذ لمحمد حیات سندھی (ولا جل ذلك انا اقول هو سانجو بانزا السبعة وعشرين دون کيخوطات وکلهم سانجو بانزله دون کيخوطات الدمشق ودریسهم ابن الزفیل. امامنا شیخ الاسلام تقی الدین ابن السبکی قاضی القضاة مسمى ابن تیمیة ابن زفیل) وايضا مولانا احمد شاه ولی الله اخذ درس الحديث الی ثلاثة عام وبسبب ذالک اردت من مذهب الخنفی الی الوهابية ولما رجعت بعد الحج کتب تفسير القرآن بلغة الفارسية فی عشرة وکتاب فيه ان رسول الله ايضا غیر الله بالتحقیق وهذا قوله موجود فی تفسیر ما احمره لغير الله ای بان شياطين یزین غیر ان ای ملغی غیر الله الاضنام والطواغیت وايضا الانبياء والمرسلین. هذا هی التاریخ بالاختصار عن نشر مذهب الوهابية فی الهند واول من ادرك وعرف اسرار هذه الفتنه هو احمد رضا خان المشهور عند الوهابية بلقب امام اهل الشرك والبدعة لانه رد علی قول الوهابيون ان من قال "شیخ الله یا رسول الله" فهو مشرک.

قال اغثنى يارسول الله و ايدنى يارسول الله و يا رسول الله انت لها فهو ايضا مشرك وطبعاً كل سني مشرك لانه يعتقد ان النبي مختار ومالك له كما كان يعتقد امامنا احمد رضا خاں ان منه اى النبي نحصل جلب المنفعة ودفع المضرة كان احمد رضا خاں سيد الطائفة لاهل السنة في الهند كما كان رشيد احمد غفره سيّد الطائفة لدوها بيون في الهند و هو كان تابع لابن زفيل اى احمد ابن تيمية وكان احمد رضا خاں من تبايع سيد احمد زيني دحلان وطبعاً تابع الامام احمد ابن حجر المكي وكلاهما كانا اشد الاعداء لاحمد ابن تيمية ولهذا اقول ان من تبع احمد ابن تيمية هو دهاى ومن تبع تقي الدين ابن السبكي و احمد ابن حجر هيمى المكي وسيد احمد زيني دحلان المكي و احمد رضا خاں هو سني وكذا اقول من تبع الحافظ والمحدث الاعظم امام ابن حجر العسقلاني هو دهاى ومن تبع حافظ والمحدث الاعظم امام احمد القسطلاني الحنفى هو سني.

كتبت هذه المقالة قصد ان انصح السنيون ان يفهموا اسرار الرهابية ويصفقوا وسامحوا ذنب الوهابيون دائماً الى الابد على شرط واحد ان لازم على الوهابيون ان يتركوا عقيدتهم الباطلة ان النبي هو غير الله ويرجعوا الى عقيدتنا ان النبي رسول الله صلى الله عليه وسلم والله لا يصلى قط على اى غير الله.

هذا هو الحقيقة ان هناك تاريخ قد يم على محاسبة بين الوهابيون والسنيون. واصل المحاسبة بدأت على تاديلات غير الله وعلى مسئلة ابقار قبر النبي داخل المسجد النبوي. الوهابيون كانوا يقولون ان وجود قبر النبي في مسجد النبوي يكون منافي لاحكام الله ورسوله اى خلاف الشريعة وبالمرة ضد امر النبي بنفسه لانه اكد على سريره موته ان اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبورا بنبيائهم مساجد. والسنيون كانوا يقولون لا بأس فيه ان وجود قبر النبي في حرم الشريف النبوي داخل المسجد النبوي المقدس ضروري جداً لاجل الزيارة المباركة بعد الحج ولجل ارتفاع شان النبي و شان الاسلام والمسلمين ولهذا واجب علينا ان نؤد المديونة المتورة ونشد الرحال اليه بعد اداء اوقبل اداء فريضة الحج المبارك. سمعت في سنة ١٩٢٩ م من استاذي مفتي اعظم فلسطين السيد امين الحسيني المتوفى سنة ١٩٧٥ م ان النبي يكونه نبي الله (هو كان نبي الله من قبل ولادته في الدنيا ومن بعد الازل) زار قبور اجداده الانبياء عليهم السلام ابراهيم خليل الله واسحاق ويعقوب في بلدة خليل الله المسمى هبرون (في جنوب بيت المقدس وقريب منه) في مسجد المسمى خليل الله وعظمهم تعظيماً. وبناء على ذلك اعتقد ان لتعظيم النبي و خاصتها لهذه المقصد الاسنى وهدف الاعلى وبرضوان الله تعالى عز وجل الخلفاء الراشدون الاربعة وكبار الصحابة الكرام من لهاج والانصار رضوان الله تعالى عز وجل

جل جلاله عليهم ومن والاهم دفنوا النبي داخل المسجد النبوي لكي يزوروا المسلمين في العالم اى القبر المقدس الى يوم القيامة النبي بنى المسجد النبوي الشريف بايديه المباركة كما بنوا اجداده ابراهيم واسماعيل الكعبة الشريف بايديهم المباركة

كانت مسجد النبوي الاول ٢٤٧٥ ميتر مربع فزاد فيها عمر ابن الخطاب ١١ ميتر مربع ودخل القبر الشريف داخل الحجرة الشريفة داخل المسجد الشريف ودخل جدران المسجد لاجل يبقى القبر المقدس في المسجد وفي وسط صفوف المسلمين الى يوم القيامة كان عمر عارف بعلم الغيب ان سياقي قوم بعد كم عام ويقول هدموا هذه القبر كي لا يصير المسجد معبد للمشركين المسلمين مثل مشركين اليهود والنصارى الذين اتخذوا قبورا بنبيائهم مساجد لان مسجد خليل الله في هبرون يحوى على قبور ابراهيم واسحاق ويعقوب واليهود والنصارى يعبدونهم مع الله ولاجل منع الشرك مثل هذا نبه النبي عند وفاته ان اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبورا بنبيائهم مساجد. كان يعرف عمر ان اصحاب الحديث يقول مثل هذا القول لاهياء السنة النبوية بعد ارس عميق في الحديث كما نرى اليوم ان المحدثون يجتهدون لاهياء السنة والغازي دستور امام الاعظم. رايت ان بعض علماء اهل السنة ايضا هم يفسون على احياء السنة خلاف دستور الاحناف. الدستور الرسمى لجمعية يكون ان المؤذن يؤذن امام المنبر ولاكن بعض العلماء يقولون هذا بدعة والسنة لازم الاذان يكون من باب المسجد. كان عمر يخاف من الاختلاف مثل

هذا على ابقاء قبر النبي بين صفوف المصلين .

نحن اهل السنة جدا مشكورين لسيدنا عمر لانه ابقى قبر النبي وقبر سيدنا ابا بكر - داخل المسجد وبعد ذلك دفن عمر ايضا في نفس الحجرة الشريفة وبعد ذلك فيها عثمان ٣٩٦ متر مربع بعد ذلك فيها خليفة وليدين عبد الملك الاموي ٢٦٩ متر مربع وبعد ذلك زاد فيها

مهدى بن منصور العباسي ٢٤٥ متر مربع وبعد ذلك حرق المسجد كله يوم الجمعة اول رمضان ٦٥٤ سنة وما بقي فيها جزء من الخشب سوى الصندوق المصاحف وجذع الخانة واول من بنى مسجد النبى الجديد هو مولانا سلطان ركن الدين بن دقداوى صالحى بيبس التركى الخنقى - هو ايضا زين المسجد وزين المنار الشريف من قناديل ونجودان وقوارير العطر والجواهرات والكسوة من حرير ومخمل وديباج واهل المسلمين ان يزوروه ويعظموه - هذا هو بيبس الذى جعل في الكعبة اربعة مصلى الخنقى المالكى الشافعى والحنبلى وبعد ذلك زاد فيها مولانا سلطان اشرف قانتباى ١٢٠ متر مربع وبنى على القبور القبة اول حرة (ما كان هناك اى قبة قبل ذلك) وهو موجود الآن وهذا هو قبة الخضر وبعد ذلك زاد فيها سلطان عبد الحميد خان عثمانى ١٢٩٢ متر مربع في سنة ١٢٦٠ (بعد ولادة احمد رضا خان باربعة عام) هذه المسجد التى بناها خليفة عثمانى كانت ذى شان عظيم وكانت

وسعتها ١٠٢١٢ متر مربع - وكانت هذه المسجد القبلة الثانى بعد حرم شريف الكعبة وكانت محل اعظم اجتماع للجماعة المصلين اى اهل ملة نماز واهل ملة درود والآن الاولون اى اهل ملة نماز وما كانوا يزورون الروضة وما كانوا يقومون عنده لاحل الصلاة اى درود والسلام الوهابيون كانوا يدخلون المسجد فى اوقات الصلاة اى نماز فقط واصحاب الصلاة اى درود كانوا يجتمعون في المسجد طول النهار لئلا كان هناك اجتماع كبير من النساء ايضا - وفي ١٢٩٤ هـ صار سلطان عبد الحميد خان عثمانى خليفة المسلمين وهو اخر من خلفاء الاسلام وهو عزل في ١٨٧٦

١٩٠٩ م وتوفى في ١٩١٨ م لما اتى الخليفة لزيارة القبر النبى شاف ان الوهابيون لا يزورون القبر ولا يصلون على النبي فا حران الزيارة واجب وايضا السلام بالقيام عند القبر المبارك واجب على المسلمين والمسلمات - كان هذا بلاغ من الخليفة بشكل الاعلان الدينى واذاعة الرسمى المذهبية في ١٢٩٩ هـ - وكان هذه البلاغ باهر الخليفة عثمانى عبد العزيز وكان سمر الامير عبد الحميد معه وفي هذه السنة (١٢٨٨ هـ) جاء واكثر من علماء اكبار الاحناف من الروم وما تمن علماء الاخلاص

من جميع العالم الاسلامى وكان امامنا احمد رضا خان ايضا حاضر هناك لاجل الزيارة - لما امر الخليفة عبد العزيز وسمر الامير ولى ادهدى عبد الحميد ان الزيارة واجب اتفقوا جميع العلماء بهذا وايضا امام احمد رضا خان اعلن ان الزيارة واجب وايضا السلام بالقيام عند قبر النبي واجب على كل مسلم ومسلمة - وقال السيد احمد زيني رحلان هذا هو الحق نحن العرب عارفين بهذا ان السلام بالقيام فرض تحت امر الله صلوا عليه وسلموا تسليما وهذا قول الله تعالى عز وجل الذى انزل القرآن وقال و

شاب الهندى احمد رضا خان عفاك الله ذلك شاباش عليك انت مفتى حنفى هندى - والله انت الحق وهذا هو الحق ان النبي له الحق ان يقوم الناس لتعظيمه تشريفه وتسليما وهذا قول الله تعالى عز وجل الذى انزل القرآن وقال و

بالحق نزل انزلناه وبالحق - لما رجع الخليفة دامير عبد الحميد علماء الروم وعلماء العالم قاموا الوهابيون وخبوا ان الزيارة قبر النبي حرام كما قال امامنا ابن تيمية انه حرام - فاجاب لهم السيد احمد زيني رحلان ان ابن تيمية كان غلطان وبناء على ذلك قال بسكى ان ابن تيمية هو ابن الزنيل - وبعد ذلك ابتداء الحرب الوهابية بالشدة ضد الخليفة عبد الحميد وخلافة العثمانية - قرأت في جريدة "العربي" من الكويت مقالة طويلة ضد الخليفة عبد الحميد وفيه كان مكتوب ان عبد الحميد كان الداهية اى ساقل ومندليم وعديم الشرف - هذا هو الصحيح ان العرب كانوا يكرهون الخليفة عبد الحميد

لانه كان يتبع طريقة الصوفية وكان مريد لاهد شيخ الصوفية الشاذلية - وبالنتيجة ثورات العرب والثورات في بلقان والهجوم من اور وباقي حرب العالمى الاول هدمت الخلافة العثمانى الخنقى في سنة ١٩٢٢ هـ وهجم سلطان عبد العزيز على الجواز قبضه وفي ١٢٤٢ هـ اراد الملك عبد العزيز ان يفصل آل سعود ان يخرب القبور الثلاثة ويهدم القبة الخضر اعليهم لان المحمدين الكبار وعلماء حنابلة كلهم وبعض الشوافع والوهابيون في العالم (ومنهم علامتى) ثار الله امرت سرى وجماعة

من جماعة ابوالكلام اُزاد وبعضهم من ديوبند وبهوبال ومدراس كانوا يصرون عليه (على الملك عبد العزيز) في تخريم القبور وانقاذهم من داخل المسجد النبوي لان بقار هذه القبور للاجل الزيارة فقتله كبيرة وسبب للشرك العظيم.

بنا وعلى هذه الضجعات والصوفات والصياح وهتاف عدائي ضد اهل السنة وخصوصا ضد الاخوان كان مؤكدا في تلك العام (اي ١٢٤٢هـ) ان قد خرب ودمر القبة الخضراء والقبور المقدسة والمباركة - ما كان امامنا احمد رضا خان حي في تلك السنة لانه توفي في ١٢٤٠هـ لانه كانوا هناك في بدله في الهند ملائيين من اتباعه من اهل السنة - فقاموا اهل السنة حسب تعليماته ومساكنه وقوموا اقامة عظيمة ضد الوهابية (النجديّة والهنديّة) ومنعوا السلطان عبد العزيز وعلمائه من اجراء مشروعاتهم الخبيثة وهو مشروع الشيطان الرجيم اكبر عدو للنبي (كما قال الشاعر هندي الكبير مولانا علامه محمد اقبال) : ستيزه كارر هاهه ازل سے تا امروز چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی ای ان الشيطان يريد يطفى نور الله اي نور محمد اي سراجا منيرا الذي زينه من نور الله تعالى عز وجل

كان السلطان عبد العزيز وهابي شديدا الى اخر ١٩٤٧م اي الى اخر بقار امبراطورية البريطانية الحمد لله هدمت الامبراطورية في ١٩٤٨م لما خرج الهند من قبضة البريطانية وبقي عبد العزيز يتيم - وبعد ذلك الحمد لله لين الله قلب الملك عبد العزيز وهو ترك دين الوهابية ودار طهره ودخل في ملة اهل السنة (ومن تلك السنة الوهابيون في الهند اي دهلويون بهوفايون ديوبنديون وننديون اي اسما غيليون خانبهادر يون غنوهيون اي قاسميون نانوتويون ولبائيون وغيرهم يقولون انهم ايضا من اهل السنة لانهم متمسكين بالسنة النبوية) وبعد ذلك اراد الملك للمملكة السعودية العربية (لامملكة الوهابية ولوان في ١٩٢٦هـ كانوا الوهابيون في الهند يفتخرون ان سلطنتهم بالحققة وهابية) ان يوسع مسجد النبوي في طرر حديث ولاجل هذا هو شاو ر قبل اي احد مع سيدي ومولائي الحاج شيخ محمد علي زينل على رضا وبعد ذلك مع كثير من كبار اهل السنة في العالم وما اخذ اي عالم وهابي في مشاورته - في ١٩٤٨م اتى رسالة وبرقية من جلالة الملك المعظم المحبوب عبد العزيز محمد علي بن زينل ان يحضر سر ريعاني رياض عاصمة المملكة - لما سافر على رضا بالطيارة اخذ معه هدية لجلالة الملك خاتم فض الماس كبير الذي هو اشتراة بمائة وخمسين الف روبية (اليوم يساوي خمسة لك دولارات) ولما رجع بعد زيارة القبر النبي اتى بالبشارة الكبيرة ان الملك يريد يوسع المسجد النبوي مع توسيع في الكعبة اي حرم الشريف ويعظم شان قبة الخضراء المباركة. اني رأيت عند سيدي محمد علي ورقة مهمة ونقلت هذه العبارة : بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه اجمعين وبعدة فان التفكير في مشروع توسعة المسجد النبوي الشريف لم يكن طارئا لذي جلالة الملك المعظم المحبوب مولانا عبد العزيز بن عبد الرحمن آل فيصل آل سعود بل انه كان يجول في نفسه امد يس بالقصير حتى اذن الله سبحانه وتعالى له بالبروز فخرج الى عالم الوجود في عام ١٢٦٨هـ تفضل جلالتة فاصد ركتا با مفتوحا الى جريدته المدينة برقم ٢٧ - ٢٠٤ - ١٢٧٨ وتاريخ ١٢ - ٨ - ١٢٦٨ يبشر فيه العالم الاسلامي بعزمه على توسعة المسجد النبوي الشريف وقد نشر هذا الكتاب في الجريدة المذكورة في عددها الصادر بتاريخ ٥ رمضان عد ٢٠١٨هـ ١٢٦٨هـ ... وفي اليوم الخامس من شهر شوال ١٢٧٠هـ (الموافق ١٩٥٠م) بدئ في تنفيذ مشروع عمارة الحرم النبوي الشريف وكان اول ما بدى به هو هدم الدور المحيطة بالمسجد ... وفي شهر ربيع الاول عام ١٢٧٢هـ زار المدينة المنورة جلالة الملك المعظم المحبوب سعود بن عبد العزيز وفي حفل كبير وضع جلالتة الحجر الاساسي للمسجد النبوي الشريف المقدس المبارك وفي ١٢ شعبان ١٢٧٢هـ بدئ في هذا الاساسات في المسجد الشريف بالجناح الغربي بالمنطقة التي تلي باب الرحمة وفي يوم الرابع والعشرين من شهر رمضان المبارك ١٢٧٢هـ بدئ في بناء العمارة الشريفة المباركة المقدسة وفي شهر ربيع الاول عام ١٢٧٢هـ زار جلالة الملك سعود المدينة وبني بيعة في عمارة المسجد ووضع اربعة اجار في احدى زوايا الجدار الغربي بالمسجد الشريف تأسيسا بالنبي صلى الله عليه وسلم ... اخيرا نرى اليوم ان الزيادة التي بداها جلالة الملك عبد العزيز

رحمہ اللہ وائمہا جلالة الملك سعود ۶۰۴ میٹر مربع۔ اليوم مساحة الكلية للمسجد بعد التوسعة السعودية ۱۶۲۲۷ میٹر مربع
 فیہا ۷۷ عمود مربع القدیمة المحیطة بالمجداد والاعمدۃ المستدیرة المجدیدة ۲۲۲: وهكذا تحققت المعجزة الالهیة وتمت
 هذه العمارة على الوجه الاكمل وكل هذا تذكرا لاجل الانصهر محمد صلى الله عليه وسلم
 لو ما كان فی عالم الاسلامی سبعین فی المائة من المسلمین من اهل السنة الاخفاف ولو ما كان احمد رضا خان امام اهل السنة
 فی الهند ما كنا نرى اليوم القبة الخضراء وسبب بذالك الصوت الاكبر التي رفعت من الهند
 (قال رسول الله ان ياتي اليه ریح الرحمان من الهند) لحفظ قبة

الخضراء وهي صوت السنيون وهم تابعين احمد رضا خان

اليوم ضروري على جميع ادارة الادبانية سنية حنفية ان يحصلوا دراية خدمات السيد احمد زيني دحلان
 وتلميذه ومريده احمد رضا خان في مقاومتهم ضد الوهابية الهندية والباكستانية لان بدون ذلك
 العلم هو مستحيل لاهل السنة في الهند ان يهزموا جنود ما بقي من جنود الوهابية المتفرقة والمزقه شتى بعد كثرتهم في عام
 ۱۹۲۶ حين حفظ الله تعالى قبة الخضراء المباركة على قبلتنا الثاني المقدس والمشرف والمبارك اي حرم النبي الشريف الذي
 في شأنه قال امامنا مولانا نور الدين المجاهدي وان سجدنا اليك نسجد وان سعيننا اليك نسعي وهذا الدراية والتحقيق بالمرّة ضروري
 لاتفاقه فقد نا وقطعنا الامل من نجاة والقاذ قبلتنا الاول اي مسجد الصخرة المباركة (التي عليه القبة الصفراء الذهبية) و
 مسجد الاقصي المبارك ومسجد سيدنا عمر الفاروق في بيت المقدس - وهذا هو العمر الذي نادى في فريدة الاحد حين صاحوا
 الكفار ان مات محمد.... هذا رسول الله حيي سليم وما توفيقي الا بالله ورسوله صلى الله عليه وسلم.

ليكن رضا نے ختم سخن اس پر کر دیا
 خالق کا بندہ خلق کا آفا کہوں تجھے

اے انڈیاسٹی لیگ اور املیزات گومبارکیاد

سیف الدین بالدری والا چیرٹیل سپیری

زیر اہتمام

ینگ سوشل سرکل

چیرمین و ممبران کمیٹی

بدلورنگاری اسٹریٹ، مدنی پورہ، بمبئی ۸۰۰۰۰۴

آل انڈیاسٹی لیکچر کی مرکزی مجلس رضا اور ادارۃ المیزان کی تاریخی پیشکش

امام احمد رضا خاں

پر مبارکبادیاں

خانوادۂ اشرفیہ، برکاتیہ اور رضویہ کو خراج عقیدہ

کیوں رضا کڑھتے ہو سنستے اکھو

جب وہ غفار رہے کیا ہونا ہے

ایک نیازمند

امام احمد رضا اور

مفتی مکہ سید احمد زینی دحلان

رئیسِ انعام سید عبدالکریم سید علی ہاشمی ایم اے
کارِ داری۔ بمبئی۔

مفتی دوراں سید عبدالکریم ہاشمی کا محققانہ عربی مقالہ جسے انہوں نے بڑی مرق و ریزی کے ساتھ امام احمد رضا خاں کیسے
قلم بند فرمایا تھا ذیل میں اس کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ امام احمد رضا پر انوکھی اور سنہری تحقیق کے اس شاہ کار سے ہمارے
مام قارئین بھی مستفید ہو سکیں۔ (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع کرنا ہوں میں اللہ الرحمن الرحیم کے نام سے وہی میرے لئے کافی ہے
اور وہی سب سے بچاؤ وکیل ہے۔ سب تعریف اور شکر ادا کرنے کی طرح دُعا اللہ ہی کیلئے خاص
جس نے ہم پر اپنے رسول کی طرف سے احسان کیا ہے جس کے ہم ممنون ہیں اور اس نے ہمیں ہدایت
کی ہے اپنے راستہ پر اور دوسرے راستوں سے ہٹایا ہے اور اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس
کے رسول یعنی سید مفضول معتمد اور مختار یعنی امیر سید ربیعینی پوٹن شیرازی کی تعظیم و تکریم اور
بڑی عزت کریں۔ اور اس نے ہم پر فرض کیا ہے (ہر مومن و مسلم پر) کہ آنحضرت ہمارے لئے
ہماری جان، والدین وغیرہ سے زیادہ پیارے ہوں۔ اور اس نے آپ کی پیروی کو بحیثیت اللہ
اپنی محبت اور فضیلت کا سبب بنایا ہے۔ (اور ساتھ ہی ساتھ بحیثیت اللہ اپنی تعظیم کے لئے
حضور کے سامنے خود سپردی کے ساتھ جھکنا اور آپ کی ذات صفات رفت و عظمت کو اپنی
عظمت کے بعد اباد احتراماً کھڑے ہو کر سلام کرنا اپنی تعظیم کے مظاہر کا سبب بنایا ہے)
اور یہ مقرر کیا ہے کہ آپ کی اطاعت، شیطان کی مکاری اور گمراہی سے بچنے کے لئے ایک جائے
امن دان اور پناہ ہے۔ آپ کی طرح دُعا جملہ بیانون اور تفصیلات سے بالاتر ہے کیوں کہ خود اللہ
ہی نے آپ کے ذکر کو بلند کیا ہے۔ اور قرآن میں آپ کی طرح دُعا رکھا ہے۔ اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم
آپ پر درود پڑھیں اور دعا کریں کہ یا اللہ محمد پر دنیا اور آخرت میں رحمت خاصہ بھیجے رہنا۔
اور یہ صلاۃ یعنی درود ہمیشہ ہمیشہ آتا رہے۔ جب تک کہ شام طلع اور غروب ہونے میں
اور اسی طرح سے ہمیشہ ہمیشہ وہ درود جاری رہیں جیسے آپ ہمیشہ ہمیشہ اپنے رب سے
قرب ہیں اور آپ کا رب ہمیشہ ہمیشہ سے آپ کے قریب ہے اور یہ درود اس لئے جاری
رہے کہ اللہ اور محمد کے مابین کوئی راز ہے۔

(یہ راز مندرجہ آیات اور احادیث سے ظاہر ہے)۔ محمد کی طرح دُعا کے بیان کو تحریر
میں لانے کیلئے ایک سمندر بھر سیاحی ختم ہو جائے گی مگر کلمات ربی پورے نہ ہوں گے۔
یعنی جہول نبی میرے رب کی طرح دُعا کی باتیں پوری نہ ہوں گی اور اللہ کی حمد و ثنا

کی باتیں جو خود اللہ ہی بیان کر سکتا ہے تحریر میں لانے کیلئے سات سمندروں کی سیاحی کافی
ہمیشہ ہے۔ اور میرے لئے اللہ کے ساتھ تمہارا ہونے کا ایک وقت مقرر ہے اور میں اس
وقت اللہ کا نبی تھا۔ یعنی اللہ سے بات چیت کرتا تھا جبکہ آدم ابھی پانی اور مٹی کے درمیان
میں تھے اور یہ کہ اللہ نے مجھ سے کہا ہے کہ اے محمد تو میری آنکھوں میں ہے اور ساری
عزت اللہ کی ہے اور ساری عزت اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔ (یہ درود کے تحفے
اللہ رب العالمین کے راج تک جاری رہیں جس نے محمد کو اپنے جلال سے پیدا کیا ہے اور
آپ کو اپنے جلال سے سزا ہے اور آپ کو اپنے کمال کا تاج پہنایا ہے اور آپ کو اس قابل بنایا ہے
کہ آپ اللہ تعالیٰ کی مخفی ذات کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور اس اللہ نے آپ کی ذات کو
اپنے ناموں اور اپنی صفات کا مقام ظہور بنایا ہے) یہ درود اس وقت تک جاری رہیں جب
تک اللہ اور محمد کے ناموں میں تعریف یعنی ماثت اور بگاگت یعنی آئندہ منسٹی ہے اور اس
تعریف کی وجہ سے بہت کچھ ظہور میں آچکا ہے اور بہت کچھ ظہور میں آنے والا بھی ہے۔ یہ
درود اس وقت تک جاری و ساری رہیں جب تک آپ کی صفات اور آپ کے کمالات
کے جوامع کے آسمانوں میں بہت سے سورج چمکتے رہے ہیں اور آپ اپنے جلال و جلال کے ساتھ
اس عالم غیب میں موجود رہتے ہیں جہاں حضرت ذات باری تعالیٰ غیب میں موجود ہے۔
پس ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے محمد کے واسطے سے ہم پر رحمت بھیجا ہے۔
اس کی طرف قرآن میں یوں اشارہ کیا ہے کہ تحقیق اللہ کی رحمت یعنی محمد حسنین یعنی
سنیوں سے قریب ہے۔ ہم اللہ کے اس قول کے بھی ممنون و مشکور ہیں کہ اس نے ہمارے
جد امجد آدم سے یہ کہا ہے کہ اے آدم تو نے سچ کہا ہے بے شک محمد مجھے جمع مخلوقات
سے زیادہ پیارا ہے اور چون کہ تو نے اس کے حق سے معافی مانگا ہے میں نے تجھے
معاف کر دیا اور اگر محمد نہ ہوتے تو اے آدم میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا اور وہ میری اولاد
میں ہونیوالے پیغمبروں میں آخری نبی ہے۔

آج دوئے زمین پر بسنے والے انسانوں کی تعداد ۴۰ ہزار بیوں ہے اور ان میں سے ۲۲۵ بیوں دیندار ہیں یعنی دین اسلام اور دوسرے ادیان و مذاہب اور بقول اور دھرموں پر چلتے ہیں۔ اور باقی لادین ہیں ان کا کوئی دین و مذہب نہیں ہے اور ان کی کوئی ملت نہیں ہے وہ لحد و حریت اور لا اور ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے جس نے محمد پر فرآن نازل کیا ہے ان بے دین لوگوں میں

شیوئی اور اشترائی بہت ہیں۔ اور وہی شرک ہیں جیسا کہ اللہ نے کہا ہے۔ اور اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ کچھ نہیں ہیں مگر مشرکوں میں ہیں سورہ براءت آیت نمبر ۱۰۹۔ یعنی حقیقی شرک وہی لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لانے سے انکار کیا دہا بیوں نے اسی آیت کا غلط ترجمہ کیا ہے کہ۔ اور اکثر لوگ ایسے ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ شرک بھی کرتے ہیں۔ یہ محض زجر صرف سنیوں کو اور مولانا احمد رضا خاں کے تابع حنفیوں کو شرک ثابت کرنے کیلئے ہے اگر دہا بی لوگ قرآن کے ترجمہ میں غلطی آفریں غلط سازی سے کام لیتے تو ان کے لئے محال تھا کہ وہ ہم سنیوں کو ذرا بھی شرک بل سکیں۔ دہا بیوں کے نزدیک آج کل کے شرک و بدعتی حنفی شرک ہیں انہوں نے اس آیت کے حرف۔ ما۔ کو بگاڑ کر منکوس کر دیا ہے۔

ہم نبی آدم آج دو بڑی بھاری طاقتوں کے دباؤ میں گھرے ہوئے ہیں، یہ دو طاقتیں آپس میں سخت مخالفت ہیں۔ ایک طاقت آسانی اور سنی ادیان و مذاہب کو ماننے والی حکومتوں کی ہے، وہ کیپٹلسٹ ہیں، دوسری اشترائی حکومتوں کی طاقت ہے وہ بھی راسالی ہیں، یہ ساری حکومتیں زور پرست ہیں۔ دنیا بھر کے خزانے (جن میں بیس ہزار ٹن سے زیادہ سونہ ہے) ہیرے جواہرات معدنیات کارخانے بردہ پٹی، تنک دیوے، ہوائی اور بحری جہاز وغیرہ سب ان کے قبضہ میں ہے اور رعایا کو فقیر رکھا گیا ہے۔ ہر حال دونوں طرح کی حکومتوں میں رعایا اپنے اپنے حال میں خوش ہے، کیونکہ ملکوں میں معنی کی کسی کو فکر نہیں ہے، کھانا کپڑا اور مکان بجاتے تو وہ مطمئن ہیں۔ دیندار حکومتوں میں فقیر رعایا اس لئے مطمئن ہے کہ انہیں دنیا دین پالنے کی جھوٹ ہے اسلئے وہ معنی کی امید میں خوش ہیں۔

ہم نے ناہے کہ مسئلہ تنک کیونٹ ملک میں چار سو بیوں حنفی تھے آج وہاں دس بیوں بھی ایسے نہیں ہیں جو نماز پڑھتے ہوں مگر وہ شرک نہیں ہیں کیوں کہ وہاں دہاکوں کو بھی بند کر دیا گیا ہے۔ اشترائی لوگ دہا بیوں کی طرح برسرِ کار کے سخت مخالف ہیں۔ دیندار حکومتوں میں (مسلم اور غیر مسلم) مسلمانوں کی آبادی ایک ہزار بیوں سے کم نہیں ہے ان میں سے ستر فیصد سنی ہیں جن میں ستر فیصد حنفی ہیں۔ دہا بیوں کی تعداد بیس فیصد سے زیادہ نہیں ہے۔ ان دہا بیوں کو یقین ہو گیا ہے کہ سنی لوگ مرتد ہو گئے ہیں اور بدعتی اور شرک بھی۔ (میں نے امام اہل سنت مجدد ملت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب تادی کی لکھی ہوئی عربی کتاب "الدولۃ الملکیہ بالانصاریہ" مطالعہ کیا ہے۔ یہ کتاب استنبول میں کئی بار چھپی ہے۔ ابھی ۱۳۵۵ھ میں مسین علمی بن سید استنبولی نے اسے آنیٹ سے چھاپا ہے۔ اس میں اعلیٰ حضرت کا فیصلہ

۔۔۔ وہ بے کسنی لوگ دہا بیوں کو کیا سمجھیں۔ اپنے لکھا ہے کہ: بیشک دہا بی نسرت سب سے بڑے شقی لوگوں کا ہے جسے رسول اللہ سے بڑا بھاری حسد ہے اور وہ غفور سے نہ صرف بدگمان ہیں بلکہ بغض بھی ہیں کہ اللہ نے آپ کی اتنی بڑی تعظیم کیوں کی؟ اس پر سے مجھے یقین ہوا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے جو فتویٰ جاری کیا تھا کہ برٹش انڈیا کے دہا بی شقی ہیں۔ برحق ہے۔ کیوں کہ انہوں نے ناحق یہ عقیدہ باندھ رکھا ہے کہ سنی مشرک ہیں سنیوں کو کس طرح سے ناحق مشرک ثابت کیا گیا ہے اور وہ بھی قرآن شریف کی تفسیر تاویل اور تعبیر میں تحریف کر کے اس کا ثبوت "ناشر علی تھانی کی تفسیر میں سورہ یوسف کی آیت نمبر ۱۰۱ کی تفسیر کے ۱۵۰ الفاظ کے بیان میں موجود ہے کہ کسی کا نام غلام رسول اور غلام نبی رکھنا بھی شرک ہے۔ اس عقیدے پر امتداد رکھنے والے دہا بی اکثر دیوبندی ندوی اصلاحی اور دیوبند کے مدرسہ باقیات المعالجات کے جیسے بھی ہیں اور وہ سب کے سب سنیوں پر اس لئے جلتے ہیں کہ انہیں رسول اللہ سے بڑی محبت ہے۔ اور وہ آپ کی بڑی تعظیم کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تعظیم کا حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اور کسی غیر اللہ کو ذرا بھی حق نہیں ہے۔ چنانچہ غیر اللہ کی تعظیم کرنا شرک ہے۔ ایک سنی مسلم اور دہا بی مومن میں تمیز کرنے کی صرف ایک ہی کسوٹی ہے۔ جسے رسول اللہ سے بڑی محبت ہے وہ اسد ان س ہے اور جسے نبی سے حسد علی بغض اور کدورت ہے وہ بڑا شقی ہے۔ جب نبی ہی دین اسلام کا میار ہے۔

سب سے پہلے جس شخص نے اہل سنت پر نہت لگائی ہے کہ وہ شرک ہیں وہ (دہا بیوں کے امام اعظم) عزالدین ابن عبد السلام قاضی القضاۃ دمشق ہیں اپنے اصلاح دین اور احیائے سنت کے نام سے دہا بی مذہب ایجاد کیا اور فاتح خوانی کی نفل کے علاوہ مسجد میں نماز کے بعد فاتح پڑھنا بھی بدعت قرار دیا۔ آپ نے سنیوں کی اور خاص طور پر ترکی حنفیوں کی بہت سی رسموں کو بدعت بول کر بند کر دیا۔ ان میں سے ایک صلاۃ رفات اور نصف شعبان کی نماز ہے۔ اس روز مغرب سے لیکر مات بھر مخصوص دعائیں پڑھی جاتی تھیں۔ قاضی صاحب نے فتویٰ جاری کیا ہے کہ نصف شعبان کی میداننا بدعت ہے اور اپنے بدعتی تحقیق چھپی ہیں۔ آپ نے لکھا ہے کہ دین اور شریعت میں ایسی نماز اور ایسی دعاؤں کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اور ان بدعتوں کے موجد حنفی ہیں جنہوں نے سنت نبویہ کے خلاف دین میں نئے نئے رواج داخل کر دیئے ہیں۔ قاضی صاحب کی اجماع سنت بخیر صرف یہی سنت کو زندہ کرنے کی تحریک کی ایک نازہ ترین مثال آج ہمارے سامنے موجود ہے۔ اور اس کے موجد خود سنی ہیں۔ یہ موڈرن سنی کہتے ہیں کہ شریعت کی بہار اس میں ہے کہ ہم حنفی مالوں کے دستور سے ان باتوں کو ترک کر دیں جو نبی کی سیرت میں موجود نہیں ہیں۔

ایسی ہی اجماع سنت کی ایک بدعت تحریک قاضی عزالدین نے دمشق سے جاری کی تھی۔ جو دہا بی ازم کا سب سے پہلا اور بڑا مرکز تھا۔ یہ قاضی ابن عبد السلام اپنے زمانے کی ملیبی جنگوں کی شدت میں ترکی حنفی مجاہدین اسلام

کے خلاف اور یوں اس کے ساتھ تھے۔ آپ سلطان رکن الدین ماحی بندقداری پیرس کے بڑے دشمن تھے جس نے عین جاوت کی سب سے بڑی جنگ میں سبیلوں اور منزلوں ناماریوں کی متحدہ فوجوں کو پہلی بار سب سے بھاری شکست دی ہے اور ان کے سیلاب کو توڑ دیا ہے۔ جب قاضی صاحب اور سلطان دمشق میں جھڑپ ہو گئی اور مجاہد کے خطبہ میں قاضی صاحب نے اسے فاسق اور فاجر کہا تو سلطان نے آپ کو قید کیا۔ اس نے بھی علماء زہر شور مچایا اور دہائیوں نے اجتماع کے جلوس نکالے اور ساتھ ہی ساتھ عیسائی زعماء کا لیک وفد سلطان کے پاس آیا۔ اور قاضی صاحب کو رہا کر دینے کی درخواست کی اس وفد نے بھی کہا کہ قاضی صاحب اتنے بڑے عالم ہیں کہ اگر آپ ہمارے پارسی ہوتے تو ہم ان کے قدم دھو کر پانی پیتے۔ اس قاضی صاحب کے مسلک کا نام دہائی ازم ہے اس مذہب کا آخری امام ابن عبد الوہاب ہے جس نے یہ طریقہ اپنے شیخ طریقت شیخ محمد حیات ندھی سے لیا ہے اور اس نے مدینے کے ۲۷ استادوں سے لیا ہے (شیخ احمد شاہ دلی اللہ محدث دہلوی نے بھی ان ہی محدثین میں سے پانچ اصحاب حدیث سے حدیث کی سند حاصل کی ہے۔ پانچ سب سے پہلے اپنے مدینے سے دہائی مذہب ہندستان میں لائے گئے) ان ۲۷ محدثین کے بارے میں یہ طریقہ اپنے امام احمد ابن تیمیہ سے لیا ہے اس نے اپنے دادا توفی الدین تیمیہ سے اور اس نے اپنے شیخ قاضی عزالدین توفی سندھ سے لیا ہے۔ جب ۷۳۰ھ میں عباسی خلیفہ مہدی بن منصور کی بنائی ہوئی مسجد نبوی پوری جل کر خاک ہو گئی۔ تو سلطان رکن الدین نے نئی مسجد تعمیر کی اور نبی ابو بکر اور عمر کی ٹوٹی ہوئی قبروں کو بنایا اور مزاروں کے حجرہ شریف کو سنوارا۔ اس پر سے قاضی عزالدین نے فتویٰ کیا کہ سلطان پیرس قبر پرست اور مشرک ہے، پانچ سلطان اس قاضی سے بہت ڈرا تھا۔ حالانکہ صلیبی اور ناماری فوجوں کے بڑے بڑے کمانڈر سلطان کے نام سے ڈرتے تھے۔ کیوں کہ آپ ہی محرک عین جاوت کے ہیرو ہیں۔ جب مصر میں قاضی صاحب قتل پائے اور آپ کا خازنہ سلطان کے قلعہ کے پاس سے گذرا جس میں مسلمانوں کے علاوہ عیسائیوں کا بھی ہجوم تھا، تو سلطان نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ آج مجھے اطمینان ہوا ورنہ اگر یہ قاضی مسلمانوں کو حکم دیتے کہ بغاوت کر دو میری حکومت کا خاتمہ ہوتا۔

اسی زمانہ سے مسجد نبوی کی زیارت گاہ ہونے کی حیثیت کے مسئلہ پر دہائیوں نے قاضی عزالدین کی جماعت نے خفیوں سے بحث و جدل کا سلسلہ جاری کر دیا۔ کیونکہ دہائیوں نے دیکھا کہ سلطان پیرس کی نئی مسجد نبوی میں ترکی خفی زائرین مردادہ عورتوں کے بڑے بڑے ہجوم آتے ہیں اور مزار مقدس کے پاس کھڑے ہو کر نبی سے توسل تشفع اور استغاثہ کرتے ہیں۔ اور مناجاتیں بھی کرتے ہیں۔ جو بقول ان کے مسجد نبوی ہی کے اندر واقع ہوئیوے شرک کے کام تھے حالانکہ مسجد صرف صلاۃ یعنی پنجوقتہ نماز کے لئے ہے۔ اور دن رات کی صلاۃ یعنی درود پڑھتے رہنے کے لئے نہیں ہے جیسا کہ خفی لوگ دھوم دھام سے کرتے رہتے تھے۔ خفی علمائے عظام کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی سے توسل تشفع اور استغاثہ کرا ہر حال ہر زمان اور ہر مکان میں برحق ہے۔ یعنی آپ کی ولادت سے پہلے اور آپ کی حیات کے ہر دور میں (آپ کی حیات کا دور بقول ان علمائے عظام

کے ازل سے ہے۔ جو حکم از کم پچاس ہزار کر در سال کی مدت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے کہا تھا کہ میں رحمت کا مخفی خزانہ تھا اور اب مجھے پسند آیا ہے کہ میں اپنے آپ کو ظاہر کروں۔) اس زمانے سے آج تک ان ہی مسائل پر دہائیوں اور سنیتوں کے مابین عفاذی جنگ جاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احمد رضا خان نے سنہ ۱۲۸۰ھ میں حج سے واپس آنے کے بعد سے دہائیوں سے بڑی بھاری لڑائی کی جو سنہ ۱۲۸۶ھ کے بعد سے

دہائیوں سے برسر پیکار رہنے کے بدلے خفی مذہب کی حفاظت میں مصروف ہو گئے۔ مگر آپ کے تابعین کی ایک جماعت نے صرف دہائیوں سے لڑتے رہنا اپنا شعار بنا لیا۔ اور خفی مذہب کے دفاع اور اقتدار کے کاموں کو بڑھانے کے کاموں سے غافل رہی۔

البتہ سنہ ۱۲۸۶ھ تک نجدی دہائیوں کے مقابلہ میں ہندی دہائی محض ناپستی دہائی تھے۔ مگر آج عرب کے دہائی ناپستی ہو گئے ہیں اور ہندی دہائی سنہ ۱۲۸۶ھ کے دہائیوں کی طرح نہایت ہی متعصب ہو گئے ہیں۔ اس لئے ہمارے سامنے دو سوال آتے ہیں۔

۱۔ عام ۲۴ کیرٹ ۳۴ کیرٹ اور ۴۴ کیرٹ دہائیوں کے متعلق یہ سوال آتا ہے کہ کیا مسلمانوں کے ۷۲ فرقوں میں شمار ہیں اس کا جواب "ہاں" ہے۔

۲۔ کیا دہائی لوگ اہل سنت کے ساتھ ہیں اس کا جواب نفی میں ہے کیوں کہ تاریخ شاہد ہے کہ دہائیوں اور انگریزوں میں ایک ہی شعار اور ایک ہی مقصد ہدف پر توحید یعنی اتفاق اور اتحاد قائم تھا، غالباً یہ توحید سنہ ۱۲۸۰ھ میں قائم ہوئی تھی۔ اس لئے ہم بول سکتے ہیں کہ دہائی ازم کوئی مستقل دین نہیں ہے بلکہ ایک فرقہ ہے جو سنیتوں کے دشمنوں سے ملا ہوا ہے

جو سنیتوں کی قبر پرستی کی مذمت میں بہت کچھ بولتے ہیں۔ احمد رضا کو اس ملی بھگت کا علم تھا اس لئے آپ نے دہائیوں کی قبر پرستی کی مذمت کی رد میں کہ دہائیوں کی قبروں کا عرس کرنا شرک ہے، سورہ الممتحنہ کی آخری آیت کی تفسیر پیش کر دی کہ اصحاب قبور سے یا اس ہوئیوے کافر ہیں، خصوصاً وہ لوگ جنہیں حضور کے مزار مبارک سے کوئی بھی فیض کی اس نہیں ہے۔ احمد رضا خان کی قرآن کی اس آیت کی دلیل کی رد میں کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ حضور کے مزار مبارک سے ہر طرح کی امیدیں وابستہ رکھیں، دہائیوں نے نبی کی یہ حدیث پیش کی ہے کہ اپنے اپنے بستر مرگ پر یہ کہنا ہے کہ اللہ کا غضب بڑا شدید ہے اس قوم پر جو اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد یعنی عبادت گاہ بنالیں۔ اس حدیث کے پیش نظر دہائیوں کے علمائے کبار نے لکھا ہے کہ سلطان پیرس سلطان قلاؤں سلطان اشرف قانتبائی سلطان محمد الفاتح اور سب سے آخر میں سلطان عبدالحمید خان نے مسجد نبوی کو بیکل دانیال اور جنوبی فرانس کے شہر بور بور کے کنسیا کی طرح بنالیا ہے جہاں تین قبروں کے پاس رات دن قندیلیں اور بڑے بڑے بخوردان جلاتے جلتے ہیں۔

یہ دہائی مذہب خفیہ طور پر دین اور سیاست کے سنگم کی مکاریوں سے ۱۷۲۵ھ میں نجد سے ظاہر ہوا۔ اور سنہ ۱۸۵۰ھ تک بڑی تیزی سے ہر طرف پھیلا اور اس قدر طاقت ور ہو گیا کہ وہ پوری دنیا کے سنیتوں پر غالب آیا۔ اور محدثات الامور کے

اسی دور میں نجد یوں نے (افرنج سے توجید قائم کر کے) خالص توحید عربی انجاد اور حرمین شریفین کو شرک کی بنیادوں کو پاک کرنے کے بہانے سے (بقول ان کے اس شرک کرنے والے حنفی مشرکوں کی سرپرستی عثمانی خلافت کر رہی تھی) جمعیتہ اخوان بنالی اور لفظ شرک کی ایک محرف تعریف شائع کر دی کہ غیر اللہ تعالیٰ کو معبود اور دستگیر بنانا اور غیر اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنا شرک ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ترکی حنفی خلافت کو منہدم کرنے کا پلان مکمل کر لیا۔ اور رسول اللہ کو بھی غیر اللہ اور سنیوں کا "الٹا" آخر قرار دیا یعنی ان کے شرکاءوں میں سے سب سے بڑا شرک یہ یعنی خدائے تعالیٰ کے خدائے ثانی۔

دہابیوں نے یہ بھی کہا ہے کہ حقیقیوں نے اللہ کے فرمان "ولا یشرک بعبادۃ ربہ" احد۱۱ کی مخالفت میں نبی کو اپنا معبود ثانی بنالیا ہے۔۔۔ جس زمانہ میں دہابی مذہب کو بڑی ترقی نصیب ہوئی اسی زمانہ میں مغرب الحاد کا سورج طلوع ہوا۔ اد یہ کارل مارکس کی جادوگری سے ہوا ہے جو ایک جرمنی یہودی داعیہ ہے جس نے سوشلزم (یعنی تقویت الایمان کی اشاعت کے زمانہ میں) کو میونسٹ ہرڈ لو کال لندن سے شائع کیا۔ میرے استاد شیخ الاسلام شیخ امین سوید دمشق متوفی ۱۹۳۵ء نے مجھے بتایا ہے کہ دہابی (نجدی ہندی) مکر و خریب لومینفر سے بھی بڑے ہیں جو مود کبریت اور مغرب کے شاد سے کے نام سے مشہور ہے۔ نیچر وہ ستارہ دنیا کی شام اور آخرت کی صبح کو طلوع ہوا ہے اس زمانے سے سنیوں کی ہزیمت کا درد شروع ہوا۔ چنانچہ آج کل کے سنی ایک دفاعی جنگ لڑ رہے ہیں سنیوں کی اس پسپائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ انریج اور نجدی توحید سے یک دقت نجد اور بعلان سے ترکوں کے خلاف بغاوت شروع ہوئی اور ۱۹۱۵ء میں قائم ہوئی والی ترکی حنفی خلافت ۱۹۲۰ء میں ٹوٹ گئی۔ اور دہابی لوگ ۱۹۲۰ء میں مسجد نبوی کے اندر کی تینوں قبروں اور ان کے اوپر کے گنبد فخر کو توڑنے کے لئے شیشہ بدست کھڑے ہو گئے۔ اس کام کے لئے ہندی دہابیوں نے بھی آسٹینس جڑ حالی نہیں اور پانچے بھی ابھار لئے تھے۔ دہابیوں اور سنیوں کی پہلی جنگ مناظرہ کی صورت میں حج کے ایام میں مکہ میں ۱۹۲۰ء میں ہوئی۔ اس میں سنیوں کی ہزیمت ہوئی۔ مگر ۱۹۲۰ء میں دہابیوں نے حجاز پر تلواروں بندو قوں اور پولوں سے حملہ کر دیا۔ اور اس میں سنیوں کو شکست ہوئی۔ بعد میں حجاز مصر و روم کے سنیوں نے بھی تلوار اٹھائی۔ اور ستر سال تک گھمسان کی لڑائیاں ہوئیں۔ ان ہی لڑائیوں کے درمیانی دور میں احمد رضا خان پیدا ہوئے۔

بلکہ ذاب بھوپال خان بہادر صدیق حسن خان نے (جو ہندستان میں برطانیہ کے وکیل تھے) قرآن کی تین عربی تفسیروں میں دس فیصد آیتوں کی تاویل میں تحریف پیدا کر کے دہابی مذہب کو ہر طرف سے کامیاب بنادیا۔ خان صاحب نے جن تفسیروں کو بگاڑ کر اپنی طرف سے لاکھوں روپے صرف کر کے چھاپا ہے وہ تفسیر ابن کثیر تفسیر رشو کافی اور تفسیر روح المعانی ہیں۔ اشرف علی تھانوی نے ان ہی طرف تفسیروں پر سے اپنی تفسیر میں دہابی ازم کی تائید کی ہے۔

جن لوگوں نے حجاز میں فلم ادا نموار سے دبا بیروں سے سو سال

تک جنگ کی ہے۔ وہ وہاں کے سنی ہیں۔ اور ان کے علماء کبار کے علیحدہ کے سردار مولانا سید احمد زین الدین ہیں (وہابی عالموں نے آپ کو فاسق فاجر اور اناک زینح و بدعات کا خطاب دیا ہے) اور جس نے ہندستان میں ہندی وہابیوں سے ۱۸۵۷ء سے قبل سخت لڑائی کی ہے۔۔۔ وہ شیخ الغند مولانا احمد رضا خان بریلوی ہیں۔

آپ ۱۸۵۲ء میں پیدا ہوئے۔ آپ بڑے فقیہ حنفی شارح مفتی اور متوفی تھے۔ آپ نے مارہرہ شریف کے سادات مشائخ سے قاریہ طریقہ حاصل کیا اور دینی بیاست کا درس حرمین شریفین کے علماء کبار سے حاصل کیا۔ آپ کے خاص الخاص مرشد مفتی محمد سید احمد زینی دحلان متوفی ۱۸۸۹ء ہیں۔ جو خلیفہ عبدالمجید کے شیخ الاسلام تھے۔ جس طرح سے دہابیوں نے سید احمد زینی دحلان کو مشرک کہا ہے، اسی طرح ہندی دہابیوں نے احمد رضا خان کو مشرک کہا ہے، اگر احمد رضا سید احمد مکی کے تابع نہ ہوتے تو آپ کیلئے ممکن ہی نہ تھا کہ آپ دہابیوں کے 'ہجوم کا مقابلہ کر سکیں۔ یہ 'ہجوم مدراس' دہلی 'بھوپال' دیوبند' ندوہ ذمیرہ کے خود کو خالص موحّد بگھنے والے حنفی نا دہابیوں اور دہابی نا حنفیوں کی طرف سے ہوا تھا۔ اگرچہ سید احمد زینی اور احمد زمانے دہابی مذہب کو دبانے کے لئے جان تو رکشش کی ہیں۔ انھیں اپنے مقصد میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی کیوں کہ برٹش امپائر دہابیوں کے ساتھ تھا۔ انریج اور دہابی سیلی بھگت ان کے ۱۲۵۲ء کے بعد کی دوستی اور عثمانی خلافت کی دشمنی پر مبنی تھی، جب سلطان محمد ثانی نے بزرگٹینی امپائر کا پایہ تخت نسططنیہ فتح کر لیا اور اس کا نام آستانہ اسلام بول اور اتنبول رکھا۔ اور دہاں قصر توپ کا پی میں نبی کے مقدس آثار جمع کر لیا جس سے دہابیوں کو بہت ہی بڑا دکھ ہوا۔ جب آستانہ دار الخلافت ہوا تو یورپ اور ہندو چین کی تجارت بند ہو گئی۔ جو سلک روڈ اور لوہان روڈ کے کار والوں سے ہوتی تھی۔ ان راستوں کے بند ہو جانے سے یورپ والوں نے مشرق بعید کیلئے سمندری راستہ تلاش کر لیا۔ اور پرتگیز ناخدا واسکوڈی گاما نے جہاز سے ۱۴۹۸ء میں کوچین پہنچے، پھر ۱۴۹۸ء میں خلیج فارس (حالیہ عربین گلف) کے سواحل کے عربوں نے ترکی خفنی عثمانی خلافت کے خلاف یورپ والوں سے معاہدے کر لئے۔

جس طرح نجد کے امیر عبدالعزیز بن سعود متوفی ۱۲۸۱ھ نے (آپ ہی نے ۱۲۸۱ھ میں ۱۲۸۱ھ کے مناظرے کے بعد مکہ مکرمہ پر حملہ کر کے ہزاروں نیووں کو شہرک بول کر کٹا ہے۔) ترکوں کے خلاف بریطانیہ سے دوستی کر لی تھی۔ اسی طرح سلطان عبدالعزیز بن سعود متوفی ۱۲۸۱ھ نے بھی ۱۲۸۱ھ سے ترکوں کی دشمنی سے (جو ان کی نظر میں شرک تھے) بریطانیہ سے دوستی کر لی تھی۔ اس لئے جب حنفیوں کی خلافت ٹوٹ گئی ابن سعود نے خلافت کے دکیل شریف مکہ مید حسین ہاشمی کو مار بھگایا۔ اور پورے حجاز پر قبضہ کر لیا۔ اور فورا حرمین شریفین سے بقول ان کے تمام مشرکانہ کاموں اور بدعات کو بند کر دیا۔ جن کی فہرست قاضی عزالدین نے اس زمانہ میں تیار کر لی تھی جب سلطان یسپر سٹ نئی مسجد بنوائی تھی۔ ان مشرکانہ کاموں اور بدعات کی دوسری فہرست دہابیوں کے اور ایک منازحدث قاضی عزالدین ابن جماعہ الکنتانی نے ۱۲۸۱ھ میں تیار کر لی تھی۔ جبکہ

آپ نے مسجد نبوی کے اندر سے جذع خانہ کو اکھاڑ کر برباد کر دیا۔ جن مساک کو سلطان ابن سعود نے بدعات بول کر بند کر دیا ہے ان میں چند یہ ہیں۔

کعبہ شریف کے خلاف شریف کے محل شریف کا جلوس، نبی کی قبر شریف کے پاس توسل تشفع استخاثہ اور مناجات کا دستور اور دلائل الخیرات کا پڑھنا۔ سنیوں کیلئے یہ سب بڑی شکست تھی۔ علاوہ ازیں مزار مقدس کے درازان کی جالی مبارک کا چھوڑنا اور چوٹا بھی بند کر دیا گیا۔ پھر حجرہ شریف کی کچی محرابوں میں بڑے بڑے منقش اور سنہری حرفوں میں ڈھلے ہوئے "یا رسول اللہ" کے حرف یا کے نیچے کا ہلالی حلقہ کاٹ دیا گیا۔ اور اب صرف یا رسول اللہ باقی ہے۔ اور اگر ان کے نیچے کے دونوں بڑے نقطے کاٹ دیئے جائیں تو رسول اللہ ہے۔ اس کام سے ہر قسم کے دہابی بہت خوش ہوتے۔ مثلاً اسماعیلیہ رشیدیہ قاسمیہ اہل حق و اور دکن کے لبّا اور ٹونڈے وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کی تضاد قدر کے کرشمے بھی بڑے عجیب و غریب ہوتے ہیں۔ جلالتہ الملک سلطان عبدالعزیز بن سعود ۱۲۳۲ھ تک نہایت ہی کٹر شیعہ اور ارتقود کس اور تاسی دہابی تھے۔ آپ آل سعود کی نسل کے انیسویں سلطان ہیں، یہ ۱۹ کا مدد جنم کے داروغاؤں کا ہے، مگر جب آپ کی عمر ۶۸ سال کی ہوئی تو آپ وفات سے پانچ سال قبل بفضل باری تعالیٰ اہل سنت اور خاص کر حنفیوں کی طرف مائل ہوئے۔ پھر آپ کے بعد سلطان ابن سعود اور بھی زیادہ اہل سنت کی طرف مائل ہوئے اور پھر آپ کے بعد سلطان فیصل اور بھی زیادہ مائل ہوئے اور جلالتہ الملک المعظم المحبوب ہوئے۔ شاہ فیصل نے ارادہ کیا کہ قصر توپ کا پانی سے بنی کی یادگار کے کچھ آثار مقدسہ کو منتقل کر کے مکہ کمرہ لایا جائے۔ مگر حجاج کرام ان کی زیارت کریں۔ مگر دنیا بھر کے دہابیوں نے اس مشرودع کی سخت مخالفت کی۔ مہتمم کے اخبار میں ایک پلان پر ایک طنز آمیز ملاحظہ ہوا کہ شاید فیصل ان آثار کو حاصل کرنے کے بعد ایسا برباد کرنا چاہتے ہیں جیسا قاضی عزالدین نے جذع خانہ کو برباد کیا ہے۔ شاہ فیصل کا ایک کارنامہ یادگار ہے، مگر آثار مقدسہ کی تنظیم کیلئے آپ نے اندلس کی جامع قرطبہ کو (جو ۱۲۹۲ھ سے بند تھی اور اس سال سے کسی ایک مسلمان نے بھی اس میں نماز پڑھی نہیں تھی) ۶۰۰ بیون دیال میں خرید کر اس کی مران قائم کر دی اور آج وہاں نماز کی جماعت ہوتی ہے۔ اسی طرح آپکو یہ بھی حرم تھی کہ آپ اپنی زندگی میں بیت المقدس کی مسجد منورہ مبارک، مسجد اقصیٰ مبارک اور سیدنا عمر کی مسجد مبارک بھی آزاد کر لیں۔

جب شاہ فیصل توپ کا پانی سے نبی کریم کے آثار مقدسہ پر عاشق ہو گئے تو رسول کا دامن نہ چھوڑیں گے، کافر لگانے والوں پر لازم تھا کہ وہ شاہ فیصل کا ساتھ دیتے یا کم از کم آپ کو ہدایت کرتے کہ مسجد نبوی میں ہمارے ان مساک کو زندہ کر دیا جائے جو وہاں ۱۲۵۰ھ سے جاری تھے اور وہ ۱۳۳۲ھ سے بند کر دیئے گئے ہیں۔

آج ساری دنیا میں دینی اور مذہبی عقائد کے متعلق ایسی بیداری ہو

ہے کہ اگر احمد رضا خان کے تابع یا کسی بیداری سے کام لیں تو دہابیت کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ آج کل کی عالم اسلامی کی بیداری کو دیکھ کر، مسیحی اور اشتراکی تا جرحی گھرا گئے ہیں کہ ان کا وہ مارکیٹ ٹوٹ رہا ہے جو قاضی عزالدین، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن کثیر اور ۲۷ محدثین کی دہابیت کی مدد سے قائم تھا۔ آج دنیا کی سب سے بڑی دو مخالف طاقتوں کی چار سو سال کی مولو پٹی ختم ہو رہی ہے اس لئے وہ اسلام کے خلاف نئے ڈھنگ سے پروپاگنڈہ کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کا مذہب دنیائوسی ہے اور ان کی تہذیب یا سنت تمدن اور ثقافت اور شریعت کے قوانین دستور اور رم درواج عصر جدید کیلئے بیکار ہیں آج کل کے ماڈرن تعلیم یافتہ نیم بنی نیم دہابی (اور پرانے حنفیوں اور شافعیوں کی اولاد، ہونے سے نیم حنفی نیم شافعی) مگر غلط اور اسلام کی خدمت کرنے کا شوق رکھنے والے حضرات، بھی غیر شعوری طور پر شریعت کے مروجہ قوانین میں اصلاح کرنا چاہتے ہیں، یہ بھی ایک قسم کی موڈرن دہابیت ہے کیوں کہ قاضی عزالدین کے زمانے کے دہابیوں نے بھی شرک شکنی بدعت شکنی اصلاح اور تجدید اور اجتہاد کے ناموں سے ایسی ہی تحریک اٹھائی تھی۔ یہ موڈرن تحریک بھی حنفی مذہب کو توڑنے کیلئے اٹھائی گئی ہے۔

ایسی کچھ تحریکیں جو اچلے دین آجائے شریعت اچائے سنت کے نام سے اٹھائی گئی ہیں ان کا اصلی مقصد حنفی مذہب کو توڑنا ہے کیوں کہ عالم اسلام میں حنفیوں کی اکثریت ہے حنفیوں کے دشمن تمام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ نبی کریم اور آپ کے صحابہ کرام کے مذہب کا نام حنفی نہ تھا۔ اور یہ کہ ابوحنیفہ کو صحیح اور حقیقی سنت نبویہ کی معرفت نہیں تھی بلکہ آپ نے محض قیاس آرائی سے فقہ اور شریعت کی تدوین کی ہے۔ ایسے ہی خیال والوں نے (جن میں مجدد مجتہد اور محدث بہت ہیں) سید زبیری دحلان اور احمد رضا خان کو علمائے سوویں شمار کر دیا ہے اور سنی مسلمانوں کو مہو دین بھکریہ اعلان بھی کیا ہے کہ وہ اسلام کیلئے ایک مذاق بنے ہوئے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ دو سو سال سے عصریوں مجتہدوں اور مجتہدوں اور محدثوں نے اور ان کے ساتھ یورپ والوں بھی حنفی مذہب کے برے جیسے تلوار کو توڑنے کی کوشش کی ہے تاکہ وہ دنیا کے سامنے رفع یدین سنی ہندو پ کرنے پر مجبور کر دیئے جائیں۔ شاہ ولی اللہ اور مولوی محمد اسماعیل کے رفع یدین کے اثبات اور تلقین اور تبلیغ کے بعد ہی ہندی مسلمانوں پر انگریزوں کے سامنے جیڈ پ کرنے کا دور آیا ہے۔ اگر حنفی مذہب ہمد نہ ہوتا اور ۱۲۵۰ھ کے بعد احمد رضا خان بھی پٹھانوں کی طرح ہمد نہ ہوتے اور دہابیوں کا حنفی خیل افغانوں کی طرح ڈٹ کر کھڑے نہ ہوتے تو آج ہندی سنیوں کیلئے ممکن ہی نہ تھا کہ وہ نعرائے بول سکیں۔ کہ ہم سنی تو بر کر نیوالے حمد کر نیوالے روزہ رکھنے والے رکوع کرنے والے، سجدہ کر نیوالے نیک کاموں کا امر کرنے والے اور بری باتوں سے منع کر نیوالے خدا کی حدود کے حفاظت کر نیوالے ہیں۔ (وہ جو دہابی ہیں وہ فاکر میلاد شریف اور سلام بقیام جیسے نیک کاموں کو بری باتیں بول کر منع کرتے ہیں) اور ہم اہل سنت ہیں اور اس جہانت سے تعلق رکھتے ہیں جن کے متعلق سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۰ میں اشارہ ہے۔

کہ "جن لوگوں نے بیعت دی یعنی سب سے آگے نکلے مہاجرین اور انصار میں سے اور جنہوں نے نیکی کا کام کیا ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے خوش ہے اللہ وہ اللہ سے خوش ہیں۔" اگر ہم ضعیف نہ ہوتے اور اہل سنت (یعنی نبی اور آپ کے صحابہ اور آل کی سنت کو ماننے والے) اور الجماعت (یعنی رسول اللہ کی جماعت کے مذہب کو چلنے والے) نہ ہوتے تو زمانے کے محدثات الامور کے زیر اثر ہم پہلی صدی ہجری کے آخر تک مٹ ہی جاتے۔ اگر کسی نے اس کو بچا لیا ہے تو وہ ضعیف مذہب ہے۔ جو دین اسلام کا سب سے پہلا مذہب ہے۔ ہم سنی لوگ دنیا میں مقبلی کی امید پر جیتے ہیں اور اس لئے ہم اللہ کی عبادت کے ساتھ ہی ساتھ رسول اللہ کی بھی تعظیم کرتے ہیں۔ حالانکہ دونوں بھی ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں ہیں۔ اور اولیاء اللہ کی بھی عزت کرتے ہیں حالانکہ وہابی لوگ (یعنی دھلان اور رفا خان کے دشمن ہیں) ہمیں ایسا کرنے سے روکتے ہیں کہ یہ سب کچھ شرک ہے۔ کیوں کہ غیر اللہ کی تعظیم اور عزت اور پرستش کرنا شرک ہے۔ محمد کی تعظیم کرنا شرک قرار دینے والے ذرا بھی تو غور کر لیں کہ خود اللہ تعالیٰ اسی غیر اللہ تعالیٰ پر درود اور سلام کیوں بھیجتا ہے اور آپ ہی کی تعظیم کیوں کرتا ہے اور ہمیں یہ ہدایت کیوں کیلئے ہے کہ ہم اذان سننے ہی یہ دعا پڑھیں "والبعثہ لنا مقاما محمودا" یعنی یارب قیامت میں محمد کو ہماری مغفرت کیلئے مقام محمود پر۔

فائز کرنا۔ ہماری یہ دعا اس بات کی دلیل ہے کہ ہم ایمان باللہ اور ایمان بالرسول میں فرق نہیں کرتے۔ کیوں کہ ابو حنیفہ نے لکھا ہے کہ جو شخص محمد سے کفر کرے وہ مشرک ہے۔ وہابی کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ کے اس قول میں شرک ہے۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ جو اللہ سے کفر کرے وہ مشرک نہیں ہے، بلکہ مشرک وہی ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور ساتھ ہی ساتھ رسول پر ایسا ایمان رکھے کہ اللہ کی طرح آپ بھی ہمارے مالک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب احمد رضا نے محمد کو اپنا ایک بول کر پکارا تو وہابیوں نے آپ کو مشرک کہا۔ غالباً اشرف علی تھانوی نے یہ کہا ہے کہ احمد رضا صاحب رسول میں اندھے ہو گئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے ضعیف سیوں کو مشرک ثابت کرنے کے لئے اپنی تفسیر میں عجیب و غریب بیانات بھر دیئے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ صرف مومن مشرک ہوتا ہے اور کافر کیلئے مشرک ہونا قطعی محال ہے جیسے ایک غنشی کیلئے محال ہے کہ وہ زانی بنے۔ اشرف علی نے سیکڑوں آیتوں کی تاویل میں اس بات پر زور دیا ہے کہ حضور کی روحانی طاقت سے مدد کے طالب ہونا شرک ہے۔ اس شرک کو ثابت کرنے کیلئے اپنی کثیر کے زمانے سے لے کر آج تک کے وہابیوں نے غیر اللہ کی نہایت ہی عظیم تعریف سے گام لیا ہے کہ اللہ کے سوا ساری خلق غیر اللہ ہے، حالانکہ غیر اللہ صرف شیطان کا لقب ہے۔ ہمارے جلیل القدر مفسرین نے لکھا ہے کہ ولا یشرک بعبادۃ ربہ احد احد یعنی وہ فلاں ایک اللہ الہا آخر اور غیر اللہ من دون اللہ سب شیطان کے القاب ہیں۔ اور محمد کو اللہ کا مہر بزرگ شرک یقین کرنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ کیوں کہ خود نبی نے فرمایا ہے کہ اللہ نے مجھ سے کہا ہے کہ اے محمد! میں نے تجھے میرے صحابہ میں اپنا شرک بنا لیا ہے اور تجھے میری جمیع خلق کے اوپر شرافت اور فضیلت بخشی ہے، تاکہ جہاں میرا ذکر ہو اس کے ساتھ ہی ساتھ تیرا بھی ذکر ہو، اللہ میں نے میری اطاعت کے

ساتھ ہی ساتھ تیری بھی اطاعت فرض کر دی ہے۔"

یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا حکم ہے کہ ہم اس سے یہ دعا کریں کہ یارب تو ہمیں مالمین کی دعا میں شریک کر لے۔ "میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ شاہ ولی اللہ اسی فرمان کے مطابق مدینے جاسے پہلے قادر یہ جشتیہ نقشبندیہ اور مجددیہ طریقوں کے مشائخ سے بیعت رکھتے تھے۔

مدینہ میں آپ کو خبر ملی تھی کہ عالم اسلام میں صوفیوں کے ۶۶ طریقے ہیں جن میں سے حجاز میں شاذلیہ سلسلے کے مشائخ۔ کثر سے تھے مگر آپ پر ۲۷ محدثین غلام کا غلبہ ہو گا۔ وہابی کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا حدیث (جہاں اللہ نے محمد کو اپنا شریک کیا ہے) اللہ ایسی دو سری سبھی حدیثیں غلط ہیں۔ کیوں کہ ان کے سب سے بڑے محدث حافظ ابن حجر مسطلانی نے اپنی شرح صحیح بخاری فتح الباری میں ان حدیثوں کو موقوف قرار دیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیثیں صحیح ہیں کیوں کہ ہمارے محدث اعظم حافظ احمد قسطلانی نے اپنی شرح صحیح بخاری ارشاد الساری میں ان حدیث کو صحیح ثابت کیا ہے۔ قسطلانی نے لکھا ہے کہ محمد باعث کائنات ہیں اور آپ کو پیدا کرنے کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے رحمت کرنا اپنے اوپر واجب کر لیا ہے۔ اگر وہ سب سے پہلے محمد ہی کو پیدا نہ کرتا تو اپنے اوپر رحمت کرنے کا کام واجب نہ کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ محمد کے ابن سو فیصد تو حید یعنی یونہی ہے کیوں کہ اللہ احد احد محمد ہے اور محمد احد احد ہیں کیوں کہ آپ اللہ کی ذات کے مظہر ہیں۔ جب اللہ نے اپنی مخلوقات میں سے کسی کو وجود میں نہیں لایا تھا اس وقت وہ اللہ احد تھا اور جب سب سے پہلے اس نے نور محمدی کو پیدا کیا تو محمد ہی باعث خلق کائنات ہوئے۔ اس حقیقت کے ہمیشہ نظر حافظ احمد قسطلانی نے لکھا ہے کہ اگر محمد نہ ہوتے تو اللہ اپنے اوپر یہ واجب نہ کر لیتا کہ وہ رحمت کرے کیوں کہ جو اللہ ہے وہ اپنے ولہم الوجود میں سب سے دور اور علیحدہ رہتا ہے اور کسی سے اتعال نہیں کر لیتا کہ وہ اس پر رحمت کرے جب تک وہ اپنے آپ کو ظہور میں نہ لائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ میں احد ہے اور ظاہر میں محمد ہے۔ یعنی اپنی مخلوقات کی حاجتوں کا حاجت روا ہوا۔ محمد کے بھی معنی ہیں کہ اللہ کسی کا محتاج نہیں ہے مگر ساری کائنات اس کی محتاج ہے۔ اسے خود اپنے لئے کسی چیز کی حاجت نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ رحمت کرے۔ چنانچہ وہ تکلیف احد اپنی مخلوقات کے سامنے آنا پسند نہیں کرتا تھا اور تکلیف محمد اس نے نبی کے واسطے سب پر احسان کیا ہے۔ اور اسی وجہ قرآن کی آخری وحی میں اس نے محمد کو روف رحیم بول کر پکارا ہے اور اس کا نام ہے مظهر من عرف اسماء۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے محمد کو اپنا رسول وکیل نائب قائم مقام اور اپنی ذات مقدس کا شاہد بنایا ہے۔ اس حقیقت سے اہل معرفت نے آپ کو احد و فرید و وحید اور اللہ ہی کی طرف سے مقرر کیا ہوا بنایا ہے اور یہ ہے تقدیر العزیز العظیم۔ اس حقیقت پر ہمارے سامنے احمد رضا خان نے اپنی ساری تعلیمات کا جوہر رکھا ہے اور وہی جوہر ابو حنیفہ نے بھی نکالا تھا۔ وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ہمارے لئے ازل سے ایک لمبا دوا ہیں اور آپ سے بھیک مانگنا اپنے مولیٰ تعالیٰ کے غیر سے بھیک مانگنا نہیں ہے۔ ہم کسی بھی حال میں امام اعظم کے اس عقیدے کو

ڈھیلانے دینے دیں گے۔ کیوں کہ یہی حقیقت کے تاج کا سب سے بڑا خوبصورت گہر ہے۔

ہو سکتا ہے مگر غلطی سنی اور حنفی ہو نہیں سکتے۔ ان کی مدح میں سورہ محمد کی آخری آیت گواہ ہے۔ (مولانا محمود الحسن کی تفسیر میں اس حقیقت کی وضاحت دیکھنی چاہئے) یوں بھی امام ابو حنیفہ پٹھان تھے معنی اصلا خان تھے اور اسی قوم سے تھے جس قوم سے احمد رضا خان بھی ہیں اور خان کسی کے سلسلے نہیں دیتا۔ عام ہندی حنفیوں کو ابھی تک معلوم نہیں ہے کہ ابو حنیفہ بھی خان ہیں۔ آپ کا پورا نام یہ ہے 'ابا حنیفہ نعمان بن ثابت بن زہلی ابن ماہ مولیٰ نیم الدہ' یہ ربط حمزہ زیات سے ہے۔ نیم الدہ ابن ثعلبہ کا بیٹا تھا۔

اگرچہ کہ احمد رضا خان سید احمد زینی دحلان کے شاگرد اور مرید تھے۔ آپ نے ہندی دہائیوں کی سرکوبی کیلئے اسی شدت سے کام نہیں لیا جو علمائے حرمین کا طریقہ تھا کیوں کہ وہ لوگ دہائیوں کو غیر سمجھتے تھے اور احمد رضا یہاں کے دہائیوں کو غیر نہیں سمجھتے تھے بلکہ سنیوں کی اولاد سمجھتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ دہاندہ پند سے وہ سدھر جائیں گے مگر ان کا بدن اس لئے محال تھا کہ وہ لوگ اپنے راز چھپاتے ہوئے تھے جو سنیوں تک چھپا ہی رہا اور اعلیٰ حضرت کی وفات کے بعد وہ راز فاش ہوا۔ اگر احمد رضا خان کو معلوم ہوتا کہ دہاندہ اصل راز گنبد خضفہ کو ختم الابرار کر توڑنا ہے تو آپ سنیوں سے دہابی ازم کو منہدم کرنے کا بیڑا مٹا دیتے۔ البتہ آپ سنتے تھے کہ دہابی علماء کبار رات دن بے لاپسٹے ہیں کہ نبی کو ظلم فیض نہیں ہے کیوں کہ وہ یقین رکھتے تھے کہ حضور کو اس راز کا علم نہیں ہے کہ دہابی لوگ آپ کے روضہ کو توڑنا چاہتے ہیں۔ یہ کہنا کہ نبی کو ظلم فیض نہیں ہے سنیوں پر ایک طنز تھا کہ تم خود کو عاشق نبی چنے ہو مگر وہ نہیں دہ راز بھی نہیں بتا سکتے جو ہمارے دلوں میں سنیوں سے چھپا ہوا ہے۔ بہر حال یہ راز سنیوں میں فاش ہوا اور پھر سنی دہابی جھگڑے تیز ہو گئے۔ البتہ اعلیٰ حضرت کو ابن عبد الوہاب کے رسالہ التوحید اور مولوی اسماعیل کی تقویت الایمان سے اتنا تو معلوم ہو گیا تھا کہ کوئی بڑا فتنہ اٹھنے والا ہے۔ آپ کو یہ اندازہ نہ ہو سکا کہ خود مسلمانوں میں ایسے لوگ پیدا ہوئے ہیں۔ جو مسجد منورہ مبارک کے سنہری گنبد مسجد نبوی کے سبز گنبد اور کافین اور مشہد کے سونے کے گنبد دل اور پھر روئے زمین کے دیوں کی درگاہوں کو توڑنے کیلئے کھڑے ہو جائیں گے تاکہ قبر پرستی بند ہو جائے جس کیلئے عام اسلام کی سب سے بڑی زیارت گاہ کو بند کرنا ضروری تھا اور اس فرض سے مجددین مجتہدین اور محدثین نے دہابی مشروع یعنی قبر شکنی کا پردہ نکالنا شروع کیا ہے۔ چونکہ اعلیٰ حضرت اور آپ کے ممتاز ترین تابعین کو اس مشروع کے اسرار کا علم نہ تھا۔ اور یہ بھی علم نہ تھا کہ ابن عبد الوہاب نے ایک ایسا جمیٹ رجحان لگایا ہے جسے قرآن میں "شجرة ملعونہ فی القرآن" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس جمیٹ محدث نے خالص توحید کے نام سے قرآن حدیث اور تاریخ کی باتوں میں جھگڑا پیدا کیا۔ دہائیوں کی توحید قرآن حدیث اور کلمہ توحید کی توحید نہیں ہے بلکہ دشمنی بدعرب قبائل اور دشمنان اسلام پر دشمنی مسیاتی شاطرہ باز یا سنی لیڈروں کی توحید

یعنی یونیتی ہے۔ اس میں بھگت سے (جسے ہم قفا و قدر کا کرشمہ بول سکتے ہیں) قرن الشیطان طلوع ہوا۔ جسے ہم قرآن الشیاطین بھی بول سکتے ہیں

بریطانی نجدی اتحاد اتفاق کی کمیٹی سے اس وقت قرن الشیطان نکلا۔ جبکہ نیپولین بونا پارٹ نے مصر فلسطین اور شام فتح کر لیا اور اسی قرن سنی شیطان کے ناقوس سے ابلیس لعین کے اس صو کی آواز کی جس کی بنا پر اس نے آدم کو سجدہ کرنے کے انکار کا اعلان کیا تھا۔ کیوں کہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ آدم میں نور محمدی کو رکھا گیا ہے جو اللہ کی رحمت کا مظہر ہے اور وہی مہبط الرحمت بھی ہے جس پر ماری کائنات کی رحمتوں کی بارش ہوگی۔ ابن عبد الوہاب کے بعد قاضی شوکانی نے اس ناقوس کو پھونکا کہ اللہ اور محمد کے مابین کوئی توحید نہیں ہے کیوں کہ محمد غیر اللہ ہیں۔ یہ شوکانی بھی بریطانیہ کا حلیف تھا۔ (اس کا ثبوت نواب بھوپال صدیقی حسن کی انگریزی کتاب بنام "دہابی ازم کے معنی" سے ملتا ہے۔) سید احمد زینی دحلان کے انکشافات پر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں جس محدث اعظم نے اس ناقوس کو اپنے ہم دس اور ہمنوا اللہ ہم محبت ابن عبد الوہاب کے پاس سے لیا ہے وہ احمد شاہ دہلی اللہ ہے۔ اور یہاں جس شخص نے سب سے پہلے اسے پھونکا وہ مولوی محمد اسماعیل ہے (اذان اعلان کرتی ہے کہ اللہ محمد میں توحید ہے) دہابی ناقوس اعلان کرتا ہے کہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے کھدیلبے کہ نماز میں محمد کا نام یاد آئے تو نماز باطل ہوتی ہے حالانکہ کفر دین کے وقت وہ یاد کرتے ہیں کہ یہی وہ محمد کی سنت ہے جسے ابو حنیفہ نے چھوڑ دیا ہے جب احمد رضا سنیوں میں حج کر کے واپس آئے اس وقت آپ کو یقین تھا کہ دہالی اللہ اللہ میں سے ہیں کیوں کہ آپ کی حدیث کی سند ان سے ملتی ہے اور آپ نے ان کی تفسیر میں بڑھاپے کر اپنے اہم صل علی محمد کا ترجمہ بار خدایا تعظیم کن محمد را در دنیا و آخرت لکھا ہے مگر آپ کو یہ یقین بھی ہو گیا کہ تقویت الایمان میں شیطان کے ناقوس کی آواز ہے۔ کیوں کہ آپ نے لکھا ہے کہ شی اللہ یا سید المرسلین بون شرک ہے۔

اعلیٰ حضرت نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ جن حنفی علمائے کبار پر تقویت الایمان کا ظلم ہو گیا ہے وہ سنیوں کے بزرگ ترین علمائے کبار و نظام کو بھی علامہ اسماعیل کے سلسلے پہنچے ہیں۔ یہ بات عارف کے ایک مضمون سے بھی ثابت ہے کہ ان علمائے حنفیہ کی نگاہوں میں امام غزالی فخر الدین رازی مفسر قرآن محی الدین ابن العربی سید شریف جرجانی سعد الدین تفتازانی حافظ الدین نسفی اور شیخ طاجون دہیرہ وغیرہ۔ کوئی بھی وقت نہیں رکھتے تھے، اتنا ہی نہیں بلکہ ان حنفی نیم دہابی مالوں نے امام ابو حنیفہ اور آپ کے خلیفہ کو بھی یہی سچ سمجھا ہے مثلاً امام محمد شیبانی امام ابو یوسف انصاری طائوف الدین علی قسری صدر الشریعت برہان الدین صدر الشریعت مجید الداد صدر الشریعت احمد بن جمال اللہ محبوبی حنفی بخاری۔

یہی وجہ ہے کہ ان دہائیوں نے سنیوں سے بے کرا آج تک کے مروج حنفیوں کو (جو کئی انج ہوں گے)

اور آج کل کے ستر کر ڈر زندہ سنیوں کو بدعتی اور مشرک اور تحقیقی جہنی قرار دیا ہے اور صرف اپنے ہی لئے جنت کو رزوا کر لیا ہے۔ ان کے نزدیک امام تقی الدین احمد سبکی امام ابن حجر مکی امام جلال الدین سیوطی امام سید احمد زینی دحلان اور امام احمد رضا خاں کے سبھی تابعین جہنی ہیں۔ یہ ان حنفی دہابیوں کا قول ہے جنہوں نے شاہ ولی اللہ کی کتاب جلال العینین فی رفع یدین اور مولوی اسماعیل کی کتاب تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین پر اعتبار کر لیا ہے۔ انہیں لوگوں نے ایسے محرف ایمان کی تقویت کے لئے سورہ الفتح کی ابتدائی آیتوں پر سے نبی کو بھی اپنے جیسے گنہگار ثابت کیا ہے حالانکہ یغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک ما تاخر سے مراد امت محمدیہ کی گناہیں ہیں کیونکہ نبی نے اپنے آپ کو ان کے لئے مسؤل بنالیا ہے اور اس نیت سے اللہ سے دعا کی ہے کہ یارب مجھے بری امت ان کے ثواب اور گناہوں کے ساتھ بخش دے کیونکہ میں ان کا جواب دار ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے **شناہ اللہ امر سري** نے اس آیت کی تفسیر میں نبی کو گنہگار ثابت کرتے ہوئے غیر شعوری طور پر اپنی دلیل کی رد میں ان حدیثوں میں سے ایک حدیث پیش کی ہے جو یا رسول اللہ انت ہما سے تعلق رکھتی ہے کہ مشرک کو رٹ میں اللہ تعالیٰ قاضی القضاۃ کی حیثیت سے اپنی مخلوقات کے سامنے آنا پسند نہیں کرتا بلکہ وہ شاہنشاہ بن کر بیٹھے گا اور اپنے تخت محمود پر محمد کو اپنا چیف جسٹس بنا کر بٹھائے گا۔ اعلیٰ حضرت کے اس عقیدے کی تردید میں دہابیوں نے تقویت الایمان کی باتوں کو ایسی پر زور تحریک سے شائع کیا کہ ۱۲۵۰ھ سے ۱۳۰۰ھ تک دس فیصد حنفی دہابی ہو گئے اور عام مسلمانوں میں تبلیغ ہونے لگی کہ محمد اپنی امت کو نجات دلانے سے معذور ہیں کیونکہ آپ سچ مچ مخلص اور سچ نہیں ہیں بلکہ سیحا کوئی اور ہے۔ محمد تو صرف پیغام بر تھے اور آج بالذات زندہ ہی نہیں ہیں۔ آج اللہ اور محمد کے مابین مراسلات اور آپس کی بات چیت کا سلسلہ ٹوٹ چکا ہے اور عرش اور فرش کے درمیان محمد کے دفتر میں کوئی ہوٹ لائن نہیں ہے اور کوئی ٹیلیکس اور کوئی ٹیلیوژن بھی نہیں ہے جیسا کہ ۶۲۰ھ تک تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ رب العرش العظیم گنبد خضرا کے نیچے زمین میں پڑی ہوئی مٹی سے کوئی کلام نہیں کرتا۔ ایسی تبلیغ سے تقویۃ الایمان والوں کو یقین ہو گیا تھا کہ ۱۳۵۰ھ تک سبھی حنفی دہابی ہو جائیں گے اور امام ابو حنیفہ کی کوئی عزت باقی نہ رہے گی اور سنی لوگ میلاد شریف اور کثرت سے درود بڑھنا چھوڑ کر صرف نماز کے اندر کے درود پر اکتفا کریں گے اور کھڑے ہو کر نبی پر سلام پڑھنا مشرک یقین کریں گے مگر دہابیوں کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوا کیونکہ اعلیٰ حضرت نے ۱۲۵۰ھ سے ۱۹۲۰ھ تک پورے پچاس سال کی مدت میں دہابیوں کے مفاد کو لات مار کر پھینک دیا۔ البتہ آپ ان کا دل پھرانہ سکے۔ بہر حال سنیوں میں میلاد شریف کا دستور قائم ہی رہا اگرچہ کہ اس میں بہت کمی

دفع ہو گئی ہے مگر سرزمین عرب پر حالات اس قدر بگڑ گئے اور دہابیوں کو اتنی بڑی کامیابی ہوئی کہ ۱۹۰۹ء میں خلیفہ عبد الحمید تحت خلافت پر سے اتار دئے گئے اور اسی سال سے سنیوں کی طاقت بھی ٹوٹنے لگی اور جب اعلیٰ حضرت دوبارہ ۱۹۲۱ء میں حج کو گئے تو آپ کو یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ علمائے عرب میں بھی خلافت کے ٹوٹنے سے نیم اور ڈھیلے ہو گئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے جب مدینہ میں پورے ایک ماہ تک قیام کیا (جس میں ربیع الاول کا بیشتر حصہ تھا) آپ رمضان زیارت کرتے تھے اور یہ دیکھ کر روتے تھے کہ اب زائرین کی تعداد بھی کم ہو رہی ہے چنانچہ آپ نے وہاں کے بعض سنی علمائے کبار کو غصہ بھی کیا کہ تم اس قدر ڈھیلے کیوں ہو گئے ہو۔ ایسی کمزوری اور ادبار کے بور ۱۹۲۶ء تک آخر اہل سنت کو پوری پوری شکست ہو گئی اور دہابیوں نے زیارت کا نام لینا بھی بند کر دیا۔ اگر اس زمانے میں اعلیٰ حضرت زندہ رہتے تو آپ حکم نکالتے کہ وہ زبردستی سے سعودی سپاہیوں کو مار کر جالی مبارک کے بو سے لیں اور وہابی عالموں سے مناظرہ کریں اور انہیں ایسی شکست دی جیسی ۱۲۱۲ھ میں سنی علمائے کبار نے ان کے علمائے کو شکست دی تھی اور زیارت کے دستور کو اس زمانے میں بھی جاری رکھا تھا جبکہ ۱۸۲۲ء سے لیکر ۱۸۲۸ء تک جریمین شریفین پر دہابیوں کا پہلی بار پورا پورا قبضہ ہو ہی گیا تھا۔

دہابی تحریک حدیثوں پر سے دراصل ۱۲۰۰ھ سے نکلی۔ اس کے محرک ابو ذئب ہیں۔ اس تحریک کا آخری پر زور ظہور مدینہ ہی میں ۱۲۵۰ھ سے لیکر ۱۳۰۰ھ تک ہوا۔ سب سے پہلے جس بزرگ نے اس تحریک کی پوری پوری رشدی کی ہے وہ مفتی مکہ سید احمد زینی دحلان ہیں (د ۱۲۳۲ھ (۱۸۱۷) میں مکہ میں پیدا ہوئے۔ یعنی مکہ پر دہابیوں کے پہلے حملے کے ۱۷ سال بعد۔ سید صاحب نے دہابی لڑائیوں کے جو واقعات دیکھے ہیں وہ اعلیٰ حضرت نے نہیں دیکھے۔ چنانچہ سید صاحب نے سنیوں کی تقویت اور دہابیوں کی رد میں ۱۱ کتابیں لکھی ہیں ان میں سب سے مشہور الدرر السید فی رد وہابیہ ہے۔ سید صاحب کے بعد مولانا شیخ داؤد بن سلیمان بغدادی نقشبندی نے دہابی ازم کے خلاف ۴ کتابیں لکھی ہیں۔ ۱۔ رشد الجہاد فی البطلان دعوی الاجتہاد ۲۔ رسالتہ فی الرد علیٰ محمود اوسى ۳۔ صلح الاخوان من اہل الایمان و بیان الدین نعیم فی نبرتہ ابن تیمیہ و ابن قیم ۴۔ المنحۃ الوحیدہ فی رد الوصایت۔ اس کے بعد مفتی بغداد مولانا جمیل آفندی صدیقی زہادی نے الفخر الصادق فی الرد علیٰ منکر الزل والکرامات والخوارق لکھی پھر مولانا روحی بک خالدی قدسی نے اسباب انقلاب عثمانی لکھی۔ آپ فرانسیسی زبان کے ماہر اور پیرس میں حکومت کے بڑے عہدے پر مقرر تھے۔ پس آپ کو یورپ والوں کی سیاسی چالوں کی پوری پوری خبر تھی کہ دہابی تحریک کا اصلی مقصد عثمانی خلافت کو منہدم کرنا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اعلیٰ حضرت کے علاوہ ہندوستان میں کسی سنی عالم کو ان کتابوں کے

نام معلوم ہوں۔ اگر اعلیٰ حضرت کو ان کتابوں کا علم نہ ہوتا تو آپ کے لئے مشکل تھا کہ آپ مولانا حاجی امداد اللہ ہاجر مکی کے نام بہاد خلیفہ اؤں سے خلافت کرتے مثلاً رشید احمد گنگوہی اور قاسم نانوی وغیرہ۔ ان کے تابعین کہتے ہیں کہ احمد رضا نے محض بدگمانی پر سے دہایوں کے خلاف حرمین کے فتوے حاصل کر لئے ہیں۔ اور آپ کا استفتاء غلط ہے۔۔۔ اگرچہ کہ اعلیٰ حضرت نے دہایوں کی رد میں بہت کچھ لکھا ہے مگر مجھے اس بات کا ثبوت ملا نہیں ہے کہ آپ نے ہندوستان کے سب سے بڑے دہائی اور ان کے رئیس اعظم کی فتنہ بازیوں کے متعلق بھی کچھ لکھا ہے اور وہ مفتی خان بہادر صدیقی حسن ہے۔ آپ برطانیہ کے موافق تھے اور دوسرے عرب موافقوں سے ملے ہوئے تھے۔ آپ ہی نے ایک بڑے دہائی عالم محمود شکر الہوی کی غایتہ الامانی فی الرد علی البہائی کی اشاعت میں بڑی مدد کی ہے۔ بہائی نے شواہد الحق فی الاستغاثۃ بسید الحق لکھی تھی۔ الہوی نے لکھا ہے کہ بہائی نے نبی سے استغاثہ کرنے کے جواز میں جہالات آراءے سخیفہ اور دلائل مقولہ سے کام لیا ہے۔ یہ کتاب اعلیٰ حضرت کے پہلے جرج کی واپسی کے چار سال بعد چھپی ہے۔ یہ وہی الہوی ہے جسے یورپ والوں نے ۱۸۹۹ء میں نوبل پرائز اور سونے کا تمغہ دیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد کو غیر اللہ ثابت کرنے والا یورپ کا گوڈ ٹڈلٹ ہے۔ اس طرح خان بہادر نے خیر الدین نعمان الہوی کو بڑی رشوت دے کر امام ابن حجر مکی کی رد میں بلاد العینین فی حماکتہ المحدثین لکھنے لگائی۔ اور اسی نعمان الہوی کو ورغلا کر ان کے والد شہاب الدین الہوی حسنی حسینی کی تفسیر رد المحتار کو بھی محنت کر کے چھاپا ہے چنانچہ صدیقی حسن خان بہادر نواب بھوپال نے تین تفسیروں کو محنت کر کے نبی کی تعظیم کو ناشدک ثابت کیلئے ہے۔ چونکہ اعلیٰ حضرت کو ان تفسیروں کی تحریف کا علم نہ تھا کیونکہ یہ تحریف سید ذہبی دحلان کی دفات کے بعد عرب پریس سے ہوئی ہے۔ آپ کے تابعین یعنی بریلوی سنیوں کو یہ راز معلوم نہیں ہے کہ خان بہادر نے دہائی ازم کی تقویت کے لئے کیسی کیسی مکاریوں اور فریب کاریوں سے کام لیا ہے۔ اعلیٰ حضرت کی یادگار کے سلسلے میں سنی عالموں کو چاہئے کہ وہ اعلیٰ حضرت کے مشن کو کایتا بنانے کے لئے ان تفسیروں میں سے ان محنت تاویلات کو معلوم کر لیں اور سنیوں کے ہاتھ میں دہایوں کو دفع کرنے کے ہتھیار دیدیں کیونکہ آج کل کے سنی عالم جس طریقے سے دہایوں کا مقابلہ کر رہے وہ ایسا ہے کہ قیامت تک ان کی ہر بیج ڈرا ہی میں جائے گی اور کبھی بھی پوری جیت نہ ہوگی۔

یہ کہ نبی سے جلب منفعت اور دفع مضرت کی امید رکھنا اور ہر طرح کی کامیابی کے لئے درود و سلام کی کثرت سے کام لینا اور نبی کو اپنا دست گیر گناہ کر کے سب سے پہلے علمائے دشمن نے بطور فتویٰ اعلان کیا۔ یہ عقیدہ سب سے پہلے نفی الدین ابن تیمیہ کو ابن زبیل کا خطاب دیا۔ پھر سید احمد بن زبیل کی جات

نے اس تائید میں سیکڑوں کتابیں لکھیں اور نہایت ہی پُر فریب مخالطات سے طالب مدد ہونا سی دلفریب دیلیں نکال لیں کہ محمد غیر اللہ ہیں اور غیر اللہ کی روحانی طاقت سے طالب مدد ہونا شرک ہے۔ رفتہ رفتہ سنیوں کے بہت سے علمائے کبار نے بھی تسلیم کر لیا کہ رسول اللہ غیر اللہ ہیں اور آپ کو اللہ کی ذات اور صفات میں ملانا اور آپ کی ہستی کو اللہ کی عین ہستی کے برابر یا مثل سمجھنا شرک ہے پھر اس پلید عقیدے ہی سے اور بھی پُر فتن عقائد نکلے۔ پھر مدینے کے ۲۷ محدثین نے ایسی حدیثوں کو زندہ کر دیا اور ایسے ایسے میڈان لندن میڈن پریس اور میڈان برلن عقائد نکلے کہ شاہ صاحب محدث دہلوی بھی ان کے دام فریب میں گرفتار ہو گئے۔ ان ۲۷ محدثین سے ۳ کا مذہب مخفی ہے اور صرف ۲۴ کا مذہب ظاہر ہے۔ اس لئے ان کے تابعین کو ۲۴ نمبر کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ۶ جنسلی ۱۵ شافعی اور ۲ حنفی تھے۔ ان میں سے شاہ صاحب کے استادوں کے نام یہ ہیں: شیخ نور الدین محمد عبد الہادی سندھی۔ شیخ ابراہیم کردی۔ شیخ ابو طاہر محمد ابراہیم کرانی۔ شیخ علی بن علی شیخ تاج الدین اور شیخ محمد حیات سندھی۔ یہ سب کے سب ہاجر تھے اور اپنے اپنے وطن سے ہجرت کر کے انگریزوں کے حساب پر مدینے میں حدیث کا مدرسہ چلانے تھے اسی مدرسے کی شاخ شاہ صاحب کا دہلی کا مدرسہ حضرت تھا جس میں آپ نے ۱۵ سال تک درس حدیث دیا ہے۔ اس درس حدیث کا اصلی مقصد یہ تھا کہ حنفی مذہب منسوخ کر دیا جائے اور اس کے بدلے صحیح سنن نبویہ کو زندہ کر دیا جائے۔ اسی اصول کے تحت جب شاہ صاحب تین سال تک عربستان میں رہ کر آئے آپ نے ۱۵۸۰ء میں فارسی تفسیر لکھی اور اس میں لکھ دیا کہ رسول اللہ واقعی غیر اللہ ہیں۔ یہ بات یہ بات کسی بھی قدیم جلیل القدر تفسیر میں نہیں تھی۔ سب سے پہلے یہ اجتہاد دہایوں کی تفسیروں میں ہوا ہے۔ شاہ صاحب نے دما اہل بہ بغیر اللہ کا ایسا ترجمہ کیا ہے کہ نبی اور کسی ولی کے نام کا ذبیحہ بھی حرام قرار دیا ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ غیر اللہ کے معنی بتان شیطانی نیز بغیر ان ہے۔ یہ نیز بغیر ان کی عبارت زبردستی سے نکالی گئی ہے اور اللہ کی مراد میں نہیں ہے کہ اصنام طواغیت اور انبیاء و مرسلین میں کوئی فرق ہے۔ یہ ہے مختصر تاریخ جندی دہائی ازم کی جس کے اسرار سے اگر کوئی سب سے پہلے مطلع ہوا ہے تو وہ اعلیٰ حضرت ہیں۔ چنانچہ جب آپ نے نجد سے آئی ہوئی اور ہندوستان میں پئی ہوئی دہابیت پر حملہ کر دیا اور اغثنی یا رسول اللہ کا نعرہ بلند کیا تو جمع دہایوں نے آپ کو شرک قرار دیا۔ نجدی دہایوں نے اس طرح سید احمد ذہبی دحلان کو شرک کہا ہے۔ تارمین کرام نوٹ فرمائیں کہ احمد رضا خاں سید احمد ذہبی دحلان کے تابع تھے اور سید صاحب احمد ابن حجر مکی کے تابع تھے اور یہ تینوں بزرگ احمد ابن تیمیہ کے دشمن تھے۔

میں نے یہ مقالہ قصداً اس غرض سے لکھا ہے کہ سنیوں سے انہما کروں کہ وہ ایک فرار ہونے والے سانپ کے نشان پر ڈنڈے مارنا چھوڑ دیں اور دہائی ازم کے اصلی اسرار کو

سمجھ لیں اور آج کل کے نام نہاد دہابیوں کو معاف کر دیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ رسول اللہ کو غیر اللہ کہنا چھوڑ دیں سب سے پہلے ہم سنیوں پر واجب آئیں کہ سب سے پہلے ہم حضور کو غیر اللہ سمجھنا چھوڑ دیں، کیونکہ ہر مسلمان کو یہ بولنے کا حق ہے کہ تحقیق میں اللہ کی قسم کھا کر بولتا ہوں کہ محمد حبیب اللہ ہیں اور اللہ بھی غیر اللہ پر درود نہیں بھیجتا۔ سب سے پہلے ابن تیمیہ اور ابن قیم کے شاگرد ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں رسول اللہ کو غیر اللہ ثابت کر کے شرک کی تعریف میں تحریف پیدا کر دی اور اسی محرف تعریف کو مدینہ کے ۲۲ محدثین کبار نے پورے عالم اسلام میں شائع کر دیا اور شاہ احمد دلی اللہ محدث دہلوی نے ان ہی سے غلط تعلیم حاصل کر کے اسی محرف تعریف میں تحریف پیدا کر دی اور اسی محرف تعریف کو مدینہ کے ۲۲ محدثین کبار نے پورے عالم اسلام میں شائع کر دیا اور شاہ احمد دلی اللہ محدث دہلوی نے انہی سے غلط تعلیم حاصل کر کے اسی محرف تعریف شرک کو ابن کثیر کی عبارت میں پھوڑی سی تبدیلی کر کے ہندی مذاق کے موافق اسے پورے ہند میں شائع کر دیا اور شاہ احمد دلی اللہ محدث دہلوی کی یہ غلط تعریف شرک آپ کی مشہور کتاب شفاء الاستماع شفاء العلیل میں ہے جو قول الجلیل فی سواد السبیل کا ترجمہ ہے۔ اس میں جن بیماریوں کا علاج ہے ان میں سے سب سے بڑی بیماری شرک ہے۔ شاہ صاحب مدینہ سے واپس آنے کے بعد ہندی سنیوں کی شرک کی بیماریوں کو دفع کرنے کے لئے حکیم امت بن گئے ہیں۔ شاہ صاحب نے لکھا ہے۔ فمنها الاشراك بالله تعالى عبادة واستعانة في الرزق والشفاء وغيرها دالی التوبة منها الاشراك في قولهم قلنا اياك نعبد و اياك نستعين۔ یہاں شاہ صاحب نے اللہ کے سوا کسی بھی ماموری اللہ سے استعانت طلب کرنا شرک قرار دیا ہے اور یہی عقیدہ غیر اللہ کے منحن ترجمے سے نکالا گیا ہے۔ اگر دہابی لوگ غیر اللہ کی مروجہ تاویل کو ترک کر دیں تو ہم ان کے ہر قصور کو معاف کر دیں گے۔ مجھے ایسی معافی کی ایک دلیل میرے آقا مرحوم الحاج شیخ محمد علی زبیل علی رضا سے ملی ہے۔ آپ تبارک و تعالیٰ سے نجدی دہابیوں کے کٹر دشمن تھے کیونکہ آپ بھی احمد رضا خاں کی طرح سید احمد نئی طعان کے تابعین میں سے تھے اور ۱۹۲۴ء تک شاہ عبد العزیز ابن سعود کے بڑے دشمن تھے مگر آپ نے انھیں ۱۹۳۸ء میں معاف کر دیا اور انھیں جلالة الملك المعظم المحبوب کا خطاب دیا۔۔۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ دہابی سنی مخالفت کی جڑ غیر اللہ کی تاویل ہی پر مبنی ہے اور اسی مسئلہ پر سے مسجد نبوی میں نبی کی قبر کو باقی رکھنے اور توڑنے کی بحث نکلی تھی۔ جو لوگ حجرہ شریف کی تینوں قبروں کو توڑنا چاہتے تھے وہ دہابی ہیں۔ سنی کہتے تھے ان کو باقی رکھنا نبی کی عظیم امد اسلام کی عظمت اور شان و شوکت کے لئے ضروری ہے کیونکہ زلفیہ حج کے بعد نبی کی قبر کی زیارت کرنا فرض اور اہم ترین واجبات میں سے ہے۔ میں نے ۱۹۲۸ء میں میرے استاد شیخ الاسلام حسینی شیخ امین سوید دمشقی متوفی ۱۹۳۵ء اور میرے مرشد مفتی

اعظم فلسطینی سید امین حسینی متوفی ۱۹۵۰ء سے منسلک ہے کہ نبی کریم بحیثیت نبی آپ تو ازل سے نبی ہیں، اپنے اجداد انبیاء علیہم السلام ابراہیم اسحاق اور یعقوب کے مزار پر (یہ تینوں قبریں خلیل اللہ یعنی صبرون کی مسجد میں ہیں) زیارت کے لئے گئے تھے اسی قبر پر سے خلفائے راشدین ہاجرین اور انصار نے حضور کو بھی مسجد نبوی میں دفن کرنا پسند کیا تاکہ وہ قیامت تک عالم اسلام کی سب سے بڑی زیارت گاہ رہے۔ جن لوگوں نے مسجد نبوی کو زیارت گاہ بھی ہونے کی حیثیت سے حیکل دانیال سمجھا ہے وہی اصلی دہابی ہیں اور انھوں نے زیارت کو بند کرنے کے لئے دہابی مذہب ایجاد کیا ہے۔

نبی کریم علیہ السلام نے خود اپنے مقدس اور مبارک ہاتھوں سے ہجرت کے دوسرے سال مسجد نبوی تعمیر کی جس طرح آپ کے اجداد ابراہیم اور اسماعیل نے خود اپنے ہاتھوں سے (وہ بھی مقدس اور مبارک ہاتھ ہیں) کعبہ شریف بنایا ہے۔ نبی کی بنائی ہوئی کھجور کے تنوں کے ستون اور کھجور کی دیواروں اور چھت کی سادہ مسجد ۳۴۵ مربع میٹر تھی۔ حضرت عمر نے اس میں ۱۱۰۰ م کا اضافہ کر کے حجرہ مبارک کو حرم شریف میں ملا لیا تاکہ قبر شریف مسجد کے اند نمازیوں کی صفوں کے درمیان رہے۔ حضرت عمر کو علم غیب تھا اور آپ کو علم ہو گیا تھا کہ آئندہ ایسے لوگ آئیں گے جو اس قبر کو مسجد کے اندر سے نکالنے کی کوشش کریں گے چنانچہ انھیں ناکام کرنے کے لئے آپ نے پہلے ہی سے زیارت کا اہتمام اور انتظام کر دیا کہ سورہ الماعون میں جن مصلین کا ذکر ہے وہ صلوٰۃ بمعنی نماز کے ساتھ صلوٰۃ بمعنی درود و سلام پڑھنے کے لئے یعنی برحق مصلین بن جانے کے لئے مسجد نبوی کی نماز کے بعد مسجد نبوی ہی میں درود و سلام پڑھیں اور یہاں بنا کر بھاگ نہ جائیں۔ پھر حضرت عثمان نے حجرہ شریف ہی کی جانب ۴۹۶ م کا اضافہ کیا۔ اور تینوں مزاروں کو ہمیشہ کے لئے مسجد نبوی میں داخل کر دیا۔ پھر اموی خلیفہ ولید بن عبد الملک نے اس میں ۲۳۶۹ م کا اضافہ کیا اور آپ کے گورنر حضرت عمر ابن عبد العزیز نے خود اپنے ہاتھوں سے اسے بزنطینی طرز تعمیر سے عظیم الشان بنا دیا۔ حضرت عمر نے حجرہ شریف کے پاس بڑی بڑی قندیلیں اور بڑے بڑے بخوردان بھی رکھے تاکہ مزار کے پاس رات دن روشنی اور عطر و عود کی خوشبو رہے۔ اس کے بعد عباسی خلیفہ ہدی بن منصور نے اس میں ۲۴۵۰ م کا اضافہ کر کے اسے اور بھی شاندار بنا دیا۔ یہی مسجد بروز جمعہ یکم رمضان ۵۵۳ھ کو پوری جل کر خاک کا ڈھیر بن گئی اس میں سوائے مصاحف قرآن کے اور خدعہ خانہ کے لکڑی کا ایک پرزہ بھی نہ بچا۔ یہ آگ ایسی تھی کہ ستونوں کے اندر کا سیرہ بھی پگھل کر بہہ گیا۔ اب ایک سال کے بعد مولانا سلطان رکن الدین پیرس نے نئی مسجد نبوی تعمیر کی اور حجرہ شریف کی زیارت خاص کا اہتمام بھی کیا۔ پھر سلطان اثرش قاجاری نے مزار کے اوپر گنبد خضرا بنایا۔ اس سے قبل وہاں کوئی گنبد نہیں تھا۔ سلطان پیرس کی نئی مسجد اور قاجاری کے نئے گنبد سے اس زمانے کے سبھی دہابی بہت خفا ہو گئے اور ان حنفی سلاطین کو شرک قرار دیا۔ دہابیوں کا شور و غل تو جاری ہی رہا کہ گنبد خضرا

دیا جائے مگر عثمانی خلیفہ عبدالمجید نے مسجد نبوی میں ۱۲۹۲ھ م کا اضافہ کر کے اور بھی عظیم الشان مسجد بنائی اب یہ مسجد ۱۰۳۱۲ م ہوئی۔ یہ سترہویں پوری ہوئی جبکہ احمد رضا خاں کی عمر ۴۷ سال کی تھی۔ اس زمانے میں عربستان میں وہابیوں کی اکثریت ہو گئی تھی۔ وہ لوگ مسجد میں صرف نماز پڑھتے تھے اور زیارت نہیں کرتے تھے مگر اکثر ترک اہل حق کے عجم زیارت کو آتے تھے اور ان کے ساتھ خود خلیفہ بھی آتے تھے۔

۱۲۹۶ھ میں سلطان عبدالمجید خاں خلیفہ ہوئے (آپ ہی آخری خلیفہ ہیں) ۱۲۹۶ھ میں شہزادہ عبدالمجید خلیفہ عبد العزیز کے ساتھ زیارت کے لئے آئے تھے اور اپنے ساتھ بہت سے علمائے کبار کو بھی لائے تھے اس سال احمد رضا خاں بھی زیارت کے لئے مدینہ میں موجود تھے۔ خلیفہ نے دیکھا کہ اکثر لوگ صرف نماز کے لئے مسجد میں آتے تھے اور زیارت کرنے والے کو مشرک بولتے تھے۔ اس لئے خلیفہ نے فرمان جاری کیا کہ دور سے آنے والوں پر زیارت کرنا واجب ہے۔ اس فرمان کے لئے خلیفہ نے جن علمائے کرام سے مشورہ کیا ہے ان میں احمد رضا بھی ہیں۔ آپ نے فیصلہ کیا تھا کہ قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھنا واجب ہے چنانچہ آپ کے مرشد سید احمد زینی نے خلیفہ اور ترکہ ان کے علمائے کبار کے سامنے آپ کی بڑی طرح و شمار کی تھی اور آپ کو مفتی حنفی ہندی کا خطاب دیا تھا اور اعلان کیا تھا کہ ہندی علماء بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ صلوٰۃ و سلام کے لفظ تسلیم سے مراد نبی کی تعظیم اور کھڑے ہونا ہے چنانچہ کھڑے ہو کر بھی نبی پر سلام پڑھنا فرض ہے۔ جب خیال نہ چلے گئے تو وہابیوں نے بہت شور مچا دیا اور اپنی تحریک کو اور بھی تیز کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہند میں بھی رشید احمد گنگوہی وغیرہ احمد رضا خاں اور آپ کی جماعت کے خلاف ہو گئے اور کبھی بریلوی سنیوں کو سو فیصد مشرک اور بدعتی قرار دیا۔ عرب کے وہابی تو سلطان عبدالمجید کے سخت دشمن ہو گئے کیونکہ آپ نے مدینہ منورہ کو شرک کا گڑھ بنادیا ہے اس کا ثبوت کویت کے ماہنامہ العربی کے ایک مضمون میں موجود ہے جہاں آپ کو شرک و نواز مشرک اور بدعتی کہا گیا ہے اور آپ پر بہت بڑے الزام لگائے گئے ہیں کہ ترکی خلیفہ خاں میں آپ سے زیادہ پلیس اور خبیث دوسرا کوئی ہوا نہیں ہے البتہ اس العربی میں ایک افغانی نے تردید مضمون میں شائع کیا ہے۔ ترکوں کے خلاف نجدیوں کی بغاوت پر لانی تھی مگر ۱۲۸۶ھ کے بعد سے وہ اور بھی تیز ہو گئی کیونکہ اسی سال سے وہابیوں پر بھی زیارت کرنا لازمی قرار کر دیا گیا۔ جب ۱۲۹۲ھ میں خلافت ٹوٹ گئی سلطان عبد العزیز نے حجاز پر حملہ کر دیا اور اسے فتح کر لیا۔ اور ۱۲۹۶ھ میں گنبد خضر کو توڑنے کا اعلان کر دیا اور زیارت کا نام لینا جرم قرار دیا۔ اس زمانے میں دنیا بھر کے حبشی اکثر شافعی اور حنفی بھی اہل حدیث کے ہمنوا بن گئے اور گنبد خضر کو توڑنے کے مشرور کی تائید کی مثلاً ہندوستان میں علامہ شفاء اللہ امرتسری کے ساتھ مولانا ابوالکلام آزاد اور بعض دیوبندی بھی شریک تھے۔

اسی شور مچا دیا اور زبردست غوغا کے زمانے میں وہابی سنی علماء دونوں کا پورا پورا ظہور ہوا اور ان کی آپس کی عداوت اپنے نصرت النہار پر پہنچ گئی اور یقین تھا کہ ۱۳۰۲ھ کے اخیر تک

گنبد خضر توڑ ہی دیا جاتا اس وقت اعلیٰ حضرت زندہ نہیں تھے مگر آپ کی جماعت موجود تھی۔ اس جماعت نے سب سے زیادہ سلطان عبد العزیز کے پلان کو فیل کر لیا۔ اور وہ مقصد پورا ہوا جس کے لئے اعلیٰ حضرت نے رسالت پرستوں کی جماعت تیار کی تھی۔ آج اس جماعت کے سامنے اتنا بڑا کوئی دوسرا مقصد نہیں ہے۔ گنبد خضر کو منہدم کرنے کے شیطانی پلان کی طرف سے علامہ اقبال نے یوں اشارہ کیا ہے کہ ستیزہ کار ہاں ازل سے تامل کر

جہرا غ مسطوری سے شرار بولہبی
آج یہ شیطانی پلان ٹوٹ چکا ہے اور ابھی اس گنبد خضر کو توڑنا ہے جو سنیوں کے ذہن میں موجود ہے۔

سلطان عبد العزیز ۱۲۹۶ھ تک نہایت ہی شدید وہابی تھے مگر برٹش امپائر کے اختتام کے ساتھ ان کی وہابیت بھی ختم ہوئی۔ خدا کا شکر ہے کہ برٹش امپائر ۱۲۹۶ھ میں منہدم ہو گیا اور ہندوستان بھی اسی سال آزاد ہوا۔ اس کے بعد الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے عبد العزیز کے دل کو نرم کر دیا اور آپ سے وہابی ازم ترک کر دیا اور اہل سنت کی طرف مائل ہو گئے (اسی زمانے میں ہندی وہابی یعنی دہلوی بھوپالی دیوبندی ندوی اسماعیلی خان بہادی گنگوہی قاسمی نانوتوی اور بہائی وغیرہ بھی اپنے آپ کو سنی بولنے لگ گئے کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ وہی سنت نبویہ کا صحیح اور بہترین تمسک کرتے ہیں اور نام نہاد سنیوں نے سنت نبویہ کو ترک کر دیا ہے اور زیادہ تر بدعات ہی کا تمسک کیا ہے) اس غیر متوقع اور وہابیوں کی دل شکن تبدیلی کے بعد شاہ عبد العزیز نے ارادہ کر لیا کہ مسجد نبوی میں توسیع کی جائے اور مؤذن اور قدیم عربی اور بنی نطنی فن تعمیر کا ایک شاندار شاہ کار بنایا جائے جس کے لئے آپ نے تیل کی بے شمار دات خرچ کرنا چاہا جو کہ قومی ملکیت تو نہ تھی بلکہ صرف سعودی خاندان کی تھی۔ اس مقصد سے سب سے پہلے سلطان نے اپنے سب سے بڑے اور قدیم مخالف محمد علی علی رضا ہی سے خاص طور پر مشورہ کیا اور اس مشاورت میں کسی بڑے سے بڑے وہابی عالم کو بھی شریک نہ کیا۔ چنانچہ ۱۲۹۶ھ کے وسط میں سلطان نے علی رضا کو خط لکھا اور تار بھی بھیجا کہ آپ فوراً ریاض آجائیں۔ جب علی رضا ہوائی جہاز سے گئے تو آپ نے اپنے ساتھ بطور تحفہ ایک خوبصورت ہیرے کی انگلی بھی لے گئے جو آپ نے ڈیڑھ لاکھ روپیوں میں خریدی تھی (آج اس کی قیمت بچاس لاکھ سے کم نہیں ہے) سلطان سے ملاقات اور مشورہ کرنے کے بعد آپ زیارت کو گئے اور واپس آکر ہیں بڑی بشارت دی کہ سلطان حرم شریف کعبہ اور حرم شریف نبوی میں توسیع اور زیب و زینت کرنا چاہتے ہیں اور خاص طور پر گنبد خضر کی شان کو بڑھانا چاہتے ہیں جسے چند سال پہلے آپ منہدم کرنے کے لئے ابن زبیل کا بمب لے کر کھڑے ہوئے تھے۔

جو کہ میں علی رضا کا پرائیویٹ سکریٹری تھا آپ نے مجھے اپنے نوٹس نقل کر کے اجازت

کی تاریخ حاصل کر لیں اور غور کریں کہ انھوں نے ہندوستانی اور پاکستانی دہائیوں سے کیسی ٹکرتی ہے۔ ۱۹۲۶ء میں دہائیوں کی فوج ایک بڑی جرار فوج تھی آج وہ تیز تر ہو گئی ہے۔ آج سنیوں کے لئے بہت ہی آسان ہے کہ ان کی ٹویوں کو شکست دیں عرصہ ہوا ہم نے اپنا قبیلہ اول کھو دیا ہے اور آج اس کی رہائی کی کوئی امید نہیں ہے اور یہ امید بھی نہیں ہے کہ موذن عرب مسجد صحرہ مبارک مسجد اقصیٰ اور مسجد عمر کو آزاد کر سکیں۔ یہ اسی عمر کی مسجد ہے جس نے غزوہ احد میں جب کافروں نے شور مچا باکہ محمد مرگئے تو آپ نے ڈھونڈھ کر بنی کو اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر لائے اور اعلان کیا کہ لوگو دیکھو یہ ہیں محمد اور محمد زندہ و سلامت ہیں۔ وما توفی الا باللہ

المیزان برطانیہ میں
مسٹر اسماعیل عیسیٰ پٹیل
۲۲۔ بلڈس اسٹریٹ (لنکس) لنکاسٹر لیک

نیک تمناؤں کے ساتھ

32 46/3/335854 بکنگ افس
329 5 37 ڈیلیوری گوداؤں

آدرش روڈ لائن

ٹرانسپورٹ کنٹرولر اور کمیشن ایجنٹ برائے اجرت روراشٹ

برائے

برائے

پانچ کواں گیٹ کے باہر
احمد آباد۔ فون 33867

707 نواپورہ۔ ۹ دین گلی
مالیکادوں

ہیڈ آفس:- ۱۶۱ کالمیکر اسٹریٹ۔ ممبئی۔ 400003

دی تھی اور تاکہ بھی کی تھی کہ مسجد نبوی کی اس توسیع کا اصلی راز آپ کی وفات سے پہلے عام نہ ہو۔ چنانچہ میں نے اس زمانے میں مندرجہ ذیل جملے نقل کر لئے تھے کہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ والصلوة والسلام علی رسولہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔
امام مسجد نبوی کی توسیع کا ارادہ ایک عرصے سے جلالتہ الملک المعظم المحبوب مولانا سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمن آل فیصل آل سعود کے دل میں مجوم رہا تھا آخر اللہ سبحانہ تعالیٰ نے آپ کو اجازت دی کہ وہ اپنی نیت پوری کر دیں۔ پس آپ کا ارادہ ۱۳۶۵ھ میں دہائیوں کی عمارت کے ۶۴۰ سال بعد عالم وجود میں آیا اور سلطان نے اپنا شاہی فرمان ایک کھلے خط سے مدینے کے اخبار کو بھیج جس کا نمبر ۲۰۴۲۲-۱۳۷۸ ہے اور مورخہ ۱۲-۸-۱۳۶۸ ہے۔ اس میں عالم اسلام کو سلطان کے مرام کی خوش خبری دی گئی کہ آپ مسجد نبوی میں توسیع کرنا چاہتے ہیں (اس سے مولانا شیخ احمد رضا خان مفتی اعظم ہندی حنفی کی روح کو بڑی خوشی ہے کیونکہ یہ وہی سلطان ہے جس نے قسم کھا کر عالم اسلام کو دھکی دی تھی کہ از روئے شریعت گنبد خضرا اور اس کے نیچے کی مینوں قبروں کو توڑنا واجب ہے اور جو مشرک مقابلے پر آئے گا اس کی گردن کاٹ دی جائے گی) یہ خط مذکورہ اخبار میں اس کے شمارہ نمبر ۳۰۱ ۱۳۶۹ میں ۵ رمضان کو شائع ہوا۔ ۵ شوال ۱۳۷۰ کو (الموافق ۱۹۵۰ء) یہ مبارک کام شروع ہوا جس کے لئے سب سے پہلے وہ دیوار توڑی گئی جو مسجد کے اطراف تھی۔ اور ربیع الاول ۱۳۷۲ء کو جلالتہ الملک المعظم المحبوب سعود بن عبدالعزیز وینہ تشریف لائے اور ایک بڑی محفل میں مسجد نبوی شریف کا سنگ بنیاد رکھا اور ۱۲ شعبان ۱۳۷۲ء کو مسجد شریف کے مغربی کونے میں ستونوں کے لئے کھدائی کا کام شروع ہوا جو باب رحمت کے پاس ہے اور ۲۴ رمضان ۱۳۷۳ء کو عمارت شریف کا کام جاری ہوا اور ربیع الاول ۱۳۷۳ء کو سلطان سعود پھر سے مدینے کی زیارت کو آئے اور اپنے ہاتھوں سے مسجد کی تعمیر کا کام شروع کیا اور مغربی دیوار کے ایک کونے میں چار تجر رکھے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کی اساس ہے آخر میں ہم آج دیکھ رہے ہیں کہ (۱۳۷۴ء) جس توسیع کا کام سلطان عبدالعزیز نے شروع کیا تھا اسے سلطان سعود نے پورا کیا اور ۶۰۲ مربع میٹر کا اضافہ کر کے ۱۶۲۲۷م^۲ کی وسیع مسجد بنادی۔ اس میں ۲۷۴ قدیم ستون ہیں جو پہلے ہی سے تھے جو دیوار کے اطراف تھے اور اب ۲۳۲ نئے ستون نصب کئے گئے ہیں۔ اللہ کا معجزہ اس طرح سے پورا ہوا اور یہ عمارت بہت ہی شاندار ہے اور یہ سب کچھ محمد کی عظمت کی یادگار ہے۔۔۔۔

اگر عالم اسلام میں مترقیہ فصد سنی نہ ہوتے امدان میں اٹھان کی اکثریت نہ ہوتی اور احمد رضا خاں ہندی حنفیوں کے امام نہ ہوتے تو ہم آج گنبد خضرا کو سلاطین نہ دیکھتے اس کی حفاظت کے لئے سب سے بڑی آواز صرف ہندوستان ہی سے اٹھی ہے (مفتی) ہمارے ہمارے سید احمد زین دحلان اور امام احمد رضا خاں کی توجہ اور ان کی خدمات

علماء عرب و عجم کی نظر میں

محمد حسین اختر الندوی

جنرل سکریٹری، امام احمد رضا اکیڈمی، مبارک پور۔ اعظم گڑھ

سالمہا در کعبہ دیت غازی نالد حیات

تازہ زم عشق یک دانائے راز آید بر دل

موجودہ صدی کے مجدد اعظم حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے علم و فضل، دیانت و تقویٰ، حق و صداقت، عدالت و انصاف اور حق گوئی و بیباکی کے ذریعہ دنیائے اسلام پر جو عظیم احسانات کئے ہیں وہ مذہبی دلی اور علمی و تحقیقی تاریخ میں تاقیام قیامت روشن و تابناک ابواب رہیں گے جس سے اہل اسلام ہمیشہ مستمتع و فیضیاب ہوتے رہیں گے۔ رہبر دین جادہ حق کو روشنی اور گمراہیوں کو ہدایت و رہنمائی کا درس ملتا رہے گا اور جن کے احوال و سیراب شدہ پورے ہمیشہ برگ و بار لاتے رہیں گے۔

”امام احمد رضا“ کی ایک ذات اور شخصیت کا نام نہیں بلکہ اس دور آخر میں عظمت حق، شوکت اسلام، ناموس مشن مصطفیٰ اور حق و صداقت کی ایک روشن و تابناک قندیل اور ایک ہمہ گیر تحریک کا نام امام احمد رضا ہے۔ یہ بالذات نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ ثبوت و تحقیق کے لئے حق پسندی کے تمام تقاضوں کے ساتھ آنے والے صلوات کا مطالعہ کر کے اپنی آنکھیں ٹھنڈی اور اپنا دل روشن کیجئے۔

پہلا سفر حج ۱۲۸۱ھ ہجرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اپنے والد ماجد مولانا علی نقی علیہ الرحمہ کے ساتھ ۲۳ سال کی عمر میں ۱۲۹۵ھ ۱۲۸۸ھ حج و زیارت مہین شریف سے شرف ہوئے۔

اپنے خداداد علم و فضل، ذکاوت و ذہانت اور ایمانی روح و حرارت کی وجہ سے بہت جلد علماء، حجاز میں تجارت اور مقبول و محبوب بن گئے جس کا واضح ثبوت اس وقت کے فاضل اہل امام شافعیہ شیخ حسین بن صالح (۱۳۰۶ھ ۱۲۸۸ھ) کے ساتھ پیش آنے والے ایمان افزہ واقعات سے ملتا ہے جن کا اس سے پہلے کسی طرح کا کوئی تعارف و تعلق نہ تھا جرم شریف میں نماز صبح سے فارغ ہونے کے بعد ایک روز شیخ حسین بن صالح نے اس عادت باطن کا واقعہ پکڑا اور انھیں اپنے ساتھ لکر دولت کدہ پر تشریف لے گئے آپ کی دیکھی ہوئی پیشانی پر نظریں گاڑ دیا۔ اور دیر تک عشق و سرستی کے عالم میں جبین سادت و ارجمندی کی درخشاں

اور واضح لکیروں کا بنور سطا لکرتے رہے پھر حشر عقیدت میں پکارا اٹھے ان لا جود لہذا فی ہذا الجبین (ص ۹۹) تذکرہ علماء ہند از مولوی رحمان علی بی اس پیشانی میں خدا کا نور پارہ ہوں۔ اور پھر اپنے فیضان کرم سے نوازتے ہوئے صحابہ کرام کے سند اور اپنے سلسلہ کی اجازت عطا فرمائی اور شفقت و محبت سے آپ کا نام ”ضیاء الدین احمد“ رکھا۔ شیخ موصوف کے علاوہ مفتی شافعیہ سید احمد دحلان (م ۱۲۹۹ھ ۱۲۸۸ھ) مفتی حنفیہ شیخ عبدالرحمان سراج (م ۱۳۸۳ھ ۱۳۸۲ھ) دیگر بہت سے اکابر دعات عالم علماء نے حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ وغیرہ کا سند دل سے آپ کو نوازا۔

فاضل بریلوی نے شیخ علی اللیل کے ایثار پر نعت شریفی میں ناسک حج سے متعلق شیخ حسین بن صالح کے ایک دقیقہ رسالہ کی بنیاد جامع و مانع شرح صریح دودن کی مختصر مدت میں کی اور اس کا نام النیرۃ الوضیۃ فی شرح الجوہرۃ المفیۃ رکھا۔ اسی شرح کو علماء حجاز نے بڑی مقبولیت کی نظر سے رکھا۔ اور آپ کو تحسین و افزائے نوازا۔ اسی شرح میں پہلے مطلب پھر اختلاف مذاہب حنفیہ و شافعیہ اور مذہب حنفی میں اختلاف و راجح و ترک مرجوح کو مدلل و مبرہن کیا۔

پھر بعد میں اسی رسالہ میں فوائد لطیفہ و توضیح مسائل و تخریج احادیث وغیرہ کے ساتھ تعلیقات و حواشی لکھا جو ایک مستقل رسالہ ہو کر الطرۃ الوضیۃ علی النیرۃ الوضیۃ کے نام سے موسوم ہوا۔

اسی سفر میں علمائے ندوہ کے فلاح شاہ علیہ السلام ملت اسلامیہ ہند کے حاصل شدہ فتاویٰ کا مجموعہ ”الجام السنۃ لاهل الفتنۃ“ کے ساتھ اٹھائیں پیدا ہونے والے سوالات اور ان پر اپنی جانب سے مدلل جوابات پرتیل ایک فتویٰ کتب حجاج کرام کے ذریعہ شیخ سید اسماعیل کی بن شیخ سید علیل حافظ کتب خانہ حرم شریف دہلیہ رشید شیخ الدلال حضرت شیخ عبدالحق باجر کی صاحب ”الاکلیل علی مداوی التشریل“ دیگر علمائے کو کی خدمت میں پیش ہوا۔ تو تمام علمائے نے اپنی تصدیقات و تقریفات سے اس فتویٰ کا خیر مقدم کیا۔ اور ان حاصل شدہ توثیقات کا مجموعہ بنام فتاویٰ الحسنین جو جفت ندوۃ المین ۱۳۱۴ھ ۱۸۹۹ء میں شائع ہوا جن نے ایک بہت بڑے نسخہ کی تیغ میں نمایاں اور اہم دل

مگر ان کی جانب کوئی التفات نہیں کرتا۔ لیکن بڑے بڑے علماء آپ (فاضل بریلوی) کے پاس جوتہ درجہ آئے اور تعظیم و تکریم میں لگے رہتے ہیں۔ یہ خدا کا فضل خاص ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے (الاجازات المئینہ ص ۱۰۱ از حامد رضا خان)

وطن عزیز واپسی کے بعد ارسال اجازت میں کچھ تاخیر ہوئی تو یاد دہانی کے خطوط آنے لگے جن میں ان کے بے پناہ اشتیاق کی جھلک پائی جاتی ہے۔

سید اسماعیل خلیل (م ۱۳۳۸ھ ۱۹۱۹ء) یاد دہانی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: دو عدم الحقیقہ و احاطہ بار سال الاجازۃ بمردیا تکمہ فلم تات نکات انصاف الناس الیکم البعدھم او کنا نسیاً منسیاً۔ (محررہ ۱۲ رذی الحجہ ۱۳۲۵ھ ۱۹۰۷ء) (الاجازات المئینہ ص ۱۰۹ از حامد رضا خان)

آپ نے حقیر اور اس کے بھائی سے اپنی مردیات کے ساتھ اجازت بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا لیکن ابھی تک اجازت نہ مل سکی جو آپ سے بہت قریب تھا وہ سب دور ہو گیا۔ یا میں بھلا ہی دیا گیا۔

حرمین شریفین میں فاضل بریلوی کی یہ مقبولیت صرف اسلام دایمان پر کامل یقین اور شتہ رسالت کا کرشمہ ہے۔ درنہ وہ پاک سرزمین جہاں اقصائے عالم کے فضلاء و علماء کا ہر سال جم غفیر اکٹھا ہوتا ہے جہاں مشرق سے مغرب تک کا دل و دماغ اور عارفین و اولیاء کاملین کے کار و دل پہنچتے ہوں وہاں ایک غیر محروف ہندی شخص کو پوچھتا اور لوگوں کی نگاہیں کیوں اٹھتیں۔

قیام حجاز کے دوران آپ کی کئی ایک بے مثال و شاہکار تعینفات منظر عام پر آئیں اور ایک عالم ان کا گردیدہ ہو گیا۔ چند کتابوں پر علماء کرام کی جو وقیع تقریفات ہیں ان کے ساتھ تفصیلی ذکر آئندہ صفحات میں پڑھیں۔

الدولة المکیة بالمادة الغیبیة

اس کتاب کے دوسرے ہیں۔ پہلے حصہ میں علم غیب کا اثبات اور منکرین کے اعتراضات و الزامات کی تردید فرماتے ہوئے نہایت فاضلانہ اور محققانہ بحث فرمائی گئی ہے۔ دوسرا حصہ چار سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے مولانا سلامت اللہ رام پوری کی کتاب اعلام الاذکار کے آخر میں ایک عبارت سے متعلق تین سوالات اور ایک سوال خطبہ مدارج النبوة للشیخ عبدالحق محدث دہلوی سے متعلق ہے۔

کتاب کی درجہ تالیف مولانا الدولة المکیہ (مطبوعہ استنبول، ترکی) میں مذکور ہے مگر اس کے بجائے آپ حضرت شیخ اسماعیل بن خلیل (مدینہ طیبہ) کی زبان سے فرماتے ہیں (ترجمہ) شیخ العلامة المجدد شیخ الاساتذہ علی الاطلاق المولوی الشیخ احمد رضا خان جب ۱۳۲۳ھ میں حج بیت اللہ شریف کے لئے تشریف لائے تو بعض فاضلوں کا مدد سے چند نصیحوں نے اس وقت کے شریف مکہ کے یہاں ضرر پہنچانے کی کوشش کی اور ان کے ساتھ ٹکڑا کرنا چاہا۔ چنانچہ علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان کے پاس سوال بھیجا اور گمان کی

اداکار۔ اور بڑھتے ہوئے سیلاب کے سامنے سکندر بن کر حائل ہو گیا۔

دوسرا سفر حج یہ سفر حجاز اور غیر متوقع طور پر ہوا۔ ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء میں حج کے لئے اپنے برادر خود مولانا محمد رضا اور بڑے شہزادہ حضرت

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کو جب بریلی سے لکھنؤ تک پہنچا کر گھر واپس ہوتے تو ایک عجیب اضطراب و بے چینی کی کیفیت پیدا ہوئی۔ اور زیارت حرمین طیبین کا شوق چلنے لگا۔ چونکہ اس بار خداوند قدوس آپ سے اہم خدمتیں لینا چاہتا تھا اس لئے اس نے آپ کے دل کو ہر چار جانب سے موز کر اسی سال سفر حج کرنے پر مجبور کر دیا۔ آپ نے رخت سفر باندھا اور فوراً روانہ ہوئے حجاز اتفاق سے یہی وہی مولانا محمد رضا اور حجۃ الاسلام سے ملاقات ہو گئی۔ وہاں سے حجاز مقدس پہنچے اور رفیعہ حج ادا کیا۔

حامد الحرمین (۱۳۲۳ھ ۱۹۰۷ء) الدولة المکیہ (۱۳۲۳ھ ۱۹۰۷ء) کفیل الفقیہ الفاضل (۱۳۲۳ھ ۱۹۰۷ء) وغیرہ اسی سفر کی شاہکار تصانیف ہیں۔

اس سفر میں آپ کی جو پذیرائی ہوئی وہ خدا کا ایک خاص انعام تھا۔ شاہر علماء اسلام آپ سے اجازت طلبی کے مشتاق نظر آتے تھے۔ شیخ سید عبدالمکی (۱۳۲۳ھ ۱۹۰۷ء) اور شیخ حسین جلال بن عبد الرحیم کو سب سے پہلے اجازت مرحمت ہوئی۔ ان دونوں حضرات کے بعد شیخ صالحی کمال (۱۳۲۵ھ ۱۹۰۷ء) سید اسماعیل خلیل (م ۱۳۳۸ھ ۱۹۱۹ء) سید مطفی خلیل (م ۱۳۳۹ھ) شیخ احمد خضراوی شیخ عبدالقادر گردی (م ۱۳۴۶ھ) شیخ فرید (م ۱۳۳۵ھ ۱۹۱۶ء) سید محمد عمر و غیرہ کرام کو اجازت سے مشرت فرمایا اور جو لوگ مدت قیام حرمین طیبین میں اجازت نہ حاصل کر سکے۔ انھیں گھڑنے کے بعد اجازت ارسال کی گئی (قیام مکہ ہی کے دوران شیخ سید اسماعیل سے رشتہ عقیدت و محبت اتنا استوار ہوا کہ وہ ۱۳۲۸ھ میں صرف اعلیٰ حضرت سے ملاقات کے لئے بریلی تشریف لائے) پھر مدینہ طیبہ جب تشریف لے گئے تو وہاں بھی علماء کی ایک کثیر تعداد نے اجازت حاصل کی۔ کچھ لوگوں کو زبان اجازت دی اور کچھ لوگوں سے وطن عزیز واپسی کے بعد ارسال کرنے کا وعدہ فرمایا۔ خلاً شیخ عمر بن حمدان المحرمی سید مامون البری شیخ الدلال شیخ محمد رفیع رحمہ

مدینہ طیبہ میں آپ کی جو تعظیم و تکریم ہوئی اور دیار حبیب میں جس اعزاز و اکرام سے آپ کو نوازا گیا۔ اس کا آنکھوں دیکھا حال اس خط میں پڑھیں جو شیخ الدلال شیخ محمد عبدالحق ہاجر مکی (م ۱۳۳۸ھ) اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

انی مقیم بالمدينة الامينة منذ سنين ويا تيجان الهند الوت من العالمين، نيمهم علماء و صلحاء و اتقياء رايهم يدورون في سلك البلد لا يلتفت اليهم من اهل احد و ادعى العلماء الكبار و العظام اليك هم عين۔ و باجلا لك مس عين ذك فضل الله لوتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم۔

مدینہ طیبہ کئی سال سے میرا قیام ہے۔ ہندوستان سے ہزاروں اصحاب علم آتے ہیں ان میں علماء، صلحاء، اتقياء سبھی ہوتے ہیں وہ شہر کے گلی کوچوں میں آتے جاتے رہتے ہیں۔

کہ وہ جواب نہ دے سکیں گے سفر کی تیاری میں ہیں اور یہاں ان کے پاس کوئی کتاب بھی نہیں بولانا
نے (اللہ ان کا تائید کرے) اس سوال کا وہ جواب دیا جس نے ہر مسلمان کی آنکھ ٹھنڈی کر دی اور
ہر کافر ناستق و گمراہ بے نور کو ذلیل و خوار کیا۔
آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں۔

ہمارے شیخ مذکور حضرت احمد رضا خاں جب تحریر جواب سے فارغ ہوئے تو شریف
مکے شیخ صالحی کمال (صاحب مفتی مکہ) کو حکم دیا کہ رسالہ ان کے دربار میں بڑا پڑھا جائے۔
چنانچہ رسالہ پڑھا گیا۔ سرکش گردہ کے افراد دہان موجود تھے، اس کی حریرت زدہ روئے
اور ذلیل و خوار ہوئے۔ اس وقت شریف مکہ بڑا ہر ہو گیا کہ مولانا احمد رضا خاں حق پر
ہیں اور حقیقتیں گمراہ ہیں۔ یہاں تک کہ بعض ثقہ لوگوں نے مجھے بتایا کہ شریف مکہ کے ایک
ملازم نے درخواست کی کہ حق شیخ (فاضل بریلوی) میں امانت کی اجازت دی جائے۔
تو شریف مکہ نے انکار کرتے ہوئے کہا۔

کیف یکون إجلًا مثل هذا الامر والعلما کلهم قاطبة قائلون
وقائلون بقوله. وانا کلنا مرجعنا الیہم والاستفادة منهم۔

ایسے امر کا اجرا کیوں کر ہو سکتا ہے جب تمام علماء بھی وہی بات کہہ رہے ہیں
جو وہ کہتے ہیں۔ ہمارے مرجع و آب علماء ہیں اور میں انھیں سے استفادہ کرتا ہوں۔
آپ کی مقبولیت کا نقشہ کچھ بچے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

فاعز اللہ مولینا الشیخ احمد المذکور علی رغم انوفهم۔ واکتفة اللہ
والطلبة۔ فمن سأل مستفید ومن مقدم سوالا للاستفسار علی
القول السدید ومن طالب اجازة ومن مستطیر اشارة۔ هذا حالہ
وهو بمکت (الاجازات المتیز من ازحامد رضا)

مکہ مکرمہ میں ان کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ہر چار جانب سے علماء و طالبین نے
آپ کو گھیر لیا کوئی سوال پیش کر کے استفادہ کرتا کوئی صحیح درجے مسئلہ پوچھتا جس میں اسے
شک ہوتا کوئی صرف اشارہ کا منتظر ہوتا۔

انھیں نبی الس علم و فضل اور حرمین شریفین میں فاضل بریلوی کا بے پناہ مقبولیت اور آپ
کے سیال قلم کا ذکر کرتے ہوئے حکیم عبدالحی رائے بریلوی لکھتے ہیں۔

وسافر الی الحرمین الشریفین عدۃ مرات وذاکر علماء المجاز فی بعض
مسائل الفقہیۃ والکلامیۃ والکلامیۃ والکلامیۃ والکلامیۃ والکلامیۃ والکلامیۃ والکلامیۃ والکلامیۃ
واجاب عن بعض المسائل الی عرضت علی علماء الحرمین۔ واعجبوا ببنزارة
علیہ وسعۃ اطلاعیہ علی امتون الفقہیۃ والمسائل الخلافیۃ وسرعۃ
تحریرہ وذاکر (ص ۳۹) انھوں نے جلد نزہۃ الخواطر از حکیم عبدالحی

کئی بار حرمین شریفین کا سفر کیا۔ اور علماء حجاز سے بعض مسائل فقہیہ و کلامیہ میں مذکرہ
بھی کیا۔ چند سالے بھی لکھے اور علماء حرمین کے سوالات کے جوابات بھی دیئے تو ان فقہیہ
اور فاضلانی مسائل پر ان کی ہر گیر حلومات، سرعت تحریر اور ذکاوت و ذہانت کو دیکھ کر

سب لوگ حیران و ششدر رہ گئے۔

اس دور میں اور آج بھی کچھ لوگ یہ الزام لگاتے پھرتے ہیں کہ ماذ اللہ ان لوگوں نے
خدا کا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب ایک کر دیا۔ اور یہ رسول کے لئے علم کلی مانتے
ہیں۔ اس کی تردید کرتے ہوئے الدولۃ المکیہ کی تقریظ میں شیخ سید اسماعیل بن خلیل لکھتے ہیں
(ترجمہ)

بلکہ ایک اور نے اپنی تحریر میں یہ جھوٹ باندھا اور بہتان لگا یا کہ حضرت احمد رضا نے
اپنے رسالہ میں جو اس سوال کے جواب میں لکھا یہ حکم لگا یا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم
مثل علم الہی کے ہے۔ اور رسول کریم کا علم غیر متناہی بالفعل سے متعلق ہے۔ حاشا کہ ہمارے
شیخ مذکور نے ان میں سے کوئی بات نہیں کہی۔ اور کیسے یقین کیا جاسکتا ہے جب کہ ہمارے
ہاتھ میں وہ پورا رسالہ ہی موجود ہے

علماء حجاز کی ایک کثیر تعداد نے الدولۃ المکیہ کو اپنی تصدیقات و تقریبات سے
نوازا ہے۔ آپ یسکر حیران رہ جائیں گے کہ اتنی حرکت الراء کتاب جو ان کے جمہ و دست
پر شاہ عدل ہے اس کی تالیف صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے میں ہوئی۔ اور صرف دو نشستوں میں
۲۷، ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو احتتام پذیر ہوئی۔ آپ کے اعزاز و اکرام اور علمائے حجاز و بلاد
اسلامیہ کی نظر میں آپ کی جلالت شان اور علمی رعب و دبیر کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا
جاسکتا ہے کہ عرب و عجم کے جلیل القدر علماء نے الدولۃ المکیہ پر مبسوطہ و مفصل تصدیقات
و تقریبات لکھی ہیں۔

جن میں سے جیدہ جیدہ چند انتباسات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں صرف ترجمہ
پر اکتفا کیا جاتا ہے جنہیں تحقیق کی ضرورت ہو وہ فیوضات المملکیۃ لمحہ الدولۃ
المکیہ (تالیف ۱۳۱۹ھ) مطبوعہ کراچی کا مطالعہ کریں (التقاریر و الاسماء رجالہا مقبۃ
من فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ از ڈاکٹر مسعود احمد بی ایچ ڈی)

(۱) رئیس الخطباء والائمة والمدرس بالمسجد الحرام الشیخ احمد ابو الخیر بن
عبد اللہ مراد دھکتہ المکرمتہ۔

میں نے وقت نظر اور نہایت غور و خوض سے اس رسالہ کا مطالعہ کیا اس کے باعث
دلائل نہایت متکم اور محقق و مدلل ہیں۔ اس کے بیان سے دل میں دست و کشادگی پیدا ہوئی
اس کی یقینی دلیلیں اسلافی لمبندی کو چھوڑ رہی ہیں اور کیوں نہ ہو کہ یہ اس کی تعریف ہے جو علامہ
عقیل۔ ذکی۔ بلند ہمت۔ اپنے زمانہ کے تمام مؤلفوں کا سرور ہے میدان تصنیف میں جس کا
امامت کی شہادت خود بڑے بڑے معاصرین کر رہے ہیں جو اس رسالہ کو غور و فکر سے مطالعہ
کرتے گا وہ کہنے والے کی اس بات کو جھوٹا جانتا گا کہ شیخ نے اپنے رسالہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کا علم غیب بالذات اور خالق زمین و آسمان کے علم کے برابر مانا ہے (فیوضات
المکیہ لمحہ الدولۃ المکیہ ص ۲۵)

(۲) مفتی حنفیہ شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمن سراج۔ مکہ مکرمہ

میں نے اس میں اپنی نظر دوڑایا تو دیکھا کہ اس میں اسرار مانی جھلک رہی ہے جسک اس

کا مصنف کھری بات لایا۔ اور اس نے رشد و ہدایت کا راستہ واضح کر دیا۔ ہر محبے کرنے والا مولف نہیں ہوتا۔ اور ادھر ادھر سے بہت سی نقلیں لے کر الامتلاف نہیں ہوتا۔ یہ تو عطا نہیں ہیں کہ مولائے کریم جے چاہتے ہیں۔ بخت تباہی اور اسے اول بنا دیتا ہے (الفیوضات الملکیہ ص ۲)
(۳) شیخ یوسف بن اسماعیل۔ نہائی (بیروت)

(صاحب جواہر البحر رشواہد الحق۔ حجتہ اللہ علی العالمین۔ سعادت الدارین)
میں نے اس کا شروع سے آخر تک مطالعہ کیا اور نہایت مفید و نفع بخش پایا۔ اس کی دلیلیں بڑی قوی ہیں جو ایک علامہ کبیر اور امام اکبر کی طرف سے ظاہر ہو سکتی ہیں۔ اللہ اس مصنف کے رسالے سے راضی رہے اور اسے اپنی عنایتوں سے راضی کرے اور ان کی تمام نیک و پاکیزہ امیدوں کو بر لائے (آمین) (الفیوضات ص ۴)
(۴) مفتی حنا بلہ شیخ عبداللہ بن حمید مکرمہ۔

میں نے یہ رسالہ دیکھا جسے ہر سردار نے قبول کیا۔ اس کے دلائل یقینیہ کے آفتابوں نے ہر تاریکی دور کر دی اور اس کی ہدایت کے نور اس امت پر چلے تو اس رسالہ پر یہ قول صادق آیا۔

ولا عیب فیہم غیر ان سیوفہم
بھن ظول من قراع الکتاب

تو اس کے دندان تسم زہر کا بوسہ لیتے ہوئے میں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بے شمار حمد کی۔ اگر اس وقت میرا منہ ہوتا تو میں سجدہ شکر میں گر پڑتا کہ اس نے ہمارے اندر ایسا عالم حقیق و مدقن بھیج کر احسان فرمایا۔ زمانے کی بقائیک اس کے علم کا درخت بڑھتا ہے (الفیوضات ص ۲۹۱)

(۵) شیخ العلماء مفتی شافعیہ محمد سعید بن با بعل مکرمہ۔

فاضل کالی سیدی احمد رضا خان کے رسالہ سلسلہ بالہ ولتہ الملکیہ بالمادۃ الغیبیہ کا مطالعہ کیا میرے نزدیک اس رسالہ کا تین وجوہ سے بڑی حیثیت ہے۔
اول یہ کہ اس کے اصول و فروع نہایت حقیق و مدقن ہیں دوم یہ تصنیف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن نظم و آداب میں مثال ہے سوم یہ کہ اسے زمانہ حج میں نہایت تلیل مدت میں لکھا گیا ہے اس کے بعد لکھتے ہیں۔

یہ رسالہ علماء حرمین کے نزدیک بہت مقبول ہوا اور تمام علماء نے اس پر تقریظیں لکھیں۔ آپ کی خوب تائید و تحسین کی۔ پھر بھی یہ مصنف کا قدر و منزلت سے کم ہے (الفیوضات ص ۱۸۱)

(۶) مفتی مالکیہ شیخ احمد الجزائری بن سید احمد المدنی۔ مدینہ منورہ۔

علامہ زبان، یکتاے روزگار، مسرہ چشمہ سرفراز، سید عدنان کی نظروں کے مرکز۔ حضرت مولانا شیخ احمد رضا۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر و زاد فرمائے۔
ہر صاحب توفیق بکھڑا ان سے نفع اندوز اور ہرگز کار و بدکار اور مغتری لرزہ بر اندام ہوگا۔ (الفیوضات ص ۳)

(۷) سید حسین بن علامہ سید عبدالقادر طرابلسی، مدرس مسجد نبوی۔ مدینہ طیبہ۔
بند حمد و نعت! جب اللہ تعالیٰ نے اپنے اس مقرب بندے پر یہ احسان فرمایا کہ ان کے آستانہ سے شرف یاب ہوا جو علامہ کامل اور خاتمہ شہر حاکم ملت محمدیہ طاہرہ۔ مجدد مائت حاضرہ سیدی و استاذی حضرت مولانا احمد رضا خاں (الفیوضات ص ۳)

(۸) مفتی مالکیہ شیخ سید احمد علوی بن سید احمد باقیہ حسینی علوی مدینہ منورہ۔
تمام فاضلوں سے افضل۔ عاتلوں سے زیادہ دانشمند۔ فخر السلف۔ قدوة الخلف۔ حضرت احمد رضا خاں بریلوی۔ اللہ تعالیٰ اپنے پوشیدہ لطف و مہربانی سے ان کے ساتھ عالم مکہ۔ الدولۃ الملکیہ کی تعریف میں رقم طراز ہیں۔

اور یہ کتاب بیشک اس لائق ہے کہ سیاح کے بجائے سونے سے لکھی جائے (ص ۹۲)
(۹) شیخ عبدالرحمن حنفی مدرس جامعہ ازہر تارہ۔ مصر۔

مجھے اپنی عمر کی قسم مولف نے رسالہ میں کافی دلائل ذکر فرما دیے اور حاسد کے لئے تو طویل عبارتیں بھی لکائی ہوتی ہیں۔ (الفیوضات ص ۵۴)

(۱۰) شیخ عبدالرحمن مالکیہ مسجد نبوی۔ مدینہ طیبہ۔

وہ نادر روزگار۔ اس وقت اور زمانے کا نور۔ عالم باعمل۔ بلند ہمت۔ فاضل مسائل اور مشکل احکام کی تسبیح کرنے والا اور دلائل و برہین سے ان کو مستحکم سے مستحکم تر کرنے والا۔ سوز و شائخ اور فضلاء کا سردار۔ بلا تامل وہ زمانے کا گھر کیا تاحض الفتنۃ شیخ احمد رضا خان، خدا ان کی زندگی سے ہم کو متمتع فرمائے اور ہم پر اور سامنے مسلمانوں پر ان کا فیض جاری و ساری رکھے۔ آمین (الفیوضات الملکیہ لمطب الدولۃ المکیہ مطبوعہ کراچی ۹۵-۹۶)
یہ چند تقریظات آپ کے سامنے بطور نمونہ پیش کر دی گئیں اور ان میں چیدہ چیدہ اقتباسات ہیں۔ بہت سے دوسرے علماء عرب و عجم نے بھی تقریظات و تصدیقات سے نوازا ہے جن میں بھی بہت سی غیر مطبوعہ بھی ہیں۔ ان تمام کو کھٹا تھیل کا باعث ہے۔ ذیل میں عالم اسلام کی چند مقتدر ہستیوں کے اسماء لکھے جلتے ہیں جن میں سے کچھ کا اوپر ذکر بھی ہو چکا ہے۔ اس وقت کے تمام علماء نے بیک زبان آپ کو اپنے وقت کا امام و مقتدا۔ علوم و فنون کا پائے فیض و برکات کا سرچشمہ۔ اسلام کا داعی و مبلغ اور موجودہ مدی کا مجدد و برحق تسلیم کیا ہے جن کے بعد پھر آپ کے علم و فضل آپ کے دنیا و ملی کا زلمے اور آپ کی عظیم شخصیت کا انکار چڑھتے سورج کے وجود سے انکار کے مترادف ہوگا۔

اسما گرامی علماء حجاز و بلاد اسلامیہ

علماء مکہ و مکرمہ

- ۱۔ شیخ محمد صالح بن شیخ صدیق کمال مفتی حنفیہ
- ۲۔ شیخ محمد سعید بن محمد با بعل مفتی شافعیہ
- ۳۔ شیخ عبداللہ بن حمید مفتی حنا بلہ
- ۴۔ شیخ محمد عابد مفتی مالکیہ

- ۵۔ شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن سراج مفتی حنفیہ
- ۶۔ شیخ احمد ابوالخیر عبداللہ مراد رکن الخطباء والائمہ بالمسجد الحرام
- ۷۔ سید اسماعیل بن حلیل
- ۸۔ شیخ محمد جمال بن محمد امیر بن حسین مفتی مالکیہ
- ۹۔ شیخ محمد صالح بن محمد بافضل امام شافعیہ مسجد حرام
- ۱۰۔ شیخ عبدالرحمن بن احمد دہان
- ۱۱۔ شیخ محمد علی بن شیخ صدیق کمال حنفی مدرس مسجد حرام
- ۱۲۔ شیخ عطیہ محمود مدرس حرم شریف
- ۱۳۔ شیخ محمد بن داود حسینی ادرسی مدرس حرم شریف
- ۱۴۔ شیخ عبداللہ بن محمد صدقہ مدرس مسجد حرام
- ۱۵۔ شیخ عمر بن ابی بکر باجنید مدرس مسجد حرام
- ۱۶۔ شیخ ابوالحسن محمد مرزوق مدرس مسجد حرام
- ۱۷۔ شیخ محمد علی بن حسین امام مالکیہ مدرس مسجد حرام
- ۱۸۔ شیخ اسعد بن احمد دہان مدرس مسجد حرام
- ۱۹۔ شیخ محمد مختار بن عطار الجادی مدرس مسجد حرام
- ۲۰۔ شیخ محمد یوسف خیاط وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین مدرس مسجد حرام

- ۳۶۔ شیخ علی بن احمد مسجد نبوی
- ۳۷۔ شیخ غلام محمد برہان الدین بن شیخ نور الحسن مسجد نبوی
- ۳۸۔ شیخ محمد عبدالوہاب بن محمد یوسف مسجد نبوی
- ۳۹۔ شیخ احمد بن محمد السقاری العباسی
- ۴۰۔ شیخ موسیٰ علی شامی ازہری مدنی
- ۴۱۔ شیخ یسین الخیاری مسجد نبوی
- ۴۲۔ شیخ عبدالرحمن ودیدار المصری مدرس مسجد نبوی
- ۴۳۔ شیخ محمد توفیق الالبوبی الانصاری مدینہ طیبہ
- ۴۴۔ شیخ عبدالوہاب مدینہ طیبہ
- ۴۵۔ شیخ محمد کریم اللہ ہاجر مدنی
- ۴۶۔ شیخ محمد یعقوب بن شیخ محمد رجب مدرس مسجد نبوی
- ۴۷۔ شیخ محمد یسین بن سید مسجد نبوی
- ۴۸۔ شیخ حسین بن محمد
- ۴۹۔ شیخ محمد سعید بن محمد الحسنی الحسینی الادریسی القادری مدینہ طیبہ وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین
- ۵۰۔ شیخ علی الرحمان

دیگر بلاد اسلامیہ

علماء مدینہ طیبہ

- ۲۱۔ شیخ عثمان بن عبدالسلام دافستانی مفتی مدینہ منورہ
- ۲۲۔ شیخ احمد الجزاری بن سید احمد مدنی مفتی مالکیہ مدینہ طیبہ
- ۲۳۔ شیخ محمد تاج الدین بن محمد مصطفی الیاس حنفی مفتی مدینہ منورہ
- ۲۴۔ شیخ عبداللہ نابلسی حنبلی مسجد نبوی
- ۲۵۔ شیخ محمد عبدالبارک بن سید محمد امین رضوان مسجد نبوی
- ۲۶۔ شیخ محمد سعید بن محمد الحسنی الادریسی القادری مسجد نبوی
- ۲۷۔ شیخ احمد اسد الکلیسانی حسینی حنفی حواء شریف
- ۲۸۔ شیخ عبدالقادر بن سودۃ القرشی مسجد نبوی
- ۲۹۔ شیخ مصطفیٰ بن نازکی بن عمرو مالکی مسجد نبوی
- ۳۰۔ شیخ عبدالرحمن ودیدار المصری مدرس مسجد نبوی
- ۳۱۔ شیخ حسین بن عبدالقادر طرابلسی مدرس مسجد نبوی
- ۳۲۔ سید احمد طوی بن سید احمد بافقیہ حسین طوی مفتی شافعیہ
- ۳۳۔ شیخ عباس بن رضوان مسجد نبوی
- ۳۴۔ شیخ احمد بن سید احمد حسینی مالکیہ مسجد نبوی
- ۳۵۔ سید احمد علی الہندی دافغوری ہاجر مدنی

- ۵۱۔ شیخ عبدالرحمن احمد حنفی مدرس جامعہ ازہر
- ۵۲۔ شیخ ابراہیم عبدالعلی السقا مدرس جامعہ ازہر
- ۵۳۔ شیخ الجراح الازہری الدمشقی القسطنطنیہ
- ۵۴۔ شیخ محمد یوسف بن اسماعیل تہانی بیروت دمشق
- ۵۵۔ شیخ محمد ابن مدرس مسجد نبوی
- ۵۶۔ شیخ محمد سعید بن عبدالقادر بغدادی
- ۵۷۔ شیخ محمد یحییٰ الکتبی الحسینی دمشق
- ۵۸۔ شیخ حمدان دلمیسی قسطنطنیہ الجزائر
- ۵۹۔ شیخ یوسف عطاء مدرس درگاہ قادریہ بغداد شریف وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین

مولانا عبداللہ بن صدیق مفتی حنفیہ

فاضل بریلوی کی قیام گاہ ۲۳ صفر ۱۳۲۲ھ تک مرجع عوام وخواص بنی رہی۔
صبح سے بارہ بجے شب تک علمی مذاکرے ہوتے۔ سندوں اور اجازتوں کے حصول کا
سلسلہ جاری رہتا۔ آپ کے علم و فضل کی شہرت سنکر تمام علماء خود ہی فرود گاہ رضویہ پر
تشریف لائے۔ اور کتاب فیض کرتے۔ شیخ الدلائل حضرت شیخ عبداللہ بن علی الرحمہ

جائزہ جیسے ہوا کی وجہ سے کتاب کے اوراق اڑتے ہوں۔ انھوں نے ارشاد فرمایا: میں لکھنا ہی تو چاہتا تھا، آپ نے فرمایا: مگر ابھی لکھ تو نہیں رہے تھے۔۔۔۔۔ اس کے بعد حضرت مفتی حنفیہ خاموش ہو گئے اور سید اسماعیل عفا ظہ کتب خانہ حرم سے دریافت فرمایا کہ یہ کون عالم ہیں۔ مولانا اسماعیل نے کہا یہ مولانا احمد رضا خاں ہیں جن کی کتاب کفیل الفقہ الفاضل کا آپ ابھی ابھی مطالعہ فرما رہے تھے مفتی حنفیہ فوراً فاضل بریلوی سے گزشتہ کے ساتھ ملے مگر چہرے پر کچھ غمالت محسوس ہو رہی تھی۔۔۔ پھر اس کے بعد دونوں حضرات کتب خانہ تشریف لے گئے (۲۴ تا ۲۵ ص ۲۴۶)

سوانح اعلیٰ حضرت از مولانا بدرالدین وضوی

شاہ حجاز کا دربار الدولۃ المکیہ

علماء کرام کے درمیان فاضل بریلوی اور ان کی کتاب الدولۃ المکیہ کی مقبولیت کا حال آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے۔ اب شاہ حجاز کے دربار کا بھی تصور اس حال پڑھ لیجئے۔ شاہ حجاز نے تو گویا کتاب کی انادیت و مقبولیت پر سرکاری ہیر لگا دی اور مخالفین کی سازشیں اور ریشہ داندیاں اپنی موت آپ مریں اور وہ اپنے مقصد میں غائب و خامر رہے۔

شاہ حجاز کا دربار نماز عشاء کے بعد سے بارہ بجے شب تک لگا رہتا تھا اور عوام و خواص اپنی اپنی عزمداشتیں پیش کرتے۔ رئیس العلماء مولانا صالح کمال ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ کے دربارت ہی میں پہنچے اور دربار میں کتاب پیش کرتے ہوئے فرمایا: امام احمد رضا نے وہ علم ظاہر کیا جس کے انوار چمک اٹھے اور جو ہمارے خواب میں بھی نہ تھا۔ شریف علی پاشا نے کتاب پڑھنے کا حکم دیا۔ مولانا صالح کمال نے پڑھنا شروع کیا۔ مخالفین درمیان میں بار بار اعتراضات کرتے کہ کہیں یہ کتاب ہماری موت کا سامان نہ بن جائے اور میں کوئی پوچھنے والا بھی نہ رہ جائے۔ معترضین میں "احمد نیک" اور عبدالرحمن اسکونی "پیش پیش تھے۔ مولانا صالح کمال نے در ایک اعتراضات کے دندان شکن جواب دیئے مگر جب ان کی نیت سمجھ گئے تو شریف علی پاشا کو مخاطب فرماتے ہوئے کہا آپ کا کیا حکم ہے میں کتاب پڑھوں یا ان کے اعتراضات کے جوابات دوں "شریف نے کہا: "آپ کتاب پڑھ کر سنائیے۔ فرمان شاہی کے بعد مخالفین کی زبان بند ہو گئی اور کتاب پڑھ کر سنائی جانے لگی۔ الدولۃ المکیہ کے دلائل و براہین جو کتاب د سنت کی روشنی میں نہایت ٹھوس اور مستحکم تھے انھیں سکر شریف علی پاشا نے با د از بلند کہا اللہ یعطی دھولاً و عین عورت" خدا تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرماتا ہے اور یہ اسے رد کرتے ہیں۔ بارہ بجے تک اس کتاب کا نصف حصہ ختم ہوا۔ اب دربار برخاست ہونے کا وقت آگیا اس لئے شریف نے مولانا صالح کمال سے کہا کہ آپ یہاں نشانی رکھ دیجئے آپ نے وہیں رکھ دیا اور وہ کتاب پھر انھیں کے پاس رہ گئی۔

اور اصل کتاب سے دیگر نمائے کرام نے نقلیں حاصل کیں۔ علماء کرام اور شاہ حجاز کے دربار میں جب مخالفین کو ناکامی ہوئی تو انھوں نے تیسرے دربار کا رخ کیا۔ اسی وقت کے گورنر مدینہ رات پاشا کو دیندار شخص تھے۔ وہ روزانہ عصر بعد طواف خانہ کعبہ کیا کرتے تھے۔ احمد نیک اور عبدالرحمن اسکونی نے سوچا کہ شریف

قیام مکہ مکرمہ کی چالیس سال کی مدت میں کبھی شریف مکہ کے یہاں تشریف نہ لگے لیکن بآں جلالت علمی و کبر سنی فاضل بریلوی کی قیام گاہ پر دوبار تشریف لائے۔ صرف ایک شخصیت ایسی تھی جو فاضل بریلوی کی ملاقات کے لئے ان کے قیام گاہ پر داسکی۔ مکہ مکرمہ میں مفتی حنفیہ کا درجہ شاہ حجاز کے بعد بھا جاتا تھا۔ اس وقت اس منصب عظیم پر حضرت شیخ عبداللہ بن صدیق ناظر تھے۔ فاضل بریلوی کے علمی کمالات کی خہرت نے بالآخر انھیں بھی ملاقات و زیارت کا مشتاق بنا دیا۔ اپنے ایک مخصوص رت گزرد کو بھیجا کہ ملاقات کا کوئی پرسکون وقت متین ہو جائے۔ اس نے بارگاہ رضویہ میں حاضری دی اور یہ گزارش کی کہ حضرت مولانا عبداللہ بن صدیق مفتی حنفیہ نے بعد سلام فرمایا ہے کہ میں آپ کی زیارت کا بہت مشتاق ہوں۔ آپ ملاقات کا کوئی وقت متین کرنا ہی چاہتے تھے کہ حضرت مولانا سید محمد اسماعیل جوہل میں بیٹھے ہوئے تھے وہ بول اٹھے: تم بخدا یہ نہیں ہو سکتا کہ تمام علماء کرام تو خود تشریف لائیں اور آپ ان کے پاس حاضر ہوں۔ اس جلیل القدر عالم کی اس بات نے آپ کو پس و پیش میں ڈال دیا۔ لیکن تقدیر الہی میں ایک نیا شان سے ملاقات ہونا مقدر تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ کسما دران شیخ مولانا عبداللہ مرطاد امام حرم شریف اور مولانا حامد محمد جدادی نے سلسلہ نوٹ بارہ سوالات پر مشتمل ایک استفتاء کو فاضل بریلوی کے پاس بھیجا۔ آپ نے ایک مبرور کتاب بنام کفیل الفقہ الفاضل فی احکام قرطاس الدادھم کی شکل میں جواب دیا۔ ۱۳ محرم ۱۳۲۲ھ کو اس کی تکمیل ہوئی۔ عفا ظہ کتب خانہ حرم شریف شیخ سید عطفے جو کہ نہایت خوش خط عالم تھے اس لئے ان کو یہ کتاب تبصیر کے لئے دیدی گئی۔ بیضہ کی تصحیح کے لئے ۴ محرم ۱۳۲۲ھ کو ایک بار آپ کتب خانہ بیرونے تو دیکھا کہ ایک عظیم المرتبت عالم کفیل الفقہ الفاضل کے مطالعہ میں مشغول ہیں۔ اور جب دعاس مقام پر پہنچے جہاں فاضل بریلوی نے فتح القدیر سے یہ عبارت نقل کی تھی کہ لوباع کا غذۃ بالغب یجوز ولا ینکھ یعنی اگر کوئی شکم اپنے کاغذ کا کھنڈا ہزار روپے میں بھی بیچے تو بلا کراہت جائز ہے تو پھر کھانے اور اپنی زبان پر قرطاس سے ہاتھ مارنے پر لے بولے۔

ابن جمال بن عبداللہ من هذا النص الصریح حضرت جمال بن عبداللہ (جو سابق مفتی حنفیہ تھے اور ان سے بھی نوٹ کے بارے میں سوال ہوا تھا) کوئی تشفی بخش جواب چو کہ اس وقت ان کو مستعمر نہ تھا۔ اس لئے بات اپنی جگہ جوں کا توں ہی پڑی رہ گئی اس نص صریح سے کہاں غافل رہ گئے۔

فاضل بریلوی اپنے بیضہ کی تصحیح میں بدستور مصروف رہے۔ ان دنوں حضرات میں سے کوئی بھی ایک دوسرے سے ابھی تک متعارف نہ تھا۔ کوئی مسئلہ الجھا ہوا تھا جسے دیکھنے کے لئے شیخ مولانا عبداللہ بن صدیق لے کچھ کتابیں لکھوائیں تاکہ ان میں سے عبارتی نقل کریں۔ اتفاقاً انھوں نے ایک دوام ایسی کتاب پر رکھ دی جس کا وہ مطالعہ کر رہے تھے اور نہ ہی اس سے کچھ نقل کر رہے تھے۔ فاضل بریلوی نے بغیر اعتراض فرمائے کتاب سے دوام اتار کر دوسری رکھ دیا۔ مفتی حنفیہ بول اٹھے: کیوں جناب بجز ارات "کتاب انکراہیت میں تو یہ تصریح ہے کہ دوام کتاب پر رکھنی جائز ہے۔ آپ نے مختصر جواب دیا مگر بغیر درت

روشنی میں ثابت کیا اور اسے (۲۱ ذی الحجہ ۱۲۳۳ھ) کو علماء عرب کے سامنے پیش کیا جس سے ہر ایک نے اتفاق کیا اور اپنی تصدیقات و توثیقات سے "حسام الحرمین" کو نوازا۔

تقریفات علماء کرام

(۱) شیخ سید اسماعیل بن خلیل غانظ کتب خانہ حرم مکہ مکرمہ

واحمد اللہ تعالیٰ علی ان تفيض هذا العالم العامل والفاضل الكامل صاحب المناقب والمفاخر منظمكم ترك الاول للآخر فريد العصر وحيد الدهس مولانا الشيخ احمد رضا خاں سلمه اللہ الرب المنان لا بطلان حجهم الداحضة بالآيات والاحادیث القاطنة كيف لا وقد شهد له عالم مكة بذالك ولولم يكن بالمحل الارفع لما وقع منهم ذلك بل اتول لوقيل في حقه انه مجد وهذا القرن كان حقاً صدقاً۔

اور میں خدا کی حمد بجا لاتا ہوں کہ اس نے اس عالم باعمل کو مقرر فرمایا جو نافع کامل ہے۔ مناقب و مفاخر والا۔ اس مثل کا مظہر کمال پھیلنے کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے نیکان زمانہ اپنے وقت کا لیکتا۔ مولانا شیخ احمد رضا خاں پروردگار عالم انھیں سلامت رکھے تاکہ وہ (حق الفین کی) بے ثبات جہتوں کا آیات قرآنیہ اور احادیث قطعیہ سے روزی رہیں اور وہ ایسا کیوں نہ ہو کہ علماء مکہ اس کے لئے ان فضائل کا گواہیاں دے رہے ہیں اور اگر وہ سب سے بلند مقام پر نہ ہوتا تو علماء مکہ اس کی نسبت یہ گولہ ہی نہ دیتے میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو بیشک حق اور صحیح ہے۔

(حسام الحرمین علی منکر الکفر والبدع) (مرتبہ ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۶ء من ۱۲۲۰-۱۲۳۰ مطبوعہ لاہور)

(۲) علامہ شیخ صالح کمال مفتی حنفیہ مکہ مکرمہ

لا سيما العالم العلامة بحسب الفضائل وقرية عيون العلماء الامام ش مولانا الشيخ المحقق بركة الزمان احمد رضا خاں البریلوی حفظہ اللہ والبقاۃ بالنفوس اس عالم دین پر (رحمت نازل فرما) کہ جو فضائل کا دریائے اور ان علماء عائد کی آنکھوں کی غصہ ک زمانے کی برکت مولانا شیخ المحقق احمد رضا خاں بریلوی اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرے اور سلامت رکھے (آمین) (حوالہ مذکورہ ص ۱۳)

(۳) شیخ احمد البواخیر بن عبد اللہ مرداد۔ خطیب مسجد الحرام مکہ مکرمہ۔ فہو کثیر الدقائق المنتخب من خزائن الذخيرة وشمس المعارف المشرقة فی الظہر کثافت مشکلات العلوم لی الباطن والظاهر بحق لكل من وقف علی فضل ان یقول کم ترک الاول الآخر

والی وان کنت الاخير زمانة لآت بالم تستطه الاوائل

ولیس علی اللہ مستنکر ان یجمع العالم فی واحد

تو وہ باریکیوں کا خزانہ محفوظ گنجینوں سے چاہوا۔ اور معرفت کا آفتاب نصف النہار ہے علوم کی مشکلات ظاہر و باطن کا گرہ کٹ حواس نفل پر آگاہ ہے اس کے لئے سنا دیا ہے

پاشا ایک عقلمند اور تعلیم یافتہ شخص تھا اس لئے اس کے سامنے ہمارا کوئی بس نہ چل سکا۔ یہ جاہل و ناخواندہ ہے۔ اس کو ہم کسی طرح اپنے دام فریب میں پھنسا لیں۔ یہ سوچ کر انھوں نے شیخ عبدالقادر شیبی جو اس وقت نائب الحرم کہے جاتے تھے ان کو بھی اپنا منوا بن کر رات پاشا کے پاس پہنچے اور طواف کے بعد عرض کیا کہ ایک ہندی عالم آیا ہے اور وہ عربوں کے عقائد بگاڑنے کی کوشش کر رہا ہے اس کے بعد اس نے سوچا کہ آخر یہ گورنر یہ سوچ سکتا ہے کہ علماء حرمین کی موجودگی میں ایک ہندی عالم کیوں کر عربوں کے عقائد خراب کر سکتا ہے۔ اس لئے اس نے مجبوراً چند مقتدر ہستیوں کے نام بھی گئے کہ یہ لوگ بھی اس کے ہمنوا ہو گئے ہیں مثلاً کبیر العلماء شیخ ابوالخیر مرداد رئیس العلماء شیخ صالح کمال۔ شیخ العلماء سید محمد سعید البصیل وغیرہم۔

اس کے بعد رات پاشا نے عبدالقادر کو ایک زوردار طمانچہ رسید کیا اور کہا کہ یا خبیث بن الخبیث یا کلب ابن الکلب اذا کان هؤلاء معہ فہو۔ ام یصلح اے خبیث جب یہ عظیم القدر ہستیاں بھی اس کے ساتھ ہیں تو وہ فساد برپا کرے گا یا اصلاح کرے گا۔

جس مرد مجاہد کو غیبی تائید اور حق کی نصرت و حمایت حاصل تھی اسے یہ چند فتنہ پرور عناصر کس طرح زیر کر سکتے تھے جن ہمیشہ سر بلند رہتا ہے اور اس کے سامنے بالآخر تمام طاغوتی طاقتیں سپردالئے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔

حسام الحرمین علی منکر الکفر والبدع

(المستند المنتقد ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء)

حضرت علامہ فضل رسول بدایونی کی ایک جلیل القدر تصنیف ہے جس پر علامہ فضل حق خیر آبادی (مجاہد جنگ آزادی مفتی محمد صدر الدین آزاد دہلوی حضرت مولانا احمد سعید رام پوری و علامہ جید علی کی تقریفات ہیں۔ اس پر فاضل بریلوی نے تعلیقات و حواشی کا اضافہ فرما کر المستند المستند (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) نام رکھا۔ اور ان تعلیقات کا خلاصہ کر کے علماء عرب کے سامنے پیش کیا۔ الدولۃ المکیہ ہی کی طرح اس پر بھی علماء نے دل کھول کر تقریظیں لکھیں جنھیں بعد میں مرتب کر کے "حسام الحرمین" کے نام سے شائع کیا گیا۔ المستند المستند کے بنیادی مباحث یہ تھے جن کا تردید کی گئی تھی۔

(۱) تکذیب انبیاء و رسول و انکار ختم نبوت۔

(۲) نقص قطعی سے انکار و دست علم نبوی و اثبات علم شیطان۔

(۳) امکان وقوع کذب باری تعالیٰ۔

(۴) نبی کریم صلی اللہ کے بعد بعثت انبیاء مستبعد نہیں۔

(۵) علم فیض رسول علیہ السلام کو بچوں اور گلوں کے علم سے تشبیہ۔

المستند المستند کے خلاصہ میں فاضل بریلوی نے ان عقائد و نظریات کا باطل ہونا اور ان کے ماننے والوں کا کافر ہونا قرآن و احادیث کے ناقابل تردید دلائل و شواہد کی

رفا خاں ہیں۔ (۲۱۵، ۲۱۶)

(۱۰) شیخ عمر بن محمد بن محسن مالکی اشعری مدینہ طیبہ

جناب شیخ احمد رضا نے اپنے خلاصہ میں جو تحریر فرمائی ہے۔ میں نے اس کا مطالعہ کیا یہ خلاصہ ان کا کتاب موصوم بالمعتمد المستند سے ماخوذ ہے۔ لہذا مطالعہ میں نے محسوس کیا کہ مصنف نے تحقیق کا حق ادا کر دیا مصنف کی تعریف و توصیف اللہ کے لئے ہے۔ وہ مصنف جو خوب جاننے والا، خوب سمجھنے والا اور سوچنے والا ہے اور ایسی روش تحقیق کرنے والا ہے جس سے تمام پہلو روشن و منور ہو جاتے ہیں (صفحہ ۲۲)

یہ اور اس طرح کی دوسری بہت سی تقریظات و تصدیقات ہیں جن کے ایک ایک حرف عقیدت و احترام اور اعتراف علم و فضل کے جذبات سے لبریز نظر آتے ہیں۔ خلاصہ المعتمد المستند پر تقریظات لکھنے والے علماء کرام کے اسماء گرامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

اسماء گرامی علماء حرمین طیبین

علماء مکہ مکرمہ

- ۱- شیخ صالح کمال مفتی حنفیہ
- ۲- شیخ محمد سعید باصیل مفتی شافعیہ
- ۳- شیخ عابد بن حسین مفتی مالکیہ
- ۴- شیخ علی بن صدیق کمال سابق مفتی حنفیہ
- ۵- شیخ احمد البواخیر بن عبداللہ مرداد خطیب مسجد حرام
- ۶- شیخ اسمیل بن خلیل محافظ کتب حرام
- ۷- شیخ علی بن حسین مالکی مدرس مسجد حرام
- ۸- شیخ عبدالمقیم ہاجر مدنی
- ۹- شیخ عمر بن ابی بکر حنفیہ
- ۱۰- شیخ سید مرزوق ابو حنین
- ۱۱- شیخ محمد علی بن حسین کمی
- ۱۲- شیخ اسعد بن دہان مدرس حرم شریف
- ۱۳- مولانا محمد یوسف انتہائی ہاجر مکی مدرس مدرسہ صولتیہ حرم شریف
- ۱۴- شیخ محمد یوسف خیاط
- ۱۵- شیخ محمد عبدالکریم ناجی ماغستانی
- ۱۶- شیخ احمد محمد جدادی
- ۱۷- شیخ جمال بن محمد بن حسین
- ۱۸- شیخ عبدالرحمان دہان

کہ جس کے اگلے پھلوں کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے۔ لیکن اگرچہ اخیر زمانے میں آیا ہوں مگر وہ چیز لایا ہوں جو اگلے زمانے کے خداوند تعالیٰ کے لئے یہ بات غیر ممکن نہیں کہ وہ ایک شخص میں ایک جہان سمودے (صفحہ ۱۲۸-۱۲۹)

(۲) شیخ عابد بن حسین مفتی مالکیہ مکہ مکرمہ

علماء مشاہیر کا سرمدار معزز فاضلوں کا سرمایہ انتہاء سعادت دین و ملت، عود و سیرت، ہر کام میں پسندیدہ، صاحب عدل، عالم باعمل صاحب احسان حضرت مولانا احمد رضا خاں تو اس نے اس بات میں (یعنی گستاخان رسول علیہ التہنۃ و التفاءل کا رد فرما کر) فرض کفایہ ادا کر دیا۔ (صفحہ ۱۵۴)

(۵) سید صاحب سید اسماعیل الحسینی البرزنجی۔ مفتی شافعیہ مدینہ طیبہ

لے علامہ کامل شہر و شہرہ صاحب تحقیق و تنقیح، صاحب تدقیق و تریق عالم المہنت والجماعت شیخ احمد رضا خاں بریلوی (اللہ اس کی تمناؤں کو پوری فرمائے) اور اس کی بلندیوں کو باقی و دائم رکھے) میں نے آپ کی کتاب "المعتمد المستند" کے خلاصہ کا مطالعہ کیا تو میں نے اس کو قوت و نقد کی انتہائی بلندیوں پر پایا (صفحہ ۲۳)

(۶) شیخ اسعد بن احمد دہان مدرس حرم شریف مکہ مکرمہ۔

یہ عظمت والہ رسالہ میرے علم میں آیا جس کا مصنف نا درددار اور خطا صلیل و ہمارے ہے۔ وہ علامہ جس کی وجہ سے پچھلے انگوٹوں پر فخر کرتے ہیں، عالم زمانہ جس نے اپنے روشن بیان سے سبحانی فصیح البیان کو بے زبان کر دیا سیدی و مندی شیخ احمد رضا خاں بریلوی (صفحہ ۱۸)

(۷) شیخ محمد یوسف علیہ الرحمہ مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ

یہ رسالہ میرے علم میں آیا جسے علامہ فاضل اور دریائے علم و دانش نے تصنیف فرمایا ہے جو اللہ کی مضبوط رکھی تھامے ہوئے ہے۔ دین و شریعت کے منارہ نور کا محافظ، وہ کہ زبان بلاغت جس کا شکر ادا کر سکتے تھے اس کے حقوق و احسانات کی خدمت سے عاجز ہے وہ کہ جملہ کے وجود پر زمانے کو ناز ہے۔ مولانا شیخ احمد رضا خاں وہ ہمیشہ اس ہدایت پر گامزن رہے۔ اور بندوں کے سر و پا پر فضل و احسان کے پرچم بلند کرتا رہے (صفحہ ۱۸)

(۸) شیخ حامد احمد محمد جدادی مکہ معظمہ

میں نے یہ مختصر رسالہ مطالعہ کیا۔ رسالہ کیا ہے یہ تو خالص سونے کی ڈلی ہے۔ بیا قوت و زبرد جدا و مویوں کی لڑائیوں کا داز ہے جسے بیٹولے متمد عالم باعمل فاضل و متبحر دریائے بیکر ال۔ محیط کامل محبوب و مقبول و مرفوب بستودہ اقوال و افعال۔ مولانا شیخ احمد رضا خاں کے قابل تدریس، انھوں نے صراط مستقیم کی لڑی میں پرو دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور جملہ مسلمانان عالم کو ان کی زندگی سے نفع عطا فرمائے (صفحہ ۱۹۶)

(۹) شیخ سعید بن سعید عبدالغفری شیخ الدلائل مدینہ طیبہ

جب شک و شبہ کی اندھیری رات چھا جاتی ہے تو وہ اپنے آسمان علم سے چودھری کا چاند چمکاتا ہے۔ اس طرح نسلاً بعد نسل علماء کاملین و ناطقین کے ہاتھوں شریعت مطہرہ تفسیر و تہلیل سے محفوظ رہی اور ان جلیل القدر علمائے دین سے کثیر الفہم عظیم العلم حضرت مولانا احمد

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

شیخ الاسلام حضرت علامہ سید نامدنی میاں الاشرفی الجیلانی کئی
بار حلالہ میں نذر عقیدت

بن کے ہاتھوں میں موجود نسل کی قیادت کی باگ ڈور ہے

حقیقہ شناس

||

میرزا احسان اللہ ممبر ریسرٹ

دارو خانہ، لکڑا بند درجگاؤں، بمبئی ۱۰۰۰۴

فنون

آفس :- ۳۷۷۹۷۷

مکان :- ۳۹۵۱۶۳

نیک تمناؤں کے ساتھ

330049
562276

فون۔

حسن بھائی ٹیل : 373515 - 375988

73-A فائوس والا بلڈنگ۔ سانکلی اسٹریٹ۔ ممبئی 400008

نیوراک کٹنگ کمپنی

ایر کمپریسر کرایہ پر دے جاتے ہیں

ورکس

اسالنا ویلج ہل نمبر 5
بھات داڑی۔ گھاٹ کوپر
ممبئی 400084

(فون 551093)

آفس

400 کاتھ بازار

ممبئی 400009

فقیر ہے۔ اسی وقت سے میں ان کے فتاویٰ کی تلاش میں ہوں مگر ابھی تک دستیاب نہ ہو سکے تھے۔ اس وقت اپنی جماعت کے اساتذہ میمان کی تہ دامی سے بے پناہ اذیت کا احساس ہوا اور روحانی قلق پر غماز ہو گیا۔ بے اعتنائی و کاہلی کتنے جویائے حق اور تشذیب کاہلوں کے انتظار پر دب جینی کا باعث ہے۔ بہر حال میں نے اس وقت الجماعت الاشرافیہ مبارک پور کا عربی میں تعارف کیا۔ المعتقد المنتقد (مطبوعہ استنبول۔ ترک) اور الدولۃ المملکیہ کے ایک ایک نسخے کچھ طرح تلاش کر کے حوالہ کر دیا (ان کتابوں کا انتظام معلوم ہونے کے بعد ہی کر لیا تھا) اور اطمینان دلایا کہ بہت جلد میں فتویٰ رضویہ آپ کے نام ارسال کر دوں گا۔ اس کے بعد انھوں نے عربی رسائل و مکتوبات رسالۃ المستشرقین للجماعت، الماحاسبی صفحات من صبر العلماء علی مشاد العلم والتحقیق وغیرہ بطور ہدیہ عنایت فرمایا جن پر اپنے ہاتھ سے یہ بھی لکھا۔ ہدیۃ الی الاخ المحب الجیب فی اللہ تعالیٰ الشیخ محمد بنیت اختار المظنی نفع اللہ بدینہ وعلیہ واکرمہ بتوفیقہ..... من احیہ عبدالفتاح ابی غنہ ۱۰۲۸، ۱۳۹۵ھ لکھنؤ۔ اس کے بعد پھر ہم لوگ واپس چلے آئے۔

امام احمد رضا کی زندگی سے لیکر آج تک تسلسل و تواتر کے ساتھ علماء اسلام کا یہ اثرات علم و فضل اور بے پناہ جذبہ عقیدت و احترام ہیں اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ فاضل بریلوی ایک فیرمول اور اپنے وقت کے بے مثال شخصیت کا نام ہے۔

الصوارم الہندیۃ

علماء حرمین طیبین اور دہلی پر موجود عالم اسلام کے دوسرے فضلاء و اکابر کی تصدیقات و توثیقات کے بموجب حسام الحرمین ہندوستان آئی تو وہاں پر خلافت المعتد المستند کے باقی ماندہ نقول کی وجہ سے تقریبات کی آمد کا سلسلہ ابھی جاری ہی تھا کہ یہاں بھی مشاہیر علماء اسلام کی تصدیقات کے حصول کا سلسلہ چلا دیا گیا تاکہ فاضل بریلوی کے فتاویٰ اور ان کے علم و فضل ان کی حق پرستی و دین پروری پر حیلہ علماء عالم کی ہر تصدیق ثبت ہو جائے۔

چنانچہ بارہو مطہرہ، اجیر شریف، جبل پور، کچھوچھو، دربار علی پور سیدان (پنجاب)، منظر اسلام بریلی، دارالافتاء مراد آباد، انجمن حزب الافانٹ لاہور، آرہ، بالکی پور پٹنہ، سیٹاپور، ریاست جلال آباد، ضلع فیروز پور پنجاب، مظفر پور، بھادپور پنجاب، سیالکوٹ، راجپوتانہ لودھیانہ، دہلی منترنگ لاہور، ایٹہ، مدراس، ضلع حیل سبیل، داود علی گڑھ، شاہ پور، بنگلور، امرتسر، جالندھر، ہوشیار پور، دیر آباد، رام پور، کانپور، آنولہ، ہمدانی نئی تال، مان ہجوم، حیدر آباد کن، سورت، بھڑوچ گجرات، بدایوں، بھیڑی، پشاور، فرنگی محل لکھنؤ، سراج گنج بنگال، ملیا، فتح پور، سہو، کاشیادار، جونا گڑھ، بڑوہ، سلطان کوٹ سندھ، سکھ منڈہ، ذریہ غازی خان پنجاب وغیرہ وغیرہ ہندوستان کے دوسرے علماء و مشائخ و مبلل القدر مفتیوں نے اپنے اپنے فتاویٰ میں حسام الحرمین کی تصدیق کی (الصوارم الہندیۃ مطبوعہ برقی پریس مراد آباد)

ان تمام تصدیقات و تقریبات اور حرمین طیبین میں مشاہیر علماء اسلام کی طرف سے فاضل بریلوی کی تحسین و آفریں۔ اعزاز و اکرام۔ اعتراف علم و فضل و جدیت پر اتفاق اور علامہ لیل و نهار قرار دینے کے بعد یہ بات خود بخود ذہن و دماغ اور تلب کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی اپنے زمانہ کے تمام علماء پر فائق مللئے عرب و عجم میں مسلم و محترم اور ان کی بزم کے صدر نشین علم و فضل کے بحر ذخار موجودہ صدی کے مجدد۔ آیۃ من آیات اللہ۔ اور پروردگار عالم کی نعمتوں میں سے ایک عظیم ترین نعمت تھے۔

آپ نے گزشتہ صفحات میں اپنے ماتھے کی آنکھوں سے پڑھ لیا کہ مکررہ۔ مدینہ طیبہ۔ یمن۔ شام۔ عراق۔ لبنان۔ مصر۔ الجزائر۔ اندلس۔ طرابلس۔ افغانستان۔ داغستان۔ ترکستان اور غیر منقسم ہندوستان وغیرہ کے سیکڑوں بھائی۔ محدثین۔ فقہاء۔ مشائخ اور مفتیان کرام نے بریلوی کو مجدد دین و ملت۔ محی السنۃ۔ امام الائمۃ قاضی القضاۃ۔ عاشق رسول۔ آفتاب معرفت۔ اصولی زمان۔ مستحکم دریاں۔ علامہ اجل۔ نادر دھرم کیائے روزگار۔ خلاصہ لیل و نهار۔ صاحب مناقب و مضاف بہ شہادت و تحقیق و مصنفین۔ علم و فضل کا دار و دایہ، عقدہ کشائے مشکلات و مغالقات، فاضل قبحہ اور حقائق و معارف کا بحر بیکراں (وغیرہ) کے معزز خطابات سے نواز کر اپنی عقیدت و احترام کا دافرشہوت فرام کر دیا۔ اور زمانہ پر یہ روشن ہو گیا کہ اس آخری دور میں آپ کی وہ عظیم شخصیت ہے جس کی جلالت علمی اور خدمات دینی کے سامنے علماء عرب و عجم اپنا سہم کئے ہوئے ہیں اور آپ ہی کی وہ منفرد شخصیت ہے جس نے عہد اخیر میں اپنی خداداد صلاحیتوں سے کفر و طغیان اور تہرور و عصیان کی بلند و بالا عمارتوں کو خس و خاک کا طرح یا کر سلیم الفطرت انسانوں کی آبا دیوں میں ظلمت حق اور شوکت اسلام کا پرچم لہرا دیا۔

نیک تمناؤں کے ساتھ

احمد رش روڈ ٹرانسپورٹ کمپنی

ٹرانسپورٹ کنٹریکٹ اور کمیشن ایجنٹ برائے
گجرات اور سوراشٹر

برائے
۱۴۱ کا میکر اسٹریٹ
بمبئی۔ ۴۰۰۰۰۳
فون نمبر ۵۳۷
پکسیا بازار۔ آئندہ
بڑا آفس

بڑوہ۔ پٹلا۔ نرپاد۔ بھڑوچ۔ سانگی۔ کولہا پور

قابل توجہ باتیں

- (۱) انتخاب ترتیب و تدوین اور تصحیح کا کام انتہائی اہم ہوتا ہے۔ اسی احساس کے ساتھ یہ امور انجام دئے گئے ہیں۔ پھر بھی لغو اسے انسان مرکب من الخطاء والنسیان امام احمد رضا نمبر میں کوئی غامی نظر آئے تو مطلع فرمائیں تاکہ دوسرے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر لی جائے
 - (۲) خیال تھا کہ امام احمد رضا نمبر کے قلم کاروں کا مختصر تعارف بھی شامل کیا جائے مگر کچھ تو قلت صفحات اور کچھ میٹر کی فراہمی میں تاخیر کے باعث اس کام کو دوسرے ایڈیشن کے لئے اٹھا رکھا گیا۔
 - (۳) بہت سے مضامین، پیغامات، بارگاہ امام احمد رضا میں منظوم نذر عقیدت اور مدارس اسلامیہ کے تعارف و تصاویر وغیرہ بھی قلت صفحات کی وجہ سے شامل نمبر نہ ہو سکے
 - (۴) انشاء اللہ تعالیٰ میزان امام احمد رضا نمبر کا ضمیمہ بھی شائع کر دیا جائے گا جس میں بچے ہوئے مضامین مدارس کے فوٹو، امام احمد رضا کا نفرنس کی رپورٹیں، امام احمد رضا نمبر پر تاثرات، تنقیدات اور تبصرے شامل کئے جائیں گے۔
 - (۵) میزان کی آئندہ پیشکش ملائم فضل حق نمبر ہوگی۔ مضمون نگار حضرات سے گزارش ہے کہ جنگ آزادی کے مجاہد اعظم پر مضامین ارسال فرمائیں۔
- اپ کا
محمد احمد مصباحی

ہم شاہزادگانِ مخدومِ الملتِ محشداً عظم ہند

کی

دینی اور ملی خدمات کو

خراج تحسین پیش کرتے ہیں

پہ تو دھری نور محمد قریشی اشرفی (رامپوری)

دائجہ واڑی ماہم شریف - بمبئی

۱۹۔ شیخ مولانا احمد کی (خلیفہ حاجی اماد اللہ صاحب) کی

درس مدرسہ مولتیہ حرم شریف

۲۰۔ شیخ محمد صالح بن محمد بافضل

۲۱۔ شیخ محمد سعید بن محمد یحییٰ مدرس مسجد حرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

علماء مدینہ طیبہ

۲۲۔ شیخ تاج الدین الیاس بن مصطفیٰ الیاس مفتی مدینہ

۲۳۔ شیخ سید شریف احمد برزنجی مفتی شافعیہ

۲۴۔ سید احمد الجزائری شیخ مالکیہ

۲۵۔ محمد سعید بن محمد الغزنی شیخ الدلائل

۲۶۔ شیخ عمر بن حمدان محری مالکی اشعری

۲۷۔ سید محمد بن محمد حبیب مدنی دیداری

۲۸۔ عبدالقادر توفیق شملی طرابلسی حنفی

۲۹۔ عثمان بن عبدالسلام داغستانی سابق مفتی مدینہ

۳۰۔ سید عباس بن حلیل محمد رضوان شیخ الدلائل

۳۱۔ محمد بن سوئی خیار مدرس حرم شریف

۳۲۔ محمد عزیز دیر مالکی مزیلی رضوان اللہ علیہم اجمعین

مشاہیر خلفاء

فاضل بریلوی اگر ایک طرف علم و فضل کے تاجدار اور میدان تحقیق و تدقیق کے شہسوار تھے تو دوسری طرف طریقت و تصوف کے مہر شناس اور امیر کثور ولایت بھی تھے اگر ایک طرف ان کا ذہن و صاحب فکر فلسفہ و حکمت کی غولہیں کر کے آباد و تیار نکالتا تھا تو دوسری طرف ان کے سیال زبان و قلم سے معرفت کے چشمے بھی بہتے تھے اور ان کی مجلسوں میں تصوف و اذکار کے شمار ہو کر اسرار و انکسار ہوتے تھے (جن میں المفقود کی صورت میں چار جلدوں میں شائع بھی کر دیا گیا ہے۔ اور اس کے علاوہ بھی کئی ایک کتابیں اس فن میں ہیں) جن میں پڑھ کر بے شمار الہامی ہوتی گریں خود بخود کھل جاتی ہیں۔ اور ایک ایک بات دل کی گہرائیوں میں اتر کر اپنی جگہ بناتی چلی جاتی ہے۔ ان حقائق و معارف کی چوڑی راہ راست طلب و ضمیر پر پڑتی ہے اور چھنے والے کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل روشن ہو جاتا ہے۔

ابتداءً مضمون میں آپ شیخ حسین بن صالح کا وہ واقعہ پڑھ چکے ہیں جس میں انھوں نے آپ کو دیر تک بنظر غائر دیکھنے کے بعد فرمایا: اے لاجد نور اللہ فی ہذا الجہین یعنی میں اس پیشانی میں خدا کا نور پارہا ہوں۔ ایک دوسرا واقعہ بھی پڑھتے چلے شہرہ ہندوستانی عارف باللہ حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ ۱۳۱۹ھ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا دہی احمد دشت سورتی علیہ الرحمۃ کی صحبت میں بغرض

ملقات گنج مراد آبادی تشریف لائے، حضرت گنج مراد آبادی کو جب آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو قعد سے باہر نکل آئے آپ کا استقبال کیا اور اپنا قصہ سنایا۔ عصر کی بعد کی صحبت میں حاضرین کو مخاطب فرماتے ہوئے کہا مجھے آپ (فاضل بریلوی) میں نرمی و نور نظر آتا ہے۔ اور اپنی توفی انھیں اڑھا دی اور ان کا توفی خود اڑھ دی۔

سفر حج کے موقع پر مشاہیر علماء و شائخہ آپ کے سلسلے میں منسلک ہوئے اور آپ کی شان ولایت کے بیان و دل متروک ہوئے۔ فریق ہندوستان میں آپ کے خلفاء کی ایک کثیر تعداد پائی جاتی تھی۔ ذیل میں ہم غیر ہندی خلفاء میں سے چند ممتاز شائخہ و خلفاء کے اسماء گرامی درج کر رہے ہیں جو صریحاً ہجرت کے بعد آپ کے فیوض و برکات کا مستند و عرب و عجم دونوں کو پوری طرح فیض ہے۔ اور ایک عالم نے آپ کے چشمہ فیض سے اپنی روحانی تشنگی بجائی ہے۔

شیخ سید محمد اسماعیل کی محافظ کتب خانہ حرم شریف، شیخ ابو حنین محمد زروق ابن الفتویٰ کی، شیخ صالح کمال سابق مفتی حنفیہ، شیخ سید خلیل کی، شیخ اسد دھان کی، شیخ عبدالمجید بن سید عبدالبکر کتانی حنفی اور سی۔ حامی محدث بلاد مغرب (افریقہ) شیخ علی بن حنین کی، شیخ عبد اللہ بن شیخ احمد ابو الزمرہ داد کی، شیخ محمد عابد حسین کی مفتی مالکیہ شیخ جمال بن محمد امیر کی، شیخ بکر رفیع کی، شیخ عبد اللہ دھان کی، شیخ حسن مجیدی، شیخ سالم بن عیدروس حنفی، شیخ سید علوی بن حسن الکاف الحنفی، شیخ ابوبکر بن سالم حنفی، شیخ سید محمد بن عثمان دھان کی، شیخ محمد یوسف مدرس مدرسہ امتیاز الہیہ ہاجرہ کی، شیخ ضیاء الدین ہاجر مدنی، شیخ الدلائل سید محمد سعید مدنی، شیخ عمر بن حمدان محری مدنی، شیخ محمد امون بری مدنی، شیخ احمد خضراوی کی، شیخ عبد اللہ فرید بن شیخ عبدالقادر گروی کی وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

دور حاضر کے علماء عرب کی نظر میں

ایسا نہیں کہ فاضل بریلوی جب تک بقید حیات تھے اسی وقت تک علماء اسلام نے ان کی قدر و منزلت کی اور بعد میں انھیں بھلا بیٹھے۔ بلکہ دور حاضر میں بھی ان کی یاد اور ان کا اعزاز و اکرام اسی طرح برقرار ہے جیسا ان کے زمانہ میں تھا۔ اور ان کے علم و فضل کا اعتراف آج علماء و مذہبی حلقوں میں بر ملا کیا جاتا ہے اور عقیدت و احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔

۱۳۷۹ھ / ۱۹۵۹ء میں مولانا غلام مصطفیٰ صاحب مدرسہ عربیہ اشرف العلماء گھوڑا مارا۔ راجستانی (موجودہ بنگلہ دیش) حج و زیارت سے ناروغ ہونے کے بعد جب اپنے وطن واپس آئے تو احباب کے اصرار پر انھوں نے سفر مبارک کے حالات و واقعات پر مشتمل ایک سفر نامہ بنام "سفر نامہ حرمین طیبین" ۱۹۶۰ء شائع فرمایا جس میں انھوں نے چند ایسے واقعات بھی تحریر فرمائے ہیں جن سے پتہ چلے کہ آج بھی فاضل بریلوی سے علماء عرب کی طرح متعارف ہیں۔ اور عرب حاضرین نے اپنی آنے والی نسلوں کے سینوں

محبت النبی و آل نبی

امام احمد رضا

کی یاد منانے والوں کے لئے مبارک یاد

اسٹینڈرڈ اسٹیل فرنیچرز

مسرد

محمد علی روڈ

بیسے ۳۰۰۰۰

بلا لحاظ مذہب و ملت اپنی شفقت کے نوازنے والے

امام احمد رضا

کی بارگاہ بے کس پنکاح میں
خراج عقیدت پیش ہے

لوہے طلال گرین مرچٹ
دکھار والی چال

سیفی جوہلی اسٹریٹ بمبئی ۳۰۰۰۰

ماہنامہ المیزان

اور

آل انڈیا سنی لیگ

کی ترقی کے خواہشمند

لوہے طلال گرین مرچٹ

سیفی جوہلی اسٹریٹ

بمبئی ۳۰۰۰۰

امام احمد رضا کی تعلیمات کی اشاعت کے لئے

آل انڈیا سٹی لیگ کے زیر اہتمام منعقد کی جانے والی عظیم الشان

امام احمد رضا کا فہرست

ادارہ ماہنامہ المیزان کی ناقابل فراموش پیش کش

امام احمد رضا نمبر
کیلئے

ہدیہ خلوص

مختر الدین لکڑا والا

بلڈنگ میٹرل سپلائر

روبرو بمبئی ہرکنٹائل کوآپریٹو بینک

محمد علی روڈ، بمبئی ۴۰۰۰۰۳

نزلے شاہ

ہو الا شرف

خلیفہ مجاز حضرت شمس العارفین سید شاہ طفیل احمد اشرفی الجیلانی قدس سرہ (رہبر طریقت) پیر الہ شاہ اشرفی

مستان تالاب ناگپارہ، بھبھئی ۸۰۰۰۰۴

کی جانب سے

امام احمد رضا کا نفرین منعقد کرنے پر آل انڈیا سنی لیگ کو

اور

امام احمد رضا نمبر پیش کرنے پر ادارہ ماہنامہ المیزان بھبھئی کو

ہدیرت بریک پیش ہے

گر قبول افتد زہے عز و شرف

آل انڈیائی لیگ

دنیا کی ہر تحریک خواہ وہ کسی نوعیت کی ہو کسی مذہبی یا عینی کا واضح اظہار ہوتی ہے۔ مورخ و مصلح کا کمال یہ ہے کہ وہ کرب و اضطراب اور بے چینی کے ان گوشوں کو تلاش کرے جس سے تحریک کا جنم ہوتا ہے۔ کرب و اضطراب کا یہ اظہار جب تک نرم اور سبک رہتا ہے ناقابل تذکرہ ہی رہتا ہے لیکن دور میں نکاہیں اس میں چھپی ہوئی اس شدت اور حدت کو بھانپ لیتی ہیں جو مستقبل قریب میں لادان کر لیتے والا ہوتا ہے جس کو سیاسی زبان میں ”انقلاب“ کہتے ہیں۔

ملک کی آزادی کے ۲۵ سال بعد بھی ملت اسلامیہ ہندو اوائف الملوک کا شکار اور ملک میں پیدا ہونے والے مسلم مسائل کے حل میں بے درپے ناکامیوں کا واحد سبب مسلمان کھلانے والے تمام فرقوں کے درمیان منافرت اور مسلم عوام میں غالب اکثریت رکھنے والے سنی مسلمانوں کی غیر منظم زندگی ہے جس کو ملک کے قانون دان دانشور مفکرین، سیاسی اور غیر سیاسی جماعتوں کے قائدین، علماء و مشائخین نے پوری شدت کے ساتھ محسوس کیا اور انھوں نے غور و فکر کے بعد ۲۱ نومبر ۱۹۴۶ء کو ایک سنی عوامی تنظیم آل انڈیائی لیگ کی بنیاد رکھی۔

آل انڈیائی لیگ، سنی مسلمانوں کی فعالیت کے ساتھ ہرگز مسائل میں ملک گیر اساس اور صحت مند بنیادوں پر رہنمائی کے لئے عالم وجود میں آئی جو اس عقیدہ سنی مسلمانوں کے مذہبی، تبلیغی، معاشرتی، معاشی، اقتصادی، تعلیمی، لسانی، تہذیبی، ثقافتی، اذنیاتی اور دستوری حقوق کے حصول و تحفظ و برقراری کی جدوجہد کرے گی اور عوامی مسلم مسائل کے حل کے سلسلے میں مسلمان کھلانے والے تمام فرقوں سے حسب ضرورت تعاون و اشتراک کیا جاسکے گا اور ملکی معاملات میں انبائے وطن کے دوش بدوش رہے گی۔ آل انڈیائی لیگ غیر سیاسی تنظیم ہے۔ غیر سیاسی سے مراد یہ ہے کہ آل انڈیائی لیگ اپنے جماعتی ٹکٹ پر ملک کے کسی بھی قانون ساز ادارے کے لئے انتخابات میں امیدوار نامزد نہیں کرے گی لیکن سنی مسلمانوں کی فلاح و بہبود و ترقی کے لئے سیاسی اور غیر سیاسی جماعتوں سے مشاورت، تعاون و اشتراک کیا جاسکے گا۔

آل انڈیائی لیگ تمام تحریکات سے الگ خدمت دین و ملت کے جدید ترین تصورات کو اپنے آغاز میں سموئے ہوئے ایک زندہ اور پائندہ تحریک ہے۔ آل انڈیائی لیگ کا یہ ایتقان ہے کہ ملک کے سنی مسلمانوں کا اتحاد ہی ملک میں پیدا ہونے والے تمام مسلم مسائل کا حل ثابت ہوگا۔ میں اس بات پر کامل یقین رکھتا ہوں کہ صحیح العقیدہ سنی مسلمانان ہند ملک کے گوشہ گوشہ میں آل انڈیائی لیگ کے سبز و سرخ ہلالی پرچم کو لہرا کر اپنے اٹل اتحاد کے ذریعہ ناقابل تسخیر قوم بن کر اپنی آئندہ آنے والی نسلوں کو تابناک مستقبل عطا کریں گے۔

خادم سنیت

محمد حسین انصاری

جنرل سکرٹری آل انڈیائی لیگ

57/E سائیکل اسٹریٹ جونی مسجد کپاؤنڈ

بیبی ۸۰۰۰۰۰

(بہار اشتر)

فون: ۳۷۹۴۴۱
۳۷۲۲۹۴

آل انڈیائی لیگ (فیس ادارہ ماہنامہ المیزان بمبئی

۵

تمام کارپردازان
عہدیداران و ارکان و کارکنان و ہمدردان کی جد جہد پر

ہر سہرے کی پیش کرتے ہیں

آل سوویت میٹروپولیٹن

روبرو کرافورڈ مارکیٹ

بمبئی ۳۰۰۰۳

امام احمد رضا کا نفرنس

منعقد کرنے پر

آل انڈیائی لیگ

کے خدمت میں

ہدیہ تشکر

برہانی گرین اسٹور

سیفٹی جوبلی اسٹریٹ، بمبئی ۳۰۰۰۰۳

محسنت و کادتِ باسعادت

شاہزادہ وجاہتین غازی ملت علامہ سید محمد ہاشمی اشرفی الجیلانی خانوادہ اشرفیہ

کی خدمت میں

مبارکباد پیش کرتے ہیں

محمد شفیق قریشی اشرفی

تیلی محلہ، ناگپارہ، بمبئی ۴۰

بارگاہ امام احمد رضا میں

(معطر نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں) —

علی حسین عطروالا

محمد علی روڈ بمبئی ۳۰۰۰۳

امام احمد رضا کانفرنس کے انعقاد پر

آل انڈیا سنی لیگ کی خدمت میں

نذرانہ خلوص

پیش کرتے ہیں

سی سی سروسز ٹریڈ مارک

کھارائینک روڈ، بمبئی ۳۰۰۰۳

ماہنامہ المیزان کی ترقی

حضرت سید محمد جیلانی محمدا یڈیٹڈ سیرماہنامہ المیزان کی صحت و سلامتی و درازی عمر کے لئے

دعا گو

شیخ طاہر کھانی

جیل والا

میاں احمد چھوٹانی مارگ، پائیڈھونی، بمبئی ۳۰۰۰۳

امام احمد رضا کانفرنس کے انعقاد اور امام احمد رضا نمبر کی اشاعت کے سلسلہ میں

تمام حصہ لینے والوں کی خدمت میں

ہدیہ خلوص

زین الدین عباس بھانی موروالا

۱۹۔ سیکنڈ ڈیمن روڈ کراچی ۳۰۰۰۳ بمبئی

ٹیلی فون: ۳۳۳۸۴۹

جنگ آزادی کے مجاہد اعظم علامہ فضل حق خیر آبادی کی بارگاہ میں نذر عقیدت

المیزان

کا
آئندہ نمبر

فضل حق نمبر علامہ

ہوگا

مضمون نگار حضرات اپنے رشتہات قلم ارسال فرمائیں
اپنے مفید آراء سے ہمیں ضرور آگاہ فرمائیں۔

رابطہ قائم کیجئے

یہ نجر سے
المیزان 57/E سائیکل اسٹریٹ
جونی مسجد کپاؤنڈ، ممبئی نمبر ۸

ایڈیٹر سے
دارالعلوم دیوان شاہ
اشرف نگر، درگاہ روڈ بھونڈی، تھانہ

Phone: 325961 (5 Lines)

Grams: "KHAZANCHI" (Mandvi) Bombay

THE BOMBAY MERCANTILE CO-OPERATIVE BANK LTD.

ENCOURAGES YOU IN RAISING YOUR STANDARD OF LIVING AND HELPS IN ACQUIRING ON CONVENIENT TERMS THE FOLLOWING:

DOMESTIC
ARTICLES



STEEL CUPBOARDS



WASHING
MACHINES

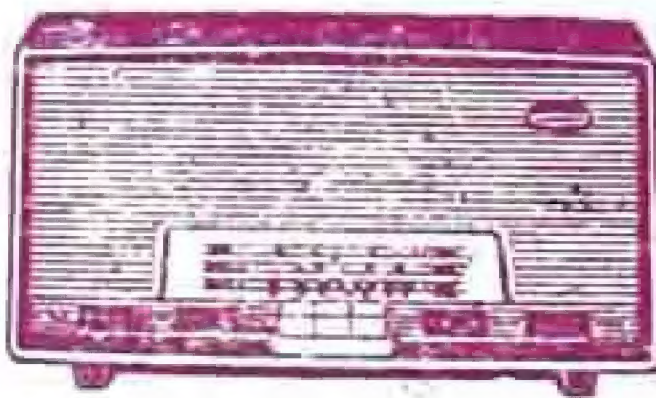
ACQUIRE ON
EASY
TERMS



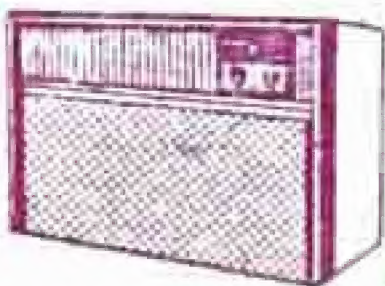
REFRIGERATORS



THE BOMBAY MERCANTILE
CO-OPERATIVE BANK LIMITED



RADIOS



WINDOW TYPE AIR
CONDITIONERS



SEWING
MACHINES



CEILING FANS



TABLE FANS

ALL KINDS OF BANKING BUSINESS TRANSACTED

Y. A. JASDANWALLA
CHAIRMAN

ZAIN G. RANGOONWALA
MANAGING DIRECTOR



ادارہ المیزان ، اللہ تعالیٰ کے تمام شعائر و حرمت کے وسیلے سے محترمہ منور بخت صاحبہ
(ہرانیس آف راجن پور) علیہا الرحمۃ کی روح کو دعا مغفرت و سکونت جوار رحمت کا ارمغان حاصل پیش کرتا ہے :